مذاق العارفین

ترجمہ جلد چہارم

احیاء علوم الدین

یہ نسخہ واقع ذیل مصور صنائع عقلی معنوی میں تصنیف مشہور علامۂ زمان فخر کبریٰ اہل اسلام حجۃ الاسلام دین متین حضرت
خیر الانام برگزیدہ اولیائے کرام مقتدائے دانی و عالی امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ زبان عربی میں
مستند اکابر و اماثل طبقۂ اسلام کی کوشش بلیغ دسی فرما ان سے پہلے مقام مصر میں طبع ہوا تھا اور بوجہ گرانی
ہونے کے دو ہزار نسخہ عربی مطبوعہ کی نقل اس مطبع میں طبع ہوئی جب اہل اسلام ہند نے اس نسخہ
جلیلہ مخزن دینی کا حال پایا تو بوجہ غایت اسکے ترجمہ کے مشتاق ہوئے چنانچہ اکمل الفضلا افضل العلما
[illegible] زمان یوسفی دوراں مقبول زمن حاجی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول عربی
بریلی کالج نے صحت احادیث علی الخصوص تخریجات عراقی سے جو حدیث کے مخرج کا حوالہ بتاتا و
صحیح حاشیہ پر لکھدیا ہے تاکہ مترجم ممدوح نے اسکے ترجمہ میں جو عرق ریزی و کوشش و تلاش شایان محمدی
بجا آوری فرمائی اسکی قدر دانی کا حضرات اسلام پر انصاف ہے

ماہ اپریل ۱۹۰۱ء

مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ میں چھپا

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد چہارم

قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء
ہادئ حق شافی مطلق کا احسان کہ نسخۂ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین
جلد چہارم
مذاق العارفین
ترجمہ
احیاء علوم الدین
مصنفہ
اکمل زماں افضل دوراں عالم اللمعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ایدہ اللہ العلی القوی
مطبع منشی نولکشور میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

خداوندا کرم سے اپنے تو عاجز نوازی کر | نہین ہی آسرا تیرے سوا اصناف مردم کا
پلا دے بادۂ ادراک سے اک جام تو ایسا | با آسانی ہو جس سے ترجمہ جلد چہارم کا

باب اول توبہ کا بیان

رباعی

یا رب مین ہون شیطان کی شرارت سے تباہ | اور نفس کی شامت سے ہی رگ رگ مین گناہ
توفیق یہ دے تو اپنے احمدؐ کے طفیل | مین توبہ نصوح پر مرون یا اللہ

بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ گناہون سے توبہ کر کے خداے تعالیٰ کی جناب مین رجوع کرنا سالکین کے راستے کی ابتدا ہی اور واصلین کی متاع گران بہا مرید اول اسی راہ پر قدم دھرتے ہین۔ اور حق سے پھرے ہوون کے لیے مفتاح استقامت اسی کو تصور کرتے ہین مقربین کے لیے یہی مطلع اصطفا ہی اور انبیا کے واسطے خصوصاً ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہی منبع اجتبا۔ اور چونکہ مثل مشہور ہی کہ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہین تو تھوڑا تھوڑا اگر کسی آدمی سے قصور اور گناہ ہو تو بعید نہین اسلیے کہ آدم زاد ہی لیکن اگر باپ نے جبر نقصان کیا ہو اور تلافی مافات مین دل دیا ہو تو بیٹے کو بھی مناسب ہی کہ دونون باتون مین باپ کا مشابہ ہو اب حضرت آدم علیہ السلام کا حال جو دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ انھون نے اپنی خطا کے بعد سلسلۂ ندامت ہلایا اور مدتون تک اشک خجالت بہایا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اُنکو

صرف خطا کرنے مین اپنا مقتدا سمجھے اور توبہ کے گرد نہ پھٹکے وہ خطا وار ہی اور ناخلف و ناہنجار بلکہ اصل یہ ہی کہ صرف خیر ہی کا ہو رہنا تو طریقہ ملائکۂ مقربین کا ہی اور محض شر کرنا رویہ شیاطین کا اور شر مین پڑنے کے بعد خیر کی طرف پھرنا انسان کا کام ہی اسلیے کہ انسان کی سرشت مین دونون خصلتون کی آمیزش پائی جاتی ہی محض خیر کرنے والا فرشتہ کہلاتا ہی اور صرف شر کرنے والا شیطان اور رجوع الی الخیر سے شر کی تلافی کرنے والا واقع مین انسان ہی اب اسکو دو باتین تو حاصل ہو سکتی ہین یعنی اپنا نسب شیطان سے صحیح کرے خواہ انسان سے مثلاً اگر گناہ کے بعد توبہ کرے تو آدم سے پیدا ہونے کی حجت قوی ہی کہ جو تعریف انسان کی تھی وہ اسپر صادق آئی اور جو شخص سرکشی پر مصر رہے وہ اپنے نفس پر شیطان کا نسب ثابت کرتا ہی باقی رہا محض خیر کرنے سے فرشتے کی طرف منسوب ہونا سو یہ انسان سے ممکن نہین اسواسطے کہ اُسکے خمیر مین شر خیر کے ساتھ ایسی مضبوط ملی ہی کہ اُسکا جدا ہونا دو ہی طرح ممکن ہی یا ندامت کی حرارت سے یا دوزخ کی آنچ سے حاصل یہ کہ جوہر انسانی کو خباثت شیطانی سے علیحدہ کرنے کے لیے دونون آتشون مین سے ایک مین جلنا ضروری ہی پس جب تک انسان کا قابو چل سکتا ہی اُسکو چاہیے کہ دونون آگون مین سے جونسی کی برداشت کر سکے اُسکو اختیار کرے اور جو ہلکی سمجھے اُسکی طرف مبادرت کرے ورنہ بعد موت کے پھر مہلت کہان بجز اسکے کہ یا جنت یا دوزخ مین ٹھکانا ہو جاوے۔ اور جب توبہ دین مین یہ رتبہ رکھتی ہی تو منجیات کے شروع مین اسی کا لانا اور اسکی حقیقت اور شروط اور سبب و علامت اور ثمرہ و آفت مانع توبہ اور علاج جس سے کہ توبہ آسان ہو جاوے اُسکا بیان کرنا واجب ہوا اور یہ سب باتین چار فصلون مین بیان ہونگی

فصل اول بیان مین توبہ کی تعریف اور حقیقت کے اور سب لوگون پر ہر حال مین اُسکے علی الفور واجب ہونے کے اور توبہ صحیح کے مقبول ہونے کے مشتمل پانچ بیانون پر۔

بیان اول توبہ کی حقیقت اور تعریف مین جاننا چاہیے کہ توبہ تین چیزون کا نام ہی جو ترتیب پائی جاتی ہین اُنمین سے اول علم ہی دوسرا حال تیسرا فعل اور اول دوسرے کا موجب ہی اور دوسرا تیسرے کا اور یہ انتظام خدا کی عادت کے باعث سے ہی جو اُسنے عالم اجسام و ارواح مین جاری کر رکھا ہی اب اُنمین سے ہر ایک کو سننا چاہیے کہ علم سے یہ غرض ہی کہ اس بات کو جانے کہ گناہون کا ضرر بہت بڑا ہی اور یہی گناہ آدمی مین اور اُسکے محبوب کے درمیان مین حجاب ہوتے ہین جب یہ بات یقین غالب سے دل پر جم جاتی ہی تو اسکے جاننے سے دل کو محبوب کے

فوت ہو جانے کا رنج ہوتا ہی اسلیے کہ دل کو جب یہ خبر ہوگی کہ محبوب نہ ملیگا تو بیشک رنج کریگا پس اگر
محبوب کے نہ ملنے کا باعث کوئی اُسی کا فعل ہوگا تو اُس فعل پر افسوس کریگا اور اس افسوس کا
نام ندامت ہی اور اسی کو دوسری چیز توبہ کی یعنی حال سمجھنا چاہیے پھر جب یہ رنج دل پر غالب ہوتا ہی
تو اُس سے ایک اور حالت دل مین پیدا ہوتی ہی جسکو ارادہ و قصد کہتے ہین اور یہ ارادہ ایسے فعل کا
ہوتا ہی جسکو تعلق تینون زمانون سے ہی زمانہ حال سے تو اس طرح تعلق ہی کہ جو گناہ پیشتر کرتا تھا
اُسکو چھوڑ دے اور زمانۂ مستقبل سے اس طرح کہ جس گناہ سے محبوب نہ ملے اُسکو عمر بھر کو ترک کردے
اور زمانۂ ماضی سے اس طرح کہ اگر کوئی چیز قابل قضا اور تلافی کے فوت ہوئی ہو تو اُسکا جبر نقصان کرے
غرض کہ ان سب باتون کا منشا اول علم ہوتا ہی یعنی ایمان اور یقین کیونکہ ایمان اس بات کے سچ
جاننے کا نام ہی کہ گناہ زہر مہلک ہین اور یقین اس تصدیق کی مضبوطی کا نام ہی کہ دل پر ایسی
طرح غالب ہو کہ اُسمین مجال شک نہ رہے پس اس ایمان کا نور دل پر جب چھا جاتا ہی تو
اُسکا ثمرہ یہ ہوتا ہی کہ دل مین ندامت کی آگ بھڑک اُٹھتی ہی اور دل پر صدمہ گذرتا ہی اسلیے
کہ نور ایمان کی چمک سے اُسکو سوجھتا ہی کہ مین اپنے محبوب سے محجوب ہوگیا جیسے کوئی اندھیرے مین
ہو اور یکایک ابر مین سے خواہ پردے مین سے آفتاب کھل جاوے اور اُسکی چمک مین
اپنے محبوب کو دیکھ لے کہ یہ مرا جاتا ہی اُسی وقت اُسکے دل مین آتش محبت شعلہ زن ہوگی
اور یہ حرارت اسکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور چاہیے اسی طرح یہان بھی
ندامت کے وقت نور ایمان سے اپنے محبوب کے نہ ملنے کا رنج اس بات کا مقتضی ہوتا ہی کہ کچھ
تدارک اسکا عمل مین لانا چاہیے اسی وجہ سے آدمی قصد تدارک ما فات کرتا ہی خلاصہ یہ کہ توبہ ان
تین چیزون مرتب کا نام ہی جو ایک دوسرے کے بعد بتدریج ہوتی ہین اول علم دوم ندامت
سوم قصد ترک گناہ زمانہ حال و استقبال مین اور تلافی ایام ماضی ان سب کے مجموعے کو توبہ کہتے ہین
اور اکثر یہ بھی ہوتا ہی کہ توبہ صرف معنی ندامت پر بولتے ہین اور علم کو اُسکا مقدمہ اور ترک گناہ کو
اُسکا ثمرہ قرار دیتے ہین اسی اعتبار سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی النَّدَمُ تَوبَۃٌ ع
اسلیے کہ ندامت کے واسطے ضرور ہی کہ کسی وجہ سے ہوئی ہوگی اور بعد کو اُسپر کچھ ثمرہ بھی
مرتب ہوگا تو گویا ندامت جو درمیان کی شی تھی یہی قائم مقام اپنے سبب اور مسبب کے ہوگئی اور
ضمناً علم اور قصد ترک اسکے دونون طرفین اسمین شامل ہوگئین اور اسی اعتبار سے کسی نے
توبہ کی تعریف یہ کہی ہی کہ توبہ یہ ہی کہ خطاے سابق پر باطن کا گداز ہونا اس تعریف مین صرف رنج دل کا

ع [illegible]

اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضون نے اسکی تصریح بھی کر دی ہے اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ دل مین بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہین ہوتا اور بعضون نے توبہ کی تعریف یون لکھی ہے کہ توبہ اسکو کہتے ہین کہ جفا کا لباس دور کرکے بساط وفا بچھا دے اور سہل بن عبد اللہ تستری رح یون فرماتے ہین کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے اور یہ بات بدون عزلت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہین ہوتی غالباً اس تعریف مین تیسری بات کیطرف اشارہ ہے اور توبہ کی تعریف مین اور بہت سے اقوال ہین لیکن جب کہ تینون باتین جنکا ہمنے ذکر کیا ہے آدمی کو معلوم ہوجاوین اور انکا تلازم اور ترتیب بھی جان لے تو معلوم کرلے کہ لوگون نے جو کچھ اسکی تعریف مین کہا ہے کسی مین سب باتون کا انحصار اور احاطہ نہین پایا جاتا حالانکہ مقصود اہم یہی ہے کہ واقعی حقیقت توبہ کی معلوم ہو صرف لفظون سے غرض نہین ہے

دوسرا بیان توبہ کے واجب ہونے اور اوسکی فضیلت کے ذکر مین توبہ کا واجب ہونا آیات و احادیث سے ثابت ہے اور جسکی چشم دل کھلی ہوئی ہو اور خدای تعالی نے اوسکا سینہ نور ایمان سے منور کر رکھا ہو اوسکے نزدیک بھی وجوب توبہ واضح ہے حتی کہ ایسا شخص جہالت کی تاریکیون مین اپنے سامنے کے نور کے باعث چل سکتا ہے اوسکو یہ حاجت نہین کہ ہر قدم پر کوئی آگے بتانے والا ساتھ ہو اور جسطرح کہ چلنے والے دو قسم کے ہین بعضے اندھے ہوتے ہین کہ بدون کسی کے آگے ہوئے قدم نہین بڑھاتے اور بعضے آنکھون والے ہوتے ہین کہ جب راہ پر پڑ لیے تو اپنے آپ چلے جاتے ہین اسیطرح طریق دین کے چلنے مین آدمیون کی دو قسمین ہین ایک لوگ تو ایسے قاصر ہین کہ تقلید سے ایک قدم بھی نہین ٹل سکتے اور ہر قدم پر نص کتاب اللہ خواہ حدیث کے سننے کے محتاج رہتے ہین اور ایسے لوگون کا بعض اوقات یہ حال ہوتا ہے کہ اگر نص صریح کے ملنے مین دشواری ہوتی ہے تو حیران رہجاتے ہین پس اس قسم کے لوگونکی سیر باوجود محنت شاقہ اور طول عمر کے مختصر ہوتی ہے اور قدم بھی چھوٹے پڑتے ہین اور ایک لوگ سعید ہین جنکے سینے خدای تعالی نے اسلام کے لیے کھول دیے ہین وہ اپنے رب کیطرف نور کے سر ہین ادنی اشارے سے مشکل سلوک کی راہ کے چلنے کے لیے خبردار ہو جاتے ہین اور بڑی سخت گھاٹیان طے کر ڈالتے ہین اونکے دل مین نور قرآن اور نور ایمان کی چمک رہتی ہے اور شدت نور کے باعث ادنی تبلانا اونکے حق مین کافی ہوجاتا ہے اونکی شان ایسی ہے کہ یَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ اور آگ لگانے یعنی بتلانے کے بعد تو یہ شان ہو نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ

ایسے لوگون کے لیے حاجت نص منقول کی ہر واقعہ مین نہین اس طرح کا شخص اگر توبہ کا واجب ہونا جاننا چاہتا ہے تو اول نور بصیرت سے توبہ کو دیکھتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے پھر وجوب کے معنی سمجھتا ہے پھر دونون کو ملا کر جو دیکھتا ہے تو معلوم کر لیتا ہے کہ بیشک توبہ کے لیے واجب ہونا ثابت ہے مثلاً اول یہ جانا کہ واجب اور ضروری وہی چیز ہے جو سعادت ابدی تک پہونچنے اور ہلاک ابدی سے بچنے کے لیے ضروری ہو اسلیے کہ اگر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے سے سعادت خواہ شقاوت کا تعلق نہو تو اوسکے واجب ہونے کے کچھہ معنی نہین اور یہ جو کہتے ہین کہ فلان فعل واجب کرنے سے واجب ہو گیا یہ صرف ایک بات ہی بات ہے کیونکہ جن چیزون سے ہماری غرض حال مین یا استقبال مین متعلق نہین اونکے کرنے خواہ نکرنے مین ہمکو مشغول ہونے سے کیا فائدہ خواہ کوئی ہم پر اونکو واجب کرے یا نکرے اس سے معلوم ہوا کہ واجب سے وہی چیز مراد ہے جو ذریعۂ وصول سعادت ابدی کا ہو۔ پھر جب وہ یہ معنی واجب کے سمجھہ لے اور یہ بھی جان لے کہ قیامت مین سوائے دیدار الٰہی کے اور کوئی سعادت نہین اور جو اوس سے محجوب ہا وہ بدبخت ہے اوسکے درمیان اور اوسکی آرزوؤن کے درمیان آڑ ہوگی آتش فراق اور نار دوزخ سے جلے گا اور یہ بھی جان لے کہ سوای اتباع شہوات اور اس دنیا کی الفت اور ان لذات فانی قطعاً جدا ہونے والی کی محبت کے اور کوئی چیز خدا تعالیٰ سے دور نہین کرتی اور سوای کاٹ ڈالنے علاقۂ قلبی کے اس دنیا کی زیب و زینت سے اور بتمامہ متوجہ ہونے کے اللہ کیطرف تاکہ اوسکے ذکر سے ہمیشہ اُنس رہے اور اوسکے جلال اور جمال کو اپنی طاقت کے موافق جانکر اوس سے محبت حاصل ہو اور کوئی چیز اوس سے نزدیک کرنے والی نہین اور یہ بات بھی دلنشین کرلے کہ جن گناہون سے خدا سے منہ پھیرنا اور اوسکے دشمن شیاطین لعین کے اتباع کرنی ہوتی ہے اونھین کے باعث مین بھی محجوب و راندۂ درگاہ ہو جاؤنگا اتنی باتون کے جاننے کے بعد وہ شخص ہرگز اس بات مین شک کریگا کہ قرب الٰہی تک پہونچنے کیواسطے دوری کی راہ سے پھرنا واجب ہے اور طریق بعد سے پھرنا اونھین تین باتون سے حاصل ہوگا یعنی علم اور ندامت اور عزم سے اسلیے کہ جب تک یہ نہین جانیگا کہ گناہ محبوب سے دور ہونے کے اسباب ہین ندامت نہین آنے کی اور نہ اپنی دوری کی راہ چلنے سے کچھہ درد ہوگا اور جب تک درد نہوگا تب تک راہ سے رجوع کرنا معلوم اور رجوع کرنے کے معنی ترک اور عزم ہین اس سے معلوم ہوا کہ محبوب تک پہونچنے کے لیے وہ تینون باتین ضروری ہین اور جو

ایمان

ایمان کہ نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر جو شخص کہ اس رتبے کے قابل نہو
چنانچہ اکثرون کا یہی حال ہے تو اوسکے لیے تقلید و اتباع مین بہت گنجایش ہے اوسی کے
ذریعے سے ورطۂ ہلاک سے ساحل نجات پر پہونچ سکتا ہے پس اس توبہ کے باب مین قول خدای پاک
اور رسول کریم اور سلف صالحین کا دیکھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اسمین ایمان والونکو توبہ کا حکم عام ہوا اور دوسری جگہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا
إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا معنی نصوح کے یہ ہین کہ خالص اللہ کیواسطے ہو اور آمیزش کسیطرح کی نہو مشتق ہے
نصح بمعنی خلوص سے اور فضیلت توبہ پر یہ آیت شریف دال ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین التَّائِبُ حَبِيبُ اللَّهِ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ
اور ایک حدیث مین یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سرزمین ناموافق اور مہلک مین فروکش ہو اور
اوسکے ساتھ اوسکی سواری ہو جسپر اوسکا کھانا پینا وغیرہ لدا ہو یہ شخص اپنا سر رکھکر سو رہے اور پھر جو
جاگے تو سواری نپاوے اور اوسکو ڈھونڈھنے لگے یہانتک کہ جب دھوپ اور پیاس وغیرہ جو خدا کو
منظور ہو اوسکی شدت اور غلبہ ہو تو کہے کہ مین جہان تھا وہان ہی لوٹ چلون اور سو رہون تا کہ مرجاؤن
اور وہان پہونچکر مرنے کے لیے اپنے ہاتھ کو سرتلے رکھکر سو رہے اور پھر جو آنکھ کھلے تو دیکھے کہ
جس سواری پر توشہ وغیرہ تھا وہ پاس کھڑی ہے تو جتنی خوشی کہ اس شخص کو اپنی سواری ملنے کی ہو
اوس سے زیادہ خدای تعالی بندۂ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے - اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہین
کہ یہ شخص شدت خوشی مین جو شکر خداوندی بجالاوے تو مارے خوشی کے زبان سے یون نکلے کہ
الٰہی تو میرا بندہ ہے مین تیرا پروردگار ہون یعنی خوشی مین الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی تمیز نرہے
اور حضرت حسن رح سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول
کی تو اونکو فرشتون نے تہنیت دی اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام اونکے پاس تشریف
لائے اور فرمایا کہ ای آدم خدای تعالی نے جو آپکی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا حضرت
آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبرئیل اگر بعد قبول توبہ کے بھی مجھسے سوال ہو تو پھر میرا ٹھکانا
کہان ہے اوسیوقت اونپر وحی ہوئی کہ اے آدم تو نے اپنی اولاد کے لیے رنج و مشقت بھی
ارث چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی اونمین سے مجکو پکاریگا مین اوسکی سنونگا جیسی تیری سنی اور
جو کوئی مجھسے مغفرت کا سوال کریگا اوسپر بخل نہ کرونگا کیونکہ میرا نام قریب و مجیب ہے ای آدم
توبہ کرنے والون کو قبرون سے ہنستے ہوے اور بشارت سنتے ہوے اوٹھاؤنگا جو دعا کرینگے

اول تو دل ... اخبار و آثار اس باب مین بیشمار ہین اور امت کا اتفاق ہے کہ توبہ واجب ہے اسلیے
اگر ... مین کہ اس بات کا علم ہو کہ گناہ و معاصی مہلک چیزین اور خدای تعالے سے دور
کرنے والی ہین یہ بات وجوب ایمان مین داخل ہے مگر کبھی اس سے غفلت ہو جاتی ہے تو توبہ کی
تعریف مین جو علم مذکور ہے اوس علم سے یہی غرض ہے کہ غفلت مذکور دور ہو جاوے اور اسکے
واجب ہونے مین کچھہ خلاف نہین اور منجملہ تعریف توبہ کے چھوڑ دینا معاصی کا زمانہ حال مین اور
عزم اونکے ترک کا استقبال مین اور تدارک تقصیرات زمانہ گذشتہ کا ہے اسکے واجب ہونے مین
بھی کسی طرحکا شک نہین باقی رہا ندامت اور حزن افعال گذشتہ پر پس وہ بھی واجب ہے کیونکہ حزن
وندامت تو توبہ کی جان ہے تلافی اوسی سے پوری ہوتی ہے وہ کسطرح واجب نہوگی اسلیے
کہ وہ تو ایک طرح کا رنج ہے کہ جب آدمی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عمر خدای تعالی کی مرضی کے خلاف
مین ضائع ہوئی اوسکے بعد ضروری ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ دل کا حزن کرنا امر ضروری ہے
قبضۂ اختیار مین نہین تو اوسکو واجب کہنا کسطرح متصور ہوا اوسکا جواب یہ ہے کہ سبب اس
رنج کا یہی ہوتا ہے کہ محبوب کے نہ ملنے کا علم قطعی ہو جاتا ہے اور آدمی اس علم کے سبب کے حاصل
کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسی جہت سے علم وجوب مین داخل ہوا نہ اس جہت سے کہ بندہ خود
نفس علم کو پیدا اور حادث کرسکتا ہے کیونکہ یہ امر محال ہے بلکہ علم اور ندامت اور فعل اور ارادہ
اور قدرت اور قدرت والا اور سب چیزین خدای تعالی کی مخلوق ہین اور اوسیکے فعل سے
موجود چنانچہ ارشاد ہے وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۰ ارباب بصیرت کے نزدیک یہی ٹھیک ہے
باقی سب گمراہی ہے پھر یہان سوال ہوتا ہے کہ بندے کو کیا اختیار کرنے اور نکرنے کا نہین
اسکا جواب یہ ہے کہ وہان اختیار ہے مگر اس اختیار ہونے سے یہ تصور نکرنا چاہیے کہ کل چیزین
خدا کی مخلوق نہین بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق خدا کا سمجھنا چاہیے جو اختیار کہ بندے کو عنایت
ہوا ہے اوسمین وہ مجبور ہے مثلاً خدای تعالی نے آدمی کا ہاتھہ صحیح و سالم پیدا کیا اور لذیذ
کھانے کو پیدا کیا اور معدے مین خواہش کھانے کی پیدا کی اور دل مین یہ واقفیت
پیدا کی کہ اس کھانے سے خواہش کو تسکین ہوگی اور یہ تردد پیدا کیا کہ باوجود تسکین خواہش کے
اس کھانے مین کچھہ ضرر ہے یا نہین اور اسکے مقابل یہ تردد پیدا کیا کہ اس کھانے کے ساتھہ
کوئی ایسا امر مانع ہے یا نہین جس سے غذا کا کھانا معذور ہو پھر یہ علم پیدا کیا کہ کوئی مانع نہین
پس جب اتنے اسباب جمع ہوے تب ارادہ کھانیکا پکا ہوتا ہے تو یہی ارادہ پکنا بعد تردد کے

اور بعد غلبہ خواہش غذا کے اختیار کہلاتا ہی اور جب اسکے سبب پورے ہوجاتے ہین تو وہ بھی ضرور ہی موجود ہوتا ہی مثلاً جب خداے تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ارادے مین پختگی آتی ہی اُسوقت ہاتھ کھانے کی طرف ضرور بڑھتا ہی کیونکہ بعد تمام ہونے ارادہ اور قدرت کے فعل کا بروے کار آنا ضروری ہی اسی لیے ہاتھ کو حرکت ہوتی ہی تو جب حصول قدرت اور پختگی ارادہ خدا کے پیدا کرنے سے تھین تو حرکت ہاتھ کی بھی اُسی کی مخلوق ہوئی اور پختگی ارادہ جب ہوتی ہی جب اول خواہش صحیح اور موانع کے نہونے کا علم ہوچکے اور یہ دونون بھی خدا کی مخلوق ہین لیکن ان مخلوقات مین ایک ترتیب خاص خداوند کریم نے رکھ دی کہ خلق مین اُسی ترتیب عادت کے موافق ہمیشہ انتظام رہتا ہی مثلاً ہاتھ مین حرکت لکھنے کے لیے نہین پیدا کرتا جب تک کہ اسمین قدرت اور حیات اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا جب تک کہ خواہش اور رغبت نفس مین نہین پیدا کرتا اور یہ رغبت جب تک خوب نہین اُٹھتی جب تک اس بات کا علم نہین پیدا کردیتا کہ لکھنا نفس کے موافق ہی خواہ حال مین اور علم کو بھی جو پیدا کرتا ہی تو اور اسباب سے پیدا کرتا ہی جنکا مآل حرکت اور ارادہ اور علم پر آرہتا ہی غرض کہ علم اور خواہش طبع کے بعد پکا ارادہ ہوتا ہی اور قدرت و ارادے کے بعد حرکت واقع ہوتی ہی اور ہر فعل مین اسی طرح کی ترتیب ہی اور یہ سب چیزین خدا کی پیدائش سے ہین لیکن چونکہ بعض مخلوقات بعض کے واسطے شرط ہین اسی لیے بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہی مثلاً ارادہ بعد علم ہی کے پیدا کرتا ہی اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد جسم کے تو جسم کی پیدائش شرط ہی حدوث حیات کے نہ یہ کہ حیات جسم مین سے پیدا ہوتی ہی اور حیات کی پیدائش شرط ہی علم کی پیدائش کے نہ یہ کہ علم حیات سے نکلتا ہی بلکہ محل مین قبول استعداد جب ہوتی ہی جب وہ زندہ ہو اسی طرح علم کی پیدائش شرط ہی پختگی ارادہ کی نہ یہ کہ علم سے پختگی ارادہ نکلتی ہی بلکہ ارادے کو وہی جسم قبول کرتا ہی جو زندہ اور عالم ہو غرض کہ ممکن کے سوا کوئی چیز وجود بنیادی مین داخل نہین ہوتی اور امکان مین ایسی ترتیب ہی جسمین تبدیل نہین ہوتی اسواسطے کہ اُسکی تبدیل محال ہی پس جبکسی وصف کی شرط پائی جاتی ہی اُس شرط کے سبب سے محل مین لیاقت وصف کے قبول کرنے کی ہوجاتی ہی پھر وہ وصف خدا کی عنایت اور قدرت ازلی سے لیاقت آجانے کے بعد موجود ہوجاتا ہی اور چونکہ شرطون کے سبب سے لیاقت مین ترتیب ہوتی ہی تو خداے تعالیٰ کے کرنے سے ممکنات کے موجود ہونے مین بھی ترتیب ہوگی اور بندہ ان ترتیب ممکنات اور حوادث کے لیے محل ہی اور یہ حوادث قضاے الٰہی مین جو

پل مارنے کے مانند ایک دم کی بات ہے ترتیب کلی سے مرتب ہین جسمین تبدیل نہین ہوتی اور
اُنکا ظہور تفصیل وار متعلق حکم و اندازہ الٰہی سے ہے کہ اُس سے تجاوز نہین کرتے چنانچہ خداے تعالے
فرماتا ہے اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ قضاے کلی ازلی کو اس آیت مین ارشاد فرمایا وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ
كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ اور بندے اس قضا و قدر کے جاری ہونے کے لیے مسخر ہین اور منجملہ قدر کے پیدا
کرنا حرکت کا ہے کاتب کے ہاتھ مین بعد پیدا کرنے ایک صفت مخصوص کے اُسکے ہاتھ مین جسکو
قدرت کہتے ہین اور بعد پیدا کرنے میل قوی اور عزم کے اُسکے نفس مین جسکا نام قصد ہے اور
بعد پیدا کرنے واقفیت مرغوب چیز کے جو ادراک کہلاتا ہے پس جب باطن ملکوت سے یہ چارون
باتین کسی بندے کے جسم پر ظاہر ہوتی ہین جو زیر فرمان تقدیر مسخر ہے تو چونکہ علم ظاہری کے
لوگ عالم غیب و اسرار سے محجوب ہین یون کہنے لگتے ہین کہ اے شخص تو نے حرکت کی اور تو نے
پھینکا اور تو نے لکھا وغیرہ مگر سرادقات ملکوت اور پردہاے غیب سے یہ ندا ہوتی ہے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ
رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ اور قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ یہان اُن لوگون کی عقل حیران ہوتی ہے جو وابستہ
عالم ظاہری ہین اسی جہت سے بعضے یون کہتے ہین کہ بندہ محض مجبور ہے اور بعضے اس بات کے
قائل ہین کہ وہ اپنے افعال کا مخترع ہے کچھ علاقہ تقدیر سے نہین اور بعض متوسط اس بات پر
جھکے ہین کہ بندے کے افعال کسب کے طور پر ہین اور اگر ان لوگون کے واسطے آسمان کے
دروازے کھول دیے جاوین اور عالم غیب و ملکوت اُنکو سوجھے تو جان لین کہ انمین سے ہر ایک
فرقہ من وجہ سچا ہے مگر قصور سب کو شامل ہے کہ نہ اس امر کی کسیکو نہین سوجھی اور نہ تمام پہلو پر
کسیکا علم محیط ہوا اور اسکا پورا علم جب حاصل ہو جب اُس روزن سے جو عالم غیب کی طرف
کھلا ہوا ہے نور کی چمک آوے اور سمجھے کہ اللہ تعالی ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہے اپنی غیب کی
بات پر کسیکو واقف نہین کرتا سوا اُس رسول کے جسکو اُسنے پسند کیا ہو اور ظاہر پر ایسے
شخصون کو بھی مطلع کر دیتا ہے جو زمرۂ پسندیدگان مین داخل نہوا اور جو شخص سلسلۂ اسباب اور
مسببات کو حرکت دے اور اُنکے تسلسل کی کیفیت اور ارتباط کی وجہ معلوم کرے اور یہ کہ انتہا اس سلسلے
مسبب الاسباب پر کس طرح ہے تو اُسپر راز تقدیر آشکارا ہو جاوے اور یقینا جان لے کہ سوا
خدا کے اور کوئی خالق اور موجد نہین - اب چونکہ ہمارے بیان مین ایک طرح کا تناقض ظاہر مین
معلوم ہوتا ہے یعنی جب مسئلہ جبر اور اختراع اور اختیار کو من وجہ سچا بتلایا اور پھر ہر ایک مین
قصور بھی ثابت کیا تو بظاہر صدق اور قصور مین منافات ہے اسلیے ہم اسکو بسہولت سمجھ مین

آنے کے لیے مثال سے سمجھاتے ہین فرض کرو کہ چند اندھون نے یہ سنا کہ فلان شہر مین ایک عجیب
جانور جسکا نام ہاتھی ہی آیا ہی اور اُنھون نے کبھی پہلے نہ ہاتھی کا نام سنا نہ اُسکو دیکھا اسلیے
اُنھون نے آپسمین کہا کہ اُسکو پہچاننا اور ٹٹول کر دیکھ لینا ضرور ہی غرض اُنمین سے چند اندھے
تلاش کرکے اُسکے پاس پہنچے اور اُسکو ٹٹولنا شروع کیا بعضون کا ہاتھ تو اُسکے پانون پر پڑا اور
بعضون کا دانت پر اور بعضون کا کان پر اور جان لیا کہ ہمنے ہاتھی کو دیکھ لیا جب وہ پھر کر باقی
اندھون کے پاس آئے تو اُنھون نے کیفیت ہاتھی کی اُنسے پوچھی ہر ایک نے مختلف جواب دیا
جسنے پانون ٹٹولا تھا اُسنے تو یہ کہا کہ ہاتھی ایک کھردھرے ستون کے مانند ہوتا ہی مگر اُس سے کچھ نرم
ہوتا ہی جسنے دانت کو چھوا تھا اُسنے یہ کہا کہ جیسا یہ شخص کہتا ہی ہاتھی ویسا نہین بلکہ وہ سخت
ہوتا ہی نرمی اُسمین نام کو نہین اور چکنا ہوتا ہی کھردھرا نہین اور مٹائی مین ستون جیسا نہین
موسل جیسا ہوتا ہی جسنے کان ٹٹولا تھا اُسنے کہا کہ وہ تو نرم اور کھردھرا ہوتا ہی مگر ستون و موسل کی
طرح نہین ہوتا موٹے چمڑے کی طرح پھیلا ہوا ہوتا ہی تو نرمی اور کھردھرا پن مین پانون کے چھونے
والے کو سچا کہا اور پھر اپنے دریافت کے بموجب بتلایا کہ وہ ایسا ہوتا ہی اب اگر ان سب کے بیان کو
دیکھو تو من وجہ سچ ہی کیونکہ جسقدر جسکو معلوم تھا اُسنے بیان کیا اور سب نے ہاتھی ہی کے اوصاف
کہے مگر سب کے بیان مین قصور ہی کہ کنہ صورت کسی کو معلوم نہوئی اس مثال کو خوب سمجھ لینا چاہیے
اسلیے کہ اکثر اختلافات کی مثال یہی ہی اور چونکہ یہ بیان علوم مکاشفہ مین جا پہونچتا ہی اور
اُسکے امواج کو جنبش دیتا ہی اور ہماری غرض اُسکے بیان سے نہین لہذا مناسب ہی کہ جس
بیان کے درپے تھے اُسی کو لکھین یعنی توبہ واجب ہی اور اُسکے تینون اجزا جو علم اور ندامت اور
ترک ہی بھی واجب ہین اور ندامت اسوجہ سے وجوب مین داخل ہی کہ یہ اُن افعال الٰہی مین داخل ہی
جو بندے کے علم اور ارادے مین گھرے ہوے ہین یعنی ندامت کی ایک طرف بندے کا علم ہی
اور دوسری طرف ارادہ ترک اور جس فعل کی یہ صفت ہو تو وجوب اُسکو شامل ہوتا ہی۔

تیسرا بیان اس بات مین کہ توبہ فوراً واجب ہی

توبہ کے فوراً واجب ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اسلیے کہ معاصی کو مہلک سمجھنا نفس ایمان مین
داخل ہی اور یہ اُسی وقت واجب ہی اور اس واجب سے عہدہ برا وہی ہوگا جو اس بات کو
ایسی طرح جانے کہ اُسکے سبب معاصی سے باز رہے کیونکہ یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ کے نہین
جنمین لگاو عمل کا نہین ہوتا بلکہ علم معاملہ سے متعلق ہی اور جو علم اس غرض سے مقصود ہوتا ہی کہ

اُس سے ترغیب عمل پر ہو تو جب تک اُسکی علت غائی ظہور مین نہ آویگی اس سے عہدہ برائی
بھی نہوگی اب بیان گناہون کے ضرر کا علم اسی غرض سے مقصود ہوتا ہی کہ اُس سے ترغیب
گناہون کے ترک کی ہو پس جو شخص گناہون کو نہ چھوڑیگا اُسمین یہ حصہ ایمان کا نہوگا اور یہی
مراد ہی اس حدیث شریف مین لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِی وَ ہُوَ مُؤْمِنٌ اسمین ایمان سے یہ مراد ہی کہ زنا
جو موجب ناراضمندی خدا کا ہی اور اُس سے دور کرتا ہی اس بات کا ایمان زناکار مین نہین رہتا
یہ غرض نہین کہ اس سے وہ ایمان جاتا رہا ہی جو متعلق بعلوم مکاشفہ ہی مثلاً خدا کو جاننا اور اُسکی
وحدانیت اور صفات اور کتب اور رسولون پر جو ایمان ہی وہ منافی زنا نہین اسی جہت سے یہ ایمان زنا سے
نہ جائیگا اور اسکی مثال یہ ہی کہ کسی طبیب نے مریض کو کہا کہ یہ زہر ہی اسکو مت کھانا پس اگر وہ
شخص کھائیگا تو اُسکو یون کہینگے کہ یہ طبیب کا معتقد نہین اس سے یہ غرض نہین ہوتی کہ وہ شخص
طبیب کے وجود پر یا اُسکے معالج ہونے پر ایمان نہین رکھتا بلکہ یہ غرض ہوتی ہی کہ طبیب نے جو کہا تھا
کہ یہ زہر مہلک ہی اس قول کو نہین مانتا کیونکہ اگر اُسکو مہلک جانتا تو کبھی نہ کھاتا اس سے معلوم ہوا
کہ گناہگار ناقص الایمان ہوتا ہی اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہین بلکہ اُسکی کچھ اوپر ستر قسمین ہین
جنمین کی ایک اعلی قسم گواہی کلمہ طیب کی ہی اور ادنی قسم راہ مین سے ایذا کو دور کرتا ہی جیسے
کوئی یون کہے کہ انسان ایک ہی طرح کے موجود نہین بلکہ کچھ اوپر ستر طرح کے ہین اُنمین سے
اعلے قسم قلب اور روح ہی اور ادنی قسم دور کرنا ایذا کا جلد سے باین طور کہ مونچھین کتری ہوئی
ناخن کٹے ہوسے چرک و میل سے جلد صاف ہو تا کہ بہائم سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے جو
چھوٹے ہوسے اور اپنے پاخانے مین آلودہ بری صورت کے رہتے ہین ناخن اور کھر بڑہ جاتے ہین
اور یہ مثال بہت ٹھیک ہی کیونکہ ایمان مثل انسان کے ہی اور اُسمین شہادت توحید اگر
نہو تو بالکل باطل ہو جاتا ہی جیسا انسان روح کے نہونے سے بیکار ہی اور جو شخص صرف شہادت
توحید اور رسالت رکھتا ہو وہ ایسا ہی جیسا انسان مین روح تو ہو مگر ہاتھ پانون آنکھ اور دوسرے
اعضا ظاہری و باطنی کچھ نہ رکھتا ہو اور جیسا کہ اس طرح کا شخص جسکا یہ حال ہو قریب بمرگ
ہوتا ہی اسواسطے کہ اسکی روح ضعیف جو اعضا سے علیحدہ رہ گئی ہی اور کسی طرح کی مدد اور قوت
اعضا سے اُسکو نہین پہونچتی وہ جلد پرواز کر جائیگی اسی طرح جسکو صرف کلمہ طیب اور رسالت ہی
کی شہادت ہو مگر اعمال مین قاصر وہ بھی اس حال کے نزدیک ہی کہ ذرا سی تند ہوا سے اُسکے
ایمان کا درخت جڑ سے اُکھڑ جاوے یعنی ملک الموت کے آنے کے وقت جو اہوال پیش آتے ہین

اونکے صدمے کے باعث ایمان مٹجاتا ہے ایسا ایمان اونکی برداشت نہین کرسکتا پس جس ایمان کی جڑ یقین مین نہ جمی ہوگی اور اعمال مین اوسکی شاخین نہ پھیلی ہونگی وہ ملک الموت سے ظاہر ہونے کے وقت خوف کے جھونکون مین نہ ٹھہر سکیگا کہ یہ ڈر ہے کہ اوسکا خاتمہ اچھا نہو خاتمے کے وقت ایسا ہی ایمان باقی رہتا ہے جسکی بنا طاعات پر ہمیشہ رہی ہو اور آبیاری اعمال سے مضبوطی پکڑ گیا ہو۔ اور گناہگار جو اطاعت کرنے والے کو کہا کرتے ہین کہ ہم مین تم مین فرق کیا ہے تم بھی ایماندار ہو ہم بھی ایماندار اونکی مثال ایسی ہے جیسے کدو کے پیڑ نے صنوبر سے کہا تھا کہ تو بھی پیڑ ہے اور مین بھی مگر اوسنے بھی خوب جواب دیا کہ نام کی شرکت کا مغالطہ تجکو جب معلوم ہوگا جب خریف کی آندھی چلیگی کہ تیری جڑ اوکھڑ جاویگی اور پتے بکھر جاوینگے اور معلوم ہوجاویگا کہ شرکت نام کے سبب تجھکو دھوکا ہوا اور جس سبب سے کہ درخت جدا رہتا ہے اوس سے تو غافل رہا ہے شعر

ہوتے سیرت سے ہین مردان خدا اور ممتاز	ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل

اور اسکا حال خاتمے پر کھلتا ہے اسواسطے موت کی مصیبت اور اسکے مقدمات ہائلہ کے ڈر سے عارفین کے جگر ٹکڑے ہوتے ہین اسلیے کہ وہ وقت ہی ایسا ہے کہ اسمین بہت کم ثابت اوترتے ہین پس اگر گناہگار اپنے گناہ کے باعث آگ مین ہمیشہ رہنے سے خوف نکرے اوسکا حال مثل تندرست شخص کے ہے کہ اپنی صحت کے سبب اور اسوجہ سے کہ موت اکثر یکایک نہین آتی منہ شہوات مین ڈوبا ہے اور موت سے نہ ڈرے تو اوس سے کہا جاویگا کہ تندرست آدمی کو مرض کا خوف ہوتا ہے اور جب مریض ہوجاتا ہے تو موت کا خوف ہوتا ہے اسیطرح گناہگار کو بھی خوف خاتمے کے برا ہونے کا لگا ہوا ہے اور اگر خدانخواستہ خاتمہ برا ہوا تو آگ مین ہمیشہ رہنا ہوگی کیونکہ ایمان کے حق مین گناہ ایسے ہین جیسے بدن کے حق مین مضر غذائین کہ معدے مین جمع ہوکر اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہین اور آدمی کو خبر نہین ہوتی ایکدفعہ ہی مزاج بگڑکر بیمار پڑجاتا ہے اور یکایک مرجاتا ہے یہی تاثیر گناہون کی ایمان پر ہوتی ہے پس جبکہ دنیا ہی فانی مین ہلاک کے ڈر سے زہر کا کھانا اور ماکولات مضر کا استعمال نکرنا ہر حال مین اوسیوقت آدمی پر جب سمجھا جاتا ہے تو ہلاک ابدی کے ڈر سے مہلکات کا استعمال نکرنا بطریق اولے فورا واجب ہوگا اور جس طرح کہ زہر کھانے والا جب اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہے تو ضروری سمجھتا ہے کہ فورا اوسکو معدے سے قے کرکے یا اور کسی حیلے سے نکال ڈالنا چاہیے اور یہ اسواسطے کرتا ہے کہ درصورت تاثیر زہر کے یہ بدن جو خواہی نخواہی چندروز بعد فنا ہوگا ضائع نہونے پاوے اسیطرح جو شخص دین کے زہر کو تا[illegible]

یعنی جو گناہ کہ ہو تا ہو اسپر بطریق اولی واجب ہی کہ اُنسے رجوع کرے اور اُنکا تدارک جب تک کہ اُس سے
ہو سکے یعنی ایام حیات تک عمل مین لاوے اسلیے کہ اس زہر سے یہ خوف ہی کہ کہین آخرت نہ جاتی رہے
حالانکہ وہ ایک شی باقی ہی اور اُسمین دولت پایدار اور سلطنت و ناز و نعیم باقی ہی اور اُسکے نہ ملنے مین آگ
دوزخ کی اور عذاب جہنم اتنے دنون بھگتنا پڑیگا کہ دنیا کی زندگی کے ایام کو اُس سے کچھ بھی نسبت
نہین اسلیے کہ اُسکی مدت کی انتہا ہی نہین جب یہ حال ہی تو گنہگار کو چاہیے کہ توبہ کی طرف
بہت جلد مبادرت کرے ایسا نہو کہ گناہون کا زہر ایمان کی روح مین تاثیر کر جاوے اور پھر طبیبون
کے ہاتھ سے اُسکا علاج نکل جاوے اور اُسکے بعد نہ کوئی پرہیز اثر کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے
اور تباہ کارون مین لکھ دیا جاوے اور اس آیت کا مصداق بنے اِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا
فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا
فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ اور ایسا نہو کہ لفظ ایمان سے
مغالطہ کھا جاوے اور کہنے لگے کہ اس آیت سے مراد کافر ہین کیونکہ تو بیان کر دیا گیا کہ ایمان کچھ اوپر ستر طرح پر ہی اور
یہ کہ زانی حالت ایمان مین زنا نہین کرتا اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محجوب ہوگا
جو شاخ اور فرع کے مثل ہی وہ خاتمہ کے وقت اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا جسطرح وہ شخص
کہ جسکے اعضا نہون باوجودیکہ اعضا فروع روح کے ہین مگر اُنکے نہونے سے آدمی مرجاتا ہی اور اصل روح
بھی جاتی رہتی ہی کیونکہ اصل بدون شاخون کے قائم نہین رہتی اور بدون اصل کے شاخون
کا وجود ہی نہین ہوتا اور اصل اور فرع مین سوا ایک فرق کے اور کچھ فرق نہین وہ یہ ہی
کہ وجود اور بقا فرع دونون وجود اصل کو چاہتے ہین مگر وجود اصل وجود فرع پر منحصر نہین لیکن
بقا اصل کے واسطے فرع کا ہونا ضرور ہی اور وجود فرع کے واسطے اصل کا ہونا لازم اور
علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ آپسمین لازم و ملزوم ہین ایسا نہین کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہو
اگرچہ علوم مکاشفہ رتبۂ اصل رکھتے ہین اور علوم معاملہ بجاے فرع کے ہین اور علوم معاملہ اگر
آدمی کو عمل پر آمادہ نکرین تو اُنکے ہونے سے نہونا ہی اچھا ہی اسلیے کہ جو تاثیر اُنسے چاہیے تھی اگر وہ نہ کرینگے
تو ناحق وبال جان ہونگے اور حجت بنینگے اور اسی بنا پر اگر عالم شخص فجور کرے تو اُسکا عذاب بہ نسبت
جاہل بدکار کے زیادہ ہوگا چنانچہ اس باب مین جو اخبار وارد ہین وہ ہم باب العلم مین لکھ چکے ہین
چوتھا بیان اس امر مین کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال مین عام ہی کوئی اُس سے
قطعا علیحدہ نہین - جاننا چاہیے کہ عموم وجوب توبہ اس آیت سے ثابت ہی جسمین کہ خطاب

عام ہو کہ توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ مین
آتا ہی اسواسطے کہ توبہ کے معنی یہ ہین کہ جو طریق خدا سے دور کرے اور شیطان سے نزدیک اُس سے
رجوع کرنا چاہیے اور یہ رجوع شخص عاقل ہی سے ہو سکتا ہی اور اصل عقل کی جب کمال کو پہونچتی ہی
جب شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کے بہکانے کے لیے شیطان کے وسیلے ہین
انکی اصل کامل ہو چکتی ہی کیونکہ کمال عقل آدمی چالیس برس پر پہونچنے سے ہوتا ہی اور بناء عقل سن
بلوغ ہی پر پہونچنے سے پوری ہو جاتی ہی اور اُسکا آغاز سات برس کی عمر کے بعد سے ظاہر
ہونے لگتا ہی مگر شہوت وغضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہین اور یہ سب لشکر شیطان ہی اور عقل
لشکر ملائکہ ہی جب دونون اکٹھے ہوتے ہین توانمین بالضرور لڑائی ہوتی ہی کیونکہ یہ دونون ایک دوسرے
کی ضد ہین ایک کے ہوتے دوسرا قائم نہین رہ سکتا جیسے رات اور دن اور نور وتاریکی جمع نہین
ہوتی پس جو انمین سے غالب ہو جاتا ہی دوسرے کی بیخ کنی کر دیتا ہی اور چونکہ شہوت صغر سن ہی
مین کامل ہو جاتی ہی تو شیطان کا مورچہ عقل سے پہلے ہی جم جاتا ہی اسلیے دل کو عادۃً مقتضیات
شہوت سے اُنس والفت غالب ہو جاتی ہی اور اُنسے نکلنا دشوار ہو جاتا ہی پھر جب عقل
ظاہر ہوتی ہی جو اللہ تعالی کی گروہ وجماعت مین سے ہی اور اُسکے اولیا کو اُسکے دشمنون سے
بتدریج بچاتی ہی پس اگر اُسمین قوت وکمال نہوا تو کھیت شیطان کے ہاتھ رہا اور اُسنے
اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن مجید مین مذکور ہی لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا اور
اگر عقل کامل اور قوی ہوئی تو اول کام اُسکا یہ ہوتا ہی کہ لشکر شیطانی کی بیخ کنی شروع
کرتی ہی اسطرح کہ شہوات کو توڑتی ہی اور عادات کو چھوڑاتی ہی طبیعت کو زبردستی عبادات
پر لاتی ہی اور یہی غرض توبہ سے ہی یعنے توبہ مین جو رجوع پایا جاتا ہی وہ یہان بھی متحقق ہوا کہ
جس راہ کا رہبر شہوت اور رفیق شیطان ہی اُس راہ سے عقل نے آدمی کو پھیر کر
خدا کی راہ پر ڈالا - اور چونکہ یہ امر ہر انسان مین ضروری ہی کہ اُسکی شہوت عقل پر متقدم
ہوتی ہی یعنی لشکر شیطان کا تھانہ ہر انسان مین عقل کے لشکر سے پہلے بیٹھ جاتا ہی تو جو
کام شہوات کی موافقت سے اُسوقت کیے ہون اُنسے رجوع کرنا ہر ایک انسان
کے حق مین ضروری ہی خواہ وہ نبی ہو یا غبی اس لحاظ سے یہ گمان نہ کرنا چاہیے
کہ ضرورت رجوع حضرت آدم علیہ السلام ہی کو مخصوص تھی بلکہ یہ تو حکم ازلی ہی کہ جنس
انسان پر لکھ دیا گیا ہی اُسکے خلاف ہونا ممکن نہین جب تک کہ سلسلہ عادت الٰہی کا

[illegible] ... اُسکی اولاد کو ... [illegible] ... تھوڑے سی ۱۲

اسطرح جاری ہے اور اب توقع نہین کہ بدلے غرضکہ جو شخص بالغ ہوا گر وہ کفر وجہالت پر ہے
تو ان باتون سے توبہ اوسپر واجب ہے اور اگر مان باپ کی تبعیت سے مسلمان ہے مگر حقیقت
اسلام سے غافل اور نادان تو اوسپر اس غفلت سے توبہ لازم ہے اسطرح کہ معنی اسلام کے سمجھے
اسلیے کہ اسکے مان باپ کا اسلام اسکو کچھہ فائدہ نکریگا جب تک کہ خود مسلمان نہوگا پھر اسلام کو سمجھنے
کے بعد اپنی عادات سے اور شہوات کے لیے بلا وجہ مطلق العنان رہنے کی لعنت سے رجوع کرنا
لازم ہے یعنی رعایت اللہ تعالی کے حدود کی ہر ایک حال مین خواہ دینا ہو یا روکنا اور کسیکام سے
باز رہنا ہو خواہ اسمین لگا رہنا سب مین ملحوظ رکھے کہ ایک قدم حدود سے باہر نہ پڑے اور یہ قسم توبہ کی
سب اقسام سے دشوار تر ہے اسمین اکثر لوگ عاجز ہو کر تباہ ہوے غرض یہ سب اقسام رجوع اور
توبہ کے ہین پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ ہر شخص کے حق مین فرض عین ہے ایسا کوئی شخص
خیال مین نہین آتا کہ جسکو توبہ کی پروا نہو جسطرح حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام اس سے بے پروا
نہوے اسیطرح اونکی اولاد بھی اس سے بے پروا نہین۔ اور بیان توبہ کے وجوب کا ہمیشہ اور
ہر حال مین یہ ہے کہ ہر ایک شخص اعضا کے گناہ سے خالی نہین اسلیے کہ اوس سے انبیا تک نہین بچے
جیسا کہ قرآن وحدیث مین انبیا کی خطا اور اونکی توبہ اور خطاؤن پر رونے کا ذکر موجود ہے اور
اگر بعض اوقات مین آدمی اعضا کے گناہ سے محفوظ رہیگا تو دل سے قصد گناہ کرنے سے نہ بچے گا
اور اگر دل مین بھی قصد نہوگا تو وسوسہ شیطان سے نہ بچیگا کہ وہ خیالات پریشان دل مین ڈالتا
رہتا ہے جنسے یاد الہی سے غفلت ہوتی ہے اور اگر وسواس سے بھی خالی رہیگا تو اس بات سے
نہ بچیگا کہ خدای تعالی اور اوسکے صفات وافعال کی واقفیت مین غفلت وقصور ہو اور یہ سب باتین
نقصان کی ہین اور ہر نقصان کا کوئی سبب ہے اوس سبب کو چھوڑنا اور اوسکی ضد اختیار کرنی
اوس نقصان سے بہتری کیطرف رجوع کرنا ہے اور یہی غرض توبہ سے ہے اور آدمی کے حق مین یہ
تصور نہین ہو سکتا کہ اس نقصان سے خالی ہو البتہ مقدار نقصان مین لوگ متفاوت ہین
اصل نقصان کچھہ کچھہ ہر ایک مین موجود ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ارشاد فرماتے ہین اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ حَتّٰی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً اور اسی وجہ سے
خدای تعالی نے اونکو بزرگی عنایت فرمائی کہ ارشاد فرمایا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ
پس جب آپ کا یہ حال ہو تو دوسرون کا کیا حال ہوگا یہان ایک اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ قلب پر جو خواطر وغیرہ
طاری ہوتے ہین یہ ایک نقصان کی بات ہے اور کمال اسمین ہے کہ قلب اونسے خالی رہنے

اسیطرح کنہ جلال الہی کی معرفت مین قصور ہونا نقصان ہے مگر جسقدر معرفت زیادہ ہو اوسیقدر
کمال ہے ایسا ہی ہر ایک اسباب نقصان سے کمال کیطرف ترقی کرنی ظاہر ہے کہ رجوع کہلاویگی
اور ہر ایک رجوع کو توبہ کہہ سکتے ہین اور مطابق مذکورۂ بالا کے توبہ واجب ہونی چاہیے حالانکہ یہہ
چیزین فضائل مین داخل ہین فرض نہین کیونکہ کمال کا حاصل کرنا واجب نہین تو پھر ان امور سے ہر حالمین
توبہ واجب ہونے کے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے گذر چکا کہ انسان ابتداے
پیدایش مین اتباع شہوات سے ہرگز نہین بچتا اور اوس سے توبہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ اتباع
شہوات صرف آگے کو چھوڑ دے بلکہ کمال توبہ یہمین ہے کہ زمانہ ماضی کا بھی تدارک ہو اور آدمی
جونسی شہوت کا اتباع کرتا ہے اوس سے دل پر ایک تاریکی آجاتی ہے جیسے آئینے پر موہنہ کی بھاپ سے
تیرگی آتی ہے پس اگر یہ اتباع شہوات پے در پے ہوتا ہے تو سیاہی دل پر یعنی زنگ ہو جاویگی
جیسے موہنہ کی بھاپ اگر برابر آئینہ پر پڑتی رہے تو زنگ لگ جاتا ہے اور شہوات سے زنگ لگتا
دل پر قرآن مجید مین مذکور ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ
اور زنگ اگر بہت ہوگا تو پھر دل پر مہر ہو جاتی ہے جیسے آئینے پر زنگ بہت دنون چھوڑ دیے
جانے سے موجود ہو جاتا ہے اور اوسکو بگاڑ دیتا ہے کہ پھر قابل صیقل اور جلا نہین رہتا یہی معلوم
ہوتا ہے کہ میل ہی کا بنا ہوا ہے تو جسطرح کہ آئینہ کی صفائی کے واسطے یہ کافی نہین کہ اوسپر
آگے کو بھاپ وسیاہی نہ آوین بلکہ پہلے بھاپ و زنگ کا مٹانا اوسمین صورت نظر آنیکے لیے
ضرور ہے اسیطرح جلا دل کے لیے بھی اسیقدر کافی نہین کہ اتباع شہوات آگے کو چھوڑ دے
بلکہ ضرور ہے کہ جو تاریکی پہلے گناہون کی دل پر لگی ہے اوسکو بھی مٹا دے اور جسطرح کہ دلپر
گناہون کے باعث تاریکی آتی ہے اسیطرح طاعت اور ترک شہوت سے نور پیدا ہوتا ہے جس سے
وہ تاریکی دور ہوتی ہے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین اَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا
اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو ہر حال مین اپنے دل پر سے آثار گناہون کے مٹانے کی حاجت ہے
کہ نیکیان کرکے اونکو دور کرے کیونکہ نیکیون کے آثار گناہون کے آثار کی ضد ہین اول ہونگے تو
پچھلے جاتے رہینگے یہ اوس دل کا حال ہے جسمین اول صفائی اور جلا ہو مگر پھر اسباب عارضی سے
تاریک ہو جاوے لیکن دل ہی اول جلا کرنا بہت محنت چاہتا ہے جیسے آئینے پر سے زنگ اوٹھانا
برا کام نہین الا اول ہی اول دکا آئینہ بنانا بہت دیر او محنت چاہتا ہے غرض کہ یہ اشغال طویل
طویل کبھی آدمی سے علحدہ نہین ہوتے اور ان سب کا مآل توبہ ہی ہے اس سے ایک شق جو لیکی

برائی کے پیچھے نیکی کر کہ بھلائی اوسکو مٹا دیگی ۱۱ ترمذی بروایت ابوذر بانزی زیادت در اول و آخر ۱۲

معلوم ہوئی کہ ہرحال مین آدمی توبہ کا محتاج ہے اب دوسری شق کو لکھتے ہین کہ ہرحال مین وجوب
توبہ کے کیا معنی ہین تو جاننا چاہیے کہ واجب کے دو معنی ہین ایک واجب تو وہ ہے جو شرع کے احکام مین
سے مشہور ہے اور اوسمین سب لوگ شریک ہین اور وہ اتنا ہوتا ہے کہ اگر تمام خلق اوسکو ادا کرے
تو نظام عالم خراب نہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ اور مدارج کمال اس قسم کے واجب مین داخل نہین ہوسکتے کیونکہ
اگر بالفرض سب لوگون پر یہ امر واجب ہو کہ اللہ سے حق ڈرنے کا ڈرین تو سب اپنی معیشت اور دنیا کو
ترک کردینگے اور پھر سرے سے تقوے ہی نرہیگا کیونکہ معیشت کے جاتے رہنے سے تقوی کی فرصت
کسکو ملیگی ہر ایک شخص اپنی ضروریات کے شغل سے مہلت نپاویگا عمر بھر بونے جوتنے پکانے بننے مین
مصروف رہیگا غرض کہ شرع مین واجب وسیقدر ہے کہ سب لوگ اگر اوسکو کرتے رہین تو نظام
عالم مین خلل نہو اور دوسرا واجب وہ ہے کہ مقام محمود صدیقین اور قرب رب العالمین تک پہونچنے
کے لیے ضروری ہو اور جن چیزون سے ہمنے توبہ کرنے کو لکھا ہے وہ سب اسدرجہ کے پہونچنے کے
لیے واجب ہین اور اسکی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسا کہتے ہین کہ نماز نفل مین طہارت واجب ہے
اسکے یہ معنی ہین کہ جو نفل پڑھنی چاہیے اوسکے لیے طہارت ضروری ہے کیونکہ بدون اوسکے اوس
نفل کا ثواب نہین مگر جو شخص کہ نماز نفل ہی سے محروم رہے اور اس عبادت سے بہرہ اندوز نہو تو اوسکو
نفل کی جہت سے طہارت واجب نہین یا اسطرح کہتے ہین کہ آنکھہ اور کان اور ہاتھہ اور پانون انسان کے
وجود مین شرط اور ضروری ہین یعنی اگر کوئی پورا انسان ہونا چاہے تو اوسکے واسطے یہ اعضا ہونے
ضرور ہین کہ اپنی انسانیت سے منتفع ہو اور اعضا کی بدولت دنیا مین حاجات عالیہ کو پہونچ سکے پھر اگر
کوئی شخص صرف زندگی پر قانع ہو کر گوشت کے لوتھڑے یا کپڑے کے چیتھڑے کیطرح پڑا رہنا
منظور کرے تو ایسی زندگی کیواسطے یہ اعضا ضرور نہین پس اصل واجبات جو سب لوگون پر واجب
ہین اونسے صرف نجات ملجاتی ہے اور محض نجات کو مثل زندگی محض کے تصور کرنا چاہیے اور
نجات محض کے سوا جو اور سعادات ہین اونکو بجاے اعضا سمجھنا چاہیے کہ زیبایش اور آرایش
نجات کی اونھین سے ہے اور اونھین کیواسطے انبیا اور اولیا اور علما و اکابر سعی کرتے رہے اور
اونھین کے حصول کے لیے لذائذ دنیاوی کو یکلخت چھوڑ دیا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے
ایکبار لیٹنے کیوقت اپنے سر کے نیچے پتھر رکھہ لیا تھا آپکے پاس شیطان حاضر ہوا اور عرض کیا
کہ آپنے تو دنیا ترک کی تھی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے کیا دیکھا جو خلاف ترک دنیا ہوا اوسنے عرض کیا
کہ پتھر کا تکیہ بنانا دنیا کی لذت ہے زمین پر سر کیون نہین رکھتے آپنے پتھر سر کے نیچے سے نکالکر

پھینک دیا اور زمین پر سر رکھ لیا آپ کا پتھر کو پھینک دینا اوس لذت سے توبہ کرنا تھا اب ہم پوچھتے
ہین کہ کیا حضرت عیسی علیہ السلام کو معلوم نتھا کہ زمین پر سر رکھنا حکم عام شرع مین واجب نہین اسیطرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر مخطط کو نماز مین مخل ہو کر اوتار ڈالا اور جوتے کے نئے تسمے کو باعث
شغل جانکر پرانا تسمہ پھر ڈال لیا پھر کیا آپ کو معلوم نتھا کہ یہ باتین اوس شریعت مین جو آپنے عام
لوگون پر مقرر کی ہین واجب نہین اور اگر معلوم تھا تو اونسے رجوع کیون کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ
ترک اسی جہت سے واقع ہوا کہ آپنے ان باتون کو اپنے دل مین ایسا مؤثر پایا کہ اونکی تاثیر مقام محمود
موعود تک پہونچنے کی مانع تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے جب دودھ پینے کے بعد معلوم کیا کہ وجہ
ناجائز سے آیا تھا حلق مین انگلی ڈالکر اتنی قے کی کہ اوسکے ساتھ قریب تھا کہ روح نکلجاوے کیا اونکو
فقہ کا یہ مسئلہ معلوم نتھا کہ بھولکر پی لینے مین گناہ نہین اور پی ہوئی چیز کا نکالنا واجب نہین پھر اوسکے
پینے سے کیون رجوع کیا اور حتی الامکان معدے کو اوس سے خالی کرنا کیون چاہا اوسکا سبب یہی تھا
کہ اونکے دل مین یہ بھید تھا کہ عوام کا حکم اور ہے اور طریق آخرت کا خطرہ اور چیز اس خطرے کو بجز
صدیقون کے اور کوئی نہین جانتا پس ان لوگون کے حالات پر تامل کرنا چاہیے جو سب لوگون سے
زیادہ خدای تعالی کو اور راہ خدا اور عذاب خدا اور خفیہ مغالطون کو خوب جانتے تھے اور ان احوال کو
سوچکر زندگانی دنیا کے مغالطے سے تو ایک دفعہ بچنا چاہیے اور خدای تعالی پر مغالطہ کھانے سے
ہزار بار غرضکہ یہ وہ اسرار ہین کہ اگر کسی شخص کے دماغ مین انکی بو پہونچ جاتی ہے اوسکو معلوم ہو جاتا ہے
کہ سلوک راہ خدا کیواسطے ہر شخص پر توبۂ نصوح ہر دم واجب ہے اگرچہ عمر نوح اوسکو ملے اور توبہ بھی
فوراً بدون مہلت کرے۔ سچ فرمایا ہے ابوسلیمان دارانی نے کہ اگر عاقل آدمی بقیۂ ایام حیات مین
صرف اسوجہ سے رویا کرے کہ زمان ماضی بدون طاعت ضائع ہو گیا تب بھی شایان ہے کہ اوسکو یہ
رنج موت تک رہے تو جو لوگ کہ بقیہ عمر مین بھی جہل کے باعث اونھین باتون کے مرتکب ہون جنکے زمانۂ
گذشتہ مین ہوے تھے اونکا کیا حال ہوگا۔ اور یہ اونھون نے اسواسطے فرمایا کہ اگر آدمی عاقل کے
ملک مین کوئی عمدہ جوہر آجاتا ہے اور بیفائدہ ضائع ہو جاتا ہے تو اوسپر ضرور ہی روتا ہے اور اگر
اوسکے جانے کے ساتھ خود مالک کی بربادی بھی ہو تو ظاہر ہے کہ گریہ بہت زیادہ ہوگا اب اگر غور
کرو تو ہر ایک ساعت عمر کی بلکہ ہر ایک سانس ایک جوہر نفیس ہے کہ اوسکا کچھہ عوض اور بدل نہین
اسواسطے کہ اوسمین یہ صلاحیت و لیاقت ہے کہ آدمی کو سعادت ابدی پر پہونچاوے اور شقاوت
دائمی سے بچاوے اس سے بڑھکر اور کونسا جوہر نفیس ہوگا پھر جب آدمی ایسے جوہر کو غفلت مین

رایگان کرے تو ظاہر ہے کہ بڑا ہی خسارہ ہے اور اگر اوسکو معصیت الٰہی مین ضائع کرے تو سراسر
اپنی بربادی کرے پھر بھی اگر آدمی اس مصیبت پر نہ روے تو جہالت ہے اور جہالت کی مصیبت
سب مصائب سے بڑھکر ہے مگر مصیبت جہل مصیبت والے کو معلوم نہین ہوتی کیونکہ خواب غفلت
اوسمین اور اوسکی معرفت مین حائل ہوتی ہے اور افسوس کہ سب آدمی اس خواب مین سرشار ہین
جب موت آویگی تب جاگینگے اوسوقت مفلس کو اپنے افلاس کی خبر ہوگی اور مصیبت والے کو
اپنی مصیبت کی مگر اوسوقت تدارک کہان میسر ہو سکتا ہے بجز دامان حسرت و ناامیدی کے
اور کچھ ہاتھ مین نہوگا۔ بعض عارفین فرماتے ہین کہ ملک الموت علیہ السلام جب کسی بندے پر
ظاہر ہوکر بتلاوے کہ تیری زندگی کی ایک ساعت ہی ہے اوس سے ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہوگی تو بندے
کو اسقدر حسرت اور ندامت ہوتی ہے کہ اگر بالفرض اوسکے پاس تمام دنیا ہو تو اوسکو دے ڈالنا
قبول کرے بشرطیکہ عمر مین ایک ساعت کا اضافہ ہو جاوے جسمین تدارک اپنی تقصیر کا کرلے
مگر اوسوقت مہلت کہان اور آیت وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ سے اول ہی معنی ظاہر ہوتے ہین
اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي
إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا اجل قریب طلب کرنیکے معنی یہ ہین
کہ جب بندے پر ظہور ملک الموت کا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ اے ملک الموت مجھکو ایک دن کی مہلت دیدے
کہ اوسمین اپنے پروردگار کے سامنے عذر تقصیر اور توبہ کرون اور اپنے نفس کے واسطے توشہ ہمراہ
لے لون ملک الموت جواب دیتا ہے کہ تونے اتنے دن عمر کے برباد کیے اور کچھ نکیا اب دن کہان
مل سکتا ہے پھر کہتا ہے کہ ایک ساعت ہی کی مہلت دے فرشتہ کہتا ہے بہت سی ساعتین بیکار
کرچکے اب ساعت کی بھی مہلت نہین ملیگی اسکے بعد اوسپر دروازہ توبہ بند کردیا جاتا ہے اور جان حلق مین
آجاتی ہے سانس سینے مین بولنے لگتا ہے اور تدارک مافات سے ناامیدی اور حسرت ندامت کے
گھونٹ پیتا ہے کہ مین نے ناحق عمر کھوئی ان دہشتون کے صدمات مین اہل ایمان مین اضطراب
واقع ہوتا ہے پس جب روح نکلنے لگتی ہے تو اگر خدا نے اسکے لیے تقدیر مین اچھا لکھ رکھا ہے
تو روح توحید پر نکلتی ہے اسیکا نام حسن خاتمہ ہے اور اگر معاذ اللہ سابقہ ازلی مین شقاوت کا
قلم اسکے نام جاری ہے تو شک و اضطراب پر روح پرواز کرتی ہے اور یہ خاتمہ بد ہوا ہی خاتمے کی
شان مین یہ ارشاد الٰہی ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ اور یہ جو ارشاد ہوا إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ اسکے معنی

زمانہ توبہ کا گناہ کے زمانہ سے متصل ہو یعنی اگر گناہ سرزد ہو تو فوراً اوسپر ندامت کرے اور اوسکے
متصل ہی عمل نیک بجا لاوے ایسا نہو کہ زیادہ مدت گذرنے سے دل پر اوس گناہ کا زنگ اثر
کرجاوے اور پھر قابل مٹنے کے نرہے اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
اَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا اور اسیواسطے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد کیا کہ جان پدر توبہ مین
تاخیر مت کرنا کیونکہ موت ناگہان آجاتی ہے جو شخص توبہ کیطرف سبقت نہین کرتا اور آج کل پر ٹالتا
رہتا ہے وہ دو بڑے خطرون مین مبتلا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ گناہون کی تاریکی اگرچہ پہلے دل پر آویگی
تو زنگ او مہر ہوکر پھر قابل محو کے نرہیگی دوسرے یہ کہ اگر اس عرصے مین مرض یا موت کے پنجے مین
اسیر ہوجاویگا تو مہلت تدارک کی نملیگی اور اسی جہت سے حدیث شریف مین ہے اِنَّ اَكْثَرَ
صِيَاحِ اَهْلِ النَّارِ مِنَ التَّسْوِيفِ اور جو شخص ہلاک ہووے وہ ٹالنے ہی کے سبب ہوے غرضکہ دل کا سیاہ ہونا تو
سردست اور دم نقد اوسکو موجود ہے اور طاعت سے اوسکی جلا کرنی اودھار ہے یہان تک کہ
موت آدباوے اور خدا کے پاس روگی دل لیکر جانا پڑے حالانکہ نجات اوسی شخص کو ہوگی جسکے دل مین
روگ نہو علاوہ ازین بندے کے پاس دل خدای تعالی کی امانت ہے اور زندگی بھی اوسکی امانت
اسیطرح سب اسباب طاعت امانت خداوندی ہین پس جو شخص امانت مین خیانت کریگا اور اس خیانت کا
تدارک نکریگا تو اوسکا انجام خطرناک ہے۔ بعض عارفین ارشاد فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اپنے بندے کو
دو بھید بطریق الہام سنا دیتا ہے ایک تو یہ کہ جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو اوس سے ارشاد
فرماتا ہے کہ اے بندے تجکو مین نے دنیا مین پاک و صاف بھیجا ہے اور تیری عمر تیرے پاس
امانت رکھی ہے اور تجکو اوسکا امین مقرر کیا اب مین دیکھونگا کہ تو کسطرح امانت کی حفاظت کریگا اور
مجھسے کس حال مین ملیگا اور دوسرا بھید روح نکلنے کے وقت ہوتا ہے کہ یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے
بندے جو امانت مین نے تیرے پاس رکھی تھی تو نے اوسمین کیا کیا آیا اوسکی اوس وقت تک حفاظت کی
اور عہد پر جما رہا ہے تو مین بھی اپنا قول پورا کرون یا اوسکو ضائع کر دیا تو مین مطالبہ اور عقاب کرون
اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین اَوْفُوا بِعَهْدِي اُوفِ بِعَهْدِكُمْ اور اس آیت مین وَالَّذِينَ
هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ

پانچوان بیان اس باب مین کہ توبہ مین جب سب شرطین اکٹھی ہوتی ہین تو وہ ضرور ہی مقبول ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ جب آدمی قبول کے معنی سمجھ لے تو پھر اس بات مین شک نرہے کہ ہر ایک توبہ صحیح
مقبول ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ نور بصیرت سے دیکھتے ہین اور انوار قرآنی سے فیضیاب ہین جانتے ہین

کہ قلب سلیم یعنی جسمین مرض نہو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوتا ہے اور آخرت مین اوسکے
قرب مین مزہ اڑاویگا اور دیدار الٰہی کو اپنی چشم غیر فانی سے دیکھنے کی لیاقت وسی مین ہے اور نیز اون
لوگون کو معلوم ہے کہ باعتبار اصل فطرت کے دل بے روگ پیدا ہوتا ہے اور اوسکی سلامتی صرف
گناہون کی تاریکی اور غبار کے چھا جانے سے جاتی رہتی ہے اور اونکو یہ بھی معلوم ہے کہ
آتش ندامت اوس کدورت کو جلا دیتی ہے اور نیکی کا نور چہرۂ دل سے بدی کی تاریکی کو دور کر دیتا ہی
اور اوس نور کے سامنے تاریکی معاصی کی کچھ تاب نہین جیسے کہ رات کا اندھیرا دن کے اوجالے کے
سامنے کچھ حقیقت نہین رکھتا یا جیسے میل کی کدورت صابون کی سفیدی کے سامنے باقی نہین
رہتی اور جسطرح کہ میلا کپڑا بادشاہ اپنے پہننے کے لیے پسند نہین کرتا اسیطرح بادشاہ حقیقی بھی قلب
کدورت آگین کو اپنے قرب مین رہنے کے لیے نہین پسند کرتا اور جسطرح کہ ادنی کامون مین کپڑے کا
استعمال کرنے سے میل وسپر جلد آجاتا ہے اور پھر گرم پانی اور صابون سے دھونے سے صاف
ہوجاتا ہے ایسیطرح دل کا استعمال اگر شہوت مین کیا جاتا ہے تو اوسپر میل آجاتا ہے اور حرارت ندامت
اور آب سرشک سے طاہر و نظیف ہوجاتا ہے اور جو دل کہ پاک و صاف ہو وہ مقبول ہوتا ہی
جیسے صاف و شستہ کپڑا مقبول ہوا کرتا ہے تو اب آدمی پر صرف دل کا پاک و صاف اور
لائق قبول رکھنا چاہیے تاکہ بموجب حکم ازلی مقبول ہوجاوے اسی قبول کا نام فلاح ہے جو اس
آیت مین مذکور ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا اور جو شخص بر سبیل تحقیق آنکھ کے دیکھنے سے بھی
زیادہ اس بات کو نہین جانتا کہ قلب پر تاثیر معاصی اور طاعات کی ایک دوسرے کی ضد ہوا
کرتی ہے کہ ایک کو اگر مجازاً اندھیرا کہین جیسے جہالت کو کہا کرتے ہین تو دوسرے کو لفظ
نور سے تعبیر کرینگے جیسے علم کو کہا کرتے ہین اور ظاہر ہے کہ نور اور ظلمت مین ضد ہے اکٹھے
ہرگز نہین ہوسکتے تو ایسا شخص ناواقف دین ہے گویا صرف پوست پر قانع ہے اور فقط نام ہی
دین کا سن لیا ہے حقیقت دین سے دل پر بڑا گاڑھا پردہ پڑا ہوا ہے بلکہ ایسا شخص اپنے نفس
کی حقیقت اور اوسکی صفات سے بھی جاہل ہے اور جو اپنے نفس یعنی قلب ہی کو نجانے وہ
دوسرے کو بطریق اولی نجانیگا کیونکہ قلب سے دوسری چیز کو پہچانتا ہے پس جو اپنے قلب ہی کو
نجانیگا وہ دوسرے کو کیسے پہچانیگا پس جسکو یہ وہم ہے کہ توبہ درست و صحیح ہو کر قبول نہین ہوتی
وہ ایسا ہے جیسا کوئی یہ وہم کرے کہ آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا نہین جاتا یا صابون سے
کپڑا دھونے سے میل نہین دور ہوتا ہان اگر میل کی تہ جمکر کپڑے کے جگر مین گھس جاوے

توپھر صابون سے اوسکو دور نہین کرسکتے اسیطرح اگر گناہون کے پے درپے ہونے سے دل
زنگ اور مہر ہوجاویگی تو ایسا دل نہ رجوع کرتاہے نہ توبہ بلکہ کبھی زبان سے صرف توبہ توبہ کہتاہے
اس سے کیا ہوسکتاہے یہ تو ایساہے جیسا دھوبی زبان سے کہے کہ مین نے کپڑا دھویا اوسکے
صرف کہنے سے تھوڑا ہی صاف ہوجاویگا جب تک کپڑے مین جو میل ہے اوسکے چھوڑانے کی
تدبیر استعمال مین نہ لاویگا مگر یہ حال اصل توبہ سے باز رہنے والے کاہے اور کچھ بعید بھی نہین بلکہ
اکثر خلق پر جو دنیا پر گرے ہوے ہین اور خدای تعالی سے بالکل پھرے ہوے یہی حالت
غالب ہے اب اگرچہ اسقدر بیان قبول توبہ کے لیے کافی ہے مگر چونکہ جس بات پر کتاب اللہ اور
حدیث کی دلیل نہین ہوتی اوسکا کچھ اعتماد نہین ہوتا لہذا ہم بیان مذکور کو آیات و اخبار و آثار
سے تقویت دیتے ہین اللہ تعالی فرماتاہے[۱] وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ
اور فرمایا[۲] غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ اور سوا اسکے بہت سے آیات قبول توبہ مین وارد ہین اور
حدیث شریف مین وارد ہے کہ خدای تعالی بندے کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتاہے جیسا کہ اوپر
مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ خوشی کا مرتبہ قبول سے بڑھکر ہے تو یہ حدیث قبول پر کچھ زیادتی کے ساتھ
دلیل ہوئی اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے کہ[۳] جو شخص رات مین صبح تک گناہ کرے اور جو
دن مین رات تک گناہ کرے ایسے گناہگارونکی توبہ قبول کرنے کیواسطے خدای تعالی اپنا ہاتھ
پھیلایا کرتاہے یہان تک کہ آفتاب مغرب سے نکلے اب ظاہر ہے کہ ہاتھ کے پھیلانے سے کنایۃً
توبہ کی طلب معلوم ہوتی ہے اور طالب شے کا قبول کرنے والے سے بڑھکر ہے کیونکہ بعض قبول
کرنے والے طالب نہین ہوتے مگر طالب کو قبول کرنیوالا ہونا لازم ہے اور ایک حدیث مین ارشاد ہے
لَوْ عَمِلْتُمُ الْخَطَايَا حَتَّى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ نَدِمْتُمْ لَتَابَ اللهُ عَلَيْكُمْ اور فرمایا کہ بندہ کوئی گناہ کرتاہے اور اوسکی وجہ سے
جنت مین داخل ہوتاہے لوگون نے عرض کیا کہ یہ بات کسطرح ہے آپ نے فرمایا کہ گناہ سے تائب
ہوکر اوس سے گریز کرتا رہتاہے یہان تک جنت مین داخل ہوتاہے اور فرمایا کہ[۵] كَفَّارَةُ الذَّنْبِ النَّدَامَةُ
اور فرمایا[۶] اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ اور روایت ہے کہ ایک حبشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین گناہ کیا کرتا تھا فرمائیے کہ میری توبہ بھی قبول ہوگی آپ نے
فرمایا کہ بیشک توبہ قبول ہوگی وہ چلا گیا اور پھر لوٹ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب مین خطا کرتا تھا
تو مجھکو خدای تعالی دیکھتا تھا یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہان دیکھتا تھا یہ سنتے ہی حبشی نے ایک ایسا
نعرہ مارا کہ اوسکے ساتھ اوسکی روح پرواز کرگئی اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جب شیطان کو

[۵] گناہ کا کفارہ ندامت ہے احمد و بیہقی بروایت ابن عباس اور اسکی سند مین ایک راوی ضعیف ہے

اپنی درگاہ عزت سے نکالدیا تو وہ خواستگار مہلت ہوا اوسکو قیامت تک کی مہلت ملی پھر اوسنے عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جب تک آدمی کے بدن مین جان رہیگی جب تک مین اونکے دل سے نہین نکلونگا ارشاد ہوا کہ مجکو بھی اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ جب تک انمین جان رہیگی تب تک اونسے توبہ نروکونگا اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ کَمَا یُذْهِبُ الْمَاءُ الْوَسَخَ اسیطرح اخبار بیشمار قبول توبہ مین وارد ہین۔ اور آثار بھی بہت ہین چنانچہ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شان نزول اس آیت کی فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرے پھر توبہ کرے پھر گناہ کرے پھر توبہ کرے اور حضرت فضیل اس حدیث قدسی کو روایت کرتے ہین کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ گناہگارونکو مژدہ سنادو کہ اگر وہ توبہ کرینگے تو مین قبول کرونگا اور صدیقین کو ڈرادو کہ اگر اونپر مین اپنا عدل کرونگا تو عذاب دونگا اور طلق بن حبیب فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے حق اتنے بڑے ہین کہ بندون سے ادا نہین ہوسکتے مگر صبح کو توبہ کرتے ہین شام کو توبہ کرتے ہین اسوجہ سے امید عفو ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ جسنے کوئی قصور کیا ہو اگر اوسکو یاد کرکے دل مین خائف ہو تو وہ قصور اوسکے نامۂ اعمال سے محو ہوجاتا ہے اور روایت ہے کہ انبیای بنی اسرائیل مین سے کسی نبی سے کوئی قصور سرزد ہوا اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت کی اگر تونے پھر ایسا کیا تو عذاب دونگا اونھون نے عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہے اور مین مین ہون قسم ہے تیری عزت کی کہ اگر تو مجھکو نہ بچاویگا مجھسے دوبارہ قصور بیشک ہوگا اللہ تعالی نے اونکو دوبارہ قصور کرنے سے محفوظ کردیا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے اور مدت العمر نادم رہتا ہے یہانتک کہ جنت مین داخل ہوتا ہے اوسوقت شیطان کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو مین اسکو گناہ مین مبتلا نہ کرتا اور حبیب بن ثابت رح فرماتے ہین کہ قیامت کے روز آدمی پر اوسکے گناہ پیش کیے جائینگے جو خطا اوسکے سامنے آویگی یہی کہیگا کہ مین اسی سے ڈرا کرتا تھا اوسکا قصور اسی سے معاف ہوجاویگا اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رض سے سوال کیا کہ مین نے ایک گناہ کیا ہے میری توبہ بھی قبول ہوگی کہ نہین آپنے اول اوسکی طرف سے مونھہ پھیر لیا پھر متوجہ ہو کر باچشم تر اوس سے فرمایا کہ جنت کے آٹھہ دروازے ہین سب کھلتے ہین اور بند ہوتے ہین مگر دروازہ توبہ پر ایک فرشتہ معین ہے وہ بند نہین ہوتا تجھکو چاہیے کہ عمل کیے جا اور ناامید نہو

رباعی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	اگر کافر و گبر بت پرستی باز آ	این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور عبدالرحمن بن ابی القاسم سے روایت ہے کہ ایکبار اونکی مجلس مین ذکر توبہ کا فر کا اور اس آیت کا
قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف ہوا اونھون نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ مسلمان کا حال خدا کے
نزدیک اچھا ہو اور مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسا اسلام کے بعد
پھر اسلام لانا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا ہے کہ مین تمسے جو حدیث کہتا ہون وہ
یا نبی مرسل سے سنی ہوئی کہتا ہون یا کتاب آسمانی سے دیکھی ہوئی بیان کرتا ہون وہ یہ ہے
کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لمحہ ندامت کرتا ہے تو پل مارنے سے بھی جلد تر وہ گناہ اوس سے
دور ہو جاتا ہے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ توبہ کرنے والون کے پاس بیٹھو اسواسطے کہ اونکے
دل زیادہ نرم ہوتے ہین۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ خدای تعالی
میری مغفرت کب کریگا لوگون نے پوچھا کہ کب کریگا اونھون نے کہا کہ جب میری توبہ قبول کریگا
اور بعضون کا قول ہے کہ اگر مین توبہ سے محروم رہون تو زیادہ خوف کرتا ہون بہ نسبت اسکے
کہ مغفرت سے محروم رہون اور یہ اسلیے کہا کہ مغفرت توبہ کو لازم ہے توبہ قبول ہوگی تو مغفرت بھی ہو جاویگی
اور روایت ہی کہ بنی اسرائیل مین ایک جوان تھا جسنے خدای تعالی کی عبادت بیس برس کی کی
پھر اوسکی نافرمانی بھی بیس برس تک کی پھر آئینے مین جو دیکھا تو ڈاڑھی مین سفیدی نظر آئی اور برا
معلوم ہوا جناب الہی مین عرض کیا کہ خدایا مین نے بیس برس تک تیری اطاعت کی اور بیس برس تک
نافرمان رہا اب اگر اپنی حرکات سے باز آکر تیری طرف رجوع کرون تو تو قبول فرماویگا اوسیوقت ایک
آواز سنی مگر کہنے والا نظر نہ آیا مطلب یہ تھا کہ تو نے ہم سے دوستی کی تو ہم نے بھی تجھسے محبت
رکھی اور جب تو نے ہمکو چھوڑ دیا تو ہم نے تجھکو چھوڑ دیا اور تو نے نافرمانی کی تو ہم نے مہلت دی اب
اگر رجوع کریگا تو پذیرا فرماوینگے۔ اور حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ
بندے ایسے ہین جنھون نے گناہون کے پیڑ ایسے لگائے جیسے دلون مین جان ہے اور اونکو توبہ کا
پانی دیتے رہے یہان تک کہ ندامت اور حزن کا پھل اونپر لگا پس بدون جنون کے دیوانہ ہوگئے
اور بدون عاجزی اور گونگے پن کے غبی بنگئے حالانکہ بڑے بلیغ اور فصیح اور خدا و رسول کے
عارف وہی ہین پھر جام صفا نوش کیا تو باوجود زیادتی مصیبت کے صبر ہی کرتے رہے پھر اونکے
دل جو سیر عالم ملکوت کے مشتاق ہوے اور پردہاے جبروت کے خفیہ امور مین فکر دوڑانے لگے
اور ندامت کے جھروکھے مین بیٹھکر اپنے گناہون کا صحیفہ پڑھنا شروع کیا تو اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
اونکے نفسون پر خوف چھا گیا یہان تک کہ ورع کی سیڑھی لگاکر زہد کی بلندی پر چڑھ چلے اور ترک

دنیا کی تلخی شیرین اور بستر کی سختی نرم معلوم ہونے لگی حتی کہ نجات اور سلامتی کی امید ہاتھ لگی
اور انکی روحین چرتی چرتی بستان نعیم مین پہونچ گئین اور دریای حیات مین جو گھسے اور
ناامیدی و واویلا کے خندقون کو پایا اور ہوای نفسانی کے پلون کو پار اوترے تو میدان علم مین
جا پہونچے او چشمہ حکمت سے سیراب ہوے پھر ہوشیاری کی کشتی پر سوار ہوکر نجات کا بادبان
چڑھایا اور بحر سلامتی مین لنگر اوٹھا کر ساحل راحت اور عزت اور کرامت پر پہونچ گئے - اسقدر بیان
کافی ہے اسباب مین کہ توبہ صحیح بیشک مقبول ہوتی ہے - اب اگر کوئی کہے کہ یہ تو وہ بات ہے
جو معتزلہ کہتے ہین کہ خدای تعالی پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہم
جو توبہ کا قبول ہونا واجب کہتے ہین تو اسطرحکا وجوب ہے جیسا کوئی کہے کہ کپڑا اگر صابون سے
دھویا جاوے تو میل کا چھٹنا واجب ہے یا پیاسا اگر پانی پیے تو پیاس کا جانا واجب ہے یا پانی اگر
مدت تک کسی سے روک لیا جاوے تو پیاس لگنی واجب ہے اور اگر ہمیشہ پیاسا ہے تو مرجانا
واجب ہے غرضکہ اس واجب کے معنی ضروری کے ہین معتزلہ کی مراد کے موافق ان باتون مین سے کسی مین
ایسا وجوب نہین جیسا وہ خدای تعالی پر ثابت کرتے ہین ہماری مراد یہی ہے کہ اللہ تعالی نے
طاعت کو کفارہ گناہ بنایا ہے اور نیکی کو مٹانے والی بدی کی پیدا کیا جسطرح کہ پانی کو پیاس
بجھانے کے لیے بنایا ہے اور اوسکی قدرت سے اسکے خلاف کی بھی گنجایش ہے بشرطیکہ
اوسکی مشیت سابقہ ازلی مین بھی ایسی ہی ہو حاصل یہ کہ کوئی چیز خدا پر واجب نہین الا جس چیز کا اوسکا
ارادہ ازل مین ہوچکا ہے اوسکا ہونا بیشک واجب ہے - یہان یہ سوال ہوسکتا ہے کہ توبہ
کرنے والون مین سے تو ہر ایک کو قبول توبہ مین شک ہوتا ہے اور پانی پینے والے کو پیاس بجھنے مین
شک نہین ہوتا تو توبہ والا کیون شک کرتا ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ وجہ شک کی یہ ہے کہ
شرائط جو صحت توبہ کے لیے ضروری ہین اونکے وجود مین شک ہوتا ہے کہ توبہ کے ارکان اور
شرائط دقیق جنکا بیان عنقریب آویگا سب موجود ہوے یا نہین اور شرطین اکثر موجود نہین
ہوتین اسلیے قبول مین بھی شک رہتا ہے جیسا کہ جلاب پینے والا دستون کے آنے مین شک کیا کرتا ہی
کہ آوینگے یا نہین اوسکا شک اسی جہت سے ہوتا ہے کہ شرایط اسہال کے باعتبار حال اور موسم
پائے گئے یا نہین کیفیت ترکیب دوا اور اوسکے جوش دینے کی بن پڑی یا نہین اسہال کی مفرد
دوائین سب اچھی ہین یا نہین - اسطرح کی باتین توبہ مین بھی بعد کو خوف دلاتی ہین اور قبول
ہونے مین شک ڈالتی ہین چنانچہ اوسکی شرطون مین آگے مذکور ہوگا -

فصل دوم اوس چیز کے بیان مین جس سے توبہ ہوتی ہے اور وہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ ہین واضح ہو کہ توبہ کے معنی گناہ چھوڑنے کے ہین اور کسی چیز کا چھوڑنا جب ممکن ہے جب اوسکو جان لیا جاوے اور چونکہ توبہ واجب ہے تو جس چیز سے کہ توبہ کے درجے کو پہونچتے ہین وہ بھی واجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ گناہون کا پہچاننا واجب ہے - گناہ اوس چیز کو کہتے ہین جو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے مین مخالفت امر الٰہی کی پائی جاوے اور اوسکی تفصیل اس بات کی مقتضی ہے کہ تمام احکام الٰہی کو ابتدا سے انتہا تک بیان کیا جاوے حالانکہ ہماری غرض یہ نہین ہے اسی لیے بطریق اجمال گناہ کے اقسام و روابط تین بیانون مین لکھے دیتے ہین

بیان اول گناہون کے اقسام کا ذکر باعتبار بندون کی صفات کے یہ تو پہلے باب عجائب قلب مین لکھا گیا کہ انسان کے اوصاف اور اخلاق بہت سے ہین مگر جنسے کہ گناہ وجود مین آتے ہین وہ صفات منحصر چار وصفون مین ہین ربوبیت و شیطانیت اور بہیمی اور سبعی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خمیر انسانی مختلف اخلاط سے ہوا ہے اسلیے ہر ایک خلط انسان مین اپنا اثر جدا لگانا چاہتی ہے مثلاً سکنجبین اگر شکر اور سرکہ اور زعفران سے تیار کیجاوے تو ہر ایک کا اثر جدا جدا ہوگا اسیطرح ان چارون صفتون کا اثر جدا جدا ہوتا ہے صفت ربوبیت مقتضی ایسے امور کی ہوتی ہے جیسے کبر اور فخر اور جابر ہونا اور محبت مدح و ثنا اور عزت و توانگری اور محبت ہمیشہ باقی رہنے کی اور سب خلق پر بلندی چاہنا یہان تک کہ گویا یہ کہا چاہتا ہے انا ربکم الاعلیٰ اور اس صفت سے ایسے گناہ کبیرہ پیدا ہوتے ہین کہ لوگون کو اونکی خبر بھی نہین ہوتی اور اونکو گناہون مین شمار نہین کرتے حالانکہ وہ بڑے مہلک اور اکثر گناہونکی جڑ ہوتے ہین چنانچہ اونکو بالاستیعاب جلد ثالث مین ہم لکھ چکے ہین دوسری صفت شیطانی ہے یہ باتین پیدا ہوتی ہین حسد اور سرکشی اور حیلہ اور مکر اور جھگڑے اور بری بات کا حکم کرنا اور اسمین داخل ہے کھوٹا پن اور نفاق اور بدعت کیطرف بلانا اور گمراہی تیسری صفت بہیمی ہے اوس سے یہ قباحتین متفرع ہوتی ہین شدت حرص اور طمع اور شہوت شکم و شرمگاہ کے پورا کرنے کی خواہش اور اسکی شاخ ہین زنا اور اغلام اور چوری اور مال یتیم کا کھا جانا اور شہوت کیواسطے مال حرام کا اکٹھا کرنا چوتھی صفت سبعی ہے اوس سے یہ برائیان نکلتی ہین غضب اور کینہ اور لوگون پر مار پیٹ اور گالی سے چڑھ جانا اور قتل کرنا اور کسیکا مال ضایع کرنا - اور اسمین سے بھی کئی گناہ متفرع ہوتے ہین - اور اصل پیدایش مین یہ چارون صفتین بتدریج آتی ہین سب سے پہلے صفت بہیمی غالب ہوتی ہے اوسکے بعد صفت سبعی ظاہر ہوتی ہے

اور یہ دونون جمع ہو کر عقل کو مکر اور فریب اور حیلے مین لگاتے ہین اور اسی سے صفت شیطانی کا زور ہوتا ہے پھر سب سے آخر مین صفات ربوبیت یعنی فخر او تعلی اور عزت و کبریائی کی خواہش اور سب لوگون پر حاوی ہو جانے کا قصد ابھرتا ہے غرضکہ مبدا گناہون کا اور منبع عصیان تو یہی چار باتین ہین پھر انمین سے اعضا پر گناہ پھیل پڑتے ہین تو بعضے گناہ خاص متعلق بدل ہین مثلاً کفر اور بدعت اور نفاق اور لوگون کی برائی دل مین رکھنی وغیرہ اور بعضے متعلق بآنکھ و کان ہین اور بعضے متعلق بہ شکم و شرمگاہ اور بعضے ہاتھ پانوان سے متعلق ہین اور بعضے تمام بدن سے اور چونکہ یہ سب واضح ہین اسلیے انکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہین

دوسری تقسیم گناہون کی یہ ہے کہ گناہ دو قسم کے ہین ایک وہ جو خدای تعالی کے اور بندے کے درمیان ہین اور ایک وہ کہ بندون کے حقوق سے متعلق ہین پس جو گناہ حقوق خدای تعالی کے متعلق ہین وہ تو ایسے ہین جیسے نماز روزہ اور دوسرے واجبات خاص کا چھوڑ دینا اور جو حقوق عباد سے بھی متعلق ہین وہ ایسے ہین جیسے زکوۃ نہ دینا اور کسی کو مار ڈالنا اور مال چھین لینا اور گالی دینی حاصل یہ کہ جو شخص کسی غیر کا حق لیتا ہے یا اوسکے نفس کو یا جز کو یا مال کو یا آبرو کو یا دین کو یا جاہ کو لیا چاہتا ہے اور دین کا لینا اسطرح ہے کہ بہکا کر بدعت کیطرف راغب کرے اور گناہون کیطرف مائل کرے اور ایسے اسباب کا باعث ہو کہ جنسے اللہ پر جرات کرنے لگے جیسے بعض واعظون کا دستور ہے کہ رجا کی جانب کو خوف کی جانب پر اتنا غلبہ دیتے ہین کہ آدمی گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے غرضکہ جو گناہ متعلق بندون سے ہین اونمین بہت دشواری ہے اور جو خدا کے اور بندے کے درمیان ہین بشرطیکہ شرک نہون اونمین عفو کی توقع زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے الدواوین ثلاثۃ دیوان یغفر و دیوان لا یغفر و دیوان لا یترک یعنی دیوان اول سے غرض وہی گناہ ہین جو بندے اور خدا کے درمیان ہین اور دیوان ثانی سے مراد شرک ہے اور دیوان سوم سے حقوق عباد مقصود ہین کہ اونکی بازپرس ضرور ہی ہو گی تا آنکہ معاف کیے جاوین

تیسری تقسیم گناہون کی یہ ہے کہ گناہ یا صغیرہ ہین یا کبیرہ اور اونکی تعریف مین لوگون کے قول بہت مختلف ہین بعضے کہتے ہین کہ صغیرہ کوئی گناہ نہین بلکہ جسمین مخالفت امر الٰہی کی ہو گی وہ کبیرہ ہی ہے اور یہ قول ضعیف ہے اسلیے کہ وجود گناہ صغیرہ کا کلام اللہ اور حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِن تَجتَنِبُوا کَبائِرَ مَا تُنهَونَ عَنهُ نُکَفِّر عَنکُم سَیِّاٰتِکُم وَنُدخِلکُم مُدخَلاً کَرِیماً اور فرمایا یَجتَنِبُونَ کَبائِرَ الاِثمِ وَالفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اور حدیث شریف مین فرمایا الصَّلَوَاتُ الخَمسُ

والجمعة الى الجمعة يكفرن ما بينهن ان اجتنبت الكبائر اور دوسری روایتیں ہین كفارات لما بينهن الا الكبائر
اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عمرو بن العاص روایت کرتے ہین کہ الکبائر الاشراک
باللہ وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس اور صحابہ اور تابعین گنتی مین کیا کرکی چار سے لیکر
سات اور نو اور دس تک اور اس سے زیادہ تک اختلاف ہی حضرت ابن مسعود چار بتلاتے ہین اور حضرت
ابن عمر سات کہتے ہین اور عبد اللہ بن عمرو نو فرماتے ہین اور حضرت ابن عباسؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ
گناہ کبیرہ کے شمار سات فرماتے ہین تو آپ فرماتے کہ انکو ستر کہنا بنسبت سات کہنے کے قریب بصواب ہی
اور یہ بھی حضرت ابن عباسؓ کا قول ہی کہ جو چیز اللہ تعالی نے منع فرمائی ہی وہ کبیرہ ہی اور بعضون کا یہ قول ہی
کہ جس گناہ پر خداے تعالی نے وعدہ دوزخ کا کیا ہی وہ کبیرہ ہی اور بعض سلف کا یہ قول ہی کہ
جس گناہ پر دنیا مین حد واجب ہوتی ہی وہ کبیرہ ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اسکی شمار معلوم نہین
جیسے لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مبہم ہی معین نہین ویسے ہی اسکا عدد بھی معین نہین اور
حضرت ابن مسعودؓ سے جب سوال شمار کا کیا گیا تو انھون نے فرمایا کہ سورۂ نسا کے شروع سے پڑہو
اور تیس آیت تک پڑھتے جاؤ یہان تک کہ یہ آیت آجاوے ان تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه تو جتنے
گناہ کہ خداے تعالی نے اس سورے مین شروع سے اس آیت تک منع فرمائے ہین وہ کبیرہ ہین اور
ابو طالب مکی رح فرماتے ہین کہ کبیرہ گناہ چودہ ہین کہ انکو مین نے احادیث سے جمع کیا ہی اور اقوال
حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ سے اکٹھے کیے ہین چار تو انمین سے دل مین ہین یعنی اللہ کا
شریک کرنا اور گناہون پر اصرار کرنا اور خدا کی رحمت سے ناامید ہونا اور اسکے عذاب سے بے خوف ہونا اور
چار متعلق بزبان ہین اول جھوٹی گواہی دینی دوسرے پارسا مرد کو گالی دینی یعنی تہمت زنا لگانی تیسرے
جھوٹی قسم کھانی جسکو یمین غموس کہتے ہین اور اسکی تعریف یہ ہی کہ اس سے کسی کا حق کو باطل کیا جاوے
یا حق کو ناحق کرنا منظور ہو اور بعضون نے یہ تعریف لکھی ہی کہ جس سے کسی مسلمان کا مال ظلم سے لے لینا
کرنا منظور ہو خواہ جال کی مسواک ہی کیون نہو اور اسکو غموس اسلیے کہتے ہین کہ غموس کے معنی
غوطہ دینے والے کے ہین گویا یہ قسم اپنے مرتکب کو دوزخ مین غوطہ دیتی ہی چوتھے جادو اور اسکی
تعریف یہ ہی کہ جو کلام کسی انسان خواہ کسی جسم کو اصلی خلقت سے بدل دے اور تین پیٹ سے
متعلق ہین اول شراب پینا اور شراب مین ہر ایک نشہ کی چیز داخل ہی دوم مال یتیم کا ظلم سے کھانا
سوم دانستہ سود کھانا۔ اور دو متعلق شرمگاہ سے ہین اور وہ دونون زنا اور اغلام ہین اور دو
متعلق ہاتھون سے ہین یعنی قتل اور چوری اور ایک متعلق پانون سے ہی یعنی لشکر سے بھاگنا

اس طرح کہ ایک مقابل دو کے بھاگ جاوے اور دس مقابل بیس کے اور ایک متعلق تمام بدن سے ہے
یعنی نافرمانی والدین کی اس طرح کہ اگر وہ کسی حق بات پر قسم کھادین تو بیٹا اُنکی قسم پوری نہ کرے
اور اگر کچھ حاجت چاہین تو پوری نہ کرے اور اگر بُرا کہین تو اُنکو مارے اور بھوکے ہون تو کھانا
نہ دے انتہی یہ قول اگرچہ قریب ہے مگر خوب تشفی اس سے بھی نہین ہوتی اسلیے کہ اس سے کمی اور
بیشی بھی ہوسکتی ہے مثلاً اس قول کی رو سے سود کھانا اور مال یتیم کا کھانا گناہ کبیرہ ہے اور
یہ گناہ متعلق بمال ہے اور گناہ متعلق بنفس سے صرف قتل کو کبیرہ لکھا ہے آنکھ پھوڑنے اور ہاتھ
کاٹنے وغیرہ اقسام عذاب اہل اسلام کو نہین لکھا اسی طرح یتیم کا مارنا اور اُسکو عذاب دینا خواہ اُسکا
ہاتھ یا کوئی عضو کاٹ ڈالنا بلا شک بڑا گناہ کبیرہ ہے بہ نسبت اُسکے مال کھانے کے علاوہ
ازین حدیث شریف مین گناہ کبیرہ اسکو بھی لکھا ہے کہ ایک گالی کے عوض دو دے یا کسی مسلمان کی
آبرو مین دست درازی کرے اور یہ تہمت زنا سے علاوہ بات ہے اور حضرت ابوسعید خدری
وغیرہ اصحاب کا قول ہے کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظرون مین بال سے زیادہ باریک
ہین مگر ہم لوگ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین گناہ کبیرہ سمجھتے تھے۔ اور
بعض لوگون کا یہ قول ہے کہ جو گناہ آدمی عمداً کرے وہ کبیرہ ہے اور جو خداے تعالی نے منع
فرمادیا ہے وہ کبیرہ ہے یہ اقوال ہین لیکن اگر کوئی شخص مثلاً چوری کو دریافت کیا چاہے
کہ یہ کبیرہ ہے یا نہین اُسکو اسکا حال خوب نہ معلوم ہوگا جب تک کہ کبیرہ کے معنون سے آگاہ
نہو جاوے کہ اس سے کیا مراد ہوتی ہے جیسے کوئی کہے کہ چوری حرام ہے یا نہین تو جب تک
حرام کے معنی نہ مقرر ہونگے تب تک اُسپر حکم نہین کرسکتے یا یہ معلوم ہو کہ جو گناہ حرام مین ہوتا ہے
وہ چوری مین بھی داخل ہے تو اس صورت مین البتہ اُسپر حکم درست کا ہوسکتا ہے بہرحال لفظ
کبیرہ لفظاً مبہم ہے لغت مین خواہ شرع مین اسکے واسطے کوئی معنی خاص نہین اسواسطے کہ
کبیرہ اور صغیرہ امور اضافی مین سے ہین جو گناہ ہے وہ بعض کی نسبت بڑا ہوسکتا ہے اور
بعض کی نسبت چھوٹا یعنی اگر اُسکے اوپر کیجانب دیکھوگے تو چھوٹا معلوم ہوگا اور اُس سے
کمتر کو دیکھوگے تو بڑا معلوم ہوگا مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ لیٹنا کہ زنا کی نسبت کم ہے اور صرف
آنکھ سے دیکھنے کی نسبت زیادہ اور مسلمان کا ہاتھ کاٹ ڈالنا مار پیٹ کی نسبت بڑا ہے اور
قتل کی نسبت چھوٹا علاوہ ازین اصطلاح مین کچھ مضائقہ نہین ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسے
گناہون کو جنپر وعدۂ عذاب دوزخ ہے کبیرہ کہے اور وجہ بیان کرے کہ چونکہ آتش دوزخ کی

سزا بہت بڑی ہے اسلیے وہ گناہ کہ جس سے یہ سزا ملے وہ بھی بڑا ہوا یا یون کہیں کہ جو گناہ موجب
حد ہین وہ کبیرہ ہین اسوجہ سے کہ جو سزا دنیا مین اُنپر ملتی ہے وہ واجبی اور بڑی سزا ہے
یا یون کہے کہ جو گناہ قرآن مین مذکور ہین وہ کبیرہ ہین اسلیے کہ اُنکے ذکر کی تخصیص قرآن مین
ہونی اُنکی عظمت کی دلیل ہے پھر انکی عظمت اور بڑائی مین بھی فرق اضافی ہوگا
کیونکہ کلام مجید کی منصوص چیزون مین تفاوت درجات موجود ہے اور کبیرہ کی تعریف مین جو
اقوال صحابہؓ کے ہین وہ بھی کچھ ایسے ہی ہین جیسے یہ اقوال بیان ہوے ان احتمالات پر
اُنکا مطابق کرنا بعید نہین ۔ اور از انجا کہ قرآن مجید مین حکم ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ
عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ اور حدیث شریف مین وارد ہے اَلصَّلٰوۃُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِلَّا الْكَبَآئِرَ تو معنی کبیرہ کے
معلوم کرنے نہایت ضرور ہوے ورنہ تعمیل حکم کس طرح ہوگی پس امر تحقیق اس باب مین یہ ہے کہ باعتبار
شریعت کے گناہون کی تین قسمین ہین اول وہ جنکا بڑا ہونا معلوم ہے دوسرے وہ جو صغیرہ مین شمار ہین
تیسرے وہ کہ انمین حکم شرعی کچھ نہین معلوم تو ایسے مشکوک اور مبہم گناہ کے دریافت کرنے کیلیے
کسی تعریف جامع اور مانع کے ملنے کی توقع کرنی امر ناممکن کی طمع کرنی ہے اسلیے کہ یہ بات تو جبھی ممکن تھی
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس باب مین کچھ وارد ہوتا ہے یعنے آپ فرما دیتے
کہ ہماری غرض کبائر سے دس یا پانچ چیزین ہین اور پھر انکی تفصیل فرماتے کہ وہ یہ ہین
اور چونکہ اس طرح نہین ہوا بلکہ بعض روایات مین کبائر کا شمار تین اور بعض مین سات واقع ہے
اور پھر یہ وارد ہے کہ ایک گالی کے بدلے دو گالیان دینی منجملہ کبائر ہے حالانکہ یہ ان تین یا [illegible]
نہ سات مین اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اسکا حصر کسی شمار خاص مین منظور نہین پس جب
شارع ہی نے اسکی شمار نہین مقرر کی تو دوسرے شخص کو گنتی کی طمع کیسے ہو سکتی ہے اور
شاید شارع نے اسکی گنتی کے واسطے معین نہ کی ہو کہ بندے کبیرہ سے ڈرتے رہین اور اسکے
خوف سے صغیرہ پر بھی مبادرت نہ کرین جیسے شب قدر کو مبہم اسلیے کر دیا ہے کہ لوگ اسکے تفتیش
کرین ہان اتنا ہم سے ہو سکتا ہے کہ اجناس اور اقسام کبائر کے تو ٹھیک ٹھیک بتلا دین اور رہم
جزئیات کو غلبۂ ظن اور تخمین سے بتا دین اور جو سب مین بڑا گناہ کبیرہ ہے اُسکی بھی تعریف کر دین
لیکن جو سب صغیرون مین چھوٹا گناہ ہے اُسکی تعریف اور اسکو بتلانا نہین ہو سکتا اور تقریر
اس مطلب کی یہ ہے کہ ہمکو دلائل شرعی اور انوار بصیرت سے معلوم ہے کہ مقصود سب
شریعتون کا یہ ہے کہ خلق کو خداے تعالی کا قرب میسر ہو اور سعادت دیدار انکو حاصل ہو سکے جبتک

وہ لوگ خداے تعالی کو اور اُسکی صفات اور کتابون اور رسولون کو نہ پہچانینگے تب تک یہ سعادت اُنکو نہین مل سکتی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنے پیدا کیا مین نے جن و انس سے مجکو یہ غرض ہی کہ وہ میرے بندے ہوجاوین اور بندہ اُسوقت بندہ ہوتا ہی جب اپنے مالک کی ربوبیت اور اپنے آپ کی بندگی پہچانے اور اپنے رب کو اور اپنے نفس کو بھی ضروری جانے پس رسولون کو بھیجنے سے مقصود اصلی اور عمدہ و اعلی یہی ہی لیکن یہ مقصود بدون حیات دنیاوی کے پورا نہین ہوتا اور یہی مراد ہی اس حدیث سے اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی تبعیت مین مقصود ہی اسلیے کہ دنیا وسیلہ ہی دین کا اور جو چیز دنیا مین سے متعلق بآخرت ہی وہ دو چیزین ہین ایک جان دوسری مال تو مقصود اصلی کے پہونچنے کے لیے تین چیزون کا فقط مراتب ضرور رہا اول معرفت الہی کی حفاظت دلون پر دوم جان کی حفاظت بدنون پر سوم مال کی حفاظت لوگون کے پاس اور انھین چیزون پر تفریق گناہ کی بھی ہی یعنی سب سے بڑا کبیرہ وہ ہی جو معرفت الہی کا مانع ہو اور اُس سے اُتر کر وہ ہو جو جان مین لوگون کے خلل انداز ہو اور اُس سے کمتر وہ ہی جس سے باعث معیشت کہ اُسی پر مدار حیات ہی بند ہوجاوے اور یہ تین باتین ایسی ہین کہ کسی بات مین انمین اختلاف نہین ہوسکتا اسلیے کہ یہ نہین ہوسکتا کہ خداے تعالی کسی پیغمبر کو بھیجے اور اُسکے بھیجنے سے دنیا و دین مین اصلاح خلق کا ارادہ کرے اور پھر اُنکو ایسی بات کا حکم کردے جو مانع اُسکی معرفت اور اُسکی رسولون کی معرفت کا ہو یا جانون خواہ مالون کے تلف ناحق کا حکم فرماوے اس سے معلوم ہوا کہ مراتب کبائر تین قسم ہین اول وہ جو مانع معرفت الہی اور معرفت رسول ہو وہ کفر ہی اور اُس سے بڑھکر کوئی کبیرہ نہین کیونکہ حجاب جو اللہ کے اور بندے کے درمیان ہی وہ جہالت ہی اور جس ذریعہ سے کہ قرب الہی ہوتا ہی وہ علم و معرفت ہی اور جسقدر معرفت ہوتی ہی اُسیقدر قرب ہوتا ہی اور جتنی جہالت ہوتی ہی اُتنا ہی بُعد ہوتا ہی اور قریب بجہالت جسکو کفر بھی کہتے ہین مامون ہونا عذاب خداوندی سے اور ناامید ہونا اُسکی رحمت سے کیونکہ یہ باتین بھی مین جہل ہین اسلیے کہ جو خداے تعالی کو جانتا ہی اُس سے نہین ہوسکتا کہ اُسکے عذاب سے مامون ہو یا اُسکی رحمت سے ناامید۔ اور اسی رتبے کے قریب سب تمام بدعتین ہین جو خدا کے لیے کی ذات و صفات و افعال سے متعلق ہین انمین سے بعض ایک دوسرے سے شدید ہین اور انکا تفاوت اُسی قدر ہی جسقدر کہ اُنسے جاہل رہنے مین فرق ہی اور جسقدر کہ اُنکا تعلق

ت
اور نہین بنے جو بندے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو ۱۲
ع دنیا آخرت کی کھیتی ہی یہ حدیث ان لفظون کے ساتھ مرفوع مجکو نہین ملی ۱۲

۴۲

خدا تعالی کی ذات پاک اور اسکی شریعتون اور اوامر و نواہی سے ہی اور انکے مراتب بیشمار ہین مگر باعتبار
قرآن مین مذکور ہونے کے تین قسمین ہین ایک وہ کہ قطعاً معلوم ہی کہ جو کبائر قرآن شریف مین
مذکور ہین اُنہین داخل ہین اور ایک وہ کہ معلوم ہی کہ کبائر مذکورہ قرآنی کے ذکر مین داخل ہین تیسری
قسم وہ ہی جسکے کبائر قرآنی مین داخل ہونے مین شک ہی اور اس قسم مین سے شک کا دور کرنا
ایک طمع لاحاصل ہی دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانون سے ہی کیونکہ جان کے باقی رہنے سے
زندگی کا قیام ہی اور زندگی سے معرفت حاصل ہوتی ہی تو بالضرور قتل کر ڈالنا بھی کبیرہ ٹھہرا
مگر کفر کی نسبت کم ہی اسلیے کہ کفر سے اصل مقصود فوت ہوتا ہی اور قتل سے ذریعہ مقصود
جاتا رہتا ہی باین لحاظ کہ حیات دنیاوی وسیلۂ معرفت الٰہی ہی اور قتل سے اُسکا ضائع
کرنا ہوتا ہی اور قریب قتل ہاتھ یا پانون کا کاٹ ڈالنا یا اور کسی فعل کا جو ہلاک کو پہونچاوے
جیسے کہ زد و کوب سے اگر دوسرے کو ہلاک کریگا تو کبیرہ ہوگا مگر قتل عمد شبیہ تر ہی اور باقی
افعال جو ہلاک کا موجب ہوجاوین متفاوت ہین کسی مین شدت زیادہ ہی کسی مین کم
اور اسی مرتبے مین حرمت زنا اور اغلام بھی داخل ہی اغلام تو اسوجہ سے کہ اگر بالفرض تمام آدمی قضاے
شہوت مردون ہی سے کرنے لگین تو نسل انسانی منقطع ہوجاوے تو جس طرح کہ وجود انسان کا نابود
کرنا کبیرہ ہی ویسے ہی نسل کا منقطع کرنا بھی کبیرہ ہوگا باقی رہا زنا پس اُس سے اگرچہ اصل وجود
نابود نہین ہوتا مگر نسب پریشان ہوجاتا ہی اور ایک دوسرے سے وراثت جاتی رہتی ہی اور
آپسمین مددگار ہونا وغیرہ امور کہ اُنھین سے انتظام زندگی وابستہ ہی سب برطرف ہوجاتے ہین
بلکہ زنا کے مباح ہونے کی صورت مین انتظام ہونے کی کون صورت ہی بہائم مین تو رہتا ہی نہین
یہانتک کہ اُنکے نر ایک خاص مادہ کے ساتھ علیحدہ نہون اس سے معلوم ہوا کہ جس شریعت سے
اصلاح مقصود ہو اُسمین اصلاً زنا مباح نہین ہوسکتا پھر زنا قتل سے رتبے مین کم ہونا چاہیے
کیونکہ اُس سے نہ دوام وجود مین خلل ہی نہ اصل وجود کا مانع الا تمیز نسب کو ضائع کرتا ہی
اور ایسے اسباب کا باعث ہوتا ہی جو موجب اسکے کشت و خون کے ہون اور اغلام کی نسبت
اسکا رتبہ سخت ہونا چاہیے کیونکہ داعیۂ شہوت اسمین دونون طرف سے ہوتا ہی اسلیے اسکا وقوع
کثرت کے ساتھ ہی اور ضرر بھی زیادہ تیسرا مرتبہ اموال کا ہی کہ باعث معیشت خلق ہین
تو جائز نہین کہ آدمی دوسرے کا مال جس طرح چاہے چرا کر یا چھین کر خواہ کسی اور طرح لے لے
بلکہ اُنکی حفاظت بھی ضرور ہی کہ نفوس کا باقی رہنا اُنھین سے ہی مگر اتنی بات ہی کہ مال

اگر کوئی لے لیتا ہو تو اُسکا واپس کرنا ممکن ہو اور اگر کھا لیوے تو شے ماکول کے دام لے سکتا ہو تو اس لحاظ سے مال کے لے لینے مین کچھ عظمت نہین پائی جاتی ہان اگر اسی طرح لیا جاوے کہ تدارک مشکل پڑے اُسوقت کبیرہ ہونا چاہیے اور اس طرح کے لینے کی چار صورتین ہین اول یہ کہ چھپا کر لیوے اُسکو چوری کہتے ہین اسمین عدم اطلاع کی جہت سے تدارک نہین ہوسکتا دوسرے مال یتیم کا کھانا یعنی اگر ولی یا اور کوئی سرپرست جسکے پاس یتیم کا مال امانت ہو کھا جاوے تو یہ بھی پوشیدہ صورت مین داخل ہو اور اُسکا کبیرہ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس مال کا حقدار سوا یتیم کے اور کوئی نہین اور وہ صغر سن کے باعث نالشی نہین ہوسکتا اور نہ کچھ اُسکو اطلاع ہو بخلاف غصب کے اور خیانت کے اسلیے کہ غصب تو علانیہ ہوتا ہو اور خیانت مین مالک مال مدعی ہوکر اپنا حق امانتدار سے لے سکتا ہو اسلیے انکو کبیرہ نہین کہ سکتے تیسری صورت جھوٹی گواہی سے کسی کا مال تلف کرنا چوتھی ودیعت وغیرہ کو جھوٹی قسم سے لے لینا یہ چارون صورتین ایسی ہین کہ انمین تدارک ممکن نہین اور نہ انکی حرمت مین شریعتین مختلف ہوسکتی ہین اور انمین سے بعض نسبتاً بعض کے بڑھ کر ہین مگر سب کے سب بتہ دوم سے ہوجانون کے متعلق ہین رستے مین کم ہین اور اگرچہ انمین سے بعض مین شریعت نے کچھ حد نہین واجب کی ہو لیکن چونکہ وعید کثرت سے کیا ہو اور انتظام دنیاوی مین ان چارون کی تاثیر بہت بڑی ہو اسلیے انکا کبیرہ ہونا شایان ہو اور سود کے کھانے مین صرف یہی بات ہو کہ دوسرے کا مال اُسکی رضامندی سے کھایا جاتا ہو مگر جو شرط کہ شریعت نے مقرر کردی ہو اُسمین خلل واقع ہوتا ہو اور اسطرح جیسے امر مین عجب نہین کہ شرائع مختلف ہون اور چونکہ غصب یعنے مال کا چھین لینا باوجود دو باتون کے پائے جانے کے کبیرہ نہین کہ مال غیر کو بدون اُسکی رضا کے کھاتا ہو اور اُسکے کھانے مین رضاے شرع بھی نہین تو سود کھانا جسمین مالک کی رضا موجود ہو اور صرف رضاے شرع مفقود کیسے کبیرہ ہوگا۔ اور اگر یہ کہو کہ شرع نے سود کے باب مین بہت بڑی زجر و توبیخ کی ہو اس سے کبیرہ ہوا تو غصب وغیرہ ظلم کے باب مین اور خیانت کے باب مین بھی ایسا ہی زجر واقع ہو وہ بھی کبیرہ ہونے چاہیین۔ اور یہ کہنا کہ خیانت اور غصب کی ایک دمڑی بھی کبیرہ ہو اسمین تامل ہو شک ہو غالب ظن اسی طرف میل کرتا ہو کہ کبائر کے زمرے مین داخل نہو بلکہ یون چاہیے کہ کبیرہ خاص اُسی کو کہین جسمین شرائع کا اختلاف نہوسکے تاکہ دینی امور ضروریہ مین سے ہو۔ اب ابوطالب مکی کے بیان کیے ہوے کبائر سے گالی دینی اور شراب خواری

اور سحر اور صف جہاد سے بھاگنا اور والدین کی نافرمانی باقی رہے۔ انمین سے شراب خواری کا
کبیرہ ہونا شایان ہی دو وجہ سے اول تو یہ کہ شرع نے اس باب مین بہت سخت وعید کیے ہین
دوسرے دلائل عقلی سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہی دلیل عقلی یہ ہی کہ جس طرح نفس کی
حفاظت ضرور ہی اسی طرح عقل کی بھی حفاظت چاہیے بلکہ نفس بدون عقل کے نکما ہی اس سے
معلوم ہوا کہ عقل کا دور کرنا بھی کبیرہ ہی مگر یہ دلیل ایک قطرہ شراب مین جاری نہین ہو سکتی
کیونکہ اس سے زوال عقل نہین ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پانی پیے اور اسمین ایک قطرہ شراب کا بھی ہو
تو یہ کبیرہ نہونا چاہیے بلکہ نجس پانی کا پینا ہوا تو ہر چند صرف قطرہ شراب محل شک مین ہی مگر
چونکہ شرع نے اسپر بھی حد واجب کی ہی اسلیے اسکی برائی معلوم ہوتی ہی اور شرع کے اعتبار سے
کبیرہ گنا جاتا ہی اور آدمی کی تاب نہین کہ جمیع اسرار شریعت پر واقف ہو جاوے پس اگر اجماع
اسکے کبیرہ ہونے پر ثابت ہو تو اتباع واجب ہی ورنہ مجال توقف باقی ہی۔ اور قذف کا حال
یہ ہی کہ اسمین صرف آبرو کا دور کرنا ہی اور رتبہ آبرو بنسبت مال کے کم ہی پھر اسکے بہت سے مراتب
ہین سب مین برا یہ ہی کہ تہمت زنا لگا دے اور اسکی عظمت شرع مین بہت ہی یہان تک کہ
حد واجب کی ہی لہذا مجکو گمان غالب یہ ہی کہ صحابہؓ اُن گناہون کو جنپر حد واجب ہوتی ہی
کبیرہ شمار کیا کرتے تھے اس اعتبار سے قذف بھی کبیرہ ہی یعنے ایسا گناہ ہی جو نماز پنجگانہ سے
اسکا کفارہ نہین ہو سکتا اور اب کبیرہ سے ہماری غرض یہی ہی کہ جسکا کفارہ نماز پنجگانہ سے نہو
لیکن چونکہ کبیرہ مین اختلاف شائع ممکن ہی تو اس لحاظ سے اسمین کچھ برا دخل عظمت معلوم
نہین ہوتی بلکہ ہو سکتا تھا کہ شریعت کا حکم یون ہوتا کہ جب ایک شخص عادل کسی شخص کو زنا
کرتے دیکھ لیتا تو اسپر اسکو گواہی دینی درست ہوتی اور زانی کو صرف اسی کی شہادت پر سزا
زنا دیجاتی اور اگر اسکی شہادت مقبول نہوتی تو مصلحت دنیاوی مین حد بھی ضروری نہوتی
گو بعض مراتب حاجات کی جہت سے مستحسن ہوتے تو ایسی صورت مین اس شخص کے حق مین جسکو
حکم شرع معلوم ہوتا قذف بھی منجملہ کبائر متصور ہوتا مگر جو شخص صرف یہی گمان رکھتا کہ مجکو محض
گواہی دینی جائز ہی یا یہ گمان کرتا کہ گواہی پر میرا ساتھ کوئی دوسرا بھی دیگا تو ایسے کے حق مین
اسکا کبیرہ قرار دینا نہین چاہیے تھا۔ اور جادو کا حال یہ ہی کہ اگر اسمین کفر کی باتین نہون
تو گناہ کبیرہ ہی ورنہ اسکی عظمت اسیقدر رہیگی جسقدر ضرر اس سے پیدا ہوگا جان کے جانے یا بیماری
وغیرہ کا اور صف قتال سے بھاگنا اور مان باپ کی نافرمانی بھی قیاس کی رو سے محل توقف مین ہی

مناسب ہین اور ازانجا کہ قطعًا معلوم ہی کہ سواے زنا کے لوگون کو اور کسی قسم کی گالی دینی
اور مارنا اور ظلم کرنا یعنی مال چھین لینا اور گھرون سے نکال دینا اور وطن اور شہر چھوڑوا دینا
داخل کبیرہ نہین کیونکہ زیادہ سے زیادہ تعداد کبیرہ گناہون کی سترہ منقول ہین اور یہ چیزین
ان سترہ مین مذکور نہین، تو پھر بھاگنے اور حقوق والدین کو بھی اگر کبیرہ کہنے مین توقف کیا جاے
تو کچھ بعید نہین لیکن البتہ حدیث مین انکو کبیرہ کے ساتھ مسمّے کرنا پایا جاتا ہی اس لحاظ سے
کبیرہ کے شمار مین داخل کرنا چاہیے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ کبیرہ سے ہماری غرض یہ ہی کہ جسکا
کفارہ پنجگانہ نماز نہو سکے اور اسکی تین قسمین ہین ایک تو وہ کہ قطعًا معلوم ہی کہ نماز پنجگانہ اسکا
تدارک نہین کر سکتی اور ایک وہ کہ کفارہ ہو جانا چاہیے اور ایک وہ کہ اسمین توقف کیا جاوے
اور جنکے باب مین توقف ہی وہ بھی دو قسم ہین ایک تو ایسے ہین کہ جنکے کبیرہ ہونے یا نہونے کی
طرف گمان غالب ہی اور ایک یہ کہ مشکوک ہی اور یہ شک ایسا ہی کہ بدون نص کتاب و سنت
جا نہین سکتا اور چونکہ اب نص جدید کے آنے کی توقع نہین اسلیے اسکا شک نکالنا محال ہی
اب اگر یون کہو کہ تمھاری دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ تعریف کبیرہ کی معلوم کرنی محال ہی تو پھر شریعت کا
حکم ایسی چیز سے متعلق کس طرح ہوا جسکی تعریف جاننی محال ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جتنے گناہ
کہ انپر دنیا مین کوئی حکم متعلق ہی ابہام تو انمین بھی آسکتا ہی اسلیے کہ احکام شرعی کی جگہ
تو دنیا ہی ہی اور کبیرہ گناہ پر کبیرہ ہونے کی جہت سے کوئی خاص حکم دنیا مین نہین بلکہ جنپر
حد مقرر ہی انکے نام جدا جدا ہین جیسے چوری اور زنا وغیرہ یہ نہین کہ صرف کبیرہ ہونے کی
کوئی سزا خاص ہو اور حکم کبیرہ کا یہی ہی کہ نماز پنجگانہ سے اسکا کفارہ نہو اور یہ امر متعلق
آخرت سے ہی اسلیے اسکا مبہم رکھنا لائق تر ہی تاکہ لوگ پر خوف و خطر رہ کر نماز پنجگانہ پر تکیہ کر کے
صغیرہ گناہون پر بھی جرات نہ کرین۔ اور آیت اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ سے
جو یہ معلوم ہوتا ہی کہ کبیرہ کے اجتناب سے صغیرہ کا کفارہ ہو جاتا ہی سو یہ بات ہر صورت مین
نہین بلکہ اس شرط سے مشروط ہی کہ باوجود قدرت و ارادہ کے اجتناب کرے مثلاً اگر کوئی
شخص کسی عورت پر قادر ہو اور اس سے مباشرت بھی کر سکتا ہو مگر اپنے نفس کو روکے اور
صرف دیکھنے اور ہاتھ لگانے پر قناعت کرے تو جو تاریکی کہ اسکے دل مین نظر کرنے خواہ ہاتھ لگانے سے
ہوگی اسکی نسبت نفس کو زنا سے مجاہدے کے ساتھ بچانے سے نور زیادہ ہوگا اور یہی معنی
کفارہ یعنے عوض ہونے کے ہین لیکن اگر وہ شخص نامرد ہوگا یا کسی اور ضرورت کے باعث

عاجز ہوگا یا کسی خوف کی جہت سے باز رہا ہوگا تو ایسے حال مین کفارہ نہین ہوسکتا - اسی طرح
جو شخص شراب کی خواہش نہین رکھتا حتی کہ اگر اسکو مباح بھی ہوجاوے تو نہ پیوے تو ایسے
شخص کا شراب سے محترز ہونا ان چھوٹے گناہون کا کفارہ نہوگا جو شرابخواری کی ابتدا مین ہوتے ہین
جیسے مزامیر وغیرہ کا سننا ہان جو شخص کہ شراب کی خواہش رکھتا ہی اور مزامیر کو بھی سننا چاہتا ہی
مگر مزامیر سے تو باز نہین آتا اور شراب کو نفس پر زور دیکر نہین پیتا تو البتہ شرابخواری سے
اجتناب کرنا غالب ہی کہ اسکے دل سے اس تاریکی کو دفع کردے جو راگ سننے سے دل پر آئی ہی اور
یہ سب احکام اخروی ہین اور ہوسکتا ہی کہ انمین سے بعض محل شک مین باقی رہین اور
متشابہات کی قسم مین داخل ہون کہ جنکی تفصیل بدون نص کے نہ معلوم ہو اور نص مین گنتی اور تعریف
جامع کبیرہ کی کچھ نہین بلکہ الفاظ مختلفہ سے مذکور ہی چنانچہ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہی
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز تک کا کفارہ ہوتی ہی اور ایک
رمضان دوسرے رمضان تک کا کفارہ ہوتا ہی سوائے تین گناہون کے یعنی شرک اور ترک سنت اور نقض عہد
لوگون نے پوچھا کہ ترک سنت و نقض عہد سے کیا مراد ہی آپنے فرمایا کہ جماعت سے نکل جانا تو ترک سنت ہی
اور نقض عہد یہ ہی کہ کسی سے بیعت کرے اور پھر تلوار لیکر اس سے لڑنے کو نکلے غرضکہ اس طرح کے
الفاظ وارد ہین کہ نہ شمار کو محیط ہین اور نہ تعریف جامع انسے نکلتی ہی تو ظاہر ہی کہ مبہم ہی رہیگا
اب اگر کوئی یہ کہے کہ شہادت اسی کی قبول ہوتی ہی جو کبائر سے بچے اور قبول شہادت مین
صغیرہ گناہون سے بچنا شرط نہین اور قبول شہادت ایک حکم دنیوی ہی اور تمنے کہا تھا
کہ کبیرہ پر کوئی حکم دنیوی متعلق نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ شہادت کا نہ قبول ہونا فقط کبیرہ کے
ساتھ نہین بلکہ ہوسکتا ہی کہ صغیرہ گناہ سے بھی آدمی کی شہادت معتبر نہو مثلاً دیکھو جو
شخص مزامیر سنے اور حریر پہنے اور سونے کی انگوٹھی ہاتھ مین رکھے اور چاندی سونے کے
برتنون مین کھاوے پیوے تو سب ائمہ کے نزدیک اسکی گواہی قبول نہوگی حالانکہ ان چیزون مین سے
کوئی بھی کسی کے نزدیک کبیرہ نہین اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی حنفی نبیذ پیوے
تو مین اسکو حد مارونگا مگر اسکی شہادت کو رد نہ کرونگا اس مسئلے مین حد لگانے کے اعتبار سے
تو نبیذ پینے کو کبیرہ ٹھہرایا مگر اسکے باعث شہادت کو رد نہین فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ شہادت کا
قبول کرنا یا نہ کرنا منحصر صغیرہ خواہ کبیرہ پر نہین بلکہ گناہ ہر قسم کے خواہ چھوٹے ہون یا بڑے
عدالت کے ناقض ہین مگر ایسی باتون کے کرنے سے آدمی بحسب عادت اگر بچ نہین سکتے مثلاً

غیبت کرنی اور دوسرے کی برائی کی تلاش کرنی اور بدگمان ہونا اور بعض باتون مین جھوٹ بولنا اور غیبت سننا اور امر معروف اور نہی منکر کو چھوڑنا اور شبہات کی چیزون کا کھانا اور لڑکے اور غلام کو گالی دینا اور غصے کے وقت ضرورت مصلحت سے زیادہ انکو مار بیٹھنا اور ظالم بادشاہون کی تعظیم کرنی اور بدکارون سے دوستی کرنی اور زن و فرزند کو امور دینی ضروری کی تعلیم سے سستی کرنی وغیرہ کہ یہ سب اس قسم کے گناہ ہین کہ ہر ایک گواہ مین انمین سے تھوڑے یا بہت ضرور ہی پائے جاتے ہین مگر البتہ اگر کوئی شخص صرف آخرت کو مد نظر کرکے لوگون سے علیحدہ جا رہے اور مدت تک نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے یہانتک کہ اگر پھر لوگون مین آملے تب بھی ویسا ہی رہے جیسا خلوت مین تھا تو ایسا شخص اس قسم کے گناہون سے خالی ہو سکتا ہی اور اگر گواہی مین ایسے لوگون کے قول کا اعتبار ہوا کرے تو اول تو ملنا مشکل دوسرے احکام اور شہادات جاتے رہین حاصل یہ کہ حریر پہننا اور راگ سننا اور نرد کھیلنا اور شراب خوارون کے پاس وقت میخواری بیٹھنا اور اجنبی عورتون کے ساتھ علیحدہ رہنا یا اور اسی طرح کے صغیرے اس قسم مین داخل نہین اور یہین سوا چاہیے کہ قبول شہادت اور رد شہادت مین نہ کبیرہ پر نظر کیجا دے نہ صغیرہ پر مگر اتنی بات ہی کہ ان صغائر مین سے بھی اگر کوئی شخص کسی پر مواظبت اور اصرار کریگا تو رد شہادت مین اسکی تاثیر ہو جاویگی مثلاً اگر کوئی لوگون کی غیبت و عیب چینی کو اپنی عادت بنالے یا بدکارون کی صحبت و اتحاد پر اصرار کرے تو شہادت اسکی معتبر نہوگی۔ غرض کہ صغیرہ گناہ پر مواظبت و اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہی اسی طرح امر مباح اصرار سے گناہ صغیرہ ہو جاتا ہی جیسے کوئی شطرنج کھیلے یا راگ گانے پر اصرار و مداومت کرے تو صغیرہ ہونگے۔

ف مترجم کہتا ہی کہ شطرنج کھیلنا مذہب امام شافعی رح مین گاہ گاہ مباح ہی اور چونکہ مصنف رح مذہب شافعی رکھتے ہین اسواسطے مثال مین شطرنج کو لکھا اور حضرت امام ابوحنیفہ کوفی رح کے نزدیک اس قسم کے سب کھیل حرام ہین جیسے کتب فقیہہ مین تصریح موجود ہی

دوسرا بیان اس باب مین کہ آخرت مین درجات جنت اور طبقات دوزخ کی تقسیم دنیا کے حسنات اور سئیات کے اوپر کس طرح ہوگی۔ واضح ہو کہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہی اور آخرت عالم اسرار اور غیب کا نام ہی اور ہماری مراد دنیا سے آدمی کی حالت قبل موت ہی اور آخرت سے مراد وہ حالت ہی جو بعد موت ہو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت آدمی کی دو صفتون اور حالتون کا نام ہی جنمین سے قریب کو دنیا کہتے ہین اور اُس سے بعد والی کو آخرت اور اب ہم دنیا کے ذکر سے

آخرت مین ذکر چھیڑتے ہین یعنی اب اگرچہ ہم کلام دنیا مین کرینگے لیکن غرض ہماری یہ ہی کہ بیان آخرت یعنی عالم اسرار کا کرین اسلیے کہ بیان عالم باطن کا عالم ظاہر مین بدون مثال بیان کرنے کے ہو نہین سکتا اور اسی واسطے خداے تعالی ارشاد فرماتا ہو وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ بموجب اس قول شاعر کے ؎ دنیا خوابیست زندگانی درویے خوابیست کہ در خواب ہو یعنی آنرا دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل مین ایسی ہی جیسے آدمی کا خواب بانسبت جاگنے کے اور یہی مضمون حدیث شریف سے بھی ثابت ہی جیسا کہ فرمایا ع النَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهُوا اور جو بات کہ بیداری مین ہوتی ہی وہ خواب مین جب معلوم ہوتی ہی تو مثال کی طرح معلوم ہوتی ہی یہانتک کہ اسکی تعبیر کی حاجت ہوتی ہی اسی طرح آخرت کی بیداری مین جو حالات ہونگے وہ دنیا کے خواب مین بطور مثال ہی کے ظاہر ہو سکتے ہین یعنے خواب کی طرح انکی پہچان بھی بے تعبیر نہین ہو سکتی اور تعبیر خواب کی تین حکایتین بطور نمونہ ہم بیان کیے دیتے ہین کہ اصل بات خواب مین کس طرح معلوم ہوا کرتی ہی۔ روایت ہی کہ ایک شخص حضرت ابن سیرین رح کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین نے یہ خواب دیکھا ہی کہ میرے ہاتھ مین مہر ہی اس سے مین لوگون کے منھ پر اور شرمگاہون پر مہر کرتا ہون آپ نے یہ تعبیر فرمائی کہ تو مؤذن ہی معلوم ہوتا ہی کہ رمضان مین صبح صادق کے ہونے سے پہلے اذان دیتا ہی اُسنے عرض کیا کہ آپ سچ فرماتے ہین۔ اور ایک دوسرا شخص آیا اُسنے کہا کہ مین نے خواب دیکھا کہ تیل کو تلون مین ڈال رہا ہون آپ نے فرمایا کہ تونے اگر کوئی لونڈی خریدی ہو تو اُسکا حال دریافت کر وہ تیری مان معلوم ہوتی ہی کیونکہ تیل کی اصل تل ہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ تو اپنی اصل یعنی مان کے پاس جاتا ہی اُس شخص نے جو تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ اُسکی لونڈی واقع مین اُسکی مان تھی کہ اُسکے صغر سن مین پکڑی گئی تھی۔ اور ایک اور شخص نے پوچھا کہ مین نے دیکھا ہی کہ مین موتیون کے کنٹھے سورون کی گردن مین پہناتا ہون آپ نے فرمایا کہ تو حکمت کی باتین نا اہلون کو سکھلاتا ہی اور واقع مین بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ آپنے ارشاد فرمایا تھا ان تعبیرون سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو کس طرح بیان کرتے ہین اور مثل سے ہماری یہ مراد ہی کہ اگر اُسکو باعتبار مصداق اور مفہوم کے دیکھا جاوے تو صحیح اور درست ہو اور اگر اُسکی صورت ظاہری پر خیال کرین تو جھوٹی ہو مثلاً اسکی تعبیر مین اگر مؤذن صرف ظاہری انگوٹھی کو دیکھتا اور اُس سے مہر کرنا سمجھتا تو اس خواب کو جھوٹا سمجھتا کیونکہ ایسا فعل اُس سے کبھی نہین صادر ہوا تھا لیکن اُسکے مفہوم اور مصداق کو جو دیکھا تو سچ تھا کیونکہ مہر کرنے کا

اصل مقصود روک دینا ہے اسکا مرتکب یہ شخص ہوا تھا۔ اور چونکہ انبیا علیہم السلام کو حکم ہے کہ
لوگوں سے انکی عقل کی مقدار پر کلام کرو اور لوگوں کا اندازہ عقل یہ ہے کہ وہ سوتے ہوئے ہیں
اور سوتے آدمی کو کسی چیز کا کشف اُس شی کی مثال سے ہوتا ہے اسلیے انبیا علیہم السلام
بھی لوگوں سے مثال کے طور پر گفتگو کرتے ہیں جس سے اصل معنی مقصود سمجھا وین گو لفظوں سے
کچھ اور نکلتا ہو مگر لوگوں کو مرنے کے بعد جب جاگینگے تو معلوم ہوگا کہ اُنکا فرمانا بجا تھا اور
اُس سے غرض صحیح فلان چیز تھی مثلاً حدیث شریف میں وارد ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ
مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ ایسی ہی مثال ہے کہ جسکو عالموں کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا جاہل کی سمجھ اسی مقدار پر
رہتی ہے جو ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے اسلیے کہ وہ اس تفسیر سے جسکو تاویل کہتے ہیں محض ناواقف ہے
خواب کی تفسیر کو تعبیر کہتے ہیں اور حدیث و قرآن کی تفسیر مثال کا نام تاویل ہے تاویل کی
ناواقفیت کا ثمرہ جاہل پر یہ ہوتا ہے کہ الفاظ حدیث سے بوجہ خدا ے تعالی کے ہاتھ اور اُنگلیاں قرار
دیتا ہے معاذ اللہ من ذلک اسی طرح دوسری حدیث اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ میں جاہل صرف
ظاہر کی شکل و صورت و رنگ سمجھ کر خدا ے تعالی کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہے حالانکہ وہ ان سب باتوں سے
منزہ ہے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ صفات الٰہی میں لغزش کھا گئے یہانتک کہ کلام الٰہی کو
از قبیل حرف و آواز سمجھ گئے اسی طرح دوسری صفات کو بھی قیاس کرنا چاہیے۔ اور امر
آخرت میں جو مثالیں حدیث میں وارد ہیں تو منکر اُنکی تکذیب کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ظاہر الفاظ
اُنکے نزدیک مقصود ہے اور اُسمیں تناقض پایا جاتا ہے مثلاً حدیث شریف میں وارد ہے
یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْ صُوْرَةِ کَبْشٍ اَمْلَحَ فَیُذْبَحُ تو احمق اُسکو نہیں مانتا اور انبیا کی تکذیب کرتا ہے
اس دلیل سے کہ موت ایک عرض یعنی قائم بالغیر چیز ہے اور مینڈھا جسم ہے تو عرض کا جسم
بن جانا بجز محال کے اور کیا بات ہے مگر خداوند کریم نے ان بیوقوفوں کو اپنے اسرار کی معرفت سے
بمراحل دور رکھا ہے اور فرمایا وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ بیچارہ جاہل یہ بھی نہیں جانتا کہ اگر کوئی
کسی سے کہے کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے کہ لوگ اُسکو وبا کہتے ہیں اور
وہ ذبح ہو گیا ہے اور معبر سنکر جواب دیوے کہ تو نے خواب اچھا دیکھا معلوم ہوتا ہے کہ
وبا علیحدہ ہو جاویگی اور پھر کبھی نہ آویگی کیونکہ ذبح کی ہوئی چیز کے واپس آنے سے نا امیدی
ہو جاتی ہے تو اس مثال میں تعبیر دینے والا بھی سچا ہے اور خواب دیکھنے والا بھی سچا اور اسکی
اصل یہ ہے کہ جو فرشتہ خواب پر موکل ہے اور سونے کے وقت روحوں کو لوح محفوظ کی باتوں پر

مطلع کرتا ہی اُسے جو بات لوح محفوظ مین تھی اُس شخص کو مثال کی طرح سمجھا دی اسلیے کہ
سونے والے کو بدون مثال سمجھنا ممکن نہ تھا پس اُسکا مثال ہی مین سمجھنا صحیح تھا اور یہی بھی ٹھیک اسی طرح
انبیاء علیہم السلام بھی دنیا کے لوگون سے باتین مثال کے طور کی فرماتے ہین کیونکہ دنیا بھی آخرت کی
نسبت کر حالت خواب کی سی ہی اگر مثال کے طور پر نہ فرماوین تو آسانی سے سمجھانی کہان سمجھ مین آوین
اس طرح کے سمجھانے مین اگر غور کرو تو کمال حکمت خداوندی اور لطف وعنایت ہی کہ جو طریق سمجھنے کا
آسان تھا اُسی طرح پر انبیا نے سمجھایا پس حدیث یُؤْتیٰ بِالْمَوْتِ مین مثال اس بات کی ہی
کہ موت سے یاس ہوجاویگی جیسے ذبح کی ہوئی چیز سے یاس ہوتی ہی اسی طرح قرآن شریف مین کمال
قدرت کو ان الفاظ سے فرمایا کُنْ فَیَکُوْنُ اور دل کی حالت بدلتے رہنے کو حدیث شریف مین
ان الفاظ سے ارشاد فرمایا بَیْنَ اُصْبُعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ اسلیے کہ دلون پر تاثیر ہونی اور معانی کا
جمنا مثالون ہی سے خوب ہوتا ہی یہ بات دلون کی سرشت مین داخل ہی اور ہمنے اسکی حکمت
جلد اول کے باب قواعد کے بیان مین لکھی ہی اب ہم اصل مقصود کی طرف توجہ کرتے ہین کہ ہماری
غرض بھی یہی ہی کہ تقسیم درجات جنت وطبقات دوزخ کے بندون کے حسنات وسیئات پر
بدون مثال کے سمجھنی ناممکن ہی تو جو مثال ہم بیان کرین اُس سے معنی اور مقصود کیطرف دیکھنے چاہیین
صورت اور الفاظ سے غرض نہ رکھنی چاہیے پس ہم کہتے ہین کہ آخرت مین لوگون کے بہت سے
اقسام ہونگے اور سعادت اور شقاوت مین اُنکے درجات اور درکات مین ایسا تفاوت ہوگا
جسکا حصر نہین ہوسکتا جیسے کہ دنیا کی سعادت وشقاوت مین مختلف ہین سو اس بات مین دنیا
وآخرت مین ہرگز کچھ فرق نہین کیونکہ مدبر عالم ظاہری اور ملکوت کا واحد لاشریک ہی اور اُسکا
طریق جاری ارادہ ازلی سے ہوتا چلا آیا ہی وہ بھی یکسان ہی مگر چونکہ ہم درجات کے افراد کے
شمار سے عاجز ہین اسلیے اجناس کے حصر لکھے دیتے ہین کہ آدمی قیامت مین ضرور
چار قسم پر منقسم ہونگے اول تباہ کار ہالک دوسرے معذب تیسرے ناجی چوتھے فائز اور مثال اسکی دنیا مین
یہ ہی کہ ایک بادشاہ کسی ولایت کو مسخر کرے تو بعضون کو تو قتل کرے وہ اول فرقہ ہی اور بعضون کو
مدت تک ایذا دے وہ دوسرا فرقہ ہی اور بعضون کو چھوڑ دے وہ تیسرا فرقہ ہی اور بعضون کو
خلعت عنایت کرے وہ چوتھا فرقہ ہی پھر اگر بادشاہ عادل ہی تو یہ باتین اُسکی بموجب
ہونگی قتل اُسی کو کریگا جو اُسکی سلطنت کے استحقاق کا منکر اور اُسکے دوست کا
دشمن ہوگا اور ایذا اُسی کو دیگا جسکو اُسکی سلطنت کا اقرار تو تھا مگر خدمت مین قصور کرتا تھا

اور رہا اُسی کو کر دیگا جسکو اُسکے رتبۂ شاہی کا اقرار ہوگا مگر خدمت نہ کرنے سے نہ مستحق خلعت ہی
اور نہ قصور خدمت سے مستحق عذاب اور خلعت ایسون کو دیگا جنھون نے عمر بھر اسکی خدمت
و نصرت مین بسر کی ہو پھر یہ بھی ضرور ہی کہ جیسی جسنے خدمت کی ہوگی ویسا ہی اُسکو
خلعت حسب اُسکے ملے اور قتل کے بھی درجات متفاوت ہونگے کہ بعضون کی صرف گردن ماری جاوے
اور بعضون کو ناک کان ہاتھ پیر کاٹ کر ہلاک کیا جاوے یعنی اُنکے عناد و انکار کے بقدر درجات
کے بموجب اُنکا قتل بھی ہوگا اسی طرح جنکو عذاب دیا جاویگا اُنکے درجات بھی متفاوت ہونگے
کسیکو کم کسیکو زیادہ بعضون کو تھوڑی مدت بعضون کو بہت دنون تک کسیکو کسی طرح کا اور
کسیکو کسی طور کا غرض کہ سبب تقصیر عذاب کی بھی تفریق ہوگی اس صورت مین ظاہر ہی کہ ہر ایک کے جیسے
درجات بلا حد و شمار ہو سکتے ہین اسی طرح قیامت مین اُن چارون فریق کے درجات بیشمار
ہونگے مثلاً فرقہ چہارم جو فائز یعنے فلاحیاب ہونگے کوئی جنت عدن مین کوئی جنت ماوی مین
کوئی جنت فردوس مین ہونگے اور فرقہ معذب مین سے کسیکو تھوڑے دنون عذاب ہوگا کسیکو
ہزار برس کسیکو سات ہزار برس اور جو شخص سب سے پیچھے دوزخ سے نکلیگا جیسا کہ حدیث مین
وارد ہی اسی طرح فرقہ ثالث یعنی جو خداے تعالی کی رحمت سے نا امید ہین اُنکے درجات مختلف ہونگے
غرض جس طرح کی طاعت و عصیان جس سے ہوئی ہوگی اُسی طرح کے درجات و درکات کے
مستحق ہونگے اب ہم کیفیت تقسیم درجات کو ان فرقون پر ذکر کرتے ہین اول حصہ ہالکین کا ہی
اور اُنسے ہماری غرض وہی لوگ ہین جو خداے تعالی کی رحمت سے نا امید ہین کیونکہ مثال
مذکورۂ بالا مین بادشاہ نے جسکو قتل کیا وہ وہی تھا جو بادشاہ کی خوشنودی و اکرام و انعام سے
نا امید ہوا اس مثال کے معنی مقصود سے غافل نہ رہنا چاہیے آخرت مین ہالک وہی ہونگے
جو خداے تعالی کی رحمت سے نا امید ہین اور وہ فرقہ منکرون کا ہی جو خدا سے منھ پھیر کر
صرف دنیا کے ہو رہے ہین اور اللہ کو اور اُسکے رسولون اور اُسکی کتابون کو جھٹلاتے ہین
اسلیے کہ مدار سعادت اخروی کا خداے تعالی سے قریب ہونے اور اُسکے دیدار سے
مشرف ہونے پر ہی جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہین ؎ آدمی دید است باقی پوست
است * دید آن دیدہ کہ دید دوست است * اور حصول اس نعمت عظمی کا ہرگز بدون
اُس معرفت کے ممکن نہین جسکو ایمان و تصدیق کہتے ہین اور چونکہ منکر اُسکی
تکذیب و انکار کر چکے ہین اسلیے اس رحمت سے ابد الآباد تک محروم رہینگے

اور پروردگار عالم اور انبیاے کرم کی تکذیب کے باعث اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُوْنَ کے مصداق
بنینگے اور ظاہر ہی کہ جو اپنے محبوب سے جدا رہتا ہی تو اسمین اور اسکی دلی آرزوون مین حجاب
رہتا ہو اسی لیے منکر لوگ بھی آتش فراق الٰہی مین ہمیشہ جہنم مین جلتے رہینگے اور اسی جہت سے
عارفون کا مقولہ ہی کہ ہمکو نہ آتش دوزخ سے خوف ہی نہ حوران بہشتی کا چاؤ بلکہ مطلب ہمارا
دیدار الٰہی سے ہی اور مگریز صرف حجاب سے اور انکا یہ بھی قول ہی کہ جو شخص خداے تعالے کی
عبادت کسی عوض کی توقع پر کرے وہ کمینہ ہی یعنی اگر عبادت طلب جنت یا خوف دوزخ سے
کرے تو کمینہ پن ہی بلکہ عارف خدا کی عبادت اُسکی ذات کے واسطے کرتے ہین اور سوا اسکی
ذات کے اور کسی چیز کے طالب نہین ہوتے مومن دہلوی کیا خوب کہتے ہین ۔ غضب سے تیرے
ڈرتا ہون رضا کی تیرے خواہش ہی * نہین بیزار دوزخ سے نہین مشتاق جنت کا * حورون اور
میوون کی تمنا عارف کو نہین ہوتی نہ آتش دوزخ سے ڈرتا ہی کیونکہ آتش فراق حبیب کا انکے سینے مین
مشتعل ہوتی ہی تو پھر اس آگ پر جس سے کہ دل جلتے ہین غالب پڑتی ہی آتش فراق کی صفت
یہ ہی نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اور آتش دوزخ کا اثر صرف اجسام پر ہوگا اور
یہ ظاہر ہی کہ دل کے دکھتے ہوے بدن کا رنج معلوم ہوتا ہی تو دل کی آگ کے سامنے
آتش دوزخ کا کیا شمار ہی سچ کہا ہی کسی شاعر نے ۔ دل مین عاشق کے بھری ہی وہ سبحان
قہر * گرم سے گرم آتش دوزخ ہی جسکی سرد تر * اور آخرت مین اس حال کا انکار کیسے ہوسکتا ہی یہ بات
تو دنیا مین بھی دیکھی جاتی ہی اور اسکی نظیر پائی جاتی ہی دیکھو غلبہ عشق مین آدمی آگ مین
اور کانٹون مین چلتا ہی اور صدمہ دل کی جہت سے یہ رنج جسمی کچھ نہین سمجھتا غصے والا
حالت غضب مین معرکے مین گھس پڑتا ہی اور زخم لگتے جاتے ہین مگر اسوقت کچھ تکلیف
نہین معلوم ہوتی کیونکہ غصہ بھی دل مین ایک آگ ہوتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی
کہ اَلْغَضَبُ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ اور دل کی سوزش بدن کی سوزش کی نسبت بہت سخت ہوتی ہی
سخت درد کے ہوتے ہوئے کمتر کا دھیان نہین رہتا علاوہ ازین آدمی جو آگ یا تلوار سے
رنج پاتا ہی تو صرف اسی جہت سے ہی کہ ان دونون سے آدمی کے بدن کے دو ٹکڑے
جو باہم مین پیوستہ تھے علیحدہ ہوجاتے ہین تو جس چیز سے کہ دل اور اُسکا محبوب علیحدہ
ہوجاوے جنہین کہ اجسام کی پیوستگی کی نسبت زیادہ اتصال ہوتا ہی اُس سے خواہ نخواہ رنج
پہونچیگا بشرطیکہ آدمی ذی شعور و اہل بصیرت ہو اور جو دل ہی نہ رکھتا ہو اُس سے بعید نہین کہ اُس

رنج کی شدت کو کچھ بھی نہ سمجھے اور جسم کی تکلیف کی نسبت حقیر جانے مثلاً اگر کسی لڑکے کو اختیار
دیا جاوے کہ تو بادشاہت چھوڑ دے یا گیند بلا چھوڑ دے تو اُسکو بادشاہت کے
چھوڑنے کا کچھ رنج نہ ہوگا بلکہ یہ کہیگا کہ گیند لیکر میدان میں دوڑنا مجکو ہزار تخت شاہی سے
بہتر ہی اسی طرح جس شخص پر شہوت شکم غالب ہو اُسکو کہا جاوے کہ تو یا ہریسہ یا حلوا کھا یا کوئی
ایسا کام کر جس سے دشمن مغلوب اور دوست راضی ہوں تو وہ ہریسہ اور حلوا ہی کو ترجیح دیگا اسکی
وجہ یہی ہی کہ اس شخص میں وہ بات نہیں ہی جس سے کہ جاہ و شوکت اچھی معلوم ہوتی ہی اسمین
وہ بات صرف موجود ہی جس سے لذت کھانے کی معلوم ہوتی ہی اور یہ ایسے شخصوں کا حال
ہوتا ہی جنکو صفات بہیمی اور سبعی اپنا بندہ کر لیتے ہیں اور صفات ملائکہ جو اُنکی ضد ہیں باہر ظاہر
نہیں ہوتیں اور صفات ملکی جب انسان میں ہوتی ہیں تو بدون قرب الٰہی کے لذت نہیں پاتا
اور نہ کوئی چیز سوا بُعد و حجاب کے اُسکو باعث رنج و ایذا ہو۔ اور جس طرح کہ ہر ایک عضو ایک صفت خاص
کے لیے ہی مثلاً زبان ذائقے کے لیے ہی اور کان سننے کے لیے اسی طرح یہ صفت قلب کے لیے ہی
اور جسکو قلب نہ ہوگا اُسکو قرب کی لذت اور بعد کی کلفت کا ادراک بھی نہ ہوگا جیسے کہ اگر کسی کے
کان اور آنکھ نہ ہو تو اُسکو لذت آواز اور حسن صورت و رنگ معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ ضرور نہیں
کہ ہر ایک انسان یہ قلب رکھتا ہو اگر سب آدمیوں کے یہ دل ہوتا تو اللہ تعالیٰ جلشانہ کا یہ قول
کیسے ٹھیک آتا اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اسمین یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سے نصیحت
نہ مانے وہ قلب کا نادار ہی اور ہماری غرض قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہیں جو سینے کی
ہڈیوں میں ہی بلکہ اُس سے وہ لطیفہ مراد ہی جو عالم امر سے ہی اور یہ گوشت کہ عالم خلق سے ہی
اُس لطیفے کا عرش ہی اور سینہ اُسکی کرسی ہی اور تمام اعضا اُسکے عالم اور مملکت ہیں
اور ہر چند خلق اور امر دونوں خدا ہی کے ہیں لیکن لطیفہ مذکور جسکی شان میں
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وہ امیر اور سلطان ہی اسواسطے کہ عالم امر اور عالم خلق میں ترتیب ہی
اور اول دوسرے پر امیر ہی۔ اور قلب وہ لطیفہ ہی کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام بدن اچھا ہی
اور جو اُسکو پہچان لے وہ اپنے نفس کو جان لے اور جو نفس کو جان لے وہ رب کو پہچان لے
اور اُسوقت بندے کے دماغ جان میں اُن معانی کی ادنیٰ لپٹ ہو سکیگی جو اس حدیث کے
مراد میں اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اور جو لوگ کہ اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہی کہا اٹھائے
ہوئے ہیں یا جو کہ تاویل کے طریقوں میں بھٹکے ہوئے ہیں دونوں کے حال پر رحم کریگا

ملت
اسمین سوچنے کی
جگہ ہی اسکو جسمین
دل ہی ۱۲
سنت
تو کہ روح کہ کیا
ہی سنا حکم سے ۱۲
ح ۳
اللہ نے بنایا
انسان کو اپنی
صورت پر اسکی
مثال نہیں ۱۲

کہ دونون فریق حقیقت امر سے محروم رہے مگر الفاظ ظاہری والون پر زیادہ رحم کریگا اسلیے کہ رحم
بقدر مصیبت ہوا کرتا ہی اور جو لوگ کہ پابند الفاظ ظاہری ہین اُنپر زیادہ تر مصیبت ہی اور درحقیقت یہ امر
اللہ کا فضل اور حکمت ہی جسکو چاہے دیوے اُسمین کسی کا اختیار نہین اب چونکہ ہم ایسے
مطالب مین آپڑے کہ علم معاملات کی نسبت کہ اعلیٰ ہین اور ہمکو بیان علم معاملات کا منظور ہی
اسلیے اصل مقصود کی طرف عنان التفات پھیر کر کہتے ہین کہ اس بیان سے معلوم ہوا
کہ درجہ ہلاک کا اُنھین لوگون کو ہوگا جو جاہل اور خداے تعالیٰ کے جھٹلانے والے ہین اور
اسکی دلیلین کتاب اللہ اور حدیث مین زائد از حد شمار ہین ہمارے لکھنے کی کچھ ضرورت نہین
دوسرا رتبہ اُن لوگون کا ہی جنکو عذاب ہوگا یہ وہ فرقہ ہی کہ اصل ایمان تو رکھتے تھے
مگر ایمان کے مقتضا کے موافق وفا کرنے مین قصور کیا مثلاً اصل ایمان توحید ہی یعنی سواے خدا کے
اور کسی کی عبادت نہ کرنی اب اگر کوئی شخص اپنی خواہش نفس کا اتباع کرے تو اُسکا معبود وہی
خواہش ہوگی اور وہ شخص صرف زبان سے توحید کہتا ہی اصل توحید اُسکو حاصل نہین اصل توحید
جب ہو جب کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور اس آیت اعنی قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ کے معنی
ایک سمجھے اس طرح کہ غیر اللہ کو بالکل چھوڑ دے اور اس آیت کے معنی بھی یہی ہین اِنَّ الَّذِيْنَ
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا جسمین سواے توحید کے راہ راست پر مستقیم ہونا بھی مذکور ہی اور
ازانجا کہ صراط مستقیم جسپر قائم ہونے سے توحید کامل ہوتی ہی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے
زیادہ تیز ہی جیسا کہ پل صراط آخرت کا ہوگا اسواسطے ہر ایک آدمی مین کچھ تھوڑا بہت میل اس راہ سے
ضرور ہوتا ہی کیونکہ ہر ایک بشر کسیقدر اتباع خواہش نفس کا ضرور ہی کرتا ہی گو کسی ذرہ سے ہی
کام مین ہو اور اتباع خواہش نفس سے توحید کے کمال مین فرق آتا ہی جسقدر کہ آدمی کا میل
راہ راست سے ہوا اور یہ بات مقتضی اس امر کی ہی کہ درجات قرب مین بھی نقصان پیدا ہوا اور
اور ہر نقصان کے ساتھ دو آگ لگی ہوئی ہین ایک آگ اس نقصان کی باعث کمال سے جدا
ہو جاونگی اور ایک آگ دوزخ کی جسکا وصف قرآن مجید مین موجود ہی اس سے معلوم ہوا کہ جو
شخص راہ راست سے مائل ہوگا اُسکا دوہرا عذاب دو طرح سے ہوگا اسمین عذاب کی شدت اور
ہلکاپن اور زیادہ دنون تک رہنا خواہ کم مدت رہنا دو باتون پر منحصر ہی اول تو ایمان کی قوت و
ضعف پر دوم اتباع خواہش نفس کی کثرت و قلت پر کیونکہ کوئی آدمی اکثر کے اعتبار سے
ان دونون باتون مین سے ایک ضرور ہی رکھتا ہی اور اسی جہت سے آتش کا گذر بھی ضروری ہی

چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہو وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا اور یہین لحاظ کا سلف خوف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اسوجہ سے ڈرتے ہین کہ ورود آتش تو بموجب وعدۂ الٰہی یقینا ہو اور اُس سے نجات ملنے مین شک ہو حضرت حسن رح نے جب وہ حدیث بیان کی جسمین اُس شخص کا حال ہو کہ دوزخ سے ہزار برس کے بعد نکلیگا اور یاحنان یامنان کہکر پکاریگا تو فرمایا کہ کیا خوب ہو جو وہ شخص مین ہی ہون یعنی اسکا نکلنا توقطعاً ہوگا گو مدت ہی کے بعد ہو۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہو کہ سب سے آخر مین جو دوزخ سے نکلیگا وہ سات ہزار برس کے بعد نکلیگا اور بعضے ایک لحظہ ہی مین دوزخ کے پار ہو جاوینگے چنانچہ روایتون سے ثابت ہوتا ہو کہ بعضے لوگ بجلی کی طرح گذر جاوینگے اور انکو ذرہ بھی توقف دوزخ مین نہوگا اور ایک لحظہ اور سات ہزار برس کے درمیان بہت سے درجات مختلف ہین مثلاً لحظہ سے زیادہ پہر اور اُس سے زیادہ دن اور پھر ہفتہ اور پھر مہینا اور سال وغیرہ تو مدت عذاب کا تفاوت اس حساب سے بے حساب معلوم ہوتا ہو اور کمی زیادتی کا حال یہ ہو کہ عذاب کی شدت کی کوئی انتہا نہین اور ادنیٰ عذاب یہ ہو کہ حساب مین الجھا دیا جاوے جیسے بادشاہان دنیا بعض کارندون اہل تقصیر کو حساب مین تنگ کیے ہی کیا کرتے ہین اور پھر معاف کر دیتے ہین یا کوڑے لگوا کر یا اور کسی طرح کا عذاب دے کر چھوڑ دیتے ہین اور سوا ان دو اختلاف کے عذاب مین ایک اور اختلاف ہو کہ وہ نہ مدت کا اختلاف ہو نہ شدت کا بلکہ قسم عذاب کا اختلاف ہو کہ کسیکو مثلاً جرمانہ ہی کیا اور کسی کا مال ضبط ہوا اور اولاد قتل ہوئی اور اُسکے گھر کی عورتین لونڈی بنائی گئین اور رشتہ دارون کو تکلیف دیگئی زبان اور ہاتھ اور ناک کان کاٹ ڈالے گئے وغیرہ اسی طرح آخرت کے عذاب مین بھی اختلاف ہوگا جیسا کہ دلائل شرعی سے واضح ہوتا ہو مگر اختلاف عذاب بحسب اختلاف قوت وضعف ایمان اور کثرت وقلت طاعات اور کمی بیشی گناہون کے ہوگا پھر جسقدر گناہون کی برائی شدید اور کثیر ہوگی اُسیقدر عذاب بھی شدید اور کثیر ہوگا اور جس قسم کی خطا ہوگی اُسی قسم کا عذاب مختلف ہوگا۔ ارباب کشف کو باوجود دلائل قرآنی یہ امر نور ایمان سے بھی منکشف ہوا ہو اور یہی مراد ہو اس آیت سے وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ اور اس سے اَلْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور اس سے وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور اس سے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ اور سوا اسکے اور بہت سی آیات واحادیث ہین جنسے معلوم ہوتا ہو

کہ اعمال کی جزا مین ثواب و عقاب عدل کے ساتھ ہونگے جسمین ظلم نہوگا اور عفو و رحمت کی جانب
ترجیح رہیگی جیسا کہ حدیث قدسی مین ارشاد ہی کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ اور کلام مجید مین فرمایا
وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا اس سے معلوم ہوا کہ ارتباط درجات اور درکات کا
حسنات اور سیئات سے دلائل شرعی اور نور معرفت دونون سے کلیۃً ثابت ہی مگر تفصیل وار کے لیے
صرف ظن غالب ہی اور اُسکی دلیل حدیثین ظاہرا اور ایک طرح کا الہام ہی جو چشم عبرت دیکھنے کے
نور سے دل مین پیدا ہوتا ہی اب ہم کہتے ہین کہ جو شخص اصل ایمان کو مضبوط کرکے تمام
کبائر سے اجتناب کرے اور سب فرائض کو یعنے ارکان پنجگانہ اسلام کو اچھی طرح ادا کرے
اور اُسکے ذمے صرف چند صغیرہ ہی ہون جنپر اُسنے اصرار نہ کیا ہو تو ایسا معلوم ہوتا ہی
کہ اُس سے صرف مناقشہ حساب ہی کا ہوگا اور کسی قسم کا عذاب نہوگا حساب کے ہوتے ہی پلہ
حسنات کا سیئات سے بھاری پڑجاویگا کیونکہ اخبار مین وارد ہی کہ نماز ہاے پنجگانہ اور جمعہ اور
رمضان مبارک کے روزے بیچ کی خطاؤن کو کفارہ ہوجاتے ہین اور کبیرون سے بچیں تو
قرآن سے ثابت ہی کہ صغیرون کا کفارہ ہوتا ہی اور ادنیٰ درجہ کفارہ ہونے کا یہ ہی کہ اگر حساب کو
دفع نکرسکے تو عذاب کو تو دفع کرے اور جس شخص کا حال مثل مرقومہ بالا ہوگا اُسکا پلہ بھاری
ہوگا تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ بعد پلہ بھاری ٹھہرنے کے اور حساب سے فارغ ہونے کے اچھی
جگہ مین ہو جاوے ہان زمرۂ مقربین یا اصحاب یمین مین لاحق ہونا اور جنت عدن خواہ
فردوس مین داخل ہونا منحصر اقسام ایمان پر ہی اسلیے کہ ایمان کی دو قسمین ہین ایک تقلیدی کہ
جیسے ایمان عوام کا ہی کہ جو کچھ سنتے ہین اُسکو سچ جانتے ہین اور ہمیشہ اُسی پر رہتے ہین
دوسرا ایمان کشفی کہ نور الٰہی سے سینہ کھل جانے پر حاصل ہوتا ہی اور اُسمین سب موجودات جس طرح پر
کہ اصل مین ہین منکشف ہوتے ہین اور واضح ہوجاتا ہی کہ سب کا مرجع خداے تعالیٰ کی طرف ہی
اسلیے کہ موجود سوا خداے تعالیٰ اور اُسکی صفات و افعال کے اور کچھ نہین تو اس قسم کے ایمان
والے مقرب ہونگے اور ملاے اعلیٰ سے قرب نہایت درجے کا رکھتے ہونگے اور فردوس اعلیٰ مین
انکا مقام ہوگا پھر انکے بہت سے مدارج ہونگے بعضے آگے بڑھے ہوے ہونگے بعضے نہین
ہونگے غرض کہ جتنا تفاوت اُنکی معرفت مین ہوگا اُتنا ہی اُنکے قرب مین ہوگا معرفت مین
درجات عارفین کے بے حد ہین اسلیے کہ جلال خداوندی کی کنہ کو معلوم کرنا ناممکن ہی اُسکی معرفت
دریاے ناپیدا کنار ہی جسکا نہ ساحل ہی نہ تھاہ پھر اُسمین جو لوگ غوطے لگاتے ہین و

اپنی طاقت کے موافق ہاتھ پانون مارتے ہین یا جسقدر کہ ازل مین اُنکے نام لکھدیا ہے اُسقدر
بہرہ یاب ہوتے ہین یا جب ہونکہ طریق الی اللہ کے منازل بے نہایت ہین تو سالکین کے
درجات بھی بے نہایت ہونگے۔ اب جو شخص ایمان تقلیدی رکھتا ہوگا وہ اصحاب یمین کے
زمرے مین تو ہوگا مگر اُسکا درجہ مقربین کے درجے سے کم ہوگا پھر اصحاب یمین کے بھی بہت
مدارج ہونگے اُنمین کا اعلے رتبے والا مقربین کے ادنے درجے والے کے قریب قریب ہوگا یہ حال
اُس شخص کا بیان ہوا جسنے تمام کبیرون سے اجتناب کیا اور سب فرائض کو یعنی پانچون ارکان
اسلام نماز روزہ حج زکوۃ کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا اب اُس شخص کا حال معلوم کرنا چاہیے
جسنے ایک یا زیادہ کبیرہ گناہ کیا ہو اور بعض ارکان اسلام کو چھوڑ دیا ہو ایسا شخص اگر موت کے
وقت سے پہلے توبہ خالص کریگا تب تو ایسا ہوگا جیسا وہ شخص تھا جسنے کبیرہ نہین کیا تھا
اسلیے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[ح۱] واقع ہے اور کپڑا دھونے کے بعد میلا نہین رہتا
گویا میل اسپر لگا ہی نہ تھا اور اگر توبہ سے پیشتر مریگا تب البتہ موت کے وقت
اُسکے حال کا خوف ہے کیونکہ موت اگر اُس گناہ کے اصرار پر ہوگی تو کیا عجب ہے کہ ایمان اُلٹ پلٹ
کھا جاوے اور انجام بُرا ہو خصوصًا جب کہ ایمان تقلیدی ہو کہ تقلید اگرچہ پختہ ہوتی ہے الا
ادنی شبہہ اور خیال سے ڈھیلی ہوجاتی ہے اور عارف اہل بصیرت پر خوف خاتمہ کے بگڑنے کا
نہین اور یہ دونون اگر ایمان پر مرینگے تو اگر معاف نہونگے حساب کے بازپرس کی نسبت کچھ
زیادہ عذاب ہوگا اور اس عذاب سابق کی کثرت بقدر زیادتی مدت اصرار کے ہوگی اور شدت
بحسب کبائر کے بُرائی کی اور قسم عذاب کا اختلاف موافق اختلاف اقسام خطاؤن کے ہوگا
اور مدت عذاب کی پوری ہونے کے بعد بیچارے مقلد تو اصحاب یمین کے درجات مین جاوینگے
اور عارف اہل بصیرت اعلے علیین مین چلے جاوینگے حدیث[ح۲] شریف مین ہے کہ جو شخص
آخر کو دوزخ مین سے نکلیگا اُسکو ساری دنیا کے دس گنے کے برابر ملیگا اس سے غرض پیمائش
اجسام نہ سمجھنی چاہیے کہ اگر دنیا مثلًا ایک ہزار کوس کے ہو تو اُسکو دس ہزار کوس مین ملیگی
اسمین مثال بیان کرنے کے طریق سے ناواقفیت پائی جاتی ہے بلکہ اسکو یون سمجھنا چاہیے
مثلًا کوئی کہے کہ اُسنے اونٹ لیا اور اُسکا دس گنا اُسکو دیدیئے اگر اونٹ دس روپیہ کا تھا
تو اُسکو سو روپے دیدیے اور اگر اس سے مثل ہی سمجھے تو ظاہر ہے کہ سو روپیہ اونٹ کے دسوین
حصے کے بھی وزن مین برابر نہین ہوسکتے بلکہ مثال مین مقابلہ معانی اور ارواح اجسام کا ہوتا ہے

ح۱ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ جسکا گناہ نہ ہو ۱۲ اسکی سند گذر گئی ۱۲

ح۲ بخاری و مسلم بروایت ابن مسعودؓ ۱۲

نہ انکے وجود اور شکل کا مثلاً اونٹ سے غرض اسکا وزن اور طول و عرض نہین بلکہ مقصود اسکی مالیت ہے پس اسکی روح مالیت ہے اور گوشت و پوست اسکا جسم ہے تو سو روپیہ اسکے دس گنے باعتبار وزن روحانی کے ہین نہ باعتبار وزن جسمانی کے اور جو شخص کہ مالیت نقد کی اور اونٹ کی جانتا ہے اسکے نزدیک سو روپیہ کو دس گنا اونٹ کا کہنا صحیح ہے یہان تک کہ اگر اسکو سو روپیہ کی عوض ایک جوہر جسکا وزن چند ماشہ اور مول سو روپیہ ہوتا دیدیتا اور کہتا کہ مین نے اسکو دس گنا دیا تو درست تھا مگر اس قول کی راستی سوا جوہریون کے اور کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جوہر کی روح صرف آنکھ سے نہین معلوم ہوتی اسکے لیے سوا نظر ظاہری کے ایک اور دانائی کی بھی حاجت ہے اسی جہت سے اس قول کو لڑکا اور گنوار نہ مانیگا وہ کہینگے کہ جوہر کا وزن تو چند ماشہ ہے اور اونٹ کا وزن اس سے ہزارون گنا زیادہ ہے تو یہ شخص جو کہتا ہے کہ مین نے دس گنا دیا جھوٹ بولتا ہے حالانکہ حقیقت مین وہی دونون جھوٹے ہین مگر انکے نزدیک یہ بات جب سچی ہو جب ان دونون کو وہ نور دل مین آجاوے جس سے کہ روح جوہر اور مال کی معلوم ہوتی ہے اور یہ بات لڑکے کو بعد بلوغ کے اور گنوار کو بعد تعلم کے آتی ہے اسوقت انکو اس قول کی راستی معلوم ہوتی ہے اسی طرح عارف آدمی مقلد کو راستی اس حدیث شریف کی نہین سمجھا سکتا کہ دنیا کی دس گنی جنت کس طرح ملیگی مقلد یہ تقریر کرتا ہے کہ بموجب مضمون احادیث جنت آسمانون مین ہے اور آسمان دنیا مین شمار ہوتے ہین تو پھر جنت اسکی دس گنی کس طرح ملیگی یہی حال اس نابالغ کا ہے جو لڑکے کو سمجھانے لگے کہ جوہر کس طرح بڑا ہے یا جوہری گنوار کو سمجھا دے کہ جوہر مین یہ قیمت ہوتی ہے۔ اور جس طرح کہ جوہری کسی گنوار یا ناواقف کو قدر جوہر سمجھانے مین قابل رحم ہے اسی طرح جو عارف کہ کسی غبی جاہل کو یہ تقریر حدیث کی سمجھا دے تو وہ بھی قابل رحم ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِرْحَمُوا ثَلَاثَةً عَالِمًا بَيْنَ الْجُهَّالِ وَغَنِيَّ قَوْمٍ افْتَقَرَ وَعَزِيزَ قَوْمٍ ذَلَّ اور اسی سبب سے انبیا بھی اپنی امت مین قابل رحم ہین کہ نقصان عقل امت کی جہت سے جو کچھ انکو صدمے ہوسے وہ انکے حق مین اللہ کی طرف سے امتحان اور آزمایش تھی کہ بحکم تقدیر ازلی انپر اتری تھی اور یہی مراد ہے اس حدیث شریف ہی کا الْبَلَاءُ مُوَكَّلٌ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ پس بلا کو اس حدیث مین مثل مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام کے نہ سمجھنا چاہیے جو بدن پر نازل ہوتی ہے بلکہ بلا سے وہی مصیبت و ایذا مراد ہے جو نا سمجھون کے ساتھ

ح ۳ ۔ صحیح مین ہے انبیا پر اور اولیا پر جسپر جو اشارت ہے ہوئی ہے جو ان ہی سے ہوئی ہے ترمذی و ابن ماجہ بروایت سعد بن ابی وقاص اور اسمین اور ذکر نہین ۱۲

معاملہ پڑنے سے ہوتی ہی جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے لوگون سے کام پڑا تھا
کہ جتنا اُنھون نے اُنکو خدا کی طرف بلایا اُتنا ہی اُنکو نفرت و گریز زیادہ ہوئی یا جیسے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض لوگون کے کلام سے ایذا ہوئی تو فرمایا کہ خداے
تعالے رحم کرے میرے بھائی موسے پر کہ لوگون نے اُنکو اس سے زیادہ ستایا مگر انھون نے
صبر کیا پھر جس طرح کہ انبیا کو منکرین سے کام پڑتا ہی اور اسی سے اُنکی آزمایش ہوتی ہی اسی طرح
اولیا اور علما کو بھی جاہلون سے کام پڑتا ہی اور اُنکے امتحان کا باعث ہوتا ہی یہی وجہ ہی
کہ اولیا کسی نہ کسی طرح کی ایذا سے خالی نہین ہوتے اُنکا بھی امتحان لیا جاتا ہی باین طور کہ
شہر سے نکال دیے جاتے ہین یا سلاطین وقت کے سامنے اُنکی چغلی کھاتے ہین کچھ لوگ اُنکے
کفر پر گواہی دیتے ہین اور کچھ بددین کہتے ہین۔ اور یہ تو ضروری ہی ہی کہ جو لوگ اہل معرفت ہین
وہ جاہلون کے نزدیک کافر ہین جیسے کہ اگر کوئی اپنا اونٹ جوہر کے بدلے دے ڈالے تو جاہل
اُسکو بیوقوف اور مال اُڑانے والا کہینگے جب تمکو یہ تحقیق معلوم ہوچکی اب ایمان لانا چاہیے کہ وہ
جو مضمون حدیث شریف مین مذکور ہی کہ دوزخ سے پچھلا شخص جو نکلیگا اُسکو دس گنی دنیا کے
برابر ملیگا بیشک درست و بجا ہی اور خبردار کہین ایسا نہو کہ تصدیق کو منحصر ایسی چیزون پر کرو
جو حواس سے اور آنکھ سے معلوم ہوتی ہین ایسا کروگے تو خاصے دو پانون کے گدھے ہوگے
اسلیے کہ حواس خمسہ سے جاننے مین تو گدھا بھی تمھارا شریک ہی تمکو جو گدھے سے تمیز ہی تو وہی
لطیفے کی جہت سے ہی جو آسمانون اور زمینون اور پہاڑون پر پیش ہوا اور سب نے اُسکے اُٹھانے سے
انکار کیا اور جو چیز عالم حواس سے خارج ہی وہ اسی لطیفے سے معلوم ہوتی ہی جس سے آدمی
گدھے اور تمام حیوانون سے ممتاز ہی پس جو شخص اُسکو بیکار کردے اور اُس سے کام نہلے
اور محسوسات تک اپنی معلومات کو منحصر کردے آگے نہ بڑھے صرف بہائم کے درجے پر قانع ہو
وہ اپنے نفس کو خرابی مین ڈالتا ہی۔ ای برادران دینی تم ایسے نہو اسلیے کہ جو شخص صرف
محسوسات ہی کو ادراک کریگا تو خدا کو بھول جاویگا کیونکہ خدا کی ذات تو حواس سے قابل ادراک
نہین اور جو خدا کو بھولیگا خداے تعالی اُسکو اُسکا نفس بھلادیگا یعنی پھر ترقی اوپر کو
نصیب نہوگی بہائم ہی مین رہ جاویگا اسوجہ سے کہ جو امانت خداوندی تھی اُسمین اُسنے
خیانت کی اور اُسکی نعمت کا منکر ہوا اور اپنے آپ کو اُسکے انتقام کے لیے پیش کیا بلکہ ایسے شخص کا
حال تو بہیمہ سے بھی بُرا ہوگا اسلیے کہ بہیمہ کو مرنے پر چھٹی تو ہو جاویگی اور اس شخص کا یہ حال ہوگا

کہ امانت مالک کے سپرد کرنی پڑیگی کیونکہ امانت کا ٹھکانا اور رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ امانت
آفتاب تاباں کی طرح تھی اس بدن فانی مین آکر غروب ہوگئی مگر جبکہ قالب بگڑیگا تو وہی امانت
پھر غروب ہونے کی جگہ سے نکلیگی اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلی جائیگی یا تو دھندلی
کسوف لگی نکلیگی یا چمکتی دمکتی ہوگی جاتی کو تو دربار کی حضوری سے کچھ حجاب نہوگا اور دھندلی بھی
وہان ہی پہونچیگی کیونکہ وہ دربار تو مرجع کل ہے مگر اوندھے منہ پہونچیگی اسکا رُخ اعلیٰ علیین کی
طرف سے اسفل السافلین کی طرف کو پھرا ہوگا اور اسی واسطے اللہ تعالے فرماتا ہے وَلَوْ تَرَیٰ
اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْ رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مجرم بھی پروردگار کے پاس
پہونچینگے مگر اوندھے منہ ہونگے کہ اُنکے چہرے پشت کی طرف بدل گئے ہونگے اور اوپر کی طرف
نیچے ہوگئے ہونگے اور اسمین کچھ اختیار نہین جو شخص توفیق سے محروم رہتا ہے اُسپر خدا کا
حکم اسی طرح ہے خدائے تعالیٰ اپنے فضل کرم سے جا ہادن کے مقام پر پہونچا دے اور
گمراہی سے بچا دے یہ ہے بیان تفریق اُن لوگون کا جو دوزخ سے نکل کر دنیا سے دس گنا یا زیادہ
پاوینگے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ دوزخ سے بجز موحد کے اور کوئی نہین نکلیگا اور ہماری غرض
توحید سے یہ نہین کہ زبان سے کہلیا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہُ کیونکہ زبان عالم ظاہری سے ہے اسکا فائدہ
فقط دنیا ہی تک ہوتا ہے مثلاً جو صرف زبان سے یہ کلمہ کہتا ہے اُسکی گردن نہین ماری جاتی اسکا
مال لوٹ سے محفوظ رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ گردن اور مال کی حفاظت زندگی تک ہے تو جس جگہ کہ
نہ گردن ہوگی نہ مال وہان زبان سے لآ الٰہ الا اللہ کہنا کیا فائدہ دیگا وہان توحید کا کمال اور
اُسکا سچا ہونا کام آویگا اس طرح کہ تمام امور کو خدا کی طرف سے جانے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ
خلق مین سے کسی پر غصہ نہو گو اسکے ساتھ کوئی کچھ سلوک کرے کیونکہ جب سب چیزین خدا کی
طرف سے ہین تو خلق خدا صرف ذریعہ ہین مسبب الاسباب سب کا تو وہی ایک ذات ہے چنانچہ اسکی
تحقیق باب توکل مین آویگی اس توحید مین بھی لوگ مختلف درجے کے ہین بعضون کی توحید پہاڑ کے
برابر ہے اور بعضون کی مثقال کے برابر اور بعضون کی رائی کے برابر پس جسکی توحید دینار کے برابر ہوگی وہ
دوزخ سے اول نکلیگا حدیث شریف مین ہے کہ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ دِیْنَارٍ مِنْ اِیْمَانٍ
اور سب کے پیچھے جو دوزخ سے نکلیگا وہ ہوگا کہ اُسکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہوگا اور مثقال اور ذرہ کے
درمیان بہت تفاوت اور مدارج ہین کہ اُنکے بموجب نکلتے جاوینگے یعنی اول مثقال کے مثل کے لوگ
پھر اُس سے کم پھر اُس سے کم حتی کہ آخر کو ذرہ برابر ایمان والون کی جماعت نکلیگی اور وزن مثقال و ذرہ کو بطور

ضرب مثل سمجھنا چاہیے جیسا کہ ہم حضرت نقد سکہ عوض کے باب مین لکھ چکے ہین - اور موحدین جو
دوزخ مین جاوینگے تو اُسکی غالبًا وجہ یہی ہوگی کہ لوگون کے حق اُنکے ذمے رہینگے اور یہ حقوق بموجب
حدیث شریف کے چھوٹنے کے نہین باقی اقسام گناہون کے قابل عفو و تکفیر ہین چنانچہ روایت ہی
کہ بندہ خدا تعالی کے سامنے کھڑا کیا جاویگا اور اُسکی نیکیان اتنی ہونگی کہ اگر اُسکے پاس رہتین تو جنتی
ہوتا مگر اُسوقت اہل حقوق جنپر اُسنے ظلم کیا ہوگا کھڑے ہونگے بعضون کو تو گالی دی ہوگی بعضون کو
مارا ہوگا بعضون کا مال لے لیا ہوگا پس اسکی نیکیون مین سے اُن لوگون کو دیا جاویگا یہان تک
کہ اُسکے پاس ایک نیکی بھی نہ بچیگی فرشتے عرض کرینگے کہ خداوندا اس شخص کی نیکیان تو ہو چکین
اور ابھی طالب بہت باقی ہین اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ اُن لوگون کی بدیون مین سے اسکی
بدیون پر اضافہ کردو اور دوزخ کے نام ایک قبالہ اسکے لیے لکھ دو - اور جس طرح کہ آدمی دوسرے کے
بدلے اُسکی بدیون کے سبب ہلاک ہوتا ہی اسی طرح مظلوم آدمی کے پاس جب ظالم کی نیکیان ظلم
بدلے مین آتی ہین تو اُسکو نجات ہو جاتی ہی - ابن جلاء صوفی کے حال مین لکھا ہی کہ اُنکے کسی
بھائی نے اُنکی غیبت کی بعد اُسکے معاف کرانے کے لیے آدمی بھیجا اُنھون نے فرمایا کہ مین
معاف نہین کرونگا میرے نامہ اعمال مین اس سے بڑھکر کوئی نیکی نہین ہی اسے کیسے مٹا دون
اور یہ بھی کہا کہ یہ غیبت اور جو اور بھائیون نے مجھکو کہا تو اُنکے حق مین گناہ ہین مگر میرے لیے
حسنات ہین تو مین چاہتا ہون کہ اپنے نامہ اعمال کو اُنسے زینت دون - یہ ہی جو آخرت مین
درجات سعادت و شقاوت مین لوگ مختلف ہونگے مگر ہمنے جو حکم ہر ایک فرقے کا لکھا تو باعتبار
ظاہر اسباب کے لکھا ہی جیسے طبیب ایک بیمار کو کہدیتا ہی کہ یہ بیشک مر جاویگا اسکا مرض قابل علاج
نہین اور دوسرے بیمار کو کہتا ہی کہ اسکی بیماری بہت خفیف ہی اور علاج بھی آسان تو یہ
قول طبیب کا ان دونون کے حق مین باعتبار اکثر احوال کے ہی ورنہ بعض اوقات قریب مرگ
زندہ ہو جاتا ہی اور خفیف مرض والا جان دیتا ہی طبیب کو خبر نہین ہوتی غرض کہ یہ امر اللہ تعالی کے
خفیہ اسرار مین سے ہی جو زندہ آدمیون کی روحون مین رکھے ہین اور ایسے دقیق اسباب ہین
کہ مسبب الاسباب نے ایک وقت و اندازہ مقرر پر اُنکو مرتب کر رکھا ہی آدمی کی طاقت نہین
کہ اُنکی کنہ کو جان سکے اسی طرح آخرت کی نجات و فلاح کے بھی اسباب خفیہ ہین کہ اُنکی اطلاع
آدمی کی طاقت سے باہر ہی جس سبب خفی سے نجات ہوتی ہی اُسکو عفو اور رضا کہتے ہین
اور جو موجب ہلاک ہی اُسکو غضب اور انتقام سے تعبیر کرتے ہین اور اُسکے سوا ایک اور

اور مشیت ازلی الٰہی کا بھید ہی جسکی اطلاع خلق کو نہین ہوتی اسلیے ہمپر واجب ہی کہ گناہگار پر
عفو کو جائز جانے گو اُسکی خطائین ظاہری بہت ہون اور غضب کو مطیع پر روا سمجھین اگرچہ
طاعات ظاہری زیادہ ہون اسلیے کہ اعتبار تقوی کا ہی اور تقوی ایسی چیز دقیق دل مین ہی
کہ خود متقی کو اُسپر اطلاع نہین ہوتی دوسرے کو کس طرح ہو پھر بھی ارباب قلوب پر یہ بات منکشف
ہوئی ہی کہ جب بندے مین کوئی سبب خفی عفو کا مقتضی ہوتا ہی جبھی عفو ہوا کرتا ہی اور
غضب بھی جبھی ہوتا ہی جب کوئی سبب باطنی مقتضی بُعد کا خدا سے ہو اور اگر یہ بات نہو تو عفو
اور غضب اعمال و اوصاف کی جزا نہون اور اگر جزا نہو تو عدل نہو اور عدل نہو تو یہ آیت نہ بنے
وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ اور یہ آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ حالانکہ یہ سب قول صحیح ہین اس سے
معلوم ہوا کہ انسان کو وہی ملیگا جو اُسنے کیا ہوگا اور اپنی کمائی کو خود ہی بھگتیگا کردنی خویش
آمدنی پیش اگر انسان کجروی کریگا تو خدا ے تعالی اُسکے دل کو کج کر دیگا جب وہ اپنے نفس کو بدلیگا
تو خدا ے تعالی بھی اُسکی حالت بدلتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اور یہ سب باتین اہل دل کو آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ واضح ہوئی ہین
کیونکہ آنکھ کے دیکھنے مین غلطی کا احتمال ہی کہ کبھی بڑے کو چھوٹا دیکھتی ہی اور دور کو نزدیک
اور دل کے مشاہدے مین غلطی نہین ہوتی اُسکو یہ کیفیت نور بصیرت کے کھلنے سے حاصل
ہوتی ہی اور اُسکے بعد ہی دیکھا کرتا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسمین کذب کا تصور نہین
ہوسکتا اور اسکی طرف اشارہ ہی اس آیت مین مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى
تیسرا رتبہ نجات والون کا ہی اور نجات سے ہماری غرض صرف بچنے سے ہی نہ سعادت
و فلاح سے یہ لوگ ایسے ہونگے کہ نہ اُنھون نے خدمت کی جو خلعت ہو اور نہ قصور کیا جو عذاب
ملے اور غالب ہی کہ یہ حال کفار مین سے مجنونون اور لڑکون کا اور بیہوشون اور اُن لوگون کا ہوگا
جنکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اور شہرون سے علیحدہ رہتے ہون اور جہالت اور عدم معرفت مین
اُنکی عمر گذر گئی ہو ایسے لوگون کو نہ معرفت ہی نہ انکار نہ طاعت ہی نہ معصیت نہ کوئی وسیلہ ہی
کہ قرب الٰہی حاصل ہو نہ کوئی خطا ہی جو خدا سے دور کرے اس قسم کے لوگ نہ اہل جنت
ہین نہ دوزخی بلکہ ایک ایسی جگہ مین رہینگے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہی اور جسکو شرع مین
اعراف کہتے ہین اس مقام مین کچھ فرقون کا خلق مین سے رہنا تو آیات و احادیث سے
یقیناً ثابت ہی اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہی مگر کسی فرقہ کو

یہ کہنا کہ یہ بھی اعراف مین قطعاً رہینگے یہ امر ظنی ہی مثلاً لڑکون کو کفار کے اعراف مین رہنے کا حکم مظنون ہی یقینی نہین اور اسکی اطلاع ٹھیک ٹھیک عالم نبوت مین ہی اولیا وعلما کے رتبے کی ترقی اس درجے تک بعید ہی۔ علاوہ ازین لڑکون کے باب مین اخبار بھی مخالف ہین یہانتک کہ جب ایک لڑکا مرگیا حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ یہ جنت کی چڑیون مین سے ایک چڑیا ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنسے پوچھا کہ تمھین کیسے معلوم ہوا

اس صورت مین اشتباہ اس مقام مین غالب تر ہی

چوتھا رتبہ فلاح والون کا ہی یہ لوگ بدون تقلید کے عارف ہونگے اور وہی مقربان سابق ہین اسلیے کہ مقلد کو اگرچہ فی الجملہ کسی مقام مین جنت کے فوز ہوگا کبھی تو اصحاب یمین ہی سے رہیگا اور یہ لوگ مقرب ہونگے اور جو کچھ اُنکو ملیگا حد بیان سے باہر ہی اور جسقدر بیان ہوسکتا ہی وہ وہی ہی جو قرآن شریف مین مذکور ہی خداے تعالی کے بیان سے زیادہ کیا کوئی کہیگا اور جس بات کی تعبیر اس عالم مین نہین ہوسکتی اُسکو خداے تعالی نے بطور اجمال ارشاد فرمایا ہی چنانچہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ اور حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ اور عارفون کا مقصود وہی حالت ہوتی ہی جو کسی بشر کے دل پر اس عالم مین نہین گذر سکتی اور حور وقصور اور میوہ جات اور دودھ اور شہد اور شراب اور کنگن و زیور جو جنت کی اشیا ہین انپر عارفون کو حرص نہین ہوتی اور اگر انکو یہ چیزین دیجاوینگی تو انھین پر قناعت نہ کرینگے بلکہ طالب لذت دیدار الہی ہونگے کہ غایت سعادت اور انتہاے لذت وہی ہی اور اسی واسطے جب حضرت رابعہ عدویہ سے کسی نے پوچھا کہ آپکی رغبت جنت مین کیا ہوگی اُنھون نے فرمایا کہ اول صاحب خانہ پھر خانہ حاصل یہ کہ ان لوگون کے دلون مین صاحب خانہ یعنی خداوند کریم کی محبت ایسی ہی ہوتی ہی کہ انکو خانہ یعنی جنت اور اسکی آرائش کی کچھ پروا نہین بلکہ سواے محبوب کے کسی چیز کی تمنا نہین یہانتک کہ اپنے نفس سے بھی اُسکے عشق مین بیخبر ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی عاشق کہ اپنے معشوق کے دیکھنے کی فکر مین ڈوبا ہوا ہو اس حال مین اُسکو اپنے نفس کی خبر نہین ہوتی اور جو صدمہ اُنکو بدن پر پہونچتا ہی ذرا نہین معلوم ہوتا اس حالت کو فنا فی المحبوب کہتے ہین یعنی اُسکی نوبت اس درجے کو پہونچ گئی کہ سواے محبوب کے اور کوئی چیز اُسکو پیش نظر نہین نہ دل مین غیر محبوب کی گنجائش باقی تاکہ اُسکی طرف التفات کرے وہ غیر خواہ اُسکا نفس ہو یا دوسری کوئی چیز ہو۔ اس حالت

آخرت مین وہ چیز عنایت ہوگی جو اس دنیا مین کسی بشر کے دل مین نہین آسکتی ہی جیسے رنگ اور
رنگ و آواز کی بہرے اندھے آدمی کے دل پر مفہوم نہین ہوتی لیکن اگر اُسکے کان اور آنکھہ کا
حجاب دور ہوجاوے تو ان چیزون کا حال معلوم کرنے لگیگا اور جان لیگا کہ واقع مین یہ چیز
میرے دل مین انکا آنا متصور نہ تھا اسی طرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہی اسکے اُٹھنے سے آدمی کو
لذت حیات طیب کی معلوم ہوتی ہی اور اسی مضمون کا ادا کرتا ہی کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ پس اسقدر بیان تقسیم درجات کا حسنات پر کافی ہی اور اللہ ہی کے ہاتھ توفیق ہی

تیسرا بیان اس باب مین کہ کون سی بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتا ہی

جاننا چاہیے کہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہوجاتا ہو اُنمین سے ایک اصرار و مواظبت ہی اور
اسی بنا پر کہا گیا ہی کہ اصرار کے ساتھ کوئی سا گناہ صغیرہ نہین اور نہ استغفار کے ساتھ
کوئی کبیرہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ اگر آدمی ایک کبیرہ کرکے باز رہے اور پھر دوسرا کبیرہ نہ کرے
اگر یہ امر ممکن ہو تو توقع عفو کی اس صورت مین زیادہ ہی بہ نسبت گناہ صغیرہ کے جسپر مدت
کیجاوے اور اسکی مثال یہ ہی کہ اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ پے در پے گرتا رہے تو ضرور اسمین
نشان پڑجاویگا اور اگر سارا پانی اسی قدر جتنا قطرون مین گرا ہی ایک دفعہ پتھر پر ڈال
دیا جاوے تو کچھہ نشان نہوگا اسی تاثیر کی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ
خَيْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ اور چونکہ چیزین اپنی ضدون سے معلوم ہوا کرتی ہین تو جب
اس حدیث سے یہ پایا گیا کہ عمل اکثر گو قلیل ہو نافع ہوتا ہی اسلیے معلوم ہوا کہ بہت سا عمل جو
آدمی ایک ہی بار کرے اُسمین دل کی جلا و تطہیر مین نفع کم ہوتا ہی اسی طرح گناہ صغیرہ پر اگر
آدمی دوام کرے تو اُسکی تاثیر دل کو میلا اور تاریک کرنے مین زیادہ ہوگی - مگر اتنی بات ہی
کہ آدمی کا گناہ کبیرہ پر ایکبارگی مرتکب ہوجانا بدون اسکے کہ اُس سے پہلے اور پیچھے گناہ صغیرہ
نہ کرے کمتر پایا جاتا ہی مثلاً زانی جب زنا کرتا ہی تو یہ کم ہوتا ہی کہ پہلے سے ارادہ اور مقدمات
زنا نہ کرلے اسی طرح قاتل یکایک قتل نہین کرتا جب تک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہو
اسی طرح ہر ایک کبیرہ کے اثر کا سے مین ضمناً ابتدا و انتہا مین صغیرہ بھی پائے جاتے ہین اور اگر
بالفرض کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہو کہ اُسکے اثر کا سے مین صغیرہ نہ کرنا پڑے یکایک کبیرہ ہی ہوجاوے
اور دوبارہ اُسکے کرنے کی نوبت نہ آوے تو غالباً اُسکے معاف ہونیکی توقع زیادہ ہی
بہ نسبت اُس صغیرہ کے جسپر انسان تمام عمر مواظبت کرے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہوجانے کا

یہ ہو کہ گناہ کو چھوٹا جانے کیونکہ یہ قاعدہ ہو کہ جتنا آدمی اپنے گناہ کو زیادہ سمجھیگا وہ خدا ے
تعالی کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گناہ کو صغیر جانیگا وہ خدا کے نزدیک کبیرہ ہوگا
اسواسطے کہ گناہ کو برا سمجھنا اس بات کی دلیل ہو کہ دل مین کراہت و نفرت اُس گناہ کی موجود ہی
اسی لیے اسکی تاثیر بھی دل مین خوب نہین ہوتی اور گناہ کو چھوٹا جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہو
کہ دل کو اُسکے ساتھ الفت ہو اور اسی وجہ سے دل مین اُسکا اثر بہت ہوتا ہو اور طاعات سے
مطلوب یہی ہو کہ دل مین روشنی ہو جاوے اور خطاؤن سے یہی خوف ہو کہ دل پر سیاہی نہ آوے
اور یہی وجہ ہو کہ جبکہ آدمی سے کوئی بات غفلت مین ہو جاوے تو اُسپر مواخذہ نہین ہوتا
کیونکہ غفلت مین دل پر تاثیر نہین ہوتی اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا
جانتا ہو کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا اب سر پر گر پڑیگا اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہو جیسے ناک پر
مکھی بیٹھی اور اسکو اڑا دیا اور بعض اکابر کا قول ہو کہ جس گناہ کی مغفرت نہین ہوتی وہ وہ
گناہ ہو جسکے بعد آدمی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام گناہ جو مین نے کیے ہین سب ایسے ہی
ہوتے اور ایماندار کے دل مین گناہ کی عظمت کی یہ وجہ ہو کہ اُسکو خداے تعالی کے جلال کا
علم ہوتا ہو جب اُسکو یہ معلوم ہوتا ہو کہ مین نے اس گناہ سے کسکی نافرمانی کی تو صغیرہ بھی نہایت
کبیرہ سوجھتا ہو۔ روایت ہو کہ اللہ تعالی نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا لحاظ مت کر
بلکہ یہ دیکھ کہ جسنے بھیجا ہو وہ کتنا بڑا ہو اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونے کو مت دیکھ بلکہ اس بات کا
لحاظ کر کہ اس خطا سے تونے کسکا مقابلہ کیا ہو۔ اور اسی اعتبار سے بعض عارفون کا
مقولہ ہو کہ صغیرہ گناہ کا وجود ہی نہین جس امر مین مخالفت الہی ہو وہ کبیرہ ہی ہو
اسی طرح بعض صحابہ رض سے منقول ہو کہ انھون نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ تم ایسے عمل
کرتے ہو کہ تمھاری نظرون مین وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہین حالانکہ ہم اُنکو زمانہ رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم مین مہلکات سے سمجھتے ہین اسکی وجہ یہی ہو کہ صحابہ رض کو جلال کبریائی بروجہ
کامل معلوم تھا اسی لیے صغیرے گناہ بھی اُنکے نزدیک باعتبار جلال خداوندی کے کبیرہ تھے
اور اسی وجہ سے عالم شخص سے بعض باتین بُری معلوم ہوتی ہین بہ نسبت جاہل کے اور عامی شخص سے
بعض باتین درگذر کر دیجاتی ہین نہ عارف سے کیونکہ گناہ اور مخالفت اسی قدر بڑے
ہوتے ہین جس قدر کہ کرنے والے کی معرفت زیادہ ہوتی ہو اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ
ہونے کا یہ ہو کہ گناہ کرکے خوش ہو اور فخر کرے اور جانے کہ مجھسے جو یہ کام ہوا تو خدا کی

نعمت کے سبب سے ہوا اور اس بات سے غافل ہو کہ یہ قصور موجب شقاوت ہے پس جسقدر کہ صغیرہ کا
آدمی کو مزہ معلوم ہوگا اوتنا ہی وہ بڑا ہوگا اور دل کی تاریکی مین اوسکی تاثیر بھی قوی ہوگی یہانتک
کہ بعض گناہگار ایسے ہوتے ہین کہ اپنی خطا کی داد چاہتے ہین اور اوسکے ارتکاب سے نہایت
شیخی بگھارتے ہین مثلاً مناظرہ والا کہتا ہے کہ کیون تمنے دیکھا ہم نے فلان شخص کو کیسا فضیحت کیا
اور کیسے عیب بیان کیے کہ خجالت زدہ کردیا اور کیسا بنایا اور خفیف کیا اور تاجر کہتا ہے کہ دیکھو
ہمنے کھوٹی چیز کیسی نہ ڈالی اور اوسکو فریب دیا اور اوسکے مال مین کیسا اوسکو دم دیا اور اُلّو
بنایا وغیرہ اس قسم کی باتین ایسی ہین کہ انسے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے اسلیے کہ گناہ مہلکات
مین سے ہین جب آدمی اونمین مبتلا ہوجاوے اور شیطان کی بن پڑے کہ اوس سے اپنی مرضی
کے موافق کام لے تو اس امر مین مقام افسوس اور مصیبت کا ہے کہ دشمن اپنے اوپر غالب ہوا اور
اپنے آپ کو دوری خدا تعالی سے حاصل ہوئی دیکھو اگر بیمار کسی برتن مین دوا پیتا ہے اور وہ
اتفاق سے ٹوٹ جاوے اور اوسکے ٹوٹنے سے بیمار کو اسوجہ سے خوشی ہو کہ اب بچ دوا پینے کا
جاتا رہا تو اوسکے اچھا ہونے کی توقع نہ رہے گی اور ایک وجہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی یہی
کہ خدا کی پردہ پوشی اور مہلت دینے اور حلم کرنے کو اوسکی عنایت کا باعث سمجھے اور یہین بجانہ
گناہ سے ترک کرنے مین کاہلی کرے اور یہ نجانے کہ مہلت دینے سے خدا تعالی کو منظور ہے
کہ اور زیادہ گناہ کرے تو یہ مہلت دلیل خفگی کی ہے جسکو یہ شخص موجب عنایت سمجھا ہے معلوم ہوتا ہے
کہ خدا تعالی کے عذاب سے مامون ہے اور خدا پر مغالطہ کھانے سے ناواقف اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ اور ایک سبب
صغیرہ گناہ کی کبیرہ ہوجانیکا یہ ہی کہ گناہ کرکے اوسکو کہتا پھرے یا دوسرے کے سامنے کرے اسلیے کہ
اسمین اول تو خدا کی پردہ پوشی کو دور کرتا ہے اور دوسرے غیر شخص کو اوس گناہ کی رغبت
دیتی تو گویا ایک گناہ کے ضمن مین دو خطائین یہ ہوئین اسی جہت سے وہ قصور زیادہ ہوگیا
اور اگر اس دوسرے کے ذمے پر اتنی بات اور کرے کہ اوسکے لیے سامان اس قصور کا جمع
کرنے تو چوتھا قصور ہوگا اور نہایت خراب بات ہوگی اور حدیث[ح ۲] شریف مین وارد ہے کہ
سب آدمیون کے قصور معاف ہونگے مگر اون لوگون کے جو افشا کرتے ہین کہ رات کو کوئی قصور
کیا جسکو خدا نے پوشیدہ رکھا مگر اوسنے صبح کو اوٹھکر خدا کے پردے کو توڑ ڈالا اور اپنے
گناہ کو کہدیا اور ایسے شخص کے قصور معاف نہونگے یہ وجہ ہے کہ صفات و انعامات خدا یہ مین سے

ایک یہ بھی ہے کہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہے اور عیوب کو چھپاتا ہے اور پردہ فاش نہین فرماتا
تو اپنے عیب کو ظاہر کرنا اس نعمت کی ناشکری کرنی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول تو آدمی کو
گناہ ہی نکرنا چاہیے اور اگر کرے ہی تو دوسرے کو ترغیب دے ورنہ دو گناہ کا مرتکب ہوگا اور
یہین سے حافظ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور بعض سلف کا قول ہے کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان کی پردہ دری اس سے بڑھکر
نہین کرتا کہ اوسکی مدد کسی گناہ مین کرے اور پھر اوس فتور کو اوسپر آسان کردے اور ایک
وجہ کبیرہ ہوجانے کی یہ ہے کہ گناہ کرنے والا عالم مقتدا ہو تو عالم شخص جب کوئی صغیرہ گناہ
کرے اسطرح کہ اسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگین تو یہ گناہ اسکے حق مین کبیرہ ہوجاویگا
مثلاً اگر حریری کپڑا پہنے یا سونے کی سواری مین سوار ہو یا شبہہ کا مال لے یا بادشاہون کے
پاس آمد و رفت رکھے اور اونکے حال کو برا نجانے بلکہ اونکی موافقت کرے یا مسلمانون کی عزت مین
زبان درازی کرے یا مناظرے مین سخت سست کہے یا کسیکو خفیف کرنے کا ارادہ ہو یا علوم
مین سے ایسے علوم سیکھے جنسے صرف جاہ حاصل ہوتا ہے جیسے علم مناظرہ اور مجادلہ وغیرہ پس
اسطرح کے قصور عالم کے ایسے ہین کہ لوگ اونکی سند کیا کرتے ہین عالم تو مرجاتا ہے مگر اوسکی برائی
باقی رہتی ہے اور مدتون تک جہان مین پھیلتی ہے تو کیا خوب آدمی ہے وہ شخص کہ جسکے گناہ بھی
اوسکے ساتھ ہی مرجاوین۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ جو شخص ایک طریق بد نکالے تو اوسپر
خود اوسکے کرنے کا گناہ ہوگا اور اون لوگون کا گناہ جو اوس فعل کے مرتکب ہون حالانکہ اونکے
وبال سے بھی کچھ کم نہ کیا جاویگا یعنی مجرم کو جدا گناہ ہوگا اور بانی کو جدا اور اللہ تعالی فرماتا ہے
وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ آثار وہین اعمال کو کہتے ہین کہ بعد گذر جانے عمل اور عامل کے
عامل کو پہونچتے رہین اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ عالم کی خرابی دوسرون کے
اتباع سے ہوتی ہے اوس سے اگر لغزش ہوجاتی ہے تو توبہ کرلیتا ہے مگر لوگ اوس بات کو
کرنے لگتے ہین اور جہان مین منتشر کردیتے ہین اور بعضون کا قول ہے کہ عالم کا قصور مثل
کشتی کے ٹوٹنے کے ہے کہ وہ خود بھی ڈوبتی ہے اور جو لوگ اوسپر سوار ہون اونکو بھی
ڈبوتی ہے۔ اور بنی اسرائیل کی حکایتون مین مذکور ہے کہ ایک عالم لوگون کو بدعت سکھاکر
گمراہ کیا کرتا تھا پھر اوسکو توبہ نصیب ہوئی تو ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی خدا تعالی نے
اوس وقت کے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ اوس سے کہدو کہ اگر تو نے صرف میرا ہی قصور کیا ہوتا تو

البتہ مین معاف کر دیتا لیکن اسکا کیا علاج ہے کہ تو نے میرے بندون کو گمراہ کیا اور انکو گمراہی کے باعث مین نے دوزخ مین ڈالدیا - اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ علما کیلیے بڑا خطرہ ہے اسلیے انکو دو باتین کرنی چاہیین اول تو یہ کہ گناہ کو سرے سے ترک کرین اور دوسرے یہ کہ اگر سرزد ہو جاوے تو مخفی ہو ظاہر نہونے پاوے اور جسطرح کہ علما کے حق مین گناہون کے باعث وبال زیادہ ہوتا ہے اسیطرح انکی نیکیون کا ثواب بھی دوسرے کے اتباع کے باعث زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم زینت ظاہری اور دنیا کی رغبت چھوڑ دے اور دنیا سے تھوڑی شی پر قناعت کرے اور کھانا بقدر بسر اوقات کھاوے اور کپڑا ادنا پہنے اور یہ باتین اسکے اتباع سے اور لوگ عالم خواہ عوام اختیار کرلین تو جتنا ثواب وہ انکو ملیگا وہ سب اسکو بھی ملیگا اور اگر خود عالم زینت کا راغب ہوگا تو اوس سے کم رتبے والے اوسکی نقل ضرور ادھر کو جھکینگے اور تکلف ظاہری بدون خدمت حکام ظالم اور مال حرام کے اکٹھا کرنیکے ہو نہین سکتا تو گویا یہی عالم ان امور کا باعث ہوگا غرضکہ عالم کے حرکات سے جیسے نفع زیادہ ہوتا ہے ویسا ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہون کی جنسے توبہ کرنی چاہیے اسیقدر کافی ہے جو یہان تک مذکور ہوئی

تیسری فصل اس باب مین کہ توبہ کامل کیا ہی اور اوسکے شرائط اور آخر عمر تک قائم رہنے کی ذکر مین مشتمل تین بیان

بیان اول توبہ کامل کا حال - یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ توبہ اوس ندامت کو کہتے ہین جو موجب عزم و قصد کا ہوا ور یہ ندامت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ علم گناہون کے حائل ہونے کا اپنے آپ مین اور اپنے محبوب مین ہو جاتا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ ان تینون اجزاء توبہ یعنی علم اور ندامت اور عزم مین سے ہر ایک کیلیے دوام اور کمال ہے اور کمال کی پہچان ہے اور دوام کیلیے شرطین ہین تو ضرور ہوا کہ سب کو مذکور کیا جاوے علم کا بیان تو سبب توبہ کا بیان ہی جو عنقریب آویگا اول ندامت کو سننا چاہیے کہ ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کے فوت ہونے کی اطلاع سے اوسکو ہوتا ہے اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ حسرت و اندوہ بے پایان کا ہونا اور آنسوؤن کا بہانا اور بہت رونا اور فکر مین رہنا جیسے کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے عزیز قریب کی مصیبت سے واقف ہو کہ اسپر یہ بلا نازل ہوگی تو ظاہر ہے کہ اسپر بھی بڑا صدمہ گذریگا اور خوب رویگا اب ہم پوچھتے ہین کہ نفس سے زیادہ آدمی کا کونسا عزیز ہے اور آتش دوزخ سے بڑھکر کونسی بلا ہے اور گناہون سے زیادہ کونسی دلیل عذاب کے نازل ہونے کی ہے

اور خدا اور رسول سے بڑھکر کونسا مخبر صادق ہے بلکہ ایک انسان جسکو طبیب کہتے ہیں اگر
کسی شخص سے کہدے کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہے کہ اوس سے جانبر نہوگا اور عنقریب مرجاویگا
تو اوسیوقت اوسپر رنج ٹوٹ پڑیگا اب یہ دیکھو کہ نہ تو بیٹا اپنے نفس سے زیادہ عزیز ہے اور
نہ طبیب حق اور رسول کی نسبت زیادہ جانتا ہے اور نہ زیادہ سچا ہے اور
نہ موت دوزخ کی آنچ سے زیادہ سخت ہے اور نہ مرض زیادہ تر دلالت موت پر رکھتا ہے بہ نسبت
گناہوں کی دلالت کے خدا کے غضب پر اور دوزخ میں پڑجانے پر اس سے معلوم ہوا
کہ آدمی کو اپنے حال پر زیادہ حسرت واندوہ کرنا چاہیے جسقدر رنج ندامت زیادہ ہوگا اوسیقدر
گناہوں کے دور ہونے کی توقع زیادہ ہوگی بہرحال ندامت صحیح کی پہچان یہی ہے کہ دل نرم ہو
آنسو کثرت سے نکلیں اور حدیث شریف[ح] میں وارد ہے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کہ
اونکے قلب نرم ہوتے ہیں اور ایک پہچان یہ ہے کہ گناہوں کی حلاوت کے بدلے تلخی دلمیں
جم جاوے کہ میل کے عوض کراہت اور رغبت کی عوض نفرت کرنے لگے اور بنی اسرائیل کے
حالات میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے بہت برسوں تک عبادت میں کوشش کی مگر اثر توبہ کے
قبول کا ظاہر نہوا اسلئے وقت کے پیغمبر سے خواہاں سفارش ہوا اونھوں نے جناب باری میں
اوسکے لیے دعا کی خدا تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی کہ اگر تمام آسمان
وزمین کے رہنے والے اوسکی سفارش کرینگے تب بھی اوسکی توبہ قبول نکرونگا جب تک جس گناہ سے
توبہ کی ہے اوسکا مزہ اوسکے دلمیں رہیگا - اب یہاں اگر کوئی کہے کہ گناہ تو طبعاً آدمی کو
مرغوب ہوتے ہیں اونکی تلخی دلمیں کسطرح جاگزین ہوگی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کسی نے
شہد کھایا جسمیں زہر ملا ہوا تھا اور مزے کیوقت معلوم نہوا بلکہ لذیذ معلوم ہوا مگر پھر بیمار پڑا
اور مرض بڑھگیا بال بکھر گئے اعضا اینٹھ گئے - اب اگر پھر اوسکے سامنے شہد آوے جسمیں
ویسا ہی زہر ملا ہوا اور اوسکو نہایت درجے کی بھوک اور خواہش شیرینی ہو تو بتاؤ کہ اوسکا نفس
اس شہد سے نفرت کریگا یا نہیں اگر کہو کہ نہ کریگا تو یہ تجربہ اور امتحان کے خلاف ہے درست یہ ہے
کہ بعد اسقدر تکلیف کے اگر پھر شہد خالص بھی آویگا تو رنگ کے یکساں ہونے سے اوس سے بھی
نفرت کریگا چنانچہ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کے پیتا ہے پس توبہ کرنے والا
جو گناہوں کی تلخی دلمیں پاتا ہے اوسکو بھی اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ اول اوسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
ہر ایک گناہ کا مزا تو شہد کیطرح لذیذ ہے مگر اوسکی تاثیر زہر کی سی ہے اور جب تک اسطرح کا اعتقاد نہو

تب

[ح] یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی اور یہ قول عون بن عبداللہ کا ہے ابن ابی الدنیا نے اسکو روایت کیا ہے ۱۲

تب تک توبہ صحیح اور سچی نہین ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کمیاب ہی اسلیے توبہ کا وجود
اور توبہ کرنے والے بھی کمیاب ہین سب کا یہی حال ہی کہ اللہ کی طرف سے روگردان اور
گناہون پر مصر اور کسل کرنے والے ہین غرض کہ شرط کمال ندامت کی وہی ہی جو اوپر مذکور
ہوئی اُسکی مداومت موت تک چاہیے اور تلخی مذکورہ کو جمیع گناہون مین یکسان جاننا چاہیے
گو پہلے اُنکا مرتکب نہوا ہو مثلاً اگر شہد کے ساتھ زہر کھانے والا ٹھنڈے پانی مین بھی
ویسا ہی زہر جان لے تو ہرگز اُسکو بھی نہ پیئیگا اسلیے کہ اُسکو ضرر شہد سے نہین پہنچا تھا
بلکہ ضرر کی چیز جو شہد مین تھی وہ پانی مین بھی موجود ہی اسی طرح تائب آدمی کا نقصان کسی
خاص گناہ سے مثلاً چوری یا زنا سے اس وجہ سے نہین تھا کہ یہ اس شخص سے سرزد ہوا بلکہ
اس وجہ سے ہی کہ مخالفت امر الٰہی کی ہوئی اور یہ بات ہر ایک گناہ مین موجود ہی باقی رہا قصد جو
ندامت سے پیدا ہوتا ہی یعنی ارادہ تدارک تو اُسکو تینون زمانے سے علاقہ ہی ارادہ تدارک زمانہ
حال مین اس بات کا موجب ہی کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو اُسکو چھوڑ دے اور جس فرض کے ادا
کرنے پر متوجہ ہو اُسوقت ادا کرے اور زمانہ گذشتہ سے تعلق اس بات کا خواہان ہی کہ جو پہلے قصور کیا
اسکا تدارک کرے اور زمانہ مستقبل سے اس بات کا مقتضی ہی کہ موت کے وقت تک مدام طاعت
کرتا رہے اور گناہ کا تارک رہے اور شرط صحت توبہ کی زمانہ گذشتہ کے تعلق کے اعتبار سے یہ ہی کہ فکر
کرکے یہ بات معلوم کرے کہ مین کس روز بالغ ہوا تھا خواہ عمر کی رو سے یا احتلام کی نظر سے
جب یہ بات معلوم ہو جاوے تو روز بلوغ سے اسوقت تک جتنی عمر اسکی ہوئی اُسکا ایک ایک سال
اور مہینا اور دن اور سانس تلاش کرے کہ مین نے کونسی طاعات مین مجھسے قصور ہوا یا کتنے
گناہ مجھسے سرزد ہوے ہین جب معلوم ہو کہ کوئی نماز نہین پڑھی یا نپاک کپڑے مین پڑھی تھی
یا شرط نیت کی ناواقفیت سے بدون نیت صحیح ادا کی تھی تو اُس نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر نماز
جو فوت ہوگئی ہون اُنکی شمار معلوم نہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جسقدر یقینی ادا کی ہون
اُنکی تعداد چھوڑ کر باقی کو قضا پڑھے اور تعداد باقی کی غالب ظن اور انکل سے مقرر کر لینی چاہیے
اور اگر روزہ حالت سفر مین افطار کیا ہو اور پھر اُسکے عوض کا نہ رکھا یا قصداً افطار کیا ہو
یا رات کو نیت نہ کی ہو اور ایسے روزون کی قضا نہ کی ہو تو اس طرح کے جتنے ہون اُنکا شمار تخمین اور
انکل سے معلوم کرکے اُنکو قضا رکھے اور زکوٰۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مال کو دیکھے کہ
کب سے میری ملک مین آیا کیونکہ زکوٰۃ تو لڑکے کے مال پر بھی واجب ہی اسمین بلوغ کی قید نہین پھر

حساب سے جسقدر گمان غالب کی رو سے اپنے ذمے نکلے اُسکو ادا کردے اور اُسکے ادا
کرنے کے لیے اپنے مذہب کے مطابق پر خیال نہ کیا مثلاً کوئی شخص شافعی مذہب تھا اُسنے
زکوٰۃ کا مال آٹھون مصرف مین صرف نہ کیا یا مال زکوٰۃ کا عوض دے دیا تو اُسکو چاہیے
کہ زکوٰۃ از سر نو دے کیونکہ اُسکے امام کے نزدیک اُسکی ادا درست نہین ہوئی اور چونکہ مسائل
زکوٰۃ کے طویل ہین اور اُنکے حساب معلوم کرنے مین خوب تامل چاہیے اسلیے تائب کو لازم ہی
کہ اُسکو علما سے پوچھ لے کہ ایسی ایسی صورت مین عہدہ برائی کا کیا طور ہی - اور حج کا حال
یہ ہی کہ اگر کسی برس مین اُسکو قدرت حج کی تھی مگر یہ نہ گیا اور اب مفلس ہو گیا تو اسپر جانا واجب ہی
اگر افلاس کے باعث قدرت جانے کی نہین رکھتا تو چاہیے کہ مال حلال سے مقدار زاد کی کمائے
اور اگر نہ مال ہو نہ کوئی کمانے کی تدبیر جانتا ہو تو چاہیے کہ لوگون سے کہے کہ مجکو اپنی زکوٰۃ و
صدقات مین سے اتنا دو کہ حج ہو سکے اسلیے کہ اگر یہ شخص بدون حج کیے مرجاویگا تو گنا
مرگا حدیث شریف مین ہی مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا اور بعد قدرت کے
جو عاجز ہو گیا اُس سے فرضیت حج کی ساقط نہین ہوتی یہ طور ہی طاعات کی تفتیش اور اُنکے
تدارک کا - اور معاصی کی صورت یہ ہی کہ شروع بلوغ سے توبہ کے دن تک اپنے سب اعضا
کان اور آنکھ اور زبان اور پیٹ اور ہاتھ پانون اور شرمگاہ وغیرہ کے گناہ چھوٹے بڑے تمام
دنون اور گھنٹون مین سوچے اور دفتر معاصی کو کھول کر جدے جدے گناہ پر واقف ہو پھر یہ بات
دیکھے کہ ان گناہون مین سے صرف خدا کے حقوق کے متعلق کون سے ہین جو اس طرح کے پاوے
مثلاً غیر محرم کی طرف دیکھنا اور ناپاکی کی حالت مین مسجد مین بیٹھنا اور بے وضو کلام مجید کو چھونا
اور کسی بدعت کا معتقد ہونا اور شراب پینا اور مزامیر سننا وغیرہ جنکو تعلق لوگون کے
حقوق سے نہین تو ایسے گناہون سے توبہ کی صورت یہ ہی کہ اُنپر ندامت اور حسرت کرے
اور پھر ہر گناہ کے لیے ایک مقدار بری ہونے کے مقرر کرلے اور مدت بھی ہر ایک کے لیے
ٹھہرا لے اب ہر ایک کی عوض ایسی نیکی کرے جو مقدار اور وقت مین اُس گناہ کے مقدار
و وقت کے برابر پڑے اس حساب سے جتنی بدیان کی ہونگی اتنی ہی نیکیان کرنی پڑینگی
اور اسکی وجہ یہ حدیث شریف ہی کہ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا بلکہ یہ آیت ہی
اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اب تدارک کی مثالین سن لینی چاہیین مثلاً اگر مزامیر سے
ہون تو اُنکی عوض اُتنی ہی دیر قرآن یا وعظ یا ذکر سنے اور اگر مسجد مین ناپاکی کی حالت مین

بیٹھا ہو تو اعتکاف کی نیت سے بیٹھکر مشغول عبادت ہو اور اگر بے وضو کلام مجید کو ہاتھ لگایا ہو
تو اُسکی تعظیم زیادہ کرے اور کثرت سے اُسمین تلاوت کرے اور کثرت سے اُسکو بوسہ
دیا کرے اور ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھے اور وقف کردے اور شراب پی ہو تو
شربت عمدہ حلال کمائی کا جو شراب سے بھی زیادہ محبوب ہو صدقہ کرے۔ سب گناہون کا
شمار غیر ممکن ہے مقصود یہی ہے کہ جو طریق گناہون کے خلاف ہو اُسکا سلوک میسر ہو
کیونکہ مرض کا علاج اُسکے ضد سے ہوتا ہے تو جو تاریکی دل پر کسی گناہ سے آگئی ہو وہ بجز ایسی
نیکی کے نور کے جو اس گناہ کے مقابل ہو مرتفع نہوگی اور ضدین مین آپسمین مناسبت ہوا کرتی ہے
اسلیے یون چاہیے کہ ہر ایک گناہ کو اُسی طرح کی نیکی سے محو کیا جاوے مگر یہ نیکی اُسکی ضد سے ہو
اسلیے کہ سیاہی مثلاً سفیدی ہی سے جاتی ہے گرمی اور سردی سے نہین جاتی اور یہ تدریج اور تحقیق طریق محو مین
بہت آسان ہے اور اسی وجہ سے اس طرح عمل کرنے سے توقع گناہون کے دور ہونے کی زیادہ ہے بہ نسبت
اسکے کہ ایک ہی طرح کی عبادت پر مواظبت کرے گو یہ بھی گناہون کے محو کرنے مین خالی تاثیر سے
نہین اب یہی یہ بات کہ گناہ اپنی ضد سے کیون دور ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام
گناہون کی جڑ ہے اور دنیا کے اتباع کا اثر دل مین یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہو اور اُسکی طرف
اشتیاق کرے تو ضرور ہوا کہ اگر کوئی ایسی مصیبت مسلمان پر پڑے کہ جس سے دل اُسکا دنیا سے
علیحدہ ہو تو وہ بھی اُسکے حق مین کفارہ ہوگا کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے علیحدگی ضرور
ہوتی ہے چنانچہ یہ مضمون حدیث شریف مین موجود ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہین کہ اُنکا کفارہ صرف
رنج ہی ہوتا ہے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ فکر طلب معیشت اُسکا کفارہ ہوتا ہے اور
حضرت عایشہ رض سے جو حدیث مروی ہے اُسمین یون ارشاد ہے کہ جب بندے کے
گناہ زیادہ ہوتے ہین اور اعمال اُنکے کفارے کے لیے نہین ہوتے تو اللہ تعالیٰ اُسپر
بہت سے رنج ڈال دیتا ہے وہی اُسکے گناہون کا کفارہ ہو جاتے ہین اور کسی کا قول ہے
کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتا ہے اور وہ اُسکو نہین پہچانتا وہ گناہون کی تاریکی ہے اور
اُنسے رنج کرنا یون ہوتا ہے کہ دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی دہشت سے واقف ہو
یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انسان کا رنج اکثر مال اور اولاد اور جاہ کے لیے ہوتا ہے اور
یہ گناہ ہے پس گناہ کا کفارہ گناہ کس طرح ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان چیزون کی محبت
گناہ ہے اور ان سے محروم رہنا اُسکا عوض ہے اگر محبت کی اقتضا کے بموجب متمتع ہوتا

تو ہو یا تصور ہوتا۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے
پاس قیدخانہ مین گئے آپ نے اُنسے پوچھا کہ اُس دردمند بوڑھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو
کس حال مین چھوڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ تیرا اتنا رنج کیا جتنا سو عورتون کو ہو جنکے بچے مرگئے ہون
آپ نے پوچھا کہ پھر اسکا ثواب خدا کے یہان اُنکو کتنا ہوگا اُنھون نے فرمایا کہ سو شہیدون کا
ثواب ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ رنج بھی خدا کے حقوق کا کفارہ ہو جاتے ہین یہان تک حال
اُن گناہون کا ہوا جو بندہ مین اور خدا ے تعالیٰ مین ہون اب حقوق عباد کو سننا چاہیے
کہ اُنمین بھی خدا ے تعالیٰ کا حق ہوتا ہے اسلیے کہ خدا ے تعالیٰ نے بندون پر ظلم کرنے سے
منع فرمایا ہے پس جو شخص کہ دوسرے پر ظلم کریگا وہ خدا ے تعالیٰ کی مخالفت بھی کریگا غرض
جو قصور اس قسم کے ہون اُنمین سے حقوق الٰہی کا تدارک تو یہ ہے کہ ندامت اور حسرت کرے
اور آگے ویسا کام نہ کرے اور جو نیکیان اُن قصورون کی ضد ہون اُنکو بجا لاوے مثلاً اگر
لوگون کو ستایا ہو تو اُنپر احسان کرے اور مال چھین لیا ہو تو اپنی ملک حلال اسکے کفارہ کے
لیے خیرات کرے اور اگر کسی کی غیبت یا طعن و تشنیع کی ہو تو اُسکی ثنا کرے بشرطیکہ دینداری مین
اور اپنے ہمسرون سے جو بات اچھی ہو اُسکو ظاہر کرے اور اگر کسی کو قتل کیا ہو تو بردہ آزاد
کرے اسمین بھی گویا ایک طرح کا زندہ کرنا پایا جاتا ہے اسلیے کہ غلام اپنے نفس کے اختیار سے
نابود ہے اور مالک کے اعتبار سے موجود آزاد کرنے مین وہ حیات اُسکو حاصل ہوتی ہے جو اُس
اُسکے نفس کے لیے ہو یہی لیے آزاد کرنا ایک طرح کا ایجاد ہے کہ مقابل مین وجہ نیستی کے ہے اور
انسان اس سے بڑھکر اور کوئی ایجاد نہین کرسکتا اور کفارہ اور محو کے باب مین شئے
طریق مخالف کا چلنا لکھا ہے شریعت مین اسکی نظیر موجود ہے مثلاً کفارہ قتل نفس مین آزاد
کرنا غلام کا اسی وجہ سے ہے کہ ایجاد مقابل فنا کرنے کے ہو بہر حال حقوق عباد مین
صرف یہی کافی اور موجب نجات نہوگا کہ ندامت و حسرت کرے یا اُسکے مقابل نیکی کرے بلکہ
اسکے لیے حقوق عباد کا ادا کرنا بھی ضرور ہے اور حقوق عباد یا متعلق جان سے ہین یا مال سے
یا عزت سے یا دل سے اور متعلق بہ دل سے ہماری غرض ایذاے محض ہے۔ اب ہر ایک کی
تفصیل سننی چاہیے کہ اگر ظلم جان پر ہوا ہے بایں طور کہ قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اُسکی توبہ یہ ہے
کہ خونبہا مستحق شخصون کو دے خواہ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ دارون سے دلادے
جب تک مستحق کو خونبہا نہ پہونچے تب تک اس خطا سے بری نہوگا۔ اور اگر قتل عمد موجب قصاص کا

تو اوسکی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی اور اگر کسیکو قتل کا حال معلوم نہو تو قاتل پر واجب ہے کہ
مقتول کے ولی سے جا کر قتل کا حال کہدے اور اپنی جان اوسکے اختیار مین کر دے
چاہے وہ معاف کرے چاہے مار ڈالے اور بدون اسبات کے اور کسیطرح بری الذمہ
نہوگا اور اسکا چھپانا ہرگز درست نہین اور اسکی صورت ایسی نہین جیسے زنا اور چوری اور
شراب خواری اور راہزنی یا اور کسی فعل کی جسپر خداتعالی کی مقرر کی ہوئی سزا واجب ہوتی ہے
ان صورتون مین توبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو فضیحت کرے اور پردے کو فاش
کردے اور ولی سے سوال کرے کہ خداتعالی کا جو حکم ہے مجھپر جاری کر بلکہ یہ واجب ہے
کہ جیسا خداتعالی نے اسکا پردہ رکھا ہے ویسا ہی رہنے دے اور اپنے نفس پر ان اعمال
کی سزا قائم کرے طرح طرح کے مجاہدے اور عذاب نفس کے لیے تجویز کرے اسلیے کہ محض
حقوق خداوندی کا عفو توبہ اور ندامت سے ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان صورتون مین بھی حاکم تک
نوبت پہونچاویگا اور اپنے اوپر حد جاری کراویگا تب بھی توبہ صحیح اور اپنے موقع پر ہوگی اور
خداتعالی کے نزدیک مقبول ٹھہرے گی چنانچہ مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ مین نے بڑا ستم اپنے نفس پر کیا کہ
مجھسے زنا ہو گیا اور مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو اس قصور سے پاک کر دین آپ نے اونکا کہنا
پذیرا نفرمایا دوسرے روز پھر آکر اوسیطرح عرض کیا اوس دن بھی آپ نے ٹالدیا جب تیسرے روز
پھر عرض کیا تو آپ نے اونکے لیے گڑھا کھدوایا اور سنگسار کرا دیا اونکے باب مین لوگون کے
دو فریق ہو گئے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ انکی موت ایسے حال مین ہوئی کہ گناہون نے چارون طرف سے
گھیر لیا تھا اور ایک فرقہ کا قول یہ تھا کہ اسکی توبہ سے سچی توبہ اور کوئی نہین پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرقۂ دوم کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام
امت مین اسکی توبہ تقسیم کیجائے تو منقسم ہو سکتی ہے اسیطرح غامدیہ کا حال مشہور ہے کہ اوسنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین عرض کیا کہ مجھسے زنا صادر ہوا آپ مجھکو پاک کر دیجیے
آپ نے اوسکو پذیرا نفرمایا دوسرے روز اوسنے پھر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیون نہین پاک
فرماتے کیا مجھکو ماعز کیطرح آپ سمجھتے ہین مجھکو تو بخدا زنا کا حمل موجود ہے آپ نے فرمایا کہ جبتک تیرے
بچہ نہولیگا تب تک حد جاری نہوگی جب وقت آیا بچہ ہوا اوسکو ایک کپڑے مین لپیٹکر لائی اور عرض کیا کہ بچہ بھی ہو چکا
آپ نے فرمایا کہ جا اوسکو دودھ پلا جب دودھ چھٹیگا تب دیکھا جائیگا جب اوس بچے کا دودھ چھٹا تو وہ عورت اوسکو لائی

ہاتھ مین روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا دودھ چھٹ گیا اور یہ غذا کھانے لگا
آپ نے اوس لڑکے کو ایک مسلمان کے حوالہ کردیا اور اوسکے لیے سینے تک گڑہا کھدوایا اور
لوگونکو حکم سنگسار کرنے کا دیا جب خالد بن ولید نے آکر جو ایک پتھر اوسکے سر مین مارا تو خون کی
چھینٹین اونکے چہرے پر پڑین اونھون نے اوسکو گالی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی
گالی سنکر فرمایا کہ اے خالد گالی مت دے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری
جان ہے کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ صاحب مکس کرے تو اوسکی بھی مغفرت
ہوجاوے پھر آپ نے حکم دیا تو اوسکی نماز پڑھی گئی اور دفن کی گئی **فائدہ** مکس اوس مال کو کہتے ہین
جو عشر لینے والا لوگون سے لیا کرتا ہے اور حدیث شریف مین مذکور ہے کہ مکس لینے والا جنتی
نہوگا اس حدیث مین مذکور فرمایا کہ اگر مکس والا بھی ایسی توبہ کرے تو ہرچند قابل دخول جنت
نہین مگر اوسکی بھی مغفرت ہوجاوے فقط غرضکہ حقوق الٰہی کی توبہ بدون معاف کرانے بندونکے
بھی ہوسکتی ہے مگر قصاص اور حد قذف مین مستحق شخص کو اپنے اوپر اختیار دے دینا ضروری ہے
اور مال کا حال یہ ہے کہ اگر کسیکا مال غصب یا خیانت یا معاملے مین غبن کرنے سے لیا ہو مثلاً
کسیکو فریب دیا ہو یا اپنی چیز کا عیب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھوٹا دام چلادیا ہو یا مزدور کی مزدوری
کم دی ہو یا ندی ہو تو ایسی قسم کی سب باتون کی تلاش واجب ہے اور اسمین کچھ قید حد بلوغ کی
نہین بلکہ روز پیدایش سے توبہ کے دن تک جو مال اسطرح آیا ہو سب کی تلاش کرے اسلیے
کہ لڑکے کے مال مین اگر اس قسم کا مال آجاوے تو بعد بلوغ کا اوسکا علیحدہ کرنا واجب ہے
بشرطیکہ اوسکے ولی نے اوسمین کوتاہی کی ہو اور اگر بعد بلوغ ایسا نکیگا تو ظالم ٹھہرے گا اور
اوسکا مواخذہ گردن پر رہیگا حقوق مالی مین لڑکا اور جوان یکسان ہین اسلیے شروع پیدایش
سے توبہ کے دن تک کوڑی کوڑی کا حساب کرے ایسا نہو کہ اوسکا حساب قیامت پر جا پڑے
اور مواخذے مین پھنس جاوے اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب دنیا مین نہین کرتا اوسکا حساب
قیامت مین بہت لمبا ہوتا ہے جب اسطرح حساب کرنے سے گمان غالب در قدر طاقت کے موجب
معلوم ہوجاوے کہ میرے ذمے لوگون کا اتنا مال ہے تو چاہیے کہ وہ مال جس جس کا ہو
اسامی وار لکھے اور پھر شہر و دیار مین گھومتا پھرے اور ہر ایک کی تلاش کرے اور پھر
معاف کرائے یا اوسکا حق جتنا ہو حوالہ کرے اور یہ توبہ ظالمون اور تاجرون پر دشوار ہے
اسلیے کہ اونسے سب اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہین ہوسکتا نہ اونکے وارثون کی تلاش کرسکتے ہین

سامنے بیان کریگا تو اوسکو بہت بڑی ایذا ہوگی ایسی صورت مین راہ معاف کرانے کی مسدود ہے
مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مبہم معاف کرالے پھر جو کسر رہجاویگی اوسکو حسنات سے پورا کرے جیسا کہ
مردہ اور مفقود الخبر کے حق کے لیے بیان ہوا لیکن ذکر کرنا اور مشہور کرنا ایک نیا قصور ہے
اوسکو بھی معاف کرانا واجب ہے اور اگر جسکا قصور کیا ہے اوسکے سامنے قصور کا ذکر کیا
اور وہ معاف کرنے پر راضی نہوا تو اوسکا وبال مجرم کے ذمے رہیگا اسلیے کہ دوسرے کا حق ابھی
باقی ہے اس صورت مین مجرم کو چاہیے کہ اوسکے ساتھ نرمی پیش آوے اور اوسکے کار
خدمت اور حاجات مین کام آوے اور اوسکے ساتھ اپنی محبت اور شفقت ظاہر کرے جس سے
اوسکا دل اسکی طرف مائل ہوجاوے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہوتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہین

شعر ببخش ای پسر کادمی زادہ صید ٭ باحسان توان کرد وحشی بقید

توجب کوئی شخص خطا کے سبب اچٹ جاتا ہے وہ سلوک سے راضی ہوجاتا ہے غرضکہ جب
اوس شخص کا دل مجرم کیطرف سے نرمی اور دوستی دیکھے گا تو معاف کرنے کے لیے راضی
ہوجاویگا اور اگر اسپر بھی اصرار معاف نہ کرنے پر کیے جاویگا تو مجرم کی نرمی اور معذرت منجملہ
اون حسنات کے ہوگی جنسے قیامت مین قصور کا عوض ہوسکے مگر اہل حق کی خوشی اور
رضامندی اور دلجوئی اور نرمی مین اوسیقدر سعی کرے جتنی کہ اوسکی ایذا مین کی تھی تاکہ مقابلہ
کے وقت اگر برابر خواہ زیادہ ٹھہرے تو قیامت مین عوض ہوسکے مثلاً اگر دنیا مین کوئی شخص
کسیکا مال ضائع کرے اور اوتنا ہی مال لاکر مالک کو دے اور وہ نہ لے اور نہ اپنا مال معاف
کرے تو حاکم اوس مال کے لیے مالک کو اجازت لے لینے کی کردیگا خواہ اوسکی مرضی ہو یا نہو
اسیطرح میدان قیامت مین جب احکم الحاکمین اور عادل ترمنصفین کا حکم جاری ہوگا تو وہان
بھی ایسا ہی حکم ہوگا - بخاری اور مسلم مین حضرت ابوسعید خدری رضہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے امتون مین ایک شخص تھا جسنے ننانوے ۹۹ لوگون کو
قتل کیا تھا اوسنے پوچھا کہ جہان مین سب سے بڑا عالم کون شخص ہے لوگون نے کہا کہ فلان
راہب ہے وہ اوسکے پاس آیا اور کہا کہ مین نے ننانوے آدمی جان سے مار ڈالے ہین میری توبہ بھی
مقبول ہوگی راہب نے جواب دیا کہ نہین اوسنے راہب کو بھی مار ڈالا اور سو قتل پورے کیے
پھر لوگون سے پوچھا کہ اسوقت زیادہ عالم کون ہے لوگون نے تبلادیا کہ فلانا عالم ہے وہ اوسکے
پاس گیا اور کہا کہ مین نے سو آدمی قتل کیے ہین میری توبہ قبول ہوگی یا نہین عالم نے فرمایا

کہ توبہ قبول ہونے کے واسطے کون چیز مانع ہے جب توبہ کریگا قبول ہوگی تو فلانی سرزمین
مین جا وہان کچھ لوگ خدا کی عبادت کیا کرتے ہین تو بھی اونکے ساتھ عبادت کرنا اور اپنے
وطن مین نہ آنا کہ وہ زمین اچھی نہین وہ شخص جب نصف راہ طے کریگا اوسکو موت نے آلیا۔
رحمت اور عذاب کے فرشتون مین بحث ہوئی رحمت کے فرشتون نے کہا کہ یہ شخص تائب ہو کر ایسی
متوجہ الی اللہ ہوکر آیا ہے اسکی روح کے مستحق ہم ہین اور عذاب کے فرشتون نے کہا کہ اسنے کبھی
کوئی کام اچھا نہین کیا لہٰذا اسکی روح کے مستحق ہم ہین اسی اثنا مین ایک اور فرشتہ بصورت انسان
وہان پہونچا دونون فریق نے اوسکو اپنے معاملے کا پنچ کر دیا اوسنے کہا کہ دونون زمینونکا
فاصلہ معلوم کرنا چاہیے جسطرف کا فاصلہ کم ہو اوسیطرف شمار کرنا چاہیے جب فاصلہ دیکھا گیا
تو جس زمین مین اوسکو جانا منظور تھا اوسکا فاصلہ کم ٹھہرا اسی جہت سے رحمت کے فرشتون نے
اوسکی روح لے لی اور ایک روایت مین یون ہے کہ اوس موضع صالح تک ایک بالشت کم نکلا تو
اوسی کے لوگون مین متصور ہوا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ خدا تعالی نے اوس زمین کو دور
ہونے کا اور اوسکو قریب ہوجانے کا حکم کیا اور پھر فرشتون کو حکم فرمایا کہ دونون کا فاصلہ
دیکھ لو تو جس سرزمین کو جاتا تھا وہ ایک بالشت کم فاصلے پر تھی اسلیے معاف کر دیا گیا اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ نجات کی صورت اسیمین ہے کہ حسنات کا پلہ جھکا رہے گو ذرہ ہی ہو اسی جہت سے
تائب کیواسطے کثرت سے حسنات کرنی ضرور ہین یہان تک بیان اوس قصد کا تھا جو زمانہ
گذشتہ سے متعلق ہو اب جو قصد کہ زمانہ آیندہ سے متعلق ہے اوسکو سننا چاہیے کہ تائب کو
چاہیے کہ اللہ تعالی کے ساتھ عہد مستحکم کرے کہ اون گناہون کی طرف کبھی رجوع نہ کرونگا
اور نہ اون جیسونکا کبھی مرتکب ہونگا جیسے بیمار آدمی اپنے مرض مین یہ جانے کہ فلان میوہ مجکو ضرر
کرتا ہے اور پکا ارادہ کرلے کہ جب تک بیماری سے اچھا نہونگا کبھی میوہ نہ کھاؤنگا یہ ارادہ
اوسوقت تو پکا ہی ہوتا ہے گو ممکن ہے کہ دوسرے وقت اوسپر غلبۂ شہوت ہوجاوے مگر
تائب جبھی کہلاویگا جب توبہ کے وقت ارادہ پکا کریگا اور تائب کو یہ بات ابتدا مین پوری
جب ہوگی جب گوشہ نشینی اور سکوت اور قلت غذا اور کم خوابی اور قوت حلال اختیار کریگا
پس اگر اوسکے پاس مال موروثی حلال موجود ہو یا کوئی پیشہ ایسا کرتا ہو جس سے بسر اوقات
کے موافق حاصل کرلیتا ہے تو اوسی پر اکتفا کرنی چاہیے اسلیے کہ حرام کھانا تمام گناہونکی
جڑ ہے اگر حرام خواری پر اصرار کیے جائیگا تو تائب کیسے ہوگا اور جو شخص غذا اور لباس مین

اپنی من مانتی چیزین نہین چھوڑ سکتا اوس سے مال حلال پر کفایت نہین ہو سکتی اور نہ مال شبہہ
اوس سے چھوٹ سکے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص خواہش کے چھوڑنے مین سچا ہو اور خدا
کیواسطے سات دفعہ اپنے نفس پر جہاد کرے تو پھر اوسمین مبتلا نہوگا اور ایک دوسرے بزرگ
فرماتے ہین کہ جو شخص گناہ سے توبہ کرکے سات برس تک بچا رہے تو پھر کبھی اوس سے وہ گناہ
نہوگا اور تائب کیواسطے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر سیکھا نہو تو جو چیز اوسکو زمانہ آئندہ مین کرنی واجب ہے
یا اوسپر حرام ہے اوسکو سیکھ لے تاکہ راہ راست پر چل سکے اور اگر غفلت اختیار کریگا تو استقامت
جسکا نام ہے وہ بھی کامل نہوگی صرف یہ ہوگا کہ کچھ گناہون سے توبہ کر لیگا مثلاً شراب یا زنا اور
غصب سے توبہ کر لی لیکن مطلق توبہ نہین بلکہ ایسی توبہ کو بعض لوگ کہتے ہین کہ درست ہی نہین
اور بعض کہتے ہین کہ درست ہے اور درست کا لفظ اس جگہ مجمل ہے اسکی تفصیل چاہیے اب ہم اول
فرقہ سے پوچھتے ہین کہ تم جو نادرست کہتے ہو اس سے اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ آدمی اگر بعض
گناہون کو چھوڑ دے تو اوسکے لیے مفید نہین بلکہ چھوڑنا اور نہ چھوڑنا دونون یکسان ہین تو یہ
تمھاری صریح غلطی ہے اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ گناہون کی کثرت عذاب کی کثرت کا سبب ہے اور اونکی کمی
کمی عذاب کا ہے اور جو درست بتلاتے ہین اونسے ہم پوچھتے ہین کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے
کہ بعض گناہون سے توبہ کرنا موجب اسکے قبول کا ہے جس سے آدمی نجات اور فوز کے درجہ کو
پہونچ جاتا ہے تو یہ بھی غلطی ہے کیونکہ نجات اور فوز بسبب سب گناہون کے چھوڑنے سے
حاصل ہوتی ہے اور خفیہ اسرار عفو الہی مین ہم کلام نہین کرتے کہ بلا سبب اعتبار سے قریب قیاس
یہی ہے اب اگر فریق اول یون کہے کہ ہماری غرض نادرستی سے یہ ہے کہ توبہ ندامت کا نام ہے
اور گناہ پر جو آدمی ندامت کرتا ہے اسی جہت سے کرتا ہے کہ اوسمین نافرمانی خدا تعالی کی
ہے مثلاً چوری پر چوری ہونے کی جہت سے ندامت نہین کرتا بلکہ اس وجہ سے کہ معصیت
الہی کا سبب ہے جب علت ندامت خدا کی نافرمانی ٹھہرے تو پھر یہ نہین ہو سکتا کہ چوری پہ
ندامت کرے اور زنا پر نہ کرے کیونکہ دونون مین خدا کی نافرمانی موجود ہے تو ندامت جیسا
ایک پر چاہیے ویسا ہی دوسرے پر چاہیے مثلاً جو شخص اپنے بیٹے کی تلوار سے مقتول ہونے پر
درد کریگا چھری سے قتل ہونے پر بھی اوسکو ضرور درد ہوگا اسلیے کہ درد صرف محبوب کے
جانے کا ہے نہ تلوار سے ضائع ہو جب گیا اور چھری سے ذبح ہو جب گیا اسیطرح بندے کو
اپنے محبوب کے جاتے رہنے کا درد ہوتا ہے اور نافرمانی سے محبوب جاتا رہتا ہے تو پھر کوئی کسی

تو ظاہر ہے کہ اول شخص نہایت اعلی ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھاوے
کہ دونون اپنی اپنی حرکات ناشایستہ چھوڑ کر اوسکے پاس سو رہین اور دوسرا شخص اونکی تادیب ہی
مین ابھی مشغول ہو تو رتبے مین اول ہی شخص بڑھکر ہوگا۔ اور اس باب مین بعض لوگون نے غلطی کی ہے
اونھون نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلی صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ نجانا کہ مجاہدہ صرف اسلیے ہے کہ رستے
کے عوائق سے نجات ہو جاوے اور بعض لوگون کو یہ گمان ہو گیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوات کی
بیخ کنی ہو اور بالکل اونکو نابود کر دیا جاوے اور اسی گمان پر اونھون نے اپنے نفس کا امتحان لیا
اور جب یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اس بات کے قائل ہوئے کہ یہ امر محال ہے اور شریعت کو جھوٹا
جانا اور اباحت کا رستہ اختیار کیا اور شہوات کے اتباع مین ڈھیلی باگ کر دی حالانکہ یہ سب باتین
جہالت اور گمراہی کی ہین اور اسکی تقریر ہمنے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین لکھی ہے۔
اب اگر یہ کہو کہ ایک تائب تو اپنے گناہ کو بھول گیا اور اوسکا ذکر نہین کرتا اور دوسرے نے گناہ کو
پیش نظر کر رکھا ہے اور ہمیشہ اوسکو سوچ کر ندامت کی آگ مین جلتا رہتا ہے تو ان دونون مین
افضل کونسا شخص ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس باب مین بھی لوگ مختلف قول کہتے ہین بعضونکا
قول تو یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہین
کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیاً منسیاً کر دے اور یہ دونون قول ہمارے نزدیک درست ہین
مگر دو حالون سے متعلق ہین اور صوفیون کے کلام مین ہمیشہ قصور رہتا ہے اسواسطے کہ اون مین
ہر ایک کی یہ عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہین دوسرے کے حال سے
اونکو غرض نہین ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہین اور علم کے
اعتبار سے یہ بات صوفیون کی بڑا نقصان ہے کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا افضل و اعلی ہے
لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نظر سے اونکے قول کو دیکھو تو کامل ہے باین وجہ کہ جب آدمی اپنے ہی
نفس کو دیکھتا رہیگا تو اوسکو دوسرے کے حال سے غرض نہوگی کیونکہ طریق الی اللہ اوسکے
حق مین اوسکا نفس ہے اور منازل و رستے کے نفس کے حالات مین تو اس نظر سے دوسرے کے
حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہین اور کبھی بنا بر کار رستہ خدا کی طرف سیکھنے سکھانے سے
ہوتا ہے اسلیے کہ اوسکی طرف رستے بہت ہین گو بعضے نزدیک ہین اور بعضے دور اور اصل ہدایت
مین سب شریک ہین مگر خدا کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے اب ہم کہتے ہین
کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اوس پر درد کرنا مبتدی کے حق مین کمال ہے اسلیے کہ اگر مبتدی گناہ کو

سب نور کے مارنے کو حقیر جانیگا اور جتنا بڑا گناہ ہوتا ہے اور جسقدر اوسکے باب میں خدای تعالی سے
دور کرنے کا اعتقاد زیادہ ہوتا ہے اوسیقدر ندامت زیادہ ہوتی ہے اور شرع میں ایسا نہو ممکن ہو
پہلے زمانون مین تائب بہت گذرے ہین حالانکہ کوئی اونمین معصوم نتھا اس سے معلوم ہوا کہ توبہ
کے لیے عصمت ضرور نہین اور اوسکی مثال یہ ہے کہ کوئی طبیب بیان کرے شہد سے تو زیادہ ڈراوے
اور شکر سے کم ڈراوے اوسی طرح شکر کا بیان کرے جس سے مریض کو معلوم ہو کہ بعض مرتب
کچھ بھی ضرر نہین کرتی تو بیمار ندکو طبیب کے کہنے سے شہد سے تو توبہ کریگا مگر شکر سے نہین کریگا اور
اگر شہوت کے غلبہ مین دونون کو کھالیگا تو ندامت شہد کھانے پر کریگا شکر پر نہین کریگا غرض
کہ اس صورت کا پایا جانا محال نہین دوسری صورت یہ ہے کہ بعض کبیرون سے توبہ کرے اور
بعض سے نکرے یہ بھی ممکن ہے کیونکہ آدمی کے اعتقاد مین یہ بات ہوتی ہے کہ بعض کبیرہ بہ نسبت
بعض کے شدید اور سخت ہین مثلاً کوئی شخص قتل اور غارت اور ظلم اور لوگون کے حق دبانے
سے توبہ کرے اس خیال سے کہ حقوق عباد ہرگز فروگذاشت نہونگے اور جو حقوق صرف خدای تعالی
کے ہین اونمین جلد عفو ہو سکتا ہے غرضکہ جیسا کبیرہ اور صغیرہ مین فرق تھا اور اوس لحاظ سے صورت
اول ممکن ہوئی تھی ویسا ہی گناہ کبیرہ بھی ایک دوسرے سے شدت مین کم و بیش ہین اور
اونمین خود بھی تفاوت متحقق ہے اور مرتکب کے اعتقاد کی رو سے بھی تفاوت ممکن ہے اور
اسی لحاظ سے آدمی کبھی ایسے گناہون سے بھی توبہ کرلیتا ہے جنکو تعلق بندونسے نہو مثلاً شراب
پینے سے تائب ہوتا ہے زنا سے نہین ہوتا کیونکہ اوسکو اس بات کا اعتقاد ہوتا ہے کہ شراب سب برائیون کی
کنجی ہے اور اگر اوسکے پینے سے عقل لغزش کھاجاوے گی تو نادانستہ سب گناہون کا مرتکب
ہوجاویگا تو جسقدر شراب خواری کی برائی اسکے ذہن مین جمیگی اوسیقدر اوسکو خوف پیدا ہوگا
جس سے آگے کو نہ پیے اور گذشتہ پر ندامت کرے تیسری صورت یہ ہے کہ ایک صغیرہ یا چند
صغائر سے تو توبہ کرے مگر کبیرہ پر باوجود جاننے کے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے اصرار کیے جاوے
مثلاً کوئی شخص غیبت سے یا غیر محرم کیطرف دیکھنے سے یا اور کسی ایسے ہی گناہ سے توبہ
کرے مگر شراب خواری پر مصر ہو تو یہ صورت بھی ممکن ہے اور اوسکے امکان کی وجہ یہ ہے
کہ کوئی ایماندار ایسا نہین جو اپنے گناہون سے نہ ڈرتا ہو اور اپنے افعال پر ندامت نہ کرتا ہو
کسیکو تھوڑی ہوتی ہے کسیکو زیادہ لیکن جسقدر گناہ مین اوسکو لذت ہوتی ہے اوسیقدر خوف
کے باعث دل مین رنج نہین ہوتا بلکہ لذت قوی ہوتی ہے اور خوف ضعیف اور وجہ خوف کے

کم زور ہونے کی جہالت خواہ غفلت یا اور کوئی سبب ہوتا ہے اور غلبۂ شہوت اسباب سے
لذت قوی رہتی ہے اسیواسطے گو ندامت ہوتی ہے مگر اتنی نہین ہوتی کہ اوس سے آدمی
تحریک عزم پر قادر ہو پس اگر شہوت قوی سے بچ رہے اور بمقابلہ خوف شہوت ضعیف پڑے
تو خوف غالب ہو کر شہوت کو دبا لیگا اور اسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی معصیت کو چھوڑ دے۔
اور کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہے کہ اوس سے صبر نہین کر سکتا مگر غیبت اور عیب جوئی
اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش چندان نہین ہوتی ہے اور خوف خدا اس درجے کا رکھتا ہے کہ رغبت
ضعیف کا استیصال اوس سے ہوسکتا ہے قوی کا نہین ہوسکتا تو اوس خوف کے باعث عزم
ترک ایسے افعال کا کر لیتا ہے جنکی رغبت کم ہوتی ہے اور اپنے دل مین کہتا ہے کہ اگر شیطان بعض
گناہون مین غلبۂ شہوت کے باعث مجھپر غالب ہوگیا تو مجھے یہ نچاہیے کہ اوسکے قابو کا ہو رہون
اور باگ ڈھیلی چھوڑ دون بلکہ بعض گناہون مین تو اوس سے مجاہدہ کرون اور غالب آؤن تاکہ شاید
اونمین میرا غالب آنا کفارہ بعض گناہونکا ہو اور اگر فاسق کو یہ خیال نہو تو پھر نماز پڑھنا اور
روزہ رکھنا اوسکی سمجھ مین نہین آتا۔ اور اگر اوس سے یہ کہا جاوے کہ تو جو نماز پڑھتا ہے اگر
غیر خدا کے لیے ہے تو ناجائز ہے اور اگر خدا کیواسطے ہے تو فسق کو بھی خدا کیواسطے چھوڑ دے
کیونکہ خدا کا حکم دونون چیزون کو ایکسا ہے پھر نماز سے تقرب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فسق سے
نکرنا غیر ممکن ہے تو اس بات کا جواب وہ یہ دیگا کہ خدای تعالی نے میرے اوپر دو حکم کیے اور مین
اگر دونون کو نمانون تو دو عذاب مجھپر ہون لیکن ایک امر کی بجا آوری مین تو مین قدرت شیطان
کے دبانے کی رکھتا ہون اور دوسرے کی بجا آوری مین عاجز ہون تو جسپر مین قادر ہون
اوس سے شیطان کو مغلوب کرتا ہون اور اپنے مجاہدے سے مجھے توقع ہے کہ خدای تعالی اس
مجاہدے کو کفارہ اوس تقصیر کا کردے جسمین مین عاجز ہون غرضکہ اس بات کے امکان مین کچھ
شک نہین بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہے کونسا مسلمان ہے جو جامع طاعت اور معصیت کا نہو اور
اوسکی وجہ سوائے تقریر مذکورۂ بالا کے کچھ اور نہین اور جب یہ بات سمجھ چکے تو یہ بھی معلوم ہو گیا
کہ خوف کا غالب آنا شہوت پر بعض گناہون مین ممکن ہے اور یہ کہ خوف اگر فعل گذشتہ سے ہوگا
تو موجب ندامت ہوگا اور ندامت مورث عزم ہوتی ہے علاوہ ازین حدیث شریف جو مذکور ہے
النَّدَمُ تَوْبَةٌ اسمین یہ شرط نہین کہ سب گناہون پر ندامت ہو اسیطرح دوسری حدیث
التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ مین سب گناہون سے تائب نہین فرمایا

اس تحقیق سے وہ قول مذکورہ بالا جاتا رہا کہ دو مٹکون مین سے ایک مٹکے کی شراب سے توبہ
اپنی غیر ممکن ہے اسوجہ سے کہ ان دونون کا حال شہوت کے باب مین اور خدا تعالی کے
غضب مین گرفتار کرنے کے باب مین یکسان ہے - ہان یہ ہوسکتا ہے کہ آدمی شرابخواری سے
توبہ کرے اور نبیذ سے نہ کرے اسلیے کہ غضب الٰہی کے تقاضے کے اعتبار سے ان دونون مین
فرق ہے اسیطرح بہت گناہون سے توبہ کرے اور تھوڑے سے نکرے تو ہوسکتا ہے اسلیے کہ
کثرت گناہون کو کثرت عقوبت مین تاثیر ہوتی ہے تو خوف زیادتی عقوبت سے بعض شہوتین خدا
کیواسطے چھوڑ دیتا ہے اور جس خواہش میں اس خوف کا کچھ اثر نہین ہوتا اوسکو نہین چھوڑتا
جیسے کسی بیمار کو طبیب میوے کی ممانعت کردے تو وہ کم کھانے پر تو جرأت کر بیٹھتا ہے
اور زیادہ پر جرأت نہین کرتا زیادتی طبیب کے کہنے کے بموجب چھوڑ دیتا ہے اور کم کو کچھ چندان
مضر نہین جانتا اسواسطے اوسکو نہین چھوڑتا - حاصل اس سے یہ ہوا کہ یہ بات غیر ممکن ہے کہ آدمی ایک
چیز سے تو توبہ کرے اور اوسکے مثل سے توبہ نکرے بلکہ ضرور ہے کہ جس سے توبہ کی ہو وہ مخالف ہو
اوسکے جس سے توبہ نہین کی خواہ مخالفت باعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبۂ شہوت کے اور جب
یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد مین موجود ہوجاتا ہے تو اوسکے بموجب اوسکا حال بھی خوف اور
مذمت مین مختلف ہوتا ہے اور اسی سے ترک آئندہ کا حال بھی مختلف ہوتا ہے پس توبہ کرنے والا
اگر گناہ گذشتہ پر نادم ہو اور عزم ترک کو نباہ سکے تو اون لوگون مین ملجاویگا جنھون نے گناہ نہ کیا ہو
گو اوسنے طاعت الٰہی سب اوامر و نواہی مین نکی ہو - اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر کوئی نامرد پہلے
نامردی سے زنا کر بیٹھے اور حالت نامردی مین اوس سے توبہ کرے تو اوسکی توبہ درست ہوگی یا نہین
تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جائز نہوگی اسلیے کہ توبہ اوس ندامت کا نام ہے جس سے عزم ترک ایسے
افعال کا پیدا ہو جنکے کرنے کی آدمی کو قدرت ہے اور جنپر قدرت ہی نہین وہ خود بخود
جاتے رہے کچھ اسکے چھوڑنے سے نہین گئے لیکن ایک بات ہے کہ اگر بعد نامردی کے اوسکو
اپنے زنا کے ضرر کی واقفیت اچھی طرح ہوئی اور اس جہت سے ایسی حسرت و ندامت جوش زن
ہوئی کہ اگر بالفرض اوسکو شہوت باقی بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا مغلوب ہوجاتی تو
ایسی صورت مین تو توقع ہے کہ اوسکا قصور معاف ہوجائے اور یہ ندامت اوسکا کفارہ ہوجاوے کیونکہ
اسمین تو کچھ خلاف نہین کہ اگر پہلے نامردی کے توبہ کر لیتا اور توبہ کے بعد مرجاتا تو تائبون مین سے
ہوتا گو اوسپر کوئی ایسی حالت طاری نہین ہوئی جسمین ہیجان شہوت ہوتا اور قضائے شہوت کی

سامان میسر ہوتے مگر اوسکو تائب اسی نظر سے کہتے ہین کہ اوسکی ندامت ایسے درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو ندامت کے سبب اوس سے باز رہتا اس سے معلوم ہوا کہ نامرد کے حق مین ندامت کا اس درجے کو پہونچنا محال تو نہین مگر یہ کہ اوسکو اپنے نفس کا حال معلوم نہین اسلیے کہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہین رکھتا وہ اپنے نفس کو ادنے خوف سے اوسکے ترک پر قادر فرض کر لیتا ہے حالانکہ خدای تعالی اوسکے دل کا حال اور مقدار ندامت کو خوب جانتا ہے شاید اوسکی توبہ قبول کر لے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبول فرماوے۔ اور حاصل اس سب کا یہ ہے کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کے لیے دو باتین چاہیے اول سوزش ندامت دوم ترک معصیت کے لیے آیندہ کو مجاہدے کی شدت اور صورت مفروض مین زوال شہوت کی جہت سے مجاہدہ نہین ہوسکتا لیکن اگر ندامت ہی اتنی قوی ہو کہ بدون مجاہدے کے گناہ کی ظلمت دور کر دے تو کچھ محال نہین اور اگر ایسا نہو تو اسکا قائل ہونا پڑیگا کہ تائب کی توبہ جب قبول ہوتی ہے جب بعد توبہ کے کچھ دنون زندہ رہے اور اون دنون مین چند بار عین اس قصور کی تمنا مین اپنے نفس پر مجاہدہ کرے الا ظاہر شرع مین گو یہ شرط مفہوم نہین ہوتی۔ اب اگر دو تائب فرض کیے جاوین جنمین سے ایک کو تو میل گناہ کیطرف نہین رہا اور ایک کو خواہش ہے مگر وہ نفس پہ مجاہدہ کر کے اسکو روکتا ہی تو انکے ایک دوسرے کی فضیلت مین علما کا اختلاف ہے احمد بن ابی الحواری اور ابو سلیمان دارانی کے ہمراہی تو مجاہد کو افضل بتلاتے ہین اسوجہ سے کہ اوسکو توبہ کے ساتھ مجاہدے کی زیادتی ہے اور علمای بصرہ اول شخص کو افضل بتلاتے ہین اس نظر سے کہ وہ اگر توبہ مین سستی بھی کرے تو سلامتی کیطرف قریب ہے بہ نسبت مجاہد کے کہ اوسمین مجاہدے کی ایک پیچ لگی ہوئی ہے اور ان دونون فریق کے قول مین کچھ ایک استی ہے مگر نفس الامر اچھی طرح کسی مین بھی نہین اور اس باب مین تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کا میل گناہ کیطرف نہین رہا اوسکی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ نفس شہوت کے قصور سے میل نرہا ہو تب تو ایسے شخص سے مجاہد ہی افضل ہے کیونکہ گناہ کو مجاہدے سے چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص بڑا زبردست ہے اور اسکا دین شہوت پر غالب ہے تو ظاہر ہے کہ اوسکا یقین بھی قوی ہوگا اور دین بھی اور دین کے قوی ہونے سے ہماری غرض وہ ارادہ کا قوی ہونا ہے جو یقین کے اثر سے پیدا ہوتا ہے اور اوس شہوت کی بیخ کنی کرتا ہے

جو شیاطین کے اشارے سے پیدا ہوتی ہے غرضکہ مجاہدے سے دین ویقین کی قوت
یقینا معلوم ہوتی ہو باقی رہی یہ بات کہ بے خواہش والا سلامتی کیطرف زیادہ قریب ہے
اسلیے کہ اگر توبہ میں سستی کرے تو گناہ نکر یگا تو یہ درست ہے مگر افضل کا لفظ استعمال کرنا
اس مقام میں صحیح نہیں بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ نامرد افضل ہے مرد سے اسلیے کہ نامرد
شہوت کے خطرے سے مامون ہے اور لڑکا افضل ہے بالغ سے اسوجہ سے کہ وہ اسلم ہے اور
مفلس آدمی اوس بادشاہ سے افضل ہے جو اپنے دشمنوں کی استیصال کرتا ہے اسلیے کہ مفلس کا
کوئی دشمن ہی نہیں اور بادشاہ کو یہ خطرہ موجود ہے کہ اگر آپ چند بار غالب ہوگا تو ایک روز
مغلوب بھی ہوگا اسطرح کی باتیں ایسے شخص کیا کرتے ہیں جو سیدھے سادے ہوں اور ظاہر ہی
پر اپنی نظر رکھتے ہوں اور یہ نجانتے ہوں کہ عزت اور برتری خطرے کی جگہوں میں گھسنے سے
حاصل ہوتی ہے ہر جا کہ گلست آنجا خارست خود مشہور ہے بلکہ ان لوگوں کا قول ایسا ہے
جیسا کوئی کہے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہو وہ فن شکار میں افضل ہے اوس
شخص کی نسبت جسکے پاس یہ دونوں ہوں اسلیے کہ گھوڑے اور کتے والے کو یہ خطرہ موجود ہے
کہ گھوڑا شرارت کرکے کہیں پٹک دے اور ہاتھ پاؤں توڑ دے اور کتا شرارت کرکے
کہیں کاٹ کھائے حالانکہ یہ بات غلط ہے صحیح یہی ہے کہ گھوڑے اور کتے والا جب بردست
ہوگا اور دونوں کو سدھانا جانتا ہوگا وہ رتبے میں دوسرے سے اعلی ہوگا اور شکار ملنا
اسکو زیبا ہوگا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ ہونا میل گناہ کا اسوجہ سے کہ یقین قوی ہوگیا ہو
اور اول مجاہدہ سچا کرکے شہوت کا استیصال کر دیا ہو یہاں تک کہ شریعت کے ادب کے
محکوم ہوگئی ہو اور بدون اشارہ دین کے ہیجان میں نہ آتی ہو اور غلبہ دین کے باعث
ساکن ہوگئی ہو تو ایسا شخص البتہ اوسکی نسبت اچھا ہے جسکو ہیجان شہوت کا رنج کھینچنا پڑتا ہے
اور یہ جو کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو مجاہدے کی زیادتی ہے تو اونکو مقصود مجاہدہ کی خبر نہیں
ورنہ ایسا نہ کہتے اصل یہ ہے کہ مجاہدہ خود تو مقصود نہیں بلکہ اوس سے دشمن کا اپنے آپ سے
علیحدہ کرنا منظور ہے تاکہ وہ اپنی شہوات کیطرف نہ کھینچ لیجاوے اور اگر کھینچ نہ سکے تو راہ
دین کے چلنے سے نروکے پس اگر دشمن کو دبا پایا اور مقصود حاصل ہوگیا تو تمھاری جیت ہے
اور اگر اوس سے لڑائی جھگڑا قائم ہے تو فتح نہیں ہوئی ابھی دہلی دور ہے مثلاً اگر ایک شخص
دشمن کو پکڑ کر غلام بنائے اور ایک ابھی اپنے دشمن سے لڑتا ہے اور طریق نجات نہیں جانتا

تو ظاہر ہے کہ اول شخص نہایت اعلی ہوگا اسیطرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھاوے کہ دونون اپنی اپنی حرکات ناشایستہ چھوڑکر اوسکے پاس سورہین اور دوسر شخص اونکی تادیب ہی مین ابھی مشغول ہو تو بے مین اول ہی شخص بڑھکر ہوگا۔ اور اس باب مین بعض لوگون نے غلطی کی ہے اونھون نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلی صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ نجانا کہ مجاہدہ صرف اسلیے ہے کہ رستے کے عوائق سے نجات ہوجاوے اور بعض لوگون کو یہ گمان ہوگیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوات کی بیخ کنی ہو اور بالکل اونکو نابود کردیا جاوے اور اسی گمان پر اونھون نے اپنے نفس کا امتحان لیا اور جب یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اس بات کے قائل ہوگئے کہ یہ امر محال ہے اور شریعت کو جھوٹا جانا اور اباحت کا رستہ اختیار کیا اور شہوات کے اتباع مین ڈھیلی باگ کردی حالانکہ یہ سب باتین جہالت اور گمراہی کی ہین اور اسکی تقریر ہمنے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین لکھی ہے۔

اب اگر یہ کہو کہ ایک تائب تو اپنے گناہ کو بھول گیا اور اوسکا ذکر نہین کرتا اور دوسرے نے گناہ کو پیش نظر رکھا ہے اور ہمیشہ اوسکو سوچ کر ندامت کی آگ مین جلتا رہتا ہے تو ان دونون مین افضل کونسا شخص ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس باب مین بھی لوگ مختلف قول کہتے ہین بعضونکا قول تو یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیا منسیا کرے اور یہ دونون قول ہمارے نزدیک درست ہین مگر دو حالون سے متعلق ہین اور صوفیون کے کلام مین ہمیشہ قصور رہتا ہے اسواسطے کہ اونمین ہر ایک کی یہ عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہین دوسرے کے حال سے اونکو غرض نہین ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہین اور علم کے اعتبار سے یہ بات صوفیون کی بڑی نقصان ہے کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا افضل و اعلی ہے لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نظر سے اونکے قول کو دیکھو تو کامل ہے باین وجہ کہ جب آدمی اپنے ہی نفس کو دیکھتا رہیگا تو اوسکو دوسرے کے حال سے غرض نہوگی کیونکہ طریق الی اللہ اوسکے حق مین اوسکا نفس ہے اور منازل و رستے کے نفس کے حالات ہین تو اس نظر سے دوسرے کے حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہین اور کبھی بندے کا رستہ خدا کی طرف سیکھنے سکھانے سے ہوتا ہے اسلیے کہ اوسکی طرف رستے بہت ہین گو بعضے نزدیک ہین اور بعضے دور اور اصل ہدایت مین سب شریک ہین مگر خدا کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے اب ہم کہتے ہین کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اوسپر درد کرنا مبتدی کے حق مین کمال ہے اسلیے کہ اگر مبتدی گناہ کو

بھول جاویگا تو اوسکو خوب سوزش نہوگی اور اسی وجہ سے اوسکا ارادہ بھی قوی نہوگا اور شوق زیادہ
نہ اوبھریگا اور اگر گناہ کو یاد رکھیگا تو اوسکا خوف و اندوہ اس بات کا مقتضی ہوگا کہ پھر ویسی حرکت
نہ کرے غرضکہ یاد رکھنا گناہ کا مبتدی غافل کی نسبت اصل کمال ہے اور سالک طریق کے لیے
نقصان ہے اسلیے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہے سالک طریق کو سوا راہ چلنے کے
اور بات وہیان ہی بیجا ہے مثل مشہور ہے کہ راہ بے کاٹے نہین کٹتی اگر سالک کی نظرون مین
پیشینہ کے آثار معلوم ہون اور انوار معرفت اور غیب کی جہلک منکشف ہوجاوے تو اوسمین مستغرق
ہوجاویگا اور پھر اوسکو یہ گنجایش نہوگی کہ اپنے پہلے حالات پر التفات کرے یہ درجہ کمال کا ہے
بلکہ اگر کوئی مسافر اپنے راستے مین نہر پاوے کہ جسکا پل پہلے سے توڑ ڈالا اور پھر پار اوترنی کیواسطے
بہت تک حیران پریشان رہے اور کسیوجہ سے پار اوترکر نہر کے کنارے بیٹھکر رونا شروع کرے
کہ ہاے افسوس مین نے اسکا پل کیون توڑا تہا تو اس رونے سے اور زیادہ ہرج ہوگا اوترنے مین
جو دقت ہوئی اوس سے یہ ہرج علاوہ ہے ہان اگر پار اوترنے کے وقت سفر کا وقت نرہے
مثلاً رات کا وقت ہو کہ اوسمین نہین چل سکتا یا راستے مین اور بہت سی نہرین ہون جنکے پار
ہونے مین رات کو خطرہ ہو تو اوسوقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھکر خوب سا اندوہ و ملال
و گریہ و زاری پل توڑنے کے لیے کرے تاکہ پھر ویسی حرکت کبھی عمل مین نلاوے تو کیا مضائقہ ہے
لیکن اگر اوسکو ایک ہی خرابی مین اسقدر تنبہ ہوگیا ہو جس سے اوسکو اعتماد ہو کہ پھر ایسی حرکت
نکریگا تو ایسے شخص کے حق مین راہ کا چلنا ہی بہتر ہے اس بات سے کہ پل کے توڑنے کو یاد کرکر
روتا رہے اور وہان ہی لگا ہو رہے اور یہ بات وہی شخص جانتا ہے جو طریق اور مقصد اور عوائق اور
چلنے کے طور کو جانتا ہو اور ان امور کو ہم نے اشارةً باب علم مین اور جلد ثالث مین بیان کیا ہے
بلکہ ہمارے عندیے مین تو دوام توبہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت سوچتا
رہے تاکہ رغبت آخرت اور زیادہ ہو لیکن اگر جوان آدمی ہو تو ایسی چیزون مین جنکا نظیر دنیا
مین موجود ہو مثلاً حور و قصور مین بہت فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس فکر سے کبھی رغبت مجازی
حور و قصور کی پیدا ہوجاتی ہے حقیقی کیطرف نہین رہتی مناسب یہ ہے کہ صرف فکر لذت دیدار
الٰہی کیا کرے جسکا نظیر دنیا مین نہین اسیطرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہوتا ہے
اور مبتدی کو اوس سے نقصان ہوتا ہے اسیوجہ سے بھول جانا گناہ کا مبتدی کے حق مین فضل
سعدیہ ہوتا ہے اور ایسا نہو کہ اس تحقیق کی تصدیق مین تمکو اس وجہ تامل ہو کہ حضرت داود

علیہ السلام نے اپنے گناہ پر گریہ و نوحہ کیا تھا اسلیے کہ اپنے نفس کو انبیا کے نفس پر قیاس کرنا
بڑی کج فہمی ہے کیونکہ انبیا اپنے اقوال و افعال میں کبھی اس درجے کی کمی کرتے ہین جو اونکی امت
کے حال کے لائق ہو اس نظر سے کہ اونکی بعثت صرف امت کے ارشاد کے لیے ہے تو جس
فعل و قول سے کہ امت دیکھکر منتفع ہو وہ اونکو کرنا پڑتا ہے گو اونکے درجے سے وہ اوترا ہو
دیکھو بعض شیوخ ایسے تھے کہ اپنے مرید کو جو ریاضت بتاتے تھے اوسکو آپ بھی اوسکے ساتھ
کرتے تھے گو اونکو اوسکی حاجت تھی وہ مجاہدہ اور تادیب نفس سے فارغ تھے مگر اونکا یہ فعل اسوجہ سے
تھا کہ مرید کو ریاضت سہل ہو جاوے اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّمَا اَنَا لَا اَنْسیٰ
وَلٰکِنِّی اُنَسّیٰ لِاَسُنَّ اور ایک روایت مین ہے کہ اِنَّمَا اَسْھُوَ لِاَسُنَّ اور اس امر کا تعجب
نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ امت انبیا کے سایہ لطف مین ایسی ہوتی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کے
ظل عاطفت مین ہوتا ہے یا جیسے مواشی اپنے چرواہے کے سایۂ حمایت مین ہوتے ہین باپ
اپنے بیٹے کو جب بولنا سکھاتا ہے تو جانتے ہی ہو کہ کیسی اپنی آواز توتلا تا ہے مثلاً آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رض کو جبکہ اونھون نے چھوہارا صدقے کا اوٹھا کر
لڑکپن مین اپنے مونہہ مین رکھ لیا ارشاد فرمایا کخ کخ یعنی چھی چھی حالانکہ آپ کی فصاحت اس
بات سے قاصر نہ تھی کہ کوئی اور لفظ فصیح چھوہارے کے پھینکنے کے لیے فرماتے مگر چونکہ آپنے
جان لیا تھا کہ ہماری گفتگو نہ سمجھینگے تو فصاحت کو ترک فرما کر اونکی سی توتلی زبان کرکے
ارشاد فرمایا۔ اسیطرح جو شخص بکری یا کسی پرند کو تعلیم کرتا ہے تو اونکے لیے سیٹی یا اور آواز
مثل بہائم و پرند کے استعمال کرتا ہے تاکہ اونکے سکھلانے مین سہولت ہو۔ اسطرح کے دقائق
سے غفلت نہ کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ مقام ایسا ہے کہ اوسمین عارفون کے قدم لغزش
کھا جاتے ہین غافلون کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالی اپنے کرم و لطف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان دوام توبہ مین لوگون کے اقسام کا

جاننا چاہیے کہ توبہ کرنے والے توبہ کے باب مین چار طبقہ ہین اول طبقہ تو یہ ہے کہ گنہگار گناہ
سے توبہ کرکے آخر عمر تک اوسی پر جا رہے جو کچھ پہلے قصور کیا ہے اوسکا تدارک کرے اور
گناہون کے دوبارہ کرنے کا خیال بھی دلمین نہ لاوے سوا اون لغزشون کے جنسے کہ آدمی بشریت
بنی نوع کے سبب عادت خالی نہین ہوتا اور کسی گناہ کا خطرہ نگذرے پس توبہ پر جا رہنا اسیکا نام ہے
اور ایسے ہی تائب کو کہتے ہین کہ خیرات مین آگے نکل گیا اور اپنی برائیون کو بھلائیون سے بدل لیا۔

رہی توبہ کو توبہ نصوح کہتے ہین اور ایسے ہی نفس کو نفس مطمینہ بولتے ہین جو اپنے پروردگار
کے سامنے ایسی طرح جاویگا کہ یہ اوس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگون کی طرف
اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ بِذِكْرِ اللهِ تعالیٰ وَضَعَ
الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَوْزَارَهُمْ فَوَرَدُوا الْقِيَامَةَ خِفَافًا کیونکہ اسمین یہ اشارہ ہے کہ اونپر بوجھ تھا مگر ذکر نے
اونکا بوجھ اوتار دیا پھر اس طبقے کے کئی مراتب ہو سکتے ہین مثلا بعض تو ایسے ہونگے کہ جس وقت
توبہ کی اوسوقت اوسکے شہوات معرفت کے تہ مین دب گئین اب نہ اونکو اوسکے نفس سے
چندان نزاع ہے نہ سلوک طریقت کے لیے اوس سے مزاحمت اور بعض ایسے ہونگے کہ شہوات کا
نزاع اونکے نفس سے رہیگا مگر وہ مجاہدہ نفس اور رد شہوات مین تاخیر و دیر کرتا ہے پھر نزاع
کے درجات بھی باعتبار کثرت اور قلت اور اختلاف مدت اور اختلاف نوع کے متفاوت ہین
اسیطرح عمر کی کمی بیشی سے بھی تفاوت ہوجاتا ہے مثلاً بعض آدمی ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کرتے ہی
مرجاتے ہین ایسون کے حال پر غبطہ ہوتا ہے کہ سلامت چلے گئے اور کچھ فتور توبہ مین نہوا اور
بعض ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کے بعد مدتون جیتے ہین اور نفس پر مجاہدہ اور صبر کرتے ہین
اور توبہ پر جمے رہتے ہین اور بہت سے حسنات بجا لاتے ہین ایسے لوگون کا حال اعلیٰ اور
افضل ہے اسواسطے کہ ہر ایک خطا کے مٹانے کے لیے ایک نیکی ہوتی ہے بلکہ بعض علما کا
تو یہ قول ہے کہ گناہگار جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ جب تک محو نہین ہوتا جب تک
عاصی دس بار اوس گناہ پر قدرت پاکر خدا کے خوف سے اپنی شہوت نہ توڑے ہرچند یہ
شرط لگانی دور از قیاس ہے الا اگر ایسی صورت ہو تو اسمین شک نہین کہ اسکی تاثیر بہت ہوگی
پھر بھی مرید کم زور کو نچاہیے کہ اس حال پر چلے یعنی اول شہوات کو ہیجان مین لاوے اور سب
اسباب موجود کرے یہانتک کہ قدرت گناہ کرنے کی بخوبی ہوجاوے پھر طمع کرے کہ
مین اس سے محفوظ رہون تو ایسا نکرنا چاہیے اسلیے کہ ایسی صورت مین غالب یہی ہے کہ شہوت
کی باگ اپنے اختیار سے باہر ہوجاوے اور توبہ کو توڑ کر گناہ مین مبتلا ہو بلکہ ایسے شخص کے
حق مین توبہ کا طریق یون مناسب ہے کہ معصیت کی ابتدا اسباب سے گریز کرے جس سے کہ گناہ
آسان ہوجاتا ہے یہانتک کہ اوسکی شہوت اوسکے نفس پر بالکل بند ہوجاوے اور اسکے
ساتھ ہی جتنا ہوسکے شہوت کے توڑنے مین کوشش کرے تاکہ اوسکی توبہ محفوظ رہے
دوسرا طبقہ ایسا توبہ والا ہے جو اصول طاعات کی بجا آوری اور کل گناہ کبیرہ کے ترک پر

استقامت کرے مگر تاہم ایسے گناہوں سے خالی نہیں جو اُس سے بے قصد و ارادہ صادر
ہو جاتے ہیں اپنی اپنے کام کاج میں اُن گناہوں میں پھنس جاتا ہے یہ نہیں کہ پہلے سے اُنکا ارادہ
پختہ کیا ہو اور جب کبھی اُس سے اس طرح کا گناہ سرزد ہوتا ہے تو اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور شرمندہ
ہوتا ہے اور افسوس کرتا ہے اور سرِنو سے ارادہ مصمم کرتا ہے کہ اب اُن اسباب سے بچتا رہونگا
جو مجھے گناہوں میں مبتلا کر دیں ایسے نفس کو نفس لوامہ کہنا زیبا ہے اسلیے کہ جو احوال ذمیمہ
آدمی پر بے قصد و ارادہ آجاتے ہیں اُنپر اُسکو ملامت کرتا ہے ہر چند طبقۂ اول اعلے تھا
اس طبقے کے عالی رتبہ ہونے میں بھی تامل نہیں اور اکثر تائبوں کا حال ایسا ہی ہوتا ہے اسلیے
کہ بدی انسان کی سرشت میں خمیر ہے اُس سے جدا ہونا قریب بمحال ہے الا انسان سے اتنا
ہو سکتا ہے کہ کوشش کرکے اپنی خیر بہ نسبت شر کے زیادہ کر لے یہانتک کہ پلہ حسنات بھاری
ہو جاوے مگر پلہ بدیوں کا بالکل خالی رہنا نہایت مشکل ہے بہرحال ایسے لوگوں کے لیے خدا
تعالی نے وعدہ عمدہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے (آیت) اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبَائِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ
اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ پس جو صغیرہ کہ آدمی سے بے دل چاہے سرزد ہو جاوے
چاہیے کہ وہ لمم میں داخل ہو جو معاف ہے اور فرمایا (آیت) وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا
اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ پس باوجود لوگوں کے ظلم کرنے کے اپنی
جانوں پر جو اُنکی ثنا فرمائی اسی وجہ سے ہے کہ اُن لوگوں نے توبہ کی ندامت کی اور اپنے
نفس کو ملامت اور اسی جیسے رتبے کی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں جو حضرت علی
کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں (حدیث) خِیَارُکُمْ کُلُّ مُفْتَنٍ تَوَّابٍ
اور دوسری حدیث میں ہے (حدیث) اَلْمُؤْمِنُ كَالسُّنْبُلَةِ يَفِيْئُ اَحْيَانًا وَيَمِيْلُ اَحْيَانًا
اور ایک حدیث میں ہے کہ ایماندار کے لیے یہ ضروری ہے کہ کبھی کبھی گناہ کا مرتکب ہو جاوے
ان سب روایات سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ اس مقدار قصور سے توبہ نہیں ٹوٹتی اور نہ ایسے
قصور والا زمرے میں اصرار کرنے والوں کے داخل ہے۔ اور جو شخص ایسے لوگوں کو درجہ
تائبین سے مایوس کرے وہ ایسا ہے جیسا کوئی طبیب کسی ایسے شخص تندرست کو کہے جو میوے
اور گرم غذا کبھی کبھی کھا لیتا ہو اور مداومت اُسپر نہ کرتا ہو کہ تو ہمیشہ اچھا نہ رہیگا یا کوئی فقیہ
کسی طالب علم کو مایوس کر دے کہ تجھکو فقہا کا درجہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ تو بھی کبھی سبق کو
دوہراتا نہیں نہ یاد کرتا ہے حالانکہ اُس سے یہ امر بہت کم اور تھوڑے ہی وقت کے لیے

اتفاقاً ہو جاتا ہی پس ایسے کو مایوس کرنا نہ چاہیے ورنہ ظاہر ہوگا کہ نفقیہ او طبیب خود ناقص ہین دین کا فقیہ اُسے کہتے ہین جو خلق کو اس وجہ سے کہ اُنسے لغزشین ہوتی ہین اور گناہ کرتے رہتے ہین ارجہ سعادت پر پہونچنے سے مایوس نہ کرے دیکھو حدیث شریف مین وارد ہی[1] کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاؤُنَ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ الْمُسْتَغْفِرُوْنَ اور فرمایا[2] اَلْمُؤْمِنُ وَاہٍ وَاقِعٌ فَخَیْرُھُمْ مَنْ مَاتَ عَلٰی رَقْعَۃٍ یعنی گناہون کے سبب اپنے ایمان کو پھاڑتا ہی اور توبہ اور ندامت سے پھر پیوند لگاتا ہی اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَؤُنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ سمین یہ وصف بیان کیا کہ خطا کے بعد نیکی کرتے ہین یہ نہین فرمایا کہ بالکل خطا نہین کرتے

تیسرا طبقہ یہ ہی کہ توبہ کرکے ایک مدت تک اُسپر جما رہے پھر کسی گناہ کی خواہش اُسپر غالب ہو جاوے اور اُسکو قصداً اور ارادۃً کر بیٹھے اسوجہ سے کہ اُس خواہش کے دبانے سے عاجز ہی مگر باوجود اسکے طاعات کی بجا آوری ہمیشہ کرتا رہتا ہی اور گناہون کا بھی باوجود قدرت وخواہش کے تارک ہی صرف ایک خواہش یا دو خواہشون سے مجبور ہی کہ وہ اسپر غالب آجاتی ہین تاہم یہ چاہتا ہی کہ اگر خداے تعالیٰ مجکو اس شہوت کے روکنے پر بھی قادر کردے تو کیا خوب ہو یہ آرزو تو قبل معصیت ہو اور بعد سرزد ہونے خطا کے اُسپر نادم ہو اور کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو مین اس کام کو نہ کرتا اور اب مین مجاہدہ نفس پر کرکے اُسکو اس شہوت سے روکونگا اور اس خطا سے توبہ کرونگا مگر اُسکا نفس ٹالتا رہتا ہی اور آج کل کیا کرتا ہی اس طرح کے نفس کو وہ نفس سمجھنا چاہیے جسکا نام مسولہ ہی اور ایسے لوگ وہ ہین جنکی شان مین خداے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِھِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا تو ایسا شخص چونکہ اپنی طاعات پر مداومت رکھتا ہی اور اپنے کردار کو بُرا جانتا ہی اس نظر سے توقع ہی کہ خداے تعالیٰ اُسکی توبہ قبول فرماوے مگر بدین لحاظ کہ توبہ مین تاخیر اور تعلل کرتا ہی اُسکا انجام پُرخطر ہی کیا معلوم ہی جو موت پہلے ہی توبہ سے آدبائے اور پھر جو خدا کو منظور تھا ویسا ظہور مین آوے یعنی اگر خداے تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُسکا تدارک کیا اور اُسکے جبر نقصان کے لیے قبول توبہ سے سرفراز فرمایا تو وہ شخص زمرۂ سابقین مین لاحق ہوگا اور اگر خدانخواستہ بدبختی غالب ہوگی اور شہوت دبالیگی تو یہ خوف ہی کہ کہین اُسپر خاتمے کے وقت قول ازلی صادق نہ آجاسے کیونکہ یہ معمولی ہی کہ اگر کسی طالب علم سے

[1] آدمی سب خطا وار ہین اور خطا واروں مین بہتر وہ ہین جو توبہ کرین اور عفو کے خواہان ہون ۱۲ ترمذی و حاکم بروایت انس مگر انتہا ہون بی بی المستغفرون ...روایت کیا ۱۲

[2] ...

ایسی باتون سے نہ بچا جاوے جو مانع تحصیل ہین تو اس سے بھی سمجھا جاویگا کہ اُسکی قسمت مین علم نہین اور اگر اُسکے لیے سامان تحصیل کا سب خاطرخواہ میسر ہو تو دلالت اسپر ہوگی کہ ازل مین اسکا نام عالمون مین لکھا ہوگا۔ یہ حال آخرت کی سعادت حسنات سے اور وہان کا عذاب سیئات سے ایسے متعلق ہین جیسے مرض او صحت غذا اور دوا سے مرتبط ہین یا حاصل ہونا فقہ کا جس سے دنیا کے مراتب اعلی ملتے ہین کاہلی کے ترک کرنے اور نفس کو ہمیشہ فقہ کا عادی رکھنے سے متعلق ہین جس طرح کہ منصب ریاست او قضا اور علم مین بڑھنا اُسی نفس کو حاصل ہوتا ہی جو مدت تک فقہ سیکھنے مین لگا رہا ہو اور فقیہ ہوگیا ہو اسی طرح ملک آخرت اور اُسکی دولت اور خدا تعالی کی نزدیکی سے وہی دل مشرف ہوتا ہی جو مدت تک محنت کرکے پاک وصاف ہوا ہو خدائے تعالی نے اپنی تدبیر ازل سے اسی طرح مقرر فرمائی ہی اور اسی واسطے ارشاد فرمایا وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا پس جب بندہ کسی گناہ مین مبتلا ہوا اور گناہ نقد اور توبہ اُدھار ہو تو یہ علامت رسوائی کی ہی۔ اور ایک حدیث[2] مین وارد ہی کہ بندہ ستر برس تک عمل اہل جنت کا سا کیا کرتا ہی یہانتک کہ لوگ اُسکو جنتی کہنے لگتے ہین اور اُسمین اور جنت مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہی لیکن نوشتۂ ازلی غالب ہوتا ہی پھر وہ شخص دوزخیون کے سے کام کرتا ہی اور دوزخ مین جاتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ خوف خاتمے کا توبہ سے پیشتر ہی اور ظاہر ہی کہ ہر ایک سانس آدمی کی عمر گذشتہ کا خاتمہ ہی کیونکہ ممکن ہی کہ اُسی سانس سے موت ملی ہوئی ہو اسلیے ضرور ہوا کہ انفاس کی حفاظت کیجاوے ورنہ ممنوع چیز مین مبتلا ہو جاویگا اور حسرت دائمی ایسے وقت مین کریگا جسوقت کچھ فائدہ نہو

شعر کرے غافل زندگی مین نیکی جتنی ہوسکے		ورنہ وقت نزع تو ارمان ہی رہجائیگا

چوتھا طبقہ وہ ہی کہ توبہ کرکے کچھ روز جمارہے پھر گناہ کا یا گناہون کا مرتکب ہو بدون اسکے کہ دل مین توبہ کرنے کا خیال ہو یا گناہ کرنے پر افسوس ہو بلکہ غافل آدمی کی طرح اتباع شہوت مین ڈوبا رہے تو ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والون کے زمرے مین ہی اور اُسکا نفس آمارہ بالسوء یعنے بدی کا حکم کرنے والا ہی اور خیرات سے بھاگنے والا ایسے شخص پر خوف انجام کے بُرا ہونے کا ہی خدا جانے کیا ہوا گر معاذ اللہ بُرائی پر خاتمہ ہوا تو ایسا بدبخت ہوگا جسکی بدبختی کی کچھ انتہا نہین اور اگر بھلائی پر انجام ہوا یہانتک کہ توحید پر مرا تو اُسکو توقع دوزخ کی آگ سے رہائی کی ہوگی گو کچھ مدت کے بعد ہو اور یہ بھی محال نہین کہ خدا تعالی کسی سبب

رح ۲ بخاری و مسلم بروایت سہل بن سعد اور اقسمین ستر برس نہین احمد سنہ بروایت ابو ہریرہ یہ حدیث مسلم رحمہ کی ہیں ۱۲

خفیہ کے باعث جسکی اُس شخص کو اطلاع نہو اُسکو معاف فرما دے جیسے کوئی شخص کسی اُدھاڑ جگہ میں
جا رہے اس نیت سے کہ خزانہ پاوے تو محال نہین کہ اتفاق سے اُسکو ملجاوے یا مثلاً کوئی
شخص گھر مین بیٹھ رہے اس قصد سے کہ علوم بدون تحصیل کے آجاوین جیسے انبیاء علیہم السلام کو
حاصل تھے تو یہ بھی محال نہین خدا سے تعالیٰ کی قدرت سے ممکن ہی مگر طاعات کے عوض مین
خدا کی مغفرت کا خواہان ہونا تو ایسا ہی جیسا کوئی محنت اور بحث سے علم کا خواہان ہو یا تجارت
کی مشقتین خشکی وتری کی اُٹھانے سے مال کا طالب ہو اور باوجود اعمال کی خرابی کے
مغفرت کا طالب ہونا اور اُسکا متوقع ہونا ایسا ہی جیسے ویرانون مین خزانے کا ڈھونڈھنا
تھا اور فرشتون کی تعلیم سے علم کا سیکھنا کہ ہر چند محال نہین الا بعید از عقل ہی اور کوشش
کرنے کے بعد ہی اگر علم آجاوے اور تاجر غنی ہوجاوے اور جو نماز روزہ ادا کرتا ہو اسکی مغفرت
ہوجاوے تب بھی غنیمت ہی کسی بزرگ کا قول ہی کہ آدمی سب محروم ہین سوا عالمون کے
اور عالم سب محروم ہین سوا عاملون کے اور عامل سب محروم ہین سوا مخلصون کے اور مخلص لوگ
بڑے خطر مین ہین - اور جس طرح کہ ارباب دانش کے نزدیک ایسا شخص خارج از عقل گنا جاتا ہی
جو اپنا گھر اُجاڑ کر مال ضائع کر دے اور اپنے نفس و خاندان کو بھوکا چھوڑے اس توقع پر کہ کیا
عجب ہی کہ خدا سے تعالیٰ اپنے فضل سے اس کھنڈر مین زمین کے تلے سے خزانہ عنایت فرمادے
گو اس شخص کی یہ توقع خدا سے تعالیٰ کی قدرت سے محال نہین ہی اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کے
فضل سے مغفرت کی توقع رکھے اور بجا آوری طاعت مین قصور اور گناہون پر اصرار
کرتا ہو مغفرت کی راہ نہ چلتا ہو تو وہ ارباب دل کے نزدیک بیوقوف اور مغالطہ مین پڑا ہوا
ٹھہریگا اور بڑا تعجب اس ناقص العقل کی عقل سے ہی کہ اپنی حماقت کی بات کو خوبی کے پیرایہ مین
رواج دیتا ہی یعنی کہتا ہی کہ خدا سے تعالیٰ کریم ہی اور مجھ ایسے آدمی سے اُسکی جنت کچھ
تنگ نہین ہوگی اور میرے گناہ سے اُسکا کچھ ضرر نہین لیکن باوجود اس قول کے روپیہ
کی تلاش مین خشکی اور تری کی سخت مشکل سفر اختیار کرتا ہی اور اگر اُس سے کہا جاوے کہ
خدا سے تعالیٰ کریم ہی اُسکے خزانے کے روپے تمہاری حاجت سے قاصر نہین اور تم بھی
اگر تجارت مین سستی کرو تو تمہارا کیا ضرر ہی اسلیے کہ تم گھر مین بیٹھ رہو خدا سے تعالیٰ تمکو کسی
جگہ سے روزی دیگا جہان سے تم نہ جانتے ہو بس کہنے والے کو احمق بناویگا اور اس سے
مسخر کریگا اور کہیگا کہ آسمان سے سونا اور چاندی تو نہین برستا یہ چیزین ہاتھ پاؤن کے ہلانے سے

حاصل ہوتی ہے خدای تعالی کی عادت اسیطرح جاری ہے جو راہ مقرر کردی اوسمین کچھ تبدیل نہین ہوتی اب اوس احمق سے کہنا چاہیے کہ دنیا و آخرت کا خدا ایک ہی ہے اور جو طریق کہ اون دونون مین مقرر رکھا ہے اوسمین کچھ تبدیل نہوگی اور اوسنے یہ ارشاد فرمایا ہے وَاَن لَّیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی تو پھر تمنے یہ اعتقاد کیسے کرلیا کہ خدای تعالی آخرت مین کریم ہے اور دنیا مین نہین اور اس بات کے کیسے قائل ہوے کہ اوسکے کرم کے بھروسے پر حصول مال کے لیے قصور نہین کرنا چاہیے مگر آخرت کی سلطنت جاوید اور دولت پایدار کے ملنے کے لیے کرنا چاہیے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدای تعالی اپنے کرم سے اتنی دولت پایدار تو آخرت مین بے محنت دیدیگا اور دنیا کا مال فانی جسمین اکثر بہت مشقتین اوٹھانی پڑتی ہین نہین دیگا تم اس ارشاد خداوندی کو بھول گئے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ خدا اس جہالت سے بچاوے یہ اعتقاد کرنا تو سرکے بھل چاہ ضلالت اور گوہ حماقت مین گرنا ہے ایسے لوگ اگر اس آیت کے مصداق ہون تو زیبا ہے وَلَوْ تَرٰی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِھِمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا یعنی ہمنے معلوم کرلیا کہ تیرا قول درست تھا وَاَن لَّیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اب تو ہمکو دنیا مین لوٹا دے کہ ہم کوشش کرین پھر اوسوقت پھرنا کہان بلکہ عذاب ہوگا اور اوسکی جابن خدای تعالی جہالت اور شک سے بچاوے جنکے سبب ضرور ہی انجام خراب ہوتا ہے۔

تیسرا بیان اس بات کا کہ اگر تائب سے اتفاقا یا قصدا کوئی گناہ ہوجاوے تو اوسکو کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ جب تائب شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوجاوے تو اوسپر دو باتین واجب ہین اول یہ کہ توبہ اور ندامت کرے دوسرے یہ کہ اوس گناہ کے محو کرنے کے لیے کوئی نیکی اوسکی ضد مین کرے جیسا کہ ہم اوپر اسکا طریق لکھ چکے ہین پس اگر نفس نے عزم آیندہ کے چھوڑنے کا بسبب غلبۂ شہوت کے نہ کیا تو گویا ایک واجب کی بجاآوری سے عاجز ہے اس صورت مین نہین چاہیے کہ دوسرے واجب کو بھی ترک کرے بلکہ نیکی کرکے بدی کے محو کرنے کی تدبیر کرے اور حسنات سے اون سیئات کا کفارہ کرے تاکہ اوسکے جھوٹو یہ تو ہو کہ عمل صالح اور عمل بد دونون کا عامل ٹھہرے اور حسنات جن سے کہ سیئات محو ہوتے ہین وہ یا دل سے ہوتے ہین یا زبان سے یا اعضا سے پس جس جگہ سے کہ بدی کا مرتکب ہوا ہو یا بدی کا سبب جہان سے پیدا ہوا ہو نیکی بھی اوسی جگہ کی کرنی چاہیے مثلاً اگر بدی کا ظہور دل سے ہوا ہو تو اوسکو اسطرح مٹاوے کہ خدای تعالی کی جناب مین

گریہ وزاری کرے اور مغفرت اور عفو کا خواہان ہو اور جیسے غلام بھاگا ہوا ذلیل ہوتا ہے
ویسا ہی اپنے آپ ذلیل بنے حتی کہ سب لوگون پر ذلت ظاہر ہو جاوے اور اوسکا طور
یہ ہے کہ جسقدر برائی اوسمین کرتا ہو اوسکو کم کر دے اسواسطے کہ بھاگے ہوے غلام کو دوسرے
غلامون پر تکبر کرنے کی کیا وجہ ہے اوسکو تو ہر دم یہ خیال چاہیے ع بر در آمد بندہ بگریختہ
آبروی خود ز عصیان ریختہ ٭ اور نیز دل سے عزم طاعات کا اور اہل اسلام پر خیرات کا رکھے
اور زبان سے کفارہ کا طور یہ ہے کہ اپنے ظلم کا اقرار کرے اور یون کہے رب ظلمت نفسی و
عملت سوءا فاغفر لی ذنوبی جسکا مضمون ان اشعار مین ہے اشعار پادشاہا جرم ما را در گذار ٭ ما گنہگاریم و تو آمرزگار
تو نکوکاری و ما بد کردہ ایم ٭ جرم بے اندازہ بیحد کردہ ایم ٭ مغفرت دارم امید از لطف تو ٭ زانکہ خود فرمودۂ لا تقنطوا
اور اقسام استغفار کے جو ہم نے باب دعا و ذکر مین لکھے ہین اونکو بہت کہتا رہے ۔ اور اعضا سے
کفارہ کرنے کا طور یہ ہے کہ طاعات اونسے بجا لاوے اور صدقات اور اقسام عبادات ادا کرے
اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی گناہ کے پیچھے آٹھ کام کرے تو توقع ہے کہ وہ گناہ
معاف ہو جاوے چار کام تو دل کے اعمال مین سے ہین اول توبہ کرنا یا قصد توبہ کرنا دوم
گناہ سے احتراز کرنے کا اچھا معلوم ہونا سوم گناہ پر عذاب سے ڈرتے رہنا چہارم اوسکے
بخشے جانے کی توقع کرنی اور چار کام اعضا کے اعمال مین سے ہین اول یہ کہ گناہ کے بعد
دو رکعت نماز پڑھے دوم اس دوگانہ کے بعد ستر بار استغفار اور سو مرتبہ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ
پڑھے سوم کچھ صدقہ دے چہارم ایک روزہ رکھے اور بعض روایات مین ہے کہ وضو کامل کرکے
مسجد مین جاوے اور دوگانہ نماز پڑھے اور بعض مین چار رکعتون کا مذکور ہے اور ایک حدیث
شریف مین ہے کہ جب کوئی برائی کرے اوسکو چاہیے کہ اوسکے بعد بھلائی کرے تاکہ اوسکی
مکافات ہو جاوے پوشیدہ برائی کے عوض پوشیدہ بھلائی کرے اور ظاہر کے عوض ظاہر اور
اسی بنا پر یہ قول ہے کہ پوشیدہ صدقہ دینے سے رات کے گناہ محو ہوتے ہین اور ظاہر صدقہ
دینے سے دن کے اور ایک حدیث صحیح مین ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے سب کچھ کیا مگر زنا نہین کیا جو خدای تعالی کا حکم
ہو وہ آپ میرے اوپر جاری فرماے آپنے اوس سے پوچھا کہ تو نے ہمارے ساتھ کیا
صبح کی نماز نہین پڑھی اوسنے عرض کیا کہ پڑھی ہے آپنے فرمایا کہ نیکیان بدیون کو
کھو دیتی ہین اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زنا سے کم مباشرت عورتون کی گناہ صغیرہ ہے

اسلیے کہ نماز کے باعث سے جاتا رہتا ہے اور کبیرہ گناہ نماز سے نہین محو ہوتا چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اَلصَّلَوٰاتُ الخَمسُ کَفَّارَاتٌ لِمَا بَینَهُنَّ اِلَّا الکَبَائِرُ بہرحال آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس کا حساب ہر روز کیا کرے اور اپنی خطاؤن کو جمع کیا کرے اور اونکے دور کرنے مین محنت کرکے اوتنی ہی حسنات کیا کرے۔ اب اگر یہ کہو کہ حدیث شریف مین مذکور ہے کہ جو شخص گناہ سے استغفار کرے اور اوسپر اصرار کرتا جاوے وہ گویا خدای تعالی کے ساتھ ہنسی کرتا ہے پس جب تک کہ اصرار کا عقدہ حل نہوگا تب تک استغفار کیسے مفید ہوگا اور بعض اکابر فرماتے تھے کہ مین اپنی زبانی استغفار سے بھی استغفار کرتا ہون اور بعض کا قول ہے کہ صرف زبان سے استغفار پڑھنا جھوٹون کی توبہ ہے اور حضرت رابعہ عدویہ رح فرماتی ہین کہ ہمارے استغفار کے لیے بہت سا استغفار چاہیے ان روایات مین کونسا استغفار مراد ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ استغفار کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین چنانچہ اونکا ذکر باب دعیہ و اذکار مین لکھا گیا اور اس سے بڑھکر اور کیا فضیلت ہوگی کہ خداوند کریم نے استغفار کا اثر وہی ارشاد فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے سے فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ اسی جہت سے بعض صحابہ رض فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لیے دو پناہ ہین تھین ایک پناہ تو چلی گئی یعنی وجود باجود جناب سرور کائنات کا ہم مین نرہا اور ایک ابھی باقی ہے یعنی استغفار موجود ہے اگر وہ بھی نرہیگا تو ہم ہلاک ہوجاوینگے۔ اب ہم کہتے ہین کہ جو استغفار کہ جھوٹون کی توبہ ہے وہ صرف زبانی استغفار ہے اسطرح کہ دل کی شرکت اوسمین کچھ نہو جیسے عادۃً براہ غفلت کہدیا کرتے ہین کہ استغفر اللہ یا جب آگ دوزخ کا بیان سنا تو کہدیا کہ نعوذ باللہ منہا بدون اسکے کہ دلمین کچھ اسکی تاثیر ہو اسمین صرف زبان کی حرکت ہوتی ہے اوس سے کچھ فائدہ نہین ہان اگر اوسکے ساتھ دل سے خدا کیطرف تضرع اور انکسار کرے اور ارادہ صادق اور نیت خالص اور رغبت کامل سے مغفرت کا سائل ہو تو یہ البتہ ایک حسنہ ہے اور اسمین لیاقت اس بات کی ہے کہ برائی کو دور کرسکے اور اخبار جو فضائل استغفار مین وارد ہین اونمین اسی استغفار سے غرض ہے یہانتک کہ ارشاد فرمایا مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اس حدیث مین استغفار سے استغفار قلبی مراد ہے۔ اور توبہ اور استغفار کے بہت سے درجات ہین اوائل درجات بھی خالی از فائدہ نہین گو آخر تک نوبت نہ پہونچی اسی بنا پر حضرت سہیل تستری فرماتے ہین

کہ بندے کو ہر حال مین ضرورت اپنے مالک کی ہوتی ہے تو اوسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ سب چیزون مین مالک ہی کیطرف رجوع کرے مثلاً گناہ مین مبتلا ہو تو التجا کرے کہ الٰہی میرا پردہ فاش نہ کر اور گناہ کر چکے تو دعا مانگے کہ الٰہی میری توبہ قبول فرما اور توبہ کے بعد عرض کرے کہ مجھے عصمت نصیب کر اور جب کوئی عمدہ کام کرے تو التماس کرے کہ خداوندا اس عمل کو مجھسے قبول کر۔ اور کسی شخص نے اونسے پوچھا کہ وہ استغفار کونسا ہے جو گناہون کو مٹاتا ہے آپنے جواب دیا کہ استغفار کا شروع تو استجابت ہے پھر انابت پھر توبہ استجابت سے اعمال اعضا کے مراد ہین مثل دوگانہ و دعا اور انابت سے اعمال قلوب یعنی صدق ارادت اور خلوص نیت وغیرہ مراد ہین اور توبہ سے یہ غرض ہے کہ خلق کو چھوڑ کر مالک کی طرف متوجہ ہو اور نعمت الٰہی کی ناواقفیت اور اوسکے شکر گزار نہونے کا قصور جو اوسمین ہے اوس سے مغفرت کا خواہان ہو تاکہ وہ قصور معاف ہو اور مالک کے پاس اوسکا ٹھکانا بنے پھر توبہ کے بعد تنہائی اختیار کرنی پھر توبہ پر ثابت رہنا پھر بیان اوسکے بعد فکر اوسکے بعد معرفت اوسکے بعد مناجات اوسکے بعد مصافات اوسکے بعد موالات اوسکے بعد راز کی گفتگو جسکو خلت کہتے ہین یہ سب نتایج استغفار پر مرتب بتدریج ہوتے ہین اور یہ بات اوسی بندے کے دل مین ٹھہرتی ہے جسکی غذا علم ہو اور قوام ذکر الٰہی اور توشہ رضا اور اوسکا رفیق توکل ہو ایسے دل کیطرف خدای تعالےٰ نظر عنایت سے دیکھکر اوسکو عرش پر اوٹھالیتا ہے اوسکا مقام اور عرش کے اوٹھانیوالونکا مقام ایک ہو جاتا ہے اور نیز اونسے کسی نے اس حدیث کا حال پوچھا کہ اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ آپ نے فرمایا کہ حبیب جب ہوتا ہے جب وہ باتین اوسمین پائی جاوین جو اس آیت مین مذکور ہین اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاکِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ اور فرمایا کہ حبیب اوسکو کہتے ہین کہ جو چیز اپنے حبیب کو بُری معلوم ہو اوسکے گرد نہ پھرے۔ حاصل یہ ہے کہ توبہ کے ثمرے دو ہین اول گناہون کو مٹانا یہان تک کہ ایسا ہو جاوے کہ گویا گناہ کیا ہی نہین اور دوسرا ثمرہ درجات کا ملنا ہے تاکہ حبیب ہو جاوے اور گناہ کے مٹانے کے درجات مختلف ہین بعض سے اصل گناہ بالکل زائل ہو جاتا ہے اور بعض مین صرف گناہ کی تخفیف ہوتی ہے ان درجات کا اختلاف بحسب اختلاف توبہ کے درجات کے ہوتا ہے حاصل یہ کہ دل سے استغفار کرنا اور حسنات سے تدارک کرنا اگرچہ ابتدای درجات مین اصرار کے عقدے کو حل نکرین تاہم فائدے سے خالی نہین پس

یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ ایسے استغفار و حسنات کا وجود و عدم برابر ہی بلکہ ارباب مشاہدہ اور اہل دل کو قطعاً
معلوم ہو گیا ہی کہ قول خداوندی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ بیشک درست ہی
ہر ذرہ خیر مین کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہی جیسے کانٹے مین ایک طرف ایک چانول ڈالدو
تو کچھ نہ کچھ جھک جاویگا اور اُسکی کچھ تاثیر نہو تو چاہیے کہ دوسرا چانول اگر ڈالدین
جب بھی کچھ اثر نہو اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ چانول اگر زیادہ بھی اُسمین ڈالے جاوین
تب بھی پلہ نہ جھکے حالانکہ یہ قطعاً محال ہی یہی حال حسنات اور ذرات خیر کا ہی کہ اُنسے بھی میزان
اعمال مین پلۂ حسنات پر ضرور ہی اثر ہوتا ہی اور بہت سی ہو کر سیات کا پلہ اُنکے مقابل مین
اُٹھ جاتا ہی پس آدمی کو چاہیے کہ کسی حال مین تھوڑی سی خیر کو اور ذرہ بھر طاعت کو حقیر
جان کر فرو گذاشت نہ کرے اور نہ کسی ادنیٰ گناہ کو قلیل سمجھکر اُسکا مرتکب ہو جیسے کوئی بیوقوف
عورت کاتنے کے لیے بہانہ کرے کہ مین ایک گھڑی مین صرف ایک ڈورا کات سکتی ہون اس
ایک دھاگے سے کونسا مال جمع ہو جاویگا یا کیا کپڑا تیار ہو گا اس احمق کو یہ معلوم نہین کہ دنیا کے
جتنے کپڑے ہین سب ایک ایک تار ہی سے بنے ہین اور تمام دنیا خود بھی باوجود اتنی وسعت کے
ذرات ہی سے بنی ہی غرضکہ تضرع اور استغفار دل سے کرنا ایک ایسی نیکی ہی جو خدا کے نزدیک ہرگز
ضایع نہین ہوتی بلکہ میرا تو یہ قول ہی کہ صرف زبان ہی سے استغفار کہنا بھی حسنہ مین داخل ہی
کیونکہ زبان کو غفلت کے ساتھ استغفار کے لیے ہلانا اس سے تو بہتر ہی کہ اُسوقت مین کسی
مسلمان کی غیبت یا کلام فضول کے لیے حرکت دے اور چپ رہنے کی نسبت بھی بہتر ہی گو
عمل قلبی کی نسبت ناقص ہی مگر زبان کے سکوت اور لغویات سے بہر صورت افضل ہی چنانچہ
بعض مریدین نے اپنے مرشد ابو عثمان مغربی سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر
جاری ہو جاتی ہی حالانکہ میرا دل غافل ہوتا ہی اُنھون نے فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اُسنے تمھارے
ایک عضو کو خیر مین لگایا اور ذکر کا عادی بنایا اور شر مین نہ لگایا نہ فضول کا عادی
فرمایا۔ اور بیشک ان حضرت کا قول درست ہی اسلیے کہ اعضا کو اگر خیر کی عادت مثل
امور طبعی ہو جاتی ہی تو موجب بہت سے گناہون کے دفع کی ہوا کرتی ہی مثلاً ایک شخص
استغفار کا عادی ہی وہ جب کسی سے کوئی جھوٹ بات سنیگا فوراً کہہ اُٹھیگا استغفر اللہ
اور جسکی عادت لغو گوئی کی ہو گی وہ جلد ہی ایسے یہی کہیگا کہ تم بڑے بیوقوف ہو یا کیسا بڑا
جھوٹ تمھارا ہی یا ایک شخص عادی نعوذ باللہ منہ کہنے کا ہی وہ جب کسی شریر کی شرارت سے

انجام اسنے کا عادت ہے کے ملعوں... کہ نعوذ باللہ منہ الا اگر فضول لغو کا عادی ہوگا تو کہی کا
خدا اوس پر لعنت کرے امنین ایک کلمہ کہنے مین گناہگار ہوگا اور دوسرا کہنے مین بچا رہے گا
اور بچاؤ کی صورت زبان کے عادی خیر ہونے کا اثر ہے اور منجملہ معانی اس آیت کے ہے
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اور اس آیت کے وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضَاعِفْھَا
وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا تو دیکھنا چاہیے کہ صورت مذکورہ بالا مین کسطرح پر حسنہ کو دوچند کیا
یعنی غفلت مین استغفار پڑھنا زبان کی عادت کرنے یہان تک کہ اس عادت کے باعث
گناہ کے شر کو دفع کیا کہ غیبت اور لعن اور فضول سے روک دیا یہ زیادتی تو دنیا مین اس ادنی
طاعت کی ہے اور آخرت کی بڑھوتری کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہین یہ حال آدمی کو نہین چاہیے
کہ طاعات مین صرف اوقات کا لحاظ کرکے اونکی رغبت کم کرنے اسلیے کہ یہ ایک مکر شیطانی ہے
کہ شیطان اوس سے مغالطہ کھانے والون کو دم دیا کرتا ہے اونکو یہ سمجھاتا ہے کہ تم ارباب دانش ہو
کہ خفیہ اسرار و رازون کو پہچانتے ہو زبان سے ذکر کرنا اور دل کا غافل رہنا محض بیفائدہ ہے
اس مکر کے باعث خلق کی تین قسمین ہوگئین ایک تو وہ جنھون نے اپنی جان پر ظلم کیا اور ایک
خیرات مین آگے بڑھنے والی اور ایک میانہ رو جو سبقت خیرات مین کرتے ہین وہ تو شیطان کے
جواب مین یہ کہتے ہین کہ تو بہت درست کہتا ہے مگر اس کلمہ حق سے مطلب تیرا باطل ہے
ہم تکو دو بار ستاوینگے اور دو طور سے تجھے ذلیل بناوینگے اسکے بعد حرکت زبان کے ساتھ حرکت
دل بھی شامل کرلیتے ہین اور اونکی مثال اس باب مین ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی شیطان کے
زخم کا علاج کرے اور اوس پر نمک چھڑکدے اور ظالم اپنے نفس کے وہ لوگ ہین جو اپنے آپکو
واقف دقیقہ سمجھکر چونکہ اخلاص قلبی سے عاجز ہوتے ہین تو زبان کی عادت بھی ذکر کے ساتھ
چھوڑدیتے ہین ان لوگون پر شیطان کی بن پڑتی ہے اور کمال درجے کی موافقت ہوجاتی ہے
بلکہ سگ رو برادر شغال دونون ایک سے ہوجاتے ہین۔ اور میانہ رو وہ ہے جو شیطان کے
برخلاف اپنے دل کو عمل مین شریک تو نہین کرسکتا الا یہ جانتا ہے کہ صرف ذکر لسانی بہ نسبت
قلبی کے ناقص ہوتا ہے مگر پھر بھی سکوت اور لغوگوئی کی نسبت کر افضل ہے اس خیال سے حرکت
زبانی نہ چھوڑے اور خدا سے دعا کرے کہ جیسی میری زبان کو عادت خیر ڈالی ہے ایسا ہی دلکو
بھی شریک اسکا فرماوے اور امنین سے اول شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی جولاہہ
اپنے کام کو برا سمجھکر محرر بنجاوے اور دوسرے کی مثال یہ ہے کہ جولاہہ اپنا پیشہ برا جانکر

حلال خود کا کام کرنے لگے اور حیا نہ رہی کی مثال یہ ہے کہ پیشہ نوربافی والا جو کتابت سے عاجز ہو یہ کہے کہ مین اس پیشہ کی مذمت کا منکر نہین ہون الا بہ نسبت کتابت کے یہ برا ہے بہ نسبت پاخانہ اوٹھانے کے برا نہین اور چونکہ مین کتابت سے عاجز ہون اسلیے اپنا پیشہ کیون چھوڑون۔ اب ہم کہتے ہین کہ قول حضرت رابعہ عدویہ کا یعنی ہماری استغفار کے لیے بھی بہت سا استغفار چاہیے اس سے یہ غرض ہے کہ ازانجا کہ ہمارے استغفار مین دل غافل رہتا ہے اور صرف زبان حرکت کرتی ہے اس جہت سے بباعث غفلت دل کے اس استغفار سے بھی استغفار چاہیے یہ معنی نہین کہ زبان کی حرکت کی مذمت اس قول سے پائی جاتی ہے بلکہ غفلت دل ہی کی قباحت مراد ہے جس سے حاجت استغفار کی ہوتی ہے ذکر زبانی سے حاجت استغفار کرنے کی نہین پس اگر بالفرض کوئی استغفار زبانی بھی نہ کرے تو اس صورت مین دو استغفارون کی حاجت ہوگی ایک تو استغفار سے غفلت کے باعث اور پھر استغفار مین غفلت قلبی کی باعث غرضکہ مذمت مذموم چیز کی اور تعریف عمدہ چیز کی اسطرح سمجھنی چاہیے نہین تو اس حدیث کے معنی سمجھہ مین نہ آئینگے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ کیونکہ یہ باتین باضافت پائی جاتی ہین انکو بدون اضافت نہ لینا چاہیے بلکہ کسی ذرہ بھر طاعت اور گناہ کو حقیر و ناچیز نہ سمجھنا چاہیے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے تین چیزین تین چیزون مین مخفی رکھی ہین اول اپنی رضامندی کو اپنی طاعت مین پس کسی طاعت کو حقیر مت جانو شاید خدای تعالی کی رضامندی اوسی مین ہو دوم اپنے غضب کو معاصی مین تو کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھو شاید اوسکا غضب اوسی مین ہو سوم اپنی ولایت کو بندون مین مخفی رکھا ہے تو بندون مین سے کسیکو حقیر مت سمجھہ شاید اللہ کا ولی وہی ہو شعر

خاکساران جہان را بحقارت منگر	توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

پھر ان تین باتون پر آپ نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ اجابت کو بھی خدای تعالی نے دعا مین پوشیدہ رکھا ہے پس دعا مانگنی ترک نکرو شاید قبولیت اوسی مین ہو

چوتھی فصل

توبہ کی دوا کے بیان مین اور اوس علاج کے طریق مین جس سے کہ گناہ پر اصرار نہ رہے۔ واضح ہو کہ آدمی دو قسم کے ہین ایک تو وہ کہ جنکو میل بری بات کا نہو اونکا نشو و نما شر سے احتراز کرنے اور خیر ہی پر ہوا ہو ایسے ہی لوگون کی شان مین یہ حدیث شریف وارد ہے یُعْجِبُ رَبُّكَ مِنْ شَابٍّ لَيْسَ لَهُ صَبْوَةٌ مگر ایسے لوگ نادر و کمیاب ہین اور دوسری قسم وہ ہین

کا ریکاب گناہ سے نہین بچتے پھر اس قسم کے دو فریق ہین ایک اصرار کرنے والے دوم تائب
اور ہماری غرض یہ ہی کہ اصرار کے دور کرنے کا علاج بیان کرین اور اِسی کی دوا بتادین اسلیے ہم
کہتے ہین کہ شفاء توبہ بدون علاج میسر نہین ہوتی اور از انجا کہ اسباب مرض کے خلاف کرنے کا
نام علاج کرنا ہی تو جو شخص مرض سے واقف نہو گا وہ علاج سے بھی جاہل رہیگا اور
اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ جو مرض کسی سبب سے پیدا ہوا اسکی دوا یہی ہی کہ اُس سبب کو
دور اور بیکار کیا جاوے اور ظاہر ہی کہ ہر ایک چیز اپنی ضد سے بیکار ہوتی ہی اب اگر مرض اصرار کو
لحاظ کرو تو دریافت ہوگا کہ اُسکا سبب غفلت اور شہوت ہی جسمین غفلت سب بُرائیون کی جڑ ہی
چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ لَا جَرَمَ اَنَّھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ
الْخٰسِرُوْنَ بہر حال جو چیز غفلت اور شہوت کی ضد ہوگی اُسی سے اُسکا علاج بن پڑیگا اور چونکہ
غفلت کی ضد علم ہی اور شہوت کی ضد محرکات شہوت کے چھوڑنے پر صبر کرنا اسی واسطے توبہ کا
علاج بھی اُس معجون سے ہوگا جسمین حلاوت علم کی اور تلخی صبر کی موجود ہو۔ اور جس طرح
کہ سکنجبین مین شیرینی شکر کی اور ترشی سرکے کی اکٹھی رہتی ہی مگر اُس سے علاج کرنے مین
مقصود اور فائدہ دونون چیزون کا ملحوظ رہتا ہی اور اسباب صفرا کے ہیجان مین آنے والے
مستاصل ہوجاتے ہین اسی طرح جس دل مین مرض اصرار ہی اُسکے علاج مین بھی فائدہ معجون کے
دونون اجزا کا یعنی علم اور صبر کا جدا جدا سمجھنا چاہیے علم مین تو یہ بات قابل تحقیق کرنے کے ہی کہ
اصرار کے دور کرنے مین ہر ایک علم کار آمد ہی یا کوئی علم مخصوص اسکے لیے ضروری ہی تو معلوم
کرنا چاہیے کہ علوم سب کے سب امراض دلی کے علاج ہین اِلّا ہر ایک مرض کے لیے ایک
علم مخصوص ہی جیسا کہ علم طب سب مرضون کے علاج مین فی الجملہ نافع ہی مگر ہر علت کے لیے
ایک خاص علم چاہیے اسی طرح اصرار کے علاج کو سمجھنا چاہیے پس ہم خاص وہی علم لکھتے ہین جو
اِس علاج مین کام آوے اور اُسکو بدن کے امراض کی مثال پر لکھتے ہین تاکہ سمجھ مین جلد آوے
اب ہم کہتے ہین کہ مریض آدمی کو کئی باتین تصدیق کرنی پڑتی ہین اول یہ کہ اس بات کو مانے کہ مرض
اور صحت دونون کے لیے کچھ سبب ہین اور وہ سبب خداوند کریم نے ہمارے اختیار مین رکھدیے
ہین اس سے اصل طب کا یقین ہوتا ہی جسکو یہ یقین نہین ہوتا وہ علاج بھی نہین کراتا اور
مستحق موت کا ہوتا ہی اسی طرح اصرار مین اول ایمان اصل شرع پر ہونا چاہیے یعنی اس بات کو
جانے کہ سعادت آخروی کا بھی ایک سبب ہی جسکو طاعت کہتے ہین اور شقاوت کا

بھی ایک سبب ہو بلکہ معصیت بولتے ہین اصل ایمان کا ہونا ضرور ہی خواہ بطور تحقیق ہو یا بطور
تقلید دوسرے یہ کہ مریض کو کسی طبیب خاص کا اعتقاد چاہیے کہ وہ طب کا عالم اور حاذق ہی جو
دوا بتلاتا ہی ٹھیک ہوتی ہی جھوٹ نہین کہتا نہ کچھ لاگ لپیٹ رکھے اسلیے کہ صرف علم
طب پر یقین کرنے سے کیا ہوتا ہی اسی طرح اصرار والے کو ایمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
صادق ہونے پر چاہیے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا بیشک ویسا ہی ہوگا اُسکے خلاف ہرگز نہوگا
تیسرے یہ کہ مریض کو طبیب کا قول سننا چاہیے کہ کس کس میوے کے کھانے اور کون سے اشیا
مضر کو منع کرتا ہی تاکہ بد پرہیزی کا خوف دل مین سماوے اور اسکے باعث پرہیز زیادہ ہو
اسی طرح اصرار والے کو اُن آیات و اخبار کا سننا اور ماننا چاہیے جنمین ترغیب تقوی کی
اور ڈرانا گناہون کے مرتکب ہونے اور خواہش نفس کی پیروی سے مذکور ہو جو کچھ اس باب مین
سنے اُسکو بلا تردد مان لے تاکہ اس سے خوف پیدا ہو جس سے کہ صبر کو قوت ہوتی ہو اور یہی صبر
پچھلا رکن علاج مین ہی چوتھے یہ کہ مریض کو چاہیے کہ طبیب جو کچھ اُسکے مرض خاص کے لیے
بتاوے اور جس پرہیز کو خود اُسکے لیے لازم کر دے اُسپر خوب دھیان کرے یعنی اول تفصیل
اپنے احوال اور افعال اور اکل و شرب کی معلوم کر لے کہ انہین سے میرے مرض خاص کے لیے
کونسی مضر ہی اسواسطے کہ ہر ایک مریض کو ہر چیز سے پرہیز ضرور نہین نہ ہر ایک دوا مفید
بلکہ ہر ایک مرض خاص کے لیے علم بھی خاص ہی اور علاج بھی خاص اسی طرح ہر ایک انسان
تمام شہوات کا اور کل معاصی کا مرتکب نہین ہوتا بلکہ ہر مومن کے لیے ایک گناہ یا چند گناہ خاص
ہوتے ہین اُسکو سردست اسقدر جاننا ضرور ہی کہ یہ گناہ ہین پھر یہ جاننا چاہیے کہ ان گناہون کے
آفات کیا ہین اور انسے دین مین کسقدر نقصان ہوتا ہی پھر علم اس بات کا چاہیے کہ انسے
صبر کس طرح ہو سکتا ہی پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ پہلے جو گناہ ہوے اُنکا محو کیسے ہو تو یہ
علوم وہ ہین جنکو خاص علماے دین جو وارث مرسلین ہین جانتے ہین لیس گنہگار کو جب
اپنا گناہ معلوم ہو اُسکو چاہیے کہ اپنے روگ کا علاج کسی طبیب سے یعنی عالم دین سے شروع
کرے اور اگر اُسکو نہ معلوم ہو کہ جس فعل کا مین مرتکب ہون وہ گناہ ہی تو عالم کو چاہیے کہ
اُسکو یہ بات سمجھا دے اور اُسکی صورت یہ ہی کہ ہر ایک عالم ایک ولایت یا شہر یا محلہ یا مسجد
یا مجمع کا کفیل ہو جاوے کہ وہان کے لوگون کو دین بتلا دے اور جو بات اُنکے حق مین مضر ہو
اور جو مفید ہو سب جدا جدا سمجھا دے اسباب سعادت اور شقاوت کو واشگاف کہدے

اور اس بات کا منتظر نہ رہے کہ کوئی پوچھے تو بتاوین بلکہ خود لوگون کو اپنے پاس بلا کر فہمایش کا
کفیل ہو اسلیے کہ علما وارث انبیا ہین انبیا علیہم السلام نے لوگون کو انکی جہالت پر نہ چھوڑا
بلکہ عین مجمعون مین انکو پکارتے اور شروع مین انکے گھر گھر پھرتے اور ایک ایک کو تلاش کر کے
ہدایت کرتے کیونکہ دل کے مریضون کو اپنے مرض کا حال معلوم نہین ہوتا مثلاً اگر کسی کے
منھ پر برص کے داغ ہون اور آئینہ اسکے پاس نہو تو اسکو اپنے مرض کا حال معلوم نہوگا
جب تک کہ کوئی دوسرا شخص نہ بتلاوے - اور یہ بات سب علما پر فرض عین ہو اور تمام
سلاطین پر فرض ہو کہ ہر ایک گانون اور ہر محلے مین ایک فقیہ متدین المقرر کردین جو لوگون کو
دین سکھلایا کرے کیونکہ آدمی سب جاہل ہی پیدا ہوتے ہین تو دعوت اسلام اصل اور فرع
کے لیے بھی ضروری ہو اور دنیا ایک بیمارخانہ ہو اسلیے کہ جو اسکے اندر ہو وہ تو مردہ ہو اور
جو اسپر موجود ہو وہ بیمار ہو اور دل کے بیمار بہ نسبت جسم کے بیمارون کے زیادہ ہین
اور علما طبیب ہین اور سلاطین اس بیمارخانہ کے منتظم پس جو بیمار کہ علاج نہ مانے
اور عالم کی بتائی ہوئی دوا کو پذیرا نہ کرے وہ سلطان کے سپرد ہونا چاہیے تاکہ اسکے
شر سے لوگون کو بچاوے جیسے کوئی مریض پرہیز نہین کرتا یا دیوانہ ہوجاتا ہو تو طبیب
اسکو پاگل خانے کے داروغہ کے سپرد کردیتا ہو تاکہ اسکے بیڑیان اور ہتھکڑیان ڈال کر
اپنے آپ کو اور تمام خلق کو اسکے شر سے بچاوے - اور دل کے مرض جو بدن کی نسبت
زیادہ ہوگئے ہین اسکی تین وجہین ہین اول تو یہ کہ دل کے مریض کو یہ معلوم نہین ہوتا کہ
مین مریض ہون دوسرے یہ کہ انجام اس مرض کا دنیا مین مشاہدہ نہین ہوتا بدن کے
مرض کا انجام تو سب دیکھتے ہین کہ موت ہوتی ہو جس سے طبیعت کو نفرت ہو اور موت کے بعد
احوال کسی کو نہین سوجھتا اور گناہون کا انجام دل کی موت ہو جو دنیا مین معلوم نہین پڑتی
اسی واسطے نفرت گناہون سے کم ہوتی ہو گو مرتکب کو معلوم بھی ہو کہ مین گناہ کرتا ہون
اور یہی وجہ ہو کہ دل کے مرض کے لیے تو خدا کے فضل پر توکل سوجھتا ہو اور بدن کے
مرض کے لیے علاج مین خوب کوشش کرتے ہین کسی دوا پر بس نہین کرتے اور تیسری وجہ
جو مرض لاعلاج ہو وہ یہ ہو کہ طبیب نایاب ہو اسلیے کہ اس مرض کے طبیب علما ہین اور
وہ اس زمانے مین مرض سخت مین مبتلا ہین کہ جسکے علاج سے تھک گئے ہین اور چونکہ
یہ مرض سب مین موجود ہو اسلیے انکا نقصان ظاہر نہین ہوتا تو خواہ مخواہ خلق کو بہکاتے ہین

اور ایسی باتین اُنکو بتاتے ہین جنسے اُنکا مرض اور زیادہ ہو کیونکہ مرض مہلک تو محبت دنیا ہی
اور یہی مرض طبیبون پر غالب ہی پس یہ مضمون مریضون کے لیے ہو رہا ہی ع مژدہ باد ای مرگ عیسیٰ
آپ ہی بیمار ہی * یہ لوگ خلق کو محبت دنیا سے نہین ڈراتے اس خیال سے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اورون کو
تو علاج بتاتے ہو اپنے آپ تو اس سے بچو اسی وجہ سے یہ مرض پھیل گیا اور بڑی وبا چھا گئی
لوگ تباہ ہو گئے دوا کا نام نہ رہا نہ طبیب کا نشان بلکہ طبیب بہکانے مین طرح طرح سے مشغول ہو گئے
کیا خوب ہوتا جو یہ لوگ نصیحت نہ کرتے تو خیانت ہی چھوڑ دیتے اگر اصلاح نہ کرتے تو بگاڑ ہی
ترک کر دیتے بلکہ اگر چپ رہتے اور کچھ نہ بولتے جب بھی بہت خوب تھا کیونکہ جب کچھ کہتے ہین
تو تمام وعظ مین زیادہ تر غرض یہ ہوتی ہی کہ کسی طرح لوگون کے دل ہماری طرف رجوع ہون
اور اس بات کا حاصل ہونا بدون اسکے نہین ہو سکتا کہ اُنکو توقع مغفرت کی بندھوا دین اور
اسباب رجا کو ترجیح دین اور رحمت کے دلائل ذکر کرین اسلیے کہ یہ باتین کانون کو اچھی معلوم
ہوتی ہین اور طبیعت پر ہلکی گذرتی ہین ایسے وعظ سنکر جو لوگ گھرون کو لوٹتے ہین تو اور
زیادہ جرات گناہون کی ہو جاتی ہی اور اللہ کے فضل پر تکیہ بڑھ جاتا ہی اور ازانجا کہ نیم حکیم خطرہ جان
مشہور ہی تو ظاہر ہی کہ جو طبیب جاہل یا خاین ہوگا تو اُسکا نسخہ سم قاتل ہوگا کیونکہ جہان
موقع کسی دوا کا ہی وہان اور کچھ رکھ دیگا ہر چند رجا اور خوف دونون دوائین ہین مگر دو شخصون کے لیے ہین
جنکو جدا جدا مرض ہو پس جس شخص پر خوف اتنا غالب ہو کہ دنیا کو ترک کر دے اور اپنے نفس کو
جو بات نہو سکے اُسکی تکلیف دے اور بالکل عیش و زندگی کو نفس پر تنگ کر دے تو ایسے شخص کی
کثرت خوف کو اسباب رجا بیان کرنے سے کم کرنا چاہیے تاکہ حد اعتدال پر آجاوے اسی طرح
جو شخص گناہون پر مصر تھا اور توبہ کا متمنی مگر نا امیدی اور یاس کے سبب توبہ نہ کرتا ہو اور گناہان
گذشتہ کو بڑا جانتا ہو تو ایسے شخص کے علاج مین بھی اسباب رجا کا ذکر کرنا مضائقہ نہین تاکہ اسکو
طمع توبہ کے قبول کی ہو اور توبہ کرے لیکن جو شخص کہ گناہون مین خوب ڈوبا ہوا ہو اور باوجود
اسکے خدا کے فضل پر مغرور ہو اُسکا علاج اسباب رجا کے ذکر کرنے سے ایسا ہی جیسا حرارت والے کا
علاج شہد سے کرنا کہ شفا حاصل ہو یہ طریق جاہلون اور غبی لوگون کا ہی غرض کہ طبیبون کا فساد
مرض کو لاعلاج کیے ہوے ہی کہ اُسکی کچھ تدبیر نہین اب ہم وعظ کا وہ طریق بتلاتے ہین کہ جس سے
مرض اصرار مین لوگون کو نفع ہو ہر چند وہ بہت طویل ہی کہ اُسکا بیان کامل ممکن نہین تاہم
اسکی وہ اقسام جس سے لوگون کو گناہ کے ترک کرنے پر آمادگی ہو اور اصرار کو چھوڑ دین

لکھتے ہین پس جاننا چاہیے کہ واعظ کو چار قسمین بیان کرنی وعظ مین ضرور ہین اول یہ کہ قرآن مجید
مین جو آیات کہ عاصیون اور گناہگارون کے خوف دلانے کے لیے مذکور ہین اُنکو ذکر کرے
اسی طرح احادیث مین جو روایات اس طرح کی ہین اُنکو بیان کرے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہر روز جب فجر ہوتی ہے اور ہر شب جب شفق ڈوبتی ہے دو فرشتے چار آوازون مین ایک
دوسرے کا جواب دیتے ہین اول ایک کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو یہ خلق پیدا نہوتی پھر دوسرا
کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا جو اہل خلق بعد پیدا ہونے کے جان لیتے کہ کس واسطے پیدا ہوے ہین
پھر پہلا کہتا ہے کہ کاش ان لوگون کو جب یہ معلوم ہوا کہ کسواسطے پیدا ہوے ہین تو اپنے
علم کے بموجب ہی عمل کرتے اور ایک روایت مین یہ قول یون آیا ہے کہ کیا اچھا ہوتا جو لوگ
آپسمین بیٹھکر جو کچھ جانا تھا اُسکا چرچا کرتے پھر دوسرا کہتا ہے کہ خوب ہوتا اگر یہ لوگ اپنے
علم کے بموجب عمل نہ کرتے تو اپنے عملون سے توبہ ہی کر لیتے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جب
بندہ گناہ کرتا ہے تو داہنا فرشتہ بائین سے کہتا ہے بایں وجہ کہ وہ اُسپر حاکم ہے کہ چھ ساعت تک
اس عمل کو مت لکھنا پس اس عرصہ مین اگر اُسنے توبہ و استغفار کیا تو نہین لکھتا ہے
ورنہ لکھ لیتا ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو زمین پر جس جگہ
ہوتا ہے وہ خدا سے اجازت چاہتی ہے کہ مجکو حکم ہو تو اسکو دھنسا دون اور اسکے سر پر کا
آسمان اجازت چاہتا ہے کہ مجکو حکم ہو تو اسپر ٹوٹ پڑون اُن دونون کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میرے بندے سے باز رہو اور اسکو چھوڑ دو تمنے اُسکو نہین پیدا کیا اگر تم اُسکو پیدا
کرتے تو تمکو اُسپر رحم آتا شاید وہ توبہ کرے اور مین اُسکو معاف کر دون یا اس گناہ کے عوض
کوئی عمل صالح کرے اور مین اس گناہ کو بھی اُسکے پاداش مین نیکی سے بدل دون آپ اس
آیت شریف مین یہی معنی مراد ہین اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ
اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اور حضرت عمرؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ مہر کرنے والا عرش کے پایے
لٹکا ہوا ہے جب بہت سی بے حرمتیان ہوتی ہین اور حرام چیزین حلال کیجاتی ہین اللہ تعالیٰ
مہر کرنے والے کو بھیج دیتا ہے وہ دلون پر مہر لگا جاتا ہے جو چیزین دلون کے اندر رہتی ہین وہ اُنہین
رہ جاتی ہین اور حضرت مجاہدؒ اس حدیث کے راوی ہین کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ہتیلی
کھلی ہوئی جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ایک اُنگلی بند ہو جاتی ہے یہانتک کہ سب اُنگلیان
بند ہو جاوین جب دل بند ہو جاتا ہے تو وہی اُسکا قفل ہے۔ اور حضرت حسنؒ کا

قول ہی کہ بندے کے اور خدا سے تعالی کے درمیان گناہون کی ایک حد معلوم ہی جب بندہ
اُسپر پہونچ جاتا ہی تو اللہ تعالی اُسکے دل پر مُہر کردیتا ہی اور پھر کبھی توفیق نیک کام کی
نہین دیتا اسی طرح اخبار و آثار گناہون کی مذمت اور تائبین کی مدح مین بیشمار ہین
واعظ کو چاہیئے کہ اس طرح کی روایات کثرت سے بیان کرے اگر دعوے وراثت
رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کیونکہ آپ نے روپیہ اشرفی تو چھوڑا ہی نہین تھا
صرف علم و حکمت کو چھوڑا ہی اور ہر ایک عالم کو اُسمین سے اُسی قدر ملا ہی جسقدر اُسنے
قبول کیا اور جسکو اہل نہ پایا دوسری قسم قابل بیان حکایات انبیا علیہم السلام اور سلف صالحین
رحمہم اللہ کی ہین کہ گناہون کے سبب اُنپر کیسے مصائب گذرے اس طرح کی حکایات دل کو
بہت تاثیر کرتی ہین اور نفع محسوس ہوتا ہی مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا حال کہ گناہ کی بدولت
کیا کیا تکلیفین اُٹھائین جنت سے نکالے گئے یہانتک کہ روایت ہی کہ جب آپنے درخت مین سے
کھایا تو لباس بہشتی بدن پر سے اوڑگیا اور سترگاہ ننگی ہوگئی مگر تاج اور سرپیچ کو شرم آئی کہ
آپ کے سر سے مفارقت کرین حضرت جبریل علیہ السلام نے تشریف لاکر تاج سر سے اوتارا اور
سرپیچ کو پیشانی پر سے کھولا پھر عرش کے اوپر سے آواز ہوئی کہ تم دونون میرے پاس سے
اُتر جاؤ جو میرا نافرمان ہی اُسکا میرے پاس ٹھکانا کہان حضرت آدم علیہ السلام نے رو کر
حضرت حوا علیہا السلام کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ گناہ کی اول شامت یہ ہی کہ حبیب کے پاس سے
نکالے گئے اور روایت ہی کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام پر جب خطا کے باعث عتاب ہوا یعنی
اُس تصویر پر جو اُنکے گھر مین چالیس روز پوجی گئی اور بعضون کا یہ قول ہی کہ وہ خطا یہ تھی کہ ایک
عورت نے آپ سے درخواست کی تھی کہ میرے باپ کی مرضی کے موافق حکم فرمانا اور آپنے
وعدہ کیا تھا کہ اچھا مگر پھر ویسا نہ کیا اور بعض فرماتے ہین کہ قصور یہ تھا کہ اُس عورت کی خاطر
دل مین یہ آیا تھا کہ فیصلے مین اُسکے باپ کو جتا دین بہرحال خطا کی عوض چالیس روز کے لیے
آپ کی سلطنت چھنگئی اور آپ بُرے حال سے بھاگے پھر تو یہ حال تھا کہ اگر کھانے کے لیے
ہاتھ پھیلاتے تھے تو ٹکڑا نہ ملتا تھا اگر لوگون سے کہتے کہ مجکو کھانا دو مین داؤد کا بیٹا
سلیمان ہون تو لوگ مارکر اور گالیان دے کر نکال دیتے روایت ہی کہ ایک بڑھیا کے گھر سے
آپنے کھانا مانگا اُسنے جھڑک دیا اور منھ پر تھوک دیا اور ایک روایت مین ہی کہ ایک بڑھیا نے
ایک پیشاب کا گھڑا آپ کے سر پر الٹ دیا سچ ہی شعر عزیزے کہ ہرگز درش سر بتافت ✱ بہر در کہ شد

ہیچ عزت نیافت - پھر حسب حکم الٰہی سے آپ کی انگوٹھی مچھلی کے پیٹ مین سے نکلی اور چالیس روز
یعنی مدت عقوبت کے بعد آپنے اُسکو پہنا تب تو پرندے آپ کے سرپر سایہ کرکے کھڑے ہوے
اور جن اور شیطان و وحوش جدا پاس آئے انہین سے بعض نے جو آپ کی خدمت مین کسی طرح کا قصور
یا گستاخی کی تھی معذرت کی آپنے فرمایا کہ میری طرف سے نہ تمھارے افعال گذشتہ پر ملامت ہے نہ اس
معذرت پر محمدت یہ بات ایک آسمانی تھی جسکا ہونا ضرور تھا - اور بنی اسرائیل کے قصون مین یہ بھی
مذکور ہی کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شہر مین نکاح کیا تھا اپنے غلام کو اُس عورت کے لانے کے لیے
بھیجا اثناے راہ مین اُسکے نفس نے براہ نفسانیت اُس عورت سے اپنا مقصود چاہا مگر اُس
غلام نے اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے روک رکھا اور اُسکی خواہش کا مغلوب ہوا اللہ تعالی نے اُسکے
تقوی کی بدولت اُسکو بنی اسرائیل کا پیغامبر کردیا - اور حضرت موسی علیہ السلام کے قصون مین
مذکور ہی کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ خدا تعالی نے آپ کو علم غیب کس لیے عنایت فرمایا
اُنھون نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ مین نے خدا کے واسطے گناہ چھوڑ دیے اور روایت ہی کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہوا چلتی تھی آپنے اپنے نئے قمیص کی طرف دیکھا اور گویا کہ اُسکو اچھا
جانا ہوا نے اُسکو گرادیا آپنے پوچھا کہ تو نے یہ کیون کیا مین نے تو تجکو نہین حکم کیا تھا اُسنے عرض کیا
کہ ہم آپ کی طاعت جبھی کرتے ہین جب آپ خدا کی اطاعت کرتے ہین - اور روایت ہی کہ
خداے تعالی نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہی کہ مین نے تمھارے لخت جگر
یوسف کو تمسے کیون جدا کیا اُنھون نے عرض کیا کہ مجکو معلوم نہین ارشاد ہوا کہ اس وجہ سے کہ
تمنے اُسکے بھائیون سے کہا تھا اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُوْنَ تمنے بھیڑیے کا
خوف کیون کیا مجھسے توقع کیون نہ کی اور بھائیون کی غفلت کو کیون دھیان کیا میری حفاظت کی
طرف کیون نہ دیکھا - پھر ارشاد ہوا کہ تمکو معلوم ہی کہ مین نے یوسف کو تمکو کیون واپس کیا عرض کیا
کہ نہین فرمایا کہ تمنے جب مجھسے توقع کی اور یہ کہا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا اور
نیز یہ کہا کہ اِذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ مین نے اُنکو تمسے
ملایا اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہی مصاحب سے محبس مین ارشاد فرمایا تھا کہ
میرا ذکر اپنے آقا سے کرنا تو اللہ تعالی اُس قصے کو اس طرح ارشاد فرماتا ہے فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ
فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ اور اس طرح کی حکایات بیشمار ہین قرآن و احادیث مین جو یہ
حکایات وارد ہین تو کچھ کہانی اور قصہ خوانی کے طور پر نہین بلکہ اُنسے عبرت اولی الابصار و بصیرت

مردان ہوشیار مقصود ہی کہ انکو دیکھکر جانین کہ جب انبیاء علیہم السلام سے چھوٹے گناہ فروگذاشت نہین ہوئے تو اور لوگون سے کبیرہ کسطرح درگذر کیے جاوینگے البتہ اُنکی سزا دنیا ہی مین ہوگئی آخرت پر کچھ خرخشہ نہ رہا یہ بات اُنکی سعادت کے باعث ہوئی شقی آدمیون کو مہلت دیجاتی ہی تاکہ خوب گناہ کرلین اور یہ بھی وجہ اُنکی مہلت کی ہی کہ دنیا کی سزا خفیف ہی اور آخرت کا عذاب شدید اور بڑا ہی اُنکے عمل کی پاداش ایسے ہی سخت عذاب کو چاہتی ہی اسلیے مہلت دی جاتی ہی اس قسم کی باتین سعر لوگون کے سامنے زیادہ کہنی چاہیین اسلیے کہ توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے یہ اکثر مفید پڑتی ہین

تیسری قسم یہ کہ لوگون کے سامنے یہ بیان کرے کہ گناہون پر دنیا مین عقوبت کے ہونے کی توقع ہوتی ہی اور جسقدر کہ بندے پر مصائب پہونچتے ہین وہ گناہون کے سبب ہوتے ہین اسلیے اکثر آدمی امر آخرت مین سہل انکاری کرتے ہین مگر خدائے تعالیٰ کے عذاب دنیاوی سے جہالت کے باعث زیادہ ڈرتے ہین تو ضرور ہوا کہ ایسے لوگون کو اسی قسم کی باتون سے راہ راست پر لایا جاوے کیونکہ اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہی کہ گناہون کی نحوست دنیا ہی مین آدمی پر آتی ہی جیسا کہ قصۂ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام مین گذرا یہانتک کہ بعض اوقات شامت گناہون مین روزی تنگ ہوجاتی ہی کبھی لوگون کے دلون سے اپنی منزلت اُترجاتی ہی دشمن غالب ہوجاتے ہین اور حدیث شریف مین ہی کہ بندہ گناہ کرنے کے باعث رزق سے محروم ہوتا ہی اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ میری دانست مین گناہ کے باعث آدمی علم بھی بھول جاتا ہی اور یہی مراد ہی اس حدیث شریف مین کہ جو شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہی اُسکی عقل اُس سے علحدہ ہوجاتی ہی اور پھر کبھی اُسکے پاس نہین آتی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ لعنت مُنہ کے سیاہ ہونے اور مال کے ناقص ہونے کا نام نہین بلکہ لعنت یہ کہ آدمی ایک گناہ سے نکل کر دوسرے ایسی جیسے یا اُس سے زیادہ مین مبتلا ہو اور واقع مین بھی اُنھون نے درست فرمایا اسواسطے کہ لعنت کے معنی محروم کردینا اور رحمت سے دور کرنا ہین پس جب آدمی کو توفیق خیر نہ ملی اور بدی کے لوازم مہیا ہوگئے تو ظاہر ہی کہ رحمت سے دور ہوا اور توفیق کا عنایت نہونا کیسا بڑا حرمان ہی علاوہ ازین ہر ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف بلاتا ہی اور بڑھتا جاتا ہی یہانتک کہ آدمی اُسکے باعث اُس رزق سے محروم رہتا ہی جو اسکی غذا اسے روحانی ہوتی اور کلاہ ہوتا یعنے پاس

سیاہ ہو گیا تو لوگوں کی شرم سے میں تین دن گھر میں چھپا رہا اور بدن کو صابون سے حمام میں
جا کر دھوتا مگر سیاہی بڑھتی گئی تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا پھر میں حسب الطلب حضرت
جنید بغدادی کے موضع رقہ سے بغداد کو گیا جب اونکی خدمت میں پہونچا تو فرمایا کہ تجھے شرم
نہ آئی کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر تیرا نفس ایسی شہوت میں ڈوبا کہ تجکو مغلوب کر کے حضوری آلٰہی سے
نکال دیا اگر میں تیرے لیے دعا نہ کرتا اور تیری طرف سے خدا کے سامنے تائب نہوتا تو تو خدا کے
سامنے اوسی کالے رنگ سے جاتا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت جنید رح نے میرا حال کسطرح معلوم
کیا میں تو رقہ میں تھا اور آپ بغداد میں تشریف رکھتے تھے۔ اب جاننا چاہیے کہ آدمی جو گناہ
کرتا ہے تو اوسکا چہرہ دل سیاہ ہو جاتا ہے پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو سیاہی ظاہر بدن پر بھی
معلوم ہونے لگتی ہے تا کہ وہ اپنی حرکت سے باز رہے اور اگر بدبخت ہوتا ہے تو سیاہی اندر ہی اندر
رہتی ہے یہان تک کہ تمام باطن سیاہ ہو کر مستحق آتش ہو جاوے۔ اور دنیا میں گناہوں کی آفات
فقر و مرض وغیرہ آنے کے باب میں بہت اخبار وارد ہیں بلکہ دنیا میں یہ بھی کچھ گناہ کی ہی
شامت ہے کہ گناہ کے بعد اوسکی صفت حاصل کرے یعنی اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو
گناہ کی عقوبت میں ہو اور اوسپر اچھی طرح صبر کرنے سے بھی محروم رہے تا کہ بدبختی دوبالا ہو جاوے
اور اگر کوئی نعمت ملے تو اوسکے حق میں مہلت ہو اور اوسپر شکر سے محروم کیا جاوے تا کہ ناشکری
پر عقوبت کیجاوے مگر مطیع کا حال اسکے خلاف ہے اوسکے حق میں طاعت کی برکت سے جو نعمت
ہوتی ہے وہ جزاء طاعت ہوتی ہے اور اوسکے شکر کی توفیق اوسکو رحمت ہوتی ہے اور جو
مصیبت اوسپر آتی ہے تو اوسکے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اوسپر صبر کرنے سے درجات بھی بڑھتے ہیں

چوتھی قسم جو وعظ میں بیان کرنے کی ہے یہ ہے کہ جو جو عقوبت علیحدہ علیحدہ گناہوں پر
وارد ہے اوسکو بیان کرے مثلاً شراب خواری کی برائی اور زنا اور چوری اور قتل اور غیبت اور
کبر اور حسد کی برائی جدا جدا کہے کہ ہر ایک میں بیشمار روایتیں وارد ہیں الا اتنا خیال چاہیے کہ جو
شخص جس چیز کا اہل ہو اوس سے اوسی چیز کا حال بیان کرے بیموقع بیان کرنا ایسا ہے کہ
بیماری ہو کچھ اور دوا کرے کچھ بلکہ عالم کا حال مثل طبیب حاذق کے ہونا چاہیے کہ اول نبض اور
رنگ اور حرکات اور سکنات سے علت باطنی پر واقف ہو کر علاج کیا کرتا ہے عالم بھی اسیطرح
قرائن احوال سے صفات پوشیدہ آدمی کے معلوم کر کے اونھین کا حال بیان کرے تا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کامل ہو چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں

عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجکو کچھ وصیت فرمائیے مگر بہت نہو آپ نے فرمایا کہ غصہ نکر اور ایک اور شخص نے جو آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو وصیت کیجیے تو آپ نے فرمایا
عَلَیْکَ بِالْیَاسِ مِمَّا فِی اَیْدِی النَّاسِ فَاِنَّ ذٰلِکَ هُوَ الْغِنٰی وَاِیَّاکَ وَالطَّمَعَ فَاِنَّهُ الْفَقْرُ الْحَاضِرُ وَصَلِّ صَلٰوتَکَ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ وَاِیَّاکَ وَمَا تَعْتَذِرُ مِنْهُ اور ایک اور شخص نے آپ سے وصیت کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ جھوٹ مت بولا کر اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع رح سے کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین وصیت کرتا ہون کہ تو دنیا اور آخرت مین بادشاہ رہنا اوسنے عرض کیا کہ یہ بات مجکو کیسے میسر ہوگی آپ نے فرمایا کہ دنیا مین زہد کو اپنے اوپر لازم کرنا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا کہ سائل اول مین علامات غضب معلوم فرمائے تھے اسلیے اوسکو غصہ کرنے سے منع فرمایا اور دوسرے سائل مین علامات لوگون سے طمع کی اور طول امل کی ملاحظہ فرمائین اوسکو ویسا ہی حکم فرمایا تیسرے مین علامات کلام کے بدل ڈالنے کی پائین اوسکو اوسی کے مناسب جھوٹ نہ بولنے کا فرمایا۔ اور حضرت محمد بن واسع رح نے بھی اپنے سائل مین علامات حرص بفراست معلوم کرکے اوسیکے موافق وصیت فرمائی۔ اور ایک شخص نے حضرت معاذ رح سے عرض کیا کہ مجکو وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ اگر تو رحم کیا کرے تو مین تیرے لیے جنت کا کفیل ہون گویا آپ کو بفراست اوسکا سخت دل ہونا معلوم ہوگیا تھا اسلیے رحم کی وصیت کی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے وصیت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ آدمیون سے علیحدہ رہا کر اور آدمیون کے ساتھ رہا کر اور اچھے آدمیون کی ضرورت اسلیے ہے کہ بھول چوک آدمی کا کام ہے اور سب آدمی آدمی نہیں ہوتے آدمی گذر گئے اور بھوت رہگئے انکو آدمی کیسے جانین کہ آدمیونکی ہتک کرتے رہتے ہین

شعر آنچہ بن جستیم و کم دیدیم و بسیار ست و نیست	نیست جز انسان درین عالم کہ بسیار ست و نیست

تو گویا حضرت ابراہیم بن ادہم نے اپنی فراست سے اوس شخص مین علامت آفت ملاقات معلوم کی اور جو حال اوسپر اوسوقت غالب تھا اوسکو سنادیا اور غالب حال اوسپر یہی تھا کہ لوگونکو ایذا دیتا تھا۔ غرضکہ گفتگو مناسب حال سائل کے ہونی چاہیے نہ لائق شان قائل کے۔ اور حضرت معاویہ نے حضرت عایشہ رض کو لکھا کہ میرے واسطے ایک نوشتہ آپ لکھ بھیجین جسمین کوئی مختصر وصیت ہو حضرت عایشہ رض نے جواب مین لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم ہو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص کہ خدای تعالی کی رضامندی لوگونکی ناراضی سے چاہے اللہ تعالی لوگون کی مشقت سے اوسکو بچادیتا ہے اور جو شخص کہ خدا کی ناراضی

لوگون کی رضامندی مین چاہتا ہو اللہ تعالی اوسکو لوگون ہی کے حوالہ کر دیتا ہے والسلام
اس خط سے فہم و فراست حضرت عایشہ رض کی دیکھنی چاہیے کہ کسطرح پر اوسی آفت کو لکھا
جسکے درپے حکام و امرا ہوتے ہین یعنی لوگون کی طرفداری اور اونکی رضاجوئی اکثر لوگونکو ملحوظ
رہتی ہے اور ایک دفعہ اور آپنے حضرت امیر رض کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد وصلوۃ کے معلوم ہو کہ
خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ جب خدا سے ڈروگے تو اللہ تعالی تمکو لوگون سے بچاویگا اور جب
لوگون سے ڈروگے تو اللہ کے سامنے تمھارے لیے اونکی کچھہ پیش نجائیگی والسلام - ان آیات سے
معلوم ہوتا ہے کہ ہر ناصح و واعظ پر ضرور ہے کہ اوسکی توجہ اس بات کیطرف مصروف ہو کہ صفات
پوشیدہ کو فراست سے جانے اور احوال مناسب او مصلحت وقت کو پہچانے تاکہ جو امر ضروری
ہے اوسیکا بیان کرے ورنہ ساری نصیحتون کو ہر ایک شخص سے کہنا غیر ممکن ہے علاوہ ازین
جس چیز کی حاجت بیان کرنے کی نہو اوسمین مشغول ہونا تضیع اوقات ہے یہان یہ سوال ہوسکتا ہے
کہ اگر واعظ مجمع مین وعظ کہتا ہو یا اوس سے کوئی ایسا شخص سوال وعظ کرے جسکے باطن کا حال
معلوم نہین تو واعظ کو کیا کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونون صورتون مین واعظ ایسا
بیان کرے جسمین تمام خلق شریک ہو یعنی ایسی ضروری باتین کہے جنکی طرف سب کو حاجت
ہوتی ہے خواہ ہر وقت بکار آمد ہون یا اکثر اوقات ضروری ہوتی ہو اور علوم شرع مین یہ بات
ممکن ہے اسلیے کہ وہ علوم غذا اور دوا دونون ہین غذا تو سب لوگون کے لیے ہین اور دوا
اونکے لیے ہین جو روگی ہین اور ایسے وعظ کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابوسعید خدری رض
سے عرض کیا کہ مجکو وصیت فرمائیے آپنے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر کہ ہر ایک
بہتری کی جڑ یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اوپر لازم کر کہ اسلام مین رہبانیت اسیکو کہتے ہین
اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لیے زمین والون مین نور ہوگا اور آسمان کے لوگون مین
تیری یاد رہیگی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اسکے باعث شیطان پر غالب ہو جاویگا
اور ایک شخص نے حضرت حسن رض سے پوچھا کہ مجکو وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ خدا کی بات کی
بڑائی کر خدا ہی تعالی تیری عزت کریگا - اور لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علما سے اپنے
زانو بھڑا مگر اونسے مجادلہ مت کر ورنہ تجکو برا سمجھینگے اور دنیا مین مقدار قوت بشری رکھنے
اور باقی جو کمائی بچے اوسکو آخرت کے لیے خرچ کر اور دنیا کو بالکل ترک مت کر کہ اپنا بوجھہ
لوگون کے ذمہ ڈالے اور اونکی گردن کا وبال بنے اور روزہ ایسا رکھہ جس سے شہوت ناقص ہو

ایسا مت رکھ جس سے نماز میں خلل ہو اسلیے کہ نماز روزہ سے افضل ہے۔ اور بیوقوف
پاس مت بیٹھ اور نہ دوزخی آدمی سے مل۔ اور یہ بھی اونھین کی نصیحت اپنے فرزند کو ہے کہ
بدون تعجب کے مت ہنسنا اور بدون حاجت کے مت پھرنا اور جس چیز سے تجھے کچھ فائدہ نہو اوسکا
حال مت پوچھنا اور اپنے مال کو کھو کر دوسرے کا مال مت سنوارنا اس سے مراد یہ ہے کہ تیرا مال
وہ ہے جو مرنے سے پہلے لوگون کو دیجائے اور دوسرے کا مال وہ ہے جو چھوڑ جاوے اے فرزند
جو رحم کرتا ہے اوسپر رحم ہوتا ہے اور جو چپ رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھی بات
کہتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو بری بات کہتا ہے گناہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان نہین
روکتا وہ ندامت اوٹھاتا ہے شعر زبان بریدہ بکنجے نشستہ صم بکم ۔ بہ از کسیکہ نباشد زبانش اندر حکم
اور کسی شخص نے ابو حازم رح سے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے اونھون نے فرمایا کہ جو کام ایسا ہو کہ
اگر بالفرض اوسمین تجکو موت آجائے تو اوسپر مرنا اچھا معلوم ہو ایسے کام کو ضرور کیا کر اور جو
فعل اسطرح کا ہو کہ شاید اگر اوسکے ارتکاب کیوقت موت آجائے تو مرنے کو مصیبت جانے
ایسے کام سے اجتناب کیا کر۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا
کہ مجکو وصیت فرمایئے اونھون نے فرمایا کہ ہنستی صورت رہا کرو غصہ بہت مت کیا کرو اور ایسے
رہو کہ دوسرون کو تم سے فائدہ ہو کسیکو ضرر نہ پہونچے اور خصومت سے کنارہ کرو بے حاجت
مت چلو پھرو اور بدون اچنبھے کی چیز کے مت ہنسو اور اہل قصور کو اونکی خطاؤن کا عیب و
طعنہ مت کرو بلکہ اے ابن عمران اپنی خطا پر رونا چاہیے۔ اور ایک شخص نے محمد بن کرام رح سے
وصیت چاہی تو اونھون نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضامندی مین اتنی کوشش کرنی چاہیے
جتنی اپنے نفس کی رضامندی مین کوشش کرتے ہو۔ اور ایک شخص نے حامد لفاف سے
وصیت کے لیے عرض کیا تو اونھون نے فرمایا کہ اپنے دین کا غلاف ایسا بناؤ جیسا کلام مجید
کے لیے بنواتے ہو کہ کسیطرح کی گرد اوسپر نہ پڑنے پاوے سائل نے پوچھا کہ دین کے غلاف سے
کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ طلب دنیا کو چھوڑ دینا الا بقدر ضرورت اور کثرت کلام زائد از ضرورت
کا بھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگون سے ملاقات ترک کرنی اور حضرت حسن بصری رح نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو نامہ لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ جس چیز سے
اللہ تعالی خوف دلاتا ہے اور ڈراتا ہے اوس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیے اور جو تمہارے
پاس اب موجود ہے اوسمین سے آگے کیواسطے لے لو اور موت پر چیال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگا والسلام

اور ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے حضرت حسن بصری رح کو لکھا کہ آپ مجکو کچھ وعظ و
نصیحت کیجیے اوسکے جواب مین آپ نے اونکو لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ سب سے بڑی
ہول اور امور دہشتناک تمھارے آگے ہین اور تمکو اونکا دیکھنا ضرور پڑیگا یا نجات سے یا تباہی کے ساتھ
اور یہ بھی جان لو جو شخص اپنے نفس کو جانچتا رہتا ہے وہ نفع مین رہتا ہے اور جو اوس سے غافل
رہتا ہے وہ نقصان اوٹھاتا ہے اور جو شخص انجام کار پر نظر رکھتا ہے وہ نجات پاتا ہی اور جو
ہوای نفس کی اطاعت کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اور جو شخص حلم کرتا ہے اوسکو غنیمت ملتی ہی
اور جو ڈرتا رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو مامون رہتا ہے وہ عبرت پکڑتا ہے اور عبرت والا
صاحب بصیرت ہوتا ہے اور اہل بصیرت فہیم ہوتا ہے اور فہیم آدمی واقف کار ہوتا ہے
پس جب تم سے کوئی لغزش ہو جاوے تو اوس سے باز آنا چاہیے اور جب ندامت کرو تو
خطا کو جڑ سے اوکھاڑ دو اور اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جسوقت تمکو غصہ آوے
اوسکو روکو انتہی۔ اور مطرف بن عبد اللہ رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین لکھا
کہ بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ دنیا عقوبت کا گھر ہے اوسکو وہی جمع کرتا ہے جسکو
عقل نہین اور اوس سے مغالطہ اوسیکو ہوتا ہے جسکو علم نہین ای امیر المومنین اوسمین ایسے رہو
جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے کہ خوف انجام کے درد سے شدت دوا پر صبر کیا کرتا ہے اور
حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا کے
اولیا کی اور اوسکے اعدا کی دونون کی دشمن ہے اوسکے اولیا کو رنج پہونچاتی ہے اور اعدا کو
مغالطہ دیتی ہے۔ اور نیز اپنے بعض عاملون کو آپ نے لکھا کہ تمکو قدرت بندون پر ظلم کرنے کی
حاصل ہے مگر جب کسی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمھارے اوپر بھی خدا قادر ہے اور اس بات کو
خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگون پر تم جور و ستم کروگے وہ اونپر گذر جائیگا مگر تمپر باقی رہیگا اور یہ بھی
جان لو کہ خدای تعالی مظلومون کے انتقام مین ظالمون کو پکڑیگا والسلام۔ حاصل یہ کہ وعظ
عام اسطرح کا ہونا چاہیے اور جسکا حال معلوم نہو اوسکو بھی اسیطرح نصیحت کرنی چاہیے اسلیے
کہ یہ نصیحتین مثل غذاؤن کے ہین جس سے ہر ایک کو فائدہ ہو سکتا ہی اور ازانجا کہ اسطرح کی واعظ
نایاب ہین اسیلیے باب وعظ بالکل مسدود ہو گیا اور معاصی فساد غالب ہو گئے لوگون کو ایسے
واعظون سے کام پڑا جو سجع اور قافیے سے باتین چکناتے ہین اور اشعار سناتے ہین اور
جو بات کہ اونکے حوصلہ علمی کے موافق نہین اوسکو بھی تکلف ذکر کرتے ہین اور دوسرے لوگون کے

مشابہ ہونے پر مرتے ہین اسیوجہ سے عوام کے دلون سے اونکا وقار جاتا رہا اونکا کلام دلونپر
اثر نہین کرتا اسلیے کہ وہ خود دل سے نہین کہتے انچہ از دل خیزد بر دل ریزد سے عاری ہین
کہنے والے خالی از لاف نہین نہ سننے والے تکلف سے صاف دونون کے دونون دین سے
روگردان اور متخلف ہین اور چونکہ اول علاج مریض کا تلاش طبیب ہے تو گنا ہگارون کے لیے بھی
اول تدبیر علما کا طلب کرنا ہے ایک رکن علاج کا اور اوسکی اصل یہ ہے جو مذکور ہوئی
دوسری اصل اصرار کے علاج کی صبر ہے اور صبر کی طرف حاجت کی وجہ یہ ہے کہ مریض کا
مرض جو بڑھتا ہے تو صرف مضر چیزون کے استعمال سے بڑھتا ہے اور استعمال مضر چیزونکا
دو سبب سے ہوتا ہے یا تو اس سبب سے کہ اوسکے ضرر سے غافل ہو یا اس سبب سے کہ غلبہ شہوت تین
ضرر کا خیال نہ کرے اوپر جو مذکور ہوا وہ تو علاج غفلت کا تھا اب صرف شہوت کا علاج باقی
رہا اور اوسکے علاج کا طریق ہم باب ریاضت نفس مین لکھ چکے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ مریض کو
جب اشتیاق کسی مضر غذا کا بہت ہو تو اوسکی تدبیر یہ ہے کہ اول اوسکے ضرر کی زیادتی سے
واقف ہو پھر وہ چیز اوسکی آنکھ سے پوشیدہ کر دی جاوے اور کبھی سامنے نہ آنے پاوے اور
اوسکے بدلے مین کوئی اور چیز اوسکے قریب جو صورت مین مشابہ اور ضرر مین کمتر ہو استعمال
کرے پھر درد و تکلیف جو اوسکے استعمال سے ہو اوسکے خوف کی قوت سے اوسی کبھی چھوڑ دے
اور اوسکے چھوڑنے پر صبر کرے پس مریض کو بہرحال تلخی صبر ضرور ہے اسیطرح معاصی کی شہوت کا
علاج ہونا چاہیے مثلاً اگر کسی جوان آدمی کو شہوت کا جوش ہو اور وہ اپنی آنکھ اور دل اور
اعضا کو مقتضائے شہوت سے نہ روک سکے تو اوسکو چاہیے کہ اول اپنے گناہ کے ضرر سے
واقف ہو یعنی وہ وعید جو کتاب اللہ اور احادیث مین اس باب مین وارد ہین اونکو تلاش کرے
خواہ کسی سے پڑھوا کر سنے پس جب خوف زیادہ ہو گا تو اون اسباب سے دور بھاگے گا جو شہوت کو
جوش مین لاوین اور جوش شہوت کا سبب یا تو خارج سے ہوتا ہے یعنی جسکی خواہش ہو اوسکو
دیکھنے اور سامنے ہونے سے اس سبب کا علاج تو یہ ہے کہ اوسکے پاس نہ رہے اور بھاگ کر تنہائی
اختیار کرے اور یا سبب شہوت داخل سے ہوتا ہے یعنی لذیذ اور مقوی غذاؤن سے تو اوسکا
علاج بھوکا رہنا اور ہمیشہ کو روزہ دار رہنا اور یہ دونون علاج صبر کے محتاج ہین اور صبر
بدون خوف کے اور خوف بدون علم کے اور علم بدون بصیرت و تامل کے حاصل نہین ہوتا
یا سننے اور تقلید سے بھی علم حاصل ہو سکتا ہے پس اول سب باتون سے ذکر کی مجلسون

یعنی وعظ کے مجمع مین حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلون سے خالی کرکے سننے کی
طرف مصروف ہو اور جو سنے اوسکو خوب سمجھنے کے لیے غور کرے اس تدبیر سے بیشک خوف
پیدا ہوگا اور جب خوف قوی ہوجاویگا تو اوسکی اعانت سے صبر میسر ہوگا اور اسباب طلب علاج
کے پیدا ہونگے اسکے بعد خدای تعالی کی توفیق اور اس امر کو اوسپر آسان کردینا اضافہ ہوگا
پس جو شخص اپنا دل لگاکر سنے گا اور خوف سے واقف ہوکر خدای تعالی سے ڈریگا اور منتظر
ثواب ہوگا اور بھلی بات کو سچ جانیگا تو خدای تعالی اوسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہونچا دے گا
اور جو شخص اس باب مین بخل کریگا اور اپنا کان ندیگا اور بے پروائی برتیگا اور عمدہ بات کو
جھٹلاویگا اوسکو خدای تعالی آہستہ آہستہ سختی مین پہونچاویگا پھر دنیا کی لذیذ چیزون سے
اوسکے کچھہ کام نہ آویگا جب ہلاک ہوکر گڑھے مین جا پڑیگا انبیا کا کام یہی تھا کہ ہدایت کے
طریق بیان کردین باقی دنیا و آخرت دونون خدا ہی کے ہین - اب اگر کوئی یون کہے کہ اس
تقریر کا مآل ایمان پر جارہا اسواسطے کہ ترک گناہ بدون اوس سے صبر کیے ممکن نہین اور صبر بدون
واقفیت خوف کے ممکن نہین اور خوف بدون علم کے نہین ہوتا اور علم جب حاصل ہوتا ہے
جب زیادتی ضرر گناہون کی تصدیق ہو اور زیادتی ضرر کی تصدیق بعینہ اللہ و رسول کی
تصدیق ہے جسکا نام ایمان ہے تو گویا خلاصہ تقریر یہ ہوکہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ
اسیلیے کرتا ہے کہ اوسکو ایمان نہین حالانکہ یہ بات قیاس کے خلاف ہے کہ اصرار والے کو
ایماندار نہ کہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصرار مین ایمان مفقود تو نہین ہوتا بلکہ ضعف ایمان سے
یہ حرکت ظاہر ہوتی ہے اسلیے کہ یہ بات تو ہر ایک ایماندار مانتا ہے کہ گناہ کرنا سبب خدا کی
دوری کا اور عذاب اخروی کا ہوتا ہے پھر جو گناہ مین مبتلا ہوتا ہے تو اوسکی کئی وجہین ہین
وجہ اول تو یہ کہ جس عذاب کا وعید ہے وہ موجود نہین نظر سے غائب ہے اور نفس انسانی
کی سرشت اسطور پر ہے کہ اوسکو جتنا اثر حاضر سے ہوتا ہے وتنا غائب سے نہین ہوتا اسلیے
موعود چیز کی تاثیر اوسپر بہ نسبت حاضر چیز کے ضعیف ہوتی ہے دوسری وجہ یہ کہ شہوات جو
گناہون کی باعث ہوتی ہین اونکی لذتین نقد ہین جو آدمی کے گلے کا ہار ہوتی ہین اور اونکی
عادت و الفت ہونے سے قوت و غلبہ پاجاتی ہین اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت
ہوتی ہے اور حال کی لذت آیندہ کے خوف سے چھوڑ دینی نفس پر دشوار ہے چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے کَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ اور فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

اور اس امر کی سختی حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا حُفَّتِ الجنۃ بالمکارہ وحُفَّت النار بالشھوات اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے دوزخ کو پیدا کرکے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم کیا کہ جاکر اوسکو دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جو کوئی اوسکا حال سنے گا کبھی اوسمین نجاویگا پھر اوسکو شہوات سے ڈھانک دیا اور حضرت جبریل کو ارشاد ہوا کہ اب جاکر دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی اب مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی بدون اوسمین داخل ہوے نہ رہیگا اور جنت کو پیدا کرکے حضرت جبریل کو حکم کیا کہ جاکر دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی جو کوئی اسکا حال سنے گا وہ اوسمین داخل ہوگا پھر جنت کو خدای تعالی نے مکروہات مین چھپاکر حضرت جبریل کو ارشاد فرمایا کہ اب جاکر دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کیا کہ اب مجھے یہ خوف ہے کہ اوسمین کوئی داخل نہوا ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہوت کا سر دست موجود ہونا اور عذاب کا انجام کو دیر کر رہنا اصرار کے لیے دو سبب کھلے ہوے ہین باوجودیکہ اصل ایمان موجود رہتا ہے دیکھو جو ایک شخص جو اپنے مرض مین برف کا پانی شدت پیاس کے باعث پیتا ہے وہ اصل طب کا منکر نہین ہوتا نہ اس بات کا منکر کہ یہ پانی میرے حق مین مضر ہے مگر چونکہ شہوت غالب ہے اور اوس صبر کرنے کا رنج بالفعل موجود ہے اسلیے جو تکلیف و مضرت کہ آیندہ کو ہوگی وہ آسان معلوم ہوتی ہے تیسری وجہ یہ کہ گناہگار مومن اکثر توبہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنی برائیون کو حسنات سے مٹانا چاہتا ہے اور وعدہ بھی شرع مین موجود ہے کہ حسنات سے سئیات دور ہوجاتی ہین مگر چونکہ طول امل طبیعتون پر غالب رہتی ہے اسواسطے وہ ہمیشہ توبہ مین تاخیر کرتا رہتا ہے خلاصہ یہ کہ باوجود ایمان کے توفیق توبہ کی امید مین گناہ کا مرتکب ہوتا ہے چوتھی وجہ یہ کہ کوئی مسلمان بالیقان ایسا نہین جسکو یہ اعتقاد نہو کہ گناہ موجب ایسی عقوبت کے نہین ہوتے جنکا معاف ہونا ممکن نہو پس گناہ کرتے ہین اور خدا کے فضل پر بھروسا کرکے اوسکے معاف ہو جانے کی توقع رکھتے ہین چنانچہ کسیکا شعر ہے **شعر**

روز حشر ہم بھی کہینگے داور محشر سے	کیا کیا گنہ کیے تری رحمت کے زور پر

یہ چار وجہین ہین کہ باوجود باقی رہنے اصل ایمان کے موجب اصرار گناہون کی ہوتی ہین ہان بعض اوقات مجرم ایک پانچوین سبب سے مرتکب گناہ ہوتا ہے جس سے اصل ایمان ہی مین خلل واقع ہوتا ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ سرے سے مجرم کو رسول کے صادق ہونے مین

بروایت ابو ہریرہ بخاری و مسلم
بروایت ابو ہریرہ مسلم

شک ہوتا ہے اسکا نام کفر ہے جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو بتاوے کہ فلان چیز تمھارے
حق مین مضر ہے اور مریض اوس طبیب کا معتقد نہو کہ اسکو طب آتی ہے تو وہ بالضرور اوسکے
قول کو جھوٹ جانیگا یا شک کریگا بہر حال اوسکے کہنے کی پروا نکریگا اور نہ اوسکی بات مانیگا
اسیکا نام کفر ہے اب ان پانچون اسباب کا علاج معلوم کرنا چاہیے سبب اول یعنی عقاب کے
غائب ہونے مین تو یہ سوچے کہ جو چیز شدنی ہے وہ ہوکر رہیگی آنے والی چیز چلی آتی ہے
اگر تامل سے دیکھو تو فردا نزدیک ہے اور موت ہر ایک کی جوتی کے تسمے سے نزدیکتر تو کیا
معلوم ہے شاید قیامت بھی نزدیک ہو جسوقت آکھڑی ہو جبھی موجود ہوجاویگی اور یہ بھی اپنے
دل مین سوچے کہ دنیا مین آیندہ کے خوف کے لیے فی الحال تعب و مشقت اوٹھاتے ہین
مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہوجاوین خشکی و تری کا سفر کرکے نفع حاصل کرتے ہین کہ
اوسوقت کام آوے بلکہ اگر کوئی طبیب نصرانی کسی مریض سے کہدے کہ ٹھنڈا پانی تیرے
حق مین مضر ہے اس سے تو مر جاویگا تو کو مریض کے نزدیک ٹھنڈا پانی سب چیزون سے لذیذ ہی
کیون نہو مگر موت کے خوف سے اوسکو چھوڑ دیگا باوجودیکہ موت کا رنج صرف ایک لحظہ کا
ہوتا ہے بشرطیکہ اوسکے بعد کا خوف نہو اور دنیا کی مفارقت بھی ضروری ہے اور دنیا کے
وجود کو ازل و ابد کے عدم کے ساتھ کچھ نسبت نہین پس مقام غور ہے کہ ایک نصرانی کے
قول سے کسطرح اپنی لذت کی چیز چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اوسکی طبابت پر کوئی معجزہ قائم نہین ہوا
تو دل مین یہ کہے کہ میری عقل کے شایان نہین کہ میرے نزدیک قول انبیا علیہم السلام کا جنکو
معجزات سے تائید تھی ایک نصرانی کے قول سے بھی کم ہو جو صرف اپنے آپ کو طبیب بتلاتا ہے
اور اوسکی طب پر کوئی معجزہ قائم نہین نہ عوام کے سوا کوئی اور اوسکا گواہ اور یہ کہ میرے
نزدیک دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی تکلیف کے ہلکا ہو حالانکہ قیامت کا ہر ایک روز
دنیا کے دنون کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا اوسیطرح کی فکر سے سبب ثانی کا علاج ہوسکتا ہے
یعنی اگر وجہ گناہ کی غلبۂ لذت ہو تو بزور اوسکو نفس سے چھوڑا دے اور یون کہے کہ جب مین اس
لذت کو زندگی بھر نہین چھوڑ سکتا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہین تو ابد الآباد کی لذت
مجھسے کیسے چھوٹیگی اور یہ ذرا سا رنج صبر کا اگر نہین اوٹھہ سکتا تو دوزخ کی تکلیف کی برداشت کیسے
ہوگی اور جب دنیا کی زیبایش کی چیزون پر جنمین کدورت اور تغیر ہوتا ہے اور کوئی خالی از رنج
نہین مجھسے صبر نہین ہوسکتا تو آخرت کے مزے سے کیسے صبر ہوگا اور وجہ سوم یعنے تو۔

کرنے کے لیے آج کل کرنے کا علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ دوزخیون کی اکثر فریاد اسی سے ہوگی کہ ہم نے توبہ کے وقت کو کیون ٹالا علاوہ ازین ٹالنے والا اپنے کام کی بنا ایسی چیز پر رکھتا ہے جو اسکے اختیار مین نہین یعنی فرض کر لیتا ہے کہ مین آگے کو موجود رہونگا اور توبہ کر لونگا یہ کیسے معلوم ہوا کہ زندہ ہی رہیگا شاید جب تک مر جائے اور اگر زندہ بھی رہے تو گناہ نہ چھوڑ سکے جیسا اب نہین چھوڑ سکتا اسلیے کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اسوقت ہے یعنی غلبۂ شہوت وہ آگے کو بھی رہیگی بلکہ عجب نہین کہ اتنے دنون عادی ہونے سے اور زیادہ مضبوط ہو جاوے کیونکہ جس شہوت کا آدمی عادی ہوتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے بہ نسبت اوسکے کہ جسکی عادت نہین ہوتی اور اسیوجہ سے ٹالنے والے تباہ ہو جاتے ہین کیونکہ وہ ایکسی صورت کی دو چیزون مین فرق سمجھتے ہین یہ نہین جانتے کہ دن ایک دوسرے سے مشابہ ہین ترک شہوات انمین ہمیشہ دشوار ہے اور ٹالنے والون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک پیڑ کو جڑ سے اوکھاڑنا چاہے اور جب اوسکو دیکھے کہ یہ تو مضبوط بدون محنت شدید کے نہین اوکھڑیگا تو یون کہے کہ اسے برس دن اور چھوڑ دون پھر اوکھاڑونگا اور یہ جانتا ہے کہ درخت جتنے دنون زمین مین رہے گا مضبوط ہوتا جاویگا اور مین جتنا بڑا ہوتا جاؤنگا مجھہ مین کم زوری آتی جاویگی۔ تو اب دنیا مین اسکی برابر کوئی احمق نہوگا کہ جب اپنے بدن مین جان تھی اور درخت کم زور تھا جب تو اوسکو نہ اوکھاڑا ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہو جائے اور آپ کمزور پس ایسے وقت مین کیسے عہدہ برا ہوگا اور چوتھی وجہ یعنی توقع خدا کے عفو کی اسکا علاج پہلے گذر چکا اسکی وہی مثل ہے کہ کوئی شخص اپنا سب مال خرچ کر ڈالے اور اپنے آپ کو اور عیال کو فقیر رہنے دے اور توقع کرے کہ خدای تعالی اپنے فضل سے کسی ویرانے مین خزانہ بتلاویگا یا کوئی شخص ایسے شہر مین ہو کہ وہان کے لوگ زبردستی مال لوٹ لیتے ہون تو یہ شخص اپنا مال گھر کے صحن مین ڈالدے اور باوجود قدرت دفن اور پوشیدہ کرنے کے کچھہ نہ کرے اور کہے کہ مجھے خدا کے فضل سے توقع ہے کہ غارتگرون کو غافل کر دے یا اونپر کوئی ایسی مصیبت ڈالے کہ میرے گھر مین نہ آوین اور اگر آوین تو دروازے ہی پر مر جاوین پس ان مثالون مین خزانے کا ملنا اور غارتگرون کا غافل رہنا خواہ مر جانا ممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو بھی گیا ہے مگر جو کوئی اسپر تکیہ کر کے اپنا مال ضائع کرے وہ نہایت احمق ہے اسیطرح گناہ کا معاف ہونا ممکن ہے الا اوسپر خواہ نخواہ تکیہ کرنا داخل جہالت ہے رہی پانچوین وجہ یعنی شک کرنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق

ہوتے ہین پس اسکا علاج وہ اسباب ہین جنسے صدق رسول کا جانا جاتا ہے اور وہ اگرچہ
طوال طویل ہین مگر جو ایسے شخص کی عقل کے قریب ہون اونسے اوسکا علاج ہوسکتا ہے مثلاً
اوس سے یون کہا جاوے کہ جس امر کو انبیا علیہم السلام نے کہ معجزات اونسے صادر ہوتے ہین
سچا کہا ہے وہ بات یعنی امر آخرت تیرے نزدیک ممکن ہے یا اوسکو تو ایسا محال جانتا ہے
جیسا دو جگہ مین ایک ہی وقت ایک شخص کا ہونا محال ہے پس اگر وہ جواب دے کہ مین ایسا ہی
محال جانتا ہون تو اوسکو خارج از عقل سمجھنا چاہیے اور غالباً ایسا عقلا مین کوئی نہوگا اور
اگر جواب دے کہ مجھے اوس امر مین شک ہے تو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے گھر مین کھانا
چھوڑ جاوے اور کوئی اجنبی آدمی تجھسے یہ کہے کہ تیرے پیچھے اس کھانے مین سانپ نے
اپنا منہ ڈالکر زہر اوگلدیا ہے اور تجکو اوسکی بات مین شک ہو کہ نہین معلوم سچ کہتا ہے یا جھوٹ
تو ایسی صورت مین اوس کھانے کو تو کھاویگا یا باوجود لذیذ ہونے کے چھوڑ دیگا پس وہ
یہی جواب دیگا کہ مین اوس کھانے کو نہ کھاؤنگا اسواسطے کہ مین یہ سوچونگا کہ اگر بالفرض
اوسنے جھوٹ کہا ہے تو صرف اسیقدر نقصان ہے کہ وہ کھانا جاتا رہا اور اوس سے صبر کرنا
اگرچہ مشکل ہے مگر ہوسکتا ہے اور اگر اوسنے سچ کہا ہے تو میری زندگی جاتی رہے گی اور
موت ظاہر ہے کہ بہ نسبت کھانے سے صبر کرنے اور اوسکے تلف ہوجانے کے بہت
سخت ہے تو اوس سے کہنا چاہیے کہ سبحان اللہ ایک مجہول آدمی کا کہنا تو تو مانتا ہے کہ
اوسمین یہ بھی احتمال ہے کہ شاید کسی لاگ سے کہدیا ہو اور تمام انبیاء علیہم السلام کا قول
باوجود معجزات کے اور سب اولیاء اور علما اور حکما بلکہ تمام اقسام عقلا کا قول نہین مانتا جا ہون سے
تو ہمکو بحث نہین عاقلون مین کوئی ایسا نہ ہوگا جسکو قیامت کا یقین نہو اور ثواب عذاب کو درست
نجانتا ہو گو کیفیت مین ان اشیا کی اونمین اختلاف ہو مگر انکے وجود کے سب قائل ہین اب اگر
یہ لوگ سچے ہین تو بیشک تجہپر ایسا عذاب ہوگا جو ہمیشہ ابد الآباد تک رہیگا اور اگر جھوٹے ہین
تو تیرا کچھ ہرج نہین صرف اتنا ہوگا کہ بعض شہوات اس دار فانی پر کدورت کے تجھسے فوت
ہوجاوینگے پس اگر وہ شخص عاقل ہوگا تو اس تقریر کے بعد اوسکو کچھ گنجایش توقف نہ رہیگی
اسواسطے کہ مدت زندگی ابد الآباد کے ساتھہ کچھہ نسبت نہین بلکہ اگر تمام دنیا مین جینا بھر ہوا ہو
اور فرض کرو کہ ایک پرند دس لاکھ برس کے بعد اوسمین سے ایک دانہ اوٹھالے تب بھی انجام کو
فنا ہوجاویگی بخلاف ابد الآباد کے کہ وہ کبھی فنا نہوگا پس عاقل آدمی دنیا کے تھوڑے دن

شہوت سے صبر کر کے سعادت ابد الآباد کی حاصل کرنے مین کیسے سستی کریگا - اور تقریر اور بحث مذکورہ بالا ویسے ہی ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اوس شخص سے فرمائی تھی جسکی عقل امور آخرت کے سمجھنے سے قاصر تھی اور اوسکو امر آخرت مین شک تھا آپ نے اوس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تیرا کہنا ٹھیک ہے تو ہم اور تو دونون بچینگے اور اگر ہمارا کہنا درست ہے ہم بچینگے اور تو تباہ ہوگا اسکا حاصل یہ ہے کہ عاقل آدمی سبیل احوط و درشت کے مقامات میں وہ راہ اختیار کرے جسمین امن ہو اب اگر یہ پوچھو کہ یہ باتین تو بدیہی ہین مگر بدون تامل کے حاصل نہین ہوتین تو دلون پر کیا آفت ہے کہ اس باب مین فکر چھوڑ دیا ہے اور اوسکو گران جانتے ہین اور دلون کے پھیرنے کا علاج اس فکر کی طرف کیا ہے خصوص ایسے شخص کا جو ایمان اصل شرع اور اوسکی تفصیل پر رکھتا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ فکر کی مانع دو باتین ہین ایک یہ کہ فکر نافع آدمی کے لیے وہ ہے جو عذاب اخروی اور اوسکے اہوال و شدائد اور گنہگارون کی حسرت اور جنت سے محروم رہنے کی باب مین کرے مگر یہ فکر آدمی کے دل مین کانٹا ہے اسیوجہ سے دلکو اوس سے نفرت ہوتی ہے اور دنیاوی امور مین فکر کرنے سے لذت پاتا ہے اور فرحت و راحت اوٹھاتا ہے - دوسرے یہ کہ فکر بھی ایک ایسا شغل ہو کہ جس وقت آدمی پر مسلط ہوتا ہے تو لذائذ دنیاوی اور قضای شہوت سے روکدیتا ہے کیونکہ کوئی انسان ایسا نہین جسکو ہر ایک حال اور ہر ایک دم مین شہوت کسی چیز کی نہوتی ہو یہی شہوت کبھی اوسپر مسلط ہو کر عقل کو مغلوب کر لیتی ہے اسیوجہ سے اوس شہوت کے حیلے کی تدبیر مین لگا رہتا ہے اور یہی اوسکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تدبیر نکالیے یا یاد شہوت دیجیے او فکر مین یہ بات کہان ہو سکتی ہے - بہرحال ان دونون مانع کا علاج یہ ہے کہ آدمی اپنے دل سے کہے کہ تو کتنا سخت اونجبی ہو کہ موت اور اوسکو ما بعد کی فکر سے بچتا ہے اور اوسکی یاد سے رنج اوٹھاتا ہے اور اوسکے آنے کو حقیر جانتا ہے جب آ پڑیگی تو کیسے سہے گا تجسے تو موت اور ما بعد کے ماننے کی ہی برداشت نہین ہوتی اسی سے رنج پاتا ہے اور فکر کے باعث جو لذات دنیا کی فوت ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ یہ بات یقیناً جانے کہ آخرت کی لذات کا جاتا رہنا بہت سخت اور گران ہوگا اسلیے کہ اول تو اون لذات کی کچھ پایان نہین دوسرے اونمین کسیطرح کی مشقت یا کدورت نہین اور لذات دنیاوی نہ پایدار ہین اور نہ خالی از کدورت تو انمین لذت خالص بے کدورت بھی نہین ہو سکتی البتہ گناہون سے توبہ کر کے طاعت الٰہی پر متوجہ ہونے سے لذت مناجات الٰہی اور اوسکے معرفت و طاعت سے آرام ملنا اور زیادہ انس پانا بڑی عمدہ لذت ہے

گویا ایمان کے دونوں حصوں سے جاہل ہوتا ہے یا خدا کے دو وصفوں سے غافل ہوتا اور بدون ایمان کے قرب خدا کے
حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں اور طریق ایمان پر چلنا بدون اس بات کے پہچانے کہ کس چیز پر اور کس شخص پر
ایمان چاہیے غیر ممکن ہے جو اس بات کے پہچاننے میں سستی کرے وہ صبر او شکر کی معرفت سے بھی بیٹھ رہیگا
اس سے معلوم ہوا کہ بیان ہو جانا ایمان کے دونوں حصوں کا بہت ضرور ہے اسیلیے ہم اس باب میں صبر او
شکر کو اکٹھا لکھتے ہیں بایں خیال کہ دونوں میں ارتباط و مناسبت زیادہ ہے اس باب میں دو فصلیں ہیں

فصل اول صبر کے ذکر میں اسمین سات بیان ہیں

بیان اول صبر کی فضیلت میں اللہ تعالی نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر
فرمایا ہے اور صبر کا ذکر قرآن مجید میں کچھ اوپر ستر جگہ کیا ہے اور بہت سے درجات اور خیرات کو
صبر کی طرف منسوب کیا ہے اور اسکا ثمرہ ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً
يَهْدُونَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا اور فرمایا وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا
اور فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور فرمایا اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا
اور فرمایا اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نیکیوں کا
ثواب سوائے صبر کے کسی مقدار خاص اور حساب کے موافق ہوگا اور صبر کا ثواب بیحساب ہوگا
اور از انجا کہ روزہ بھی صبر ہی میں داخل ہے کیونکہ نصف صبر ہے اسوجہ سے اللہ تعالے نے
فرمایا کہ اَلصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ اس حدیث قدسی میں روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا
اور کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا اور ثواب صبر میں ارشاد فرمایا کہ میں انکے ساتھ
ہوں جیسا کہ ارشاد ہوا وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور دوسری جا اپنی نصرت کو صبر پر شرط
فرمایا کہ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ
مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ اور تیسری جا صابرین کے لیے ایسی باتیں اکٹھی فرمائیں جو اوروں کے واسطے
نہیں چنانچہ ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اس آیت میں
ہدایت اور رحمت اور صلوۃ صابروں کے لیے ایک جا ہیں غرض کہ صبر کی فضیلت میں جتنی آیات
وارد ہیں سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اخبار بھی اس باب میں بہت وارد ہیں چنانچہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ اور اسکے نصف ہونے کی وجہ عنقریب
مذکور ہوگی اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چیزیں کہ تمکو کم عنایت
ہوئی ہیں انھیں میں سے یقین اور صبر ہیں اور جسکو ان دونوں میں سے بہرہ وافی

ملا ہی اسکو اگر تہجد اور روزہ نفل نہ ملے تو کچھ پروا نہ کریگا اور جس حال پر تم اب ہو اگر اسپر صبر کرو تو مجھکو
اس بات کی نسبت زیادہ محبوب ہی کہ تم مین سے میرے پاس ایک ایک آدمی اتنے عمل لاوے
جتنے تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ ڈر ہی کہ میرے بعد تم پر دنیا مفتوح ہوگی اور تم ایک دوسرے کو
برا جانوگے اُس وقت آسمان کے لوگ تمکو برا جانینگے اور جو شخص اُس حال مین صبر کریگا اور ثواب کی
نیت کریگا اسکو ثواب پورا ملیگا بعد اسکے آپ نے یہ آیت پڑھی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور حضرت جابرؓ روایت کرتے ہین کہ
کسی شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو پوچھا کہ کیا چیز ہی آپنے فرمایا کہ صبر کرنا اور
سخاوت کرنا اور ایک حدیث مین فرمایا اَلصَّبْرُ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ اور ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان
کیا ہی آپ نے فرمایا کہ صبر ہی اور ایمان کو صبر فرما دینا آپ کا ایسا ہی جیسا ایکبار آپ نے حج کے
باب مین فرمایا تھا کہ حج عرفہ ہی ہی یعنے بڑا رکن حج کا عرفہ ہی اسی طرح بڑا رکن ایمان کا صبر ہی
اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عملون مین بہتر وہ مین جنپر
نفسون کو جبر ہو۔ اور ایک روایت ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ
میرے اخلاق کی طرح تم بھی اخلاق اپنے درست کرو اور ایک میرا خلق یہ ہی کہ مین صبور ہون
اور عطا رح ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصار پر داخل ہوے تو اُنسے پوچھا کہ تم ایماندار ہو سب چپ ہو رہے پھر حضرت عمرؓ نے
عرض کیا کہ ہم ایماندار ہین آپ نے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہی تو انصار نے عرض کیا
کہ ارزانی پر شاکر رہتے ہین اور مصیبت پر صابر اور حکم الہی پر راضی آپنے فرمایا کہ قسم ہی خدا ے
کعبہ کی ایماندار ہین اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فِی الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيْرٌ
اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمکو جبھی ملیگی جب تم
چیز پر صبر کروگے جو بُری جانتے ہو اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا لَوْ كَانَ الصَّبْرُ رَجُلًا لَكَانَ كَرِيْمًا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ اس باب مین احادیث بیشمار ہین
اور آثار سے بھی اسکی فضیلت ثابت ہی چنانچہ حضرت عمرؓ نے جو خط حضرت ابوموسی اشعریؓ کو
لکھا تھا اُسمین یہ بھی تھا کہ اپنے اوپر صبر کو لازم کرو اور جان لو کہ صبر کی دو قسمین ہین ایک دوسری سے
بہتر ہی صبر کرنا مصیبتون پر اچھا ہی مگر اُس سے افضل یہ ہی کہ جو چیز خدا ے نے حرام کی ہی اُسپر
صبر ہو اور جان لو کہ صبر ایمان کی اصل ہی کیونکہ نیکیون مین سے عمدہ تقوے ہی اور وہ صبر سے

حاصل ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے یقین اور
صبر اور جہاد اور عدل اور نیز فرمایا کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے جو سر کو ہے بدن سے
پس جس طرح کہ بدون سر کے بدن نہین ہوتا اسی طرح جسکو صبر نہوا اسکا ایمان نہین ہوتا اور حضرت عمرؓ
فرمایا کرتے کہ صابرون کے لیے دونون گٹھریان بھی خوب ہین اور اوپر کا اضافہ بھی اچھا ہے
گٹھریون سے مراد صلوۃ اور رحمت ہے اور اضافہ سے ہدایت یعنی یہ جو ثواب صبر کا قرآن مجید مین
مذکور ہے اُولٰئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اسکی طرف آپ
اشارہ فرماتے تھے کہ صابرون کو گویا صلوۃ اور رحمت ایسی ہین جیسے سواری کے دونون
طرف کا بوجھ اور ہدایت بمنزلہ ایک چھوٹی گٹھری کے ہے جو اوپر رکھ دیتے ہین اور حضرت حبیب
بن ابی حبیب جب اس آیت کو پڑھتے اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ تو روتے اور کہتے
کہ سبحان اللہ عنایت بھی کیا اور تعریف بھی کی یعنی خود ہی خداوند کریم نے صبر عطا فرمایا اور
آپ ہی تعریف فرماتا ہے اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ ایمان کا کنگورہ حکم پر صبر کرنا اور
تقدیر پر راضی رہنا ہے یہانتک بیان فضیلت صبر کا نقلی تھا اب اگر باعتبار چشم بصیرت کے
اسکی فضیلت معلوم کرنی ہو تو بدون حقیقت اور معنی صبر کے معلوم کیے سمجھ مین نہ آئیگی
اسلیے کہ فضیلت اور رتبہ کسی چیز کا اسکی صفت ہوتی ہے اسکا جاننا بدون موصوف کے
جاننے کے نہین ہوسکتا اسی واسطے صبر کی حقیقت اور معنی کو ذکر کیا جاتا ہے

بیان دوم صبر کی حقیقت اور معنی کے ذکر مین

واضح ہو کہ صبر دین کے ایک مقام اور سالک کی ایک منزل کا نام ہے اور دین کے جتنے مقام ہین
تین چیزون سے منتظم ہوتے ہین اول معارف دوم احوال سوم اعمال معارف سب کی اصل ہین
اور انکی جہت سے احوال پیدا ہوتے ہین اور احوال سے اعمال بروے کار آتے ہین پس معارف کو
مثل درخت کے اور احوال کو مثل شاخون کے اور اعمال کو مثل پھلون کے سمجھنا چاہیے اور
یہ بات سالکین کی سب منزلون مین پائی جاتی ہے اور لفظ ایمان کبھی تو معارف ہی پر بولا جاتا ہے
اور کبھی ان تین چیزون کے مجموعے پر چنانچہ اختلاف لفظ ایمان اور اسلام کے بیان مین جو کتاب
قواعد عقائد جلد اول مین مذکور ہے ہم اسکو بھی لکھ چکے ہین اسی طرح صبر کامل جبھی ہوتا ہے
جب اول معرفت ہو اور اسکے بعد ایک حالت آدمی پر قائم ہو اور واقع مین صبر انھین دونون
چیزون کا نام ہے عمل تو مثل ثمرے کے ہے کہ انھین دونون سے صادر ہوتا ہے اور یہ امر بدون

دریافت ترتیب فرشتون اور انسانون اور بہائم کے معلوم نہین ہوسکتا اسواسطے کہ صبر خاصہ
انسان ہے ملائک اور بہائم مین نہین ہوسکتا ملائکہ مین اونکے کمال کی جہت سے اور بہائم مین
اونکے نقصان کے سبب سے اوسکی تفصیل یہ ہے کہ بہائم پر شہوات مسلط کردیے گئے ہین وہ اونہین کے
مغلوب ہین اونکی حرکت وسکون کا باعث سواے شہوت کے اور کچھہ نہین اور اونمین کوئی
ایسی قوت نہین جو شہوت کی مزاحم ہوکر اوسکو اوسکے مقتضی سے روکے اور شہوت کے مقابلہ مین
اوس قوت کا ثابت رہنا صبر کہا جاوے اور ملائکہ علیہم السلام صرف اسلیے پیدا ہوے ہین کہ
شوق حضرت ربوبیت کا اونکو سب اور درجہ قرب سے خوش ہین اونکے اندر شہوت نہین کہ کوئی
جو اس درجہ اور شوق سے اونکو روکے اور نہ اونکو کسی ایسے لشکر کی احتیاج کہ اوسکی مدد سے اون
مدافعات پر غالب ہون جو اونکو حضوری سے باز رکھتے ہون اسلیے کہ مقتضاے شہوات ہی موانع ہین
جو پہرے سے موجود نہین اور انسان کا حال یہ ہے کہ ابتداے لڑکپن مین ناقص مثل بہیمہ کے پیدا ہوا
اوسوقت سوا خواہش غذا کے جسکی اوسکو احتیاج ہوتی ہے اور کسی چیز کی خواہش پیدا نہین ہوتی
پہر بعد چندے اوسمین خواہش کھیل اور آرایش کی پیدا ہوتی ہے پہر نکاح کی شہوت ظاہر ہوتی ہے
اور یہ شہوات ترتیب ظاہر ہوتی ہین اور شروع مین قوت صبر نہین ہوتی اسلیے کہ صبر اسکا نام ہے
کہ جن دو لشکرون مین اختلاف مطالب اور ضدیت مقصود کے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر
اونمین سے دوسرے کے مقابل جما رہے اسی جنگ کا نام صبر ہے مگر لڑکپن مین صرف ایک لشکر
شہوات کا ہوتا ہے جیسے بہائم مین لیکن اللہ تعالی نے اپنے کرم اور جود کے باعث انسان کو
اشرف بنایا ہے اور اوسکا درجہ بہائم سے اعلی رکہا ہے اسلیے جب اوسکا وجود کامل ہوجاتا ہے
اور بلوغ کے قریب پہونچتا ہے اوسپر دو فرشتے معین کرتا ہے کہ ایک اوسکو ہدایت کرے
اور دوسرا اوسکی کمک کرتا ہے انہین دو فرشتون کی مدد سے انسان بہائم سے متمیز ہوتا ہے
علاوہ اسکے انسان مین دو وصف خاص ہین جو انہین دو فرشتون کی جہت سے حاصل ہوتے ہین
اول صفت تو معرفت خدا اور رسول کی دوم شناخت انجام کی مصلحتون کی یہ باتین اوس
فرشتے سے حاصل ہوتی ہین جسکو کام ہدایت اور شناخت کرانے کا ہے بہیمہ کو نہ تو پہچان خدا
اور رسول کی ہے نہ شناخت انجام کی بہتری کی بلکہ اوسکو اوسی چیز کی راہ سوجہتی ہے
جو بالفعل اوسکی خواہش کے موافق ہو اور اسوجہ سے سواے لذیذ چیز کے اور کسیکی تلاش اوسکو
نہین ہوتی یہان تک کہ اگر کوئی دوا نافع اوسکے لیے ہو مگر حال مین مضر ہو تو اوسکی طلب

ہرگز نہوگی اور نہ اوسکو سمجھائیگی اور انسان نور ہدایت سے یہ جانتا ہے کہ اتباع شہوات کا میرے
حق مین انجام کو برا ہے لیکن صرف یہ ہدایت کافی نہین جب تک کہ اوسکو قدرت مضر چیز کے
چھوڑنے کی نہو بہت سی مضر چیزین ایسی ہین کہ انسان اونکو جانتا ہے مگر دفع نہین کر سکتا
جیسے مریض ہوجانا مثلاً تو ایسے حال مین اوسکو ایک ایسی قدرت و قوت کی حاجت پڑے
جس سے شہوات کو دھکا دے اور اوسنے اسقدر مجاہدہ کرے کہ اوسکی دشمنی کو اپنے نفس سے
علیحدہ کرے اس غرض کے لیے اللہ تعالی نے ایک اور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری پر
رکھے اور اوسکی تائید و تقویت ایسے لشکرون سے کرے جو نظر نہ آتے ہون اور یہ لشکر اس بات پر
مامور ہے کہ لشکر شہوت سے لڑے پس کبھی تو دب جاتا ہے اور کبھی قوت پکڑتا ہے اور اسکا
کم زور او زور آور ہونا اوسیقدر ہے جسقدر کہ بندے کو اللہ کیطرف سے تائید غیبی کی کمک
ہوتی ہے جسطرح کہ نور ہدایت خلق مین اتنا مختلف ہے کہ جسکی کچھ انتہا نہین اب ہم اس صفت
انسانی کا جس سے کہ اوسکو شہوات کی بیخ کنی اور مغلوب کرنے مین بہائم پر امتیاز ہے باعث
دینی نام رکھتے ہین اور شہوات کے مطالبہ مقتضیات کو باعث ہوے کہتے ہین اور تصور
کرنا چاہیے کہ ان دونون چیزون یعنی باعث دینی اور باعث ہوے یا شہوت مین لڑائی رہا کرتی ہے
اور کبھی وہ غالب ہوتا ہے اور کبھی یہ اور اس جنگ کا میدان بندے کا دل ہے اور باعث
دینی کو کمک فرشتون سے پہونچتی ہے جو اللہ تعالی کی جماعت کے مددگار ہین اور باعث
شہوت کو مدد شیاطین سے ملتی ہے جو اللہ تعالی کے دشمنون کی مدد کرتے ہین پس صبر کی حقیقت
یہ ہے کہ باعث شہوت کے مقابلے مین باعث دینی ثابت قدم رہے پھر اگر ثابت رہکر حریف کو
مغلوب کرے اور شہوت کی مخالفت پر مدام آمادہ رہے تو اللہ کی جماعت کی نصرت کریگا
اور زمرۂ صابرین مین لاحق ہوگا اور اگر ضعیف و خفیف ہوا اور شہوت نے دبا لیا اور اوسکو
دفع نہ کر سکا تو شیطان کے تابعین مین داخل ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ افعال شہوت کا
چھوڑنا وہ عمل ہے جو حالت صبر سے پیدا ہوتا ہے یعنی حالت صبر کا ثمرہ یہ ہے کہ آدمی شہوت کے
مقتضیات کو چھوڑ دے اور صبر باعث دینی کے ثابت رہنے کا نام ہے باعث شہوت کے
مقابلے مین اور اسکا ثابت رہنا ایک ایسا حال ہے جو شہوات کی عداوت اور ضدیت کے
جاننے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سعادت کے لیے دنیا و
آخرت مین دشمن اور طریق خدا کے راہزن ہین پس جب اس معرفت کا یقین جسے ایمان کہتے ہین

قوی ہوتا ہے تو باعث دینی بھی قوی ہوتا ہے اور جب اس باعث کا استقلال اور ثبات خوب
ہوتا ہے تو افعال انسانی خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہین غرضکہ ترک شہوت کمال کو
جبھی پہونچیگا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابل اور حریف ہے قوی ہوگا اور انجام
شہوات کی برائی کا یقین بھی قوی ہوگا - اور وہ دونون فرشتے جنکا اوپر ذکر ہوا خدا کے
فضل سے ان دونون لشکرون کے کفیل رہتے ہین اللہ تعالی نے ان دونون کو اسلیے پیدا
کیا ہے اور ہر ہر شخص پر آدمیون مین سے دو فرشتے اسیطرح مقرر ہین اور اونکو کرام کاتبین
کہتے ہین اور چونکہ رتبہ ہادی فرشتے کا تقویت دینے والے فرشتے کی نسبت زیادہ ہے تو ظاہر ہے
کہ داہنی طرف جو آدمی مین اشرف ہے اوسکو ملنی چاہیئے اسلیے ہادی داہنی طرف پر ہے اور مقوی
بائین طرف پر اب غفلت کرنے اور فکر کرنے مین اور گناہون مین مطلق العنان رہنے اور مجاہدہ
کرنے مین بندے کے دو حال ہین جب غفلت کرتا ہے تو داہنے فرشتے سے گویا منہ پھیرتا ہے
اور اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے اسلیے وہ اسکے منہ پھیرنے کو بدی لکھ لیتا ہے اور جب فکر
کرتا ہے تو اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ اوس سے ہدایت کا مستفید ہو تو اس صورت مین
گویا اوس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہے اسلیے وہ اسکے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہے اسیطرح
جب گناہون مین مطلق العنان رہتا ہے تو بائین فرشتے سے اعراض کرتا ہے اور اوسکی مدد کا
خواہان نہین ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے بائین لحاظ وہ اسپر
برائی لکھدیتا ہے اور اگر نفس پر مجاہدہ کرتا ہے تو گویا اوس فرشتے سے مدد کا خواہان ہے
اسی نظر سے وہ اوسکے لیے نیکی لکھدیتا ہے اور چونکہ نیکیون اور بدیون کا وجود انھین دو
فرشتون کے لکھنے سے ہوتا ہے اسیواسطے اونکو کرام کاتبین کہتے ہین کرام تو اس وجہ سے
کہ بندے کو انکے کرم سے نفع ہوتا ہے اور نیز فرشتے سب کے سب بزرگ اور پاک ہین اور کاتب
اس لحاظ سے کہ حسنات اور سیأت کو لکھتے اور جن صحیفون پر کہ یہ لکھتے ہین وہ سر قلب مین لپٹے ہین
الاسر قلب سے مخفی ہین یہان تک کہ اس عالم مین اونپر اطلاع نہوگی اسلیے کہ وہ دونون فرشتے اور
اونکے خط اور نوشتے اور جو کچھ اونسے متعلق ہے عالم غیب اور ملکوت سے ہین عالم ظاہری سے
نہین اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قابل محسوس ہونے کے چشم ظاہری سے اس عالم مین نہین پھر یہ
نامجات مخفی دو دفعہ کھولے جاوینگے ایکبار قیامت صغری مین اور ایکبار قیامت کبری مین اور
قیامت صغری سے ہماری غرض حالت موت ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے

ح
من مات فقد قامت قیامته اس قیامت مین بندہ اکیلا ہوتا ہے اور آیت مین اسی سے کہا جاتا ہے
وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ اور ارشاد ہوتا ہے كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا
اور قیامت کبری جو تمام خلق کی جامع ہوگی وہان آدمی تنہا نہوگا بلکہ غالباً حساب مجمع کے
سامنے لیا جاویگا اور اس قیامت مین متقی جنت مین اور مجرم دوزخ مین پرے کے پرے
جاوینگے ایک ایک نہین بھیجا جاویگا اور سب سے پہلے وحشت چھوٹی قیامت کی ہے اور جتنی
وحشتین اور حالات کہ بڑی قیامت مین ہونگے اونکی سب کی مثال و نظیر چھوٹی قیامت مین
موجود ہے مثلاً زمین کا ہلنا جو قیامت کبری مین ہوگا اوسکی نظیر موت انسانی مین یہ ہے
کہ جو زمین خاص اوسکے لیے ہے یعنی اوسکا بدن وہ مرنے پر ہلگا جاتا ہے تو اسکے حق مین
زلزلہ زمین کا موجود ہوگیا اسلیے کہ اگر کسی ملک مین زلزلہ آئے تو یہی کہینگے کہ فلان جا بھونچال
آیا کو اوسکے پاس پڑوس والون کو اوسکا صدمہ نہوا ہو غرضکہ زلزلے کا ہونا اونہین لوگون کے
حق مین شمار ہوگا جنکو اوس سے صدمہ پہونچا ہو اس اعتبار جسکے گھر خواہ اور کسی چیز کو اوس سے
صدمہ ہوا ہوگا اوسکے حق مین زلزلہ پکا ہوا کیونکہ تمام زمین کے زلزلے سے اوسکو نقصان
جبھی ہے جب اوسکا گھر ہلجاوے دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اوسکا کیا نقصان
ہے اب اگر موت کو دیکھیے تو بدن پر اسکا صدمہ کسیطرح کم نہین زلزلے سے بڑھکر ہے اور بدن
زمین پر قرار دینا اسوجہ سے ہے کہ آدمی خاکی ہے اور مٹی ہی سے بنا ہے اوسکے حصے مین
جسقدر مٹی خاص ہے وہ اوسکا بدن ہے غیر کا بدن اوسکے حصے مین نہین اور جس مین آدمی
بیٹھا ہوا ہے وہ بدن کا ظرف اور مکان ہے اور ساری زمین کے ہلنے سے جو آدمی کو ڈر لگتا ہے
اوسکی یہی وجہ ہے کہ کہین بدن اوسکے سبب سے نہ لغزش کھا جاوے ورنہ ہوا تو ہمیشہ چلتی اور
ہلتی رہتی ہے اوس سے کبھی خوف نہین لگتا اسلیے کہ اوس سے بدن مین کچھ اضطراب نہین ہوتا
بہرحال تمام زمین کی جنبش سے آدمی کا حصہ اسیقدر ہے کہ اوسکے بدن کو جنبش ہوتی ہو جو
اوسکی مٹی اور زمین خاص ہے اب جسطرح زمین کیواسطے اور سامان ہوتے ہین اسیطرح زمین بدن
اونہین چیزون کی نظیرین موجود ہین ہڈیان مثل پہاڑون کے ہین اور سر بمنزلہ آسمان کے اور دل
آفتاب ہے اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے حواس اس مین کے ستارے ہین اور پسینے کا
بہنا دریا ہے اور بال رونید گی اور ہاتھ پانون درخت اس زمین کے ہین اسیطرح سب چیزاکو
قیاس کرنا چاہیے پس جب موت کے باعث ارکان بدن منہدم ہوجاتے ہین تو یہ قول صادق

ح
ولی کی موت بھی قیامت ہوتی ہے
ابن ابی الدنیا بروایت زر بسند ضعیف

آتا ہی زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اور جب ہڈیان گوشت سے علیحدہ ہوتی ہین تو یہ واقعہ قیامت کا ٹھیک ہوتا ہے حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً اور جب ہڈیان گلجاینگی تو مضمون اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ کا اور جب دماغ پھٹے گا تو نحواے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کا صادق ہوگا اور جب موت کے وقت دل پر تاریکی چھا جاویگی تو مضمون اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ کا اور کان اور آنکھ اور دوسرے حواس بیکار ہونے سے مضمون اِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ کا خوف موت کے باعث پیشانی پر عرق آنے سے مضمون اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ کا اور ایک پنڈلی دوسری پر لپٹنے سے مضمون اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور جسم سے روح کی مفارقت ہونے سے مضمون وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ کا واقع ہوگا یعنی جو جو واقعہ کہ کلام مجید مین احوال وحالات قیامت کے باب مین موجود ہین موت انسانی مین انمین سے ہر ایک کی نظیر پائی جاتی ہے سب حالات واحوال کا بیان طویل ہے پھر بھی یہ کہہ سکتے ہین کہ مرنے کے ساتھ ہی آدمی پر یہ چھوٹی قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اس موت سے قیامت کبری کی کوئی چیز جو خاص اوسکے لیے ہوگی وہ اوس سے فوت نہوگی مگر جو چیز دوسرون کے لیے خاص ہے وہ البتہ اوس سے فوت ہوجاویگی مثلاً دوسرے کے حق مین ستارون کا باقی رہنا مردے کو کیا فائدہ دے سکتا ہے جب اوسکے حواس بینائی مین ابتری ہوگئی ہو جیسے اندھے آدمی کے سامنے رات اور دن برابر ہوتے ہین آفتاب کی روشنی اور اوسکا گہن اوسکے نزدیک یکسان ہے کیونکہ اوسکے حق مین ایک ہی بار آفتاب کو گویا گہن لگ گیا اوسکو اسیقدر اوس سے بہرہ ہے اب جو آفتاب صاف روشن ہوگا تو وہ دوسرے کے حصے مین ہوگا اور جسکا سر پھٹ جاوے اوسکا گویا آسمان پھٹ گیا کیونکہ آسمان اوسکو کہتے ہین جو جانب سر ہو پس جب کسیکا سر ہی نہو تو دوسرے کے لیے آسمان کا ہونا اوسکے کس کام آویگا یہ حال ہے چھوٹی قیامت کا اور ہنوز دلی دور ہے خوف اور دہشت تو آگے ہوگی یعنی جب بڑی قیامت کی ہل چل پڑے گی اور خصوصیت کسیکی نرہے گی آسمان وزمین بیکار ہوجاینگے پہاڑ جاتے رہینگے اور خوف واحوال کمال کو پہونچینگے۔ اور واضح ہو کہ قیامت صغری کا حال اگرچہ ہمنے بہت سا لکھا ہے الا ہنوز عشر عشیر بھی اوسکے اوصاف مین سے نہین لکھا اور یہ قیامت بڑی قیامت کے سامنے ایسی ہے جیسے ولادت صغری ولادت کبری کے سامنے یعنی آدمی کے لیے دو پیدایش ہین اول تو نکلنا پشت پدر سے رحم مادر مین کہ یہان پہونچکر ایک مدت مقرری تک رحم کے ٹھہراؤ مین رہتا ہے اور پورا ہونے تک کئی حالتین بدلتا ہے گویا یہ حالتین اوسکے حق مین

کمال کی منازل میں پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون جما ہوا پھر لوتھڑا وغیرہ ہو کر تنگی رحم سے وسعت آباد
عالم میں قدم رکھتا ہے اسکا نام ولادت دوم ہے۔ اب قیامت کبری کے عموم کو قیامت صغری کے
خصوص کی طرف وہ نسبت تصور کرنی چاہیے جیسے وسعت عالم کو ہے رحم سے اور جس عالم میں کہ بندہ بعد
موت کے پہنچتا ہے اوسکی وسعت کو دنیا کی وسعت سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو ہے رحم کی وسعت سے
بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اسی آخرت کو دنیا کی نسبت کر قیاس کرنا چاہیے اسلیے قرآن مجید میں ارشاد ہے
مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی مثل اول بار کے پیدا
کرنے کے ہے بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو شمار پیدایشوں کی منحصر دو میں نہیں ہے اور اسکی
طرف اشارہ ہے اس قول میں وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ غرضکہ جو شخص دونوں قیامتوں کا
مقر ہے وہ دونوں عالم ظاہری اور باطنی کا معتقد ہے اور ملک و ملکوت دونوں کا یقین
رکھتا ہے اور جو شخص صرف قیامت صغری کا مقر ہے اور کبری کو نہیں مانتا اوسکی ایک آنکھ
پھوٹی ہے کہ ایک ہی جہان سوجھتا ہے اسکا نام جہل و گمراہی ہے اور یک چشمی دجال کی پیروی
پس آدم بیچارہ کتنا غافل ہے اور اس غفلت میں ہم سب برابر ہیں لوگو جب سامنے تمہارے خطر عظیم
خوف کے مقامات درپیش ہیں تو پھر غفلت کے کیا معنی اگر بالفرض جہالت اور گمراہی کے باعث
قیامت کبری کا اعتقاد نہیں تو قیامت صغری کیا تھوڑی ہے کیا تمنے یہ حدیث شریف نہیں سنی
كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا کیا یہ نہیں سنا کہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کیوقت کیا کرب تھا
کہ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيَّ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ کیا اس بات کی شرم نہیں آتی کہ موت کے
آنے میں توقف سمجھکر بیوقوفوں اور غافلوں کی پیروی کرتے ہو جنکی شان میں یہ آیت ہے
مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ
لَا اِلٰى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ان غافلوں کا یہ حال ہے کہ اگر مرض انکو خوف دلانے کو اونپر آتا ہے تو اوس سے
نہیں ڈرتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیام سناتا ہے تو اوس سے عبرت نہیں پکڑتے اسی لحاظ سے خدا تعالی
فرماتا ہے يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ پھر اگر اونکو یہ گمان
ہو کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہینگے تو اونکو یوں ارشاد ہے اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ
اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ اور اگر یہ سمجھتے ہوں کہ مرنیوالے ہمارے پاس سے نیست ہو گئے تو معدوم بھی ہیں
اونکا وجود کہیں نہیں تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ
پھر آیات خداوندی سے اونکے اعراض اور روگردانی کی وجہ ارشاد فرمائی کہ کس وجہ سے

ہر ایک آیت سے اعراض کرتے ہین یہ ہے کہ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا
فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
اب بات کہین کی کہین چلی گئی یہ تقریر ایسے امور کیطرف اشارہ کرتی ہے جو علوم معاملہ سے اعلیٰ ہین
اسلیے غرض اصلی کیطرف رجوع کر کے ہم کہتے ہین کہ یہ معلوم ہوگیا کہ صبر باعث دینی کے جمے رہنے کا
نام ہے مقابلے مین باعث ہوا کے اور یہ مقابلہ خاصہ آدمیون کا ہے اسوجہ سے کہ اونپر کرام کاتبین
مقرر ہین اور وہ فرشتے لڑکون اور دیوانون پر کچھہ نہین لکھتے کیونکہ پہلے ہم لکھہ چکے ہین کہ اگر اونکی
طرف استفادہ کے لیے توجہ کیجاوے تو وے حسنہ لکھتے ہین اور اگر اونسے روگردانی کیجاوے تو بدی
لکھتے ہین اور چونکہ لڑکون اور مجنونون مین استفادے کی استعداد نہین ہوتی تو اونسے ظہور متوجہ
ہونے کا خواہ روگردانی کا بھی متصور نہین ہوسکتا اور کرام کاتبین سواے توجہ اور روگردانی کے
اور کچھہ نہین لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگون کے لیے لکھتے ہین جنکو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی
کرنے کی ہو ہان بعض اوقات نور ہدایت کا آغاز سن تمیز ہی سے شروع ہوتا ہے اور بتدریج حالت
بلوغ تک بڑھتا جاتا ہے جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلتے تک آناً فاناً زیادہ ہوتی جاتی ہے مگر
یہ ہدایت ناقص ہے اسکے بموجب عمل نکرنے سے آخرت کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے دنیا کے
ضرر سے نہین بچتا مثلاً اگر ایسے وقت مین نماز نہ پڑھے تو اوسے زد وکوب کیجاویگی مگر آخرت مین
کچھہ عقاب اوسپر نہوگا اور نہ اوسکے لیے کوئی نامہ اعمال لکھا جاتا ہے جو آخرت مین کھولا جاویگا
بلکہ جو شخص کسی لڑکے کا کفیل خواہ مربی خواہ ولی شفیق ہو اور کرام کاتبین کیطرح نیک بخت ہو تو
اوسکو چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی اور برائی اوسکے دل کے صحیفے پر لکھدیا کرے یعنی اوسکو اول
خوب یاد کراوے کہ دل پر نقش حجر ہوجاوے پھر اوس صحیفے کا پھیلانا یہ ہے کہ اگر کام قابل تعریف ہے
تو اوسکی تعریف کرے ورنہ زد وکوب سے سزا دے جس مربی کا لڑکے کے حق مین یہ طور ہوگا تو وہ
شخص فرشتون کی عادت کا وارث ہے اور اونکو لڑکے کے حق مین استعمال کرکے درجہ
قرب الٰہی کا فرشتون کیطرح حاصل کریگا اور انبیا اور صدیقین اور مقربین کی جماعت مین ہوگا اور
اسکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ ہاتین سے
اشارہ آپنے اپنی دو انگشت مبارک کیطرف فرمایا

تیسرا بیان صبر کے نصف ایمان ہونے کی وجہ۔ واضح ہو کہ ایمان کبھی تو اصول دین کی
تصدیقات پر بولتے ہین اور کبھی اون اعمال پر بولتے ہین جو اون تصدیقات کے باعث

سرزد ہوتے ہین اور کبھی دونون کے مجموعے پر بولتے ہین اور چونکہ معارف کے بھی بہت اقسام ہین
اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہے اسیلیے ایمان کچھ اوپر ستر قسم کا ہوا چنانچہ
اسکی تقریر باب قواعد العقائد جلد اول مین لکھی گئی ہے مگر صبر کو جو نصف ایمان کہتے ہین صرف دو
اعتبار سے کہتے ہین اور ایمان کے دو ہی معنی اس بات کے مقتضی ہین کہ صبر نصف ایمان ہو
اول معنی تو یہ کہ ایمان کو تصدیقات یعنی معارف اور اعمال پر دونون پر بولا جاوے اس صورت مین
ایمان کے دو رکن ہونگے ایک یقین اور دوسرا صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی اصولی مین کہ جو
بندے کو خدا تعالی کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہین اور صبر سے مقصود عمل کرنا ہے بموجب
یقین کے اسیلیے کہ یقین آدمی کو یہ بات بتلا دیتا ہے کہ گناہ مضر ہے اور طاعت مفید اور ترک معصیت
اور مداومت طاعت کی بدون صبر کے نہین ہو سکتی یعنی اسکے لیے باعث دینی کو باعث ہوا اور
کسل کے مغلوب کرنے کیلیے کام مین لانا پڑتا ہے اور اسیکا نام صبر ہے پس اس اعتبار سے صبر
نصف ایمان ٹھہرا اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین اور صبر کو ایک جا ارشاد فرمایا
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِيْتُمُ الْيَقِيْنُ وَعَزِيْمَةُ الصَّبْرِ دوسرے معنی یہ ہین کہ
ایمان اون احوال پر بولا جاوے جو موجب اعمال ہون نہ معارف پر اب جمیع حالات بندہ کی دو قسم
ہین ایک وہ کہ دنیا و آخرت مین اوسکی نافع ہو دوسری وہ کہ مضر ہون اور بندے کو باعتبار
مضر چیزون کے لحاظ کے حالت صبر ہے اور نافع چیزون کی نسبت کر دیکھیے تو حالت شکر ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کی رو سے شکر ایک نصف ایمان کا ہے جیسے کہ پہلے معنی کے
اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا اور اسی بنا پر حضرت ابن مسعود رضی نے فرمایا کہ ایمان کے
دو نصف ہین ایک نصف صبر ہے اور ایک شکر اور یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی مرفوعا روایت کی گئی ہے۔ اور ازانجا کہ صبر گناہی باعث ہونے سے باعث دینی کے
ثابت رہنے کے باعث آور باعث ہوے کی دو قسمین ہین ایک باعث شہوت کیطرف سے
اور ایک غضب کیطرف سے کیونکہ اگر لذیذ چیز کی طلب کیلیے ہوگا تو شہوت کیطرف سے ہوگا اور
اگر درد دینے والی چیز سے گریز کے لیے ہوگا تو غضب کیطرف سے ہوگا اور روزہ مین صرف
رکنا مقتضاے شہوت یعنی فرج و شکم کی خواہش سے پایا جاتا ہے مقتضای غضب سے صبر کرنا
اوسمین دخل نہین اسیلیے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ کیونکہ کمال صبر
اوس صورت مین ہے کہ دواعی شہوت و مقتضیات غضب دونون سے صبر کیا جاوے

اور روزہ مین صرف ایک شق سے صبر ہے اسلیے روزہ نصف صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف ایمان تھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک چوتھائی ایمان کی ہے - حاصل یہ کہ شریعت مین جو اعمال اور احوال کے حدود مقرر ہین اور اونکی نسبت ایمان کیطرف آدھی یا چوتھائی وغیرہ بیان ہوئی ہے اونکو اسیطرح سمجھنا چاہیے اور اس بات مین اصل یہ ہے کہ اول ایمان کے اقسام معلوم ہونے چاہیین تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کونسے معنی کی رو سے یہ نسبت بیان کی گئی ہے ورنہ سمجھنا دشوار ہے اسلیے کہ لفظ ایمان بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہے

چوتھا بیان اون چیزون کا جن پر سے صبر کیے جانے کے لحاظ سے صبر کے اور اور نام ہوتے ہین جاننا چاہیے کہ صبر کی دو قسمین ہین اول تو صبر بدن سے کرنا مثلا بدن پر مشقتون کا متحمل ہونا اور اوسپر مستقل رہنا وغیرہ پھر اسکی بھی دو صورتین ہین یا تو خود کوئی فعل کرنا یا دوسرے کے فعل کی برداشت کرنی اول کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجا لانا اور دوسرے کی مثال جیسے سخت مار کو پی جانا یا بڑے مرض کو اور زخم مہلک کو سہنا وغیرہ یہ قسم کبھی عمدہ ہوا کرتی ہے بشرطیکہ موافق شرع ہو مگر کمال عمدگی دوسری قسم صبر مین ہے یعنی صبر نفس سے کرنا کہ نفس کو طبیعت کے مقتضیات اور باعث ہوے سے روکے رہے - پھر اس قسم مین اگر صبر شہوت شکم اور شرمگاہ سے ہوگا تو اوسکا نام عفت ہے اور اگر کسی بری بات سے ہو تو ہر ایک مکروہ چیز سے صبر کے لیے جدا نام ہے مثلاً اگر کسی مصیبت پر ہو تو اوسکو صبر ہی کہتے ہین اور اوسکی ضد وہ حالت ہے جسکو جزع و فزع کہتے ہین یعنی مقتضاے ہوے کو مطلق العنان کر دینا کہ خوب چیخے اور پیٹے اور گریبان پھاڑے وغیرہ اور اگر توانگری کی برداشت کرنے مین صبر ہو تو اوسکو ضبط نفس کہتے ہین اور اوسکی ضد اترانا ہے اور اگر صبر مقام جنگ و صف قتال مین ہو تو اوسکو شجاعت کہتے ہین جسکا مقابل نامردی و بزدلی ہے اور اگر غصے کے پینے مین ہو تو اوسکا نام حلم ہے جسکی ضد غضبناکی ہے اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو تو اوسکا نام فراخی حوصلہ ہے اور اوسکی ضد کم حوصلگی ہے اور اگر کلام کے خفیہ رکھنے مین ہو تو اوسکو رازداری اور جس شخص مین یہ صفت ہو اوسکو رازدار کہتے ہین اور اگر صبر عیش کے اندر حاجت سے ہو تو اوسکا نام زہد ہے جسکی ضد حرص ہے اور اگر ہر ایک حظ نفسانی سے قدر قلیل پر صبر ہو تو اوسکو قناعت کہتے ہین اسکا مقابل شرہ ہے حاصل یہ کہ ایمان کے اکثر اخلاق صبر مین داخل ہین اسی جہت سے جب ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایمان سے سوال کیا کہ وہ کیا ہے

آپ نے فرمایا کہ صبر ہے اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعمال ہین سے سب مین بڑا اور گران صبر ہی ہے جسطرح کہ حج کو آپنے اسی لحاظ سے عرفہ فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان مین سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اقسام کو اکٹھا ذکر فرمایا اور سب کا نام صبر ہی رکھا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ باساء سے غرض وقت مصیبت ہے اور ضراء سے وقت افلاس اور حین الباس سے وقت مقاتلہ یہ ہین اقسام صبر کے کہ اختلاف متعلقات کے باعث جدا نام سے مسمی ہوتے ہین اور جو شخص کہ الفاظ کے معانی سمجھا کرتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ مختلف ہین اسلیے ضرور ہے کہ انکے معانی مین بھی فی الحقیقت اختلاف ہو یعنی جو حالتین کہ ان الفاظ سے سمجھی جاتی ہین اونکی ذات و ماہیت علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیے اور جو شخص کہ صراط مستقیم پر چلتا ہے اور نور الٰہی سے دیکھتا ہے اسکی نظر اول معانی پر پڑتی ہے پھر اونکی حقیقت سے ماہر ہو کر الفاظ کیطرف متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ الفاظ معانی کے لیے وضع ہوئے ہین تو اصل معانی ہی ہین اور الفاظ تابع ہین اور جو شخص فرع سے اصل کا طالب ہو وہ بیشک لغزش کھائیگا اور ان دونون فریق کی طرف اشارہ کلام مجید مین مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اگر غور سے دیکھو تو کفار کو جو پہلے غلطی ہوئی تو اسیطرح کے انعکاس سے ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے کرم و لطف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

پانچوان بیان صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونے کی جہت سے —

واضح ہو کہ اگر باعث دینی کو باعث ہوے کی نسبت کر دیکھین تو اوسکے تین احوال ہوتے ہین ایک حال تو یہ ہے کہ داعیہ ہوے کو بالکل زیر کر دے اوسمین کچھ قوت نزاع کی باقی نہ رہے اور یہ بات دوام صبر سے حاصل ہوتی ہو ایسی ہی صورت مین یہ جملہ کہا جاتا ہے مَنْ صَبَرَ ظَفَرَ اور اس رتبے کے پہونچنے والے بہت کم ہین اور اگر ہین تو وہ لوگ صدیق و مقرب ہین کہ خداوند کریم کو اپنا رب جانکر اسی عقیدے پر جمے رہے اور راہ راست کو کبھی نچھوڑا اور نہ اوس طرف سے منہ موڑا اور اونکے نفسون کو باعث دینی کے مقتضا سے اطمینان ہے انھین لوگون کا پکارنیوالا پکاریگا یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً دوسری حالت یہ ہے کہ ہوے کی دواعی غالب ہو جاوین اور باعث دینی کی منازعت اونکے ساتھ بالکل نہ رہے پس آدمی اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالہ کرے اور مجاہدے سے مایوس ہو کر کوشش سے

بازرہے یہ لوگ زمرۂ غافلین مین ہین اور کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہین یہی لوگ ہین کہ
بندۂ شہوات ہوگئے ہین اور بدبختی کا جو زور اونپر ہوا تو اپنے دلون پر جو اسرار الٰہی اور امر ربانی
مین سے تھے اعدای الٰہی کو مسلط کردیا انھین کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وَلَوْ شِئْنَا
لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
انھین لوگون نے آخرت کو عوض مین عمر کی دنیا کو مول لیا اور گھٹی کھائی اور جب کوئی شخص ایسون کو ہدایت
کرنا چاہے تو اوسکو یہ حکم ہے فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ اور اس حالت کی پہچان یاس اور ناامیدی ہوجانا ہے اور آرزون سے مغرور
ہونا ہے اور یہ نہایت درجے کی بے توفیقی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنْ اتَّبَعَ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ اور اس
حالت والے کو اگر کوئی نصیحت کرے تو یہ جواب دیتا ہے کہ مین توبہ کرنی تو بہت چاہتا ہون
مگر مجھسے ہو نہین سکتی اسواسطے اوسکی طمع بھی نہین کرتا یا اشتیاق توبہ نہو تو یہ کہتا ہے کہ خدای تعالیٰ
غفور اور رحیم اور کریم ہے پھر توبہ کی کیا حاجت ہے اوس بیچارے کی عقل شہوت کی غلام ہوگئی ہے
اوسکو صرف ایسے ہی باریک حیلے نکالنے مین لگاتا ہے جنسے اپنی شہوت پوری کرسکے اوسکی
عقل شہوات کے ہاتھ مین ایسی گرفتار ہوتی ہے جیسے کوئی مسلمان کافرون کی قید مین پڑا ہے
اور وہ اوس سے سور چراوین اور شراب کی حفاظت اور اوسکا اوٹھانا اوسکے ذمے کردین ایسے
شخص کا حال خدا کے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسا اوس شخص کا جو کسی مسلمان کو زبردستی پکڑ کر کافر کے
حوالہ کرے اور اوسکا مقید کردے اسواسطے کہ اس شخص کی بڑی خطا یہی ہے کہ جس شخص کا غالب
رہنا چاہیے تھا اوسکو ایسے کا مسخر کردیا جسکو مسخر اور مغلوب رہنا زیبا تھا یعنی مسلمان کا حاوی
اور غالب رہنا اسواسطے شایان ہے کہ اوسمین معرفت دین اور باعث دینی موجود ہے اور کافر کو
مغلوب رہنا بہتر ہے کہ اوسمین دین کی جہالت اور باعث شیاطین پایا جاتا ہے۔ اور مسلمان کا حق
اپنے نفس پر بہ نسبت دوسرون کے زیادہ تر واجب ہے پس جب اوس شریف بات کو جو اللہ کی جماعت
اور لشکر ملائک مین سے ہے یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کردیگا جو گروہ شیاطین مین سے ہو
اور خدای تعالیٰ سے دور کرتی ہو تو یہ شخص بعینہ ویسا ہی ہوگا جیسا کوئی مسلمان کو کافرون کے
حوالہ کردے بلکہ جیسے کوئی بادشاہ محسن اور منعم پر چڑھائی کرکے اوسکے سب سے عزیز لڑکے کو
پکڑ کے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالہ کردے اب تامل کیا چاہیے کہ اس بات مین

کیسی ناشکری پائی جاتی ہے اور کتنی بڑے انتقام شاہی کا یہ شخص سزاوار ہے اور یہ مثال اسلیے مناسب ہے کہ ہوای نفسانی سب سے بڑا معبود ہے جو زمین پر پرستش کیا جاتا ہے اور تمام روے زمین میں عمدہ چیز اللہ کی مخلوق میں سے عقل ہے تو ایسی عمدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالہ کرنا نہایت ناشکری ہے تیسری حالت یہ ہے کہ لڑائی برابر کی ہو کبھی فتح باعث دینی کو ہو اور کبھی باعث ہوی کو ایسا شخص مجاہدین ہی میں ہے فتح پانے والوں میں نہیں اور اس قسم کے لوگوں کا حال اس آیت میں ہے کو اخر خلطوا عملا صالحا و اخر سیئا عسی اللہ ان یتوب علیہم یہ تینوں حالتیں باعتبار قوت و ضعف کے ہیں اور آدمی پر تین حالتیں اور بھی باعتبار شمار صبر کی چیزوں کے ہو سکتی ہیں اول یہ کہ تمام شہوات پر غالب ہو جاوے دوم یہ کہ کسی پر غالب نہو سوم یہ کہ بعض پر غالب ہو اور بعض پر نہو اور آیت خلطوا عملا صالحا و اخر سیئا کو اس تیسری حالت والوں کی شان میں کہنا بہتر ہے اور جو لوگ شہوات کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتے وہ چوپایوں کے مانند بلکہ اونسے بھی گمراہ تر ہیں اسواسطے کہ بہیمہ کیواسطے معرفت اور قدرت نہیں پیدا ہوئی جس سے کہ مقتضاے شہوات کا مجاہدہ کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی مگر اوسکو بیکار رکھا پس واقع میں ناقص و بدبخت بلاشک ایسا ہی شخص ہے جو قدرت پا کر درجۂ کمال کو حاصل نہ کرے۔ اور آسانی اور دشواری کی راہ سے بھی صبر کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک وہ کہ نفس پر شاق گذرے اور بدوں بہت سی محنت اور سخت مشقت کے اوسپر مداومت ممکن نہو اسکا نام بزور صبر کرنا ہے دوسری وہ کہ بدون شدت اور محنت کے حاصل ہو جاوے یعنی نفس پر ادنی زور دینے سے متحمل صبر کا ہو جاوے کچھ مشقت نہ معلوم ہو اس صورت کا نام صبر ہے۔ اور جب آدمی ہمیشہ تقوی کرتا ہے اور انجام کی بہتری کا یقین قوی ہوتا ہے تو صبر آسان ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فاما من اعطی و اتقی و صدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اور اس تقسیم کو ایسی جاننی چاہیے جیسے پہلوان کی قدرت دوسرے شخص پر کہ اگر آدمی قوی اور کشتی گیر ہوگا تو کم زور کو ذرا سے حملے اور ادنی قوت سے پچھاڑ دیگا اسطرح کہ پچھاڑنے میں نہ کچھ تھکن ہوگی نہ ماندگی نہ سانس چڑھے گا نہ اوسطرح کا اضطراب پیش آویگا لیکن اگر طرف مقابل بھی سخت اور قوی ہوگا تو اوسکے پچھاڑنے کے لیے بہت محنت چاہیے اسیطرح باعث دینی اور باعث ہوی کی کشتی کو خیال کرنا چاہیے کہ درحقیقت وہ بھی لشکر ملائکہ اور لشکر شیاطین کا مقابلہ ہے۔ غرضکہ جب شہوات بالکل دفع ہو جاتے ہیں اور باعث دینی مسلط ہو کر حاوی ہو جاتا ہے اور طول

مواظبت سے صبر کرنا آسان پڑجاتا ہے تو اسکے باعث مقام رضا ملتا ہے چنانچہ باب رضا مین
عنقریب مذکور ہوگا یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کا رتبہ صبر سے بڑھکر ہے اسیلیے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُعْبُدِ اللّٰہَ عَلَی الرِّضَاءِ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَفِی الصَّبْرِ عَلٰی مَا تَکْرَہُ خَیْرٌ کَثِیْرٌ
اور بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والون کے تین درجے ہین اول چھوڑنا شہوت کا یہ درجہ
توبہ کرنے والون کا ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ محبت کرنا
اوس کام سے جو خدای تعالی اوسکے ساتھ کرے اور یہ درجہ صدیقین کا ہے- اور باب محبت مین
ہم عنقریب بیان کرینگے کہ مرتبۂ محبت رضا کے مرتبے سے بڑھکر ہے جسطرح کہ مقام رضا مقام صبر سے
اشرف ہے اور یہ مراتب ایک صبر خاص مین ہوسکتے ہین یعنی مصائب اور بلایا پر صبر کرنے مین
اب معلوم کرنا چاہیے کہ صبر باعتبار حکم کے بھی کئی قسم ہے بعض فرض ہے اور بعض نفل اور بعض
مکروہ اور بعض حرام پس ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہے اور مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے
اور جو ایذا کہ شرعاً ممنوع ہو اوسپر صبر کرنا حرام ہے مثلاً کوئی شخص اسکا ناحق ہاتھ کاٹے یا اسکے
بیٹے کا ہاتھ کاٹے اور یہ اوسپر چپ چاپ صبر کرے یا کوئی شخص اسکی منکوحہ سے قصد شہوت رانی
کرے اور اسکو جوش غیرت ہو مگر اظہار غیرت پر صبر کرے اور چپکا دیکھا کرے تو یہ بھی صبر حرام ہے
اور اگر وہ ایذا شرعاً مکروہ ہو حرام نہو تو اوسپر صبر کرنا مکروہ ہے حاصل یہ کہ شریعت کو صبر کی
کسوٹی جاننی چاہیے فقط اس صبر کو نصف ایمان جانکر یہ نسمجھنا چاہیے کہ تمام صبر اچھے ہی ہوتے ہین
بلکہ اچھے صبر کے اقسام مخصوص ہین-

چھٹا بیان صبر کیطرف حاجت ہونیکا اور یہ کہ بندہ کو کسی حال مین صبر سے گریز نہین ہر حال مین اوسکی حاجت ہے
جاننا چاہیے کہ جو حالات بندے کو اس زندگی مین پیش آتے ہین وہ دو حال سے خالی نہین ہوتے
یا تو اوسکی خواہش کے موافق ہوتے ہین یا ناموافق اور اوسکو حاجت صبر کی دونون حالونمین ہے
اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ہر حال مین صبر کی حاجت ہے اب اسکو مفصل بیان کرتے ہین قسم اول
یعنی وہ احوال جو خواہش کے موافق ہون وہ صحت اور تندرستی اور مال و جاہ کا ہونا اور بہت سا
جتھا ہونا اور کثرت سے اسباب کا ہونا اور یار و مددگار و خدمتگزار بہت سے ہونے اور تمام
لذائذ کا موجود ہونا ہے ان احوال مین بندے کو صبر کی بڑی حاجت ہے اسواسطے کہ آدمی اگر
لذات دنیاوی مین پڑکر اپنے نفس کو نہ روکے گا اور اونمین مطلق العنان اور ڈوبا رہیگا تو گو وہ
لذائذ مباح ہی ہون مگر آخر کو سرکشی اور اترانے پر پہونچا وینگے اسواسطے کہ انسان کا قاعدہ ہے

کہ جب اپنے آپ کو غنی جانتا ہے تو طغیان کرتا ہے چنانچہ کلام مجید میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی یہان تک کہ بعض عارفین ارشاد فرماتے ہین کہ بلا پر تو ایماندار صبر کرتا ہے مگر عافیت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہے۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ صبر کرنا عافیت پر بہ نسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت سخت ہے اور جب اموال دنیا صحابہ رض کی پاس آئے تو اونھون نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا امتحان مصیبت اور فقر مین مبتلا ہونے سے جو لیا گیا تو ہمنے صبر کیا مگر جب فتنہ عافیت و توانگری مین مبتلا ہوے تو ہمنے صبر نہ کیا۔ اور ہمین لحاظ خداوند کریم نے مال اور اولاد اور زوج کے فتنے سے اپنی کتاب پاک مین خوف دلایا ہے جیساکہ ارشاد فرمایا یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَحْزَنَةٌ اور جب آپ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسن رض کو دیکھا کہ کرتے مین اٹک کر جاتے ہین تو منبر سے اوتر کر گود مین اوٹھا لیا اور فرمایا کہ خدای تعالی سچ فرماتا ہے کہ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ مینے جب اپنے فرزند کو لڑکھڑاتے دیکھا تو اپنے آپ کو نہ روک سکا یہان تک کہ اوسکو اوٹھا لیا اسکا نتیجہ ارباب دانش سوچین کہ کیا ہے معلوم ہوا کہ بڑا مرد وہی ہے جو عافیت پر صبر کرے اور عافیت پر صبر کرنے کے یہ معنی ہین کہ اوسکی طرف رغبت نکرے اور جانے کہ یہ چند روزہ و دیعت ہے جلد مجھسے جاتی رہے گی اور اوس سے زیادہ خوش نہوا و تنعم اور لذت اور لہو ولعب مین نہ پڑے بلکہ جو جو انعام اللہ کے اسپر ہین اونسے حقوق اللہ تعالے کے ادا کرے مثلاً مال کو خدا کی راہ مین دینے سے اوسکا حق ادا کرے اور بدن سے دوسرون کو اعانت کرکے اوسکا حق اور زبان سے سچ بولکر اوسکا حق ادا کرے اور اسطرح کا صبر شکر کے متصل ہے جب تک آدمی شکر پر قائم نہو تب تک یہ صبر کامل نہوگا چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور عافیت پر صبر کرنا اسلیے سخت تر ہے کہ اسمین قدرت موجود ہے ورنہ عصمت بی بی بے چادری مشہور ہے جسکو قدرت ہی نہو وہ اگر صبر نکرے تو کیا کرے اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ اگر ایک شخص کسیکی فصد کھولے یا پچھنے لگاوے تو مریض کو صبر کرنا آسان ہوگا بہ نسبت اسکے کہ خود یہ کام اپنے اوپر کرے اور بھوکا آدمی اگر کھانا اوسکے سامنے نہو تو صبر آسانی سے کرسکتا ہے بہ نسبت اوس صورت کے کہ عمدہ کھانا لذیذ اوسکے سامنے ہو اور اوسکو قدرت بھی کھانے کی ہو اسی لحاظ سے فتنہ عافیت کا سخت تر ہے دوسری قسم جو خواہش اور طبیعت کے ناموافق ہو اوسکی تین صورتین ہین

اول تو وہ جو بندے کے اختیار سے مربوط ہون جیسے طاعات اور معاصی دوم وہ کہ اوسکے
اختیار مین نہون جیسے مصائب اور حوادث سوم یہ کہ شروع مین تو اختیار کو کچھہ دخل نہو مگر
اوسکا دور کرنا اختیار مین ہو جیسے موذی سے بدلا لینا صورت اول یعنی وہ افعال کہ بندہ کے
اختیار سے وابستہ ہون اور اسمین بندے کے تمام افعال جو طاعت و معصیت ہو سکتی ہین
داخل ہین اونکے دو نوع ہین نوع اول طاعت اور دوسری نوع معصیت اور ہر ایک مین صبر کی
حاجت ہے طاعت پر صبر کرنا دشوار ہے اسواسطے کہ نفس کو طبعًا عبودیت سے نفرت ہے
یہ ربوبیت کو چاہتا ہے اسیواسطے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ کوئی نفس ایسا نہین جسمین
وہ بات چھپی نہو جسکو فرعون نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کہکر ظاہر کی تھی مگر فرعون کو اوسکے ظاہر
کرنے کا موقع ملگیا تھا کہ جب اپنی قوم کو حقیر جانا تو اونھون نے اوسکی اطاعت کر لی اور جو
کچھہ کہا مان لیا اور انکو ظاہر کرنے سے تو انکار ہے مگر خفیہ سب مین وہی بات ہے دیکھو آدمی
اپنے غلام اور نوکر اور محکوم اور زیر دست اور مطیع سے اونکے قصور کے وقت کیسا نیلا پیلا ہوتا ہے
اور قصور خدمت کو اونسے بعید جانتا ہے اسکی وجہ اگر کبر باطنی اور دعوی ربوبیت نہین تو
اور کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبودیت نفس پر مطلقًا شاق ہے پھر عبادات مین سے بعض
ایسے ہین جو کسل کے باعث برے معلوم ہوتے جیسے نماز اور بعضی بخل کے باعث جیسے زکوٰۃ
اور بعضے کسل اور بخل دونون کے باعث جیسے حج اور جہاد پس طاعت پر صبر کرنا بہت سے
شدائد پر صبر کرنا ہوتا ہے اور مطیع کو اپنی طاعت پر صبر کرنے مین تین وقت کی احتیاج
ہوتی ہے اول طاعت سے پیشتر اسوقت تو درستی نیت اور اخلاص پر اور شوائب ریا اور
لوازم آفات سے صبر کرنا اور عزم اخلاص و وفا پر جمنا ضرور ہے اور جو شخص کہ حقیقت نیت اور
اخلاص کو اور آفات ریا اور مکائد نفس کو سمجھ جانتا ہے اوسکو خوب معلوم ہے کہ یہ قسم صبر کی
بڑی سخت ہے اور نیت کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمادی کہ اِنَّمَا
الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰی اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ
اور اسیوجہ سے اللہ تعالی نے صبر کو عمل پر مقدم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ دوسرے عین عمل کے وقت پر صبر کرنا کہ اثنای عمل مین خدا سے غافل نہو
اور اوسکے سنن و آداب کی بجا آوری مین کسل کو دخل نہ دے اور شرط ادب کو عمل کے آخر تک
ملحوظ رکھے یعنی عمل سے فارغ ہونے تک جن لوازم سے کہ خلل عمل مین ہوتا ہو اونسے صبر کرنا پڑیگا

اوسپہ صبر بھی سخت ہے اور غالباً اس آیت مین بھی صبر مراد ہے نِعمَ اَجرُ العَامِلِینَ الَّذِینَ
صَبَرُوا یعنی جن لوگون نے عمل کے پورا ہونے تک صبر کیا تیسرے بعد عمل سے فارغ ہونے کے یعنی
اب صبر کی حاجت یہ ہے کہ عمل کا افشانہ کرے اور شہرت اور ریا کا خواہان نہو اور اپنی طرف
عجب کی نظر سے ندیکھے غرض جو چیزین مبطل عمل بعد عمل کے ہوتی ہین اونسے صبر کرے ورنہ عمل
باطل ہوگا اور اوسکا اثر نرہیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تُبطِلُوا اَعمَالَکُم اور فرمایا
لَا تُبطِلُوا صَدَقَاتِکُم بِالمَنِّ وَالاَذٰی پس جو شخص کہ صدقہ دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا دینے پر
صبر نکریگا اوسکا عمل باطل ہوگا۔ اب طاعت کی کی دو قسمین ہین فرض اور نفل اور بندے کو دونون مین
صبر کی حاجت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انکو اس آیت مین جمع فرما دیا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ
وَالاِحسَانِ وَاِیتَاءِ ذِی القُربٰی عدل کرنا فرض ہے اور احسان نفل ہے اور اقارب کو دینا مروت اور
صلہ رحم ہے اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہے۔ اور نوع دوم یعنی معصیت پر بھی صبر کرنا بڑا
ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت مین جمع کر دیا ہے وَیَنہٰی عَنِ الفَحشَاءِ
وَالمُنکَرِ وَالبَغیِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المُہَاجِرُ مَن ہَاجَرَ السُّوءَ وَالمُجَاہِدُ مَن
جَاہَدَ ہَوَاہُ اور معاصی عشرت باہوکے لوازم سے ہین اور صبر کے اقسام مین زیادہ شدید اون معاصی پر صبر
کرنا ہے جو عادت کے باعث مالوف ہوگئے ہون اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت
ہوتی ہے جب خواہش نفس پر عادت زیادہ ہوجاتی ہے تو گویا شیطان کے دو لشکر آپس مین
ملکر ایک دوسرے کی کمک کرتے ہین اور باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہین اسلیے وہ اونکے
قلع و قمع پر قادر نہین ہوتا پھر اگر وہ گناہ اون افعال مین سے ہون جنکے کرنے مین کچھ دقت
نہین ہوتی باسانی ہو سکتے ہین تو اوس سے صبر کرنا نہایت دشوار ہے مثلاً زبان کی گناہ ہون
مثل غیبت اور جھوٹ اور خصومت اور اشارۃً یا صراحۃً اپنے نفس کی تعریف کرنی وغیرہ سے
صبر کرنا یا اقسام مزاح سے جو دلون کو ایذا دین اور اون کلمات سے جو بقصد تحقیر و تذلیل بولے
جاوین اور مُردون کا ذکر کرنا اور اونپر خواہ اونکے علوم اور سیرت و منصب پر اعتراض کرنا
ان سب سے صبر کرنا بہت دشوار ہے اسلیے کہ ظاہر مین تو یہ غیبت ہین مگر باطن مین اپنے نفس کی
ثنا پائی جاتی ہے ایسے گناہ مین نفس کو دو چاٹ ہوتی ہین ایک تو دوسرے کا نہونا دوسرے
اپنا ہونا انھین دونون باتون سے ربوبیت پوری ہوتی ہے جو نفس کی سرشت مین ہے
اور ربوبیت عبودیت کی ضد ہے جسکا آدمی کو حکم ہے انھین دو شہوتون کے اجتماع اور

اور زبان کے ہلانے مین دقت نہونی اور محاورات مین عادی ہو جانے ست صبر ایسی باتون سے
مشکل ہے بلکہ لوگ انکو برا نہین جانتے نہ دلون مین ان امور کی کچھہ قباحت ہے کیونکہ اکثرون کا
روزمرہ یہی ہو گیا ہے اور سب لوگون مین یہ بلا پھیلی ہوئی ہے - اگر کوئی مسلمان آدمی ریشم کا
کپڑا پہنے تو لوگ نہایت بعید جانین لیکن اگر تمام دن اپنی زبان سے لوگون کو برا کہے جاوے
تو کوئی نمانے حالانکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے اور جو شخص
گفتگو مین اپنی زبان نروک سکے اور اوسکے معاصی سے صبر نکر سکے تو اوسپر گوشہ نشینی و تنہائی
واجب ہے اسکے سوا اوسکے لیے اور کوئی صورت نجات کی نہین اسلیے کہ اکیلے رہنے پر صبر کرنا
اس سے آسان ہے کہ لوگون مین رہکر سکوت پر صبر کرے - اور جیسا جس معصیت کا سبب قوی
یا ضعیف ہوگا ویساہی صبر کرنا بھی سخت یا آسان ہوگا - اور زبان ہلانے کی نسبت وسوسے
خلجان سے دلون کی حرکت اور بھی زیادہ سہل ہے یہ آفت تنہائی مین بھی باقی رہتی ہے وساوس سے
صبر ہونا ہرگز ممکن نہین الا اوس صورت مین کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غالب ہوجاوے اور سب
طرف سے خالی الذہن ہو کر ایک ہی فکر کا ہو رہے ورنہ جب تک کسی خاص شی مین اپنی فکر کو
نہ لگاویگا وسواس کا دور ہونا اوس سے ممکن نہوگا - صورت دوم وہ افعال جنکا آنا اختیار سے
وابستہ نہو مگر انکے دفع کرنے کا اختیار ہو مثلاً اگر کسیکو کسی نے فعل سے یا قول سے ایذا دی یا
اوسکے نفس یا مال مین کوئی قصور کیا تو اوسپر صبر کرنا اور مکافات کا چھوڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہے
اور کبھی صرف فضیلت کا موجب بعض صحابہ رض نے فرمایا ہے کہ ہم آدمی کے ایمان کو ایمان نسمجھتے تھے
جبتک کہ ایذا پر صبر نکرتا تھا اور کلام مجید مین انبیا کیطرف سے مخالفین کے جواب مین ارشاد ہے
وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایکبار کچھہ مال تقسیم فرمایا تو بعض مسلمان اعراب نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم نہین جس سے خدا کی رضا منظور
ہو یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپکے رخسار مبارک سرخ ہو گئے پھر فرمایا کہ اللہ رحم کرے
میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ اونکو لوگون نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر اونھون نے صبر کیا
اور کلام مجید مین جا بجا آپکو صبر کا ارشاد ہے چنانچہ فرمایا وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ
اور فرمایا وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور فرمایا وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ
بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ اور فرمایا وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اس سے بھی غرض یہی ہے کہ مکافات سے صبر کیا جاوے اور سوچیے کہ مکافات تو صبر کرنے کا بڑا رتبہ ہے اللہ تعالی نے
قصاص وغیرہ مین حقوق کے معاف کرنے والون کی مدح فرمائی چنانچہ ارشاد ہے وَإِنْ عَاقَبْتُمْ
فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ اور مین نے انجیل مین دیکھا ہے کہ حضرت
عیسی بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمکو پہلے سے یہ حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے
بدلے ناک یعنی جتنی برائی کوئی تم سے کرے اوسیقدر تم اوس سے کرو لیکن مین یہ کہتا ہون کہ شر کا
بدلا شر مت دو بلکہ جو کوئی تمھارے دہنے رخسار پر مارے تو اوسکے سامنے بایان کردو اور جو کوئی تمھاری
چادر لے لے تو اوسکو تہمد بھی دیدو اور جو تمکو ایک میل بیگار لیجاوے تو تم دو میل اوسکے ساتھ جاؤ انتہی
ان سب واقعون مین ایذا پر صبر کرنا پایا جاتا ہے حاصل یہ کہ لوگون کی ایذا پر صبر کرنا مراتب صبر مین سے
اعلی ہے اسلیے اس صورت مین باعث دینی کے مقابلے مین غضب اور باعث شہوت دونون ہوتے ہین
تو دونون کو مغلوب کرنا تھوڑا کام نہین صورت سوم ایسے امور جنکی ابتدا و انتہا کچھ بھی بندے کے
اختیار مین نہین جیسے عزیزون کا مرنا اور مال تلف ہونا اور مرض سے تندرستی کا جاتا رہنا اور اعضا کا
بگڑجانا اور تمام اقسام کے مصائب کا اونپر صبر کرنا مقامات صبر مین سے اعلی مقام ہے حضرت ابن
عباس رض فرماتے ہین کہ قرآن مجید مین صبر تین صورت پر ہے اول ادای فرائض پر اوسکا ثواب
تین سو درجے ہین دوم صبر خدا کی حرام کی ہوئی چیزون سے اوسکے لیے چھہ سو درجے ہین تیسرا
صبر مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت اوسکے لیے نوسو درجے ہین اور یہ رتبہ باوجودیکہ فضائل
مین سے ہے دوم کی نسبت کیا باوجودیکہ وہ فرائض مین سے ہے اسوجہ سے افضل ہے کہ محرمات
مین سے تو ہر ایک ایماندار صبر کرسکتا ہے مگر مصیبت پر وہی صبر کریگا جسکو سرمایہ صدیقون کا
حاصل ہوگا اسلیے کہ یہ نفس پر بہت سخت ہوتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون
دعا مانگتے تھے کہ أَسْأَلُكَ مِنَ الْيَقِينِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيَّ بِهِ مَصَائِبَ الدُّنْيَا اس سے معلوم ہوا کہ
اس صبر کا منشا حسن یقین ہوتا ہے اور حضرت ابوسلیمان رح فرماتے ہین کہ قسم بخدا جس چیز کو ہم
محبوب جانتے ہین اوسپر صبر نہین کرتے تو جو ہمکو بری معلوم ہوتی ہے اوسپر کیسے صبر کرینگے
اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب مین اپنے بندے کے بدن مین
خواہ مال مین یا اولاد مین مصیبت بھیجتا ہون اور وہ اوسکو صبر جمیل سے برداشت کرتا ہے تو
قیامت کو مجھے شرم آتی ہے کہ اوسکے لیے ترازو کھڑی کرون یا نامہ اعمال پھیلاؤن اور ایک

حدیث شریف مین ہے کہ انتظار الفرج بالصبر عبادۃ اور ایک حدیث مین ہے کہ جب
کسی بندے کو مصیبت پہونچے اور وہ بموجب حکم الٰہی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہے
اور پھر کہے اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَعْقِبْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا تو خدای تعالی ویسا ہی کرتا ہے اور
حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مجکو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ خدای تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے
فرمایا کہ اے جبرئیل جسکی مین دونون آنکھین لے لون اوسکا بدلہ کیا ہے اونھون نے عرض کیا سبحانک
لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ہمیشہ میرے گھر مین رہے اور میرے
دیدار سے مشرف ہو اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ جب مین اپنے
بندے کو کسی بلا مین مبتلا کرتا ہون اور وہ صبر کرتا ہے اور اپنے عیادت کرنے والون سے
میری کچھہ شکایت نہین کرتا تو مین اوسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دیتا ہون اور خون کی عوض
عمدہ خون عنایت کرتا ہون اور جب اوسکو شفا دیتا ہون تو کوئی گناہ اوسکے ذمے نہین ہوتا
اور اگر اوسکو وفات دیتا ہون تو اپنی رحمت مین لاڈالتا ہون اور حضرت داؤد علیہ السلام نے
جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی اوس غم زدہ کا بدلا کیا ہے کہ جو تیری رضا کی خواہش کے باعث
مصائب پر صبر کرے ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ اوسکو لباس ایمان پہنا کر کبھی اوسکے
بدن سے نہ نکالون اور ایکبار حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ جب کبھی
اللہ تعالی کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور پھر وہ نعمت اوس سے لے لیتا ہے اور بندہ اوسکی
عوض مین صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اوس نعمت کے عوض مین جو کچھہ عنایت فرماتا ہے وہ
اوس پہلی نعمت سے افضل ہوتی ہے بعد اوسکے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ
بِغَیْرِ حِسَابٍ اور حضرت فضیل رح سے صبر کی حقیقت پوچھی تو فرمایا کہ وہ راضی ہونا ہی خدا کے
حکم پر لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے رتبہ سے
زیادہ کی تمنا نہین کرتا۔ اور روایت ہے کہ حضرت شبلی رح شفاخانے مین محبوس ہوے تو اونکے
پاس کچھہ لوگ گئے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اونھون نے عرض کیا کہ آپکے دوست ہین زیارت کو
آئے ہین آپ نے اونکو ڈھیلون سے مارنا شروع کیا یہان تک وہ بھاگنے لگے پھر آپ نے فرمایا
کہ اگر تم میرے آشنا ہوتے تو میری مصیبت پر صبر کرتے اور بعض عارفین کی جیب مین ایک رقعہ
تھا کہ ہر گھڑی اوسکو نکالکر دیکھہ لیا کرتے اوسمین یہ لکھا تھا وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا
اور روایت ہے کہ فتح موصلی رح کی بی بی ایکبار پھسل پڑین اور اونکا ناخن ٹوٹ گیا وہ

ہنس پڑین لوگون نے پوچھا کہ تمکو تکلیف نہین معلوم ہوتی اونھون نے کہا کہ اوسکے ثواب کے
مزے مین میرے دل سے تلخی درد کی جاتی رہی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان
علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقوی پر تین باتون سے استدلال کیا جاتا ہے اول جو چیز
نہین ملی اوسمین اچھی طرح توکل کرنا دوسرے جو چیز اوسکو پہونچی اوسمین اچھی طرح راضی ہونا
تیسرے جو چیز ملکر جاتی رہی اوسپر اچھی طرح صبر کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ وَمَعْرِفَةِ حَقِّهٖ اَنْ لَا تَشْكُوَ وَجَعَكَ وَلَا تَذْكُرَ مُصِيبَتَكَ ح۱ اور کہتے ہین کہ ایک نیکبخت
ایک روز آستین مین کچھ لیکر نکلے پھر جو تلاش کیا تو ہمیانی نہ پائی معلوم ہوا کہ وہ چوری ہوگئی
آپنے فرمایا کہ جسنے لی ہو خدای تعالی اوسکو اوسمین برکت دے شاید اوسکو مجھسے زیادہ اوسکی
ضرورت ہوگی۔ اور ایک شخص بزرگ راوی ہین کہ مین سالم مولی ابی حذیفہ رح کے پاس اوس
حال مین گیا کہ اونمین کچھ جان باقی تھی مین نے پوچھا کہ تمھین پانی پلاؤن اونھون نے کہا کہ
مجکو تھوڑا سا دشمن کیطرف سرکا دو اور پانی میری ڈھال مین رکھدو کیونکہ مین روزے سے ہون
اگر شام تک جیتا رہونگا تو پی لونگا۔ سالکین طریق آخرت کا صبر ایسا ہوتا تھا جیسا اوپر مذکور ہوا
اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت مین درجہ صبر کسطرح ملے کہ امر اختیاری نہین اضطرار کی صورت ہے
اسلیے کہ اگر صبر سے یہ مراد ہے کہ دل مین مصیبت کی کراہت نہو تو یہ بات آدمی کے اختیار مین
داخل نہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ صابرون کے درجے سے آدمی جبھی خارج ہوتا ہے جب جزع و فزع
کرے اور منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور شکایت بہت کرے اور رنج کو ظاہر کرے اور لباس
اور فرش اور غذا مین عادت کے خلاف کرے اور یہ سب باتین آدمی کے اختیار مین ہین ان سب سے
احتراز واجب ہے اور بجز حکم خدا پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نکرے اور جسطرح عادت کھانے
پینے وغیرہ کی تھی ویسی ہی بدستور رہنے دے کسیطرحکا فرق نہ کرے اور یہ جانے کہ وہ شے میرے
پاس ودیعت تھی اب مالک نے واپس لے لی چنانچہ رمیصا ام سلیم سے روایت ہے ح۲ کہ وہ فرماتی ہین
کہ میرا ایک لڑکا گذر گیا اور میرے شوہر حضرت ابو طلحہ رض موجود نہ تھے مین نے اوٹھاکر گھر کے ایک
گوشے مین کو کرکے اوسپر کپڑا اوڑھا دیا بعد اسکے حضرت ابو طلحہ رض تشریف لائے مین اوٹھی اور اونکا
کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ لڑکا کسطرح ہے مین نے کہا کہ الحمد للہ اچھے حال مین ہے
اور یہ اسلیے کہا کہ جب سے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات ایسی چین نہ لی تھی جیسے اوس شب وفات کو تھی
پھر مین نے اپنے آپ کو اور روزون کی نسبت کر زیادہ بنایا سنوارا یہانتک کہ وہ مجھسے ہم بستر ہوے

ح۱ خدای تعالی کی تعظیم اور اوسکے حق کی شناخت مین سے یہ بات ہے کہ تو اپنے درد کا شکوہ نکرے اور مصیبت کا ذکر نکرے ۱۲ یہ حدیث مرفوع نہین ملی ابن ابی الدنیا نے بروایت سفیان بعض فقہا کا قول نقل کیا ہے ۱۲

ح۲ بخاری و مسلم [illegible]

پھر مین نے اُنسے کہا کہ دیکھو ہمارے ہمسایے کی بات کہ اُسکو ایک چیز مانگے ملی تھی جب مالک نے مانگی اور واپس لے لی تو وہ جھلانے لگا حضرت ابو طلحہ رض نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا اگر ایسا کیا پھر مین نے کہا کہ تمھارا فرزند خدا کی طرف سے عاریت تھا اللہ تعالے نے اُسکو لے لیا اُنھون نے اللہ کا شکر کیا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ الٰہی انکو اس رات کے معاملے مین برکت دے راوی کہتے ہین کہ بعد اس دعا کے مسجد مین مین نے اُنکے سات لڑکے دیکھے کہ سب کے سب قاری قرآن تھے اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مین خواب مین جنت کے اندر گیا اور حضرت ابو طلحہ رض کی بی بی رمیصا کو جنت مین دیکھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صبر جمیل یہ ہی کہ مصیبت والا دوسرون سے پہچانا نہ جائے ورنہ مردے پر دل دکھنے اور آنسو بہانے سے صابرین کی حد سے نہین نکلتا اسلیے کہ یہ باتین بشریت کے تقاضا سے ہین اور موت کے وقت تک انسان انسے علحدہ نہین ہوسکتا اور یہی وجہ جب حضرت ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپکی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ آپنے اس سے ہمکو منع فرمایا ہی آپ نے فرمایا کہ اِنَّ ھٰذِہٖ رَحْمَۃٌ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَاءَ بلکہ یہ مرتبہ مقام رضا سے بھی خارج نہین کرتا مثلاً جو شخص پچھنے لگواتا ہی یا فصد کھلواتا ہی وہ راضی ہوتا ہی اور بیشک درد بھی معلوم ہوتا ہی اور کبھی شدت درد مین آنسو بھی نکل پڑتے ہین اور انشاءاللہ اسکا بیان باب رضا مین آئیگا۔ اور ابن ابی نجیح نے بعض خلفا کی تعزیت مین یہ لکھا کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا حق اس چیز مین پہچانتا ہی جو حق تعالیٰ نے اُس سے لے لی ہی وہ اس بات کا مستحق زیادہ ہی کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے اُسکے لیے باقی رکھی ہی اسمین اُسکے حق کی عظمت جانے اور جان لو کہ جو تمسے پہلے گذر گیا وہ تمھارے لیے باقی ہی اور جو تمھارے بعد رہیگا اُسکو تمھارے باب مین ثواب ملیگا اور جان لو کہ صابرون کا ثواب مصیبت مین اُس نعمت کی نسبت کہیں بڑھکر ہی جو مصائب سے بچے رہنے سے انپر ہوتی ہی غرضکہ ثواب کی نعمت کو سوچنے سے اگر نفس کی کراہت مالیگا تو صابرون کا درجہ پائیگا ہان صبر کا کمال اسمین ہی کہ مرض اور افلاس اور تمام مصیبتون کو چھپاوے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ احسان کے خزانون مین سے ہی مصائب اور دردون اور صدقات کا پوشیدہ رکھنا۔ ان تقسیمات سے ظاہر ہوا کہ سب احوال و اعمال مین صبر ضرور ہی اسلیے کہ جو شخص سب شہوات سے تنہا غزلت نشین ہو وہ بھی

۲ ح نسائی

۳ آپ پر رحمت ہی اور اللہ اپنے بندون مین رحم کرنیوالون ہی پر رحم کیا کرتا ہی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت انس مع اندک اختلاف ۱۲

صبر سے بے پروا ہونگا ظاہر مین تو عزلت اور تنہائی پر صبر کرنا پڑیگا اور باطن مین وساوس شیطانی سے کیونکہ وساوس کا خلجان چین نہین لینا اور اکثر باتین جو دلمین آتی ہین وہ یا ایسی چیزون کے باب مین ہوتی ہین جو گذر چکین اور اونکا تدارک ممکن نہین یا آیندہ چیزون کے باب مین کہ اگر مقدر مین ہونگی تو ضرور ملینگی بہر حال ان دونون صورتون مین وقت کا تلف کرنا ہے اور آدمی کا اوزار اور سرمایہ اوسکا قلب ہے پس اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہیگا تو خسارہ ہوگا اور ذکر سے وہ مراد ہے جس سے اللہ تعالی کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا فکر غرض ہے جس سے خدای تعالی کی معرفت ہو اور معرفت سے محبت الٰہی حاصل ہو یہ صورت جب ہے کہ جب فکر اور وسواس مباحات ہی مین منحصر ہو اور ایسا اکثر وقوع مین نہین آتا بلکہ شہوات کے پورا کرنے کے لیے حیلون کی صورتین سوچا کرتا ہے کیونکہ ہمیشہ ایسے شخصون سے نزاع کرتا ہی جو تمام عمر مین ایک دفعہ بھی اوسکے خلاف مرضی ہوے ہون یا جسکی طرف وہم بھی نزاع کا ہو یہ مجھسے میرے مقصود مین مخالفت کریگا اور اوس سے کوئی علامت بھی اس باب مین ظاہر ہوئی ہو بلکہ جو آدمی سب لوگون سے زیادہ اپنا مخلص ہو گو اپنے اہل اور اولاد ہی کیون نہو اوسکو مخالف فرض کر لیتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ اونکو کسطرح زجر اور قہر کیجیے اور یہ اونکے مخالفت کے حیلون کا جواب دیجیے اسطرح ایک شغل دائمی مین رہتا ہے اسواسطے کہ شیطان کے دو لشکر ہین ایک طائر اور ایک سائر لشکر طائر کی حرکت کا نام وسواس ہے اور سائر کی حرکت کا نام شہوت اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان آگ سے مخلوق ہوا ہے اور انسان کھنکھناتی مٹی ٹھیکری جیسی سے اور ٹھیکری مین آگ کے ساتھ مٹی اکھٹی ہے اور مٹی کی طبیعت سکون ہے اور آگ کی سرشت حرکت پس کوئی آگ ایسی نہین ہو سکتی کہ بھڑکے اور نہ ہلے بلکہ ہمیشہ اپنی طبیعت کے مقتضا سے حرکت کرتی رہتی ہے اور شیطان لعین کو جو آگ سے مخلوق ہے اس بات کا حکم ہوا تھا کہ جس چیز کو خدای تعالے نے مٹی سے پیدا کیا اوسکو سجدہ کر کے مطمئن ہو اور ٹھہرے مگر اوسنے انکار کیا اور نافرمانی کی اور اپنی نافرمانی کی وجہ یون بیان کیا کہ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ پس جب اوس ملعون نے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر اونکی اولاد کو کیسے سجدہ کریگا اونکو سجدہ کرنے سے مقصود یہی ہے کہ دل پر جو وسواس اور طیران اور جولانی کرتا رہتا ہے اس سے باز رہے اسلیے کہ ان حرکات سے اوسکا باز رہنا گویا منقاد و مطیع انسان کا بننا ہے کہ انسان سے دیکر یہ حرکتین چھوڑ دین اور واقع مین سجدہ کی جان

انقیاد و اطاعت ہی ہے پیشانی کا زمین پر رکھنا سجدے کا جسم ہے اور اصطلاحی پہچان سجدے کی زمین پر رکھنے کو مقرر کر لیا ہے ہو سکتا تھا کہ اصطلاح مین اسی سر رکھنے کو حقارت کی علامت ٹھہرا لیتے جیسے مونہہ کے بل گر پڑنا کسی امیر کبیر کے سامنے عادۃً گستاخی متصور ہوتا ہے غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ قلب اور روح اور صدف اور مروارید اور پوست اور مغز مین تمیز کرے ایسا نہو کہ صرف عالم ظاہری کا مقید ہو کر عالم غیب سے غافل ہو جاوے۔ اور اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شیطان کو مہلت ملگئی ہے تو قیامت تک ایسا نہو گا کہ آدمی کو وسواس دلانے سے باز رہے اور اسکا منقاد ہو جاوے اگر سوا خدا کے اور فکر آدمی کو نہے تب البتہ اوس ملعون کی گنجایش آدمی مین نہین رہتی بلکہ ایسا شخص اللہ کے مخلص بندون مین داخل ہوتا ہے جو بموجب نص قرآنی کے شیطان لعین کے تسلط سے خارج ہین اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ دل مین فکر الٰہی بھی نہو اور شیطان بھی اوسمین نہو اسواسطے کہ شیطان انسان مین خون کیطرح پھرتا ہے ایک سیال چیز ہے اور اوسکا سیلان ایسا ہے جیسے پیالے مین ہوا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ پیالے مین سے ہوا بھی نکلجاوے اور پانی وغیرہ اوسمین کچھہ نہ بھرا جاوے تو ظاہر ہے کہ یہ امر ناممکن ہے بلکہ جسقدر پانی پیالے مین نرہیگا اوسیقدر ہوا اوسمین بھر جاویگی اسیطرح جو دل کہ کسی عمدہ فکر دینی سے پر ہوگا وہ تو البتہ شیطان کی جولانی سے خالی رہیگا ورنہ جو شخص ایک لحظہ بھی خدا سے غافل ہوگا اوسکا جلیس سوا شیطان کے کچھہ نہو گا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُبْغِضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب جوان آدمی کوئی ایسا کام نکریگا جس سے اوسکا دل امر مباح مین مشغول ہوا اور دین پر اعانت ملے تو گو ظاہر مین وہ بیکار ہوگا الا دل اوسکا خالی نہو گا اوسمین شیطان گھونسلا بنا کر انڈے بچے دیگا پھر اوسکے بچے جفتی کھا کر دوبارہ انڈے بچے نکالینگے اسیطرح اوسکی نسل سب حیوانات کی نسل سے زیادہ بڑھتی جاویگی اسلیے کہ اوسکی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا گھاس آجاوے تو کیسے بھڑکتی ہے اور آگ سے آگ نکلتی چلی جاتی ہے اور کہین نہین ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی بڑھتی ہی جاتی ہے تو جوان آدمی کے نفس مین شہوت کا ہونا شیطان کے لیے ایسا ہی جیسا سوکھا گھاس آگ کیواسطے اور جسطرح کہ آگ کی غذا نرہنے سے وہ بجھہ جاتی ہے یعنی لکڑی وغیرہ نرہنے سے جاتی رہتی ہے اسیطرح شہوت کے نرہنے سے شیطان کی مجال بھی معدوم ہو جاتی ہے

اب اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہو جاوے کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اُسکی شہوت ہی
اور وہ نفس کی ایک صفت ہی اور اسی واسطے جب کسی نے منصور حلاج سے دار پر
چڑھنے کے وقت تصوف سے سوال کیا تو اُنھون نے جواب دیا کہ وہ آدمی کا نفس ہی کہ اگر اسکو مشغول
نہ رکھے تو وہ آدمی کو مشغول کر دیتا ہی یعنی نفس سے اگر کچھ کام آخرت نہ لے تو وہ
اپنے دھندھے مین پھنسا دیتا ہی۔ حاصل اس سب کا یہ ہوا کہ صبر کی حقیقت و کمال یہی ہی کہ
ہر ایک حرکت بد سے صبر کیا جاوے اور حرکت باطن سے صبر کرنا بطریق اولی چاہیے اور یہ صبر دائمی ہی
کہ بجز موت کے منقطع نہین ہوتا اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اسکی توفیق نیک اپنے کرم و احسان سے عنایت فرماوے

ساتوان بیان صبر کی دوا مین اور جس چیز سے کہ صبر پیدا ہو

واضح ہو کہ جس شخص نے بیماری بھیجی ہی اُسی نے اسکی دوا بھی اُتاری ہی اور شفا کا وعدہ
فرمایا ہی اس نظر سے گو صبر بہت مشکل اور امر دشوار ہی مگر اسکا حاصل ہونا معجون علم و عمل سے
ممکن ہی اور علم و عمل ایسے مفردات ہین کہ امراض قلوب کی سب دوائین انسے بنتی ہین مگر ہر
مرض کے لیے علم و عمل جداگانہ چاہیے اور انجا کہ اقسام صبر کے مختلف ہین تو جو علتین کہ
مانع صبر ہین وہ بھی مختلف ہین اسی واسطے علاج بھی مختلف ہی کیونکہ علاج علت کی ضد ہوتا ہی اور
جو علت ہو اُسکی بیخ کنی علاج سے مقصود ہوتی ہی اور اسکا بیان بالاستیعاب کرنا تو طوالت
چاہتا ہی مگر طریق علاج ہم بعض مثالون مین بتلائے دیتے ہین مثلاً آدمی شہوت زنا سے
صبر کرنے کا محتاج ہی اور یہ شہوت اُسپر اتنی غالب ہی کہ اُس سے اپنی شرمگاہ کو نہین روک سکتا
یا شرمگاہ کو روکتا ہی آنکھ کے روکنے پر قادر نہین یا اُسپر بھی قادر ہی نفس پر قابو نہین
کہ وہ ہمیشہ مقتضیات شہوات مین پھنسائے رکھتا ہی اور ذکر اور فکر اور اعمال صالحہ کی
مواظبت نہین وجہ نہین ہو سکتی تو اسکا علاج یہ ہی کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ باعث دینی اور
باعث ہوا مین کشتی ہوتی رہتی ہی اب اگر ہمکو یہ منظور ہو کہ دونون کشتی والون سے ایک
جیت جاوے اور دوسرا ہار جاوے تو جسکو جتانا منظور ہو اُسکی تقویت کرنی چاہیے اور
دوسرے کو دبانا چاہیے اور چونکہ مثال مفروض مین صبر کا حاصل کرنا منظور ہی اور صبر جبھی
حاصل ہوتا ہی جب باعث دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو اسلیے ضرور ہوا کہ باعث دینی کو تقویت
دی جاوے اور دوسرے کو کم زور کیا جاوے تاکہ مدعا حاصل ہو باعث شہوت کے کم زور
کرنے کے تین طریق ہین اول تو یہ کہ اُسکی قوت اصل دیکھین کہ کہانسے اُسکو زور پہونچتا ہی

تو معلوم ہوگا کہ شہوت کی حرکت اور قوت کی اصل عمدہ غذائین ہین باعتبار اقسام اور کثرت
پس اصل ہی کو لینا چاہیے یعنی غذا کو منقطع کرنا چاہیے اسطرح کہ ہمیشہ روزہ رکھین اور افطار کے
وقت کچھ تھوڑی سی غذا کمزور جنس کی کھالین مثلاً گوشت وغیرہ غذائین جنسے شہوت ہو ترک
کردین دوسرے یہ کہ جو اسباب شہوت بالفعل موجود ہون اونکو دور کرنا چاہیے یعنی ہیجان شہوت کا
باعث نظر ہوتی ہے اسلیے کہ نظر سے دل کو حرکت ہوتی ہے اور دل سے شہوت کو تو اس سے
احتراز ضرور ہے باین طور کہ عزلت اختیار کرین اور جہان شبہہ بھی اچھی صورتون کے دیکھنے کا ہو
وہان سے کوسون بھاگین حدیث شریف مین ہے کہ اَلنَّظرُ سَهْمٌ مَسْمُومٌ مِن سِهَامِ اِبْلِيسَ
اور یہ تیر وہ ملعون ایسا پھینکتا ہے کہ جسکے لیے کوئی ڈھال نہین بجز اسکے کہ آنکھین بند کیجاوین
یا جس سمت سے وہ پھینکتا ہے وہانسے ٹل جاوین اور یہ تیر وہ ملعون قوس ابروی خوبان سے
مارتا ہے پس جب آدمی خوب صورتون کی سمت سے ٹلجاویگا تو تیر شیطانی اوسکو نہ لگیگا تیسرے
یہ کہ نفس کو مباح چیز اوسی جنس کی جسکو خواہش ہے دیکر تسلی دیجاوے مثلاً صورت مفروضہ مین
نکاح سے نفس کو تسلی دیجاوے اسواسطے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہے وہ مباح مین موجود ہے
پھر ممنوع کی کیا ضرورت ہے یہ علاج اکثرون کے حق مین مفید ہے پھر بھی اکثر مردون کی
شہوت کا استیصال اس سے نہین ہوتا اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ
فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ غرض کہ غذا موقوف کرنی سب کا موثر
آدمی کو کمزور کر دیتی ہے اور غذا کا موقوف کرنا ان تین علاجون مین سے ایسا ہے جیسا
سرکش جانور یا ایذا دہندہ کتے کو کھانا ندین تاکہ ضعیف ہو کر اوسکی قوت جاتی رہے اور دوسرا
علاج ایسا ہے جیسا کتے سے گوشت کو چھپا دین اور جانور سے دانہ تاکہ نہ دیکھے نہ خواہش
کرے اور تیسرا علاج ایسا ہے جیسا جانور و کتے کی مرغوب چیزین سے تھوڑی سی اوسکو دین
تاکہ اتنی قوت اوسمین رہے کہ تادیب پر صبر کرسکے ۔ اور باعث دینی کی تقویت دو طرح سے
ہوتی ہے اول تو نفس کو فوائد مجاہدہ اور دین و دنیا مین اوسکے ثمرات کی طمع دلانی اسطرح کہ جو اخبار
کہ صبر کی فضیلت مین اور دین و دنیا مین اوسکے انجام کے بہتر ہونے مین ہمنے لکھے ہین
اونمین کثرت سے تامل کرے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ ثواب مصیبت کا فوت ہونیوالی
چیز سے زیادہ ہوتا ہے اور اسیوجہ سے ایسی مصیبت پر اوسکی غبطہ کیجاتی ہے اسواسطے کہ اوسکے
پاس سے ایسی ہی چیز گئی ہے جو صرف زندگی بھر اوسکے پاس رہتی اور اوسکو حاصل ایسی چیز ہوئی

جو بعد موت اوسکے ساتھ ابدالآباد تک رہیگی اسکی مثال ایسی ہی ہوئی کہ کوئی شخص بیع سلم
اسطرح کرے کہ نکمی چیز دیوے اور آیندہ کو عمدہ چیز لینی کرے تو ظاہر ہے کہ اوسکو اوس
اونی شے پر غم کرنا نچاہیے مگر یہ امر متعلق معرفت سے ہے اور از قبیل ایمان ہے اور کبھی
معرفت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف اسکی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہوجاتی ہے
اور ہمت جوش وسمین پیدا ہوتا ہے اور اوسکے ضعف سے اوسمین ضعف آجاتا ہے اور
اس معرفت یعنی قوت ایمانی کو یقین کیا کرتے ہین جو عزیمت صبر کا محرک ہے مگر بمضمون حدیث
مذکورہ سابق آدمیون کو یقین اور عزیمت صبر کمتر عنایت ہوے ہین- دوسرا طریق یہ ہے
کہ باعث دینی کو باعث ہوی کے پچھاڑنے کا آہستہ آہستہ ربط ڈالے یہان تک کہ مزہ فتح کا
اوسکو معلوم ہوا اور ایکبارگی اوسپر دلیر ہوجاوے اور اوسکا پچھاڑنا کچھ بڑی بات نہ سمجھے کیونکہ
عادت اور مہارت محنت کے کامون کی اون قوی کو مضبوط کردیتی ہین جنسے وہ اعمال صادر
ہوتے ہین اور اسیوجہ سے طاقت پلہ دارون اور کسانون اور سپاہیون کی زیادہ ہوتی ہے
اور جو محنت کا کام کرتے ہین وہ درزیون اور عطارون اور فقہا اور صلحا سے زور آور ہوتے ہین
اسلیے کہ ان لوگون کے قوی مہارت سے مضبوط نہین ہوتے- ان دو علاجون مین سے پہلا علاج
تو ایسا ہے جیسا کشتی گیر کو وعدہ کیا جاوے کہ اگر پچھاڑوگے تو تمکو خلعت ملیگا اور انواع واقسام
کے انعام دیے جاوینگے جیسے فرعون نے ساحرون سے حضرت موسی علیہ السلام کے مقابل
کہا تھا کہ اگر تم جیتوگے تو تمکو مقرب کرونگا اور دوسرا علاج ایسا ہے کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی
اور پہلوانی سکھانی منظور ہو تو لڑکپن ہی سے اوسکو ان فنون کے لوازم کا عادی کردیتے ہین
تاکہ اوسے الفت ہو اور جرأت و قوت بڑھے- پس جو شخص سری سے صبر کے ساتھ مجاہدہ
ہی چھوڑدے اوسمین باعث دینی کمزور ہوجاویگا اور ایسا دب جاویگا کہ شہوت کو ضعیف
اور قلیل ہی ہوا اوسپر بھی غالب آویگا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف پر
عادی کریگا وہ جسوقت چاہیگا شہوت پر غالب ہوسکتا ہے- یہ ہے طریق علاج کا صبر کی
تمام اقسام مین اور ہرچند سب کا بیان کرنا دشوار ہے مگر سب مین سخت باطن کا روکنا ہے
حدیث نفس سے خصوص ایسے شخص پر جو اسیکا ہورہے یعنی شہوات ظاہری کا استیصال کرکے
عزلت نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر و فکر کے لیے بیٹھ رہے کیونکہ ایسے شخص کو وسواس
اودھر سے اودھر لیے پھرتا ہے اور اسکا کوئی علاج بجز اسکے نہین کہ ظاہری و باطنی علاقون

تو چھوڑ کر زن و فرزند و مال و جاہ و دوست آشنا سے یکسو ہو اور بقدر قلیل قوت لیکر کسی کوٹھی مین
بیٹھ رہے اور اسی پر قانع بھی ہو اور یہ سب امور جب کافی ہونگے جب ہمہ تن ہمت ایک ہی
طرف کر لیگا یعنی دھیان بجز خدای تعالے کے اور کسی چیز کا نرہیگا اور جب دل پر یہ خیال
غالب ہوگا تو یہ بھی کار آمد نہین جب تک کہ فکر کی جولانی سے ملکوت آسمان و زمین اور
عجائب صنع خالق اور تمام اقسام معرفت آلہی کی سیر باطنی نکرے جب یہ معاملہ نصیب ہوگا
تب البتہ شیطان کے وسواس کی کشاکشی مین مشغول ہونا دور ہوگا اور اگر سیر باطنی میسر نہو
تو نجات کی صورت یہ ہے کہ اوراد و وظائف ہر لحظہ مین برابر پڑھتا رہے مثلاً تلاوت اور
ذکر اور نماز سے کوئی دم خالی نرہے اور اسکے ساتھ ہی بتکلف دل کو حاضر کرے کیونکہ ظاہر
کے ورد و وظیفہ سے مشغولی دل نہین ہوتی باطن کی فکر ہی سے ہوتی ہے جب یہ سب باتین
کر لیگا تو صرف بعض اوقات کا فکر رہجاویگا اسلیے کہ تمام اوقات مین کوئی نہ کوئی حادثہ ایسا
بھی پیدا ہو جاتا ہے جو مانع فکر و ذکر ہو مثلاً مرض اور خوف اور کسیکی ایذا رسانی اپنے آپ کو
اور پالنے والی کی نافرمانی وغیرہ کہ عزلت مین خواہمخواہ ایسے شخص سے ملنے کی ضرورت
پڑتی ہی ہے جو اسباب معیشت مین اعانت کرے غرض یہ سب باتین مانع ذکر و فکر ہین اور
چند امور ضروری اور بھی ہین کہ انکی نسبت کر زیادہ ضروری ہین مثلاً کھانے اور لباس اور
اسباب معاش مین مشغول ہونا کہ انکے لیے بھی ایک وقت چاہیے بشرطیکہ خود تفصیل انکی تیار کیا
ہو اور اگر کوئی دوسرا شخص کفیل ہو تو یہ امور اوسکے دل کے مانع ہونگے مگر بعد کل علاقون کے
قطع کر ڈالنے کے اکثر اوقات صاف ہی رہینگے اگر کوئی مصیبت نہ آجاوے اور ان اوقات مین
دل صاف ہو جاتا ہے اور فکر آسان ہوتا ہے اور اسرار آلہی ملکوت آسمان و زمین کے
ایسے منکشف ہوتے ہین کہ باوجود علاقون کے مدت دراز مین اونکا سوان حصہ بھی نہین
منکشف ہوتا اور اس رتبے پر عارف کا پہونچنا اقصاے مراتب مین سے ہے جنپر کہ انسان
اپنی کوشش سے پہونچ سکتا ہے لیکن مقدار منکشف ہونے کی اور الطاف آلہی کے وارد ہونے کی
احوال و اعمال مین معلوم نہین اوسکا حال شکار اور رزق کا سا تصور کرنا چاہیے کہ بعض اوقات
تھوڑی سی محنت مین بڑا شکار ہاتھ لگجاتا ہے اور بعض اوقات بہت سی محنت مین تھوڑا ہی
ملتا ہے اور اسمین اپنی کوشش کو کچھ دخل نہین صرف بخشش الٰہی پر اعتماد ہے جو ثقلین کے
اعمال کے مقابل ہے اور بندے کا اختیار اوسپر کچھ نہین ہان بندے کا اختیار اتنا ہے کہ

اپنے آپ کو مستعد اوس کشش کا کردے باین طور کہ اپنے دل سے جو باتین کہ دنیا کیطرف کھینچتی ہین اونکو قطع کردے اسلیے کہ کشش اوپر کو جبھی ہوگی جب نیچے کے تناو کاٹ ڈالے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف مین انہین علائق دنیاوی کے قطع کا اشارہ ہے کہ فرمایا ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان نفحات اور جذبات الٰہی کے لیے اسباب آسمانی ہین کیونکہ خدا ہی تعالیٰ فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور کشش الٰہی اور معرفت سے بڑھکر کونسا رزق ہوگا اور امور آسمانی ہماری نظرونسے غائب ہین ہمکو معلوم نہین کہ کسوقت اللہ تعالیٰ رزق کی اسباب ہم پر آسان کریگا تو صرف ہمکو اسیقدر چاہیے کہ جگہ کو خالی کرکے منتظر نزول رحمت اور وقت معین کے رہین جیسے کوئی زمین کو جوت کر اور گھاس کوڑے سے صاف کرکے بیج ڈالدے تو اوسکو یہ مفید نہو گا جب تک کہ مینہ نہ برسے اور اوسکو معلوم بھی نہین کہ سامان باران رحمت کب ہوگا مگر چونکہ خدا کے فضل پر اعتماد ہوتا ہے کہ کوئی برس مینہ سے خالی نہین رکھتا اسلیے یہ سب محنت گوارا کرتا ہے اسیطرح کوئی سال اور مہینا اور دن جذبۂ یزدانی اور کشش و نفحۂ رحمانی سے بھی خالی نہین گذرتا پس بندے کو چاہیے کہ اپنے دل کو شہوات کے کوڑے سے صاف کرے اور اوسمین تخم ارادت بووے اور مہب ریاح رحمت کے سامنے کردے اور جسطرح کہ بادل دیکھکر خواہ اوقات برسات مین مینہ برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہے اسیطرح ان نفحات کے نزول کی توقع اوقات شریفہ اور اجتماع ہمت اور قلوب کی مساعدت کے وقت زیادہ تر ہے مثلاً عرفہ کے روز یا جمعہ کے روز یا رمضان وغیرہ ساعات اجابت مین اسلیے کہ ہمتین اور انفاس بھی خدا کے حکم سے اسباب نزول رحمت الٰہی ہین کہ اونکے طفیل سے قحط سالی مین مینہ برس جاتا ہے جب پہاڑون کے اطراف اور سمندرون کی جوانب سے اونکے طفیل پانی کے قطرات کی درخواست ہوتی ہے تو خزاین ملکوت سے بارش مکاشفات اور معارف لطیفہ کی استدعا کرنی زیادہ تر مناسب ہے بلکہ اصول وہ معارف آدمی کے ساتھہ دلمین موجود ہین مگر اسوجہ سے کہ علائق اور شہوات اوسمین اور اون معارف مین حجاب ہوتے ہین اسلیے اونکی طرف پروا نہین کرتا اس صورت مین آدمی کو اتنی ہی حاجت ہے کہ اوس حجاب کو دور کرنے تاکہ انوار معارف دل کے اندر سے چمکنے لگین اور ظاہر ہے کہ زمین کے پانی کا نمود کرنا اسطرح سہل اور قریب تر ہے کہ کھود کر پانی ظاہر کردیا جاوے اور دور دراز جگہ سے پانی کا اوسمین لانا دقت رکھتا ہے خصوص ایسی جگہ سے

جو اوس سرزمین کی نسبت پست ہوا اور چونکہ معارف ایمانی دل مین حاضر ہین اور انسان اونکی طرف سے بے پروا ہوکر اونکو بھولا ہوا ہے اسیلیے خدای تعالی نے تمام معارف ایمانی کو لفظ تذکر سے بیان فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور فرمایا وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پس وساوس اور شواغل کا یہ علاج ہے اور یہ مرتبہ درجات صبر مین سے سب سے بعد ہے اور تمام علائق سے صبر کرنا خواطر اور وساوس پر صبر کرنے سے مقدم ہے حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ دنیا سے آخرت کیطرف چلنا سہل ہے مگر حق کے مقابل مین خلق کا چھوڑنا سخت ہے اور نفس سے گریز کر کے اللہ تعالی کیطرف جانا اور بھی سخت ہے اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہے اس قول مین اول آپنے شدت اور سختی صبر کی شواغل دلی سے بیان فرمایا ہے اوسکے بعد خلق کے چھوڑنے کی سختی کا ذکر کیا۔ اور نفس پر سب علائق سے زیادہ شدید خلق کا علاقہ اور محبت جاہ ہے اسواسطے کہ ریاست اور غلبہ اور تعلی اور حاکم ہونے کا مزہ دنیا کی سب لذات سے عاقلون کے نفس پر غالب ہے اور یہ جیسا کسطرح غالب نہو حالانکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہے جو قلب انسانی کو طبعا محبوب اور مطلوب ہے اور وہ صفت اوصاف الہی مین سے ہے جسکو ربوبیت کہتے ہین اور وجہ ربوبیت کے محبوب ہونے کی قلب کو یہ ہے کہ اوسمین مناسبت امور ربوبیت سے پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ اور قلب کو محبت ربوبیت کی ہونی بری نہین بلکہ اوسکی مذمت اسوجہ سے ہوتی ہے کہ شیطان لعین جو عالم امر سے دور کرنے والا ہے اوسکو بہکا کر دھوکے مین ڈالدیتا ہے یعنی وہ مردود قلب پر اس وجہ سے حاسد ہے کہ یہ عالم امر سے کیون ہے اسیوجہ سے اوسکو بہکا کر گمراہ کرتا ہے ورنہ طلب ربوبیت مین دل کیلیے کچھ برائی نہین بلکہ وہ تو عین سعادت اخروی ہے کیونکہ اگر واقع مین ربوبیت کا طالب ہے تو گویا ایسی بقا چاہتا ہے جسکو فنا نہو اور ایسی عزت کا طالب ہے جسمین ذلت نہو اور ایسا امن چاہتا ہے جسمین خوف نہو اور ایسی تونگری کا خواہان ہے جسمین افلاس نہو اور اوس کمال کا متمنی ہے جسمین نقصان نہو یہ سب باتین ربوبیت کی ہین اگر انسان انکا طالب ہو تو کسیطرح قابل مذمت نہین بلکہ بندے پر فرض ہے کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا طالب ہو جسکا اور چھور نہ ملے اور جو شخص طالب ملک ہوتا ہے وہ برتری اور عزت اور کمال کا خواہان پہلے ہوتا ہے لیکن ملک دو ہین ایک ملک تو وہ ہے جسمین اقسام کے رنج ملے ہوے ہین

اور پایہ کا ب مگر جلد دستیاب ہے یہ ملک تو دنیا مین ہے اور ایک ملک وہ ہے جسمین دوام
اور بقا ہے اور کدورت و الم نام و نشان کو اوسمین نہین نہ کسیکے روکنے سے موقوف ہو
مگر وہ دیر کر ملیگا اوسکا نام ملک آخرت ہے اور از انجا کہ انسان جلد باز پیدا ہوا ہے او حال کی
چیز کو مآل پر ترجیح دیتا ہے تو شیطان نے اسکی طبیعت جلدی کیطرف رغبت دیکھکر اسی ملک موجود
دنیاوی کو اوسکی نظرون مین آراستہ کیا اور اوسکے مزاج مین حمق معلوم کرکے آخرت کے باب مین
اوسکو مغالطہ دیدیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوے ملک آخرت کی توقع اوسکے دل مین ڈالدی
چنانچہ حدیث شریف مین ہے وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى
پس جسکو توفیق رفیق نہوئی وہ تو اوسکے مغالطے مین آکر حتی الوسع دنیا کی عزت و سلطنت
کی طلب مین مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا وہ اوسکے جال مین نہ آیا کیونکہ اوسکو
اوس لعین کی گھاتین خوب معلوم تھین اسیلیے اوسنے اس سلطنت حال سے روگردانی اختیار کی
خداوند کریم نے اول قسم کے لوگون کا حال کلام مجید مین یون ارشاد فرمایا کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ
يَوْمًا ثَقِيْلًا اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ
مِنَ الْعِلْمِ اور جبکہ مکر شیطان کا تمام خلق مین پھیلگیا اللہ تعالی نے فرشتونکو اپنے رسولون کے پاس بھیجا اور انکو
طریق اوس دشمن کے ہلاک کرنے اور بھگانے کا بتلا دیا اسیلیے تمام انبیاء علیہم السلام خلق کو اس ملک سلطنت مجازی سے
کہ اگر بالفرض مل بھی جاوے تو بد اصل اور مطلقا فانی ہے حقیقی ملک کیطرف بلانے مین مشغول ہوے چنانچہ
اونھین کا ارشاد خالق کو کلام مجید مین مذکور ہے کہ اونھون نے یہ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ غرضکہ توریت و انجیل و زبور اور
قرآن و صحیفے حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہم السلام کے اور ہر ایک آسمانی کتاب اسیلیے اتری ہین
کہ خلق کو سلطنت دائمی کیطرف بلاوین اور منظور یہی ہے کہ سب لوگ دنیا مین بھی شاہ ہون اور آخرت مین بھی
بادشاہ دنیا کی شاہی سے یہ غرض ہے کہ اوسمین زہد اختیار کرین اور تھوڑی شی پر قناعت کرین
اور آخرت کی بادشاہی سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالی کا قرب حاصل کرکے وہ بقا حاصل کرین
جسکو فنا نہو اور وہ عزت پاوین جسمین ذلت نہو اور مستحق ایسی خنکی چشم کے ہون جو اس عالم
مین مخفی ہے اور کوئی نفس اوسکو نہین جانتا۔ اور شیطان خلق کو سلطنت دنیا کیطرف بلاتا ہے اور

اسیلیے کہ جانتا ہے کہ اسکی وجہ سے سلطنت اخروی اون سے فوت ہوجاویگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوتین ہین ایک کے ہوتے دوسری نہین رہتی اور یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ دنیا کسی کے پاس نہین رہتی اسیوجہ سے اوسکی طرف راغب کرتا ہے اور اگر کسیکے پاس رہتی تو اوسپر بھی حسد کرتا مگر اوسمین طرح طرح کے جھگڑے اور کدورتین اور بڑی بڑی مشقتین اور تدبیرات کرنی پڑتی ہین اور تمام اسباب جاہ کے لیے ایسا ہی کچھہ سامان ہوتا ہے پھر اگر اسباب درست ہوے اور دنیا مل بھی گئی تو عمر فنا ہوجاتی ہے گویا یہ صورت پیش آتی ہے حَتّٰی اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَیْهَا اَتَاهَا اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ اور اسکی مثل اور بھی خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ اور زہد دنیا مین چونکہ درست کی سلطنت ہے اسلیے شیطان نے اوسپر حسد کی اور آدمی کو اوس سے روکدیا۔ اور زہد کو سلطنت اسوجہ سے کہتے ہین کہ زہد کے معنی یہ ہین کہ آدمی اپنی شہوت اور غضب کا مالک ہوجاوے اور یہ دونون چیزین باعث دینی اور اشارہ ایمان کے مطیع ہوجاوین تو واقع مین سلطنت اسیکو کہنا چاہیے اسلیے کہ اسکے باعث آدمی آزاد ہوجاتا ہے ورنہ اگر شہوت غالب ہوے تو انسان بندۂ شکم خواہ بندۂ شرمگاہ خواہ اور کسی غرض کا ہوجاتا ہے اور چوپایہ کیطرح اوسکی قید مین پڑجاتا ہے شہوت کی رسی گردن مین ہوتی ہے جدھر چاہتی ہے اودھر لیے پھرتی ہے۔ مقام غور ہے کہ انسان کو کیسا بڑا دھوکا ہے کہ شہوت کے غلام ہونے کو تو سلطنت کا ملنا خیال کرتا ہے اور دوسری چیز کا بندہ ہوکر گمان کرتا ہے کہ ربوبیت کو پہونچ جاویگا پس ایسا شخص بجز اسکے کہ دنیا مین بھی معکوس ہے اور آخرت مین منکوس اور کیا تصور ہوسکتا ہے اسیوجہ سے جب کسی بادشاہ نے ایک زاہد سے کہا کہ تمکو کچھہ حاجت ہے اونھون نے جواب دیا کہ مین تم سے کیا حاجت مانگون میری سلطنت تمھاری سلطنت سے بڑی ہے اوسنے پوچھا کہ کسطرح اونھون نے کہا کہ جسکے تم غلام ہو وہ میرا غلام ہے اوسنے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اونھون نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج و شکم کے بندے ہو اور مین ان سب کا مالک ہون وہ میرے غلام ہین اس سے معلوم ہوا کہ واقع مین دنیا مین سلطنت زہد ہی ہے اور اسیکے باعث سلطنت اخروی ملتی ہے پس جو شخص کہ شیطان کے مغالطے مین آگئے اونکو دنیا و آخرت دونون مین خسارہ ہوا اور جنکو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونون چیزون کا میاب ہوے

اب جس وقت کہ معنی سلطنت و ربوبیت اور تسخیر اور عبودیت کے معلوم ہوے اور شیطان کے
دھوکا دینے کا طریق اور اوسکا تعمیہ و تلبیس بھی معلوم ہوا تو آدمی پر ملک و جاہ دنیاوی سے
اعراض کرنا اور اوسکی فوت ہونے پر صابر ہونا آسان ہوگیا اسواسطے کہ اونکے چھوڑنے سے
سردست سلطنت پاویگا اور سلطنت اخروی کی توقع ہوگی اور جو شخص کہ ان باتون کو جاہ کے
ساتھہ مالوف و مانوس ہونے کے بعد جانے اور اوسکے اسباب کا مباشر ہونا عادت کی وجہ سے
اوسکے دلمین جما ہوا ہو تو ایسے شخص کے لیے فقط ان باتون کا جاننا ہی علاج کیواسطے کافی نہوگا
جب تک کہ اس علاج پر کچھہ عمل نہ بڑھاوے اور عمل کیواسطے تین باتین ہین اول یہ کہ جاہ کی جگہہ
سے بھاگ جاوے جیسا کہ غلبہ شہوت مین اون صورتون کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہی
جو محرک شہوت ہون اور جو شخص ایسا نکریگا وہ وسعت زمین کی نعمت مین جو خدای تعالی نے
دی ہے اوسکا ناشکر ہوگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا
دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو ایسے اعمال کا بتکلف پابند کرے جو خلاف عادت سابقہ ہون مثلاً
اگر بناو سنگار کا عادی ہو تو اوسکو یک بخت موقوف کرے اور ذلیلون کی سی طرح ہو جاوے
اور لباس پر تکلف کو چھوڑ کر تواضع اور مسکنت کا جامہ اپنے بدن پر درست کرے اسیطرح
ہر ایک صورت اور حالت اور فعل کو مکان اور لباس اور اکل و شرب اور نشست و برخاست مین
بدل ڈالے صرف مقتضای حاجت کے موافق ہر ایک رکھے اور عادت گذشتہ کی ضدیت ملحوظ
رکھے یہان تک کہ یہ نئے افعال و احوال ہی طبیعت مین جم جاوین اور انھین کا عادی ہو جاوے
اسواسطے کہ علاج سے غرض یہی ہے کہ جن عادات سے کوئی خرابی ہوتی ہو اونکی ضد اختیار کرے
تیسرے یہ کہ علاج کرنے مین تلطف و آہستگی کا لحاظ ہے ایسا نکرے کہ ایکبارگی پہلے سرے کی
حقارت و ذلت اختیار کرلے اسلیے کہ طبیعت انسانی مین وحشت بھی ہوتی ہے اوسکے
اخلاق کا چھوڑنا بدون آہستگی ممکن نہین پس بہتر یہ ہے کہ اول بعض افعال کو ترک کرے اور جب
نفس بقیہ پر قانع ہو جاوے تو اونمین سے کچھہ اور چھوڑ دے اسیطرح تھوڑے تھوڑے چھوڑ کر بالکل
استیصال کرے یہان تک کہ جو صفات کہ اوسمین جمے ہوے ہون وہ سب جاتے رہین اور اسی تدریج
اور آہستگی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ اِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ مَتِيْنٌ فَادْخُلْ فِيْهِ بِرِفْقٍ
وَلَا تُبَغِّضْ اِلٰى نَفْسِكَ عِبَادَةَ اللّٰهِ اور اس حدیث مین بھی اسکی طرف ایما ہے لَا تُشَادُّوْا هٰذَا الدِّيْنَ
فَاِنَّ مَنْ يُّشَادُّهٗ يَغْلِبُهٗ اب اس بیان کو جو ہمنے وسواس و شہوت و جاہ سے صبر کرنے مین

ذکر کیا ہے اوس بیان پر اضافہ کرلو جو ہم جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین طریق مجاہدہ کے قوانین کے حال مین لکھ آئے ہین اور پھر سب کو دستور العمل کرلو تاکہ سب اقسام صبر مفصلہ سابق کا علاج معلوم ہوجاوے کیونکہ تفصیل ہر ہر فرد کی جداگانہ طویل ہے - اور جو شخص کہ تدریج کی مراعات مد نظر رکھیگا صبر اوسکو ایسے حال پر پہونچا دیگا کہ بدون اوسکے اسکو چین نہ پڑے گا جیسا پہلے صبر کی چیز کے بدون چین نہ تھا غرض معاملہ بالکل برعکس ہوجاویگا کہ جو چیز پہلے محبوب تھی وہ مبغوض ہوجاویگی اور جو ناپسند تھی اوسکے بدون صبر نہ کرسکیگا اور یہ بات ایسی عیان ہے کہ تجربہ اور مشاہدے سے بھی ثابت ہوسکتی ہے دیکھو لڑکے کو اول بزور پڑھنے بٹھلاتے ہین اور جبراً قہراً سیکھتا ہے اور کھیلنے سے صبر کرنا اوسکو نہایت شاق ہوتا ہے اور علم مین مشغول رہنے پر صبر نہین کرسکتا مگر جب اوسکو عقل آتی ہے اور علم کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہی تو پھر معاملہ اولٹا ہوتا ہے کہ کھیلنے پر صبر کرسکتا ہے مگر علم سے صبر نہین کرسکتا اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس روایت مین جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ اونھون نے حضرت شبلی رح سے سوال کیا کہ کونسا صبر سخت زیادہ ہے اونھون نے فرمایا کہ خدا کے باب مین صبر کرنا عارف نے کہا کہ یہ نہین اونھون نے فرمایا کہ خدا کے واسطے صبر کرنا اوسنے جواب دیا کہ یہ بھی نہین آپنے فرمایا کہ خدا کے ساتھ صبر کرنا یعنی مشغول بخدا رہنا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہین تب آپ نے پوچھا کہ پھر کونسا صبر سخت تر ہے آپ ہی تلاؤ عارف نے فرمایا کہ خدا سے صبر کرنا یہ سنکر حضرت شبلی نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ روح فنا ہوجاوے سچ ہے **شعر** عشق شور انگیز با یدمرد را + تا صدائے درد اید این درد را اور ارشاد خداوندی اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کے معنون مین بعضون نے یہ فرمایا ہے کہ صبر کرو خدا کے باب مین اور مصابرت کرو بخدا اور لگے رہو اللہ تعالی کے ساتھ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ خدا کیواسطے صبر کرنا بیخ وعناہے اور صبر بخدا دوام وبقا اور صبر ہمراہ خدا وفا ہی اور صبر از خدا جفا **شعر** صبر کرنا جملہ چیزونمین گنا جاتا ہے خوب + لیک تجھسے صبر کرنا رکھتا ہی انجام بد

علوم واسرار صبر کی شرح ہوچکی اب بیان شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہین

فصل دوم شکر کے ذکر مین اسمین تین ارکان ہین اول مین خود شکر کا بیان ہی دوسرے مین نعمت کی تعریف اور اوسکے اقسام خاص وعام کا ذکر تیسرے مین اس بات کی کیفیت کہ شکر اور صبر مین سے افضل کونسی چیز ہے

رکن اول خود شکر کا ذکر اور اسمین چار بیان ہین **اول بیان شکر کی فضیلت مین**

جاننا چاہیے کہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے باوجودیکہ یہ بھی ارشاد فرمایا وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ یعنی ذکر خدا بہت بڑا ہے پس ارشاد ہے کہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ اسیی بڑی چیز کے ساتھ اسکا ذکر کرنا کمال فضیلت پر دال ہے اور فرمایا مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اور فرمایا وَسَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ اور ابلیس لعین کے قول کو جو نقل فرمایا ہے یعنی لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ اسمین صراط مستقیم کے معنی بعض مفسرین نے طریق شاکرین لکھے ہین اور چونکہ شکر رتبہ عالی رکھتا ہے اسلیے اوس ملعون نے خلق کو یہ طعن کیا وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شٰکِرِیْنَ اور خدای تعالی نے ارشاد فرمایا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ اور شکر کے ساتھ زیادتی نعمت کو قطعًا ارشاد فرمایا اور اوسمین استثنا نہین کیا جیسا کہ ارشاد ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ حالانکہ پانچ اور نعمتون مین یعنی غنی کرنے اور دعا قبول فرمانے اور روزی دینے اور مغفرت کرنی اور توبہ قبول کرنے مین استثنا کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖٓ اِنْ شَآءَ اور فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ اور یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ اس سے معلوم ہوا کہ شکر نہایت عمدہ چیز ہے کہ اوسمین قید اپنی مشیت کی نہین رکھی قطعی وعدہ زیادتی نعمت فرمایا اور کیون نہو کہ شکر ایک خلق ہے اخلاق ربوبیت مین سے اسلیے کہ خدای تعالی اپنے آپ کو فرماتا ہے وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ یعنی خدای تعالی صاحب شکر اور حلم والا ہے علاوہ ازین شروع کلام اہل جنت کا شکر ہی ہے چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ اور وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور احادیث بھی فضیلت شکر مین بہت ہین چنانچہ ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الطَّاعِمُ الشَّاکِرُ بِمَنْزِلَۃِ الصَّآئِمِ الصَّابِرِ اور حضرت عطار سے روایت ہے کہ مین ایکبار حضرت عایشہ رض کی خدمت مین گیا اور عرض کیا کہ جو سب سے زیادہ عجیب حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپنے دیکھا ہو وہ مجھ سے بیان فرمایئے وہ رونے لگین اور فرمانے لگین کہ کونسی حالت آپ کی عجیب نہ تھی سب عادتین عجیب ہی تھین ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر یا لحاف مین میرے ساتھ لیٹے یہان تک کہ اونکا بدن مبارک میرے بدن کو لگا پھر فرمایا کہ ای ابو بکر کی بیٹی مجھے چھوڑ دے

کہ عبادت اپنے پروردگار کی کرون مین نے عرض کیا کہ مین تو آپ کا پاس ہی رہنا چاہتی ہون الا آپ کی مرضی کی تابع ہون مین نے اجازت دے دی آپ اوٹھے اور ایک مشک پانی کے پاس تشریف لیگئے اوس سے وضو کیا اور پانی بہت نہین ڈالا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر اتنا روئے کہ آنسو چھاتی مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع مین روئے پھر سجدے مین روئے پھر دونون سجدون کے درمیان مین روئے اسیطرح آپ روتے رہے یہانتک کہ حضرت بلال رضہ نے آپ کی خدمت مین نماز کی اطلاع کی مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ خدای تعالی نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کردیے ہین پھر آپ کے گریے کا کیا باعث ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندۂ شکر گزار نہون اور کیسے گریہ نکرون حالانکہ خدای تعالی نے مجھپر یہ آیت اوتاری ہے اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ آخر تک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رونا کبھی موقوف نہونا چاہیے اور اسی راز کی طرف اشارہ ہے ح۲ روایت مین کہ بعض انبیا علیہم السلام کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جسمین سے بہت پانی نکلتا تھا آپکو اوس سے تعجب ہوا خداوند کریم نے اوسکو گویا فرمایا اوسنے عرض کیا کہ جب سے مین نے قول خداوندی سنا ہے کہ آتش دوزخ کی چھپٹیان آدمی اور پتھر ہونگے تب سے خوف کے مارے روتا ہون اونھون نے خدای تعالی سے دعا مانگی کہ الہی اس پتھر کو آگ سے بچاوے اونکی دعا مقبول ہوئی پھر مدت کے بعد آپ نے اوس پتھر کا وہی حال دیکھا اور پوچھا کہ اب کیون روتا ہے اوسنے عرض کیا کہ گریہ سابق خوف کا تھا اور یہ شکر اور سرور کا ہے اور چونکہ بندے کا دل بھی مثل پتھر کے یا اوس سے بھی سخت تر ہے اسیلیے اوسکی سختی بدون اسکے دور نہین ہوتی کہ حالت خوف اور شکر دونون مین رویا کرے اور ایک حدیث ح۳ مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ندا ہوگی کہ بہت حمد کرنے والے کھڑے ہون چنانچہ ایک گروہ کھڑی ہوگی پھر اونکے لیے ایک نشان کھڑا کیا جاویگا اور اسی صورت سے جنت مین داخل ہونگے لوگون نے عرض کیا کہ بہت حمد کرنے والون سے کون لوگ مراد ہین آپنے فرمایا کہ جو ہر حال مین خدای تعالی کا شکر کرتے ہین اور ایک روایت ح مین یہ ہے کہ جو خوشی اور تکلیف مین شکر الہی کرتے ہین اور ایک حدیث مین ہے اَلْحَمْدُ رِدَاءُ الرَّحْمٰنِ یعنی شکر خدا کی چادر ہے اور اللہ تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی جسمین اور بھی ابھی کچھ تھا اور یہ بھی ارشاد تھا کہ مین اپنے اولیا کے مکافات مین شکر سے راضی ہوتا ہون اور یہ بھی وحی

فائدہ آسمان اور زمین کا بنانا اور رات دن کا بدلنا اون مین نشانیان ہین عقل والون کو

ح۲ طبرانی و ابو نعیم و بیہقی در شعب بروایت ابن عباس

ح۳ بیہقی

صابرون کے وصف مین انھین پر ہوئی ہے کہ اونکا گھر دار السلام ہے جب وسمین داخل
ہونگے مین انکو شکر کا الہام کرونگا جو سب کلامون سے بہتر ہے اور شکر کرنے کے وقت اور
زیادہ کی طلب کرونگا اور اپنی طرف نظر کرنے سے اونکو زیادتی رتبہ عنایت کرونگا۔ اور
جب دفینون کے باب مین آیت اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ اوتری تو حضرت عمرؓ نے
عرض کیا کہ کونسا مال ہم رکھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لِیَتَّخِذْ اَحَدُکُمْ لِسَانًا
ذَاکِرًا وَقَلْبًا شَاکِرًا یعنی مال کے عوض مین قلب شاکر کا ذخیرہ کرنا ارشاد فرمایا اور حضرت
ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ شکر نصف ایمان ہے

دوسرا بیان شکر کی تعریف و ماہیت مین۔ واضح ہو کہ شکر سالکین کی منازل مین سے
ایک منزل کا نام ہے اور وہ بھی تین باتون سے مرکب ہے علم اور حال اور عمل جنمین
سے اصل علم ہے اوس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل۔ علم سے
یہ غرض ہے کہ نعمت کو منعم کیطرف سے جاننے اور حال اسکا نام ہے کہ منعم کے انعام سے خوش ہو
اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جو مقصود اور محبوب منعم کا ہو اوسپر قائم رہے پھر عمل متعلق قلب کے بھی ہے
اور اعضا اور زبان سے بھی پس اون سب کا بیان ضروری ہے تاکہ سب سے شکر کی ماہیت پوری
معلوم ہو کیونکہ جتنے اقوال شکر کی تعریف مین منقول ہین کسی مین پورے معنی شکر کے نہین
آئے امر اول علم ہے وہ تین باتون کا علم چاہیے ایک تو خود نعمت دوسرے اوس نعمت کا اپنے
حق مین نعمت ہونا تیسرے ذات منعم کا اور اوسکے صفات کا جن سے کہ صدور اس انعام کا اوسپر
ہوا اسلیے کہ انعام کے لیے یہی چیزین ضروری ہین ایک نعمت اور ایک نعمت کا دینے والا اور
ایک وہ جسپر منعم کے قصد و ارادے سے نعمت پہونچتی ہے ان سب کا جاننا ضروری ہی لیکن
یہ امر سوای خدا کے اورونکے لیے ہے خدا کے باب مین علم ایسی بات کا چاہیے کہ تمام نعمتین
خدا کیطرف سے ہین اصل نعمت دینے والا وہی ہے درمیانی لوگ سب اوسکی طرف سے مسخر ہین
اور یہ معرفت تقدیس اور توحید سے بڑھکر اسلیے کہ وہ دونون اسمین داخل ہین کیونکہ ایمان کی
معرفتون مین شروع کا رتبہ تقدیس یعنی خدا کو پاک جاننے کا ہے اور جب ایک ذات کو پاک جان لیا
تو پھر یہ معرفت ہوتی ہے کہ ذات مقدس ایک ہی ہے اوسکے سوا جتنی ہین وہ اس صفت کی
نہین اسکا نام توحید یعنی خدا کو ایک جاننا ہے پھر اسکے بعد یہ علم ہوتا ہے کہ جتنی چیزین عالم مین
موجود ہین وہ اسی واحد سے موجود ہین یعنی ہر شے اوسکی طرف سے نعمت ہے تو یہ معرفت اون

ہر ایک تم مین کوئی زبان ذاکر اور دل شاکر حاصل کرے ۱۲ جلد دوم باب النکاح مین گذری ۱۲

دونون معرفتون کے بعد ہوتی ہے اسیلیے اسکا رتبہ اون دونون سے بڑھکر ہوا کیونکہ اس مین تقدیس اور توحید کے سوا کمال قدرت اور افعال مین یکتا ہونا بھی پایا جاتا ہے اور یہی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین بیان فرمایا ہے کہ جو شخص سُبحَانَ اللہ کہے اوسکو دس نیکیان ہین اور جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے اوسکو بیس اور جو اَلحَمدُ لِلّٰہِ کہے اوسکو تیس اور ایک حدیث مین فرمایا ہے کہ اَفضَلُ الذِّکرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَفضَلُ الدُّعَاءِ اَلحَمدُ لِلّٰہِ اور فرمایا لَیسَ شَیءٌ مِنَ الاَذکَارِ یُضَاعِفُ مَا یُضَاعِفُ اَلحَمدُ لِلّٰہِ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ یہ نیکیان صرف ان کلمات کو زبان پر ہی جاری کرنے سے ہین بدون اسکے کہ انکے معانی دل مین آوین بلکہ اصل یہ ہے کہ سُبحَانَ اللہِ کلمہ تقدیس ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کلمہ توحید اور اَلحَمدُ لِلّٰہِ وہ کلمہ ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تمام نعمتین خداے واحد برحق کیطرف سے ہین پس نیکیان ان تین باتون کی معرفت کے عوض ہوتی ہین جو ایمان و یقین کے اقسام سے ہین نہ صرف زبان سے بولنے کی عوض مین [illegible] کہ یہ معرفت پوری جب ہوتی ہے جب افعال مین شرک نہو مثلاً اگر کسی شخص کو کسی بادشاہ نے کچھ انعام دیا تو یہ شخص اگر اس انعام کے ملنے اور اپنے پاس پہونچنے مین بادشاہ کے وزیر یا وکیل کا بھی دخل جانیگا تو اوسکی نعمت مین دوسرے کو شریک جانیگا اور ہر وجہ سے اوس نعمت کو بادشاہ کیطرف سے نہین سمجھیگا بلکہ کچھ اوسکی طرف سے اور کچھ کسی دوسرے امیر خواہ وزیر کیطرف سے اور اسیوجہ سے اسکی خوشی بھی دونون پر بٹ جاویگی غرضکہ بادشاہ کے حق مین موحد نرہیگا ہان اگر یہ جانیگا کہ جو نعمت مجکو ملی وہ بادشاہ کے فرمان کی جہت سے ہے جسکو اوسنے اپنے قلم سے کاغذ پر لکھا تو اس سے بادشاہ کے حق مین توحید کو کچھ خلل نہ آویگا نہ کمال شکر مین نقصان ہوگا اسلیے کہ اوسکو قلم اور کاغذ کے باعث تو خوشی نہین نہ اوسکا شکور کیونکہ اونکا خود کا دخل ہی اس انعام مین کچھ نہین اگر ہے تو اسوجہ سے ہے کہ یہ دونون چیزین بادشاہ کے زیر حکم ہین اسیطرح اگر آدمی وکیل بادشاہی یا خزانچی کو جانے کہ انکو بادشاہی دباو سے تو دیتے ہین نہ اگر خود انکا اختیار ہوتا اور بادشاہ کا زور نہوتا یا عدول حکمی کا انکو خوف نہوتا تو کچھ بھی ندیتے تو اسیطرح جاننے سے توحید مین شرک لازم نہ آویگا یعنی وہ نعمت صرف بادشاہ کیطرف منسوب رہے گی وکیل و خزانچی مثل کاغذ و قلم مقصور ہونگے اسیطرح جو شخص خداے تعالی کو جانے اور اوسکے افعال کو پہچانے اوسکو معلوم ہو جاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے اور سب کے سب امر کے تابع ہین

حاشیہ: یعنی جو افضل ذکر ہے ... [illegible]

حاشیہ: یعنی کوئی ذکر ایسا نہین ... [illegible]

حاشیہ: کوئی ذکر آتا نہین بڑھتا جتنا الحمد للہ بڑھتا ہی ۱۲

حاشیہ: یہ حدیث مرفوع نہین علی ابن ابی الدنیا نے ابراہیم نخعی کا قول اسکو بیان کیا ہے ۱۲

جیسے قلم کاتب کے ہاتھ مین اور جن حیوانات کو اختیار ہی وہ اپنے نفس اختیار کے زیر حکم ہین اس لیے
کہ خداے تعالی نے انپر افعال کی دواعی کو مسلط کر دیا ہی کہ کام کرین خواہ چاہین یا نہ چاہین جیسا
خزانچی کہ بادشاہ کے حکم کے خلاف نہین کرسکتا اور اگر خود اُسکا اختیار ہو تو کسی کو خاک بھی نہ دے
اسی طرح اگر کسی شخص کو خداے تعالی کی نعمت دوسرے شخص کے ہاتھون پہونچے تو جاننا چاہیے
کہ وہ اُسکے پہنچانے کے لیے مضطر تھا اس لیے کہ خداے تعالے نے اُسپر ارادے کو مسلط کر دیا اور
اُسکے اسباب کا ہجوم تھا اور اُسکے دل مین یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی دارین مین اسی مین ہی کہ
یہ چیز فلان شخص کو دون بدون اسکے میرا مقصود حال و مآل کا پورا نہوگا جب خداے تعالی نے
یہ اعتقاد اُسکے دل مین پیدا کیا تو اب اُسکو فعل نہ کرنے کی کیا وجہ ہی اس سے معلوم ہوا کہ وہ
جو کسی کو کچھ دیتا ہی تو صرف اپنے فائدے کے لیے دیتا ہی دوسرے کے مقصود سے غرض نہین
اگر اس دینے سے اُسکا کچھ مطلب نہ نکلتا تو کبھی نہ دیتا وہ اپنا فائدہ نکلتا دیکھ کو دوسرے کو کچھ
دیتا ہی تو وہ دوسرے پر انعام نہین کرتا بلکہ اُسکو وسیلہ کسی دوسری نعمت کا جسکی اُسکو توقع
ہی کرتا ہی معلوم ہوا کہ منعم اصل مین وہی ہی جسنے اُسکو انعام کے واسطے مسخر کیا اور اُسکے
دل مین اعتقاد و ارادہ خیر ڈالا جسکے باعث اُسنے دوسرے کو کچھ پہونچایا جب ان باتون کو
آدمی اسی طرح جان لے تو خدا کو اور اُسکے افعال کو بھی جان لیگا اور موحد ہو کر اُسکی
شکر گزاری پر بھی قادر ہوگا بلکہ صرف اسی معرفت سے شاکر ہو جاویگا چنانچہ روایت ہی کہ حضرت
موسی علیہ السلام نے اپنی مناجات مین جناب باری سے عرض کیا کہ الہی تو نے آدم کو اپنے
ہاتھ سے پیدا کیا اور کیسے کیسے حالات کیے اُنھون نے تیرا شکر کسطرح ادا کیا اللہ جل شانہ نے
ارشاد فرمایا کہ اُسنے اُن تمام باتون کو میری ہی طرف سے جانا یہی جاننا اُسکی شکر گزاری تھی
اس سے ظاہر ہوا کہ شکر گزاری مین ضرور ہی کہ سب نعمتون کو خداے تعالی کی طرف سے جانے
اور اگر اسمین کچھ شک کریگا تو نہ نعمت کا عارف ہوگا نہ منعم کا اسی لیے انسان کو چاہیے کہ
صرف منعم ظاہری ہی پر نہ بھولے اُسکے سوا کا بھی دھیان رکھے ورنہ نقصان علم سے نقصان
حال فرح ہوگا اور فرح کی حالت کے ناقص ہونے سے عمل ناقص رہیگا۔ امر دوم وہ حال ہی جو
اصل معرفت نعمت سے حاصل ہوتا ہی یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت خضوع اور تواضع کی اُسکے
ساتھ اختیار کرنی اور یہ بھی جداگانہ شکر ہی جیسا کہ معرفت اکیلی شکر تھی مگر یہ حالت شکر
اُسوقت مین ہوتی ہی کہ حاوی اپنی شروط کی ہو اور شرط اُسکی یہ ہی کہ خوشی صرف

منعم سے ہونہ نعمت سے ہونہ انعام سے اور شاید یہ بات کسی کی سمجھ مین نہ آوے اس لیے اُسکے لیے
ہم ایک مثال لکھتے ہین کہ مثلاً کوئی بادشاہ سفر کو نکلا چاہتا ہی اُسنے کسی شخص کو گھوڑا انعام مین دیا
تو وہ شخص اُس گھوڑے کے ملنے سے تین وجہ سے خوش ہوسکتا ہی صورت اول تو یہ ہی کہ صرف
گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مال فائدہ مند ہی اور سواری کے قابل اور اپنی غرض کے
موافق اور نفیس اور اصیل ہی پس اس منعم کی خوشی تو وہ شخص کریگا جسکو بادشاہ سے
کچھ غرض نہو صرف گھوڑے ہی سے غرض ہو حتّی کہ اگر گھوڑا اُسکو جنگل مین ملجاتا تب بھی اتنا ہی
خوش ہوتا جتنا اب ہوا دوسری صورت یہ ہی کہ خوشی اسوجہ سے نہو کہ گھوڑا پایا بلکہ اسوجہ سے
ہو کہ بادشاہ کا عنایت فرمانا اس بات کی دلیل ہی کہ بادشاہ کو اُس شخص پر نظر عنایت و شفقت ہی
اور دل مین منزل شاہی مین اُسکی جگہ ہی یہان تک کہ اگر یہ گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور
اُسکو دیتا یا جنگل مین پھرتا ملجاتا تو ہرگز خوش نہوتا کیونکہ اُسکا مطلب صرف گھوڑا تو نہ تھا بلکہ
بادشاہ کے دل مین جگہ کا ہونا مقصود تھا وہ حاصل نہین ہوا اور گھوڑے کی اُسکو چندان ضرورت
نہ تھی یا مطلب اصلی کے سامنے اُسکا ملنا ایک امر حقیر سمجھتا ہی تیسری صورت یہ ہی کہ خوشی اسوجہ سے
ہو کہ اسپر سوار ہوکر محنت سفر کو برداشت کرونگا اور بادشاہ کی خدمت کرونگا تاکہ رتبۂ تقرب
حاصل ہو اور کیا عجب ہی کہ درجۂ وزارت پر ترقی ہو جاوے یعنی وہ صرف اسی بات پر قناعت
نہ کرے کہ بادشاہ کے دل مین میری اتنی جگہ ہی کہ گھوڑا عنایت فرمایا اسی قدر توجہ شاہی کافی ہی
بلکہ یہ چاہتا ہی کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مال کسی کو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعہ سے کرے پھر
وزارت کا جو خواہان ہی تو وزارت بھی مقصود بالذات نہین بلکہ اُسمین بھی اُسکا مقصود یہ ہی
کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب منزلت میسر ہونگے یہان تک کہ اگر اُس سے کہدیا جاوے کہ
خواہ وزیر ہو کر پاس نہ رہو خواہ پاس رہو اور وزارت کے مستدعی نہو تو وہ دوسری ہی شق کو
اختیار کریگا یہ تین درجے ہوئے انمین سے اول مین تو معنی شکر پائے ہی نہین جاتے اسواسطے
کہ اُس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے ہی پر ہی اور اُسکی خوشی بھی گھوڑے ہی تک ہی
دینے والے سے نہین اور یہ حال ایسے لوگون کا ہی جو نعمت پر اسوجہ سے خوش ہوتے ہین
کہ وہ لذیذ اور غرض کے موافق ہی ایسے لوگ شکر سے بمراحل دور ہین اور درجۂ دوم اگرچہ
معنی شکر مین داخل ہی اور اُسکی خوشی منعم کے ساتھ پائی جاتی ہی مگر منعم کی ذات کے
اعتبار سے یہ خوشی نہین بلکہ اس حیثیت سے ہی کہ عنایت سلطانی کا یقین ہوا جو آگے کو

انعام کا باعث ہوگی اور یہ حال ان صلحا کا ہے جو اللہ تعالیٰ کا شکر و عبادت بجالاتے ہین
اسوجہ سے کہ اوسکے عقاب سے خائف اور ثواب کے متوقع ہین جب ان دونون درجون مین شکر
ناقص ہا تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنی تیسرے درجے مین پائے جاتے ہین یعنی بندے کی خوشی
نعمت الٰہی پر اس نظر سے ہو کہ اوس نعمت کے باعث خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور اوسکے
جوار رحمت مین فروکش ہوکر مدام دیدار سے مشرف رہ سکتا ہے یہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور اوسکی
پہچان یہ ہے کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش نہو سوا ایسی اشیا کے جو آخرت کی کھیتی اور اوسکی
معین ہون اور جو چیز خدا کی یاد سے بھلادے اور اوسکی راہ سے روکے ایسی چیزون سے رنج کرے
اسواسطے کہ اوسکی غرض نعمت سے کچھ یہ نہین کہ نعمت مذکور لذیذ ہے خواہ عمدہ و نفیس جیسے
تیسرے درجے والے کو گھوڑے سے غرض تھی بلکہ اوسکی خوشی اسیوجہ سے تھی کہ اوسپر سوار ہوکر بادشاہ
کے ساتھ رہنا اور ہمیشہ مشاہدہ و قرب سے بہرہ ور ہونا ہوگا یہی حال یہان بھی سمجھنا چاہیے
چنانچہ حضرت شبلی رح فرماتے ہین کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہے نہ دیدار نعمت اور حضرت ابراہیم
خواص رح فرماتے ہین کہ عوام ادای شکر کھانے پینے پوشاک وغیرہ پر کرتے ہین اور خواص لوگ
احوال پر اور یہ رتبہ ایسے شخص کو نہین معلوم ہو سکتا جو لذات کو منحصر شکم اور شرمگاہ اور اشیای
محسوسہ رنگ اور آواز وغیرہ مین جانتا ہے اور دل کے مزے سے خالی ہے اسلیے کہ دل تندرستی
کیوقت سوائے ذکر خدا اور اوسکے دیدار و معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہین پاتا اور
غیر چیز سے جبھی اوسکو مزہ ملتا ہے جب بیمار ہوا اور بری عادتون کا روگ رکھتا ہو جیسے بعضے
لوگون کو مٹی کھانے سے مزہ ملتا ہے بعض بیمار شیرین چیز سے منہ بناتے ہین اور تلخ کو شیرین
جانتے ہین اسیطرح دل کے مریض کو اچھی بات سے مزہ نہین ملتا۔ غرضکہ شکر نعمت خداوندی
ایسا چاہیے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسیکو یہ رتبہ میسر نہو تو پھر بمصداق گندم اگر بہم نرسد
جو غنیمت ست دوسرے درجے کو اختیار کرے اور پہلا تو کسی گنتی ہی مین نہین دوسرے
اور تیسرے ہی درجے مین بہت فرق ہے درجۂ دوم والے کا مطلوب بادشاہ ہے باین لحاظ
کہ گھوڑا دے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا ملنا ہے تاکہ خدمت سلطان کرے
دونون مقصودون مین فرق زمین و آسمان ہے اسیطرح جو شخص اللہ کا طالب اسلیے ہے کہ
اوسپر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتون کا طالب اس لحاظ سے ہے کہ اونکے ذریعہ سے
مدارج قرب الٰہی حاصل ہون ان دونون مین بہت فرق ہے۔ تیسرا امر یہ ہے کہ جو خوشی

معرفت منعم سے حاصل ہوتی ہے اوسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب او زبان اور اعضا کے
سے متعلق ہے دل سے تو یہ چاہیے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کے حق مین نیت خیر
اور سلوک کرنے کا ارادہ خفیہ رکھے اور زبان سے اظہار شکر خدا ایسے الفاظ حمد سے جو شکر پر
دال ہون چاہیے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ اونکو نعمت الٰہی جانکر اوسکی طاعت مین
لگاوے اور اونسے اوسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھون سے اداے شکر یہ ہے کہ
اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اوسکو چھپاوے اور کانون کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کسی بھائی کا
سُنے اوسکو افشا نہ کرے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ منہ سے نکلین جنسے اظہار
خدا سے راضی ہونے کا پایا جاوے اسطرح کرنے سے ان خدا کی نعمتون کا شکر ادا ہوتا ہے
اور اسیکا حکم بھی ہے چنانچہ حدیث شریف مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اوسنے جواب مین عرض کیا کہ خیریت سے ہون پھر آپ نے
ویسے ہی پوچھا اور اوس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپنے پوچھا تو اوسنے
عرض کیا کہ مع الخیر خدا کی حمد کرتا ہون اور اوسکا شکر گزار ہون آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی
منظور تھا کہ تم یہ کہو۔ اور اکابر سلف آپسمین جو مزاج پرسی کرتے تھے اونکا مدعا بھی یہی تھا
کہ کسیطرح زبان سے شکر الٰہی نکلے اسمین دو فائدے تھے اول تو شاکر کا مطیع ہونا دوسرے
جسنے باعث ہو کر شکر کہلایا اوسکا مطیع ہونا اونکی غرض یہ تھی کہ ظاہر کے اظہار شوق سے
ریا کرین اور جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہین یا شکر کریگا یا شکایت
یا سکوت اول صورت مین مطیع ہوگا اور دوسری صورت اہل دین سے نہایت بری ہے
اسلیے کہ شکایت شاہنشاہ کی کہ جسکے قبضۂ قدرت مین سب کچھ ہے اوسکے کسی بندہ سے
جسکو کچھ بھی قابو نہین نہایت قبیح ہے۔ بندے کے حال کے شایان یہی ہے کہ اگر مصیبت
اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کر سکے اور کمزوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے
تو خدا ہی تعالی ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا بھیجنے والا اور اوسکے ٹالنے پر قدرت
رکھنے والا وہی ہے بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل بنے تو اوسکی عزت ہے اور
دوسرے سے اوسکی شکایت کرنے مین ذلت خصوصاً ایسی صورت مین کہ جب دوسرا بھی
اوسی جیسا ہو اور کچھ نہ کر سکتا ہو اوس سے شکایت مالک کی نہایت بیجا ہے اسلیے
ضرور ہوا کہ ہر حال مین اوسی کیطرف رجوع کرے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ۔ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا کہنا بھی شکر گزاری مین داخل ہے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین حاضر ہوے اونمین سے ایک جوان آدمی کچھ عرض کرنے کو اوٹھا آپ نے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اور پھر اوس سے چھوٹا اسیطرح بترتیب گفتگو کرنی چاہیے اوسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اگر ہر ایک بات عمر ہی پر منحصر ہوتی تو مسلمانون کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپسے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اوسنے عرض کیا کہ ہم کچھ آپسے مانگنے نہین آئے نہ خوف کے باعث آئے ہین اسلیے کہ آپکی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہونچ گئی تو مانگنے کی کیا حاجت اور آپ کی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا ضرورت ہم جو آئے ہین تو صرف آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہین زبان سے اداے شکر کرکے چلے جاوینگے غرضکہ یہ تینون امور مذکورہ بالا شکر کے معنی کے اصول ہین کہ انسے سب حقیقت شکر کی محدود ہوجاتی ہے اب بعض لوگون نے جو شکر کی یہ تعریف کی ہے کہ شکر اسکا نام ہے کہ منعم کی نعمت کا خضوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف مین قول ربانی اور بعض احوال قلب کا لحاظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کرکے اوسکی ثنا کرے اسمین صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ بساط شہود پر معتکف ہوا ور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتون کو شکر کے شامل ہے اسمین سے صرف عمل زبان کا نکل جاتا ہے اور حمدون بار چہ شو کا قول اس باب مین یہ ہے کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہین کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کرنے مین طفیلی جانے اسمین صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معانی شکر مین معرفت بھی داخل ہے اور حضرت جنید رح نے تعریف شکر کی ارشاد فرمائی ہے کہ شاکر اپنے آپ کو نعمت کا قابل نہ تصور کرے اسمین صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہے ان سب لوگون کے اقوال سے اونکے احوال معلوم ہوتے ہین اور چونکہ حالات ہر ایک کے مختلف تھے اسیواسطے اقوال بھی مختلف ہین بلکہ ایک شخص کا قول دو حالتون مین دو طرح کا ہوگا اسلیے کہ ان لوگون کا دستور ہے کہ جو حالت اونپر غالب ہوتی ہے یا جو اونکے بموجب ارشاد کیا کرتے ہین تاکہ اپنی کارآمد بات مین مصروف رہین اور نکمی بات مین مشغول ہون

ترجمہ: جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا مالک نہین تمھاری روزی کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہان روزی اور اوسکی بندگی کرو اور اوسکا حق مانو۔

ترجمہ: جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا بندے ہین تم سے ۱۲

خواہ ایسا کلام فرماتے ہین جو سائل کے حال کے لائق ہو توجسقدر کی حاجت اوسکو دیکھتے ہین اوسیقدر کہدیتے ہین غیر حاجت بیان نہین فرماتے اس وجہ سے ناظرین کو یہ وہم نہو کہ ہم یہ باتین اونیر طعن کی وجہ سے لکھتے ہین یا یہہ کہ شکر مین جو تحقیق ہمنے لکھی ہے اوسمین اونکو انکار تھا بلکہ اسکا انکار تو کوئی عاقل بھی نہ کریگا ہان غایت مافی الباب یہ ہے کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل زبان مین ان سب امور پر حاوی ہے یا نہین یا بعض معانی انمین سے مقصود بالذات ہین اور باقی اوسکے لوازم اور توابع مین سے ہین اور چونکہ تحقیق لغت کا کام طریق آخرت مین کچھہ نہین اسلیے ہمکو بیان لغت بھی کچھہ ضروری نہین معلوم ہوتا نہ ہمکو اوس سے کچھہ مطلب مقصود

تیسرا بیان اس امر کی توضیح مین کہ خداے تعالی کے باب مین شکر کے کیا معنی ہین شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ شکر ایسی جگہ متصور ہوسکتا ہے جہان منعم ہو اور اوسکو شکر سے کچھہ فائدہ ہو مثلاً بادشاہون کا شکر جو ہم کرتے ہین تو کئی طرح سے ہوسکتا ہے اور ہر ایک طرح مین اونکا کچھہ کچھہ مطلب ہے اول تعریف کرنے سے شکر ہوتا ہے تو اوسمین بادشاہون کا یہ فائدہ ہے کہ لوگون کے دلون مین اونکی جگہ زیادہ ہوجاتی ہے اور خلق مین اونکا کرم مشہور ہوتا ہے اس شہرت سے آوازہ اور جاہ بڑھجاتا ہے دوم بجا آوری خدمت سے شکر کرتے ہین تو اوسمین اونکی بعض غرضون کی اعانت ہوجاتی ہے سوم نوکرون کی صورت سے اونکے سامنے کھڑا ہونے سے جو شکر کرتے ہین تو اس امر سے اونکے جتھے کو کثرت ہوتی ہے اور جاہ بھی بڑھتا ہے غرضکہ شکر کے سبب کوئی نہ کوئی بات اسی قسم کی منعم کے لیے ہوتی ہے اور خداے تعالی کے باب مین اس امر کا ہونا دو وجہ سے محال ہے اول تو یہ کہ خدای تعالی سب غرضون اور مطلبون سے پاک ہے اوسکو حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جاہ وحشمت اور کثرت نوکر چاکر کی نہین اوسکے سامنے رکوع سجدہ کرتے رہین تو اس صورت مین ہمارا شکر کرنا خدا کیواسطے ایسی طرح کہ اوسکو کچھہ بہرہ اوسمین نہو ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ منعم کے شکر کرنے کے لیے ہم اپنے گھرون مین آکر سوئین یا رکوع اور سجدہ کرین کیونکہ یہ اشیا ایسی ہی ہین جنمین اوس بادشاہ کو کچھہ بہرہ نہین اسلیے کہ اوسکو کچھہ علم غیب نہین کہ ہمارا حال جانلے اور خداوند کریم کو بندے کے کسی فعل مین سے کچھہ بہرہ اور حظ نہین اسلیے شکر بھی اوسکے حق مین چاہیے کہ نہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افعال ہم اپنے اختیار سے کرتے ہین وہ اللہ تعالی کی نعمتون مین سے دوسری نعمت ہین کیونکہ ہمارے اعضا اور قدرت اور ارادہ و خواہش اور جتنے اسباب ہماری حرکت کے ہین اور خود حرکت سبکی سب اللہ تعالی کی

پیدا کیے ہوے اور اوسیکی نعمت ہین پس اوسکی نعمت کا شکر اوسیکی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہے
فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے ہمکو ایک گھوڑا دیا اور ہمنے ایک دوسری سواری اوسیکی لیکر سواری کی
یا خود بادشاہ نے دوسرا گھوڑا بھی ہمین دیا تو ظاہر ہے کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر نہوگا بلکہ ہمکو
اول و دوم دونون عطاون کے شکر کی حاجت رہیگی پھر اس نعمت ثانی کیواسطے اور شکر اگر ہوگا وہ بھی
نعمت ہی ہوگی اور اسیطرح سلسلہ وار کارخانہ رہیگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا ے تعالی کے
حق مین ان دونون وجھون مذکورہ سے شکر محال ہے **شعر** از دست و زبان کہ برآید ٭ کز عہدۂ شکرش بدر آید
اور ان دونون باتون مین ہمکو کچھہ شک نہین کیونکہ شرع سے ان دونون کا ثبوت پایا جاتا ہے
پس کوئی ایسی سبیل چاہیے جسمین یہ خرابی بھی لازم نہ آوے اور ادا ے شکر بھی ہو اس شبہے کے
جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت داؤد اور حضرت موسی علیہما السلام کو بھی یہی شبہہ ہوا تھا کہ
اونھون نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی ہم تیری نعمت کا شکر کس طرح ادا کرین کیونکہ جب
شکر کرینگے تو تیری نعمتون مین سے ایک نعمت ہی ت کرینگے یعنی ہمارا شکر کرنا تیری دوسری نعمت
ہوگی جسپر شکر واجب ہو خداے تعالی نے وحی بھیجی کہ جب تمنے یہ جان لیا تو گویا شکر ادا کر چکے
اور ایک روایت مین یہ ہے کہ جب ہمکو معلوم ہو گیا کہ نعمت میری ہی طرف سے ہے تو مین تم سے
شکر کی عوض اسی بات سے خوش ہون۔ اب اگر یہ کہو کہ سوال حضرات انبیا علیہم السلام کا تو ہم
سمجھہ گئے مگر مضمون وحی کے سمجھنے سے ہماری سمجھہ قاصر ہے یعنی یہ تو ہم سمجھہ گئے کہ خدا ے تعالی
کا شکر کرنا محال ہے اور یہ نہین سمجھے کہ اس محال ہونے کو جان لینا شکر کیسے ہوگا کیونکہ جان لینا بھی
ایک نعمت الہی ہے وہ شکر کیسے ہو جاویگی ورنہ اسکا حاصل یہ ہوگا کہ جو شکر نہ کرے وہ شاکر کہلاوے
یا جو کوئی بادشاہ وقت سے دوسری نعمت قبول کرلے وہ نعمت اول کا شکر ہوا کرے یہ بات
سمجھہ مین نہین آتی اگر اسمین کوئی راز ہے تو اوسکو کسی مثال سے سمجھانا چاہیے کہ یہ بڑی مہم چیز ہے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس بھید کے بیان کرنے سے معارف مین بات جا پڑتی ہے اور علوم معاملہ سے
وہ بڑھکر ہین اونکا بیان ان علوم کے مناسب نہین تاہم اشارات کے طور پر ہم کچھہ مختصر بیان
کیے دیتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اس باب مین دو اعتبار ہین ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدت
وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر اور مشکور اور محب اور محبوب ایک ہی چیز ہے
اور یہ نظر ایسے لوگون کی ہے جو جانتے ہین کہ سواے خداے تعالی کے اور کوئی موجود نہین
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ اونکے دل مین ٹھنی ہے اور اس بات کو ہر حال اور ہر زمانہ مین

ازلاً اور ابداً سچ جانتے ہین اور درحقیقت بھی یہی ہونا چاہیے اسلیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے
جسکو بذات خود قیام ہو اور اسطرح کا غیر کوئی موجود نہین بلکہ اوسکا پایا جانا محال ہے کیونکہ
موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور جسکو کہ بذات خود قیام ہی نہو وہ بذات خود
موجود بھی نہوگا اور اسواسطے کہ اوسکا قیام غیر سے ہے تو اوسکا وجود بھی اغیر سے ہوگا اس لئے
کہ اگر صرف اوسکی ذات پر لحاظ کرین اور غیر کا دھیان نکرین تو اوسکو وجود یقیناً نہوگا کیونکہ
موجود تو وہی ہے جسکو اپنی ذات سے قیام ہے اور قائم بالذات اوسکو کہتے ہین کہ اگر دوسرے
غیر کو معدوم فرض کیا جاوے تو اوسکے وجود مین کسیطرحکا خلل نہ آوے وہ بدستور قائم رہے پھر اگر
اسطرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اوسکو قیوم
کہتے ہین اور قیوم سوائے ذات یکتا کے اور کوئی نہین اور نہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سوائے
حی قیوم کے اور کوئی موجود حقیقۃً نہین اور وہ ذات واحد پاک کی ہے پس جب اس اعتبار سے
دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مصدر اور مرجع وہی ذات واحد ہے اسلیے وہی ثنا کرنے والا اور وہی
مشکور اور وہی محب ہے اور وہی محبوب یہی وجہ تھی کہ جب حبیب ابن حبیب نے اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا
نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ پڑھا تو فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ آپ ہی صبر دیا اور آپ ہی تعریف کی اس مین
یہ اشارہ ہے کہ جب اپنی دی ہوئی چیز پر تعریف اونکی کی تو گویا اپنی ذات پاک کی تعریف کی
اسلیے جسنے ثنا کی اور جسکی ثنا کی وہ ایک ہی ہوے — اسیطرح شیخ ابو سعید میہنی نے جب یہ
آیت سنی یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ تو فرمایا کہ بیشک اونکو چاہتا ہے اور چاہنے بھی دو وہ تو حق ہے
چاہتا ہی کیونکہ اپنے نفس ہی کو چاہتا ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہی محب اور وہی محبوب ہے۔
اور یہ مقام نہایت اونچا ہی جب تک اوسکی کوئی مثال عام فہم نہ کہی جاوے جب تک سمجھ مین
نہ آویگا اوسکو یون سمجھنا چاہیے کہ مصنف کو جب اپنی تصنیف محبوب ہے تو واقع مین اپنا نفس محبوب ہے
اور صانع جب اپنی صنعت سے محبت رکھتا ہی تو اپنے آپ سے محبت رکھتا ہی اور والد جب اپنے بیٹے سے
اس نظر سے محبت رکھتا ہی کہ یہ میرا لڑکا ہی تو واقع مین اپنی ذات سے محبت رکھتا ہی اب تم تامل کرو تو جو چیزین
سوا خدائے تعالیٰ کے موجود ہین وہ سب خدا ہی تعالیٰ کی تصنیف اور صنعت ہین اور کچھ نہین ہے اگر کسیکو خدائے تعالیٰ
محبوب جانے تو یہ محبت صرف اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اوسکو اپنی ہی ذات مقدس کی
محبت ہوئی تو ظاہر ہی کہ یہ محبت حق پر ہے — غرضکہ یہ حالات چشم توحید سے دیکھنے کی
صورت مین ہین اور صوفیہ کرام اس حال کو فنای نفس کہتے ہین یعنی سالک اپنے نفس اور غیر اللہ سے

ہے کہ سوا خدا ہی تعالی کے اور کچھ نہین دیکھتا - اور جس شخص کی فہم مین یہ بات نہین آتی
وہ اس حالت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا جس شخص کا سایہ چار ہاتھ لنبا ہوا و ر دن بھر مین
سیر دن روٹیان چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہے اور اوس باتین جہالت کی کہکر اون پر
ہنستے ہین اور اونکی تقریر کے معانی نہین سمجھتے - عارفون کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ جاہلون
کے لیے باعث خندہ ہین اور اوسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا
کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ وَاِذَا انْقَلَبُوْا
اِلٰٓی اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ
وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ پھر فرمایا کہ عارفون کا ہنسنا کل کو اونکے خندہ سے
بڑھ جاوےگا چنانچہ ارشاد ہے فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ
عَلَى الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ اسیطرح جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے تو اونکی
امت اونسے تمسخر کرتی تھی آپ نے جواب مین ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہمسے تمسخر کرتے ہو تو
ہم بھی اسکی عوض تمسے تمسخر کرینگے دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وجود کیطرف نظر مذکورہ بالا سے
نہ دیکھا جاوے یعنی دیکھنے والے کو مقام فنای نفس حاصل ہوا ہو پس جو لوگ اس رتبے پر نہین
پہونچے اونکی دو قسمین ہین - ایک قسم تو وہ ہے کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہین
مانتے اور اس بات کو برا جانتے ہین کہ اونکا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل اندھے اور دونون
آنکھون سے اندھے ہین اور اوسکے اس جہت سے ہین کہ جو چیز کہ تحقیقا ثابت تھی
یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہے اور ہر ایک شخص کے اعمال کا قائم رکھنے والا ہے اور
جتنی چیزین موجود ہین وہ سب اوسیکی باعث موجود ہین اوسکو نہ مانا اور ان نامعقولون نے اوسی
اقتصار نکیا بلکہ اوسکے مقابل مین اپنے نفسون کو قائم بالذات ٹھہرایا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا
کہ ہمکو کچھ قیام نہین نہ وجود اونکا وجود اسیلیے ہے کہ دوسرے نے اونکو ایجاد فرمایا ہے اپنے
آپسے موجود نہین ہوے اور ظاہر ہے کہ موجود اور ایجاد کی ہوئی چیز مین بہت فرق ہے
اور موجود وہی چیزین ہین یا موجود یکتا یا ایجاد کی اشیا جنمین سے موجود حق ہے اور ایجاد
کی ہوئی چیزین بذات خود باطل اور موجود حقیقی قائم اور قیوم ہے اور ایجاد کی چیز ہالک
اور فانی یہان تک کہ جب کوئی بھی نرہیگا تب ذات پاک ہی رہے گی دوسری قسم کے
لوگ اندھے تو نہین مگر کانے ہین یعنی ایک آنکھ سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہین اور اوسکے

منکر نہین مگر دوسری آنکھہ اگر بالکل چوپٹ ہوئی تو یہ نہین سوجھتا کہ سواے موجود برحق کے اور سب فانی ہین اسیلیے اللہ تعالی کے ساتھہ دوسرے کو بھی موجود ثابت رکھتے ہین یہ لوگ مشرک ہین جیسے کہ اول منکر تھے اور اگر دوسری آنکھہ مین کچھہ بینائی ہوئی اور چُندھے ہوے تو اس بینائی کے باعث دونون موجودون مین فرق ثابت کرتے ہین ایکو رب اور ایک کو بندہ کہتے ہین اور اسیقدر تفاوت ثابت کرنے اور دوسرے موجود کو ناقص سمجھنے سے حد توحید مین داخل ہوجاتے ہین گو پورے موحد نہین ہوتے پھر اگر آنکھہ مین سرمہ لگایا جاوے اور چندھا پن کم ہو تو جتنا نور آنکھہ کا بڑھتا جاویگا اوتنا ہی وجود ماسوا اللہ کا کم ہوتا جاویگا اور سلوک رلہ معرفت مین یہی حال اگر رہا تو کم ہوتے ہوتے دوسرا وجود محو ہوجاویگا اور خدا کے سوا کچھہ نسوجھے گا اوسوقت پوری توحید کا رتبہ حاصل ہوگا اور جہان ہے کہ دوسرے وجود کو ناقص سمجھا تھا وہ ابتداے توحید تھی اور ان دونون مرتبون کے درمیان ہین درجات بے انتہا ہین اور اسی سے درجات موحدین کے مختلف ہوتے ہین اور جس سرمے سے کہ نور بصر زیادہ ہوتا ہے وہ خدا کی کتابین ہین جو اپنے رسولون پر نازل کی ہین اور پیغمبر سرمہ لگانے والے ہین کہ سب کو توحید محض کیطرف بلاتے ہین جسکا مضمون لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مین موجود ہے یعنی اس کلمہ طیب کے معنی یہ ہین کہ سواے خداے تعالی واحد برحق کے اور کچھہ نہ دیکھے اور جو لوگ کمال توحید پر پہونچے ہون وہ بھی کم ہین اور منکر اور مشرک بھی کم اور یہ دونون توحید کیطرف متقابل کے پرلے سرے پر ہین کیونکہ بت پرستون کا قول تو یہ ہے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى پس اوائل توحید مین کچھہ ضعیف طور پر داخل ہین اور وہ دونون فرقے کیطرح داخل توحید نہین ہوسکتے اور متوسط درجے کے لوگ بہت ہین جو نہ موحد کامل ہین نہ مشرک و منکر پھر اونمین بعض ایسے ہین کہ کسی حال مین اونکی بصیرت کھلجاتی ہے تو بجلی کیطرح حقائق توحید اونپر ظاہر ہوتے ہین مگر اونکو قیام نہین ہوتا اور بعضے ایسے ہین کہ اونپر یہ حقائق ظاہر ہوکر کچھہ ٹھہرتی ہین الا ہمیشہ نہین رہتین اور دوام اسکا بہت کم ہے عالی رتبہ کیطرف ہوتی ہین سب کو حرکات + لیک کمتر ہین جنھین ہووے دوام اور ثبات اور جب خداوند کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب کے لیے حکم فرمایا کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ تو آپنے سجدے مین یہ دعا پڑھی اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اول جملہ

اس مقام میں أعوذ بعفوك من عقابك آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خدا تعالیٰ کے فعل کو
مشاہدہ فرما کر عرض کیا گویا کہ اسوقت بجز خدا تعالیٰ اور اوسکے افعال کے اور کچھ ملاحظہ نہین
فرمایا تھا اسلیے اوسکے فعل کی مدد سے اوسکے فعل سے پناہ مانگی پھر اس فعل سے ترقی کی اور
مشاہدہ افعال سے فنا ہو کر اون افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا یعنی صفات کو تو یہ عرض کیا
کہ أعوذ برضاك من سخطك رضا اور سخط دونوں صفات ہین پھر اسمین بھی نقصان توحید
ملاحظہ فرمایا تو اور نزدیک ہو اور مشاہدہ صفات سے مشاہدہ ذات پر ترقی فرما کر فرمایا أعوذ بك
منك اسمین ذات الٰہی کیطرف گریز ہے کسی فعل و صفت کا لحاظ نہین مگر چونکہ اسمین بھی
اتنی بات تھی کہ اپنے نفس کو گریز کرنے والا اور پناہ چاہنے والا اور ثنا کو دیکھا تو اسکو بھی
خلل انداز توحید سمجھکر اور نزدیک ہو اور عرض کیا لا أحصي ثناء عليك أنت كما
أثنيت على نفسك پس لا أحصي سے تو یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فنا ہو کر اوسکے
مشاہدے سے متجاوز ہو گئے اور أنت كما أثنيت على نفسك سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ثنا کرنے والا اور جسکی ثنا کیجاوے وہ ذات واحد ہے مادح و ممدوح ایک ہی ہین اور سب
اوسی سے نکلے اور اوسیکی طرف رجوع رکھتے ہین اور سوا اوسکی ذات کے اور سب فانی ہین غرضکہ
جو مقام کہ موحدین کے لیے انجام کو حاصل ہوتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی مین
حاصل ہوا یعنی اول ہی اول بجز اللہ تعالیٰ اور اوسکے افعال کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اور آپ کا دستور تھا
کہ جب ایک رتبے سے دوسرے پر ترقی فرماتے تھے تو رتبہ اول کو بہ نسبت دوسرے کے بُعد اور دوری
خدا تعالیٰ سے سمجھتے تھے اسی لحاظ سے پہلے رتبے سے استغفار فرماتے اور اوسکو اپنے سلوک اور
مقام مین نقصان تصور فرماتے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث مین إنه ليغان على قلبي حتى
أستغفر الله في اليوم والليلة سبعين مرة اور ستر دفعہ کی تخصیص اسلیے ہے
کہ ہر روز آپ ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور اونمین جو پہلا
مقام تھا وہ اگرچہ خلق کی طاقت کے باہر تھا مگر چونکہ پچھلے مدارج کی نسبت اوسمین نقصان تھا
اسلیے آپ استغفار کیا کرتے تھے اور جب حضرت عائشہ رض نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ
خدا تعالیٰ نے کیا آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہین فرمائے جو آپ سجدے مین آنسو بہاتے ہین
اور اتنی سخت محنت فرماتے ہین تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندہ شاکر نہون اسکے یہ معنی ہین
کہ کیا مین طالب زیادہ مقامات کا نہون کیونکہ شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ

۱؎ بیشک میرے دل پر میل سا ہو جاتا ہے یہانتک کہ مین دن اور رات مین ستر مرتبہ خدا تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کرتا ہون ۱۲ مسلم بروایت اغر مزنی اور ابو داؤد [illegible] فی الیوم مائۃ مرۃ ہے ۱۲

۲؎ یہ حدیث بعینہ [illegible] عطا کا ہے جو حصہ [illegible] مین پیشتر گذری ۱۲

فرماتا ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اب چونکہ ہم دریاے ناپیدا کنار مکاشفہ مین جا پہنچے اسیلیے وہان سے باگ موڑ کر جو بات علوم معاملہ کے شایان ہے اوسکی طرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انبیا علیہم السلام اس غرض سے بھیجے گئے ہین کہ خلق کو توحید کامل کیطرف جسکا بیان اوپر گذرا بلاوین مگر لوگون کے اوس تک پہونچنے مین بہت سی مسافت اور سخت گھاٹیان ہین اور شریعت تمام و کمال طریق اوس مسافت کے چلنے اور اون گھاٹیون کے طے کرنے کا بتلاتی ہے تو یہ نظر اور ہی مشاہدہ او رمقام کی ہے اس مشاہدے کے اعتبار سے البتہ شکر او رشاکر او رمشکور جدا جدا معلوم ہوتے ہین۔ اور یہ بات بدون مثال سمجھ مین آوے گی اسیلیے اسکی مثال سے سمجھنا اسطرح ممکن ہے کہ فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے اپنے کسی غلام کے پاس جو اوس سے دور تھا سواری اور لباس اور نقد زاد راہ کیواسطے بھیجا کہ قطع مسافت کرکے درگاہ سلطانی سے قریب ہو جاوے اور اس قرب کی دو صورتین ہین یا تو بادشاہ کو یہ منظور ہے کہ اگر دربار مین آجاویگا تو کچھ کام کریگا اور بعض خدمات سے بے فکری ہو جاویگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ قرب سے بادشاہ کو کچھ فائدہ نہین نہ اوس غلام کی ضرورت دربار مین ہے نہ اوسکے آنے سے سلطنت بڑھے کیونکہ اوس سے کوئی ایسی خدمت نہین ہو سکتی جس سے بادشاہ کو بیفکری ہو جاوے اور نہ اوسکے غائب رہنے سے سلطنت ناقص ہو پس اوسکو سواری اور زاد راہ جو عنایت ہوا تو صرف یہی منظور ہے کہ وہ قریب ہو کر سعادت حضوری سے مشرف ہو اور خود اوسکا فائدہ ہو یہ غرض نہین کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو تو بندونکو خداے تعالی کی نسبت صورت دوم کے رتبے مین تصور کر لینا چاہیے اول صورت تو خداے تعالی پر محال ہے اسیلیے کہ خداے تعالی کو کسیکی طرف کچھ حاجت نہین اور دوسری صورت محال نہین۔ پھر یہ جاننا چاہیے کہ پہلی صورت مین بندہ صرف سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے آنے سے شاکر نہوگا جب تک کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اوس سے لینی منظور ہے بجا نہ لاوے اور دوسری صورت مین تو بادشاہ کو خدمت کی مطلق پرواہی نہین مگر پھر بھی شاکر اور کافر ہو سکتا ہے شکر تو اسطرح ہوگا کہ وہ چیز بادشاہ نے دی ہے اوسکو ایسے مصارف مین لگاوے جو اوسکو محبوب ہون نہ اپنی من مانتی چیزون مین اور کفر اسطرح ہے کہ جو مالک کو منظور تھا اوسمین استعمال اوسکے انعام کا نہ کیا یعنی یا تو اوسکی عطا کو بیکار محض رہنے دیا یا ایسے مصارف مین لگایا جنسے اوسکا بعد زیادہ ہو جاوے پس اگر بادشاہی خلعت پہنا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور زاد راہ کو راہ ہی مین خرچ کیا تو آقا کا

شاکر رہیگا کیونکہ اوسکی نعمت کو اوسی چیز مین صرف کیا یعنی جسطرح پر کہ غلام کا نفع اوسکو
محبوب تہا اوسیطرح اوس شی کا استعمال کیا اور اگر غلام نے گہوڑے پر سوار ہوکر بادشاہ
کی سمت سے پشت پہیر کر چلدیا اور زیادہ دور ہوتا جاوے تو کافر ہوگا اسلیے کہ اسنے اوسکے
انعام کو ایسے امر مین خرچ کیا جسکو آقا اوسکے حق مین برے معلوم ہوتے تہے نہ اپنے حق مین
اور اگر بیٹہہ رہا اور سوار ہوا نہ طلب قرب کی نہ تلاش بعد تب بہی کافر نعمت ہوگا کہ آقا کے
انعام کو معطل و بیکار رکہا گو بعید ہونیوالے کی نسبت یہ کافر کم ہے اسیطرح خداوند کریم نے
خلق کو پیدا کیا اور وہ ابتداء پیدایش مین شہوات کے استعمال کیطرف محتاج ہین تاکہ اونکے بدن
پورے ہوجاوین اور شہوات کے سبب دربار اعلی سے بعید ہوجاتے ہین اور اونکی سعادت
اسمین ہے کہ اوس سے قریب ہوین پس اونکے لیے ایسی نعمتین بہی مہیا فرمائین کہ درجہ قرب کے
ملنے کے لیے اونکے استعمال پر قادر ہین اور اسی بعد و قرب کو خداے تعالی نے اسطرح ارشاد
فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالی کی
نعمتین ایسے آلات ہین جنسے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کرکے درجہ سعادت قرب الہی
حاصل کرے اور اس سے نفع بندے ہی کو ہے خداے تعالی کو کچہہ نفع نہین چاہیے بندہ قریب ہو
چاہے بعید ہیچ ہے ع من نکردم امر تا سودے کنم ✤ بلکہ تا بربندگان جودے کنم
اب بندے کو اختیار ہے اگر اوسکی نعمتون کا استعمال طاعت مین کریگا تو شاکر ہوگا کہ مولی کی
مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اوسکی نافرمانی مین استعمال کریگا تو کافر ہوگا کہ جو بات اوسکو
اسکے لیے منظور نہ تہی اور اسکے حق مین اوسکے نزدیک بری تہی وہ اسنے اختیار کی وَلَا یَرْضٰی
لِعِبَادِهِ الْکُفْرَ خود فرماتا ہے اور اگر اون نعمتون کو بیکار رکہے نہ اطاعت مین لگاوے نہ معصیت مین
تو یہ بہی کفران نعمت ہے کہ نعمت کو تلف کرتا ہے - اور جو چیز دنیا مین مخلوق ہوئی ہے وہ
اسلیے ہے کہ بندہ اوسکے سبب سعادت اخروی تک پہونچے اور قرب الہی حاصل کرے اس سے
معلوم ہوا کہ ہر ایک طاعت کرنے والا اپنی طاعت کے موجب شکر اون نعمتون الہی کا کرتا ہے
جنکو طاعت مین استعمال کیا ہے اور جو کسلمند ہے کہ سرے سے استعمال ہی نہین کرتا یا فرمان
کہ اونکو طریق بعد مین صرف کرتا ہے وہ ناشکر ہے اور اوسکی مرضی کے موافق کام نہ کرنے مین
زیادتی کرتا ہے غرضکہ طاعت اور معصیت گو دونون کو مشیت ایزدی شامل ہے مگر اچہا معلوم ہونا

اور یہ امعلوم ہونا مشیت سے کے علاوہ ہے یعنی خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہے لیکن یہ بات اور اس دقیقہ کے بیان کی آڑ مین تقدیر کا راز ہے جسکے افشا کا حکم نہین اس تقریر سے اعتراض اول جاتا رہا یعنی یہ کہ اگر مشکور کو بہرہ شکر سے نہین تو شکر کیسے ہوگا اوسکا جواب یہ ہوا کہ نعمت الٰہی کو اوسکی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی شکر ہے اور دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہو گیا اس لیے کہ شکر سے تو ہماری مراد وہی ہے کہ نعمت الٰہی کو جس طرح اوسکو محبوب ہو اوس طرح صرف کرے پس جب نعمت الٰہی اوسی کے فعل سے ایسی جگہہ صرف ہوئی ہو اوسکو محبوب تھی تو مراد حاصل ہے اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے مگر چونکہ محل اوس فعل کا انسان ہے اسیواسطے انسان کی ثنا کیجاتی ہے اور ثنا کا ہونا یہ دوسری نعمت خدا کی ہے انسان پر کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اوسکے دو کامون مین سے ایک کام اس بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت مین صرف کیا جائے تو ہر حال مین اوسکو شکر چاہیے اور انسان کو جو ثنا کرتے ہین تو اسی غرض سے کہتے ہین کہ وہ محل شکر ہے نہ اسوجہ سے کہ وہ موجد شکر ہے مثلاً کہا کرتے ہین کہ انسان عارف یا عالم ہے اوسکے یہ معنی نہین ہوتے کہ وہ عرفان و علم کا موجد ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ عرفان اور علم کا محل ہے حالانکہ انکا وجود آدمی مین قدرت ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہین کر سکتا پھر اوسکو ثنا کرنے سے یہی مطلب ہے کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھہ شے اسلیے ہے کہ خالق اشیا نے شے بنا دیا اور اگر خود اپنے جیمین گمان کرے کہ مین اپنی ذات کے باعث سے چیز ہوا ہون تو محض ناچیز ہے لیکن اگر اوس ذات کے اعتبار سے دیکھین جسنے کہ اشیا کو شے ہونا عنایت فرمایا ہے تب تو انسان شے ہے اسلیے کہ اوسی نے شے بنایا ہے اور اوسکے بنانے کا لحاظ اوٹھا دیا جائے تو واقع مین لاشے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ رضی نے پوچھا کہ جب سب چیزون سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ ہے آپ نے فرمایا کہ اِعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ اس حدیث سے بھی اشارہ مطلب مذکورہ بالا کیطرف ہے پس ظاہر ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جاری ہونے کی جگہ اور اوسکے افعال کا محل ہے گو خلق خود بھی اوسکے افعال ہی مین سے ہے لیکن خدا تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا محل ہوتا ہے مثلاً حدیث شریف مین لفظ اِعْمَلُوا ہر چند زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا گو

افعال الٰہی مین سے وہ بھی ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہوجاوے کہ
عمل کرنا مفید ہے اب لوگونکا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے
یعنی علم ہی کے باعث ارادہ پختہ حرکت و طاعت کا پیدا ہوتا ہے پھر ارادہ و شوق بھی
فعل الٰہی ہے اور حرکت اعضا کا سبب ہے اور حرکت اعضا بھی خدا کی افعال مین ہے اسیطرح سب باتین اوسکے افعال
مین سے مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتی ہین یعنی فعل اول شرط ہوتا ہے دوسرے کی جیسے جسم کا
پیدا ہونا عرض کے لیے شرط ہے یعنی عرض بلا جسم کے نہین پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی
پیدایش کے لیے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارادے کی پیدایش کے لیے شرط ہے یہ سب افعال
خدای تعالی کے ہین اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہین انکو سبب ہونے سے یہ
مقصود نہین کہ وہ ایک دوسرے کے موجد ہین بلکہ یہ غرض ہے کہ غیر کے حاصل ہونے کے لیے
شرط ہین کہ اول یہ ہو چکے تو دوسرا امر ہو جیسے زندگی جب ہو جب اول جوہر ہو چکے اور علم کے
قبول کی استعداد جب ہو جب پہلے حیات ہووے اور ارادہ اوسوقت ہو جسوقت علم پیشتر آچکے
اسطرح اگر آدمی تحقیق کریگا تو جو رتبۂ توحید ہم اوپر لکھہ آئے اوس تک ترقی کر جائیگا۔ اب بیان
یہ اعتراض ہے کہ جب ہمارے اختیار مین کچھہ نہین سب کچھہ خدای تعالی ہی کو اختیار ہے تو
ہمکو یون کیون حکم ہوا ہے کہ عمل کرو ورنہ نافرمانی پر عتاب و عقاب ہوگا ہم پر عتاب کی وجہ کیا ہے
شعر ناحق ہم مجبورون پہ یہ تہمت ہے مختاری کی ✤ چاہتے ہین سو آپ کرین ہین ہمین عبث بدنام کیا
تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم الٰہی ہم مین ایک اعتقاد کے آنیکا سبب ہوتا ہے اور اعتقاد سبب ہے
ہیجان خوف کا اور جوش خوف باعث ہے ترک شہوات اور دنیا سے احتراز کا جس سے خدای تعالی
مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے یہی ترتیب اسباب مین خدای تعالی نے مقرر فرما دی ہے
پس جو شخص کہ ازل مین سعید لکھہ گیا ہے اوسکے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے میسر ہوتے ہین
یہان تک کہ سلسلہ وار اوسکو جنت مین پہونچا دیتے ہین اور اسی سے اشارہ ہے حدیث مذکورہ
بالا مین کہ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اور جسکے نام پر نیکی کا قلم ازل مین جاری نہین ہوا
وہ کلام خدا تعالی اور حدیث مصطفےٰ اور نصائح علماء سے دور بھاگتا ہے اور کان نہین دھرتا اور نہ سننے
کی جہت سے جانتا نہین اور نجاننے کے باعث خوف نہین کرتا اور جب خوف نہین کرتا تو میل دنیا
کیسے چھوڑیگا اور جب تک محبت دنیا نچھوڑیگا تب تک زمرۂ شیطانون مین رہیگا جنکا قرارگاہ
دوزخ ہے۔ اس تقریر گذشتہ کو اگر تامل سے دیکھو تو عجیب بات معلوم ہو کہ ایک قسم جنت مین

زنجیرون سے کھینچی جاتی ہو اور ایک گروہ دوزخ مین زنجیرون سے کھینچی جاتی ہو یعنی جس شخص کو جنت ملیگی وہ بھی اُسکے اسباب کی زنجیرون مین پابند ہو کہ علم اور نیکوئی اُسپر مسلط ہین اور جو دوزخی ہو وہ بھی زنجیرون مین پابند ہو کہ اُسپر غفلت اور خدا کے عذاب سے نڈر رہنا اور اُسی پر مغرور رہنا مسلط ہین غرضکہ متقی تو جنت مین بزور کھینچے جاتے ہین اور مجرم دوزخ مین زبردستی گھسیٹے جاتے ہین اور یہ زبردست سواے اُس ذات واحد قہار کے اور کوئی نہین نہ اُسکے سوا کسی کو کچھ قدرت مگر غافلون کی آنکھ پر پردہ ہو جس روز یہ پردہ اُنکی آنکھ سے دور ہوگا اُس روز اس کیفیت کو عیان کی طرح دیکھ لینگے اور اُسوقت سرادقات جلال سے آواز ہوگی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہرچند ملک و سلطنت ہر روز واحد قہار ہی کے لیے ہو کچھ تخصیص اُس روز کی نہین لیکن غافلون کو یہ آواز اُسی روز سنائی دیگی پس اُس روز کی تخصیص اسی بات سے ہو کہ کشف احوال تو ایسے وقت ہوگا کہ کچھ مفید نہو خداے تعالی جہالت اور غفلت سے بچاوے کہ اصل اسباب ہلاکت یہی ہین

چوتھا بیان اس بات کی تفسیر مین کہ خداے تعالی کی محبوب چیزین کونسی ہین اور اُسکو بری کونسی معلوم ہوتی ہین واضح ہو کہ فعل شکر اور ترک ناشکری بدون پہچاننے خداے تعالی کی محبوب چیزون کے پورا نہین ہوتا اسلیے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ نعماے الہی کو ایسی چیزون مین استعمال کرے جو اُسکو محبوب ہون اور کفر یعنی ناشکری کے معنی یہ ہین کہ اُن نعمتون کو یا تو بالکل استعمال ہی نکرے یا ایسی چیزون مین کرے جو اُسکو بری معلوم ہوتی ہون پھر خداے تعالی کی محبوب اور مکروہ چیزون کے دریافت کے لیے دو مدرک ہین ایک سننا جسکا مستند آیات و احادیث ہین اور دوسرے دل کی بصیرت یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اور یہ پچھلا امر دشوار ہو اور ہمین لحاظ نادر و کمتر پایا جاتا ہو اور یہی وجہ ہو کہ خداے تعالی نے رسولون کو بھیجا اور اُنکے باعث خلق پر طریق کو آسان کر دیا اور اُس طریق کی پہچان تمام احکام شرع کے متعلق بافعال عباد جاننے پر موقوف ہو پس جو شخص اپنے سب افعال مین احکام شرع سے مطلع نہوگا وہ ہرگز شکر کے عہدے سے بری الذمہ نہوگا۔ رہی دوسری بات یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اُسکے یہ معنی ہین کہ جو موجود خدا کی مخلوق ہو اُسمین حکمت معلوم کرے کیونکہ دنیا مین کوئی ایسی شی نہین جسمین کچھ حکمت نہو اور اُس حکمت سے کچھ مقصود نہو تو جو مقصود ہر شی سے ہو وہی خداے تعالی کو محبوب ہو۔ اب اس حکمت کی دو قسمین ہین ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ حکمت ظاہر جیسے یہ جاننا کہ آفتاب کی پیدائش مین یہ حکمت ہو کہ اُس سے دن اور رات پیدا ہوتے ہین

یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش ہی اور رات سے آرام وچین کا حاصل ہونا کیونکہ سوجھنے کے
وقت حرکت ہو سکتی ہی اور اندھیرے کے وقت سکون پیدا ہوتا ہی غرضکہ آفتاب کی حکمتون مین
سے ایک یہ ہی جو مذکور ہوئی اور اُسکے سوا اُسمین اور بہت سی حکمتین دقیق ہین اسی طرح
بادل اور مینھ کی حکمت کو معلوم کیا ہی کہ اُنسے زمین مین طرح طرح کا سبزہ اُگتا ہی جو حیوانون
اور انسانون کی غذا بنتا ہی اور ظاہری حکمتین جو خلق کی سمجھ مین آوین خداے تعالی
نے بھی ابر و مینھ کی قرآن مجید مین ارشاد فرمادی ہین وہ حکمتین جیسے کہ عقل کی فہم قاصر ہو
ارشاد نہین فرمائین چنانچہ ارشاد ہی فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ
صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا
وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ
اور ستارون یعنی ثوابت اور سیارون کی حکمت پوشیدہ ہی کہ اُسکو عام لوگ نہین جانتے
اور جسقدر کہ اُنکی سمجھ مین آتا ہی وہ یہ ہی کہ اُنسے آسمان کی زینت ہی تاکہ آنکھ اُنکو دیکھکر لذت
یاب ہو اور اسی کی طرف خداے تعالی نے بھی اشارہ فرمایا ہی اس آیت مین إِنَّا زَيَّنَّا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ حاصل یہ کہ تمام اجزاء عالم کے خواہ آسمان ہو یا ستارے
یا ہوا یا سمندر یا پہاڑ یا کھان یا روئیدگی یا حیوانات یا اعضاء حیوانات سب کے ہر ایک ذرے
مین بہت سی حکمتین موجود ہین ایک سے لیکر ہزار اور دس ہزار تک حکمتین ہر ذرے مین پائی جاتی ہین
اعضاے حیوانات کی حکمتین بھی بعضی ایسی ہین کہ معروف ہین جیسے یہ معلوم ہی کہ آنکھ دیکھنے
کے لیے ہی پکڑنے کو نہین ہاتھ گرفت کو ہی چلنے کو نہین پانون رفتار کے واسطے ہی سونگھنے کو
نہین اور علی ہذا القیاس لیکن اعضاے باطنی مثلاً آنتین اور پتہ اور جگر اور گردہ اور رگین اور
پٹھے اور جھلیان وغیرہ اور جو باتین کہ ان اعضا مین ہین مثلاً بعضون مین خلو ہی اور بعضون مین
پیچ ہی بعضے ایک دوسرے مین جال کی طرح ہین بعضون کا رخ اور طرف کو ہی بعضے پتلے ہین
بعضے گاڑھے یا اور اسی طرح کے صفات تو اُنکی حکمتین سب لوگون کو معلوم نہین اور جو لوگ
جانتے ہین وہ بھی خدا کے علم کی نسبت کرکے تھوڑا ہی جانتے ہین چنانچہ خود فرماتا ہی وَمَا
أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو
ایسی وجہ سے استعمال نہ کریگا جسکے لیے وہ مخلوق ہوئی ہی اور نہ اُس طرح پر جو اُس سے
مقصود ہی تو وہ اُس چیز مین نعمت الٰہی کی ناشکری کریگا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو

اپنے ہاتھ سے مارا تو اول شخص ہاتھ کی نعمت کا ناشکر ہوگا اسواسطے کہ ہاتھ اُسکو اسی لیے
دیے گئے ہین کہ مضر چیز کو اپنے پاس سے دفع کرے اور مفید چیز کو لیوے اسواسطے مخلوق نہین
ہوے کہ دوسرے کو اُنسے ہلاک کرے اور جو شخص اسی غیر محرم کی طرف دیکھیگا وہ آنکھ کی نعمت
مین ناشکر ہوگا اور نعمت آفتاب کا بھی ناشکر ہوگا کیونکہ سوجھنا انھین دونون چیزون سے
ہوتا ہی اور یہ دونون اسواسطے پیدا ہوئی ہین کہ اُس سے ایسی چیزین دیکھے جو دین و دنیا مین
اسکو مفید ہون اور جو چیزین مضر دین و دنیا کی ہون اُنسے بچے پس اس شخص نے اُن
دونون کو ایسی جگہہ استعمال کیا جو اُنسے مقصود نہ تھا اسوجہ سے کہ مقصود پیدایش خلق اور
دنیا اور اُسکے اسباب سے یہ ہی کہ تمام لوگ اُن اسباب کی استعانت سے خدا تک پہونچین
اور بدون محبت الٰہی اور اُنس خداوندی کے دنیا مین اور دنیا کے مواطے سے علٰحدہ رہنے کے
خدا تک پہونچ نہین سکتے اور انس بدون ذکر دائمی کے اور محبت بدون ایسی معرفت کے
جو دوام فکر سے حاصل ہوئی ہو حاصل نہین ہوتی اور ذکر اور فکر پر دوام بغیر بدن کی پایداری
کے ممکن نہین اور بدن بے غذا کے باقی نہین رہتا اور غذا زمین اور پانی اور ہوا کے سوا
تیار نہین ہوسکتی اور بدون پیدایش آسمانون اور زمین اور پیدایش تمام خلق کے اعضا ے
ظاہری اور باطنی کے تمام نہین ہوسکتی یہ سب چیزین بدن کے لیے ہین اور بدن نفس کی
سواری ہی اور خدا کی طرف رجوع کرنے والا وہی نفس ہی جسنے مدت تک عبادت اور
معرفت کرکے اطمینان حاصل کیا ہو اور اسی واسطے اللہ تعالٰی فرماتا ہی وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ غرضکہ جو شخص کسی کو ان اشیا مین سے سواے طاعت الٰہی کے
اور کسی چیز مین استعمال کریگا تو وہ خداے تعالٰی کی نعمت کا اُن لوازم و اسباب مین
ناشکر ہوگا جو ارتکاب معصیت کے لیے ضروری تھے - اب خفیہ حکمتون کی ہم ایک مثال
لکھے دیتے ہین جسمین بہت خفا نہین تاکہ آدمی اُس سے اور باتون پر قیاس کرکے طریق
شکر اور ناشکری نعمتون کا معلوم کرے پس ہم کہتے ہین کہ خداے تعالٰی کی نعمتون مین سے
ایک یہ ہی کہ روپیہ اور اشرفی کو پیدا کیا کہ اُنسے انتظام دنیا قائم ہی اور ہرچند وہ دونون
پتھر ہین کہ خود اُنسے کوئی نفع نہین ہوتا نہ کھانے مین آوین نہ پینے اور پہننے مین اگر خلق
کو انکی بدرجہ غایت احتیاج ہی اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو کھانے اور پینے اور
لباس اور دوسری حاجات مین بہت سی چیزون کی ضرورت رہتی ہی اور کبھی حاجت کی

چیز سے خود عاجز ہوتا ہی اور بدون حاجت کی چیز اپنے پاس رکھتا ہو مثلاً اسکے پاس
زعفران ہی اور اُسکو ضرورت سواری کے اونٹ کی ہی اور جسکے پاس اونٹ ہی شاید
اُسکو اُسکی ضرورت نہو اور زعفران کی حاجت نہو تو ان دونون مین مبادلہ بھی
ہونا چاہیے اور مقدار عوض بھی معین ہونی ضرور ہی کیونکہ یہ تو ہوگا نہین کہ اونٹ کا مالک
ہر ایک مقدار زعفران کے بدلے اونٹ حوالہ کردے اور اونٹ اور زعفران مین کچھ مناسبت
بھی نہین جس سے یہ کہ سکین کہ اونٹ کے برابر وزن مین یا صورت مین دینی چاہیے اسی طرح
جو شخص کپڑے کے عوض مین گھر لیا چاہیے یا گھوڑے کی عوض آٹا یا موزے کی
عوض غلام لیا چاہے تو ان چیزون مین کچھ تناسب نہین اسی لیے یہ نہین معلوم ہو سکتا
کہ مبادلہ کے اسباب مین مساوات کسطرح ہوگی اور معاملات بند رہینگے اس دقت کے
دور کرنے کے لیے حاجت متوسط چیز کی ہوگی جو ایسی اشیا غیر متناسب مین حکم مساوات
کرسکے کہ اگر اُسکی نسبت کر دونون چیزون کو دیکھا جاوے تو مساوی غیر مساوی معلوم ہو جاوے
نظر برین خداوند کریم نے روپیہ اشرفی کو پیدا فرمایا تاکہ یہ دونون سب مالون مین متوسط ہوسکین
اور ان سے مال کا اندازہ ہو سکے مثلاً کہ سکین کہ یہ اونٹ سو روپے کا ہی اور اتنی زعفران
سو روپے کی ہی اور دونون چونکہ مساوی ایک ہی چیز معادل رکھتی ہین اسلیے آپسمین مساوی
ہین اور روپیہ اشرفی سے اسلیے مساوات ممکن ہوئی کہ اُنسے خود سے کوئی غرض متعلق نہین
اور اگر یہ بھی کسی کام خورد و نوش وغیرہ مین آتے تو جس مطلب کے ہوتے اسی مطلب والے کے
حق مین اُنکو ترجیح ہوتی دوسرے کے حق مین نہوتی اور انتظام نہوتا۔ پس جبکہ اللہ تعالی نے
اُنکو اسواسطے پیدا کیا کہ یہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین جاوین اور اموال غیر متناسبہ کے
درمیان مساوات پیدا کرین اور یہ حکمت بھی انمین رکھی کہ ان سے تمام اشیا حاصل ہوسکین
کیونکہ یہ دونون محبوب ہین اور اُنکی ذات سے کوئی غرض نہین نکلتی اور اُنکی نسبت سب
مالون کی طرف ایک سی ہی تو ان دونون کا مالک ہونا گویا تمام چیزون کا مالک ہونا ہی ایسا
نہین جیسا کوئی کپڑے کا مالک ہو کیونکہ اُسکے پاس صرف کپڑا ہی ہی اگر مثلاً اسکو
حاجت کھانے کی ہو تو شاید کوئی کپڑے کی عوض نہ دے اسلیے کہ جس سے کھانا لیا چاہتا ہی
شاید اُسکو حاجت کپڑے کی نہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوئی
کہ ظاہر مین تو کچھ نہو اور باطن مین سب کچھ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہی کہ ظاہر مین

اوسکی صورت خاص نہین ہوتی تو اوسکی نسبت مختلف چیزون کیطرف یکسان ہوتی ہے مثلاً آئینہ مین
کوئی خاص رنگ نہین ہوتا مگر ہر ایک رنگ اوسمین آسکتا ہے اسیطرح نقد روپیہ اشرفی بھی بظاہر کسی
مطلب کی نہین مگر اونکے ذریعہ سے ہر ایک مطلب نکل سکتا ہے جیسے حروف کہ بذات خود اونسے
معنی مستقل نہین ہوتے مگر اوسکے وسیلے سے اور کلمات مین معنی ظاہر ہوتے ہین - غرض کہ
روپیہ اشرفی کا ذریعہ حصول اغراض ہونا دوسری حکمت ہے اور ان دونون مین اور بھی بہت سی
حکمتین ہین جنکا ذکر طول چاہتا ہے - اب جو کوئی روپیہ اشرفی مین وہ بات کرے جو اوسکے
لائق نہو بلکہ جس مطلب کے لیے یہ پیدا ہوے ہین اوسکے مخالف ہو تو خدا تعالی کی نعمت کا
ان دونون مین ناشکر ہوگا مثلاً جو کوئی انکو داب رکھے تو انکے ساتھ ناانصافی کریگا اور جس حکمت کے
لیے یہ پیدا ہوے ہین اوسکو بیکار کریگا اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسلمانون کے حاکم کو
قید کرے کہ قید کے مارے وہ حکم نہ کرسکے اسیطرح روپیہ اشرفی بھی مساوات اموال کے لیے
حاکم ہین جو انکو گاڑ رکھیگا وہ اونکا حکم تلف کریگا اور جو غرض مقصود ان سے تھی وہ حاصل نہوگی اور
روپیہ اشرفی کسی خاص فرد بشر زید و عمرو کے واسطے پیدا نہین ہوے کیونکہ خود اونکی ذات سے کسیکی
غرض کھانے پینے کی متعلق نہین وہ تو پتھر ہین اسلیے مخلوق ہوے ہین کہ ایک ہاتھ سے دوسرے مین
جاوین اور لوگون کے معاملات مین مساوات کے حاکم رہین یہ حکمتین صفحات موجودات پر قدرتی
خط سے منقوش رہتی ہین انمین حرف و آواز نہین نہ آنکھ سے سوجھین بلکہ چشم بصیرت چاہیے
جس سے یہ نوشتے معلوم پڑین ؎ برگ درختان سبز درنظر ہوشیار ٭ ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار
اور جو لوگ ان نقوش کے پڑھنے سے عاجز ہین تو اونکو حرف اور صوت کے ذریعے سے اپنے
رسول مقبول کی زبان سے وہ بات خدا تعالی نے سنا دی جو اونکی فہم مین نہ آئی تھی چنانچہ ارشاد
فرمایا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ[ت ۱] اور جو شخص چاندی سونے کے برتن بنواوے وہ بھی کافر نعمت ہوگا اور داب دینے والے کی نسبت کے
اسکا برا حال ہے اسلیے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حاکم شہر سے نوربافی یا جاروب کشی
یا کوئی اور ذات کا کام لیوے کہ اسکی نسبت قید ہی اوسکے حق مین مفید ہے اور چاندی سونے کے
برتن بنوانے اسلیے برے ہین کہ برتن صرف چیزون کی حفاظت کے لیے ہوتے ہین اور سیال
چیزون کے روکنے مین مستعمل ہین پس اس مطلب کے لیے مٹی اور لوہا اور جست و تانبا کام مین آسکتے ہین
اور چاندی سونے کے قائم مقام ہو سکتے ہین مگر جس مقصود کے لیے چاندی سونا ہین اونکو کسی

ت ۱ اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہین سونا اور روپا اور خرچ نہین کرتے اللہ کی راہ مین سو انکو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی ۱۲

لوہا اور جست وغیرہ کافی نہین اور جسکو یہ حکمت یون نہین معلوم ہوئی اوسکو زبان جناب رسالت مآب سے سنوادیا کہ مَن شَرِبَ فِی اٰنِیَةٍ مِن ذَهَبٍ وَفِضَّةٍ فَکَاَنَّمَا یُجَرجِرُ فِی بَطنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ اسیطرح جو شخص کہ روپیہ اشرفی مین معاملہ سود جاری کرے وہ بھی کافر نعمت اور ظالم ہے اسواسطے کہ یہ دونون چیزین وسیلہ دوسری چیزون کا بنی ہین اپنی ذات خاص سے فائدہ کے لیے نہین بنی تو جو کوئی انھین مین خود بہین تجارت کریگا تو انکو خلاف وضع حکمت مقصود بناویگا کیونکہ نقد کو ایسی چیز کیواسطے لینا جسکے واسطے وہ موضوع نہین ظلم ہے اور جس شخص کے پاس کپڑا ہے اور نقد نہین تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اوسکی عوض غذا اور سواری نہین لے سکتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ غذا اور سواری کپڑے کی عوض نہ بکتی ہو تو خواہ مخواہ وہ کپڑے کو نقد کی عوض بیچیگا تاکہ نقد کے باعث اپنے مقصود پر پہونچ سکے اسلیے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے اوسکی ذات سے کچھہ غرض نہین ہوتی اوسکا حال مآل مین ایسا ہے جیسا حرف کلام مین جسکی تعریف نحو والے کہتے ہین کہ حرف وہ ہے جو ایسے معنون کے لیے آوے جو غیر مین ہون یا نقد کو اموال مین مثل آیینے کے رنگون کے لیے سمجھنا چاہیے۔ لیکن جسکے پاس نقد ہے اور اوسکو اوسکا بیچ ڈالنا دوسرے نقد کی عوض درست ہو اور اپنا کاروبار اسی پر منحصر کرے تو نقد اوسکی قید مین رہیگا اور گویا دابنے کے برابر ہوجاویگا اور حاکم کا قید کرنا یا قاصد کا محبوس رکھنا داخل ظلم ہے اور نقد کو بدلے نقد کے بیچنے کے یہی معنی ہین کہ اوسکے جمع کرنے کے لیے مقصود ٹھہرالے اور یہ صاف ناانصافی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ پھر اشرفی بھنانے اور روپیہ سے اشرفی مول لینی اور روپیہ کی عوض پیسا ہی اور لینا کیون درست ہوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نقد سے جدا جدا مطلب نکلتا ہے ایک کا کام دوسرے سے نہین نکلتا مثلاً اشرفی کی اگر روپے کیے جاوین تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہوسکتے ہین اور تھوڑا تھوڑا کرکے سب حاجات پوری ہوسکتی ہین ورنہ ایک ہی حاجت مین اشرفی رک جاویگی غرض جو کام اشرفی سے نکلتا ہو وہ روپیہ سے نہین اور جو روپیہ سے مقصود ہے وہ اشرفی سے نہین پس اگر اسکے مبادلہ سے منع کیا جاوے تو مقصود خاص مین خلل ہوگا یعنی بآسانی ذریعہ دوسری چیز کے حاصل ہونے کا نرہیگا اور ایک روپیہ کی بیع اوسے جیسے روپیہ سے اسلیے درست ہے کہ اسمین کسی عاقل کو رغبت نہین ہوتی نہ کوئی تاجر اسمین مشغول ہو اسلیے کہ یہ حرکت لغو ہے اور ایسی ہے جیسے کوئی روپیہ زمین پر رکھکر پھر اوٹھالے اب ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنی اوقات اسمین ضائع نکرے گا

ح جو شخص چاندی سونے کے برتنون مین پیتا ہے گویا وہ اپنے پیٹ مین جہنم کی آگ کو گھونٹ گھونٹ اتارتا ہے ۱۲ متفق بخاری و مسلم بروایت ام سلمہ ۱۲

کہ روپیہ زمین پر رکھکر جو بن کا تون اوٹھا لیا کرے پس جس شی کیطرف نفسون کو اشتیاق
نہین اوس سے ہم منع بھی نہین کرتے مگر اوس صورت مین کہ ایک کھرا ہو اور ایک کھوٹا
تو یہ بات بھی چلتی معلوم نہین ہوتی کیونکہ کھرے روپیہ والا اپنے اچھے روپیہ کو دے کر برا لینے پر
کیون راضی ہوگا اور اون مین معاملہ بننے کی کیا صورت ہے اور اگر وہ کچھ بٹا مانگیگا تو یہ مقصود
چیز ہے اسمین بیشک ہم منع کرینگے اور کہینگے کہ روپیہ مین کھرا کھوٹا برابر ہو کیونکہ کھرا کھوٹا اون اشیا مین دیکھنا چاہیے
جو بذات خود مقصود ہوتی ہین اور جنمین ذات سے کچھ غرض نہوا ونمین ایسے باریک تغیرات
کا لحاظ نچاہیے اس جا ظلم اوس شخص کا ہے جسنے روپیون کو مختلف بنایا کسیکو کھرا کسیکو کھوٹا
یہانتک کہ وہ بذات خود مقصود ہوگئے حالانکہ چاہیے یون تھا کہ مقصود نہوتے۔ اور
روپیہ کی بیع روپیہ کی عوض نسیئۃ اسواسطے ناجائز ہے کہ اوسپر وہی شخص اقدام کریگا جسکو
کچھ مسامحت احسان کرنے مین منظور ہو تو قرض دینے کی صورت مین اس بیع کی کچھ حاجت
نہین رہتی اور قرض کی فضیلت بھی زیادہ ہے تو ایسی ہی بات نہ کرے جسمین مقصود احسان
بھی نکلے اور ثواب بھی ہو اور بیع کی صورت مین نہ حمد ہے نہ ثواب اسلیے وہ داخل ظلم ہے
کیونکہ اسمین مسامحت خاص کا معاوضہ کے پیرایہ مین برباد کرنا ہے اسیطرح غلے اسلیے پیدا ہوے
کہ اونسے غذائین اور دوائین ہوسکین تو اونکو اونکی جہت مقصود سے پھیرنا نچاہیے اگر
اونمین باب تجارت مفتوح کیا جاوے تو اونکا ہاتھون مین قید کردینا لازم آویگا اور کھانا جو
اونسے مقصود ہے وہ موخر پڑ جاویگا اور چونکہ غلے کھانے ہی کو لیے پیدا ہوے ہین اور
غذا کی طرف حاجت سخت ہے اسلیے ضرور ہوا کہ جسکو غلے کی احتیاج نہو اوسکے قبضے سے غلہ
نکال لیا جاوے اور غلے کا کاروبار وہی کرے جسکو اوسکی حاجت نہو اسواسطے کہ جسکے پاس
غلہ ہے وہ اوسکو کھا کیون نہین لیتا اگر حاجتمند ہے اور سرمایہ تجارت کیون کرتا ہے اور اگر
اور اگر سرمایہ تجارت کرتا ہے تو جو شخص سواے غلہ کے کسی اور چیز کے بدلے مین جسکی
ضرورت اوسکو ہو بیچڈالنا چاہیے لیکن جو شخص غلہ کا طالب ویسے ہی غلے کے عوض مین ہے
تو وہ سے غلے کا محتاج نہین بلکہ صرف روکنا غلہ کا چاہتا ہے اسیواسطے شرع مین محتکر یعنے
غلے کے جمع کرنے والے پر لعنت وارد ہے اور اس باب مین اور بھی سخت سخت وعیدین ہین
جنکو ہمنے باب آداب کسب مین لکھا ہے ہان جو گیہون تمر کے عوض بیچے وہ معذور ہے
کیونکہ جو غرض ایک سے نکلتی ہے وہ دوسرے سے نہین نکلتی اور جو شخص گیہون ہی کا پیمانہ

اوسی کے پیمانہ کی عوض بیچے تو وہ شخص معذور نہین بلکہ حرکت لغو کرنے والا ہے اسلیے اسکی
منع کی ضرورت نہین کہ نفس ایسی باتون کو خودگوارا نہین کرتا جب تک کہ اچھے ہونمین فرق نہو
اور اگر اچھے اور برے کا مقابلہ ہوگا تو اچھے والا اوتنے ہی برے لینے پر کیون راضی ہوگا
لیکن اچھے کا ایک پیمانہ دیکر برے کے دو پیمانے لینے کو مقصود بالذات ہو سکتے ہین لیکن انچاکہ
غذا ضروری چیز ہے اور اصل فائدے مین اچھا برا غلہ برابر ہے صرف لذت کی راہ سے علیحدہ ہے
اسلیے شارع نے غرض لذت کو ایسی چیزمین سے جو باعث قوام انسان ہے اوڑا دیا یہی
حکمت شرعی سود کے حرام ہونے کی ہے اور یہ حکمت ہمکو فن فقہ سے اعراض کرنے کے بعد
سوجھی تو اسکو بھی فقہیات مین شامل کیے دیتے ہین کیونکہ جتنی باتین ہم نے خلافیات مین
لکھی اون سب مین یہ قوی تر ہے اور اسی سے مذہب امام شافعی رح کا غلبہ ربا کے باب مین
پایا جاتا ہے کہ اونھون نے تخصیص علتے کی کی ہے یہ نہین کہ جو چیز کیلی ہو اوسمین ربا ہو ورنہ
اگر چونہ مثلاً ربا کی چیزون مین داخل ہو تو کپڑے اور جانور بطریق اولی داخل ہونگے اور اگر
حدیث شریف مین نمک مذکور نہوتا تو مذہب امام مالک رح کا سب مذاہب مین درست ہوتا کہ
اونھون نے ربا کے لیے تخصیص قوت کی لگائی ہے لیکن جن معنون کی شرع رعایت کرتی ہے
اونکا کسی تعریف و حد سے منضبط ہونا ضرور ہے اور اس جگہ قوت سے بھی حد مقرر کرنی
ممکن ہے اور طعام سے بھی تو شرع نے جنس مطعوم سے حد کرنی ایسی اشیا جنکے لیے بقا
ضروری ہے مناسب سمجھی اور شرع کا حد مقرر کرنا کبھی ایسے اطراف کو محیط ہوتا ہے جن مین
اصل معنی جو باعث حکم ہوتے ہین قوی نہین ہوتے مگر ضرورت کے باعث اوسیطرح حد
کردی جاتی ہے ورنہ درصورت حد مقرر نہونے کے خلق کو اصل معنی کے اتباع مین بڑی حیرانی
پڑتی کہ ایک ہی حکم احوال و اشخاص کے مختلف ہونے سے متعدد ہوجاتا ہے گو کیسا ہی قوی ہو
اسلیے حد مقرر کرنی ضروری ہے اسی جہت سے خداے تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَقَدْ
ظَلَمَ نَفْسَهُ اور یہ بھی وجہ ہے کہ اصل حکم مین تو اختلاف شریعتون کا ہوتا نہین بلکہ
اختلاف حد مقرر کرنے کی صورتون مین ہوتا ہے مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت مین
شراب کی حرمت کی حد نشا پر ہے تو جسقدر سے نشا نہو وہ حد حرمت مین داخل ہے اور ہماری
شریعت نے اوسکی حرمت کی وجہ جنس مسکر ٹھہرائی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ تھوڑی سے
بہت کی رغبت ہوتی ہے پس قطع مادہ فساد کے لیے تھوڑی بھی حرمت مین داخل ہوگی

حد مین داخل ہی یعنی جنس نشہ آور ہی جس طرح کہ اصل حرمت حکمت اصلی کے باعث تھی۔ یہ حکمت
خفیہ کی جو نقدین مین ہی ایک مثال ہی اسی سے شکر نعمت اور ناشکری کو سمجھ لینا چاہیے یعنی
جو چیز کسی حکمت کے لیے بنی ہی اسکو اُس حکمت سے پھیرنا نچاہیے اور یہ بات وہی جانیگا
جو حکمت کو جانیگا جسکی شان مین یہ آیت ہی وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا
اور جن دلون مین کہ شہوات کے ڈھیر لگے اور شیطان کے کھیلنے کی جگہ ہین وہ ان حکمتون کے
موتیون کے لیے صدف نہین بن سکتے انکے سمجھنے کے لیے اہل عقل ہی ہین اسلیے حدیث
شریف مین وارد ہی کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیطان نہ گھومتے ہون تو وہ آسمان کے
ملکوت لینے اسرار غیب دیکھنے لگین اور جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو اسی پر اپنی حرکت اور
سکون اور کلام و سکوت اور ہر فعل صادر کو خیال کر لینا چاہیے کہ وہ بھی یا شکر ہوگا یا ناشکری
ان دونون سے سوا کوئی تیسری چیز نہوگی اور ناشکری مین سے بعض کو زبان فقہ جو عوام کی
فہمائش کے لیے ہی مکروہ اور بعض کو حرام کہتی ہی حالانکہ اہل دل سب کو حرام جانتے ہین مثلاً
اگر کوئی دہنے ہاتھ سے استنجا کرے تو دونون ہاتھون کی نعمت کا ناشکر ہوگا اسلیے کہ اللہ تعالی نے
انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک اُنہین سے زیادہ قوی دوسرے کی نسبت کر دیا تو جو قوی ہی
وہ زیادہ تر فضیلت اور شرف کا مستحق ہی اور کمتر کو فضیلت دینی عدل کے خلاف ہی اِنَّ اللّٰهَ
يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ واقع ہی پھر جسنے دو ہاتھ دیے اُسی نے انسان کو ایسے اعمال کا محتاج کیا
جنمین سے بعض شریف ہین مثلاً کلام مجید کا لینا اور بعض کمتر ہین مثلاً نجاست کا دور کرنا
پس اگر آدمی قرآن مجید بائین ہاتھ سے لے اور نجاست دہنے ہاتھ سے دھووے تو جو شریف
چیز تھی اُس سے خسیس کام لیگا اور جس بات کا وہ مستحق تھا اُس سے اسکو کم رتبہ پر رکھیگا
اور اس سے شریف پر ظلم اور عدل سے عدول پایا جاتا ہی اسی طرح اگر کوئی قبلہ کی طرف کو تھوکے
یا پاخانہ پھرتے وقت اُسکی طرف کو منہ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالی نے اطراف اور وسعت
عالم مین پیدا کی ہی اُسکا ناشکر ہوگا اسلیے کہ اُسنے سمتین جو بنائین تو اسی لیے کہ آدمی اپنی حرکات مین
تنگ نہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو ایسی طرح تقسیم کیا کہ بعضی طرف مین کچھ شرف
نہین رکھا اور بعض مین یہ شرف رکھا کہ اُس طرف ایک مکان بنایا جسکو اپنے نفس کی طرف
فرمایا تاکہ آدمی کا دل اُس طرف مائل ہو اور جب اپنے پروردگار کی عبادت کرے تو قلب سکون
سے مقید رہے اور قلب کے سبب سے تمام بدن سکون و وقار کے ساتھ اُسی طرف مقید رہا اگر

افعال کو بھی تقسیم فرمایا کہ بعض افعال شریف ہین جیسے عبادت اور بعض کمتر ہین جیسے قضاے حاجت
اور تھوکنا پس جب آدمی قبلہ کی طرف تھوکے گا تو قبلہ پر ظلم ہوگا اور خداے تعالی نے جو نعمت قبلہ کی
عبادت کے پورا ہونے کے لیے بنائی ہی اُسکا ناشکر ہوگا اسی طرح جب آدمی جوتا پہنے اور شروع
بائین پانوٗن سے کرے تو ناانصافی ہی کیونکہ جوتا پانوٗن کے بچاؤ کے لیے ہی پانوٗن کو اس سے کچھ
بہرہ اور حظ ہی اور جتنی چیزین حظ کی ہین اُنمین اشرف کا لحاظ ضرور ہی اگر لحاظ کریگا تو موافق
عدل و حکمت کے ہوگا اور در صورت خلاف کے ظلم اور ناشکری جوتے اور پانوٗن کی ہوگی
اور فقہا اس مسئلے کو اگرچہ مکروہ کہتے ہین مگر عارفین کے نزدیک گناہ کبیرہ ہی چنانچہ منقول ہی
کہ کسی عارف نے بہت سے پیمانے گیہون کے جمع کیے اور پھر اُنکو صدقہ کیا کرتے کسی نے اُنسے
سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایکبار مین نے جوتا پہننے مین سہواً بائین سے شروع کر دیا تھا اسلیے
مین چاہتا ہون کہ اُسکا تدارک خیرات سے کرون - ہان فقیہ کا منصب نہین کہ وہ اس طرح کی
باتین کبیرہ بتا دے اسواسطے کہ اُس بیچارے کے ذمے اصلاح عوام کی ہی جنکا درجہ جوتا پانوٗن کے
قریب ہی اور عوام ایسے گناہون مین مبتلا ہین کہ اُنکے سامنے ان ادنی باتون کی کچھ حقیقت ہی نہین
مثلاً جو شخص بائین ہاتھ مین پیالہ لیکر شراب پیے اُسکو یہ نہ کہینگے کہ اُسنے دو وجہ سے حد شرعی سے
تجاوز کیا ایک تو شراب پی دوسرے پیالہ بائین ہاتھ مین لیا یا کسی شخص نے اذان جمعہ کے وقت
آزادی بیع کی تو اُسکو یہ کہنا اچھا نہین کہ اسنے مخالفت شرع دو وجہ سے کی اول تو آزادی بیع
دوسرے اذان کے وقت فروخت کرنا یا جس شخص نے مسجد کی محراب مین قبلہ کی طرف پشت دیکر پاخانہ
پھر دیا تو اُسسے یہ کہنا برا ہی کہ اسنے پاخانہ پھرنے مین ادب کا لحاظ نہ کیا قبلہ کو داہنی طرف کیون
نہ کر لیا غرض کہ گناہ سب کے سب اندھیر ہین بعضے زیادہ ہین بعضے کم بڑے اندھیر مین چھوٹا اندھیر
چھپ جاتا ہی مثلاً اگر کوئی غلام اپنے آقا کی چھری بدون اجازت استعمال کرے تو آقا اُسکو توبیخ
کریگا لیکن اگر غلام مذکور اُس چھری سے اُسکے نہایت پیارے لڑکے کو ذبح کر ڈالے تو اس
صورت مین آقا کو چھری کے بدون اذن لینے کا کچھ بھی خیال نہوگا نہ اُسکی عوض کوئی حکم
دیگا نہ اور عذاب فرماویگا بلکہ اُسی بڑے گناہ قتل کی پاداش اُسکو پہونچاویگا - حاصل یہ کہ
جو آداب و مستحبات کا ویسا اور انبیا نے اُنکی مراعات کی ہی اور ہمنے فقہ مین عوام کے حق مین
اُنسے درگذر کی ہی تو اُسکی وجہ یہی ہی جو اوپر مذکور ہوئی وہ نہ جتنے مکروہات ہین کوئی
ایسا ہی جسمین عدل سے عدول اور ناشکری نعمت کی اور نقصان درجۂ قرب الٰہی کا

نہین ہی۔ اتنی بات ہی کہ بعض باتین تو صرف نقصان درجہ اور انحطاط منزلت ہی کرتی ہین
اور بعضی بالکل حدود قرب سے نکال کر عالم بُعد مین جو مسکن وماواے شیاطین ہی پہونچا دیتی ہین
اسی طرح اگر کوئی شخص کسی درخت کی شاخ بدون حاجت کامل اور غرض صحیح کے توڑے تو وہ
ہاتھ کی نعمت اور پیدایش اشجار کی نعمت کا ناشکر ہوگا ہاتھ کا تو اسوجہ سے کہ ہاتھ لغو کے واسطے
نہین بنا بلکہ طاعت کے لیے اور ایسے اعمال کے لیے جو طاعت پر مددگار ہون بنا ہی اور درخت کا
اس طرح کہ خداے تعالی نے اسکو پیدا کیا اور اسکی رگین بنائین اور اسکو پانی پہونچایا
اور اسمین قوت غذا لینے اور بڑھنے کی پیدا کی تاکہ جتنا نشو ونما اسکو ہوتا ہی اتنا بڑھے اور
پھر اس سے لوگ منتفع ہون پس نشو ونما کامل ہونے کے پہلے توڑ ڈالنا اور کچھ غرض اور نفع لوگون کا
اس سے نہونا صریح مخالف مقصود حکمت کے اور منافی عدل کے ہی البتہ اگر کوئی غرض صحیح ہو
تو آدمی کو شاخ کا توڑنا جائز ہی اسلیے کہ درخت اور حیوان آدمی کی اغراض کے فدا ہین
کیونکہ وہ دونون فانی اور ہالک ہین پس کمتر کا فنا کرنا کچھ دنون اشرف کے باقی رہنے کے لیے
عدل کے قریب ہی اور اس سے بہتر ہی کہ اُسکو مفت بیفائدہ برباد کرے اور اسی کی طرف
اشارہ ہی اس آیت مین وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ہان اگر
باوجود حاجت کے غیر کے ملک سے توڑیگا تب بھی ظالم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک درخت تو
سب بندون کی حاجات کو کافی نہین ہوسکتا بلکہ ایک درخت سے ایک ہی شخص کی حاجت
پوری ہوگی اور اگر بے کسی ترجیح کے کسی شخص کی خصوصیت کسی خاص درخت پر کیجاوے
تو ظلم ہوگا پس صاحب اختصاص وہ ہی جسنے تخم پیدا کرکے زمین مین بویا اور پانی دیا اور اسکی
پرداخت کی تو غیر کی نسبت یہ شخص ان افعال کے بجالانے سے زیادہ تر مستحق اُس درخت سے
فائدہ لینے کا ہی پھر اگر وہ درخت زمین غیر مملوک مین جما ہو اور کسی کے بونے سے نہوا ہو بلکہ
خودرو ہوگیا ہو تو اب کسی اور خصوصیت کی حاجت ہی یعنے جسنے اُسکو اول لیا ہو وہ اُسکا
مستحق ہی کہ اول ہونا بھی خصوصیت ایک طرح کی ہی تو قرین عدل یہی ہی کہ وہی اُسکا مستحق ہو
اور اس ترجیح کو فقہا ملک سے تعبیر کرتے ہین حالانکہ ملک کہنا صرف مجازی ہی اسلیے
کہ شایان ملک وہ شاہنشاہ ہی جو مالک آسمانون وزمین کا ہی بندہ کس طرح مالک ہوسکتا ہی
وہ اپنے نفس کا تو مالک ہی نہین بلکہ خود ملک غیر ہی۔ ہان خلق اللہ کے بندے ہین اور زمین
اُسکا دسترخوان ہی ع ادیم زمین سفرۂ عام اوست * اُسنے اُنکو اجازت دی ہی کہ اس دسترخوان سے

بقدر حاجت کھاؤ جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلامون کی دعوت کرے پس اگر ایک شخص لقمہ اپنے ہاتھ مین لے اور انگلیون مین دبا لے اتنے مین ایک اور غلام آوے اور اُسکا چھیننا چاہیے تو نہ ہوسکیگا نہ اسلیے کہ لینے کے سبب لقمہ غلام اول کی ملک ہوگیا ہی کیونکہ قبضہ اور حصاب قبضہ دونون مملوک ہین بلکہ اسوجہ سے کہ ایک لقمہ مین سب غلامون کی حاجت کو کافی نہین تو عدل اسی کا مقتضی ہی کہ جب کوئی سی ترجیح اور اختصاص ایک کو ہوجاوے تو وہ لقمہ اُسی کے لیے خاص ہو اور قابض ہونا ایسی خصوصیت ہی کہ اول غلام سے متعلق ہوگئی اسی لیے جس غلام مین وہ خصوصیت نہوگی اُس لقمے سے منع کیا جاویگا اور پہلے شخص کی مزاحمت نہ کرنے پاویگا اسی طور پر خدا کا امر بندون مین سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص مال دنیا کو زائد از حاجت لیکر گاڑر کھے اور جن اللہ کے بندون کو اسکی حاجت ہو اُنکو نہ دیوے تو وہ شخص ظالم ہی اور اُن لوگون مین سے ہی جنکی شان مین یہ آیت ہی وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اور اللہ کا رستہ اُسکی طاعت ہی اور خدا کی طاعت مین خلق کا توشہ مال دنیا دی ہی کیونکہ اُنکے سبب اُنکی ضرورات مندفع اور حاجات مرتفع ہوتی ہین - ہان یہ بات حکم فقہی کی حد مین داخل نہین اسواسطے حاجات کی مقادیر پوشیدہ ہین اور زمان آئندہ مین افلاس پر مطلع ہونے مین نفوس مختلف ہین اور عمرون کی انتہا معلوم نہین اس لحاظ سے عوام کو اس امر کی تکلیف دینی ایسی ہی جیسے لڑکون سے کہین کہ وقار کے ساتھ رہو کہ سوا اسکے کلام ضروری کے اور کچھ مت بولو حالانکہ وہ اپنے نقصان عقل کے باعث اس حکم کی تعمیل نہین کرسکتے اسلیے ہمنے اُنپر کھیل کود کا اعتراض بھی چھوڑ دیا اور لڑکون کے لیے جو ہمنے کھیل کود کو مباح کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہی اسی طرح عوام کو مال کی حفاظت اور خرچ مین میانہ روی اور دینے مین بقدر زکوٰۃ جو مباح کیا ہی باین لحاظ کہ اُنکی سرشت مین بخل ہی تو اس سے یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ امور نہایت حق ہین اس بخل سرشتی پر خدا ے تعالیٰ بھی اشارہ فرماتا ہی اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا بلکہ جو بات بکدورت حق ہی اور اُسمین نام کو ظلم نہین عدل ہی عدل ہی وہ یہ ہی کہ کوئی شخص اللہ کے بندون مین مال خدا مین سے اُسی قدر لے جسقدر کہ توشہ سوار کا ہو یعنے ہر ایک بندۂ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار ہی تا کہ حضور مین بادشاہ حقیقی کے پہونچے پس جو شخص حاجت سے سوا مال لے اور دوسرے

سوا رمحتاج کو ندے وہ ظالم ہوگا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت سے علیحدہ اور اللہ کی نعمت کا ناشکر اور یہ امر قرآن اور حدیث اور عقل کی رو سے ثابت ہے کہ توشہ کے سوا جسقدر آدمی کے پاس ہوگا وہ دنیا و آخرت مین اوسپر وبال ہوگا۔ پس جو شخص تمام اقسام موجودات مین خدای تعالی کی حکمتونکو سمجھتا ہے وہ وظیفہ شکر کے ادا پر قدرت رکھتا ہے اور اسکا پورا بیان اگر کیا جاوے تو بہت سے دفتر چاہیین اور پھر بھی تھوڑا ہی بیان ہوگا یہان اسقدر ہم نے اسواسطے لکھدیا تاکہ وجہ صادق ہونے اس آیت کی معلوم ہو جاوے وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ اور سبب ابلیس کی خوشی کا اس اپنے قول سے مفہوم ہو وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ تو جو شخص ان سب باتون مذکورہ بالا کو سمجھے گا اوسکو معنی اس آیت کے معلوم ہونگے اور ان سب کے سوا یہان اور بھی امور ہین کہ اونکی انتہا کا تو کیا ذکر ہے مبادی ہی بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے اور تفسیر آیت کی اور معنی لفظی تو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہے جانتا ہے اور اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ معنی الفاظ اور تفسیر مین کیا فرق ہے اب اگر یہ کہو کہ حاصل تمھاری تقریر کا یہ ہوا کہ خدای تعالی نے ہر شی مین ایک حکمت رکھی ہے اور اوسکے تمام ہونے کا باعث بندون کے بعض افعال کو بنایا کہ غایت مراد حکمت اونسے حاصل ہوا اور بعض افعال کو مانع اوس حکمت کے کمال کا بنایا تو جو فعل مقتضاے حکمت کے موافق ہو کہ اوس سے حکمت اپنی مراد و علت غائی کو پہونچ جاوے وہ تو شکر ہے اور جو فعل کہ مخالف ہوا اور اسباب کو علت غائی تک پہونچنے نہ دے وہ ناشکری ہے یہ تو سمجھہ مین آیا مگر اعتراض ابھی تک باقی ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا فعل جو دو شق کا ہے ایک حکمت کا پورا کرنے والا اور دوسرا اوسکا مخالف یہ بھی خدای تعالی کا فعل ہے تو بندہ بیچ مین کہان آکودا کہ کبھی شاکر کہلاتا ہے اور کبھی کافر اسکا جواب بنیا چاہیے اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اسکی تحقیق بوجہ کمال کے لیے ایک موج بحر ناپیدا کنار علوم مکاشفہ کی چاہیے اور پہلے ہم کچھ رموز و اشارات کے طور پر اوسکے مبادی لکھہ چکے ہین اب بھی ایک عبارت مختصر مین اوسکا سب حال اور غایت لکھے دیتے ہین جو شخص کہ پرندون کی گفتگو سمجھتا ہے وہ اسکو بھی سمجھیگا اور جو تیز نہین چل سکتا وہ اسکا منکر ہوگا اور یہ تو ممکن ہی نہین کہ ملکوت کی جو مین پرندون کیطرح اوڑا پھرے پس ہم کہتے ہین کہ خدای تعالی کے جلال و کبریا مین ایک صفت ہے جس سے خلق اور اختراع نکلتا ہے اور یہ صفت ایسی نہین کہ واضع لغت کی آنکھہ اوسکو دیکھہ سکے اور کسی ایسے لفظ سے اوسکو بیان کرے جس سے کنہ اور حقیقت خاص اوسکے جلال کی سمجھی جاوے اور چونکہ اوس صفت کی

شان عالی ہے اور ضعیف لغت کا رتبہ اس سے کمتر ہے کہ اونکی آنکھ اوسکے مبادی اشراق پر بھی
پڑ سکے اسلیے عالم مین اوسکے لیے کوئی لفظ نہین جس سے وہ بیان ہو سکے بہین لحاظ وا ضعین لغت
کی آنکھ اوس سے نیچے پڑ گئی جیسے شیر کی آنکھ سورج کے نور سے پست ہو جاتی ہے کچھ اس جہت سے
نہین کہ کوئی قصور نور مین ہوتا ہے بلکہ اس جہت سے کہ خود شیرون کی بینائی مین ضعف ہوتا ہے
تو جن لوگون نے کہ اوس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے آنکھین کھولین تھین وہ اس بات کیطرف
مضطر ہوے کہ ہرچند لفظ حقیقی اسکے واسطے ملنا معلوم مگر جو زبان کہ اہل لغت مین مروج ہے
اوسمین سے کوئی لفظ مجازاً بطور استعارہ ہی ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے کچھ بہت ہی ضعیف حال
اوس حقیقت کے مبادی کا سمجھ مین آوے اسیلیے اوسکے واسطے لفظ قدرت استعارہ کرنیکے باعث
ہمکو بھی جرات گفتگو ہوئی اور کہنے لگے کہ خداے تعالی کی ایک صفت خاص قدرت ہے جس سے
کہ پیدا کرنا اور اختراع صادر ہوتا ہے پھر خلقت وجود مین آکر بہت سے اقسام اور صفات خاص
مین منقسم ہوتی ہے اور جس صفت سے کہ خلقت مین یہ انقسام اور اختصاص ہوتا ہے وہ دوسری
صفت خداے تعالی کی ہے اور اسکا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلی صفت کا گذرا اسکے لیے
بھی بسبب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوئی اور اوسکے لیے لفظ مشیت مقرر کیا
اس لفظ مین اوس صفت الہی کا حال ان لوگون کو جو زبان یعنی حروف و صوات سے گفتگو کرتے ہین
مجملاً مفہوم ہوتا ہے اور لفظ مشیت اوس صفت کی اصل حقیقت سے اوتنا ہی قاصر ہے جیسا کہ
لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کنہ ماہیت سے قاصر تھا۔ پھر جو افعال کہ قدرت سے صادر
ہوتے ہین وہ بھی دو قسمون مین منقسم ہوتے ہین ایک وہ کہ منتہی تک جو غایت حکمت ہے اوس تک
پہونچ جاوین اور ایک وہ کہ غایت کے اسطرف رہ جاوین اور انمین سے ہر ایک کو صفت مشیت کے
ساتھ علاقہ ہے کیونکہ انجام تو انکا یہی ہے کہ اختصاصون کے باعث قسمت اور اختلافات کامل
ہو جاوین پس جو فعل کہ غایت کو پہونچنے والا ہے اوسکے علاقہ کے لیے لفظ محبت کو استعارہ کیا
اور جو غایت سے اسطرف توقف کرنے والا ہے اوسکی نسبت کیواسطے لفظ کراہت ٹھہرا لیا
اور بعضون کا یہ قول ہے کہ یہ دونون وصف مشیت مین داخل ہین مگر نسبت کی روسے ہر ایک مین
وہ خاصیت ہے جو مجملاً لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت والفاظ کی سمجھ مین آتی ہے
پھر بندگان خدا جو اوسکی خلق و اختراع مین سے ہین اونکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ مشیت
ازلی اونکے حق مین اسیطور ہوئی ہے کہ وہ کام کرین جنسے حکمت اپنی غایت پر نہ پہونچے اور

یہ امر اونکے حق مین قہر ہوتا ہے کہ دواعی اور بواعث ویسے ہی اونپر مسلط کر دیے جاتے ہین
اور ایک وہ کہ مشیت ازلی اونکے باب مین یون ہوئی ہے کہ اونسے ایسے کام لے جو حکمت کو بعض
امور مین غایت تک پہونچاوین غرض دونون فریقون کو مشیت کیطرف ایک نسبت خاص ہے
جو نسبت کہ فریق ثانی کو ہے اوسکا نام رضا ٹھہرالیا ہے اور پہلے فریق کی نسبت کے لیے
لفظ غضب استعارہ کیا ہے تو جس شخص پر کہ ازل مین غضب ہوا تھا اوس سے وہ فعل ظاہر ہوا
کہ اوسکے باعث حکمت متوقف ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہونچی اوسکو کفران کہنے لگے اور اوسکے بعد
لعن او ندمت اضافہ کی گئی اور جس شخص پر کہ ازل مین رضا تھی اوس سے وہ فعل سرزد ہوا کہ اوسسے
حکمت اپنے کمال غایت کو پہونچ گئی اوسکو شکر کہنے لگے اور زیادتی رضا کے لیے اوسپر خلعت
مدح و ثنا کا عنایت ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ جمال بھی خداے تعالی نے دیا اور اوسپر ثنا کی اور بدبختی بھی
اوسی نے دی اور اوسکو برا کہا اسکی مثال یہ ہوئی کہ کوئی بادشاہ اپنے غلام کو میل اور کدورت سے
صاف کرے اور خلعت فاخرہ اوسکے زیب بدن فرماوے اور جب سب طرح کی زینت کر چکے
تو اوس سے ارشاد کرے کہ او خوبصورت تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور تیری صورت کتنی
صاف ہے تو حقیقت وہ آپ ہی زیبایش دینے والا ہے اور آپ ہی تعریف کرنے والا اور اگر
واقع مین غور کرو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہے غلام صرف بحسب ظاہر ہدف مدح و ثنا ہے
اسیطرح ازل مین سب امور کا حال ہے اور اسباب و مسببات کا تسلسل یہان تک چلا آیا ہے
جسطرح کہ رب الارباب و مسبب الاسباب نے مقرر کر دیا ہے اور یہ امر کچھ اتفاقی نہیں بلکہ ارادہ
او حکمت او حکم محکم اور امر یقینی سے ظہور مین آئے ہین جسکے لیے استعارہ لفظ قضا کا کیا ہے
اور کہتے ہین کہ قضا کا حکم مثل پلک جھپکنے کے یا اوس سے بھی کمتر مین ہوتا ہے اور اوسکے
باعث سب کارخانہ اور انتظام جیسے تقدیر مین ہو چکا ہے ہوتا جاتا ہے اور اس ترتیب واقعات
کے لیے لفظ قدر ٹھہرالیا ہے پس گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا نام ہے اور قدر اوس تفصیل
کے لیے ہوا ہے جو بے نہایت ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض فرماتے ہین کہ ان امور مین سے
کوئی سی چیز خارج قضا و قدر سے نہین اسی بنا پر بعض عابدین کو یہ وسوسہ ہوا کہ قسمت مقتضی
اس تفضیل کی کیون ہوئی اور باوجود اسقدر تفاوت کے تفضیل عدل کیسے بنا رہا۔ اور بعض
اشخاص اپنے قصور کی جہت سے اس امر کی اصل ماہیت کے ملاحظے کی تاب نہ رکھتے تھے
نہ اوسکو بالتفصیل حیطۂ خیال مین لا سکتے تھے تو جس لجہ مین گھسنے کی اونکو طاقت نہ تھی اوس

اونکو روک دیا گیا اور مہر خاموشی اونکے منہ پر لگ گئی اور حکم ہوا کہ چپ ہو تم اسواسطے نہین بنے ہو
اوس دربار کی شان یہ ہے لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْأَلُوْنَ اور بعضون کے دلون پر جو ایک
لمعہ انوار الٰہی سے پڑا اور پہلے سے اونکی سرشت صاف تھی پھر اس پر تو خورشید حقیقت سے
تجلی پائی تو اونکا نور دوبالا ہو گیا اور اس نور کبریائی سے اطراف عالم ملکوت کے اونکی نظرون مین
چمکنے لگے اور سب چیزون کو اونھون نے ویسا ہی جانا جیسے وہ واقع مین ہین اونکے لیے
یہ حکم ہوا کہ خدا تعالی کے آداب سے متادب ہو اور چپ ہو اور جب ذکر تقدیر کا ہو تو زبان بند
کرو کیونکہ دیوار کے بھی کان ہین اور تمھارے پیچھے وہ لوگ ہین جنکو ضعف بصر ہے تم بھی ضعیفون
کی سی چال چلو اور آفتاب کے اوپر سے شپر چشمون کے لیے پردہ مت ہٹاؤ ورنہ وہ ہلاک ہو جاوینگے
پس اللہ تعالی کے سے اخلاق اختیار کرو اور اپنے منتہاے اوج سے آسمان دنیا پر اترو تاکہ
تم سے ضعفا انس کرین اور تمھارا نور جو پردے کی آڑ مین ہے اوسکی جھلک سے بہرہ یاب ہون
جیسے شپرین بقیہ نور آفتاب و رستارون کے نور سے شب مین مقتبس ہوتے ہین اور جس زندگی کو
اونکے وجود اور احوال برداشت کر سکتے ہین اوس سے زیست کرتے ہین گو ویسی زیست اونکو
میسر نہین جو بھرپور نور آفتاب مین آمد و رفت کرنے والون کی ہوتی ہے اور ایسے لوگون کے
مانند ہو جاو جنکی شان مین شعر ہے ؎ شراب پاک پین تو گرا دین اوسمین سے + سخی کے جام سے تلچھٹ ہی ہمین کو نصیب
غرضکہ ابتدا اور انتہا اس خلق و اختراع کی یون ہوئی ہے جیسے اوپر مذکور ہوا اور اسکو وہی
سمجھیگا جو اوسکا اہل ہوگا اور جب کوئی اسکا اہل ہوگا تو آنکھ کھولکر خود دیکھ لیگا اوسکو حاجت
کسی لے چلنے والے کی نہین اور اندھا شخص بھی دوسرے کے پیچھے جا سکتا ہے مگر اوسکے لیے
ایک حد معین ہے جب رستہ ایسا تنگ ہو کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو تو پرندا وسپر
اوڑ سکتا ہے مگر اندھے کو اپنے پیچھے نہین گھسیٹ سکتا اور جب گذرگاہ گم ہوا اور پانی موج زن
ہو جاوے کہ بدون شناوری کے اوس سے گذرنا دشوار ہو تو ظاہر ہے کہ جو شخص فن شناوری
مین یکتا ہوگا وہ اپنے آپ پار ہو سکتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہمیشہ اندھے کو پار اوتار سکے
کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اندھے کو اوتارنے کی قدرت نرکھتا ہو۔ یہ ایسی باتین ہین کہ جو کوئی
ان پر سیر کرتا ہے اوسکی سیر کو عامہ خلائق کی سیر کی طرف وہ نسبت ہے جو پانی پر چلنے کو
زمین پر چلنے سے ہے اور پیرنا تو آدمی سیکھ بھی سکتا ہے مگر پانی پر چلنا سیکھنے سے نہین آتا بلکہ
بزور یقین حاصل ہوتا ہے اور اسیوجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین

عرض کیا گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو مشہور کرتے ہین کہ پانی پر چلے تھے آپنے فرمایا کہ
اگر یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے - یہ رموز و اشارات ہین محبت اور کراہت اور رضا اور
غضب اور شکر اور کفران کے معنون مین علم معاملہ مین اس سے زیادہ لکھنا شایان نہین - خداوند
کریم نے لوگون کے سمجھانے کے لیے ایک مثال کے طور پر ارشاد فرمایا کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ
الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی لوگون کا عبادت کرنا ہی اونکے حق مین غایت حکمت ہے پھر یہ
تبلایا کہ ہمارے دو بندے ہین ایک سے محبت رکھتے ہین اوسکا نام جبرئیل اور روح القدس اور
امین ہے اور وہ اللہ تعالی کے نزدیک محبوب و مطاع اور امین و مکین ہے اور دوسرے
اوسکو مبغوض ہے جسکا نام ابلیس ہے وہ راندہ درگاہ ہے اور قیامت تک کی مہلت پائی ہے تو بندون
تک پھیر اور راست دکھانے کو جبرئیل پر حوالہ کرتا ہے قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اور بہکانے کو ابلیس کیطرف منسوب فرما کر ارشاد
فرماتا ہے لِیُضِلَّهُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ اور بہکانا کیا ہے کہ بندون کو غایت حکمت پر پہونچنے سے
روک دینا ہے تو دیکھو کہ اس بہکانے کو کیسے اوس بندے کیطرف منسوب کیا جسپر غضب کیا تھا
اور راہ دکھانے کے معنی یہ ہین کہ بندون کو غایت حکمت تک پہونچا دینا یہان بھی مقام غور ہے
کہ اوسکو منسوب اوس بندے کیطرف کیا جو اوسکا محبوب تھا - اور عادۃً بھی اسکی مثال ہو سکتی ہے
فرض کرو کہ کسی بادشاہ کو دو آدمیون کی ضرورت ہے ایک پانی پلانے والا اور ایک پچھنے لگانے
اور جھاڑو دینے والا اور اوسکے پاس دو غلام ہین تو وہ جھاڑو اور پچھنے کا کام ایسے کو دیگا جو ان
دونون مین برا اور کمتر ہوگا اور پانی پلانے کا کام اوسکو دیگا جو اونمین اچھا اور کامل اور اوسکے
نزدیک محبوب تر ہوگا - اب کوئی یہ نہ کہے کہ مین جو فعل کرتا ہون وہ میرا ہی ہے اور فعل ہی لذت پاتا
تو مین ہوتا ہون پھر خدا کا فعل کیسے ہو سکتا ہے اسلیے کہ کسی فعل کو اپنی طرف منسوب کرنا حماقت ہے
بلکہ خدا ہی تعالی ہی آدمی کا ارادہ پھیر دیتا ہے کہ برے فعل کو مخصوص برے شخص سے کرنے لگتا ہے
اور اچھے فعل کو اچھے شخص سے یہ بھی تتمہ اوسکے عدل کا ہے اسلیے کہ اوسکا عدل کبھی تو ایسی باتون
پورا ہوتا ہے جنمین انسان کو کچھ دخل نہین اور کبھی انسان ہی مین کامل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بھی
منجملہ اوسکے افعال کے ہے یعنی اوسکا ارادہ اور قدرت اور علم و عمل اور تمام اسباب کا تعین
سب اوسیکے فعل ہین جنکو اوسنے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہے کہ اوس سے افعال معتدلہ
سرزد ہوتے ہین مگر چونکہ آدمی کو اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہین سوجھتا اسلیے اوسکو یہی گمان ہے

کہ جو کچھہ مجہپر دنیا مین ظاہر ہوتا ہے اوسکا کوئی سبب عالم غیب اور ملکوت سے نہین اور اسیواسطے
اوسکو اپنے نفس کیطرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اوسکی مثال ایسی ہے جیسے لڑکا رات کو کٹ پتلیونکا
ناچ دیکھتا ہے کہ وہ پردے کے پیچھے سے نکل نکلکر ناچتی اچھلتی ہین اور طرح طرح کی حرکات
کرتی ہین حالانکہ وہ کپڑے کی بنی ہوئی ہوتی ہین اپنے آپ سے اونکو کچھہ حرکت نہین ہوتی بلکہ اونہین
حرکت تارون خواہ بالون سے ہوتی ہے جو رات کی تاریکی مین نہین سوجھتے اور اونکے سرے بازیگر
کے ہاتھہ مین ہوتے ہین اور وہ لڑکون کی آنکھہ سے چھپا ہوا پردے کے پیچھے رہتا ہے لڑکے
خوش ہوتے ہین اور تعجب کرتے ہین اور جانتے ہین کہ پتلیان ہی ناچتی ہین اور یہی اوٹھتی بیٹھتی ہین
مگر عقلمند جانتے ہین کہ یہ خود متحرک نہین انکو کوئی اور حرکت دیتا ہے لیکن اونکو مفصل معلوم نہین ہوتا
کہ کسطرح حرکت دیتا ہے اور اگر کسیکو تفصیل کچھہ معلوم بھی ہوتی ہے تو جیسے بازیگر کو معلوم ہوتی ہی
ویسی نہین جانتا۔ اسیطرح دنیا کے لوگون کو قیاس کرنا چاہیے یہ بھی سواے علما کے سب لڑکے
ہین جب اپنے آپ کو اور اشخاص کو دیکھتے ہین تو گمان کرتے ہین کہ یہی اشخاص حرکت کرتے ہین
اور اوس حرکت کو منسوب متحرک کیطرف کرتے ہین اور علما جانتے ہین کہ انکا کوئی حرکت دینے والا ہی
یہ خود متحرک نہین مگر کیفیت حرکت دینے کی نہین جانتے اور اس سے اکثر علما ناواقف ہین مگر عارفین
اور علماے راسخ کو اس حرکت کی کیفیت بھی مشاہدہ ہوتی ہے یعنی وہ لوگ اپنی تیزیٔ نظر کے باعث
دیکھتے ہین کہ مکڑی کے جالے کے سے تار بلکہ اوس سے بھی نہایت باریک آسمان سے لٹکے ہوے ہین
اور زمین والون کے اشخاص مین اونکے سرے لگے ہوے ہین اور باریکی کے سبب چشم ظاہری سے
نہین سوجھتے۔ پھر دیکھتے ہین کہ اون تارون کے دوسرے سرے دستگیون مین بندھے ہوے
اٹک رہے ہین اور اون دستگیون کے قبضے اون فرشتون کے ہاتھہ مین ہین جو آسمانون کو حرکت
دیتے ہین اور یہ فرشتے حاملین عرش کی تاک مین مصروف ہین کہ حضرت ربوبیت کیا حکم محکم ہوتا ہے
تاکہ جس بات کا حکم ہوا اوسکی نافرمانی نہونے پاوے اور جیسا ارشاد ہو ویسا بجا لاوین اور ان
مشاہدات کو قرآن مجید مین بھی خداے تعالی نے بیان فرمایا ہے وَفِی السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ
اس سے اوس کیفیت مرقومۂ بالا کی طرف اشارہ ہے اور آسمانون کے فرشتون کا قدر اور امر کیواسطے
منتظر رہنا بھی مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ
يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا
اور یہ وہ باتین ہین کہ اونکی تاویل سواے خدا اور راسخین علما کے اور کوئی نہین جانتا حضرت

اور اپنے آپ ہی مین حکمت الہی کو پورا کیا اور جو اونکے سوا ہین وہ کس پرس مین
تنبیہ واضح ہو کہ سلطان سے دین کی تقویت اور بقا ہوتی ہے اونکو حقیر نجاننا چاہیے
گو ظالم و فاسق ہی ہو حضرت عمرو بن عاص رح فرماتے ہین کہ امام ظالم فتنہ و فساد دائم سے بہتر ہے
اور حدیث شریف مین ہے سَيَلُوْنَ بَعْدِي عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُوْنَ فَيُفْسِدُوْنَ
وَمَا يُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِمْ أَكْثَرُ فَإِنْ أَحْسَنُوْا فَلَهُمُ الْأَجْرُ وَعَلَيْكُمُ الشُّكْرُ وَإِنْ أَسَاءُوْا فَعَلَيْهِمُ
الْوِزْرُ وَعَلَيْكُمُ الصَّبْرُ اور حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص سلطان کی بات کا منکر ہو
وہ کافر ہے اور جسکو بادشاہ بلاوے اور وہ نجاوے وہ بدعتی ہے اور جو اوسکے پاس بن بلائے جاوے وہ ناوان ہے
اور جب اونسے کسی نے پوچھا کہ آدمیون مین کون شخص بہتر ہے اونھون نے فرمایا کہ سلطان
لوگون نے عرض کیا کہ ہم تو سلطان کو سب لوگون سے برا جانتے تھے اونھون نے فرمایا کہ ایسا
نچاہیے اللہ تعالی ہر روز دو باتین اوسکی دیکھتا ہے ایک تو یہ کہ اوسکے باعث مسلمانون کا مال
سلامت ہے دوسرے یہ کہ اونکو کسیطرح کا فکر و تردد نہین پس یہ دونون باتین اوسکے صحیفے مین
جاتا ہے اور اوسکے سب گناہ بخشدیتا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ سیاہ لکڑیان اونکے دروازون پر
لٹکی ہوئی ستر واعظون سے بہتر ہین جو وعظ کہین یعنی حاکمون کی سیاست وعظ کی نسبت کر زیادہ مفید ہے

دوسرا رکن ارکان شکر مین سے اوس چیز کے بیان مین ہے جسپر شکر ہوتا ہے یعنی
نعمت کے ذکر مین اور اس رکن مین نعمت کی حقیقت اور اوسکے اقسام و درجات کا ذکر ہے اور
یہ کہ کس چیز مین نعمت خاص ہے اور کس مین عام اسلیے کہ شمار کرنا خدا کی نعمتون کا اوسکے بندون کی
انسانی طاقت سے خارج ہے جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اسیوجہ سے ہم اول چند امور کلی ذکر کرتے ہین تاکہ وہ قائم مقام قوانین معرفت نعمتون کے ہون
پھر ذکر جدا جدا ہر ایک نعمت کا کرینگے وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ اور اس رکن مین تین بیان ہین

بیان اول نعمت کی حقیقت اور اوسکے اقسام کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ہر ایک چیز
اور لذت اور سعادت بلکہ ہر ایک مطلوب اور موثر کا نام نعمت کہہ سکتے ہین مگر واقع مین نعمت
سعادت اخروی ہی کا نام ہے اور اوسکے سوا اورون کو نعمت کہنا یا تو غلط ہے یا بطور مجاز
کے ہے مثلاً سعادت دنیاوی جس سے آخرت پر کچھ مدد نہ ملے اوسکو جو نعمت کہتے ہین
محض غلط ہے اور کبھی کسی چیز کو نعمت کہنا درست ہوتا ہے مگر نعمت کا اطلاق سعادت
اخروی پر درست و صادق تر ہے تو جو سبب کہ سعادت اخروی تک پہونچاوے اور اوسپر

اعانت کرے خواہ ایک واسطے سے یا کئی واسطون سے اوسکا نام نعمت کہنا صحیح اور درست ہی
اسلیے کہ اوسکے باعث نعمت حقیقی ملتی ہے اور جو اسباب لذات کہ سعادت اخروی کی معین
ہوتی ہین اور جنکا نام نعمت ہے اونکی شرح ہم کئی تقسیمون سے کرتے ہین پہلی تقسیم جتنے امور ہین
اونکو ہم اگر اپنی طرف خیال کرکے دیکھین تو چار طرح کے ہین اول وہ کہ دنیا و آخرت مین دونون مین
نافع ہون جیسے علم اور حسن خلق دوم وہ کہ دونون مین مضر ہون جیسے جہل اور بدخلقی سوم وہ کہ دنیا مین
مفید ہون اور آخرت مین مضر ہون جیسے اتباع شہوت سے لذت پانا چہارم وہ کہ دنیا مین مضر ہون
اور آخرت مین مفید جیسے شہوات کا استیصال و نفس کی مخالفت انمین سے اول جو حال و مال
مین نافع ہے وہ تو نعمت حقیقی ہے مثلاً علم اور حسن خلق اور جو دونون مین مضر ہے وہ اوسکی ضد ہے
اور مصیبت حقیقی ہے اور جو حال کی نافع اور مآل کی مضر ہے وہ ارباب بصیرت اور ذکا کے
نزدیک نری مصیبت ہے مگر جہال اوسکو نعمت گمان کرتے ہین اور اوسکی مثال ایسی ہی جیسے
کوئی بھوکا شخص شہد پاوے جسمین زہر ملا ہو تو وہ اگر زہر سے ناواقف ہوگا تو اوس شہد کو
نعمت جانیگا اور جب واقف ہوجاویگا تو جانیگا کہ یہ میرے حق مین بلا ہے اور جو چیز حال مین
مضر اور مآل مین مفید ہو وہ ارباب عقل کے نزدیک نعمت ہے اور جہال کے نزدیک بلا ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کڑوی دوا کہ حال مین اوسکا ذائقہ برا ہوتا ہے مگر انجام کو مرض
کہ دارو ہی تلخست دفع مرض + کا مضمون ہوتا ہے اور صحت اور تندرستی کا تمتہ ہوتی ہے پس لڑکا
ناواقف اگر ایسی دوا پلایا جاتا ہے تو اوسکو وبال جانتا ہے اور عاقل اوسکو نعمت تصور کرتا ہے
اور جو شخص اوسکو وہ دوا پلاتا ہے یا اوسکا سامان مہیا کردیتا ہے اوسکا ممنون و مشکور ہوتا ہے
اور یہی وجہ ہے کہ مادر مشفقہ اپنے بچے کا خون نہین نکلوانے دیتی اور باپ اوسکا خواہان
ہوتا ہے کیونکہ باپ اپنی عقل کے کمال سے انجام کو دیکھتا ہے اور مادر کو فرط محبت اور نقصان
عقل کے باعث حال ہی پر نظر ہوتی ہے اور لڑکا ناواقفیت کے باعث ماں کا ممنون ہوتا ہے
اور اوسی سے مانوس ہوتا ہے اوسکو اپنا شفیق سمجھتا ہے اور باپ کو دشمن تصور کرتا ہے
لیکن اگر اوسکو عقل ہو تو معلوم کرے کہ ماں باطن مین دشمن ہے اور ظاہر مین دوست اسلیے
کہ خون نکلوانے سے روک لینا انجام کو ایسے امراض پیدا کریگا جنکی تکلیف خون نکلوانے
کی نسبت بہت زیادہ ہوگی علاوہ ازین جاہل دوست عاقل دشمن سے برا ہوتا ہے اور
ہر ایک انسان اپنے نفس کا دوست ہے مگر دوست جاہل یہی وجہ ہے کہ اوسکے ساتھ

ایسا کام کرتا ہے جو دشمن بھی نکرے یعنی نفس کی خواہشون کو پورا کرتا ہے جو انجام کو
نہایت وبال ہوگا دوسری تقسیم واضح ہو کہ دنیا کے جتنے اسباب ہین وہ سب ایک دوسرے مین
ملے جلے ہین بھلائی کے ساتھہ برائی ہر ایک مین ملی ہوئی ہے ایسا کم ہے کہ جو اسباب بہتر ہین وہ
صاف و پاک ہون مثلاً مال و اہل اور اولاد و اقارب و جاہ اور دوسرے اسباب سب
اسیطرح کے ہین مگر اونکے تین نوع ہین اول وہ کہ جنکا نفع ضرر کی نسبت زیادہ ہے مثلاً مال
او رجاہ اور دوسرے اسباب مین سے بقدر حاجت اور کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگون کے
حق مین اوسکا ضرر نفع کی نسبت زیادہ ہو مثلاً مال کثیر اور بہت سا جاہ تیسرے یہ کہ ضرر و فائدہ
دونون مساوی ہون اور یہ وہ باتین ہین کہ لوگون کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہین بہت
آدمی نیکبخت اسطرح کے ہین کہ اچھے مال سے کو بہت سا ہو فائدہ اوٹھاتے ہین یعنی اللہ کے
راستے مین اور خیرات مین اوسکو خرچ کرتے ہین تو ایسا مال اگر اس توفیق کے ساتھہ آدمی کے
پاس ہو تو اوسکے حق مین نعمت ہے اور بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہین کہ تھوڑے مال سے
ضرر پاتے ہین یعنی ہمیشہ اوسکو کم جانتے ہین اور خدا سے شکوہ اور طلب زیادتی کی کیا کرتے ہین
تو اسطرح کا مال اس عدم توفیق کے ساتھہ اوسکے حق مین مصیبت ہے تیسری تقسیم جتنی خیرات
یعنی نیک باتین ہین وہ ایک اور اعتبار سے تین قسم کی ہین اول وہ جو بذاتہ مقصود اور محبوب ہون
دوسری وہ جو غیر چیز کے لیے محبوب ہون تیسری وہ کہ بذات خود بھی محبوب ہون اور غیر کے
حاصل کرنے کی جہت سے بھی مقصود ہون اول کی مثال جیسے دیدار الٰہی کی لذت اور اوسکے
وصال کی سعادت یعنی سعادت اخروی کہ کبھی منقطع ہی نہو گی اس سعادت کی طلب اسلیے
نہین ہوتی کہ یہ ذریعہ کسی دوسرے سعادت کے حاصل ہونے کا ہو بلکہ اسکی طلب خود مقصود بالذات
ہونے کی جہت سے ہے دوسری وہ کہ اوسکو دوسری چیز کے پیدا کرنے کے لیے چاہتے ہین خود
اوس سے کچھہ سروکار نہین جیسے روپیہ اشرفی کہ اگر حاجات اس سے پوری نہوا کرتین تو یہ دونون
اور کنکر برابر تھے مگر چونکہ لذات کا ذریعہ ہین اور اونکی طرف جلد آدمی کو پہنچا دیتی ہین اسی لیے
جہال کے نزدیک روپیہ اشرفی خود ہی محبوب ہو گئے ہین یہان تک کہ اونکو جمع کرکے گاڑتے ہین
اور ریا کے ساتھہ خرچ کرتے ہین اور گمان کرتے ہین کہ مقصود بالذات یہی دونون ہین اور ان
لوگون کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو چاہتا ہے اور اوسکی محبت کے باعث
اوسکے قاصد کو بھی چاہتا ہے جسکے باعث پیام آپس کے ایک دوسرے کو پہونچتے ہین پھر

ہوتے ہوتے قاصد کے ساتھ اتنی محبت کرے کہ اصل محبوب کو بھول جائے اور عمر بھر اوس سے
روگردان ہی رہے اور ہمیشہ قاصد کی خبرگیری اور رعایت اور شفقت کیا کرے حالانکہ یہ
نہایت جہالت اور گمراہی ہے تیسرے وہ کہ بذاتہ اور بغیرہ دونون ہو مثلاً صحت اور سلامتی
کہ انسان اسلیے چاہتا ہے کہ اوسکے باعث مشغول بذکر و فکر ہوسکے جس سے دیدار الٰہی ملتا ہے
یا کہ لذات دنیاوی تمام و کمال کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہوتی ہے اسلیے چاہتا ہے لیکن
بعض اوقات صحت فی نفسہ ہی مطلوب ہوتی ہے اس سے غرض نہین کہ وہ دوسری چیز کے
حاصل ہونے کا ذریعہ ہو یا نہو مثلاً جس شخص کو کہ پیادہ چلنے کی حاجت نہو وہ بھی اپنے پاؤن کی
سلامتی چاہا کرتا ہے حالانکہ پاؤن کی سلامتی اسلیے ہوتی ہے کہ چلنے کے لیے ذریعہ ہے
مگر چونکہ سلامتی خود بھی ایک محبوب چیز ہے اسلیے بذاتہ بھی مقصود ہے اب ان تینون اقسام مین سے
خیر و نعمت حقیقی صورت اول ہے جو بذاتہ محبوب ہے اور جو خیر کہ لذاتہ اور لغیرہ مقصود ہے وہ بھی
نعمت ہے مگر اول سے کمتر ہے لیکن جو چیز کہ مطلوب غیر ہی کیواسطے ہوتی ہے جیسے سونا
چاندی تو انکو بذات خود معدنی ہونے کی جہت سے نعمت نہین کہتے بلکہ اس جہت سے نعمت
کہلاتے ہین کہ وہ وسیلے اور اغراض کے ہین تو اس صورت مین یہ ایسے ہی شخص کے حق مین
نعمت ہونگے جو اپنی مراد کو بدون انکے ذریعہ کے نہ پہونچ سکے پس اگر اوسکی مراد علم اور عبادت سے
اور اوسکے پاس مقدار ضرورت بسر اوقات کے لیے موجود ہے تو اوسکے نزدیک سونے اور
ڈھیلے مین کچھہ فرق نہوگا اور اوسکا وجود و عدم یکسان معلوم ہوگا اور اگر سونے چاندی کے
ہونے سے یہ نوبت پیش ہوتی ہو کہ فکر و عبادت نہونے دیتی ہو تو ایسے شخص کے حق مین یہ
مال نعمت نہین زحمت ہے۔ چوتھی تقسیم ایک دوسرے اعتبار سے خیرات کی تین قسمین ہین
اول لذیذ جنکا نفع اوسیوقت معلوم ہو دوسرے نافع جو آخر کو مفید ہو تیسرے جمیل جو
احوال مین اچھی معلوم ہو اور برائی بھی تین قسم کی ہین ضار اور قبیح اور ایذا رسان پھر خیر و شر
کی دو قسمین ہین مطلق اور مقید خیر مطلق اوسکو کہتے ہین جسمین تینون اوصاف خیر کے جمع ہون
جو اوپر مذکور ہوے مثلاً علم و حکمت کہ ارباب علم و حکمت کے نزدیک یہ نافع بھی ہین اور جمیل اور
لذیذ بھی اور شر مطلق جیسے جہل کہ وہ مضر اور قبیح اور ایذا رسان سب کچھہ ہے مگر جاہل کو اپنی
جہل سے ایذا کی تب خبر ہو جب اوسکو یہ معلوم ہو کہ مین جاہل ہون اسطرح کہ دوسرے شخص اپنے
ہم عمر ہم رتبہ کو عالم دیکھے اور اپنے نفس کو جاہل پس فوراً رنج نقصان کا پاویگا کہ مین کیون

کم ہون اور اس رنج سے شوق علم کا اوبھر یگا کیونکہ وہ مزہ دار ہوتا ہے - پھر بعد شوق کے کبھی مانع تحصیل علم سے حسد اور کبر اور شہوات ہوتے ہین اب دو چیزون کی کشاکشی مین شخص پڑ گیا اگر سیکھنا ترک کرتا ہے تو جہالت کا الم رہیگا اور اپنے آپ کو ناقص جانکر جلے گا اور اگر سیکھنے مین مشغول ہوگا تو شہوات کے چھوڑنے یا کبر کے چھوڑنے اور تعلیم کی ذلت اوٹھانے کا رنج سہیگا غرض کہ یہ شخص ہمیشہ بیشک عذاب الم مین رہیگا اور دوسری قسم مفید ہے کہ جسمین کچھہ اوصاف خیر کے اور کچھہ اوصاف شر کے ملے ہون مثلاً بعض اوقات ایک نافع چیز سے ایذا ہوتی ہی جیسے کوئی اونگلی بیکار یا سولی وغیرہ کٹوا دے اور کبھی نافع چیز قبیح ہوتی ہے جیسے حمق کہ بعض احوال کے اعتبار سے نافع ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ اِسْتَرَاحَ مَنْ لَا عَقْلَ لَہٗ یعنی بے عقل آدمی چین سے رہتا ہے کیونکہ اوسکو انجام کا اہتمام نہین ہوتا ہے اسیواسطے سرت راحت مین رہتا ہے یہان تک کہ وقت وفات پہونچے اور کبھی جو چیز کہ من وجہ مضر ہوتی ہے من وجہ نافع ہوتی ہے جیسے ڈوبنے کے خوف کیوقت مال کو دریا مین پھینکدینا کہ ہرچند اس مال کو ضرر ہوتا ہے مگر نفس کو نفع ہے کہ اوسکی نجات ہوجاتی ہے یعنی بوجھہ کے اوتار ڈالنے سے کشتی بچ جاتی ہے - پھر نافع چیز دو قسم پر ہے ایک ضروری جیسے ایمان اور حسن خلق سعادت اخروی تک پہونچانے مین اور انسے ہماری غرض علم و عمل ہے اور انکا ضروری ہونا اسوجہ سے ہی کہ کوئی دوسری چیز انکی قائم مقام نہین اور دوسری غیر ضروری جیسے سکنجبین صفرا کی تسکین کے لیے کہ کبھی دوسری چیزین بھی اوسکو ساکن کرسکتی ہین پانچوین تقسیم یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ نعمت نام لذت کا ہے اور لذتین اس اعتبار سے کہ انسان سے مخصوص ہین یا غیر مین بھی شریک ہین تین طرح کی ہین اول عقلی دوم بدنی کہ بعض حیوانات کے ساتھہ مشترک ہین سوم بدنی کہ سب حیوانات اونمین مشترک ہین عقلی لذتون کی مثال جیسے علم اور حکمت کی لذت کہ صرف قلب کو اوس سے لذت ہوتی ہے کان اور آنکھہ اور باقی حواس خمسہ کو اور پیٹ اور شرمگاہ کو کچھہ بہرہ اوس سے نہین اور قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہے اسیوجہ سے کہ وہ صفت جسکا نام عقل ہے قلب کے ساتھہ خاص ہے اور اس لذت کا وجود باوجودیکہ سب لذتون مین اشرف ہے نہایت کمتر ہے اور اوسکے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علم و حکمت سے سوائے عالم اور حکیم کے اور کوئی لذت نہین پاتا اور اہل علم اور ارباب حکمت بہت ہی کم ہین گو نام کو بہتیرے عالم و حکیم ہین اور اوسکے اشرف ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ لذت آدمی کے ساتھہ ہمیشہ رہتی ہے نہ دنیا مین

اُسکو زوال نہ آخرت مین اور اُس سے طبیعت پر ملال نہین ہوتا کھانا اگر خوب تن کر کھاؤ تو
سستی لاتا ہی اور صحبت سے فارغ ہونے کے بعد ثقالت وتھکن پیدا ہوتی ہی مگر علم وحکمت سے
تھکن وسستی کبھی نہین ہوتی اور جو شخص ایسی دائمی شریف وباقی چیز کے حاصل کرنے پر
قادر ہو کر ادنی چیز چند روز کے بعد فنا ہونے والی پر راضی ہوجاوے تو وہ مجنون ہی اور اپنی
بدبختی کے باعث محروم۔ ادنی بات علم کی یہ ہی کہ علم وعقل کے لیے حاجت مددگارون اور
چوکیدارون کی نہین بخلاف مال کے علم آدمی کی حفاظت کرتا ہی اور مال کی حفاظت خود آدمی کو
کرنی پڑتی ہی علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہی اور مال کم ہوتا ہی مال چوری جاتا ہی عہدہ موقوفی سے
جاتا رہتا ہی مگر علم پر نہ چورون کا داؤ چلے کہ لے سکین نہ حاکمون کا زور کہ موقوف کر سکین
اسی لیے اہل علم ہمیشہ چین مین رہتا ہی اور مالدار کو مدام خوف لگا رہتا ہی پھر علم بہرحال
لذیذ اور نافع اور جمیل ہی اور مال کبھی تو نوبت ہلاک کی پہونچاتا ہی اور کبھی نجات کی یہی وجہ
ہی جناب باری نے مال کو لفظ خیر سے چند جا ذکر فرمایا مگر اُسکی بُرائی بھی چند جا بیان فرمائی
اب رہی یہ بات کہ اکثر لوگ لذت علم سے کیون قاصر ہین تو اُنکا قصور یا تو اسوجہ سے ہی کہ
اُنکو ذوق نہین اور جسکو ذوق نہوگا وہ کس طرح جانیگا اور کیسے مشتاق ہوگا کیونکہ اشتیاق ذوق
کے بعد ہوا کرتا ہی یا اس وجہ سے کہ اُنکے مزاج خراب ہین اور دل بباعث اتباع شہوات کے
روگی ہو رہے ہین جیسے بیمار کو شہد کا مزہ نہین معلوم ہوتا اور اُسکو کڑوا جانتا ہی اسیلیے
یہ لوگ بھی علم کو اچھا نہین سمجھتے یا یہ کہ اُنکی طبیعت ودانائی مین قصور ہی کہ ابھی تک وہ صفت
جس سے کہ علم کی لذت معلوم ہوتی ہی اُنمین پیدا نہین ہوئی جیسے شیرخوار لڑکا شہد اور
پیڑون کا مزہ نہین جانتا اُسکو سوا دودھ کے اور کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی اور
چیزون سے منھ بناتا ہی اور اُسکو اچھا نہ معلوم ہونے سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ چیزین
مزہ دار نہین اور نہ اُسکے دودھ کو اچھا جاننے سے یہ معلوم ہو کہ سب سے لذیذ تر وہی ہی
غرض کہ جو لوگ لذت علم کے ادراک سے قاصر ہین وہ تین طرح کے ہین ایک وہ کہ ابھی تک اُنکا
باطن زندہ ہی نہین ہوا جیسے لڑکے کا باطن ہوتا ہی دوم وہ کہ اتباع شہوات کے باعث
زندگی کے بعد اُنکا دل مردہ ہوگیا ہو سوم وہ کہ اتباع شہوات کے سبب دل مریض ہو رہا ہو
اور ارشاد الٰہی فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ اشارہ ہی عقلون کی بیماری کی طرف اور یہ قول لِيُنذِرَ
مَن كَانَ حَيًّا اشارہ ہی اُس شخص کی طرف جو زندگی باطنی سے زندہ ہوا اور جو شخص کہ بدن کا

زندہ اور دل کا مردہ ہو وہ خدا کے نزدیک مردہ ہی گو جاہلون کے نزدیک زندہ ہوا وراسی
بنا پر شہدا خدا ے تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہین اور کہاتے ہین خوش ہوتے ہین اگرچہ بدن سے
مردہ ہین دوسری لذت جسمین انسان بعض حیوانات کے شریک ہین جیسے ریاست اور غلبہ کی
لذت کہ شیر اور چیتے اور بعض حیوانات مین بھی پائی جاتی ہی تیسری لذت جسمین انسان سب
حیوانات کا شریک ہی جیسے پیٹ اور شرمگاہ کی لذت یہ لذت سب لذتون سے ادنی اور خسیس ہی
مگر وجود اسکا بہت ہی اور اسی وجہ سے جتنے حیوانات زمین پر ہین سب اسمین شریک ہین یہانتک
کہ کیڑے اور حشرات الارض بھی اسمین شریک ہین اور جو اس رتبے سے تجاوز کرتا ہی وہ نتیجہ
لذت غلبہ مین گرفتار ہوتا ہی اور یہ لذت غافلون سے بہت ہی چسپان ہی جب اس سے تجاوز
کرتا ہی تو اول لذت پر پہونچتا ہی اسوقت آدمی پر سب لذتون سے زیادہ لذت علم و حکمت
غالب ہوتی ہی خصوصًا معرفت الٰہی اور اسکی صفات و افعال کی معرفت کی لذت غالب تر
ہوتی ہی اور یہ رتبہ صدیقین کا ہی اور یہ رتبہ بوجہ کمال جب ملتا ہی جب دل مین سے
غلبۂ حب ریاست نکل جاتا ہی چنانچہ مشہور ہی کہ جو چیز صدیقین کے سر مین سے سب مین
آخر کو نکلتی ہی وہ محبت ریاست ہی اور پیٹ اور شکم کی حرص کے توڑنے پر تو اور صلحا بھی
قدرت رکھتے ہین مگر خواہش ریاست کو دبا دینا صدیقون ہی کا کام ہی پھر بھی اس شہوت کا
بالکل استیصال کر دینا کہ کبھی معلوم ہی نہو اور کسی حال مین اسکا احساس نہونے پاوے
غالب ہی کہ انسان کے مقدور سے خارج ہی ہان یہ صورت ہو جاتی ہی کہ معرفت الٰہی کی
لذت اکثر حالات مین ایسی غالب ہو جاتی ہی کہ اسکے باعث لذت ریاست کچھ نہین
سوجھتی لیکن یہ حالت دائمی نہین کہ عمر بھر ایسی ہی رہے بلکہ اسمین کچھ کمی بھی ہو جاتی ہی
اور ایسی صورت مین انسان کی طرف صفات بشریہ رجوع کرتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ
محبت غلبہ و ریاست رہتی ضرور ہی مگر دبی ہوئی رہتی ہی ایسی نہین ہوتی کہ نفس کو ورغلا کر
عدل سے منحرف کر دے پس اس اعتبار سے دل کی چار قسمین ہین ایک دل وہ ہی کہ سواے
خدا ے تعالیٰ کے اور کسی سے محبت نہین کرتا اور نہ بدون زیادتی معرفت الٰہی اور اسکی فکر کے
آرام پاوے دوسرا وہ دل کہ اسکو خبر ہی نہین کہ لذت معرفت کسکو کہتے ہین اور خداے تعالیٰ کے
ساتھ انس ہونے کے کیا معنی ہین اسکی لذت صرف جاہ و ریاست اور مال اور تمامی شہوات
بدنیہ سے ہی تیسرا وہ دل کہ اکثر تو خداے تعالیٰ سے مانوس ہی رہتا ہی اور اسکی معرفت

اور فکر سے لذت پاتا ہی مگر کبھی بعض اوقات اُسکو اوصاف بشری پیش ہو جاتے ہین
چوتھا وہ دل کہ اکثر حالات مین تو اوصاف بشریہ سے لذت پاتا رہتا ہی الا کبھی کبھی علم اور
معرفت سے بھی لذت پاتا ہی انمین سے اول قسم کا دل تو غیر ممکن سا ہو اگر اُسکا وجود ممکن ہو تو
بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہی بشر کی طاقت سے باہر ہی کہ اس صفت سے متصف ہو
اور دوسرے دل سے دنیا پُر ہی اور تیسرا اور چوتھا دل بھی موجود ہین مگر کم ہین اور یہ ہمیشہ
شاذ و نادر ہی رہینگے اور باوجود ندرت کے قلت و کثرت مین فرق ہر زمانہ مین ہوتا جاویگا
یہانتک کہ اس قسم کے دل اُن زمانون مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے
قریب تھے بہت پائے جاتے تھے اب جتنا وہ زمانہ دور ہوتا جاتا ہی اُتنا ہی یہ دل کم ہوتے جاتے ہیں
یہانتک کہ قیامت آجاوے اور اللہ تعالیٰ کو جو امر کرنا ہی وہ کردے - اور وجہ اس قسم کے
دلون کے کمتر ہونے کی یہ ہی کہ ایسا دل ہونا آغاز سلطنت آخرت ہی اور ظاہر ہی کہ بادشاہ
بہت نہیں ہوا کرتے گو ایک سب کو اچھا معلوم ہوتا ہی تو جیسا دنیا مین ملک اور
جمال مین فائق ایک ہی دو ہوتے ہین اور باقی لوگ اُنسے کم ہوتے ہین اسی طرح
ملک آخرت کے فائق بھی کم ہی ہونے چاہیین اسلیے کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہی کیونکہ دنیا
عالم ظاہری کا نام ہی اور آخرت عالم غیب کا اور جس طرح کہ آئینے کے اندر کا عکس دیکھنے والے
کی صورت کے مطابق ہوتا ہی اسی طرح دنیا بھی آخرت کے مطابق ہی ہوتی ہی اور آئینے کے
اندر کی تصویر اگرچہ وجود مین مرتبۂ ثانی رکھتی ہی کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہی تب اُسکی صورت
بنتی ہی مگر دیکھنے کے اعتبار سے وہی اول ہی کیونکہ دیکھنے والا اپنے نفس کو تو دیکھ ہی نہین سکتا
بلکہ اپنی صورت کو جو آئینے مین ہی اول دیکھتا ہی اور اُس عکس سے اپنا چہرہ جو دھڑ پر ہی
اُسکو سمجھتا ہی کہ وہ بھی ایسا ہی ہی تو دیکھنا چاہیے کہ جو چیز وجود مین تابع تھی یعنی عکس وہ
جاننے کے باب مین متبوع اور اصل ہوگئی اور جو چیز وجود مین پیچھے تھی وہ شناخت مین مقدم
ہوگئی لیکن اس طرح کا اختلاف اور تغیر ایسی دنیا مین ہوسکتا ہی اور دنیا کے لیے ضرور
بھی ہی اسی طرح عالم دنیا مشابہ عالم غیب کا ہی پس بعض لوگ جنکو چشم عبرت سے دیکھنا نصیب ہوا
تو اس ملک کی کسی چیز کو نہین دیکھتے جس سے عالم ملکوت پر عبور نہ کرجاتے ہون اسی گذر کا
نام عبرت ہی جسکا خداے تعالیٰ نے خلق کو ارشاد فرمایا ہی فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَارِ اور بعضے
ایسے ہین کہ اُنکی ہیے کی پھوٹی ہی اس جہت سے عبرت نہ کی اور دنیا ہی مین محبوس رہے

آیت سورۂ حشر

انکے قیدخانے کی طرف کو عنقریب دروازے جہنم کے کھل جاوینگے اور یہ قیدخانہ ایسی
آگ سے لبریز ہی جو دلون ہی پر جھانکتی ہی مگر آدمی کو جو اسکی تکلیف نہین معلوم ہوتی اسکی
وجہ یہ ہی کہ اُسکے اور اُس آگ کے درمیان مین حجاب ہی جب وہ حجاب موت سے دور
ہوجاویگا تب اسکی تکلیف معلوم ہوگی اور یہی بات خداے تعالی نے اُن لوگون کی زبان سے
نکلوادی جنکا امر حق ہی سے گویا کرتا ہی وہ فرماتے ہین کہ جنت اور دوزخ دونون مخلوق ہین
مگر دوزخ کبھی تو ایسے ادراک سے معلوم ہوتی ہی جسکو علم الیقین کہتے ہین اور کبھی ایسے
ادراک سے جسکو عین الیقین کہتے ہین اور عین الیقین سواے آخرت کے اور کہین نہوگا اور
علم الیقین دنیا مین بھی کبھی ہوتا ہی مگر انھین لوگون کو جو نور یقین سے بہرہ کامل رکھتے ہین
اسی واسطے اللہ تعالی فرماتا ہی کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ یعنی دنیا مین ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا
عَيْنَ الْيَقِيْنِ یعنی آخرت مین اس بیان سے اب معلوم ہوا کہ جو قلب صلاحیت سلطنت آخرت
کی رکھتا ہی وہ کمتر ہی ہوگا جیسا کہ ملک دنیا کے قابل کمتر ہوا کرتا ہی تیسری تقسیم جو سب نعمتون کو
حاوی ہی یہ ہی کہ نعمتین دو قسم کی ہین یا تو غایت مطلوب بالذات یا وسیلہ اس غایت تک وہ
بالذات کی غایت سے سعادت آخرت مراد ہی جو چار باتون کو شامل ہی اول وہ بقا جسکو فنا نہو
دوم سرور جسمین غم نہو سوم علم جسمین جہل نہو چہارم تونگری جسکے بعد افلاس نہو انھین چار
باتون کو نعمت حقیقی جاننا چاہیے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا عَيْشَ
اِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ یہ الفاظ ایکبار سختی کے وقت ارشاد فرمائے تاکہ نفس کو سختی ناگوار نہ گذرے جیسے
جسوقت غزوہ خندق مین خندق کی تیاری کے وقت شدت سے تکلیف تھی اُسوقت آپنے
فرمایا تاکہ نفس کو تسلی ہو اور ایکبار یہی الفاظ وقت سرور بھی فرمائے تاکہ نفس مائل سرور دنیا نہو یہ
اُسوقت فرمائے تھے جب حجۃ الوداع مین لوگ اسطرح اُس ماہ سپہر خوبی کے گرد کھڑے ہوے تھے
اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الہی مین تجھ سے کمال نعمت کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ کمال نعمت کیا ہی اُسنے عرض کیا
کہ نہین آپ نے فرمایا کہ کمال نعمت جنت مین داخل ہونا ہی - اور وسائل کی چار قسمین ہین
اول تو وہ جو سب سے زیادہ خاص ہون جیسے نفس کے فضائل دوسرے جو قرب مین ان فضائل
نفس کے قریب ہون جیسے بدن کے فضائل تیسرے وہ جو انکے قریب ہون مگر بدن مین نہون جیسے
اسباب بدن کے قریب مثل مال او اہل اور اقربا کے چوتھے وہ کہ ان اسباب خارج از نفس اور

موجود اور نفس کے جامع ہون جیسے توفیق اور ہدایت مین پس ان چارون کو مفصل بیان کیا جاتا ہے
اول قسم اخص وسائل یعنی فضائل نفسی ہین اور اگرچہ اوسکے فروع بہت ہین مگر حاصل اونکا
دو مین آجاتا ہے اول ایمان دوم حسن خلق پھر ایمان کی قسمین ہین اول علم مکاشفہ یعنی اللہ تعالی
اور اوسکی صفات اور ملائکہ اور انبیا کا علم دوسرے علم معاملہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمین ہین ایک
چھوڑنا مقتضاے شہوات و غضب کا جسکو عفت کہتے ہین دوسرے مقتضاے شہوت کے
ارتکاب اور ترک کرنے مین عدل کا لحاظ رکھنا یعنی ایسا نہو کہ جہان دل چاہے وہان اقدام کرے
اور جہان نچاہے وہان باز رہے بلکہ جرأت کرنی اور تارک ہونا میزان عدل کے ساتھ ہو
جسکو خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کی زبان پر اسطرح اوتارا ہے اَنْ لَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ وَاَقِيْمُوا
الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ اس صورت مین اگر کوئی شہوت کے دور کرنے کے لیے
اپنے آپ کو خصی کرے یا باوجود قدرت نکاح کے سب آفتون سے محفوظ رہنے کے لیے نکاح نکرے
یا غذا چھوڑ دے یہان تک کہ عبادت اور ذکر و فکر مین ضعف آجاوے تو ایسا شخص میزان
عدل کے خلاف کمی کریگا اور جو شہوت پیٹ اور پیٹھ مین ڈوبا ہے وہ زیادتی پر کہلاویگا اور
صورت عدل یہ ہے کہ وزن کا خالی ہونا اور بھرنا زیادتی اور کمی کے ساتھ نہو بلکہ دونون پلے
میزان کے معتدلے رہین کوئی نہ نیچے جھکے نہ اوپر چڑھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل نفسی جو
خدای تعالی سے قریب کرتے ہین وہ چار چیزین ہین علم مکاشفہ اور علم معاملہ اور عفت اور عدالت
اور یہ چارون باتین اکثر بدون فضائل بدنی یعنی دوسرے قسم فضائل کے کامل نہین ہوتین
اور فضائل بدنی بھی چار ہین اول تندرستی دوسری قوت تیسرے جمال چوتھی عمر کا زیادہ ہونا
اور یہ فضائل بدنی تیسری قسم فضائل یعنی فضائل خارج از بدن اور محیط بدن سے حاصل
ہوتی ہین اور وہ بھی چار چیزین ہین اول مال دوم اہل سوم جاہ چہارم عمدہ ہونا نسب کا اور ان
فضائل مین سے کسی سے آدمی منتفع نہین ہوسکتا جب تک کہ چوتھی قسم کے فضائل یعنے
وہ اسباب جو جامع فضائل بدنی اور خارجی اور فضائل نفسی کے ہون حاصل نہون اور وہ بھی
چار ہین اول خدای تعالی کی ہدایت دوم اوسکا ارشاد سوم اوسکی تسدید چہارم تائید جب تم نے
نعمتون کی یہ چار قسمین لکھی تھین اور ہر ایک ان مین سے چار چار چیزین ہوئین تو معلوم ہوا
کہ نعمتین سب سولہ ہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انمین سے بعض نعمتین بعض کیطرف محتاج ہین
خواہ حاجت ضروری ہو خواہ بطور نافع ہونے کے ہو حاجت ضروری کی مثال یہ ہے کہ

سعادت اخروی ایک نعمت ہے اور اوسکو ایمان و حسن خلق کی حاجت ہے تو یہ حاجت
ضروری ہے کیونکہ اوس تک رسائی انسان کی بدون ان دو باتون کے نہین ہو سکتی اسلیے کہ
انسان کو وہی ملیگا جو کماویگا اور جو دنیا مین زاد کر لیگا آخرت مین وہی کام آویگا اسیطرح
فضائل نفسی کو حاجت کسب علوم کی ضروری ہے اور تہذیب اخلاق کے لیے صحت بدن ضروری
درکار ہے اور جس حاجت مین کہ فی الجملہ فائدہ ہوتا ہے ضروری نہین اوسکی مثال یہ ہے کہ جتنی
نعمتین نفسی ہین خواہ بدنی اونکو خارجی نعمتون کی طرف حاجت ہوتی ہے مگر یہ حاجت ضروری
نہین بلکہ نافع ہے اور کام بہت نکلتا ہے مثلاً مال و جاہ و اہل جو خارجی نعمتین ہین اگر بالفرض
آدمی کو حاصل نہون تو کیا عجب ہے بعض فضائل نفسی مین خلل واقع ہو جاوے اور طریق آخرت کے
لیے جو ان خارجی نعمتون کی حاجت پڑتی ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اسباب قائم مقام بازو کے
سمجھنے چاہیین کہ جنسے مقصود تک پہونچنا سہل ہو یا مثل آلہ کے تصور کرنا چاہیے مثلاً مال ہی کو
غور سے دیکھو تو کتنا بڑا فائدہ اوسکا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے بیفکر رہتا ہے ورنہ
محتاج آدمی اگر تحصیل علم یا کسب کمال کیا چاہے اور اوسکے پاس قوت بشری کیصورت کچھ نہو تو
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدون ہتیارون کے لڑائی کے لیے کوشش کرے یا کوئی
باز شکار پکڑنا چاہے اور اوس سے اوڑا نہ جاتا ہو ایسے ہی کے لیے یہ شعر ہے **شعر**
شب چو عقد نماز بربندم ✦ چہ خورد بامداد فرزندم ✦ غرض اس سے یہ ہے کہ مفلسی مین
کوئی کام آدمی سے نہین بن پڑتا ہر وقت تلاش معاش اور فکر لباس ورہ و سر سے تردد ات مین
مبتلا رہتا ہے ذکر و فکر نہین کرنے پاتا فضلیت حج و زکوۃ اور دوسری خیرات و صدقات سے
محروم رہتا ہے اور اگر مال اپنے پاس ہو تو یہ سب قباحتین دور ہو جاتی ہین اور مقصود تک
پہونچنا نہایت آسان ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح
اور فرمایا نعم العون علی تقوی اللہ المال اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا شی ہے
اونھون نے فرمایا کہ تونگری کیونکہ میرے نزدیک فقیر کی کچھ زندگی نہین سائل نے پوچھا کہ
اور کہو حکیم نے جواب دیا کہ دوسری نعمت امن ہے خوف والے کو کچھ عیش نہین پھر سائل نے
پوچھا کہ اور بیان کرو حکیم نے کہا کہ تیسری نعمت تندرستی ہے اسلیے کہ مریض کو زندگی کی کچھ حلاوت نہین
اوسنے پوچھا کہ اور فرمائیے کہا کہ اور نعمت جوانی ہے کہ بوڑھے کی زندگی بھی بے مزہ ہے
پس اس قول مین حکیم کے دنیا کی نعمتون کیطرف اشارہ ہے مگر اسی اعتبار سے کہ آخرت پر

معین ہون نعمت کہلاتی ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہی مَنْ اَصْبَحَ مُعَافًی فِی بَدَنِهٖ اٰمِنًا فِی سِرْبِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ یَوْمِهٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَهُ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِهَا اب اہل ورا ولاد صالح کو دیکھو تو اونکی طرف حاجت ہونے کی وجہ مخفی نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَی الدِّیْنِ الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ اور لڑکے کے باب مین فرمایا اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَهٗ الحدیث اور اہل و ولد کے فوائد ہم باب النکاح مین لکھ آئے ہین یہان دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین حاصل یہ کہ جب آدمی کی اولاد اور اقارب زیادہ ہوتے ہین تو اوسکے بازو اور آنکھہ کی جگہ ہوتے ہین اونکے سبب سے اوسکو وہ امور دنیاوی جو دین مین ضروری ہوتے ہین حاصل ہوتے ہین اور اگر وہ اکیلا اون امور کی بجا آوری مین مشغول ہو تو ذکر و شغل بھی جاتا رہیگا اور کبھی ضروریات دنیا سے دلکو فراغت نہوگی جب اقارب اہل دین معین و مددگار ٹھہرے تو اونکے نعمت ہونے مین کیا شک ہی۔ اور عزت و جاہ کے باعث آدمی اپنے نفس سے ذلت اور ظلم دفع کرتا ہی اور اوسکی حاجت سب اہل اسلام کو ہی اسواسطے کوئی اہل ایمان ایسا نہین ہوتا جسکا کوئی دشمن موذی نہو یا ظالم کہ اوسکو عمل نکرنے دے اور فراغبالی مین تشویش و پریشانی ڈالے حالانکہ دل ایماندار کا راس مال ہی جب وہی تشویش و تردد مین رہیگا تو پھر کیا کر سکتا ہی مگر تشویش عزت و جاہ سے دفع ہو جاتی ہی اسیواسطے اکابر کا قول ہی کہ دین اور سلطان دونون توام ہین یعنی ایک دوسرے کو لازم ہین اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ اور دلون کے مالک ہونے کو جاہ کہتے ہین جیسے کہ روپیون کے مالک ہونے کو تونگری کہتے ہین اور جو شخص دلون کا مالک ہو جاتا ہی تو ارباب قلوب اوسکے اوپر سے ایذا دور کرنے کے لیے خود مستعد ہو جاتے ہین۔ اور جسطرح کہ انسان کو ضرورت چھت کی مینہ کے دفع کرنے کیواسطے ہوتی ہی اور کپڑے کی ضرورت جاڑے کے دور کرنے کے لیے اور شکاری کتے کی ضرورت اپنے مال کی حفاظت کیلیے اسیطرح اوس شخص کی بھی احتیاج ہی جو شر کو اوسکے اوپر سے دفع کرے۔ اور یہی وجہ تھی کہ جو انبیا علیہم السلام ملک و سلطنت رکھتے تھے وہ سلاطین کی رعایت کرتے تھے اور اونکے دلونمین اپنی جگہ کر لیتے تھے اسیطرح علماے دین بھی بادشاہون کے خزانون کے طامع نہین ہوتے نہ کچھ سلاطین کی نعمتون سے طالب اپنی ترجیح یا دولت دنیا کے ہوتے ہین بلکہ اونکی غرض یہی ہوتی ہے کہ کوئی شخص خلل انداز اونکے شغل مین نہو۔ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی نعمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر اوسیوقت زیادہ تھی کہ اونکو فتح دی اور اونکے دین کو کامل کیا اور تمام

عمدا پیرا اونکو غلبہ عنایت فرمایا اور لوگون کے دلون مین اونکی محبت ڈالی یہان تک کہ آپکی
عزت وجاہ پھیلگئی اور اوسوقت نعمت کم تھی جب لوگ اونکو ایذا دیتے تھے اور مارتے تھے
یہان تک کہ نوبت ہجرت کی پہونچی بلکہ نعمت دونون وقتون مین یکسان تھی مگر ان احوال مین
کچھ حکمتین باریک تھین - اب باقی رہا عمدہ ہونا نسب کا اور شرف خاندان سو یہ بھی نعمت ہے
چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ الائمۃ من قریش یعنی سردار قریش مین سے ہین اور یہین لحاظ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی آدم کے اشرف خاندان مین سے ہوے اور آپ نے فرمایا ہر
کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی جگہ پسند کیا کرو اور فرمایا کہ ایاکم وخضراء الدمن یعنی اپنے آپ کو
گھورے کے سبزے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ نجاست کے سبزے سے کیا مراد ہی
آپ نے فرمایا کہ خوبصورت عورت جسکا نسب اچھا نہو اس سے معلوم ہوا کہ شرف خاندان بھی ایک
نعمت ہے اور ہماری غرض خاندانی ہونے سے یہ نہین کہ ایسے شخصون سے اوسکا نسب ہو
جو ظالم اور دنیا دار ہون بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ
مین ملتا ہو یا ائمہ علما اور صلحا جو علم وعمل مین معروف تھے اونسے ملتا ہو - اب اگر یہ کہو کہ
فضائل بدنی کی کیا حاجت پڑتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اونکی بھی بہت حاجت ہی
مثلاً صحت اور قوت اور طول عمر کی نہایت ضرورت ہے کیونکہ علم وعمل انھین سے تمام ہوتا ہی
اور اسیوجہ سے حدیث شریف مین ہے کہ افضل سعادات یہ ہے کہ آدمی طاعت الٰہی مین [illegible]
زندہ رہے لیکن جمال مین البتہ ذرا دقت ہے کہ وہ بھی نعمت ہے یا نہین کیونکہ اوسمین یہ کہہ
سکتے ہین کہ بدن کا سالم ہونا امراض سے کافی ہے کہ مرض کے باعث خیرات نہین کرنے پاتا
الا اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ہر چند جمال کیطرف حاجت چندان نہین مگر اوسکے بہتر ہونے مین
کچھ شک نہین دنیا مین تو اوسکا نفع ظاہر ہے چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین شعر

گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد	ہر کجا پاے نہد دست بدارندش پیش

اور آخرت مین بھی دو وجہ سے نافع ہے اول تو یہ کہ بدصورت کو لوگ برا کہتے ہین اور
طبیعتون کو اوس سے نفرت ہوتی ہے بخلاف خوبصورت کے کہ اوسکی حاجت جلد پوری
کیجاتی ہے اور دلون مین اوسکی جگہ بھی زیادہ ہوتی ہے اس نظر سے گویا جمال بھی مال و
جاہ کے مانند ایک آلہ اور ذریعہ مقصود تک پہونچنے کا ہے اسلیے کہ اوسمین ایک طرح کی
قدرت پائی جاتی ہے کہ خوبصورت اپنی حاجات پوری کرنے مین بہ نسبت بدصورت کے

زیادہ قادر ہے اور جو چیز کہ حاجات دنیاوی کے لیے معین ہوتی ہے وہ آخرت کے لیے بھی معین ہوتی ہے یعنی
بذریعہ حاجات دنیاوی آخرت پر بھی مددگاری ممکن ہے تو دوسرے یہ کہ خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت
پائی جاتی ہے کیونکہ جب نفس کا نور خوب چمکتا ہے تو اوسکا اثر بدن پر آجاتا ہے اکثر ظاہر و باطن ایک دوسرے کے
موافق ہی ہوتے ہین اسواسطے اصحاب فراست نفس کی بزرگیان معلوم کرنے کے لیے بدن کی
ہیئت کا اعتبار کیا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ چہرہ اور آنکھ آدمی کے باطن کا آئینہ ہے کہ اوس سے
حال باطن کا کھل جاتا ہے اسیلیے جو حال آدمی کے اندر ہوتا ہے اوسکا اثر چہرے اور آنکھ پر آجاتا ہے
مثلاً غصہ اور سرور اور غم اگر جی مین ہوتا ہے تو اوسکا اثر آنکھ اور چہرے پر معلوم ہوتا ہے اور یہی
وجہ ہے کہ طلاقت وجہ یعنی کشادہ پیشانی ہونے کو عنوان نفس کی اچھے ہونے کا کہا کرتے ہین
اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا مین جتنے بدصورت ہین اونکے لیے یہی کافی ہے کہ صورت ببین حالش
مپرس - روایت ہے کہ ایکبار خلیفہ مامون نے کچھ امیدوار فوج مین بھرتی کرنے کو سامنے بلائے
ایک بدصورت بھی اونمین تھا اوس سے جو خلیفہ نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ زبان مین لکنت رکھتا ہے
اوسکا نام فہرست سے خارج کیا اور کہا کہ اگر روح کی چمک آدمی کے ظاہر بدن پر ہوتی ہے تو خوبصورتی
حاصل ہوتی ہے اور اگر باطن پر ہوتی ہے تو فصاحت کا موجب ہوتی ہے اس شخص کا نہ ظاہر ہی
کچھ ہے نہ باطن اور حدیث شریف مین ہے کہ اُطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْهِ اور حضرت عمر رضی
فرماتے ہین کہ جب تم قاصد کہین کو بھیجو تو خوبصورت اور اچھے نام کا تلاش کیا کرو - اور فقہائے
فقہیہ مین لکھتے ہین کہ جب نمازیون کے درجات ہر ایک چیز مین مساوی ہون تو امامت کے واسطے
بہتر وہ ہے جو زیادہ خوبصورت ہو اور اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی پر احسان جتاکر ارشاد فرمایا ہے
کہ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور یہ روایت خود مشہور ہے اللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّيُحِبُّ الْجَمَالَ
یعنی اللہ تعالیٰ خود بھی اچھا ہے اور خوبی ہی اوسکو محبوب ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری غرض
جمال سے وہ جمال نہین جو محرک شہوت ہو اوسطرح کا جمال عورتون کا ہوتا ہے بلکہ جمال سے یہ غرض ہے
کہ آدمی میانہ قد درست قامت گوشت مین معتدل اعضا متناسب چہرہ کا اچھا ہو کہ لوگون کو
اوسکی طرف دیکھنے سے نفرت نہو - اب یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تقریر مذکورہ بالا سے مال
اور جاہ اور نسب اور اہل اور اولاد سب نعمت مین داخل معلوم ہوتی ہین حالانکہ خدای تعالیٰ نے
مال وجاہ کی مذمت کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ
اور فرمایا اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونون کی

ح: خیر کو خوبصورتون کے پاس تلاش کرو ابن حبان بروایت عائشہ
ح: زیادہ کی اوسکو عقل مین اور بدن مین
ح: بیشک اللہ تعالیٰ جمال والا ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے
ح: یعنی تمہاری جورو اور اولاد مین دشمن ہین تمہارے سو اونسے بچے رہو
ح: تمہارے مال اور اولاد یہی ہین جانچ

ترمذی ابوداود ابن کعب
بن مالک

مذمت فرمائی ہے اور علما بھی اسکو برا کہتے چلے آئے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نسب کی
مذمت مین فرماتے ہین کہ آدمی اپنے اعمال نیک کی اولاد ہین اور ہر ایک انسان کی قیمت وہی چیز ہی
جو اوسکو اچھا کردے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ آدمی اپنی ذات سے ہوتا ہے نہ اپنے باپ سے
جب مال وجاہ ونسب کا یہ حال ہے تو یہ چیزین نعمت کیسے ہوئین اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص
علوم کو الفاظ منقول اور راویوں سے اور روایات عامہ مخصوص البعض سے حاصل کرتا ہے وہ اسیر
گمراہی غالب رہتی ہے جب تک کہ نور الٰہی سے ہدایت پاکر اون علوم کو اصل ماہیت پر حاصل
نہ کرلے اور جب اونکی حقیقت معلوم ہوجاوے تو نقل کو اوسکے مطابق خواہ تاویل سے کرلے
یا تخصیص سے اب یہان جو ہم دیکھتے ہین تو ان چیزون کی نعمت ہونے اور آخرت پر معین ہونے مین
کچھ انکار نہین ہوسکتا لیکن انمین فتنے اور خوف بہت ہین مثلاً مال کو ایک سانپ تصور کرنا
چاہیے جسمین تریاق نافع اور زہر ہلاہل دونون ہین اب اگر اوسکو کوئی منتر والا پکڑیگا جو زہر سے
بچنے کی ترکیب اور تریاق نکالنے کی تدبیر سے ماہر ہے تو اوسکے لیے سانپ پکڑنا نعمت ہے
لیکن اگر گنوار مغرور اوسکو پکڑ لیگا تو اوسکے حق مین مصیبت ہے یا مال کو ایک سمندر فرض کرو
جسکی تہ مین اقسام جواہر اور موتی ہین تو جو شخص فن شناوری اور غوطہ زنی مین یکتا ہوگا اور
سمندر کی اور آفات بچنے کی گھاتین جانتا ہوگا اوسکو سمندر کی نعمتین ملینگی اور اگر یہ ایک
امر سے ناواقف ہے تو بیشک ہلاک ہوجاویگا جب اسمین نعمتون کا وجود یقیناً ہے تو اسی وجہ سے
اللہ تعالیٰ نے مال کی تعریف کی اور اوسکو خیر کی لفظ سے تعبیر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی اسکی تعریف کی چنانچہ حدیث مذکورہ بالا مین گذرا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کیواسطے مال
بہت عمدہ مددگار ہے اسیطرح جاہ وعزت کی بھی خداوند تعالیٰ نے مدح کی کہ اونکے باعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا یعنی اوسکو سب دینون پر غلبہ دیا اور خلق کی دلونمین
اونکو محبوب فرمایا اور یہی غرض جاہ سے بھی ہوتی ہے ہان اتنی بات ہے کہ ان دونون کی مدح
تھوڑی سی ہے اور مذمت بہت سی اور جہان برائی ریا کی ہے وہ بھی جاہ کی برائی ہی اسلیے
کہ ریا کا مقصود دلونکا اپنی طرف کھینچنا ہے اور جاہ کا مقصود دلون کا مالک ہونا دونون ایک ہی ہے
ہین۔ اور وجہ مدح کی کمی اور ذم کی کثرت کی یہ ہے کہ اکثر آدمی مال کے سانپ کا منتر نہین جانتے
اور جاہ کے سمندر مین غوطہ لگانے سے ناواقف ہین اسلیے اونکو انسے ڈرانا ضرور ہوا کیونکہ
اونکو تریاق ملنے سے پہلے ہی زہر مال کا چڑھ جاتا ہے اور جاہ کے مروارید پر اطلاع ہی نہین

ہونے باقی کہ اوسکی موج برباد کردیتی ہے۔ اور اگر مال و جاہ بذات خود ہر ایک شخص کے حق مین
برے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ جاہ عنایت نہوتا نہ حضرت سلیمان
علیہ السلام کو سلطنت ملتی بلکہ بات وہی ہے کہ اور لوگ مثل لڑکون کے ہین اور انبیا علیہم السلام
اور عارفین منتر دان ہین جس چیز سے لڑکون کو ضرر ہوتا ہے منتر والون کو نہین ہوتا فرض کرو
کہ ایک منتر دان کا ایک محبوب لڑکا ہے جسکی صلاح اور زندگی اوسکو منظور ہے اوسنے ایک سانپ
دیکھا اور جانا کہ اگر مین اس سانپ کو تریاق کے لیے پکڑونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور
جہان سانپ دیکھے گا کھیل کیواسطے پکڑ لیگا اور ہلاک ہوجاویگا تو یہان اوسکو دو غرضین پیش
ہوتی ہین ایک سانپ مین سے تریاق نکالنا دوسرے لڑکے کی حفاظت تو اوسکو چاہیے کہ ان
دونون غرضون کو مقابلہ کرے اگر یہ سمجھے کہ تریاق نہ ملنے سے مجھے چندان ضرر نہوگا لیکن اگر
سانپ کو پکڑونگا تو یہ لڑکا ضرور میری دیکھا دیکھی پکڑیگا اور اسکے ہلاک ہونے سے میرا بڑا نقصان
ہوگا تو اس صورت مین اوسکو واجب ہے کہ جب سانپ نظر آوے اوسکے پاس سے بھاگے اور
لڑکے کو بھی اوسکے پاس سے بھگاوے اور اوسکی برائی اوسکے سامنے بیان کرے کہ خبردار اسکے
گرد نہ پھرنا اسمین ایسا زہر ہوتا ہے کہ اوس سے کوئی نہین بچتا اور اوس سے ہرگز تریاق کا ذکر
نہ کرے کہ اسمین تریاق نافع بھی نکلتا ہے کیونکہ مبادا وہ بدون تعلیم پائے کامل اوسپر جرأت کر بیٹھے اور
تباہ ہوجاوے۔ اسیطرح غوطہ خور اگر سمندر مین غوطہ لگاتا ہے اور اوسکا لڑکا موجود ہو اور تصور
کرے کہ اگر مین غوطہ لگاؤنگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور ڈوب جاویگا تو اوسکو چاہیے
کہ لڑکے کو سمندر اور دریا کے کنارے سے ڈراوے کہ اسکے پاس آنا اچھا نہین یہان آدمی کا
پتہ نہین لگتا اور اگر صرف کہنے سے لڑکا باز نرہے بلکہ اپنے باپ کو کنارے پر دیکھکر خود بھی اوسی
سیر کرے تو باپ پر واجب ہے کہ جب لڑکا ساتھ ہو کبھی کنارے پر نجاوے اور اوس سے دور دور
رہے۔ اور چونکہ امت بھی انبیا علیہم السلام کی کنار شفقت مین مثل ناواقف لڑکون کے ہوتی ہے
چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اسلیے جوش شفقت پدری
اسی بات کا مقتضی ہے کہ ہلاک ہونے کی جگہ سے ان ناواقفون کو بچائیے جیسا کہ حدیث شریف
مین وارد ہے انکم تتہافتون علی النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم یعنی تم آگ پر
پروانون کیطرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمرین پکڑتا ہون ع چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان
اور اتنا سمجھا کہ انبیا علیہم السلام کا بڑا مقصد اپنی اولاد یعنی امت کا بچانا ہی تھا اور اسلیے مبعوث

مین تو تمہارے لیے ایسا ہون جیسا باپ اپنے بیٹے کے لیے ابوداؤد بروایت ابو ہریرہ
بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ

بھی ہوے تھے اور مال مین اونکو بجز قوت کے اور کوئی غرض نہ تھی اسیلیے صرف بقدر قوت کے
مال پر کفایت کی اور جو بچا اوسکو اپنے پاس نہ رکھا بلکہ دے ڈالا کیونکہ دے ڈالنا ہی اسکا تریاق ہی
اور روکنا اوسکا زہر قاتل ہے اگر لوگون کیواسطے کسب مال کی اجازت دیجاتی اور اوسکے
راغب کیے جاتے تو ہلاک کے زہر کیطرف متوجہ ہوتے اور خرچ کرنے کے زہر مہرے پر دھیان
نہ دھرتے اسیلیے مال کی مذمت کی گئی اور اوس مذمت سے مقصود یہی ہے کہ اوسکا روکنا
اور اوسکے زیادہ ہونے کی حرص کرنی بری بات ہے کہ اوس سے دنیا کی رغبت اور اوسکے
لذات کا میل پایا جاتا ہے اور بقدر کفایت مال کا لینا اور باقی کو خیرات مین خرچ کرنا برا نہین
ہر مسافر پر ضرور ہے کہ سفر مین بقدر زاد ہی اپنے ساتھ لے بشرطیکہ اس امر کا ارادہ پختہ ہو
کہ اسمین سے اور کسیکے صرف مین نہ آوے مگر جس صورت مین کہ اوسکو دوسرون کا کھلانا اور رفقا پر
صرف کرنا منظور ہے تو زیادہ زاد سے لینا بھی کچھ مضائقہ نہین اور یہ جو حدیث شریف مین
مذکور ہے کہ لِیَکُنْ بَلَاغُ اَحَدِکُمْ مِنَ الدُّنْیَا کَزَادِ الرَّاکِبِ اوسکے یہ معنی ہین کہ صرف اپنے نفسون کے
لیے اسقدر چاہیے ورنہ اسی حدیث کے راویون مین سے بعض ایسے بھی تھے کہ حدیث مذکور پر
عمل بھی کرتے تھے اور ایک جگہ مین لاکھ درم لیتے اور اوسی جگہہ دے ڈالتے اور ایک کوڑی نہ بچاتے
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ توانگر آدمی جنت مین دشواری سے جاوینگے
تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رض نے آپ سے اجازت چاہی کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب
دیے ڈالتا ہون آپ نے اونکو اجازت دیدی اوسیوقت حضرت جبرئل علیہ السلام اوترے
اور فرمایا کہ اونکو حکم فرمائیے کہ کھانا کھلاوین اور ننگون کو کپڑا دین اور مہمان کی خدمت کرین
حاصل یہ کہ دنیا کی نعمتون مین دوا کے ساتھ مرض اور نفع کے ساتھ ضرر ملا ہوا ہے پس جس شخص کو
اپنی بصیرت اور کمال معرفت پر اعتماد ہو اوسکو چاہیے کہ دنیا کے پاس اسی طرح جاوے کہ دوا
حاصل کرے اور اوسکے مرض سے بچا رہے اور جسکو اعتماد نہو اوسکو دنیا سے علیحدہ رہنا اور گریز
کرنا ہی لازم ہے کہ نہایت محل خوف ہے سلامت رہنا بہت عمدہ بات ہے بموجب مثل
مشہور تندرستی ہزار نعمت ہے ایسے لوگون کے حق مین سلامتی کے برابر کوئی چیز نہین اور تمام
لوگ ایسے ہی ہین صرف وہ لوگ جنکو خداے تعالی بچالیوے اور اپنے طریق کی راہ بتاوے
وہ البتہ ارباب بصیرت ہین ۔ اب چوتھی قسم کی نعمتون یعنی توفیقی نعمتون کا حال بیان کیا جاتا ہی
کہ اونکی طرف حاجت کسطرح ہے ۔ یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکو توفیق کی

ح یعنی چاہیے کہ دنیا مین سے تم مین سے کسی کا توشہ اتنا ہو جتنا سوار کا توشہ ہوتا ہے ۱۲ ابن ماجہ و حاکم بروایت سلمان ۱۲

ح ... روایت ... بن عوف ... خالد بن ابی مالک ... ضعیف ہے ۱۲

حاجت نہو اور توفیق کے معنی یہ ہین کہ بندے کے ارادہ و قضا و قدر الٰہی مین تالیف اور
ربط کا ہونا اور اسمین خیر اور شر دونون شامل ہین اور سعادت و شقاوت دونون داخل مگر عادت
یہ ہوگئی ہے کہ توفیق خاص اوسیکو کہتے ہین جو قضا و قدر مین سے سعادت کے موافق ہو جسطرح
کہ الحاد کہ لغت مین میل کو کہتے ہین مگر اصطلاح مین خاص اوس میلان کا نام ہے جو حق کیطرف سے
باطل کیطرف ہو اور اسیطرح ارتداد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اوسکے معنی بھی لغۃً پھرنے کے ہین مگر
عادۃً امر حق سے پھر جانے کو کہتے ہین بہرحال توفیق کی حاجت ہونے مین کچھ شک نہین جیسا کہ
شیخ سعدی فرماتے ہین **شعر** گر از حق نہ توفیق خیری رسد ؎ کی از بندہ خیرے بغیری رسد
اور ہدایت کا حال یہ ہے کہ اوسکے بدون کوئی شخص سعادت کا طالب نہین ہوسکتا اسواسطے کہ انسان
کا ارادہ کبھی ایسی چیز کی طرف ہوا کرتا ہے جسمین اوسکی آخرت کی بہتری ہو لیکن جب بھی نجانتا ہو
کہ میری صلاح و بہتری کس چیز مین ہے یہان تک کہ فساد کی شے کو بہتری کی چیز جانے
تو صرف ارادے سے کیا نفع ہوگا غرضکہ ارادہ اور قدرت اور اسباب سے بدون ہدایت کے
کچھ فائدہ نہین اور اسیواسطے اللہ جل شانہ نے فرمایا رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی اور
فرمایا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ اور
حدیث شریف مین ہے کہ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی کوئی شخص جنت مین
بدون خدای تعالی کی رحمت کے داخل نہوگا اسمین رحمت سے مراد ہدایت ہے اس حدیث کو
سنکر لوگون نے عرض کیا کہ آپ بھی بدون رحمت داخل جنت نہون گے آپنے فرمایا کہ مین بھی بدون رحمت
نجاؤنگا — اب یہ جاننا چاہیے کہ ہدایت کے تین درجے ہین پہلا درجہ طریق خیر و شر کا بتانا ہے
جو اس آیت مین مراد ہے وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ یعنی ہمنے سوجھادی اوسکو دو گھاٹیان اور یہ انعام
خداوندی اوسکے سب بندون پر ہے بعضون کو اونکے عقل ہی سے طریق خیر و شر بتادیا
اور بعضون کو انبیا علیہم السلام کی زبان سے چنانچہ فرمایا وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَھَدَیْنٰھُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْھُدٰی
غرضکہ اسباب اس ہدایت کے کتب الٰہی اور انبیا علیہم السلام اور بینائی عقول ہین اور انسے
کسیکو روک نہین انسے وہی شخص رکتا ہے جسکو حسد اور کبر اور دنیا کی محبت اور ایسے لوازم جنسے دل
اندھے ہوجاوین گو آنکھین بھی موجود ہون انمین سے عادتاً اور کسی چیز سے مانوس ہونا اور
اوسکو اچھا جاننا ہے جو اس آیت مین مراد ہے اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثٰرِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ
اور کبر و حسد کو ان آیات مین ارشاد فرمایا وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ

اور اَبْصَرَ اَعْمٰى وَاَصَمَّ اَنْفُسَہُ یہ باتین دل کو اندھا کردیتی ہین اور ساتھ جسے راہ پر ہین آتی تین
دوسرا درجہ ہدایت کا جو اس ہدایت عام کے بعد ہے یہ ہے کہ خداوند کریم اوسکے باعث بندگی
میں ہر حال مین کرتا رہتا ہے اور نتیجہ مجاہدے کا یہ ہدایت ہوتی ہے جو اس ہدایت مین مذکور ہے
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور اسمین بھی یہی مراد وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى
تیسرا رتبہ ہدایت کا دوسرے کے بعد ہے اور وہ ایک نور ہے جو کمال ہدایت کے بعد عالم نبوت
اور ولایت مین چمکتا ہے اوسکے باعث آدمی کو وہ باتین سوجھتی ہین جو عقل سے نہین علوم ہوتین
جسپر مدار اوامر و نواہی الٰہی اور امکان تحصیل علوم کا ہے اس ہدایت کا نام ہدایت مطلق ہے
اور اسکے سوا اور ہدایتین اسکے مقدمات اور حجب ہین یہی درجہ وہ ہے جسکو خدای تعالیٰ نے
اپنی طرف منسوب فرمایا اگرچہ سب اوسکی طرف سے ہین چنانچہ فرمایا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى
اور اسیکا نام حیات ہے جو اس آیت مین مذکور ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا
يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ اور اس آیت مین بھی یہی مراد ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ
مِّنْ رَّبِّهٖ اور رشد سے ہماری غرض وہ عنایت الٰہی ہے جو انسان کو اپنے مقصد کیطرف متوجہ ہونے کے
وقت مدد کرتی ہے یعنی اگر مقصد کوئی ہو اوسکی بہتری ہوتی ہے تو اوسکو قوت دیتی ہے اور
اگر اوسکے حق مین برائی ہوتی ہے تو اوسکو سست کردیتی ہے اور یہ بات باطن سے ہوتی ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ حاصل یہ کہ رشد اوس
ہدایت کو کہتے ہین جو سعادت کیطرف کو باعث اور محرک ہو مثلاً کوئی لڑکا اگر ایسے حال مین بالغ ہو
کہ مال کی حفاظت اور تجارت کے طریقے اور مال کے زیادہ کرنے کی تدبیرون سے واقف ہو
مگر باوجود اسکے اسراف کرے اور قصد مال کے بڑھانے کا نکرے تو اوسکو رشید نہ کہینگے حالانکہ
وہ طریق خیر و شر جانتا ہے مگر چونکہ اوسکی ہدایت ناقص ہے کہ اوسکے ارادے کو محرک نہوئی
اس جہت سے رشید نہوا اسیطرح جو شخص کسی مضر چیز پر عمداً جرأت کرے تو اوسکو ہدایت تو
عنایت ہوئی اور جاہل سے تمیز بھی حاصل ہوئی جو مطلق اوسکے ضرر کو نجانتا ہو لیکن رشد
عنایت نہین ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صرف اعمال کے طرق پر ہدایت ہونے کی نسبت رشد مین
زیادہ کمال ہے اور یہ نعمت بھی بڑی ہے۔ اور تشدید سے یہ غرض ہے کہ بندے کی حرکات کو
مطلوب کی طرف متوجہ کرنا اور اون حرکات کا اوسپر آسان کردینا تاکہ بہت جلد صواب کی
طرف پہنچ جاوے پس نتیجہ ہے اکیلے ہدایت سے کام نہین چلتا اور حاجت رشد کی جو محرک ارادہ

باقی رہتی ہے اسیطرح رشد بھی کافی نہیں اسمین ضرور ہے کہ حرکات کی آسانی بذریعۂ سلامت اعضا اور آلات کے ہوتی ہے یہان تک کہ مراد پوری ہو غرضکہ صرف بتلا دینا اور شناخت کرا دینا تو ہدایت ہے اور ارادے کو حرکت کیواسطے متنبہ اور بیدار کرنا رشد ہے اور درستی کیطرف اعضا کی حرکت کو مدد دینی تسدید ہے۔ رہی تایید اوسکو گویا سب کی جامع سمجھنا چاہیے یعنی اوسکے معنی یہ ہین کہ بندے کے کام مین اندر سے تو بصیرت کے باعث قوت دینی اور باہر سے بباعث موافقت اسباب و لوازم کی اعانت کرنی اور اس آیت مین یہی مراد ہے إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ اور تایید کے قریب قریب عصمت ہے جسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کے دل مین وہ عنایت پروردگار ہو جسکے باعث آدمی خیر پر جرأت اور شر سے احتراز کرنے پر قادر ہو گویا کوئی اندر روکنے والا موجود ہے کہ معلوم نہین ہوتا اور اسیکو برہان کے لفظ سے خدا نے تعالی نے مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ یہ ہین نعمتین کلی طور پر اور یہ سب انسان مین جب جمع ہوتی ہین جبکہ اللہ تعالی فہم صاف اور تیز اور گوش حق نیوش اور دل بصیرت منزل تواضع گزین مراعات آئین اور اوستاد خیر خواہ اور مال مین سے اوسقدر کہ کمی کے باعث مہمات دنیا و یات ہی سے قاصر ہو نہ کثرت کی جہت سے مانع اشغال دینی ہو اور وہ عزت جس سے کہ احمقون کی جہالت اور اعدا کے ظلم سے بچا رہے عنایت فرماتا ہے اور ان سولہ اسباب مین سے ہر ایک چیز بہت سے اسباب چاہتی ہے پھر ان اسباب کے اور اسباب چاہئین یہان تک کہ یہ سلسلہ مسبب الاسباب پر ختم ہو اور از انجا کہ وہ اسباب بہت طول طویل ہین کہ اس جیسی کتاب مین اوسکا پورا بیان کرنا ممکن نہین اسلیے ہم نمونے کے طور پر کچھہ لکھے دیتے ہین تا کہ اس سے اس آیت کے معنی سمجھ مین آجاوین وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

دوسرا بیان اس بات کے نمونہ مین کہ خدا ہی تعالی کی نعمتین بہت اور سلسل خارج حد شمار سے ہین واضح ہو کہ ہمنے تمام نعمتون کو سولہ قسمون مین جمع کیا ہے اور تندرستی منجملہ اونکے ایک نعمت ہے جو پچھلے مرتبہ مین واقع ہے اگر اسکے اسباب جنسے یہ نعمت پوری ہوتی ہے ہم بالکل لکھا چاہین تو یہ ممکن نہین مگر اسباب صحت مین سے ایک کھانا بھی ہے اور اسکے وہ لوازم جنسے کھانے کی نعمت پوری ہوتی ہے کچھہ تھوڑے سے لکھدیتے ہین تا کہ مشتے نمونہ از خروارے ہو تو معلوم ہی ہے کہ کھانا ایک فعل ہے اور جو فعل اس قسم کا ہے وہ حرکت ہے اور ہر ایک

ایسے ہی تسدید کے یہ معنی ہین کہ جو مطلب ہو اوسکو آسان کر دے

ہدایت اور رشد اور تسدید اور تایید اور اعانت یہ سب نعمتین ہین کہ جو انسان کو سب جمع ہین

اور اگر گنو نعمتین اللہ کی نہ پورا کر سکو اونکو

حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضروری ہے جو آلہ حرکت ہے اور اوسکو حرکت پر قدرت اور ارادہ بھی شرط ہے اور اپنی مراد کا علم و ادراک بھی چاہیے پھر کھانے کے لیے غذا ضروری ہے اور غذا کے لیے کوئی چیز ایسی چاہیے جس سے غذا حاصل ہوا اور اوسکا کوئی بنانے والا چاہیے جو غذا کو درست کرے ہمین لحاظا اول ہم اسباب ادراک بیان کرینگے پھر اسباب ارادہ پھر اسباب قدرت پھر اسباب غذا اور ان چارون کو اشارۃً اور مجملاً بیان کرتے ہین نہ مفصل طور پر اور چونکہ اس بیان مین چند چیزون کا ذکر ہے لہذا اسکے آٹھ نکتے مقرر کیے گئے ہین

نکتہ اول اون نعمتون کا ذکر جو اسباب ادراک کے پیدا کرنے مین خداے تعالی نے رکھی ہین جاننا چاہیے کہ خداے تعالی نے نباتات کو پتھر اور ڈھیلے اور لوہے اور تانبے اور تمام جواہر جو بڑھتے اور کھاتے نہین وجود مین کامل تر بنایا ہے باین طور کہ نباتات مین ایک ایسی قوت رکھی ہے جس سے وہ غذا اپنی طرف کھینچتے ہین اور یہ قوت اونکی رگون اور جڑ مین ہوتی ہے جو زمین مین رہتی ہین اور اونکے لیے یہ رگ و ریشہ آلات ہین کہ انھین کے ذریعے سے غذا کو جذب کرتی ہین اور یہ رگین اول باریک ہوتی ہین جو پتیون پر سوجھتی ہین پھر اونکی جڑین موٹی ہو کر پھیلنے لگتی ہین کہ موٹیون مین سے اور پتلی رگین متفرع ہوتی ہین اور اونمین سے اور پتلی یہان تک کہ پتلی ہوتے ہوتے پتے کے اجزا مین نظر سے غائب ہو جاتی ہین ۔ اور باوجودیکہ نباتات کو یہ کمال ہے مگر پھر بھی وہ ناقص ہے اسلیے کہ اوسکی غذا اگر اوسکی جڑ مین نہ پہونچے گی اور اون کی رگون سے متصل نہوگی تو سوکھ جاویگا اوسکو یہ قدرت نہین کہ غذا دوسری جگہ سے تلاش کرے کیونکہ تلاش کے لیے دو چیزین چاہیین ایک مطلوب چیز کا جاننا دوسرے اوس تک جانا اور نبات ان دونون باتون سے عاجز ہے تو یہ بھی ایک خداے تعالی کی نعمت ہے جو انسان کے لیے ذریعہ معلوم کرنے کا اور آلات حرکت واسطے تلاش غذا کے پیدا کیے پھر ترتیب حواس خمسہ مین بھی حکمت خدا نظر آتی ہے یہ سب حواس آلہ ادراک ہین پہلا حاسہ لمس یعنی چھونے کا ہے یہ اسواسطے پیدا کیا گیا ہے کہ جب آدمی پر آتش سوزان یا تیغ بران گرے تو اوسکے لگتے ہی معلوم کرلے اور علیحدہ ہو جاوے اور یہ حس حیوان مین اول پیدا ہوتی ہے بدون اوسکے حیوان نہوگا اور سب سے کمتر درجہ حس کا یہ ہے کہ جو چیز بدن سے چھو جاوے اوسکو معلوم کرلے کیونکہ دور کی چیز کا معلوم کرنا حس کامل مین داخل ہے اور یہ حس ناقص ہر ایک حیوان مین ہوتی ہے یہان تک کہ کیچوے مین بھی ہے کہ جب سوئی اوسکے بدن پر لگاؤ تو فوراً بچنے کے واسطے سکڑ جاوے گا اور

نبات مین یہ بات نہین اُسکو اگر کاٹتے لگو تب بھی نہین سکڑتا اسواسطے کہ اُسکو کاٹنے کی خبر نہین ہوتی۔ پھر اگر آدمی مین یہی قوت لامسہ ہوتی تو یہ بھی کیڑے کی طرح ناقص ہوتا کہ دوسرے غذا کی تلاش نہ کرسکتا بلکہ جو چیز بدن کو لگتی اُسی کو اپنی طرف کھینچ لیتا اسی لیے حاجت ایسے حس کی بھی ہوئی جس سے دور کی چیز معلوم ہو اُسکے لیے خداے تعالے نے قوت شامہ پیدا کی کہ اُسکے ذریعے سے آدمی کو بو معلوم ہوتی ہے مگر بو سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ کس طرف سے آئی اگر انسان بو ہی پر رہتا تو چارون طرف پھرا کرتا جب تک کہ بودار چیز کے پاس نہ پہنچ جاتا جب بھی ناقص ہی رہتا اسکے واسطے بینائی پیدا کی کہ دور کی چیز کی جہت بھی معلوم ہو جاوے تاکہ اُسی طرف کو حرکت کرے اور اگر صرف آنکھ ہی ہوتی جب بھی نقصان تھا کیونکہ دیوارون اور پردے کے پیچھے کی چیز معلوم نہوتی وہ غذا کہ جسمین کوئی آڑ حائل نہوتی وہی سوجھا کرتی ایسے ہی دشمن جو آنکھ کے سامنے ہوتا نظر آیا کرتا لیکن اگر اوجھل ہوتا تو نہ سوجھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ دشمن کے نزدیک پہونچنے تک اطلاع نہوتی اور اُسوقت بھاگ نہ سکتا اسکے لیے کان پیدا کیے اور قوت شنوائی عنایت کی جس سے دیوارون اور پردے کے پیچھے کی آواز سنے کیونکہ آنکھ سے تو سامنے کی چیز معلوم ہوسکتی ہے غائب کا حال بدون کلام و آواز حرکت کے جو قوت سامعہ سے معلوم ہوتی ہے ادراک نہین ہوسکتا اسی لیے قوت سامعہ پیدا ہوئی اور کلام کے سمجھنے کی قوت بھی دی گئی جسکے باعث اور حیوانات سے تمیز ہوگئی اور یہ سب حواس بھی کافی نہوتے اگر قوت ذائقہ نہوتی کیونکہ غذا کے ملنے کے بعد آدمی کو کیا معلوم ہوتا کہ یہ موافق ہے یا ناموافق کہ کھاتے ہی مر جاویگا جیسے درخت کا حال ہوتا ہے کہ جو چیز سیال اُسکی جڑ مین پہونچتی ہے اُسکو کھینچ لیتا ہے حالانکہ بعض اشیا مضر ہوتی ہین اور اُنکے باعث سے سوکھ جاتا ہے پھر اگر یہی حواس ہوتے تب بھی نقصان رہتا اگر ایک اور ادراک دماغ کے اگلے حصے مین پیدا نہوتا جسکو حس مشترک کہتے ہین جسکے وسیلے سے ان حواس کے محسوسات جمع رہتے ہین اگر حس مشترک نہوتا تو آدمی بڑی دقت مین پڑتا مثلاً جب کوئی چیز زرد رنگ کی کڑوی کھاتا اور اُسکو ناموافق اپنی طبیعت کے پاکر چھوڑ دیتا تو جب دوبارہ اُس چیز کو دیکھتا تو نہ پہچانتا کہ یہ مضر ہے جب تک کہ دوبارہ نہ چکھتا کیونکہ آنکھ سے زردی سوجھتی ہے تلخی نہین معلوم ہوتی اور ذائقہ سے تلخی معلوم ہوتی ہے زردی نہین سوجھتی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسی قوت بھی ہو جس سے زردی اور تلخی دونون جمع رہین

یہانتک کہ جب زرد چیز نظر آوے تو وہ قوت حکم کردے کہ یہ کڑوی ہے اور دوسری دفعہ
کھانے کی نوبت نہ آوے اور یہ سب حواس مع حس مشترک انسان مین جیسے پائے جاتے ہین
حیوانات مین بھی ہین مثلاً بکری مین سب چیزین موجود ہین پس اگر انسان کے لیے یہی حواس
ہوتے تب بھی ناقص رہتا جیسے حیوانات ہین کہ حیلے سے گرفتار ہوسکتے ہین پھر انکو اُس حیلے کے
دفع کی قوت نہین کہ کسی تدبیر سے قید سے آزاد ہو جاوین اور بعض اوقات کنوئین مین گر پڑتے ہین
اور انکو یہ نہین معلوم کہ اسمین گرنے سے مرجاوینگے اور یہین وجہ ہے جو پایہ کبھی ایسی چیز کھا لیتا ہے
جو اسکو بالفعل مزہ دار معلوم ہوا ور آئندہ کو مضر پڑے تو کھاتے ہی بیمار ہوکر مرجاتا ہے کیونکہ اسکو
اُسی وقت کا ادراک ہے انجام کا سوچنا اسکو حاصل نہین - اور انسان کو خداے تعالی نے ایک اور
صفت سے ممتاز کیا جو سب مین اشرف و افضل ہے اور جسکو عقل کہتے ہین اُس سے انسان غذا کا
نفع اور ضرر پہچانتا ہے اور انجام کو جو مضر پڑے وہ معلوم کرتا ہے غذا کا پکانا اور اسکو مرکب کرنا
اور اُسکے سامان مہیا کرنے یہ سب باتین عقل سے ہوتی ہین تو صرف غذا کے باب مین جو سبب
آدمی کی تندرستی کا ہے عقل اتنی نافع ہے حالانکہ یہ فائدہ عقل کا نہایت ادنی ہے اور ایک بڑا بھی
حکمت ہے بڑی حکمت عقل مین خداے تعالی کی معرفت اور اُسکے افعال کا جاننا اور عالم مین
اُسکی حکمت کو پہچاننا ہے اس صورت مین فائدہ حواس کا اور کا اور ہو جاتا ہے یعنے حواس خمسہ
آدمی کے حق مین مثل جاسوسون اور مخبرون کے ہو جاتے ہین جو سلطنت کے اطراف مین
بادشاہون کی طرف سے مقرر رہتے ہین اور انمین سے ہر ایک کو ایک خاص کام سپرد ہو جاتا ہے
مثلاً آنکھ کو رنگون کی خبر اور کان کو آوازون کی خبر اور ناک کو خوشبو کی خبر اور ذائقے کو غذا کی
خبر اور لامسہ کو سردی گرمی اور سختی و نرمی اور ہمواری و ناہمواری کی خبر متعین ہو جاتی ہے اور
یہ جاسوس تمام مملکت مین سے خبرین لیکر حس مشترک کو حوالہ کرتے ہین جو دماغ کے پھاٹک پر
بیٹھا ہوا ہے جیسے پرچہ نویس اور عرض بیگی بادشاہون کی ڈیوڑھی پر رہتے ہین کہ جو کچھ اطراف
سلطنت مین سے کاغذات یا اخبار آتے ہین وہ انکو بجنسہ بادشاہ کے حضور مین پہونچا دیتے ہین
زیادہ انکو اختیار نہین فقط اتنے ہی واسطے ہین کہ جو حق کے توق اخبار و کاغذات سربمہر
جمع کرین اور حفاظت سے بادشاہ کے پاس پہونچاوین مگر اُنکے اندر کی حقیقت انکو کچھ نہین
معلوم ہوتی اسی طرح حس مشترک بھی تمام محسوسات حواس خمسہ کے دل کے پاس جو بمنزلہ امیر
و بادشاہ کے ہے پہونچا دیتا ہے اور وہ اگر عاقل ہوتا ہے تو اُن اخبارات کی تفتیش کرتا ہے

اور انمین سے اسرار مملکت پر واقف ہوکر احکام عجیبہ نافذ کرتا ہی جنکا بیان کامل بیان نہین
ہوسکتا اور جس حکم و مصلحت کو وہ مناسب جانتا ہی اُسی کے موافق اپنے لشکر یعنے اعضا کو
جنبش دیتا ہی کبھی تلاش کے لیے اور کبھی گریز کے لیے اور کبھی اتمام تدبیرات کے لیے جو اُسکو
پیش آتی رہتی ہین غرض کہ ادراک کی چیزون مین خداے تعالی کی نعمتون کا اس طرح انتظام ہی
اور یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ ہمنے اسکا بیان پورا لکھا ہی اسلیے کہ اگر کامل بیان کیا جاوے تو
دفتر کے دفتر چاہیین مثلاً حواس ظاہری انسان کے تھوڑے سے حواس ہین یعنی بالکل یہی
نہین ہین انکے سوا اور بھی ہین جیسے حواس باطنی مثلاً اور ان حواس مین ایک حس بینائی ہی اور اُسکے
لیے آنکھ ایک آلہ ہی اور اُسمین اگر تامل کیا جاوے تو دس طبقات مختلف سے بنے ہولی ہین
کہ بعضے اُنمین سے رطوبات ہین اور بعض پردے ہین اور ان پردون مین بعضے مکڑی کے
جالے ہین اور بعضے رحم کی جھلی کی طرح کے ہین اور رطوبتون مین سے بعضے انڈے کی سفیدی کے
شکل ہین اور بعض برف کے مانند اور ان دسون طبقات مین سے ہر ایک کے لیے
ایک صفت اور صورت اور عرض اور گولائی اور بناوٹ خاص ہی کہ اگر دس مین سے
ایک مین بھی خلل آجاوے یا کسی صفت ہی مین قصور ہوجاوے تو بینائی مین ایسا قصور ہوجاوے
کہ اطبا اور کحال سب اُسکے علاج سے عاجز ہوجاوین جب ایک حس مین یہ حال ہی تو قوت
شنوائی یا دوسرے حواس کو اسی پر قیاس کرلینا چاہیے۔ بلکہ اصل یہ ہی کہ اللہ تعالی نے
جو حکمتین اور نعمتین آنکھ مین اور اُسکے طبقات مین رکھی ہین اُنکا بیان بہت کتابون مین بھی
بھی نہین ہوسکتا حالانکہ سب کے سب مل کر بدن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہی پھر سارے بدن
اور اعضا مین جو باتین ہین وہ کس طرح بیان ہوسکتی ہین حاصل یہ کہ ادراکات کی
پیدائش مین جو خداے تعالے نے نعمتین رکھی ہین اُنکے رموز یہ ہین جو بیان ہوے۔
نکتۂ دوم اُن نعمتون کے اقسام مین جو ارادون کی پیدائش مین خداے تعالی نے رکھے ہین
واضح ہو کہ اگر آدمی مین بینائی ہوتی جس سے کہ دور کی غذا دیکھ لیا کرتا اور طبیعت مین
میل اور رغبت اُسکی طرف پیدا نہوتی جس سے کہ حرکت اُس طرف کو ہوتی ہی تو بینائی
بیکار ہوتی دیکھو بہت مریض ایسے ہوتے ہین کہ غذا کو دیکھتے ہین اور سب سے زیادہ
نافع چیز یہی ہی مگر چونکہ رغبت اُنکے دل مین نہین رہتی تو نہین کھاتے اُنکی بینائی اس
باب مین بیکار ہی اسی لیے انسان کے واسطے ضرور ہوا کہ موافق چیز کی طرف رغبت ہو

جسکا نام شہوت ہے اور مخالف چیز سے نفرت ہو جسکو کراہت کہتے ہین تاکہ شہوت کے باعث
سرگرم طلب ہو اور کراہت کے سبب مستعد گریز پس اللہ تعالی نے اسمین خواہش غذا پیدا کرکے
اُسکو اُسپر مسلط کردیا کہ اشتہا کے تقاضے سے خواہ مخواہ کھانے کی طرف مضطر ہو اور غذا
کھاکر زندہ رہے اور اس بات مین حیوانات کو بھی انسان سے شرکت ہے مگر نباتات کو نہین پھر
مقدار ضرورت کے کھانے کے بعد اگر یہ شہوت نہ ٹھہرا کرتی اور نوبت زیادتی کی ہوتی تو آدمی
مرجاتا جیسے کھیتی کہ جتنا پانی ڈالو کھینچتی چلی جاتی ہے یہانتک کہ بگڑ جاوے اُسکے واسطے
آدمی کی ضرورت ہے جو پانی کا اندازہ مقرر کرے اور حاجت کے وقت دیوے ورنہ روک دیوے
اسوقت کے دور کرنے کے لیے خداے تعالی نے آدمی مین نفرت پیدا کی کہ پیٹ بھرنے کے بعد
دل بھر جاوے اور غذا ترک کرے اور جس طرح کہ انسان کے لیے کھانے کی شہوت پیدا ہوئی
کہ اُسکے باعث کھاوے اور بدن سلامت رہے اسی طرح شہوت جماع بھی پیدا کی کہ اُسکے باعث
نسل قائم رہے اور اگر ہم خداے تعالی کی صنعت بیان کرین کہ رحم کو کیسے بنایا اور پیدائش
حیض کی اور مرکب ہونا بچے کا منی اور خون حیض سے اور کیفیت پیدائش خصیتین کی اور جو
رگین کہ اُنمین پشت کی اُن ہڈیون سے گئی ہین جنمین نطفہ رہتا ہے اور کیفیت عورت کی منی گرنے کی
سینے کی رگون سے اور کیفیت رحم کے اندر کے ساتخون کی جنمین سے بعض مین جاکر نطفہ مرد بن جاتا ہے
اور بعض مین عورت اور کیفیت نطفہ کے تبدیل کی پھٹکے اور لوتھڑے اور ہڈی اور گوشت اور
خون مین اور کیفیت اُسکے اجزا کی تقسیم کی یعنی سر اور ہاتھ اور پانون اور پیٹ اور پیٹھ اور تمام اعضا کی
بیان کیجاوے تو ناظرین کو اپنی ابتداے پیدائش مین انواع و اقسام کے نعماے الٰہی معلوم
کرکے نہایت تعجب ہوگا نہ کہ بیٹھے کٹے بنکر بھی تعجب نہ کرین لیکن چونکہ ہمکو صرف نعمتین کھانے کی
بیان کرنی منظور ہین اسلیے طول کلام کو ترک کرکے اُسی پر اکتفا کرتے ہین خلاصہ یہ کہ خواہش
طعام انسان مین منجملہ ارادون کے ہے اور صرف یہی کافی نہین اسلیے کہ اُسکے گرد چار طرف سے
مہلکات بھی توآتے ہین پس اگر اُسمین غضب نہ پیدا کیا جاوے جس سے کہ مخالف اور ناموافق
اپنے اوپر سے دفع کرسکے تو بیسیون آفات کا ہدف بنیگا اور جو غذا کمین سے پیدا کریگا
چھن جاویگی کیونکہ ہر ایک اُسکا خواہشمند ہے اسلیے ضرور ہوا کہ ارادہ دفع اور مقابلہ بھی پیدا کرین
ہو جسکا نام غضب ہے۔ پھر شہوت و غضب سے بھی کام نہین نکلتا اسلیے کہ ان دونون کا فائدہ
و نقصان حال ہین ہی ہے مآل مین کچھ کام نہین آتے اس لحاظ سے خداے تعالی نے

آدمی مین ایک اور ارادہ پیدا کیا جو عقل کے اشارے پر چلتا ہے جس سے کہ انجام سوچا جاتا ہے ۔
اور شہوت و غضب کو جس کے ادراک کا محکوم بنایا جس سے حالت موجود معلوم ہوتی ہے غرضکہ
اس ارادے کے باعث آدمی کو عقل سے نفع کامل ہوا اسلیے کہ صرف یہ جان لینا کہ شہوت مثلاً
مضر ہے اوس سے بچنے کے لیے کافی نہین جب تک کہ اس معرفت کے موافق رغبت عمل نہو اور
یہ ارادہ صرف انسان کو ملا ہے بہائم کو نہین ملا جیسے کہ انجامون کا سوچنا بھی انسانون ہی کو
عنایت ہوا ہے اسمین انسان کا شرف منظور تھا اسی ارادے کا نام ہمنے باعث دینی رکھا ہے
اور صبر کے بیان مین یہان سے زیادہ اوسکی تفصیل کی ہے

تیسرا نکتہ قدرت اور آلات حرکت کی پیدایش مین خداے تعالے کی نعمتون کا بیان
جاننا چاہیے کہ حس سے صرف ادراک ہو جاتا ہے اور ارادہ سے خواہش طلب یا گریز کی ہوتی ہے
مگر جب تک آلہ طلب یا گریز نہو تو ادراک و خواہش کو کیا کرے دیکھو مریض درماندہ دور کی چیز دیکھکر اوسکا
مشتاق ہوتا ہے لیکن پانون میں قوت نہونے سے اوس تک نہین جا سکتا یا بعض افات زمانہ وغیرہ
مارتا ہے تو ہاتھ بیکار ہو جاتا ہے اگر چیز ملی بھی تو نہین کہا سکتا اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی کے لیے
آلات حرکت بھی ہوین اور حرکت پر قدرت بھی ہو تاکہ مقتضاے شہوت کے بموجب حرکت
کرنی طلب کہلاوے اور کراہت کے باعث گریز اسی حکمت کے لیے خداے تعالی نے
انسان و حیوان کو اعضا عنایت فرمائے کہ جو ظاہر مین نظر آتے ہین اور اونکے اسرار معلوم نہین
انمین سے بعض اعضا ایسے ہین جو طلب و گریز دونون کے لیے ہین جیسے انسان کے پانو
کے لیے پانون اور پرندون کے لیے پر اور بعض دفع کے لیے ہین جیسے انسان کے ہتیار
اور حیوان کے سینگ اور اسباب مین حیوانات بہت مختلف ہین بعض جاندار ایسے ہین کہ اونکے
دشمن بہت ہین اور غذا اونکی دور ہوتی ہے اسلیے اونکو تیز حرکت کی حاجت ہوتی ہے
تو اونکے لیے پر عنایت ہوے کہ جلد اوڑسکین اور بعض کو چار پانون عنایت ہوے بعض
ایسے ہین کہ اونکے دو ٹانگین ہین بعضے زمین ہی پر رینگتے ہین اس اختلاف کا ذکر طول چاہتا ہے
اسی وجہ سے ہم اون اعضا کا ذکر کرتے ہین جنسے کھانا پورا ہوتا ہے تاکہ اور اعضا کو بھی
انپر قیاس کر لیا جاوے ۔ پس ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی دور سے کھانا دیکھے اور اوسکی طرف
حرکت کرے تو صرف حرکت کافی نہوگی جب تک کہ اوسکو لے نلے اسلیے حاجت ایک
پکڑنے کی چیز کی بھی ہوئی اسکے لیے خداے تعالی نے دو ہاتھ پیدا کیے جو لمبے اور چیزون

کیطرف پھیلتی ہوئی ہین اور اونمین بہت سے جوڑ ہین تاکہ ہر طرف حرکت کر سکین اور پھیلا کر
سکڑ سکین گڑے ہوے لکڑی کیطرح نہون پھر ہاتھہ کے سر پر ہتیلی لگا کر اوسکو چوڑا کر دیا
اور ہتیلی کا سر پانچ جگہ اونگلیون مین پھانٹ کر دیا اور اونگلیون کی دو طرف کین ایک طرف کو
انگوٹھا باقی کے چارون پر گھومتا ہوا بنایا اگر سب اونگلیان ایک جانب کو یا برابر ہوئی ہوتین
تو پورا مطلب نکلتا اسلیے اونکو ایسی طرح پر رکھا کہ اگر آدمی پھیلائے تو بیلچے کا کام دے اور اگر ملاکر
خم دیدے تو چمچہ ہوجاتا ہے اور اگر خوب بند کرلے تو مارنے کا آلہ یعنی گھونسا بنجاتا ہے اور
کسی چیز پر ڈالکر بند کرنے سے پکڑنے کا آلہ ہے پھر ان اونگلیون کے سرون پر ناخن پیدا کیے
تاکہ ٹوٹنے نپاوین اور جو چیز باریک اونگلیون سے نا اوٹھے وہ ناخنون سے لے سکین۔ الغرض
کروکہ غذا ہاتھہ مین بھی آجاوے تب بھی بکار آمد نہین جب تک کہ معدے مین نہ پہونچے اور
معدہ اندر سے تو ضرور ہے کہ باہر کیطرف اوسمین پہونچنے کی کوئی راہ ہونی چاہیے تاکہ اوس
راہ سے غذا معدے مین جاوے اسکے واسطے خداے تعالی نے منہ بنادیا جس سے راستہ
معدے کیطرف ہے اور منہ مین کچھہ بھی فائدہ نہین کہ کھانے کو معدے تک پہونچا دیتا ہو بلکہ
اسکے سوا اور بہت سی حکمتین ہین پھر اگر غذا کے لقمے کو منہ مین بھی رکھہ لیا تو ثابت کا نگلنا
دشوار ہے اسکے واسطے ایک چکی چاہیے جسمین غذا پس جایا کرے پس خداے تعالی نے
دو جبڑے ہڈیون کے بنائے اور اونمین دانت لگائے اور اوپر کی داڑھون کو نیچے کی داڑھون
مطابق کر دیا تاکہ اوسمین غذا پس جایا کرے پھر بعض غذا محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اور بعض کاٹنے کی
بعد اور بعض توڑنے کے بعد محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اس غرض کیواسطے دانتون کی تقسیم بھی
تین طرح کی ہوئی ایک داڑھین جنکا کام پیسنے اور چبانے کا ہے دوسرے آگے کے دانت
جو تیز ہین اور کاٹنے مین کام آتے ہین تیسرے کچلیان جو غذا کے توڑنے اور جدا کرنے مین مستعمل
ہوتی ہین پھر جبڑون کا جوڑ ڈھیلا بنایا تاکہ نیچے کا جبڑا آگے پیچھے ہوسکے اور اوپر کے جبڑے پر
چکی کیطرح پھرسکے اگر یہ بات نہوتی تو صرف دونون جبڑے کھٹا کھٹ ہوجایا کرتے چبانے کی
غرض پوری نہوتی مگر خداے تعالی کا انعام ہے کہ اوسنے نیچے کے جبڑے مین تو حرکت
دوڑ ہی رکھی اور اوپر کے جبڑے کو ساکن بے حرکت رکھا یہ بھی ایک صنعت عجیب ہے تمام جہان
کی بنائی ہوئی چکیون مین نیچے کا پاٹ جما رہتا ہے اور اوپر کا گردش کرتا ہے لیکن خدا کی
بنائی ہوئی چکی مین نیچے کا گھومتا ہے اوپر والے پر واقع مین اوسکی شان اور برہان و راوسکی

لطف و احسان کا کیا کہنا ہے - پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آدمی غذا کو منہ مین بھی رکھ لے تو کھانا دانتون کے تلے کیسے جا سکتا ہے دانت اوسکو کھینچ نہین سکتے اونگلی سے ادھر ودھر ہٹانے مین نہایت دقت ہے اسکے لیے دیکھو اللہ تعالی نے کیا عمدہ نعمت زبان کی پیدا کی کہ منہ مین سب طرف گھومتی ہے اور غذا کو بیچ مین سے حاجت کی موافق دانتون مین پہونچاتی رہتی ہے جیسا آٹا پیسنے مین تھوڑا تھوڑا آٹا سے ڈالتے جاتے ہین اور یہ فائدہ زبان کا ایک ادنی فائدہ ہے اور دوسرے فوائد مثلاً ذائقہ اور عجائب طاقت کلام اور دوسری حکمتین اتنی ہین کہ اونکو ذکر کرنے سے ہم گفتگو نہین بڑھاتے پھر فرض کرو کہ آدمی نے غذا کو کتر کر چبا لیا اور وہ سوکھی ہے تو نگلنے پر قادر نہوگا جب تک کہ کوئی رطوبت ایسی نہو جس سے کہ غذا حلق مین پھسل جاوے اسکے لیے خدای تعالی نے زبان کے نیچے ایک چشمہ رکھا ہے جسمین سے لعاب بہتا ہے اور بقدر حاجت گرتا جاتا ہے یہان تک کہ غذا اوس سے تر ہو جاتی ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ زبان کو اس کام کے لیے کیا مسخر کیا ہے کہ ابھی کھانا دور ہی ہوتا ہے مگر بیچاری خدمت کے لیے اور لعاب گرانے کو تیار ہو جاتی ہے حتی کہ بعض اوقات باچھون تک رال آجاتی ہے اور کھانا ابھی دور ہی ہوتا ہے پھر یہ غذا جو لعاب سے گوندا بنجاتی ہے معدہ مین اوسکو کون پہونچائے ہاتھ سے ڈھکیلی نہین جاتی نہ معدے مین ہاتھ ہے کہ منہ مین سے غذا کو گھسیٹ لے اسیلیے خدائے تعالی نے نرخرہ اور مری بنائے اور نرخرے کے منہ پر کئی درجے بنا دیے جو غذا کے لینے کیواسطے کھل جاتے ہین پھر بند ہو کر بھیجتے ہین یہان تک کہ اونکے دبنے کے باعث غذا لڑھکتی ہوئی معدے مین جا پڑتی ہے اور جب معدے مین پہونچتی ہے تو کتری ہوئی روٹی یا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میوہ وغیرہ کے ہوتے ہین اونمین یہ لیاقت نہین ہوتی کہ بدن کا گوشت یا ہڈی اسیطرح بنجاوین بلکہ ضرور ہے کہ یک غذا کے اجزا مثل اون اشیلکے ہو جاوین ہمین وجہ خدائے تعالی نے معدے کو ہنڈیا کی صورت بنایا جب کھانا اوسمین پہونچتا ہے تو چار طرف کے دروازے بند ہو جاتے ہین اور یہان تک معدے مین ٹھہرتا ہے کہ ہضم اور پختگی اوسمین اچھی طرح ہو جاوے اور یہ پختگی کھانے کی اوس گرمی سے ہوتی ہے جو معدے کے چار طرف کے اعضاے سے اوسکو پہونچتی ہے کیونکہ دہنی طرف اوسکے جگر ہے اور بائین طرف تلی اور آگے کیطرف چربی کی چادر اور پیچھے پیٹھ کا گوشت ان اعضا کی گرمی سے چار طرف سے معدہ مین حرارت پہونچتی ہے

یہان تک کہ غذا پک کر ہتی چیز بشکل آش جو ہو جاتی ہے اور اس قابل ہوتی ہے کہ رگون کے
اندر جا سکے گو ابھی اس قابل نہین کہ غذاے بدن ہو اب معدے سے جگر تک چند راستے
رگون کے خدای تعالی نے بنائے ہین اور انمین بہت سے منہ رکھے ہین کہ غذا انمین کو
ہو کر جگر تک پہونچ جاتی ہے جگر کا خمیر خون سے بنا ہے گویا کہ خون ہی ہے اور اوسمین بہت سی
باریک رگین ہین کہ اوسکے تمام اجزا مین پھیلی ہوئی ہین پس غذا جو جگر مین آتی ہے اون
رگون کے ذریعے سے تمام جگر مین پھیل جاتی ہے یہان تک کہ جگر کی قوت اوسپر غالب
آکر خون کا رنگ کر دیتی ہے اور یہ غذا جگر مین اتنی دیر ٹھہرتی ہے کہ اوسکو ایک پختگی اور
ہو جاوے اور صاف خون کی صورت ہو جاوے جسکو لیاقت غذاے اعضا کی ہے پھر جب
حرارت جگر اسکو پکاتی ہے تو اس خون مین سے دو میل نکلتے ہین جیسا اور پکتی چیزون مین سے
نکلا کرتے ہین ایک تو تیل کی گاد کی صورت ہوتا ہے جسکو خلط سودا وی کہتے ہین اور ایک
مسکہ کی صورت جسکو صفرا کہتے ہین اور اگر یہ دونون فضلے غذا مین سے علیحدہ نہون تو اعضا کا
مزاج بگڑ جاوے اسلیے خداے تعالی نے پتا اور تلی بنائی اور ہر ایک کی ان دونون مین سے
ایک گردن جگر تک لمبی کہ اوسکے اندر گھسی ہتی ہے بنا ئی پتے کا کام یہ ہے کہ فضلہ صفراوی کو
کھینچ لیتا ہے اور تلی سوداوی فضلے کو جذب کرتی ہے اب یہ دونون فضلے نکلکر خون صاف
رہجاتا ہے صرف اوسمین رقت اور رطوبت رہتی ہے اگر یہ رقت اور رطوبت نہو تو خون پتلی
رگون مین جا سکے نہ اور اعضا مین چڑھ سکے اور زیادتی رطوبت بھی ٹھیک نہین اسکے دور کرنے
کے لیے خداوند حکیم نے دو گردے پیدا کیے اور اونمین سے بھی ایک ایک گردن جگر تک
رکھدی اور عجیب حکمت یہ تھی کہ اونکی گردنون کو جگر کے اندر نہین کیا بلکہ اون رگون کے پاس رکھا
جو جگر کے اوپر کو نکلی ہوئی ہین اسمین یہ حکمت ہے کہ گردے رطوبت خون اوسوقت جذب کرین جب
خون جگر کی باریک رگون مین سے نکل آوے کیونکہ اگر اس سے پہلے جذب کرین تو خون گاڑھا
ہو جاوے اور رگون سے نہ نکلنے پاوے بہر حال جب خون مین سے رطوبت بھی جدا ہو جاتی ہی
تو تینون فضلون سے خون صاف ہو کر اون اشیا سے جو غذا کی مفسد ہین پاک و شستہ ہو جاتا ہی
پھر اللہ تعالی نے جو جگر سے رگین نکالی ہین اونکی بہت سی اقسام کیے ہین اور ہر ہر قسم مین سے
بہت سے شعبے جدا کر کے تمام بدن مین سر سے پانون تک اندر اور باہر پھیلا دیے ہین اور
وہ خون صاف اونمین کو ہو کر تمام اعضا مین پہونچتا ہے اور ان رگون کے شعبے پتلے ہوتے ہوتے

ایسے جاتے ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے جیسے درخت اور پتون کی رگین آخر کو ہو جاتی ہین
غرضکہ اونھین کے ذریعے سے تمام اعضا مین غذا پہونچتی ہے اور اگر پتے پر کوئی آفت
آتی ہے اور فضلہ صفراوی کو نہین کھینچتا تو خون فاسد ہو جاتا ہے اور اوس سے امراض
صفراوی مثل یرقان اور پھنسیون اور سرخ بادہ کے پیدا ہوتے ہین اور اگر تلی پر کوئی آفت
ہوتی ہے اور خلط سوداوی کو جذب نہین کرتی تب سوداوی مرض مثل چھیپ اور جذام اور
مالیخولیا وغیرہ کے پیدا ہوتے ہین اور اگر گردون کیطرف رطوبت نہین جاتی تو اوسوقت رطوبت
کے امراض مثل جلندر وغیرہ کے ظاہر ہوتے ہین — اب حکیم مطلق کی حکمت کو دیکھنا چاہیے
کہ ان ادنی چیزون سے کیسے فائدے رکھے ہین تلّا اپنی ایک گردن سے فضلہ کھینچتا ہے اور
دوسری راہ سے اوس فضلے کو آنتون مین ڈالدیتا ہے تاکہ اوسمین غذا کے آنے جانے کی
لیے ایک چکناہٹ ہے اور آنتون مین خلش پیدا ہو جس سے طبیعت قضاے حاجت کو جائے
اور پاخانہ کیوقت چکنائی کے باعث فضلہ جلد نکلے اور زردی رنگ پاخانہ کی اسیوجہ سے ہے
کہ اسمین خلط صفراوی کا میل ہوتا ہے — اور تلی اپنے فضلہ کو ایسا کر دیتی ہے کہ اوسمین ترشی
اور بستگی آجاوے اور اوسمین سے کسیقدر ہر روز منہ معدہ پر پہونچا دیتی ہے تاکہ ترشی کے باعث
اشتہا جنبش مین آوے اور معدے کو غذا پر انگیختہ کرے اور باقی فضلہ کو پاخانے کے ساتھ
باہر نکال دیتی ہے اور گردہ اوس رطوبت مین سے جسقدر خون ہوتا ہے اوسقدر کو اپنی
غذا کرتا ہے اور باقی کو مثانہ مین دفع کرتا ہے — اب چاہیے کہ اسباب غذا کی نعمتون کو ہم
یہان ہی تک چھوڑ دین ورنہ اگر ذکر کرین کہ جگر کو حاجت دل اور دماغ کی کسطرح ہے اور اعضاے
رئیسہ مین سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت کیونکر ہے اور دل مین سے اچھلتی رگین تمام
بدن مین کیسے پھیلی ہین جنکے ذریعے سے حس اعضا مین ہوتی ہے اور دوسری رگین جنمین سے
ہو کر غذا تمام بدن مین پہونچتی جگر سے کسطور متفرق ہوتی ہین پھر اوس سے اعضا کیونکر بنتے ہین
اور ہڈیان اور پٹھے اور رگین اور اوتار اور رباط اور کری ہڈیان بدن مین کتنی ہین تو کلام
بہت بڑھجاویگا حالانکہ کھانے کیواسطے ہر ایک کی احتیاج ہے اور دوسری غرضون کیواسطے
بھی ہین بلکہ آدمی مین ہزارون پٹھے اور رگین اور مچھلیان چھوٹی اور بڑی اور پتلی اور موٹی کہ
بعضی بہت پھیلاو رکھتی ہین اور بعضی کم یہ سب موجود ہین اور انمین سے ایسی کوئی نہین
جسمین ایک یا دو یا تین یا چار یا دس یا زیادہ حکمتین نہون اور یہ سب اوسکی نعمتین ہین جو انسان کی

اوسکے کی مین اگر ان سب مین سے کوئی چلتی رگ ٹھہر جائے یا ساکن رگ حرکت کرے تو بیمار آدمی ہلاک ہو جائے۔ پس آدمی کو چاہئے کہ اول ان نعمای الٰہی کو اپنے اوپر دیکھے تاکہ پھر شکر کر سکے۔ آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتون مین سے بجز ایک ادنیٰ نعمت کھانے کے اور کیا معلوم ہے اور اوسمین بھی یہی معلوم ہے کہ بھوک لگی تو کھا لیا اور اتنی بات گدہا بھی جانتا ہے کہ بھوکا ہوا تو کھا لیا اور تھک گیا تو سو رہا اور شہوت ہوئی دفع شہوت کر لی اور آرام سے رہا تو ناپنے اور لات مارنے لگا جب آدمی اپنے نفس مین اوسیقدر جانتا ہو جتنا گدہا جانتا ہے تو اوسے شکر الٰہی اوس سے کسطرح ہے۔ یہ قدر جو ہم نے مختصراً بطور اشارہ نعمای الٰہی کے بیان کی ایک قطرہ بحر نعمای سے ہے اسی پر جملاً اون باتون کو بھی قیاس کر لینا چاہئے جنکو طول کلام کے خوف سے ہمنے چھوڑ دیا ہے اور نعمتون مین سے جسقدر ہمنے بیان کی ہین اور تمام خلق کو معلوم ہین اگر اس مقدار کو اون نعمتون کی نسبت کر دیکھیں جنکو لوگ نہیں جانتے تو سمندر کے ایک قطرے سے بھی کم نظر آوین مگر اتنی بات ہے کہ جو شخص انمین سے کچھ جانتا ہے اوسکو شمہ معنی اس آیت کا معلوم ہو جاتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ خدای تعالیٰ نے قوام ان اعضا کا اور اونکے منافع کا کیسے ایک بخار لطیف سے منتظم کر رکھا ہے جو اخلاط اربعہ سے نکلتا ہے اور دل مین اوسکا قرارگاہ ہے وہان سے تمام بدن مین بذریعہ اچھلتی رگون کے پھیلتا ہے اسطرح کہ جس جزو بدن مین پہونچتا ہے اوسکے پہونچتے ہی اوس جزو مین قوت حس اور ادراک اور قوت حرکت اور سب حاجت کی چیزین پیدا ہو جاتی ہین جیسے چراغ کو گھر مین پھراؤ تو جس کونے مین جاویگا وہی اوسکی روشنی سے بحکم خدا اور اوسکے اختراع سے روشن ہو جاویگا اوسنے اپنی حکمت سے چراغ کو سبب روشنی کا بنایا ہے اور یہ بخار لطیف اصطلاح اطبا مین روح کہلاتا ہے اوسکا محل دل ہے مثال مفروض مین جرم شعلہ کو بخار سمجھنا چاہئے اور قلب مثل ظرف چراغ کے ہے اور خون سیاہ جو دل کے اندر ہے وہ مثل بتی کے ہے اور غذا اوسکے لئے مثل روغن کے ہے اور حیات ظاہری جو سب اعضا مین اوسکے باعث ہے اوسکو بمنزلہ روشنی چراغ کے تمام گھر مین تصور کرنا چاہئے اور جسطرح کہ چراغ روغن نہ رہنے سے گل ہو جاتا ہے اسیطرح چراغ روح بھی غذا نملنے سے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جسطرح کہ بتی کبھی جلکر خاک ہو جاتی ہے اور تیل نہیں پیتی اور باوجود کثرت روغن کے چراغ سرد ہو جاتا ہے اسیطرح وہ خون جو دل مین ہے کبھی زیادتی حرارت دل سے

ت: اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی تو نہ گن سکو اونکو

جل جاتا ہے اور باوجود غذا روح تحلیل ہو جاتی ہے اسلیے کہ خون دل غذا کو قبول نہین کرتا جب تک کہ روح باقی ہے جیسے کہ راکھ تیل کو ایسی طرح نہین پیتی جس سے شعلہ پیدا ہو اور جیسے چراغ کبھی تو سبب داخل کے باعث بجھ جاتا ہے جیسا اوپر گذرا اور کبھی سبب خارجی سے گل ہوتا ہے مثلاً آندھی چلنے کے باعث اسیطرح روح بھی کبھی اسباب داخلی مذکورہ بالا سے فنا ہوتی ہے اور کبھی سبب خارج مثل قتل وغیرہ کے باعث اوسکی فنا کا ہوتا ہے اور جیسے کہ تیل کے نہ رہنے یا بتی کے بگڑنے یا آندھی چلنے یا کسی آدمی کے گل کرنے سے چراغ کے گل ہونے کے لیے اسباب خدا تعالی کے علم مین مقدر اور مرتب ہین اور یہ سب باتین موجب تقدیر الہی کے سرزد ہوتی ہین اسیطرح روح کا فنا ہونا کسی علت سے ہو بموجب حکم خدا کے ہوتا ہے اور جسطرح کہ چراغ کا گل ہونا اوسکے وجود کی انتہا ہے تو یہ بھی اوسکی مدت ام الکتاب مین معین ہوئی ہوگی اسیطرح روح کی فنا کو تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ کے گل ہوتے ہی تمام گھر مین اندھیرا ہو جاتا ہے ایسے ہی روح کی رخصت ہوتے ہی بدن مین تاریکی ہو جاتی ہے یعنی وہ نور کہ بدن کو روح سے پہونچتا تھا اور اوسکے باعث حس اور قدرت اور ارادہ اور دوسرے لوازم حیات اوسکو میسر تھے وہ کچھ نہین رہتا۔ یہ بھی ایک امر مختص خدای تعالی کی نعمتون اور اوسکی عجائب صنعت و حکمت کے اقسام مین سے ایک قسم کیطرف ہے اس سے مضمون اس آیت کا معلوم ہوتا ہے کہ لَوْ کَانَ[1] الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ پس جو شخص ایسے بھی خداوند کریم کا منکر ہو اور اوسکی نعمت کا ناشکر وہ خدای تعالی کی رحمت سے دور ہو اور اوسکے عذاب ولعنت مین مقہور۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمنے روح کو بتلایا اور اوسکی مثال بیان کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب روح کا حال پوچھا گیا تو اتنا ہی فرمایا کہ اَلرُّوْحُ[2] مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی یہ ایک امر ربانی ہے آپ نے اسکی تعریف کیون نہ فرمائی اور لوگونکو اسطرح کیون نہ ارشاد کیا جیسے تمنے تقریر کی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ روح جو بہت سے معنون مین مشترک بولا جاتا ہے اوسکے اشتراک پر دھیان نکیا جاوے روح کے سب معنون کو ہم نہین ذکر کرتے یہان جو ہمنے معنی روح کے بیان کیے ہین تو اون سب معنون مین سے ایک معنی یہ بھی ہین کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جسکو اطبا روح کہتے ہین اور اون معنون نے اوسکی صفت اور وجود اور اعضا مین جاری ہونے کی کیفیت اور اوس سے حس اور قوت اعضا مین آنے کا حال سب بیان کیا ہے یہان تک کہ اگر کوئی عضو بحس

[1] اگر دریا سیاہی ہو کر میرے رب کی باتین لکھے تو دریا تمام ہو جاوے پہلے اسکے کہ میرے رب کی باتین تمام ہون ۱۲

[2] بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

ہو جاتا ہے تو جان لیتے ہین کہ کوئی سدہ روح کے چلنے کی جگہ مین پڑ گیا ہے اور پھر اس
جگہ کا علاج نہین کرتے بلکہ پٹھون کے نکلنے کی جگہ کا علاج کرتے ہین جہان سدہ پڑا کرتا ہے
اور علاج بھی ایسا کرتے ہین جس سے سدہ کھل جاوے اسلیے کہ یہ روح اپنی لطافت کی باعث
پٹھون کے جال مین گھسکر اوسکے ذریعے سے دل مین سے تمام بدن مین پھیلتی ہے پس
یہ معنی روح کے جو اطبا نے لکھے ہین یہ کچھ مشکل نہین مگر وہ روح اصلی کہ جسکے فساد سے تمام
بدن فاسد ہو جاتا ہے وہ ایک سر ہے اسرار الٰہی مین سے جسنے اوسکی تعریف بیان نہین کی
اور نہ اوسکے بتلانے کی اجازت اوسکے لیے اتنا ہی کہہ سکتے ہین جتنا خدای تعالی نے
فرمایا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی روح امر ربانی ہے اور جتنے امور ربانی ہین عقل کو
تاب اونکے وصف کی نہین اکثر خلق کی عقل اونمین حیران ہے اور وہم و خیال تو کسی طرح
اونکو دریافت نہین کر سکتے اونمین لیاقت ہی اونکے ادراک کی نہین جیسے آنکھ سے
آواز کا ادراک نہین ہو سکتا۔ غرض کہ بیان وصف امور ربانی کا عقل کی مجال سے باہر
اسلیے کہ عقل کے پانون مین جوہر و عرض کی بیڑیان پڑی ہین وہ انھین مین محبوس ہے تو
امور ربانی کسطرح دریافت ہون ہان اونکے دریافت کے لیے ایک اور نور
سے جو عقل سے اعلی اور اشرف ہے اور عالم نبوت اور ولایت مین چمکا کرتا ہے اوس
نور کو عقل کیطرف وہ نسبت ہے جو عقل کو بہ وہم و خیال کیطرف اور اللہ تعالی نے
خلق کو سب طرح کا بنایا ہے تو جسطرح کہ لڑکا سوائے محسوسات کے معقولات کو نہین جانتا
اسلیے کہ اونکے جاننے کے طور پر ابھی اوسکی عقل نہین پہونچی اسیطرح بالغ بھی سوا معقولات کے
اور کچھ نہین جانتا کیونکہ ماورائے معقولات کے جاننے کا وہ ڈھنگ ہے جو ابھی اوسکو
حاصل نہین ہوا اور وہ مقام بیشک شریف اور رتبہ عالی ہے وہان سے نور ایمان و یقین کے
باعث بارگاہ حق سوجھتی ہے یہ رتبہ ایسا نہین کہ ہر کسیکو ملجاوے بلکہ ایک کے بعد ایک کو
ملتا ہے ع این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند۔ اس بارگاہ حق کا ایک مقام صدر ہے اور صدر مقام
کے اوپر ایک نہایت وسیع میدان ہے جسکے شروع پر ایک آستانہ ہے اور وہ امر ربانی اوس
آستان کا پاسبان تو جو شخص اوس آستان تک پہونچے اور نہ اوسکے پاسبان کو دیکھے اوسکا
میدان ہی مین پہونچنا محال ہے اوسکے بعد کے مشاہدات عالیہ تو کہان دیکھ سکتا ہے
اسلیے اکابر ارشاد فرماتے ہین کہ جسنے اپنے نفس کو نہین پہچانا اوسنے خدا کو نہین پہچانا

بھلا طبیبون کی کتابون مین یہ بات کہان اور طبیب کا لحاظ ان معانی کیطرف کہان بلکہ جسم
معنی کو طبیب روح کہتے ہین اوسکو اس امر ربانی کیطرف ایسی نسبت ہے جیسے بادشاہ کے
گیند کو بادشاہ کیطرف یعنی اگر بادشاہ ڈنڈے سے گیند کو حرکت دے اور کوئی شخص گیند کو
دیکھکر خیال کرے کہ مینے بادشاہ کو دیکھ لیا تو یہ اوسکی خام خیالی اور غلطی فاحش گنی جاویگی
اسیطرح اگر کوئی روح طبی کو معلوم کرکے جانے کہ مین نے امر ربانی کو جان لیا وہ بھی بڑی غلطی پر
ہوگا بلکہ شخص اول کی نسبت اسکی غلطی فاحش تر ہوگی اور بازانجا کہ عقول انسانی کہ جنکے باعث
احکام ربانی صادر ہوتے ہین اور مصالح دنیاوی معلوم ہوتے ہین ایسے نہین جو اوس امر ربانی کو
دیکھ سکین اسلیے خداے تعالی نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ندی کہ
اوسکا حال کسی سے ارشاد نہ فرماوے بلکہ اونکو فرمایا کہ لوگون سے اونکی عقل کے بموجب
گفتگو کرو **شعر** باہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی ❊ طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد
اور اپنی کتاب مجید مین بھی خداے تعالی نے اوسکی حقیقت بیان نہ فرمائی صرف اوسکی
نسبت اور فعل کو ذکر فرمایا ذات کو مذکور نہ کیا نسبت تو ان الفاظ مین ارشاد فرمائی کہ
اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اور اوسکا فعل اس آیت مین ذکر فرمایا یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ
اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اب کلام کہین کا کہین جا پڑا
یہان سے غرض کیطرف رجوع کرتے ہین کیونکہ مقصود ذکر نعماے الہی کا کھانے مین ہے اور آلات غذا کی بعض نعمتین اوپر ذکر کر چکے
چوتھا نکتہ اون اصول کی نعمتون کے بیان مین جنسے غذا پیدا ہو کر اس قابل ہوتی ہے
کہ آدمی اوسکو اپنے فعل سے درست کرے۔ واضح ہو کہ غذائین بہت ہین اور خالق غذا
مین عجائب لاتعد ولاتحصی اور اسباب بیشمار و بے انتہا ہین اور ہر ایک غذا کی عجائب
اور اسباب کا ذکر کرنا نہایت طول چاہتا ہے اسلیے کہ کھانے کی تین قسمین ہین یا دوائین
ہین یا میوے یا غذا اور انکے اجناس بے انتہا ہین کہان تک کوئی لکھیگا اسلیے غذا
جو کہ اصل ہے اوسکو ہم اختیار کرتے ہین اور منجملہ اوسکی اجناس کے دانہ گندم کو لیتے ہین
باقی غلات اور حبوب کو چھوڑ دیتے ہین اب ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی کو ایک دانہ یا چند
دانے گیہون کے ملین اور اونکو کھالے تو وہ ہو چکینگے اور بھوکا رہیگا تو ضرور ہوا کہ دانہ
گندم مین یہ خاصیت ہو کہ وہ بڑھ سکے اور کثرت سے ہوا کرے تاکہ حاجت انسانی کو بس
کافی و وافی ہو اسلیے خداے تعالی نے دانہ گندم مین وہ قوت پیدا کی جس سے وہ بھی

انسان کیطرح غذا حاصل کرے کیونکہ انسان اور روئیدگی مین فرق صرف حس وحرکت کا ہے
غذا مین دونون مساوی ہین نبات بھی بذریعہ قوت باطنی کے اپنے اندر غذا کو کھینچتا ہے
جسطرح انسان کھینچتا ہے اور ہم نبات کی غذا کے جذب کرنے کے آلات طول کلام کے
خوف سے ترک کیے دیتے ہین مگر اوسکی غذا کیطرف اشارہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جسطرح
آدمی لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہین بھرتا اور ایک غذائے خاص کا محتاج ہے اسیطرح
غلہ کا دانہ بھی ہر چیز سے غذا نہین پاتا اوسکے لیے بھی غذا خاص ہے اسوجہ سے کہ اگر اوسکو
گھر مین رکھ چھوڑو تو نہین بڑھے گا کیونکہ اس صورت مین اوسکے گرد صرف ہوا ہے اور تنہا ہوا
اوسکی غذا کو کافی نہین اور اگر پانی مین ڈالدو تب بھی نہین بڑھیگا یہ بھی اوسکی غذا نہین
اور اگر زمین مین بوؤ جسمین پانی نہو تب بھی نہ زیادہ ہوگا بلکہ اوسکے لیے ایسی زمین چاہیے
جسمین پانی پہونچا ہوا اور پانی مٹی مین ملکر گارا ہوگیا ہو اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین
فَلْيَنظُرِ الْاِنسَانُ اِلٰى طَعَامِهِ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا اور پھر پانی اور مٹی بھی
کافی نہین کیونکہ اگر بالفرض گیہون کو زمین تر سخت اور ٹھوس مین بوؤ تو ہوا کے نہونے سے
نہ جمیگا پس ضرور ہوا کہ اوسکو نرم اور پلپلی زمین مین بویا جائے جسمین ہوا گذر ہوسکے
پھر ہوا اپنے آپ نہین اندر جاتی اسکے لیے ضرور ہوا کہ تیز آندھی سے اوسکو حرکت دیجاوے
اور آندھی اوس ہوا کو ایسے زور سے زمین پر مارتی ہے کہ ہوا اندر کو زبردستی اندر چلی جاوے
اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ کہ بار دار کرنے
سے مراد یہی ہے کہ ہوا اور پانی اور زمین مین خلط ملط کردیتی ہے۔ پھر یہ سب باتین کافی
نہین اگر شدت جاڑے مین واقع ہون اسلیے حاجت حرارت ربیع اور گرمی کی ہوئی
اس سے معلوم ہوا کہ گیہون کی غذا کے لیے چار چیزین ہین ہوا اور پانی اور زمین اور گرمی چاہیین
اور انمین سے ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ کس کس چیز کی حاجت رکھتے ہین مثلاً پانی
کے لیے ضرور ہے کہ دریاؤن اور چشمون اور نہرون اور نالیون سے کھیت مین جاوے
اسکے لیے دیکھنا چاہیے کہ خداوند [illegible] نے کیسے دریا اور چشمے بنائے اور اونسے نہرین
نکالین پھر قطعات زمین جو اونچے ہین اور اونمین پانی نہین پہنچ سکتا اونکے لیے
دیکھو کہ کسطرح بادل پیدا کیے اور کیسے اونپر ہواؤن کو مسلط کردیا کہ خدا کے حکم سے تمام
روی زمین پر [illegible] لیے پھرتی ہین حالانکہ بادل پانی مین بھرے ہوئے بھاری ہوتے ہین

پھر دیکھو کہ زمین پر ربیع اور خریف ہی کے دونون مین حاجت کے موافق برستے ہین اور پہاڑون کو دیکھو کہ پانی کے محافظ بنائے کہ اونمین سے بتدریج پانی بہتا ہے اگر یکبارگی نکل پڑے تو تمام شہر غرقاب ہوجاوین اور زراعت اور مواشی آشنائے لجۂ اجل ہون اور پہاڑون اور ابر اور سمندر اور باران مین خدای تعالی کی اتنی نعمتین ہین کہ اونکا شمار نہین ہوسکتا۔ اور چونکہ پانی اور زمین دونون سرد ہین اونمین حرارت نہین ہوسکتی تھی اسلیے خدای تعالی نے آفتاب کو مسخر کیا اور اوسکو باوجود بہت فاصلہ کے زمین سے ایسا بنایا کہ جاڑے کے وقت جاڑا اور گرمی کے وقت گرمی ہو یعنی جیسی حاجت ہو اوسیکے موجب سردی اور گرمی ہوسکے اور یہ آفتاب کی پیدایش ایک حکمت ہے اور اوسمین حکمتین لاانتہا ہین۔ پھر جب نبات زمین سے اونچا ہوتا ہے تو میوون مین ایک طرح کی بستگی اور سختی ہوتی ہے اور میوہ سے حاجت ایک رطوبت کی ہے جس سے وہ پک جاوین اسکے واسطے خدای تعالی نے چاند کو پیدا فرمایا اور رطوبت دینا اوسکا خاصہ کر دیا جیسے کہ حرارت پہونچانا آفتاب کی خاصیت تھی پس چاند کے باعث میوون کی پختگی اور رنگ حاصل ہوتا ہے اور یہین لحاظ اگر درخت سایہ کے اندر ہو کہ جسپر سورج کی دھوپ اور چاند اور ستارون کی روشنی نہ آسکے تو وہ بگڑ جاتا ہے جیسے کہ چھوٹا پیڑ اگر بڑے پیڑ کے سایہ مین ہو تو خراب و ناقص ہوگا اور چاند کی رطوبت پہچاننی اسطرح معلوم ہوسکتی ہے کہ رات کو چاند کی روشنی مین سر کھولکر بیٹھو تو سر مین رطوبت زیادہ ہوجاویگی جسکو زکام کہتے ہین پس جیسے آدمی کے سر مین نکو پہونچاتا ہے ویسے ہی میوون کو بھی رطوبت دیتا ہے اور زیادہ گفتگو ایسے امور کی جو کبھی تمام نہون کیا ضرور ہے صرف اسقدر کافی ہے کہ آسمان مین کوئی ستارہ ایسا نہین جسمین کوئی فائدہ نہو جیسے آفتاب مین حرارت اور چاند مین رطوبت ہے کیونکہ ہر ایک ستارہ مین حکمتین اتنی زیادہ ہین کہ طاقت بشری اوسکے شمار سے عاجز ہے اور اگر ایسا نہو تو اونکا پیدا کرنا لغو اور بیکار ہوا اور ان آیتون کے معنی درست نہون رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اور وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ اور جسطرح کہ آدمی کے بدن مین کوئی عضو خالی فائدے سے نہین اسیطرح عالم کے جسم مین کوئی عضو خالی فائدے سے نہین اور تمام عالم مثل ایک جسم کے ہے اور اوسکے اجسام بمنزلہ اوسکے اعضا کے ہین جسطرح آدمی کے بدن مین ایک عضو سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اسیطرح عالم کے اجسام مین ایک سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اور اسکی شرح

اے ہمارے پروردگار تو نے یہ عبث نہین بنایا ۱۲

اور نہین بنایا ہم نے آسمان زمین اور جو ان دونون کے بیچ مین ہے کھیل ۱۲

نہایت ملوا ہے - اب اس تقریر سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ آفتاب اور چاند اور ستارون کو
جن آثار کے لیے خدای تعالی نے اپنی حکمت سے مسخر کیا ہے اونکے مسخر ہونے پر ایمان لانا
مخالف شریعت ہے اسوجہ سے کہ شرع مین منجمین اور علم نجوم کی تصدیق سے ممانعت ہو
کیونکہ شرع مین جو علم نجوم کی تصدیق کی ممانعت ہے تو اوسمین دو باتین ممنوع ہین اول تو یہ
کہ آدمی یہ جانے کہ نجوم اپنے آثار کی خود فاعل مستقل ہین اپنے خالق مدبر کی تدبیر اور قہر کے
مسخر نہین پس اسطرح ماننا کفر ہے دوسری صورت یہ ہے کہ منجم جو باتیں مفصل ستارونکی ایسے
آثار مین سے بیان کرین جو سب خلق کو معلوم نہین ہوتے اوسکو سچ جانے تو یہ بھی ممنوع ہے
اسلیے کہ وہ لوگ یہ سب خبرین جانتے نہین اور کہدیتے ہین اور وجہ اونکے نجاستہ کی یہ ہے
کہ علم نجوم کے احکام کا بعض انبیا علیہم السلام کیواسطے معجزہ تھا پھر وہ جاتا رہا اور جو کچھ
بچا ہے وہ مختلط ہے جسمین صواب و خطا کی تمیز نہین ہوتی - حاصل یہ کہ کواکب کو ایسے
آثار کا سبب اعتقاد کرنا جو خدای تعالے کے پیدا کرنے کے باعث زمین مین اور نباتات اور
حیوانات مین ہوتے ہین دین کا مخل نہین بلکہ یہ بات درست ہے ہاوجودیکہ نجاننے کے
یہ دعوی کرنا کہ ہم سب آثار کو مفصل جانتے ہین یہ امر مخل دین ہے اور اسکی تصدیق کی ممانعت ہے
ورنہ اگر کوئی شخص اپنا کپڑا دھوے اور اوسکا خشک کرنا چاہے اور دوسرا شخص اوسکو کہدے
کہ اب دھوپ نکلی ہوئی ہے اور ہوا گرم ہے کپڑا اوسکا الگ پھیلا دو تو اس بات کو جھوٹا نہ جاننا چاہیے
اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اوسنے آفتاب کے نکلنے سے ہوا کی گرمی کیسے کہدی یا کسی شخص کے رنگ پر
کدورت آجاوے اور اوس سے اوسکی وجہ پوچھو اور وہ بیان کرے کہ راستے مین سورج کی
دھوپ کے باعث رنگ متغیر ہو گیا تو یہ ضرور نہین کہ اوسکو جھوٹا ٹھہراؤ کہ آفتاب کا اثر کیسے
بیان کرتا ہے اسیطرح اور آثار کو قیاس کر لو مگر آثار مین بعضے معلوم ہوتے ہین اور بعضے نامعلوم
جو آثار کہ معلوم نہین اونمین دعوی علم ناجائز ہے اور جو معلوم ہین اونکی بھی دو قسمین ہین ایک
وہ کہ سب لوگون کو معلوم ہون جیسے دھوپ اور گرمی کا ہونا آفتاب سے اور دوسرے وہ
کہ بعض لوگون کو معلوم ہون جیسے چاندنی سے زکام کا ہونا - غرضکہ ستارے بے فائدہ نہین
پیدا ہوے بلکہ اونمین بے شمار حکمتین ہین اور اسیوجہ سے تہجد کے وقت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم آسمان کیطرف دیکھتے اور یہ آیت پڑھتے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور ایکبار اسکو پڑھکر فرمایا کہ ہلاکی ہے اوس شخص کو جو اس آیت کو پڑھی

اور پھر موچھون پر تاؤ دے اور اس سے غرض یہ ہے کہ آیت کو پڑھکر اوسمین تامل نکرے اور اسرار سماوی کے سمجھنے کی عوض صرف آسمان کا رنگ اور ستارون کی روشنی ہی جان لے حالانکہ اتنی بات بہائم بھی سمجھتے ہین پس جو کوئی کہ آیت مذکور سے فقط ظاہری رنگ و روشنی پر اکتفا کرے اور اسرار و عجائب کو نہ سوچے وہ ایسا ہی ہے کہ موچھون پر تاؤ دیلیا مگر خاک نہین سمجھا۔ خداوند تعالی کے عجائب آسمانون کے ملکوت مین اور آفاق و نفوس و حیوانات و نباتات مین بہت سے ہین اونکے طالب وہی لوگ ہوتے ہین جو اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہین اسلیے کہ دنیا مین جس شخص کو کسی عالم کے ساتھہ محبت ہوتی ہے وہ ہمیشہ اوسکی تصانیف کا طالب رہتا ہے تاکہ اوسکی تصنیفات سے اوسکے عجائب علمی پر زیادہ وقوف ہوا ور اسکے باعث محبت اور زیادہ ہو اسیطرح عجائب صنع الٰہی کو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم اوسکی تصنیف بلکہ مصنفون کی تصنیف بھی اوسکی تصنیف ہے کہ بذریعہ اپنے بندون کے دلونکے بنائی ہے پس اگر آدمی کو کسی تصنیف پر تعجب آوے اور اچھی معلوم ہو تو اوسکے مصنف پر تعجب کرنا چاہیے بلکہ اوس ذات پر تعجب کرنا چاہیے جسنے مصنف کو ایسی تصنیف کے لیے آمادہ اور مسخر کیا اور اپنے انعام و کرم سے اوسکو ایسی تصنیف کی ہدایت کی اور انجام کو پہونچا دیا جیسے کبھی کٹھ پتلیون کو دیکھین کہ ناچتی ہین اور بہت عمدہ حرکات موزون کرتی ہین تو اون کھلونون پر تعجب کرنا چاہیے وہ تو کپڑے کی گڑیان ہین کہ اپنے آپ نہین ہلتین بلکہ تعجب بازیگر کی دستکاری پر چاہیے جو اونمین پتلے پتلے تار جو آنکھہ سے بھی نہین سوجھتے باندھکر ہلا رہا ہے۔ اسیطرح محبان خدا ہر ایک چیز دنیاوی کو دیکھکر صنعت خدا کو اوسمین تامل کرتے ہین مطلب یہ کہ نبات کی غذا پانی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستارون سے تمام ہوتی ہے اور ان اجرام کے لیے آسمان ہین جنمین کہ یہ گڑے ہوے ہین اور افلاک کے لیے حرکتین ہین اور حرکتون کی تمامی آسمان کے فرشتون سے ہے جو اونکو حرکت دیتے ہین اور اسیطرح ایک دوسرے کا سبب ہوتا چلا گیا ہے

پانچوان نکتہ اون اسباب کی نعمتون مین جنسے غذا آدمی تک پہونچتی ہے مخفی نرہے کہ سب غذائین ہر جگہہ نہین ملتین بلکہ اونکے لیے کچھہ خاص شرطین ہین کہ بعض جگہون مین جہان وہ شرطین پائی جاتی ہین وہان وہ غذا بھی ملتی ہے نہین تو نہین اور آدمی تمام روی زمین پر پھیلے ہوے ہین کہ بعضون سے غذا دور پڑ گئی اور اونکا اور غذا کا

درمیان جنگل اور سمندر حائل ہوگئے مگر دیکھنا چاہیے کہ خداے تعالی نے اس غرض کے لیے
کیسا تاجرون کو مسخر کردیا اور اونپر مال کی حرص غالب کردی اور نفع کی توقع بڑھادی کہ
جسکے سبب تری و خشکی کے سفر کے شدائد اوٹھاتے ہین اور جان پر کھیلتے ہین اور غذا
اور دوسرے حوائج انسانی شرق سے غرب کے لوگون کے پاس اور غرب سے شرق والون کے
پاس پہونچاتے ہین اونپر کیسی غفلت اور جہالت خدا ہی تعالی نے ڈالدی ہے ورنہ اگر واقع
مین تامل کیا جائے تو اکثر ان لوگون کی محنت رائگان ہے کیونکہ جو کچھہ یہ جوڑتے ہین یا تو
کشتیون مین ڈوب جاتا ہے یا رہزنون کے ہاتھہ آتا ہے یا کہین سفر مین مرجاتے ہین تو
لاوارثی کے صیغے مین حکام کے قبضے مین پڑتا ہے اور سب مین عمدہ حال ونکا یہ ہے کہ
مال وارثون کے ہاتھہ لگے لیکن اگر وہ سمجھین تو وارث ہی سب سے زیادہ اونکے دشمن ہین مگر اسمین
بھی حکمت ہے کہ اونپر جہل و غفلت مسلط ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالی نے اونکو
کشتی بنانے اور جہاز رانی کا کام کیسے سکھایا اور حیوانات کو سواری اور بار برداری کے لیے
کسطرح مسخر کیا ہر جانور مین ایک وصف جداگانہ عنایت فرمایا گھوڑے کو سرعت رفتار
گدہے کو مشقت پر صبر اونٹ کو کم خواری اور کثرت باربرداری مرحمت کی پھر دیکھو کہ انسانونکو
تری اور خشکی مین بذریعہ کشتیون اور حیوانات کے کسطرح پھراتا ہے تاکہ غذا وغیرہ حوائج
انسان کے پاس پہونچاوین اور یہ بھی سوچو کہ حیوانات کے لیے اسباب و سامان اور گھاس
دانہ وغیرہ کی کیا کیا ضرورت ہوتی ہے اور کشتیون کیواسطے کون کون لوازم کی حاجت
پڑتی ہے ان سب چیزون کو خدای تعالی نے بقدر حاجت اور زائد از حاجت پیدا کیا ہی
اور اونکا شمار کرنا غیر ممکن ہے پھر اسکے اور امور بیشمار کی نوبت پہونچتی ہے جنکا چھوڑ دینا
اختصار کے لیے ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہی

چھٹا نکتہ غذا کی اصلاح مین جاننا چاہیے کہ جو چیز زمین مین از قسم نباتات پیدا ہوتی ہین اور جو حیوانات
پیدا ہوتے ہین اونکا اسیطرح پر کھالینا ممکن نہین بلکہ ہر ایک مین کچھہ اصلاح اور پکانے کی ضرورت ہوتی ہے
کہ بعض کو پھینک دینا پڑتا ہے اور بعض کو باقی رکھنا خواہ اور اسیطرح کی بیشمار باتین کرنی
پڑتی ہین اور ہر غذا مین ان ترکیبون کا مفصل لکھنا دشوار ہے اسلیے ہم صرف ایک روٹی کو خاص
کرکے دیکھتے ہین کہ بیج ڈالنے کے بعد اوسکے گول ہونے اور غذا کے قابل ہونے کے لیے
کیا کیا کرنا پڑتا ہے پس اول جو حاجت ہوتی ہے وہ زمین کی درستی ہے جسکے لیے کسان کی

حاجت ہے پھر بیلون اور ہل کی ضرورت ہے مع جمیع لوازم کے پھر بعد اسکے مدت تک پانی دینا پھر کھیت کو لونا پھر کاٹنا پھر گاہنا اور اناج علیحدہ کرنا پھر پیسنا پھر گوندھنا پھر پکانا تو سوچنا چاہیے کہ یہ کتنے کام ہوے اور جو ہنے نہین لکھے وہ علاوہ ہے اور جتنے لوگ ان کامون کو کرتے ہین اور جتنے اوزار سے کرتے ہین اونکو بھی تامل کرنا چاہیے اور یہ آلات لوہے اور لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہین کھیتی کے آلات بنانے والون کو لحاظ کرو اور پیسنے اور پکانے والون کو دیکھو پھر منجملہ ان کاریگرون کے لوہارون کو دیکھو کہ لوہے اور تانبے اور سیسے کی حاجت پڑتی ہے پھر دیکھو کہ خداے تعالی نے پہاڑون اور پتھرون اور کھانون کو کیسا جدا جدا بنایا۔ غرضکہ اگر تلاش کرو تو جان لو کہ ایک روٹی گول ہو کر غذا کے قابل جب ہوئی ہے جب اوسپر ہزار سے زیادہ کاریگرون نے کام کر لیا ہے یعنی اوس فرشتے سے شروع کرو جو ابر کے لیے ہے اور آخر تک دیکھتے چلے جاؤ یہان تک کہ فرشتون کیطرف سے کام ختم ہو کر نوبت انسان کے عمل کی پہونچی اور گول ہونے پر اوسکے طالب سات ہزار کاریگر ہوتے ہین جنمین سے ہر ایک کاریگر ایسی اصل چیز بناتا ہے جس سے خلق کی مصلحت پوری ہوتی ہے پھر انسان کی کثرت عمل کو لحاظ کرنا چاہیے کہ ان آلات مین کتنا کام کیا ہی مثلاً ایک چھوٹا سا آلہ سوئی ہے کہ اوسکا فائدہ لباس کا سینا ہے جو مانع سردی کا انسان سے ہے اوسکو اگر دیکھو تو اوسکی شکل لوہے سے جب بنتی ہے جب سوئی بنانے والے کے ہاتھ مین پچیس دفعہ گذرتی ہے اور ہر دفعہ وہ ایک ایک کام اوسمین کرتا جاتا ہے پس اگر خداے تعالی شہرون کو جمع نکرتا اور بندون کو مسخر نکرتا اور آدمی کو مثلاً گیہون کاٹنے کے لیے درانتی کی حاجت پڑتی تو تمام عمر اسی مین کٹ جاتی اور نہ بن سکتی مگر خداے تعالی کی شان ہے کہ آدم خاکی کو نطفہ ناپاک سے پیدا کرکے ایسے ایسے عجیب غریب آلات بنانے کی ہدایت کی مقراض ہی کو دیکھو کہ دو پلے ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہین مگر چیز کو لیتی ہی جلد جلد کاٹتی چلی جاتی ہے اگر خداے تعالی اوسکے بنانے کا طریق پہلے لوگون پر واضح نہ فرماتا اور ہمکو اوسکا طریق نکالنے کی حاجت اپنی فکر سے ہوتی اور طریق لوہے کے نکالنے کا پتھر سے اور پیدا کرنا اون آلات کا جنسے مقراض بنائی جاتی ہے سوچنا پڑتا اور ہماری عمر بھی مثل حضرت نوح علیہ السلام کے ہوتی اور عقل بھی نہایت کامل دیجاتی تو تمام عمر اس ایک آلہ کے ایجاد کرنے ہی سے قاصر ہوتے دوسرون کا تو کیا ذکر ہے مگر خداوند کریم کا

بڑا انعام و احسان ہے کہ اوسنے سب کچھ اپنے کرم سے بتلا دیا اب اگر فرض کرو کہ کسی شہر مین پیشہ ورا
نہ ہو یا لوہار یا حجام یا جولاہہ یا کوئی اور ادنی پیشہ ور نہ ہو تو لوگون کو کیسی ایذا پہونچے اور کیسی
ابتری کار و بار مین پڑے خدا کی شان ہے کہ اوسنے بعض بندون کو بعض کا مسخر کر رکھا ہے تاکہ
اوسکی مشیت پوری ہو اور حکمت کامل - اب اس قول کو ہم مختصر کرتے ہین اس نظر سے کہ مقصود
نعمتون پر تنبیہ کرنی ہے نہ اونکو نام بنام لکھنا -

ساتوان نکتہ غذا کے درست کرنے والون کی اصلاح کی نعمت مین - واضح ہو کہ یہ پیشہ ور جو
اصلاح غذا کرتے ہین اگر اونکی رائین مختلف ہوتین اور طبیعت مین وحشیون کی سی نفرت ہوتی
تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوکر دور رہتے اور کوئی کسی سے منتفع نہ ہوتا بلکہ جیسے وحشی ایک
جگہ مین نہین رہتے نہ ایک غرض پر متفق ہون ایسے ہی یہ لوگ بھی ہوتے لیکن لحاظ کرنا چاہیے
کہ اللہ تعالی نے کسطرح اونکے دلون مین الفت و انس و محبت پیدا کی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے
لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم پس الفت و محبت
دلہا خود اوسیکا کام ہے الفت اور رواج کی شناسائی کے باعث لوگ اکٹھے ہوے اور ایک کو دوسرے
کے ساتھ انس ہوا اور شہر و قصبات بنائے اپنے مکانون کو پاس پاس تعمیر کیا اور اونکو آبادیون سے
مزین کیا بازار اور دکانین مرتب کین اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جنکا حصر طویل ہے
پھر چونکہ انسان کی سرشت مین غصہ اور حسد اور حرص داخل بھی ہے اس جہت سے یہ محبت جاتی
بھی رہتی ہے اور جہان دو آدمیون کی غرض ایک ہی مطلب پر جمع ہوئی وہان آپس کی نقیض
و نفرت بلکہ نوبت کشت و خون بھی پہونچتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالی نے کیونکر اونپر
سلاطین کو مسلط کر دیا اور قوت اور سامان سے اونکی اعانت کی اور اونکا رعب رعایا کے
دلون مین ڈالدیا کہ جبرا قہرا فرمانبرداری کرتے ہین خواہ طبیعت چاہے یا نچاہے پھر سلاطین پر
بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ اونکو اصلاح شہرون کا انتظام کیسے ہدایت کر دیا یہان تک کہ اونھون نے
شہرون کو ایسی وضع پر بنایا اور اونکے حصے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اجزا ہوتے ہین کہ
بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہے اسیلیے اونھون نے ہر ایک شہر مین رئیس اور قاضی اور کوتوال
اور چودھری مقرر کیے اور خلق کو بزور قاعدہ عمل کا پابند کیا اور آپس کی موافقت اور معاونت
سب پر ضروری کر دی یہان تک کہ لوہار مثلا قصاب و نان پز اور تمام اہل شہر سے منتفع ہوتا ہے
جیسے اون سب کو لوہار سے فائدہ پہونچتا ہے حجام کسان سے اور کسان حجام سے اور ہر ایک

شخص ایک دوسرے سے منتفع ہوتے ہین اسی جہت سے کہ سامان کی ترتیب و جمع کے سوا نفس ب
متفق اور مجتمع رہتے ہین جسطرح کہ تمام اعضاے بدن ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہین اور
باہم منتفع ہوتے ہین پھر دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے سلاطین کی اصلاح کے لیے انبیا کو
مبعوث فرمایا جنھون نے انکو علاوہ اصلاح دین کے ارشادات کے یہ قوانین شریعت بھی
سکھلائے کہ مراعات عدل کی خلق مین رہنی چاہیے اور انتظام کے لیے آئین سیاست جاری
رہے اسی طرح احکام سلطنت اور امامت اور احکام فقہ متعلق باصلاح دنیا سب بتلا دیے پھر یہ
دیکھنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی اصلاح خداے تعالی نے فرشتون سے کی اور فرشتون مین سے
ایک کی اصلاح دوسرے سے ہوئی یہان تک کہ انتہا اس سلسلے کی اُس فرشتہ مقرب پر پہونچتی ہے
کہ اُسمین اور خداے تعالی مین کوئی واسطہ نہین رہتا مثلاً نان پز آٹے کی اصلاح پکانے سے
کرتا ہے اور پیسنے والا دانہ کی اصلاح پیسنے سے اور کسان غلہ کی اصلاح کاٹنے سے اور آلات
زراعت کی اصلاح لوہار کرتا ہے اور اُسکے اوزار کی اصلاح بڑھئی کرتا ہے اسی طرح ہر ایک پیشہ والونکے
جو آلات غذا کو درست کرتے ہین جاننا چاہیے اور ان سب پیشہ ورون کی اصلاح سلطان
کرتا ہے اور سلطان کی اصلاح علما کرتے ہین جو وارث انبیاء علیہم السلام ہین اور علما کی اصلاح
انبیا کرتے ہین اور اُنکی اصلاح عالم قدس سے بترتیب ہوتی ہے یہان تک کہ سلسلہ بارگاہ حدیت پر
پہونچتا ہے جو اصل ہر ایک انتظام کی اور منشا تمام ترتیب و تالیف کا ہے اور یہ سب باتین اُس
رب الارباب اور مسبب الاسباب کی نعمتون مین سے ہین اور اگر وہ اپنے کرم و فضل سے
یہ نہ فرما دیتا کہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا تو ہمکو یہ فرسی نعمتین بھی معلوم ہوتی
اور اگر بحکم قہر و قدرت اس آیت کے باعث وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ہمارے تئین تم
اپنی نعمتون کے شمار سے معزول نفرماتا تو ہم بھی شوق انکی کنہ کے دریافت کا اور انکے
شمار کرنے کا کرتے مگر کیا کرین اپنا بس کچھ نہین جو کچھ بولے وہ بھی اُسی کے حکم سے بولے اور
جو چپ ہوے تب بھی اُسی کے روکنے سے رکے کیونکہ جو چیز وہ عنایت کرتا ہے اُسکا کوئی
روکنے والا نہین اور جس چیز کو وہ نہین دیتا اُسکا کوئی دینے والا نہین اسی لیے کہ زندگی کے
ہر ہر لحظے مین گوش دل مین یہ آواز اُس بادشاہ زبردست کی سنتے ہین لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ
لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ پس خدا کا شکر ہے کہ اُسنے ہمکو کافرون سے تمیز کیا اور موت سے پہلے یہ ندا سنا دی

اٹھوان نکتہ فرشتون کی پیدایش مین خداے تعالی کی نعمت کے بیان مین

پہلے مذکور ہو چکا کہ فرشتون کی پیدایش مین خداے تعالی نے یہ نعمت رکھی ہے کہ اونسے
انبیاء علیہم السلام کی اصلاح فرماتا ہے اور ہدایت اور وحی کا پہونچانا اونہین اونھین کے ذریعہ سے
ہوتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ فرشتون کے افعال صرف اسیقدر ہین بلکہ فرشتون کے
طبقات باوجود کثرت اور ترتیب مراتب کے تین طبقات مین منحصر ہین اول ملائک زمین کے
دوم آسمان کے سوم عرش کے اوٹھانے والے اب ان طبقات مین سے اونکو دیکھنا چاہیے
جنکو خداے تعالی نے غذاے انسانی پر موکل کر رکھا ہے اور ون سے کچھ غرض نہین جنسے
ہدایت وارشاد وغیرہ متعلق ہے۔ پس مخفی نہے کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نبات کے
جسم کا غذا نہین پاتا جب تک کہ اوسپر سات فرشتے جو اقل مرتبہ ہے خواہ دس خواہ سو یا زیادہ
موکل نہون توضیح اسکی یہ ہے کہ غذا کے معنی یہ ہین کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جزو کا قائم مقام ہو
جو جاتا رہا ہو مثلاً غذا انجام کو خون ہوکر گوشت اور ہڈی بنجاتی ہے اور جب یہ حالت ہو چکتی ہے
تو غذا کامل ہو جاتی ہے اور خون اور گوشت اجسام ہین کہ انکو کچھ قدرت اور معرفت اور اختیار
نہین نہ اپنے آپ حرکت کر سکین نہ اپنے آپ متغیر ہو سکین اور صرف طبیعت اس بات کو کافی
نہین کہ کبھی کوئی چیز ملجاوے کبھی کوئی جسطرح گیہون کہ خود بخود نہ پستا ہے نہ گندھتا ہے
نہ روٹی ہوتا ہے جب تک کہ کوئی کاریگر نہو اسیطرح خون بھی خود بخود نہ گوشت ہوتا ہے
نہ ہڈی بنتا ہے نہ رگ وپے ہوتا ہے جب تک کہ کوئی بنانے والا نہو اور باطن مین بنانیوالے
فرشتے ہین جیسے ظاہر کے پیشہ ور اہل شہر ہین اور چونکہ خداوند کریم نے نعمتین اپنی ظاہر و باطن
دونون مین عنایت کی ہین تو باطن کی نعمتون سے غافل نہونا چاہیے۔ پس ہم کہتے ہین
کہ ایک فرشتہ تو ایسا چاہیے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس تک پہونچادے اسلیے کہ غذا تو خود
حرکت کرتی نہین اور دوسرا وہ ہو جو غذا کو وہان سے ٹلنے ندے اونھین کے پاس روکے رہے
اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اوسکو گوشت خواہ ہڈی
یا رگ کی صورت بناوے اور پانچوان وہ جو زیادتی باقی رہجاوے اوسکو دفع کرے اور چھٹا
وہ جو ان چیزون کو جہان کی تہان ملاوے یعنی جس جزو غذا مین صفت گوشت کی آئی ہے
اوسکو گوشت مین ملادے اور جسمین ہڈی کی ہے اوسکو ہڈی مین ملاوے تاکہ علحدہ نرہجاوے
اور ساتوان وہ کہ اس اتصال مین رعایت اہل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہو اوسکی گولائی
نہ جاتی رہے اور جو چوڑی ہے اوسکی چوڑائی قائم رہے اور مجوف کی گہرائی بنی رہے

اور ہر عضو پر مقدار حاجت بھی ملحوظ رکھے مثلاً اگر لڑکے کی ناک پر غذا اوسقدر جمع کر دے
جسقدر ران پر چاہیے تو ناک بہت بڑی ہو جاوے اور نتھنے جاتے رہین اور صورت ڈراونی
ہو جاوے بلکہ مناسب یہ ہے کہ جو چیز جسکے لائق ہو وہی پہونچاوے مثلاً پلکون مین پتلاپن ہے
اور ڈھیلے مین صفائی اور رانون مین موٹاپن اور ہڈی مین سختی تو ہر ایک کیواسطے ایسی ہی
غذا پہونچانی چاہیے جو مقدار و شکل مین انکے مناسب ہو ورنہ صورت بگڑ جاویگی اور بعض
جگہہ بڑھجاویگی اور بعض کم زور رہینگی بلکہ یہ فرشتہ اگر عدل کا لحاظ قسمت و تفریق مین نکرے
اور لڑکے کے سر اور تمام بدن مین غذا پہونچاوے اور ایک پانون مثلاً چھوڑ دے تو سارا بدن
تو بڑھیگا مگر ایک پانون ویسا ہی رہیگا جیسا لڑکپن مین تھا ایسا شخص اپنے جینے سے کیسے
منتفع ہوگا جو سب اعضا بڑے آدمی کے سے رکھے اور ایک پانون لڑکے کا سا ہو
غرض غایت مقدار بھی اس قسمت مین ایک فرشتے کو سپرد ہے اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے
کہ خون اپنی سرشت کے باعث اپنی شکل بدل لیتا ہے اسلیے کہ جو شخص ایسے امور کا حوالہ
طبیعت پر کرتا ہے وہ جاہل ہے اپنے قول کو نہین جانتا بلکہ یہ کام زمین کے فرشتون کے
سپرد ہے کہ وہ آدمی کے اندر سب اپنے اپنے کام مین مصروف ہین خواہ آدمی خواب استراحت
مین ہو یا کسی غفلت مین متردد ہو وہ اپنا کام کیے جاتے ہین اور اوسکو اونکی کچھہ خبر نہین
اور یہ بات اجزای بدن کی ہر ایک چیز مین موجود ہے کیسا ہی چھوٹا جزو ہو یہان تک کہ بعض
اجزا مثل آنکھہ اور دل مین حاجت سو سے زیادہ فرشتون کی ضرورت ہے جنکی تفصیل بقصد
اختصار ہم ترک کیے دیتے ہین - اب ان زمین کے فرشتون کو آسمان کے فرشتون سے مدد
پہونچتی ہے اور انمین وہ ترتیب معین ہے جسکی کنہ سواے خدا تعالی کے اور کوئی نہین
جانتا اور آسمان کے فرشتون کو عرش کے اوٹھانے والون سے مدد پہونچتی ہے اور ان
سب پر انعام تائید اور ہدایت اور تسدید کا بارگاہ رفیع الشان قدوس مالک ملکوت و جبروت
شاہنشہ جلال عزت و لاہوت سے ہوتا رہتا ہے اور فرشتے جو آسمانون اور زمین مین ہین
مقرر ہین اور اجزای نبات و حیوانات پر موکل ہین یہان تک کہ ہر ایک قطرہ باران اور بادل کے
قطعات پر جو ادھر اودھر پھرتے ہین مامور ہین اونکے باب مین احادیث بیشمار ہین جنکے سننے سے
کچھہ حاجت دلیل لانے کی نہین لیکن یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ سب کام آدمی کے
اندر کے ایک ہی فرشتے کو کیون نہ سپرد ہوے سات فرشتون کی ضرورت کیون ہوئی ایسے

بھی تو بہت سے افعال کیے جاتے ہین اول پیسے جاتے ہین پھر آٹا چھانا جاتا ہی پھر پانی
ڈالا جاتا ہی پھر گوندھا جاتا ہی پھر پیڑے بنائے جاتے ہین پھر روٹی بنائی جاتی ہی پھر توے یا
تنور مین پکائی جاتی ہی مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی یہ سب باتین کرلیتا ہی اسی طرح اعمال باطنی
انسان کے اعمال ظاہری کی طرح کیون نہوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ فرشتون کی پیدایش آدمی کی
پیدایش کے مخالف ہی جو فرشتہ ہی اُسکی صفت بھی ایک ہی ہی اُسمین کسی طرح کا خلط یا ترکیب نہین
جب یہ بات ہی تو ایک فرشتے سے ایک ہی فعل ہوگا اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین
وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ اور یہین لحاظ انمین آپس مین نہ ایک دوسرے سے نفرت ہی نہ باہم
مقابلہ بلکہ وہ اپنے کامون پر ایسے مامور ہین جیسے حواس خمسہ کہ بینائی مثلاً شنوائی کی مزاحم نہین ہوتی
کہ ادراک اصوات مین اُس سے پرخاش کرے نہ قوت شامہ اُن دونون کی مزاحم ہی نہ وہ دونون
اُسکے تابع حواس خمسہ کا حال اور اعضا کا سا نہین دیکھو بعض اوقات آدمی پانون کی اُنگلیون سے
گرفت کرلیتا ہی جو ہاتھ کا کام ہی اگرچہ اُسکی گرفت ضعیف ہوتی ہی مگر ہاتھ کا شریک و مزاحم تو
ہوسکتا ہی اسی طرح کبھی ایک شخص دوسرے آدمی کو ٹکر مارتا ہی اور جو کام ہاتھ کا ہی وہ سر سے
لیتا ہی اور نہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہی کہ ایک ہی آدمی بیسیون کام کرلیتا ہی - اور یہ بات
انسان مین ایکطرح کی کجی اور میلان عدل کی ہی اور وجہ اسکی یہی ہی کہ انسان کے صفات
اور ارادات مین اختلاف ہی یہ ایک ہی وصف نہین رکھتا اسی جہت سے ایک ہی فعل کا
پابند بھی نہین اور یہین لحاظ ہم دیکھتے ہین کہ آدمی کبھی خداے تعالی کی اطاعت کرتا ہی اور کبھی
نافرمانی کرتا ہی کیونکہ اُسکے صفات و ارادات مین اختلاف ہی اور یہ بات فرشتون کی طبیعت مین
ناممکن ہی انکی سرشت طاعت ہی پر ہی اُنکو معصیت کی مجال نہین تو بالضرور اُنکا یہی حال ہی
جو خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اور یُسَبِّحُوْنَ اللَّیْلَ وَ
النَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ جو اُنمین رکوع کرنے والا ہی وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہی اور جو سجدہ کرنے والا ہی
وہ ہمیشہ سجدے ہی مین ہی جو کھڑا ہی وہ ہمیشہ کو کھڑا ہی کچھ اختلاف اُنکے افعال مین نہین نہ
کسی طرح کا فتور بجا آوری امور مین اور ہر ایک کے لیے ایک مقام اور رتبہ ہی کہ اُس سے تجاوز
نہین کرتا - اُنکا طاعت بجا لانا اسطرح کہ اُسمین مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہو سکتا ہی جیسے
آدمی کے ہاتھ پانون وغیرہ آدمی کی اطاعت کرتے ہین اور مخالفت کی مجال متصور نہین مثلاً جب
آدمی پلکین کھولنی چاہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہونگی تو اُنکو کچھ تردد کھُلنے مین نہوگا نہ یہ ہوگا کہ

بھی تو بہت سے افعال کیے جاتے ہین اول پیسے جاتے ہین پھر آٹا چھانا جاتا ہی پھر پانی ڈالا جاتا ہی پھر گوندھا جاتا ہی پھر پیڑے بنائے جاتے ہین پھر روٹی بنائی جاتی ہی پھر تو نے یا تنور مین پکائی جاتی ہی مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی یہ سب باتین کر لیتا ہی اسی طرح اعمال باطنی انسان کے اعمال ظاہری کی طرح کیون نہوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ فرشتون کی پیدایش آدمی کی پیدایش کے مخالف ہی جو فرشتہ ہی اُسکی صفت بھی ایک ہی ہی اُسمین کسی طرح کا خلط یا ترکیب نہین جب یہ بات ہی تو ایک فرشتے سے ایک ہی فعل ہوگا اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ اور ہمین لحاظ انہین آپس مین نہ ایک دوسرے سے نفرت ہی نہ باہم مقابلہ بلکہ وہ اپنے کامون پر ایسے مامور ہین جیسے حواس خمسہ کہ بینائی مثلاً شنوائی کی فراحم نہین ہوتی کہ ادراک اصوات مین اُس سے پرخاش کرے نہ قوت شامہ اُن دونون کی مزاحم ہی نہ وہ دونون اُسکے مانع حواس خمسہ کا حال اور اعضا کا سا نہین دیکھو بعض اوقات آدمی پانون کی اُنگلیون سے گرفت کر لیتا ہی جو ہاتھ کا کام ہی اگرچہ اُسکی گرفت ضعیف ہوتی ہی مگر ہاتھ کا شریک و مزاحم تو ہوسکتا ہی اسی طرح کبھی ایک شخص دوسرے آدمی کو ٹکر مارتا ہی اور جو کام ہاتھ کا ہی وہ سر سے لیتا ہی اور نہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہی کہ ایک ہی آدمی بیسیون کام کر لیتا ہی- اور یہ بات انسان مین ایکطرح کی کجی اور میلان عدل کی ہی اور وجہ اسکی یہی ہی کہ انسان کے صفات اور ارادات مین اختلاف ہی یہ ایک ہی وصف نہین رکھتا اسی جہت سے ایک ہی فعل کا پابند بھی نہین اور ہمین لحاظ ہم دیکھتے ہین کہ آدمی کبھی خداے تعالی کی اطاعت کرتا ہی اور کبھی نافرمانی کرتا ہی کیونکہ اُسکے صفات و ارادات مین اختلاف ہی اور یہ بات فرشتون کی طبیعت مین ناممکن ہی انکی سرشت طاعت ہی پر ہی اُنکو معصیت کی مجال نہین تو بالضرور اُنکا یہی حال ہی جو خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اور یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ جو اُنمین رکوع کرنے والا ہی وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہی اور جو سجدہ کرنے والا ہی وہ ہمیشہ سجدے ہی مین ہی جو کھڑا ہی وہ ہمیشہ کو کھڑا ہی کچھ اختلاف اُنکے افعال مین نہین نہ کسی طرح کا فتور بجا آوری امور مین اور ہر ایک کے لیے ایک مقام اور رتبہ ہی کہ اُس سے تجاوز نہین کرتا- اُنکا طاعت بجالانا اسطرح کہ اُسمین مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہوسکتا ہی جیسے آدمی کے ہاتھ پانون وغیرہ آدمی کی اطاعت کرتے ہین اور مخالفت کی مجال متصور نہین مثلاً جب آدمی پلکین کھولنی چاہے تو اگر وہ صحیح و سالم ہونگی تو اُنکو کچھ تردد کھلنے مین نہوگا نہ یہ ہوگا کہ

پھر ملکر دیکھا اور دونون پلکون کے بال اوپر نیچے سے ملکر جو جال کی صورت ہو جاتے ہین اسمین بڑی نعمت ہی وہ یہ ہی کہ ہوا کا غبار کبھی آنکھ کے کھلنے کا مانع ہوتا ہی اور اگر آنکھ بند کر لی تو کچھ سوجھتا نہین اس لیے ایسے وقت مین آدمی ایسی طرح آنکھ بند کر سکتا ہی کہ اوپر نیچے کی پلک کے بال بشکل جال ہو جاوین اور وہ غبار ہوا کو آنکھ مین نہ جانے دے اور بالون کی آڑ مین پلک کے بال بشکل جال ہو جاتے ہین اور وہ غبار ہوا کو آنکھ مین نہ جانے دے پلکین نیچے اوپر کی ایسی ڈھیلے سے ملی پیدا ہوئی ہین اور کنارے انکے تیلے ہین کہ وہ ڈھیلے پر وہ اثر کرتے ہین جو صیقل آئینہ پر کرتی ہی یعنی ہر ساعت ایک دو دفعہ پلکین کھولین بند کین فوراً ڈھیلا غبار سے صاف ہو جاتا ہی اور انکا ذرہ ہونٹون اور پلکون مین نکل آتا ہی اور مکھی کے ڈھیلے مین چونکہ پلکین مخلوق نہین ہوئین اس لیے اسکے دو پانون انکے عوض زیادہ ہین جنسے وہ ہمیشہ اپنی آنکھون کو ملتی رہتی ہی تاکہ ڈھیلے صاف رہین - اور چونکہ ہمکو مفصل بیان کرنا نعمات الٰہی کا منظور نہین اس لیے کہ اسمین طول بہت ہی اور کتاب بہت بڑھ جاویگی اور شاید اگر زمانے نے فرصت دی اور توفیق یاور ہوئی تو ہم ایک کتاب جدا گانہ اس باب مین لکھ کر عجائب صنع اللہ نام رکھینگے اس لیے اب اصل غرض کی طرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مثال مذکورہ بالا مین جس شخص نے مثلاً غیر محرم کی طرف آنکھ کھولی تو اسنے آنکھ ہی کی نہین بلکہ خداے تعالی کی نعمت جو پلکون مین تھی اسکی ناشکری کی اور چونکہ پلکین بدون آنکھ کے نہین ہوتین اور نہ آنکھ بدون سر کے اور نہ سر بدون دھڑ کے اور نہ دھڑ بدون غذا کے اور نہ غذا بدون پانی اور زمین اور ہوا اور مینھ اور ابر اور آفتاب و ماہتاب کے اور نہ یہ چیزین بدون آسمانون کے اور نہ آسمان بدون فرشتون کے کیونکہ یہ سب چیزین مثل ایک شی کے ہین جیسے اعضاے بدن ایک دوسرے سے مرتبط ہین ویسے ہی یہ اشیا بھی ایک دوسرے سے مرتبط ہین تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے ہر ایک نعمت کی ناشکری کی جو سمک سے سماک تک موجود ہین اور ہمین لحاظ کوئی آسمان یا فرشتہ یا حیوان یا نبات یا جماد باقی نہین رہتا جو اس شخص کو لعنت نہ کرے اور اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ جس زمین پر آدمی جمع ہوتے ہین اور پھر علیحدہ ہوتے ہین تو وہ انکو یا لعنت کرتی ہی یا انکی طلب مغفرت کرتی ہی اسی طرح ایک اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ عالم کے واسطے تمام چیزین طلب مغفرت کرتی ہین یہان تک کہ سمندر مین مچھلی بھی اسکے لیے بخشش کا سوال

کرتی ہی اور فرشتے نافرمانون کو لعنت کرتے ہین اسی طرح بہت سی روایتین اس باب مین ہین
کہ اُن سب کا لکھنا دشوار ہی اور اُن روایات سے سب سے یہ پایا جاتا ہی کہ جو شخص ایک
دفعہ کے پلک مارنے سے بھی گناہگار ہوگا وہ تمام ملک اور ملکوت کا قصوروار ٹھہریگا اور اگر
اُس بدی کے پیچھے تدارک کے لیے نیکی نہ کریگا تو اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت مین ڈالیگا اور
نیکی کرنے کی صورت مین سب چیزین لعنت کی عوض اُسکے لیے طلب مغفرت کرینگی تو کیا
عجب ہی کہ خداے تعالی اُسکی توبہ قبول فرماکر اُسکی خطا سے درگذر فرماوے - اور
اللہ تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ آدمیون مین سے میرے ہر بندے کے
ساتھ دو فرشتے ہین جب وہ میرا شکر کرتا ہی تو فرشتے کہتے ہین کہ الٰہی اُسکو نعمت پر نعمت زیادہ کر
اسواسطے کہ تو لائق حمد و شکر کے ہی تو اے ایوب تو بھی جلد شاکرین مین ہوجا کیونکہ اُنکو
اتنا ہی علو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہی کہ مین خود اُنکے شکر کا شکرگزار ہوتا ہون اور میرے
فرشتے اُنکے لیے دعا مانگتے اور تمام جگہین اُنسے محبت رکھتی ہین اور آثار اُنپر روتے ہین
اور جسطرح کہ یہ معلوم کیا کہ ہر بار پلک مارنے مین بہت سی نعمتین ہین اسی طرح یہ بھی جان لو
کہ جو سانس پیچھے اور اوپر آتا جاتا ہی اُسمین بھی دو نعمتین ہین یعنی سانس کے اوپر آنے سے
دھوان جلا ہوا دل مین سے نکلتا ہی اگر وہ نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہوجاوے اور سانس کے
نیچے جانے سے باہر کی تازہ ہوا دل کو پہونچتی ہی اگر یہ نہ پہونچے تب بھی دل جل جاوے
اس لیے کہ ہوا کی روح اور سردی سانس کے ساتھ جب نجاویگی تو حرارت کے باعث دل تباہ و
ہلاک ہوجاویگا - اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین اور
ہر گھنٹے مین قریب ہزار سانس کے ہوتے ہین اور ہر سانس مین دس لحظے کے قریب
ہوتے ہین اس حساب سے ہر لحظہ مین آدمی کے ایک ایک جزو بدن پر ہزارہا نعمتین ہوتی ہین
بلکہ ہر جزو عالم مین لاکھون کروڑون نعمتین ہر لحظے مین ہوتی ہین بھلا کہین ان نعمتون کا
شمار ممکن ہی اور جب حضرت موسی علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی کھلی
وَاِن تَعُدُّوا نِعمَةَ اللّٰہِ لَا تُحصُوھَا تو اُنھون نے عرض کیا کہ الٰہی مین تیرا شکر کیسے کرون ہر ایک
بال مین میرے جسم کے تیری دو نعمتین موجود ہین کہ اُسکی جڑ تو نے ملائم بنائی اور اُسکا
سر اونچا بنایا - اور اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص خداے تعالی کی
نعمت کو سواے اپنے کھانے اور پینے کے نجانے تو اُسکا علم کم ہی اور اُسکو سخت

عذاب ہوگا اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا کھانے اور پینے ہی کی نعمتون کا حال ہے اس سے
اور نعمتون کو قیاس کر لینا چاہیے کیونکہ ہوشیار و دانا شخص کی آنکھ عالم مین جس چیز پر پڑتی ہی
یا جو موجود چیز اوسکے دل مین گذرتی ہے وہ اوسمین سے اپنے اوپر کوئی نعمت متحقق کر لیتا ہے
اب تفصیل کو ہم موقوف کرتے ہین کہ محال چیز کی طمع سے کچھ فائدہ نہین

تیسرا بیان اوس سبب کا جس سے خلق شکر نہین کرتی - جاننا چاہیے کہ خلق شکر نعمت
جہالت اور غفلت کے باعث نہین کرتی اسوجہ سے جہالت اور غفلت کے مارے نعمت کو
نہین جانتے اور جب تک نعمت معلوم نہو تب تک اوسکا شکر کیسے ادا ہو علاوہ ازین جو لوگ
نعمت کو جانتے بھی ہین انکو یہ گمان ہی کہ شکر نعمت یہی ہے کہ زبان سے الحمد اللہ اور خدا کا شکر ہی کہنا ہے اور
یہ نہین سمجھتا کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ جو نعمت جس حکمت کیواسطے بنی ہے اوسکو اوسی حکمت کے کامل کرنے مین
مستعمل کرے اور حکمت جو نعمت سے مطلوب ہے وہ طاعت خدای عز و جل ہے اگر یہ دونون
باتین لوگ جانتے ہون تو پھر شکر کا مانع سوائے غلبۂ شہوت اور استیلاے شیطان کے اور کچھ
نہین رہتا - اب معرفت نعمت سے غافل رہنے کے کئی سبب ہین جنمین سے ایک یہ ہے کہ
آدمی جہالت کے باعث جو بات کہ سب لوگون مین پائی جاتی ہے اور ہر حال مین اونکے
پاس ہے اوسکو نعمت نہین جانتے اسیواسطے کوئی اوسکا شکر گزار نہین ہوتا مثلاً جو نعمتین ہمنے
اوپر ذکر کی ہین یعنی کھانے کے باب مین اور اعضائے متعلق غذا کے باب مین اونپر کوئی شکر
نہین کرتا اسلیے کہ یہ نعمتین عام ہین سب کو ہر وقت حاصل ہین کسیکو اپنے ساتھہ انکی خصوصیت
معلوم نہین ہوتی نہین وجہ اوسکو نہ نعمت جانین نہ شکر ادا کرین یا مثلاً روح ہوا پہ شکر نہین کرتے
حالانکہ اگر ایک لحظہ گلا پکڑ لیا جاوے کہ ہوا باہر کی اندر نجا سکے تو مر جاوینگے یا کسی ایسے حمام مین
بند کیے جاوین جسمین ہوا گرم ہو یا کسی کنوئین مین جسکی ہوا پانی کی تری سے بھاری پڑ گئی ہو تو
گھٹ کر مر جاوینگے ہان اگر کوئی ایسی طرح بند ہو کر پھر نکالا جاوے تو البتہ روح ہوا کو نعمت
جانیگا اور پھر اوسپر شکر کریگا اسلیے مثل مشہور ہے ؏ قدر نعمت ست بعد زوال ۔ اور یہہ بڑی
جہالت ہے کیونکہ اس صورت مین شکر اس بات پر موقوف ہوا کہ نعمت اونسے چھن جاوے اور پھر
کسیوقت دیجاوے جب یہ قدر اوسکی جانکر شکر گزاری کرین حالانکہ نعمت کا ہر وقت شکر گزار ہی
رہنا چاہیے مثلاً بینا آدمی کو ہم نہین دیکھتے کہ وہ اپنی آنکھون کی سلامتی کا شکر کرتا ہو یہان تک
کہ اندھا نہو جاوے اندھا ہونے پر قدر آنکھون کی معلوم ہوتی ہے اور پھر اگر بینائی واپس

آتی ہے تو اوسکو نعمت جانکر شکر کرتا ہے مگر چونکہ رحمت الٰہی سب پر عام ہے اور ہر حال مین
ہر ایک پر مبذول تو اوسکو یہ جاہل آدمی نعمت نہین جانتا اس جاہل کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی بدذات غلام کہ ہمیشہ سزاوار زد و کوب ہو یہان تک کہ اگر ایک گھڑی اوسکی مار پیٹ
موقوف کیجاوے تو بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کر دیجاوے تو اکڑنے لگے اور
شکرگزاری ترک کرے۔ لوگون کا یہ حال ہو رہا ہے کہ شکر صرف مال ہی کا کرتے ہین جسمین
کچھہ اختصاص اونکا ہوجاتا ہے خواہ بہت مال ہو یا تھوڑا اوسکے سوا اور تمام نعمتون کو بھول
جاتے ہین کہ خدا تعالیٰ نے بدن مین کیا کیا نعمتین دی ہین۔ روایت ہے کہ بعض قرآ نے
کسی اہل دل سے شکایت اپنی مفلسی کی کی اور اوسکے باعث اپنا شدت سے غمگین ہونا بیان کیا
اونھون نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ تم اندھے ہوجاؤ اور دس ہزار درم لو اوسنے انکار کیا
پھر اونھون نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم لو اور گونگے ہوجاؤ اوسنے عرض کیا
کہ نہین اونھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے عوض تمکو لنجا اور لولا ہونا منظور ہے اوسنے
کہا کہ نہین اونھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو اوسنے
کہا نہین اونھون نے فرمایا کہ تمھین اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہین آتی کہ باوجودیکہ
پچاس ہزار درم کی مالیت اوسنے تمکو دی پھر شکایت کرتے ہو اور حکایت ہے کہ کوئی قاری
مفلسی کے باعث نہایت تنگدل اور مضطر ہوا خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ
تم چاہو تو ہزار دینار لے لو ہم سورہ انعام تمکو بھلا دینگے اوسنے کہا کہ یہ مجھے منظور نہین پھر
منادی غیب نے کہا سورہ ہود کو بھلا دین اوسنے کہا نہین کہا سورہ یوسف کہا نہین اسیطرح دس
سورتون کے نام لیے اور یہ سب پر انکار کرتا گیا تب اوسنے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھہ دینار کی
چیز ہے اور تو شکایت کرتا ہے صبح کو اوسکا افلاس جاتا رہا اور حضرت ابن السماک کسی
خلیفہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اوسوقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اوسنے عرض کیا کہ مجکو
کچھہ نصیحت کیجیے آپنے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا ہمکو تمھارے تمام نقدی کے عوض
ملتا نہین تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے یا نہین اوسنے عرض کیا کہ
بیشک سب نقدی دے ڈالتا پھر آپنے فرمایا کہ اگر اسکی عوض تمام ملک تمکو دینا پڑتا تب بھی
دیتے اوسنے کہا بیشک آپنے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر خوشی مت کرو جسکی قیمت ایک گھونٹ
پانی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندے پر پیاس کیوقت گھونٹ پانی مین

ساری زمین کی سلطنت سے زیادہ ہے۔ اور چونکہ طبیعتین اسی بات کی طرف مائل ہین کہ
نعمت خاص ہی کو نعمت جانتے ہین نہ عام کو اور ہمنے اب تک نعمت عام ہی کا ذکر کیا ہے
اسلیئے کچھہ مختصر اشارہ نعمت خاص کیطرف بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کوئی بشر ایسا نہین کہ
اگر اپنے احوال کو بغور دیکھے تو اپنے آپ مین ایک نعمت یا چند نعمتین ایسی نپاوے جو اسی سے خاص
ہون سب لوگ اوسمین اسکے شریک نہون بلکہ یا تھوڑے سے شریک ہون یا کوئی بھی شریک
نہوا ور تین باتون مین ہر کوئی اسکا مقر ہے اول عقل دوم خلق سوم علم عقل کا حال تو خود
اس مثل مشہور سے واضح ہے کہ ہر کس رعقل خود بکمال نماید کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہین
جو اپنی عقل سے خوش نہو اور اپنے آپ کو عقیل تر نہ سمجھتا ہو اور یہی جہت خدای تعالی سے
عقل کا سوال کم کرتا ہے اور اوسکے لیئے دعا نہین کرتا۔ اور یہ بات بھی شرف عقل مین داخل ہی
کہ جو اوس سے خالی ہے وہ بھی اوس سے خوش ہے اور جو اوس سے متصف ہے وہ بھی
پس جب ہر کوئی اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگون سے زیادہ عقل رکھتا ہے تو واقع مین
اگر ایسا ہی ہے تو اوسپر شکر اس نعمت کا واجب ہے اور اگر ایسا نہین صرف اوسکا اعتقاد
عقیل تر ہونے کا ہے جب بھی شکر واجب ہے کہ اوسکے حق مین تو نعمت موجود ہے جیسے کوئی
شخص زمین مین خزانہ گاڑے اور اوسپر خوشی کا اظہار ہے اور شکر کرے پس اگر اوس خزانے کو
کوئی نکال لیجاوے اور اوسکو معلوم نہو تو اپنے اعتقاد کے موافق خوشی اوسکی باقی رہے گی
اور شکر بھی باقی رہیگا کیونکہ اوسکے حق مین تو خزانہ گویا موجود ہے۔ اور خلق کا حال یہ ہے کہ
کوئی بشر ایسا نہین جو دوسرے شخص مین کچھہ عیب نا پسند نکرتا ہو اور بعض اخلاق دوسرون کے
برے نجانتا ہو اور دوسرے کی مذمت اسلیئے کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اون اخلاق سے بری
جانتا ہے تو جب دوسرے کی برائی مین مشغول ہو تو چاہیے کہ خدا کا شکر کیا کرے کہ میری
عادت اچھی بنائی اور بری عادت مین دوسرے کو مبتلا کیا۔ اور علم کا حال یہ ہے کہ کوئی بشر ایسا
نہین جو اپنے نفس کے امور باطن اور افکار خفیہ ایسے نرکھتا ہو جو خاص اوسمین ہون اور
اگر اون پر ایک شخص بھی مطلع ہو جاوے تو وہ فضیحت ہو جاوے اور اگر سب لوگ اوسکی دلی
باتون پر واقف ہو جاوین تو کیا صورت ہو غرضکہ ہر ایک بشر کو علم ایک امر خاص کا ہوتا ہے
کہ اوسمین کوئی بندۂ خدا اوسکا شریک نہین ہوتا پس ایسی صورت مین وہ شخص خدای تعالی
کی پردہ پوشی کا شکر گزار کیون نہین ہوتا کہ اللہ تعالی نے اوسکے عیوب پوشیدہ رکھے اور

لوگون کی نظر مین سے غائب اور اچھی بات کو ظاہر کیا اور بری بات کا علم سوا اوسکے اور کسیکو نہو تو یہ تین نعمتین خاص ایسی ہین جنکا اقرار ہر ایک شخص کرتا ہے خواہ سب باتون مین یا بعض مین اب ہم اس طبقے سے اوتر کر اور طبقہ اختیار کرتے ہین جو کچھ اس طبقے کی نسبت عام ہی اور کہتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکو خداے تعالی نے صورت یا وجود یا اخلاق یا صفات یا اہل یا اولاد یا مسکن یا شہر یا رفیق یا قریب و عزیز یا جاہ و عزت یا اور سب محبوب چیزون مین سے ایسے امور نہ دیے ہون کہ اگر بالفرض اوس سے وہ چیز چھین لی جاوین اور جو دوسرون کو دیا گیا ہے وہ اوسکو ملے تو ہرگز راضی نہو مثلاً کسی شخص کو خداے تعالی نے ایماندار بنایا کافر نہین بنایا یا زندہ بنایا نہ پتھر اور انسان پیدا کیا نہ چوپایہ اور مرد بنایا نہ عورت اور تندرست پیدا کیا نہ مریض اور بھلا چنگا بنایا نہ عیبی تو یہ سب خواص اگرچہ اونمین بڑی عمومیت ہے لیکن اگر انکے مقابل سے بدلے جاوین تو ہرگز کوئی راضی نہوگا بلکہ بندے کے لیے بعض امور ایسے خاص ہوتے ہین اور آدمیون کے احوال سے کبھی نہین بدلتا اور یہ دو طرح کے ہوتے ہین یا تو ایسے کہ کسیکے حال بدلنا منظور نکرے یا یہ کہ اکثر کے احوال سے بدلنا منظور نہو پھر حال جب اپنا حال دوسرے کے حال سے نہین بدلتا تو معلوم ہوا کہ اوسکا حال نسبت غیر کے بہتر ہے اور جب یہ حال ہے کہ کوئی شخص اپنے حال کو غیر کے حال سے فی الجملہ بدلنے پر راضی نہین یا کسی خاص بات مین بدلنا نہین چاہتا تو ضرور ہوا کہ خداے تعالی کی اوسپر ایسی نعمت ہے جو اوسکے سوا دوسرے بندون پر نہین اور اگر اپنا حال بعض اشخاص کے حال سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہین تو جنکے احوال سے بدلنا چاہتا ہے اونکے شمار کو دیکھنا چاہیے شمار کی رو سے ایسے لوگ بیشک کم نکلینگے جنکے حال سے یہ شخص اپنا حال بدلنا چاہتا ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ جو لوگ اسکی بہ نسبت کم ہین وہ بہت زیادہ ہین اون لوگون کی نسبت جو اس سے بہتر ہین پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ آدمی خداے تعالی کی نعمت حقیر جاننے کے لیے اپنے آپ سے بہتر کیطرف دیکھے اور کمتر کیطرف نہ دیکھے اور دین کا معاملہ دنیا کی برابر بھی نکرے یعنی اگر کوئی خطا اوس سے سرزد ہوتی ہے تو یہی عذر کرتا ہے کہ ایسے خطاوار بہت ہین اگر مجھسے بھی قصور ہوا تو کیا ہوا تو دین کے معاملات مین ہمیشہ نظر کمتر کیطرف کرتا ہے دنیا مین ایسا کیون نہین کرتا کہ جب اپنے پاس مال کم ہو تو کہے کچھ مضائقہ نہین مجھسے لوگ بہت ہین حاصل یہ کہ جب حال اکثر خلق کا دین مین اوس سے بہتر ہو اور اوسکا حال دنیا مین اکثر سے بہتر ہو

تو اوسکو شکر کیسے نہو وجہ ہو گا اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو شخص دنیا مین اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دین کے باب مین اپنے آپسے بہتر کو تو اللہ تعالے
اوسکو صابر او شاکر لکھتا ہے اور جو شخص دنیا کے باب مین اپنے آپسے زیادہ کو دیکھے اور دین کے
باب مین اپنے سے کمتر کو تو اللہ تعالی اوسکو نہ صابر لکھتا ہے نہ شاکر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو
شخص اپنے حال کو بنظر عبرت دیکھے اور جو اوصاف کہ خدای تعالی نے اوسکے لیے خاص کیے ہین
اونکی تلاش کرے تو اللہ تعالی کی بہت سی نعمتین اپنے نفس پر معلوم کریگا خصوصا جس شخص کو
کہ حدیث اور ایمان اور علم و قرآن اور فارغ بالی اور تندرستی اور امن وغیرہ مرحمت ہوئی ہون
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ لَمْ يَسْتَغْنِ بِآيَاتِ اللهِ فَلَا اَغْنَاهُ اللهُ
اسمین اشارہ نعمت علم کا ہے اور فرمایا اِنَّ الْقُرْاٰنَ هُوَ الْغِنَى الَّذِي لَا غِنَى بَعْدَهُ وَلَا فَقْرَ مَعَهُ
اور فرمایا مَنْ آتَاهُ اللهُ الْقُرْاٰنَ فَظَنَّ اَنَّ اَحَدًا اَغْنَى مِنْهُ فَقَدِ اسْتَهْزَأَ بِآيَاتِ اللهِ
اور فرمایا لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ اور فرمایا كَفٰى بِالْيَقِيْنِ غِنًى اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ بعض کتب آسمانی مین مذکور ہے کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ اگر مین کسی بندے کو تین
باتون سے بے پروا کر دون تو اوسپر میری نعمت کامل ہو جاتی ہے اول کسی سلطان کی
اوسکو حاجت نہو دوم کسی معالج کی سوم کسی کے مال کی اور یہی مضمون اس شعر سے مراد ہے شعر
جبکہ حاصل ہو تمہین صحت و امن اور غذا ✱ رنج گر پھر کرو تو رنج نجاوے کا کبھی
اور ان معانی کو افصح العرب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر ارشاد فرمایا ہے
کہ مَنْ اَصْبَحَ اٰمِنًا فِي سِرْبِهٖ مُعَافًى فِي بَدَنِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا
اور اگر لوگون کے حال کو سوچو تو دیکھو گے کہ ان تینون باتون کے سوا وہی شکوہ
کرتے ہونگے حالانکہ وہ امور اونکے اوپر وبال ہین اور ان تینون باتون کا شکر نکرتے ہونگے
اور نہ نعمت ایمان کا شکر کرتے ہین جسکے باعث نعمت دائم اور ملک باقی تک پہونچینگے۔
اب ہوشیار صاحب بصیرت کو ضرور ہوا کہ سوائے نعمت معرفت اور یقین اور ایمان کے
اور کسی چیز پر خوش نہو بلکہ ہم بعض علما کو جانتے ہین کہ اگر بالفرض تمام روے زمین کے
بادشاہون کا مال و ملک پورب سے پچھم تک اور اتباع اور انصار اونکو دے دیا جاوے اور اونسے
کہا جاوے کہ یہ سب مال و دولت وغیرہ اپنے علم کے بدلے مین بلکہ سوین حصہ علم کی عوض مین
لے لو تو وہ کبھی نہ لیوین اسلیے کہ اونکو توقع ہے کہ نعمت علم آخرت مین قرب الٰہی پر پہونچاویگی

بلکہ اگر یون کہا جاوے کہ تمکو آخرت مین تمھاری توقع کے موافق بلا کم و کاست ملیگا تو ان
لذات دنیاوی کو اونھین لذات کے بدلے مین لے لو جو تم علم سے دنیا مین پاتے ہو
تب بھی وہ ملک و مال کو لذات علمی کے عوض مین اختیار نکرینگے اسواسطے کہ اونکو معلوم ہے کہ
لذت علم دائمی ہے کبھی منقطع نہو گی اور اپنے ساتھ رہیگی نہ چوری جاویگی نہ غصب ہوگی نہ اوسپر
کوئی حسد کریگا علاوہ ازین یہ لذت صاف ہے کسیطرح کی کدورت اوسمین نہین اور دنیا کی
لذات سب ناقص اور پر کدورت اور تشویش مین ڈالنے والی ہین نہ انکی توقع خوف سے خالی ہو
نہ لذت مساوی رنج کے نہ خوشی مقابل غم کے اب تک ایسی ہی رہی اور آیندہ کو بھی ایسی ہی
رہیگی اسلیے کہ لذات دنیا اسیواسطے پیدا ہوئی ہین کہ ناقص عقل اونکے جال مین پھنس جاوین
اور دم مین آجاوین جب وہ اونکے فریب مین مقید و مبتلا ہو جاتے ہین تو پھر وہ لذتین اون سے
انکار کرتی ہین اور پاس نہین پھٹکتی جیسے کوئی خوبصورت عورت ظاہر مین اپنے آپ کو کسی دولتمند
یعنی مالدار کے لیے بناوے اور جب وہ اوسی سے دوچار ہو کر دل سے فریفتہ اور شیفتہ ہو
تو پردے مین چلی جاوے اور اوسکے بس کی نرہے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص ہمیشہ اوسکے عشق مین
رنج و مصیبت اور درد و زحمت رہیگا اور کہتا پھریگا دیدار مینمائی و پرہیز میکنی بازار خویش و آتش ما تیز میکنی
اور یہ سب مصیبت اوسپر صرف اس جہت سے ہوئی کہ نظر کے فریب مین آگیا اگر عقل کو کار فرما کر
آنکھ بند کر لیتا اور اس لحظہ بھر کی لذت کو حقیر جانتا تو تمام عمر بچا رہتا یہی حال دنیا کے حال مین
ارباب دنیا کا ہے - اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہین اونکو اوسپر
صبر کرنے سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ ایذا تو ایسونکو بھی ہوتی ہے جو اوسپر متوجہ ہین کہ کہین حفاظت کا
دکھ کہین تحصیل کا رنج کہین چورون کا خوف وغیرہ تکلیفات عاید حال رہتی ہین اور اگر دنیا کے
تارکون کو یہان تکلیف ہے تو آخرت مین تو لذت و راحت ہوگی بخلاف دنیا دارون کے
کہ یہان کا تردد جدا اور آخرت کا رنج جدا ہوگا پس جو لوگ اوسکی طرف متوجہ نہین اونکو اپنے
نفس پر یہ آیت پڑھنی چاہیے وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ
كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ خلاصہ تقریر یہ کہ خلق پر جو راہ شکر مسدود ہوا تو اسی جہت سے
ہوا کہ اونکو نعمتون ظاہری اور باطنی اور خاص و عام سے واقفیت نہوئی - اب علاج غافل لوگونکا
لکھا جاتا ہے اس توقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہون اور شکر بجا لاوین پہلے ہم کہتے ہین
کہ جو دل مردانا اور ہوشیار ہین اونکا علاج تو یہ ہے کہ جو قسمین ہمنے تمام نعمتون کی اشارۃً

بیان کی ہین اونکو تامل کرین اور جو دل غبی ہون کہ جب تک کوئی نعمت خاص اونپر نہو تو نعمت ہی
نجانین یا مصیبت آنے کے بعد اوسکو نعمت پہچانین تو اونکا علاج یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے سے
کمتر کو دیکھا کرین اور وہ تدبیر کرین جو بعض صوفی کیا کرتے تھے اونکا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانہ
اور گورستان اور ایسی جگہ جہان مجرمون کو سزا ملتی تھی جایا کرتے تھے شفاخانون مین اس لیے
جاتے تھے کہ بیمارون کو انواع و اقسام کے امراض مین مبتلا دیکھکر اپنی صحت و سلامتی کا دھیان
لاوین اور ان لوگون کے مصائب دیکھکر شعور اپنی صحت کی نعمت ہونے کا ہو جاوے اور شکر نعمت
بجا لاوے اور مجرمون کو اسلیے دیکھتے تھے کہ اونکو باعث قتل و چوری وغیرہ کے طرح طرح کے
عذاب دیے جاتے تھے کوئی جان سے مار ڈالا جاتا تھا کسیکا ہاتھ کٹتا تھا کسیکا پانون تو اونکو
دیکھکر خدا کا شکر کرتے کہ اوسنے گناہون سے محفوظ رکھا اور اون سزاؤن کی نوبت نہ آنے دی
اور گورستان مین جانے کی وجہ یہ تھی کہ اون کو دیکھکر یہ تصور آوے کہ مردون کو سب سے زیادہ
محبوب یہ ہے کہ دنیا مین واپس آوین گو ایک ہی روز کے لیے آوین عاصی تو اسلیے رجوع پسند
کرتا ہے کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اسلیے کہ طاعت زیادہ کرے اسلیے کہ قیامت کا
روز خسارہ کا دن کہلاتا ہے مطیع کو خسارہ کی صورت یہ ہے کہ جب اپنی طاعات کا بدلہ دیکھیگا
تو کہیگا کہ مین تو اس سے زیادہ طاعات کرسکتا تھا مجکو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات
مین نے مباحات مین کھو دیے اور عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے پس جب آدمی مقابر کو دیکھے
اور تصور مذکورہ بالا بھی کرے تو جانے کہ جس بات کیواسطے یہ لوگ آرزو لوٹنے کی کرتے ہین
وہ مجکو حاصل ہے یعنی تدارک ایام گذشتہ خواہ زیادتی طاعت مین اب کرسکتا ہون باقی ایام
حیات کو اسمین صرف کرون کہ بھلا اتنے ہی دنون خدای تعالی کی نعمت کو جان لون بلکہ
ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے پس جب اس نعمت کو جانیگا تو اوسکا شکر بھی
کریگا یعنی عمر کو ایسے کام مین صرف کریگا جسکے واسطے وہ بنائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت
کیواسطے توشہ لینے کیواسطے زندگی دی گئی ہے اوسیمین صرف کرے۔ یہی علاج ان غافل لوگونکا
اس علاج سے توقع پڑتی ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتون سے واقف ہو کر اونکا شکر کرین
حضرت ربیع ابن خثیم رحمہ باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت
نعماے الہی پختہ ہو جاوے اونھون نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی اپنے گلے مین
ایک طوق ڈال کر لحد مین لیٹتے اور کہتے رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا پھر کھڑے ہو جاتے

اور کہتے کہ اے ربیع تیرا سوال پورا ہوا تو اوس وقت سے پہلے کچھ کر لے جس وقت دنیا سے رجوع کرنے کی کریگا اور واپس نہ بھیجا جاویگا اور جو دل شکر سے دور رہتے ہین اونکا علاج یہی ہے کہ اس بات کو جان لین کہ نعمت کا شکر جب نہین ہوتا تو وہ نعمت جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ نہین آتی اسیواسطے حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ لوگو نعمتون کا شکر ضرور کیا کرو ایسا کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جا کر پھر آئی ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ نعمتین وحشی ہین اونکو شکر سے قید کر لو اور حدیث مین ہے کہ جب کسی بندے پر خدا تعالی کی نعمت زیادہ ہوتی ہے تو اوسکی طرف لوگون کی حاجتین بھی زیادہ ہوتی ہین پس اگر وہ اونسے سستی برتتا ہے تو اوس نعمت کے کھونے کا درپے ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

تیسرا رکن باب صبر و شکر کا ایسے اشیا کے بیان مین جنمین صبر و شکر شریک ہین اور ایک دوسرے سے ارتباط رکھتے ہین اسمین تین بیان ہین

اول بیان ایک چیز پر صبر او شکر کے جمع ہونے کی وجہ کے ذکر مین

شاید کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود چیز مین خداے تعالی کی نعمت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصیبت کا وجود ہی سرے سے نہو اور جب مصیبت نہے تو صبر کس چیز پر ہوگا اور اگر مصیبت ہے تو اوسپر شکر کیسے بنے گا اور یہ جو بعضے مدعی کہتے ہین کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہین نعمت کا تو کیا ذکر ہے تو مصیبت پر شکر کیسے خیال مین آوے یعنی جس چیز پر صبر کیا جاتا ہے اوسپر شکر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ مصیبت پر صبر کرنے مین تو درد پایا جاتا ہے اور شکر خوشی کا مقتضی ہے اور یہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین اور یہ جو تمنے بیان کیا کہ اللہ تعالی نے جو چیز ایجاد کی ہے سب مین بندون پر نعمت ہے اسکے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جسطرح نعمت موجود ہے اوسیطرح مصیبت بھی موجود ہے جب نعمت کے وجود کے قائل ہوگے تو بلا کے وجود کا بھی قائل ہونا پڑیگا اسلیے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین مصیبت کا دور ہونا نعمت کہلاتا ہے اور نعمت کا جاتا رہنا مصیبت تو دونون کا وجود ضروری ہے لیکن یہ پہلے گذر چکا ہے کہ نعمت کی دو قسم ہین ایک مطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو خواہ آخرت مین جیسے سعادت قرب الہی سے بندے کا مشرف ہونا خواہ دنیا مین جیسے ایمان اور حسن خلق اور جو ان دونون

معین و مددگار ہون دوسرے مقید کہ ایک طرح سے نعمت ہو اور دوسری طرح سے مصیبت جیسے
مال کہ اوس سے من وجہ دین کی بہتری ہوتی ہے اس نظر سے نعمت ہے اور چونکہ اوس سے فساد بھی
دین مین ہوسکتا ہے اس اعتبار سے مصیبت ہے اسیطرح بلا بھی دو طرح پر ہے ایک مطلق
دوسری مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے بلا ہے اوسکی مثال آخرت مین خدا سے کچھ مدت یا ہمیشہ کو
دور رہنا ہے اور دنیا مین کفر اور معصیت اور بدخلقی ہے کہ انکا انجام ہر طرح سے مصیبت ہی ہے
اور بلاے مقید کی مثال جیسے فقر اور مرض اور خوف اور تمام انواع کے مصائب جو صرف
دنیا مین ہون اور دین مین نہون وہ سب مقید ہین اور نعمت پر شکر کی تفریع اسطرح ہے کہ
جو نعمت مطلق ہے اوسپر شکر مطلق چاہیے اور جو مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوسپر صبر کرنے کا
حکم نہین مثلاً کفر مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوسپر صبر کرنے کے کچھ معنی نہین اسیطرح کسی
معصیت پر صبر کرنے کو جاننا چاہیے بلکہ کافر کو لازم ہے کہ اپنا کفر چھوڑ دے اور عاصی پر
ضرور ہے کہ عصیان سے باز آوے - ہان اتنی بات ہے کہ کافر کو کبھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ مین
کافر ہون جیسے کوئی شخص غشی اور بیہوشی کے عالم مین اپنا مرض نہین جانتا اور نہ اوسکی
تکلیف سے ایذا پاوے تو اوسکے ذمے صبر نہین اور گناہگار جانتا ہے کہ مین گناہ کرتا ہون
اسلیے اوسپر معصیت کا چھوڑنا واجب ہے بلکہ جو مصیبت کہ آدمی اوسکے دور کرنے پر قدرت
نہ رکھتا ہو اوسپر صبر کرنے کا مامور نہوگا مثلاً ایک آدمی نے پانی پینا باوجود شدت پیاس کے
چھوڑ دیا یہان تک کہ دم ہونٹون کو آبنی تو اوسکو صبر کی اجازت نہ دیجاویگی بلکہ پیاس کی تکلیف
دور کرنے کا حکم ہوگا صبر کا موقع وہ رنج ہوتا ہے جسکا دور کرنا بندے کے قابو مین نہو اس سے
معلوم ہوا کہ دنیا مین صبر کا موقع مصیبت مطلق نہین ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ وہ مصیبت جسپر صبر
کیا جاوے کسی وجہ سے نعمت بھی ہو جب یہ بات ہوئی تو خیال مین آسکتا ہے کہ ایک ہی
موقع پر صبر اور شکر دونون جمع ہوسکتے ہین مثلاً توانگری اگرچہ نعمت ہے مگر مال کے باعث
کبھی مالدار اور اوسکی اولاد کی جان جاتی ہے اسیطرح تندرستی نعمت ہے مگر اوسپر بھی کوئی
حسد کرے اور مار ڈالے تو وبال ہوسکتی ہے تو جتنی نعمتین دنیاوی ہین وہ نعمت والے کے
حق مین مصیبت ہوسکتی ہین اور علی ہذا القیاس جتنے مصائب دنیا مین ہین وہ بھی اہل مصیبت کے
حال کے اعتبار سے نعمت ہوسکتی ہین مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین کہ فقر و مرض ہی انکو
محبوب ہوتا ہے تو یہ دونون چیزین اگرچہ مصیبت ہین مگر اونکے حق مین نعمت ہین اسوجہ سے

کہ اگر مال بہت ہوتا اور بدن درست رہتا تو اترا کر سرکشی اختیار کرتے چنانچہ خدای تعالی
فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ اور فرمایا کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ
رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدای تعالی اپنے بندہ
ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہے باوجودیکہ وہ دنیا کو اچھا جانتا جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے اور یہی
حال وجہ اور اولاد اور قریب اور تمام ان اشیا کا ہے جو ہمنے نعمت کے سولہ اقسام مین بیان کیا ہے سوای
ایمان اور حسن خلق کے کہ بعضون کے حق مین یہ بھی مصیبت ہو سکتی ہین اسلیے ضرور ہوا کہ انکے مقابل کی اشیا بعضون
اونکے حق مین نعمت ہون مثلاً پہلے گذر چکا ہے کہ معرفت سب چیزون کی ایک کمال اور نعمت ہے
کیونکہ ایک صفت خدا کی صفات مین سے ہے مگر بعض صورتون مین ہی نعمت وبال ہو جاتی ہے
اور اوسوقت نجاننا ہی نعمت ہوتا ہے مثلاً آدمی اپنی موت کو نہین جانتا کہ کب ہوگی تو ہر چند جاننا
ہر ایک شی کا داخل نعمت کمال ہے مگر موت کا نجاننا ہی نعمت ہے اسلیے کہ اگر وقت موت
کو معلوم کرلے تو زندگی تلخ ہو جاوے اور بڑا تردد ہو کوئی کام نکر سکے اسیطرح لوگون کے دلونکا
اعتقاد اپنی نسبت اور اپنے اقارب کی نسبت نہ معلوم ہونا نعمت ہے کیونکہ اگر اعتقاد معلوم
ہو جایا کرتا تو انسان کو بہت رنج اور کینہ اور حسد لوگون سے پیدا ہوتا اور عوض لینے کیلیے
آمادہ ہونا پڑتا اسیطرح دوسرے شخص کی بری صفات کا نجاننا بھی نعمت ہے کیونکہ اگر انکو
جان لیا کرتے تو اوس شخص سے بغض رکھتے اور اوسکو ایذا دیتے اور یہی ایذا باعث خرابی
دین و دنیا کی ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی صفات عمدہ بھی نہ جاننی کبھی داخل نعمت ہین
کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہ مخواہ دوسرے کو ایذا دیتا اور اوسکی اہانت کرنی چاہتا ہے
اور فرض کرو کہ وہ شخص ولی ہے تو نادانستگی مین اگر اوسکو ایذا دیگا تو اتنا گناہ نہو گا جتنا
جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہوگا اسلیے کہ جو شخص نبی اور ولی کو جان کر ستاتا ہے وہ جیسا
اور ہی ہے اور جو نادانستہ ستاتا ہے وہ اور ہے علی ہذا القیاس خدای تعالی نے جو قیامت
کے امر اور لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبول کو خفیہ رکھا اور بعض کبائر گناہ کو مبہم رکھا
تو یہ بھی نعمت ہے اسلیے کہ اسکے خفیہ رہنے سے تلاش مین کوشش اور ارادہ زیادہ کرنا پڑتا ہے
جب نجاننے کی صورت مین نعمای الٰہی کا یہ حال ہو تو علم اشیا مین کیسے نعمت نہو گی اور ہمنے
یہ جو کہا ہے کہ ہر ایک موجود چیز مین خدای تعالی کی ایک نعمت ہے تو یہ امر درست ہے
اور ہر شخص کے حق مین عام ہے اور اس سے کوئی بات خارج بھی نہین رہتی مگر ایسی تکلیفات

اس سے خارج ہین جنکو خدا نے تعالی نے بعض لوگون مین پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بھی کبھی لذا ئے
حق مین نعمت ہوتی ہین اگر او سکے حق مین نعمت نہین مثلاً اسکو مصیبت کے باعث تکلیف پہونچے یعنی اپنا ہاتھ آپ ہی
کاٹ ڈالے او راپنے چہرہ کو آپ ہی گود ڈالے تو اس فعل سے مرتکب گناہ بھی ہوگا اور درد بھی
پاویگا اور کافرونکا رنج آتش دوزخ مین بھی نعمت ہے مگر اونکے حق مین نعمت نہین بلکہ اونکے
غیرون کے حق مین ہے کیونکہ ایک قوم کی مصیبت سے دوسرے کے بہت فائدے ہوتے ہین
اگر بالفرض خدا ئے تعالی عذاب کو پیدا نفرماتا اور اوس سے کسی فرقے کو عذاب نکرتا تو جنکو
نعمت عنایت ہوتی ہے وہ قدر نعمت خاک نجانتے اور نہ اوسکی جنت سے خوش ہوتے
اسلیے کہ اونکی بہت سی خوشی اسیطرح بڑھے گی کہ دوزخ والون کا رنج سوچینگے۔ دیکھو دنیا دار
آفتاب کی روشنی دیکھکر باوجود شدت حاجت کے اوس سے خوش نہین ہوتے کیونکہ
یہ نعمتین سب پر عام ہین اور کسی سے روک نہین اسیطرح آسمان کے ستارونکو دیکھکر خوش
نہین ہوتے حالانکہ کوئی باغ زمین کا اونکی نسبت کر اچھا نہین جسکی تعمیر مین جان و مال
کھپاتے ہین لیکن چونکہ آسمان کی آرایش عام ہے اسلیے اوس سے واقف نہین اور اسکے
باعث خوش نہین ہوتے جب یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالی نے کوئی چیز ایسی نہین پیدا
کی جسمین کچھ حکمت نہو اور نہ ایسی جسمین کچھ نعمت نہو خواہ سب بندون پر یا بعض پر تو اس سے
ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے جو مصیبت کو پیدا کیا ہے اوسمین بھی نعمت ہے خواہ اہل مصیبت
ہو یا اون لوگون پر جو اوس مصیبت مین مبتلا نہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس
حالت کو نہ بلاے مطلق کرسکتے ہین نہ نعمت مطلق اسطرح کی حالت مین بندے کو صبر اور
شکر دونون کرنے پڑینگے۔ اب اگر یہ کہو کہ صبر اور شکر اکٹھے کیسے ہونگے وہ دونون تو ایک
دوسرے کی ضد ہین اسلیے کہ صبر غم پر ہوتا ہے اور شکر خوشی پر تو اجتماع کی صورت کس طرح
ہوسکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی چیز سے بعض اوقات غم بھی کرتا ہے اور
خوش بھی ہوتا ہے تو غم کے لیے صبر ہوگا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف
اور مصیبت دنیاوی مین اگرچہ رنج ہوتا ہے جو مقتضی صبر ہے مگر پانچ باتین ایسی بھی ہین
کہ عاقل کو اونپر خوش ہونا چاہیے اور اونپر شکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ جو مصیبت اور
مرض ہے اوس سے بڑھکر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہے اور از انجا کہ خدا ئے تعالی
کی قدرت مین کسیکو دخل نہین تو اگر بالفرض اوس مرض او رمصیبت کو دوچند کر دے تو کوئی

کیا کر سکتا ہے اور کون مانع ہو سکتا ہے تو ہر مرض و مصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیے
کہ اوسیقدر پر خدای تعالی نے اکتفا کی اوس سے زیادہ مصیبت نہ بھیجی - دوسرے یہ کہ
مصیبت دنیاوی ہوئی دین کی نہین ہوئی یہ بات بھی سزاوار شکر ہے چنانچہ کسی شخص نے
حضرت سہیل تستری رحسے عرض کیا کہ میرے گھر مین ایک چور گھسکر تمام اسباب لیگیا آپنے
اوسکو فرمایا کہ خدا کا شکر کر اگر شیطان تیرے دلمین گھسکر توحید کو بگاڑ دیتا تو تو کیا کرتا
اسی پر خیریت گذری - اور اسیواسطے حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعا مین فرمایا کہ الٰہی
مصیبت میرے اوپر میرے دین مین مت ڈالنا اور حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہین کہ
کوئی مصیبت ایسی نہین آئی جسمین خدای تعالی کے چار انعام مجھپر نہ ہوے ہون اول یہ کہ
وہ مصیبت میرے دین پر نہ تھی دوم اوس مقدار ہوئی زیادہ نہوئی سوم مجھکو اوسپر راضی
رہنے سے محروم نفرمایا - چوتھے مجھکو اوسپر توقع ثواب کی ہوئی - اور روایت ہے کہ کسی
اہل دل کا کوئی دوست تھا اوسکو بادشاہ نے مقید کیا اوسنے یہ خبر اون بزرگ کو کہلا بھیجی
اور شکوہ اپنے قید ہونے کا لکھا اونھون نے جواب مین فرمایا کہ خدا کا شکر کر وہ بادشاہ نے
اوس شخص قیدی کو ہنڈوایا اوسنے پھر شکایت اون بزرگ کے پاس کہلا بھیجی اونھون نے
پھر فرمایا کہ شکر خدا کر اتنے مین ایک مجوسی قید ہوا جسکو دستون کی بیماری تھی سلطان کے
حکم سے ایک ہی بیڑی مین دونون کو رکھا ایک کڑا اوس شخص کے پانو مین اور دوسرا
مجوسی کے پانو مین اوسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا اونھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی
پاخانے کیواسطے بہت دفعہ اوٹھتا اور اس شخص کو بھی اوسکے ساتھ اوٹھنا پڑتا اور وقت
فراغت تک اوسکے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرض اس تکلیف کو بھی اوسنے بزرگ کی خدمت مین
لکھا اونھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اوسنے دلتنگ ہوکر لکھا کہ کہان تک شکر کیے جاؤن
اس مصیبت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہے اونھون نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر مین ہے
اگر تیری کمر مین ڈالدیا جاتا تو کیا کرتا - اس سے معلوم ہوا کہ جو فرد بشر کہ مبتلای مصیبت
ہوتا ہے اگر وہ خوب غور سے جیسا چاہیے ویسا تامل کرے کہ مین نے ظاہر و باطن مین
اپنے آقا کے حق مین کتنی بی ادبی کی ہے تو اوسکو معلوم ہوگا کہ جسقدر مجھکو مصیبت پہونچی
وہ کم ہے اور مین سزاوار اوس سے زیادہ کا تھا یعنی جسقدر جرم تھا اوسقدر سزا نہین
دی مثلاً سو کوڑے لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونون ہاتھ کاٹے جانے کی

لائق بے ادبی تھی بار ایک ہی کنا تو ظاہر ہے کہ مقام شکر ہے چنانچہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ
کے حال مین لکھا ہے کہ کسی کوچہ مین تشریف لیے جاتے تھے اوپر سے کسی نے راکھہ کا طشت
آپکے اوپر ڈالدیا آپنے جناب الٰہی مین سجدہ شکر کیا لوگون نے پوچھا کہ یہ سجدہ کیسا ہو آپنے
فرمایا کہ مجھے استحقاق اپنے اوپر آگ کرنے کا تھا تو صرف راکھہ کا گرنا میرے حق مین نعمت ہو
اور بعض اکابر سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعاء استسقا کے لیے باہر نہین نکلتے مینہ
مدت سے بند ہے اونھون نے فرمایا کہ تم مینہ کی بارش مین تاخیر جانتے ہو اور مین پتھر کی
بارش مین تاخیر سمجھتا ہون یعنی اعمال خلق قابل پتھر برسنے کے ہین پس اسمین گویا تاخیر کا ہونا
افضل انعام ہے اسلیے مین چلا یا ان کو نہین نکلتا کہ مقام شکر مین اظہار مصیبت کو گنجایش
نہین اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت مین ہم خوشی کیسے ہون کیونکہ دیکھتے ہین کہ بعض لوگون
نے ہم سے زیادہ گناہ کیے ہین اور ہماری سی مصیبت انپر نہ آئی یہانتک کہ کفار برابر
کفر کرتے ہین مگر ہماری طرح مبتلاء مصیبت نہین ہوتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کافر کے لیے
تو بہت زیادہ مصائب ہونگے آج نہ سہی بعد موت اوسپر آوینگے اور دنیا مین اوسکو مہلت
اسلیے ہے کہ گناہ بہت سے کرلے اور عذاب بہت طویل دیا جاوے چنانچہ اللہ تعالی
خود ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا اِثْمًا باقی رہا گناہگار پس کہان سے معلوم ہوا
کہ جہان مین کوئی ہمسے بھی زیادہ خطاوار ہے ظاہر کی شراب خواری اور زنا سے کچھہ نہین ہوتا
بہت سے دل کے وسواس گستاخی کے خداے تعالی کے اور اوسکی صفات کے باب مین
ایسے برے ہوتے ہین کہ شراب خواری اور زنا کی کچھہ اصل اونکے سامنے نہین ہوتی نہ اور کسی
گناہ اعضا کی حقیقت اور ایسے گناہون کے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا
وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہمسے زیادہ خطاوار ہے
پھر اگر بالفرض واقع مین تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ اوسکی سزا آخرت مین
ہو اور اوسکی دنیا مین تو یہ بات بھی قابل شکر ہو کہ مواخذہ اخروی سے نجات دی اور یہ
تیسری وجہ ہے شکر کی یعنی جو سزا جرم کی ہے ہوسکتا ہے کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے
اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہوسکتے ہین جنسے وہ سہل اور خفیف ہوجاوے
مگر آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہے اور دائمی نہو تو اتنی بات ضرور ہے کہ اوسمین
کچھہ تخفیف نہین ہوسکتی اسواسطے کہ اسباب تسلی کے عذاب والون سے آخرت مین بالکل جدا

ہو جاتے ہین تو تخفیف کہان سے آوے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جسکو عذاب دنیا میں
ہو لیگا اوسکو دوبارہ عذاب نہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب بندہ
گناہ کرتا ہے اور اوسپر کوئی شدت یا مصیبت دنیا مین پہونچ جاتی ہے تو خدای تعالے
اس بات سے غنی ہے کہ اوسکو دوبارہ عذاب دے چوتھی وجہ یہ کہ یہ مصیبت لوح محفوظ
مین لکھی ہوئی تھی کہ فلان شخص پر آویگی اور اوسکا پہونچنا ضروری تھا اور جب وہ پہونچ گئی خواہ
تھوڑی ہو یا بہت سبقدر سے فراغت و راحت ہو گئی وہی نعمت ہے پانچوین بات یہ ہے
کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہے اسلیے کہ دنیا کے مصائب دو وجہ سے آخرت کی
راہ مین اول وہ تلخ دوا ہے جس سے پرہیز اور تلخ دوائین مریض کے حق مین نعمت ہین
اور لوازم کھیل کود سے روکنا لڑکے کے حق مین نعمت ہے کیونکہ مثلاً اگر لڑکے کو اوسکی
طبیعت پر چھوڑ دیا جاوے اور کھیل مین مصروف رہنے دین تو علم و ادب کیسے سیکھے گا تمام عمر
تباہ ہوجائیگی اسیطرح مال و اہل و اقارب و اعضا یہان تک کہ آنکھ بھی کہ سب اشیا سے
عزیز ہے کبھی سبب ہلاک بعض احوال مین ہوجاتی ہے بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز ہے
کبھی سبب ہلاکت ہوتی ہے ملحد لوگ عقل ہی سے تباہ ہوتے ہین اسلیے قیامت کو تمنا کرینگے
کہ مجنون اور لڑکے ہوتے تو خوب ہوتا کہ اپنی عقل اون پر کیون کام کیا خدای تعالی کے
دین مین اگر عقل کے سبب تصرف نکرتے تو اچھا تھا غرض کہ انسان کا سب مین ہر ایک چیز
مین آدمی کے لیے دینی بہتری بھی ہوسکتی ہے تو خدای تعالی کے ساتھ حسن ظن کرکے
ان اشیا مین دینی بہتری مان لے اور اوسپر شکر بجالاوے اسلیے کہ اوسکی حکمت بہت وسیع
ہے اور بندون کی مصلحت وہ اونکی نسبت زیادہ جانتا ہے اور قیامت کے روز
بندے جب دیکھینگے کہ مصیبت پر ثواب ملتا ہے تب شکر نعمت کرینگے جیسے لڑکا عقل کے
بعد اپنے باپ اور استاد کا شکر مارنے اور ادب دینے پر کیا کرتا ہے کیونکہ ثمرہ تادیب و تکلیف کا
اوسوقت پاتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے مصیبت کا آنا بھی تادیب اور عنایت بندون
کے حال پر ہے اور یہ عنایت الہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل تر ہے اوسکو محض خیر و
برکت جاننا چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ جو حکم الہی تیرے
اوپر ہو اوسمین خدای تعالی پر بدگمانی مت کر اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کیطرف

طرف دیکھکر ہنسے لوگون نے سبب ہنسنے کا پوچھا آپنے فرمایا کہ مجھے اس بات سے تعجب ہوا
کہ ایماندار کے لیے خدای تعالی کا حکم اگر اوسکی آسایش کا ہو تو راضی رہتا ہے اور اوسکے
حق مین بہتر ہوتا ہے اور اگر اوسکی تکلیف کا ہو تب بھی راضی رہتا ہی اور اوسکے حق مین مفید ہوتا ہی

شعر آنچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست + بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند ہست

دوسری وجہ یہ ہے کہ سب خطاؤن مہلک کی جڑ محبت دنیا ہے اور سب اسباب نجات کی
اصل دنیا سے دل سے علیحدہ رہنا اور ظاہر ہے کہ اگر نعمتین دنیاوی مراد کے موافق بلا
مصیبت ملا کرین تو اس سے دل کو دنیا کیطرف میل اور اوسکے اسباب کے ساتھ انس ہو جاتا ہے
یہان تک کہ آدمی کے حق مین دنیا مثل جنت ہو جاتی ہے تو مرنے کے وقت اوسکے اسباب
کی مفارقت بڑی مصیبت ہو جاتی ہے اور اگر مصیبتین آتی رہین تو دل اوسکی طرف سے
کھنچا ہو جاتا ہے نہ اوس سے الفت ہوتی ہے نہ رغبت بلکہ دنیا مثل زندان اوسکے حق مین
ہو جاتی ہے کہ یہان سے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور نہایت لذت دنیا
سے خلاصی ہونے مین پاتا ہے اسی بنا پر حدیث شریف مین ہے اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ
وَجَنَّةُ الْکَافِرِ اور کافر اوسکو کہتے ہین جو خدای تعالی سے روگردان ہو کر صرف دنیا کی
زندگانی کا خواہان ہو اور اوسی پر اطمینان رکھے اور مومن وہ ہے جو دل سے دنیا سے علیحدہ ہو
اور اوس سے نکلنے کا نہایت مشتاق ہو۔ اور کفر کچھ ظاہر ہوتا ہے اور کچھ پوشیدہ اور
جسقدر محبت دنیا کی دل مین ہوتی ہے اوسیقدر شرک خفی بھی اوسمین ہوتا ہے۔ موحد مطلق
وہ شخص ہے جو واحد مطلق ہی کو محبوب جانے۔ حاصل یہ کہ مصیبت مین ان پانچون وجہ سے
نعمت بھی ہوتی ہے اسلیے اوسپر خوش ہونا ضرور ہے اور رنج کرنا تو ظاہر ہے کہ ہوتا ہی ہے
اور رنج مین خوش ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کسیکو حاجت پچھنے لگوانے کی ہو اور
دوسرا شخص مفت لگا دے یا کسی مرض مین دوا مفت کڑوی پلا دے تو ظاہر ہے کہ پچھنے
اور کڑوی دوا سے تکلیف ہوتی ہے مگر اوس آدمی صبر کرکے دوسرے شخص معالج کا
شکر گذار ہوتا ہے اسلیے کہ مفت مین علاج ہونے کی خوشی ہوتی ہے اسیطرح جو مصیبت امور
دنیاوی مین ہوتی ہے اوسکو کڑوی دوا کیطرح جاننا چاہیے جو سردست تکلیف دیتی ہے
اور انجام کو راحت پہونچاتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص سیر کے لیے کسی بادشاہ کے محل مین
جاوے اور جانے کہ یہان سے بیشک نکلنا پڑیگا اور وہان کوئی اچھی صورت دیکھے

اور اوسکے ساتھہ انس کر کے محل مین سے نہ نکلے تو یہ بات اوسپر وبال ومصیبت کی ہے کہ ایسی جگہ انس کرتا ہے جہان ٹھہرنے کا مقام نہین اور اگر اپنے دل مین یہ خطرہ رکھیگا کہ ایسا نہو کہ بادشاہ کو اطلاع ہو تو وہ سزا دے اور اس خطرے کی جہت سے اوس مقام سے نفرت کریگا تو اسکے حق مین نعمت ہوگی اسیطرح دنیا بھی ایک مکان ہے جسمین لوگ رحم کے دروازے سے گھستے ہین اور لحد کے پھاٹک سے نکلجاتے ہین تو جسقدر کہ اونکا انس اس مکان سے ثابت ہوگا اوسیقدر اونکے حق مین وبال ومصیبت ہے اور جسقدر دل اسکی طرف سے مائل رہیگا اور رغبت نہوگی اوسیقدر نعمت ہے۔ پس جو شخص اس امر کو جانتا ہے وہ تو بلا پر بھی شکر کریگا اور جو بلا مین ان نعمتون سے ناواقف ہے اوسکا شکر گزار ہونا ممکن ہی کیونکہ شکر بعد شناخت نعمت کے ہوتا ہے اور جسکو اس بات کا اعتقاد ہی نہین کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہے وہ مصیبت پر شکر کیون کرنے لگا تھا۔ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت عبداللہ بن عباس رض کو اونکے والد ماجد رض کی وفات مین ایک قطعہ تعزیت کا لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

در صبر کوش تا بصبوری نہیم دل	صبر ہمہ کہان اثر صبر مہتر ست
اجر تو بہتر ست ز عباس بعد ازو	عباس را خدای کریم از تو بہتر ست

حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اس شخص کی تعزیت سے بہتر اور کسی شخص نے تعزیت میری نہین کی اور احادیث مصائب پر صبر کرنے کے باب مین بہت ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہے مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُصِبْ مِنْہُ اور ایک حدیث قدسی مین روایت ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ جب مین اپنے بندے پر مصیبت بدن کی یا مال کی یا اولاد کی بھیجتا ہون اور وہ اوسکو صبر جمیل کے ساتھ سہتا ہے تو قیامت کے روز مجکو شرم آتی ہے کہ ایسے شخص کے لیے عمل کی ترازو کھڑی کرون یا دفتر اعمال کھولون اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جب کسی بندے پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ حکم الہی کے بموجب اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَعْقِبْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا کہتا ہے تو خدا تعالی ویسا ہی کرتا ہے اور فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ جس شخص کی مین دونون آنکھین لے لیتا ہون تو اوسکا بدلہ یہ ہے کہ وہ میرے گھر مین ہمیشہ رہیگا اور میری طرف کو تاکتا رہیگا۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ

یا رسول اللہ میرا مال جاتا رہا اور جسم جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ جس بندے کا مال نجاوے اور
مریض نہوا وسمین کچھ بہتری نہین اللہ تعالی جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسکو
مبتلا کرتا ہے اور جب مبتلا کرتا ہے تو صبر عنایت فرماتا ہے اور ایک حدیث مین ارشاد
فرمایا ہے کہ آدمی کیواسطے خدا تعالی کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہے جسپر کہ وہ عمل کے
باعث نہین پہونچ سکتا اسلیے خدا تعالے اوسکے جسم پر کوئی مصیبت بھیجدیتا ہے کہ
اوسکے باعث وہ درجہ اوسکو ملجاتا ہے اور جناب بن ارت سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوے آپ اوس وقت اپنی چادر مبارک کا تکیہ لگائے
خانہ کعبہ کے سایہ مین تشریف رکھتے تھے ہمنے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ
آپ خدا سے ہمارے لیے دعا نہین کرتے کہ وہ ہماری نصرت کرے آپکے رخسار مبارک
سرخ ہوگئے اور اوٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگون مین بعض لوگ ایسے تھے کہ زمین
کھودکر اونکو گاڑدیتے تھے اور آرہ لاکر سرپر رکھکر چیر ڈالتے تھے مگر باوجود اسکے وہ لوگ
اپنے دین سے نہین پھرتے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس شخص
کو بادشاہ ظلم کی راہ سے قید کرے اور وہ مرجاوے تو شہید مریگا اور اگر اوسکو اتنا مارے
کہ مرجاوے تب بھی شہید ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ وَمَعْرِفَةِ حَقِّهٖ اَنْ لَّا تَشْکُوْ وَلَا تَذْکُرَ مُصِیْبَتَكَ ۔ اور حضرت
ابو درداؓ فرماتے ہین کہ تم موت کے لیے پیدا ہوتے ہو اور اجاڑ ہونے کے لیے عمارت
بناتے ہو فانی چیز کے حریص ہو اور باقی کے تارک آگاہ رہو کہ تینون مکروہات بہت عمدہ
اشیا ہین یعنی فقر اور مرض اور موت اور حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب خدا تعالی کو کسی بندے کی بہتری منظور ہوتی ہے اور اوس سے دوستی
کیا چاہتا ہے تو اوسپر مصیبتون کو ڈالدیتا ہے اور حوادث کی بوچھار اوسپر گراتا ہے
جب وہ بندہ خدا تعالی کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ یہ آواز تو جانی بوجھی ہے
اور اگر دوبارہ پکارتا ہے اور یارب کہتا ہے تو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ ای بندے
کہہ کیا کہتا ہے مین حاضر ہون جو کچھ تو مجھسے مانگیگا مین دونگا اگر یہان تجھسے کوئی بہتر چیز
ہٹا دونگا تو تیرے لیے اوس سے بہتر اپنے پاس رکھ چھوڑونگا جب قیامت کا دن ہوگا
تو عمل والے حاضر ہونگے اور اونکے اعمال نماز اور روزہ اور صدقہ اور حج سب ترازو مین تولے جاوینگے

اور پورا پورا ثواب عنایت ہوگا مگر جب مصیبت والے آوینگے تو اُنکے لیے نہ ترازو کھڑی ہوگی نہ نامہ اعمال کھولا جاویگا اور ثواب اُنپر ایسے ہی ڈالا جاویگا جیسے بلا ڈالی گئی تھی اُسوقت جن لوگون کو دنیا مین عافیت رہی تھی یہ تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا جو ہمارے جسم مقراضون سے کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمکو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو ملا اسی بنا پر یہ آیت قرآن مجید مین ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ کسی پیغمبر نے جناب باری مین شکایت کی کہ الٰہی بندہ مومن تیری اطاعت کرتا ہے اور گناہون سے اجتناب کرتا ہے مگر تو اُس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہے اور مصیبت بھیجتا ہے اور بندہ کافر تیری اطاعت نہین کرتا اور گناہون پر جرأت کرتا ہے اُس سے تو بلا علیحدہ رکھتا ہے اور دنیا بہت سی دیتا ہے یہ کیا بات ہے خداوند کریم نے اُنپر وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہین اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد مین تر زبان ہے وجہ یہ ہے کہ بندہ مومن گناہ ہوتے ہین اسواسطے مین اُس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہون اور بلا بھیجدیتا ہون کہ اُنکے گناہون کا کفارہ ہوجاوے یہان تک کہ جب میرے پاس آوے تو اُسکی نیکیون کا عوض اُسکو عنایت کرون اور کافر کی کچھ نیکیان ہوتی ہین اسلیے مین اُسکو رزق زیادہ دیتا ہون اور بلا کو اُس سے علیحدہ رکھتا ہون کہ اپنے حسنات کا بدلا دنیا مین حاصل کرے اور جب میرے پاس آوے تو اُسکو سزا اُسکے سیئات کی دون اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ تو حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے عرض کیا کہ اس آیت کے بعد خوشی کس طرح ہوگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر خدا تجکو معاف کرے کیا تو بیمار نہین ہوتا یا تجکو کچھ ایذا نہین پہونچتی کہ جسپر غم ہوتا ہو یہی بدلہ ہے تمہارے اعمال کا یعنی جمیع مصائب کفارہ تمہارے گناہ کا ہوتے ہین۔ اور عقبہ بن عامر رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اُسکی مراد دیے جاتا ہے اور وہ اپنی خطا پر مصر ہے تو جان لو کہ یہ امر اُسکے مہلت دینے کے لیے ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ یعنے جب اُنھون نے امر کے بموجب کام کرنا چھوڑ دیا تو ہمنے اُنپر ہر طرح کی بہتری کے دروازے کھول دیے یہان تک کہ جب وہ اس بہتری سے خوش ہوے تو ایک دفعہ ہی

انکو ماخوذ کر لیا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ایک شخص نے صحابہ رض سے ایک عورت کو دیکھا جسکو جاہلیت مین جانتے تھے اُس سے کچھ گفتگو کرکے چھوڑ دیا اور چلتے جاتے تھے اور اُسکی طرف پھر کر دیکھتے جاتے تھے اسی اثنا مین سامنے سے ایک دیوار کا دھکا جو انکو لگا تو منہ پر نشان ہو گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہی تو اُسکی سزا دنیا ہی مین دے دیتا ہی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین تمکو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتائے دیتا ہون جو سب آیات سے زیادہ توقع کی ہو لوگون نے عرض کیا کہ فرمایئے آپ نے یہ آیت پڑھی وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ غرض کہ دنیا کے مصائب گناہون کے باعث ہوا کرتے ہین جب اللہ تعالی بندے کو دنیا مین سزا دے لیتا ہی تو پھر دوبارہ عذاب دینے سے غنی ہی اور اگر دنیا مین معاف کر دیا تو پھر اُسکا کرم اس بات کا مقتضی نہین کہ قیامت مین سزا دے اور حضرت انس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک دو گھونٹون سے زیادہ بندے کا کوئی گھونٹ محبوب تر نہین اول غصے کا گھونٹ کہ حلم کے باعث پی جاوے دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے سبب پی جاوے اور نہ کوئی قطرہ محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک دو قطرون سے ٹپکتا ہی ایک قطرہ خون جو اُسکی راہ مین گرے دوم قطرہ اشک جو شب تاریک مین بندے کی آنکھ سے سجدے کی حالت مین گرے اور اُسکو سوا خدا کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم بندے کا خدا تعالی کے نزدیک دو قدمون سے محبوب تر ہی ایک قدم فرض نماز کے لیے دوم قدم قرابتیون سے میل کرنے کے لیے۔ اور حضرت ابو درداء رض سے روایت ہی کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپ کو نہایت قلق ہوا آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور سامنے دو زانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہون ایک نے اُنمین سے عرض کیا کہ مین نے کھیت بویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اُسکو پامال کر دیا آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہی اُسنے عرض کیا کہ مین راستہ چلا جاتا تھا ایک کھیت پر گذر ہوا دہنے بائین سب طرف دیکھ کر معلوم کیا تو راہ کھیت ہی مین کو تھی وہان ہی گو گندا آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے مین بیچ کیون ڈالا تھا تجھے معلوم نہین کہ لوگون کے لیے رستہ ضرور ہی اُسنے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے لڑکے پر کیون غم کرتے ہین

آپ کو معلوم نہین کہ موت آخرت کی شرط ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پیغمبر کبھی
لڑکے پر رنج نہ کیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کیا اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا
کہ جان پدر اگر تو میری ترازو مین ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ مین تیری ترازو مین ہون
اُسنے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری
مرضی کے موافق ہو۔ خلاصہ حضرت عمر رح کے قول کا یہ ہے کہ اگر تو وفات پائے اور مین صبر
کرون تو اس سے اچھا سمجھتا ہون کہ مین وفات پاؤن اور تو صبر کرے یعنی جزاے صبر میرے
نامۂ اعمال مین رہے۔ اور حاصل لڑکے کے جواب کا ظاہر ہے کہ جو بات والد کو محبوب ہو بھی اُسکو
محبوب جانا۔ اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ کسی نے اُنکے لڑکے کی وفات کی
خبر سنائی آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ خداے تعالے نے ایک
عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہونچایا پھر اُتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا
کہ جو کچھ خداے تعالی کا حکم ہمکو تھا وہ ہم کر چکے یعنے خداے تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ تو ہمنے دونون باتین ادا کین۔ اور حضرت ابن مبارک رح کا ایک لڑکا گذر گیا تھا
ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ کام کرے
جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہے مراد اس سے صبر ہے آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ اسکا لکھ لو اور
بعض علما کا قول ہے کہ اللہ تعالے بندے پر مصیبت پر مصیبت ڈالے جاتا ہے حتے کہ
وہ زمین پر چلتا ہے اور ایک گناہ بھی اُسکے ذمہ نہین رہتا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین
کہ جیسے آدمی اپنے گھر والون کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہے اللہ عز و جل اپنے بندہ مومن کے
واسطے بلا کا عہد کر لیتا ہے اور حاتم اصم سے مروی ہے کہ اللہ تعالے خلق کے چار طرح کے
لوگون پر قیامت کے دن چار چیزون مین حجت فرماویگا۔ تو تونگرون پر حضرت سلیمان
علیہ السلام سے۔ اور فقیرون پر عیسے علیہ السلام سے۔ اور غلامون پر یوسف علیہ السلام سے
اور مریضون پر ایوب علیہ السلام سے کہ ہم لوگ ایسے کیون نہوے۔ اور روایت ہے کہ
حضرت ذکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور
شیطان مردود نے اُنکا حال اُن سے کہ دیا تو وہ ایک آرہ لائے اور درخت کو چیرنا
شروع کیا جب آپ کے سر مبارک پر آرہ پہونچا تو آپ نے ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی
وحی الہی ہوئی کہ اے ذکریا اگر دوبارہ آواز نکالی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دونگا حضرت ذکریا علیہ السلام نے

دانتون تلے زبان دے لی اور صبر کیا یہان تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے **شعر**

گر کشی ور جرم بخشی روی و سر بر آستانم		بندہ را فرمان نباشد ہر چہ فرمائی برآنم

اور حضرت ابن مسعود بلخی فرماتے ہین کہ جس شخص کو کوئی مصیبت آوے اور وہ آمین کپڑے پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہی کہ نیزہ لیکر خدا سے تعالیٰ سے لڑنے کو تیار ہو۔ اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہی اور ایماندار بندہ کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہی پس جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو محبوب جانتا ہی تو انکو مبتلاے مصیبت کرکے امتحان لیتا ہی اس صورت مین جو شخص اُس سے راضی رہتا ہی وہ بھی اُس سے راضی ہی اور جو ناراض ہی اُس سے وہ ناراض ہی۔ اور حنیف بن قیس کہتے ہین کہ ایک روز میری داڑھ مین بہت درد تھا مین نے اپنے چچا سے کہا کہ داڑھ درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہین آئی اسی طرح تین بار مین نے کہا انھون نے فرمایا کہ تو ایک ہی رات مین داڑھ کی اتنی شکایت کرتا ہی میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہی مگر کسی کو معلوم بھی نہین ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جب تجھ پر بلا نازل ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہ جیسے مین تیری شکایت اپنے فرشتون سے نہین کرتا جس وقت کہ تیرے عیوب و خطائین میرے پاس آتی ہین ہیچ ہی **شعر**

پس پردہ بیند عملہاے بد		ہم او پردہ پوشد بآلاے خود

دوسرا بیان نعمت کی فضیلت مصیبت پر شاید کوئی فضل مصائب سنکر یہ کہے کہ ان اخبار سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ دنیا مین نعمت کی نسبت مصیبت کا آنا بہتر ہی تو اب سب انسانون کو چاہیے کہ مصیبت کا سوال کرنا خدا سے جائز ہو اُسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ درخواست مصیبت ناجائز ہی اسکی کوئی وجہ نہین جس سے درست ہو بلکہ مصائب سے پناہ مانگنا البتہ شروع ہی چنانچہ احادیث مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت دونون کی مصیبت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ کا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا یہی قول تھا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اور شماتت اعدا وغیرہ سے پناہ مانگتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے اپنی دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھ سے صبر کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خدا سے تعالےٰ سے عافیت کی درخواست کرو۔ اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا کہ خدای تعالی سے عافیت مانگا کرو کیونکہ
ایسا کوئی شخص نہین جسکو عافیت سے عمدہ تر چیز سواے یقین کے ملی ہو اور یقین سے
دل کی عافیت اور صحت مراد ہے جسمین شبہہ کا روگ اور مرض جہل نہو اسلیے کہ دل کا اچھا رہنا
بدن کی تندرستی سے اعلی تر ہے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو چیز کہ جسمین شر ہی نہین وہ
تندرستی ہے شکر کے ساتھ کیونکہ بعضے لوگ نعمت پاتے ہین مگر اوسکا شکر نہین کرتے۔ اور مطرف
بن عبد اللہ رح فرماتے ہین کہ مجھکو تندرستی ملی اور اوسپر مین شکرگزار رہون تو اس سے بہتر ہے
کہ مجھپر مصیبت آئے اور اوسپر صبر کرون اور ایک دعا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وَعَافِيَتُكَ اَحَبُّ اِلَيَّ اور یہ امر ظاہر ہے اسمین کچھ دلیل کی حاجت نہین کیونکہ مصیبت
دو اعتبار سے نعمت ہو جاتی ہے اول تو اوس مصیبت کی نسبت جو اوس سے بڑی ہو خواہ
دنیا مین یا دین مین اور دوسرے اوس توقع ثواب کے اعتبار سے جو خدای تعالی عنایت فرماویگا
اسی لحاظ سے آدمی کو چاہیے کہ خدای تعالی سے دنیا مین نعمت کامل کی درخواست کرے
اور اپنے اوپر سے بلا کے دور ہونے کی دعا کرتا رہے اور نیز اوسکی نعمت کی شکرگزاری پر
ثواب اخروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ بات پر قادر ہے کہ شکر ہی کے عوض مین وہ کچھ
دے ڈالے جو صبر مین دینا ہو اب اگر کوئی کہے کہ بعض لوگون نے ایسے مضمون لکھے ہین جنسے
استدعا مصیبت کی اپنے لیے پائی جاتی ہے مثلا لکہا ہے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ دوزخ کا
پل بنجاؤن کہ تمام خلق مجھپر سے اتر جاوے اور نجات پاوے اور صرف مین دوزخ مین جاؤن
یا سمنون کا قول ہے جسکا ترجمہ شعر تجھ سوا اور کیا ہے مطلب جانچ لے جس طرح تو چاہے
تو یہ انکے اقوال دلالت سوال مصیبت پر رکھتے ہین یہ کیا بات ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ
سمنون محب کا تو حال یہ ہوا کہ بعد اس شعر کے وہ قبض کی بیماری مین مبتلا ہوا اور مکتبون
دروازون پر تکلیف سے کہا پھرتے اور لڑکون سے کہتے کہ اب تم اپنے چچا سمنون کو
لپاٹیا کہا کرو یعنی امتحان مین پورا انھین نکلا باقی رہی انسان کی محبت کہ فقط اکیلا دوزخ مین
اور تمام خلق بچ جاوے سو یہ ناممکن ہے لیکن آدمی کے دل پر غلبہ محبت کبھی ایسا ہوتا ہے
کہ اوس جوش محبت مین اپنے نفس کو ایسی ہی باتون کے لائق سمجھ لیتا ہے کیونکہ شراب عشق
مین نشہ ہوتا ہے جو شخص اوسکو پیتا ہے مست ہو جاتا ہے اور عالم مستی مین بہت کچھ باتین
اس قسم کی سرزد ہو جاتی ہین کہ اگر بالفرض اوسکا نشہ جاتا رہے تو خود اوسکو معلوم ہو کہ یہ کلام

واقعی نہین بلکہ ایک حالت تھی تو جو جملے اس قسم کے سنو اونکو کلام عاشقانہ پر حمل کرنا چاہیے
جنکو افراط محبت ہوتی ہے اور عاشقون کا کلام سننے مین اچھا ہوتا ہے مگر اونکی بات قابل
اعتبار نہین ہوتی چنانچہ حکایت ہے کہ ایک فاختہ کا نر اوس سے جفتی چاہتا تھا وہ مانع
ہوتی تھی اوسنے کہا کہ تو مجھسے کیون رکتی ہے اگر مین چاہون تو تیرے واسطے سلیمان کی
سلطنت زیر و زبر کر دون یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اوسکو بلا کر عتاب فرمایا
اوسنے عرض کیا کہ اے نبی اللہ عاشقون کا کلام قابل کہنے کی نہین ہوتا اصل واقع مین ایسا ہی ہے اور ایک شاعر کہتا ہے
شعر مین تو ہون طالب وصل اور وہ ہے طالب ہجر ۔ اوسکی خواہش کے لیے اپنی مین خواہش چھوڑی
تو یہ مضمون بھی محال ہے اسلیے اوس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو مرضی محبوب نہین اوسکا مین طالب ہون
کیونکہ وصل مرضی محبوب کے خلاف ہے جسکا اپنے آپ کو طالب قرار دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اوسکی
خواہش کے لیے مین نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور ہجر کو چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہان ہے
وہ ہجر کا خواہان کیسے ہوگا ان دونون مین تو ضد ہے لیکن اگر تاویل کیجاوے تو دو طرح سے
اسکے معنی بن سکتے ہین اول تو یہ کہ یہ صورت بعض اوقات مین پیش آتی ہے تاکہ رضای محبوب
حاصل ہو جو وسیلہ وصال زمان مستقبل مین ہو تو اب یہ معنی ہوے کہ ہجر وسیلہ رضا ہے اور رضا وسیلہ
وصال محبوب اور وسیلہ محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسلیے ہجر کو پسند کرتا ہے جسطرح کہ مال کا چاہنے والا
ایک درم سے اور بعد چند روز دو درم سے تو وہ دو درم کو چاہتا ہے مگر سر دست ایک درم کا تارک ہی
اسیطرح عاشق بھی خواہان وصال ہے مگر سر دست اسکو ترک کرتا ہی تاکہ آئندہ کو اچھی طرح حاصل ہو
دوسرے معنی یہ ہین کہ عاشق کو صرف رضای دوست مطلوب ہے اگر اوسکو علم ہو کہ دوست مجھسے
راضی ہے تو اتنی لذت پاوے کہ اگر مشاہدہ اوسکا میسر ہوا اور وہ راضی نہو تو اوس مشاہدہ مین بھی
لذت نہو ایسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ اسکی خواہش وہی ہو جسمین رضا ہو اسیواسطے بعض عاشقان خدا
کا حال اس درجہ پر پہونچ گیا ہے کہ جب معلوم کر لیا کہ خدای تعالی ہمسے مصیبت مین راضی رہتا ہے
اور عافیت مین رضا کا حال معلوم نہین ہوتا کہ راضی ہے یا نہین تو مصیبت مین عافیت کی نسبت
زیادہ مزہ پاتے ہین اور بلا ہی کو زیادہ محبوب جانتے ہین اور غلبہ عشق مین اس حال کا واقع ہونا
کچھ بعید نہین مگر یہ حالت قائم نہین رہتی اور اگر قیام کرتی ہے تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہی یا دوسری
کسی حالت کے باعث دل پر وارد ہو گئی ہے اور اوسکے باعث دل طریقۂ اعتدال سے
مائل ہو گیا اسمین شک ہے اور اسکی تحقیق مناسب اس مقام کے نہین غرضکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا

کہ عافیت بلا کی نسبت بہتر ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

تیسرا بیان صبر اور شکر مین سے افضل کونسا ہے - اس باب مین لوگون کے اقوال مختلف ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ صبر شکر سے افضل ہے اور کچھہ یہ فرماتے ہین کہ شکر افضل ہے اور بعضون کا قول ہے کہ دونون برابر ہین اور چند لوگون کی یہ راے ہے کہ فضیلت احوال کے اعتبار سے مختلف ہے یعنی بعض احوال مین صبر کو فضل ہے اور بعض مین شکر کو اور ان لوگون نے اپنے اپنے قول کی دلیل بھی بہت ہی غیر منتظم سی بیان کی ہے جس سے مطلب کا حاصل ہونا بعید ہے اسلیے اوسکی نقل سے کچھہ فائدہ نہین بلکہ اظہار حق بہتر ہے پس ہم کہتے ہین کہ اس باب مین دو تقریرین ہین تقریر اول مساہلت کے طور پر ہے یعنی صرف ظاہر امر پر لحاظ کرنا اور تفتیش اور تحقیق کے درپے نہونا اس طرح کا بیان عوام کے سمجھانے کے لائق ہے کیونکہ اونکا فہم باریک باتون کے سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے واعظین کے بھی حال کے مناسب ایسا ہی کلام ہے اسلیے کہ اونکا مقصود عوام سے گفتگو کرنے کا یہی ہے کہ اونکی اصلاح ہو جاوے جیسے دایہ مشفقہ کہ لڑکے کو موٹے اور تیار جانور اور اقسام انواع شیرینی کی نہین کھلاتی بلکہ لطیف دودھ سے اوسکی پرورش کرتی ہے اور یہی اوسکو چاہیے بھی کہ نفیس غذائین لڑکے کے پاس نہ لاوے جب تک کہ اوسمین قوت انکے ہضم کی نہ آوے اور ضعف جسم دور نہو جاوے اسیطرح یہ بیان بھی بحث و تفصیل کے لائق نہین بلکہ صرف شرعی ادلہ سے ظاہر مفہوم جو عوام کے شایان ہے نکال لیتا ہے اور باعتبار ظاہر جو نظر کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر افضل ہے ہرچند فضائل شکر مین بھی بہت سے اخبار وارد ہین مگر جب فضائل صبر کی نسبت اونکو دیکھتے ہین تو صبر ہی کے فضائل زیادہ پائے جاتے ہین اور خود الفاظ مین بھی تصریح فضل صبر کی موجود ہے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے مِنْ اَفْضَلِ مَا اُوْتِیْتُمُ الْیَقِیْنُ وَعَزِیْمَةُ الصَّبْرِ اور ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کو ایک شخص جو روی زمین سے زیادہ تر شاکر ہے بلایا جاویگا اور اوسکو شاکرین کا ثواب عطا ہوگا پھر جو کہ تمام لوگون سے زیادہ صابر ہوگا وہ حاضر کیا جاویگا اور اوس سے ارشاد ہوگا کہ اگر ہم تجکو اتنا ثواب دین جتنا اس شاکر کو دیا ہے تو تو راضی ہوگا وہ عرض کریگا کہ بیشک راضی ہونگا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ایسا نہوگا ہمنے تجہپر نعمت بھیجی تو تونے شکر کیا اور تجھکو مبتلاے مصائب کیا تو تونے صبر کیا ہم تجھکو دونا ثواب عنایت فرماوینگے پھر اوسکو شاکر سے دونا ثواب مرحمت کیا جاویگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ یعنی غذا

کھانے والا جو شکر کرے وہ ایسا ہے جیسا روزہ دار صبر کرے تو اس سے بھی فضیلت صبر کی
پائی جاتی ہے اسلیے کہ درجہ شکر کے بڑھانے کو اوسکو صبر سے تشبیہ دی اور تشبیہ دینے مین
اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مشبہ بہ رتبہ مین اعلی ہوتے تو اگر صبر کو فضل نہوتا تو شکر کو اسکے ساتھ
شریعت مین تشبیہ نہدیجاتی اور یہ تشبیہ ایسی ہے جیسے ان حدیثون مین ارشاد ہے کہ الجمعۃ حج
المساکین وجہاد المرأۃ حسن التبعل اور شارب الخمر کعابد الوثن اسیطرح یہ حدیث الصبر نصف
الایمان سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ شکر اوسکے برابر ہے اور یہ فرمانا ایسا ہے جیسا یہ فرمایا ہے
الصوم نصف الصبر بلکہ اصل یہ ہے کہ جس چیز کی دو قسمین ہوتی ہین اونمین سے ایک کو اوس
شے کا نصف کہدیا کرتے ہین گو دونون مین فرق ہو مثلاً کہتے ہین کہ ایمان علم و عمل کا نام ہے
اس سے معلوم ہوا کہ عمل نصف ایمان ہے اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ عمل برابر علم کے ہے علاوہ ازین
ایک حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیون مین سے جنت مین
حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے باعث سب سے پیچھے داخل ہونگے اور میرے اصحاب مین سے
عبدالرحمن بن عوف اپنے غنا کے سبب سب سے پیچھے جنت مین جاوینگے اور ایک روایت مین ہے
کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس برس پیچھے نبیون سے جنت مین داخل ہونگے یہ حال تو غنا کا
فرمایا اور فقر اور اہل مصائب کے باب مین ارشاد ہے کہ جنت کے سب دروازون کے دو کواڑ ہین بلکہ
باب صبر کا ایک ہی کواڑ ہے اول جو شخص اوسمین گھسینگے وہ اہل مصائب ہونگے اونکے پیشوا حضرت
ایوب علیہ السلام ہونگے تو فضائل فقر سے بھی صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ صبر
فقیر کے حال کا نام ہے اور شکر غنی کے حال کا غرض یہ وہ تقریر ہے کہ عوام اوس پر قانع ہوتے ہین
اور جو وعظ کہ اونکے شایان حال ہو اوسمین اسقدر بتلا دینا کافی ہے کہ اسمین اونکے دین کی
مصلحت ہے - دوسری تقریر وہ ہے جس سے کہ اہل علم و بصیرت کو حقائق امور پر بطریق کشف
اطلاع دینا مقصود ہے اسکے لیے ہم کہتے ہین کہ ہر ایک قسم کے دو مبہم امرون مین باوجود
ابہام کے مقابلہ نہین ہو سکتا جب تک کہ ہر ایک کی حقیقت واضح ہوا اور جن چیزونکی حقیقت
بھی کھل جاوے اور وہ چند اقسام پر مشتمل ہون اونمین بھی ہیئت اجتماعی برابری نہین ہوسکتی بلکہ
ضرور ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک ایک فرد کا مقابلہ کیا جاوے تاکہ زیادتی معلوم ہو - اب صبر اور
شکر کو جو دیکھتے ہین تو اونکے اقسام اور فروع بہت ہین اسلیے کمی زیادتی مجملاً نہین بیان ہوسکتی
بلکہ دونون کے ہر ہر فرد کو مقابلہ کرنا چاہیے پھر یہ امر پہلے گذر چکا ہے کہ اسطرح کے مقامات

خواہ صبر و شکر ہون اور کوئی تین افراد سے مرکب ہوتے ہین علوم اور احوال اور اعمال
اور ان تینون چیزون مین سے اگر ایک دوسرے کی مساوات پر غور کرتے ہین تو ظاہر کے
دیکھنے والون کو تو یون معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہین اور احوال کی طلب اعمال
کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اعمال افضل ٹھہرے مگر ارباب باطن کے نزدیک معاملہ برعکس ہے
اونکو اعمال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت کے لیے کرتے ہین
تو اونکے نزدیک علوم افضل ہین اور پھر احوال ہین پھر اعمال کیونکہ جو چیز ذریعہ کسی دوسری
چیز کا پڑتی ہے تو دوسری چیز اوس سے عمدہ ہوتی ہے۔ اور ان تینون چیزونکی جدا جدا افراد کو
اگر دیکھتے ہین تو اعمال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کر دیکھے جاوین تو بعضے مساوی ہین
اور بعضے کم و بیش اسیطرح احوال کے افراد کا حال ہے کہ اگر اونمین بھی ایک دوسرے کی طرف
لحاظ کرکے دیکھین تو یا برابر ہونگے یا کم و بیش ایسا ہی افراد علوم و معارف کو سمجھنا چاہیے
اور سب معارف مین سے افضل علوم مکاشفہ ہین اور یہ علوم معاملے کے علوم سے اعلی اور
اشرف ہین اور علوم معاملہ خود معاملہ کی نسبت کر بھی کمتر ہین اسلیے کہ انکی طلب معاملہ ہی کے
لیے ہوتی ہے یعنی اونکا فائدہ اصلاح عمل ہے اور حدیث مین جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے
اوس سے یہ مراد ہے کہ علم اوسکا ایسا ہو جسکا نفع عام ہو پس ایسا عالم البتہ کسی خاص عبادت
کرنے والی کی نسبت افضل ہوگا ورنہ اگر علم اسکا عمل سے قاصر ہے تو یہ علم نرے عمل سے
افضل نہین ہو سکتا۔ پھر ہم کہتے ہین کہ اصلاح عمل سے یہ فائدہ ہے کہ حال قلب کی اصلاح ہو
اور حال قلب کی اصلاح کا یہ فائدہ ہے کہ اہل دل پر جلال ذات و صفات و افعال الہی
منکشف ہون اس سے معلوم ہوا کہ علم مکاشفہ مین بڑا رتبہ معرفت الہی کا ہے اور یہی انتہائے
مقصود ہے کہ نفس نفیس مطلوب ہے اسلیے کہ سعادت اخروی اسی سے ملتی ہے بلکہ عین
سعادت یہی ہے مگر دل کو کبھی اسبات کا علم دنیا مین نہین بھی ہوتا کہ عین سعادت معرفت الہی ہے
بلکہ آخرت مین اوس سے واقف ہوتا ہے غرض کہ معرفت الہی سب مین عمدہ چیز ہے اسپر کچھ
روک نہین تو غیر کے مقید بھی نہین اور اسکے سوا جتنی معرفتین ہین سب اوسکی تابع اور خادم
ہین کیونکہ اور معارف اسلیے مطلوب ہوتے ہین کہ معرفت الہی حاصل ہو اور جب یہ بات ٹھہری
کہ سب معرفتین معرفت الہی کے حاصل ہونے کے لیے مطلوب ہوتی ہین تو جسقدر جو معرفت
اس مطلب مین بکار آمد ہوگی اوسیقدر اوسکا تفاوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض

معارف ایک ہی واسطے سے معرفت الٰہی تک پہونچاتے ہین اور بعض کو بہت سے وسائل
چاہییں تو جس معرفت مین اور معرفت الٰہی مین واسطہ کم ہوگا وہ دوسرے کی نسبت کہ افضل
ہوگی۔ اور احوال قلب سے ہماری غرض اوسکا صاف و پاک ہونا ہے دنیا کی آلودگی اور خلق
کے اشغال سے یہان تک کہ پاک و صاف ہو کر اوسپر حقیقت حق واضح ہوجائے اس سے معلوم ہوا
کہ احوال مین فضیلت اوسیقدر ہوگی جسقدر کہ اونکی تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی مین ہوگی اور جسقدر کہ
اوسمین لیاقت علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کرسکینگے اور جسطرح کہ آئینہ کی جلا کے کامل
مین ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حاجت ہوتی ہے جنمین سے بعض جلا دینے مین قریب تر
ہوتے ہین بعض سے اسیطرح احوال قلب کا حال ہے پس جو حالت کہ صفائی قلب کے قریب ہوگی
وہ دوسری حالتون سے افضل ہوگی اسلیے کہ وہ اونکی نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی۔
اور یہی ترتیب کو اعمال مین بھی تصور کرنا چاہیے اسواسطے کہ اعمال کی تاثیر ہی سے قلب کی
صفائی تاکید ہوتی ہے اور انہین کے باعث دل پر حالات آتے ہین اور جو عمل ہے وہ دو صورتون سے
خالی نہین یا تو دل پر ایسے حالات لاتا ہے جو مانع مکاشفہ کے ہوا اور موجب تاریکی دل اور باعث
کشش مکروہات دنیاوی کی طرف ہو یا ایسی حالت دل لاوے جس سے دل مکاشفہ کے لیے مستعد ہو
اور صفائی پیدا کرے اور علائق دنیاوی برطرف ہوجاوین حالت اول کا نام معصیت ہے اور
دوسری کا نام طاعت اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک و سخت کرنیکے متفاوت ہین اسیطرح
طاعات بھی دل کے روشن و صاف کرنے مین مختلف ہین یعنی معاصی اور طاعت کے درجات
اونکی تاثیر پر منحصر ہین اور یہ امر احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہین
کہ نماز نفل سب نفل عبادتون سے افضل ہے اور حج کرنا صدقہ سے بہتر ہے اور تہجد پڑھنا اور
نوافل سے بہتر ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ جو مالدار کہ اوسپر بخل غالب ہوا اور محبت مال کی زیادہ رکھتا ہو
تو اوسکے لیے ایک درم خیرات کرنا بہت سی شب بیداریون اور روزون سے افضل ہے
اسلیے کہ روزہ اوس شخص کے شایان ہے جسپر شہوت شکم غالب ہوا اور وہ اوسکو توڑنا چاہے
یا شکم سیری اوسکو مانع فکر ذکر سے ہوتی ہوا اوسکو دور کرنے کی تدبیر بھوکھ سے کرتا ہو مگر
کم بخت بخیل کا تو حال نہین کہ پیٹ کی شہوت سے اوسکو ضرر تھا یا شکم سیری سے فکر
علوم مکاشفہ نہین کرسکتا تھا پھر اسکا روزہ رکھنا اپنی حالت چھوڑکر دوسرے کی اختیار کرنا ہے
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیمار کے پیٹ مین درد ہوا اور وہ علاج دردسر کا کرے تو

بھلا اس علاج سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اوسکو تو یہ مناسب ہے کہ جو بلای مہلک اپنے اوپر
مسلط ہے اوسکو دور کرے اور بخل اون مہلکات مین سے ہے کہ اگر سو برس کے روزے
رکھا کرے اور ہزار رات جاگے تو اوسمین سے ایک ذرہ بھی کم نہوگا اوسکو دور کرنے کی تدبیر
یہ ہے مال کے خیرات کرنے کے اور کوئی نہین اوسکے اوپر واجب یہی ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو
اوسکو خیرات کرے اور اسکی تفصیل جلد سوم مین اس کتاب کی موجود ہے وہان دیکھ لینی چاہیے
غرضکہ تاثیر طاعت حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے اب اہل ذکا کو معلوم ہوا ہوگا
کہ اسباب مین مطلق جواب کہدینا غلط ہے مثلاً اگر کوئی سوچے کہ روٹی افضل ہے یا پانی تو اسکا جواب
ٹھیک جبھی ہوگا جب یہ کہو کہ بھوکے کو روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر اسکو دونون
چیزین موجود ہون تو جو ان دونون مین سے غالب ہوگی اوسکے اعتبار سے حکم فضیلت کا دیا جاویگا
یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل کہینگے اور بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر دونون
مساوی ہونگے تو یہ دونون بھی مساوی ہونگے اسیطرح اگر یہ پوچھا جاوے کہ سکنجبین اچھی ہے
یا شربت نیلوفر تو مطلق جواب ہرگز درست نہوگا ہان اگر کوئی یہ پوچھے کہ سکنجبین افضل ہے
یا صفرا کا نہونا تب ہم صفرا کے نہونے کو عمدہ بتاوینگے اس واسطے کہ
سکنجبین کی ضرورت اوسکے لیے ہوتی ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شی غیر کے لیے مطلوب
ہوتی ہو تو غیر چیز اوس سے اچھی ہوتی ہے حاصل یہ کہ شخص مذکور کے لیے بہتر مال کا دینا ہی اسلیے
کہ مال کا ڈالنا ایک عمل ہے جس سے ایک حالت یعنی زوال بخل اور محبت دنیا کا دل سے نکلنا حاصل ہوتی ہے
اور جب دل مین سے محبت دنیا نکلجاتی ہے تو اوسکو لیاقت معرفت الہی کی حاصل ہوتی ہے پس افضلتر
معرفت ہے اور اوس سے کمتر حال اور اوس سے کمتر عمل ہے اب یہان کوئی اگر اعتراض کرے کہ تم
عمل کو افضل نہین بتلاتے حالانکہ شرع مین ترغیب اعمال کی موجود ہے اور اونکے فضل کے ذکر مین بہت
مبالغہ پایا جاتا ہے یہانتک کہ شارع نے خود صدقات کو طلب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا من
ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا اور فرمایا وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ
پس کیا وجہ ہے کہ عمل افضل نہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اوسکی
تعریف کرنے سے یہ نجاننا چاہیے کہ وہی دوا بذات خود مقصود ہے اور صحت و شفا سے بڑھکر ہے
جو اوس سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اوسکی تعریف مین ایک حکمت ہوتی ہے کہ اگر مریض اسکا استعمال کریگا
تو شفای مطلوب حاصل ہوجاویگی اسیطرح اعمال بھی دل کے امراض کی دوا ہین اور بیماری دل کی شہ

معلوم نہین ہوا کرتی جیسے کسیکے منہ پر برص کے داغ ہون اور اوسکے پاس آئینہ نہو تو اوسکو
کبھی خبر نہوگی کہ مجھہ مین یہ عیب ہے اور اگر کوئی اوس سے کہیگا تو اوسکی بات نمانیگا تو ایسے
شخص کا علاج یہی ہے کہ اوسکے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف مثلاً گلاب سے منہ دہونے کی
کیجاوے اگر گلاب سے داغ برص دور ہوتے ہون یا دوسری کسی ایسی ہی چیز سے جو برص کو زائل
کرتی ہو اوس سے منہ دہونے کا مبالغہ کیا جاوے تاکہ بہت ہی تعریف سے شخص مذکور مداومت
اوس شی کی کرلے اور مرض اوسکا دور ہوجاوے کیونکہ اگر اوس سے اول ہی کہدیگا کہ مقصود یہ ہے
کہ تیرے منہ پر سے برص زائل ہوجاوے تو وہ علاج چھوڑ دیگا اور کہیگا کہ میرے منہ پر تو کوئی عیب نہین
ایک اور مثال اس سے بھی قریب ترسننی چاہیے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا ہے جسکو اوسنے قرآن
پڑھایا اور علم سکھایا اور اوسکو یہ منظور ہے کہ یہ دونون چیزین اوسکو یاد رہین اور کبھی فراموش نہون
اور یہ جانتا ہے کہ اگر مین اوسکو مکرر پڑھنے کی اور مطالعہ کی تاکید کرونگا تو وہ جواب مین کہدیگا
کہ مجھے یاد مین کچھ حاجت دور و تکرار کی نہین کیونکہ اوسکو یہ گمان ہے کہ جو چیز مجھے اب یاد ہے
وہ ہمیشہ کو ایسی ہی رہیگی اور فرض کرو کہ اوس شخص کے یہان کچھ غلام بھی ہین اوسنے اپنے
لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان غلامون کو پڑھا یا کر ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آوینگے اور اور عمدہ وعدے
اوسکو سنادے تاکہ اوسکا ارادہ تعلیم کے لیے خوب مستحکم ہوجاوے تو ایسی صورت مین لڑکا سادہ لوح
یہی گمان کرتا ہے کہ مقصود صرف غلامون کی تعلیم ہے کہ انکو قرآن آجاوے اور اس خیال سے بڑا
پریشان ہوتا ہے کہ عجب طرح کا حال ہے کہ باوجودیکہ باپ کے نزدیک میرا رتبہ ان غلامون سے بڑھکر
ہے مگر پھر بھی مجھسے انکی خدمت کرائی جاتی ہے کہان مین کہان یہ لوگ اور مجھے معلوم ہے کہ اگر
میرا باپ انکو پڑھانا چاہتا اور مجکو تکلیف نہ دیتا تب بھی ہوسکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہون کہ اگر یہ
سب غلام میرے باپ کے یہان نرہین تو اوسکا کچھہ نقصان نہین تو اگر عالم قرآن نہونگے تو کونسی
خرابی پیش آویگی ایسے ایسے خیالات سے وہ بیچارہ کبھی کسل کرنے لگتا ہے کہ انکو پڑھا کر
کیا ہوگا ہمارے باپ کو انکی کیا پروا ہے اور اگر یہ کام مین نہ کرونگا تو وہ مجھے انکی عوض مین
تھوڑا ہی کچھہ کہیگا بلکہ معاف کردیگا پس علم و قرآن کے فرادست نرہنے سے دونون بھول جاتا ہے
اور بدبخت و محروم رہتا ہے اور اوسکو خبر بھی نہین ہوتی - بعض لوگ ایسی طرح کے خیال خام مین
دہوکا کھاگئے اور طریق اباحت کو اختیار کرلیا اونکی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالی کو نہ ہماری عبادت
کی حاجت ہے نہ قرض لینے کی ضرورت پھر اسکے کیا معنی ہین مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا

اور اگر خداے تعالی کو مسکین کا کھلانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہی اسکی کیا حاجت ہی کہ ہم ہی اپنا روپیہ انکو دین تو انکو غذا ملے چنانچہ کفار کا اسی طرح کا قول خداوند کریم بھی نقل فرماتا ہی وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ اور دوسری جگہ یہ قول لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا تو اب دیکھنا چاہیے کہ اُن کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اپنے سچ ہی سے کیسے تباہ ہوگئے سبحان اللہ کیا شان ہی جب چاہے سچ سے ہلاک کر دے اور جب چاہے جہل سے سعادت کو پہونچا دے یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا خود فرماتا ہی۔ ان لوگون نے جب یہ خیال کیا کہ ہمسے مساکین کی خدمت کرائی جاتی ہی کہ خدا کے واسطے انکو خیرات دو اور ہمکو نہ مساکین سے کچھ ملتا ہی نہ خداے تعالے کو ہمسے اور ہمارے مال سے کچھ فائدہ ہی تو پھر دنیا اور نہ دنیا برابر ہی تو یہ لوگ بھی ہلاک ہوگئے جیسا اوپر کی مثال مین وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جسنے یہ خیال کر لیا کہ باپ نے مجکو انکی خدمت کرنے پر مقرر کر دیا اسنے یہ نہ جانا کہ باپ کا مقصود یہ تھا کہ صفت علم پسر کے نفس مین خوب پختہ اور مستحکم ہو جاوے اور دل پر منقش ہو جاوے تاکہ موجب سعادت دنیاوی ہو اور یہ بات والد کی طرف سے کمال شفقت کی تھی کہ اُسنے دھیان مین لگایا تھا جسمین سعادت پسر کی تھی اس مثال سے اُن لوگون کی گمراہی جنھون نے اس طریق کو چھوڑ دیا ناظرین پر واضح ہی۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین کسی سے کچھ لیجاتا ہی وہ بواسطہ اس ادنی مال کے بخل کی خباثت اور دنیا کی محبت دینے والے کے دل مین سے نکالتا ہی اور یہ دونون مہلک چیزین مین تو سائل کی مثال ایسی ہی جیسے پچھنے لگانے والا کہ وہ آدمی کا خون اسلیے نکالتا ہی کہ خون کے ساتھ مرض مہلک بھی جاتا رہے پس واقع مین پچھنے لگانے والا مریض کا خادم ہی نہ مریض اُسکا خادم اور اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض خون نکالنے سے مثلاً خون مین کپڑا رنگنا ہو تب بھی وہ خادم ہونے سے نہ نکل جاویگا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے ہین اور اندر سے بری صفات کو دور کرتے ہین اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو نہ لیا اور اپنے لیے ناجائز سمجھا اور اپنے اہلبیت کو بھی آپنے شرف صیانت عنایت فرمایا اور پچھنے لگانے والے کی مزدوری کو بھی بھین وجہ منع فرمایا اور اُسکا نام سب ماون کا میل رکھا حاصل یہ کہ اعمال دلون پر اثر کرتے ہین جیسا کہ جلد سوم مین گذرا اور جسقدر عمل سے تاثیر

دل مین ہوتی ہی اُسی قدر دل کو استعداد قبول ہدایت اور نور معرفت کی حاصل ہوتی ہی پس
یہ ہی قول کلی اور قاعدہ اصلی جسکی طرف فضائل اعمال اور احوال اور معارف کے پہچاننے مین
رجوع کرنا چاہیے۔ اب ہم خاص اُن دونون اشیا یعنے صبر اور شکر کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور
کہتے ہین کہ ان دونون مین سے ہر ایک مین معرفت اور حال اور عمل ہی اور یہ ہو نہین سکتا
کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے حال اور عمل سے مقابلہ کیا جاوے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر سے
چاہیے تاکہ تناسب ظاہر ہو اور تناسب کے باعث ایک کا فضل دوسرے پر ثابت ہو۔ اب معرفت
شاکر اور معرفت صابر کو جو مقابلہ کیا جاتا ہی تو دونون کا مآل ایک ہی معرفت پر آ رہتا ہی مثلاً
معرفت شاکر کی آنکھ کے باب مین یہ ہی کہ آنکھون کی نعمت کو خدا ے تعالیٰ کی طرف سے جانے
اور معرفت صابر کی اُس مین یہ ہی کہ نابینائی کو خدا کی طرف سے جانے اور یہ دونون معرفتین ایک
دوسرے کی لازم اور مساوی ہین اور یہ اُس صورت مین ہی کہ صبر کو بلا اور مصائب پر
لیا جاوے اور از انجا کہ موافق بیان گذشتہ کے صبر کبھی طاعت پر بھی ہوتا ہی اور کبھی صبر
معصیت سے ہوتا ہی تو ایسے مقامات مین صبر اور شکر ایک ہی ہونگے بایں وجہ کہ طاعت پر
صبر کرنا مین شکر گذاری طاعت کی ہوگی کیونکہ شکر کے معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو
اُس حکمت کی طرف پھیرنا جو اُس سے مقصود ہی اور صبر کے یہ معنی ہین کہ باعث ہوا کے
مقابلہ مین باعث دینی کا قائم اور مستقل رہنا تو یہان صبر اور شکر دو الفاظ مختلف ایک
معنی خاص کے ہین دونون مین فرق اعتباری ہی دیکھو اگر باعث دین کا ثابت رہنا
مقابلہ مین باعث ہوا کے باعتبار باعث ہوا کے لحاظ کرو تو اُسکا نام صبر ہوگا اور اگر
باعث دین کی نسبت کر دیکھو تو شکر کہلاویگا کیونکہ باعث دین ایسی حکمت کے لیے پیدا ہوا ہی
کہ اُس سے باعث ہوا کو پچھاڑا جاوے تو صبر کی صورت مین باعث دینی اپنی حکمت مقصودہ تک
پہونچ جاتا ہی غرض جب دونون کا مدار ایک ہی ہوا تو ایک ہی چیز اپنے نفس سے کیسے کم
زیادہ ہوگی اور از انجا کہ صبر تین جگہ مین ہوا کرتا ہی طاعت اور معصیت اور بلا اور طاعت
اور معصیت مین اُسکا حکم معلوم ہو چکا تو اب بلا کا حکم سننا چاہیے کہ بلا نعمت کے جاتے رہنے کو
کہتے ہین اور نعمت یا تو ضروری ہی جیسے آنکھین ہین اور یا حاجت کے محل مین واقع ہو یعنی اُسکی طرف
حاجت پڑتی ہو جیسے مال بقدار کفایت سے زیادہ ہی پس آنکھون کے باب مین اندھے کے
صبر سے یہ غرض ہی کہ شکایت ظاہر نہ کرے اور حکم خدا پر رضامندی ظاہر کرے اور اپنی

نابینائی کے بعض گناہون کی اجازت نہ مانگے اور بینا آدمی کا شکر اُن عمل کے اعتبار سے دو طرح پر ہے اول تو آنکو معصیت مین استعمال نہ کرے دوسرے یہ کہ طاعت مین استعمال کرے اور یہ دونون باتین صبر سے خالی نہین مثلاً اندھے کو خوبصورتون سے صبر کرنے کی ضرورت نہین پڑی اسواسطے کہ وہ انکو دیکھتا ہی نہین اور بینا آدمی کی آنکھ جو خوبصورت پر پڑیگی اور صبر کریگا تو آنکھون کی نعمت کا شکر گزار ہوگا اور اگر دوبارہ پھر دیکھیگا تو اُس نعمت چشم کا ناشکر ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ شکر کی حالت مین صبر داخل ہی اسی طرح جب آنکھون سے طاعت پر مدد لیگا تب بھی صبر طاعت پر کرنا پڑیگا پھر کبھی آدمی آنکھون کی نعمت کا شکر اس طرح ادا کرتا ہی کہ خدا تعالی کی صنعت کے عجائبات دیکھتا ہی تاکہ اُس سے معرفت خدائے پاک تک پہونچ جاوے تو ہر طرح کا شکر صبر سے افضل ہی اور اگر یہ بات نہو تو چاہیے یون کہ رتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کا جو انبیا علیہم السلام مین سے بصیر نہ تھے حضرت موسی علیہ السلام اور دوسرے انبیا کے رتبہ سے بڑھکر ہو اسلیے کہ انھون نے بینائی کے جاتے رہنے پر صبر کیا اور حضرت موسی اور دوسرے انبیا نے نہین کیا اور اس سے یہی لازم آتا ہی کہ کمال اسی مین ہی کہ آدمی کے سب اعضا جاتے رہین اور ایک مضغۂ گوشت ہو کر پڑا رہے حالانکہ یہ بات نہین اسلیے کہ اعضا مین سے ہر ایک عضو ایک آلہ دین کا ہی جب وہ عضو جاتا رہیگا تو وہی رکن دین کا جسکا یہ عضو آلہ تھا جاتا رہیگا اور شکر ہر ایک عضو کا یہ ہی کہ جس بات دینی کے واسطے وہ بنا ہی اُسکو اُسی مین برتے اور یہ استعمال بھی بدون صبر نہوگا۔ اور جو نعمت کہ محل حاجت مین واقع ہوتی ہی مثلاً مال مین سے قدر کفایت پر زیادہ ہونا اسکا یہ حال ہی کہ اگر آدمی کو قدر ضرورت ہی مال ملا ہی اور اُسکو حاجت زیادہ کی بھی ہی تو اس زیادتی سے صبر کرنا مجاہدہ ہی اور یہ جہاد فقرا کا ہوتا ہی اور اگر قدر ضرورت سے زیادہ ملا تو زیادتی نعمت کہلاتی ہی اور اُسکا شکر یہ ہی کہ خیرات مین صرف کیجاوے معصیت مین صرف نہو پس اگر صبر کو اُس شکر کی نسبت کر دیکھین جس سے غرض صرف کرنا مال کا طاعت مین ہی تو شکر درجے مین افضل ہی کیونکہ ایسا شکر متضمن صبر کو بھی ہی اسلیے کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ اللہ کی نعمت پر خوش ہو کر فقرا پر صرف کرنیکی تکلیف گوارا کی اور عیش مباح مین صرف نہ کیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے شکر مین دو باتین موجود ہین جنمین سے ایک صبر ہی اس صورت مین شکر کل ہوا اور صبر جزو اور ظاہر ہی کہ کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہی اور اس دلیل مین اتنا خدشہ ہی کہ مقابلہ کل کا جز سے درست نہین لیکن جس صورت مین کہ

شکر اس طور پر ہوگا کہ اُس نعمت کو معصیت مین صرف نہ کرے بلکہ عیش مباح مین صرف کرے
تو یہان صبر شکر کی نسبت افضل ہوگا اور فقیر صابر اُس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنا مال روک کر
مباحات مین صرف کرتا ہو مگر اُس مالدار کی نسبت افضل نہو گا جو اپنے مال کو خیرات مین صرف کرتا ہو
اسواسطے کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اُسکے حرص کو توڑا اور خدا تعالی کے امتحان پر
اچھی طرح راضی رہا اور اسکے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اُسنے
اپنی حرص کا اتباع کیا اور شہوت کی اطاعت کی اگر صرف مباح ہی پر اکتفا کیا اور مباح مین
حرام سے بچا اور ہر چند حرام سے بچنے کے لیے بھی صبر مین قوت چاہیے مگر جو قوت کہ اُس سے
فقیر کا صبر صادر ہوتا ہے وہ اس غنی کی قوت سے بہت اعلی اور کامل ہے جو صرف مباحات پر
اکتفا کرتا ہے علاوہ ازین شرف اسی قوت کو ہوتا ہے جسپر عمل دلالت کرے اسلیے کہ اعمال صرف
اسی لیے مطلوب ہوتے ہین کہ اُنسے قلب کے حالات حاصل ہون اور یہ قوت فقیر کے
قلب کی ایک حالت ہے کہ جسقدر قوت یقین وایمان مین ہوگی اُسی قدر اسمین بھی ہوگی
پس جو چیز کہ قوت ایمان کی زیادتی پر دلالت کرے وہ بیشک اورون سے افضل ہوگی اس سے
ثابت ہوا کہ قوت صبر فقیر کی افضل ہے غنی کی قوت سے اور جسقدر کہ آیات وخبار مین فضیلت
صبر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہے اُس سے یہی خاص رتبہ مراد ہے کیونکہ لوگ نعمت سے
استیداد اگر یہی معنی سمجھتے ہین کہ اموال اور اُنسے متمتع ہونے کا نام ہے اور شکر سے بھی یہی
سمجھتے ہین کہ آدمی اپنی زبان سے الحمد للہ کہے اور نعمت سے مدد معصیت پر نہ لے یہ کوئی
نہین سمجھتا کہ نعمت کو طاعت ہی مین صرف کرے پس اسی لحاظ سے صبر شکر کی نسبت
افضل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ صبر جسکو عام لوگ سمجھتے ہین وہ اُس شکر سے افضل ہے جسکو عوام
جانتے ہین اور اسی بات کی طرف حضرت جنید رح نے اشارہ کیا تھا جب اُنسے کسی نے
پوچھا کہ صبر اور شکر مین سے کونسا افضل ہے تو اُنھون نے ارشاد فرمایا کہ غنی کی مدح مال کے ہونے سے
نہین نہ فقیر کی تعریف مال کے نہونے سے بلکہ دونون کی مدح اُس صورت مین ہے کہ جس
حالت مین وہ دونون ہین اُسکے شرائط ملحوظ رکھین مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہین کہ
نفس کے مناسب پڑتے ہین اور تمتع اور لذت پانا نفس کا اسمین موجود ہے اور فقیر کی حالت کی
شرطون مین ایسی چیزین ہین جو نفس کو ایذا دین اور اُسکو رنجیدہ کرین اور منکسر کرین اب
ظاہر ہے کہ جب دونون خدا کے واسطے اپنی اپنی حالت کی شرطین ادا کرتے ہون تو جو شخص

اپنے نفس پر مشقت ڈالیگا اور تنگی سے رکھیگا وہ اوس سے اچھا ہوگا جو اوسکو متمتع اور عیش مین
رکھیگا انتہی اور واقع مین بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اونھون نے فرمایا مگر یہ بات صبر و شکر کے
اقسام مین سے صرف قسم اخیر مین صادق آتی ہے جو ابھی اوپر گذری اور حضرت جنید رح کا بھی
مقصود اس قول سے یہی قسم ہے اور مشہور یون ہے کہ ابو العباس بن عطا اس مسئلہ مین اونکے
خلاف کہتے تھے اونکا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے اونکے حق مین حضرت
جنید رح نے بد دعا کی اور اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیون مین مبتلا ہوے مال جدا جاتا رہا
اولاد جدا قتل ہوئی چودہ برس تک عقل جاتی رہی خود کہا کرتے کہ جنید رح کی بد دعا مجکو لگ گئی
پھر اپنے قول سے باز آئے اور فقیر صابر کو غنی شاکر پر ترجیح دینے لگے - اور جو باتین ہم نے
لکھی ہین اگر اونکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جاوے کہ ان دونون قول کے لیے بعض احوال مین
ایک وجہ ہے یعنی بہت سے فقیر صابر غنی شاکر کی نسبت افضل ہوتے ہین جیسا اوپر گذرا اور
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر کی نسبت افضل ہوتا ہے اور یہ وہ غنی ہی جو اپنے
نفس کو فقیر کے مانند جانتا ہے اور مال اپنے نفس کے لیے قدر ضرورت کے سوا نہین رکھتا
باقی کو یا خیرات مین خرچ کر دیتا ہے یا اسلیے رکھتا ہے کہ محتاجون اور مساکین کے کام آوے
اور اونکی حاجت کو تاکتا رہتا ہے کہ جب موقع ملے تبھی صرف کر دے پھر صرف کرنے مین بھی
طلب جاہ و شہرت یا استدعاء قبول منت نہین ہوتی بلکہ صرف ادای حقوق خداوندی بندونکے
اوپر رحم کرنے مین ملحوظ رکھتا ہے تو ایسا غنی بیشک فقیر صابر کی نسبت کر افضل ہے - اب اگر
کوئی یہ کہے کہ دنیا تو نفس پر گران نہین معلوم ہوتا اور فقیر پر فقر بھاری پڑتا ہے اسلیے کہ غنی
لذت قدرت سے واقف ہے اور فقیر صبر کی تکلیف کو جانتا ہے اگر غنی کو مال کے جانے کا
کچھ الم ہوتا بھی ہے تو دینے مین جو لذت قدرت ہے اوس سے یہ رنج مٹ جاتا ہے پس
غنی کسطرح افضل ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری دانست مین ہی غنی افضل ہے جو اپنا مال
رغبت اور خوشی خاطر سے دیوے ایسا شخص جو مال کا بخیل ہو اور اپنے نفس سے اوسکو بتکلف
جدا کرتا ہو اوسکا حال خوب نہین چنانچہ اسکی تفصیل باب توبہ مین ہم لکھ آئے ہین حاصل یہ ہے کہ
صرف نفس کا الم پہونچانا مطلوب نہین بلکہ تادیب کیواسطے تکلیف دینی ہوتی ہے اور یہ بات
ایسی ہے جیسے شکاری کتے کو مارین تو جو کتا کہ ادب سیکھا ہوا ہے وہ اوس سے اچھا ہے
جسکو مار کی حاجت ہو گو مار پر صبر کرتا ہو اور اسی جہت سے اول ول حاجت رنج دینے اور

مجاہدے کی ہوا کرتی ہے اور آخر کو ضرورت نہین ہوتی بلکہ انتہا مین یہ حال ہوتا ہے
کہ جو چیز اول مین ناگوار گذرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے ہوشیار لڑکے کو پڑھنا
لذیذ معلوم ہوتا ہے مگر ابتدا مین ناگوار تھا اور از انجا کہ آدمی سب کے سب الا ماشاء اللہ
ابتدا مین بلکہ اوس سے بھی بہت پہلے لڑکون کیطرح ہین اسلیے حضرت جنید رح نے مطلق
بیان فرمایا کہ وہ شخص کہ اپنے نفس کو تکلیف دے افضل ہے اور عوام مین آپکا فرمانا بہت درست
اس صورت مین اگر کسیکو جواب افضل کہنا منظور نہو اور باعتبار اکثر خلق کے مطلق بیان کرنا منظور ہو
تو یہی کہنا چاہیے کہ صبر افضل ہے شکر سے اسلیے کہ جو معنی صبر و شکر کے عوام سمجھتے ہین اونکے
اعتبار سے یہ قول ٹھیک ہے لیکن اگر تحقیق منظور ہو تو جواب مذکور کافی نہوگا تفصیل کرنی
چاہیے اسلیے کہ صبر کے بھی بہت سے درجے ہین کمتر یہ ہے کہ مصیبت کو برا جانکر شکایت نکرے
اور ان درجات کے بعد مقام رضا ہے جو صبر سے اوپر ہے اور رضا کے اوپر شکر کرنا ہی
مصیبت ہے اور وجہ اس شکر کے اوپر ہونے کی رضا سے یہ ہے کہ صبر تکلیف پر ہوتا ہے
اور رضا ایسی چیز مین بھی ہو سکتی ہے جسمین نہ رنج ہو نہ خوشی اور شکر ایسی ہی چیز پر ہو سکتا ہے
جو محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہے کہ بلا پر راضی ہونا اور بات ہوئی اور اوسکو خوشی کی
چیز اور محبوب سمجھکر اوس پر شکر گزار ہونا اور بات۔ اور اسیطرح شکر کے بھی بہت درجات ہین جنمین
سے ہمنے سب سے اعلی لکھے ہین حالانکہ اونمین کچھہ باتین ایسی بھی ہین جو مراتب باقی کی نسبت کم
کم ہین مثلاً اپنے اوپر خدای تعالی کی نعمتون کے پے در پے آنے سے بندے کا شرمانا اور اپنے آپ کو
شکر سے قاصر جاننا اور قلت شکر کا عذر کرنا اور خدای تعالی کے حلم اور اوسکی پردہ پوشی کو سمجھنا
اور اس بات کا اقرار کرنا کہ نعمتین خدای تعالی کی جانب سے بدون استحقاق آپ ہی آپ آتی ہین
اور یہ جاننا کہ ادای شکر بھی ایک نعمت خدا کیطرف سے اور اوسکا کرم ہے اور نعمتون مین
اچھی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور اونکے لیے خشوع کے ساتھ رہنا یہ سب باتین جداگانہ
شکر ہین اور جو شخص واسطہ نعمت ہوا اوسکا شکر گزار ہونا بھی شکر ہے چنانچہ حدیث شریف مین
وارد ہے مَن لَم یَشکُرِ النَّاسَ لَم یَشکُرِ اللہَ اور اوسکی حقیقت ہمنے باب اسرار زکوۃ مین
لکھی ہے اور اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مؤدب رہنا بھی شکر ہے اور نعمتونکو اچھی طرح
قبول کرنا اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہے غرضکہ جتنے اعمال و احوال کہ
لفظ شکر اور صبر کے اندر داخل ہین وہ بیحد و شمار ہین اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو

کیسے کوئی مجملاً ایک دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہے جب تک کہ لفظ عام سے کوئی
خاص قسم کا صبر اور شکر مراد نکرلے جیسا کہ اخبار وآثار مین وارد ہے - اور بعض اکابر سے
مروی ہے کہ مین نے ایک سفر مین ایک بوڑھا نہایت سالخوردہ دیکھا مین نے اوسکا حال پوچھا
اوسنے کہا کہ ابتدای جوانی مین مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ مجکو ایسا ہی چاہتی تھی
اور اتفاق سے اوسکا نکاح بھی مجھسے ہی ہوا شب زفاف کو مین نے اوس سے کہا کہ آو آج
رات کو نوافل شکر مین کاٹین کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو ملایا غرض وہ رات ہم دونون نے نماز مین
کاٹی اوکسیکو فرصت ایک دوسرے کے پاس رہنے کی نہوئی ہر ایک کی زبان حال گویا کہہ ہی تھی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی ؛ جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونون نے
وہی گفتگو کی اور رات بھر شکر گزاری مین کاٹ دی اسیطرح ستر یا اسی برس سے اسی حال پر ہم
دونون ہین پھر اوسنے بڑھیا سے پوچھا کہ یون ہی ہے اوسنے کہا کہ واقع مین جیسا کہتا ہے
ویسا ہی ہوا ہے - اب دیکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض خدای تعالی ان دونون کو نہ ملاتا اور انکو
فراق مین صبر کرنا پڑتا تو اوس صبر کو اس شکر وصال کیطرف جیسے اونھون نے ادا کیا نسبت کرو
تو واضح ہوگا کہ بیشک یہ شکر اوس صبر سے افضل ہے بہر حال مشکل امور دقائق بدون تفصیل علوم نہین سمجھ سکتے فقط

تیسرا باب خوف ورجا کے بیان مین مشتمل دو فصلون پر

رباعی

ہین جو کہ معارف سے ذرا بھی آگاہ	رہتے ہین سدا خوف ورجا کے ہمراہ
احسن وہی عالم ہین جو رکھتے ہین خوف	قرآن مین دیکھ انما یخشی اللہ

واضح ہو کہ خوف ورجا دو بازو ہین جنسے مقرب آدمی عمدہ مقامات تک اوڑتے ہین یا انکو
سواری رکھنا زیبا ہے کہ جسپر سوار ہونے سے راہ آخرت کی ہر ایک گھاٹی طے ہو جاتی ہے
غرضکہ قرب رحمن اور راحت جاودان روضۂ رضوان جو بہت دور و دراز فاصلے پر ہے
اور مکروہات قلبی اور اعضا کی محنتون سے چھپی ہوئی ہے ممکن نہین کہ بدون ذریعۂ شدید
رجا کے اوس تک کوئی پہونچ سکے یا نار جحیم اور عذاب الیم جو شہوات لطیفہ اور لذائذ عجیبہ کے
اندر مخفی ہے اوس سے بدون تازیانۂ خوف کے کوئی بچ سکے تو معلوم ہوا کہ انکی حقیقت اور
خوبی اور باوجود ایک دوسرے کی ضد ہونے کے تسہیل انکے جمع کی بیان کرنی بہت
ضروری ہے لہذا اس باب کو دو فصلون مین منقسم کرتے ہین اول فصل مین رجا کا حال اور دوسری مین خوف کا حال لکھتے ہین

فصل اول رجا کے ذکر مین اور اسمین تین بیان ہین بیان اول رجا کی حقیقت مین

واضح ہو کہ رجا منجملہ مقامات سالکین اور احوال طالبین کے ہے اور فرق مقام اور حال مین یہ ہے کہ جب کوئی وصف سالک مین ثابت اور قائم ہو جاتا ہے اوسکو مقام کہتے ہین اور اگر عارض اور جلد زائل ہونے والا ہو تو اوسکو حال کہتے ہین اور جیسے زردی تین طرح کی ہوتی ہے ایک پایدار جیسے سونے کی اور ایک جلد جانے والی جیسے زردی خوف اور ایک بین بین کہ نہ بہت جلد جاوے نہ ہمیشہ رہے جیسے زردی بیمار کے رنگ کی اسیطرح صفات قلبی کی بھی یہی قسمین ہین اونمین سے جو صفت کہ ثابت نہین رہتی اوسکو حال کہتے ہین باین وجہ کہ جلد متغیر ہو جاتی ہے اور یہ بات اوصاف قلب مین سے ہر ایک مین جاری ہے اور ہماری غرض اب رجا کی حقیقت سے تو اوسیکو بیان کرتے ہین کہ رجا مین ہرچند علم اور حال اور عمل تینون باتین ہوتی ہین اور علم باعث حال ہوتا ہے اور حال موجب عمل مگر گویا کہ ان مین سے رجا صرف حال ہی کا نام ہے اور اوسکی توضیح یہ ہے کہ جو چیز آدمی کو محبوب یا مکروہ معلوم ہوتی ہے تو تین حال سے خالی نہین یا وہ زمانہ ماضی مین موجود ہے یا حال مین یا استقبال مین پس جب اوسکا دھیان دل مین آتا ہے اور اوسکا وجود زمانہ ماضی مین ہو چکا تو اس دھیان کو ذکر اور تذکر کہتے ہین اور اگر وہ چیز جو دلمین آئی ہے اوسوقت موجود ہے تو اوسکا نام وجد اور ذوق ہے اور بہمین وجہ وجد کہتے ہین کہ یہ ایک حالت ہے جسکو آدمی اپنے نفس کیطرف سے پاتا ہے اور اگر دل مین کسی چیز کے وجود کا خطرہ زمانہ آیندہ مین ہوا اور یہی خطرہ دل پر چھا گیا ہو تو اسکا نام انتظار اور توقع ہے پھر اگر جس چیز کا انتظار ہے وہ بری ہو کہ اوس سے دل پر صدمہ ہو تو اوس انتظار کو خوف کہتے ہین اور اگر وہ شے محبوب ہو کہ اوسکے ساتھ دل کے لگا رہنے اور اوسکو سوچنے سے دل کو راحت اور لذت معلوم ہوتی ہو تو اس راحت حاصل کرنے کا نام رجا ہے - اس سے معلوم ہوا کہ رجا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز دلکو محبوب ہو اوسکی انتظار مین دل کا خوش ہونا اور ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہوگی اوسکے توقع کرنے کا کچھ سبب بھی ہوگا پس اگر اس جہت سے اوسکا متوقع ہے کہ اوسکا اکثر سامان اپنے پاس موجود ہے تو ایسی توقع پر رجا کا کہنا درست ہے اور اگر اسباب بالکل نہون یا ابتر اور سب بگڑے ہون تو اوس صورت کی توقع کا غرور اور بیوقوفی نام رکھنا چاہیے رجا کی نسبت اسپر بھی خوب پھبتا ہے اور اگر اسباب کا وجود معلوم نہوا اور نہ یہ معلوم ہو کہ کوئی سبب نہین ہے تو ایسے انتظار کو تمنی کہتے ہین اسوجہ سے کہ انتظار بے سبب ہے - بہرحال رجا اور خوف

ایسی اشیا پر بولتے ہین جنکے ہونے مین تردد ہو اور جنکا وجود یقینی ہو وہان رجا نہین بولتے
مثلاً طلوع کے وقت یون نہین کہتے کہ ہمکو آفتاب نکلنے کی رجا ہی اور غروب کے وقت یون نہین
بولتے کہ مجھے خوف آفتاب کے چھپ جانے کا ہی کیونکہ طلوع وغروب یقینی چیزین ہین ہان یہ
کہا کرتے ہین کہ مینھ برسنے کی رجا ہی اور خشکی کا خوف ہی اور ارباب دل پر یہ واضح ہو چکا ہی
کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہی اور دل مثل زمین کے ہی اور ایمان گویا تخم ہی اور طاعات ایسے ہین
جیسے زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہرین کھودنے اور اُسمین پانی پہونچانا ہی۔ اور
جو دل کہ دنیا کا حریص اور اُسمین ڈوبا ہوا ہی وہ ایسا ہی جیسے زمین شور کہ جسمین بیج نہ جمے
اور چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہی تو جو کچھ کوئی بوئیگا وہی کاٹیگا اور وہان کی کھیتی
بدون تخم ایمان کے نہین بڑھتی اور ایمان خبث قلبی اور بدخلقی کے ہوتے ہوئے فائدہ
کم کرتا ہی جیسے شور زمین بیج کچھ فائدہ نہین دیتا تو جو بندہ توقع مغفرت کی رکھتا ہی اُسکا
حال کھیت والے ہی کا سا سمجھنا چاہیے یعنے اگر کسی کسان نے زمین عمدہ تلاش کرلی اور
اُسمین بیج بھی قسم اول ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودار پھر اور جتنی جو کھیتی کے لیے چاہیین وہ بھی
ادا کین کہ وقت پر پانی دیا اور کانٹون اور گھاس سے اُسکو نولایا اور جو چیز مانع بیج کے جمنے اور
بڑھنے کی نظر آئی اُسکو دفع کیا پھر اللہ کے فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک وہ آفات
ارضی وسماوی سے اسکو محفوظ رکھ کر ہمکو غلہ عنایت فرما دیگا تو اسکی توقع کو رجا کہینگے۔ اور
اگر تخم کسی اونچی زمین مین ڈالا کہ جہان پانی نہین پہونچ سکتا اور بیج کی خبر نہ لی پھر منتظر
کھیت کاٹنے کا ہو تو اسکے انتظار کو رجا نہ کہینگے بلکہ بیوقوفی اور حمق بولینگے اور اگر تخم اچھی زمین
مین بویا لیکن اُسمین پانی نہ تھا اور منتظر مینھ کا ایسے وقت مین ہوا کہ جسمین اکثر آئی نہین
برستا تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہین ہے اسکو تمنا کہتے مین اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف
اُس صورت مین ہوتی ہی کہ محبوب چیز کا انتظار ہو اور جتنے اسباب کہ بندے کے اختیار مین
ہون وہ سب ہو چکین فقط وہی باقی رہ جاوین جو اسکے اختیار مین نہون اور وہ فضل الٰہی شامل حال
ہونا ہی کہ جس کے موانع اور آفات دور رہین اسی طرح بندہ اگر تخم ایمان مزرعۂ دل مین بووے اور اُسکو
طاعات کے پانی سے سینچے اور اخلاق بد کے کانٹون سے زمین دل کو صاف کرے اور اللہ تعالیٰ کے
فضل سے منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا جو موجب مغفرت ہی رہے تو اُسکا
انتظار رجاء حقیقی اور بذات خود عمدہ کہلاویگا اور یہ رجا اس بات کے باعث ہوگی کہ جن اسباب ایمان

لوازم مغفرت کامل ہوتے ہین عمر بھی مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو خبر نلی
اور طاعات کا پانی بھی نہ دیا یا دل کو اخلاق رذیلہ سے بھر رکھا اور لذات دنیا کی طلب مین ڈوبا رہا
اور پھر منتظر مغفرت ہوا تو یہ انتظار حمق اور غرور ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
الاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فخلف من
بعدہم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا اور فرمایا فخلف
من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی ویقولون
سیغفر لنا اور باغ والے کی نسبت مین فرمایا کہ جب باغ مین گیا تو یون کہا ما اظن ان تبید ہذہ ابدا وما
اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منہا منقلبا غرض کہ جو بندہ
طاعات مین کوشش کرے اور گناہون سے بچا رہے وہ سزاوار اسکا ہی کہ خدا کے فضل سے
توقع نعمت کے پورا ہونے کی کرے اور کمال نعمت بجز دخول جنت کے نہوگی مگر گناہگار جب
توبہ کرے اور جو کچھ خطا ہوئی ہو اسکا تدارک کرے تو توبہ کے قبول ہونے کی رجا اسکو بجا ہی
اور اگر توبہ سے پہلے گناہ کو برا جانتا ہو اور نیکی سے خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کو برا بھلا کہتا ہو
اور توبہ کا خواہشمند و مشتاق ہو تو ایسے شخص کو رجا توبہ کی توفیق کی کرنی لائق ہی کیونکہ گناہ کا
برا جاننا اور توبہ کی حرص کرنی قائم مقام اس سبب کے ہی جو توبہ تک پہونچا دیتا ہی اور رجا
جبھی ہوتی ہی جب اسباب پختہ ہو جاتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہی
ان الذین امنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ
اسکے یہ معنی ہین کہ یہی لوگ مستحق رجاے رحمت الہی ہین یہ معنی نہین کہ رجا کا وجود صرف انھین
لوگون مین ہی کیونکہ رجا تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہین جنمین یہ صفات نہون مگر انکو استحقاق رجا
نہین استحقاق انھین کو ہی جو اوصاف مذکورہ رکھتے ہون اور جو شخص کہ ایسی چیزون مین ڈوبا ہوا ہو
جو خداے تعالی کو ناپسند ہون اور اپنے نفس کی مذمت بھی نہ کرتا ہو نہ قصد توبہ اور رجوع کا رکھتا ہو
تو ایسے شخص کو رجاے مغفرت کرنی بیوقوفی ہی جس طرح کہ اس شخص کو رجاے غلہ تھی جسنے زمین شور مین
تخم ڈالا اور اسکی خبرگیری پانی دینے اور نولانے سے نہ کی حضرت یحیی بن معاذ فرماتے ہین
کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہی کہ معاف ہونے کی توقع پر بدون ندامت گناہ کیے جاوے
اور بدون طاعت توقع قرب الہی کی رکھے اور آگ کا بیج بوکر منتظر جنت کا رہے اور گناہون کی
عوض طالب مطیعون کے مقام کا ہو اور بدون عمل آرزو ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے

خداے تعالی سے کسی امر کا متمنی ہو ہیچ ہی شعر ہر آنکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت + دماغ بیہدہ پخت و خیال
باطل بست + پس جب حقیقت رجا کی معلوم ہوئی تو جان لیا ہوگا کہ وہ ایک حالت ہی جو علم سے بسبب
واقع ہونے اکثر اسباب کے پیدا ہوتی ہی اور یہ حالت اس امر کی متقضی ہی کہ جو اسباب باقی رہ گئے ہون
اُنکی بجاآوری مین بقدر امکان کوشش کیجاوے مثلاً مثال مذکور مین جس شخص کا بیج
اچھا ہوگا اور زمین عمدہ ہوگی پانی بھی بہت ہوگا اس شخص کی رجا سچی ہوگی اور یہ رجا اُس شخص کو
اس بات پر آمادہ کریگی کہ زمین کا خبرگیران رہے جو گھاس اُسمین جمے اُسکو صاف کرے
اور خبرگیری مین کچھ کاہلی نہ کرے کاٹنے کے وقت تک دیکھتا بھالتا رہے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ
رجا کی ضد یاس یعنے نا امیدی ہی نا امیدی مین خبرگیری نہین ہوسکتی مثلاً جو شخص جانتا ہی
کہ زمین شور ہی اور پانی بھی پہونچنا دشوار اور بیج جمنے کا نہین وہ ہرگز زمین کے تردد مین پڑیگا
اور خبرگیری کی مشقت کا متحمل نہوگا اور رجا عمدہ چیز ہی کیونکہ اس سے ترغیب ہوتی ہی اور
نا امیدی بُری ہی اور رجا کی ضد کیونکہ عمل سے باز رکھتی ہی اور خوف ضد رجا نہین بلکہ اُسکا
رفیق ہی چنانچہ اُسکا بیان عنقریب آویگا بلکہ وہ ایک جداگانہ باعث عمل ترہیب کے طور پر ہی
جیسے کہ رجا باعث عمل ترغیب کے طور پر ہی غرض کہ رجا کی حالت موجب اس امر کی ہی کہ اعمال مین
خوب مجاہدہ کیا جاوے اور احوال کچھ ہی ہوتے رہین طاعتون پر مواظبت نہ جانے پاوے
اور اُسکا نتیجہ یہ ہی کہ ہمیشہ خداے تعالی کی طرف متوجہ ہونے مین لذت ملے اور مناجات الٰہی مین
چین آوے اور اُسی کی خوشامد نرمی سے کرتا رہے اور یہ امور تو اُس شخص پر بھی ظاہر ہونے لگتے ہین
جو کسی بادشاہ وغیرہ سے رجا رکھتا ہو تو بادشاہ حقیقی سے رجا رکھنے مین کیسے نہ ظاہر ہونگے
اور اگر ظاہر نہون تو دلیل اس بات کی ہی کہ وہ شخص مقام رجا سے ابھی محروم ہی اور پستی غرور و
تمنا مین گرا ہوا ہی یہ ہی بیان حالت رجا کا اور جس سے یہ پیدا ہوتی ہی یعنے علم اور جو عمل
اس سے پیدا ہوتے ہین اور رجا سے ان اعمال کا پیدا ہونا اس حدیث سے پایا جاتا ہی جو حذیفہ
سے مروی ہی کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوکر عرض کیا
کہ مین اسواسطے حاضر ہوا ہون کہ آپ سے یہ پوچھون کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالے بہتری
چاہتا ہی اُسمین کیا پہچان رکھتا ہی اور جو شخص ایسا نہین اُسمین کیا علامت ہی آپنے فرمایا
کہ تیرا کیا حال ہی اُسنے عرض کیا کہ میرا حال یہ ہی کہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا ہون اور جب
کسی خیر کی بات پہ قادر ہوتا ہون تو اسکی بجاآوری مین جلدی کرتا ہون اور اُسکے

ثواب کا یقین کرتا ہون اور اگر کوئی خیر مجھسے جاتی رہتی ہی تو اُسپر غم کرتا ہون اور اُسکا اشتیاق کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہی پہچان ہی اُس شخص کی جسکے ساتھ خدا تعالی بہتری چاہتا ہی اور اگر تمھارے لیے کوئی اور چیز چاہتا تو اُسی کے لیے تمکو آمادہ کر دیتا اور پھر پروانہ فرماتا کہ اُسکے کونسے جنگل مین تم کھپ گئے۔ اِس حدیث مین آپ نے پہچان اہل خیر کی مذکور فرمائی ہین جو شخص رجا کرے کہ اہل خیر مین سے ہون اور یہ علامات نہون تو وہ مغرور ہی

دوسرا بیان رجا کی فضیلت اور اُسمین رغبت دلانے کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ رجا کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلے اور عمدہ ہی اسلیے کہ خداے تعالی سے زیادہ قریب وہی بندہ ہوتا ہی جو سب سے زیادہ محبت الہی رکھتا ہو اور محبت رجا سے زیادہ ہوا کرتی ہی اور اسکو ایسا سمجھو کہ دو بادشاہون مین سے ایک کی خدمت تو لوگ اُسکے ڈر کے مارے کرین اور دوسرے کی خدمت اُسکے احسان کی امید مین کرین تو ظاہر ہی کہ محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی اور اسی بنا پر رجا اور حسن ظن کے باب مین خصوص موت کے وقت بہت سی ترغیبین شرع مین وارد ہین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اس آیت مین سرے سے نا امیدی کو ممنوع و حرام فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات مین ہی کہ خداے تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہی کہ مین نے تم مین اور یوسف مین کیون جدائی کردی اسکی وجہ یہ ہی کہ تمنے کہا تھا وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَہُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْہُ غَافِلُوْنَ تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے رجا کیون نہ کی اور یوسف کے بھائیون کی غفلت کا لحاظ کیون کیا میری حفاظت کا کیون نہ کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَ ہُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ تَعَالٰی اور ایک حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع مین تشریف لیگئے اور فرمایا کیا حال ہی اُسنے عرض کیا کہ اپنے گناہون سے ڈرتا ہون اور رحمت الہی کا متوقع ہون آپ نے فرمایا کہ اسوقت مین جب بندہ کے دل مین یہ دونون چیزین اکٹھی ہوتی ہین اُسکو خداے تعالی اُسکی توقع عنایت فرماتا ہی اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہی اُس سے مامون کر دیتا ہی اور حضرت علی نے اُس شخص سے ارشاد فرمایا جو اپنے گناہون کی کثرت کے خوف سے نا امید ہو گیا تھا کہ اے شخص تیرے سب گناہون سے بڑھکر یہ ہی کہ خداے تعالی کی رحمت سے نا امید ہوتا ہی اور حضرت سفیان ثوری

فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور یہ سمجھے کہ خدای تعالی نے مجھکو اسپر قدرت
بخشش کی رجا رکھے تو اللہ تعالی اوسکو بخشدیتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے
قوم کا عیب یون ارشاد فرمایا ہے ذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰکُمْ اور فرمایا ہے وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ
السَّوْءِ وَکُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا اور حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز بندہ کو ارشاد
فرماویگا کہ اسکی کیا وجہ تھی کہ جب تو نے برائی دیکھی منع کیون نہ کیا پس اگر خدای تعالی اوسوقت جواب
سوجھاویگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھسے رجا کی اور لوگون سے خوف خداوند کریم ارشاد
فرماویگا کہ ہمنے تیرا قصور معاف کیا اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک شخص لوگون کو
قرض دیا کرتا تھا پھر تونگرون سے سہولت برتتا اور مفلس کو معاف کردیتا جب خدای تعالے
کے یہان حاضر ہوا تو کوئی عمل خیر کبھی نہ کیا تھا یعنی کوئی طاعت نہ کی تھی مگر خدا کے ساتھ
حسن ظن اور رجا رکھتا تھا کہ گو مین طاعات سے مفلس ہون الا وہ معاف کریگا اوسکو حکم ہوا
کہ اسکے لیے ہم سے زیادہ کون مستحق ہوگا اور معاف کردیا گیا اور قرآن مجید مین ارشاد ہے
اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً
یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے ارشاد
فرمایا کہ اگر تمکو اوس بات کا علم ہو جسکو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا رویا کرو
اور جنگلون مین چھاتی پیٹتے اور اپنے رب کیطرف چلاتے پھرو تو حضرت جبرئیل علیہ السلام
آپکے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندون کو نا امید کیون کرتے ہو
آپ لوگون کے پاس تشریف لائے اور اونکو رجا اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے۔ اور حدیث
مین وارد ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ مجھسے دوستی کر
اور جو مجھسے محبت کرے اوس سے بھی محبت کر اور مجھکو خلق کے دلون مین محبوب کر اونھون نے
عرض کیا کہ خلق کے نزدیک تجھکو کیسے محبوب کرون ارشاد ہوا کہ میرا ذکر نہایت خوبی سے کیا کر
اور میری نعمتین اور احسان بیان کر اور اونکو یاد دلایا کر کہ سوائے احسان کے وہ اور کچھ
نہین جانتے۔ اور ابان بن ابی عیاش جو اکثر رجا کے کلمات لوگون سے کہا کرتے تھے اونکو
مرنے کے بعد لوگون نے خواب مین دیکھا کہتے ہین کہ خدای تعالی نے مجھکو اپنے سامنے
کھڑا کرکے پوچھا کہ اسطرح تو کیون کہا کرتا تھا مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا تھا کہ تجھکو خلق
کے نزدیک محبوب کرون حکم ہوا کہ ہم نے تجھکو بخشدیا۔ اور یحیی بن اکثم رح کو بعد موت کے

خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا اونھون نے کہا کہ مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا کہ او پیر مرد تو نے یہ یہ کام کیے ہین ہکو سنکر مجھپر اسقدر خوف غالب ہوا کہ خدا ہی جانتا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ الہی حدیث مین تو مجھکو تیرا اسطرح حال نہین پہونچا حکم ہوا کہ پھر کیا حال پہونچا ہے مین نے عرض کیا کہ مجھکو حدیث پہونچی عبد الرزاق سے اور اوسکو معمر سے اور اوسکو زہری سے اور اوسکو انس سے اور اوسکو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اونکو جبریل علیہ السلام سے کہ تو نے ارشاد فرمایا کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ[ح] مجکو تیری طرف یہ گمان تھا کہ تو مجکو عذاب نہ دیگا اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا جبرئیل نے اور سچ کہا میرے نبی نے اور راست کہا انس نے اور راست کہا زہری نے اور ٹھیک بیان کیا معمر نے اور سچ بیان کیا عبد الرزاق نے اور واقعی بیان کیا تو نے پھر مجھپر خلعت ہوا اور جنت تک غلام میرے آگے آگے چلے اوسوقت مین نے کہا کہ خوشی ہکو کہتے ہین۔ اور ایک خبر[ح] مین ہے کہ ایک آدمی بنی اسرائیل مین سے لوگون کو نا امید کیا کرتا تھا اور اونپر سختی کرتا تھا قیامت کے روز خدای تعالی اوسکو فرماویگا کہ جیسا تو نے میرے بندون کو نا امید کیا مین آج تجھکو اپنی رحمت سے نا امید کرونگا۔ اور ایک حدیث[ح] مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دوزخ مین داخل ہوگا اور اوسمین ہزار برس رہیگا اور یا حنان یا منان پکاریگا اللہ تعالی جبریل علیہ السلام کو ارشاد فرماویگا کہ جا اور میرے بندے کو یہان لے آ حضرت جبریل تعمیل حکم فرماوینگے اور اوسکو پاس لاکر کھڑا کر دینگے اللہ تعالی پوچھے گا کہ اپنی جگہ کا حال بیان کر کیسی ہے وہ عرض کریگا کہ نہایت بری ہے حکم ہوگا کہ ہکو اوسی جگہ لیجاؤ وہ اوسطرف جاویگا اور پھر پھر کر پیچھے کو دیکھتا جاویگا حکم ہوگا کہ کیا چیز تاکتا جاتا ہے عرض کریگا کہ مین نے یہ توقع کی تھی کہ اوس مکان سے نکالنے کے بعد پھر تو اوسمین مجھے نہین ڈالیگا حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین لیجاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اوسکی نجات کا سبب صرف رجا ہی ہوگئی

تیسرا بیان رجا کی تدبیر اور جس سے حالت رجا حاصل ہوکر غالب ہوجاوے —

جاننا چاہیے کہ رجا کی ضرورت دو آدمیون کو ہوتی ہے یا تو وہ شخص جسپر نا امیدی غالب ہو اور عبادت ترک کرے یا وہ شخص جسپر خوف غالب ہو اور مواظبت عبادت مین اتنی زیادتی کرے کہ اپنے نفس اور اپنے گھر والون کو ضرر پہونچاوے ایسے شخص دونون اعتدال سے تجاوز کرکے افراط و تفریط کیطرف مائل ہوتے ہین اور ایسے علاج کے محتاج ہین جس سے وہ اعتدال پر

[ح] مین اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہون پس جو چاہے مجھپر گمان کرے ۱۲

[ح] بیہقی در شعب عن زید بن اسلم مقطوعا ۱۲

[ح] ابن ابی الدنیا و بیہقی در شعب بروایت انس بسند ضعیف ۱۲

آجاوین لیکن جو آدمی گناہ پر مغرور ہو کر خدای تعالی پر تمنا کرے اور عبادت سے روگردان رہے
اور گناہون مین گھستا ہے تو اوسکے حق مین رجا کی دوا زہر مہلک ہو جاتی ہے جیسے شہد کہ
جسپر غلبۂ برودت ہو اوسکے حق مین شفا ہے مگر جسپر غلبۂ حرارت ہو اوسکے حق مین زہر ہے اسلیے
مغرور کے لیے بجز دوای خوف اور اون اسباب کے جنسے خوف پیدا ہو اور کچھ بکار آمد نہین نظر رہے
جو شخص لوگون مین وعظ کہتا ہو اوسکو واجب ہے کہ موقع علت کو دیکھتا رہے اور ہر علت کا
اوسکی ضد سے علاج کرے ایسی چیز سے علاج نکرے جس سے بیماری زیادہ ہو جاوے اسلیے کہ
مطلوب یہی ہے کہ ہر ایک صفت و خلق مین اعتدال اور درجۂ اوسط جو سب سے عمدہ ہوتا ہے
حاصل ہو جاوے اور جب اوس سے تجاوز ہو جاوے جبھی علاج اوسکی درجۂ اوسط پر آنے کا
کرنا چاہیے نہ ایسی طرح کہ وسط سے اور زیادہ دوری ہو جاوے اور یہ وقت ایسا ہے کہ جسمین
اسباب رجا کے لوگون مین بیان نہین کرنی چاہیین بلکہ خوف دلانے مین بھی اگر مبالغہ کیا جاوے
تب بھی راہ رہت پر آنا دشوار ہے اور اسباب رجا کا تو ذکر کرنا بالکل ہی تباہ و برباد کر دیتا ہے
مگر چونکہ ذکر رجا دلون پر ہلکا معلوم ہوتا ہے اور نفسون کو لذیذ تر اور واعظون کی غرض بھی
دلون کا پھیرنا اور ہر حال مین اپنے لیے اونکا ثناخوان رہنا ہوتی ہے اسلیے وہ رجا کے بیان
پر جھک پڑے یہان تک کہ خرابی بڑھگئی اور سرکشون کو دونی سرکشی چڑھگئی۔ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عالم وہ شخص ہے جو لوگون کو نہ خدا کی رحمت سے نا امید کرے
نہ اوسکے عذاب سے بیخوف۔ اور ہم اسباب رجا کو جو ذکر کرتے ہین تو نا امید کے باب مین استعمال
کرنے کے لیے ذکر کرتے ہین یا اوس شخص کے حق مین جسپر خوف غالب ہو کتاب اللہ اور
حدیث شریف کا مقتضا یہی ہے کیونکہ دونون مین خوف و رجا ساتھ ہی پائے جاتے ہین
یعنی قرآن شریف اور حدیث مین سب اقسام کے مریضون کے اسباب شفا مذکور ہین تاکہ
علما جو وارث انبیا ہین حاجت کے بموجب اونکو استعمال کرین جیسے کوئی طبیب حاذق علاج
کیا کرتا ہے بیوقوف کا سا علاج نکرین جنکو یہ وہم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوا ہر مریض کے لیے
مناسب ہے کیسا ہی مرض کیون نہ رکھتا ہو۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حالت رجا کے غالب ہونے کی
دو صورتین ہین۔ اول صورت یہ ہے کہ جو کچھ ہم اقسام نعمتون مین لکھ آئے ہین شکر کے باب مین
اوسکو خوب تامل سے دیکھے یہان تک کہ اوسکو اللہ تعالی کی نعمتون سے لطیفے دنیا مین بندون پر
معلوم ہو جاوین اور جو جو حکمتیں عجیب کہ اوسنے انسان کی پیدایش مین ملحوظ رکھی ہین اونکا

علم ہو جاوے کہ دنیا مین جو چیز انسان کی ہمیشہ موجود رہنے مین ضروری تھی وہ سب اوسکے لیے
مہیا کر دی جیسے غذا کے آلات اور جو چیز کام کرنے مین کام کی تھی وہ بھی مثلاً اونگلیان اور
ناخن اور اشیاے زینت بھی عنایت فرمائین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور آنکھ مین کئی طرحکا
رنگ ہونا اور لبونکا سرخ ہونا وغیرہ کہ اگر یہ چیزین مثلاً نہوتین تو کسی غرض انسانی مین خلل
نہوتا صرف خوبصورتی جاتی رہتی عنایت الٰہی سے وہ بھی موجود رہی پس مقام غور ہی کہ جب
اوسنے اپنے بندون سے ان جیسے دقائق مین قصور و کوتاہی نہین کی اور زیادتی زینت اور
حاجت اور بقا کی چیزین بندون سے جانے نہین دین تو وہ کیسے راضی ہوگا کہ اپنے بندونکو
ہلاک ابدی مین پہونچاوے علاوہ ازین اگر دنیا ہی مین خوب تامل کرو تو معلوم ہو کہ اکثر لوگونکی
لیے دنیا مین اسباب سعادت موجود ہین یہان تک کہ اونکو دنیا سے جدا ہونا برا معلوم ہوتا ہے
اگرچہ اونسے یہ کہدیا جاوے کہ بعد موت کے تمکو نہ کبھی عذاب ہوگا نہ کچھ حساب کتاب یعنی وہ لوگ
جو نیست ہونے کو برا جانتے ہین یہی وجہ ہے کہ اسباب نعمت کے اکثر زیادہ رہتے ہین موت کے
تمنا کرنے والے بہت کم ہین اور اگر تمنا بھی کرتے ہین تو کسی حالت شاذ و نادر اور حادثہ
عجیب و غریب مین کرتے ہین تو جب اکثر خلق پر دنیا مین غالب حال خیر و سلامتی ہی ہی تو خدا تعالیٰ کا
طریق بدلتا نہین ایک سا رہتا ہے اس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ آخرت کا امر بھی ایسا ہی ہو
کیونکہ مدبر دنیا و آخرت کا ایک ہے جسکا نام غفور و رحیم و لطیف ہے جیسے یہان بندون پر لطف و کرم
نگاہ رکھتا ہے وہان بھی ایسا ہی سلوک کریگا۔ جب آدمی اسطرح سوچیگا تو اوسپر اسباب رجا غالب
ہو جاوینگے اور کہیگا **شعر** تو مگو ما را بدان شہ بار نیست بر کریمان کارہا دشوار نیست
اور اسی صورت مین یہ بھی ہے کہ شریعت کی حکمت مین تامل کرے اور دنیا مین جو مصالح اوس سے
بروے کار آتے ہین اونکو دیکھے کہ بندون کے لیے کیسی کیسی رحمت کی ہے بعض عارفین سورہ
بقر کی آیت مداینت کو اسباب رجا مین سے زیادہ قوی سمجھتے ہین لوگون نے پوچھا کہ اسمین رجا کیا ہی
فرمایا کہ دنیا سب کی سب تھوڑی ہے اور آدمی کا رزق اوسمین سے تھوڑا ہے اور رزق کی
نسبت قرض تھوڑا ہوتا ہے مگر خداے تعالیٰ نے اوسکے باب مین سب سے بڑی آیت اوتاری تاکہ
بندے دین کی یادداشت مین احتیاط کرین جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کا اتنا پاس کیا تو
دین کی احتیاط کیسے نہین فرماویگا یہ تو ایسی چیز ہے کہ اوسکا کوئی عوض ہی نہین —
دوسری صورت تلاش کرنا آیات و اخبار و آثار کا جو رجا کے باب مین وارد ہین اور وہ بشمار

ہین آیات یہ ہین کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی قُلْ یَا عِبَادِيَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ
اور قرارت نبوی مین ہی کہ وَلَا یُبَالِیْ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ہی اور فرمایا وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ
بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ اور یہ ارشاد فرمایا کہ دوزخ کو دشمنون کے لیے تیار کیا ہی
اور اس سے اپنے دوستون کو ڈرایا چنانچہ فرمایا لَہُمْ مِنْ فَوْقِہِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِہِمْ ظُلَلٌ
ذٰلِکَ یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ اور فرمایا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ اور فرمایا فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا
تَلَظّٰی لَا یَصْلٰہَا اِلَّا الْاَشْقَی الَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی اور فرمایا وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِہِمْ
روایت ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے باب مین سوال کیا کرتے تھے یہان تک
کہ آپ پر یہ آیت وَاِنَّ رَبَّکَ الخ اتری اور حکم ہوا کہ آپ بھی ہم راضی نہین ہوتے۔ اور
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کی تفسیر مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بھی امت محمد مین سے
دوزخ مین رہیگا تو محمد راضی نہوگا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَجَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ اور حضرت
امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے کہ تم عراق والے کہتے ہو کہ کلام مجید مین سب سے زیادہ توقع کی
آیت یہ ہی قُلْ یَا عِبَادِيَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اور ہم اہلبیت
کہتے ہین کہ سب سے زیادہ توقع کی آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ہی اور اخبار رجا کے
یہ ہین کہ حضرت ابو موسی روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت
مرحوم ہی اسپر آخرت مین عذاب نہوگا اسکی سزا خدا ے تعالی دنیاہی مین زلزلے اور آفات سے
دیدیتا ہی قیامت کے روز ہر ایک شخص کو میری امت مین سے ایک شخص اہل کتاب سے
ملیگا اور کہا جاویگا کہ دوزخ کی آگ کا فدیہ تیرے لیے یہ شخص ہی اور ایک روایت مین اسطرح ہی کہ
ہر ایک آدمی اس امت کا ایک یہودی یا نصرانی لاویگا اور یہ کہیگا کہ میرا عوض آگ دوزخ
کے لیے یہ ہی اور اسکو دوزخ مین ڈالدیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحُمّٰی مِنْ
فَیْحِ جَہَنَّمَ وَہِیَ حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ اور خداوند کریم کے اس قول یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ کی تفسیر مین ہی کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی کہ
مین حساب تمہاری امت کا تمہارے سپرد کیے دیتا ہون آپ نے عرض کیا کہ الہی ایسا نہ کر میری نسبت
انکے لیے تو بہتر ہی حکم ہوا کہ اب ہم انکے باب مین تمکو رسوا نہ کرینگے اور حضرت انس رضی سے
اسطرح مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری مین استدعا کی کہ میری امت کے

گناہ ہونگا حساب میرے سپرد فرماوے تاکہ اونکی خطاؤن پر میرے سوا اور کوئی مطلع نہو حکم ہوا
کہ یہ لوگ تمہاری تو صرف امت مین اور میرے بندے ہین تمہاری نسبت مین انپر زیادہ رحیم ہون
انکا حساب اپنے سوا اور کسیکو نہ دونگا تاکہ انکی خطائین نہ تمکو معلوم ہون نہ کسی دوسرے کو سبحان اللہ کرمہ بابی

شاہا تو کریمی و رسول تو کریم ۔ صد شکر رسیدیم میان دو کریم
مارا چہ غم از جرائم محشر باشد ۔ سلطان چو کریمست و پیامبر چو کریم

اور ایک[۱] حدیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاکہ میری زندگی اور موت دونون
تمہارے حق مین بہتر ہین زندگی مین مین تمہارے لیے طریق شرایت مسنون اور مشروع کرتا ہون
اور مرنے پر تمہارے عمل مجھپر پیش ہونگے جو اونمین سے عمدہ ہوگا اوسپر مین خدا کا شکر کرونگا
اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرونگا شعر

جانم فدائے تو کہ ترا ہست بے گمان ۔ از مہد تا بلحد ہمین فکر امتان

اور ایک[۲] روز آپنے یا کریم العفو فرمایا حضرت جبرئیل نے پوچھا کہ آپ کو اس لفظ کی تفسیر معلوم ہے
اسکے یہ معنی ہین کہ اول سیات کو اپنی رحمت سے معاف کیا پھر اپنے کرم سے اونکو نیکیون سے
بدل دیا اور[۳] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے کہ الٰہی مین تجھسے تمام
نعمت کی التجا رکھتا ہون آپنے پوچھا کہ تجھکو معلوم ہے کہ نعمت کا تمام ہونا کیا ہے اوسنے
عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ نعمت کا کمال جنت مین داخل ہونا ہے علما فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ
نے ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری کی کہ ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا چنانچہ خود ارشاد
فرماتا ہے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا اور[۴] حدیث شریف مین ہے کہ
جب بندہ کوئی گناہ کرکے طلب آمرزش اور عفو کی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتون سے
ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کو اوسنے گناہ کیا پھر جانا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ
بخشتا ہے اور گناہون کی عوض پکڑتا بھی ہے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اوسکو معاف
کردیا۔ اور ایک[۵] حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ اتنے گناہ کرے کہ اوسکے گناہ بلندی آسمان تک
پہونچ جاوین تو جب تک مجھسے بخشواتا رہیگا اور مجھسے رجا رکھیگا مین بخشدونگا۔ اور ایک[۶] اور
حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لیکر آویگا مین بھی ویسے
اوسیقدر مغفرت سے ملاقات کرونگا۔ اور ایک[۷] حدیث مین ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو
چھ گھڑی تک فرشتہ نامہ اعمال مین نہین لکھتا۔ اس اثنا مین اگر توبہ اور استغفار کرلیتا ہے تو تو
اوس گناہ کو نہین لکھتا ورنہ ایک برائی لکھتا ہے اور[۸] دوسری روایت مین یہ ہے کہ جب

[۱] بزار بروایت عبد اللہ بن مسعود اور اسکی سند مین عبد العزیز بن ابی رواد جسکو اکثرون نے ضعیف کہا ہے اور ابن معین اور نسائی نے ثقہ۔
[۲] یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے نہین ملا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال ہے ابن حبان نے عتبہ بن ولید کے قول سے روایت کیا ہے۔
[۳] اسکی سند پہلے گذری۔

برائی لکھ لیتا ہے اور وہ کچھ عمل خیر پھر کرتا ہے تو دہنی طرف کا فرشتہ جو حاکم ہے بائین طرف
والے اپنے تابع سے کہتا ہے کہ تو یہ برائی جو ابھی لکھی ہے اپنے یہان سے دور کر دے مین اپنے
یہان سے ایک نیکی اوسکی دور کردونگا یعنی جو عمل نیک اسنے اب کیا ہے اوسکو دس کی جگہ
نو لکھونگا اسطرح وہ برائی بندہ کی دور کر دی جاتی ہے - اور حضرت انس رضی روایت کرتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے ذمہ لکھا جاتا ہی
ایک اعرابی نے پوچھا کہ اگر وہ توبہ کرے آپنے فرمایا کہ مٹا دیا جاتا ہے اوسنے پوچھا کہ اگر دوبارہ
پھر خطا کرے آپنے فرمایا کہ اوسکے اوپر لکھی جاویگی پھر اوسنے عرض کیا کہ اگر توبہ کرے آپنے
فرمایا کہ نامہ اعمال سے محو کر دی جاویگی اوسنے عرض کیا کہ یہ معاملہ کب تک ہیگا آپنے فرمایا
کہ جب تک وہ شخص توبہ و استغفار کرتا رہیگا خداے تعالی مغفرت سے نہین گھبراتا یہان تک
کہ بندہ استغفار سے گھبرا جاوے پھر جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو داہنا فرشتہ
عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اوس کام کو کرتا بھی ہو
تو فرشتہ مذکور دس نیکیان لکھتا ہے پھر اوسکو خداے تعالی سات سو گنی تک بڑھا دیتا ہے اور جب
آدمی قصد خطا کرتا ہے تو اوسپر لکھی نہین جاتی اور جب کر گذرتا ہے تو ایک ہی قصور ذمہ
لکھا جاتا ہے اور حسن عفو الٰہی اسکے بعد ہے یعنی عجب نہین کہ معاف ہی ہو جاوے - اور ایک
شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مین ایک مہینے سے
زیادہ کے تو روزے نہین رکھتا اور پانچ نمازون سے زیادہ نماز نہین پڑھتا اور میرے
مال مین صدقہ اور حج اور زکوۃ اور خیرات کچھ نہین تو ایسے حال مین اگر مین مرونگا تو کہان
رہونگا آپنے فرمایا کہ جنت مین اسنے عرض کیا کہ آپ کے ساتھ یا رسول اللہ آپنے تبسم فرما کر کہا
کہ ہان میرے ساتھ بشرطیکہ تو دل کو دو باتون سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور زبان کو
دو چیزون غیبت اور جھوٹ سے بچاوے اور اپنی آنکھون کو بھی دو ہی چیزون سے ، وہ کہ
ایک تو دیکھنا خداے تعالی کی حرام کی ہوئی چیزون کو دوسرے حقارت کرنی اور چشمک مارنی
کسی مسلمان پر اگر ان سب باتون سے اپنے آپ کو بچاویگا تو میرے ساتھ کیا میری ان دونون
کف دست پر تو جنت مین جاویگا - اور ایک بڑی حدیث مین حضرت انس رضی سے مروی ہے
کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خلق کے حساب کا متکفل کون ہوگا
آپنے فرمایا کہ خداے تعالی جل شانہ ہوگا اوسنے عرض کیا کہ آیا وہ خود حساب لیگا آپنے فرمایا

کہ ہان اعرابی نے تبسم کیا آپ نے پوچھا کہ کس بات سے تبسم کرتے ہو اُسنے عرض کیا کہ اسوجہ سے
خوشی ہے کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کردیا کرتا ہے اور اگر حساب لیتا ہے تو چشم
پوشی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اعرابی سچ کہتا ہے جان لو کہ کوئی کریم خداے تعالی سے
زیادہ کریم والا نہین سب سے اکرم وہی ہے پھر فرمایا کہ اعرابی بات سمجھ گیا اور اسی حدیث مین
یہ بھی ہے کہ خداوند تعالی نے کعبے کو شرف اور عظمت عنایت فرمائی ہے اور اگر بالفرض
اسکو کوئی بندہ ایک ایک پتھر کرکے گراوے اور پھر پھونکدے تو اتنا گناہ نہوگا جتنا کسی
ولی اللہ کی حقارت کرنے سے ہوتا ہے اعرابی نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہین آپ نے
فرمایا کہ ایماندار سب کے سب اولیاء اللہ ہین کیا تو نے قول خدای تعالی کا نہین سنا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اور بعض احادیث مین ہے اَلْمُؤْمِنُ اَفْضَلُ مِنَ الْکَعْبَةِ
وَالْمُؤْمِنُ طَیِّبٌ وَّطَاهِرٌ وَالْمُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ
اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے بقیہ سے دوزخ کو ایک کوڑا
بنایا کہ جس سے بندون کو جنت کی طرف ہنکاتا ہے اور ایک حدیث قدسی مین ہے کہ
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ مین نے خلق کو اسلیے پیدا کیا کہ وہ مجھسے کچھ نفع لین نہ
اسلیے کہ مین اُنسے کچھ نفع لون اسی مضمون کے قریب مولانا روم فرماتے ہین **شعر**

من نکردم امر تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اور حضرت ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث روایت کرتے ہین کہ خداے تعالی نے کوئی
چیز ایسی نہین پیدا کی جس سے بڑھکر دوسری چیز نہ بنائی ہو اور اپنی رحمت کو غصہ سے غالب
پیدا کیا ہے۔ اور حدیث مشہور مین مروی ہے کہ خدای تعالی نے قبل پیدایش خلق کے
اپنے نفس پر یہ جملہ لکھ لیا ہے کہ اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ اور معاذ بن جبل و انس بن مالک رض سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اور
وَمَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ وَمَنْ لَقِیَ اللّٰهَ لَا یُشْرِکُ بِهٖ
شَیْئًا حَرُمَتْ عَلَیْهِ النَّارُ وَلَا یَدْخُلُهَا مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِیْمَانٍ
اور ایک حدیث مین ہے کہ اگر کافر کو وسعت رحمت الٰہی معلوم ہوجاے تو خداے تعالی
کی بہشت سے ناامید نہو۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اِنَّ زَلْزَلَةَ
السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ تو صحابہ رض سے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے یہ وہ دن ہے

کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ کھڑے ہو کر اپنی اولاد مین سے دوزخ کی رسد نکالو وہ عرض کرینگے کہ کتنے حکم ہوگا کہ ہزار مین سے نوسو ننانوے دوزخ کے لیے رکھو اور ایک شخص جنت کے لیے رہنے دو یہ سنکر سب لوگ حیران ہوگئے اور رونا شروع کیا اور اوس فکر مین کچھہ شغل اور کام نہ کیا اس اثنا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے پاس گئے اور فرمایا کہ تم لوگ کام کیون نہین کرتے اونھون نے عرض کیا کہ آپ سے وہ حدیث سنکر اب کسکو تاب ہے کہ کام مین مشغول ہو آپنے فرمایا کہ تمکو یہ بھی معلوم ہے کہ اور قومون کی نسبت کہ تم گنتی مین کتنے ہو تاویل و تاریس اور منسک و یاجوج اور ماجوج کی قومین کہان گئین اتنی قومین ہین کہ اونکی شمار خدای تعالی کے سوا اور کوئی نہین جانتا تمھاری اونکے سامنے کچھہ بھی شمار نہین تم تو سب کی نسبت ایسے ہو جیسے سیاہ بیل کے چمڑے مین ایک سفید بال ہوتا ہے یا گھوڑی کے پانون مین اور رنگ کا داغ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو خوف کے تازیانے سے کیسا ہانکتے تھے اور پھر رجا کی باگ سے کیسے اللہ تعالی کیطرف کھینچتے تھے چنانچہ اول خوف کے تازیانے سے سب کو ہنکایا مگر جب معلوم کیا کہ شدت خوف نے اونکو حد اعتدال سے باہر کر دیا اور نا امیدی مین جا پڑے تو اوسیوقت دوا رجا سے اونکا علاج کیا اور اونکو پھر اعتدال کی صورت پر کر دیا اور دوسرا قول مخالف اول قول کے نہ تھا بلکہ اول جس چیز کو سبب شفا جانا اوسکو بیان کر دیا اور اوسی پر اکتفا فرمائی مگر جب حاجت معالجے کی رجا سے دیکھی تو اصل بات پوری ذکر فرما دی پس واعظین کو بھی چاہیے کہ پیروی اوس جناب مقدس کی وعظ کے باب مین ہاتھہ سے نہ دین اور استعمال اخبار خوف و رجا مین حاجت کے موافق رعایت کرین یعنی جیسی علت باطنی دیکھین ویسی ہی تدبیر اوسکے دور کرنے کی کرین اور اگر کوئی واعظ اس بات کا لحاظ نکریگا تو جسقدر اوسکی وعظ سے درستی اور صلاح کی توقع ہے اوس سے زیادہ بگاڑ ہوجائیگا اور ایک حدیث[۱] شریف مین ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو خدای تعالی اور خلقت پیدا کرے کہ وہ گناہ کرین اور اونکے قصور بخشدیے جاوین اور ایک روایت[۲] مین یون ہے کہ جاتا تمکو لیجاوے اور دوسری خلقت لاوے جو گناہ کرین اور بخشے جاوین کیونکہ اوسکی ذات غفور و رحیم ہے اور ایک حدیث[۳] مین ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو مجکو تم پر ایسی چیز کا خوف ہے کہ وہ گناہ سے بھی بڑی ہے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عجب ہے اور ایک حدیث[۴] شریف مین آپنے ارشاد فرمایا

[۱] مسلم بروایت ابو ایوب ۱۲
[۲] مسلم بروایت ابوہریرہ
[۳] بزار و ابن حبان و بیہقی در شعب بروایت انس ضعیفا ۱۲
[۴] بخاری و مسلم بروایت عمر فاروق ۱۲

کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے مین محمدؐ کی جان ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بنسبت مادر مشفقہ کے رحم کے اپنی اولاد پر۔ اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے قیامت کے روز ایسی مغفرت کریگا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گذری ہو یہان تک کہ ابلیس بھی اوسکا منتظر ہوگا کہ شاید مجھکو بھی یہ مغفرت پہونچ جائے اسی مضمون کو سعدیؒ نے نظم کیا ہے شعر

اگر در دہد یک صلای کرم	عزازیل گوید نصیبے برم

اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی کی سو رحمتین ہین جنمین سے ننانوے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہین اور ایک دنیا مین ظاہر کی ہے اوسی ایک کے باعث تمام خلق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہین اور والدہ اپنے لڑکے پر اور جانور اپنے بچون پر شفقت کرتے ہین جب قیامت کا روز ہوگا تو خداوند کریم اس ایک رحمت کو اون ننانوے مین ملا کر خلق پر پھیلاویگا انمین سے ہر ایک رحمت بقدر سب طبقات آسمان و زمین کے ہوگی بھلا ایسی رحمت کے ہوتے اوس کے بجز تباہ کار کے اور کون ہلاک ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ تم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو اوسکا عمل جنت مین پہونچا دے یا دوزخ سے بچاوے (یعنی بدون رحمت الٰہی عمل بکار آمد نہین) لوگون نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے نہین آپنے فرمایا کہ مین بھی ایسا نہین اِلّا اوس صورت مین کہ مجکو رحمت میرے پروردگار کی ڈھانپ لے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اِعۡمَلُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا وَاعۡمَلُوۡا اِنَّ اَحَدًا لَنۡ یُّنۡجِیۡہٖ عَمَلُہٗ اور فرمایا کہ مین نے اپنی شفاعت اپنی امت کے بڑے گناہ کرنے والون کے لیے چھپا رکھی ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ شفاعت اہل تقوے طاعت کرہی لیے نہین بلکہ آلودگان عصیان کے لیے ہے شعر

دلا خوش باش کان محبوب جان را	بدرویشان و مسکینان سرے ہست

اور فرمایا بُعِثۡتُ بِالۡحَنِیۡفِیَّۃِ السَّمۡحَۃِ السَّھۡلَۃِ اور فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دونون اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جان لین کہ ہمارے دین مین وسعت ہے اور اسی معنی کی طرف یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالی نے مومنین کی دعا قبول فرمائی کہ اونکی اس استدعا کے جواب مین لَا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَا اِصۡرًا ارشاد فرمایا وَیَضَعُ عَنۡھُمۡ اِصۡرَھُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡھِمۡ اور محمد بن حنیفہ حضرت علی رضہ سے روایت کرتے ہین کہ جب یہ قول الٰہی نازل ہوا فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ صفح جمیل کسکو کہتے ہین حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ جس شخص نے تمپر ظلم کیا ہو اگر تم اوسکو معاف کردو تو

پھر عتاب نکرو آپ نے فرمایا کہ ای جبریل اس سے معلوم ہوا کہ اگر خدای تعالی کسیکو معاف فرما دیگا تو
اوسپر بھی عتاب کریگا پس حضرت جبریل علیہ السلام روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے
خداوند کریم نے اون دونون کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا اونھون نے آکر کہا کہ
تمھارا پروردگار تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جسکو مین معاف کر دونگا اوسپر کیسے عتاب
کرونگا یہ امر میرے کرم کے لائق نہین غرضکہ اخبار رجا بے شمار ہین آپ آثار کو
سننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا مین
اوسکو خدای تعالی پوشیدہ رکھے اوسکا کرم اس بات کو نہین چاہتا کہ اوسکا پردہ آخرت مین
کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اوسکو دنیا ہی مین سزا مل جائے تو عدل الہی اس بات کا
مقتضی نہین کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت مین سزا دے۔ اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین
کہ میرا حساب اگر میرے مان باپ ہی کے حوالے کیا جائے تب بھی مین اچھا نہین جانتا اسلیے
کہ مجکو یقین ہے کہ خدای تعالی میرے اوپر مان باپ کی نسبت زیادہ رحیم ہے اور بعض اکابر کا
قول ہے کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہے تو خدای تعالی اوسکی تقصیر فرشتون کی آنکھ سے چھپا دیتا ہے
کہ ایسا نہو کہ خطا دیکھکر گواہ بنجاوین اور محمد بن مصعب نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو لکھا کہ
جب بندہ اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہے اور پھر ہاتھ اوٹھا کر یا رب کہتا ہے تو فرشتے
اوسکی آواز روک دیتے ہین اسیطرح دوسری بار اور تیسری بار اتفاق ہوتا ہے یہان تک کہ
چوتھی دفعہ جب یا رب کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے فرشتو مجھسے میرے بندے کی
آواز کب تک چھپاؤ گے میرے بندے نے جان لیا ہے کہ اوسکے لیے سوا میرے
اور کوئی پروردگار ایسا نہین جو گناہ بخشدے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اوسکو
بخشدیا۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ ایک رات خانہ کعبہ کا طواف مجھکو
تنہا نصیب ہوا اور وہ رات بہت اندھیری تھی مین نے ملتزم مین دروازہ کعبہ کے پاس
کھڑے ہوکر التجا کی کہ الہی مجھکو گناہ سے محفوظ رکھ کہ کبھی تیری نافرمانی نکرون اوسوقت
ہاتف غیبی نے خانہ کعبہ کے اندر سے آواز دی کہ ای ابراہیم تو ہم سے سوال عصمت کرتا ہے
اور سب ایماندار ایسا ہی چاہتے ہین پس اگر مین سب کو معصوم کرون تو اپنا فضل اور مغفرت
کس پر کرون اسی کے قریب نظامی گنجوی رح فرماتے ہین شعر

گناہ من ار نامدے در شمار		ترا نام کے بودے آمرزگار

اور حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ اگر ایماندار گناہ نکرے تو عالم غیب و اسرار آسمانی مین
اوڑتا پھرے مگر خدای تعالی نے گناہون کے باعث اوسکو پیچ قفیچ کر دیا ہے اور حضرت جنید
فرماتے ہین کہ اگر کرم کی نظر ہوگی تو بدون کو نیکون مین ملا دیگی - اور حضرت مالک بن دینار
ابان سے ملے اور اونسے فرمایا کہ کب تک لوگون کو تم رخصتون کی حدیثین سناؤگے انھون نے
جواب دیا کہ میان صاحب مجکو توقع ہے کہ قیامت کے روز خدای تعالی کا عفو تمکو اتنا نظر آویگا
کہ خوشی کے مارے جامے مین نسماؤگے - اور ربعی بن حراش تابعی اپنے بھائی کا حال جو عمدہ
تابعین مین سے تھے اور موت کے بعد گفتگو اونھون نے ہی کی تھی اسطرح بیان کرتے ہین
کہ جب میرے بھائی کی وفات ہوئی تو اونکو کفن دیکر جنازہ تیار کیا اونھون نے کفن اپنے منہ پر سے
ہٹایا اور سیدھے بیٹھکر کہا کہ مین نے اپنے رب سے ملاقات کی اوسنے میری خاطرداری راحت
اور روزی سے فرمائی اور خداوند کریم مجھسے ناراض نہ تھا اور جتنا گمان ہے اوس سے بہت مین نے
یہ امر آسان پایا اب سستی نکرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض سب میری
راہ دیکھ رہے ہین کہ مین اونکے پاس پھر کر جاؤن یہ کہکر پھر گر پڑے جیسے کنکر کسی طشت مین
گرتی ہے ہمنے اونکو اوٹھاکر دفن کیا - اور حدیث مین یہ قصہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل مین سے
دو شخصون نے آپس مین خدا کیواسطے بھائی چارہ کیا تھا ایک اون دونون مین سے اپنے نفس پر زیادتی
کرتا تھا اور دوسرا عابد تھا اور ہمیشہ اوسکو وعظ و ملامت کیا کرتا وہ اوسکے جواب مین کہدیتا
کہ مین جانون اور میرا پروردگار تم میرے اوپر ناظر مقرر نہین یہان تک کہ ایک روز اوس عابد نے
اوس دوسرے شخص کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے مین آکر کہا کہ خدا تجھکو نہ بخشیگا خدای تعالی
اوس عاصی سے قیامت کے روز فرماویگا کہ کیا کسیکو یہ تاب و طاقت ہے کہ میری رحمت میرے
بندون سے روک لے جا مین نے تجھکو بخشدیا اور عابد سے ارشاد فرماویگا کہ تجھپر مین نے دوزخ کو
لازم کر دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عابد نے ایسی ایک بات کہی جس سے
اپنی دنیا و دین خراب کر دی - اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک چور چالیس برس تک
راہزنی کیا کرتا تھا اوسکے پاس حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر ہوا اور آپکے پیچھے ایک عابد
حوارین مین سے بھی تھا چور نے اپنے دلمین کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہان کو گذرتے ہین اور اونکے پہلو مین
ایک حواری بھی ہے اگر مین بھی اوتر کر انکے ساتھ ہولون تو بہتر ہے یہ ارادہ کرکے اوترا اور
چاہتا تھا کہ عابد کے قریب جاوے مگر اوسکی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کرکے کہتا تھا کہ مجھ جیسے

شخص کو اس عابد کے برابر چلنا نہین چاہتا او وہ عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ چور آتا ہے تو اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص میری برابری کرتا ہے اس خیال سے اوس سے کنارہ کر کے آگے بڑہ گیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے برابر چلنے لگا صرف چور پیچھے رہگیا راوی کہتے ہین کہ خدای تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونون سے کہدو کہ تمہارے پہلے عمل بنئے باطل کر دیے اب نئے سر سے عمل کرو حواری کی حسنات جاتی رہین اسوجہ سے کہ اسنے اپنے نفس پر عجب کیا اور اس دوسرے شخص کی برائیان مٹادین اسلیے کہ اسنے اپنے نفس کو حقیر جانا حضرت نے بموجب حکم کے اون دونون کو اطلاع کر دی اور چور کو اپنے ساتھ لیا اور اوسکو حواری کیا۔ اور مسروق رض سے روایت ہے کہ ایک نبی انبیا علیہم السلام مین سے سجدے مین تھے کہ کسی سرکش نے اونکی گردن پر پانون ایسے زور سے رکھا کہ کنکر اونکی پیشانی مین گھس گیا اونھون نے سر اوٹھا کر غصے مین اوسکو فرمایا کہ جا تجکو خدا ہرگز نہ بخشیگا اوسیوقت اونپر وحی آئی کہ میرے بندون کے باب مین مجھپر قسم کھاتے ہو مین نے اوسکو بخشدیا۔ اور اسی کے قریب وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لیے بدعا نماز مین کیا کرتے تھے تو یہ آیت اوتری لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ آپ نے بدعا چھوڑ دی اور اللہ تعالی نے اونمین سے اکثر لوگون کو مشرف باسلام فرمایا۔ اور روایت ہے کہ دو شخص عابد و نمین سے عبادت مین برابر تھے جب وہ جنت مین گئے تو ایک کو بہ نسبت دوسرے کے اونچا درجہ ملا اوس کم رتبہ والے نے عرض کیا کہ الٰہی دنیا مین اس شخص نے مجھسے زیادہ عبادت نہین کی مگر تو نے اوسکو بڑا رتبہ عنایت فرمایا اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ شخص مجھسے دنیا مین بڑے درجون کی درخواست کیا کرتا اور تو صرف آتش دوزخ سے نجات کی دعا مانگا کرتا تھا مین نے ہر ایک بندے کو اوسکی درخواست کے بموجب عنایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت رجا کے ساتھ کرنی افضل ہے اسواسطے کہ رجا والے پر محبت غالب ہوا کرتی ہے بہ نسبت خائف کے دیکھو جو بادشاہ کی اوسکی خدمت عقاب کے خوف سے کرین اور دوسرے کی خدمت انعام کی توقع سے کرین تو ان دونون مین بہت فرق ہوگا اسی جہت سے خدای تعالی نے حکم حسن ظن کا فرمایا ہے اور ہمین لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے بڑے بڑے درجات طلب کرو کیونکہ تم سخی سے مانگتے ہو اور ...

یہ روایت ... الفاظ سے احیاء کے ترمذی نے بروایت ابن مسعود یون نقل کیا ہے سلوا اللہ من فضلہ فان اللہ یحب ان یسال

اونہون نے فرمایا کہ جب تم خدای تعالی سے کچھہ سوال کرو تو نہایت رغبت سے مانگو اور فردوس اعلی کی درخواست کرو اسلیے کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین جسکو وہ ندے سکے۔ بکر بن سلیم صواف فرماتے ہین کہ ہم مالک بن انس کے پاس اوس شام کو گئے جسمین اونکا انتقال ہوا ہمنے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے اونھون نے فرمایا کہ مجھے نہین معلوم کہ تمکو کیا جواب دون مگر عنقریب تم خدای تعالی کا عفو اتنا دیکھوگے جسکا کچھہ تمکو گمان بھی نہوگا پھر ہم وہان ہی تھے یہانتک کہ آپ کی انکھین ہم ہی نے بند کین۔ اور یحیی بن معاذ رح اپنی مناجات مین کہتے کہ جو توقع مجکو گناہون کے ساتھہ تجھسے ہے وہ اوس توقع سے بڑی ہوجاتی ہے جو مجکو اعمال کے ساتھہ تجھسے ہے اسواسطے کہ اعمال مین مرا اعتماد اخلاص پر ہے اور وہ مجھہ مین کہان سے آیا تھا مین تو آفت مین معروف ہون اور گناہون کے ساتھہ مجکو تیرے عفو پر بھروسا ہوتا ہے تو پھر تو کیسے گناہ نہ بخشیگا تو تو جود مین موصوف ہے۔ روایت ہے کہ ایک مجوسی نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے یہان مہمان ہونا چاہا آپنے اوس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہوجاوے تو مین کھانا کھلاؤنگا وہ مجوسی چلا گیا اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ تمنے اوسکے دین کے اختلاف کے باعث اوسکو کھانا نہ کھلایا ہم اوسکو ستر برس سے باوجود کفر کے کھانا دیے چلے جاتے ہین اگر تم ایک رات کھلا دیتے تو کیا تھا حضرت ابراہیم اوسیوقت اوس مجوسی کے پیچھے دوڑتے گئے اور اوسکو پھٹا لائے اور ضیافت کی مجوسی نے پوچھا کہ اب سبب ضیافت کیا ہے اول تو آپ نے انکار ہی کردیا تھا آپنے سارا قصہ اوس سے مذکور فرمایا مجوسی نے عرض کیا کہ خدای تعالی مجھسے یہ معاملہ کرتا ہے پھر آپ سے عرض کرکے مسلمان ہوگیا۔ اور استاد ابو سہل صعلوکی جو ہمیشہ ڈرانے مین معروف تھے اونھون نے ابو سہل زجاجی کو خواب مین دیکھا اور حال پوچھا اونھون نے جواب دیا کہ جسقدر تم ڈرایا کرتے تھے اوس سے ہم نے معاملہ سہل دیکھا اور کسی نے استاد ابو سہل کو بہت عمدہ صورت مین خواب مین دیکھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا اور پوچھا کہ یہ درجہ تمکو کیسے ملا اونھون نے کہا کہ میرے حسن ظن کے باعث یعنی خدای تعالی کے ساتھہ مجھکو اچھا گمان تھا ویسا ہی ہوا اور ابو العباس بن شریح رحمہ نے اپنے مرض موت مین خواب دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور خداوند جبار ارشاد فرماتا ہے کہ علما کہان ہین جب وہ حاضر ہوے تو ان سے سوال ہوا کہ تمنے اپنے علم سے کیا عمل کیا سب علما نے جواب دیا کہ الہی ہمسے تقصیر ہوئی اور ہمنے برا کیا

راوی کہتے ہین کہ گویا یہ جواب جناب باری مین پسند ہوا اور پھر وہی سوال ہوا تاکہ کوئی اور
جواب دیوین ابن شریح کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ میرے نامۂ اعمال مین شرک نہین اور تونے
وعدہ کرلیا ہے کہ شرک سے کمتر گناہ کو معاف کردونگا حکم ہوا کہ اسکو لیجاؤ ہم نے سبکو بخشدیا
اور یہ بزرگ اس جواب سے تین دن کے بعد رحلت کر گئے۔ اور روایت ہے کہ ایک آدمی بہت
شراب خوار تھا ایکبار اپنے ہم مشربون کو جمع کرکے چار درم غلام کو دیے کہ اس مجلس کے واسطے
کچھ میوہ خرید لا وہ غلام منصور بن عمار کے دروازے پر پہونچا وہ اوسوقت کسی فقیر کے لیے
کچھ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس فقیر کو چار درم دیگا مین اوسکے لیے چار دعا
مانگونگا غلام نے یہ سنکر چارون درم اوس فقیر کو دیدیے منصور نے غلام سے پوچھا کہ تیرا
مطلب کیا ہے کس چیز کیواسطے دعا مانگون اوسنے کہا کہ میرا ایک آقا ہے مین یہ چاہتا ہون
کہ اوس سے مجکو نجات ملے منصور نے دعا کی اور پوچھا کہ دوسرا مطلب بیان کر اوسنے کہا کہ ان
درمون کا عوض خداے تعالی مجھکو عنایت کرے اونھون نے یہ بھی دعا کی اور پوچھا
تیسری غرض کیا ہے اوسنے کہا کہ خداے تعالی میرے آقا کو توبہ نصیب کرے اور اوسکی
توبہ قبول ہو اونھون نے دعا کرکے چوتھی بات پوچھی اوسنے کہا کہ خداے تعالی میری اور تیری
اور میرے آقا کے اور قوم کی سبکی مغفرت کرے منصور نے یہ دعا بھی کی پھر وہ غلام واپس آیا
اوسکے آقا نے پوچھا کہ تو نے دیر کیون کی اوسنے تمام قصہ کہا اوسنے پوچھا کہ پھر اون
چارون دعا کی تشریح کر اوسنے کہا کہ اول دعا تو یہ منگوائی کہ مین آزاد ہوجاؤن آقا نے جواب
دیا کہ جا تو آزاد ہے دوسری دعا کیا تھی اوسنے کہا کہ خداے تعالی میرے درمون کا عوض مجھکو
دے آقا نے کہا کہ تجکو چار ہزار درم ہمنے دیے تیسری دعا بتلا اوسنے کہا کہ آپ کو خداے تعالی
توبۂ نصوح نصیب کرے آقا نے کہا کہ مین نے توبہ کی اب چوتھی دعا بتلا اوسنے کہا کہ
چوتھی یہ تھی کہ خداے تعالی مجھکو اور تجھکو اور قوم کو اور منصور کو بخشدے آقا نے کہا کہ یہ بات
میرے اختیار مین نہین جب اوس رات سویا تو خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے
کہ جو بات تیرے اختیار مین تھی وہ تو کرچکا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو ہمارے اختیار مین ہے
ہم نہ کرینگے ہم نے تجکو اور غلام اور منصور بن عمار اور سب حاضرین وقت کو بخشدیا۔ اور
عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت
ایک جنازہ لیے جاتے ہین مین نے عورت کیطرف کا پایہ لے لیا اور قبرستان مین جاکر

بعد نماز اوس میت کو دفن کیا پھر مین نے اوس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا
اوسنے کہا کہ میرا بیٹا تھا مین نے پوچھا کہ تمھارے کوئی پڑوسی نہ تھا اوسنے کہا کہ پڑوسی
کیون نہین ہین مگر اس مرنے کو حقیر سمجھتے تھے مین نے پوچھا کہ اسمین کیا برائی تھی اوسنے کہا
کہ یہ لڑکا مخنث تھا مجھے اوس عورت پر رحم آیا اور اوسکو اپنے گھر لیا اور کچھ نقد اور جنس اور کپڑا
دیا اور اوسی رات مین نے خواب مین دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھوین رات کا
چاند ہے اور سفید کپڑے پہنے ہے اور میرا شکر گزار ہے مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے
کہا کہ مین وہی مخنث ہون جسکو تمنے آج دفن کیا تھا لوگون نے جو مجھکو حقیر سمجھا اس لیے
خدای تعالی نے مجھپر رحم کیا - اور ابراہیم اطروش سے روایت ہے کہ ہم بغداد مین دجلہ کے
کنارے پر حضرت معروف کرخی کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اوس میان مین ایک چھوٹی سی ڈونگی
پر کچھ جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے لوگون نے حضرت
معروف کرخی رح کی خدمت مین عرض کیا کہ دیکھیے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہین
انپر بد دعا کیجیے آپنے ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی جیسا تونے انکو دنیا مین خوش کیا
آخرت مین بھی خوش کر لوگون نے عرض کیا کہ ہماری عرض تو یہ تھی کہ آپ انپر بد دعا کرین
آپ نے فرمایا کہ اگر خدای تعالی انکو آخرت مین خوش کریگا تو اول دنیا مین تائب کردیگا
یعنی خلاصہ میری دعا کا یہ ہے کہ اونکو ان حرکات سے توبہ نصیب کرے - اور بعض لوگ بد دعا
مین یون کہتے کہ الٰہی دنیا مین کون ایسا ہے جو تیری نافرمانی نکرتا ہو مگر تیری نعمت سب کے
اوپر کامل اور رزق جاری ہے تیری شان بہت بڑی ہے اور حلم نہایت افزون کہ تیری
نافرمانی بھی ہوتی ہے مگر تو رزق دیے چلا جاتا ہے اور نعمت پوری عنایت فرماتا ہے
گویا کہ پروردگار تو غصہ ہی نہین ہوتا - حاصل یہ کہ یہ اسباب ایسے ہین جنسے رجا کی روح
خوف والون اور ناامیدون کے دلون مین پڑتی ہے مگر احمق و مغرورون کو ہرگز ان
باتون مین سے کچھ سنانا نہین چاہیے اونکے لیے وہ ہے جو ہم اس باب خوف مین عنقریب
لکھتے ہین اسواسطے کہ اکثر لوگ صرف خوف ہی سے صلاح پر آتے ہین جیسے کہ شریر غلام
اور لڑکا بدون کوڑے اور چھڑی اور سخت کلامی کے درست نہین ہوتا اگر انکے ملاف
اوسے برتا جاوے تو اونکو دین و دنیا کی بہتری مین خلل واقع ہو

دوسری فصل خوف کے بیان مین اور اوسمین نو بیان ہین اول بیان خوف کی حقیقت مین

واضح ہو کہ خوف درد دل و سوزش درونی کا نام ہے جو زمان آیندہ کی کسی بری توقع سے
سبب ہوتا ہے اور رجا کی حقیقت کے بیان مین یہ بات خوب معلوم ہو چکی ہے اور جو شخص
کہ خداے تعالی کے ساتھہ مانوس ہوا اور حق اوسکے دل پر محیط ہو جاوے کہ ہمیشہ جمال حق کا
مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے زمانے کا یکتا ہو تو ایسے شخص کو کچھہ توجہ زمانہ مستقبل پر نہین رہتی
اس جہت سے اوسکو نہ خوف ہوتا ہے نہ رجا بلکہ اوسکا حال ان دونون سے اعلی ہوتا ہے
اسلیے کہ یہ دونون چیزین تو دو باگین ہین کہ نفس کو اوسکی رعونتوں پر نہین جانے دیتین اور
اسیکی طرف اشارہ کیا ہے واسطی رحمہ نے اپنے قول مین کہ خوف حجاب ہے درمیان خدا تعالی
اور بندے کے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ جب باطن پر حق غالب ہوتا ہے تو دل مین
گنجایش رجا اور خوف کی نہین رہتی خلاصہ یہ کہ محب کا دل اگر مشاہدہ محبوب مین خوف سے اگر
مشغول ہوگا تو مشاہدہ مین نقصان ہوگا بلکہ مشاہدہ کا مدام رہنا انتہاے مقامات ہے لیکن
اب ہم شروع مقامات مین گفتگو کرتے ہین جہان خوف بھی ہوتا ہے پس کہتے ہین کہ حالت
خوف بھی تین چیزون سے مرکب ہوتی ہے اول علم دوم حال سوم عمل علم سے وہ علم مقصود ہے
جس سے ادراک اوس سبب کا ہو جو برائی پہونچاوے مثلا کسی شخص نے کسی بادشاہ کا قصور کیا
اور پھر اوسکے ہاتھہ مین اسیر ہوا تو اوسکو ڈر اپنے مارے جانیکا ہوگا ہر چند معاف ہو جانا اور
بھاگ جانا بھی ممکن ہے الا اوسکے دلکو صدمہ خوف کا اوسیقدر ہوگا جسقدر علم اسباب موجب
قتل کا قوی ہوگا اور وہ اسباب یہ ہین کہ اپنے قصور کا بڑا ہونا اور بادشاہ کا بذات خاص کینہ ور
اور غضبناک اور انتقام کش ہونا اور اوسپر ایسے لوگون کا محیط ہونا جو انتقام پر آمادہ کرین اور
کسی سفارشی کا اوسکے باب مین وہان نہونا اور خود خائف کا تمام وسائل اور حسنات سے
عاری ہونا جنسے اپنے قصور کا نشان صفحہ خاطر بادشاہ سے مٹا سکے پس ان اسباب کا جمع ہونا
اور اونکا علم مجرم کو ہونا سبب قوت خوف اور شدت صدمہ دل کا ہے اور جسقدر یہ اسباب
ضعیف ہونگے اوسیقدر خوف بھی کم ہوگا اور کبھی خوف کسی قصور کے کرنے سے نہین ہوتا
بلکہ خوف کی چیز کی خاصیت کے جاننے سے ہوتا ہے مثلا کوئی شخص کسی درندے کے
پنجے مین گرفتار ہو تو اوسکو درندے کا خوف اسی جہت سے ہے کہ اوسکا وصف چیر پھاڑ کا
معلوم ہے گویہ وصف درندے کا اختیاری ہے اور کبھی خوف ایسے وصف سے ہوتا ہے
جو ڈر کی چیز مین اختیاری نہین ہوتا بلکہ سرشت مین ہوتا ہے جیسے کوئی رو کی دھار مین

جاپڑے یا جہان آگ لگی ہو اوسکے پاس رہتا ہو تو پانی اور آگ کا خوف اسی جہت سے ہے
کہ یہ چیزین اپنی طبیعت کی رو سے ڈبونے اور جلانے پر مجبول ہین غرضکہ علم برے اسباب کا
اس بات کا سبب ہوتا ہے کہ اوس سے سوزش دل اور درد درونی اوٹھے اور اسی سوزش کا نام
خوف ہے اسیطرح خدا سے خوف کرنا کبھی تو خدای تعالی کی معرفت اور اوسکے صفات سے کہ
جاننے سے ہوتا ہے کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کردے تو اوسکو کچھ پروا نہو اور نہ اوسکو کوئی روک سکے
اور کبھی بندہ اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث خوف کرتا ہے اور کبھی ان دونون باتون کے
جمع ہونے سے ہوتا ہے اور جسقدر کہ اپنی برائیان اور خدای تعالی کی بزرگی اور اوسکا استغنا
معلوم ہوگا اور یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اوس سے کوئی پوچھنے والا نہین اور بندون سے ہر ایک
بات کی پرسش ہوگی اوسیقدر خوف کو بھی قوت ہوگی اس سے یہ لازم آیا کہ سب سے زیادہ خدای تعالی
سے وہی شخص ڈریگا جو اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا ہوگا اور اسی جہت سے
حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ بخدا مین تمھاری نسبت خدای تعالی کا خوف زیادہ کرتا ہون
اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ پھر جب یہ معرفت پوری
ہوتی ہے تو مورث حالت خوف اور سوزش دل کی ہوتی ہے پھر اثر اس سوزش کا دل سے
بدن اور اعضا اور صفات پر پہونچتا ہے۔ بدن مین اسکی تاثیر لاغری اور زردی اور بیہوشی
اور رونا اور چیخنا ہے اور کبھی اس سوزش کے باعث پتا پھٹ جاتا ہے اور موجب موت
ہوتا ہے یا اگر حرارت مذکور دماغ مین چڑھ جاتی ہے تو عقل فاسد ہو جاتی ہے اور اگر یہہ
حرارت قوی ہوتی ہے تو مورث ناامیدی اور یاس کی ہوتی ہے۔ اور اعضا مین اسکی
تاثیر یہ ہے کہ اونکو گناہون سے روکتی ہے اور طاعات کا مقید کردیتی ہے تاکہ تلافی تقصیر
گذشتہ اور استعداد آئندہ حاصل ہو اور اسیواسطے کہتے ہین کہ خائف اوسکو نہین کہتے جو رو کر
اپنی آنکھین پونچھ ڈالے بلکہ خائف وہ ہے کہ جس چیز سے خوف سزا جانے اوسکو چھوڑ دے
اور ابو القاسم حکیم رح کہتے ہین کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے اوس سے دور بھاگتا ہے مگر
جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اوسیکی طرف بھاگتا ہے۔ اور ذو النون رح سے کسینے پوچھا کہ بندہ
خائف کب ہوتا ہے اونھونے فرمایا کہ جب اپنے آپ کو مریض کیطرح بنالے جو زیادتی مرض
کے خوف سے پرہیز کیا کرتا ہے۔ اور صفات مین اثر خوف سے شہوات کی بیخ کنی ہوجاتی
ہے اور لذات سب مکدر معلوم ہوتے ہین یہان تک کہ جو گناہ محبوب تھے وہ برے معلوم ہونے

ح بخاری بروایت انس

اللہ سے اوسکے بندون مین علما ہی ڈرتے ہین

جیسے کسیکو شہد کی رغبت ہو مگر جب سنے کہ اسمین زہر ہے تو خوف کے مارے رغبت اوسکی نہین رہتی اسیطرح اور شہوات کا حال ہوتا ہے کہ خوف سے جلجاتے ہین اور اعضا مین ادب آجاتا ہے اور دل مین انکسار اور خشوع اور سکنت آتی ہے اور کبر اور حقد اور حسد دور ہوتی ہے بلکہ تمام ہمت اپنے خوف ہی مین آدمی لگ جاتا ہے اور اپنے انجام کار کا خطرہ مد نظر رکھتا ہے اور چیز کیطرف مشغول ہونے کی فرصت ہی نہین رہتی بجز مراقبہ اور محاسبہ اور مجاہدہ کے اور کام نہین کرتا ایک ایک سانس اور ایک ایک لحظہ اور قدم اور الفاظ کے ضائع کرنے کا بخل ہوجاتا ہے اور اوسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی موذی درندہ کے پنجے مین پڑجاے اور اوسکو یہ معلوم ہو کہ اسکی غفلت مین مین بھاگ جاونگا یا اسکے منہ مین لقمہ اجل ہونگا تو ایسی صورت مین اوس شخص کا ظاہر و باطن اوسی درندے کیطرف لگا رہیگا غیر چیز کو دل اوسمین آنے کی نہوگی یہی حال اوس شخص کا ہوتا ہے جسپر غلبہ خوف زیادہ ہو اور کچھہ لوگونکا صحابہ و تابعین مین سے یہی حال تھا۔ اور مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ اوسیقدر قوی ہوتا ہے جتنا قوی خوف ہوتا ہے جو درد دل اور اوسکی سوزش کا نام ہے اور خوف کو اوسیقدر قوت ہوتی ہے جسقدر کہ معرفت خداے تعالی کے جلال اور صفات اور افعال کی اور اپنے نفس کے عیوب کی اور اون خطرون اور دہشتون کی جو نفس کو پیش آمدنی ہین قوی ہوتی ہے اور تاثیر خوف کے ظاہر ہونے کا عمل مین ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی محرمات اور ممنوعات شرعی سے باز رہے اور حرام چیزون سے باز رہنے کو ورع کہتے ہین اگر خوف کو اور قوت زیادہ ہوگی تو ایسے اشیا سے بھی باز رہیگا جنمین امکان حرمت کا آسکتا ہو یعنی جو اشیا یقینی حرام نہین کچھہ شبہہ اونکی حرمت کا ہے اونسے بھی ہاتھہ کھینچے گا اس رتبے کا نام تقوی ہے کیونکہ تقوی اوسیکو کہتے ہین کہ شبہے کی چیز کو ترک کرے اور یقینی پہ عمل کرے اور کبھی یہ حال ہوتا ہے کہ ایسی چیزون کو جنمین کچھہ مضائقہ نہین ہوتا شبہات کے خوف کے باعث ترک کر دیتا ہے اس رتبے کا نام صدق در تقوی ہے اور اگر اسپر اتنی بات اور زیادہ ہو کہ تجرد بھی ہو یعنی محض اونہین اشیا کو استعمال کرے جو اسکے کام کی ہین مثلاً جس گھر مین نہ رہتا ہو اوسکی تعمیر نہ کرے اور جو کھانے کی چیز نہو اوسکو جمع نکرے اور دنیا کی طرف التفات نکرے اور جانے کہ یہ مجھسے علیحدہ ہوجاوے گی اور کوئی سانس اپنا غیر خداے تعالی مین صرف نکرے تو اوسکا نام صدق ہے اور ایسے شخص کو صدیق کہنا

زیبا ہے اور یہ درجات ایسی طرح ہین کہ اوپر کا درجہ نیچے والے سے عام ہے اور اوسمین
نیچے کا درجہ داخل ہے مثلاً صدق مین تقوی داخل ہے اور تقوی مین ورع اور ورع مین
عفت کیونکہ عفت نام اوسی ورع کا ہے جو صرف مقتضاے شہوت سے باز رہنے کی لیے
ہو۔ غرضکہ تاثیر خوف کی اعضا مین رُکنے سے بھی ہے اور اعمال پر مبادرت کرنے سے بھی
مگر اعضا جو اعمال سے باز رہتے ہین تو ہر ایک چیز سے باز رہنے مین ایک نیا نام ہوجاتا ہے
مثلاً اگر شہوت سے باز رہین تو اس رُکنے کو عفت کہتے ہین اور اس سے اوپر مرتبہ ورع کا ہے
جو اسکی نسبت عام ہے کیونکہ ورع ہر ممنوع چیز سے رُکنے کو کہتے ہین تخصیص شہوت کی نہین
اور ورع سے بڑھکر تقوی ہے ہو اسطے کہ تقوی ممنوع اور شبہے کی چیز دونون سے باز رہنے کا
نام ہے اور اوس سے بڑھکر صدق اور قرب ہے کہ شبہے کے خوف سے مباح چیز سے باز رہنے کا
نام ہوا اور چونکہ ان درجات مین سے ہر ایک درجہ اپنے پہلے درجے سے بڑھکر ہے تو اگر سب سے
آخر کا درجہ بولا جاویگا تو اوسمین گویا سب درجے آجاوینگے مثلاً اگر یون کہو کہ انسان عربی ہے
یا عجمی اور عربی یا قرشی ہے یا نہین اور قرشی ہاشمی ہے یا نہین اور ہاشمی یا اولاد علی ہے
یا نہین اور اولاد حضرت علی رضہ کی یا حسنی ہے یا حسینی تو سب سے بڑھکر درجہ انسان مین حسنی اور
حسینی ہوگا پس اگر کسی شخص کو مثلاً حسینی کہوگے تو اوسمین سب نیچے کے اوصاف ضرور ہونگے
مثلاً وہ حضرت علی کی اولاد اور ہاشمی اور قرشی اور عربی ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو صدیق
کہین تو اس رتبے کے نیچے جتنے اوصاف ہین وہ سب اوسمین ہونگے یعنی صدیق کہنا ایسا ہے
کہ وہ شخص متقی اور صاحب ورع اور عفت والا ہے تو یہ نہ گمان چاہیے کہ ان درجات کی جو الفاظ
جدا جدا ہین انکے معانی بھی ایک دوسرے سے متباین اور علیحدہ ہونگے اگر ایسا سمجھا جاویگا
تو امر حق مشتبہ ہوجاویگا چنانچہ جو لوگ الفاظ سے معانی کی طلب کیا کرتے ہین اونکا یہی حال
ہوتا ہے اگر الفاظ کو تابع معانی کرین تو ہرگز شبہے مین نہ پڑین۔ یہ ہے اشارہ خوف کے
معنی کلی کا اور اوس چیز کا جسکو اوپر کیطرف سے متضمن ہے یعنی وہ معرفت جو موجب خوف
ہوتی ہے اور جسکو نیچے کیطرف سے شامل ہے یعنی وہ اعمال جو خوف کے سبب صادر ہوتے ہین یا متروک
دوسرا بیان خوف کے درجات کا اور قوت وضعف مین اوسکے مختلف ہونے کا
یہ تو پہلے گذر چکا کہ خوف اچھی چیز ہے اور کبھی قیاس اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ اچھی چیز
جتنی قوی اور زیادہ ہوگی اوتنی ہی خوبی کی بات ہے اس اعتبار سے خوف کی قوت و شدت

جسقدر ہو بہتر ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ خوف ایک تازیانہ ہے کہ جس سے
خداے تعالی اپنے بندون کو علم وعمل کی مواظبت کے لیے ہنکاتا ہے تاکہ اون دونون سے
مرتبہ قرب الہی حاصل ہو اور چوپایہ اور لڑکے سے کسیدم کو بُرے کو علیحدہ نہین کرنا چاہیے
مگر اس سے بچانا چاہیے کہ بہت پیٹنا اچھا ہے بلکہ اوسکی ایک حد معین ہے اسیطرح خوف
کے لیے بھی کمی اور بیشی ہے اور عمدہ بات اعتدال ہے جو خوف کہ کم ہو اوسکو مثل
عورتون کے رونے کے جاننا چاہیے کہ جب کوئی آیت قرآنی سنتی مین یا اور کوئی سبب
خوفناک پیش آتا ہے تو ذرا رونے اور آنسو بہانے لگتی ہین جب وہ سبب آنکھون سے غائب ہوا
تو دل غفلت کیطرف رجوع کرتا ہے تو اسطرح کا خوف حد اعتدال سے کم ہے اور اوسمین
فائدہ بھی قلیل ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے بڑے قوی جانور کے ایک نرم وکمزور
ٹھنی درخت کی مارو کہ اس سے نہ اوسکو رنج پہونچیگا اور نہ روبراہ ہوگا اور نہ کام چلنے دیگا
دیگا۔ اور لوگونکا خوف سبکا اسی قسم کا ہے عارف اور علما البتہ اس سے مستثنی ہین اور
ہماری غرض علما سے وہ عالم نہین کہ لباس عالمون کا سا پہن لیا اور نام کے فاضل
بنگئے ایسے لوگ تو سب لوگون سے زیادہ بیخوف ہین بلکہ ہماری غرض عالمون سے وہ لوگ
ہین جو خداے تعالی اور اوسکی نعمتون اور افعال کو جانتے ہین اور ایسے لوگون کا وجود آج
کم ہے اور اسی جہت سے حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جب تم سے کوئی
سوال کرے کہ خداے تعالی سے ڈرتے ہو تو اوسکے جواب مین چپ ہو رہو کیونکہ اگر کہو گے
نہین ڈرتے تو کافر ہو جاؤگے اور اگر کہوگے کہ ڈرتے ہین تو جھوٹے ہوگے اور اسمین یہ بھی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو
اعضا کو گناہون سے روکدے اور طاعات کا پابند کرے اور جب تک تاثیر خوف کی اعضا مین نہوگی
تو اوسکا نام وسوسہ وجنبش خاطر کہنا چاہیے اوسکو خوف کہنا زیبا نہین ہے اور حد اعتدال سے
زیادہ خوف یہ ہے کہ آدمی نا امیدی اور یاس مین جا پڑے اور یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ عمل کا
مانع ہے حالانکہ غرض خوف سے وہی ہے جو کوڑے سے ہوتی ہے کہ کام پر آمادہ کرنا
اور اگر خوف مین عمل ہی نہوا تو خوبی کی بات نہوگی کیونکہ حقیقت مین تو نقصان ہے اور وجہ
نقصان کی یہ ہے کہ منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی ہے جہل تو یہ ہے کہ اپنے انجام کار
کو نہین جانتا اور اگر جانتا تو خائف نہوتا کیونکہ خائف وہی ہے کہ انجام مین تردد رکھتا ہے
اور عاجزی یہ ہے کہ اس امر سے ایسے ایک پیچ مین پڑا جاتا ہے کہ جسکے دور کرنے کی قدرت

دیکھنے سے محترز رہے۔ اور قول یہ ہے کہ سلطان ظالم کے لیے دعا اور ثنا کرے یا جو کوئی صریح باطل اوسکی زبان سے نکلے تو کہدے کہ حضور بجا فرماتے ہین یا سر سے اشارہ کرے کہ درست ہے یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اوسکی محبت اور طرفداری کا اظہار کرے اور شوق ملازمت اور اوسکی عمر دراز ہونے اور باقی رہنے کی حرص بیان کرے کیونکہ غالب یہی ہے کہ دربار مین جا کر صرف سلام کر کے کھڑا نہ رہیگا کچھ نہ کچھ بولے گا تو وہان کی کلام انھین اقسام مین سے کوئی نہ کوئی ہوگی۔ دعا مین سے ظالم کے لیے یہ الفاظ حلال ہین خدا تعالی آپ کو نیکی دے یا اللہ تعالی آپ کو توفیق خیر عنایت فرماوے یا ایزد تعالی اپنی طاعت مین آپکی زندگی زیادہ کرے یا جو اس قسم کے الفاظ ہون لیکن اوسکو ولی کہکر طول بقا اور حراست اور اتمام نعمت کی دعا مانگنی جائز نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَاءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ يُعْصَى اللّٰهُ فِي اَرْضِهٖ اور اگر دعا مین مبالغہ کر کے اوسکی ثنا کریگا تو عجب نہین کہ وہ صفات ذکر کرے جو اوسمین نہون تو اوس سے جھوٹا اور منافق اور ظالم کا اکرام کرنیوالا ہوگا اور یہ تینون گناہ ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غصہ کرتا ہے جسوقت کہ فاسق کی تعریف کیجاتی ہے اور ایک اور حدیث مین ہے مَنْ اَكْرَمَ فَاسِقًا فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ اور اگر ثنا سے گذر کر اوس کے قول کو سچا کہے گا یا اوس کے افعال کو اچھا بتاوے گا تو گنہگار ہوگا اسلیے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور اوسپر ثنا کرنی گویا اوس معصیت پر مدد کرنا ہے اور اوسکی رغبت پر جنبش دینا جیسے کہ بُرا کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا کسی کام کے زجر اور اوسکے لوازم کے ضعیف کرنے مین مفید ہوتا ہے اور معصیت پر اعانت کرنا بھی معصیت ہی اگر ایک لفظ کے آدھی ہی سے ہو۔ حضرت سفیان ثوری رح سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل مین مرا جاتا ہے اوسکو پانی پلانا چاہیے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اوسکو مرنے دینا چاہیے کیونکہ پانی پلانا اوسکی اعانت ہی اور دوسرے لوگون کا اس مسئلہ مین یہ قول ہے کہ اوسکو پانی اتنا پلاوے کہ اوسکے دم مین دم آجاوے۔ اور اگر ثنا سے تجاوز کر کے اظہار محبت اور شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہوگا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت مین مبتلا ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو ظالم کی محبت اور دیر پائی چاہنے کے باعث گنہگار ہوگا کیونکہ

جس نے فاسق کی تعظیم کی اوس نے اسلام کے ڈھانے مین اعانت کی

وہ مستحق اس بات کا ہے کہ اوس سے بغض فی اللہ کیا جاوے اور بغض فی اللہ واجب ہے اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونیوالا گناہگار ہے اور جو شخص ظالم سے محبت کریگا وہ اگر ظلم کے باعث کریگا تب تو اوسکی محبت کے سبب سے گناہگار ہوگا اور اگر کسی اور وجہ سے محبت کریگا تب ترک واجب کے سبب سے عاصی ہوگا کہ واجب یہ تھا کہ اوس سے بغض رکھے اور اوسنے بغض نہ کیا بلکہ اولٹی محبت کی - اور اگر ایک شخص مین دو باتین خیر و شر کی جمع ہون تو چاہیے خیر کی وجہ سے اوس سے محبت کیجاوے اور شر کی وجہ سے اوسکو برا جانا جاوے اور باب پنجم مین ہم بیان کرینگے کہ بغض اور محبت جمع کسطرح ہوسکتی ہین اب اگر ان سب باتون سے محفوظ رہے گو محفوظ رہنا معلوم تو اپنے دل مین خرابی آنے سے قطعی نہ بچیگا یعنے یہ دیکھیگا کہ ظالم اتنی بڑی آسایش مین ہے اور مجھپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کم ہے اور اس صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کا مرتکب ہوگا کہ آپنے فرمایا ہے یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى اَهْلِ الدُّنْيَا فَاِنَّهَا مُسْخِطَةٌ لِلرِّزْقِ - اسکے سوا اتنی خرابیان اسکے جانے مین اور ہونگی کہ دوسرے آدمی اسکا اقتدا کرینگے اور خود اون مین شریک ہوکر اونکی جماعت کو زیادہ کریگا اور اگر یہ شخص باعث اونکے تجمل کا ہوگا تو اپنے جانیسے اونکے تجمل کو بڑھاویگا اور یہ سب باتین یا مکروہ ہین یا ممنوع - منقول ہے کہ حضرت سعید بن مسیب سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان جو عبد الملک کے بیٹے تھے ان دونون کی بیعت کرلو آپنے فرمایا کہ جب تک رات دن بدلتے ہین مین دو کی بیعت نہ کرونگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتون سے منع فرمایا ہے لوگون نے کہا کہ تو ایک دروازہ سے گھسکر دوسرے سے نکل آئے آپنے فرمایا کہ بخدا کبھی نکرونگا اسلیے کہ کوئی میرا اقتدا کرے آپکے سو کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہان کا جانا منظور نکیا غرض کہ سلاطین کے پاس جانا بدون دو عذرون کے جائز نہین اول یہ کہ اونکی طرف سے امر الزامی حاضری کا ہو نہ پیام اکرامی اور یہ معلوم ہو کہ اگر مین نہ جاونگا تو مجکو ستاوینگے یا رعیت کی طاعت فاسد ہوجاویگی اور انتظام درہم برہم ہوگا تو اس صورت مین اوسپر جانا واجب ہے مگر نہ اونکی طاعت کو لیے بلکہ مصلحت خلق کے لحاظ سے کہ ولایت درہم برہم نہو - دوسرے یہ کہ اسلیے اونکے پاس جاوے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے ظلم کو دور کرے

جنکے دل پر ایسی چیز غالب ہوجاتی ہے جو بذات خود مکروہ نہین ہوتی بلکہ کسی دوسری چیز
باعث مکروہ ہوتی ہے مثلاً بعضون پر توبہ سے پیشتر مرجانے کا خوف غالب ہے اور بعضونکو توبہ شکنی
اور عہد شکنی کا اسی قسم کے خوف مین یہ خوف بھی داخل ہین کہ اس بات سے ڈرنا کہ حقوق
الٰہی کے پورا کرنے کے لیے ہماری قوت ضعیف ہے یا دل کی نرمی کے جاتے رہنے اور سختی کے
مبدل ہونے کا خوف یا استقامت سے ٹل جانے کا خوف یا اتباع شہوات مین عادت کے
مستولی ہونے کا خوف یا اس بات سے ڈرنا کہ کہین خدای تعالی ہمکو ہماری حسنات کے حوالہ
نہ کردے جنپر ہمکو بھروسا ہے اور بندون مین اونکے باعث ہماری عزت ہے یا کثرت نعمای
الٰہی سے اترانے کا ڈر یا اللہ کیطرف سے اعراض کرکے غیر اللہ کیطرف مشغول ہونے کا
ڈر یا پے در پے نعمتون کے آنے سے مہلت ملنے کا خوف یا طاعات کے مکر و فریب خدا کے حضور مین
منکشف ہونے کا ڈر یا لوگون کے باب مین جو کچھہ غیبت اور خیانت اور کینہ اور بدمعاملگی
کی ہو اوسکی خبر کا خوف یا یہ ڈر کہ نہ معلوم بقیہ زندگی مین کیا کیا قصور سرزد ہونگے یا گناہونکی
سزا دنیا مین ہوتی اور موت سے پہلے رسوا ہونے کا خوف یا دنیا کی زیبایش سے دھوکے
مین پڑجانے کا خوف یا اپنے باطن پر غفلت کی حالت مین خدای تعالی کے واقف ہونے کا
ڈر یا موت کے وقت برا خاتمہ ہونے کا خوف یا اپنی تقدیر سابق ازلی کا خوف غرض اسطرح کے
خوف عارفین کو ہوا کرتے ہین اور ہر ایک خوف سے ایک فائدہ خاص ہے یعنے
جس شے سے خوف ہو اوس سے آدمی بچا رہتا ہے مثلاً جو شخص اپنے اوپر کسی عادت کے
پڑجانے کا خوف کرتا ہوگا وہ اوس عادت کے چھوڑنے کی مواظبت کریگا اور جو شخص کہ
اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ خدای تعالی میرے باطن پر غفلت مین واقف ہے تو وہ اپنے
دل کی صفائی کا فکر کریگا اور اوسکو وسوسون سے پاک کریگا اسیطرح اور اقسام کو خیال
کرنا چاہیے اور ان سب ڈر کی چیزون سے متقیون پر خاتمے کا خوف اکثر رہتا ہے اسلیے کہ
اوسمین بڑا خطرہ ہے اور اعلی قسم خوف کی جس سے کمال معرفت پر دلیل ہو وہ سابقہ ازلی کا
خوف ہے کہ خدا جانے کہ قسمت مین ہماری کیا لکھا ہوگا۔ اسلیے خاتمہ اوس سابقہ تقدیر کا
ثمرہ اور فرع ہے فقط بیچ مین چند اسباب پڑگئے ہین خاتمے سے جو بات کہ لوح محفوظ مین
لکھی ہوئی ہے ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر دو شخص فرض کیے جاوین کہ
ایک سابقے سے ڈرتا ہے اور ایک خاتمے سے تو ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے دو شخص جنکے

حق مین بادشاہ کوئی فرمان لکھدے اور معلوم نہو کہ اوسمین گردن مارنے کو لکھا ہے یا
عہدہ وزارت اور انعام و خلعت دینے کو اور وہ فرمان ابھی اون دونون کے پاس نہین پہونچا
مگر ایک شخص کا دل تو پہونچنے کے وقت پر لگا ہے کہ جب کھلے گا تو نہ معلوم کیا لکھا ہوگا
اور دوسرے شخص کا دل حکم دینے کی حالت پر وابستہ ہو کہ نہ معلوم بادشاہ کا مزاج اوس وقت
بر سر رحم تھا یا بر سر غضب تو ظاہر ہے کہ اس دوسرے شخص کی التفات سبب حکم کیطرف ہے
اور اول کی فرع کیطرف اسی جہت سے التفات دوم بہ نسبت اول کے اعلی ہے
اسیطرح لحاظ کرنا قضای ازلی کا جسکے لکھنے کے لیے قلم چل چکا ہے اعلی ہے بہ نسبت
لحاظ کرنے اوس بات کے جو خاتمے پر ظاہر ہوگی اور اسکی طرف اشارہ فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جسوقت کہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے پس آپنے اپنی داہنی
مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ نوشتہ الہی ہے اسمین اہل جنت کے نام اور اونکے باپ کے
نام لکھے ہین نہ انمین زیادہ ہونگے نہ کم پھر بائین مٹھی بند کی اور فرمایا کہ یہ خدای تعالی کا
نوشتہ ہے اسمین دوزخیون کے نام اور اونکے آبا کے نام مندرج ہین کمی بیشی کچھ نہوگی
جو لوگ تقدیر مین اہل سعادت ہین وہ بدبختون کے کام کرینگے یہان تک کہ لوگ اونکو کہینگے
کہ یہ بھی گویا بدبختون ہی مین سے ہین بلکہ یقینًا وہی ہین مگر خدای تعالی مرنے سے پہلے
گو ایک لمحہ پہلے ہی کیون نہو اونکو بچا لیتا ہے اور جو ازلی بدبخت ہین وہ نیکبختون کے
کام یہان تک کرینگے کہ لوگ کہینگے کہ یہ بھی گویا سعید ہین بلکہ یقینًا ہین مگر خدای تعالے
اونکو مرنے سے پیشتر اگرچہ تھوڑا ہی پہلے ہو زمرۂ نیکبختون سے خارج کر دیتا ہے سعید وہی ہے
جو قضای الٰہی مین سعید ہو چکا ہے اور بدبخت بھی وہی ہے جسپر قلم شقاوت ازل مین
چل چکا ہے اور عملون کا مدار خاتمون پر ہے انتہی اور اون دونون خوف کرنے والون کو
یون بھی کہہ سکتے ہین کہ انکا خوف ایسا ہی جیسے دو شخص جنمین سے ایک اپنے گناہ و تقصیر سے
ڈرتا ہو اور دوسرا خود خدای تعالی سے ڈرتا ہو بایں وجہ کہ اوسکا وصف و جلال جو مقتضی
ہیبت و رعب ہی جانتا ہو تو ان دونون مین سے بھی دوسرا شخص رتبے مین اعلی ہوا اور ہمیشہ اوسے
یہ خوف باقی رہتا ہے گو آدمی صدیقین کی سی طاعت مین ہو مگر شخص اول دھوکا کھانے کے
مقام پر ہے اور اگر مواظبت طاعت پر کرے تو امن بھی حاصل کر سکتا ہے غرضکہ گناہ
سے ڈرنا صلحا کا خوف ہوتا ہے اور خدای تعالی سے ڈرنا موحدون اور صدیقون کا خوف ہے

اور یہ خوف معرفت الٰہی کا ثمرہ ہے جس شخص نے کہ خدا کو پہچانا اور اوسکے صفات کو جانا تو
اوسکے اوصاف ایسے بھی معلوم ہونگے کہ اونکے ہوتے ہوے اوس سے ڈرنا ہی چاہیے
گو قصور نکیا ہو بلکہ اگر گناہگار خدای تعالی کو حق معرفت پہچانے تو خدا ہی سے ڈرے
اور اپنے گناہ سے نہ ڈرے۔ اور اگر خدای تعالی کو اپنی ذات پاک سے خوف دلانا منظور
نہوتا تو گناہگار کو گناہ کے قابو مین کیون کرتا اور گناہ کی سبیل اوسپر آسان کیون ہوتی
اوسکے اسباب مہیا کیون فرماتا اسباب معصیت کے مہیا کردینے بھی تو رحمت سے دور کرنا ہے
اور مجرم سے قبل گناہ کوئی ایسی خطا نہین ہوئی تھی جسکے باعث اس بات کا مستحق ہے کہ
معصیت مین مبتلا کیا جاوے اور اوسکے لوازم اوسپر جاری ہون اور نہ جو شخص طاعت گزار
ہے اوسکے لیے طاعت سے پہلے کوئی وسیلہ تھا جسکے باعث اوسکے لیے اسباب طاعت
مہیا ہوگئے اور ثواب کے طریق بتلائے گئے بہرحال گناہگار پر حکم گناہ کا ہو گیا وہ چاہے
یا نچاہے اور مطیع پر حکم طاعت ہو چکا اوسکی مرضی ہو یا نہو پھر جب اوس دربار لاپروا کا یہ
حال ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدون کسی ذریعہ سابق کے تو اتنا اونچا درجہ دے
کہ اعلی علیین تک پہونچاوے اور ابوجہل کو اتنا نیچے اوتارے کہ اسفل السافلین مین پہونچاوے
حالانکہ اوسنے اپنے ہونے سے پہلے کوئی قصور نکیا تھا پس ایسی ذات سے اور ایسی جلال
سے ڈرنا ہی زیبا ہے دیکھو جو کوئی اطاعت کرتا ہے تو اسیطرح کرتا ہے کہ خدای تعالی اوسپر
ارادہ طاعت کا مسلط کر دیتا ہے اور اوسکو قدرت عنایت فرماتا ہے اور بعد پیدایش
ارادہ پختہ اور قدرت کامل کے فعل ضرور ہی ہوتا ہے یعنی ظہور طاعت مطیع سے ہوتا ہے
اسیطرح گناہگار جو گناہ کرتا ہے اوسپر ارادہ پختہ گناہ کا مسلط کر دیا جاتا ہے اور قدرت
و اسباب اوسکے سب دیے جاتے ہین جب ارادہ مصمم اور قدرت و لوازم ہین تو گناہ ضرور ہی
ہوگا۔ اب ہمکو یہ معلوم نہین کہ کیا وجہ ہے کہ شخص اول کو بزرگی دی گئی اور ارادہ طاعات کو
اوسی پر مخصوص کر دیا اور دوسرے کی اہانت اور دور کرنے کا باعث کیا ہوا کہ اوسپر
لوازم معصیت مسلط کیے گئے اور یہ بھی نہین جانتے کہ ان باتون کو بندے پر حوالہ کیسے کرین
اور جبکہ انجام حوالہ قضای ازلی ہے بدون تقصیر اور بدون وسیلے ٹھہرتا ہے تو ظاہر ہے
کہ ایسے شخص سے خوف ہی کرنا ہر عاقل کو زیبا ہے جو ہر وقت جو چاہے سو کرے۔ علاوہ ازین
اس سے زیادہ اور کچھہ کہہ نہین سکتے کیونکہ اسکے بعد معاملہ تقدیر کا ہے جسکا افشا درست نہین

اور اوس سے خوف کا سمجھانا خدای تعالی کے صفات مین بدون مثال کے ممکن نہین اور اگر
شرع اذن نہ دیتی تو کسی بصیرت والے کی مقدور نہ تھی کہ مثال ذکر کرے مگر چونکہ حدیث مین
مثال مذکور ہے اسلیے اوسکا نقل کرنا سمجھانے کے لیے مناسب ہے چنانچہ وارد ہی کہ خدای تعالی
نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ اے داؤد مجھسے ایسا ڈر جیسا درندۂ ایذا رسان سے
ڈرتا ہے اس مثال سے حاصل مطلب معلوم ہوتا ہے گو سبب پر واقعیت نہین ہوتی اس لیے کہ
سبب سے واقف ہونا بعینہ راز تقدیر کا واقف ہونا ہے اور وہ راز ہر ایک کو نہین بتلایا جاتا
جو اوسکا اہل ہوتا ہے اوسیکو بتایا جاتا ہے اور مطلب مثال مذکور کا یہ ہے کہ درندے سے جو
آدمی خوف کرتا ہے تو اس جہت سے نہین کہ اوسنے کوئی قصور اوس جانور کا کیا ہو بلکہ اوسکی
خاصیت گرفت اور حملہ اور کبر اور ہیبت سے ڈرتا ہے کہ جو چاہتا ہے سو کر بیٹھتا ہے ذرا
تامل نہین کرتا اگر آدمی کو چیر ڈالے تو اوسمین کچھ رقت اور درد نہین کرتا اور اگر چھوڑ دے تو
کچھ اس جہت سے نہین کہ اوسکو آدمی پر شفقت آگئی اور جان بچانے کے مارے چھوڑ دیا بلکہ
آدمی کا وجود اوسکے نزدیک اتنا بھی نہین کہ حالت حیات مین یا موت مین اوسکی طرف
لحاظ کرے ایک آدمی کیا ہزار آدمیون کا مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کا مار ڈالنا اوسکے نزدیک
برابر ہے کیونکہ دونون مین اوسکی درندگی اور قدرت اور حملے مین کچھ فرق نہین آتا پس
حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا باقی رہا خوف خدا سو اوسکی مثال اس سے اعلی ہے وہ خود فرماتا ہے
وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى[۴۲] لیکن جس شخص نے کہ خدای تعالی کو جانا ہے اونسے مشاہدۂ
باطنی سے جو کہ بنسبت مشاہدۂ ظاہری کے قوی تر اور معتبر اور اظہر ہے جان لیا ہی کہ خداوند
کریم نے حدیث قدسی مین درست فرمایا ہے هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ وَهٰؤُلَاءِ
فِي النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ[۴۳] اس استغنا اور لاپروائی ہی مین ہیبت اور خوف کے موجبات کافی ہین
دوسرا فرقہ خائفین کا وہ ہے جنکے دلون مین وہ بات جم جاتی ہے جو خود بری ہے مثلاً
سکرات موت کا خوف یا سوال منکر نکیر کا یا عذاب قبر کا یا دہشت قبرون سے اوٹھنے کی
یا ہیبت خدای تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کی اور شرم پردہ فاش ہونے کی
اور تنکے تنکے سے سوال ہونے کی یا خوف پل صراط اور اوسکی تیزی اور اوسپر سے
اوترنے کا یا دوزخ کی آگ اور اوسکے طوقون اور اہوال کا یا خوف جنت سے محروم ہونے کا
جو خانۂ عشرت اور سلطنت جاوید ہے یا خوف درجات کے کم ہونے کا یا خوف خدای تعالی

۴۲ اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر ہ

۴۳ یہ لوگ جنت میں ہیں اور میں پروا نہیں کرتا اور یہ لوگ دوزخ میں ہیں اور میں پروا نہیں کرتا احمد روایت ابو دردا باذکر اختلاف

سے حجاب ہونیکا اور یہ سب چیزین بذات خود بری ہین تو بالضرور خوف کی چیزین ہین انمین بھی خوف کرنے والون کا حال جدا ہے اور سب سے اعلی مرتبہ وہ لوگ ہین جنکو خوف فراق یعنی خداے تعالی سے محجوب رہنے کا ہے یہ خوف عارفین کو ہوتا ہے اور جو خوف اس سے پہلے ہین وہ عابدین اور صلحا اور زاہدین کو اور تمام عالمون کو ہوتے ہین اور جسکی معرفت کامل نہین ہوتی اور اوسکی چشم بصیرت نہین کھلتی وہ لذت وصال سے اور رنج فراق سے آگاہ نہین ہوتا اور جب اوسکے سامنے کہا جاوے کہ عارف دوزخ سے نہین ڈرتا بلکہ حجاب سے ڈرتا ہے تو دل مین اس بات کو برا جانتا ہے اور تعجب سمجھتا ہے اور کبھی لذت دیدار الہی کا منکر ہی ہوجاتا ہے مگر چونکہ شرع سے انکار جائز نہین اسواسطے زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر دل نہین مانتا کیونکہ اوسکو تو صرف لذت شکم اور شرمگاہ اور آنکھ کی معلوم ہے کہ رنگ اچھے دیکھ لیے خوب صورت لوگ دیکھ لیے غرض جو لذت کہ اوسمین بہائم بھی شریک ہون اوسکو لذت جانتا ہے لذت عارفین کو نہین جانتا جسکے واسطے مولانا روم فرماتے ہین

شعر آدمی دیدست و باقی پوست ست | دید آن دیدہ کہ دید دوست ست

اور اس لذت کی تفصیل و شرح اون لوگون سے بیان کرنی جو اوسکے اہل نہین حرام ہے اور جو لوگ اسکے اہل ہین اونکو خود معلوم ہوجاتا ہے اس بات کی حاجت نہین کہ کوئی دوسرا شخص اون سے بیان کرے۔

چوتھا بیان خوف کی فضیلت اور اوسکی رغبت دلانے مین

جاننا چاہیے کہ خوف کی فضیلت ایک تو تامل اور قیاس سے معلوم ہوتی ہے اور ایک آیات و احادیث سے تامل اور قیاس سے اسطرح کہ ہر ایک چیز کی فضیلت اوسیقدر ہے جسقدر کہ وہ آخرت مین سعادت دیدار الہی تک پہونچانے مین مدد کرے کیونکہ سعادت کے سوا اور کچھ مطلب نہین اور بندے کی سعادت بجز دیدار اپنے مولی اور اوس سے قریب ہونے کے اور کیا ہوگی پس جو چیز کہ بندے کو اس سعادت پر اعانت دیگی تو جسقدر اعانت کریگی اوسیقدر اوسکی فضیلت ہوگی اور یہ معلوم ہوچکا ہے کہ سعادت دیدار سے آخرت مین بہرہ ور ہونا بدون حاصل کرنے اوسکی محبت اور انس کے دنیا مین ممکن نہین اور محبت بدون معرفت نہین ہوتی اور معرفت بے فکر نہین ملتی اور انس بدون محبت اور ذکر دائمی کے نہین حاصل ہوتا اور ذکر کا مدام کرنا اور ہمیشہ فکر کرتے رہنا بدون فنا کی

محبت دل سے علیحدہ کرنے کے نہین بنتا اور محبت دنیا دل سے بدون لذات وشہوات
دنیاوی کے چھوڑے علیحدہ نہین ہوسکتی اور چھوڑنا شہوات کا بدون اونکی بیخ کنی کے
ممکن نہین اور اونکی بیخ کنی جیسے آتش خوف سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہین ہوتی
اس سے معلوم ہوا کہ خوف وہ آگ ہے جس سے شہوتین جلجاتی ہین تو ضرور ہوا کہ اوسکی فضیلت
اوسیقدر ہو جسقدر کہ یہ شہوت کو جلاتا اور گناہون سے بچاتا اور طاعات کی ترغیب دیتا ہو
اور یہ بات موافق اختلاف درجات خوف کے مختلف ہے چنانچہ پہلے گذرا اور خوف مین
فضیلت کیون نہوگی اسکے باعث تو عفت و ورع اور تقوی اور مجاہدہ حاصل ہوتی ہین
یہ سب کام فضیلت کے ہین اور عمدہ اور خدای تعالی سے قریب کرنے والے پس جو چیز باعث
ایسی عمدہ اور افضل باتون کی ہو قیاس بھی چاہتا ہے کہ وہ بھی عمدہ اور افضل ہو اور احادیث
اور آیات سے جسقدر خوف کے باب مین وارد ہین وہ زائد از حد ہین اوسکی فضیلت اسیقدر
بس ہے کہ خدای تعالی نے ہدایت اور رحمت اور علم اور رضا جو اہل جنت کے کل تمام ہین ان
چارون کو خائفین کے لیے تین آیتون مین ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ہدایت و رحمت کو اس آیت
مین فرمایا وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ[1] اور علم کو اس آیت مین اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ[2] اور رضا کو آیت مین رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ
علاوہ ازین جو کچھ فضیلت علم مین وارد ہے اوس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے
اسلیے کہ خوف ثمرہ علم کا ہے اسیواسطے حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث مین مذکور ہے کہ
خائفون کا یہ حال ہوگا کہ اونکو رفیق اعلی کا ساتھ ہوگا اور اس امر مین اونکا شریک اور کوئی
نہوگا تو اب دیکھنا چاہیے کہ رفیق اعلی کی موافقت خاص اونکے لیے کیسے فرمائی اوسکی وجہ
یہی ہے کہ خوف والے علما ہوتے ہین اور علما کو درجہ انبیا کی رفاقت کا ہے اسلیے کہ وہ وارث
انبیا ہین اور رفیق اعلی کی ہمراہی نبیون کو اور جو لوگ اونکے لواحق مین سے ہین اونکو ہوگی
اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مرض موت مین اختیار دیا گیا
کہ خواہ آپ دنیا مین رہین خواہ خدای تعالی کے پاس چلے آوین تو آپ یہی فرماتے ہین کہ
اَسْئَلُكَ الرَّفِيقَ الْاَعْلٰى[3] یہ حال اگر خوف کی اصل کیطرف نظر کرو تو علم ہے اور اگر
اوسکے ثمرہ کیطرف دیکھو تو ورع و تقوی ہے اور جو کچھ کہ ورع اور تقوی کے فضائل مین
وارد ہوا ہے وہ ظاہر ہے یہان تک کہ خود عاقبت تقوی کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے

[1] اور ہدایت اور رحمت اون لوگون کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہین ۱۲
[2] اللہ سے ڈرتے ہین اوسکے بندون مین جنکو سمجھ ہے ۱۲
[3] سوال کرتا ہون مین تجھسے رفیق اعلی کا ۱۲ بخاری و مسلم عائشہ رض روایت

جیسے حمد مخصوص خدای تعالی سے ہے اور درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح
عاقبت کو خصوصیت تقوی سے ہے یہان تک کہ یون لکھتے ہین الحمد للہ رب العالمین
والعاقبة للمتقین والصلوة علی محمد وآلہ اجمعین اور تقوی کو خدا تعالی نے اپنی ذات پاک کے
واسطے خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی
منکم اور تقوی کے معنی اوپر گذر چکے کہ مقتضای خوف کے باعث رکنے اور باز رہنے کا نام ہے
اور اسیواسطے اسکی بزرگی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم
اور اسی جہت سے خدای تعالی نے اولین اور آخرین سب کو وصیت تقوی کی فرمائی
جیسا کہ فرمایا ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور فرمایا و
خافون ان کنتم مومنین اس آیت مین خوف کا ارشاد فرمایا اور اوسکو واجب کیا یعنی
صیغہ امر سے بیان فرمایا اور ایمان مین اوسکے شرط لگا دی باین لحاظ کوئی مومن خوف سے
علیحدہ نہین متصور ہوسکتا ہر ایک مین خوف ضرور ہوگا گو تھوڑا یا کمزور ہو اور خوف مین کمزوری
اوسیقدر ہوگی جسقدر معرفت اور ایمان مین کمزوری ہوگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فضیلت تقوی مین ارشاد فرماتے ہین کہ جب خدای تعالی اولین و آخرین کو روز معلوم کے
وعدے پر اکٹھا فرماویگا تو یکایک انکو ایک آواز دیگی جسکو دور والے اور پاس والے یکسان
سنینگے اور وہ آوازہ یہ ہوگی کہ ای لوگو جب سے مین نے تمکو پیدا کیا اوس وقت سے آج تک مین چپکا رہا
اب آج تم خاموش ہو تمہارے عمل تمہارے سامنے آتے ہین اے لوگو مین نے ایک نسب مقرر کیا تھا تم نے
اور نسب بنایا میرے نسب کو پست جانا اور اپنے نسب کو عالی سمجھا مین نے تو کہا تھا
کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم نے نمانا اور یہی کہا کہ فلان بن فلان زیادہ غنی ہے
فلان سے تو آج مین تمہارے نسب کو نیچا کرونگا اور اپنے نسب کو اونچا متقی لوگ کہان
ہین اوسیوقت اونکے جھنڈے اونچے ہوگئے اور سب اوسکے ساتھ ساتھ اپنی مکانون
کے اندر جنت مین بےحساب چلے جاوینگے اور ایک حدیث شریف مین ہے راس الحکمة
مخافة اللہ یعنی حکمت کی اصل خوف الہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابن مسعود رض کو ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو منظور ہو کہ مجھسے ملو تو بعد میرے خوف بہت کیا کرنا
اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے خوف اوسکو ہر طرح کی
بہتری سوجھا دیتا ہے۔ اور حضرت شبلی رح فرماتے ہین کہ جب مین اللہ تعالی سے ڈرا ہون

تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھل جاتا ہے جو مین نے کبھی نہ دیکھا ہو اور یحییٰ بن معاذ رحمہ کا قول ہے کہ جب مومن کچھ خطا کرتا ہے اوسکے پیچھے دو نیکیان ہوتی ہین اول عذاب کا خوف دوم معاف ہونے کی توقع تو وہ برائی ان دونون خوف و رجا کے درمیان ایسی ہو جاتی ہے جیسے دو شیرون مین لومڑی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث مین ہے کہ خدای تعالی قیامت کے روز ارشاد فرماویگا کہ کوئی شخص ایسا نہین ہیگا جسکا حساب مین نکرون اور اوسکے عمل کی تفتیش نہ بجالاؤن بجز اہل ورع کے کہ انسے مجکو شرم آتی ہے اور انکی قدر اس بات سے زیادہ ہے کہ اونکو حساب لینے کیواسطے کھڑا کرون اور یہ دونون چیزین یعنی ورع اور تقویٰ الفاظ مین کہ ایسے معانی سے مشتق ہین جنمین خوف کی شرط ہے اگر خوف سے یہ دونون خالی ہون تو انکا نام ورع اور تقوی نہوگا اور اسیطرح جو اخبار کہ فضیلت ذکر مین وارد مین ظاہر ہین اونکو بھی اللہ تعالی نے مخصوص خائفین سے کیا ہے چنانچہ فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ اور فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ مین اپنے بندے پر نہ دو خوف جمع کرونگا نہ دو امن بس اگر دنیا مین مجھسے مامون اور نڈر رہیگا تو قیامت مین اوسکو ڈراؤنگا اور اگر دنیا مین مجھسے خوف کریگا تو قیامت مین امن دونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مَنْ خَافَ اللّٰهَ تَعَالٰى خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَمَنْ خَافَ غَيْرَ اللّٰهِ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور دوسری حدیث شریف مین فرمایا اَتَمُّكُمْ عَقْلًا اَشَدُّكُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاَحْسَنُكُمْ فِيْمَا اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَنَهٰى عَنْهُ نَظَرًا اور حضرت یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بیچارہ انسان اگر آتش دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت مین داخل ہوتا ۔ اور حضرت ذو النون فرماتے ہین کہ جو شخص خدای تعالی سے ڈرتا ہے اوسکا دل نرم ہو جاتا ہے اور خدای تعالے سے محبت پختہ ہو جاتی ہے اور عقل درست ہو جاتی ہے ۔ اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ خوف رجا کی نسبت زیادہ چاہیے اسلیے کہ جب رجا غالب ہوتی ہے تو دل پریشان ہو جاتا ہے ۔ اور ابو الحسین نابینا کہا کرتے کہ سعادت کی پہچان یہ ہے کہ بدبختی کا خوف آدمی کو ہو اسلیے کہ خوف بندے کے اور خدای تعالی کے درمیان ایک باگ ہے جب وہ جاتی رہتی ہے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے ۔ اور کسی نے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قیامت مین بیخوف کون ہوگا اونھون نے فرمایا

۵ح م مین ہے کہ عقل کا بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ خوف کرے اللہ کا اور جن باتون کا اللہ تعالی نے حکم کیا ہے اور جنکو منع فرمایا ہے اونکو سب سے اچھی طرح غور کرے ۱۲ اسکی اصل بھی نہین ملی

کہ جو دنیا مین سب سے زیادہ خوف رکھتا ہے - اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ جب تک
آدمی حلال نہ کھاویگا خوف اوسکو حاصل نہوگا - اور حضرت حسن رح سے بعض لوگون نے کہا
کہ ہم کیا علاج کرین ہم ایسے لوگون مین بیٹھتے ہین کہ وہ ہمکو اتنا ڈراتے ہین کہ ہمارے دل
گویا اوڑنے لگتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکو خوب جان کو کہ ایسے لوگون مین بیٹھنا کہ وہ تمکو ڈراوین
یہان تک کہ تمکو امن پہونچ جاوے اس سے بہتر ہے کہ تم ایسون کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تمکو بیخوف
کرتے رہین اور تمکو ایک دفعہ ہی خوف آدباوے - اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین
کہ جس دل سے خوف علیحدہ ہوتا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور حضرت عایشہ رض فرماتی ہین
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آیت مین وَ
اَلَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ سے وہ آدمی مراد ہین جو چوری کرتے ہین یا زنا کرتے ہین
آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ وہ لوگ مراد ہین کہ نماز و روزہ ادا کرتے ہین اور صدقہ دیتے ہین
اور اس بات سے ڈرتے ہین کہ کہین غیر مقبول نہو - اور جو جو سختیان اور مذمت کہ خداے تعالی کے
عذاب و مکر سے بیخوف رہنے کے باب مین وارد ہین وہ بھی سب خوف کی خوبی پر دال ہین
اسواسطے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے خوبی اوسکی ضد کی ہوا کرتی ہے اور امن ضد ہے
خوف کی جیسے کہ رجا ضد ہے یاس کی تو جیسے ناامیدی کی برائی سے رجا کی فضیلت معلوم
ہوتی تھی ایسی ہی امن کی مذمت سے خوف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہین
کہ جو کچھ رجا کی فضیلت مین آیا ہے وہ بھی خوف کی فضیلت پر دال ہے کیونکہ رجا اور خوف
ایک دوسرے کے ساتھ ہی ہوتی ہین اسلیے کہ جو شخص کسی محبوب کا متوقع ہوگا تو ضرور ہے
کہ اوسکے نہ ملنے کا خوف بھی اوسکو ہو اور اگر نہ ملنے کا خوف نہوگا تو اوس شے سے محبت
نہین رکھتا ہوگا تو اوسکا انتظار بھی توقع کے طور پر نکریگا بہر حال خوف اور رجا لازم و ملزوم
ہین کہ ایک کا جدا ہونا دوسرے سے محال ہے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ دونون اکٹھے ہون اور
ایک کو دوسرے پر غلبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب انمین سے ایک ہی کے ساتھ مشغول ہو
اور اوسوقت دوسرے کیطرف غفلت کی باعث التفات نکرے اور ان دونون کے لزوم کی وجہ
یہ ہے کہ رجا اور خوف دونون کی شرط یہ ہے کہ جس چیز مین شک ہو اوس سے متعلق ہون
اسلیے کہ معلوم چیز کی نہ رجا کیجاتی ہے نہ خوف اب اگر محبوب چیز کو خیال کرو تو جس چیز کا
وجود ہو سکتا ہے اوسکا عدم بھی ممکن ہے پس اگر محبوب کا وجود فرض کیا جاوے تو اوس سے

انہ جو لوگ دیتے ہین جو دیتے ہین اور اونکے دل مین ڈر ہے ۱۲ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم

دلکو راحت ہوگی اوسیکا نام رجا ہی اور اگر اوسکا عدم فرض کرو تو دل کو صدمہ ہوگا اوسیکا نام خوف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونون صورتین ایک دوسری کی ضد ہین بشرطیکہ وہ امر جسکی تاک ہے مشکوک ہو ہان یہ ہوتا ہے کہ شک کی دونون طرفون مین سے بعض اوقات ایک کو بعض اسباب کے موجود ہونے سے دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہے اوسیکا نام ظن ہی اور اسی ظن کے باعث رجا و خوف کو ایک دوسرے پر غلبہ ہو جاتا ہے یعنی جب ظن بہ وجود محبوب کا غالب ہوتا ہے تو رجا کو غلبہ و قوت ہوتی ہے اور خوف چھپ جاتا ہے اور اوسکی نسبت اگر گویا نہین بنتا اسیطرح اگر ظن بر عدم محبوب کا غلبہ ہوتا ہے تو خوف کی قوت کے سامنے رجا دب جاتی ہے بہرحال انمین لزوم پایا جاتا ہے اسلیے خدا تعالیٰ نے دونون کو ایک ساتھ ارشاد فرمایا وَیَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا اور فرمایا یَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور بہمین لحاظ عرب بھی خوف کو رجا سے تعبیر کرتے ہین جیسے اس آیت مین مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا کہ لا ترجون کے معنی لا تخافون ہین اور قرآن مجید مین اکثر جا رجا بمعنی خوف آیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ دونون لازم اور ملزوم ہین اور عادت اہل عرب کی ہے کہ ایک لفظ بولین اور اوس سے اوسکا لازم خواہ ملزوم مراد لین ایسا ہی رجا کے لفظ سے خوف مراد لینا ہے - بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ جو خوبی خوف کے باعث رونے مین ہے تو اوس سے بھی خوبی خوف ہی کی معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ رونا خوف کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا اور فرمایا يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا اور فرمایا اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَاَنْتُمْ سَامِدُونَ اور رونے کے فضائل سے احادیث مملو ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ ایماندار ایسا نہین کہ اوسکی آنکھ سے کوئی آنسو اگرچہ مکھی کے سر کی برابر ہی کیون نہو خدا کے خوف سے بہکر رخسار پر کچھ روان ہوا اور پھر اوسکو خدا تعالیٰ آتش جہنم پر حرام نکرے اے خنک آنکہ نکو کاری گرفت زور را بگذاشت وزاری گرفت اور دوسری حدیث مین فرمایا جب ایماندار کے دل پر خدا تعالیٰ کے خوف سے لرزہ پڑجاتا ہے تو اوسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا لَا يَلِجُ النَّارَ اَحَدٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ اور حضرت عقبہ بن عامر رض فرماتے ہین کہ اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہین اور تم کھلاڑیان کرتے ہو

طبرانی و بیہقی بروایت ابن مسعود بسند ضعیف

طبرانی و بیہقی بروایت عباس بسند ضعیف

جو شخص کہ خدا تعالیٰ کے خوف سے رویا ہے وہ دوزخ مین نہ داخل ہوگا جب تک کہ دودھ پستان مین نہ لوٹ جاوے ۱۲

ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ

عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپنے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ اور گھر سے باہر
مت نکل اور اپنی خطا پر رویا کر ❊ گریہ باشد برق ول وابر دو چشم ❊ کو نشیند آتش تہدید و خشم ❊
اور حضرت عایشہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت مین سے کوئی شخص بے حساب
بھی جنت مین داخل ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان جو شخص اپنے گناہون کو یاد کر کے رو ویگا وہ
بیحساب جنت مین جاویگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ خداے تعالی کے نزدیک دو قطرون سے
زیادہ اچھا کوئی قطرہ نہین ایک قطرہ آنسو کا جو خداے تعالی کے خوف سے نکلے اور ایک قطرہ
خونکا جو خدا کی راہ مین نیچے گرے ❊ اشک کان از بہر او بارند خلق ❊ گوہرست اشک پندارند خلق ❊
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ تَسْقِیَانِ
بِذُرُوْفِ الدَّمْعِ قَبْلَ اَنْ تَصِیْرَ الدُّمُوْعُ دَمًا وَّالْاَضْرَاسُ جَمْرًا ❊
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین جنکو خداے تعالی اوس روز سایہ مین
رکھیگا جس روز سوا اوسکے سایہ کے اور کوئی سایہ نہوگا اور اونمین سے ایک شخص کو آپنے
فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خداے تعالی کو تنہائی مین یاد کر کے رووے ۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ
کا قول ہے کہ جو شخص رو سکے وہ رووے اور جس سے نہو سکے وہ رونی صورت بناوے اور
حضرت محمد بن منکدر رح جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو ملتے اور فرماتے کہ
مجھکو خبر پہونچی ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جاوینگے وہان آتش دوزخ نہ پہونچے گی اور حضرت
عبد اللہ بن عمرو رضہ فرماتے ہین کہ گریہ کرو اور اگر گریہ نکرو تو رونے کی سی صورت بناؤ اسلیے
کہ اگر تم مین سے کوئی حقیقت امر جان لے تو اتنا چیخے کہ دم بند ہو جاوے اور اتنی نماز پڑھے
کہ کمر ٹوٹ جاوے ۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جسکی آنکھ آنسوؤن سے
ڈبڈباوے گی اوسکے چہرے پر غبار اور ذلت قیامت کو نہ آویگی اور اگر اوسکے آنسو
بہینگے تو اول ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہو جاوینگے اور اگر کوئی
شخص کسی جماعت مین رو ویگا تو اوس جماعت کو عذاب نہوگا اور یہ بھی اونھین کا قول ہے
کہ رونا خوف سے ہوتا ہے اور رجا و طرب شوق سے ۔ اور حضرت کعب احبار رضہ فرماتے
ہین کہ بخدا مجکو خدا کے خوف سے اسقدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہ نکلین اس بات سے
اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات کرون اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ
فرماتے ہین کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو نکلنا ہزار دینار کی خیرات دینے سے

اچھا ہے - اور حضرت حنظلہ رضہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ ہم ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے آپنے ہمکو ایسی نصیحت کی کہ اوس سے دل نرم ہو گئے اور آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور اپنے نفسون کو ہمنے جان لیا پھر جب مین اپنے گھر آیا تو گھر والے میرے پاس آئے اور دنیا کی باتین ہم دونون مین جاری ہوئین یہان تک کہ وہ حال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ مجکو یاد نہ رہا اور دنیا مین جا پڑا پھر مجکو یاد ہوا تو اپنے دل ہی مین مین نے کہا کہ مین منافق ہو گیا اس جہت سے کہ جو خوف و رقت مجکو تھی وہ حال نرہا اس خیال ہی مین گھر سے باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا کہ حنظلہ منافق ہو گیا اتنے مین حضرت ابو بکر صدیق رضہ مجکو سامنے سے ملے اور اونہون نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور زبان سے یہی کہتا تھا کہ حنظلہ منافق ہو گیا آپنے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس تھے آپنے ہمکو ایسا وعظ سنایا جس سے دلون پر ترس چھا گیا اور آنکھون سے آنسو روان ہوے اور اپنے نفسون کی ہمکو اطلاع ہو گئی مگر جب مین اپنے گھر گیا اور دنیا وی باتین شروع کین تو وہ سب کیفیت بھول گیا جو آپکے سامنے تھی آپنے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اوسی حال پر ہو تو تم سے فرشتے راستون مین اور تمھارے بسترون پر مصافحہ کرین مگر اے حنظلہ یہ بات کے لیے ایک وقت ہے - خلاصہ یہ کہ جو باتین کہ رجا اور گریہ کی خوبی مین اور تقوی اور ورع کی فضیلت مین اور علم کی بہتری اور امن کی برائی مین وارد ہین وہ سب خوف کی خوبی پر دلالت کرتی ہین اسلیے کہ ان سب باتون کو تعلق خوف سے ہے بعضے تو خوف کا سبب ہین اور بعض کا سبب خود خوف ہے

پانچوان بیان اس امر کا کہ غلبہ خوف افضل ہے یا غلبہ رجا یا دونون کا اعتدال

جاننا چاہیے کہ خوف و رجا کی فضیلت مین اخبار بہت وارد ہین اور بعضی لحاظ ناظر کو شک ہوتا ہے کہ ان دونون مین سے افضل کونسا ہے اور مطلق پوچھنا کہ خوف افضل ہے یا رجا قول فاسد ہے اور ایسا ہے جیسا کوئی پوچھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی اوسکا جواب یہی ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر بھوک اور پیاس دونون کسی شخص کو ہون تو ان دونون مین سے جونسی غالب ہوگی اوسیکا اعتبار ہوگا یعنی اگر بھوکھ غالب ہوگی تو روٹی افضل ہوگی اور اگر پیاس زیادہ ہوگی تو پانی

اور اگر دونون مساوی ہون تو روٹی اور پانی بھی مساوی ہون گے اسلیے کہ جو چیز کسی
مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اوسکی خوبی اوسی مقصود کے لحاظ سے ہوتی ہے
نہ خود اپنی ذات کے لحاظ سے اور اسنجا کہ خوف و رجا دو دوائین جنسے دلون کا علاج ہوتا ہی
تو انکی خوبی اوسیقدر ہوگی جسقدر روگ موجود ہوگا پس اگر دل پر مرض بخوف ہونے کا
خدا کے عذاب سے اور مغرور ہونے کا اللہ پر ہوگا تو اس صورت مین خوف افضل ہوگا اور اگر
دل پر یاس و قنوط غالب ہوگا تو رجا افضل ہوگی اسیطرح اگر بندے پر گناہ کا غلبہ ہو تو بھی
خوف افضل ہوگا۔ اور ہو سکتا ہے کہ یون کہین کہ خوف مطلقًا افضل ہے جیسے کہ سکتے ہین
کہ روٹی سکنجبین سے بہتر ہے اسواسطے کہ روٹی سے بھوک کا علاج ہوتا ہے اور سکنجبین سے
صفرا کا مگر بھوک کا مرض بہت ہے اسلیے روٹی کی حاجت بہت ہے تو وہی افضل ہے
اسی اعتبار سے غلبہ خوف بھی افضل ہے کیونکہ گناہ اور مغالطہ کھانا خلق مین بہت پایا جاتا ہے
اور اگر خوف و رجا کے مطلع کو دیکھین تو رجا افضل ہے اسواسطے کہ رجا کا منبع بحر رحمت ہے
اور خوف کا بحر غضب اور جو شخص کہ صفات الٰہی مین سے ایسے صفات پر لحاظ رکھیگا جو
مقتضی لطف و رحمت کے ہون اوسپر محبت غالب ہوگی جسکے بعد کوئی اور مقام نہین
اور خوف کا موجب یہ ہوتا ہے کہ توجہ ایسی صفات الٰہی کی طرف ہوتی ہے جو مقتضی درشتی
کی ہون تو اس التفات مین محبت کا میل اتنا نہین ہوتا جتنا رجا مین ہوتا ہے بہرحال جو شی
غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہے اوسمین مناسب یہ ہے کہ لفظ اصلح مستعمل ہو نہ لفظ افضل اس بنا پر ہم
کہتے ہین کہ اکثر خلق کے حق مین رجا کی نسبت خوف اصلح ہے اسوجہ سے کہ معاصی اکثر پر
غالب ہین مگر متقی شخص جسنے گناہ ظاہری و باطنی چھوڑ دیے ہون تو اوسکے حق مین اصلح
یہ ہے کہ خوف و رجا اعتدال کے ساتھ ہم پلہ رہین۔ اور اسیواسطے یہ قول مشہور ہے کہ اگر
مومن کا خوف و رجا تولے جاوین تو دونون برابر اوترین۔ اور روایت ہے حضرت
علی رض نے اپنے کسی بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا خدا سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اوسکے پاس
تمام روی زمین کے باشندون کی حسنات لیجاوے تو تجھسے پذیرا نکرے اور رجا بھی
ایسی کر کہ اگر تمام لوگون کی برائیان تو اوسکے پاس لیکر جائے تو وہ تجھکو بخشدے
اور اسیواسطے حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ اگر بالفرض یون ندا ہو کہ ایک آدمی کے سوا
سب لوگ دوزخ مین جاوینگے تو مین یہی رجا کرون کہ وہ اکیلا مین ہی ہون اور اگر بتقدیر

یون پکارا جاوے کہ سب لوگ جنت مین جاوینگے صرف ایک آدمی نجاویگا تو مجکو یہ خوف ہو
کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور یہ نہایت خوف و رجا کا درجہ ہے کہ دونون اعتدال
بھی مین اور غلبہ او استیلا بھی برابر برابر ہے لیکن حضرت عمر رضی کے خوف و رجا برابر مین
گنا ہگار آدمی کو جب یہ گمان ہو کہ دوزخ سے مستثنی لوگون مین مین ہی ہونگا تو یہ صورت اوسکے
فائدہ کھانے کی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر رضی جیسے شخص کے لیے خوف و رجا کا
برابر ہونا نہین چاہیے بلکہ رجا کا غلبہ چاہیے جیسا کہ شروع باب مامین گذرا کہ قوت رجا بقدر
قوت اسباب کے ہوا کرتی ہے چنانچہ اوسکی مثال تخم اور زراعت مین بیان ہوئی اور ظاہر ہر
کہ جو شخص عمدہ بیج کو صاف زمین مین ڈالے اور ہمیشہ خبرگیری کرے اور جو شرطین زراعت کی
ہین سبکو ادا کرے تو ایسے شخص کے دل پر رجا ہی کا غلبہ ہوگا اور اوسکا خوف رجا کے برابر
ہرگز نہوگا پس اسیطرح حال متقیون کا ہونا چاہیے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص الفاظ اور
مثالون سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہے اوسکو اکثر لغزش ہوتی ہے تو جو مثال ہم
اوپر لکھ آئے ہین وہ ہر وجہ سے مطابق اس امر خاص کے نہین جسا ہم لکھ چکے ہین کیونکہ
سبب غلبۂ رجا کا علم ہوتا ہے جو تجربے سے حاصل ہوتا ہے پس مثال زراعت مین تجربے سے
زمین کا اچھا اور صاف ہونا اور بیج کا عمدہ ہونا اور ہوا کی درستی اور صواعق مہلکہ کی
قلت اوس سرزمین مین معلوم ہو سکتی ہے بخلاف مسائل مذکورہ کے کہ وہان بیج کا امتحان
نہین ہوا اور یا ایک اجنبی زمین مین ڈالدیا اور ڈالنے والے نے اوسکی نہ خبر لی نہ جانچا اور
نہ اوسکو یہ معلوم کہ اوس سرزمین مین صواعق زیادہ ہوتی ہین یا کم تو ایسے کسان کی رجا خوف سے
زیادہ نہین ہو سکتی کیونکہ اپنے تمام کوشش اور تدبیر کرنیکے مسئلہ سابق مین تخم ایمان ہے
اور اوسکے عمدہ اور سالم ہونے کی شرطین باریک ہین اور زمین اوس تخم کے لیے دل ہے
جسکی پوشیدہ خباثتین اور صفات یعنی شرک خفی اور نفاق اور ریا اور پوشیدہ عادتین
بڑی دقیق ہین۔ اور آفات اون مین کی شہوات ہین اور دنیا کی زیبایش اور دل کا آیندہ
کو اوسکیطرف ملتفت ہوجانا گو سردست شہوات نہین سے بھی کوئی ایسی بات نہین جسکو
تجربے سے معلوم کیا جاوے اسلیے کہ کبھی ایسے اسباب پیش آتے ہین کہ جنکی مخالفت تاب بشر سے
خارج ہوتی ہے اور اوس جیسے امر کا امتحان کبھی نہین ہوا ہوتا۔ اور صواعق مزرعۂ ایمان کے
لیے سکرات موت کے احوال اور اوس وقت اعتقاد کا متزلزل ہونا ہے اور یہ بھی ایسی ہی

چیز ہے کہ جسکا تجربہ نہین ہوا پھر اس کھیت کے پکنے اور کٹنے کا وقت وہ ہوگا کہ قیامت ہوجیسے
پھر کہ جنت مین جانے اوسکا بھی تجربہ نہین ہے پس جو شخص کہ ان امور کے حقائق کو جانتا
تو وہ اگر دل کا ضعیف اور کچا ہوتا ہے تو اوسپر خوف بہ نسبت رجا کے زیادہ ہوجاتا ہے چنانچہ
ایسے شخصون کا حال صحابہ اور تابعین رضہ سے عنقریب مذکور ہوگا اور اگر دل کا قوی اور پکا اور
معرفت مین کامل ہوتا ہے تو اوسکا خوف و رجا دونون برابر ہوتے ہین نہین کہ رجا کو غلبہ ہو
حضرت عمر رضہ اپنے دل کی تفتیش مین بہت مبالغہ کرتے تھے یہان تک کہ حضرت حذیفہ رضہ سے
پوچھا کرتے کہ تمکو مجھمین آثار نفاق کے معلوم ہوتے ہین یا نہین اور وجہ اونسے پوچھنے
کی یہ تھی کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے پہچاننے کے لیے مخصوص کیا تھا
اب کون ایسا ہے کہ اپنے دل کو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی سے بچاوے اور اگر اپنے زعم مین
سمجھے کہ میرا دل صاف ہے تو خدا تعالی کے مکر سے کہانسے بچیگا ہوسکتا ہے کہ اوسکے حال
کو مشتبہ کردیا ہوا ور واقع مین حال کچھہ اور ہو اور اوسکو کچھہ اور طرح پر اعتقاد ہو اپنے عیب
نسو جھتے ہون اور اگر بالفرض صفائی دلی قطعاً حاصل ہو اور بندے کو اعتقاد بھی اسی کے
موجب ہو تو یہ کہان سے جان لیا کہ اسیطرح کا حال حسن خاتمہ تک رہیگا حالانکہ حدیث شریف مین
آیا ہے کہ آدمی اہل جنت کے سے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہان تک کہ اوسمین اور
دوزخ مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہے اور بعض روایات مین مقدار فواق آیا ہے
یعنی دودھ نکالنے کے وقت دو دفعہ دوہنے کے بیچ مین جتنا وقت ہوتا ہے اسقدر جنت
اور اوس شخص مین رہجاتا ہے مگر نوشتہ ازلی سبقت کرتا ہے اور خاتمہ اوسکا دوزخیون کے
عمل پر ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسے تھوڑے زمانے مین آدمی کوئی عمل عضلات سے تو
کر ہی نہین سکتا البتہ دل مین خلجان وسوسہ کا اتنی دیر مین ہوسکتا ہے پس اگر موت کے
وقت ایسا ہی وسوسہ آجاوے تو سب کمائی برباد ہوجاویگی اور خاتمہ برا ہوگا اس سے
بیخوف ہونا کسطرح ہوسکتا ہے حاصل یہ کہ تھی غایت ایمانداری کی یہ ہے کہ خوف و رجا دونون
مساوی ہون۔ اور اکثر لوگون مین رجا کا غالب ہونا دلیل مغالطے مین پڑنے اور معرفت
کے کم ہونے کی ہے اور اسیواسطے خدا تعالے نے جو اپنے اچھے بندون کے اوصاف ذکر
فرمائے اونمین ان دونون کو ایک ساتھ ذکر کیا اور فرمایا يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا
اور فرمایا وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا مگر حضرت عمر رضہ جیسے آدمی کہان جنکے لیے خوف و رجا

برا ہے ہوا اسلیے جو لوگ اب موجود ہین اونکے حق مین مناسب وہی علاج خوف کا غلبہ ہے بشرطیکہ
خوف کے مارے یاس چھا جاوے کہ مغفرت تو ہونے کی نہین عمل کرنا بھی فضول ہے اور
اس خیال سے تارک عمل ہو جاوے اور گناہون مین ڈوبا رہے ایسی صورت کو قنوط کہتے ہین
اسکا نام خوف نہین کیونکہ خوف وہی ہے جس سے ترغیب عمل کی ہو اور تمام شہوات کدورت آمیز
معلوم ہون اور میل جانب دنیا نہ رہے یہ نہین کہ دل مین تو خوف وسوسے کیطرح گذر گیا
مگر اثر اوسکا برائی سے روکنا یا بھلائی پر ترغیب دینا کچھ بھی نہوا اور نہ یاس کا نام خوف ہے
جو موجب آس ٹوٹنے کی ہے - حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جو شخص خدای تعالی کی
عبادت صرف خوف سے کریگا وہ فکر کے سمندرون مین ڈوب جاویگا اور جو کوئی اوسکی
عبادت محض رجا سے کریگا تو وہ بھی مغالطہ مین سرگشتہ رہیگا اور اگر خوف و رجا دونون کے
ساتھ عبادت کریگا تو طریق ذکر مین مستقیم رہیگا - اور مکحول دمشقی رح فرماتے ہین کہ جو شخص عبادت
الٰہی خوف سے کرتا ہے وہ خارجی ہے اور جو شخص رجا کے ساتھ عبادت کرے [illegible]
اور جو صرف محبت کے باعث عبادت کرے وہ زندیق ہے مگر جو شخص خوف و رجا و
محبت تینون سے عبادت کریگا وہ موحد ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمع رہنا تو ان [illegible]
ضروری ہے مگر اصلح اور مناسب خوف کا غلبہ ہے جب تک کہ موت نہ آوے اور [illegible]
وقت غلبہ رجا کا مناسب تر ہے اور قوت حسن ظن زیادہ - اسلیے کہ خوف تو قائم مقام
کوڑے کے ہے جو عمل پر آمادہ کیا کرتا ہے اور نزع کی صورت مین وقت عمل تو گذر گیا
سکرات موت مین بشر سے کچھ عمل نہین ہو سکتا نہ لوازم خوف کی برداشت کر سکتا ہے
اسلیے کہ اس سے تو اور زیادہ دلشکنی ہوتی ہے اور کل کا مرتا آج مر جاتا ہے ہان رجا کی تقویت سے
دل کو تقویت ہوتی ہے اور جس ذات پاک سے رجا ہوتی ہے اوسکی محبت دل مین سما تی ہے
اور آدمی کو یہی مناسب بھی ہے کہ جب دنیا سے کوچ کرے تو محبت الٰہی ہی مین [illegible]
تا کہ خدا کی ملاقات بھی اچھی معلوم ہو کیونکہ جو شخص خدا سے ملنا اچھا جانتا ہے خدا بھی [illegible]
اوس سے ملنا اچھا جانتا ہے اور یہ صورت رجا مین بن سکتی ہے اسلیے کہ محبت رجا سے [illegible]
ہے غرضکہ جو شخص اوسکے کرم کا راجی ہوگا وہ محبوب ہوگا اور تمام علوم اور اعمال سے غرض [illegible]
معرفت الٰہی ہے یہان تک کہ معرفت سے محبت پیدا ہو جاوے کیونکہ انجام کو اوسی کیطرف
جانا ہے اور مرنے کے بعد اوسی تک آنا اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہے تو نیت

محبت اوسکی خوشی ہوتی ہے اور اگر جدا ہوتا ہے تو اوسیقدر رنج و عذاب بھی ہوتا ہے
پس اگر مرنے کے وقت دل پر محبت زن و فرزند اور مال و مسکن اور اراضی اور رفقا و
احباب کی غالب ہوگی تو یہہ شخص ایسا ہوگا کہ اسکی سب محبوب چیزین دنیا ہی مین تھین تو
دنیا اوسکی جنت تھی اسواسطے کہ جنت اوسی مقام کا نام ہے جسمین سب خاطر خواہ چیزین
موجود ہون تو ایسے شخص کا مرنا گویا جنت مین سے نکلنا اور اوسکی خواہش کی چیزون مین
اور اوسمین حجاب پڑجاناہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کی خواہش کی اشیا مین حجاب پڑجانا
بڑا سخت ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مرنا بڑی مصیبت ہے مگر جس شخص کا محبوب سوا
خدای تعالی اور اوسکے ذکر اور معرفت و فکر کے اور کچھہ نہین اور دنیا اور اوسکے علائق
باعث اوقات ہین تو ایسے کے حق مین دنیا قیدخانہ ہے اسواسطے قیدخانہ اوسکو کہتے ہین
جسمین قیدی اپنی دل چاہتی بات سے راحت نہ لینے پاوے پس ایسے کے لیے مرنا گویا
قید سے چھوٹنا اور اپنے محبوب کے پاس آنا ہے اور قید سے چھٹنے مین جو حال قیدی کا
ہوتا ہے اور جس شخص کو اپنے محبوب کا وصال بلا مزاحم میسر آتا ہے اوسکی کیفیت معلوم ہی
اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اس شخص کو کیسی خوشی ہوتی ہوگی اور یہ ثواب و عقاب وہ ہی
جو بعد موت کے آدمی کو پہلے پہلے ملتا ہے اسمین نہ اوس ثواب کا ذکر ہے جو خدای تعالی
نے اپنے نیک بندون کے لیے رکھہ چھوڑا ہے جو نہ آنکھون نے دیکھا نہ کانون سنا نہ کسی بشر کے
دل پر گذرا اور نہ اسمین وہ عذاب شامل ہے جو اللہ تعالی نے اون لوگون کیواسطے تیار
کر رکھا ہے جو زندگی دنیا کو آخرت کی نسبت اچھا جانتے ہین اور اوسی پر راضی اور تسلی سے
بیٹھے ہین اور وہ عذاب طرح طرح کا وبال و زنجیرین اور طوق اور انواع و اقسام کی ذلت
و رسوائی ہے ہم خدای تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ اللہ تعالی ہمکو مسلمان اوٹھاوے
اور صلحا مین ملاوے اور اس دعا کے قبول ہونے کی طمع بجز حاصل کرنے محبت الہی کے
نہین اور حصول محبت الہی کی سبیل بدون نکالنے غیر اللہ کی محبت کے دل سے اور
جتنے علاقے سوا خدای تعالی کے ہین مال اور جاہ اور وطن وغیرہ اونکے قطع کرنے کے
نہین بن پڑتی تو بہتر ہے کہ ہم وہ دعا مانگین جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہی
چنانچہ آپنے فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ
اِلٰی حُبِّکَ وَاجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ خلاصہ یہ کہ موت کیوقت

غلبہ رجا کا مناسب ہے اسواسطے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور موت سے پیشتر غلبہ
خوف کا مناسب ہے کیونکہ اس سے بخوبی شہوات کی آگ بجھ جاتی ہے اور دل سے محبت دنیا کا
استیصال اچھی طرح ہو جاتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یموتن
احدکم الا وھو یحسن الظن بربہ اور حدیث قدسی مین مذکور ہے انا عند ظن
عبدی بی فلیظن بی ما شاء اور جب کہ حضرت سلیمان تیمی رح کی وفات قریب ہوئی تو اپنے
بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھسے اجازتون کا ذکر کر او جب تک میرا وصال ہو رجا کا بیان
کرتے رہو کہ مین خدا سے حسن ظن کے ساتھ ملون اور جب حضرت سفیان ثوری رح کو نزع کا
عالم ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو اپنے گرد علما کو جمع کیا کہ وہ توقع دلاوین - اور حضرت
امام احمد بن حنبل رض نے اپنے بیٹے کو نزع کیوقت ارشاد فرمایا کہ مجھسے وہ احادیث بیان کر
جنمین رجا اور حسن ظن کا مذکور ہے اور مقصود ان سب سے یہی ہے کہ اوسوقت اللہ تعالی اپنا
محبوب بنجاوے اور اسی بنا پر حضرت داود علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام پر وحی آئی کہ مجکو میرے
بندون کے نزدیک محبوب کردے اونھون نے عرض کیا کہ الٰہی کسطرح ارشاد ہوا کہ اونسے
میرے انعام و احسان کو بیان کر - غرضکہ غایت سعادت آدمی کی اسمین ہے کہ اللہ کی
محبت مین مرے اور محبت الٰہی دو چیزون سے حاصل ہوتی ہے اول معرفت سے دوم محبت
دنیا کو دل مین سے نکالنے سے یہان تک کہ دنیا ایسی معلوم ہو گویا قیدخانہ ہے کہ محبوب سے
نہین ملنے دیتا چنانچہ بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانی رح کو خواب مین دیکھا کہ وہ
اوڑتے ہین اونھون نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ مین ابھی قید سے چھوٹا ہون
صبح کو جب جاگے تو لوگون سے ابو سلیمان کا حال پوچھا لوگون نے کہا کہ شب گذشتہ اونکا وصال ہوا

چھٹا بیان اوس تدبیر کا جس سے حالت خوف کی حاصل ہو

جاننا چاہیے کہ جو علاج ہم نے صبر کے حال مین لکھا ہے اور باب صبر و شکر مین اوسکی تشریح
کی ہے وہ اس غرض مین کافی ہے اسلیے کہ صبر جبھی ہو سکتا ہے جب اول خوف و رجا
ہو لین کیونکہ اول مقام دین کے مقامات سے یقین ہے یعنی اعتقاد قوی اور ایمان بکا
اللہ تعالی اور روز جزا اور جنت و دوزخ پر ہونا اور ظاہر ہے کہ اس اعتقاد سے خوف
دوزخ کا اور رجا جنت کی ضرور ہیجان مین آویگی اور رجا اور خوف صبر سے زبردست ہین
کیونکہ جنت مکروہات سے ڈھانپی ہوئی ہے اونکے تحمل پر صبر کرنا بدون قوت

رجا کے نہین ہو سکتا اسیطرح دوزخ شہوات سے چھپی ہوئی ہے اونکے استیصال پر صبر کرنا بدون قوت خوف کے ممکن نہین - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص مشتاق جنت کا ہوتا ہے وہ شہوات کی چیزون کو بھول جاتا ہے اور جو شخص کہ دوزخ کی آگ سے ڈرتا ہے وہ حرام چیزون سے باز رہتا ہے پھر یہ مقام صبر جو خوف و رجا سے حاصل ہوتا ہے اس سے مقام مجاہدہ اور ذکر الٰہی اور فکر دائمی کے لیے تنہا رہنا حاصل ہوتا ہے اور دوام ذکر سے نوبت انس کی اور دوام فکر سے کمال معرفت اور کمال معرفت و انس سے محبت کا مقام ملتا ہے اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہین پس منازل دین کے سلوک مین یہ ترتیب ہے اول اصل یقین ہے اوسکے بعد کوئی مقام بجز خوف و رجا کے نہین نہ اونکے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہے اور مجاہدہ اور خدا کے لیے ظاہر و باطن مین مجرد ہو جانا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بعد مجاہدہ کے اگر کسیکو راہ کھلتا ہے تو سوا ہدایت اور معرفت کے اور کوئی مقام نہین اور معرفت کے بعد انس محبت کے سوا کوئی مقام نہین اور محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کے فعل پر راضی رہے اور اوسکی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا اور توکل کے مقامات حاصل ہون - خلاصہ یہ کہ ہر چند جو کچھ ہم صبر کے علاج مین لکھ آئے ہین اوسیقدر بیان کافی ہے الا تاہم خوف کو ہم علیحدہ ایک مختصر کلام مین بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خوف دو صورتون مختلفہ سے پیدا ہوتا ہے جنمین سے ایک صورت دوسری کی نسبت اعلیٰ ہے اور ان دونون صورتون کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک لڑکا ایک گھر مین موجود ہے اور یکایک وہمین کوئی درندہ یا سانپ چلا آوے تو کیا عجب ہے کہ لڑکا اوس سے نہ ڈرے بلکہ سانپ کے پکڑنے کو ہاتھ بڑھاوے اور اوس سے کھیلنا چاہے لیکن اگر اوسکے ساتھ اوسکا باپ بھی ہو اور اوسکو کچھ سمجھ بھی ہو اور اوسکا باپ سانپ یا درندے کو دیکھکر ڈر جاوے اور بھاگ کھڑا ہو تو لڑکا بھی جب باپ کو کانپتے اور بھاگتے دیکھے گا اوسکے ساتھ ہی بھاگے گا اور خوف اوسپر چھا جاویگا پس یہان ایک خوف تو باپ کا ہے جو سانپ کی خاصیت اور اوسکا زہر جانتا بوجھتا ہے اور درندے کی پکڑ اور جھپٹ اور بیدردی کو سمجھتا ہے اور ایک خوف لڑکے کا ہے جو صرف باپ کی تقلید سے ہی اسوجہ سے کہ جانتا ہے کہ باپ کا ڈرنا کسی خوفناک چیز ہی سے ہے پس اوسکی دیکھا دیکھی جانتا ہے

کہ درندہ اور سانپ خوفناک چیز ہے اور اوسکی وجہ نہین جانتا جب اس مثال کو مان چکے تو
جان لو کہ خدای تعالی سے ڈرنے کے بھی دو مقام ہین اول خوف اوسکے عذاب سے دوم
خوف اوسکی ذات سے دوسری قسم کا خوف اون لوگون کو ہوتا ہے جو اہل علم اور ارباب
کشف ہین اور اوسکی صفات مین سے وہ امور جانتے ہین جو مقتضی ہیبت اور رعب اور خوف
کے ہین اور نیز بھید سے اس قول خداوندی کے وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ اور اس قول کے
اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ خوب واقف ہین اور قسم اول خوف عام خلق کا ہے جو محض
جنت اور دوزخ پر ایمان لانے اور اونکو پاداش طاعت ومعصیت اعتقاد کرنے سے
ہوتا ہے اور یہ خوف غفلت کے باعث اور ضعف ایمان کے سبب کمزور ہو جاتا ہے اور
یہ غفلت وعظ ونصیحت کے سننے اور قیامت کی دہشتون کے ہمیشہ سوچنے اور اقسام
عذاب آخرت کے یاد کرنے سے جاتی رہتی ہے اور نیز خائفین کو دیکھنے اور اونکے
پاس بیٹھنے اور اونکے احوال کے مشاہدہ کرنے سے زائل ہو جاتی ہے اگر مشاہدہ نہو
تب بھی سننا خالی تاثیر سے نہین اور دوسری قسم خوف کی جو بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ
خود خدای تعالی سے خوف کیا جائے یعنی اوسکی دوری اور حجاب سے خوف ہو اور قرب کی
رجا ہو حضرت ذو النون رح فرماتے ہین کہ خوف دوزخ کا بمقابلہ خوف فراق کے ایسا ہے
جیسا ایک قطرہ سامنے سمندر کے اور یہ خوف علما کو ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ اور عام مومنین کو بھی اس خوف سے بہرہ ہے مگر
اونکا خوف صرف تقلیدی ہے جیسے لڑکے کا خوف سانپ سے اپنے باپ کی تقلید کر
تھا اور چونکہ اس خوف تقلیدی مین بصیرت نہین ہوتی اسیواسطے ضعیف ہوتا ہے
اور جلد جاتا رہتا ہے یہانتک کہ لڑکا اگر کبھی کسی منتر والے کو سانپ پکڑتے دیکھتا ہے
تو خود مغالطہ کھا کر اوسکی دیکھا دیکھی آپ بھی جرات اوسکے پکڑنے کی کرتا ہے جیسے باپکی
دیکھا دیکھی خوف کرتا تھا بہرحال عقائد تقلیدی اکثر ضعیف ہوتے ہین الا اوس صورت
مین کہ اونکے اسباب کو ہمیشہ دیکھا جائے جنسے کہ اونکی تاکید ہوتی ہے اور پھر مقتضای
اسباب کے بموجب طاعت کی کثرت اور معاصی سے اجتناب پر مدت دراز تک مواظبت
کیجائے تو البتہ عقائد قوی ہو جاتے ہین حاصل یہ کہ جو شخص درجہ معرفت پر پہونچکر خدای تعالی
کو پہچانتا ہے وہ خواہ مخواہ خوف کرتا ہے اوسکے لیے کسی علاج کی ضرورت نہین جس

کہ خوف اوسکو حاصل ہو جیسے کوئی شخص درندے کو جانے اور اپنے آپ کو اوسکے پنجون مین
مبتلا دیکھے تو اوسکے لیے اس بات کی حاجت نہین کہ درندے سے ڈرنے کے لیے اوسکے
واسطے کوئی تدبیر کیجاوے بلکہ وہ تو درندے سے خواہ مخواہ ڈریگا اور اسیواسطے خدای تعالی
نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسے درندہ ایذا رسان سے ڈرتا ہے
اور درندہ ایذا رسان سے ڈرنے کے لیے بجز درندے کی معرفت اور اوسکے پنجون مین واقع
ہونے کی کیفیت معلوم کرنے کے اور کچھ تدبیر نہین چاہیے پس جو شخص کہ خدای تعالی کو
جانیگا وہ یہ جان لیگا کہ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کچھ پروا نہین رکھتا جو چاہتا ہے
سو حکم دیتا ہے کسی سے نہین ڈرتا فرشتون کو بدون کسی ذریعہ سابقہ کے قرب عنایت
فرمایا اور ابلیس کو بغیر کسی جرم گذشتہ کے راندۂ درگاہ کیا اوسکی صفت یہی ہے جو حدیث
قدسی مین مذکور ہے هٰؤلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي وَهٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا أُبَالِي
اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ عذاب بدون معصیت کے نہین دیتا اور نہ ثواب بدون
طاعت کے تو اوسکو یہ تامل کرنا چاہیے کہ پھر مطیع کے لیے اسباب طاعت سے کیون
اعانت کرتا ہے کہ اوسکو خواہ مخواہ اطاعت ہی کرنی پڑتی ہے اور عاصی کو لوازم معصیت
کیون مہیا فرماتا ہے جس سے کہ وہ طوعاً و کرہاً گناہ کرتا ہے یعنی جب خدای تعالی نے غفلت
اور شہوت اور قدرت شہوت کے ادا کی پیدا کر دی تو فعل تو اوس سے ضرور ہی ہوگا اب
جو اوسکو اپنی درگاہ سے دور کیا تو اسلیے کیا کہ وہ مرتکب جرم ہوا مگر ہم یہ کہتے ہین کہ اوسکو
جو قدرت گناہ دی اور اوس سے گناہ کرایا یہ کس سبب سے ہوا کیا پہلے اس سے کوئی اور خطا
ہوئی تھی جسکی سزا مین یہ گناہ اوس سے سرزد ہوا پھر اوس خطا کو کہینگے کہ وہ کس لیے
ہوئی تھی یہان تک کہ ایک لاانتہا سلسلہ بنجاوے یا اول ہی قصور پر یون کہا جاوے
کہ پہلے سے بندے کا قصور کوئی نہین تھا بلکہ ازل مین اوسپر یون ہی لکھا گیا تھا
اور اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوس حدیث مین کہ قصہ
گفتگو حضرت آدم اور حضرت موسی علیہما السلام کا خدای تعالی کے سامنے مذکور فرمایا
کہ دونون مین گفتگو ہوئی اور حضرت آدم غالب ہے حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت
آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم وہی آدم ہو جنکو خدای تعالی نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا
اور اپنی روح ڈالی اور اپنے فرشتون سے سجدہ کرایا اور اپنی جنت مین رکھا پھر تم نے

یہ لوگ جنت مین ہین اور مجکو پروا نہین اور یہ لوگ دوزخ مین ہین اور مجکو پروا نہین ۱۲ ح

اپنی خطا کے باعث لوگون کو زمین پر اُتارا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی موسٰی ہو جنکو خداے تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے مخصوص فرمایا اور تختیان عنایت فرمائین جنمین ہر ایک چیز کا بیان تھا اور تمکو اپنی سرگوشی مین سرفراز فرمایا تو بھلا یہ تو بتاؤ کہ خداے تعالی نے میری پیدایش سے کتنا پہلے توریت کو لکھا تھا حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ توریت مین یہ بھی ہے کہ نہین وَعَصَىٰٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى اُنھون نے فرمایا کہ ہے حضرت آدم نے فرمایا کہ کیا تم مجکو ایسے عمل کرنے پر ملامت کرتے ہو جو چالیس برس پیشتر میرے عمل کرنے اور پیدا ہونے سے اللہ تعالی نے مجھ پر لکھ دیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تقریر سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام پر غالب رہے پس جو شخص اس امر مین سبب کو معلوم کر لیگا اور معلوم کرنا بھی نور ہدایت سے ہوگا تو وہ شخص خاص عارفون مین سے ہوگا جو تقدیر کے بھید سے واقف ہین اور جو شخص سُنکر ایمان لاویگا اور سُنتے ہی یقین کر لیگا وہ عام مومنین سے ہوگا اور انہین سے ہر ایک فریق کو ایک طرح کا خوف ہوگا کیونکہ ہر ایک بشر بہ تقدیر مین ایسی طرح ہے جیسے ضعیف لڑکا درندے کے چنگل مین اور درندہ کبھی تو بھول جاتا ہے اور لڑکے کا چھوڑ دیتا ہے اور کبھی غرا کر چیر پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ صورتین بسبب اتفاق ہوا کرتی ہین اور اس اتفاق کے لیے بھی اسباب تقدیری معین ہوا کرتے ہین لیکن اگر اس امر کو بلحاظ نہ جاننے والے کے دیکھین تو اتفاق کہینگے اور اگر خداے تعالے کے علم کے اعتبار سے دیکھین تو اتفاق نہ کہینگے۔ اور جو شخص کہ درندے کے چنگل مین پڑا ہے اگر اسکی معرفت کامل ہو تو وہ اس سے خوف نہین کریگا اسواسطے وہ بھی مسخر ہے اگر اسپر بھوک مسلط کیجاویگی تو شکار کریگا اور اگر غفلت طاری کردیجاویگی تو چھوڑ دیگا تو مسخر سے کیا ڈرنا چاہیے خوف اس سے چاہیے جسنے درندے کو اور اسکی صفات کو پیدا کیا اسی لیے ہم یہ بھی نہین کہ سکتے کہ اللہ تعالے سے ڈرنے کی مثال درندہ سے ڈرنا ہے بلکہ اگر پردہ اُٹھا لیا جاوے تو معلوم ہو کہ درندے سے ڈرنا بعینہ خدا سے ڈرنا ہے اسواسطے کہ درندے کے ذریعے سے ہلاک کرنے والا تو وہی ہے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ آخرت کے درندے مثل دنیا کے درندون کے ہین اور اللہ تعالے نے اسباب عذاب اور اسباب ثواب دونون کو پیدا کیا اور

دونون کے واسطے اُنکے اہل بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الٰہی بحکم قضاے ازلی کہ اُس طرف ہنکائے لیے جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً جنت کو خداے تعالیٰ نے پیدا کیا اور اُسکے لیے کچھ لوگ بناے کہ وہ جنت کے سامان کے لیے مسخر کر دیے ہین وہ چاہین یا نہ چاہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اُسکے لیے بھی کچھ لوگ پیدا کیے اور اُنکو دوزخ ہی کے اسباب کا مسخر کر دیا اُنکو منظور ہو یا نہو پس جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقدیر اور جار موجۂ قضا مین دیکھیگا اُسپر بیشک خوف غالب ہوگا۔ یہ خوف اُن لوگون کا ہے جو راز تقدیر کو پہچانتے ہین مگر جسکو پہونچنا کنگرہ استبصار تک دشوار ہو اُسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کی دوا اخبار و آثار کے سُننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال و اقوال کا مطالعہ کرے اور پھر اُنکے عقول اور مناصب کو مغرور رجا والون کے منصب کے ساتھ نسبت دے تو کچھ شک نکریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فرقہ کی اولےٰ ہے کیونکہ وہ لوگ انبیا اور علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل اور غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا کہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین و الآخرین ہین وہ سب سے زیادہ خائف رہتے تھے یہانتک کہ روایت ہے کہ ایک لڑکے کی نماز جنازہ آپ پڑھتے تھے کہ آپ نے کسیکو پڑھتے سنا اللّٰهُمَّ قِهِ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کسیکو یون کہتے سُنا هَنِيئًا لَكَ عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تونے کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہے بخدا کہ مین رسول خدا ہون مگر مجکو معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے واسطے کچھ لوگ بناے کہ اُنمین نہ زیادہ ہون نہ کم ۔ اور ایک روایت یون ہے کہ یہی ارشاد آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضہ کے جنازے پر جو اول مہاجرین مین سے تھے اُسوقت فرمایا تھا کہ جب حضرت ام المومنین ام سلمہ رضہ نے اُنکو کہا تھا هَنِيئًا لَكَ الْجَنَّةُ حضرت ام سلمہ رضہ بعد کو فرمایا کرتین کہ عثمان کے بعد مین کسیکو پاک نہ کہونگی اور محمد بن حنفیہ الحنفیہ یعنے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین کہ بخدا مین سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو پاک نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کہون جنکا مین تخم ہون راوی کہتے ہین کہ اس بات سے فرقہ شیعہ نے اُنپر ہجوم کیا تو آپ نے فضائل اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے شروع کر دیے۔ اور ایک دوسری صحیح حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہے کہ جب وہ

شہید ہوئے تو اُنکی ماں نے کہا کہ بیٹا جنت مبارک ہو تو جنت کی چڑیون مین سے ہی تو نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا مین مارا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے اُنکی ماں سے کہا کہ تمکو کیسے اُسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی حیات مین کلام
غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو بند کیا کرتا ہو جو اُسکو مضر نہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہی کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سُنا کہ کوئی عورت
کہ رہی ہی کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہی جو خدا پر حکم کرتی ہو مریض نے
عرض کیا کہ یہ میری ماں ہی آپ نے اُس عورت کو ارشاد فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تھارا
لڑکا کلام بیفائدہ کیا کرتا ہو اور ایسی چیز مین بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس رہنے سے تو نگر
نہوتا ہو۔ علاوہ ازین سب مسلمان کس طرح خوف نہ کرین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ مجھکو بوڑھا کر دیا سورہ ہود اور اُسکی بہنون سورہ واقعہ اور کورت اور عم
یتسا لون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہین کہ شاید یہ قول آپ کا اسلیے ہی کہ سورہ ہود مین
دوری کا مضمون بہت ہی جیسے اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ اور اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ
اور اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ باوجودیکہ آپ کو معلوم تھا کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم
شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا اور سورہ واقعہ مین یہ مضمون ہی
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ یعنی جو شدنی ہی اُسپر قلم خشک ہو گیا تو پہلا لکھا
پورا ہوگا جب تک کہ واقعہ آوے اور وہ یا خافضہ یعنی پست کرنے والی ہوگی اُن لوگون کی
جو دنیا مین اونچے تھے یا رافعہ ہوگی یعنے اونچا کرنے والی اُن لوگون کی جو دنیا مین
پست تھے اور سورہ کورت مین قیامت کے احوال ہین اور خاتمے کا ظاہر ہونا چنانچہ
ارشاد ہی وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ
اور عم یتسا لون مین بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہی يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اور
لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا اور قرآن مجید اول سے آخر تک
خوف ہی ہی اگر کوئی سمجھ کر پڑھے اور اگر تمام قرآن مین صرف ایک یہی آیت ہوتی کہ
اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو
چار شرطون پر معلق کیا ہی کہ بندہ اُنمین سے ایک کو ادا کرنے سے بھی عاجز ہی کہ اس سے
زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہی فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓی اَنْ يَّكُوْنَ

سو دونون کے واسطے اُنکے اہل بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الٰہی بحکم قضا ے ازلی کے اُس طرف ہنکا ئے لیے جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً جنت کو خدا ے تعالیٰ نے پیدا کیا اور اُسکے لیے کچھ لوگ بنا ئے کہ وہ جنت کے سامان کے لیے مسخر کر دیے ہین وہ چاہین یا نہ چاہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اُسکے لیے بھی کچھ لوگ پیدا کیے اور اُنکو دوزخ ہی کے اسباب کا مسخر کر دیا اُنکو منظور ہو یا نہو پس جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقدیر اور چاہ موجۂ قضا مین دیکھیگا اُسپر بیشک خوف غالب ہوگا۔ یہ خوف اُن لوگون کا ہے جو راز تقدیر کو پہچانتے ہین مگر جسکو پہونچنا کنگرہ استبصار تک دشوار ہو اُسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کی دوا اخبار و آثار کے سُننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال و اقوال کا مطالعہ کرے اور پھر اُنکے عقول اور مناصب کو مغرور رجا والون کے منصب کے ساتھ نسبت دے تو کچھ شک نکریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فرقہ کی اولیٰ ہے کیونکہ وہ لوگ انبیا اور علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل اور غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا کہ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین و آلآخرین ہین وہ سب سے زیادہ خائف رہتے تھے یہانتک کہ روایت ہے کہ ایک لڑکے کی نماز جنازہ آپ پڑھتے تھے کہ آپ نے کسیکو پڑھتے سنا اَللّٰهُمَّ قِهِ عَذَابَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کسیکو یون کہتے سُنا هَنِيئًا لَكَ عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تونے کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہے بخدا کہ مین رسول خدا ہون مگر مجھکو معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے واسطے کچھ لوگ بنائے کہ اُسمین نہ زیادہ ہون نہ کم اور ایک روایت یون ہے کہ یہی ارشاد آپ نے حضرت عثمان بن مظعون رضہ کے جنازے پر جو اول مہاجرین مین سے تھے اُسوقت فرمایا تھا کہ جب حضرت اُم المومنین ام سلمہ رضہ نے اُنکو کہا تھا هَنِيئًا لَكَ الْجَنَّةُ حضرت اُم سلمہ رضہ بعد کو فرمایا کرتین کہ عثمان کے بعد مین کسیکو پاک نہکہونگی اور محمد بن حنفیہ الحنفیہ یعنی بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین کہ بخدا مین سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو پاک نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کہون جنکا مین تخم ہون راوی کہتے ہین کہ اس بات سے فرقۂ شیعہ نے اُنپر ہجوم کیا تو آپ نے فضائل اور مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے شروع کر دیے۔ اور ایک دوسری حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہے کہ جب وہ

شہید ہوئے تو انکی مان نے کہا کہ بیٹا جنت مبارک ہو تو جنت کی چڑیون مین سے ہی تو نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا مین مارا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے انکی مان سے کہا کہ تمکو کیسے اسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی حیات مین کلام
غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو بند کیا کرتا ہو جو اسکو مضر نہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہی کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سُنا کہ کوئی عورت
کہ رہی ہی کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہی جو خدا پر حکم کرتی ہی مریض نے
عرض کیا کہ یہ میری مان ہی آپ نے اس عورت کو ارشاد فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تمھارا
لڑکا کلام بیفائدہ کیا کرتا ہو اور ایسی چیز مین بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس رہنے سے تو انگر
نہوتا ہو۔ علاوہ ازین سب مسلمان کس طرح خوف نہ کرین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ مجھکو بوڑھا کر دیا سورہ ہود اور اسکی ہمچون سورہ واقعہ اور کورت اور عم
یتسألون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہین کہ شاید یہ قول آپ کا اسلیے ہی کہ سورہ ہود مین
دوری کا مضمون بہت ہی جیسے اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ اور اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ
اور اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ باوجودیکہ آپ کو معلوم تھا کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم
شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا اور سورہ واقعہ مین یہ مضمون ہی
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ یعنی جو شدنی ہی اسپر قلم خشک ہو گیا تو پہلا لکھا
پورا ہوگا جب تک کہ واقعہ آوے اور وہ یا خافضہ یعنی پست کرنے والی ہوگی ان لوگون کی
جو دنیا مین اونچے تھے یا رافعہ ہوگی یعنے اونچا کرنے والی ان لوگون کی جو دنیا مین
پست تھے اور سورہ کورت مین قیامت کے احوال ہین اور خاتمے کا ظاہر ہونا چنانچہ
ارشاد ہی وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ
اور عم یتسألون مین بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہی یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدَاهُ اور
لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا اور قرآن مجید اول سے آخر تک
خوف ہی ہی اگر کوئی سمجھ کر پڑھے اور اگر تمام قرآن مین صرف ایک یہی آیت ہوتی کہ
اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو
چار شرطون پر معلق کیا ہی کہ بندہ انمین سے ایک کو ادا کرنے سے بھی عاجز ہی کہ اس سے
زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہی فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ

مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ یعنے باوجود بجا آوری شروط کے بھی یقینی فلاح نہیں ہے اور لِيَسْئَلَ الصَّادِقِيْنَ عَنْ
صِدْقِهِمْ اور سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلَانِ اور اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ اور وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ
اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اور يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ
وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا اور وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا
مَّقْضِيًّا اور اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ
نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ
اور فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور وَقَدِمْنَا اِلٰى
مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا اور وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
اس صورت مین نقصان اور خسران سے بچنے کی چار شرطین کی ہین اور انبیا علیہم السلام جو باوجود
انعام و احسان الٰہی کے ڈرتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ وہ خداے تعالیٰ کے مکر سے بیخوف نہ تھے فَلَا يَاْمَنُ
مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ خود خداے تعالیٰ فرماتا ہے یہانتک کہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام خداے تعالیٰ کے خوف سے روئے اللہ تعالیٰ نے دونون کو وحی کی
کہ تم کیون روتے ہو مین نے تمکو مامون کر دیا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مکر سے بیخوف کون ہو سکتا ہے گویا
کہ جب دونون نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب ہے اور ہمکو اطلاع کامون کے انجام کی نہین تو
اس بات سے مامون نہ رہے کہ خداے تعالیٰ کا فرمانا کہین براہ امتحان اور ابتلا اور مکر کے نہو
یعنے اگر ارشاد خداوندی کے بعد خوف ساکن ہو جاتا تو معلوم ہوتا کہ مکر سے مامون ہین اور اپنے
قول سابق کی وفا نہوتی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جبکہ گوپھن مین رکھے گئے تو فرمایا
کہ حَسْبِيَ اللّٰهُ یعنی خدا مجھکو بس ہے اور یہ ایک بڑا دعوی تھا اسی لیے آپ کا امتحان لیا گیا
اور ہوا مین حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا
کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپنے فرمایا کہ تمسے کچھ مطلب نہین تو یہ فرمانا آپ کا واقع مین اُس
اول قول حَسْبِيَ اللّٰهُ کا پورا کرنا تھا اسی قصے کو خداے تعالیٰ نے بیان فرمایا وَاِبْرٰهِيْمَ
الَّذِيْ وَفّٰى یعنی اول حَسْبِيَ اللّٰهُ جیسا کہا تھا ویسا ہی نباہ دیا اور اسی طرح کا حال حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى
قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى اور باوجود اسکے جب جادوگرون نے اپنا

جادو پھیلایا تو حضرت موسی علیہ السلام کے دل مین خوف ہوا اسلیے کہ آپ خداے تعالے کے
مکر سے بیخوف نتھے اور امر مشتبہ ہوگیا تھا یہانتک کہ نئے سر سے انکے لیے امن کا ارشاد
کیا گیا کہ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى اور جب شوکت مسلمانون کی بدر کے روز
کم ہوگئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی اگر اس جماعت کو
توہلاک کردیگا تو روے زمین پر کوئی ایسا نہین رہیگا جو تیری عبادت کرے تو حضرت
ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا کہ آپ یہ الفاظ جانے دیجیے آپ کے لیے جو وعدہ خداے تعالی
نے کیا ہے وہ اسکو پورا فرماویگا یہان حضرت صدیق رض کو تو اعتماد اللہ تعالی کے وعدے پر تھا
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مقام خوف خدا کے مکر سے حاصل تھا اور یہ مقام زیادہ کامل ہے
اسواسطے کہ یہ جبھی صادر ہوتا ہے جب اسرار الٰہی اور افعال خفیہ اور معانی صفات خداوندی کی
معرفت کامل ہو ان صفات سے جو صادر ہوتا ہے اسمین سے بعض کو مکر کہتے ہین اور بشر
مین سے کسیکو طاقت نہین کہ کنہ صفات الٰہی کو معلوم کرے اور جو شخص معرفت کی
حقیقت کو جان لے اور یہ بھی سمجھ لے کہ میری معرفت کنہ امور کے احاطہ سے قاصر ہے
اسکا خوف بیشک بہت زیادہ ہوگا اور اسی واسطے حضرت عیسی علیہ السلام سے جب
سوال ہوا کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ انھون نے
جواب مین عرض کیا کہ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ
اور آخر کو فرمایا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
آپ نے سارا کام مشیت پر سونپ دیا اور اپنے آپ کو بالکل درمیان سے علیحدہ کردیا
اسلیے کہ معلوم تھا کہ ہمکو کچھ اختیار نہین سب کام مشیت ایزدی سے ایسے وابستہ ہین
کہ عقل وعادت کے حیطہ سے خارج ہین انپر حکم قیاس اور گمان اور وہم سے بھی نہین ہوسکتا
چہ جاے کہ تحقیق اور یقین کسی امر کا ہوسکے اور یہی بات وہ ہے جس سے عارفون کے
دل ٹکڑے ہوتے ہین یعنی قیامت کبرے وہ ہے جسمین آدمی کو کام ایسی ایک ذات سے
پڑیگا جسکو کچھ پروا نہین اگر وہ ہلاک کرے تو اس جیسے بیشمار کو ہلاک کردیا ہے اور ہمیشہ
دنیا مین انکو انواع واقسام کی تکلیفات وامراض سے عذاب دیتا ہے اور باوجود اسکے
انکے دلون کو کفر اور نفاق کا روگ لگا کر ابدالآباد کو انپر عذاب مقرر فرماتا ہے پھر آپ ہی فرماتا ہے
وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

اور دوسری جگہ فرماتا ہی وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَاَمْلَئَنَّ جَہَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اب سوچنے کی بات ہی کہ جب ازل مین یہ قول ہو چکا اور اُسکے تدارک کی کچھ طمع نہین تو کس طرح خوف نہوگا اگر بالفرض تقدیر نہوتی معاملہ حال ہی کی روئیداد پر منحصر ہوتا تب بھی طمع کسی حیلے اور تدبیر کی ہوتی مگر اب تو بجز تسلیم کے اور کیا ہو سکتا ہی یا یہ ہو سکتا ہی کہ جو اسباب دل اور اعضا پر کھلا کھلی معلوم ہوتے ہین اُنسے قرینہ سابقۂ ازلی کا معلوم ہو جاوے مثلاً جس شخص کے لیے اسباب شرک مہیا ہون اور اسباب خیر مین اور اُسمین حجاب واقع ہوا اور اُسکا علاقہ دنیا سے خوب پختہ ہو گویا اُسکو واقع مین راز تقدیر کا کھل گیا ہی کہ میرے نصیب مین بدبختی لکھی ہی کیونکہ ہر شخص جس واسطے پیدا ہوا ہی اُسکے واسطے ویسے ہی سامان مہیا ہوتے ہین اور اگر کسی کے واسطے خیرات میسر ہون اور دل بالکل دنیا سے علٰحدہ اور ظاہر و باطن فقط متوجہ الی اللہ ہو تو یہ باتین اس امر کو چاہتی ہین کہ خوف تھوڑا ہو بشرطیکہ اسی حال پر ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہو لیکن ایک حال پر جمنا دشوار ہی شعر

اگر درویش بر حالے بماندے	سر دست از ہر دو عالم بر فشاندے

علاوہ ازین خاتمے کا خطر آتش خوف کو دوبالا کرتا ہی اور اس شعلے کے بجھنے کی کوئی تدبیر نہین حال کے بدلنے کا خوف ناخن رگ جان پر مارتا ہی اور کیون نہو کہ حدیث شریف مین وارد ہی مومن کا دل خدائے تعالیٰ کی دو اُنگلیون مین ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ دل لٹنے مین ہنڈیا کے ابال سے بھی زیادہ ہی اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہی اِنَّ عَذَابَ رَبِّہِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ ان اقوال کو سُنکر کوئی بڑا ہی جاہل ہوگا جو بیخوف ہو جاویگا یعنے جس صورت مین کہ خدائے تعالیٰ علانیہ امن سے ڈراتا ہی تو پھر گنجائش بیخوفی کی کہان ہی اور خدائے تعالیٰ کا بڑا احسان ہی عارفون پر کہ اُنکے دلون کو رجا کی روح سے تازہ رکھتا ہی ورنہ آتش خوف سے جل کر اُنکے دل کباب ہو جاتے اور جس طرح کہ رجا کے اسباب خواص الٰہی کے لیے رحمت ہین اسی طرح لوازم غفلت عام لوگون کے حق مین من وجہ رحمت ہین اگر غفلت دور کر دی جاوے اور اصل حال لوگون کو معلوم ہو جاوے تو جان بدنون سے رخصت ہو اور غلبۂ قلق سے خوف سے دل ٹکڑے ہو جاوین۔ بعض عارفین کا قول ہی کہ اگر کوئی شخص میرے ساتھ پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ مین ہو کر مر جاوے تو مین اُسکی توحید کو یقیناً نہین کہہ سکتا ہون اسواسطے کہ مجھے کیا معلوم ہی کہ اتنے عرصے مین

کہ وہ ستون کی آڑ مین گیا اُسکے دل پر کیا کیا تغیر ہوا۔ اور بعض عارف فرماتے ہین
کہ اگر گھر کے دروازے پر مرنے سے شہادت ملتی ہو اور کوٹھری کے دروازے پر مرنے سے
مسلمانی پر خاتمہ ہوتا تو مجکو یہی منظور ہو کہ اسلام پر مرون اور حجرے کے باہر نہ نکلون اسواسطے
کہ حجرے کے دروازے سے گھر کے دروازے تک جانے مین مجھے کیا معلوم ہو کہ میرے
دل پر کیا تبدل ہو جاویگا۔ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ قسم سے یہ بات فرماتے کہ جو شخص موت کے
وقت اپنے ایمان کے چھن جانے سے بیخوف ہو جاتا ہو اُسکا ایمان ضرور ہی چھن جاتا ہو اور
حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ صدیقون کو خوف ہر قدم اور ہر دم سوء خاتمہ کے
برا ہونے سے رہتا ہو اور اُنکا وصف بھی خداے تعالیٰ اسی خوف سے فرماتا ہو وَقُلُوبُهُمْ
وَجِلَةٌ اور جب حضرت سفیان ثوری کا وقت مرگ قریب پہونچا تو رونے لگے اور نہایت
خائف تھے لوگون نے اُنسے کہا کہ آپ کو رجا کرنی چاہیے خداے تعالیٰ کا عفو تمھارے
گناہون سے بڑا ہو شعر گر عظیم ست از فرو دستان گناہ + از جناب شہ عفو کردن اعظم ست
آپ نے فرمایا کہ مین گناہون کے واسطے نہین روتا اگر مجھے یہ معلوم ہو جاوے کہ خاتمہ توحید پر
ہوگا تو مجھے کچھ پروا نہین گو میرے ساتھ پہاڑون کے برابر گناہ جاوین۔ حکایت ہو
کہ بعض خائفین مین سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو وصیت کی کہ جب مین مرنے لگون
میرے سرہانے بیٹھنا اگر دیکھو کہ میرا خاتمہ توحید پر ہوا تو تمام میرا مال لیکر اُسکے بادام اور
شکر خرید کر شہر کے لڑکون کو تقسیم کرنا اور کہنا کہ ایک شخص قید مین سے چھٹا ہو اسکی شیرینی ہو
اور اگر میرا خاتمہ توحید پر نہو تو لوگون کو خبر کر دینا کہ یہ شخص توحید پر نہین مرا ایسا نہو
کہ کوئی دھوکے مین آکر میرے جنازے پر آوے اور مرنے کے بعد مجکو ریا لاحق ہو اگر تم
سب سے کہدو گے تو جسکا دل چاہیگا آویگا ریا کے باعث کوئی نہ آویگا اُنکے بھائی نے
پوچھا کہ مین کیسے جانون کہ آپ کا خاتمہ توحید پر ہوا یا نہین اُنھون نے کچھ علامت بتلادی
کہ توحید کی پہچان یہ ہوگی جب اُنکی وفات ہوئی تو اُنکے بھائی نے علامت توحید پائی اور
بموجب وصیت بادام و شکر لیکر تقسیم کر دی۔ اور حضرت سہیل رح کا قول ہو کہ مرید کو خوف
گناہ مین مبتلا ہونے کا ہوتا ہو اور عارف کفر مین مبتلا ہونے سے ڈرتا ہو۔ اور حضرت ابو یزید
بسطامی رح فرماتے ہین کہ جب مین مسجد کو جاتا ہون تو یہ معلوم ہوتا ہو گویا میری کمر مین زنار ہو
مجھے ڈر لگتا ہو کہ کہین گرجا یا آتشخانے مین نلیجاوے اور مسجد مین گھسنے تک وہ زنار رہتا ہو

مسجد میں جانے سے علحدہ ہوجاتا ہی یہ بات ہر روز پانچ بار ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریان تم گناہون سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبرون کی جماعت کفر سے ڈرتے ہین اور انبیا کے حالات مین کہین مذکور ہی کہ ایک پیغمبر نے خدائے تعالیٰ سے برسون تک شکایت بھوکھ اور برہنگی اور جوؤن کی کی اور انکا لباس اون کا تھا اُنپر وحی ہوئی کہ ہمنے تجکو کفر سے بچائے رکھا اس بات سے راضی نہین ہوکر دنیا مانگتے ہو اُنھون نے خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا کہ الٰہی مین راضی ہون مجکو کفر سے محفوظ رکھ اب غور کا مقام ہی کہ جب خاتمے کی برائی سے ایسے عارف ڈرتے ہون جنکے قدم راسخ اور ایمان قوی ہین تو ضعیف بیچارے کیسے نہین ڈرینگے۔ اور خاتمے کے بد ہونے کے چند اسباب ہین جو موت سے پیشتر ہوجایا کرتے ہین مثلاً بدعت اور نفاق اور کبر اور کچھ اور صفات مذمومہ اور چونکہ نفاق ایسی بلا ہی جس سے خاتمہ بگڑتا ہی اسی جہت سے صحابہ رضہ نفاق سے نہایت ڈرتے تھے حتیٰ کہ حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اگر مجکو یہ معلوم ہوجاوے کہ مین نفاق سے بری اور صاف ہون تو یہ بات مجکو دنیا ومافیہا سے اچھی معلوم ہوتی ہی اور اُن لوگون کے نزدیک نفاق سے وہ نفاق مراد نہین جو اصل ایمان کی ضد ہی بلکہ اس سے وہ نفاق مراد ہی جو ایمان کے ساتھ اکٹھا ہوسکتا ہی یعنی ہوسکتا ہی کہ آدمی مسلمان بھی ہو اور منافق بھی اور اس نفاق کی علامات بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ وَزَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ وَاِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ فَفِيهِ شُعْبَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا مَنْ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ فَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ اور ایک روایت مین وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وارد ہوا ہی اور صحابہ رضا اور تابعین رح نے نفاق کی ایسی تفسیر کی ہی جس سے بجز صدیق کے اور کوئی خالی نہین چنانچہ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ نفاق مین سے ہی ظاہر و باطن کا مختلف ہونا اور دل و زبان کا مختلف ہونا اور اندر اور باہر دو طرح پر ہونا اب ہم پوچھتے ہین کہ ان باتون سے کون خالی ہی بلکہ یہ باتین لوگون مین ایسی مانوس اور معتاد ہوگئین ہین کہ کوئی انکو برا ہی نہین جانتا علاوہ ازین یہ امور قریب زمانہ فیض کاشانہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے جاری تھے اس نفاق کو تو کون پوچھتا ہی۔ حضرت حذیفہ رح فرماتے ہین کہ عہد مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین آدمی ایسا لفظ کہا کرتا تھا کہ جس

ف چار چیزین ایسی ہین کہ جسمین ہون وہ منافق ہے خالص اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور سمجھے کہ مین مسلمان ہون اور اگر انمین سے ایک ہو تو اسمین ایک شاخ نفاق کی جبتک اسکو نہ چھوڑے ایسا جو شخص جب بات کرے جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امانت رکھا جاوے خیانت کرے اور جب خصومت کرے تو بیہودہ بکے بخاری و مسلم بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲

ع احمد بسند ضعیف ۱۲

منافق ہوجاتا تھا اور وہی لفظ مین تم سے دن مین کو دس دفعہ سنتا ہون - اور صحابہ رضؓ فرماتے ہین کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو کہ تمھاری نظرون مین وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہین مگر ہم اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کبیرہ جانتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ نفاق کی علامت یہ ہے کہ جیسا کام آدمی خود کرے ویسا لوگون سے اگر ہوجائے تو برا جانے اور کسی سے جور کرنے کے باعث محبت رکھے اور حق بات کے باعث بغض - اور بعضونکا یہ قول ہے کہ نفاق اسکا نام ہے کہ جب کوئی تعریف ایسی بات سے کرے جو مدوح مین نہو تو اوسکو یہ تعریف کرنا اچھا معلوم ہو اور ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم جب امرا کے پاس جاتے ہین تو جو کچھ وے کہتے ہین اوسکو درست و بجا کہے جاتے ہین اور جب اونکے پاس سے اوٹھ آتے ہین تو اونکی حقارت کرتے ہین آپنے فرمایا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہم نفاق جانا کرتے تھے - اور روایت ہے کہ آپنے کسیکو سنا کہ حجاج کو برا کہہ رہا ہے آپنے اوسکو فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تب بھی یہ کہتا کہ نہین اوسنے عرض کیا کہ اوسکے سامنے تو نہ کہتا آپنے فرمایا کہ ایسی بات کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے - اور اس سے بھی زیادہ سخت یہ روایت ہے کہ چند لوگ حضرت حذیفہ رضؓ کے دروازے پر بیٹھے اونکا انتظار کرتے تھے اور آپکا حال کچھ آپسمین بیان کرتے تھے جب آپ گھر مین سے نکلے تو سب لوگ آپسے حیا کر کے چپ ہورہے آپنے فرمایا کہ تم جو باتین کرتے تھے وہی کرو سب خاموش رہے آپنے فرمایا کہ اسکو ہم عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین نفاق جانتے تھے اور یہ حضرت حذیفہ وہ ہین جو منافقین کے جاننے مین اور اسباب نفاق کے پہچاننے مین مخصوص تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ دل پر ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ ایمان سے بھر جاتا ہے یہان تک کہ اسمین نفاق کو ایک سوئی کی برابر بھی گنجایش نہین ہوتی اور اوسپر ایک ساعت ایسی آتی ہے کہ نفاق سے بھر جاتا ہے حتی کہ ایمان کو گنجایش سوئی چھپانے کی نہین ہوتی - **فصل** تم دیکھ چکے ہو کہ عارفون کو خوف خاتمہ کی برائی کا لگا رہتا ہے اور اوسکے اسباب چند امور ہوتے ہین جو خاتمہ سے پہلے واقع ہوتے ہین اونمین سے بدعتین اور گناہ اور نفاق بھی ہین اور بندہ انمین سے کسی سے کب خالی ہوتا ہے اور اگر گمان کرے کہ مین نفاق سے خالی ہون تو یہ بھی نفاق ہے کیونکہ یہ قول مشہور ہے کہ جو شخص نفاق سے بیخوف ہو وہ منافق ہو

ح بخاری نے روایت کیا ہے

ح ابوداؤد نے بسند ضعیف روایت کیا ہے

ح جلد اول باب قواعد العقائد مین گذری اور اسمین ذکر حجاج کا صحیح مین ملا

ح اسکی سند مجھے نہین ملی

اور بعض اکابر نے کسی عارف سے کہا کہ مین اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتا ہون اُنھون نے فرمایا
کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا غرض کہ عارف کو ہمیشہ التفات سابقہ ازلی اور خاتمے کی
طرف رہتا ہو اور دونون سے خائف رہتا ہو اسی واسطے حدیث شریف مین ہو اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ بَیْنَ
اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ فِیْہِ وَبَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ
قَاضٍ فِیْہِ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْیَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ اَوِ النَّارُ

ساتوان بیان بُرے خاتمے کے معنی کے ذکر مین

چونکہ بیان گذشتہ سے اکثر خوف عارفین کا سوء خاتمہ سے معلوم ہوتا ہو اس لیے اُسکے معنی
لکھنے ضروری ہین پس جاننا چاہیے کہ خاتمے کا بُرا ہونا دو طرح پر ہو جنمین سے ایکطرح
دوسرے کی نسبت زیادہ خوفناک ہو وہ یہ ہو کہ دل پر سکرات موت کے وقت اور شدت
اہوال کے ظاہر ہونے کے وقت یا تو شک یا انکار ذات الٰہی مین غالب ہو جاوے اور
اسی انکار اور شک کی صورت مین جان نکل جاوے تو یہ گرہ انکار کی بندہ مین اور خداے تعالے
مین حجاب ہو جاتی ہو اور ہمیشہ کی دوری اور عذاب دائمی کا مستحق کرتی ہو اور دوسری
طرح خاتمے کی جو اسکی نسبت کم ہو وہ یہ ہو کہ بندے کے دل پر مرنے کے وقت محبت کسی
چیز کی دنیا کی چیزون مین سے غالب ہو جاوے یا کوئی شہوت دنیاوی دل پر چھا جاوے
اور دل اُسمین ایسا ڈوبے کہ اس حال مین اور کسی کی گنجائش اُسمین نہ رہنے اور
اتفاق سے ایسے ہی وقت جان نکلجاوے تو ایسی صورت مین دل کے ڈوبا رہنے کا نتیجہ
یہ ہوگا کہ بندے کا مُنھ اور سر دنیا کی طرف کو پھرا ہوا ہوگا اور جب مُنھ خداے تعالی سے پھر گیا
تو حجاب ہو گیا اور جہان حجاب ہوا عذاب نازل ہوا اسواسطے کہ جو آگ خداے تعالی نے
سُلگائی ہو وہ صرف محجوب لوگون ہی کو لگتی ہو جو ایماندار کہ اُنکے دل محبت دنیا سے سالم ہین
اور بہمہ تن اُنکی ہمت مصروف الی اللہ ہو اُنکو آگ یون کہیگی کہ ای مومن گذر جا کہ تیرے
نور نے میرے شعلے کو گل کر دیا غرض کہ اگر غلبہ محبت دنیا کی صورت مین اتفاق جان
نکلنے کا ہوگا تو اندیشے کی بات ہو اسواسطے کہ آدمی اُسی صورت پر مرتا ہو جسپر زندہ
تمام مرنے کے بعد کوئی صفت حاصل نہین ہو سکتی جو دل کے اوپر چھائی ہوئی
صفت کے مخالف ہو کیونکہ دلون مین تصرف بدون اعمال جوارح کے نہین ہوتا اور
مرنے سے جوارح سب بیکار ہوگئے اُنکے عمل بھی بند ہوگئے تو نہ طمع کسی عمل کی ہو

نہ اس بات کی توقع کہ دنیا مین ہٹکر مافات تدارک کیا جاوے اس صورت مین حسرت بہت
بڑی ہوگی مگر چونکہ اصل ایمان اور محبت الٰہی دل مین مدت مدید تک جمی رہی تھی اور اعمال
صالحہ سے مستحکم ہوئی تھی تو ان دونون سے وہ حالت جو آدمی کو موت کے وقت عارض ہوگئی تھی
مٹ جاویگی پس اگر ایمان قوت مین مثقال کی برابر ہوگا تب تو آدمی کو جلد دوزخ سے نکالیگا
اور اگر اُس سے کم ہوگا تو مدت دنون دوزخ مین رہنا پڑیگا یہان تک کہ اگر صرف ایک رتی کے
برابر ہوگا تب بھی دوزخ سے نکلیگا گو ہزارون برس کے بعد نکلے- اب اگر کوئی کہے کہ تمھاری
تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ آتش دوزخ مجرم پر موت کے بعد ہی آجاوے پھر قیامت تک کی
تاخیر اور اتنی مدت کی مہلت کیون ہوتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص عذاب قبر کا منکر ہو وہ
بدعتی ہی اور نور خدا اور نور قرآن اور نور ایمان سے محجوب ہی صاحبان بصیرت کے نزدیک
صحیح اور درست یہی ہی کہ قبر یا ایک گڑھا ہی دوزخ کے غارون سے یا ایک چمن ہی جنت کے
باغون سے اور یہی امر احادیث صحیح سے بھی معلوم ہوتا ہی پس اگر آدمی کا خاتمہ اچھا نہین ہوا
اور بدبخت جہان سے اُٹھا تو فوراً روح کے جدا ہوتے ہی مورد بلا ہوتا ہی اور قبر ہی سے
عذاب شروع ہوجاتا ہی بعض اوقات اُسکی قبر پر ستر دروازے دوزخ کے کُھل جاتے ہین
اور اقسام عذاب کے بھی بحسب اختلاف اوقات کے مختلف ہوتے ہین مثلاً قبر مین
رکھنے کے بعد سوال منکر نکیر کا ہوتا ہی پھر اُسکے بعد سزا ہوتی ہی پھر حساب کا اٹھنا اور سب کے
سامنے قیامت مین فضیحت ہونا پھر اُسکے بعد پل صراط کا خوف اور دوزخ کے فرشتون کی
ہیبت وغیرہ جو جو امور احادیث مین مذکور ہین تو بدبخت آدمی اپنے سب احوال و اقسام عذاب
مین پھرا رہتا ہی اور اپنے کئے کو بھگتتا ہی مگر اُس صورت مین کہ اللہ تعالی اُسکو اپنی
رحمت مین چھپاوے- اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ایمان کی جگہ کو مٹی کھالیتی ہی بلکہ مٹی
تمام اعضاے ظاہری کو کھاکر متفرق کرتی ہی یہان تک کہ وہ وقت آپہونچے اُسوقت
سب اجزاے متفرق جمع ہونگے اور اُنمین روح دوبارہ آویگی جو کہ محل ایمان ہی اور
یہ روح مرنے کے بعد سے لیکر اُسدم تک یا تو اُن جانورون سبز کے پوٹون مین رہی ہوگی
جو عرش کے نیچے لٹکے ہوے ہین بشرطیکہ سعید ہوا اور یا اگر خدانخواستہ بدبخت ہوگی تو کسی
حالت بد مین جو خلاف پہلی حالت کے ہو رہیگی- اب اُن سببون کا ذکر کیا جاتا ہی جو
موجب سوء خاتمہ کے ہوتے ہین اگرچہ ایسی باتون کے اسباب بے حد و شمار ہین کہ اُنکا

م
[illegible]
م
[illegible]

دوزخ کا کھٹکا ہی بھلو
نہین ملا اور سب کے
سامنے رسوا ہونا جیسے
طبرانی نے روایت ابن عمر
نقل کیا ہے ۱۲

مفصل حیطۂ بیان مین آنا غیر ممکن ہے مگر کلیۃً اشارہ ہو سکتا ہے تو جاننا چاہیے کہ جو خاتمہ
شک اور انکار پر ہوتا ہے اوسکا سبب دو صورتون مین منحصر ہوتا ہی صورت اول کہ باوجود ورع
اور زہد کامل اور اعمال مین صلاح تام کے متصور ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ زاہد بدعتی ہو کیونکہ
بدعتی کا انجام خطرناک ہے گو عمل اچھے ہون اور ہماری غرض بدعت سے کسی مذہب معین کی
نہین کہ اوسکو بدعت قرار دین اسلیے اسکے بیان کیواسطے ایک قول طول طویل چاہیے بلکہ
بدعت سے یہ مراد ہے کہ آدمی خداے تعالی کی ذات و صفات و افعال مین کوئی بات
غیر واقع اعتقاد کرے اور یہ اعتقاد ناحق یا تو اپنی تجویز اور قیاس اور عقل سے ہو کہ جب اپنی
تجویز و قیاس سے حریف کو زک دی تو عقل پر اعتماد اور غرہ کیا اور کسی امر ناحق کا عقل ہی
کے اعتماد سے اعتقاد کر لیا اور یا کسی دوسرے ایسے ہی شخص کی پیروی سے یہ اعتقاد اپنے
آپ مین آ گیا بہرحال جب ایسے شخص کو موت نزدیک ہوتی ہے اور ملک الموت کا چہرہ نظر
آتا ہے اور دل کو اپنے اندر کی چیز سے گھبراہٹ ہوتی ہے تو بعض اوقات سکرات موت کی
حالت مین اوسپر کھل جاتا ہے کہ جو کچھہ پہلے سے اعتقاد کر رکھا تھا وہ جہالت سے تھا
اور باطل محض ہے اور سکرات موت مین معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا حال پردہ
اوٹھہ جانے کا وقت ہے یعنی چیزین جیسی حقیقت مین ہین ویسی بعد موت کے معلوم
ہوتی ہین اور سکرات موت گویا موت ہی مین شامل ہین اسی جہت سے بعض باتین واقعی سکرات موت مین
کھل جاتی ہین پس جب آدمی کو معلوم ہوا کہ یہ میرا پہلا اعتقاد جسپر الیقین کلی اور پورا اعتماد
تو وہی تھا باطل ہو گیا تو وہ صرف وہی ایک اعتقاد کو جھوٹا نہین سمجھتا جسمین اپنی راے کو
دخل دیا تھا بلکہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ جو چیزین نے سمجھہ رکھی تھی سب کی کچھہ اصل نہین یعنی
پہلے سے اللہ و رسول پر ایمان رکھنے اور اپنے اعتقاد فاسد کو صحیح جاننے مین کچھہ فرق
نکرتا تھا مرنے کے وقت جو بعض اعتقادات کا حال جہالت کے منشا سے معلوم ہوگا
اس سے اور اعتقادات جو واقع مین صحیح تھے اونکو بھی باطل سمجھے گا یا اونمین شک کریگا
اب اگر اس حالت مین اسکی روح اتفاق سے نکلجاوے اور اصل ایمان اور حالت اصلی پر رجوع
نکرنے پاوے تو ظاہر ہے کہ اسکا خاتمہ برا ہوگا اور اوسکی روح معاذ اللہ نہایت شرک پر نکلیگی
پس ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت مین وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اور
اس آیت مین قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ

الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اور جسطرح پر کہ خواب مین کبھی حال آئندہ کا معلوم
ہوجاتا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دل پر سونے کے وقت اشغال دنیا کے کم ہوجاتے
اسیطرح سکرات موت مین بھی بعض امور منکشف ہوجاتے ہین کیونکہ کاروبار دنیاوی اور شہوات بدن
قلب کو اس بات سے مانع ہین کہ ملکوت کی طرف دیکھکر لوح محفوظ مین سے اشیا کا مطالعہ کرے
اور جسطرح پر وہ واقع مین ہین اوسکو معلوم ہوجاوے تو ایسی حالت دلکو سبب کشف
ہوا کرتی ہے اور کشف کے باعث باقی اعتقادات مین شک آجاتا ہے اور جو شخص کہ خدا تعالی
مین اور اوسکے صفات و افعال مین کسی امر غیر واقعی کا معتقد ہو خواہ براہ تقلید یا اپنی عقل
و تجویز سے تو اوسکے لیے یہ خطرہ مذکورہ بالا ہے اور زہد و صلاح اس خطر کے دور کرنے کو
کافی نہین اس خطرہ سے بجز اعتقاد حق کے اور کوئی صورت نجات نہین اور بھولے آدمی
اس خطرے سے کنارے پر ہین یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالی اور اوسکے رسول اور آخرت پر ایمان
مجمل لائے اور اوسی پر پختہ رہے جیسے بدو اور دیہاتی اور عوام جو بحث و اعتراض مین نہین پڑے
اور نہ کلام کو مقصود بالذات جانکر شروع کرتے ہین اور نہ متکلمین کے اقوال مختلفہ کی تقلید
بیان کرتے ہین اور نہ ان مین سے کسیکی سنتے ہین اسواسطے ایسے لوگون کے حق مین حدیث شریف مین
آیا ہے اکثر اھل الجنۃ البلہ اور یہی وجہ تھی کہ بزرگان سلف بحث اور تقریر اور کلام
اور ان امور کی تفتیش سے منع کرتے تھے اور خلق کو یہی کہتے تھے کہ خدا تعالی نے
جو کچھ اوتارا اوس سب پر ایمان لاؤ اور جو کچھ ظاہر الفاظ سے سمجھ مین آتا ہو اوسکو درست جانو
اور تشبیہ کا اعتقاد نرکھو اور تاویلات مین نہ پڑو کیونکہ صفات مین گفتگو کرنی بہت بڑی
بات ہے اور اوسکی گھاٹیان سخت ہین اور راستے دشوار گذار اور عقلین ادراک جلال الٰہی سے
قاصر ہین اور چونکہ دل محبت دنیا پر مجبول ہین اسلیے نور یقین سے جو ہدایت الٰہی اونپر ہوتی ہے
وہ رکی ہوئی ہے اور بحث کرنیوالے جو کچھ اپنی بساط عقل کے موافق کہتے ہین وہ اکثر
اوسمین ایک دوسرے کے خلاف ہے اور دل اونھین باتون کے ساتھ مالوف اور متعلق
ہوتے ہین جو ابتدا ے نشو و نما مین اونمین پڑتے ہین اور تعصبات جو خلق مین [illegible]
وہ عقائد موروثی کی جڑ ہین اور نیز اون عقائد کے جو علم سے اول اول حسن ظن کے باعث
حاصل ہوتے ہین پھر طبیعتون کا یہ حال ہے کہ دنیا کی محبت مین مشغوف اور اوسیکی طرف
متوجہ ہین اور شہوات دنیاوی اونکا گلا دبائے ہین اور فکر کامل سے پھیرے ہوے

ترجمہ اکثر جنت والے بھولے ہین ۱۲ بزار بروایت انس

پس ایسے حال مین جب خدای تعالی کے باب مین اور اوسکی صفات مین اپنی اپنی رای کے
موافق گفتگو کرنے کا دروازہ کھلا ہے تو لوگون کی طبیعت مین اختلاف اور ذہنون مین
تفاوت تو ہوا ہی کرتا ہے اور ہر جاہل کو یہی حرص ہے کہ مدعی کمال ہو اور کنہ حق کا محیط
نظر ہین جو جسکو سوجھے گا کہنے لگے گا اور جو کوئی اوس سے سنے گا اوسکا دل اوسی بات کا
معتقد ہو جاویگا اور رفتہ رفتہ اوس عقیدے کے ساتھ مالوف ہونے سے اوسکو ایک
استحکام ہو جاویگا غرضکہ طریق خلاصی کی اونکے لیے کوئی صورت نرہیگی پس خلق کی
سلامتی اور خیریت اسیمین ہے کہ نیک کام کرین اور جو بات کہ اونکی حد طاقت سے خارج ہو
اوسکے مزاحم نہون مگر کیا کیجیے اب معاملہ بہت سست ہو گیا بیہودگی پھیلگئی ہر جاہل کے
گمان مین جو سما گیا اوسیکا ہو رہا وہ اپنے اعتقاد مین اوسی امر کو علم اور استیقان جانتا ہی
اور اپنے آپ کو متصدق بصفا و ایمان اور سمجھتا ہے کہ بس بات پر مین نے اپنی رای سے
قناعت کی ہے علم یقین اور عین یقین یہی ہے حالانکہ چند روز بعد اسکا مزہ معلوم ہوگا
جب سوجھے گا کہ مصرعہ خود غلط بود آنچہ من پنداشتم + اور اس بات کو یقینا جان لینا چاہیے
کہ جو شخص خدای تعالی اور اوسکے رسولون اور کتابون پر ایمان خالص کو چھوڑ کر اس بحث مین
پڑتا ہے وہ خطرہ نا کورہ مین اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی
کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہ صدمات امواج مین پڑا ہوا ہو کہ موجین اوسکو ادھر سے اودھر
پھینک رہی ہون تو اس حال مین ایسا کم اتفاق ہوتا ہے کہ آدمی سلامت کنارے پر چلا آوے
بلکہ غالب صورت ہلاک ہی ہے چنانچہ سعدی رح فرماتے ہین شعر

دربن ورطہ کشتی فرو شد ہزار	کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

پس کنہ حقیقت یا اوصاف مین پڑنا سراسر جہالت ہی - علاوہ ازین جو لوگ اپنی عقل کے
بموجب کچھ کہتے ہین اور دوسرے لوگ اونسے یہ عقیدہ سیکھتے ہین تو دو حال سے خالی نہین
یا تو اوسکی کوئی دلیل بھی ہوگی یا بے دلیل اوس عقیدے کو مانا ہے اب اگر اس فرقہ دوم کو
اوسمین شک ہوگا تو انکا دین فاسد ہے اور اگر فرقہ اول کے قول کا اعتماد ہوگا تو خدای تعالی
کے مکر سے مامون ہونا اور اپنی عقل ناقص پر مغرور ہونا لازم آتا ہے اسیطرح جو کوئی اس
بحث مین مبتلا ہوگا اوسکی بھی دو حالتین ہو سکتی ہین مگر یا اوس صورت مین کہ عقل کی
حدود سے نکلجاوے اور نور مکاشفہ جو عالم ولایت و نبوت مین چمکتا ہے اوس تک جا پہونچے

یہ بات ہر چند کبریت احمر ہے مگر کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس خطرے سے جیسے آدمی
اور عوام آزاد ہین جو آگ کے خوف سے طاعت الٰہی مین مصروف ہین اور اس امر فضول مین
خوض نہین کرتے حاصل یہ کہ خاتمہ کی برائی مین ایک سبب اندیشناک یہ بھی ہے صورت دوم
شک و انکار پر خاتمہ ہونے کے سبب کی یہ ہے کہ اصل مین ایمان ضعیف ہوتا ہے پھر محبت
دنیا دل پر غالب ہو جاتی ہے اور جب ایمان ضعیف ہوتا ہے تو محبت الٰہی بھی ضعیف
ہوتی ہے اور محبت دنیا قوی ہوتی ہے اور اسکی قوت اس درجے کو ہوتی ہے کہ دل مین
جگہ محبت الٰہی کی نہین رہتی صرف ایسی رہجاتی ہے جیسے دل کا وسواس اور خطرہ یعنے
محبت الٰہی ایسی نہین ہوتی کہ نفس کی مخالفت کرنی اور شیطان کی راہ سے پھرنے مین
کچھ اوسکا اثر دل پر ہو جب یہ حال ہوتا ہے تو آدمی اتباع شہوات مین ڈوب جاتا ہے
یہان تک کہ دل سیاہ اور سخت ہو جاتا ہے اور گناہون کے پدرپے ہونے سے سیاہی کی تہ
دل پر جمتی جاتی ہے اور وہ نور ایمان جو ذرا سا تھا اوسمین سے ہمیشہ کچھ کم ہوتا جاتا ہے
یہان تک کہ نوبت مہر اور زنگ کی دل پر پہونچ جاتی ہے اور جب سکرات موت شروع
ہوتے ہین تو محبت الٰہی اور بھی ضعیف ہو جاتی ہے کیونکہ اوسوقت معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز
سب سے زیادہ محبوب تھی اوسکی جدائی کا وقت آپہونچا اور اس جدائی سے دل پر شدت کا صدمہ
ہوتا ہے اور وجہ جدائی کی خدای تعالی ہی کو جانتا ہے تو دل مین یہ بات آتی ہے کہ
خدای تعالی نے میرے اوپر موت کو کیون بھیجا یہ تو ایک بُری چیز ہے اور موت کا آنا اور
اپنے محبوب کا جدا ہونا خدا کیطرف سے بُرا معلوم ہوتا ہے تو اوسوقت یہ خوف ہوتا ہے
کہ خدای تعالی کی محبت کے بدلے مین کہین اوسکے دل سے بغض نہ جوش کرے جیسے کوئی
شخص بیٹے کو تھوڑا سا چاہتا ہو اور مال کو بہت سا اور اوسکا لڑکا اوسکا مال لیکر اوڑا دے
یا پھونک دے تو وہ ذرا سی محبت جو اوسکو بیٹے سے تھی وہ بغض سے بدل جاتی ہے اسیطرح
یہان تصور کرنا چاہیے پس اگر اتفاق سے آدمی کی روح اوسی دم نکلے جسوقت کہ خدا کی
طرف سے اسکے دل مین بغض ہو تو ظاہر ہے کہ خاتمہ بُرا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگا
اور جو سبب کہ اوس سے ایسا خاتمہ ہوا وہ غلبہ محبت دنیا اور اوسکی طرف میل کرنا اور اوسکے
اسباب سے خوش ہونا ہے اور اس حال مین کہ ایمان ضعیف ہو جو موجب ضعف محبت الٰہی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل مین محبت الٰہی کو بہ نسبت محبت دنیا کے غالب نہ دیکھے

اگرچہ دنیا سے بھی محبت رکھتا ہو تو وہ اس خطرے سے بچ سکتا ہے مگر دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے یہی مرض لاعلاج ہے اور سب خلقت اسمین مبتلا ہے اور وجہ یہی ہے کہ خدا کو کم پہچانتے ہیں اگر پہچانتے ہوتے تو محبت ضرور کرتے جو کوئی اوسکو پہچانتا ہے بیشک اوس سے محبت کرتا ہے اوسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ

ترجمہ کہدے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتین اور برادری اور مال جو کمائے ہین اور سوداگری جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیان جو پسند رکھتے ہو تمکو عزیز ہین اللہ سے اور اوسکے رسول سے اور لڑنے سے اوسکی راہ مین تو راہ دیکھو جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم

خلاصہ یہ کہ جس شخص کی روح ایسے وقت مین نکلے کہ اوسکے دل مین خدا تعالی پر انکار ہو اور اللہ تعالی کا یہ فعل کہ اوسمین اور اوسکے زن و فرزند اور مال اور سب محبوب چیزون مین جدائی ڈالدے اوسکو دل سے برا معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کا مرنا اوسی بغض کے ساتھ جانا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑنا ہوگا اور خدا تعالی کے سامنے ایسی طرح آویگا جیسا غلام جو آقا سے بغض رکھتا ہو اور بھاگا ہوا ہو اور زبردستی گرفتار ہو کر سامنے لایا گیا ہو اب جو کچھ آقا کیطرف سے رسوائی اور ذلت ایسے شخص کی ہوگی وہ صاف ظاہر ہے اور جس شخص کی وفات محبت الہی پر ہوگی وہ خدا تعالی کے پاس ایسا آویگا جیسا اچھا غلام خدمتگار مشتاق اپنے آقا کا ہو اور کار خدمت مین جانکاہی اور محنت شاق اوٹھاوے اور اوسکے دیدار کے لیے سختیان سفر کی سہے پس ایسا شخص دربار مین پہونچتے ہی جیسا خوش ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے اکرام و انعام انواع و اقسام کے اس خوشی سے علاوہ ہونگے۔

اب دوسرے خاتمے کا حال سننا چاہیے جو شک انکار پر مرنے کی نسبت کم ہے اور مقتضی ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین ایسے خاتمے کے بھی دو سبب ہین اول گناہون کی کثرت گو ایمان قوی ہو دوم ضعف ایمان اگرچہ گناہ کم ہون اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ گناہون کا مرتکب ہونا اس سبب سے ہوتا ہے کہ شہوات غالب ہوتے ہین اور الفت و عادت کی کثرت دل مین جمجاتے ہین اور جن چیزون سے کہ آدمی عمر بھر مالوف رہتا ہے موت کے وقت اون سب کی یاد دل مین چلی آتی ہے مثلاً اگر اکثر میل طاعتون کیطرف ہوتا ہے تو نزع مین یاد طاعت الہی ہی اکثر ہوتی ہے اور اگر میل گناہون کیطرف زیادہ ہوتا ہے تو انھین کا ذکر دل پر موت کی حالت مین غالب ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شہوت دنیا کی شہوتون مین سے یا کوئی گناہ دل پر غالب ہوتا ہے تو اوسی حال مین اوسکی روح

نکلتی ہے اور دل اوسیکا مقید ہوکر خداے تعالی سے محجوب ہوجاتا ہے پس جو شخص کہ ایسے گناہ کا کبھی کبھی کرتا ہو تو وہ اس خطرے سے بری ہے اور جو کبھی نہین کرتا وہ یقیناً اس سے مامون ہے مگر جسپر کہ معاصی غالب ہین اور طاعات کی نسبت زیادہ ہین اور اوسکا دل بھی اونسے زیادہ خوش ہے بہ نسبت طاعات کے تو ایسے شخص کے حق مین یہ خطر بیشک بہت زیادہ ہے اور اسکو ایک مثال سے سمجھ لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ ایک امر بدیہی ہے آدمی انہین باتون مین سے اکثر دیکھا کرتا ہے جنکو زندگی بھر کرتا رہتا ہے یہان تک کہ جو بات جاگنے کی حالت مین اوسکو ہوتی ہے اوسیکے مشابہ خواب مین دیکھتا ہے حتی کہ مراہق یعنی مرد قریب بلوغ جسکو احتلام ہوتا ہو وہ خواب مین صورت جماع کی نہ دیکھیگا بشرطیکہ جاگنے مین اسنے جماع نہ کیا ہو اور اگر مدت تک ایسا ہی رہے تو احتلام کے وقت کبھی صورت جماع نظر نہ آویگی اسیطرح اگر کوئی شخص اپنی عمر فقہ سیکھنے مین صرف کرے تو ایسے حالات دیکھے گا جو متعلق علم اور علماء سے ہون اور اس قسم کے خواب تاجر سے زیادہ اوسکو معلوم ہونگے جو اپنی عمر تجارت مین بسر کرتا ہے اور تاجر کو احوال متعلق تجارت اور اوسکے لوازم کے طبیب و فقیہ سے زیادہ سوجھینگے کیونکہ نیند کی حالت مین دل پر وہی بات ظاہر ہوتی ہے جسکو دل کے ساتھ کثرت مہارت و الفت سے مناسبت ہوگئی ہو۔ اور موت بھی مثل نیند کے ہے مگر اوس سے بڑھکر ہے الا سکرات موت اور موت سے پہلے جو بیہوشی سی آجاتی ہے وہ نیند کے قریب ہی قریب ہے جب یہ ٹھہرا تو لازم آیا کہ نیند کیطرح اسمین بھی یاد کرنا الفت کی چیزون کا ہو اور دل مین اون چیزون کا آنا متحقق ہو اسواسطے کہ دل کو اونکے ساتھ مدت تک الفت و عادت رہی ہے یہی ترجیح اوسوقت یاد ہونے کے لیے کافی ہے اور معاصی اور طاعات کے ساتھ مالوف ہونا بھی ایک ایسی وجہ ہے کہ جس سے انکی یاد کو مرنے کے وقت ترجیح ہو اور یہی وجہ ہے کہ نیکبختون کے خواب و بدکارون کے خواب مین مخالفت ہوتی ہے غرض کہ زیادہ مالوف ہونا بھی ایک سبب ہے جس سے کہ برائی کی صورت دل مین منقش ہوتی ہے اور نفس کو اوسکی طرف رغبت ہوتی ہے اب اگر اتفاقاً اسی حال مین روح بدن مین سے پرواز کر جاوے تو خاتمہ اچھا نہوگا گو اصل ایمان باقی ہو جس سے کہ امید نجات و خلاص ہو اور جیسے کہ جاگنے کی حالت مین جو بات دل پر گذرتی ہے اوسکا کوئی سبب خاص ہوتا ہے اسیطرح جتنی خوابین ہوتی ہین سب کے اللہ تعالی کے نزدیک

اسباب ہوتے ہین کہ ہم بعض کو پہچانتے ہین اور بعض کو نہین جانتے اور ہمکو معلوم ہے کہ
خیالات دلی ایک چیز سے دوسری کی طرف جو اول کے مناسب ہو منتقل ہو جاتے ہین
خواہ دونون چیزون مین مشابہت کے باعث مناسبت ہو جیسے کسی خوبصورت کو دیکھکر
دوسرا خوبصورت یاد آ جائے یا دونون مین بوجہ ضد ہونے کے علاقہ ہو مثلاً خوبصورت کو دیکھکر
کسی بدصورت کا دھیان ہو اور دونون کی تفاوت مین تامل کیا جائے - یا اون دونون
چیزون مین صرف ایک ساتھ ہونے کا علاقہ ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر پڑے کہ اوسکو پہلے بھی
کسی آدمی کے پاس دیکھا ہو اور اب اوسکو دیکھکر اوس آدمی کا خیال آ جائے - اور کبھی خیال
ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف جاتا ہے مگر مناسبت کی وجہ دونون مین کچھ نہین معلوم ہوتی
اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ پہلے ایک چیز سے دوسری کا خیال ہوا اور دوسری سے تیسری کا
پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول اور تیسری چیز مین کچھ نسبت نہین ہے مگر اول مین اور
دوسری مین تھی اور دوسری مین اور تیسری مین تھی جب دوسری ذہن مین نرہی تو اول
اور تیسری مین کچھ نسبت معلوم نہین ہوتی اسیطرح خواب مین بھی خیالات دلی کے انتقال
کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہین اور سکرات موت کے وقت بھی ویسا ہی
سمجھنا چاہیے کہ جو چیز دماغ مین جری ہوتی ہے اوسیکا خیال اوسوقت رہتا ہے مثلاً
سلائی والا ایسے وقت سر کیطرف ہاتھ کو ڈالتا ہے گویا سوئی لینا چاہتا ہے پھر اپنے
اوپر کی چادر پر بالشت کھتا ہے گویا مہوتنے کے لیے ناپتا ہے ایسے ہی اور کام والون کے
خیالات کو قیاس کرنا چاہیے - پس جس شخص کو منظور ہو کہ خیال گناہون اور شہوات کیطرف
نجاوے اوسکا طریق بجز اسکے نہین کہ تمام عمر نفس کو شہوات سے علٰحدہ رکھنے مین مجاہدہ
کرے اور دل سے شہوات کی بیخ کنی مین جہد بلیغ کو کام مین لاوے اسلیے کہ اتنی ہی بات
اختیار مین ہے اگر ہمیشہ خیر پر مواظبت ہیگی اور فکر شر سے پاک و صاف ہو گا تو سکرات موت
کی حالت کے لیے یہ ایک ذخیرہ اور سامان ہو جاویگا کیونکہ آدمی اوسی حالت پر مرتا ہے
جس حالت پر کہ جیتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے اوسی حالت پر قیامت کو اوٹھے گا -
کسی بقال کی نقل ہے کہ اوسکو مرنے کیوقت کلمہ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار
پانچ چھہ کہنے لگا اسلیے کہ موت سے پہلے بہت دنون حساب مین مصروف تھا - اور بعض
عارفین کا قول ہے کہ عرش ایک جوہر ہے کہ نور سے چمکتا ہے جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہے

اوسکی صورت اوسی حال پر عرش مین منقش ہوجاتی ہے پس جب سکرات مین ہوتا ہے
تو اوسکو وہی صورت عرش سے سوجھتی ہے تو کہین ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو
گناہ کی صورت پر دیکھتا ہے اوسیطرح قیامت کو بھی اوسکو اپنی صورت سوجھیگی اور
اپنے سارے احوال دیکھیگا تو اوسوقت جسقدر حیا اور خوف اوسکو ہوگا اوسکا بیان نہین ہوسکتا
اور واقع مین قول ان صاحب کا درست ہے اور خواب صحیح کا سبب بھی اسیکے قریب ہے
یعنی سونے والا معلوم کرلیتا ہے لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہ آیندہ کو کیا ہوگا اور خواب
صحیح کا معلوم ہونا بھی ایک جزو ہے اجزاے نبوت سے جو کسیطرح مبہم نہین ہوا کرتا۔ بہرحال
یہ معلوم ہوا کہ سوء خاتمہ کا مآل راجع ہے قلب کے احوال اور خفیہ خطرات کیطرف اور اسباب کہ
دلون کا بدلنے والا خداے تعالی ہے اور اتفاقات جو مقتضی برے خواطر کے ہین وہ بالکلیہ
داخل بندے کے اختیار مین نہین گو بہت دنون کی عادت سے اونمین کچھہ تاثیر ہوتی ہے
یہین بلحاظ عارفین کو سوء خاتمہ سے بڑا خوف رہتا ہے کہ خاتمے کا اچھا ہونا اختیاری نہین
کیونکہ اگر کوئی شخص چاہے کہ خواب مین بجز احوال صالحین اور صادقین کے یعنی اونکی طاعات
و عبادات کے اور کچھہ نہ دیکھون تو یہ امر اوسپر دشوار ہوگا گو خود کثرت نیکی اور اوسپر مواظبت
کرنے کو اس باب مین تاثیر ہے مگر خیال کا بہکنا اپنے قابو مین نہین اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہے
کہ جو چیز خواب مین نظر آتی ہے وہ اوسیکے مشابہ اور مناسب ہوتی ہے جو جاگنے مین
آدمی پر غالب ہوتی ہے یہانتک کہ مین نے اپنے استاد ابو علی فارمدی رح سے سنا ہے
کہ مجھسے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح ادب کرے اور جو کچھہ
مرشد کہے اوسکا انکار بوجہ مجادلہ زبان پر آئے نہ دل مین ہو اسی ذکر مین اونھون نے یہ بھی
ارشاد فرمایا کہ ایکبار مین نے اپنے مرشد ابو القاسم گرگانی رح سے ایک خواب بیان کیا اور
عرض کیا کہ مین نے یہ دیکھا کہ آپ نے مجھسے فلان بات کہی اور مین نے خواب ہی مین کہا کہ
یون کیون ہے اونھون نے مجھکو مہینا بھر چھوڑ دیا اور کچھہ کلام نکیا اور فرمایا کہ اگر تیرے
دل مین میرے قول کا انکار اور اعتراض نہوتا تو خواب مین ہرگز تیری زبان پر یہ کلمہ جاری نہوتا
اور واقع مین اونکا قول درست ہے اسواسطے کہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ حالت
بیداری مین جو چیز آدمی کے دل پر غالب ہے خواب مین اوسکے خلاف دیکھے۔ اب اسرار
خاتمہ کو اس سے زیادہ ہم نہین لکھہ سکتے علم معاملہ مین اسیقدر مناسب ہے اسکے سوا علم مکاشفہ مین

داخل ہے - اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ سوء خاتمہ سے آدمی کو امن اسطرح ہوسکتا ہے کہ جتنی چیزین ہین اونکا علم جیسی وہ واقع مین ہین بدون جہالت کے آجاوے اور تمام عمر خدا کی طاعت مین بدون معصیت کے گذرے پس اگر بھائیو تمکو یقین ہو کہ یہ دونون باتین محال یا دشوار ہین تو تمپر وہ خوف غالب ہونا چاہیے جو عارفین پر غالب تھا تاکہ اوسکی باعث ہر دم چشم گریان اور دل بریان رہو اور ہمیشہ حزن و قلق دامنگیر خاطر رہے چنانچہ کچھ احوال انبیا اور اولیا اور سلف صلحا کے خوف کا آگے لکھا جاوے گا **شعر**

اے خنک چشمے کہ آن گریان اوست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وے ہمایون دل کہ آن بریان اوست

اس گریہ و قلق دائمی سے توقع ہے کہ تمہارے دلون مین خوف کی آگ مشتعل ہو - اور اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال تمام عمر کے ضائع ہین اگر وقت جان کندنی اور دم واپسین مین جسمین جان نکلتی ہے آدمی سلامت نرہے اور یہ ظاہر ہے کہ آدمی کی سلامتی باوجود ان وسوسون کے موجون کے نہایت دشوار ہے چنانچہ مطرف بن عبداللہ کہا کرتے کہ مین اس بات سے نہین تعجب کرتا ہون کہ ہلاک ہونے والا کیسے ہلاک ہوا بلکہ مجھکو یہ تعجب ہوتا ہے کہ نجات پانے والا کیسے نجات پا گیا - اور حامد لفاف رح کہتے ہین کہ جب بندہ مومن کی روح لیکر فرشتے چڑھتے ہین اور خیر اور اسلام پر اوسکا خاتمہ ہوتا ہے تو فرشتے تعجب کی راہ سے کہتے ہین کہ یہ شخص دنیا سے کیسے بچا جسمین ہم مین سے بہتر بگڑ گئے - اور ایک بار حضرت سفیان ثوری رح روتے تھے اونسے لوگون نے پوچھا کہ آپ کس چیز پر روتے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ دنون ہم گناہ پر روئے اب اسلام پر روتے ہین یعنی اندیشہ ہے کہ ساتھ دیگا یا نہین حاصل یہ کہ جسکی کشتی گرداب مین پڑ گئی ہو اور طوفان کے باعث موجون کا بھی کچھ ٹھیک نہو اوس شخص کے حق مین بچنا بہ نسبت تباہ ہونے کے بعید معلوم ہوتا ہے اور مومن کا دل کشتی کی نسبت زیادہ مضطرب ہے اور وسوسون کی موجین سمندر کی موجون سے زیادہ صدمہ پہونچاتی ہین اور ڈرنے کی چیز صرف یہی ہے کہ مرتے وقت اندیشۂ بد دل مین نہ گذرے اور یہ وہی ہے جسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی جنت والون کے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہان تک کہ اوسمین اور جنت مین صرف اتنا وقت رہجاتا ہے جتنا دودھ نکالنے کی دو دھارون مین مگر اوسکا خاتمہ اوس حال پر ہوتا ہے جو پہلے لکھا گیا ہے انتہی - اور دو دھارون کے بیچ کا وقت

اتنا نہین کہ اوسمین کوئی عمل موجب شقاوت ہوسکے بلکہ اوس وقت وساوس اور خواطر ہی ہوسکتے ہین کہ بجلی کیطرح گذر جاتے ہین حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ مینے خواب مین یہ دیکھا کہ گویا جنت مین گیا ہون اور تین سو پیغمبرون سے ملاقات ہوئی اون سب سے مینے پوچھا کہ دنیا مین آپ سب سے زیادہ کونسی چیز سے ڈرتے تھے سبھون نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے اور اسی خوف عظیم کے باعث شہادت عمدہ اور غبطہ کی چیز ہے اور مرگ ناگہانی مکروہ اسلیے کہ ناگہانی موت کبھی ایسے وقت ہوجاتی ہے کہ اندیشۂ بد دل پر غالب ہو اور دل ایسے اندیشون سے خالی نہین رہتا مگر یہ کہ برا جانکر خواہ نور معرفت سے اونکو ٹالدیوے اور شہادت کا حال یہ ہے کہ اوسکے معنی یہی ہین کہ قبض روح ایسے حال مین ہو کہ دل مین سوا محبت آلہی کے کچھ نرہا ہو دنیا کی محبت اور گھر والون اور مال و اولاد اور تمام شہوات کی محبت دل مین سے نکل گئی ہو کیونکہ صف قتال مین لقمہ نہنگ اجل ہونے کو وہی جاتا ہے جو اللہ کی محبت رکھتا ہے اور اوسکی رضا کا طالب ہو اور دنیا کو آخرت کے بدلے مین بیچنا منظور رکھتا ہو اور جو معاملہ کہ خدا نے تعالیٰ اس سے بیع و شرا کا کیا اوس پر راضی ہو جسکا ذکر اس آیت مین ہے اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کو بیچتا ہی اوس سے اپنا دل اوٹھا لیتا ہے اور اوسکے عوض کی چیز کی محبت دل مین سماتی ہے اور ہر چند ایسی حالت دل پر کبھی کبھی ویسے بھی آجاتی ہے مگر اوسمین جان نکلنا اختیاری نہین اور صف قتال مین اسی حال پر جان جانا اغلب ہے اسیوجہ سے شہادت محبوب ہے لیکن ایسے شخص کا حال ہے جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت شجاعت کا خواہان نہو ورنہ جسکا ارادہ ان باتون مین سے کوئی ہوگا وہ اگرچہ میدان جنگ ہی مین مارا جاوے اوسکو رتبۂ شہادت ملنا بعید ہے چنانچہ احادیث سے ایسا ہی پایا جاتا ہے — اور جب برادر تجھکو سوء خاتمہ کی حقیقت اور جو چیز اوسمین خوفناک ہے معلوم ہوچکی تو اوسکی تیاری کے لیے مشغول ہو اور ذکر آلہی کی مداومت کر اور اپنے دل سے محبت دنیا نکال دے اور اپنے اعضا کو گناہ کے ارتکاب سے اور دلکو اوسکی فکر سے محفوظ رکھ اور معاصی کے دیکھنے اور گناہگارون کی ملاقات سے حتی الوسع احتراز کر کہ یہ تدبیر بھی تیرے دل پر موثر ہوگی اور تیری فکر و خواطر کو خدا کیطرف پھیرے گی۔ اور ایسا مکر کہ کہین اسباب مین لیت و لعل کرے اور یون کہے کہ جب خاتمہ آویگا تو اوسکی تیاری کرلونگا کیونکہ ہر ایک تیرے نفسون مین سے تیرا خاتمہ ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ اوسمین تیری جان

نکل جائے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگرانی کرے اور کسی دم اوسکو بیکار نچھوڑے شاید
وہی دم آخرین ہو اور روح پرواز کر جائے یہ حال تو جاگنے کا ہے اور سونے کے وقت
یہ چاہیے کہ ظاہر و باطن کی طہارت پر سوئے اور نیند کا غلبہ جبھی ہو جب دل پر غلبہ ذکر الٰہی
ہو چکے ہماری غرض ذکر لسانی سے نہین کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت کم تاثیر کرتی ہے
اور اس بات کو قطعاً جانے کہ نیند کے وقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہے جو نیند سے
پہلے اوسپر غالب تھی اور خواب مین بھی وہی غالب رہیگی جو جاگنے مین غالب تھی اور خواب سے
اوٹھنے مین بھی وہی غالب رہیگی جو سوتے مین غالب رہے اور یاد رہے کہ موت اور سونا ایک
دوسرے کے مشابہ ہین اور جاگنا اور قیامت کو اوٹھنا بھی ایک دوسرے کی مانند ہین
تو جیسے آدمی نہین سوتا ہے مگر اون خیالات پر جو بیداری مین اوسپر غالب رہتے ہین اور نہین
جاگتا مگر اونھین باتون پر جو خواب مین غالب رہتے ہین اسیطرح نہین مرتا مگر اوسی حال پر جو زندگی مین
غالب ہو اور نہین اوٹھیگا مگر اوسی پر جیسے مرا مصرعہ چو بمیرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
اور موت اور اوسکے بعد اوٹھنے کو اپنی دو حالتین جاننی چاہیین جیسے کہ خواب و بیداری
دو حالتین ہین اور اس بات کو تہ دل سے سچ جاننا اور اسپر ایمان لانا چاہیے اگر تجھکو عین الیقین
اور نور بصیرت سے اسکا مشاہدہ نہو سکے اور اپنی سانس اور لحظون کی حفاظت کرنی چاہیے
اور خبردار خدا سے ایک پل بھی غافل نہونا کیونکہ باوجود ان سب باتون گذشتہ کو کرنے کے
پھر بھی بڑے خوف کی جگہ ہے جب نکرے گا تب کیا حال ہوگا **شعر**

زانکہ تخم است و برویاند خداش	چونکہ بکردی بترس ایمن مباش

سچ ہے کہ آدمی سب ہلاک ہین مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہین مگر عامل اور عامل سب
ہلاک ہین مگر اخلاص والے اور اخلاص والے بڑے خوف پر ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ بات
تجھکو میسر نہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے مقدار ضرورت پر قانع ہو اور دنیا کی ضرورت
تین چیزین ہین کھانا اور پوشاک اور مکان اور باقی سب فضول ہے اور کھانے مین سے اوسقدر
ضروری ہے کہ جس سے تو سیدھا رہے اور جان بچی رہے تو تجھکو چاہیے کہ غذا اسیطرح کھاوے
جیسے کوئی مجبوری اور نفرت کی صورت مین کھاتا ہے اور کھانے کی خواہش پاخانہ پھرنے کی
خواہش سے زیادہ نہو کیونکہ کھانے کا پیٹ مین ڈالنا اور اوسکو پیٹ مین سے نکالنا دونون یکسان
ہین اور دونون ضروری داخل سرشت انسانی ہین تو جیسے پاخانہ پھرنے مین ایسی ہمت

نہین کرتا جس سے تیرا دل بھی مصروف ہو جاوے اسطرح کھانا کھانے مین بھی مشغولی دل نہین چاہیے
اور جان لینا چاہیے کہ اگر آدمی کی ہمت اوسی چیز مین لگی رہے جو اوسکے پیٹ کو بھرے
تو اوسکی قیمت وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اوسمین اور نجاست مین کچھ فرق نہین اور
جب کھانے سے غرض بجز قوت عبادت الٰہی اور کچھ نہو اور کھانے اور پاخانہ پھرنے کو
داخل ضرورت یکسان جانے تو اوسکی پہچان تین باتون مین معلوم ہوتی ہے اول وقت غذا
دوم مقدار غذا سوم جنس غذا وقت مین تو یہ پہچان کہ رات دن مین ایکبار پر کفایت کرے اور
روزے پر مواظبت کرے اور مقدار کی علامت یہ ہے کہ تہائی پیٹ سے زیادہ نہ کھاوے
اور جنس کی صورت یہ ہے کہ پابند لذیذ کھانون کا نرہے بلکہ جو میسر ہو اوسپر قانع ہو لیں بھائی جان
اگر تو ان تینون باتون پر قادر ہو جاویگا اور شہوات و لذتون کی فکر تجھسے دور ہو جاویگی
تو بعد اسکے تو شبہات کے ترک پر قادر ہوگا اور ہو سکیگا کہ بجز حلال اور کچھ نہ کھاوے
کیونکہ حلال اول تو کم ملتا ہے دوسرے جمیع شہوات کو وافی نہین ہوتا اسواسطے اوسکا اوپر
قانع ہونا ذرا دقت رکھتا ہے مگر بقدر ضرورت کھانا اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے
اور لباس مین یہ چاہیے کہ غرض اوس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو
تکلف منظور نہو مثلاً اگر ایک ٹکے کی ٹوپی سے سر کا جاڑا موقوف ہو جاوے تو اوسکے سوا اور کی
تلاش کرنی فضول و تضیع اوقات ہے جسمین ہمیشہ کا شغل اور مصیبت کہین کمائی سے
کہین حرص کے مال حرام اور مشتبہ سے قائم ہے اسی قیاس پر سردی اور گرمی تمام بدن کو
لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر کسی پوشاک سے باوجود کم حیثیت ہونے کے مقصود لباس حاصل ہو کہ
مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت و برودت کو بھی جسم مین اثر نہ کرنے دے تو تیرا اوسپر
بس نکرنا خیال خام ہے بلکہ اس صورت مین تو ایسے لوگون مین سے ہے جنکے شکم بجز خاک کے
اور کوئی چیز نہ بھرے گی یہی حال مکان کا ہے کہ اگر اوسکے مقصود پر لحاظ کیجیے تو صرف
آسمان کی چھت اور زمین رہنے کو کافی ہے اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجدون مین
جا پڑنا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہوگا اور اکثر عمر اوسمین لگجاویگی
اور وہی تیرا سرمایہ ہے پھر اگر تیرے لیے سامان مکان بہم پہونچ گیا اور دیوار سے تو نے
سوا آڑ ہونے کے تجھ مین اور لوگون مین کوئی اور غرض سوچی یا چھت سے تو نے سوا
دور کرنے مینہ کے اور کوئی مطلب سمجھا اور اس خیال سے دیوارون کو اونچا کرنا شروع کیا

اور چیتون کو فرض کرنے لگا تو پھر ایسے گڑہے مین گریگا کہ اوسمین سے نکلنا دشوار ہے اور
یہی حال تمام اپنے ضروری مطلبون کا جاننا چاہیے کہ اگر اونپر کوتاہی کریگا تب خدا تعالی
کیواسطے فارغ ہوجاویگا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی زاد کے لیے مستعد ہویگا
اور اگر بالفرض حد ضرورت سے بڑہے گا اور آرزوؤن مین مبتلا ہوگا تو سب تدبیرین پراگندہ
ہوجاوینگے اور خدا تعالی پروا نکریگا کہ کون سے جنگل مین تجھکو ہلاک کردے ای عزیز اس
نصیحت کو قبول کر کہ نصیحت کرنے والا تیری نسبت کر زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہے اور
جاننا چاہیے کہ قبنا وقت تدبیر اور زاد راہ لینے کا اور احتیاط کا ہے وہ یہی چھوٹی سی
زندگی ہے پس اگر اسکو ایک ایک دن غفلات مین ٹالتا ہوگا تو کیا عجب ہے کہ ایسے وقت مین
موت تیری آوے جسمین تیرا دل مرنے کے لیے نجا تا ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی نجاویگی
اب اگر جو بات تجھسے کہی گئی ہے اگر خوف کی کمی کے باعث تجھسے اسکی پیروی نہوسکے
اور جسقدر ہمنے خاتمے کا حال لکھا ہے وہ تیرے ڈرانے کے لیے کافی نہو تو ہم کسیقدر احوال
خائفین کا لکھتے ہین جس سے ہمکو توقع ہے کہ کچھہ سختی تیرے دل کی موقوف ہوجاوے
کیونکہ یہ تو تجھے بھی خوب علوم ہے کہ انبیا اور اولیا اور علما کی عقل وہ اونکے عمل اور رتبے
خدا تعالی کے یہان تیری عقل اور رتبے سے بڑھکر تھی تو یہ سوچنا چاہیے کہ انکا خوف
کیون زیادہ تھا اور اونکے غم و گریہ کی کیا وجہ تھی کہ اونمین سے بعض چیخین مارتے تھے
اور بعض مدہوش ہوجاتے تھے بعضے غش کھا کر گرتے تھے بعض مردہ ہوکر زمین پر جا پڑتے تھے
اور اگر انکے احوال سے بھی تیرے دل مین خوف نہ پیدا ہو تو بھی کچھہ تعجب نہین اس لیے کہ
غفلت والون کے دل پتھر جیسے یا اون سے بھی سخت ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَھِیَ
کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

آٹھوان بیان انبیا اور فرشتون علیہم السلام کے حال خوف خدا مین

حضرت عایشہ رض روایت کرتی ہین کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا ہے اور کھڑے ہوکر حجرے مین
پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتین خدا تعالی کے عذاب کے خوف سے
ہوتی تھین اور ایکبار آپ ایک آیت سورہ حاقہ کی پڑھکر بیہوش ہوگئے اور اللہ تعالی فرماتا ہے

وخر موسیٰ صَعِقًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صورت جبریل علیہ السلام کی زمین
بطحا میں دیکھی اور بیہوش ہو گئے۔ اور روایت ہے کہ آپ جب نماز میں ہوتے تھے تو آپکے
سینے کا جوش ہنڈیا کے جوش کیطرح سنائی دیتا تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل کبھی نہیں آئے
مگر اس صورت سے کہ خوف خدای جبار سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا
تو حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام نے رونا شروع کیا انکو وحی الٰہی ہوئی کہ تم اتنا کیوں روتے ہو
انھوں نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے داؤ سے بیخوف نہیں حکم ہوا کہ تو ایسے ہی رہو میرے مکر سے
بیخوف نہ ہو اور محمد بن منکدر رح روایت کرتے ہیں کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتوں کے دل
اپنی جگہوں سے اڑ گئے مگر جب بنی آدم پیدا ہوے تو پھر دل اپنی جگہ آ گئے۔ اور حضرت انس رض سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے
کہ میں میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہیں دیکھتا انھوں نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ
کبھی نہیں ہنسے۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے
وہ نہیں ہنسے اس خوف سے کہ کہیں خدای تعالیٰ ہم پر غصہ ہو کر اسی سے ہمکو عذاب دیوے
اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہیں کہ ایکبار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب باہر
نکلا یہاں تک کہ آپ کسی باغ میں انصار کے تشریف لائے اور خرما اوٹھا کر کھانا شروع کیا
اور مجکو فرمایا کہ تم کیوں نہیں کھاتے میں نے عرض کیا کہ مجکو اسکی بھوک نہیں آپ نے فرمایا کہ مجھکو
اسکی اشتہا ہے اور یہ چوتھا روز ہے کہ میں نے غذا نہیں چکھی اور نہ مجھکو ملی اور اگر میں اپنے
پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھکو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا ای ابن عمر تمہارا
کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگوں میں ہوگے جو اپنی خوراک برس دن کی ذخیرہ کر کر رکھے گی
اور اونکے دل میں یقین کمزور ہوگا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے نہ ٹلے تھے
کہ اتنے میں یہ آیت اوتری وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو مال کے واسطے اور شہوات کے
اتباع کا حکم نہیں دیا جو شخص دینار اسلیے دابتا ہے کہ اوس سے اوسکی غرض حیات ناپایدار ہو
تو زندگی اللہ کے قبضے میں ہے خبردار ہو کہ میں نہ دینا جمع کرتا ہوں نہ کل کے لیے رزق کا
ذخیرہ کرتا ہوں۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز میں
کھڑے ہوتے تھے تو اونکے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے

ع ح احمد و ابن ابی الدنیا بروایت حمید عن انس

ع ح بیہقی در شعب اسرافیل کا حال اور ابن ابی الدنیا جبریل کا حال یعنی لکھا ہے

ابن مردویہ در تفسیر بروایت ابن عمر باسناد مجہول

ف اور بہت سے جانور ہیں جو اوٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی اللہ روزی دیتا ہے اونکو اور تمکو اور وہی ہے سنتا جانتا

سنائی دیتا تھا اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز سجدہ مین
رویا کیے اور اپنا سر نہ اوٹھاتے تھے یہان تک کہ اونکے آنسوؤن سے سبزہ جم آیا اور اوس مین
اونکا سر چھپ گیا آواز آئی کہ اے داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا ملے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا جائے
اور ننگا ہے تو کپڑا دیا جاوے آپنے ایسی دھاڑ ماری کہ آپکے خوف کی حرارت سے لکڑی
جلگئی پھر اللہ تعالی نے اونپر توبہ اور مغفرت اوتاری عرض کیا کہ الہی میرا گناہ میرے ہاتھ مین
کردے فوراً اونکا گناہ اونکی ہتیلی مین لکھ گیا تو جب کھاتے یا پیتے یا کسی اور مطلب کیواسطے
ہاتھ بڑھاتے تھے اوس خطا کو دیکھکر روتے تھے اور کہتے ہین کہ پانی کا پیالہ جو اونکے
سامنے آتا تھا تو تہائی خالی ہوتا تھا جب اپنی خطا آپ دیکھتے تو مونہون سے ملانے تک آنسوؤن سے
لبریز ہوجاتا۔ اور یہ بھی آپکے احوال مین مروی ہے کہ کبھی اپنا سر ملنے حیا کے آسمان کیطرف
نہین اوٹھایا یہان تک کہ وفات پائی اور دعا مین یون عرض کیا کرتے کہ الہی اگر مین اپنی
خطا یاد کرتا ہون تو زمین باوجود وسعت کے مجھپر تنگ ہوتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد
کرتا ہون تو جان مین جان آتی ہے تو پاک ہے بارخدایا مین تیرے بندون مین سے طبیبون مین
اونکے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کرین وہ سب کے سب تجھے ہی بتاتے ہین تو خرابی ہے
اوسکی جو تیری رحمت سے آس توڑے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مجھے یہ روایت
پہونچی ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اوسیوقت چیخے اپنا
ہاتھ سر پر رکھے اور اوٹھے یہان تک کہ پہاڑون مین چلے گئے آپکے پاس درندے اکٹھے ہوے
آپنے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مجھے تم سے کچھ مطلب نہین مجکو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روے
تو میرے سامنے روتا ہی آوے اور جو خطاوار نہین اوسکا داؤد خطاوار کے پاس کیا کام ہے
اور جب کوئی آپکو کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھکو رونے دو پہلے اس سے کہ رونے کا
دن ہاتھ سے جاتا رہے اور ہڈیان جل جاوین اور آنتین بھڑک اوٹھین اور پیشتر اس سے کہ
مین حوالہ ایسے فرشتون کے ہون جنکی شان یہ ہے مَلَائِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا یَعْصُوْنَ
اللّٰہَ مَا اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اور عبد العزیز بن عمیر رح فرماتے ہین کہ جب حضرت داؤد
علیہ السلام سے خطا ہوئی تو آپکی آواز بیٹھ گئی آپنے عرض کیا کہ الہی صدیقین کی آواز صاف
ہے اور میرا گلا پڑ گیا۔ اور روایت ہے کہ جب آپ بہت روئے اور کچھ فائدہ نہوا تو آپ کا
دل تھک گیا اور بہت رنج ہوا جناب باری مین عرض کیا کہ الہی تو میرے رونے پر رحم نہین کرتا

ت: فرشتے تندخو سخت مزاج جو کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم ملتا ہے وہی کرتے ہیں

حکم ہوا کہ اے داؤد اپنا گناہ بھول گیا رونا یاد ہے عرض کیا اے اللہ اے میرے آقا اپنے گناہ کو
کیسے بھولونگا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے رہجاتے تھے
اور پرند میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب مین مانوس ہوتے تھے اے اللہ اب
کونسی وحشت ہے جو مجھ مین اور تجھ مین ہے حکم ہوا کہ اے داؤد وہ انس طاعت تھا اور یہ وحشت
گناہ کی ہے اے داؤد آدم ایک میری مخلوق ہے جسکو مین نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی
روح اوسمین پھونکی اور اپنے فرشتون سے اوسکو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت اوسکو پہنایا
اور تاج اپنے وقار کا اوسکے سر پر رکھا اور جب مجھسے شکایت تنہائی کی کی تو اوسکا جوڑا
اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت مین اوسکو رہنے دیا مگر جب اوسنے نافرمانی کی اوسکو اپنے
پاس سے ننگا اور ذلیل نکالا اے داؤد میرا قول سن اور مین سچ ہی کہتا ہون کہ تو نے ہماری
اطاعت کی تو ہم نے تیرا کہنا کیا اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو ہمنے چھوڑ دیا اور باوجود
اسکے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا ہم تجھکو قبول کرینگے - اور یحیی بن کثیر فرماتے ہین کہ
مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز
پیشتر نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ عورتون کے پاس جاتے تھے جب ایک روز رہتا تھا
تو اونکے لیے ایک منبر جنگل مین نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم کرتے تھے
کہ شہرون اور حوالی شہرون مین جنگلون اور پہاڑون اور ٹیلون اور بتخانون اور کنیسون
پکار پھرین کہ لوگو جسکو حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سننا منظور ہو وہ آوے تو جنگلون
اور ٹیلون سے وحشی اور بستانون سے درندے اور پہاڑون سے جانور اور گھونسلون سے
پرندا اور باکرہ عورتین اپنے پردون سے آتے تھے اور لوگ وہان جمع ہوتے تھے اور حضرت داؤد
علیہ السلام آکر منبر پر چڑھتے تھے اور آپ کے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم
علیحدہ آپکے گرد ہوتی تھی - اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے سر پر کھڑے ہوتے تھے
اول آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ رونے مین چیخین اور دھاڑین مارنے لگتے تھے
پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر کے رہنے والے جانور اور کچھ
وحشی اور درندے آدمی مر جاتے تھے پھر قیامت کی دہشتون اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان
فرماتے تھے تو ہر قسم کے جاندارون مین سے پرے کے پرے اولٹ جاتے تھے جب
حضرت سلیمان علیہ السلام مردون کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت مین عرض کرتے تھے

کہ آپکے سننے والون کے ٹکڑے ٹکڑے بکھیر دیے۔ اور بنی اسرائیل مین سے بہت سے گروہ مرگئے
اور وحوش وحشرات زمین سے بہت سے فنا ہوے تب آپ دعا مانگنی شروع کرتے وہ
دعا ہی مین ہوتے تھے کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابد اونکو پکارتا تھا کہ اے داؤد جزا کے مانگنے مین
آپنے جلدی فرمائی یہ سنکر آپ بیہوش ہوکر گر پڑتے تھے جب حضرت سلیمانؑ آپکا یہ حال
دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور انکو اوسپر اوٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے
کہ یون پکاردے کہ اگر کسیکا دوست و آشنا یا قریب داؤد کے ساتھ مین تھا تو وہ چارپائی لیکر
اوسے اوٹھالاوے کیونکہ جو لوگ اونکے ساتھ تھے اونکو جنت اور دوزخ کے بیان سنے مارڈالا
تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اوسپر اوٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جسکو ذکر دوزخ نے
مارڈالا اے وہ شخص جسکو خوف خدا نے فنا کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو
کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سرپر رکھے ہوے اپنے عبادتخانے مین جاکر دروازہ بند کرلیتے
اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے اور اسیطرح مناجات مین رہتے
پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازے پر آکر اندر آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیا جو کی
لیکر اندر جاتے اور عرض کرتے کہ بابا جان اسکو کھا کر جو بات چاہتے ہو اوسکی قوت پیدا کرلو
آپ اوسمین سے کسیقدر کھاتے پھر بنی اسرائیل مین نکلکر جاتے۔ اور یزید رقاشی راوی ہین
کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن چالیس ہزار آدمیون سے نکلے کہ اونکو وعظ سناتے تھے
اور ڈراتے تھے اونمین سے تیس ہزار مرگئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپکی
دو لونڈیان تھین کہ اونکو یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور گر کر تڑپتے تو وہ دونون
سینے اور پانون پر بیٹھ جاتین کہ کہین جوڑ علیحدہ ہوکر مر نجاوین۔ اور حضرت ابن عمرؓ
فرماتے ہین کہ حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر مین گئے
عابدین کو دیکھا کہ بال اور اونکے کپڑے پہنے ہین اور اونمین سے جو نہایت کوشش
کرنے والے ہین اونکو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیون کو چیر کر اونمین زنجیرین ڈال رکھین ہین
اور اپنے آپکو بیت المقدس کے کونے مین باندھ رکھا ہے اونکو دیکھکر آپکو ہول ہوئی
اور اپنے ماں باپ کیطرف رجوع کیا کچھ لڑکون پر آپکا گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے
اونھون نے آپکی خدمت مین یہی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپنے فرمایا کہ مین
اسواسطے نہین پیدا ہوا کہ کھیلون گھر پر آکر ماں باپ سے عرض کیا کہ مجھکو کرتہ بالون کا بنا دو

اونھون نے بنادیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے دن کو اوسکی خدمت کرتے اور رات کو ونہی
کاٹکر صبح کردیتے یہانتک کہ اونپر پندرہ برس گذرے تب آپ بیت المقدس سے نکلکر پہاڑون
اور گھاٹیون کے غارون مین جا رہے آپ کے مان باپ ڈھونڈھنے نکلے اونکو بحیرۂ اردن پر
پایا کہ پانی مین پانون ترکر رکھے ہین اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور
یہ کہتے ہین کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی ٹھنڈا پانی نہ پیونگا جب مجکو یہ معلوم نہو کہ تیرے
نزدیک میرا ٹھکانا کہان ہے آپکے مان باپ ایک جَو کی ٹکیا ساتھ لیگئے تھے اونسے کہا کہ
اسمین سے کھا کر پانی پینا چاہیے اونھون نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا
اسیلے اللہ تعالی نے انکی تعریف مین وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ فرمایا غرضکہ انکو مان باپ بیت المقدس
کو پہلا لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت
اور پتھر رونے لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپکے رونے سے اسقدر روتے
کہ بیہوش ہوجاتے تو ہمیشہ اسیطرح رویا کرتے حتی کہ اونکے آنسوؤن سے اونکے رخسارون کا
گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والون کو آپ کی ڈاڑھین معلوم ہونے لگین اونکی مان نے اون سے
فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمھارے لیے بنادون جس سے تم اپنی ڈاڑھین لوگونکی
نظر سے چھپاؤ آپ نے عرض کیا کہ بہتر اونھون نے دو پھل نمدے کے لیکر آپکے
گالونکو چھپا دیے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پھل آنسوؤن سے
بھیگ جاتے اونکی مادر مشفقہ اونکو نچوڑ ڈالتین جب بیٹے آنسو اپنی ان کے ہاتھون پر بہتے دیکھتے
تو فرماتے کہ الٰہی یہ میرے آنسو ہین اور یہ میری مان ہے اور مین تیرا بندہ ہون اور تو ارحم الراحمین ہے
پس ایک روز اونکو حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جان پدر مین نے تو خدا سے
یہ دعا مانگی تھی کہ تجکو میری آنکھون کی ٹھنڈک بنادے اور تو رویا ہی کرتا ہے تیرے
نالہ زاری سے ہمکو کیسے چین ہو اونھون نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبرئیل علیہ السلام نے
مجھسے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ مین ایک جنگل ہے جسکو بجز رونے والون کے اور کوئی
طے نکریگا حضرت زکریا نے فرمایا کہ تو بیٹا اب رویا کر میرا اطمینان ہوا۔ اور حضرت عیسی
علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اس بات کی باعث ہین
کہ مشقت پر صبر کیا جاوے اور دنیا سے دور کرتے ہین مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو کا کھانا
اور خس و خاشاک پر کتون کے ساتھ سو رہنا جنت کی تلاش مین ایک ادنی بات ہے

اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے تھے بیہوش
ہو جاتے تھے اور آپ کے دل کی تڑپ ایک کوس تک سنی جاتی تھی اوسوقت آپکے پاس
حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہتے کہ خدای تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے
اور کہتا ہے کہ تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ اے
جبرئیل جب مین اپنا قصور یاد کرتا ہون تو اپنی خلت بھول جاتا ہون۔ حاصل یہ کہ انبیا کا
یہ حال تھا جو تو نے سنا اسمین خوب سوچنا چاہیئے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے زیادہ خدای تعالیٰ
کے عارف اور اوسکی صفات کے عالم تھے انکا یہ حال تھا تو ہمکو کسطرح رہنا چاہئے سعدی فرماتے ہین شعر

بجائیکہ دہشت خورند انبیا		تو عذر گناہان چہ داری بیا

نوان بیان صحابہ او تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک پرندکو دیکھکر اوسکی طرف مخاطب ہو
فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو مین تجھہ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہوتا۔ اور حضرت ابو ذر رضہ نے
فرمایا کہ مین یہ بات چاہتا ہون کہ کاش مین درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور یسا ہی
حضرت طلحہ رضہ نے فرمایا ہے۔ اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ مرنے کے بعد اوٹھایا نجاؤن اور حضرت عایشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہین کہ مجھے یہ اچھا
معلوم ہوتا ہے کہ مین بھولا بسرا ہو جاؤن۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ جب کوئی
آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہوکر گر پڑتے اور پھر چند روز اونکی عیادت
ہوا کرتی اور ایک روز آپنے ایک تنکا زمین پر سے اوٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو مین
یہ تنکا ہوتا کاش مین کوئی چیز مذکور نہوتا کاش مین بھولا بسرا ہوتا کاش میری ماں مجکو نہ جنتی شعر

مرا اے کاشکے مادر نمیزاد		وگر میزاد کس شیرم نمیداد

آپ کے منہ پر آنسوؤن کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے
وہ اپنا غصہ نہین نکالتا اور جو کوئی اوس سے تقویٰ کرتا ہے اپنی جی چاہتی بات
نہین کرتا او اگر قیامت نہوتی تو ہم کچھہ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپنے سورہ کورت
پڑھی اور اس آیت پر پہونچے وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بیہوش ہوکر گر پڑے اور ایک
روز ایک شخص کے مکان کے پاس کو گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ طور پڑھتا تھا
آپ کھڑے ہوکر سننے لگے جب اوسنے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِن دَافِعٍ

اپنی سواری سے اوترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مکان کو
چلے آئے اور مہینا بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسیکو نہ معلوم تھا کہ آپکو کیا مرض ہی
- اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اوس وقت کہ آپکو کچھ
رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ مین نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ سلم کو دیکھا ہی
لیکن آج کوئی چیز ایسی نہین دیکھتا جو اونکی سی ہو اونکا دستور تھا کہ پراگندہ مو زرد رنگ
غبار آلود رہتے اونکی آنکھون کے بیچ مین بکریون کے زانو کا سا گھٹا تھا رات کو اللہ کے
واسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے خدا کی کتاب پڑھتے عبادت مین پیشانی اور پانون
پر نوبت بنوبت زور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اسطرح کا
کانپتے آنکھون مین سے اتنے آنسو بہاتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اور اب تو بخدا
کہ گویا مین ایسے لوگون مین ہون جو رات کو خواب خرگوش مین رہتے ہین پھر آپ اٹھہ کھڑی
ہوے اور جب تک کہ آپ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنستے
نہ دیکھا - اور عمران بن حصین رض فرماتے ہین کہ مین اچھا سمجھتا ہون کہ راکھہ ہو جاؤن اور
میرے اجزا ہوا مین آندھی کے دن ہین متفرق کر دین - اور حضرت ابو عبیدہ جراح رض کا
قول ہے کہ مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین مینڈھا ہون اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کرین او
کھالین اور میرا شوربا پی لین - اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو کرتے
تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اونکے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہی
آپ فرماتے کہ تمکو معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین کھڑا ہوا چاہتا ہون اور موسی بن مسعود
کہتے ہین کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری کے پاس بیٹھتے تو اونکے خوف کو دیکھکر یہ جانتے
کہ گویا آگ ہمارے چارطرف محیط ہے - اور ایک قوم معنر قاری نے پڑھا هٰذَا كِتَابُنَا
يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [1] پس عبدالواحد
بن زید اتنا روئے کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اپنے مقدور بھر
کبھی تیری نافرمانی نکرونگا تو اپنی توفیق سے مجکو اپنی طاعت پر مدد کر - اور مسور بن مخرمہ
شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھہ نہین سن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف یا ایک آیت
پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا ایک روز ایک شخص قبیلہ
خثعم سے آیا اور اونکے پاس یہ آیت پڑھی يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ [2]

[1] یہ ہماری نوشت تمہارے سامنے ٹھیک ٹھیک بولتی ہے ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے۔
[2] جس دن ہم اکٹھا کر لاوینگے پرہیزگارون کو رحمن کے پاس مہمان بلائے اور ہانک لیجاوینگے گنہگارون کو دوزخ کی طرف پیاسے

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا تو اونھون نے فرمایا کہ مین تو مجرمین مین ہون متقی نہین ہون ذرا قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے اوسنے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مارکر سفر آخرت کر گئے - اور یحیی بن فضال رہ کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ اونھون نے ایک چیخ ماری کہ اوس سے چار مہینے بیمار رہے بصرہ کے نواح تک کے لوگ اونکی بیمار پرسی کو آئے اور حضرت مالک بن دینار رہ فرماتے ہین کہ مین طواف خانۂ کعبہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبے کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے کہ الہی بہت سی شہوتون کی لذت تو جاتی رہی عذاب اونکا باقی رہا الہی تیرے پاس سوای دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہین اور یہ کہکر روتی تھی اسیطرح روتے روتے صبح کر دی مین نے یہ حال دیکھکر اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخ ماری کہ وائے ہمارے حال پر — اور روایت ہے کہ حضرت فضیل رہ عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ روتے تھے اور لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب بغروب ہوا تو اپنی ڈاڑھی مٹھی مین پکڑکر آسمان کیطرف کو سر اوٹھایا اور کہا کہ اگر تو بخش بھی دیگا تب بھی مجھکو تجھسے بڑی حیا ہے پھر لوگون کے ساتھ وہان سے چلے آئے اور کسی نے حضرت ابن عباس رض سے حقیقت خائفین کی پوچھی تو آپنے فرمایا کہ خائف وہ ہین جنکے دل خوف سے خوش ہین اور آنکھین روتی ہین اور کہتے ہین کہ ہم کیسے خوش ہون اس صورت مین کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہے اور دوزخ پر کو ہمارا راستہ ہے اور خدای تعالی کے سامنے ہمکو کھڑا ہونا ہے - اور حضرت حسن بصری رہ ایک جوان پر گذرے کہ اپنی ہنسی مین ڈوبا ہوا تھا اور ایک مجلس مین لوگون کے ساتھ بیٹھا تھا آپنے اوس سے فرمایا کہ تو پل صراط پر کو گذرا ہے اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو جنت مین جاویگا یا دوزخ مین اوسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے راوی کہتا ہے کہ پھر اوس شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا - اور حماد بن عبد ربہ رہ جب بیٹھتے تو اسیطرح بیٹھتے گویا اوکڑو بیٹھے ہین اگر کوئی اوسے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھین تو فرماتے کہ اطمینان کا بیٹھنا امن شخص کا ہوتا ہے مین تو بیخوف نہین اسلیے کہ خدای تعالی کی نافرمانی کی ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے جو اپنے بندون کے دلون پر غفلت ڈالدی ہے یہ بھی رحمت ہے تاکہ خوف خدا سے مر نجاوین - اور حضرت مالک بن دینار

فرماتے ہین کہ مین نے ارادہ کیا ہے کہ جب مرونگا لوگون سے کہدونگا کہ میرے بیڑیان اور
طوق ڈالکر مجکو خدا کے پاس ایسی طرح لیجاوین جیسے کسی بھاگے ہوے غلام کو آقا کے
سامنے لیجاتے ہین - اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ کسی مکان اصلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت
سے زیادہ اصلح کوئی جگہ نہین مگر آدم کا حال ویسہین جو ہوا سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر
فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہے اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو
کہ بلعام اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اوسکا کیا ہوا اور نہ صلحا کی زیارت پر فریفتہ ہو
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر کسی کا رتبہ نہین مگر بعض اقارب و اعدا کو آپکی
زیارت کام نہ آئی - اور سری رح فرماتے ہین کہ مین اپنی ناک کو دنمین کئی بار دیکھ لیتا ہون
اس خوف سے کہ کہین میرا منہ تو کالا نہین ہو گیا - اور ابو حفص رح کہتے ہین کہ چالیس برس سے
میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالی مجکو نگاہ غضب سے دیکھتا ہے اور میرے اعمال اسپر دلالت کرتے ہین
اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رح ایک روز اپنے یارون مین نکلے اور فرمایا کہ رات تو مین نے اللہ پر
بڑی جرأت کی کہ اوس سے جنت کا سوال کیا - اور محمد بن کعب القرظی کی مان نے اپنے
بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا مین تجھکو جانتی ہون کہ لڑکپن مین بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا
اور چونکہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہے تو یہ ایک عمل گویا اپنے اوپر مہلک تو نے رکھ لیا ہو
اتنی مشقت کیون کرتا ہے اونھون نے کہا اے مادر مشفقہ مین کونسی بات سے اس امر سے
بے خوف ہو جاؤن کہ اگر اللہ تعالی نے مجھکو کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو اور
یہ فرماوے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم مین تجھکو نہین بخشونگا - اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین
کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا غبطہ ہوتا ہے نہ فرشتے مقرب کا نہ کسی بندہ نیک کا کیونکہ یہ لوگ بھی
کیا قیامت کو عتاب نہ ہوگا مجھے تو غبطہ صرف اوس شخص کی ہے جو پیدا ہی نہین ہوا - اور
روایت ہے کہ ایک جوان کو انصار مین سے خوف دوزخ ہوا تو ہمیشہ رویا کرتے یہان تک
کہ رونے کے باعث گھر سے باہر بھی نکلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکے یہان تشریف لائے
اور اوسکو گلے لگایا وہ اوسیوقت مردہ ہو کر گر پڑا آپنے لوگون کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کو
تجہیز و تکفین کرو کہ خوف آتش نے اوسکے جگر کو ٹکڑے کر دیا ہے - اور ابن ابی میسرہ کے
حال مین کہتے ہین کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش میری مان مجھکو جنتی اونکی مان نے
کہا کہ اے میسرہ اللہ نے تو تیرے اوپر احسان کیا کہ تجھکو مسلمان کیا پھر تو کیون خائف ہے

اح ابن ابی الدنیا عن حذیفہ و بیہقی بروایت سہل بن سعد بسند ضعیف ۱۲

اونھون نے کہا کہ اوسکے احسان مین شک نہین مگر اوسنے ہم سے کہا ہے کہ ہم سب دوزخ مین
جاوینگے اور یہ نہین بیان کیا کہ اوسمین سے نکل آوینگے۔ اور فرقد سنجی کو کسی نے کہا کہ
بنی اسرائیل کی کوئی عجیب خبر تمھین پہونچی ہو ہم سے کہو جواب دیا کہ مجھے یون خبر
پہونچی ہے کہ بیت المقدس مین پانسو باکرہ عورتین جنکا لباس کمل اور ٹاٹ تھا آئین اور خدا کے
ثواب و عذاب کا آپس مین ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز مین مرگئین۔ اور حضرت
عطاء سلمی رح بھی خائفین مین سے تھے اللہ تعالی سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معاف
کرنے کی درخواست کیا کرتے اور مرض مین اونسے لوگون نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو
چاہتا ہے اونھون نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل مین کسی چیز کی خواہش
کے لیے جگہ نہین چھوڑی کہتے ہین کہ چالیس برس تک اونھون نے اپنا سر آسمان کیطرف
نہین اوٹھایا تھا نہ کبھی اس عرصے مین ہنسے تھے اور ایک روز جو سر آسمان کیطرف کو کیا
تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسیوقت اپنا جسم
ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہین مسخ تو نہین ہو گیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی کڑکتی
یا غلہ گران ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتین میرے ہی باعث ہین اگر مین مر جاون تو لوگ آرام
پاوین اور خود فرماتے ہین کہ ایک روز ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم مین ایسے جوان اور
ادھیڑ لوگ تھے کہ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے اونکے پاون سوج
گئے تھے اور آنکھین اندر کو دھس گئین تھین اور پوست استخوان پر چپکا گیا تھا رگین مانند تار
کیطرح معلوم ہوتی تھین ایسے ہو گئے تھے جیسے تربوز کے چھلکے کا اندر نہین ہوتا گویا قبرون
سے نکلے ہین یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالی نے اطاعت کرنے والون کو کیسی بزرگی دی اور نافرمانون کو
کیسے ذلیل کیا اسی حال مین چلے جاتے تھے کہ یکایک ونہین سے ایک شخص کا گذر ایک جگہ پر
ہوا فورا بیہوش ہو کر گر پڑا اوسکے ساتھی گرد بیٹھکر رونے لگے جاڑا بہت شدت سے تھا مگر
اوسکی پیشانی سے پسینا ٹپکتا تھا جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اوسکو ہوش آیا اوس سے
ماجرا پوچھا اوسنے کہا کہ مینے اسجگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھکر مجھے یاد آگئی اور خوف سے
بچھاڑ کھائی۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یوم
تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا
وہ شخص بیہوش ہو گیا پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ ای صالح کچھ اور پڑھ کہ مجھے رنج معلوم ہوتا

مین سے کہا کُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْہَا اُعِیْدُوْا فِیْہَا تو وہ شخص مردہ ہوکر گر پڑا - اور روایت ہے
کہ زرارہ بن ابی اوفی نے لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی جب پڑھا فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ
بیہوش ہوکر گر پڑے اور مر گئے - اور یزید رقاشی رح حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے پاس گئے
آپ نے فرمایا کہ ای یزید مجھکو کچھہ نصیحت کرو انھون نے کہا کہ ای امیر المؤمنین تمھین اول خلیفہ
نہین ہو کہ مروگے یعنی تمسے پہلے بھی بہت خلیفہ مر چکے ہین آپ روئے اور فرمایا کہ کچھہ اور
نصیحت کیجیے فرمایا کہ ای امیر المؤمنین تمھارے اور حضرت آدم کے درمیان کوئی تمھارا
بزرگ ایسا نہین جو مرا نہو آپ رو دئے پھر فرمایا کہ اور کچھہ فرمائیے انھون نے فرمایا کہ اے
امیر المومنین تمھارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان مین کوئی منزل نہین یہ سنکر آپ
بیہوش ہو گئے - اور میمون بن مہران رح کہتے ہین کہ جب یہ آیت اتری وَاِنَّ جَہَنَّمَ
لَمَوْعِدُہُمْ اَجْمَعِیْنَ حضرت سلمان فارسی نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھہ سر پر رکھکر باہر
نکل گئے تین دن تک پتا نملا - اور حضرت داؤد طائی رح نے ایک عورت کو اپنے
لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہتی ہے بیٹا نہ معلوم تیرے کونسے گال کو پہلے
کیڑے نے کھایا وہ سنتے ہی اسی جگہ بیہوش ہوکر گر پڑے - اور روایت ہے کہ حضرت
سفیان ثوری رح بیمار پڑے اونکا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھایا گیا اوسنے کہا
کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا ہے پھر اوسکی نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام مین ایسا
جیسا آدمی مجھکو نہین معلوم ہوا - اور حضرت امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہین کہ مین نے
اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ میرے اوپر ایک دروازہ خوف کا کھولدے [illegible]
اور خوف کا دروازہ مفتوح ہوا [illegible] عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ الٰہی میری طاقت کے
مقدار سے تب میرا دل ساکن ہوا اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا
کہ رویا کرو اور اگر رونا نہ آوے تو رونی صورت بناو کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہے
اگر تمکو علم ہوجاوے تو اتنا چیخو کہ گلا پڑ جاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھہ ٹوٹ جاوے اس قول سے
گویا آپ نے اوس حدیث شریف کے مضمون کیطرف اشارہ فرمایا لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ
لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا اور عنبری روایت کرتے ہین کہ ارباب حدیث حضرت فضیل
بن عیاض رح کے دروازے پر جمع ہوئے آپنے ایک روشندان سے انکی طرف سر نکالا
داڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ لوگو قرآن پر مواظبت کرو اور نماز کو ہمیشہ پڑھو

یہ وقت حدیث کا نہین بلکہ یہ وقت رونے اور تضرع اور مسکنت اور ڈوبنے والے کی طرح دعا مانگنے کا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسیکو نہ بتاوے اور اپنے دل کا علاج کرے جو معلوم ہوا وسکو مستعمل کرے جو نجانتا ہوا وسکو ترک کرے۔ اور ایکبار آپ خوف کے مارے حیران چلے جاتے تھے اونسے کسی نے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہین فرمایا کہ مین نہین جانتا۔ اور ذرین عمر نے اپنے باپ عمر بن ذر سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور کہنے والے کچھہ کہتے ہین تو کوئی نہین روتا مگر جب تم کچھہ کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی سنتا ہون آپنے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ مرجاوے اوسکا رونا اور جو اجرت لیکر رووے اوسکا رونا برابر نہین ہوتا غرض یہ کہ گریہ خوف کو دل مین تاثیر زیادہ ہے اور حکایت ہے کہ کچھہ لوگ ایک عابد کے پاس کھڑے ہوے جو رو رہا تھا اوس سے پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے اس رونے کا باعث کیا ہے اوسنے کہا کہ ایک خوف ہے جسکو ڈرنے والے اپنے دلون مین پاتے ہین اونھون نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ خدای تعالے کے سامنے پیش ہونے کیواسطے ہونداء ہوگی اوسکا خوف ہے۔ اور خواص روتے اور مناجات مین کہتے کہ الٰہی مین بوڑھا ہوا اور میرا بدن تیری خدمت سے کمزور ہو گیا تو مجھکو آزاد کردے۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ ابن السماک میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھکو اپنی قوم کے عابدون کی کچھہ عجیب بات دکھاؤ مین اونکو ایک محلہ مین ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھونپڑے مین رہتا تھا ہمنے اوس سے اجازت پاس آنے کی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا مینے اوسکے سامنے یہ آیت پڑھی اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ فِی الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ يُسْجَرُوْنَ وہ شخص ایک چیخ مار کر بیہوش ہوگیا ہم اوسکو ویسا ہی چھوڑ کر نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے اوسکے پاس بھی مینے یہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہو کر گر گیا وہان سے ہم تیسرے کے پاس گئے اور اوس سے اجازت چاہی اوسنے کہا کہ اگر تمکو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ اوسکے پاس مینے پڑھا ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِيْدِ اوسنے ایک نعرہ مارا اور اوسکے نتھنون سے خون نکلنے لگا اور اوسی خون مین تڑپنے لگا یہانتک کہ خون خشک ہوگیا اوسکو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے غرضکہ ابن السماک کو چھہ شخصون کے پاس پھرایا کہ ہر ایک کو بیہوش چھوڑ کر اوسکے پاس سے چلے آئے پھر مین اونکو ساتوین کے پاس لایا اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ دیکھا تو ایک

پیر فرتوت اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اوسکو ہمنے سلام کیا وہ خبر نہوا مین نے بڑی آوازسے کہا کہ خبردار لوگو ناگہان کو کھڑا ہونا ہے بوڑھے نے کہا کہ کمبخت اسکے سامنے آتا کہکر حیران منہ کھلا ہوا آنکھین اوپر لوٹ گیا اور ایک آواز پیٹ سے اوہ اوہ کرنے لگا یہان تک کہ آواز بند ہوگئی اوسکی عورت نے کہا کہ اب اسکے پاس سے جاؤ کیونکہ اسوقت تمکو اس سے کچھ نفع نہ ہوگا اسکی حالت کچھ اور ہوگئی ہے پھر کچہ دنون بعد مین نے وہان کے لوگون سے اون ساتون کا احوال پوچھا اونھون نے کہا کہ اونمین سے تین تو اچھے ہوگئے اور تین جان بحق ہوے اور بوڑھے کا یہ حال ہوا کہ تین دن تک تو ویسا ہی حیران اور مبہوت رہا کہ فرض بھی نہین پڑھتا تھا مگر بعد تین دن کے ہوش آیا آورروایت ہے کہ یزید بن الاسود رح کو لوگ ابدال مین سے جانتے تھے اونھون نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسونگا نہ کبھی لیٹ کر سوؤنگا نہ کبھی گھی کی چیز کھاونگا اور اس قسم پر اپنے مرنے تک قائم رہے۔ اور حجاج نے حضرت سعید بن جبیر رضہ سے پوچھا کہ مین نے سنا ہے کہ تم کبھی نہین ہنسے اونھون نے فرمایا کہ ہنسنے کی کیا صورت ہو دوزخ دھونکدی گئی ہے اور طوق تیار ہین اور فرشتے دوزخ کے مستعد وآمادہ کھڑے ہین اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح سے پوچھا کہ ای ابو سعید آپ کو صبح کیسے ہوئی آپنے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اوسنے پوچھا کہ آپ کا حال کیا ہے آپنے مسکراکر فرمایا کہ تو میرا حال پوچھتا ہے یہ بتاو کہ اگر کچھ لوگ کشتی مین سوار ہوکر بیچ مین سمندر کے پہونچین اور کشتی ٹوٹ جاوے اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختہ سے لگا رہجاوے تو اونکا حال تمہارے ذہن مین کیسا ہے اوسنے کہا کہ بہت سخت مصیبت کا ہے آپنے فرمایا کہ تو میرا حال اونکے حال سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی ایک لونڈی اونکی خدمت مین حاضر ہوئی اور سلام کرکے اونکے گھر مین جو مسجد تھی اوسمین دو رکعتین نماز کی پڑھین اور پھر اوسکو نیند آگئی اور سوہی اور خواب ہی مین روئی جب جاگی تو آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین مین نے اسوقت عجیب معاملہ دیکھا آپنے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے اوسنے کہا کہ مین نے دیکھا کہ دوزخ دوزخیون کے واسطے دھڑ دھڑ جل رہی ہے پھر پل لاکر اوسکی پشت پر رکھا گیا آپنے فرمایا کہ پھر کیا ہوا اوسنے کہا کہ پھر عبد الملک بن مروان کو لائے اور اوس پل پر اوسکو چڑھایا وہ تھوڑا ہی جانے پایا تھا کہ پل الٹ گیا اور وہ دوزخ مین جا پڑا آپنے فرمایا کہ پھر اوسنے کہا کہ پھر عبد الملک کے بیٹے ولید کو

لائے اور اوسکو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے کروٹ لی اور دوزخ
مین جا پڑا آپنے پوچھا کہ پھر اونہی کہا کہ پھر سلیمان بن عبد الملک کو لائے اور پل پر چڑھایا
وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ پل کا رچھا ہو گیا اور وہ دوزخ مین گر پڑا آپنے پوچھا کہ پھر اونے
کہا کہ پھر مین نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے یہ اوسکا کہنا تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایسی چیخ ماری
کہ بیہوش ہو کر گر پڑے وہ لونڈی اوٹھی اور اونکے کان مین پکار پکار کہنے لگی کہ اے
امیر المؤمنین بخدا مین نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپنے نجات پائی ہر چند وہ کان مین چیختی
رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے تھے اور پانون دیے مارتے تھے۔ اور روایت ہے کہ
حضرت اویس قرنی رح قاص کے پاس آتے اور اونکے کلام سے روتے جب وہ دوزخ کا
ذکر کرتے تو آپ چیخ مارتے پھر بھاگے چلے جاتے تو لوگ اونکو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن
جبل رض فرماتے ہین کہ مومن کا خوف جب تک نہین ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پل کو
اپنے پیچھے نہ چھوڑے۔ اور حضرت طاوس رح کے لیے بستر کیا جاتا تو لیٹتے اور گرم کڑاہی
کے دانے کیطرح اوپر ادھر اودھر لوٹتے پھر اوپر سے اوچھلکر اوسکو لپیٹ دیتے
اور قبلہ کیطرف صبح تک متوجہ ہوتے اور کہتے رہتے کہ دوزخ کے بیان نے خوف والون کی
نیند اوڑا دی۔ اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک شخص ہزار برس کے
بعد نکلیگا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص مین ہون اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف دوزخ مین ہمیشہ رہنے
اور سوء خاتمہ کا تھا کہتے ہین کہ آپ چالیس برس نہین ہنسے اور راوی کہتے ہین کہ جب مین
اونکو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہے کہ گردن مارنے کے لیے پکڑا ہوا آیا ہے
اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہین اور اوسکا
حال آنکھون دیکھا بیان کرتے ہین اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھون کے سامنے آگ
بھڑک رہی ہے اور جب ونپر اس شدت خوف و غم کا لوگون نے عتاب کیا تو فرمایا کہ
مین کیسے بیخوف ہو جاؤن اس سے کہ خدای تعالی نے اگر کوئی مجھسے برائی دیکھ لی ہو اور
مجھکو برا جانکر فرمانے لگے کہ چلا جا مین تجھکو نہ بخشونگا تو پھر عمل کرنا میرا بیفائدہ ہے۔ اور حضرت
ابن السماک رح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مین نے ایک مجلس مین وعظ کہا ایک
جوان اونمین سے اوٹھا اور کہا کہ تمنے آج ایک ایسا جملہ کہا کہ اگر ہم اوسکے سوا اور کچھ
نسنین تو کچھ پروا نہین مین نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے اوسنے کہا کہ آپنے جو یہ فرمایا ہے

کہ خائفین کے دل کے دو خلود یعنی ہمیشہ رہنے نے ٹکڑے کیے ہین اور وہ یہ ہین کہ یا جنت مین ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ مین حضرت ابن السماک رح فرماتے ہین کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسری وعظ مین مین نے اوسکو نہ پایا لوگون سے اوسکا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے مین اوسکی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ اے ابو العباس یہ نوبت اوسی تمھارے جملے سے ہوئی ہے کہ دو خلود یعنی خلود جنت خواہ خلود دوزخ نے خائفین کے دل کو ٹکڑے کر ڈالے ہین پھر وہ شخص اسی مرض مین مرگیا مین نے اوسکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی نے تجھسے کیا معاملہ کیا اوسنے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور رحم کیا اور جنت مین داخل کیا مین نے پوچھا کس وجہ سے کہا کہ اوسی جملے کی بدولت۔ حاصل یہ کہ انبیا اور اولیا اور علما اور صلحا سب کے خوف کا حال تمنے سنا جب ان لوگون کا یہ حال ہو تو ہمکو خوف کرنا لائق تر ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جب بہت گناہ ہون تبھی خوف ہو بلکہ اگر قلب صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیے ورنہ کثرت طاعات اور کمی گناہون کی بیخوف ہو جانے کی مقتضی نہین بلکہ مامون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات کے مطیع ہون اور بدبختی غالب اور غفلت اور سختی دل کے مارے اپنے احوال کو نہ دیکھ سکتے ہون نہ موت کے پاس آنے سے جاگین اور نہ کثرت گناہون سے ہلین نہ خائفین کا احوال دیکھکر عبرت پکڑین نہ اندیشۂ خاتمہ کو دل مین جگہ دین اس صورت مین اگر خدای اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تدارک فرماوے تو اصلاح ممکن ہے اسلیے اسی بات کی دعا مانگتے ہین بشرطیکہ صرف زبانی دعا بدون استعداد کے مقبول ہو۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جب ہم دنیا مین مال کا ارادہ کرتے ہین تو اوسکے کتنے لوازم جمع کرتے ہین جوتتے ہین اور بوتے ہین اور تجارت کرتے ہین اور خشکی و تری مین کیسی کیسی اندیشہ ناک باتین اختیار کرتے ہین اور اگر علم مین کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہین تو اوسکے واسطے کتنی مشقتین اوٹھاتے ہین اور کتابون کی بحث و تکرار اور یاد کرنے مین راتون کو جاگتے اور کوشش کرتے ہین رزق کی تلاش مین کیا کیا محنتین کرتے ہین اور اللہ تعالی نے جو کفالت اور ضمانت روزی دینے کی فرمائی ہے اوسپر یقین و وثوق کرکے گھر مین نہین بیٹھتے اور بیٹھے بیٹھے خدای تعالی سے نہین عرض کرتے کہ الٰہی ہمکو روزی دے مگر جب ملک دائم اور سلطنت ابدا آخرت پر نظر کرتے ہین تو اوسکے واسطے صرف اسی پر کفایت کرتے ہین کہ زبان سے

کہہ لیا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ جس ذات کیطرف کہ توقع ہے اوسکے جیسے امر سے دھوکا کھائے ہوئے ہین وہ یون ارشاد فرماتا ہے وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى[ت۱]
اور وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ[ت۲] اور يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ[ت۳]
مقام غور ہے کہ ان اقوال مین کسیسے بھی ہمکو تنبہ ہوتا ہے کوئی بات بھی ہمکو ہمارے مغالطون اور جھوٹی آرزوؤن سے نکالتی ہے اگر ذرا تامل کرو تو یہ کٹ مرنے کی بات ہے بشرطیکہ خدای تعالیٰ اپنے فضل سے توبۂ نصوح مرحمت نہ فرمائے اور اوسکے باعث ہمکو بیاد دے ہم خدا سے دعا مانگتے ہین کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہے کہ شوق توبہ ہمارے دلون کے اندر ڈالدے صرف زبانی حرکت توبہ کی دعا کے لیے ہمارے واسطے کافی نفرمائے ورنہ ہم اون لوگون مین سے ہوجاوینگے جو کہتے ہین اور نہین کرتے اور سنتے ہین اور نہین مانتے جب وعظ سنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی کر گئے اس زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہو گی خدای تعالیٰ ہمکو توفیق اور رشد اپنے کرم اور فضل سے عنایت کرے۔ اب ہم احوال خائفین کی حکایات کو اسیقدر پر کفایت کرتے ہین حسب مثل مشہور در خانہ اگر کس ست حرفے بس ست ورنہ شعر

بخوانی آیدش بازیچہ درگوش		اگر صد باب حکمت پیش نادان

اور عیسیٰ بن مالک خولانی جو بڑے عمدہ عابدون مین سے ہین ایک راہب کا حال کہتے ہین کہ اوتھون نے اوسکو بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑا دیکھا سخت حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو نہین رکتا تھا راوی کہتے ہین کہ جب ملین نے اوسکو دیکھا تو اوسکی صورت سے ڈر گیا اور اوس سے کہا کہ اے راہب مجھے وصیت کر کہ تجھ سے یادگار رکھون اوسنے جواب دیا کہ اے عزیز کیا نصیحت تجھکو کرون سو کی ایک یہ ہے کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو ایسی طرح رہو جیسے کسیکو چار طرف سے درندون اور کیڑون نے گھیر لیا ہو اور وہ ہراسان اور خائف رہتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ ذرا سی غفلت ہوجاوے تو درندے چیر ڈالین یا چوک جاوے تو زہردار کیڑے کاٹ لین غرضکہ رات بھر اوسکا دل خوف و ہراس ہی مین رہتا ہے گو مغالطہ کھانے والے بیخوف ہوا کرین اور دن بھر رنج مین گذرتا ہے گو نکمے لوگ خوش ہوا کرین پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا مین نے کہا کہ کچھ اور تم کہتے تو شاید مجھکو زیادہ نفع ہو اوسنے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی ملجاتا ہے وہی کافی ہوتا ہے اور یہ اوسنے درست کہا

[ت۱] اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کچھ کیا ۱۲
[ت۲] اور نہ دھوکا دے تمکو اللہ کے نام سے وہ دغاباز ۱۲
[ت۳] اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر ۱۲

اسواسطے کہ صاف دل کو تو ادنی سا خوف ہلا دیتا ہی اور سنگدل سے وعظ و نصیحت بمراحل دور رہتی ہی اور اُسنے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہو جیسے وہ شخص جسکے چار طرف درندے اور زہر کے جانور ہون تو اسکو یون نہ جاننا چاہیے کہ یہ مثال فرض ہی بلکہ یہ صورت واقعی ہی کیونکہ اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندون و زہریلے جانورون سے پُر ہی مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب اور ریا وغیرہ جو ہمیشہ اُسکو چیرتے اور نیش زنی کرتے رہتے ہین بشرطیکہ ایک لحظہ بھی اُس سے غافل ہو مگر یہ کہ آدمی کو اُنکا گزند اور ایذا دینا نہین سوجھتا جب پردہ اُٹھا لیا جاویگا اور آدمی قبر مین رکھا جاویگا اُسوقت دیکھیگا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کی صورت بنکر آوینگے اُسوقت یہ نظر آویگا کہ سانپ اور بچھوؤن نے قبر مین آکر بدن کو گھیر لیا حالانکہ نہ سانپ ہوگا نہ بچھو بلکہ یہی صفات جو زندگی مین ہین یہی ہونگے اُنکی صورت اُس دن سوجھ پڑیگی پس اگر یہ منظور ہو کہ اُنکو مار ڈالنا چاہیے اور اُنپر غالب ہونا چاہیے حالانکہ مرنے سے پیشتر یہ بات آدمی کے اختیار مین ہی تو اس سے ہرگز چوکنا نہ چاہیے ورنہ اُنکا کاٹنا اور نوچنا خوب اچھی طرح دل مین ٹھان لینا چاہیے

باب چہارم فقر اور زہد کے بیان مین

رباعی

گر چاہے تو دل سے ہووے سچا عابد ۔۔ کر فقر کو اختیار اور ہو زاہد

کہتے ہین رسول فقر کو اپنا فخر ۔۔ تیرے لیے بس یہی ہی کافی شاہد

واضح ہو کہ دنیا اللہ جل شانہ کی دشمن ہی اُسکے فریب مین بہت لوگ گمراہ ہوئے اور اُسکے مکر سے بہتون کو لغزش ہوئی تو اُسکی دوستی خطایا اور سیئات کی جڑ ہوئی اور اُسکی دشمنی طاعات و قربات کی اصل اور ہمنے اُسکا حال اور اسکی دوستی کی مذمت کو باب ذم دنیا مین جلد سوم کے مفصل لکھا ہی یہان جو فضیلت اس سے بغض رکھنے مین اور اُس مین زہد کرنے مین ہی اُسکو ذکر کرتے ہین کہ منجیات مین اصل وہی ہی کیونکہ نجات کی طمع بدون دنیا سے علٰحدگی اور دوری کے نہین ہو سکتی لیکن اُس سے علٰحدگی کی دو صورتین ہین یا تو وہ خود آدمی سے الگ رہے اسکو تو فقر کہتے ہین یا آدمی اُس سے کنارہ کش رہے اُسکو زہد کہتے ہین اور ان دونون چیزون کو سعادت کے حاصل ہونے کے باب مین دخل ہی اور فوز و نجات پر مدد کرنے مین اثر اسی لیے ہم ان دونون کی حقیقت اور مراتب و اقسام اور شرطین اور احکام ذکر کرتے ہین اور اس باب کی دو فصل کرتے ہین

اول مین فقر اور دوسری مین زہد کو لکھتے ہین

فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور فقرا کی فضیلت اور آداب کے ذکر مین اور اسمین نو بیان ہین

بیان اول فقر کی حقیقت اور فقیر کے احوال اور اسماکے اختلاف مین

جاننا چاہیے کہ فقر حاجت کی چیز کے نہونے کا نام ہی اور بے حاجت چیز کے نہونے کو فقر نہین کہتے
اور اگر حاجت کی چیز موجود ہو اور اُسپر آدمی قادر ہو تو اُس شخص کو فقیر نہ کہینگے اور جب یہ معلوم
ہوچکا تو اب ظاہر ہی کہ جو شی سوا خداے تعالی کے موجود ہی وہ فقیر ہی اسواسطے کہ ہر ایک
موجود چیز کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہی اور وجود کا ہمیشہ رہنا خدا کے
فضل و احسان سے ہی پس اگر ہستی کے پردے پر کوئی موجود ایسا ہو جسکا وجود دوسرے سے
مستفاد نہو تو وہ غنی مطلق ہی اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہین سکتا اس سے معلوم ہوا
کہ وجود مین غنی ایک ہی ہی اور اُسکے سوا جتنے ہین وہ اُسی کی طرف محتاج ہین تاکہ اُنکو دوام
وجود کی مدد دیوے اور اسی حصر کی طرف اشارہ ہی اس قول خداوندی مین وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ
اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ لیکن یہ معنی فقر مطلق کے ہین اور ہمکو غرض فقر مطلق کے بیان سے نہین
بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہی ورنہ بندے کی حاجت کو اگر باعتبار اُسکی ضروریات کے
دیکھیے تو کچھ بھی شمار نہین ہوسکتی اسلیے کہ ضروریات و حاجت آدمی کی بیشمار ہین اور منجملہ اُسکے
حاجتون کے وہ ہین جو مال سے مل سکتی ہین پس اُنھین کا ہمکو بیان بھی اسوقت مدنظر ہی
اسی لیے کہتے ہین کہ جو شخص مال نہین رکھتا اُسکو ہم اُس مال کے لحاظ سے فقیر کہتے ہین جو اُسکے
پاس نہین بشرطیکہ اُس شخص کو اُس مال مفقود کی طرف حاجت بھی ہو پھر یہ خیال مین آتا ہی کہ
فقر مین آدمی کے پانچ احوال ہوں اور ہم اُن سب کو تمیز کے واسطے جدا جدا نام رکھے دیتے ہین
تاکہ اُنکے احکام بھی علحدہ بیان کرسکین **پہلی حالت** جو سب سے عمدہ ہی یہ ہی کہ آدمی ایسی
طرح ہو کہ اگر اُسکے پاس مال آوے تو اُسکو بُرا معلوم ہو اور ایذا پاوے اور اُسکے قبول سے بھاگے
اور اُسمین مشغول ہونے سے اجتناب کرے اور اُسکے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہین
دوسری حالت یہ ہی کہ مال کی رغبت اتنی نہو کہ جسکے حاصل ہونے سے خوش ہو اور نہ اتنی
نفرت ہو کہ اُس سے ایذا پاتا ہو یا اگر ملے تو چھوڑ دے ایسے شخص کا نام ہم راضی کہتے ہین
تیسری حالت یہ ہی کہ مال کا ہونا اُسکے نزدیک نہونے کی نسبت محبوب ہو اسوجہ سے
کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہی مگر رغبت اتنی نہین کہ اُسکی طلب مین سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہی

کہ اگر بلا محنت و کدورت سے ملے تو لیکر خوش ہو جاوے اور اگر طلب مین کچھ مشقت کا محتاج ہو تو ہمین
مشغول نہو اسی حالت والے کا نام ہم قانع رکھتے ہین کیونکہ اُسنے موجود چیز پر قناعت کر کے
طلب کو موقوف کیا باوجودیکہ کسی قدر رغبت بھی تھی چوتھی حالت کہ طلب مال کو موقوف کرنا
عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہو کہ اگر کوئی سبیل اُسکی تلاش کی ملے گو محنت ہی سے
تو اُسکو ضرور طلب کرے یا طلب مین مشغول ہی ہو ایسی حالت والے کو ہم حریص کہتے ہین
پانچوین حالت یہ ہو کہ جو مال اُسکے پاس نہین اُسکی ضرورت مین مضطر ہو مثلاً بھوکے کے
پاس روٹی نہو اور ننگے کے پاس لباس نہو ایسی حالت والے کو ہم مضطر کہتے ہین اُسکی رغبت
طلب کے باب مین کسی طرح کی ہو ضعیف ہو یا قوی اور یہ حالت رغبت سے بہت کم جدا ہوتی ہو
پس یہ پانچ احوال ہین جنمین سے اعلے زہد ہو اور اضطرار کے ساتھ مین اگر زہد ملا لیا جاوے
اور یہ صورت ممکن ہو تو ایسا حال زہد کے اقصا درجات مین ہو اور ان پانچون حالتون سے
بڑھ کر ایک اور حالت ہو جو زہد سے بھی اعلےٰ ہو وہ یہ ہو کہ آدمی کے نزدیک ہونا اور نہونا
مال کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ گئے کا غم اور اُسکا حال ایسا ہو جیسا حضرت عائشہ رض کا تھا
کہ جب اُنکے پاس ایک لاکھ درم کسی کی دہش مین سے آئے تو لیلیے اور اُسی روز تقسیم کر دیے
اور جب اُنکی خادمہ نے عرض کیا کہ اگر آج کے درمون مین سے آپ ایک درم کا گوشت لے دیتین
تو اُسی سے افطار کرتے آپ نے فرمایا کہ اگر پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا ہی کرتی پس جس
شخص کا حال ایسا ہو اگر تمام دنیا اُسکے قبضے اور خزانے مین ہو تب بھی اُسکو ضرر نہ کریگی
اسلیے کہ وہ شخص تمام مال کو خداے تعالیٰ کے خزانے مین جانتا ہو نہ اپنے قبضے مین اور اسی وجہ سے
مال خواہ اُسکے قبضے مین ہو یا کسی دوسرے کے اُسکے نزدیک دونون یکسان ہین اور مناسب ہو
کہ ایسی حالت والے کو مستغنی کہین اسلیے کہ وہ مال کے وجود اور عدم دونون سے غنی ہو
اور مستغنی کے معنی لفظ غنی سے علیحدہ سمجھنے چاہییں جو خداے تعالیٰ پر اور اُسکے بندون مین سے
بہت سامان رکھنے والون پر بولا جاتا ہو کیونکہ بندون مین سے جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہو
اور وہ اُس سے خوش ہوتا ہو تو وہ محتاج اس بات کا ہو کہ مال مذکور اُسکے پاس رہے ہر چند
وہ مال کے قبضے مین آنے سے غنی ہو تاہم اُسکے باقی رہنے کا محتاج ہو اسی لیے وہ من وجہ
فقیر ہو مگر مستغنی مال کے قبضے مین آنے اور اُسکے باقی رہنے اور اُسکے قبضے مین سے نکل جانے سے
سب سے غنی ہو کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہو کہ اُسکو مال سے ایذا نہین ہوتی اور نہ خوشی

ہوتی ہو پس یہ احتیاج قبضے سے نکالنے اور قبضے مین رکھنے کی دونون نہ رہی اور یہ بھی
نہین کہ اُسکے پاس نہو تاکہ محتاج قبضے مین آنے کا ہو بہرحال مستغنی کی غنا عام ہو اور اسی
جہت سے ایسا شخص اُس غنی سے جو وصف خداوندی ہو قریب تر ہو اور یہ ظاہر ہو کہ بندے کا
قرب خدے تعالیٰ سے اسی طرح ہو کہ صفات الٰہی مین قریب ہو قرب مکانی تو ہوتا ہی نہین
لیکن ہم ایسی حالت والے کو مستغنی ہی کہتے ہین تاکہ لفظ غنی اُس ذات پر بول سکین جسکو
غناء مطلق ہر چیز سے ہو اور اس قسم کا بندہ اگرچہ مال کے وجود اور عدم سے مستغنی ہو مگر سوا
اُسکے اور چیزون سے مستغنی نہین نہ مدد توفیق الٰہی سے مستغنی ہو جس سے اسکا استغنا باقی ہے
یہ استغنا بڑی نعمت ہو کہ خداے تعالیٰ نے اُس سے اُسکے دل کو زینت دی ہو جو دل کہ مال کی محبت
مین مقید رہتا ہو وہ غلام ہو اور جو اُس سے مستغنی ہو وہ آزاد ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہی اسکو اس
غلامی سے آزاد کیا ہو تو اس آزادی کے ہمیشہ رہنے کی حاجت اُسکو البتہ ہو اور دل غلامی اور
آزادی مین دم بدم اور لحظہ بلحظہ بدلتے رہتے ہین کیونکہ سب دل درمیان خداے تعالیٰ کی انگلیون کے
ہین اسی لیے ایسے شخص کو مطلقاً غنی کہدینا حقیقت نہین زیبا ہو اگر کہا جاوے تو مجازاً ہوگا۔
اب جاننا چاہیے کہ زہد ابرار کے درجے کا کمال ہو اور اس حالت والا یعنی مستغنی مقربین مین سے ہو
تو ضرور ہوا کہ زہد اُسکے حق مین درجہ نقصان ہوا اسلیے کہ ابرار کی نیکیان مقربین کی
برائیان ہوتی ہین اور نیز دنیا کا بُرا جاننے والا بھی دنیا مین مشغول ہو جیسا اُسکا
رغبت کرنے والا ہو اور شغل ماسواے خداے تعالیٰ کا خداے تعالیٰ سے حجاب ہوتا ہو کیونکہ
خدے تعالیٰ کچھ فاصلے پر تو نہین ہو کہ دوری اُسکا حجاب ہو جاوے بلکہ وہ تو آدمی کی رگ گردن سے
بھی قریب تر ہو اور نہ خداے تعالیٰ کسی مکان مین ہو تاکہ آسمان و زمین اُسمین اور آدمی مین
حجاب ہو جاوین تو اب ضرور ہو کہ حجاب اُسمین اور آدمی مین بجز غیر اللہ کے ساتھ مشغول
ہونے کے اور کوئی نہو اور اپنے نفس اور شہوات مین مشغول ہونا بھی غیر اللہ کے ساتھ مشغول
ہونے مین داخل ہو اور چونکہ آدمی ہمیشہ اپنے نفس و شہوات مین مشغول رہتا ہو اسی لیے ہمیشہ
خداے تعالیٰ سے محجوب رہتا ہو حاصل یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی محبت مین مشغول ہو وہ خداے تعالیٰ
سے منحرف ہو اور جو شخص اپنے نفس کے بغض مین لگا ہو وہ بھی خدا کے ساتھ مشغول نہین
اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ جس مجلس مین عاشق و معشوق ہون اُسمین اگر رقیب بھی آجاوے
تو اگر عاشق کا دل رقیب کی طرف اور اُس سے بغض رکھنے کی طرف اور اُسکے آنے کو

برا جاننے کی طرف متوجہ ہوگا تو جیونکہ وہ ان واہیات مین مصروف ہی لذت مشاہدہ معشوق سے
محروم رہیگا اور اگر عشق مین مستغرق ہوگا تو غیر سے غافل ہوگا اور اسکی طرف توجہ نہ کریگا غرضکہ
جسطرح معشوق کے ہوتے ہوے دوسرے کو محبت کی راہ سے دیکھنا عشق مین شرک ہی
اور موجب نقصان اسی طرح بغض کی راہ سے بھی دوسرے کو تاکنا معشوق کے ہوتے ہوے
عشق مین شرک و نقصان ہی گو یہ نقصان بہ نسبت اول کے خفیف تر ہی تاہم پورا کمال نہین
اور کمال پورا یہ ہی کہ قلب محبوب کے سوا اور کسی کی طرف نہ دوستی کی راہ سے نظر کرے نہ
دشمنی کی راہ سے کیونکہ جیسے ایک دل مین دو محبت ایک حالت مین نہین جمع ہوتین ایسے ہی
ایک حالت مین دوستی اور دشمنی بھی نہین جمع ہوتی پس جو شخص دنیا کی دشمنی مین مشغول ہی وہ بھی
خدا سے غافل ہی جیسے وہ شخص کہ اسکی دوستی مین مشغول ہی مگر اتنا فرق ہی کہ جو دنیا کی دوستی مین
مشغول ہی وہ غافل ہی اور اپنی غفلت مین راہ بُعد طے کرتا ہی اور جو اسکی دشمنی مین مصروف ہی
وہ بھی غافل ہی مگر غفلت مین طریق قرب پر راہ چلتا ہی اسواسطے کہ ایسے شخص کے لیے توقع
پڑتی ہی کہ اسکا حال انجام کو ایسا ہو جاوے کہ اتنی سی غفلت جاتی رہے اور صرف
حضوری اور مشاہدہ میسر ہو جاوے غرض کہ درجہ کمال ایسے شخص کے واسطے متوقع ہی
باین وجہ کہ بغض دنیا ایک سواری ہی جو خدائے تعالے کی طرف پہونچاتی ہی۔ تو دنیا سے
محبت اور بغض والون کی ایسی مثال ہی جیسے دو شخص راہ حج مین سواری پر چڑھنے اور اسکے
گھاس دانے کی خبرگیری اور ہانکنے مین مشغول ہون لیکن ایک تو کعبے کی طرف کو منھ کرکے
جاتا ہو اور دوسرا پیٹھ پھیر کر ایک طرف مقابل مین جاتا ہو تو یہ دونون شخص اس بات مین برابر ہین
کہ کعبے سے محجوب اور اس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر مین شاغل ہین لیکن جو کعبہ رو جاتا ہی
اسکا حال دوسرے کی نسبت کہ اچھا ہی جو پشت بکعبہ چلتا ہی کیونکہ اسکو کبھی پہونچنا نصیب
ہوگا مگر شخص اول کا حال اگر بلحاظ اس شخص کے دیکھو جو کعبے مین معتکف ہی اور اسمین سے
باہر ہی نہین جاتا کہ حاجت سواری کی فکر کی پہونچنے کے واسطے پڑے تو اسکی
نسبت البتہ اچھا نہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا نہ چاہیے کہ دنیا کا بغض کرنا
مقصود بالذات چیز ہی بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا خدا سے روکنے والی چیز ہی اس تک
پہونچنا بدون اس روک کے دفع کرنے کے ممکن نہین اسی واسطے حضرت ابوسلیمان دارانی
رح کا قول ہی کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اور اسی پر کفایت کر سکے تو جلدی راحت چاہتا ہی بلکہ اسکو

چاہیے کہ آخرت مین مشغول ہو۔ اس قول مین بتلا دیا کہ راہ آخرت کا چلنا زہد کی سوا جو ہے
طریق حج کا چلنا اور ہے اور قرضخواہ مانع حج کا دفع کرنا اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا مین
زہد کرنے سے اگر مقصود یہ ہے کہ اسکے وجود اور عدم دونون مین رغبت نہو تب تو یہ نہایت
درجہ کا کمال ہے اور اگر صرف اسکے نہونے کی رغبت منظور ہو تو البتہ یہ درجہ بہ نسبت درجۂ راضی
اور قانع اور حریص کے تو کمال گنا جاویگا مگر مستغنی کے درجے کی نسبت کمر ناقص ہوگا بلکہ
مال کے حق مین کمال یہی ہے کہ آدمی کے نزدیک مال و پانی ایکسا ہو اور پانی کی کثرت ہمسایہ مین
ہونے سے اسکو کچھ ایذا نہین ہوتی مثلاً جیسے کوئی دریا کے کنارے ہو اور نہ پانی کی قلت سے
ایذا ہو بشرطیکہ بقدر ضروری سے کم نہو باوجودیکہ پانی اور مال دونون حاجت کی چیز ہین تو جیسے
بہت سا پانی دیکھکر اسکے شر وس سے بھاگنے کی تجویز مین مشغول نہین ہوتا نہ اسکو برا سمجھتا ہے
بلکہ دل مین یہ کہتا ہے کہ اس سے بقدر حاجت مین بھی پیونگا اور خدا کے بندون کو پلاؤنگا اور
کسی پر بخل نہ کرونگا اسی طرح مال کا حال بھی ہونا چاہیے اسلیے کہ روٹی اور پانی حاجت کے باب مین
ایک ہین فرق صرف ایک کی قلت اور دوسرے کی کثرت کا ہے۔ اور جب آدمی خدا سے تعالےٰ کو
پہچانے اور جس تدبیر سے اسنے انتظام عالم کیا ہے اسکو جانے تو معلوم ہو جاوے جب تک
وہ زندہ رہیگا اسکو بقدر حاجت روٹی ضرور پہونچیگی جیسے پانی بقدر حاجت آتا ہے چنانچہ
اسکا بیان عنقریب باب توکل مین انشاء اللہ آویگا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے
ابو سلیمان دارانی رح سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر مین جا کر وہ کوزہ جو
تو نے مجکو تحفۃً دیا ہے لے اسلیے کہ شیطان مجھے وسوسہ ڈالتا ہے کہ اسکو چور لیگیا ہے
ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ کے دلون کے ضعف کی ہے مالک رح نے دنیا مین زہد کیا
اگر کوئی کوزہ لیجاتا تو انکو کیا تھا۔ اس سے غرض یہ ہوئی کہ کوزہ گھر مین رہنے کی کراہت مین
بھی اسکی طرف التفات پایا جاتا ہے جسکا سبب ضعف اور نقصان ہے۔ اب اگر کوئی کہے
کہ جب نفرت دنیا داخل کمال نہین تو انبیا اور اولیا کیون دنیا سے بشدت متنفر اور بھاگتے
رہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ انکا بھاگنا ایسا تھا جیسے پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو مقدار
حاجت پی لیا اور جسقدر بچا اسکو مشکون اور گھیالون مین بھر کر اپنے ساتھ لیے نہ پھرے
بلکہ نہرون اور کنوؤن اور چشمون ہی مین ان لوگون کے واسطے چھوڑ دیا جنکو اسکی ضرورت ہو
نہ اس جہت سے کہ انکے دل اسکے دوستی یا دشمنی مین مصروف تھے۔ دیکھو زمین کے

خزانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ کے پاس آئے اور
انھون نے لیکر اُنکے محل اور موقع مین خرچ کردیے انسے بھاگے نہین کیونکہ اُنکے نزدیک مال اور پانی
اور سونا اور پتھر برابر تھے اور اگر کسی سے مال کے لینے سے انکار منقول ہے تو یا تو ایسے شخص سے
منقول ہے کہ اُسکو خوف ہوا کہ اگر لونگا تو شاید مال کے فریب مین آکر دل مقید ہو جاویگا
اور شہوات کی طرف بلا دیگا اور یہ حال ضعیفون کا ہے پس اُنکے حق مین مال کی دشمنی اور
اُس سے بھاگنا ہی کمال ہے اور سب خلق کے لیے ایسا ہی حکم ہے اسلیے کہ سوائے انبیا اور
اولیا اور علما کے سب ضعیف ہین اور یا کسی شخص قوی سے منقول ہے جو درجہ کمال کو پہونچا ہے
اُسکے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اسواسطے ظاہر کیا کہ ضعفا دیکھ کر پیروی کرین اور
مال نہ لین ورنہ لینے کی پیروی مین اُنکی بربادی منصور ہے جیسا کہ سانپ کا منتر والا اپنی
اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہے اُسکا بھاگنا کچھ اسوجہ سے نہین ہوتا کہ وہ سانپ
پکڑنے سے عاجز ہے بلکہ اس جہت سے ہوتا ہے کہ اگر میں سانپ پکڑونگا تو میری اولاد دیکھیگی
تو وہ بھی پکڑینگے اور ہلاک ہونگے اسی طرح انبیا اور اولیا بھی ضعیفون مین ضعیفون کا سا
حال بنا لیتے ہین تاکہ اُنکی اقتدا کیجاوے خلاصہ اس بیان کا یہ ہے کہ مراتب چھ ہین
جنمین سب سے اعلا رتبہ مستغنی کا ہے پھر زاہد اسکے بعد راضی اُسکے بعد قانع پھر حریص کا
باقی رہا مضطر تو اُسکے باب مین زہد اور رضا اور قناعت کا تصور ہوسکتا ہے اور اُسکا احوال کا
اختلاف کے موجب اُسکا رتبہ مختلف ہوتا ہے مگر فقیر ان پانچون شخصون زاہد و راضی و قانع
و حریص و مضطر کو کہہ سکتے ہین لیکن مستغنی کو اس معنی کر فقیر نہین کہہ سکتے اگر اسکو فقیر کہینگے
تو اس اعتبار سے کہینگے کہ وہ خدائے تعالی کی طرف ہر ایک چیز مین محتاج ہے خاص کر اپنے
استغنا مین مال سے پس مستغنی کو فقیر کہنا ایسا ہے جیسا وہ شخص کہ اپنے نفس کو پہچانے
کہ خدا کا بندہ ہے اور اقرار بھی عبودیت کا کرے تو ایسے شخص پر بندے کا اطلاق تمام خلق
کی نسبت زیادہ شایان ہے گو بندے کا لفظ تمام خلق کے لیے عام ہے اسی طرح لفظ فقیر
بھی عام ہے اور جو شخص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالی کا فقیر یعنی محتاج ہے تو اسکو فقیر
کہنا زیادہ اچھا ہے غرضکہ لفظ فقیر دونون معنی مین مشترک ہے اور جب یہ بات
معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فقر کے باب مین یہ فرمایا ہے
اَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ اور كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا مخالف اس دعاے نبوی کے نہین

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا کیونکہ اول مین مضطر کا فقر مراد ہی جس سے آپ نے پناہ مانگی ہی اور جس فقر کی دعا مانگی ہی وہ یہ ہی کہ اقرار مسکنت اور ذلت اور احتیاج کا خدا کی طرف ہی اب دونون حدیثون مین مخالفت نرہی

دوسرا بیان فقر کی مطلق فضیلت مین

آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہی چنانچہ ارشاد ہی لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ اول سیاق کلام مدح کے طور پر فرمایا پھر فقر کی صفت کو ہجرت اور گھر جانے کے وصف سے مقدم فرمایا اور اس تقدیم سے ظاہر ظہور فقر کی مدح پائی جاتی ہی اور احادیث مین بھی فقر کی مدح بہت ہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضہ سے پوچھا کہ لوگون مین سے کون بہتر ہی عرض کیا کہ جو مالدار ہو اور اللہ کا حق اپنے نفس و مال مین ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہی مگر جسکو مین نے پوچھا ہی وہ نہین پھر اصحاب رضہ نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہی آپ نے فرمایا کہ فَقِيْرٌ يُعْطِيْ جُهْدَهٗ اور حضرت بلال رضہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْقِ اللّٰهَ فَقِيْرًا وَّلَا تَلْقَهٗ غَنِيًّا اور ایک حدیث مین فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ اور حدیث مشہور مین ہی يَدْخُلُ فُقَرَآءُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَآئِهِمْ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ اور ایک حدیث مین چالیس خریف یعنے چالیس برس آئے ہین تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس برس پیشتر جاویگا اور فقیر زاہد غنی راغب کی نسبت پانسو برس پیشتر جنت مین داخل ہوگا اور ہمنے جو درجات فقر کا اختلاف ذکر کیا ہی اس سے تمکو قطعًا فرق فقرا کے درجات کا ذہن مین آیا ہوگا اور اس تحریر بالا سے معلوم کروگے کہ فقیر حریص کا درجہ فقر زاہد کی نسبت ساڑھے بارھوان ہی جو کہ نسبت چالیس کو ہی پانسو کی طرف - اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ مقدار معین فرمائی تو بسبب اتفاق یا لغو کی طرح زبان سے نکل گئی ہی بلکہ آپ تو ہر بات مین حقیقت بیان فرماتے تھے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

الٰہی زندہ رکھ مجھکو مسکین اور مار مجھکو مسکین ۱۲ ترمذی بروایت انس و حاکم بروایت ابو سعید ۱۲ ذلت

واسطے ان مفلسون وطن چھوڑنے والون کے جو نکالے گئے ہین اپنے گھرون سے اور مالون سے ڈھونڈھتے ہین اللہ کا فضل اور اسکی رضامندی اور مدد کرتے ہین اللہ کی اور اسکے رسول کی ۱۲

اور ان درجات فقر کے باب مین جو تعیین ہے وہ ایسی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے الرؤیا الصالحۃ
جزء من ستۃ و اربعین جزءا من النبوۃ یعنی اسمین جو سچی خواب کو چھیالیسوان حصہ نبوت کا فرمایا ہے
تو وہ اندازہ حقیقت ایسا ہی ہے لیکن آپ کے سوا کسی کی مجال نہین کہ اس نسبت کی وجہ سوا
تخمین کے بیان کرے یا اوسکی علت کسیکو معلوم نہین ہوسکتی اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہے کہ
نبوت اسکو کہتے ہین جو نبی سے خاص ہوا اور اوسی کے باعث نبی اور لوگون سے
علیحدہ بھی ہوا اور نبی مین بہت سے خواص ہوتے ہین اول تو یہ کہ جو امور خدا تعالی سے
اور اوسکی صفات اور فرشتون اور دار آخرت سے تعلق ہون اونکا احوال اچھی جانتا ہو نہ اسطرح
کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہین بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین و تحقیق اور کشف مین عوام کے
مخالف ہو دوسرے یہ کہ نبی کے نفس مین وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عادات کے
خلاف پورے ہوتے ہین جسطرح ہم مین ایک صفت ہے کہ اوسکے باعث ہمارے حرکات
ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہوتے ہین کہ قدرت اور مقدور سب اللہ تعالی
کے افعال ہین تیسرے یہ کہ نبی مین ایک ایسی صفت ہوتی ہے جسکے باعث فرشتون کو
دیکھ لیتا ہے جیسے بینا آدمی مین مثلا ایک صفت ایسی ہے جو اندھون مین نہین ہوتی ہے
کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی مین وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے
غیب کا حال اوسکو بیداری یا خواب مین معلوم ہوجاتا ہے یعنی اوسی خاصیت کے باعث
لوح محفوظ کا مطالعہ کر لیتا ہے اور جو کچھ اوسمین غیب کا حال لکھا ہوتا ہے اوسکو معلوم کر لیتا ہے
پس یہ کمالات و صفات ایسے ہین کہ انکا ثبوت انبیا کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ انمین سے ہر ایک خاصیت کی تمام مین تقسیم ہوسکتی ہے اور ہم بھی اسکی تقسیم اگر چالیس اور
پچاس اور ساٹھ وغیرہ تک کرنا چاہین تو کر سکتے ہین بلکہ اگر تکلف کرین تو ہوسکتا ہے کہ
تمام صفات متعلقہ نبی کو چھیالیس ہی ثابت کر دین تاکہ سچی خواب چھیالیسوان حصہ نبوت کا ہو
مگر تقسیمات کے طریقون کا معین کرنا بدون ظن اور تخمین کے نہو گا تو ٹھیک ٹھیک معلوم نہو گا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھیالیسوان حصہ اسی تقسیم کی رو سے مراد لیا ہو یا نہین
ہان صفات کلی جنسے نبوت کامل ہوتی ہے وہ معلوم ہین اور اونکے منقسم ہونے کی اصل
معلوم ہے مگر اس سے مقدار خاص مقرر کرنے کی وجہ معلوم نہین ہوسکتی اسی طرح حدیث کو
مین ہم جانتے ہین کہ فقرا کے بہت سے درجات ہین جیسا پہلے معلوم ہوا اگر یہ فقیر حریص کا

درجہ فقیہ زاہد کی نسبت کرسا ئے بارھوان حصہ کیون ہوا جسکی جہت سے اول تو صرف چالیس
برس ہی پیشتر غنی سے رہیگا اور دوسرا پانسو برس کے تقدم کا سزاوار ہوگا تو اسکا جاننا سوائے
انبیا علیہم السلام کے طاقت بشری سے خارج ہے البتہ اگر کوئی کچھ کہیگا تو اٹکل سے کہے گا
جسپر اعتماد و واثق نہو غرضکہ ہماری غرض یہ تھی کہ کوئی ضعیف الایمان یہ نہ سمجھ لے کہ آپ نے
جو مقادیر مقرر فرمائے ہین یہ قیود اتفاقی ہین کیونکہ منصب نبوت ایسی باتون سے مبرا ہے
تو یہی جان لینا چاہیے کہ اندازہ جو کچھ آپنے فرمایا ہے وہ بجا اور درست ہے۔ اب اصل
غرض کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی احادیث فقر کی مدح لکھتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فُقَرَاۤءُهَا وَاَسْرَعُهَا تَضْجِعًا فِي الْجَنَّةِ ضُعَفَاۤءُهَا
اور فرمایا اِنَّ لِيْ حِرْفَتَيْنِ اِثْنَتَيْنِ فَمَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ
اور روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور فرمایا کہ ای
محمد اللہ عزوجل تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تمکو پسند ہے کہ مین ان پہاڑون کو سونے کا
کردون جہان تم رہو تمہارے ساتھ رہا کرین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت
سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ ای جبریل اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا
عَقْلَ لَهٗ حضرت جبریل نے عرض کیا کہ یا محمد ثَبَّتَكَ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنے سفر مین ایک سوتے آدمی کے پاس گذرے
جو ایک کملی مین لپٹا ہوا تھا آپ نے اوسکو جگایا اور فرمایا کہ ای سونے والے اوٹھ اور خدا کا
ذکر کر اوسنے کہا کہ آپ مجھسے کیا چاہتے ہین مین نے دنیا کو اوسکے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہے
آپ نے فرمایا کہ ای حبیب تو سورہو اور حضرت موسی علیہ السلام ایک شخص پر گذرے جو
مٹی پر سوتا تھا اور سر کے تلے اینٹ تھی اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی اور ایک کملی کا تہمد
باندھے تھا آپنے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ دنیا مین ضائع ہے حکم ہوا کہ ای
موسی تجھکو معلوم نہین کہ جب مین اپنے کسی بندے کیطرف سارے منہ سے توجہ کرتا ہون تو
اوس سے تمام دنیا کو علیحدہ کردیتا ہون اور حضرت ابو رافع رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان وارد ہوا آپ کے پاس اوسوقت اوسکی خاطرداری کی
کوئی چیز نہ تھی آپنے مجھکو ایک خیبر کے یہود کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اوس سے کہنا کہ رجب
کے مہینے کے وعدے پر ہمکو آٹا خواہ قرض دے یا فروخت کرکے اوسکے دام وعدے پر لے

مین نے اوس یہودی کے پاس آکر پیام حضرت کا ادا کیا اوسنے کہا کہ مین بدون رہن کے نہین دونگا
مین نے آپکی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا کہ آگاہ رہو بخدا کہ مین آسمان والون مین امین
ہون اور زمین والون مین امین ہون اگر وہ شخص میرے ہاتھہ بیچتا یا قرض دیتا تو مین ادا کردیتا
جا میری زرہ لیجا اور گرو کردے پس جب مین نکلا تو یہ آیت اوتری وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ
اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کو دنیا سے
تسلی دینی خدای تعالی کو منظور ہے اور ایک حدیث مین آپنے فرمایا اَلْفَقْرُ اَزْيَنُ بِالْمُؤْمِنِ
مِنَ الْعِذَارِ الْحَسَنِ عَلٰى خَدِّ الْفَرَسِ اور فرمایا مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًى فِيْ جِسْمِهٖ
اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا اور حضرت کعب احبار
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ اے موسی جب تو فقیر کو
آتے دیکھے تو یون کہہ کہ خوب ہوا کہ صلحا کا شعار آیا۔ اور عطای خراسانی کہتے ہین کہ ایک نبی
انبیا علیہم السلام مین سے کنارہ دریا پر تشریف لیگئے دیکھا تو ایک شخص شکار کھیلتا تھا
اوسنے بسم اللہ کہکر جال ڈالا مگر کچھہ نہ نکلا پھر ایک دوسرے شخص پاس کو گذر ہوا اوسنے
جال بسم الشیطان کہکر پھینکا تو اوسمین بہت مچھلیان آئین کہ کثرت کی جہت سے اونکے
پکڑنے سے پہلوتہی کرتا تھا آپنے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی یہ کیا بات ہے یہ تو مین
جانتا ہون کہ سب تیرے ہی قبضہ قدرت مین ہے خدای تعالی نے فرشتون کو حکم فرمایا
کہ میرے بندے کیواسطے ان دونون کا مرتبہ دکھلادو جب آپنے اول شخص کی بزرگی اور
دوسرے کی اہانت اور ذلت کو مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ الہی میرا اطمینان ہوگیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین جنت مین جھانکا تو اکثر اوسکے لوگون کو فقیر دیکھا اور
دوزخ مین جو جھانکا تو اوسکے لوگ اکثر غنی اور عورتین نظر آئین اور ایک روایت مین ہے
کہ مین نے پوچھا غنی کہان ہین حکم ہوا کہ اونکو غنا نے روک دیا اور مقید کیا اور ایک روایت
مین ہے کہ اکثر دوزخ والون کو مین نے عورتین دیکھین مین نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہے
یعنی یہ سب دوزخ مین کیون گئین حکم ہوا کہ دو سرخ چیزون مین سے لگنے کی یعنی سونا اور زعفران
شغل کے باعث اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا مین فقر ہے اور یہ بھی روایت ہے
کہ انبیاء علیہم السلام مین سے سب سے پیچھے جنت مین حضرت سلیمان علیہ السلام جاوینگے اپنی

جو شخص صبح کرے تندرست اپنے بدن مین اور مامون اپنے نفس مین اور اوسکے پاس دن روز کی غذا ہو تو گویا تمام دنیا اوسکو حاصل ہو ابن ماجہ ترمذی ۱۲

احمد روایت عبداللہ بن عمرو ۱۲

جلد دوم باب النکاح مین گذری

ابو منصور در مسند فردوس بروایت معاذ بن جبل ۱۲

ابن ماجہ ترمذی ۱۲

سلطنت کے باعث اور اصحاب میں سے حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی غنا کی وجہ سے
سب کے بعد جنت میں جاوینگے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عبدالرحمن کو دیکھا کہ
جنت میں آہستہ آہستہ جاکر داخل ہوا اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ غنی جنت میں
بشدت تنگی جنت سے داخل ہوگا اور ایک حدیث میں جو اہل بیت سے مروی ہے
وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِذَا اَحَبَّ الحُبَّ
البَالِغَ اِقْتَنَاہُ لوگون نے اقتناہ کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ اوسکے لیے اہل
چھوڑا نہ مال اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو کہہ کہ مرحبا بشعار الصالحین
اور جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کہ کسی گناہ کا عذاب جلد آگیا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام
نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی تیری مخلوق میں سے تیرے دوست کون لوگ ہین مجھے
معلوم ہون تو میں بھی انکو تیری خاطر دوست رکھون حکم ہوا کہ کل فقیر فقیر یعنی میرے دوست
جو ایسے فقیر محتاج ہین دوبار فرمانا فقیر کا یا بغرض تاکید ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا
مراد ہے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ میں مسکنت کو پسند کرتا ہون اور
دولت کو برا جانتا ہون اور اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہکر پکارتا تو اس نام کو سب نامون سے
اچھا جانتے۔ اور جب سردارون عرب کے توانگرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک روز ہمارے لیے مقرر کیجیے اور ایک روز فقرا یعنی حضرت
بلال حبشی اور سلمان فارسی اور صہیب رومی اور ابوذر غفاری اور خباب بن ارت اور عمار
بن یاسر ... اور فقراء صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ٹھہرا دیجیے کہ
جس روز وہ آپکے پاس آوین تو ہم نہ آوین اور ہم آوین تو وہ نہ آوین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ
ان لوگون کا لباس اون کا ہوتا تھا گرمی کی شدت میں عرق جو نکلتا تو کپڑون میں سے بو پیدا
ہوتی اور توانگرون کو مثل اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن بدر فزاری اور عباس بن مرداس
وغیرہ کے اونکی بو سے ایذا ہوتی تھی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی
آپنے اونکی درخواست پورا فرمائی کہ اچھا ایک مجلس میں دونون فریق کو جمع نہ کرینگے پس
یہ آیت اتری وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ
وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا
قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا یعنی فقرا کے ساتھ رہو اور اغنیا کی اطاعت نکرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ یعنی فقرا کے ساتھ ہو فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ اور حضرت ابن ام مکتوم رضہ نابینا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنے کے لیے اجازت چاہی اُسوقت کہ آپ کی خدمت اقدس مین ایک شخص قریش کے روسا مین سے حاضر تھا آپکو انکا حاضر ہونا ناگوار ہوا اللہ تعالی نے یہ آیت وارد فرمائی عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤى اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى یعنی ابن ام مکتوم کو اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى اس سے مراد وہ رئیس ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالی بلا کر ایسی طرح معذرت فرماویگا جیسے آدمی آپسمین ایک دوسرے سے عذر کرتے ہین ارشاد فرماویگا کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی مین نے دنیا تجھ سے اسوجہ سے علیحدہ نہین رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ اس جہت سے کہ تجھکو بیان کرامت اور فضیلت موجود کر رکھی تھی میرے بندے اب تو ان صفون مین جا اور پہچان کہ جنسے تجھکو دنیا مین میرے واسطے کھلایا ہو یا پہنایا ہو اور اُسکی غرض سوا میری رضا کے اور کچھ نہو تو تو اُسکا ہاتھ پکڑ لے اُسکا مین نے تجھکو اختیار دیا اور اُسوقت لوگون کا یہ حال ہوگا کہ عرق منہ تک آیا ہوا ہوگا یہ شخص صفون کو چیریگا اور دیکھیگا کہ کسنے میرے ساتھ یہ سلوک بجا لا کیا تھا جسکو ایسا دیکھیگا اُسکا ہاتھ پکڑ کے جنت مین لیجاویگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فقیرون کی شناخت بہت کیا کرو اور اُنکے پاس نعمت حاصل کرو اسلیے کہ اُنکے پاس دولت ہے لوگون نے عرض کیا کہ اُنکے پاس کیا دولت ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اُنسے یہ کہا جاویگا کہ دیکھو جسنے تم کو ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا ایک گھونٹ پانی دیا ہو یا کوئی کپڑا پہنایا ہو تو اُسکا ہاتھ پکڑو اور جنت مین پہونچا دو۔ اور ایک حدیث شریف مین ہے فرمایا کہ مین جنت مین گیا تو اپنے آگے ایک چال سنی پھر جو دیکھا تو بلال رضہ تھا اور جنت کے اوپر کے طبقات جو دیکھے تو ہم مین میری امت کے فقرا اور اولاد نظر آئی اور نیچے کو جو دیکھا تو اسمین تونگر اور عورتین کمالی اور اُنکی بھی تعداد کم مین نے پوچھا کہ اُنکی قلت کی وجہ کیا ہے حکم ہوا کہ عورتون کو تو دو سرخ چیزون یعنے سونے اور حریر نے نقصان مین ڈالا اور تونگر بڑے حساب مین پھنس گئے اور مین نے اپنے اصحاب رضہ کو جو وہان تلاش کیا تو عبدالرحمن بن عوف رضہ کو نہ دیکھا پھر وہ میرے پاس روتے ہوئے آئے مین نے پوچھا کہ تم مجھسے پیچھے کیون رہے تھے

اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجکو آپ تک آنا میسر نہوا یہانتکہ سب شنیات کو ملاحظہ کر گیا اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھیے آپ سے ملتا ہون یا نہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیون اُنھون نے عرض کیا کہ مجھسے میرے مال کا حساب لیا جاتا تھا اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے سابقہ والے اہین اور ان دس آدمیون مین سے ہین جو مخصوص طور قطعی جنتی ہین اور نیز ایسے تونگرون مین سے ہین جنکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[۲] اِلَّا مَنْ قَالَ ھٰکَذَا وَ ھٰکَذَا یعنی داد و دہش بموجب نخواے اس حدیث کے آپ بہت کرتے تھے مگر یہ سب کچھ تھا اور باوجود اسکے تونگری سے اس درجہ کا ضرر پایا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف[۳] لیگئے اور اُسکے پاس کچھ نہ دیکھا فرمایا کہ اگر اسکا نور تمام زمین والون کو تقسیم کیا جاوے تو سب کو سمو پہنچے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتاؤن مین تمکو جنت والون کے بادشاہ لوگون نے عرض کیا کہ بتلا دیجیے آپنے فرمایا کہ[۴] کُلُّ ضَعِیْفٍ مُسْتَضْعَفٍ اَغْبَرَ اَشْعَثَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اور حضرت عمران بن حصین رض فرماتے ہین کہ مجکو جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت اور منزلت تھی آپ نے فرمایا کہ تمھاری ہم عزت و منزلت کرتے ہین اگر کہو تو اپنے لخت جگر فاطمہ رض کی بیمار پرسی کو چلین مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کھڑے ہوے اور مین بھی ساتھ چلا یہانتک کہ حضرت فاطمہ رض کے دروازے پر کھڑے ہوکر دستک دی اور فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تشریف لاوین آپ نے فرمایا کہ مین اور میرے ساتھ والا دونون آتے ہین اُنھون نے پوچھا کہ آپ کے ہمراہ کون ہین آپ نے فرمایا عمران حضرت فاطمہ رض نے عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے تمکو نبی برحق کرکے بھیجا ہے میرے بدن پر سوا ایک کملی کے اور کچھ نہین آپنے فرمایا کہ اُسکو یون لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کر دیا اُنھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنا بدن تو چھپا لیا مگر سر کو کیا کرون آپ کے پاس ایک پرانی چادر بدن پر تھی وہ اُنکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے سر باندھ لو غرض جب اُنھون نے بدن اور سر چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ بیٹا صبح کو تمھارا کیا حال رہا اُنھون نے عرض کیا کہ مین مبتلاے درد رہی اور دکھ پر زیادہ دکھ یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہین بھوک نے مجکو ستایا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ اے جان پدر گھبراؤ مت کہ بخدا مین نے بھی

---

[۱] اصحاب سنن بروایت سعید بن زید ۱۲

[۲] بخاری و مسلم بروایت ابوذر رض

[۳] یہ حدیث مجکو نہین ملی ۱۲

[۴] ہر ایک ضعیف کہ لوگ بھی اسکو ضعیف سمجھین [illegible]

تین دن سے کھانا نہین چکھا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھسے زیادہ ہے اور اگر مین
اپنے پروردگار سے درخواست کرتا تو وہ مجکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا
پھر اپنا دست مبارک اُنکے شانے پر مارا اور فرمایا کہ تجکو مژدہ ہو کہ تو جنت والی عورتون کی
سردار ہے اُنھون نے عرض کیا کہ آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی کا درجہ کہان ہے آپنے
فرمایا کہ آسیہ رح اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہے اور مریم علیہا السلام اپنے وقت کی عورتون کی
اور خدیجہ رض اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہے تم سب کی سب
جنت کے ایسے مکان مین رہو گی جو زبرجد کے نیچے یاقوت سے جڑے ہونگے کہ انہین نہ کسی
طرح کی ایذا ہوگی نہ شور وغل نہ تعب ومشقت پھر فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے پر یعنی حضرت علی کرم اللہ
وجہہ پر قانع رہ کہ مین نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہے جو دنیا مین سردار ہے اور آخرت مین سردار ہے
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
لوگ اپنے فقیرون کو برا جاننے لگینگے اور دنیا کی عمارت ظاہر کرینگے اور روپیہ جمع کرنے مین
خصومت باہمدگر کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکو چار خصلتون کا نشانہ بنا دیگا اول قحط دوم ظلم
بادشاہ سوم والیان احکام یعنی قاضی ومفتی وغیرہ کی خیانت چہارم دشمنون کا زور
اور فضل فقر مین آثار بھی بہت ہین چنانچہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ دو درم والا
ایک درم والے کی نسبت کہ سخت روکا جاویگا یا کڑا حساب لیا جاویگا اور حضرت عمر رض نے
سعید بن عامر کے پاس ہزار دینار بھیجے تو بہت رنجیدہ اور دردمند گھر مین آئے انکی بی بی نے
پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ اس سے بھی بڑھ کر ہے پھر فرمایا کہ ذرا اپنا
پرانا دوپٹہ مجھے دو جب دوپٹہ آیا تو اسکو پھاڑ کر تھیلیان بنائین اور انمین وہ دینار تقسیم
کر دیے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور صبح تک روتے رہے پھر فرمایا کہ مین نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت کے فقیر جنت مین توانگرون کی
نسبت پانسو برس پیشتر داخل ہونگے یہان تک کہ اگر کوئی غنی انکی جماعت مین گھس جاویگا
تو اسکا ہاتھ پکڑ کر نکال دیا جاویگا۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ تین آدمی جنت مین
بیحساب داخل ہونگے ایک وہ شخص کہ اپنا کپڑا دھونا چاہے تو پرانا اسکے پاس نہو کہ اُسکو
پہن لے دوسرے وہ کہ اپنے چولھے پر دو ہنڈیان نہ چڑھائی ہون تیسرے وہ کہ پانی مانگے
تو اُس سے یہ نہ کہا جاوے کہ کونسا پانی منظور ہے یعنے تکلف اور کثرت کھانے اور پینے

اور لباس مین نہو- اور روایت ہو کہ ایک فقیر حضرت سفیان ثوری رح کی مجلس مین آیا آپ نے اُس سے کہا کہ نزدیک آ اور اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ بلاتا اور جو لوگ اُنکے یارون مین تونگر تھے وہ یہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور تونگرون کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اور مومل رح کہتے ہین کہ غنی کو جیسا ذلیل مین نے اُنکی مجلس مین دیکھا ہو ایسا کہین نہین دیکھا اسی طرح فقیر کی عزت جیسی اُنکے یہان ہوتی تھی اور کسی جگہ نہین ہوتی تھی اور بعض حکما کا قول ہو کہ اگر بیچارہ آدمی دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہو تو دونون سے نجات پاتا اور اگر جنت کی رغبت ایسی کرتا جیسے مالداری کی تو دونون باتین حاصل ہوتین اور اگر دل مین خداے تعالی سے اتنا ڈرتا جتنا ظاہر مین اُسکی مخلوق سے ڈرتا ہو تو دونون جہان مین سعادت پاتا- اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جو شخص مالداری کی جہت سے تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت وہ ملعون ہو- اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسی کو پرانے کپڑے پہننے کی جہت سے حقیر مت جاننا کیونکہ تیرا اور اُسکا پروردگار ایک ہی ہو **شعر**

خاکساران جہان را بحقارت منگر	توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ فقرا کی محبت پیغمبرون کی عادت مین سے ہو اور اُنکی ہمنشینی اختیار کرنی صلحا کی شناخت ہو اور اُنکی صحبت سے بھاگنا منافقون کی علامتون مین سے ہو **شعر**

گر تو خواہی ہمنشینی با خدا	گو نشین اندر حضور اولیا

اور پہلی کتابون سے یہ خبر منقول ہو کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض انبیا علیہم السلام پر وحی بھیجی کہ اس بات سے ڈرتا رہ کہ مین تجھ پر غصہ ہون پھر تو میری نظر سے گر جاوے پھر مین دنیا تیرے اوپر ایکبارگی انڈیل دون- اور حضرت عائشہ رض کا دستور تھا کہ ایک روز مین لاکھ لاکھ درم بانٹ دیتین اور یہ درم آپ کے پاس حضرت معاویہ اور ابن عامر وغیرہ بھیج دیا کرتے تھے اور باوجود اس کثرت مال کے دوپٹہ آپ کا پیوند لگا رہتا تھا اور اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک درم کا گوشت اگر آپ خرید دیتین تو روزہ اسی سے افطار کرتین آپ فرماتین کہ اگر تو یاد دلا دیتی تو مین ایسا ہی کرتی اور یہ سب اسلیئے تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو وصیت فرمائی تھی کہ اگر مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو فقرا کی سی زندگی اختیار کرنا اور تونگرون کے پاس مت بیٹھنا اور اپنا دوپٹہ جب تک مت اُتارنا جب تک اُسمین پیوند نہ لگا لے

داخل کر دیں پس وہ لوگ جنت میں پانسو برس پہلے پہونچینگے اور لوگ حساب مین پڑے ہونگے
یہ فضیلت قانع اور راضی کی ہے اور زاہد کی فضیلت ہم اس باب کی فصل دوم مین کہینگے اور قناعت
اور رضا کے باب مین آثار بھی بہت ہین اور ظاہر ہے کہ قناعت کی ضد طمع ہے اور حضرت
عمر رضہ فرماتے ہین کہ طمع محتاجی ہے اور نا امید ہونا لوگون سے تونگری ہے اور جو شخص کہ
لوگون کے مال سے توقع منقطع کرتا ہے اور قانع ہوتا ہے وہ اُنسے غنی ہو جاتا ہے شعر

خبر کن حریص جہان گرد را	قناعت توانگر کند مرد را

اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ کوئی روز ایسا نہیں ہے کہ ایک فرشتہ عرش کے نیچے
سے یہ نہ پکارتا ہو قلیل یکفیک خیر من کثیر یطغیک یعنی تھوڑا مال جو تجھے کافی ہو بہت
مال سے بہتر ہے جو تجھکو سرکش کرے اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا
نہیں جسکی عقل مین کچھ نقصان نہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب دنیا بڑھتی ہے تو آدمی
خوش ہوتا ہے حالانکہ رات اور دن اسکی عمر برابر گھٹاتے جاتے ہین اور اسکا غم اسکو نہین
ہوتا ارے کہ کثرت مال کی زیادتی کیا کام آویگی اگر عمر کم ہوتی ہے۔ اور بعض حکما سے کسی نے
پوچھا کہ غنا کیا چیز ہے کہا کہ تھوڑی تمنا کرنی اور قدر کفایت پر راضی رہنا اور روایت ہے کہ
حضرت ابراہیم بن ادہم خراسان کے امیرون سے تھے ایک روز انہنے ایک محل کی کھڑکی
سے جھانک کر نیچے دیکھا کہ اُس مکان کے صحن مین ایک شخص ہے اور اسکے ہاتھ مین ایک
روٹی ہے کہ اسکو کھا رہا ہے جب کھا چکا تو سو رہا آپ نے اپنے کسی خادم کو کہا کہ جب
یہ شخص اُٹھے میرے پاس لے آنا جب وہ اُٹھا تو سامنے گیا آپ نے اُس سے پوچھا کہ تونے
وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا اُسنے کہا کہ ہان آپ نے پوچھا کہ اُس سے شکم سیر ہوگیا کہا
کہ ہان آپ نے کہا کہ پھر مزے سے مین سویا اُسنے کہا کہ ہان آپ نے اپنے دل مین کہا کہ پھر مین
دنیا لے کر کیا کرونگا نفس اتنے پر قناعت کرتا ہے۔ اور ایک شخص کا گذر عامر بن عبد قیس کے
پاس ہوا اور وہ نمک اور ساگ کھا رہے تھے اُسنے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ دنیا سے اسی قدر پر
راضی ہوگئے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو وہ شخص بتادون جو اس سے بری چیز پر راضی ہوا
اُسنے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ وہ وہ شخص ہے جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا۔ اور محمد
بن واسع رح سوکھی روٹی نکالتے اور اسکو پانی مین تر کرتے اور نمک سے کھا لیتے اور فرماتے
کہ جو دنیا سے اسقدر پر راضی ہو وہ کسی کا محتاج نہوگا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ

خدا لعنت کرے اُن لوگون پر جنکے لیے خدانے تو قسم کھائی اور اُنھون نے اُسکو سچا نہ جانا
پھر آپ نے پڑھا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ
اور حضرت ابوذر رضہ ایک روز لوگون مین بیٹھے ہوے تھے اُنکی بی بی آئین اور کہا کہ
آپ میان انمین بیٹھے ہین اور گھر مین نہ سالن کا ریزہ نہ ستو کی مٹھی آپنے فرمایا کچہ مضائقہ
نہین ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گھاٹی دشوار گذار ہی اُس سے وہی بچیگا جو ہلکا ہوگا
اُنکی بی بی راضی ہوکر چلی گئین - اور حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ لوگون مین سے کفر کے
قریب تر وہ شخص ہی کہ فاقے مین صبر نہ کرے - اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا مال کیا ہی
اُسنے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی میانہ روی اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی اور
روایت ہی کہ خداوند کریم نے بعض کتب سابقہ مین یہ ارشاد فرمایا ہی کہ اے ابن آدم اگر
تمام دنیا تیری ہوجاوے تب بھی تجھکو دنیا مین سے بجز غذا کے اور کچہ نہ ملیگا پس اگر مین
تجھکو دنیا مین سے روزی دیے جاؤن اور اُسکا حساب تیرے ذمہ رکھون تو میرا احسان ہی اور
قناعت اور لوگون سے آس نہ رکھنے کے باب مین یہ اشعار ہین جنکا ترجمہ یہ ہی قطعہ

زاری بہ بارگاہ خدا کن نہ پیش خلق | قانع بیاس باش کہ این ست عز و ناز
مستغنیانہ کن بسر از خویش و ذی رحم | آنکس غنی بود کہ شد از خلق بے نیاز
ای محو منع و جمع تر او ہر در کمین | اندازہ می کند کہ نماید درے فراز
رامے ہمی زند کہ بتو مرگ چون رسد | روزانہ یا شبانہ کند بر تو ترکتاز
مال و منال جمع شود ہی و سے بگو | ایام صرف شد بہ کنی جمع بس دراز
مخزون برائے وارث تست آنچہ جمع گشت | از آن تست صرف تو نے آنچہ ماند باز
خرم دل کسے کہ یقین کرد بر خدا | کو روزئیش دہد کہ کریم ست و کارساز
پس ہیچ ذلتے نبرد آبروے او | رویش ہمیشہ تازہ بر آید ز ترک آز
در ساختہ قناعت خویش سایہ بر کہ خفتہ | فکر معیشتش نکند گاہ و دید باز

چوتھا بیان فقر کی فضیلت مین توانگری پر —

جاننا چاہیے کہ لوگ اس باب مین مختلف ہین حضرت جنید اور خواص اور اکثر لوگ تو
فقر کو فضیلت دیتے ہین اور ابن عطا کہتے ہین کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا ہے
وہ فقیر صابر سے افضل ہی اور کہتے ہین کہ حضرت جنید رح نے ابن عطا کی بد دعا ...

اسے نہین یون کہنا چاہیے کہ فقر افضل ہے سوا اسکے کہ بندے کی صفت ہے اور بندہ سے حق مین صفات بندگی ہی افضل ہین جیسے خوف و رجا وغیرہ اور صفات ربوبیت مین تو نزاع ہی نہ چاہیے اسلیے حدیث قدسی مین وارد ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا تہ بند ہے جو کوئی ان دونون مین مجھسے نزاع کریگا اوسکو مین توڑ دونگا - اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت مین شرک اور نزاع پایا جاتا ہے کیونکہ یہ دونون صفات رب مین سے ہین - غرضکہ تفضیل غنا اور فقر مین اسطرح کی گفتگو ہین ہین اور سب کا حاصل متعلق عام روایات سے ہے جنمین تاویل کی گنجایش ہے اور ہر ایک کا مآل ایسے کلمات پر ہے کہ اوسکے خلاف ثابت ہونا کچھ بعید نہین مثلاً جسطرح ابن عطا کا قول غنا کی فضیلت مین باینوجہ کہ وصف حق ہے تکبر سے قدح کر دیا گیا اسیطرح جو لوگ فقر کو بندے کا وصف کہکر افضل کہتے ہین اونکا قول بھی مردود ہو سکتا ہے کہ جہل و غفلت بندے کے اوصاف ہین اور علم اور معرفت صفات ربوبیت مین سے ہین تو چاہیے کہ جہل و غفلات افضل ہون علم اور معرفت سے حالانکہ اسکا کوئی بھی قائل نہوگا کہ جہل بنسبت علم کے افضل ہے پس امر واقعی وہی ہے جو ہمنے باب صبر مین ذکر کیا ہے یعنی جو چیز خود اپنی ذات سے مقصود نہین بلکہ اوسکی طلب کسی دوسری چیز کے لیے ہے تو چاہیے کہ اوسکو مقصود چیز ہی کے لحاظ سے دیکھین کہ اوسی سے اوسکا فضل ظاہر ہوا کرتا ہے اور دنیا کا مال صرف اسی جہت سے ممنوع ہے کہ وہ خدا تک پہونچنے سے مانع ہے اسیطرح فقر بھی خود مطلوب نہین بلکہ اس جہت سے مطلوب ہے کہ اوسکے سبب خدای تعالی سے جو چیز مانع ہے وہ دور ہو جاتی ہے اور بہت سے غنی ایسے ہین کہ اونکو غنا نے خدای تعالی سے نہین روکا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان و عبدالرحمن بن عوف رض اسیطرح بہت سے فقیر ایسے ہوتے ہین کہ فقیری کے شغل مین مقصود سے پھر جاتے ہین اور دنیا مین نہایت مقصد اللہ تعالی کی محبت اور اوسکے ساتھ انس کرنا ہے اور محبت و انس بدون معرفت ممکن نہین اور معرفت کی راہ کا چلنا اشغال کے ہوتے ہوے ممکن نہین اور فقر ہی کبھی مانع اس سلوک کا ہوتا ہے جیسے غنا کبھی عائق ہوتی ہے اور واقع مین مانع محبت دنیا ہے کہ اوسکے ساتھ محبت الہی دل مین جمع نہین ہوتی اور کسی چیز کا محبت رکھنے والا اوسمین مشغول رہتا ہے خواہ اوسکی جدائی مین ہو یا وصال مین اور بعض اوقات

جلد اول باب صبر مین گذری ۱۲

ہین عطا رح پر بددعا کی تھی اور اُسکی جہت سے اُنکو رنج اور تکلیف پہونچی اور اسکا حال
ہم باب الصبر مین لکھ آئے ہین اور صبر اور شکر مین فرق کی وجہ بھی لکھ آئے ہین اور
یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اعمال و احوال مین فضیلت بدون تفصیل معلوم نہین ہوسکتی اب فقر
غنا کو اگر مطلق دیکھین تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہوگا اُسکو فقر کی فضیلت مین
کچھ تردد نہوگا مگر اسمین تفصیل ضرور ہے اسلیے کہ دو مقامون مین شک پڑتا ہے ایک تو
یہ کہ فقیر صابر جو طلب کا حریص نہین بلکہ قانع ہے یا راضی اُسکو مقابلہ ایسے غنی کے دیکھین
جو اپنا مال خیرات مین دیتا ہو اور مال کے امساک کا حریص نہو دوسرے یہ کہ فقیر حریص کو
غنی حریص کی نسبت خیال کرین کیونکہ فقیر قانع تو بلاشبہ غنی حریص ممسک کی نسبت افضل ہے
اور غنی خیرات کرنے والا بھی فقیر حریص کی نسبت کہ افضل ہے تو صرف دو ہی صورتین شک کی
رہین پہلی صورت مین کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ غنی بہ نسبت فقیر کے افضل ہے اسلیے کہ
مال کی حرص تو دونون مین کم ہے اسمین تو برابر ہو رہے مگر غنی صدقات اور
خیرات سے تقرب کرتا ہے جو فقیر سے نہین ہوسکتا کہ عاجز ہے اور ہماری دانست مین
ابن عطا کے قول کا منشا یہی ہے لیکن جو غنی کہ مال سے متمتع ہو گو مباح ہی مین ہو وہ
فقیر قانع پر فضل نہین ہوسکتا اور اسکی شاہد وہ روایت ہے جو حدیث مین وارد ہے کہ
فقرا نے شکایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی کہ غنی خیرات اور صدقات
اور حج اور جہاد مین ہم سے بڑھ گئے ہین آپ نے اُنکو چند کلمات تسبیح کے ارشاد فرمائے اور فرمایا
کہ تمکو ان کلمات سے غنیون کی نسبت زیادہ ثواب ملیگا پھر غنیون نے بھی وہ کلمات
سیکھ لیے اور پڑھنا شروع کیے فقرا دوبارہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا
کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑھنے لگے آپ نے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یعنی
یہ خداے تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت فرماوے اس سے ظاہرا غنی کی فضیلت معلوم
ہوئی یعنی اغنیا کو جو دونون باتون کا ثواب ملگیا تو خدا کی عنایت اُنکے شامل حال ہے اور
ابن عطا رح نے اپنے قول کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے یعنے جب اُنسے غنی اور فقیر کی
فضیلت کا سوال کیا گیا تو کہا کہ غنی افضل ہے اسلیے کہ غنی خداے تعالی کی صفت ہے
اس سے معلوم ہوا کہ جو وصف حق ہے وہی افضل ہے ان دونون دلیلون سے اُنھون نے
غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہے مگر دونون دلیلین ٹھیک نہین پہلی دلیل مین تو یہ بات ہے

کہ حدیث میں ایسی تفصیل پائی جاتی ہے جو دلالت اونکے مقصود کے خلاف پڑتی ہے
وہ یہ کہ تسبیح میں فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہے اور فقرا کا اس مرتبے کو پہنچنا
خدا کے فضل سے ہے جسکو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذلک فضل اللہ کا اشارہ الیہ
ثواب فقیر کو کرنا چاہیے نہ حال غنی کو اسلیے کہ دوسری حدیث میں جو زید بن اسلم حضرت انس
بن مالک سے روایت کرتے ہیں یہ مضمون ہے کہ فقرا نے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں پیام لیکر بھیجا اوسنے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں فقرا کا قاصد ہوں آپنے
فرمایا کہ تجھکو بھی مرحبا اور جنکے پاس سے تو آیا ہے اونکو بھی مرحبا وہ ایسی قوم ہے کہ جنکو
میں چاہتا ہوں اوسنے عرض کیا کہ فقرا نے یہ عرض کیا ہے کہ تونگر خیر لیگئے کہ حج کرتے ہیں
اور ہم حج پر قادر نہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور ہمکو قدرت نہیں اور جب وہ مریض ہوتے ہیں
تو جو مال اونکے پاس زیادہ ہے اوسکو ذخیرہ بنانے کے لیے خرچ ڈالتے ہیں آپنے فرمایا کہ
اونکو میری طرف سے یہ کہدینا کہ جو کوئی تم میں سے صبر کریگا اور طالب ثواب ہوگا اوسمیں
تین باتیں ہونگی جو اغنیا میں نہونگی ایک تو یہ کہ جنت میں بہت سے کنگرے ہیں کہ اونکو جنت والے
ایسی طرح دیکھینگے جیسے زمین کے لوگ آسمان کے تاروں کو دیکھتے ہیں اوسمیں بجز نبی فقیر
اور شہید فقیر اور ایماندار فقیر کے اور کوئی نہیں جاویگا دوسری بات یہ کہ فقرا تونگروں کی
نسبت کہ جنت میں پانسو برس پیشتر جاوینگے تیسری یہ کہ غنی جب کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور فقیر بھی یہی کلمات کہتا ہے تو غنی فقیر کے ثواب کو نہیں پہنچ
سکتا اگرچہ دس ہزار درم اوسکے لیے خرچ کرے اور سب اعمال نیک کو ایسا ہی خیال کرنا
چاہیے وہ قاصد یہ سنکر واپس آیا اور فقرا سے ماجرا بیان کیا سبھوں نے کہا کہ ہم راضی ہوے
ہمارا اطمینان ہوا انتہی۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَاءُ سے آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہے اغنیا کے ذکر سے رہی دوسری
دلیل کہ غنی وصف حق ہے پس اسکا جواب بعض اکابر نے اونکو یہ دیا کہ خدا تعالے جو
اسباب و اعراض کے باعث غنی نہیں ہے بلکہ وصف حق کہتے ہو چہ نسبت خاک را با عالم پاک
آدمی کے غنا کو خدا کے غنا سے کیا علاقہ اس بات کا جواب ابن عطا نے کچھ نہ دیا اور
بعض اکابر نے یہ بھی جواب دیا کہ جیسے غنی وصف حق ہے ویسے ہی تکبر بھی تو حق کا
وصف ہے تو چاہیے کہ تواضع کی نسبت افضل ہو پھر اون جواب دینے والوں نے یہ فرمایا

تو فراق مین شغل زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات وصال مین اور یہ تمثیل تمام شخصون کی حقیقت ہے جو اوس سے محروم ہے وہ اوسکی طلب مین پھنسا ہے اور جو اوس پر قادر ہے وہ اوسکی حفاظت اور اوس سے متمتع ہونے مین لگا ہوا ہے اس صورت مین اگر دو شخص ایسے فرض کرو جو مال کی محبت سے خالی ہون ایسی طرح کہ مال اونکے نزدیک پانی جیسا ہو کہ ہوا تو واہ واہ اور نہوا تو واہ واہ یعنی جو ایک مال سے اوسیقدر متمتع لیتا ہے جسقدر کی اوسکو حاجت ہے اور مقدار حاجت کا وجود اوسکے عدم کی نسبت افضل ہے اسلیے کہ فاقے والا موت کی راہ طے کرتا ہے نہ معرفت کی اور اگر بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر خطر سے دور تر ہے اسواسطے کہ غنا کا فتنہ مفلسی کے فتنے سے سخت تر ہے اور اوس سے بچاو کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو مقدور نہو اور اسیواسطے صحابہ رض نے فرمایا کہ مفلسی کے فتنے مین جو ہم مبتلا ہوے تو ہمنے صبر کیا اور توانگری کے فتنے سے جو امتحان لیے گئے تو صبر نکیا اور یہ بات ہر ایک آدمی کی سرشت مین ہے کوئی شاذ و نادر ایسا ہوگا جو اسطرح کا نہو اوسکا وجود بہت سے زمانون مین کم ہوا کرتا ہے اور ازانجا کہ خطاب شرع ایک شخص نادر و کمیاب کے لیے نہین بلکہ کل شخصون کے لیے ہے اور مفلسی سب کے لیے مناسب تر گو کسی نادر کے لیے نہو اسلیے شرع نے غنا سے منع فرمایا اور اوسکی مذمت کی اور فقر کی فضیلت و مدح بیان فرمائی یہان تک کہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ دنیا دارون کے مال کیطرف مت تاکو کیونکہ اونکے مال کی چمک تمہارے ایمان کے نور کو کھو دیگی۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ مالون کا لوٹ پھیر کرنا ایمان کی حلاوت چوس لیتا ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ ہر امت کے لیے ایک بچھڑا ہے اور میری امت کا بچھڑا دینار و درہم ہین اور اصل گوسالہ حضرت موسی علیہ السلام کی قوم کا بھی سونے اور چاندی کے زیور کا بنا تھا۔ حاصل یہ کہ مال اور پانی اور سونے اور پتھر کا آدمی کے نزدیک مساوی ہونا اولیا اور انبیا علیہم السلام کے لیے متصور ہو سکتا ہے پھر اونکو بھی یہ بات جب کامل ہوتی ہے جب خدا کے فضل سے بہت سا مجاہدہ کرین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے فرماتے کہ مجھ سے علیحدہ رہ جبکہ وہ آپ کے سامنے اپنی زینت کے ساتھ مجسم بنکر ہوتی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اے زرد رنگ والی میرے سوا کسی اور کو فریب دے اور اے سفید رنگ والی کسی اور کو دھوکا دے یعنی جب دنیا سے مغالطہ کھانے کے آغاز اپنے جیمین ظاہر پاتے تو یہ کلمات ارشاد فرماتے باینکہ محبت اپنے پروردگار کی پیش نظر رکھتے تھے۔ اور مال و پانی کے برابر ہونے کو غنا مطلق

حلال حاصل کرے اور اچھی جگہ مین صرف کرے اور باوجود اسکے پھر اوسکا حساب میدان
قیامت مین لمبا پڑا ہوگا اور بہت سا رکا رہنا پڑیگا اور جسکے حساب مین الجھاوا ہوگا وہ
عذاب پاویگا اور اسیواسطے حضرت عبدالرحمن بن عوف بہشت مین دیر کرکے داخل ہوے
جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا حال ملاحظہ فرمایا کیونکہ حساب دینے مین مبتلا ہوے
اور اسی وجہ سے حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ مجھے نہین پسند ہوتا کہ میری دوکان مسجد کے
دروازے پر ہو بسلامت کہ کوئی نماز اور ذکر مجھسے فوت نہو اور ہر روز مجھکو نفع پچاس دینار
حاصل ہون اور اونکو مین اللہ کی راہ مین صرف کرڈالا کرون لوگون نے پوچھا کہ اسمین خرابی
کیا ہے آپکو کیا خوف ہے آپنے فرمایا کہ حساب کی برائی اچھی نہین معلوم ہوتی۔ اور اسیواسطے
حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ فقرا نے تین چیزین اختیار کی ہین اور اغنیا نے
تین چیزین پسند کی ہین فقیرون کی اختیار کی ہوئی چیزین یہ ہین نفس کا چین سے رہنا اور
دل کا فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیا نے یہ باتین اختیار کی ہین نفس کی مشقت
اور دل کا مشغول رہنا اور حساب کی شدت۔ اور ابن عطا نے جو لکھا ہے کہ غنی وصف
حق ہے اور اسی نظر سے افضل ہے تو یہ اس صورت مین درست ہو سکتا ہے کہ جب بندہ وجود
اور عدم مال دونون سے غنی ہو یعنی اوسکے نزدیک وجود و عدم یکسان ہو لیکن اگر مال کے
ہونے سے غنی ہو اور اوسکے باقی رہنے کا محتاج ہو تو اوسکی غنا مشابہ خداے تعالی کی غنا کے
نہوگی کیونکہ اللہ تعالی بذات خود غنی ہے ایسی چیز کے سبب نہین جسکو زوال ہو سکے اور
مال ان اشیا مین سے ہے کہ جاتا رہتا ہے مثلاً چوری جاوے یا کوئی اور آفت آوے اور
کسی نے جو ابن عطا کے قول پر اعتراض کیا تھا کہ خداے تعالی اعراض یعنی اموال و اسباب کے
باعث غنی نہین وہ ایسی غنا کی مذمت مین درست ہے جسکا مطلب بقاے مال ہو اور یہ
جو ایک صاحب فرماتے ہین کہ صفات حق بندے کے شایان نہین صفات بندگی ہی اوسکے
شایان ہین یہ درست نہین اسلیے کہ علم بھی تو صفات حق سے ہے جو بندے کے حق مین
سب سے عمدہ چیز ہے بلکہ منتہی بندے کا یہ ہے کہ خداے تعالی کے اخلاق سے عادی ہو اور
مین نے بعض مشایخ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا طریق یعنی راہ معرفت طے
کرتا ہے ابھی رستہ قطع نہین کر لیتا کہ ننانوے نام خداے تعالی کے اوسکے اوصاف
ہو جاتے ہین یعنی اوسکو ہر ایک نام مین سے ایک بہرہ ملتا ہے مگر تکبر بندے کے لائق نہین

ہے

کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ غنا کثرت مال سے نہین ہے بلکہ نفس کی غنا سے ہے
[illegible] کہتے ہین توانگری بدل ہست نہ بمال — اور چونکہ یہ بات بہت دشوار ہے
تو نہ دیا جاوے عام خلق کے حق مین صلاح اور بہتری مال کے نہونے مین ہے کہ مال کے ہونے تو
وہ اوسکو نہ رہنے دے اور خیرات ہی مین صرف کیا کرین کیونکہ جب مال پر قادر ہوتے ہین تو یہ
امور ضروری ہوتے ہین کہ مال سے انس ہو اور اوسکے اوپر قدرت سے متمتع ہون
اور اوسکے خرچ کرنے سے راحت پاوین اور ان سب باتون سے اس عالم کے ساتھ انس پیدا
ہوتا ہے اور جسقدر آدمی دنیا سے انس کرتا ہے اوسیقدر آخرت سے وحشت کرتا ہے اور
جسقدر کہ اپنی کسی صفت سے سوا صفت معرفت کے مانوس ہوتا ہے اوسیقدر خداے تعالی
اور اوسکی دوستی سے وحشت کرتا ہے اور جب اسباب انس دنیا کے جاتے رہتے ہین تو دل بھی دنیا اور اوسکی
زینت سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور جب دل ماسوا اللہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان
رکھتا ہے تو بالضرور خداے تعالی کیطرف متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ دل خالی تو رہتا نہین اور
موجود دو ہی چیزین ہین یا خداے تعالی یا اوسکا غیر تو جب دل کو توجہ غیر کیطرف ہوگی تو
خداے تعالی سے علیحدہ ہوگا اور جو خداے تعالی کیطرف متوجہ ہوگا وہ غیر سے علیحدہ ہوگا اور
جسقدر ایک کیطرف متوجہ ہوگا اوسیقدر دوسرے سے منحرف ہوگا اور جتنا ایک کیطرف
نزدیک ہوگا اوتنا ہی دوسرے سے دوری ہوگی اور ان دونون کی مثال مشرق اور مغرب
سمجھنی چاہیے کہ یہ دونون طرفین مختلف اور مقابل ہین جو انکے بیچ مین پھر گیا تو وہ جسقدر
ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہوگا بلکہ دونون مین سے کسیکا قرب بعینہ دوسرے کا
بعینہ بعد ہے اسیطرح عین محبت دنیا عین بغض الہی ہے پس نظر عارف اپنے دل ہی پر ہونی
چاہیے کہ دنیا سے زہد کرتا ہے یا نہین اور اوس سے مانوس ہے یا نہین - غرضکہ فقیر
اور غنی کا فضل بلحاظ انکے دلون کے تعلق کے ہے مال سے پس اگر تعلق دلی مال سے
دونون مین یکسان ہو تو دونکا درجہ مساوی ہے مگر یہ کہ دھوکے کی جگہ اور لغزشگاہ ہے
اسلیے کہ غنی اکثر خیال کرلیتا ہے کہ مین مال سے دل برداشتہ ہون حالانکہ اوسکی محبت دل مین
گڑی رہتی ہے اور اوسکو خبر نہین ہوتی اور خبر جب ہوتی ہے جب وہ مال جاتا رہتا ہے
اسلیے چاہیے کہ اپنے نفس کا امتحان کرے خواہ تو مال کو دے ڈالنے سے خواہ جب چوری
ہو جاوے تب اگر دل کو التفات ہووے تو جانے کہ نفس مغلوب ہو اسمین پھنسا ہوا ہے

دل برداشتہ ہونے کا خیال صرف وہم اور مغالطہ تھا بعض آدمیون نے اس گمان سے کہ
ہمکو لونڈی کی طرف میل نہین اپنی لونڈی بیچدی مگر جب بیع ہوچکی اور لونڈی دیدی تب
اوسکے دل سے ایک آگ شعلہ زن ہوئی جو دل مین پوشیدہ تھی پھر معلوم ہوا کہ اس شخص کو
مغالطہ ہوا اور عشق اوسکے دل مین ایسا چھپا تھا جیسے راکھہ مین چنگاری - اور یہ حال سب اغنیا کا
ہے بجز انبیا اور اولیا کے پس جب غناء مطلق کا حاصل ہونا محال یا نہایت دشوار ہے تو ضرور ہوا
کہ یون کہا جاوے کہ عام لوگون کے لیے فقیری ہی اصلح ہے کیونکہ فقیر کا انس و علاقہ دنیا سے
کم ہوتا ہے اور جسقدر علاقہ ضعیف ہوتا ہے اوسیقدر ثواب تسبیحات کا اور عبادات کا زیادہ
ہوتا ہے اسواسطے کہ تسبیحات سے زبان کی حرکت تو مقصود ہی نہین بلکہ یہ مراد ہے کہ جس چیز کا
ذکر زبان پر ہے اوس سے انس پختہ ہوجاوے اور زبان ہلانے کی تاثیر خالی دل مین ہوتی ہے
اور اور چیزون سے بھرے ہوے مین اور اسیواسطے بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص دنیا کی
طلب مین ہو کر پھر وہ عبادت کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہاس آگ بجھانی چاہے
یا چربی اور کرنے کے لیے گھی سے ہاتھہ دھوے اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین
کہ فقیر کا سانس لینا بدون شہوت کے جسپر اوسکو قدرت نہوغنی کی ہزار برس کی عبادت سے
افضل ہے - اور ضحاک فرماتے ہین کہ جو شخص بازار مین جاوے اور پسند کی چیز دیکھے
پس صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اوسکے لیے ہزار دینار سے بہتر ہو کا جنکو خدا کی راہ مین
دیوے - اور ایک شخص نے بشر بن حارث رحمت کہا کہ آپ خدا سے میرے لیے دعا مانگو
کہ مجکو عیال نے تنگ کر رکھا ہے آپنے فرمایا کہ جب تیرا کنبا تجھسے کہے کہ ہمارے پاس آٹا
روٹی وغیرہ نہین تو تو اوسوقت دعا مانگنا کہ تیری اوسوقت کی دعا میری دعا سے افضل ہے
اور آپ فرمایا کرتے کہ جو غنی آدمی زاہد بننا چاہے وہ ایسا ہے جیسے باغ کھوہرے پر ہو
اور فقیر اگر زاہد ہے وہ ایسا ہے جیسے موتیون کا ہار کسی خوبصورت کے گلے مین پڑا ہو
اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ علم معرفت کو اغنیا سے سننا برا جانتے تھے - اور حضرت
ابوبکر صدیق رضہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الذُّلَّ عِنْدَ النِّصْفِ مِنْ نَفْسِیْ
وَالزُّھْدَ فِیْمَا جَاوَزَ الْکَفَافَ اور جب صدیق رضہ جیسے مال کے کامل ہونے پر بھی
اوسکے وجود سے خوف فرماتے تھے تو اب کیسے شک کیا جاوے کہ مال کا نہونا
بہ نسبت وجود کے اصلح ہے علاوہ ازین غنی کے احوال مین سے عمدہ تر یہ ہے کہ

الٰہی میں سوال کرتا ہون تجھ سے ذلت کو [illegible]

اسواسطے کہ تکبر ایسے شخص پر کرنا جسپر استحقاق تکبر کا نہو وہ تو صفات الٰہی مین سے نہین
اور تکبر ایسے شخص پر کہ اوسکا مستحق ہو مثلاً مومن کا تکبر کافر پر اور عالم کا تکبر جاہل پر اور مطیع کا
تکبر عاصی پر یہ بندے کے شایان ہے - ہان بعض اوقات تکبر سے فخر اور بڑھکر دعوی کرنا
اور ایذا دینی مقصود ہوتی ہے اور یہ تکبر وصف خدای تعالی کا نہین اوسکا وصف وہی
تکبر ہے جسکے یہ معنی ہین کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہے اور اوسکے وجود کو معلوم ہے کہ مین ایسا ہی ہون
اور بندے کو حکم ہے کہ اگر ہو سکے تو سب سے اعلی مرتبے کی طلب کرے بشرطیکہ استحقاق حقیقۃً کما
ہو جھوٹ اور فریب اور دغا بازی سے نہو اس سے یہ نکلا کہ بندے کو جائز ہے کہ جانے کہ مین
بہ نسبت کافر کے اکبر ہے اور مطیع بہ نسبت عاصی کے اور عالم بہ نسبت جاہل کے اور انسان
بہ نسبت چوپایہ اور پتھر اور نبات کے بڑا ہے اور ان سب چیزون کی نسبت قرب الٰہی زیادہ تر
اسی انسان کو ہے پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس صفت کے ساتھ حقیقت مین پہچان لیگا
تو اسمین شک نہین کہ صفت تکبر کی اوسکو حاصل ہوگی اور اوس صفت کے لائق بھی ہوگا اور
اوسکے حق مین یہ صفت فضیلت ہوگی مگر مشکل یہ ہے کہ اوسکو اپنی شناخت کی کوئی تدبیر نہین
اسلیے کہ یہ امر خاتمہ پر موقوف ہے اور آدمی کو اپنا خاتمہ معلوم نہین کہ کیسا ہوگا اور کیا اتفاق
پڑیگا پس جب خاتمے کا حال معلوم نہین تو ضرور ہوا کہ اپنے نفس کے لیے کوئی رتبہ کافر کے رتبہ
سے بڑھکر اعتقاد نکرے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اوسکا خاتمہ کفر پر
ایسی صورت مین شخص مذکور تکبر کے لائق نہوگا کیونکہ اوسکو اپنے انجام کی شناخت تو معلوم ہی
نہین اور جب یہ ممکن ہوا کہ چیز کو اصل حقیقت و ماہیت پر معلوم کرے تو ایسے شخص کا جاننا
وہ علم کمال ہوگا اسلیے کہ وہ صفات الٰہی مین سے ہے اور چونکہ بعض اور چیزون کے پہچاننے سے
آدمی کا ضرر بھی ہوتا ہے تو ایسا علم اوسکے حق مین نقصان ہوگا کیونکہ اوصاف الٰہی مین سے
ایسا علم کوئی نہین جو اوسکو ضرر پہونچاوے غرضکہ ایسی باتون کا پہچاننا کہ جنمین ضرر نہو بندہ مین
صفات اللہ تعالی مین سے ہو سکتا ہے تو ضرور ہے کہ منتہاے فضیلت یہی ہو اور اسی سے
انبیا اور اولیا اور علما کو فضیلت ہے تو ثابت ہوا کہ اگر آدمی کے نزدیک مال کا وجود اور عدم
یکسان ہوگا تو یہ وہ غنا ہے کہ ایک وجہ سے مشابہ اوس غنا کے ہے جس سے خدای تعالی کی
صفت کیجاتی ہے اور یہی غنا اصل فضیلت ہے اور صرف وجود مال سے جو غنا ہے اوسمین کسیطرح کی
فضیلت نہین یہان تک بیان صورت اول یعنی فقیر قانع اور غنی شاکر کی نسبت کا ہوا

اب صورت دوم یعنی فقیر حریص اور غنی حریص کی نسبت کا ذکر ہوتا ہے کہ ان دونون مین سے
کون افضل ہے اور اسکے لیے ہم فرض کرتے ہین کہ ایک ہی شخص طالب مال ہے اور اوسکے لیے سعی
کرتا ہے مگر نہین پاتا پھر اوسکے پاس مال آگیا تو اوسکے لیے دونون حالتین ہوئین مال کے نہونے کی
اور ہونے کی ان دونون حالتون مین سے کونسی حالت افضل ہے پس ہم کہتے ہین کہ دیکھنا چاہیے
اگر اوس شخص کو مال اوسقدر مطلوب ہے جو معیشت اور زندگی کے لیے ضروری ہے اور اوسکی غرض
اوس سے یہ ہے کہ دین کی راہ طے کرے اور اوس سے مدد چاہے تو اس صورت مین حالت وجود مال
افضل ہے اسلیے کہ فقر تلاش مین مشغول رکھتا ہے اور جو شخص روزی کی طلب مین رہیگا اوسکو قدرت
فکر اور ذکر کی نہین ہوگی اور اگر ہوگی تو اوسمین دوسرا شغل گھسا ہوا ہوگا **شعر**

شب چو عقد نماز بر بندم	چہ خورد بامداد فرزندم

کا نقشہ ہوگا حالانکہ فکر و ذکر کے لیے مقدار کافی قوت کی چاہیے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا اور فرمایا كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ
كُفْرًا اسمین فقر سے وہی فقر مراد ہے جسمین آدمی ضروری چیز کے لیے مضطر ہو۔ اور اگر مال
مطلوب حاجت سے زیادہ ہے یا بقدر حاجت ہی ہے مگر غرض طالب کی یہ نہین کہ اوس سے
سلوک راہ دین پر مدد لے تو اس صورت مین حالت فقر کی افضل اور اصلح ہے اسواسطے کہ حرص مال
اور اوسکی محبت مین تو غنی اور فقیر دونون مساوی ہوے اور اسمین بھی کہ دونون کی غرض دین پر
استعانت لینے کی نہین اور نہ اونمین سے کوئی متعرض کسی گناہ کا ہے مگر اتنا فرق رہا کہ جسکے
پاس ہوگا اوسکو اوس سے انس ہوگا اور اوسکی محبت دل مین پختہ ہوگی اور دنیا پر اطمینان کریگا
اور جسکے پاس نہوگا اوسکا دل مجبوری دنیا سے کنارہ کریگا اور دنیا اوسکے نزدیک بمنزلہ زندان
ہوگی کہ جس سے چھوٹنا چاہتا ہے اور جب دو شخص سب باتون مین برابر ہوے اور دنیا سے
سفر کیوقت ایک کو میل دنیا زیادہ ہوا تو ظاہر ہے کہ اوسکا حال بہ نسبت دوسرے کے سخت ہوگا
کیونکہ جسقدر اوسکو انس اور التفات دنیا سے ہوگا اوسیقدر آخرت سے وحشت ہوگی اور
حدیث شریف مین وارد ہے کہ روح القدس نے میرے نفس مین یہ بات پھونک دی ہے کہ
اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ اور یہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ محبوب کی جدائی پر سختی
ہوتی ہے تو چاہیے کہ ایسی چیز سے دوستی کرے جو کبھی جدا نہو اور وہ ذات پاک اللہ جل شانہ
کی ہے اور جو جدا ہو جاوے اوس سے محبت نکرے اور جدا ہونے والی دنیا ہے اگر آدمی

دنیا سے محبت کریگا تو خدا سے ملنے کو برا جانیگا اور اُسکی موت اُسی حال پر ہوگی جسکو
وہ برا جانتا ہی اور محبوب چیز سے جدا ہو جاویگا اور جو کوئی اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہی
تو اُسکو درد فراق بقدر محبت اور اُنس کے ہوا کرتا ہی اور جسکے پاس دنیا ہی اور وہ اُسپر قادر ہی
اُسکو دنیا سے اُنس بہ نسبت نادار کے زیادہ ہوا کرتا ہی اگرچہ نادار حریص ہو پس اس تحقیق سے
معلوم ہوا کہ فقر تمام خلق کے حق مین اشرف اور افضل ہی مگر دو جگہون مین غنی افضل اور اصلح ہی اول تو
غنا حضرت عائشہ رضی کی سی کہ وجود اور عدم مال کا برابر ہو کیونکہ ایسی غنا موجب زیادتی کی
ہوتی ہی یعنے اُس سے یہ فائدہ ہی کہ دعا فقرا اور مساکین کی حاصل ہوتی ہی دوسرے یہ کہ
فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی مقدار ضروری کا بھی آدمی محتاج ہو تو اس حال مین بھی غنا اشرف ہی
اسلیے کہ ایسے ہی فقر کے باب مین ہی کہ يَكَادُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا اور اس فقر مین کچھ
خیر نہین مگر ایسی صورت مین کہ وجود مقدار ضروری کا اُسکی حیات کو باقی رکھے اور یہ شخص
اُس حیات سے خدا ے تعالیٰ کی معصیت اور کفر پر مدد چاہے اور اگر بالفرض بھوکا مر جاوے
تو اُسکے گناہ کم ہون تو اُسکے مناسب حال یہی ہی کہ بھوکا مر رہے اور جس چیز کی طرف مضطر ہو وہ بھی
نہ ملے یہ ہی تفصیل غنی اور فقیر کے باب مین گفتگو کی مگر ایک صورت ہی کہ اگر کوئی فقیر حریص ہو کہ
مال کی طلب مین ہمہ تن مصروف ہو اور اُسکو کوئی کام سوا اُسکے نہو اور دوسرا شخص غنی ہو کہ اُسکو
مال کی حفاظت مین اُس فقیر کی نسبت حرص کم ہو اور اگر مال اُسکے پاس سے جاتا رہے تو
اُسکو اتنا درد نہو جتنا فقیر کو فقر سے ہی تو ان دونون کے حال مین اختلاف ہی اور ظاہر
ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون کو خداے تعالیٰ سے دوری اُسی قدر ہوگی جسقدر کہ مال کے
نہونے سے انکو درد ہوتا ہوگا اور جسقدر یہ درد کم ہوتا ہوگا اُسی قدر قرب الٰہی ہوگا واللہ اعلم

پانچوان بیان فقیر کے آداب حالت فقر مین

جاننا چاہیے کہ فقیر کے لیے مراعات چند آداب کی باطن مین اور ظاہر مین اور لوگون سے
ملنے مین اور اپنے افعال مین ضرور ہی۔ باطن کا ادب تو یہ ہی کہ جسمین کراہت اس امر کی نہ ہو
جسمین خداے تعالیٰ نے اُسکو مبتلا کیا ہی یعنی فقر کو دل مین برا نہ جانے اور یہ نہ سمجھے کہ
خداے تعالیٰ نے جو میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اُسکا کام اچھا نہین گو نفس فقر کو برا سمجھے
جیسے پچھنے لگوانے والا کہ ہر چند پچھنون کو ایذا کی جہت سے برا جانتا ہی مگر پچھنے لگانے والے کے
فعل کو کہ خود اُسکو برا نہین جانتا بلکہ اُسکا احسانمند ہوتا ہی تو یہ درجہ ہونا اقل مرتبہ ہی

نہ اُنکے پاس جھلانے کی رغبت کرے اسلیے کہ مبادی طمع یہی باتین ہوتی ہین حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب فقیر تو انگرون سے ملنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہو اور جب بادشاہ سے ملے تو جانو کہ چور ہے۔ اور بعض عارفین کا قول ہو کہ جب فقیر تو انگرون سے ملتا ہو تو اُسکا اعتماد ڈھیلا ہوجاتا ہو اور جب اُنسے طمع کرتا ہو تو عصمت جاتی رہتی ہو اور جب اُنھین مین رہنے لگتا ہو تو گمراہ ہوجاتا ہو اور چاہیے کہ اغنیا کی خاطر سے اور اُنکی عطا کی طمع سے ذکر حق سے خاموش نہ رہے جو بات حق ہووے بیان کرے۔ اور افعال کا ادب یہ ہو کہ فقر کے باعث کسی عبادت سے سستی نہ کرے اور اگر کسی قدر مال بچ رہے تو اُسکے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرے کیونکہ کم مایہ کی کوشش وجہد یہی ہو اور اُسکا ثواب بہت سے مالون کے ثواب سے زیادہ ہو جو غنی کی طرف سے دیا جاوے چنانچہ زید بن اسلم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ صدقے کا ایک درم خدا ے تعالیٰ کے نزدیک لاکھ درم سے افضل ہو لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہو آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے لاکھ درم نکالے اور خیرات کیے اور ایک آدمی کے پاس صرف دو ہی درم ہین اور کچھ نہین اُسنے اپنے جی کی خوشی سے ایک درم دیدیا تو یہ ایک درم زیادہ اُس لاکھ والے سے اچھا ہوگا انتہی اور چاہیے کہ مال جمع نہ کرے بلکہ قدر حاجت لے اور باقی خرچ کرڈالے اور جمع کرنے مین تین درجے ہین ایک یہ ہو کہ صرف ایک دن اور ایک رات کا سامان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہو اور دوسرا یہ کہ چالیس روز کا ذخیرہ کرے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ طول امل مین داخل ہو اور علما نے یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی میعاد سے نکالی ہو جو خدا ے تعالیٰ نے اُنکے لیے مقرر فرمائی تھی اُس سے یہ سمجھا گیا کہ زندگی کی توقع چالیس روز کرنی جائز ہو اور یہ درجہ متقین کا ہو اور تیسرا درجہ یہ ہو کہ برس روز کا ذخیرہ کرے یہ سب سے ادنیٰ مرتبہ ہو اور یہ صالحین کا درجہ ہو اور جو اس سے بھی زیادہ کے لیے ذخیرہ کرے وہ عوام مین داخل ہو خواص سے اُسکو کچھ تعلق نہین پس مرد صالح جو اطمینان قلبی مین کمزور ہو اُسکی غنا برس روز کی غذا مین ہو اور خواص کی غنا چالیس روز کی خوراک مین اور خواص سے بھی خواص کی غنا ایک دن اور ایک رات کی قوت مین ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کی غذا اسی طرح تقسیم فرماتے تھے یعنی جب کچھ کہین سے آتا تو اُنمین سے بعض کو سال بھر کی اور بعض کو چلے بھر کی اور بعض کو ایک دن رات کی غذا عنایت فرمادیتے اور ایک دن رات کی غذا حضرت عائشہ اور حفصہ رض کو دیا کرتے تھے

چھٹا بیان اِس امر مین کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے کوئی کچھ بھیجے تو اُسکے قبول کرنے مین کیا کرنا چاہیے

واضح ہو کہ جب فقیر کے پاس کچھ آوے تو اُسکو تین باتون کا لحاظ چاہیے اول نفس مال کا دوم بھیجنے والے کی غرض کا سوم لینے مین اپنی غرض کا نفس مال کا لحاظ یہ ہے کہ اگر مال حلال تمام شبہات سے خالی ہو تو لے ورنہ اگر اُسمین شبہہ ہو تو لینے سے احتراز کرے اور باب حلال و حرام مین ہم درجات شبہہ کو لکھ آئے ہین اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ کس چیز سے اجتناب واجب ہے اور کس سے مستحب اُسکو وہان دیکھنا چاہیے اور دینے والے کی غرض تین صورتون سے خالی نہین یا تو دل کا خوش کرنا اور دل کا محبت منظور ہے اُسکو ہدیہ کہتے ہین یا غرض ثواب ہے اُسکو صدقہ اور زکوٰۃ کہتے ہین یا شہرت اور ریا مراد ہے اور یہ بھی تنہا ہے یا پہلی غرضون سے ملی ہوئی ہے صورت اول یعنے ہدیہ کے قبول کرنے کا مضائقہ نہین کہ سنت ہے لیکن چاہیے کہ اُسمین منت نہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک اولےٰ ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض ہدیہ مین منت زیادہ ہے تو اُسی قدر کو واپس کر دے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی اور پنیر اور مینڈھا ہدیہ آیا تو آپ نے گھی اور پنیر رہنے دیا اور مینڈھے کو پھیر دیا اور دستور آپ کا یہ بھی تھا کہ بعض لوگون کا ہدیہ قبول کرتے تھے اور بعضون کا پھیر دیتے تھے اور فرماتے کہ مین نے قصد کیا ہے کہ ہدیہ نہ لون مگر قرشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی سے اور یہ بات بعض تابعین نے بھی کی ہے چنانچہ فتح موصلی رح کے پاس ایک تھیلی آئی جسمین پچاس درم تھے آپ نے فرمایا کہ مجھ سے عطا رح نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اُسکی روزی بدون مانگے آوے اور اُسکو ہٹا دے تو وہ خدا تعالی پر رد کرتا ہے پھر اُنھون نے تھیلی کھولی اور ایک درم لے لیا اور باقی سب کو واپس کر دیا اور حضرت حسن بصری رح بھی اس حدیث کو روایت کیا کرتے تھے مگر جب اُنکے پاس ایک شخص نے ایک تھیلی اور خراسان کے باریک کپڑون کی گٹھری بھیجی تو آپ نے ہٹا دیا اور فرمایا کہ جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگون سے اس قسم کی چیزین لیوے وہ قیامت کے روز خدا سے ایسے حال مین ملیگا کہ اُسکو کچھ بہرہ ثواب سے نہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اور واعظ کا دینے کو قبول کرنا سخت تر ہے۔ اور حضرت حسن رح اپنے یارون کا ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تیمی اپنے یارون سے درم دو درم تک مانگ لیتے اور کوئی دوسرا اگر سیکڑون پیش کرتا تو نہ لیتے۔ اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دوست

اونکو کچھ دیتا تو کہتے کہ اسکو اپنے پاس ہی رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اسکے لینے کے بعد تمہارے
دل مین لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہون تو مجھے اطلاع دو نیا مین لے لونگا ورنہ نہ لونگا
اور اس حال کی پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا جانے تو دینے والے پر ناگوار گذرے اور اگر
قبول کرے تو خوش ہو اور اسکے قبول کرنے کو اپنے اوپر احسان سمجھے پس اگر لینے والے کو
معلوم ہو کہ اس ہدیے مین کسیقدر احسان بھی مخلوط ہے تو ہدیے کا لینا مباح ہے مگر
فقرائے متقدمین کے نزدیک مکروہ ہے اور بشر حافی فرماتے ہین کہ مین نے کسی سے کبھی کوئی
چیز نہین مانگی سوا سری سقطی کے اسلیے کہ میرے نزدیک اونکا زہد دنیا مین ثابت ہے تو انکے قبضے سے
کوئی چیز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہین اور باقی رہتی ہے تو ناخوش ہوتے ہین پس انکی خاطر خواہ چیز دیکر اونکا
مددگار ہوتا ہون - اور ایک خراسانی حضرت جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور کچھ مال لایا
اور کہا کہ آپ اسکو کھاوین آپنے فرمایا کہ اسکو فقرا پر بانٹ دو اوسنے عرض کیا کہ مجھکو یہ غرض
نہین آپنے فرمایا کہ مین اتنا کہان جیونگا جو اسقدر کھاؤن اوسنے کہا کہ میری غرض یہ
نہین کہ آپ اسکو چیزی اور سالن مین خرچ کرین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ شیرینی اور میوون وغیرہ
مین صرف کر ڈالیے آپنے قبول کر لیا خراسانی نے عرض کیا کہ بغداد مین کوئی ایسا نہین
جسکا احسان مجھپر آپسے زیادہ ہو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسیکا ہدیہ
قبول بھی نہین کرنا چاہیے - دوسری صورت یعنی اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے
دیتا ہو اور یہ یا صدقہ ہوگا یا زکوۃ تو اس صورت مین فقیر کو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیے
کہ مستحق زکوۃ کا ہون یا نہین اگر یہ صفت مشتبہ ہو تو قبول کرنا محل شبہ ہے اور ہم نے
اسکی تفصیل باب اسرار زکوۃ مین بیان کی ہے اور اگر فقیر کو صدقہ دین کے باعث کوئی
دیتا ہے تو چاہیے کہ اپنے دل مین سوچے اور باطن مین اگر کسی گناہ کا مرتکب ہو اور جانتا
کہ دینے والے کو اگر اس گناہ کی اطلاع ہوگی تو اوسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اور مجھے صدقہ
نہ دیگا تو ایسی صورت مین لینا حرام ہے مثلاً اگر کسی نے اس گمان سے دیا کہ فلان شخص
عالم ہے یا حضرت علی رض کی اولاد سے اور لینے والا اس صفت سے موصوف نہین تو
اوسکو لینا حرام محض ہے کہ اوسمین کچھ شک نہین - تیسرے یہ کہ دینے والے کی غرض دینے سے
ریا اور شہرت ہو تو لینے والے کو چاہیے کہ اوسکی چیز واپس کرے اور اوسکی غرض فاسد
مین اوسکا مددگار نہو - حضرت سفیان بن ثوری رح کو جو کوئی شخص کچھ دیتا آپ واپس کر دیتے

اور فرماتے کہ اگر مین جانتا کہ اس شئے کو یہ لوگ فخر کی راہ سے ذکر نہین کرتے تو لے لیتا۔
اور بعضون کا یہ حال ہے کہ بعض لوگون نے عتاب کیا کہ جو بقصد صلہ آپ کے پاس لوگ بھیجتے ہین آپ
اوسکو کیون ہٹا دیتے ہین اونھون نے فرمایا کہ مین اونپر شفقت اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہون
اسلیے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز کو ذکر کیا کرتے ہین اور اونکو اوسکا لوگون مین ظاہر ہونا اچھا
معلوم ہوتا ہے تو اونکا مال کا مال جاتا ہے اور ثواب نہین ہوتا اسلیے ہٹا دیتا ہون۔ اور
لینے مین اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ یہ دیکھے کہ لا بدی چیزون کی محتاج ہے یا نہین
اگر مقدار ضرورت کا محتاج ہو اور پہلی آفتون سے بھی کوئی آفت نہو تو بہتر ہے لے لے
حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَا الْمُعْطِي مِنْ سَعَةٍ بِاَعْظَمَ اَجْرًا مِنَ الْآخِذِ اِذَا كَانَ مُحْتَاجًا
اور دوسری حدیث مین ہے کہ مَنْ اَتَاهُ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْمَالِ مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ وَّلَا اسْتِشْرَافٍ
فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور ایک روایت مین ہے کہ فَلَا يَرُدَّهُ اور بعض علما کا قول ہے
کہ جس شخص کو کچھ ملے اور نہ لے وہ سوال کریگا اور نہین دیا جائیگا۔ اور سری سقطی حضرت
امام احمد بن حنبل رح کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے ایک بار اونھون نے واپس کر دیا اونکو سری
نے کہا کہ اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کیونکہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت
سے سخت تر ہے امام احمد صاحب نے فرمایا کہ ذرا پھر ارشاد فرمائیے اونھون نے دوبارہ بھی یہی
فرمایا آپنے فرمایا کہ مین نے اسوجہ سے پھیرا کہ میرے پاس غذا ایک مہینے کی موجود ہے تو
اس چیز کو اپنے پاس رہنے دو بعد ایک مہینے کے میرے پاس بھیج دینا ابھی ضرورت نہین
اور بعض علما کا قول ہے کہ باوجود حاجت کے پھیر دینے سے یہ خوف ہے کہ کہین خدای تعالی
اسکی سزا مین مبتلاء طمع کرکے کسی شبہہ وغیرہ مین نہ ڈالدے۔ پھر اگر جو مال آیا ہے وہ
حاجت سے زیادہ ہو تو دو حال سے خالی نہین یا تو آدمی اپنے ہی حال مین مشغول ہو یا
فقرا کے امور کا متکفل ہو کہ اپنی طبیعت مین رفق و سخاوت کی جہت سے اونکو دیا کرتا ہو
پس اگر اپنے ہی حال مین مصروف ہو تو کوئی وجہ لینے کی نہین بشرطیکہ سالک طریق آخرت
اسلیے کہ قدر حاجت سے زائد کو لیکر رکھنا محض اتباع خواہش نفس ہے اور جو عمل کہ خدا کے
واسطے نہین ہوتا وہ راہ شیطان مین ہے یا اوسکی طرف طالب ورکا جل کی کوٹھری مین جسنے
سے داغ لگتا ہی ہے۔ پھر اس لینے کی بھی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ ظاہر مین لے اور
پوشیدہ ہٹا دے یا فقرا پر تقسیم کرے یہ مقام تو صدیقین کا ہے اور وہ نفس پر بہت

ح
نہین ہے دینے والا وسعت کی رو سے بوسیلہ ثواب کے لینے والے سے جب وہ محتاج ہو، طبرانی بروایت ابن عمر "

ح
جس شخص کو کچھ بغیر سوال اور بے طمع اس مال میں سے آوے تو وہ ایک رزق ہے کہ خدای تعالی نے اوسکی طرف بھیجا ہے " ابو یعلی و طبرانی بروایت خالد بن عدی جہنی " ... اوسکو واپس نہ کرے "

ناگوار ہے اُسکی تاب اوسی کو ہے جسکی طبیعت ریاضت پر مطمئن ہوا اور دوسری صورت یہ ہے کہ نہ لیوے تاکہ مالک اوس چیز کا کسی اور کو اپنے آپ سے زیادہ حاجتمند کو دیڈالے یا خود لیکر ایسے شخص کو دیڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اور یہ دونو باتین پوشیدہ کرے یا ظاہر مین اور باب اسرار زکوۃ مین ہمنے لکھا ہے کہ لینے کا اظہار بہتر ہے یا مخفی اور کچھ احکام فقر بھی وہان لکھے ہین دیکھہ لینے چاہیین ۔ مگر حضرت امام احمد رح کا قبول نکرنا سری سقطی رح کے ہدیہ کو صرف اس جہت سے تھا کہ اونکو حاجت نتھی اس نظر سے کہ اونکے پاس مہینے بھر کی خوراک موجود تھی اور طبیعت نچاہی کہ اوسکو لیکر اپنے آپ کسی اور کو دیدین کیونکہ اوسمین بہت سی آفات اور خطرے ہین اور ورع اسیکا نام ہے کہ آفتون کی جگہ سے بچے کیونکہ شیطان کے فریب سے امن دشوار ہے ۔ ابو العباس مجاور مکہ فرماتے ہین کہ میرے پاس کچھہ درم تھے جنکو مین نے خدا کی راہ مین صرف کرنیکو رکھے تھے مین نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہوکر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا رباعی

یارب تجھے معلوم ہے مین ہون بھوکا	تن پر مرے باقی نہین ثابت کپڑا
اس بھوک برہنگی مین کیا ہے منظور	ہر حال کا میرے تو ہے دانا بینا

مین نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوسکے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوئے ہین کہ اوسکا بدن بھی نہین چھپتا مین نے اپنے دل مین کہا کہ اپنے درمون کے لیے اس سے عمدہ تر مصرف مجکو اور کوئی نملیگا مین اون درمون کو اوسکے پاس لے آیا اوسنے دیکھکر اونمین سے پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادرین آجاوینگی اور ایک درم کو مین تین دن خرچ کرونگا باقی کی مجکو حاجت نہین لیجا جب دوسری رات ہوئی تو مین نے اوسکو نئی دو چادرین پہنے دیکھا اور اوسوقت میرے دل مین اوسکی طرف سے کچھہ وسوسہ شیطانی گذرا اوسنے میری طرف دیکھکر میرا ہاتھہ پکڑا اور اپنے ساتھہ سات بار طواف کرایا ہر ایک پھیرے مین ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کھانون مین سے ہمارے پانون کے نیچے ٹخنون تک ہو جاتا تھا مثلاً ایک دفعہ سونا ایک دفعہ چاندی پھر یاقوت اور موتی اور گوہر اور یہ چیزین لوگون کو نسوجھتی تھین اوسنے کہا کہ خدا تعالی نے یہ سب مجھے دیا مگر مین نے زہد کیا لوگون کے ہاتھہ سے لیتا ہون اسلیے کہ یہ سب چیزین بوجھ اور وبال ہین اور اورون سے کسیقدر لینے مین بندون کے لیے رحمت و نعمت ہے انتہے

اسمین غرض یہ ہے کہ مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان اور
ابتلا کے لیے ہوتا ہے تاکہ اللہ دیکھے کہ وہ اوسمین کیا کرتا ہے اور مقدار حاجت جو عنایت
ہوتا ہے وہ رزق کے طور پر عنایت ہوتا ہے تو رزق اور ابتلا کے معنون مین فرق کرنا ضرور
چاہیے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا حَقَّ لِابْنِ اٰدَمَ اِلَّا فِي ثَلَاثٍ طَعَامٍ يُقِيْمُ صُلْبَهُ
وَثَوْبٍ يُوَارِيْ عَوْرَتَهُ وَبَيْتٍ يُكِنُّهُ فَمَا زَادَ فَهُوَ حِسَابٌ
پس اگر آدمی مقدار حاجت ان تین چیزون مین سے لیگا تو ثواب پاویگا اور زیادتی کی صورت
مین اگر خدای تعالی کی نافرمانی نکریگا تو حساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اگر
نافرمانی کریگا تو عذاب کا مستحق ہوگا - اور ایک صورت امتحان کی یہ ہے کہ آدمی کسی لذت کو
خدای تعالی کی نصرت کے لیے اور اپنے نفس کی شکستگی کے لیے چھوڑنے کا عہد و عزم کرے
پھر وہ لذت صاف بے کدورت اوسکے پاس آوے تاکہ اوسکی عقل کی قوت کا امتحان کیا جاوے
تو ایسی صورت مین اولی یہی ہے کہ اوس سے باز رہے اسلیے کہ نفس کو اگر اجازت عہدشکنی کی
دیگا تو اوسکو ایسی چاٹ پڑجاویگی اور ہمیشہ اپنی عادت پر رجوع کیا کریگا اور اوسکا دبانا پھر
نہوسکیگا اسلیے ایسی لذت کا ہٹادینا بہت ضروری ہے اگر دینے والے ہی کو واپس کردے
تو تو زہد ہوگا اور اگر اوس سے لیکر کسی محتاج کو دیڈالے تو نہایت درجہ کا زہد ہے اور اسپر بجز
صدیقین کے اور کوئی قادر نہین - اور اگر آدمی کا حال سخاوت اور خرچ کرنا اور فقرا کا کفیل اور
کچہ صلحا کی خبرگیری ہو تو مقدار حاجت سے زیادہ لینے کا مضائقہ نہین اسلیے کہ فقرا کی حاجت
سے تو زائد نہین مگر ایسے مال کو بہت جلد فقرا مین صرف کردینا چاہیے اوسکو رکھنا نچاہیے
اسلیے کہ اوسکے ایک رات رکھنے مین بھی فتنہ اور امتحان ہے شاید رکھ چھوڑنے سے دلکو
اچھا معلوم ہو اور پھیر دینے کو دل نچاہے اور وبال جان ہوجاوے بعض لوگون نے تکفل
فقرا کی خدمت کا کیا اور اس پیرایے مین مال و دولت کی کثرت اور کھانے اور پینے کی
بہتات مین پڑگئے اسیکا نام تباہی ہے - اور جس شخص کی غرض رفق اور طلب ثواب ہو
اوسکو جائز ہے کہ اللہ تعالی پر حسن ظن کرکے قرض لے لے مگر ظالم بادشاہون کے اعتماد پر
نہ لے پھر اگر اوسکو اللہ تعالی وجہ حلال سے بھیجدے تو ادا کردے اور اگر ادا سے پہلے
مرجاویگا تو خداوند کریم اوسکی طرف سے ادا کردیگا اور اوسکے قرضخواہونکو راضی کردیگا

اونکو ثواب دیا جاوے بہرحال بندے کو چاہیے کہ اگر اوسکو کوئی کچھ دے تو جانے
کہ خدا تعالیٰ نے اوسکو مسخر کر دیا ہے تو دیتا ہے

ساتوان بیان بدون ضرورت کے سوال کی حرمت اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے بیان مین
جاننا چاہیے کہ سوال کے باب مین بہت سی مناہی اور تشدد واقع ہین اور بعض روایات
ایسے بھی وارد ہین جنسے سوال کی اجازت پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے
کہ آپ نے فرمایا للسائل حق ولو جاء علی فرس اور فرمایا ردوا السائل ولو بظلف محترق
ان حدیثون سے اجازت سمجھی جاتی ہے اسلیے کہ اگر سوال حرام مطلق ہوتا تو اوسکو دینے مین
امانت برائی کرنے والے کے برے کام کے واسطے ہوتی پس امر تحقیق اسمین یہ ہے کہ سوال
اصل مین حرام ہے اور کسی ضرورت یا حاجت مہم کے لیے جو ضرورت کے قریب ہو مباح
ہو جاتا ہے پس اگر اوس سے مفر موجود ہو تو حرام ہی رہیگا۔ اور اصل مین جو ہم نے سوال کو
حرام کہا تو اسوجہ سے کہ اوسمین تین باتین حرام ضرور ہی ہوتی ہین اول خدای تعالے کی
شکایت کا ظاہر کرنا اسیلیے کہ سوال یہی ہے کہ اپنی احتیاج ظاہر کرے اور اللہ کی نعمت کو
اپنے اوپر کم بیان کرے اور یہ عین شکایت ہے۔ اور جسطرح کہ کسیکا غلام دوسرے سے
سوال کرے تو اوسکا مانگنا آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہے اسیطرح بندون کا سوال
موجب بے ادبی و شکایت خالق کا ہوتا ہے اسلیے حرام ہونا چاہیے اور بدون ضرورت
حلال نہونا چاہیے اور ضرورت کے وقت تو مردار بھی درست ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ
کہ سوال مین سائل اپنے نفس کو خدا کے سوا دوسرے کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور ایماندار
کو جائز نہین کہ خدا کے سوا دوسرے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ اوسکو چاہیے
کہ صرف اپنے مولیٰ کیواسطے اپنے آپ کو ذلیل کرے کہ اوسمین اوسکی عزت ہے اور
تمام خلق تو ایسے ہی ہین جیسا وہ خود ہے اونکے سامنے ذلیل ہونا بے ضرورت نچاہیے
اور سوال مین ظاہر ہے کہ سائل بہ نسبت اوس شخص کے جس سے سوال کرتا ہے ذلیل
ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ سوال مین اکثر ایذا دوسرے شخص کی ہوتی ہے جس سے کہ مانگتا ہے
کیونکہ بعض اوقات اوسکا جی دینے پر بخوشی خاطر راضی نہین ہوتا پس اگر اوسنے سائل کی
شرم سے یا ریا کے طور پر دیا تو وہ لینے والے پر حرام ہے اور اگر نہ دیا تو بعض اوقات
شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے دل مین ایذا پاتا ہے اس سبب سے کہ بخیل کی سی صورت مین بنا

سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار آوے ابو داود نے بروایت حسین بن علی مرفوعاً

سائل کو پھیر دو اگرچہ بکری کا جلا ہوا کھر ہو ابو داود و ترمذی و نسائی بروایت ام بجید

بناجاتا ہے تو دینے مین تو نقصان مال ہے اور نہ دینے مین نقصان جاہ اور دونون صورتین ایذا دہندہ ہین اور سبب اس ایذا کا وہی سائل ہے اور ایذا بھی بدون ضرورت حرام ہے اور جب ان تینون خرابیون کو جان چکے جو سوال مین ہوتی ہین تو یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہو گیا مَسْأَلَةُ النَّاسِ مِنَ الْفَوَاحِشِ مَا أُحِلَّ مِنَ الْفَوَاحِشِ دیکھنا چاہیے کہ آپ نے اسکا نام فاحشہ رکھا یعنی بری خطا اور ظاہر ہے کہ گناہ کبیرہ بدون ضرورت مباح نہین ہوتا جیسے شراب کا پینا کہ اگر کسی کے گلے مین لقمہ پھنس جائے اور اوسکے پاس شراب ہی اوسوقت موجود ہو اور چیز نہو تو لقمہ اوتارنے کی مقدار پینا درست ہو جاتی ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو باوجود غنا کے مانگے تو وہ دوزخ کی چنگاریان اپنے لیے زیادہ کرتا ہے اور جو شخص سوال کرے حالانکہ اوسکے پاس اسقدر ہے کہ اوسکو کافی ہو تو قیامت کے روز ایسی طرح آویگا کہ اوسکا منہ ایک ہلتی ہوئی ہڈی ہوگی جسپر گوشت نہوگا اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ اوسکا سوال اوسکے منہ پر داغ اور نشان ہونگے۔ ان الفاظ سے صریح حرمت اور تشدید ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون سے بیعت مسلمان ہونے کی لی اور اونسے سننے اور ماننے کی شرط کرلی پھر ایک بہت چھوٹا جملہ فرمادیا کہ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا یعنی آدمیون سے کچھ مت مانگنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر سوال سے باز رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ جو ہم سے مانگے گا تو اوسکو ہم دینگے اور جو بے پروا ہو جاے گا خداے تعالی اوسکو بے پروا کردیگا اور فرمایا کہ جو ہم سے سوال نکرے وہ ہمارا زیادہ محبوب ہے اور فرمایا اِسْتَغْنُوا عَنِ النَّاسِ وَمَا قَلَّ مِنَ السُّؤَالِ فَهُوَ خَيْرٌ لوگون نے عرض کیا اور آپ سے سوال کرنا آپ نے فرمایا کہ مجھسے بھی کم سوال کرنا بہتر ہے حضرت عمر نے ایک سائل کو سنا کہ بعد مغرب کے سوال کرتا تھا آپ نے ایک کو اوسکی قوم مین سے فرمایا کہ اوسکو کھانا دے دو اوسنے دیدیا پھر آپ نے دوبارہ اوسکو مانگتے سنا آپ نے فرمایا کہ ہمنے کہا نہین تھا کہ اسکو کھانا دیدو اوسنے عرض کیا کہ مین نے اوسکو کھلادیا آپ نے سائل کی جھولی جو دیکھی تو روٹیون سے بھری تھی فرمایا کہ تو سائل نہین ہے بلکہ تاجر ہے پھر جھولی لیکر زکوۃ کی اونٹون کے سامنے ڈالدی اور سائل کو درے لگائے اور فرمایا پھر ایسا مت کرنا پس اگر سوال حرام نہوتا تو آپ اوسکے درے کیون مارتے اور اوسکی جھولی کیون لیتے۔ یہان بعض فقیہ ضعیف العقل تنگ حوصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس

ابن ابی الدنیا و جابر
ابن ابی اسامہ و جابر
ابو سعید خدری
اور سوال نہ کرو
اور سوال جسقدر کم ہو
اوتنا ہی بہتر ہے
بزار و طبرانی بروایت
ابن عباس

اب اگر کوئی کہے کہ پھر سوال کو ان خرابیون سے کیسے خالی کیا جائے تو اوسکا جواب یہ
کہ شکایت تو اسطرح دفع ہو سکتی ہے کہ خدای تعالی کے شکر کا اظہار کرے اور خلق سے استغنا
ظاہر کرے اور بھیک مانگنے والون کیطرح سوال نکرے بلکہ یون کہے کہ جو کچھ میری ملک مین ہے
اوسکی جہت سے مین حاجت نہین رکھتا ہون مگر نفس کی طمع اور بیوقوفی مجھسے ایک کپڑا اور
کیواسطے چاہتی ہے اور وہ زائد از حاجت اور نفس کی فضول باتون مین سے ہے پس
اس کہنے سے شکایت کی حد سے نکل جاویگا اور ذلت کا دور کرنا اسطرح ہے کہ اپنے
باپ یا رشتہ دار سے یا کسی ایسے دوست سے مانگے جسکو جانتا ہو سوال کے باعث اوسکی
نظرون مین حقیر نہوگا یا کسی مرد سخی سے سوال کرے جسنے اپنا مال انھین باتون کیلیے
تیار کر رکھا ہو اور سائل جیسے آدمیون کے آنے سے خوش ہوتا ہو بلکہ کسی کے قبول کرنے
سے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو تو ان لوگون سے سوال کرنے مین ذلت نہین ہونے کی
اسلیے کہ ذلت احسان کے ساتھ ضرور رہتی ہے جہان احسان سائل پر نہوگا وہان ذلت
بھی نہوگی اور ایذا سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ سوال مین کسی شخص معین سے سوال نہ کرے
بلکہ بیان حال کیطرح پر کنایۃ سب کو سنا دے تا کہ جسکو سچی رغبت دینے کی ہو وہ کچھ دیدے
اور اگر اوس جلسے مین کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکی طرف آنکھ اوٹھتی ہو اور اگر وہ ندیگا تو
مورد ملامت ہوگا تو ایسے جلسے مین سوال کرنا داخل ایذا ہے اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ جو
کچھ دینے بخوشی خاطر نہ دے بلکہ زبردستی ملامت کے خوف سے دیدے اور دل مین یہی چاہتا ہو
کہ اگر ملامت بھی نہو اور دینا بھی نہ پڑے تو خوب ہو اور اگر کسی شخص معین ہی سے مانگے
تو بھی تصریح اوسکے نام کی نکرے بلکہ کنایۃ کہدے تا کہ وہ اگر غفلت کرنی چاہے تو
کر سکے اور جب غفلت نکریگا حالانکہ قدرت اوسپر حاصل تھی تو اوسکا دینا اس بات
کی دلیل ہوگی کہ بخوشی خاطر دیتا ہے اور سوال سے کچھ ایذا اوسکو نہین ہوئی۔ اور چاہیے
کہ ایسے شخص سے سوال کرے کہ اگر وہ جواب صاف دیدے تو سائل سے شرمندہ نہو
اسواسطے کہ سائل سے شرمندہ ہونے سے بھی ایذا ہوتی ہے جیسے غیر سائل کے ساتھ ریا
موذی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اگر سائل جانے کہ دینے والے کی وجہ یہی ہوئی کہ مجھسے
یا حاضرین جلسہ سے شرما گیا اور اگر حیا نہوتی تو کبھی ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مال کا لینا اوسکو
نہ حلال ہے نہ شبہ حلال بلکہ حرام محض ہے کہ اوسکی تمام امت مین سے کسیکو خلاف نہین

فعل کو بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ آپ کا سائل کو مارنا تو ادب کیواسطے تھا شریعت مین
سیاست کا حکم بھی ہے مگر اوسکا مال لے لینا ڈانڈ ہے اور شریعت مین سزا مال لے لینے کی
نہین تو کس وجہ سے حضرت عمر رض نے اوسکا مال لے لیا اور یہ اشکال اون لوگون کو اسوجہ سے
ہوا کہ نقد کو جانتے ہین بلکہ تمام فقہا کی سمجھ حضرت عمر رض کی سمجھ کے سامنے گرد ہے آپ کو
جسقدر اسرار دین الٰہی اور مصلحت اوسکے بندون کی معلوم تھی اونکو کہان میسر ہوسکتی ہے
کیا حضرت کو یہ معلوم نہ تھا کہ مال کا مصادرہ اور ڈانڈ جائز نہین یا یہ سمجھ مین آسکتا ہے کہ اونکو
معلوم تو تھا مگر غصے مین خدا کی نافرمانی کی یا صرف براہ مصلحت زجر کیواسطے ایسی سزا دی
جو شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہو حاشا و کلا یہ بات نہ تھی بلکہ جس منشاء سے کہ
آپ نے یہ فعل کیا وہ یہ ہے کہ آپ نے اوسکو سوال سے مستغنی پایا اور قطعاً معلوم کیا کہ جن
لوگون نے اوسکو بھیک دیا ہے تو اونکو اعتقاد یہ دیا کہ وہ محتاج ہے حالانکہ وہ جھوٹا تھا تو
اوس کا دینا دیا ہوا اوسکے ملک مین نہ آیا اسلیے کہ فریب سے لیا اب اون آدمیون کو اونکے
مالک کو پہونچانا مشکل تھا اس نظر سے کہ کیا معلوم تھا کہ کونسی روٹی کسنے دی ہے پس
یہ مال لاوارث رہا اسی نظر سے اوسکا خرچ کرنا مصالح اہل اسلام مین واجب ہوا اور لوگ
کے اونٹون کا گھاس دانا بھی داخل مصالح ہے۔ اور سائل نے جو اظہار حاجت کے ساتھ
براہ کذب لیا اوسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جھوٹ موٹ کہکر کہ مین حضرت علی رض کی
اولاد مین سے ہون لے اس صورت مین وہ مال کا مالک نہین ہوتا یا کوئی صوفی اور نیک بخت سمجھ کر
دیا جائے کہ یہ نیک ہے حالانکہ باطن مین وہ ایسا گناہ کرتا ہے کہ اگر دینے والے کو معلوم
ہوتا نہ دیوے اور ہم چند جا لکھ چکے ہین کہ جو مال اسطرح لوگ لیتے ہین وہ مالک نہین ہوتے
اور وہ اونپر حرام ہے اور واجب ہے کہ مالک کو واپس کردین اب اس امر کی تصدیق حضرت
عمر رض کے فعل سے ہوگئی اور اسسے بہت سے فقہا غافل ہین اور یہ نہین چاہیے کہ
[illegible] کا یہ کہ بھول کر حضرت عمر رض کے فعل کو لغو سمجھا جائے۔ غرضکہ جب معلوم ہوا کہ سوال
ضرورت کے لیے مباح ہوتا ہے تو اب یہ جاننا چاہیے کہ کسی چیز کی طرف یا تو آدمی
اضطرار ہوتا ہے یا حاجت مہم ہوتی ہے یا حاجت خفیف ہوتی ہے یا اوس سے بالکل
استغنا ہوتی ہے یہ چار صورتین ہین مضطر تو اسطرح کہ بھوکا آدمی اپنے اوپر خوف موت یا
مرض کا کرکے مانگے اور ننگا شخص جب اپنے پاس ستر کی چیز نپاوے تو سوال کرے اس

حالت اضطرار کا سوال مباح ہے بشرطیکہ بقیہ شرطین سوال کی چیزمین موجود ہون کہ
مباح ہوا اور جس سے سوال کرتاہے اوسمین بھی کہ دل مین راضی ہوا اور سائل مین بھی کہ کسب سے
عاجز ہو اسلیے کہ جو کسب پر قادر ہو اور نکما بن رہاہے اوسکو سوال جائز نہین مگر جب کہ علم
کی طلب نے اوسکے تمام اوقات گھیر لیے ہون ورنہ جو شخص لکھنا جانتاہے تو وہ کتابت سے
پیدا کر سکتاہے - اور مستغنی وہ ہے کہ ایسی چیز مانگے جسکا ایک مثل یا کئی مثل اوسکے پاس
ہون مثلاً ایک روپیہ کا سوال کرے حالانکہ اوسکے پاس ایک یا کئی موجود ہون تو ایسے
شخص کا سوال حرام ہے اور یہ دونون قسمین واضح ہین اور جسکو حاجت مہم ہو اوسکی مثال
یہ ہے کہ کوئی مریض محتاج دوا کا ہو اسطرح کہ اگر نہ استعمال کرے تو زیادہ خوف نہین مگر کچھ بھی
کچھ اندیشہ ہے یا کوئی شخص اوپر کا کپڑا رکھتاہے مگر کرتہ نیچے پہننے کے لیے جاڑون مین
اوسکے پاس نہین اور اوسکو جاڑا ستاتاہے اسقدر کہ ضرورت کی حد کو نہین پہنچتا اسیطرح
وہ شخص ہے کہ کرایہ کے واسطے سوال کرے حالانکہ مشکل سے پیادہ بھی چل سکتاہے
تو ایسے کے لیے بھی سوال درجہ مباح مین ہے کیونکہ بلاشک حاجت تو ہے بلکہ صبر کرنا ایسے
سوال سے بھی بہتر ہے اگر سوال کریگا تو تارک اولی ہوگا لیکن اوسکا سوال مکروہ نہوگا
بشرطیکہ سوال مین سچ بولے گا اور یون کہے گا کہ میرے پیراہن کے نیچے کرتہ نہین اور
جاڑا مجھکو اتنا ستاتاہے کہ جسکی مین برداشت کر سکتا ہون مگر مجھکو تکلیف ہوتی ہے
پس اگر سچ سچ کہدیگا تو انشاء اللہ اوسکا سچ کہنا اوسکے سوال کا کفارہ ہو جاویگا -
اور حاجت خفیف کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کرتہ اس غرض سے مانگے کہ باہر جانے کے
وقت اوپر پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑون کی پھٹن یا پیوند لوگون کی نظر سے بچے زمین
یا کسی کے پاس روٹی موجود ہے مگر سالن کے واسطے سوال کرے یا اسقدر ہے کہ گدھا
کرایہ کرے لیکن گھوڑے کے کرایہ کے لیے سوال کرے یا سواری کا کرایہ کر سکتاہے
مگر محمل کا کرایہ چاہیے تو ان جیسی حاجتون مین اگر کچھ فریب ہوگا یعنی حاجت تو کچھ ہے
اور ظاہر کچھ کریگا تو سوال حرام ہے اور اگر فریب نہوگا اور کوئی اور خرابی اون تینون
خرابیون مذکورہ بالا یعنی شکایت خدای تعالی یا اپنی ذلت یا دوسرے کی ایذا سے پائی
جاویگی تب بھی حرام ہے کیونکہ ایسی خفیف حاجت کے لیے یہ امور مباح نہین ہو سکتے اور
اگر نہ فریب ہو نہ ان خرابیون مین سے کچھ ہو تو البتہ سوال کراہت کے ساتھ مباح ہے

نہین اور اوسکا حکم ایسا ہے جیسے کوئی دوسرے کا مال ہڑپ کر یا تو اندر کی رو سے لیوے
اسلیے کہ اسمین کچھہ فرق نہین کہ ظاہر بدن پر کوڑے مارے یا باطن دل کو حیا اور خوف ملامت
کے تازیانہ سے ادھیڑے بلکہ عاقلون کے دل مین باطن کی ضرب کا اثر اشد ہوتا ہے
اور اگر کوئی یون کہے کہ ظاہر مین تو وہ شخص دینے پر راضی ہوچکا ہے اور حدیث شریف مین آیا
ہے کہ اِنَّمَا اَحْکُمُ بِالظَّاهِرِ وَاللّٰهُ یَتَوَلَّی السَّرَائِرَ تو ظاہر ہی کا اعتبار کرنا چاہیے تو اسکا
جواب یہ ہے کہ ظاہر حال خصومات کے فیصلے کے لیے حکام ظاہری کے واسطے ضروری ہوتا ہے
اسوجہ سے باطن کا احوال اونکو معلوم نہین ہوسکتا تو مجبوری ظاہر کی زبانی قول پر حکم کردیتے
ہین حالانکہ زبان اکثر جھوٹ دل کیطرف سے بولا کرتی ہے مگر ضرورت کو کیا کیا جاوے
اسیکا اعتبار لیا جاتا ہے اور یہ سوال وہ ہمارا کلام جو بندہ اور خدا تعالی کے درمیان ہے
اور وہین حاکم احکم الحاکمین ہے دلون کا حال اوسکے نزدیک ایسا ہے جیسا زبانون کا اثر
حکام کے نزدیک ہوتا ہے تو آدمی کو چاہیے کہ اس معاملے مین اپنے دل ہی کیطرف سے
کو مفتی فتوی دیا کرین کیونکہ مفتی قاضی اور بادشاہ کو سکھلاتے ہین تاکہ ظاہر کے لوگون پر حکم
کرین اور دلون کے مفتی علماے آخرت ہین کہ اونکے فتوے سے سلطان آخرت کی سطوت
سے نجات ہوتی ہے جیسے فقیہ کے فتوے سے دنیا کے حاکم سے نجات ملتی ہے اس تقریر
سے معلوم ہوا کہ سائل جو مال ایسے دوسرے کی حیثیت کیکا لیتے اور خدا تعالی کے درمیان
معاملے مین اوسکا مالک نہوگا اور اوس مال کو اوسکے مالک کو پھیر دینا اوسپر واجب ہے پس اگر
مالک اوسکے واپس لینے سے شرماوے اور واپس نہ لے تو اوسکو چاہیے کہ مالک کے پاس اوس
چیز کے برابر کی کوئی شے ہدیہ کے طور پر بھیجدے تاکہ اوسکے ذمہ سے بار اتر جاوے اور اگر مالک
ہدیہ قبول نکرے تو اوسکے وارثون کے پاس اصل چیز بھیجدے اگر اسکا بار تلف ہوگئی
تو خدا کے نزدیک اوسکا ضمان اسپر ہے اور تصرف کرنے کے باعث اور ایسے سوال کی بھی
جس سے کہ ایذا ہوے گنہگار ہے۔ اور اتنا سمجھ کہ رضا کا حال امر باطن ہے اور اوسپر واقفیت
دشوار اور نجات کی صورت اوس سے مشکل باینوجہ کہ سائل کو گمان سب لینے والا غنی ہے
اور وہ باطن مین بھی نہو تو انھین باتون کے سبب سے متقی لوگون نے بہت سوال کو
ترک کر دیا کسی سے کچھہ لیتے ہی نہ تھے۔ بشر حافی سواے سری سقطی کے نہ لیتے اور فرماتے
کہ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ سری سقطی اپنے ہاتھ سے مال نکلنے سے خوش ہوتے ہین اسواسطے

جو بات اونکو پسند ہے اوسمین اونکی مدد کرتا ہون اور سوال مین زیادہ تر انکار کی وجہ اور اوس سے باز رہنے کا امر ہونا اسی لیے ہے کہ یہ ایذا صرف ضرورت کے لیے حلال ہوتی ہے اور ضرورت یہ ہے کہ سائل مرنے پر آ لگا ہو اور اوس سے بچنے کی کوئی سبیل نرہی ہو اور جو شخص بدون برا ماننے اور ایذا پانے کے کچھ دیدے میسر نہو اوسوقت البتہ مانگنا مباح ہے جیسے کھانا سور اور مردار کا مباح ہوجاتا ہے پس اس سے باز رہنا ہی اہل ورع کا طریق ہے اور بعض اہل دل اپنی بصیرت سے قرائن احوال کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے اسیلیے بعض لوگون سے لے لیتے تھے اور بعض سے نہین لیتے تھے اور کچھ بزرگ ایسے تھے کہ وہ صرف اپنے دوستون سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جو چیز اونکو کوئی دیتا اوسمین سے کچھ رکھتے اور کچھ پھیر دیتے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے اور گھی اور پنیر مین سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا۔ اور یہ حال ان اکابر کا جب تھا کہ جب کوئی بدون مانگے دیتا تھا اسلیے کہ بدون مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہے لیکن کبھی آدمی کی رغبت اس طمع سے بھی ہوتی ہے کہ جاہ حاصل ہو یا ریا و شہرت ہو تو اس جہت سے ایسی عطا کے لینے سے بھی احتراز کرتے تھے اور سوال سے تو باز ہی رہتے تھے فقط دو حالت مین سوال کرتے تھے ایک تو ضرورت کے وقت جیسے کہ حضرت سلیمان اور حضرت موسی اور حضرت خضر علیہم السلام نے کیا تھا اور اسمین بھی شک نہین کہ سوال ایسے شخص سے کیا جسکو جان لیا کہ ہمارے دینے کو دل سے چاہیگا دوسرے سوال دوستون اور بھائیون سے اور بھائیون کے واسطے پہلے اکابر اپنے دوستون اور بھائیون کا مال بدون سوال و استفسار کے لے لیتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ دل کی رضا مقصود ہے گفتگوی زبانی کو نہو اور اپنی بھائیون سے اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہم اونکی چیز لینگے اور تکلف نکرینگے تو وہ ہم سے خوش ہونگے اور جب بھائیون کیطرف شک ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہین اوسپر وہ راضی ہونگے یا نہین تو نوبت سوال کی اوسنے پہونچتی تھی ورنہ سوال سے غنی تھے۔ اور سوال کے مباح ہونے کی حد یہ ہے کہ سائل کو معلوم ہوجاوے کہ جس سے مین مانگتا ہون وہ اس صفت پر ہے کہ اگر میری حاجت اوسکو معلوم ہوجاوے تو نوبت سوال کی نہ پہونچے گی بے سوال ہی دیگا پس ایسے شخص مین سوال کا اسیقدر اثر ہوگا کہ اوسکو حاجت معلوم ہوجاوے اور کسیطرح کی تحریک حیلے سے یا ضرورت حیلے کی نہوگی۔ پھر سائل کے تین حال اسکے بعد ہوتے ہین

جاننا چاہیے کہ یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حرمت سوال کے باب مین صریح ہے
مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ مِنْهُ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ مگر توانگری کی
حد مشکل ہے اور اوسکا مقرر کرنا دشوار اور مقدارون کا مقرر کرنا ہمارے اختیار مین نہین
بلکہ شارع کے بتلا دینے سے معلوم ہوتی ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے اِسْتَغْنُوا
بِغِنَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْ غَيْرِهِ قَالُوا وَمَا هُوَ قَالَ غَدَاءُ يَوْمٍ وَعَشَاءُ لَيْلَةٍ
اور دوسری حدیث مین ہے مَنْ سَأَلَ وَلَهُ خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ عِدْلُهَا مِنَ الذَّهَبِ فَقَدْ سَأَلَ
إِلْحَافًا اور ایک روایت مین اَرْبَعُونَ دِرْهَمًا وارد ہے بجائے خَمْسُونَ دِرْهَمًا کے
غرضکہ احادیث سب صحیح ہین اور مقدار توانگری کی مختلف تو چاہیے کہ یون سمجھا جاوے
کہ حالات مختلفہ کے اعتبار سے مقدارین بھی مختلف ہین کیونکہ واقع مین تو امر حق ایک ہی
ہوگا اور مقرر کرنا غیر ممکن ہے اور جسقدر امکان ہے وہ یہ ہے کہ تخمینا کہا جاوے اور تخمین
اوسوقت صحیح ہو کہ جب تقسیم ایسی کیجاوے کہ حاوی تمام احوال محتاجون کی ہو پس ہم کہتے ہین
کہ حدیث شریف مین وارد ہے لَا حَقَّ لِابْنِ آدَمَ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ طَعَامٍ يُقِيمُ بِهِ صُلْبَهُ
وَثَوْبٍ يُوَارِي بِهِ عَوْرَتَهُ وَبَيْتٍ يُكِنُّهُ فَمَا زَادَ فَهُوَ حِسَابٌ ان تینون چیزون یعنی غذا
اور لباس اور مسکن جنکا بیان اس حدیث شریف مین ہے سب حاجتون کی اصل کیے لیتے ہین
تاکہ حاجات کی اجناس بیان کرین اور پھر اجناس اور مقادیر اور اوقات کا ذکر کرین۔ اجناس
حاجات تو یہی تین چیزین ہین یا جو ایسی ہی ہون مثلاً مسافر کے لیے کرایہ بشرطیکہ پیادہ
نہ چل سکے وہ بھی انھین تینون مین ملا لیا جاویگا یا اور کوئی ایسی ہی ضروری چیز ہو تو وہ بھی
داخل ان اجناس مین ہوگی اور آدمی مین اوسکا کنبہ یعنی زن و فرزند اور جس چیز کی کفالت
اوسپر ہے مثلاً سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہین اور ان اجناس کی مقادیر کا حال یہ ہے
کہ کپڑے مین رعایت اوس مقدار کی ہوگی جو دیندارون کے لائق ہے یعنی ایک جوڑا جسمین
کرتہ دوپٹہ پائجامہ جوتا ہو اور دوسرا جوڑا ہونا ضروری نہین بلکہ ہر جنس مین دوسرے کی حاجت
نہین اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیے اور یہ نچاہیے کہ باریک کپڑے کی
تلاش کیجاوے یا جہان مٹی کا برتن کافی ہو تو وہان تانبے اور پیتل کے ڈھونڈھے جاوین
کیونکہ یہ بے حاجت ہے۔ غرضکہ شمار مین تو ایک پر کفایت کرنی چاہیے اور قسم مین سب
ادنی پر کفایت چاہیے بشرطیکہ عادت سے نہایت دور نہ ہو جاوے۔ اور غذا کی مقدارون

ایک تو یہ کہ اوسکو یقین ہوتا ہے کہ دینے والا دل سے راضی ہے دوسرے یہ کہ اوسکی ناراضی
باطن کی یقینا معلوم ہو جاوے اور یہ دونون امر احوال کے قرائن سے معلوم ہو جایا کرتے ہین
تو اول صورت مین لینا حلال ہے اور دوسری مین قطعًا حرام تیسری حالت سائل کی یہ ہے
کہ اوسمین اوسکو تردد ہے اور شک ہو کہ دینے والے نے رضا سے باطن سے دیا یا کراہت سے
تو ایسی صورت مین اپنے دل سے فتوی لے اور شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہے پس جس مین
جو بات بلا تردد و شک سمجھ مین آوے اوسیکو اختیار کرے شک والی کو ترک کرے اور
اسکا معلوم کرنا قرائن احوال سے ایسے شخص کو جسکی عقل قوی اور حرص ضعیف اور شہوت کم
ہو آسان ہے اور حرص قوی ہو گی اور عقل ضعیف تب تو وہی صورت نظر آویگی جو اوسکی
غرض کے موافق ہو اور قرائن دینے والے کی نارضامندی کے ہرگز سمجھ مین نہ آوینگے
اور ان باریک نکتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا بھید سمجھ مین آتا ہے
کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ یعنی آپ کو کلمات جامع عنایت
ہوے ہین ہر ہر لفظ مین حکمت کوٹ کوٹ بھری ہے اسی حدیث مین تامل کرو کہ اپنے
ہاتھ کی کمائی کو عمدہ غذا فرمایا اسوجہ سے کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہاتھ کی کمائی کا ہے
نہ اوسکو اوسکے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہونچا ہے تو وہ لوگون کے پاس
کھاویگا اور اگر بے سوال اوسکو ملیگا تو کوئی اسوجہ سے دیگا کہ دیندار ہے اور جب اوسکا
باطن ایسی طرح ہوگا کہ اگر لوگون کو معلوم ہو جاوے تو کوئی دینداری کی وجہ سے کچھ نہ دے
تو جو کچھ لیگا وہ سب حرام ہوگا۔ اور اگر سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو ایسا شخص
کہان ہے کہ سوال کرنے پر خوش ہو کر دے۔ نہ ایسا سائل کہ مقدار ضرورت ہی پر سوال
کرے پس جب او ن لوگون کا حال تفتیش کرو جو اپنے ہاتھ سے کھاتے نہین تو
معلوم ہوگا کہ اونکا سب کھانا خواہ اکثر حرام ہے اور حلال صرف اوسیقدر ہے جو وہ
حلال سے خود پیدا کیا ہو یا میراث کے ترکہ مین سے پہونچا ہو اور وہ بھی حلال سے
پیدا کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگون کے پاس سے کھانے مین احتیاط اور ورع کا رہنا
بہت دشوار ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہماری طمع اپنے غیر سے منقطع کرے
اور حلال رزق کے بغیر حرام سے بچا دے

آٹھوان بیان اوس حد کا ذکر جس سے سوال حرام ہوتا ہے

رات مین ایک مد یعنی قریب ڈیڑھ پاو چھٹانک اور یہ وہ مقدار ہے کہ شرع مین مقرر ہوئی ہے
اور نوع غذا وہ ہونی چاہیے جسکو کھاتے ہین اگرچہ جو ہی کی ہو اور سالن کا ہمیشہ ہونا زائد
از حاجت ہے اور بالکل ترک کر دینا بھی تکلیف ہے اسلیے کبھی کبھی اوسکے طلب کی اجازت
ہے باقی رہا مسکن اوسکی مقدار کم سے کم اوسقدر چاہیے کہ کافی ہو اسمین کچھہ زینت کی قید
نہین ہین زینت یا مکان کے بڑا کرنے کے لیے مانگنا بلاحاجت سوال مین داخل ہے جسکی
حرمت حدیث مذکورہ بالا مین گذری - اور اوقات کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے تو
جس چیز کیطرف کہ سر دست آدمی محتاج ہے وہ ایک دن اور رات کی غذا اور کپڑا جسکو پہنے
اور پڑ رہنے کی جگہ ہے اسکے ضروری ہونے مین توکچھہ شک نہین مگر آیندہ کے لیے اگر
سوال کرے تو اوسکے تین درجے ہین ایک تو یہ کہ ایسی چیز ہو جسکی احتیاج دوسرے دن ہوگی
دوم یہ کہ اوسکی احتیاج چالیس یا پچاس دن تک ہوگی سوم یہ کہ برس دن تک اوسکی حاجت ہوگی
اب اس باب مین تو ہم حکم قطع کرتے ہین کہ جسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکو اور اگر عیالدار ہو تو
اوسکے کنبے کو برس روز کے لیے کافی ہو تو اوسکو سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ نہایت
درجے کی توانگری ہے اور حدیث شریف مین جو پچاس درم مذکور ہین وہ بھی اسی توانگری
کی ہے کیونکہ اکیلے آدمی کے لیے میانہ روی اگر کرے تو پانچ دینار سال بھر کو کافی ہین
عیالدار کو غالباً کافی نہونگے اور اگر اوس شی کی حاجت برس کے اندر ہی ہوگی تو دیکھنا
چاہیے کہ اگر سائل ایسا ہو کہ حاجت کے وقت بھی موقع سوال جاتا نہ رہیگا اور سوال کرنیکا
اوسوقت بھی ہوگا تب تو سوال حلال نہوگا کیونکہ سر دست اوسکو اوس شے سے استغنا ہے
اور ہو سکتا ہے کہ حاجت کے وقت سے پیشتر ہی مر جاوے تو ایسی چیز کا سوال جسکی حاجت
کیا فائدہ اس صورت مین ایک دن رات کا کھانا مقدار غنا ہے اور ایسی حالت کا بیان ہے
اوس حدیث مین جسمین مقدار توانگری اسیقدر مذکور ہے اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر موقع
سوال اوسکو نہ ملیگا اور نہ کوئی دینے والا میسر ہوگا اگر اب نہ مانگے گا تو سوال مباح ہے
اسلیے کہ توقع زیست کی برس روز تک کرنی کچھہ محال نہین اور سوال کی تاخیر سے اس بات کا
خوف ہے کہ عاجز اور مضطر رہجاویگا اور کوئی اعانت کرنے والا نہوگا - پس اگر خوف سوال
سے عاجز ہونے کا آیندہ کو ضعیف ہو اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ بھی محل ضرورت سے
خارج ہو تو سوال کرنا خالی کراہت سے نہوگا اور کراہت اوسیقدر مناسب ہوگی جسقدر

اضطرار کی کمی اور موقع کے جاتے رہنے کے خوف اور جس زمانے مین حاجت سوال کی ہوئی اوسکی تاخیر مین اختلاف ہوگا اور ان باتون مین سے ہر ایک کا ضبط نہین ہوسکتا بلکہ یہ امور بندے کے قیاس پر متعلق ہین کہ اپنے نفس کو دیکھے اور جو معاملہ اوسکے اور خدای تعالی کے درمیان مین ہے اوسکو تامل کرے اور دل سے فتوی لیکر اوسکے بموجب عمل کرے اگر راہ آخرت طے کیا چاہتا ہے اور جس شخص کا یقین قوی ہوا ور اعتماد رزق کے آنے کا آئندہ کو کامل رکھے اور سردست کی قوت پر قناعت کرے تو اوسکا درجہ خدای تعالی کے نزدیک بہت بڑا ہے - پس جب خدای تعالی نے آدمی کو آج کا رزق اوسکے اور اوسکے عیال کے لیے عنایت فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا بجز ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کے اور کسی چیز سے نہوگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اور فرمایا الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا اور سوال بھی منجملہ بری چیزون کے ضرورت کیواسطے مباح کیا گیا ہے اور جو شخص ایسی حاجت کے واسطے مانگے جو دس روز یا مہینا ہو کو سال مین اوسکی ضرورت لاحق ہوا وسکا حال اوس شخص کی نسبت سخت تر ہے جسکو مال موروثی ملے اور اوسکو برس روز کے بعد کی حاجت کے واسطے رکھ چھوڑے اور یہ دونون ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہین مگر ان دونون کامون کا منشا محبت دنیا اور طول امل ور نہ اعتماد کرنا خدای تعالی کے فضل پر یہ ہے جو اصل مہلک چیز ہے خدائے تعالی ہمکو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرماوے آمین

نوان بیان سالکین کے احوال مین -

حضرت بشر رحمہ فرمایا کرتے کہ فقرا تین ہین ایک وہ کہ سوال نکرے اور کوئی دے تو نہ لے ایسا شخص علیین مین روحانیون کے ساتھ ہوگا دوسرا وہ کہ سوال نکرے اور اگر کوئی کچھ دے تو لے تو یہ شخص مقربین کے ساتھ جنات فردوس مین رہیگا تیسرا وہ کہ حاجت کے وقت سوال کرے ایسا شخص اصحاب یمین مین سے ہیون کے ساتھ ہوگا غرض سب کا اتفاق سوال کی مذمت پر ہے علاوہ ازین فاقے کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہو جاتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے اونکے پاس تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے یارون مین سے فقرا کو کیسے چھوڑا حضرت شقیق رح نے فرمایا کہ مین نے اس حال مین چھوڑا کہ اگر اونکو کوئی کچھ دے تو شکر کرین اور نہ دے

تو صبر کرین اور اپنی دانست مین چونکہ سوال نکرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی
گویا تعریف کی تھی حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا کہ بلخ کے کتون کو تمنے ہمارے لیے ایسا
چھوڑا ہے اونھون نے پوچھا کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہین آپنے فرمایا کہ ہمارے یہان
فقیر ایسے ہین کہ اگر اونھین کوئی کچھ ندے تو شکر کرین اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو
ترجیح دین اور وہ مال اوسے حوالہ کرین حضرت شقیق رح نے اونکا سر چوم لیا اور کہا کہ استاد
بجا فرماتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب احوال کے درجات رضا اور صبر اور شکر اور سوال
باب مین بہت ہین سالک طریق آخرت کو اونکا پہچاننا اور اونکی تقسیم کا جاننا اور درجات
اختلاف کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر نہین جانیگا تو پستی درجات سے اوج کمال تک
نہ پہونچ سکیگا اور اسفل السافلین سے اعلی علیین تک رسائی نہوگی او انسان احسن تقویم مین
پیدا کیا گیا پھر اسفل السافلین مین اوتارا گیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلی علیین کیطرف ترقی کرے اور
جو شخص پستی اور اوج مین تمیز نکریگا وہ یقینا ترقی نکر سکیگا بلکہ اسمین شک ہے کہ اگر جان بھی لے
اور پھر کسی وجہ سے ترقی پر قادر نہو۔ اور ارباب احوال پر جب ایسی حالت غالب ہوتی ہے کہ وہ
مقتضی اس بات کی ہوتی ہے کہ سوال کے باعث اونکے درجات کی ترقی ہوگی۔ یہ امر اونھین
حال کی نسبت ہے کیونکہ اعمال کا نیت پر مدار ہے مثلا روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت
ابو الحسن نوری رح کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور بعض مواقع پر لوگون سے سوال کر لیتے وہ
بزرگ کہتے ہین کہ مجھکو اونکی یہ بات ناپسند ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کیا مناسب ہے پھر حضرت
جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور اونکی خدمت مین اونکا ماجرا ذکر کیا اونھون نے فرمایا
کہ نوری کے اس فعل کو برا سمجھنا چاہیے کہ وہ لوگون سے اسلیے لیتے ہین کہ اونھین کو دین
یعنی اونسے سوال اسلیے کیا کہ آخرت مین اونکو ثواب ملے اور انکا کچھ ضرر نہو اور گویا کہ اس
قول مین اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کیطرف کہ آپ نے فرمایا ید المعطی
ھی العلیا یعنی دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اسکے معنی بعض نے یہ فرمائے ہین کہ معطی کے
ہاتھ سے عوض مال کے لینے والے کے ہاتھ سے ہے اسواسطے کہ ثواب وہی دیتا ہے اور
اعتبار ثواب ہی کا ہے مال کا نہین پھر حضرت جنید رح نے فرمایا کہ ترازو لے آو جب ترازو
آئی تو سو درم تولے اور ایک مٹھی بھر کر اون سو مین ملا دیے اور کہا کہ نوری کے پاس لیجاو اور
اونکو دیدو راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ وزن تو اسلیے کیا کرتے ہین تاکہ

بقدر معین ہوجاوے مگر اونھون نے ایک سو کو تولکر دیا مین سب لغتی بھر کیسے ملا نے یہ تو ادنی
حکیم ہین اور یہ چھتے ہوے مجھے حیا آئی انہ تھیلی کو مین حضرت نوری رح کے پاس لایا اونھون نے
فرمایا کہ ترازو لاؤ ترازو سے سو درم تولکر فرمایا کہ انکو جنید رح کے پاس واپس لیجاؤ اور کہنا کہ مین نے تمسے
کچھ نہین لیا پر اکتا اور سو سے جسقدر زیادہ ہون وہ لیے لیتا ہون اونکی اس بات سے مجھے
اور زیادہ تعجب ہوا اور مین نے اونسے پوچھا اونھون نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہے وہ چاہتا ہے
کہ رسی کے دونون سرے آپ ہی پکڑے اونسے سو جو تو لے تھے تو خود آپنے مجھکو ثواب آخرت
کے لینے کے لیے تولے تھے اور اونپر مٹھی بھر بے تولے جو ڈالے وہ اللہ کی نیت سے ڈالے
تو مین نے جو خدا کیواسطے تھے اونکو لے لیا اور جو اونکے خود کے تھے اونکو واپس کردیا راوی
اون روپیون کو حضرت جنید رح کی خدمت مین لائے وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا
مال لے لیا اور ہمارا پھیر دیا خیر خدا ہی تعالی مالک ہے انتہی۔ دیکھنا چاہیے کہ ان لوگون کے دل
کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص اللہ تعالی کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے کے دل کا
حال بدون گفتگوی زبانی دلون کے مشاہدے اور کشف سے معلوم ہوجاتا تھا اور یہ ثمرہ غذاے حلال اور محبت
دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور تمام ہمت خدا کی طرف متوجہ ہونے کا ہے پس جو کوئی اس
بات کو بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے کوئی بدون دوا پیے اوسکے دست آور
ہونے کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بہت دنون محنت کرے اور یہ بات حاصل نہو وہ
دوسرے کے حق مین اسکا انکار کرنے لگے تو اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دوای دست آور
پیے اور اوسکو کسی اندر کے روگ سے دست نہ آوین تو وہ اوسکے دست آور ہونے سے ہی
انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت مین اگرچہ اول کی نسبت کمتر ہے مگر پھر بھی جہالت مین
ایسا شخص کچھ کامل ہی ہے اہل بصیرت دو شخصون مین سے ایک کہلاویگا یا تو وہ شخص کہ رستہ
چلے اور جو کچھ اہل اللہ کو معلوم ہوا ہے اوسکو بھی معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہوگا
اور عین الیقین کے درجے کو پہونچ جاویگا یا وہ شخص کہ رستہ نہین چلا یا چلا ہے اور اوس مرتبہ تک
نہین پہونچا مگر اوسپر ایمان و تصدیق رکھتا ہے اس شخص کو درجہ علم الیقین کا ہے عین الیقین
تک نہین پہونچا اور یہ بھی ایک رتبے مین داخل ہے اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو نہ عین الیقین
تو وہ ایمانداروں کے زمرے سے خارج ہے قیامت کے روز منکرون اور تکبر والون کی
جماعت مین اوٹھے گا جنکے دل مردہ اور شیطان کے تابع ہین خدای تعالی سے ہم دعا

مانگتے ہین کہ ہمکو علم مین پکے لوگون مین سے کرے جنکا قول یہ نقل فرمایا ہے آمنا بہ

کُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ

دوسری فصل زہد کے حال مین اور اوسمین پانچ بیان ہین

اول بیان زہد کی حقیقت مین

جاننا چاہیے کہ دنیا مین زہد کرنا سالکون کے مقامات مین سے ایک مقام عمدہ ہے اور یہ مقام بھی اور مقامات کیطرح علم اور حال اور عمل سے منتظم ہے اسواسطے کہ ایمان کے سب اقسام بموجب قول بزرگان سلف کے رجوع کرتے ہین طرف عقد اور قول اور عمل کے انمین سے قول کی جگہ حال رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہے اور اوس سے باطن کا حال کھلتا ہے ورنہ خود قول مقصود بالذات نہین اور اگر قول اسی طرح پر صادر ہو کہ باطن سے نہو تو اوسکو اسلام کہتے ہین ایمان نہین کہتے - اور علم سبب حال کا ہوتا ہے گویا حال اوسکا ثمرہ ہے اور حال کا ثمرہ عمل ہے تو اب ہم حال کو اوسکے دونون طرفون یعنی علم و عمل کے ساتھ بیان کرتے ہین کہ زہد کس حال کا نام ہے پس زہد سے ہماری یہ مراد ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بہتر کیطرف رغبت کرنی تو جو کوئی ایک شی سے دوسری کیطرف توجہ کرتا ہے خواہ معاوضہ سے یا بیع وغیرہ سے تو ظاہر ہے کہ جس سے رغبت دور کرتا ہے اوس سے منہ پھیرتا ہے اور جسکی خواہش ہوتی ہے اوسکا راغب ہوتا ہے تو اول شی کے لحاظ سے اگر اوس شخص کا حال دیکھا جاوے تو اوسکو زہد کہینگے اور دوسری چیز کی نسبت کر رغبت اور محبت کہینگے اس سے معلوم ہوا کہ زہد کے لیے دو چیزین چاہیین ایک وہ جسکی طرف سے رغبت ہٹائی جاوے دوسرے وہ کہ جسکی طرف رغبت کیجاوے اور یہ دوسری پہلی شی کی نسبت اچھی ہو اور اول شی مین بھی یہ شرط ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے اوسکی طرف رغبت ہوا کرتی ہو پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹاوے جو خود مطلوب نہو وہ زاہد نہ کہلاویگا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑنیوالا زاہد نہوگا زاہد وہی ہوگا جو روپیہ پیسا چھوڑے کیونکہ مٹی پتھر کیطرف رغبت نہین ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہے کہ زاہد کے نزدیک اول چیز سے بہتر ہو تاکہ اوسکی رغبت غالب ہو مثلاً بائع اپنی چیز کو جب تک نہین بیچتا جب تک کہ اوسکے نزدیک ثمن مبیع سے اوسکا عوض بہتر نہین ہوتا تو بائع کا حال مبیع کی نسبت کر زہد مین داخل ہے اور عوض کے حق مین رغبت اور محبت مین شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید مین ارشاد ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ

دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ اس آیت مین شرا کے معنی بیع کے ہین اور برادران یوسف علیہ السلام کا وصف بیان کیا کہ اونھون نے یوسف مین زہد کیا یعنی اونھون نے طمع کی کہ باپ کی توجہ صرف ہماری طرف رہجاوے اور یہ امر اونکے نزدیک یوسف علیہ السلام کی نسبت محبوب تھا اسی عوض کی طمع مین اونکو فروخت کر ڈالا۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ دنیا مین زاہد وہ کہلاویگا جو اوسکو آخرت کی عوض بیچ ڈالے اور جو شخص اسکا عکس کرے یعنی آخرت کو دنیا کی عوض دیدے وہ آخرت کے حق مین زاہد ہوگا مگر عادت یہ ہورہی ہے کہ زہد خاص دنیا ہی مین ہو کرتی ہے اوسیکو زاہد کہتے ہین جیسے الحاد اوسی میل کو کہتے ہین جو باطل کیطرف ہو حالانکہ لغت مین مطلق میل کا نام الحاد ہے حق کی طرف ہو یا باطل کی۔ اور از انجا کہ زہد مین یہ قید ہے کہ فی الجملہ محبوب چیز کیطرف سے رغبت ہو تو ظاہر ہے کہ یہ جبھی متصور ہوگی جب اوس شے کی نسبت کہ دوسری چیز محبوب تر کیطرف میل پایا جاویگا ورنہ چھوڑنا محبوب چیز کا بدون اوس سے زیادہ محبوب کے محال ہے۔ اور جو شخص کہ خداوند تعالیٰ کے سوا ہر ایک چیز کیطرف سے دل اوٹھالے یہان تک کہ بہشتون سے بھی غرض نرکھے صرف محبت الہی کی ہی رغبت ہو تو وہ زاہد مطلق ہے اور جو کہ حظوظ دنیاوی سے تو دل اوٹھالے اور حظوظ آخرت مین زہد نکرے بلکہ حور و قصور اور نہرون اور میوون کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہوگا مگر اول شخص کی نسبت کم ہوگا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑدے اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً مال کو چھوڑدے اور جاہ کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا تجمل نہ چھوڑے تو ایسے شخص کو زاہد مطلق نہ کہینگے اور درجہ اوسکا زاہدون مین ایسا ہوگا جیسا توبہ کرنے والون مین اوس شخص کا ہے جو بعض گناہون سے توبہ کرے مگر یہ زہد اوسکا درست ہے جیسے توبہ بعض گناہون سے صحیح ہے کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہے اور زہد مباحات کے ترک کرنے کا جو نفس کی لذت مین سے ہون اور یہ کچھہ دشوار نہین کہ آدمی بعض مباحات کے چھوڑنے پر تو قادر ہو اور بعض کے ترک پر نہو جیسے کہ ممنوعات کی ترک مین بھی یہ امر بعید نہین اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کردے وہ زاہد نہ کہلاویگا ہرچند اوسنے ممنوعات مین زہد کیا اور اوسنے دل اوٹھالیا لیکن اصطلاح مین زہد مباحات کے چھوڑنے ہی کا نام ہے پس اب معلوم ہوا کہ زہد یا اوسکو کہینگے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کیطرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کرکے اللہ تعالیٰ کیطرف رغبت کرے

اور یہ درجہ بہت اونچا ہی اور جس طرح کہ دوسری چیز مین یہ شرط ہی کہ اُسکے نزدیک بہتر ہو اسی طرح اول چیز مین یہ قید ہی کہ وہ زاہد کی قدرت مین ہو کیونکہ جس چیز پر قدرت ہی نہو اُسکا چھوڑنا محال ہی اور رغبت کا دور ہونا چھوڑنے ہی سے ظاہر ہوتا ہی اور اسی جہت سے جب حضرت ابن مبارک رح سے کسی نے کہا کہ ای زاہد انھون نے فرمایا کہ زاہد عمر بن عبد العزیز ہین کہ اُنکے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئی اور اُنھون نے اُسکو چھوڑ دیا اور مین نے کونسی چیز مین زہد کیا ہی ۔ اب علم کا بیان سننا چاہیے جو زہد مین درکار ہی اور جسکا ثمرہ حال ہوتا ہی وہ اس بات سے واقف ہونا ہی کہ متروک چیز بہ نسبت مرغوب کے حقیر ہی جیسے تاجر جان لیتا ہی کہ عوض مبیع کی نسبت کہ بہتر ہی اسلیے اُسکی رغبت کرتا ہی اور جب تک یہ علم نہین ہو لیتا تب تک خیال مین نہین آتا کہ رغبت مبیع کی دل سے جاوے تو اسی طرح پر جو شخص یہ بات جان لیتا ہی کہ اللہ تعالی کے پاس کی چیز ناپائدار ہی اور آخرت بہتر چیز اور دائمی ہی یعنے اُسکی لذتین بالذات اچھی اور باقی ہین تو اُسکو ذوق آخرت اور رغبت الی اللہ ہوتی ہی ۔ اور جس طرح جواہر برف کی نسبت کہ عمدہ اور پایدار ہوتے ہین اور برف کے مالک کو اُسکا جواہر کے بدلے بیچ دے ڈالنا مشکل نہین معلوم ہوتا اسی طرح دنیا اور آخرت کی مثال جاننی چاہیے دنیا کو سمجھنا چاہیے کہ برف آفتاب کے سامنے رکھی ہوئی ہی اور پگھلتی چلی جاتی ہی یہان تک کہ [illegible] رہیگی اور آخرت مثل جواہر کے ہی کہ اُسکو کبھی فنا نہین تو جسقدر دنیا اور آخرت مین فرق ہونے کی معرفت زیادہ ہوگی اُسی قدر بیع اور معاملہ کی رغبت زیادہ ہوگی یہان تک کہ جسکو اپنے نفس اور مال کی فروخت کرنے کا یقین کامل ہوگا بموجب مضمون اس آیت کے إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ تو اُسکا حال خود اللہ تعالی فرماتا ہی کہ اُسکا معاملہ نفع بخش ہی فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ زہد مین علم سے اسقدر کی حاجت ہوتی ہی کہ آخرت کو بہتر اور باقی جانے اور بعض اوقات یہ امر کسی شخص کو معلوم ہوتا ہی مگر وہ دنیا کے چھوڑنے پر قدرت نہین رکھتا اور یہ امر علم و یقین کے کم ہونے یا اُسوقت غلبۂ شہوت مین دل ہونے یا شیطان کے ہاتھ مین گرفتار ہونے اور شیطان کے وعدہ اسے امروز فردا سے دم کا کھانے ہوا کرتا ہی یہ اسی مغالطے مین رہتا ہی کہ موت آ دبایتی ہی اور اُسوقت بجز حسرت و ندامت اور کچھ ساتھ نہین جاتا ۔ دنیا کی حقارت اس قول خداوندی سے ثابت ہی

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ اور آخرت کی نفاست پر اس آیت مین
اشارہ ہی وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ اسمین بتلادیا
کہ علم جوہر کی نفاست کا اُسکی عوض سے دل اُٹھا دیا کرتا ہی اور چونکہ زہد بدون معاوضہ
اور رغبت محبوب تر چیز کے متصور نہین ہوسکتا اسلیے ایک شخص نے اپنی دعا مین
یہ التجا کی کہ الٰہی میرے نزدیک دنیا ایسی کر دے جیسی تیرے نزدیک ہی پس اُسکو
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح مت کہ یون دعا کر کہ الٰہی دنیا میری
سمجھ مین ایسی کر جیسے تو نے اپنے نیک بندون کے نزدیک اُسکو کیا ہی اور اس ارشاد کی
وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا کو ایسی حقیر سمجھتا ہی جیسی وہ واقع مین ہی اور ہر ایک مخلوق
اُسکے جلال کی نسبت کر حقیر ہی اور بندہ جو دنیا کو حقیر اپنے لیے جانتا ہی تو اُس شی کی
نسبت کر ہی جو بندے کے لیے بہتر ہی اور یہ ہو نہین سکتا کہ گھوڑے کا بیچنے والا
گو اُس سے دل برداشتہ ہو وہ گھوڑے کو ایسا سمجھے جیسا مثلاً حشرات الارض کو
جانتا ہی کیونکہ ان چیزون کی تو اُسکو حاجت نہین ہو گی مگر گھوڑے سے مستغنی نہین ہی
اور اللہ تعالیٰ بذات خود ہر ایک ماسوا سے غنی ہی وہ ہر ایک چیز کو اپنے جلال کے سامنے
ایک ہی درجے مین سمجھتا ہی اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہی نہ اپنے
جلال کے لحاظ سے اور زاہد وہ ہی جو فرق اشیا کا اپنے نفس کے لحاظ سے جانتا ہی دوسرے کے
اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ خدا تعالیٰ جس طرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہی
اُس طرح کی حقارت اور شخص کے نزدیک ہونی متصور نہین اُسکی دعا بھی نہ چاہیے۔ باقی رہا عمل جو
حال زہد سے صادر ہوتا ہی وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہی کیونکہ زہد معاملہ داد و ستد اور معاوضہ
بہتر چیز سے ادنی کا ہی تو جیسے بیع و شرا مین یہ مقصود ہوتا ہی کہ مبیع کو ترک کر کے اپنے قبضے سے
نکالیے اور اُسکے عوض کو لے لیجیے اسی طرح زہد مین بھی یہ غرض ہی کہ جس چیز سے زہد
کیا اُسکو یعنے دنیا کو مع تمامی اسباب و لوازم و علائق کے ترک کرے یہان تک کہ
اُسکی محبت دل سے جاتی رہے اور محبت طاعات دل مین آجاوے اور جو چیز دل سے
نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضا سے نکل جاوے اور آنکھ وغیرہ اعضا وظائف طاعات پر
مداومت کرین ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسا ہو گا جیسا کوئی مبیع تو مشتری کو دے دے
اور اُس سے زر ثمن نہ لے اور جب جانبین کی شرائط داد و ستد حسب مذکور وفا ہو جاوین

تو اسکو مغرور ہو کر یہ مال نفع کا ہوا کیونکہ جس شخص سے معاملہ ہوا ہو وہ اپنے عہد کو
پورا کریگا مثلاً اگر ایک شخص بیع سلم کرے اور موجود چیز غائب کے بدلے دے ڈالے
اور اسکی تلاش مین سرگرم ہو تو اگر عاقد یعنے معاملہ کرنے والا معتبر اور وعدے کا
سچا اور دینے پر قادر ہے تو بیشک اسکو مال مطلوب دیگا اسی طرح یہ معاملہ خدا تعالی کے
ساتھ ہے جسمین سب صفات مذکور بدرجۂ کمال موجود ہین پس اس معاملہ کے نافع ہونے مین
کیا شک ہے - اور جو شخص کہ دنیا کو اپنے پاس رکھے اسکا زہد کبھی نہین درست ہوگا
شعر آنکس کہ درم گرفت و دینار بدست زاہد نشود و گر بدست آرد دگر واللہ تعالی نے
برادران یوسف علیہ السلام کی صفت زہد بیان مین کے باب مین ذکر نہین فرمائی
ہر چند دونون کے لیے کہتے تھے کہ یوسف اور اسکا بھائی ہمارے باپ کے
نزدیک ہمسے بہتر ہین اور انکو بھی مثل یوسف علیہ السلام کے جدا کرنا چاہتے تھے
حتے کہ ایک کی سفارش کے باعث رہنے دیا اسی جہت سے انکے باب مین زاہد نہ کہلائے
اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے نکالنے کا قصہ کیا تھا جب ہی وصف زہد سے
خداے تعالے نے انکو موصوف نکیا بلکہ جب دے چکے اور بیچ ڈالا تو زاہد فرمایا اس سے
معلوم ہوا کہ رہنے دنیا علامت رغبت کی ہے اور پاس سے نکال دینا علامت زہد کی
ہے اگر تم اپنے قبضہ مین سے دنیا کچھ تو نکال دو اور کچھ باقی رکھو تو زاہد اسی قدر مین ہوگے
جسکو قبضے مین سے نکال دیا زاہد مطلق نہین کہلاؤگے اور اگر تمھارے پاس کچھ مال ہی نہو
اور دنیا موافق نہو تو یہہ تمسے زہد ہونا ممکن نہین کیونکہ جس چیز پر تمکو قدرت ہی نہین
اسکے چھوڑنے کے کیا معنے - اور اگر شیطان تمکو فریب دے اور یہ سوجھا دے کہ
دنیا گو تمھارے پاس نہین آتی تم اسمین زاہد ہو تو تمکو نہین چاہیے کہ اسکے جال مین
آؤ اور اپنے آپ کو زاہد سمجھو بدون اسکے کہ اعتماد قوی اور عہد مضبوط خدا تعالی کی
طرف سے رکھتے ہو اسلیے کہ جب تک تم قدرت کے وقت کو امتحان نکروگے تب تک
کیسے اعتبار کروگے کہ ہم ترک پر قادر ہین بہت آدمی ایسے ہین کہ اپنے گمان مین گناہ کو
برا جانتے ہین جب تک کہ اسپر دسترس نہین ہوتی مگر جب اس گناہ کے لوازم
انکو میسر ہوجاتے ہین اور کوئی روک ٹوک یا خوف لوگون کا نہین ہوتا تو اسمین مبتلا
ہو جاتے ہین پس جب نفس کے مغالطے کا حال ایسا ہو میں یہ ہو تو اکثر بیان تا

یہ وعدہ کرے اُسپر کیسے اعتبار کرلوگے - اور نفس کا عہد غلیظ اس طرح ہو کہ تم اُسکا امتحان چند بار قدرت کے وقت کرو اور جب اپنے وعدے کو ہمیشہ پورا کرے حالانکہ کوئی مزاحم اور عذر ظاہری اور باطنی بھی نہو تب کچھ مضائقہ نہین کہ تم نفس پر کسی قدر اعتماد کرو لیکن اُسکے ساتھہ ہی یہ بھی ہو کہ اُسکے بدل جانے سے بھی ڈرتے رہو اسلیے کہ وہ جلدی سے عہد توڑ کر اپنی خواہش طبعی کی طرف رجوع کرجاتا ہو حاصل یہ کہ نفس سے امن جب ہی ہو جب کہ وہ کسی چیز کو ترک کردے اور اس صورت مین بھی امن صرف اُسی متروک چیز کی نسبت کر ہوگا بشرطیکہ باوجود قدرت ترک کیا ہو - ابن ابی لیلے نے ابن شبرمہ رح سے کہا کہ تم اس نورباف زادہ یعنے امام ابوحنیفہ کوفی رح کو دیکھتے ہو کہ جس مسئلہ مین ہم فتوے دیتے ہین اُسکو رد کردیتے ہین اُنھون نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہین کہ وہ ذی بات کے بیٹے ہین یا کیا ہین اتنا جانتا ہون کہ دنیا اُنکے پاس آئی تو وہ اُس سے بھاگے اور ہمسے دنیا بھاگی تو ہمنے اُسکی طلب کی یعنے آپ نے باوجود قدرت کے دنیا مین زہد کیا یہ کتنا فضل ہو اسی طرح زمانۂ فیض نشانۂ جناب رسالتمآب صلعم میں بعض لوگون نے کہا کہ ہم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہین اور اگر ہمکو معلوم ہوتا کہ اُسکی محبت کونسی چیز کرنے سے ہو تو ہم وہی کرتے اُسوقت یہ آیت اُتری وَلَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِکُمْ مَا فَعَلُوْہُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْھُمْ حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجکو فرمایا کہ تو اُن تھوڑون مین سے ہو اور وہ فرماتے ہین کہ مجکو معلوم نہ تھا کہ ہم مین سے کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو دنیا سے محبت رکھتے ہین مگر اس آیت کے اُترنے سے معلوم ہوا مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ اب جاننا چاہیے کہ زہد اسکا نام نہین کہ مال کو ترک کرے اور اُسکو سخاوت اور جوانمردی کی راہ سے خرچ کرڈالے یا بطور دلون کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے دے دے کیونکہ یہ باتین اخلاق عمدہ مین سے ہین اُنکو عبادت مین کچھ دخل نہین زہد اسی کا نام ہو کہ آخرت کی نفاست کے مقابل دنیا کو حقیر جانکر ترک کردے ورنہ ہر ایک قسم ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہو جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اُسکا ترک یا براہ مروت یا سخاوت یا خوش خلقی کے ہوتا ہو زہد نہین ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلون کا مائل ہونا یہ لذات دنیاوی ہین اور مال سے زیادہ لذیذ ہین اور جس طرح کہ مال کو سلم کے طور پر

دنیا اور عوض کی طمع رکھنی زہد نہیں ہے اسی طرح مال کا اس طمع سے دینا کہ نام ہوگا یا لوگ تعریف
کرینگے یا سخاوت مین شہرت ہوگی یا اس خوف سے دینا کہ پاس رکھنے سے
اسکی حفاظت مین محنت و مشقت اٹھانی پڑیگی یا اسکے حاصل کرنے کے لیے بادشاہون کے
یہان اور امرا کے سامنے ذلیل ہونا پڑیگا یہ بھی داخل زہد نہیں بلکہ ایک لذت دنیاوی کو
چھوڑ کر دوسری کا حاصل کرنا ہے زاہد وہی ہے جسکے پاس دنیا بے غل و غش ذلیل ہو کر
آوے اور وہ اس سے لذت لینے پر قادر ہو اس طرح کہ نہ نقصان جاہ کا ہوتا ہو نہ بدنامی
ہوتی ہو نہ اور کسی طرح کا حظ نفسانی فوت ہوتا ہو اور وہ ایسی صورت مین دنیا کو اس
خوف سے چھوڑ دے کہ اسکے ساتھ انس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ماسوا کا محب ہو جاؤنگا
اور خداے تعالی کی محبت مین مشرک بنونگا یا اس طمع سے چھوڑے کہ آخرت کا ثواب اسکے
چھوڑنے سے ملیگا مثلاً دنیا کے شربت اس طمع سے چھوڑے کہ جنت کے شربت ملینگے اور عورتون
اور لونڈیون سے ہمبستر اس وجہ سے نہو کہ جنت مین حور عین سے صحبت رہیگی اور باغون کی
سیر جنت کے باغون اور گلزارون کی توقع پر ترک کرے اور زینت و تکلف جنت کی آرایش
و تجمل کی طمع سے چھوڑ دے یہان کے لذیذ کھانون پر اسوجہ سے لات مارے کہ جنت کے
میوون پر ہاتھ مارے اور اس بات کا تردد نہو کہ وہان کوئی یہ کہیگا اذہبتم طیباتکم فی
حیاتکم الدنیا غرض کہ جمیع ان باتون کو جو جنت مین وعدہ ہے دنیا کی بے غل و غش چیزون پر
ترجیح دے یہ سمجھ کر کہ جو کچھ آخرت مین ہے وہی بہتر و پایدار ہے اور اسکے سوا جتنے ہین
سب معاملات دنیوی فانی اور بیفائدہ ہین

دوسرا بیان زہد کی فضیلت مین

اللہ تعالی فرماتا ہے فخرج علی قومہ فی زینتہ قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا
یا لیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم و قال الذین
اوتوا العلم ویلکم ثواب اللہ خیر لمن امن اس آیت مین زہد کو علما کی طرف
منسوب کیا اور اہل زہد کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہے اور
فرمایا اولئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا اسکی تفسیر مین مفسرین نے
فرمایا کہ جنھون نے دنیا مین زہد کرنے پر صبر کیا وہ مرد ہین اور فرمایا انا جعلنا ما
علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا احسن عملا کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ کون

زیادہ زاہد ہو دنیا میں اسی سے معلوم ہوا کہ زہد کو احسن اعمال فرمایا اور فرمایا مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ اور فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی اور فرمایا اَلَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ یہ وصف کفار کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہ ہے جو موصوف اس صفت کی ضد سے ہو یعنے آخرت کی محبت دنیا پر چاہتا ہو - اور احادیث میں سے جو دنیا کی مذمت میں وارد ہیں وہ بہت ہیں چنانچہ انمیں سے کسی قدر ہم جلد ثالث میں لکھ آئے ہیں کیونکہ محبت دنیا مہلکات میں سے ہے جو اس جلد میں مذکور ہیں اور اب ہم بغض دنیا کی فضیلت لکھتے ہیں جو منجیات میں سے ہے اور وہی مراد زہد سے ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو دنیا ہی کا تردد ہو اللہ تعالی اسکا کام ابتر اور روزی پریشان کر دیتا ہے اور افلاس اسکے پیش نظر کرتا ہے اور اسکو دنیا سے اسی قدر آتا ہے جتنا اسکے لیے لکھا ہوا ہے اور جس شخص کو صرف آخرت کا فکر ہو اللہ تعالے اسکی ہمت مجتمع رکھتا ہے اور اسکی معیشت کو محفوظ رکھتا ہے اور توانگری اسکے دل میں ڈالتا ہے اور اسکے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہے اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسکو سکوت اور دنیا میں زہد ملا ہے تو اس سے قریب ہوا کرو اسلیے کہ وہ سکھلایا جاتا ہے حکمت کو - اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص چالیس روز دنیا میں زہد کرے خداے تعالی اسکے دل میں چشمے حکمت کے جاری فرماتا ہے اور وہی اسکی زبان سے نکلواتا ہے اور بعض اصحاب رضہ سے روایت ہے کہ ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کونسا آدمی بہتر ہے آپ نے فرمایا کُلُّ مُؤْمِنٍ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ ہمنے عرض کیا کہ مخموم القلب کسکو کہتے ہیں آپ نے فرمایا وہ پرہیزگار اور صاف آدمی ہے جسمین نہ خیانت ہو نہ کھوٹا پن نہ سرکشی ہو نہ حسد ہمنے عرض کیا کہ اسکے بعد کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ اَلَّذِیْ یَشْنَاُ الدُّنْیَا وَیُحِبُّ الْاٰخِرَةَ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ برا آدمی وہ ہے جو دنیا کو دوست رکھے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اِنْ اَرَدْتَ اَنْ یُّحِبَّكَ اللّٰهُ فَازْهَدْ فِی الدُّنْیَا اسمین زہد کو سبب محبت فرمایا اور جسکو خداے تعالی دوست رکھتا ہو وہ اعلے درجات میں پہونچتا ہے اسلیے ضرور ہوا کہ دنیا میں زہد کرنا افضل

ف: جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی بڑھا دیں ہم اسکو اسکی کھیتی اور جو کوئی ہو چاہتا دنیا کی کھیتی اسکو دیں ہم کچھ اسمین سے اور اسکو نہیں آخرت میں کچھ حصہ ۱۲

ف: اور نہ پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جو برتنے کو دی ہمنے ان بھانت بھانت کے لوگوں کو رونق دنیا کی جانچنے کو انکو اور تیرے رب کی دی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی ۱۲

ف: جو پسند کرتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے ۱۲

مقامات مین سے ہو اور اسکا مفہوم بھی یہی ہو کہ دنیا سے دوستی کرنے والا خدا کے بغض مین
مبتلا ہوتا ہو اور ایک حدیث مین جو اہل بیت سے مروی ہو یہ ارشاد ہو کہ الزھد والورع
یجولان فی القلب فان صادفا قلبا فیہ الایمان والحیاء اقاما فیہ والا رحلا اور جب کہ
حضرت حارثہ رضہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین یقینا
ایماندار ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہو انھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنے
نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا اُسکے ڈھیلے اور پتھر اور سونا میرے نزدیک برابر ہین گویا مین جنت
اور دوزخ مین ہون اور گویا مین اپنے رب کے عرش کے پاس کھلا ہوا ہون آپ نے
فرمایا کہ تو نے پہچانا اسی پر رہنا پھر فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہو کہ اللہ تعالے نے اُسکا دل ایمان سے
روشن کیا ہو۔ پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت حارثہ نے اظہار حقیقت ایمان کو زہد ہی سے
شروع کیا اور پھر اُسکو یقین سے متصل کیا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اُنکو صاف بتلایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہو کہ اللہ تعالی نے اُسکا دل ایمان سے منور کیا
اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت مین فَمَن یُرِدِ اللہُ اَن یَّھدِیَہٗ یَشرَح
صَدرَہٗ لِلاِسلَامِ پوچھا کہ یہ شرح کیسی ہو آپ نے فرمایا کہ نور جب دل مین داخل ہوتا ہو تو
اُسکے لیے سینہ کھل جاتا ہو لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان ہو آپ نے فرمایا کہ ہان
پہچان یہ ہو کہ دار فانی یا بدار سے علیحدہ رہنا اور دار خلود کی طرف رجوع کرنا اور موت سے پیشتر
اُسکی تیاری کرنی۔ تو دیکھو کیسے آپ نے زہد کو شرط اسلام فرمایا یعنے علامت اسکی دنیا سے
علیحدگی اور آخرت کی رغبت کو ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالے
سے جتنا حق شرمانے کا ہو شرماؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالی سے شرماتے تو ہین آپ نے
فرمایا کہ ایسا نہین اسلیے کہ مکان بناتے ہو جسمین نہین رہتے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہین
کھاتے اس حدیث شریف مین بیان فرمایا کہ یہ دونون باتین خداے تعالی سے حیا کرنے کے
خلاف ہین اور جب کسی جگہ کے لوگ قاصد آپ کی خدمت مین آئے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہین
آپ نے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہو انھون نے عرض کیا کہ صبر کرنا مصیبت کے
وقت اور شکر کرنا فراخی عیش کی حالت مین اور حکم الٰہی پر راضی رہنا اور دشمنون پر جب مصیبت
آوے تو ہم اسپر شماتت نہ کرنا آپ نے فرمایا کہ اگر تم واقع مین ایسے ہی ہو تو جو کھانا نہین جسکو
مت کھایا کرنا اور جسمین نہ رہنا ہو مسکن مت بنانا اور جس چیز کو چھوڑ جاؤ اسکی رغبت نہ کرنا تقوی

اس حدیث مین زہد کو اُنکے ایمان کا تتمہ فرمایا - اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہیگا اس طرح کہ اسمین
دوسری چیز نہ ملادے تو اُسکے لیے جنت واجب ہے حضرت علی رض نے اُٹھکر عرض کیا کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ دوسری چیز نہ ملانے سے کیا غرض ہے اسکی صفت یا تفسیر
فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اُسکی پیروی کے لیے اسکو دوست رکھنا اور بعض
لوگ ایسے ہین کہ قول تو رسولون کے سے کہتے ہین اور کام حکام ظالم کے سے کرتے ہین تو
جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے اور ان امور مین سے اُسمین کچھ نہو تو اُسکے لیے جنت واجب ہے اور
ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت یقین مین سے ہے اور یقین والا دوزخ مین نہ جاویگا اور بخل
شک مین سے ہے اور جسنے شک کیا وہ جنت مین نہ جاویگا اور یہ بھی ایک حدیث مین وارد ہے
کہ سخی اللہ تعالی سے قریب ہے لوگون سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ تعالی
اور مخلوق سے دور ہے دوزخ سے قریب ہے اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہے اور سخاوت زہد کا
ثمرہ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہ مثمر کی صفت کرنی ہے - اور حضرت ابن سبیا ع
حضرت ابوذر رض سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اللہ تعالی اسکے دل مین
حکمت داخل کرتا ہے پھر اُسکی زبان سے حکمت ہی بلواتا ہے اور اسکو دنیا کا مرض اور اُسکی دوا
دونون بتلا دیتا ہے اور اُسکو دنیا مین سے دار السلام کی طرف سلامت نکالتا ہے - اور روایت ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رض کے ساتھ ایسی اُونٹنیون پر گذرے کہ وہ بہت
دودھ دیتی تھین اور حاملہ تھین اور ایسی اُونٹنیون کو عرب کے لوگ بہت محبوب اور
نفیس مال جانتے تھے کیونکہ اُنسے سب طرح کے فائدے تھے کہ بار برداری اور گوشت اور
دودھ اور اُنکے لیے مفید تھین اور اسی وجہ سے کہ اس مال کی عظمت اُنکے دلون مین تھی
کلام مجید مین ارشاد فرمایا وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ غرض کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اُن اونٹنیون کی طرف سے مُنھ پھیر لیا اور اپنی آنکھین بند کر لین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم لوگون کا بڑا عمدہ مال ہے اسکو آپ کیون نہین دیکھتے آپ نے فرمایا
کہ اللہ تعالے نے مجکو منع فرمایا ہے پھر یہ آیت پڑھی وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا
مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ اور مسروق رح حضرت عائشہ رض سے
روایت کرتے ہین کہ وہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

عرض کیا کہ آپ خداے تعالیٰ سے غذا طلب کیون نہین فرماتے کہ آپ کو کھانا کھلاوے اور آپ کی
بھوک کی حالت دیکھ کر مین رو پڑی آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے مین
میری جان ہے اگر مین اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلین تو
اللہ تعالیٰ اُنکو جہان مین چاہتا زمین پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن مین نے دنیا کی بھوک کو
سیری پر اور یہان کے فقر کو غنا پر اور یہان کے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا اے عائشہ دنیا محمد
اور آل محمد کو مناسب نہین اے عائشہ اللہ تعالیٰ نے رسولون مین سے اولو العزم رسولون کے
لیے یہی پسند کیا کہ دنیا کی بُرائی پر صبر کرین اور اُسکی محبوب چیز سے رُکے رہین پھر میرے لیے
یہ پسند کیا کہ جس بات کا اُنکو حکم کیا وہی میرے لیے پسند فرمایا جیسا کہ کلام مجید مین ارشاد ہے
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ قسم بخدا مین اُسکے فرمانبرداری سے مفر نہین پکڑتا اور
جیسا اُنھون نے صبر کیا ویسا ہی مین بھی اپنے حتی الوسع کرونگا اور بدون خدا کی توفیق کے
قوت بھی اس کام کی نہین - اور حضرت عمر رض کے حال مین کہتے ہین کہ جب آپ کے وقت مین بہت
سی فتحین ہوئین تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ ام المومنین رض نے آپ کی خدمت مین عرض کیا
کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپ کے پاس آیا کرین تو آپ نرم و باریک کپڑے پہنا کیجیے
اور کچھ کھانے کے واسطے فرما دیا کیجیے کہ آپ بھی کھاوین اور دوسرون کو بھی کھلاوین حضرت
عمر رض نے فرمایا کہ اے حفصہ تمکو معلوم ہے کہ مرد کا حال اُسکی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے اُنھون نے
عرض کیا کہ درست و بجا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تمسے بقسم پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو معلوم ہے
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپ نے اور اُنکے گھر والون نے
دن کا کھانا شکم سیر ہو کر نہ کھایا مگر کہ رات کو بھوکے رہے اگر رات کو کھایا تو دن کو بھوکے
رہے اور تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اتنے برسون پیغمبر تھے مگر خرمے بھی
کبھی اُنھون نے یا اُنکے گھر والون نے شکم سیر نہ کھائے یہان تک کہ اللہ تعالیٰ نے خیبر کو
مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے
دسترخوان بچھایا کہ وہ کچھ اونچا تھا - یہ امر آپ کو ناگوار ہوا حتی کہ چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا
پھر آپ نے اُس دسترخوان کو اُٹھوا دیا اور کھانا اُس سے کچھ نیچے خواہ زمین پر رکھا گیا
اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک کمل کو دوتہ کر کے اُسپر سویا کرتے تھے
ایک رات کسی نے اُسکو چارتہ کر دیا آپ نے اُسپر خواب استراحت فرمائی جب آپ جاگے تو

ارشاد فرمایا کہ تمنے مجھے رات کے جاگنے سے روک دیا اس سے کمل کی بدستور دوتہ کر کے بچھایا کرو

اور تمھین معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کے واسطے اُتارتے

اور دھو کر پھیلاتے اتنے مین حضرت بلال رضہ آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپکے پاس دوسرا کپڑا

نہین ہوتا تھا کہ اُسکو پہن کر نماز کے واسطے نکلتے جب وہی کپڑے سوکھتے تو اُنکو پہن کر نکلتے

اور تمکو معلوم ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عورت نے بنی ظفر مین سے دو چادرین

ایک تہمد اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور اُنمین سے ایک اول بھیجدی تھی کہ دوسری جب تک

تیار نہ تھی آپ اُسی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوئے نماز کو نکلے اور دوسرا کپڑا بدن پر کوئی نہ تھا

اُسی کے دونون کنارون کی گردن کے پاس گرہ لگالی تھی اور اسی طرح نماز پڑھی غرض حضرت

عمر رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہ رضہ رونے لگین

اور خود بھی روئے اور ایسی ڈھاڑ ماری کہ لوگون کو معلوم ہوا کہ آپ کی جان نکل جاویگی اور بعض

روایات مین حضرت عمر رضہ کا قول اتنا اور زیادہ آیا ہی کہ آپ نے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر

چلے اب مین اگر اُنکے طریق کے سوا چلونگا تو مجھے دوسراہی براہ طرح کرایا جاویگا اور مین بخدا اُنھین کی

زندگی پر صبر کرونگا تاکہ اُن دونون کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤن اور حضرت ابو سعید خدری

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے انبیا فقر مین

مبتلا کیے جاتے تھے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے اور پھر جوؤن سے اُنکا امتحان ہوتا تھا کہ

اتنی جوئین ہوجاتی تھین کہ قریب تھا کہ اُنکو مار ڈالین مگر یہ حالت اُن لوگون کو زیادہ محبوب تھی

بہ نسبت اسکے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام مدین کے پانی پر پہونچتے تو ساگ کی

سبزی اُنکی لاغری کی جہت سے پیٹ مین سے معلوم ہوتی تھی۔ غرض کہ اللہ تعالے کے

انبیا اور رسول جو خلق کی نسبت خداے تعالی کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے

زیادہ واقف تھے اُنکا زہد مین یہ حال تھا۔ اور حضرت عمر رضہ سے ایک حدیث مین وارد ہی

کہ جب یہ آیت اُتری وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہی دنیا کی اور خرابی ہی دینار و درم یعنے روپیہ

اشرفی کی حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو خداے تعالی نے

سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع کر دیا اب ہم کون سی چیز جمع کرین آپ نے فرمایا کہ تمکو

بزار بروایت ابو درداء
ابن ماجہ بروایت عبادہ بن صامت بسند ضعیف

یہ باتین حاصل کرنی چاہیئین زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیکبخت کہ خاوند کو امر آخرت پر اُسکی مدد کرے اور حضرت حذیفہ رض سے یہ حدیث مروی ہی مَنْ اٰثَرَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ بِثَلَاثٍ هَمًّا لَا يُفَارِقُ قَلْبَهُ اَبَدًا وَ فَقْرًا لَا يَسْتَغْنِيْ اَبَدًا اَحِرْصًا لَا يَشْبَعُ اَبَدًا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ ایمان کامل نہین ہوتا جب تک کہ غیر مشہور ہونا مشہور ہونے کی نسبت کہ محبوب نہو اور جب تک کہ شی کی قلت کثرت کی نسبت کہ پسند نہو اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پل ہی اُسپر سے اُتر جاؤ اُسپر عمارت مت بناؤ اُنسے لوگون نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دین تو ہم ایک گھر بناوین جسمین اللہ تعالی کی عبادت کرین آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ اُنھون نے عرض کیا کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہر گی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے ساتھ کیسے بنیگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میرے پروردگار نے مجھپر معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو تو سارے سنگستان مکہ کو تمھارے لیے سونا کردیا جاوے مین نے عرض کیا کہ الٰہی مجکو منظور نہین بلکہ مین ایک روز بھوکا رہون اور ایک روز شکم سیر ہون تاکہ جس روز مین بھوکا رہون تو تیری درگاہ مین تضرع اور دعا کرون اور جس دن مین شکم سیر ہون اُسمین تیری حمد و ثنا کرون اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ صفا پر چڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل قسم ہی اُس ذات کی جسنے تمکو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ شام کو آل محمد کے نہ مٹھی ستو کی ہوئی نہ آٹے کی یہ کلام آپ کہتے نپائے تھے کہ ایک دفعہ ہی آسمان سے ایک کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونے کا ہوا حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ نہین بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہین کہ جب آپ کے کلام سنے تو نیچے اُترے ہین حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت اقدس مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالی نے جو کچھ تمنے کہا تھا وہ سُنا اب مجکو زمین کی کنجیان لیکر بھیجا ہی اور حکم کیا ہی کہ آپ سے عرض کرون کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑون کو زمرد اور یاقوت اور سونے چاندی کا کرکے تمھارے ساتھ پھرون اور اگر چاہو تو پیغمبر اور بادشاہ ہو چاہو نبی اور بندہ ہو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ اللہ کے واسطے تواضع کیجیے آپ نے تین بار فرمایا کہ مین رسول اور بندہ رہونگا - اور ایک حدیث مین ہے کہ جب

اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہو تو اُسکو دنیا مین زاہد کر دیتا ہو اور آخرت کا راغب
اور اپنے عیبون کا بینا بنا دیتا ہو - اور ایک شخص کو آپ ؐ نے فرمایا کہ دنیا مین زہد کر خدائے
تعالیٰ تجکو محبوب جانیگا اور لوگون کے ہاتھ کی چیزون مین زہد کر کہ لوگ تجکو محبوب جانینگے
اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ ؑ مَنْ اَرَادَ اَنْ یُؤْتِیَهُ اللّٰهُ عِلْمًا بِغَیْرِ تَعَلُّمٍ وَهُدًے
بِغَیْرِ هِدَایَةٍ فَلْیَزْهَدْ فِی الدُّنْیَا اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا کہ ؐ مَنِ اشْتَاقَ
اِلَی الْجَنَّةِ سَارَعَ اِلَی الْخَیْرَاتِ وَمَنْ خَافَ مِنَ النَّارِ لَهَا عَنِ الشَّهَوَاتِ وَمَنْ تَرَقَّبَ
الْمَوْتَ تَرَكَ اللَّذَّاتِ وَمَنْ زَهَدَ فِی الدُّنْیَا هَانَتْ عَلَیْهِ الْمُصِیْبَاتُ اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہو کہ چار چیزین ایسی ہین کہ بدون
مشقت نہین ملتین اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہو دوم تواضع سوم کثرت ذکر
چہارم شے کی قلت - اور از انجا کہ انبیا علیہم السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے کے ہی لیے
مبعوث ہوے تھے کہ اُس سے پھیر کر متوجہ آخرت کر دین اور اُنھون نے جو خلق سے کلام کیے
تو اکثر کلام متضمن دنیا کی بُرائی اور اُسکی محبت کی مذمت پر تھی اس جہت سے بغض دنیا کے سب
احادیث کا بیان کرنا غیر ممکن ہو مگر جو کچھ بیان کیا گیا اُسی قدر کافی ہو - اور آثار بھی اس باب مین
بہت ہین چنانچہ روایت ہو کہ لا الٰہ الا اللہ ہمیشہ بندون کی طرف سے خدائے تعالیٰ کے
غصے کو ٹالتا رہتا ہو جب تک کہ بندے وہ چیز نہ مانگین جو اُنکی دنیا مین سے کم ہو گئی ہو اور
ایک روایت مین یہ ہو کہ جب تک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دین اور اگر
ایسا کرینگے اور پھر کہینگے لا الٰہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ فرما دیگا کہ تم جھوٹے ہو اس کلمہ کے کہنے مین
سچے نہین ہو - اور بعض صحابہ رض سے روایت ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ ہمنے سب اعمال کو
کیا مگر امر آخرت کے باب مین دنیا کے زہد سے بڑھ کر کوئی عمل نہ پایا اور بعضے صحابہ رض نے
ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحاب رض کی نسبت زیادہ کرتے ہو حالانکہ وہ
تمسے بہتر تھے کسی نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہو اُنھون نے فرمایا کہ وہ تمھاری نسبت کر
دنیا مین زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمر رض کا قول ہو کہ دنیا مین زہد کرنا دل اور بدن کی
راحت ہو اور بلال بن سعد رح فرماتے ہین کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہو کہ خدائے تعالیٰ ہمکو
دنیا مین زہد کرنے کو فرماتا ہو اور ہم اُسمین رغبت کرتے ہین اور ایک شخص نے حضرت
سفیان ثوری رح سے عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہو کہ کسی عالم زاہد کو دیکھون آپ نے فرمایا

غصہ کرنے والا ہے اور غصّے والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے تو عجب کرتا ہے اور عجب عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ جس شخص کا دل زاہد ہے اُسکی دو رکعتین اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والون کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہین۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جو چیزین خدا سے تعالےٰ نے ہمسے پھیر دین اور ہمکو نہین دین اُنمین اُسکا انعام ہمارے اوپر زیادہ ہے بہ نسبت اُن اشیا کے جو ہمکو دی ہین اور گویا اسمین اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَحْمِی عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْیَا وَهُوَ یُحِبُّہٗ کَمَا تَحْمُوْنَ مَرِیْضَکُمُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تَخَافُوْنَ عَلَیْہِ پس اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگون کا سلوک کھانے کے نہ دینے مین جسکا انجام صحت ہے دینے کی نسبت کہ زیادہ ہے جسکا ثمرہ مرض ہے اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا دار فانی ہے نہ باقی اور خانہ مصیبت ہے نہ خانہ راحت جو اُسکو پہچان لیتا ہے وہ اُسکی وسعت پر خوش نہین ہوتا نہ تنگی پر رنج کرے اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ کسی عابد کا عمل خالص نہین ہوتا جب تک چار چیزون سے فارغ نہو بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مین نے ایسے لوگون کو دیکھا ہے اور ایسون کے ساتھ رہا ہون کہ دنیا کی کسی بات سے خوش نہوتے تھے کوئی شَے اُنپر آوے اور نہ کسی چیز پر رنج کرتے تھے جو چلی جاوے اور دنیا اُنکے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے بعضے پچاس برس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے اس طرح کہ کبھی اُنکا کپڑا تہ ہوا نہ اُنکے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھا اور نہ اپنے گھر مین کبھی کھانے کو کہا جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے سجدے کرتے آنسو رخسارون پر بہاتے اللہ تعالیٰ سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب نیکی کرتے تو اُسکے شکر مین مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اُسکے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے مگر بخدا اگر گناہون سے نہین بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمت الٰہی کے ساحل نجات پر پہونچے۔

تیسرا بیان درجات زہد کے ذکر مین اسمین چار تقسیمین ہین ایک خود زہد کی دوسری جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہے تیسری جس چیز سے زہد کرتے ہین چوتھی احکام زہد کی پس تقسیم اول تو یہ ہے کہ زہد فی نفسہ بحسب تفاوت اپنی قوت کے

تین درجے رکھتا ہی اول درجہ جو سب مین نیچے ہی یہ ہی کہ زہد دنیا مین کرے مگر دنیا کی خواہش بھی ہی اور دل کو میل اور نفس کو التفات دنیا کی طرف ہو مگر زاہد بہ تکلف اور مجاہدہ سے اُسکو روکتا ہی ایسے شخص کو متزہد کہتے ہین اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہی ایسے شخص کے حق مین جو درجۂ زہد پر پہونچے اپنی کوشش اور عمل سے پہونچے ایسا شخص اول اپنے نفس کو گلاتا ہی پھر تھیلی کو اور زاہد اول تھیلی کو گلاتا ہی پھر نفس کو طاعات مین پگھلاتا ہی نہ یہ کہ جو چیز جدا ہو گئی اُسکے فراق کے صبر مین نفس کو گلا دے اور متزہد خطرے مین ہی کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ اُسکا نفس غالب ہو جاتا ہی اور شہوت اُسکو کھینچتی ہی تو دنیا کی طرف اور اُس سے آرام لینے کی طرف عود کرتا ہی خواہ تھوڑی چیز مین ہو یا بہت مین۔ دوسرا درجہ یہ ہی کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑ دے باین وجہ کہ جس چیز کی طمع کی ہی اُسکی نسبت دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی ایک درم کو دو درم کی طمع مین جانے دے کہ اُسکو اُس درم کے جانے کا رنج نہین ہوتا گو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہی لیکن یہ زاہد اپنے زہد کو سمجھتا ہی اور اُسکی طرف التفات کرتا ہی جیسے بیچنے والا اپنی چیز کو دے کر جانتا ہی کہ مین نے ایسی چیز دے کر عوض لیا اسی لحاظ سے اس طرح کا زاہد اپنے نفس پر بہ سکتا ہی کہ عجب کرے یا زہد پر عجب کرے اور جانے کہ ہمنے ایک ایسی چیز چھوڑ دی جسکی کچھ قدر تھی اور اُسکے عوض اُس سے زیادہ قدر کی چیز اختیار کی بہر حال یہ درجہ بھی نقصان کا ہی تیسرا درجہ جو سب سے بڑا کر ہی یہ ہی کہ زہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد مین بھی زہد کرے یعنی اُسکو کچھ نہ سمجھے اس لحاظ سے کہ دنیا کو محض ناچیز جانے جیسے کوئی ٹھیکری دے اور موتی لے لے تو اُسکو معاوضہ نہ جانیگا اور یہ نہ سمجھیگا کہ مین نے یہ موتی کچھ دے کر لیا ہی اور نہ اُس ٹھیکری کا کبھی خیال کریگا اور دنیا کو اگر بلحاظ خدا ے تعالیٰ اور عیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت ادنی اور خسیس ہی وہ اُس سے بھی زیادہ خسیس ہی پس زہد کا کمال اس درجہ مین ہی اور سبب اس زہد کا کمال معرفت ہی اور اس طرح کا زاہد خطر سے بےخوف ہوتا ہی یعنی اسکو خوف دنیا کی طرف التفات کا نہین جیسے موتی لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہین آتا اور یہ دل مین چاہتا کہ اس معاملے کو فسخ کر کے اپنی چیز واپس لے لون حضرت ابو یزید بسطامی رح نے ابو موسیٰ عبدالرحیم سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کر رہے تھے اُنھون نے کہا کہ زہد کا پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے اُنھون نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ مین جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہوگی دنیا تو

تاچیز ہی زہد اُسمین کیا ہوگا۔ اور جو شخص کہ دُنیا کو آخرت کے لیے چھوڑ دے اُسکی مثال اہل معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جنکو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہی ایسی ہی جیسے کوئی شخص بادشاہی دربار مین جانا چاہے اور دروازے پر ایک کُتّا کھڑا ہو کہ وہ اُسکو نہ جانے دے اور یہ اُسکے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینک دے وہ کُتّا اُسکے شغل مین لگے اور یہ دروازے مین گھس جاوے اور بادشاہی تقرب حاصل کرکے تمام سلطنت کا کاروبار اُسکے سپرد ہوجاوے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے عوض اپنا کچھ احسان بادشاہ پر جانیگا اور کہیگا کہ ہمنے بھی دروازے کے کتے کو ایک لقمہ دے دیا ہی اسی طرح شیطان خدا ے تعالیٰ کے دروازے پر کا کُتّا ہی کہ لوگون کو اندر نہین جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ کھلا ہوا ہی اور پردہ اُٹھا ہوا اور دنیا ایک لقمہ کی طرح ہی کہ اگر اُسکو کھاؤ تو لذت صرف چابنے کے وقت ہوتی ہی اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہی پھر اُسکا بوجھ معدے مین رہتا ہی اور نوبت بدبو اور نجاست ہوجانے کی پہونچتی ہی پھر حاجت اُس بوجھ کے نکالنے کی پڑتی ہی پس جو شخص ایسی چیز کو اسلیے چھوڑے کہ سلطنت ملے اُسکو اس دنیا کا کیا خیال ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنی جو کچھ ایک شخص کو ملتی ہی گو اُسکی حیات سو برس کی ہو آخرت کی نعمت کی طرف اُس سے بھی کم ہی جو لقمہ کو ہی سلطنت کی طرف اسلیے کہ متناہی چیز کو بے نہایت چیز کی طرف کچھ نسبت نہین اور دنیا اگر بالفرض ہزار برس زیست ہو اور بے غل و غش ملے جب بھی متناہی رہیگی اور عیش جاودانی آخرت سے اُسکو کچھ نسبت نہوگی اور جبکہ مدت عمر بھی کم اور لذت بھی خالی از کدورت نہین تو پھر بھلا اُسکو آخرت سے کیا نسبت حاصل یہ کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہی جب جس چیز مین زہد کیا ہی اُسکی طرف التفات کرے اور اُسکی طرف جب التفات کریگا جب اُسکو کوئی چیز قابل قدر و قیمت جانیگا اور اُسکا قدر و قیمت کے قابل جاننا نقصان معرفت سے ہوا کرتا ہی اسلیے سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا یہ ہین درجات زہد کے اور انہین سے پھر ہر ایک درجے کے بہت سے درجات ہین مثلاً متزہد آدمی جو صبر دنیا پر کرتا ہی تو بعضے صبر مین مشقت زیادہ ہوتی ہی اور بعض مین کم تو اسی مشقت کی کمی بیشی پر اُس درجے مین بھی اختلاف و تفاوت ہوگا اسی طرح جو شخص اپنے زہد سے عجب کرتا ہی جس قدر اُسکو التفات اپنے زہد کی طرف ہوگا اُسی کے بموجب اُسکے درجے مین اختلاف ہوگا۔ دوسری تقسیم زہد کی

باعتبار اُس چیز کے جسکی رغبت سے زہد کرتے ہین پس اسکے بھی تین درجے ہین سب سے نیچے کا درجہ یہ ہی کہ مرغوب فیہ آگ دوزخ اور تمام تکلیفات مثل عذاب قبر او رمناقشہ حساب اور پل صراط کے خطرے اور سب اہوال سے نجات پانا یعنے جن اہوال کا ذکر احادیث مین ہو مثلاً مذکور ہی کہ آدمی حساب مین کھڑا کیا جاویگا ایسی طرح کہ اگر سو اونٹ پیاسے اُسکے پسینے سے پانی پیوین توسب کا پیٹ بھر جاوے تو ایسے اہوال سے نجات پانے کی رغبت زہد ہی اور یہ زہد خوف کرنے والون کے لیے ہوتا ہی اور وہ لوگ گویا نیست ہونے پر راضی ہوجاوین اگر نیست کر دیے جاوین کیونکہ تکلیف سے چھوٹنا بجز نیستی کے حاصل ہوجاتا ہی دوسرے یہ کہ زہد سے رغبت خداے تعالی کے ثواب اور انعام اور لذتون کی جنکا وعدہ جنت مین ہو مثل حور اور قصور وغیرہ کے ہو یہ زہد رجا والون کا ہوتا ہی کیونکہ ان لوگون نے جو دنیا کو چھوڑا انھون اسلیے نہین کہ نیستی پر قناعت کرکے رنج سے چھٹی پاوین بلکہ طمع وجود دائمی اور دولت سرمدی کی کی جسکی کچھ انتہا نہین تیسرا درجہ جو سب مین اعلی ہی یہ ہی کہ رغبت سوا خدا اور دیدار خدا کے اور کچھ نہو نہ دل کو التفات تکلیفات کی طرف ہو کہ اُس سے نجات چاہے نہ توجہ لذات کی طرف ہو کہ اُنکا حصول منظور ہو بلکہ ہمہ تن مستغرق خداے تعالی مین ہو اور حسب حال اُسکا یہ شعر گویا ہو شعر

یکے خواہ و یکے خوان و یکے جوے	یکے بین و یکے دان و یکے گوے

موحد حقیقی وہی ہی جو خداے تعالی کے سوا اور کسی کی طلب نہ کرے کیونکہ خداے تعالے کے سوا دوسرے کی طلب کرتا ہی وہ اُسکی پرستش کرتا ہی اور ہر ایک مطلوب معبود ہی اور ہر ایک طالب اپنے مطلب کے لحاظ سے اُسکا بندہ ہی غیر اللہ کی طلب بھی شرک خفی ہو اس قسم کا زہد محبین کا ہی اور وہی لوگ عارف ہین کیونکہ اللہ تعالی سے خاص وہی محبت کرتا ہی جو اُسکو پہچانتا ہی اور جو شخص کہ دینار اور درہم کو جانتا ہو اور اُسکو معلوم ہو کہ دونون ایک ساتھ نہ رکھ سکونگا تو وہ دینار ہی کی محبت کریگا اسی طرح جو شخص خداے تعالی کو پہچانتا ہی اور لذت دیدار کو بھی جانتا ہی اور یہ بھی اُسکو معلوم ہی کہ لذت دیدار الٰہی اور لذت آسایش جنت اور حور و قصور اور دیکھنا وہان کے رنگ ونقش ونگار کا ایک ساتھ ممکن نہین تو وہ صرف لذت دیدار ہی چاہیگا غیر کو ترجیح نہ دیگا شعر

دولت دیدار تیری گر نہو	کیا کرینگے جنت وفردوس کو

اور یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اہل جنت کو دیدار الٰہی کے دیکھنے کے وقت لذت حور وقصور

اور آسائش جنت کی گنجائش دل مین باقی رہیگی بلکہ لذات دیدار کو لذات جنت کی طرف ایسی
نسبت ہو جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام لوگون کے مالک ہونے کو ہو لذت چڑیا پکڑنے
اور اسکے کھیل مین مصروف ہونے کی طرف ہو۔ جو لوگ طالب آسائش جنت ہین وہ اہل معرفت
اور صاحبدلون کے نزدیک ایسے ہین جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑکر چڑیا سے کھیلنے کا
طالب ہو اور یہ امر اس وجہ سے ہوتا ہو کہ وہ لذت سلطنت سے ناواقف ہوتا ہو نہ اس
جہت سے کہ چڑیا سے کھیلنا فی نفسہ سلطنت سے بڑھکر اور لذیذ تر ہو تیسری تقسیم زہد کی
باعتبار اس چیز کے ہو جس سے زہد کرتے ہین اس باب مین اقوال بہت ہین اور غالباً
سو سے زیادہ ہونگے سب کی نقل سے کچھ فائدہ نہین مگر ایک تقریر ایسی لکھتے ہین جو جامع
تفصیلون کی ہو جس سے معلوم ہوجاوے کہ جو کچھ اس باب مین منقول ہو سب خالی قصور سے
نہین کل کا احاطہ کسی مین نہین پس ہم کہتے ہین کہ وہ چیز جس سے زہد ہو وہ یا مجمل ہو یا مفصل
اور مفصل کے لیے بھی چند مراتب ہین کہ بعض مین تفصیل افراد کی زیادہ ہو اور بعض مین مجمل کی
جمعیت بہت ہو اب اجمال درجہ اول مین تو یہ ہو کہ ہر ایک چیز ماسوے اللہ سے زہد
کرنا چاہیئے یہانتک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے درجے کا اجمال یہ ہو
کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہو اُسمین زہد کرے اسمین سب مقتضائے طبیعت کے
مثل شہوت اور غضب اور کبر اور ریاست اور مال اور جاہ وغیرہ آگئے اور تیسرے درجے کا
اجمال یہ ہو کہ مال اور جاہ اور اُنکے لوازم مین زہد کرے کیونکہ تمام حظوظ نفسانی کا مآل
انھین کی طرف آرہتا ہو اور چوتھے درجے کا اجمال یہ ہو کہ علم اور قدرت اور دینار و درم
مین زہد کرے کیونکہ مالون کے اقسام گو کتنے ہی ہون سب دینار و درم مین آجاتے ہین
اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہون وہ علم و قدرت مین شامل ہو اور علم و قدرت سے ہماری
مراد اُس علم و قدرت سے ہو جس سے غرض دلون کا مالک ہونا ہو اسلیے کہ معنی جاہ کے
دلون کا مالک ہونا ہو اور اُنپر قابو پانا جیسے مال کے معنی چیزون کا مالک ہونا اور اُنپر
قدرت پانا ہو پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و بسط
کرتے جاؤ تو کیا عجب ہو کہ یہ چیزین جنسے زہد ہوتا ہو شمار سے زائد ہوجاوین۔ خداوند
کریم نے ایک آیت مین اُنمین سے سات بیان کیے ہین اور فرمایا زُيِّنَ لِلنَّاسِ
حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا پھر دوسری آیت مین انکو پانچ
کر دیا ہو اور فرمایا اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَ
تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ پھر ایک جگہ دو ہی کر دی ہین اور فرمایا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ پھر سب کو ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى
لفظ ہوے ایسا ہی کہ تمام حظوظ نفسانی دنیاوی کو شامل ہی تو چاہیے کہ زہد اُسی مین ہو
اور جب تمکو حال مجمل کرنے اور مفصل کرنے کا معلوم ہوا تو جان لیا ہوگا کہ انمین سے بعض
مخالف بعض کے نہین بلکہ فرق صرف ایک دفعہ شرح کرنے کا اور دوسری بار اجمال کا ہی
حاصل یہ کہ مرید یہ ہی کہ تمام حظوظ نفسانی سے دل اُٹھا لیا جاوے اور جب حظوظ سے دل پر دا مشکل
ہوگی تو دنیا سے بھی ہوگی اور امید و امل بھی کوتاہ ہوگی کیونکہ زندگی اسی لیے مطلوب ہوتی ہی
کہ دنیا سے متمتع ہو اور بقا کا چاہنا اسی تمتع کے واسطے ہی مثلاً کوئی شخص جو ایک چیز کا ارادہ
کرتا ہی اُسکا دوام چاہتا ہی اور زندگی کی محبت کے یہی معنی یہی ہین کہ جو چیز موجود دنیا ممکن
اس زندگی مین ہی اُسکی محبت ہمیشہ کو رہے پس جب اُسی سے دل برداشتہ ہوگا تو زندگی بھی
نہین چاہیگا اور اسی بنا پر جب لوگون پر جہاد فرض ہوا تو کہا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ
لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ
یعنی تم جو باقی رہنا اپنا چاہتے ہو سو دنیا کے فائدے لینے کے لیے ہی اور وہ ایک بہت
تھوڑی چیز ہی اسکے بعد حال زاہدون اور منافقون کا کھل گیا زاہد جو اللہ کی محبت رکھتے تھے
وہ تو اللہ کی راہ مین ایسے لڑے کہ گویا سیسا پلائی ہوئی دیوار ہی اور متوقع دو عمدہ باتون مین سے
ایک کے ہوے اور جب جہاد کے واسطے پکار ہوتی تھی تو انکے مشام جان جنت کی خوشبو سے
معطر ہو جاتی تھی اور جہاد کے واسطے جیسا پیاسا پانی پر گرتا ہی دوڑتے تھے تاکہ دین خدا کی
مدد کرین اور درجہ شہادت لین اور اگر کوئی انمین سے اپنی موت مرتا تھا تو اس درجے کے
نہ ملنے کی حسرت کرتا تھا یہانتک کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب اپنے مرض موت مین بستر پر بحالت
نزع مین ہوے تو فرماتے تھے کہ مین نے بتوقع شہادت اپنی جان بہت لڑائی اور صفون مین کفار کی
گھس گیا مگر وہ درجہ نہ ملا اور آج بڑھیون کی سی موت مرتا ہون جب آپکا انتقال ہوا تو آٹھ سو
زخمون کے داغ بدن پر تھے ایمان مین سچے لوگون کا یہ حال تھا اور منافقین کا یہ حال تھا
کہ موت کے خوف سے جماعت مین سے بھاگ گئے انسے کہا گیا اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ

فَاِنَّہٗ مُلَاقِیْکُمْ ان لوگون نے جو زندہ رہنے کو شہادت پر ترجیح دی تو ادنی چیز اعلی کے بدلے مین
لیا انکا یہ حال ہوا کہ آیت اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ
وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ اور مخلص تو خداے تعالی کے ہاتھ اپنی جان و مال بیچ چکے ہین اس وعدہ پر
کہ انکو جنت ملے جب دیکھینگے کہ بیس یا تیس برس تمتع کا عوض عیش جاودانی ملی تو اسوقت اپنے
معاملہ سے خوش ہونگے - جب تمکو یہ حال معلوم ہوچکا کہ جس چیز سے زہد چاہیے اسکی تفصیل یہ ہے
تو جان لوگے کہ جو کچھ لوگون نے اس باب مین یعنی تعریف زہد مین لکھا ہے انکے اقوال مین صرف
بعض اقسام زہد کی چیزون کے پائے جاتے ہین ہر ایک شخص نے تعریف زہد مین یا تو مخاطب کے
حال کے مناسب کچھ لکھا ہے یا جو بات اپنے نفس پر غالب پائی اسکو بیان فرمادیا ہے مثلاً حضرت
بشر رح فرماتے ہین کہ دنیامین زہد کرنا یہ ہے کہ لوگون مین زہد کرے اس قول مین صرف جاہ کے
زہد کا اشارہ پایا جاتا ہے - اور قاسم جوعی فرماتے ہین کہ زہد دنیا زہد شکم کو کہتے ہین جسقدر
آدمی اپنے پیٹ پر قابو رکھتا ہوگا اسی قدر زہد اسمین ہوگا اسمین اشارہ ایک خواہش کی طرف ہے
اور واقع مین یہ خواہش اور شہوات سے بڑھ کر ہے اور اکثر شہوات کا منشا یہی ہوتی ہے
اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ زہد دنیا سے مراد قناعت ہے اس قول مین اشارہ صرف
مال کے زہد کا ہے اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ امل کے کوتاہ کرنے کا نام ہے
یہ قول جامع تمام شہوات کا ہے کیونکہ جو شخص کسی شہوت کی طرف میل کرتا ہے اپنے جی مین جبتک اسکے
باقی رہنا تجویز کرلیتا ہے اسی لیے اسکی امل مین طول ہوتا ہے اور جسکی امل کوتاہ ہوتی ہے
وہ گویا تمام شہوات سے دل اٹھالیتا ہے - اور حضرت ادلیس رح فرماتے ہین کہ جب زاہد
طلب معاش کے لیے نکلے تو اسکا زہد جاتا رہتا ہے اس سے انکا مقصود تعریف زہد کی
نہین بلکہ توکل کو زہد مین شرط کیا ہے اور یہ بھی انھین کا قول ہے کہ زہد اسکا نام ہے کہ رزق
مضمون کی طلب نہ کرے - اور ارباب حدیث کا قول ہے کہ دنیا کیا ہے کہ راے اور عقل سے
عمل کرنا اور زہد اسکا نام ہے کہ علم کا اتباع کرے اور سنت کی اقتدا لازم کرلے اس قول مین
اگر راے سے راے فاسد اور عقل سے وہ عقل مراد ہے جس سے کہ دنیا مین جاہ طلب
کیا جاتا ہے تو واقع مین یہ قول ٹھیک ہے لیکن اسمین اشارہ یا تو صرف بعض اسباب جاہ کی طرف ہے
یا ایسی شہوات کی طرف جو فضول ہین مثلاً بعض علوم اس طرح کے ہین کہ انسے کچھ فائدہ
نہین اور لوگون نے انکو اتنا طول دیا ہے کہ اگر آدمی تمام عمر ایک ہی علم مین مصروف رہے

تو پورا اگر پاوے تو زاہد کے لیے ضرور ہوا کہ فضول امر سے اول زہد کرے اور حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ زاہد وہ ہے کہ جب کسیکو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھسے بہتر ہے انکا مذہب یہ ہے کہ زہد
تواضع کا نام ہے اور یہ اشارہ ہے جاہ و عجب کے نہونے کا جو بعض اقسام زہد سے ہے اور
بعضون کا قول ہے کہ زہد طلب حلال کو کہتے ہین اور اس قول کو حضرت اویس وغیرہم کے قول
سے کچھہ نسبت نہین کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد طلب کو ترک کر دینے کا نام ہے اور اسمین شک نہین
کہ اونکی مراد طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی۔ اور یوسف بن اسباط رح فرماتے کہ جو شخص
ایذا پر صبر کرے اور شہوات کو چھوڑے اور روٹی وجہ حلال سے کھاوے اوسکو اصل زہد
حاصل ہے اسیطرح اسکے سوا زہد کے باب مین بہت سے اقوال ہین کہ اونکے لکھنے سے کچھہ فائدہ
نہین کیونکہ جو شخص امور کے حقائق لوگون کے قول سے معلوم کرنے چاہے تو قولون مین
اختلاف پاکر حیران رہجاویگا مگر جسکو امر حق ظاہر ہوجاویگا اور اوسکا ادراک اپنے دل کے
مشاہدہ سے کریگا تو پھر سنی ہوئی بات سے کچھہ مستفید نہوگا اسلیے کہ حق بات پر اعتماد کر چکا
اور جس شخص نے کہ اپنے قصور بصیرت سے کچھہ کوتاہی کی اوسپر اطلاع پایگا اور جسنے کمال
معرفت کے ہوتے ہوے جتنی حاجت دیکھی اوسقدر بیان پر اکتفا کی اوسپر بھی واقف
ہوجاویگا۔ اور ان بزرگون نے جو اختصار پر کفایت کی تو اسوجہ سے نہین کہ اونکی بصیرت کچھہ
کم تھی مگر اس سبب سے کہ جو کچھہ اونھون نے فرمایا ہے حاجت ہی کے وقت فرمایا ہے تو جسقدر
حاجت دیکھی اوسیقدر بیان کیا اور چونکہ حاجات مختلف ہوتی ہین اسی جہت سے کلمات
جواب بھی مختلف ہوے۔ اور بعض اوقات سبب کفایت کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ غرض اون
کلمات سے خبر دینا اوس حال کا ہوتا ہے جو بندے مین دائمی ہوتا ہے اور وہ حال بھی خود
بندے کا ایک مقام ہے اور ازانجا کہ ہر ایک بندے کے لیے ایک نیا حال ہوتا ہے
تو جن کلمات سے اوسکی خبر دیجاویگی وہ بھی بلاشک مختلف ہونگے لیکن امر حق واقع مین ایک ہی
ہوگا اوسکا مختلف ہونا ممکن نہین۔ اور سب اقوال مین سے زہد کے باب مین جو جامع اور
درحقیقت کامل ہے گو اوسمین تفصیل نہین قول ابو سلیمان دارانی رح کا ہے کہ وہ فرماتے ہین
کہ زہد کے باب مین ہم نے بہت تقریرین سنین اور ہمارے نزدیک زہد یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالی سے
مانع ہو اوسکو ترک کرے اور ایک قول مین تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے
یا طلب معیشت کے لیے سفر کرے یا حدیث لکھے وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزون کو

زہد کے خلاف کردیا۔ اور ایکبار اونھون نے یہ آیت پڑھی اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ
اور فرمایا کہ قلب سلیم سے وہ دل مراد ہے کہ جسمین خدا کے سوا کچہ نہو اور فرمایا کہ لوگون نے جو
دنیا مین زہد کیا تو اسلیے کہ اونکے دل دنیا کے ترددات سے چھوٹ کر آخرت کے لیے فارغ
ہوجاوین۔ اب زہد کی چوتھی تقسیم کو سننا چاہیے کہ احکام کے لحاظ سے زہد کی تین قسمین ہین
فرض اور نفل اور سلامت اور یہی قول حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا ہے زہد فرض تو حرام مین زہد
کرنا ہے اور نفل حلال مین اور سلامت شبہات مین اور ہمنے تفصیل درجات ورع کے باب
حلال و حرام مین لکھی ہے اور وہ زہد ہی مین سے ہے کیونکہ حضرت مالک بن انس رض سے پوچھا گیا کہ
زہد کیا چیز ہے فرمایا کہ تقوی ہے اور اگر زہد کو بلحاظ خفیہ امور کے چھوڑنیکے دیکھا جاوے تو
کچھ انتہا نہین کیونکہ نفس جن چیزون سے مثل خطرات اور تمام حالات کے خصوصاً ریا ہی جنمین
وغیرہ کہ سوا بڑے علماء کے اور کوئی اونپر واقف نہین ہوتا متمتع ہوتا ہے اونکی کچھ انتہا نہین
تو اونمین زہد کرنے کی بھی انتہا نہین بلکہ امور ظاہر مین بھی درجات زہد کے غیر متناہی ہین
نہایت اعلی درجہ اونمین وہ ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کو حاصل تھا کہ لیٹتے وقت پتھر سر کے
تلے رکھ لیا شیطان نے آپ سے کہا کہ آپنے تو دنیا کو ترک کیا تھا اب یہ کیا ہوا آپ نے فرمایا
کہ تونے کونسی چیز دنیا کی دیکھی اوسنے کہا کہ سر تلے پتھر رکھا کہ سر اونچا رہے اور آسایش ملے
آپنے پتھر سر تلے سے نکالکر پھینکدیا کہ لے اسکو اور دنیا کو دونون کو لیجا۔ اور حضرت یحیی
علیہ السلام کے حال مین ہے کہ آپنے ٹاٹ پہنا یہانتک کہ آپ کی جلد مین اوسکے نشان پڑ گئے
اور نرم لباس کو نہ پہنا کہ جلد کو آسایش ہوگی آپکی مادر شفقت نے فرمایا کہ ٹاٹ کی عوض اونکا
کرتہ پہن لو آپنے ویسا ہی کیا وحی ہوئی کہ اے یحیی ہمارے اوپر دنیا کو پسند کیا آپ رو دیے اور
اوس کرتے کو نکالکر اپنا پہلا ہی لباس پہن لیا۔ اور حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ حضرت
اویس رح ہی کا تھا کہ تنگی سے یہ نوبت پہونچی تھی کہ ایک چٹائی کی تھیلی مین بیٹھ رہتے تھے
اور حضرت عیسی علیہ السلام ایک دیوار کے سایے مین بیٹھ گئے دیوار والے نے اونکو اوٹھا دیا
آپنے فرمایا کہ تونے مجکو نہین اوٹھایا مجکو اوسنے اوٹھایا جسکو میرے لیے سایے مین آسایش
لینا منظور نہوا۔ غرضکہ درجات زہد کے ظاہر اور باطن کے اعتبار سے بیشمار ہین اقل درجہ یہ ہے
کہ ہر شبہہ اور ممنوع چیز مین زہد کرے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ زہد اسیکا نام ہے کہ حلال
مین ہو نہ شبہہ اور ممنوع مین اور شبہہ اور ممنوع چیز مین زہد کرنا تو ہرگز درجات مین سے کسی مین نہین

پھر دیکھا کہ اس زمانے مین حلال باقی نہین رہا اسواسطے اونکے نزدیک زہد غیر ممکن ہے۔
اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب یہ ٹھہرا کہ زہد خدای تعالی کے ماسوا کا ترک کرنا ہے تو کھانے
اور پینے اور لباس اور لوگون کے ملنے اور گفتگو کرنے سے زہد کیسے ہو سکیگا کیونکہ ان امور
مین مشغول ہونا تو ماسوا اللہ مین مشغول ہونا ہے۔ پس اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا سے پھرکر خدای تعالی
کیطرف تمام توجہ سے مشغول ہونے کے یہ معنی ہین کہ خدای تعالی کیطرف تمام دل و محبت
ذکر اور فکر کی رو سے متوجہ ہوا اور یہ بات بدون زندگی کے ممکن نہین اور زندگی بدون ضروریات
نفس کے نہین رہ سکتی پس جب آدمی دنیا سے مہلکات بدن کے دفع پر اکتفا کرے اور اوس
سے غرض عبادت پر بدن سے مدد لینی ہو تو اس حالت سے غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہوگا
اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مقصود کیطرف بدون اوسکے جانا ممکن نہو وہ مقصود ہی مین گنی جاتی ہے
مثلاً کوئی شخص اگر حج مین سواری کو آب و دانہ دیتا ہے تو حج سے روگردان نہوگا مگر چاہیے
کہ بدن خدای تعالی کے راستے مین ایسا ہی ہو جیسے سواری حج کے راستے مین یعنی آسایش
سواری کی مقصود بالذات نہین صرف اتنا مطلب ہے کہ اوس سے مہلکات دور کرتا ہے
تاکہ منزل مقصود پر پہونچانے اسیطرح بدن کا محفوظ رکھنا بھوک پیاس اور گرمی اور سردی
سے جو اوسکے حق مین مہلکات ہین کھانے اور پینے اور لباس اور مسکن سے چاہیے اور
ان چیزون مین سے بقدر ضرورت پر اکتفا کرے اور لذت اور آسایش مقصود نہو بلکہ
اطاعت الٰہی پر قوت منظور ہو تو یہ بات مخالف زہد کے نہین بلکہ شرط زہد کی ہے کہ تمہین
اسکا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر کہو کہ بھوک کے وقت کھانا کھانے مین تو لذت خواہ مخواہ
ہوگی تو یہ لذت مضر نہین بشرطیکہ مقصود لذت حاصل کرنا نہو مثلاً اگر کوئی ٹھنڈا پانی پیوے
تو کبھی اوسکو لذت معلوم ہوتی ہے مگر انجام اوسکا یہی ہے کہ تکلیف پیاس کی دفع ہو جاوے
اور اگر کوئی پاخانہ پھرتا ہے تو اوس سے بھی راحت ہوا کرتی ہے مگر اسکو آدمی مقصود اور
مطلوب نہین سمجھتا اسلیے دلکو اسکی طرف کچھ توجہ نہین ہوتی ایسے ہی بعض اوقات آدمی تہجد کو
اوٹھتا ہے اور اوسوقت کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اچھی معلوم ہوتی ہے یا صبح کو جانورون کی
بولیان خوش معلوم ہوتی ہین لیکن اگر مقصود بالذات نہون تو اوسنے کچھ ضرر نہین وہ مقصود
بالذات اسطرح ہو جاتے ہین کہ کوئی جگہ ایسی ہی تلاش کرے جہان کی ہوا اچھی اچھی ہو اور
جانورون کی آواز بھی ہوتی ہو وغیرہ پس اگر وہان اپنے مقصد کے ایسی جگہ ہاتھ آگئی تو

کچھ حرج نہیں اور خوف کرنے والون مین بعضے لوگ ایسے بھی تھے جنھون نے ایسی جگہ تلاش کی جہان صبح کی ہوا نہ لگے اس خوف سے کہ کہین اوس سے راحت پاکر دلکو انس نہو جاوے کہ اوس سے انس ہونا دنیا کے ساتھ انس ہوتا ہے اور جسقدر غیر خدا سے انس ہوتا ہے اوسیقدر خدا کے ساتھ انس ہونے مین خلل پڑتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت داؤد طائی رح اپنا پانی کھلے گھڑے مین رکھتے اور دھوپ مین سے علیحدہ نہ کرتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پیوے اوسپر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہے تو اسطرح کے خوف احتیاط کرنیوالون کے ہین اور ان سب مین احتیاط کرنی ہوشیاری کی بات ہے کیونکہ اگرچہ اسمین مشقت پڑتی ہے مگر تھوڑے دنون اس سے بچ رہنا ہمیشہ کی لذت کیواسطے اہل معرفت پر کچھ گران نہین جو اپنے نفس کو شرعی سیاست سے دبائے رکھتے ہین اور حبل متین یقین کو پکڑے ہوئے ہین

اور دنیا و دین کے ایک دوسرے کی ضد ہونے کو خوب پہچانتے ہین

چوتھا بیان ضروریات زندگی مین زہد کرنے کی تفصیل مین

جاننا چاہیے کہ آدمی جن چیزون مین ڈوبے ہوئے ہین وہ دو قسم ہین یا تو ضروری یا فضول فضول تو ایسی اشیا جیسے پلے ہوئے گھوڑے کہ اکثر آدمی اونکو آرام سواری کی جہت سے رکھتے ہین حالانکہ پیادہ بھی چل سکتے ہین اور ضروری چیزین ایسی ہین جیسے کھانا اور پینا اور چونکہ ہم تفصیل فضول کی نہین کر سکتے اسلیے کہ وہ بیحد و شمار ہین اور ضروری چیزین البتہ شمار ہو سکتی ہین اور انمین باعتبار مقدار اور جنس اور اوقات کے فضول کو دخل بھی ہے لہذا اونکے باب مین زہد ہونے کی صورت کا لکھنا ضروری ہے اور ضروری چیزین چھہ ہین غذا اور لباس اور مسکن اور اسباب خانہ داری اور اہلخانہ اور مال اور غرض کے حصول کے لیے یعنی ان چیزون مین سے کسیکے ملنے کے لیے جاہ کا ہونا بھی ضروری ہے اور جاہ کے معنی اور اوس سے لوگون کی محبت کی وجہ اور اوس سے بچنے کی کیفیت ہمنے جلد ثالث کے باب ریا مین لکھی ہے اور اب ہم صرف ان چھ ضروری چیزون کے بیان پر اکتفا کرتے ہین ضرورت اول غذا اسمین آدمی کے لیے اوسقدر ضروری ہے جو اوسکو توانا رکھے مگر اوسمین زہد کی تکمیل کے لیے اوسکا کچھہ طول اور عرض کم کرنا چاہیے طول باعتبار تمام عمر کے ہے اسلیے کہ جو شخص ایک دن کا کھانا رکھتا ہے کبھی اوسپر قانع نہین ہوتا اور عرض اوسکا مقدار غذا اور جنس اور وقت مین ہوا کرتا ہے پس طول کو اسطرح گھٹانا چاہیے کہ امل کو کوتاہ کرے

اور کمتر درجہ زہد کا اس باب مین یہ ہے کہ جب شدت کی بھوک اور مرض کا خوف ہو اسوقت بھوک کی
دفع کے مقدار پر کفایت کرے اور جسکا یہ حال ہو وہ جب کچھ پاویگا دن کے کھانے مین سے
رات کے لیے نہین رکھیگا یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک مہینے یا چالیس
روز کے لیے ذخیرہ کرے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک برس کے لیے ذخیرہ کرے اور یہ حال
ضعیف زاہدون کا ہے اور جو برس روز سے زیادہ کے واسطے ذخیرہ کرے تو اسکو زاہد کہنا
محال ہے اسلیے کہ جو شخص برس دن سے زیادہ جینے کی توقع کرے وہ بیشک طویل الامل ہے
اُس سے زہد نہین پورا ہوگا ہان جس صورت مین کہ کوئی پیشہ نہین رکھتا اور لوگون سے
مال لینے کو دل نہ چاہے تو برس روز سے زیادہ کا بھی مضائقہ نہین جیسے حضرت داؤد طائی رحمہ
بیس دینار ترکہ مین سے ملے تو آپ نے انکو رکھ چھوڑا اور بیس برس مین انکو اٹھایا یہ امر کا
اصل زہد کے خلاف نہین لیکن ان لوگون کے نزدیک جو زہد مین توکل کو شرط کہتے ہین البتہ
خلاف ہے اور حرص کی کمی مقدار کی رو سے یہ ہے کہ ایک دن رات مین کمتر درجہ پاؤ سیر ہے
اور متوسط درجہ آدھ سیر اور اعلے درجہ وہ مقدار ہے کہ شارع نے کفارہ کی مساکین کے لیے
مقرر کی ہے اور جو اس سے زیادہ کھاوے تو بسیار خواری اور پیٹ کے دھندے مین
لگنے مین شامل ہے اور جو شخص ایک مد پر بس نہ کرے تو شکم کے باب مین اسکو زہد ذرہ بھر
نہوگا اور جنس طعام کی رو سے کمی یہ ہے کہ جو غذا ہوسکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ
جو اور باجرہ کی روٹی ہو اور اعلے درجہ بدون چھنے آٹے کی روٹی اور اگر چھنے ہوے آٹے کا
پھلکا ہوگا تو اس درجے کا تو کیا ذکر ہے سب سے پچھلے مقام زہد سے بھی خارج ہوگا
اور آسایش والون مین داخل ہوگا اور سالن مین سے ادنی نمک یا ساگ یا سرکہ ہے اور اوسط
زیتون کا تیل یا کوئی چکنائی تھوڑی سی اور اعلے گوشت ہے کسی قسم کا ہو اور یہ ہفتے مین
ایک دو دفعہ ہو اگر دو دفعہ سے زیادہ ہفتے مین ہوگا تو سب اقسام زہد سے خارج ہوجاویگا
ایسا شخص شکم کے باب مین ہرگز زاہد نہ کہلاویگا اور وقت کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ رات دن مین
ایکبار کھاوے یعنی روزہ رکھا کرے اور اوسط یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور رات کو کھانا
نہ کھاوے صرف پانی پی لے اور دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھالے اور پانی نہ پیوے اور
بڑھ کر یہ ہے کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ طے کا روزہ رکھ سکے اور بعضے طریق خوراک کے کم کرنے
اور اسکی حرص کے توڑنے کا حال جلد ثالث مین لکھا ہے اور احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ رضہ کا اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ انھون نے غذا مین اور سالن کے چھوڑنے مین کیسے زہد کیا۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ہمکو چالیس چالیس روز گذر جاتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر مین نہ چراغ جلتا تھا نہ آگ سلگتی تھی کسی نے پوچھا کہ پھر اوقات کی کیا صورت تھی آپ نے فرمایا کہ دو سیاہ چیزون خرما اور پانی سے اتنی اس سے گوشت اور شوربا اور سالن سب کا ترک پایا جاتا ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور اکا کپڑا پہنتے تھے اور گٹھی ہوئی جوتی کو اپنے پاے مبارک سے مشرف فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون کھانا بندون کی طرح کھاتا ہون اور بندون ہی کی طرح بیٹھتا ہون اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو شخص جنت کا طالب ہو تو جو کی روٹی اور گھورے پر کتون کے ساتھ بیٹھنا اُسکو کافی ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے کبھی تین روز پیٹ بھر کر گیہون کی روٹی نہ کھائی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے کہ اے بنی اسرائیل خالص پانی پیو اور جنگل کا ساگ اور جو کی روٹی کھاؤ اور گیہون کی روٹی سے اجتناب کرو کہ تم اُسکا شکر ہرگز نہ کر سکوگے اور جلد ثالث مین ہمنے غذا اور پانی کے باب مین سیرت انبیا اور بزرگان سلف کی لکھدی ہے وہ بیان نہین کرتے اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبا والون کے پاس تشریف لائے تو وہ لوگ آپ کی خدمت مین دودھ مین شہد ملا کر لائے آپ نے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا مگر خداے تعالیٰ کے واسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہون۔ اور حضرت عمر رضہ کے پاس جو شہد کا سرد شربت لائے اور گرمی کے موسم تھے آپ نے فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے الگ کرو۔ اور یحییٰ بن معاذ رازی رح فرماتے ہین کہ سچا زاہد وہ ہے جو غذا جو میسر ہو کھالے اور لباس مقدار ستر عورت پہنے اور جہان جگہ ملے وہان رہے دنیا اُسکا محبس اور قبر خوابگاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اُسکا تامل ہو اور قرآن اُسکی گفتگو اور رب اُسکا انیس اور ذکر رفیق اور زہد ہمسر اور حزن اُسکا حال اور حیا شعار بھوک اُسکا سالن اور حکمت سخن اور خاک اُسکا بستر ہو اور تقوی توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکل حسب اور عقل راہنما اور عبادت پیشہ اور جنت پہونچنے کا مقام ہو انشاء اللہ تعالے

ضرورت دوم لباس ہے اسمین کمتر درجہ وہ ہے جو گرمی اور سردی کو دو رکرے اور

برہنگی کو چھپا دے اور وہ ایک چادر ہے جسمین سب چھپ جاوے اور اوسط پوشاک یہ ہے کہ
ایک کرتہ اور ٹوپی اور جوتے کا جوڑا اور اعلے یہ ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ اور پاجامہ بھی ہو اور
اگر مقدار مین اس سے زیادہ ہو تو وہ زہد کی حد سے خارج ہے۔ اور زاہد کی شرط یہ ہے کہ جب کپڑا
دھووے تو دوسرا پہننے کے لیے نہ رکھتا ہو بلکہ گھر مین بیٹھا رہے اور جب دو دو کرتے
اور پاجامے اور عمامے ہون تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا جو مقدار کی رو سے
ہوتے ہین اور جنس لباس مین ادنی درجہ موٹا ٹاٹ ہے اور اوسط درجہ موٹا کمل اور اعلی درجہ
موٹا کپڑا روئی کا۔ اور وقت کی رو سے سب سے زیادہ وقت یہ ہے کہ ایک برس تک پہن سکے
اور کمتر یہ ہے کہ ایک دن پہن سکے یہان تک کہ بعض بزرگون نے اپنے کپڑے مین پتون کے
پیوند لگائے گو بہت جلد خشک ہو جاتے ہین مگر دفع الوقتی ممکن ہے اور اوسط وقت یہ ہے کہ
لباس ایسا ہو جو ایک مہینا یا اسکے قریب تن پر رہ سکے پس ایسے کپڑے کا ڈھونڈھنا جو
برس روز سے زیادہ رہے طول امل مین داخل ہے جو زہد کے خلاف ہے مگر اس صورت مین کہ
موٹے کپڑے کی تلاش کی اور موٹا اکثر دیرپا ہوتا ہے اور بہت رہتا ہے تو اسمین کچھ حرج نہین
پس جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پاوے چاہیے کہ اسکو دے ڈالے کیونکہ اگر رکھ چھوڑیگا
تو زاہد نہ رہیگا بلکہ دنیا سے محبت کرنے والا ہوگا اور اس باب مین بھی احوال انبیا و صحابہ کا
مدنظر رکھنا چاہیے کہ انھون نے لباس کو کیسے چھوڑا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ
حضرت عائشہ رض نے ہمکو ایک چادر پیوند کی اور ایک موٹا تہمد دکھلایا اور فرمایا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دونون مین ہوئی تھی اور حدیث شریف مین وارد ہے
کہ اللہ تعالی مبتذل آدمی کو چاہتا ہے کہ جو کچھ پہنے اسکی پروا نہ کرے اور حضرت عمرو
بن الاسود عیسی رح نے فرمایا کہ مین کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنونگا اور نہ کبھی رات کو پٹ اٹھا کر
سوؤنگا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہونگا اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھرونگا پس حضرت
عمر رض نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ
عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف مین ہے کہ جو بندہ شہرت کا لباس پہنتا ہے حق تعالی
اسکی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے یہانتک کہ اسکو بدن سے نکالے اگرچہ اسکے نزدیک پیارا ہو
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا مول لیا جسکی قیمت چار درم یعنی قریب
سوا روپیہ کے تھی اور آپ کا جوڑا کپڑے کا دس درم کا تھا اور ازار یعنی تہمد ساڑھے چار

ہاتھ کا تھا اور آپ نے پاجامہ تین درم کو خرید فرمایا اور آپ دو شملے سفید اون کے پہنا کرتے تھے
اُسکا نام حلہ تھا کیونکہ وہ دونون ایک ہی جنس سے تھے اور بعض اوقات آپ دو چادرین یمانی
یا سحولی موٹی قسم کی پہنا کرتے تھے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
کُرتہ تیلی کا سا کپڑا ہوتا تھا اور ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا سندس کا
زرد لکیرین کھنچا ہوا پہنا جسکی قیمت دو سو درم تھے اصحاب رضم اسکو چھوتے تھے اور تعجب سے
کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس یہ جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپ کو اسکندریہ کے
بادشاہ مقوقس نے ہدیے کے طور پر بھیجا تھا آپ نے چاہا کہ اُسکو پہن کر اعزاز و اکرام بادشاہ کا
فرماوین پھر آپ نے اُسکو نکال کر ایک شخص کے پاس مشرکون مین سے بھیج دیا جس سے صلہ رحم
کرنا منظور تھا پھر حریر و دیبا کو مردون کے لیے حرام فرمایا گویا اول اسی لیے پہنا تھا کہ حرمت کی
تاکید ہو جیسے سونے کی انگوٹھی ایک روز پہنی پھر نکال ڈالی اور اُسکا پہننا مردون پر
حرام کر دیا۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضہ سے بریرہ اُنکی لونڈی کے باب مین فرمایا کہ ولا کی شرط
مالک کے واسطے کرو جب انھون نے شرط کر لی تو آپ منبر پر چڑھے اور اُسکو حرام کیا
اور جیسے کہ تین روز متعہ مباح فرمایا اور پھر امر نکاح کی تاکید کے لیے اُسکو حرام فرما دیا۔ اور
ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر علمدار مین نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو
فرمایا کہ اسکی طرف دیکھنے نے مجھے نماز سے مشغول کر دیا اسکو ابوجہم کے پاس لیجاؤ اور اُسکی چادر
مجھے لا دو یعنی اپنا عمدہ کپڑا دیکر ادنی چادر پسند فرمائی۔ اور آپ کے جوتے کا تسمہ پرانا ہو گیا تھا
اُسمین نیا تسمہ لگا کر نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ اسمین لگا دو اور نیا نکال لو کہ
نماز مین میری نگاہ اُسپر جاتی ہے اور سونے کی انگوٹھی پہنی اور منبر پر اسکو جو دیکھا تو پھینک دیا
اور فرمایا کہ اسنے مجکو تمسے روک دیا کبھی اسکو دیکھتا ہون کبھی تمکو اور ایک بار آپ نے جوتے کا
جوڑا نیا پہنا اور اچھا جو معلوم ہوا تو سجدہ کیا اور لوگون سے فرمایا کہ مجکو اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی
مین نے اس خوف سے سجدہ کیا کہ خدائے تعالی مجھ سے ناراض نہو پھر اُسکو نکال کر جو مسکین
پہلے دیکھا اُسکے حوالہ فرمایا۔ اور سنان بن سعد رح سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے ایک جبہ اون کا سیاہ و سفید دھاریون کا بُنا گیا اور اسکا کنارہ سیاہ رکھا گیا جب
اُسکو آپ نے اپنے تن مبارک سے مشرف فرمایا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو کیسا عمدہ
اور ملائم ہے ابن سعد کہتے ہین کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو

مجھے دے ڈالیے اور آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی کچھ چیز مانگتا تو بخل اُس چیز کا نہ کرتے وہ جبہ شریف
اُسکو دے دیا اور فرمایا کہ میرے واسطے ایک اور بنایا جاوے ابھی وہ دوسرا کارخانہ ہی مین تھا
کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
حضرت فاطمہ زہرا رضہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اُسوقت آٹا پیستی تھین اور اونٹ کے بالون کی
چادر اوڑھے ہوے تھین جب آپ نے اُنکو دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے فاطمہ رضہ آسایش
جاودانی کے واسطے تلخی دنیا کی پی جا پس اللہ تعالے نے یہ آیت بھیجی وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ
رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو ساکنین عالم بالا نے یہ خبر دی ہی
کہ بہترین میری امت کے وہ لوگ ہین جو ظاہر مین وسعت رحمت الٰہی کے باعث ہنستے
رہتے ہین اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہین اُنکا بوجھ لوگون پر ہلکا ہی اور اُنکے
خود کے اوپر بھاری ہی پُرانے کپڑے پہنتے ہین اور راہبون کی پیروی کرتے ہین جسم
اُنکے زمین مین ہین اور دل عرش برین کے پاس غرض کہ لباس کے باب مین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی اور اپنی امت کو سب کو حکم اپنی پیروی کا فرمایا
جیسا کہ ارشاد ہی مَنْ اَحَبَّنِي فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِي اور فرمایا عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِي عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ کو
خاص کر ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہے تو اغنیا کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا اور
اپنا کپڑا بدن سے نہ نکالنا جب تک کہ اُسمین پیوند نہ لگا لے۔ اور حضرت عمر رضہ کے کرتہ پر بارہ
پیوند گنے گئے جنمین سے بعضے چمڑے کے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت مین
تین درم کا کپڑا مول لیکر پہنا اور اُسکی آستینین پہونچے پر سے کاٹ ڈالین اور فرمایا کہ خدا کا
شکر ہی کہ اُسنے مجکو یہ لباس اپنے خلعت مین سے پہنایا۔ اور حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے
ارشاد فرمایا ہی کہ کپڑا وہ پہننا چاہیے جس سے نہ علما کے نزدیک شہرت ہو نہ جہان کے
نزدیک حقارت اور فرماتے کہ فقیر میرے پاس کو نکلتا ہی اور مین نماز پڑھتا ہون تو اُسکو
چلا جانے دیتا ہون اور اگر کوئی دنیادار دن مین سے میرے پاس کو نکلتا ہی اور اُسپر یہ بڑھیا
لباس ہو تو مین اُس سے ناراض ہوتا ہون اور پاس کو نہین نکلنے دیتا اور بعض کا بیان ہی
کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کے دونون کپڑے اور جوتیون کی قیمت لگائی

تو ایک درم اور چار دانگ کے تھے اور ابن شبرمہ رح فرماتے ہین کہ میرے کپڑون مین بہتر وہ ہین جو میری خدمت کرین اور برے کپڑے وہ ہین جنکی مین خدمت کرون۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہی کہ کپڑے ایسے پہننے چاہییں جنسے آدمی بازاریون مین ملجاوے ایسے نہ پہنے جنسے شہرت ہو اور لوگون کی نظر پڑے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہی کہ کپڑے تین ہین ایک کپڑا خدا کے واسطے ہی جس سے کہ ننگی چھپاوے اور ایک کپڑا نفس کے واسطے ہی جسکی نرمی مطلوب ہوتی ہی اور ایک لوگون کے واسطے ہی جسکا حسن اور جوہر منظور ہوتا ہی۔ اور بعض بزرگون کا قول ہی کہ جسکا کپڑا پتلا ہوتا ہی اُسکا دین بھی پتلا ہوتا ہی۔ اور علماء تابعین کے سب کے کپڑون کی قیمت بیس درم سے لیکر تیس درم تک ہوتی تھی۔ اور خواص رح دو کپڑون سے زیادہ نہ پہنتے تھے ایک کرتہ اور اُسکے نیچے تہمد اور کبھی اپنا کرتہ پلٹ کر اُسکا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اول زہد لباس کا ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ ح۱ اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ یعنے کپڑون کا پرانا ہونا یا تواضع کی سی صورت مین رہنا ایمان مین سے ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ ح۲ جو شخص باوجود قدرت کے خدا کے لیے انکسار اور اُسکی مرضی کی خواہش کے واسطے خوبصورتی کا کپڑا چھوڑ دے اللہ تعالیٰ پر ضروری ہی کہ اُسکے لیے جنت کے خلعت یاقوت کی جامدانیون مین جمع رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض انبیا کی طرف وحی بھیجی کہ میرے اولیا سے کہدو کہ میرے دشمنون کا لباس نہ پہنو اور جس راہ کو میرے دشمن آتے ہین اُس راہ مین داخل نہو ورنہ میرے دشمنون کی طرح وہ بھی میرے دشمن ہوجاوینگے۔ اور رافع بن خدیج رض نے بشیر بن مروان کو کوفے کے منبر پر باریک کپڑے پہنے وعظ کہتے ہوے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ لوگون کو وعظ سناتا ہی اور اُسکے بدن پر کپڑے فاسقون کے سے ہین اور عبد اللہ بن عامر لباس فاخر پہنے حضرت ابو ذر غفاری رض کی خدمت مین حاضر ہوا اور کچھ زہد مین گفتگو کرنے لگا حضرت ابو ذر رض نے اپنی ہتیلی منہ پر رکھ کر پڑکی بجائی ابن عامر غصہ ہوا اور شکایت انکی حضرت ابن عمر رض سے کی اُنھون نے فرمایا کہ یہ تمنے خود چاہا کیا کہ یہ لباس پہن کر اُنکے سامنے زہد مین گفتگو کرتے ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ ہدی سے عہد لیا ہی کہ لوگون کے ادنیٰ حالون مین سے ادنیٰ حالت مین رہا کرین تاکہ تونگر انکا اتباع کرین اور فقر کے باعث فقیر کی حقارت نہو۔ اور جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آپ

ح۱ اسکی سند متصل صحیح سے معلوم نہین ہوئی

ح۲ اسکی بھی سند نہین لکھی ۱۲

ایسا موٹا لباس کیون پہنتے ہین تو فرمایا کہ یہ لباس تواضع کے قریب ہی اور اس بات کے شایان کہ مسلمان اسکی اقتدا کرین - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تنعم یعنے آرام طلبی سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہین جو تنعم نہین کرتے - اور فضالہ بن عبید رح جب والی مصر تھے تو کسی نے اُنکو بال بکھرے پا برہنہ دیکھ کر کہا کہ آپ سردار ہوکر ایسا کرتے ہین اُنھون نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اس بات کا حکم کیا کہ کبھی ننگے پانون بھی پھرا کرین - اور حضرت علی رض نے حضرت عمر رض سے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنے دونون ساتھیون کے ساتھ ملنا منظور ہو تو کرتے مین پیوند لگائیے اور تہمد کو سرنگون رکھیے اور جوتی گنٹھی ہوئی پہنیے اور شکم سیری سے کم کھائیے - اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہی کہ پرانا موٹا کپڑا پہنا کرو اور لباس عجم یعنی ایران و روم کے بادشاہون کے لباس سے اجتناب کرو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کا سا لباس پہنے وہ انہین مین سے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میری امت کے بُرے لوگ وہ ہین جو دولت مین پلے رنگارنگ کے کھانے اور کپڑے تلاش کرتے ہین اور گفتگو مین فصاحت ظاہر کرتے ہین - اور فرمایا کہ ایماندار کی ازار نصف ساق تک ہوتی ہی اور اُس سے لے کر ٹخنون تک بھی کچھ گناہ نہین اور جو اُس سے نیچے ہو تو دوزخ مین ہی اور اللہ تعالے نہین دیکھیگا قیامت کے دن اُس شخص کی طرف جو اپنی ازار شیخی سے لٹکا دے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح سے یہ حدیث مروی ہی کہ میری امت مین بال نہین پہنیگا مگر ریاکار یا احمق - اور اوزاعی رح فرماتے ہین کہ سفر مین اون کا لباس سنت ہی اور حضر مین بدعت اور محمد بن واسع رح حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے اُنھون نے پوچھا کہ اون کے کرتے کی تمکو کیا ضرورت ہوئی وہ چپکے ہو رہے اُنھون نے کہا کہ مین تمسے کہتا ہون جواب نہین دیتے محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کہون کہ زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے مُنھ سے میان مٹھو بنتا ہون اور مفلسی کے باعث کہون تو خدا تعالی کی شکایت ہوگی یہ دونون باتین مجھے ناپسند ہین - اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تو حکم کیا کہ اپنی برہنگی زمین سے پوشیدہ رکھ اور آپ کا دستور تھا کہ ہر چیز مین سے ایک لیتے تھے مگر پاجامے دو بناتے تھے اور جب ایک کو دھوتے تھے دوسرا پہن لیتے تھے تاکہ کبھی ایسا وقت نہ گذرے کہ آپ کی عورت کھلی ہو - اور کسی نے حضرت سلمان فارسی رض

ح ... ابو امامہ ... ح مالک و ابو داود و نسائی و ابن ماجہ ... ابو سعید ۱۲ ح اسکی سند معلوم نہین ہوئی

دین کے مخالف ہی اور غرض رہنے کے مکان سے مینہ اور جاڑے کا رُکنا اور لوگون کی نظر و ارادہ کا بچانا ہی اور جسقدر یہ بات ممکن ہی وہ معلوم ہی زیادہ اُس سے فضول ہی اور فضول سب دنیا ہی اور جو فضول کا طالب اور ساعی ہی وہ یقیناً زہد سے بعید ہی اور کہتے ہین کہ اول طول امل جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوئی تو کپڑون کی عمدہ سلائی اور چونہ انیٹ کی پختہ عمارت ہی پہلے سلائی مین بڑے بڑے ٹانکے ہوتے تھے اور مکان نرکل اور ذ کے بناتے تھے اور حدیث شریف مین ہی کہ لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ اپنے کپڑون کو یمن کی چادرون کی طرح منقش کرینگے - اور حضرت عباس رضہ نے ایک بالا خانے کو اونچا کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو حکم کیا کہ گرا دین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی گمٹی پر گذرے پوچھا کہ یہ کسکی ہی لوگون نے عرض کیا کہ فلان شخص کی جب وہ شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے اُسکی طرف سے منہ پھیر لیا اور پھر پیشتر کی طرح کبھی اُسکی طرف مخاطب نہوئے اُس شخص نے لوگون سے حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا پوچھا اُنھون نے بیان کر دیا اُسنے جا کر اُس گمٹی کو گرا دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ وہان گذرے تو اُسکو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اُس شخص نے اُسکو ڈھا دالا آپ نے اُسکے لیے دعاے خیر کی - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی انیٹ اینٹ پر رکھی نہ ذ پر یعنی کسی قسم کا مکان نہین بنوایا اور ایک حدیث مین مروی ہی کہ جب اللہ کسی بندے کی بُرائی چاہتا ہی تو اُسکا مال گارے اور پانی مین تلف کرتا ہی - اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضہ فرماتے ہین کہ ہم ایک چھپر کی مرمت کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کو تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو ہمنے عرض کیا کہ ہمارا چھپر لوٹ گیا ہی اُسکو درست کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین اس سے جلد امر کو دیکھتا ہون - اور حضرت نوح علیہ السلام نے ایک ذ کا گھر بنایا آپسے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنوالین تو بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ مرنے والے کے واسطے یہی بہت ہی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ہم صفوان بن محیریز کی خدمت مین گیے وہ ایک نرکل کے مکان مین تھے جو جُھکا ہوا تھا کسی نے اُنسے کہا کہ اگر آپ اسکو درست کرالین تو بہتر ہو اُنھون نے فرمایا کہ بہت سے آدمی اُسمین مر چکے ہین اور یہ بدستور موجود ہی - اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا

مَنْ بَنٰى فَوْقَ مَا يَكْفِيهِ كُلِّفَ اَنْ يَحْمِلَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور ایک حدیث مین ہو کہ ہر خرچ پر آدمی کو ثواب ملتا ہی مگر جو پانی اور گارے مین خرچ ہو اُسپر ثواب نہین ہوتا ہے۔ اور اِس آیت کی تفسیر مین تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا مفسرین فرماتے ہین کہ مراد ریاست اور اونچے مکان بنوانے سے ہی اور حدیث شریف مین ہی کہ كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَا اَكَنَّ مِنْ حَرٍّ وَبَرْدٍ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت اپنے مکان کی تنگی کی کی آپ نے فرمایا اِتَّسِعْ فِى السَّمَاءِ یعنی جنت مین مکان واسع طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمر رض نے شام کو تشریف لیجاتے ہوے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ کا بنا تھا آپ نے اللہ اکبر کہکر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ اس اُمت مین ایسے شخص ہونگے جو ہامان کی سی عمارت بناوینگے یعنی فرعون نے جو ہامان کو حکم دیا تھا کہ فَاَوْقِدْ لِيْ يَا هَامَانُ عَلَى الطِّيْنِ اس سے غرض پختہ عمارت کی تھی۔ اور کہتے ہین کہ اول جس شخص کے لیے عمارت چونے اینٹ کی ہوئی وہ فرعون تھا اور جسنے اول بنایا وہ ہامان تھا پھر انھین کا اتباع اور سلاطین نے کیا اور یہ سب ملمع اور زینت ہی۔ اور بعض اکابر نے ایک جامع مسجد کسی شہر مین دیکھی اور فرمایا کہ مین نے اس مسجد کو شاخ خرما کی بنی دیکھی ہی پھر کچے لدّے کی پھر اب اینٹ کی بنی دیکھی جنھون نے اول بنائی تھی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگون سے اچھے تھے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنا مکان زندگی بھر مین کئی کئی بار بناتے تھے اسلیے کہ وہ مکان بہت کمزور ہوتا تھا اور وہ خود امل کوتاہ رکھتے تھے اور مکان کے باب مین زاہد تھے۔ اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جہاد کو تشریف لیجاتے تو اپنا مکان گرا جاتے یا ہمسایہ کو دیجاتے جب وہان سے پھر کر آتے تو اور بنا لیتے اور اُنکے مکان گھاس اور چمڑے کے ہوا کرتے تھے جیسے عرب کے لوگ یمن مین اب تک اسی کے عادی ہین اور بلندی اُنکے مکانات کی قدِ آدم اور ایک بالشت ہوتی تھی۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات مین جاتا تھا تو اپنا ہاتھ چھت مین لگا دیتا تھا۔ اور عمرو بن دینار رح کہتے ہین کہ جب کوئی شخص عمارت چھ ہاتھ سے اونچی بناتا ہی تو ایک فرشتہ اُسکو پکارتا ہی کہ اے بدکارون کے بدکار کہان تک اونچا کریگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے مضبوط

عمارت کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو یہ ایسے کیون بناتے
پس جو کوئی تاکتا ہی تو بنانے والے کو گویا مدد کرتا ہی ــ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین
کہ مجھے اُس شخص پر تعجب نہین کہ اُسنے عمارت بنائی اور چھوڑ گیا مجھے تعجب اُس سے ہی
جو اُس عمارت کو دیکھکر عبرت نہین پکڑتا ــ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ایک
قوم ایسی آویگی جو مٹی کو اونچا کرینگے اور دین کو پست اور مزدورن گھوڑون کو کام مین لاوینگے
نماز تمھارے ہی قبلہ کی طرف کو پڑھینگے مگر تمھارے دین کے سوا پر مرینگے چوتھی ضرورت
اسباب خانہ ہی اسمین بھی زہد کے بہت سے درجے ہین سب مین اعلیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
حال ہی کہ آپ اپنے ساتھ ایک کنگھی اور ایک کوزہ رکھتے تھے پس ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی
اُنگلیون سے داڑھی مین کنگھی کرتا ہی آپ نے کنگھی پھینکدی اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ
وہ نہر مین سے پانی پی رہا ہی آپ نے کوزے کی بھی حاجت نہ جانی اُسکو بھی پھینکدیا اسی طرح
سب اسباب کو سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہی جب اُس سے
کوئی حاجت نہو تو دونون جہان مین آدمی پر وبال ہی اور جس چیز سے استغنا نہو اُسمین سے
کمتر درجے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کے لیے مٹی کا برتن کافی ہو اُسمین اُسی پر اکتفا
کرے اور اس بات کی پروا نہ کرے کہ اُس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہی بشرطیکہ مقصود اُس سے
بھی حاصل ہو سکتا ہو ــ اور اوسط درجہ یہ ہی کہ آدمی کے پاس اسباب بقدر حاجت ثابت ہو
مگر ایک چیز سے بہت سے کام لے مثلاً اگر پیالہ ہو تو اُسی مین کھا لیوے اُسی مین پانی پی لے
اُسی مین اپنی چیز رکھ لے ــ بزرگانِ سلف ایک برتن کو کئی مطالب مین استعمال کرنا تخفیف کی
نظر سے اچھا جانتے تھے اور زیادہ یہ ہی کہ ہر مطلب کے واسطے ایک چیز ادنیٰ جنس کی رکھتا ہو
پس اگر گنتی مین چیز زیادہ ہوگی یا نفیس ہوگی تو زہد کے کسی درجے مین نہوگا اور طلب فضول کیطرف
مائل ہوگا اور اس باب مین بھی سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب کی
مد نظر رکھنی چاہیے ــ چنانچہ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جسکے اندر خرما کے پیڑ کا پوست بھرا تھا اور حضرت
فضیل رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا یا دوہرا کمل ہوتا تھا یا چمڑے کا گدا
جسمین خرما کا پوست بھرا ہوا تھا ــ روایت ہی کہ حضرت عمر رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مبارک مین حاضر ہوے آپ اُسوقت ایک چارپائی پر جو خرما کے پوست بانون سے

بنی ہوئی تھی لیٹے تھے جب اٹھکر بیٹھے تو حضرت عمر رضہ نے آپ کے پہلوے مبارک پر نشان
بانون کے دیکھے اور آنکھون مین آنسو بھر لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ای خطاب کے
بیٹے کیا بات ہی جو روتے ہو عرض کیا کہ مین نے فارس اور روم کے بادشاہون کو خیال کیا
کہ اُنکے پاس کیا کچھ ملک ہی اور آپ کو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اسکے برگزیدہ ہین
آپ اس ہوتے بالون کی چارپائی پر لیٹتے ہین آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بات پسند نہین کہ اُنکے لیے
دنیا ہوا اور ہمارے واسطے آخرت حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ نے فرمایا
کہ یہ یون ہی ہی - اور ایک شخص حضرت ابوذر رضہ کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا پھر
عرض کیا کہ ای ابوذر آپ کے مکان مین کچھ سامان وغیرہ نہین نظر آتا آپ نے فرمایا
کہ ہمارا ایک اور مکان ہی اچھی چیز ہم وہان بھیجدیتے ہین اُسنے عرض کیا کہ جب تک آپ
اس مکان مین رہین جبتک کچھ اسباب یہان بھی چاہیے آپ نے فرمایا کہ گھر کا مالک ہمکو یہین
رہنے نہین دیگا - اور جب حضرت عمیر بن سعد جو امیر حمص تھے حضرت عمر رضہ کی خدمت مین
حاضر ہوئے آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہی
جسپر مین تکیہ کرتا ہون اور اگر سانپ وغیرہ ملجاوے تو مار ڈالتا ہون اور ایک توشدان ساتھ ہی
جس مین کھانا رہتا ہی اور ایک پیالہ ہی جس مین کھاتا ہون اور سر دھوتا ہون اور ایک لوٹا ہی
جس مین پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہون اسکے سوا دنیا مین جتنی چیزین ہین وہ ہمین کی
تابع ہین آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اللہ تعالے تجھ پر رحم کرے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضہ کے پاس جانے کا قصد کیا اُنکے گھر کے دروازے
پردہ پڑا ہوا اور اُنکے ہاتھون مین دو چاندی کے کنگن دیکھے آپ ویسے ہی پھر گئے
اُسوقت حضرت ابو رافع رضہ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس گئے آپ رو رہی تھین اُسنے حال
حضرت کے واپس تشریف لیجانے کا بیان کیا اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوکر سبب واپس تشریف لانے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ پردہ اور
کنگنون کی جہت سے چلا آیا حضرت فاطمہ رضہ نے وہ دونون کنگن حضرت بلال رضہ کے ہاتھ
آپ کی خدمت مین بھیجدیے کہ مین نے انکو خدا کی راہ مین صدقہ کیا آپ جہان مناسب ہو وہان
خرچ کیجیے آپ نے فرمایا کہ انکو فروخت کرو اور انکی قیمت ارباب صفہ کو دیدو حضرت بلال رضہ نے
ڈھائی درم کو فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو بانٹ دیا تب آپ حضرت فاطمہ رضہ کے پاس گئے

اور ارشاد فرمایا کہ جان پدر تونے خوب کیا۔ اور ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت
عائشہ رضہ کے مکان پر ایک پردہ دیکھا اُسکو آپ نے اُٹھا ڈالا اور فرمایا کہ جب مین اسے
دیکھتا ہون دنیا یاد آتی ہی اسکو فلان شخص کے پاس بھیج دو۔ اور ایکبات حضرت عائشہ رضہ نے
آپ کے لیے نیا فرش بچھایا اور بستر آپ دوہرے کمل پر استراحت فرمایا کرتے تھے اُس رات
صبح تک کروٹین لیتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ رضہ سے ارشاد فرمایا کہ اس بستر کو
علیحدہ کرو اور پرانا کمل بچھا دو اسنے تمام رات مجھے سونے نہین دیا۔ اسی طرح آپ کے پاس
پانچ یا چھ درم رات کو آئے تو آپ نے رہنے دیے مگر رات بھر جاگتے رہے یہانتک کہ آخر
شب مین اُنکو تقسیم فرمایا حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ اسوقت آپ کو نیند آئی حتی کہ مین نے
آپ کے خراٹے کی آواز سُنی پھر فرمایا کہ اگر یہ درم میرے پاس رہ جاتے اور میری وفات ہوجاتی
تو میرا گمان اپنے پروردگار پر کیا ہوتا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے ستر نیک بندے
ایسے دیکھے ہین کہ اُنکے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا اُنہین سے کسی نے زمین پر کوئی کپڑا
نہین بچھایا جب سونا چاہا زمین ہی پر اپنا جسم لگا کر کپڑا اوپر ڈھانک لیا بانیون ضرورت
نکاح ہی اس باب مین کچھ لوگ کہتے ہین کہ اہل نکاح اور کثرت نکاح مین زہد کے کچھ معنی نہین
اور یہی قول حضرت سہیل تستری رح کا ہی وہ فرماتے ہین کہ جب سید الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم کو
عورتین پسند تھین تو ہم اُنمین زہد کیسے کرسکتے ہین اور اسی قول پر ابن عیینہ نے موافقت
کی ہی اور فرمایا ہی کہ صحابہ رضہ مین سے زاہد تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اُنکی چار بیبیان
اور کچھ اوپر دس لونڈیان تھین۔ اور صحیح اس باب مین قول حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا
کہ فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالے سے روکے خواہ بی بی ہو یا مال یا اولاد وہ آدمی کے لیے
بُری ہی اور عورت کبھی خداے تعالے سے روکا کرتی ہی اور تفصیل اسکی یہ ہی کہ بعض احوال
مین مجرد رہنا افضل ہی جیسا کہ باب النکاح مین بیان ہوا تو اس صورت مین نکاح نہ کرنا افضل ہی
اور جس جگہ زور شہوت کے دفع کے لیے نکاح افضل ہی تو ایسا نکاح واجب ہی اُسکا ترک کرنا
زہد مین کیسے ہوسکتا ہی ہان اگر نکاح نہ کرنے سے کوئی آفت نہوتی ہو نہ کرنے سے کچھ عبادت
ہو مگر ترک اسلیے کرے کہ دل کا میل عورتون کی طرف نہو جاوے اور ایسا مانوس نہو جس سے
اُنس الہی مین خلل پڑے تو البتہ چھوڑنا نکاح کا زہد مین سے ہی پس اگر یہ معلوم ہو کہ عورت خداے تعالے کی
نہ روکیگی مگر ترک نکاح صرف لذت نظر اور ہم بستری اور مباشرت سے بچنے کے لیے ہو

تو یہ زہد نہین ہی اسواسطے کہ مقصود نکاح اولاد ہی جو بقاء نسل اور امت محمدی کے بڑھانے مین
موجب ثواب ہی اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیز مین حاصل ہو جو وجود مین ضروریات سے ہی
وہ اگر مقصود بالذات نہو تو کچہ ضرر نہین کرتی اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی روٹی کھانی اور پانی پینا
اسوجہ سے چھوڑ دے کہ کھانے اور پینے کی لذت سے بچا رہونگا تو یہ زہد مین داخل نہین
اسواسطے کہ اسمین اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہی ایسا ہی ترک نکاح مین اپنی نسل کو کاٹ ڈالنا ہی
تو صرف لذت کے بچاؤ کی جہت سے نکاح کا چھوڑنا نہ چاہیے جب تک کہ کسی اور آفت کا خوف نہو
اور یہی مراد حضرت سہیل تستری رح کی ہی اور یہی وجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تھی
اور جب یہ امر ثابت ہوا تو جس شخص کا حال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سا ہو اس باب مین کہ
کثرت عورتون کی مانع شغل قلبی نہو اور نہ دل کو انکے اصلاح اور خرچ مین لگائے رکھے تو ایسا شخص
اگر صرف لذت صحبت سے بچنے کے لیے نکاح نہ کرے تو اسکا زہد کسی کام کا نہین مگر یہ بات
بدون انبیا اور اولیا کے دوسرے کو کہان میسر ہی اب تو اکثر لوگون کا یہ حال ہی کہ عورتون کی
کثرت انکے دل کو مصروف کردیتی ہی تو اسوقت مین یہی مناسب ہی کہ سرے سے نکاح ہی
نہ کرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا نہو لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہونگی یا
خوبصورت ہونگی تو دل نہین ماننے کا اسی کی طرف ہو رہیگا تو چاہیے کہ ایک عورت سے نکاح
کرے جو خوبصورت نہو اور اپنے دل کی رعایت اسمین ضرور کرے - اور حضرت ابوسلیمان دارانی رح
فرماتے ہین کہ عورتون مین زہد یہ ہی کہ جو عورت حقیر ہو یا یتیم اسکو خوبصورت اور شریف عورت پر
ترجیح دے اور اسی سے نکاح کرے - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین مرید مبتدی کے لیے
یہ پسند کرتا ہون کہ اپنا دل تین چیزون مین نہ لگاوے ورنہ اسکا حال بدل جاویگا اول پیشہ
کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا - اور فرمایا کہ صوفی کے لیے مین پسند کرتا ہون کہ نہ لکھے
نہ پڑھے اسلیے کہ اس سے ہمت بٹتی نہین غرض کہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کی
لذت کے ہی تو ثابت ہوا کہ ان دونون لذتون مین سے جون سی خدا سے روکنے والی ہوگی
وہ ممنوع اور پر حذر ہی چھٹی ضرورت وہ ہی جو وسیلہ ان پانچون ضروریات کے حاصل کرنے کا
ہو اور وہ مال اور جاہ ہی - جاہ کے تو معنی یہ ہین کہ دلون کا مالک ہونا اس طرح کہ انکے
اندر اپنی جگہ ڈھونڈھنی تاکہ اسکے ذریعے سے لوگ اغراض اور اعمال مین کام آوین
اور جو شخص کہ سب اپنے کام خود نہین کرسکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہی تو

ضرور ہی کہ اُسکا کچھ جاہ خادم کے دل مین ہونا چاہیے اسلیے کہ اگر خدمتگزار کے دل مین اسکی قدر و منزلت نہوگی تو وہ خدمت کیون کریگا اور اسی قدر و منزلت کا دل مین ہونا جاہ کہلاتا ہی اور اسکا آغاز تو نزدیک ہی ہی مگر انجام کو نوبت ایسے گڈھے کی پہونچا دیتا ہی جسکی کچھ تھاہ نہین اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے عجب نہین کہ داغ لگ جاوے اب جاننا چاہیے کہ لوگون کے دلون مین جگہ کرنی یا تو کسی نفع کے حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہی یا ضرر کے دفع کرنے کے لیئے یا کسی ظلم سے چھوٹنے کے لیے پس مال کے ہوتے ہوسے تو نفع کی کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہی وہ خدمت کریگا اگرچہ آقا کی قدر و منزلت اُسکے دل مین نہو ہان جو شخص بے اجرت خدمت کرتا ہی اُسکے دل مین جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہی اور رفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شہر مین ہی کہ جہان عدل خوب نہو یا ایسے ہمسایون مین رہتا ہو کہ وہ ستاتے ہون اور یہ اُنکے شر رفع نہ کرسکتا ہو بجز اسکے کہ اُنکے دلون مین جگہ ہوجاوے یا بادشاہ کے نزدیک کچھ رتبہ ہوجاوے اور اس طرح کے جاہ مین مقدار ضرورت کی کچھ معین نہین خصوصاً جب کہ اُسمین خوف اور سوء ظن انجام کا ملا ہوا ہو اور طلب جاہ مین چلنے والا طریق ہلاک کا سالک ہی بلکہ زاہد کو شایان یہی ہی کہ دلون مین ہرگز جگہ کا طالب نہو اسلیے کہ اُسکا دل عبادت اور دین مین لگا رہتا ہی دلون مین وہ جگہ کردیگا کہ جس سے اُسکو ایذا نہ پہونچے گو کافرون ہی مین رہتا ہو مسلمانون مین تو بطریق اولی ایذا نہوگی باقی رہے توہمات اور خیالات مفروضہ جنسے آدمی زیادتی جاہ کا خواہان ہوتا ہی بہ نسبت اُس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہوگیا ہو تو اس طرح کے احتمالات سب جھوٹے وہم ہین کیونکہ جو شخص طالب جاہ کا ہوگا وہ بھی تو بعض احوال مین ایذا سے نہین بچیگا پس علاج اُسکا صبر اور بردباری سے کرنا اسکی نسبت بہتر ہی کہ طلب جاہ سے کیا جاوے حاصل یہ کہ دلون مین جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہین تھوڑی مقدار اُسمین سے بہت کی مقتضی ہوتی ہی اور اُسکی عادت شراب کی عادت سے بھی سخت تر ہی تو اسکے تھوڑے اور بہت سے سب سے بچنا چاہیے۔ اور مال زندگی کے لیے ضروری ہی مگر تھوڑا سا مال کافی ہی پس اگر کوئی شخص پیشہ ور ہو تو جب ایک روز کی حاجت کے موافق حاصل کرلے تو چاہیے کہ پھر کام نہ کرے بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب دو حبہ یعنی مقدار پانچ چھ آنہ کے کما لیتے تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے یہ شرط زہد کی ہی پس اگر

اس سے تجاوز کیا اور اسقدر پر نوبت پہونچی جو برس روز سے زیادہ کے لیے کافی ہو تو ضعیف
زاہدون مین رہیگا نہ قوی مین اور اگر اسکے پاس کوئی زمین ہو اور اسکو توکل پر خوب یقین نہو
اور اس قطعہ زمین سے اتنا رکھ چھوڑے جسکی پیداوار سال بھر کو کافی ہو تو اس سے
زہد کی حد سے خارج نہوگا بشرطیکہ جو کچھ سال کے خرچ کافی سے بچے اسکو صدقہ کردے
مگر ایسا شخص ضعیف زاہدون مین سے ہی۔ اور اگر زہد مین سے توکل کی شرط ہو جیسے حضرت
ادیس قرنی رح نے کی ہی تو یہ شخص زاہد نہین۔ اور یہ جو ہم کہتے ہین کہ کوئی شخص یہ کام کرنے سے
زاہدون کی حد سے نکل جاویگا اس سے ہماری غرض یہ ہی کہ جو کچھ قیامت مین عمدہ مقامات کا
وعدہ زاہدین کو ہی اسکو نہ ملیگا ورنہ زہد کا نام اسپر سے بلحاظ اس کثیر فضول کے جسمین
زہد کیا ہی نہ جائیگا اور تنہا آدمی کا معاملہ اس باب مین بہ نسبت عیالدار کے خفیف تر ہی۔
اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ آدمی کو نہین چاہیے کہ اپنے گھر والون سے
بزور زہد کراوے بلکہ چاہیے کہ انکو زہد کے لیے کہے اگر مانین فبہا ورنہ انکو رہنے دے اپنے آپ
جو چاہے کرے یعنی شرط نیکی کی زاہد پر اسی پر خاص ہی عیال پر اسکے ذمے لازم نہین کہ
تنگی کرے ہان اسکو یہ نہ چاہیے کہ ایسی بات انکی مانے جو اسکو حد اعتدال سے نکال دے۔
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا رض کے گھر سے پردہ اور دو کنگن دیکھ کر
پھر گئے تھے اس سے یہ امر سیکھنا چاہیے کیونکہ وہ زینت ہی تھی حاجت کی چیز نہ تھی۔
مگر جو باتین کہ آدمی انکی طرف جاہ و مال سے مضطر ہوتا ہی وہ ممنوع نہین بلکہ زائد از حاجت
سم قاتل ہی اور جو کافی بقدر ضرورت ہی وہ دوا نافع ہی اور انکے درمیان درجات
متشابہ ہین پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہی گو سم قاتل نہو مگر مضر ہی اور جو حد ضرورت سے
قریب ہی اگرچہ دوا سے نافع نہین لیکن اسکا ضرر کم ہی اور زہر کا پینا حرام ہی اور دوا کا پینا
فرض اور ان دونون کے درمیان کا حکم مشتبہ ہی جو احتیاط کریگا وہ اپنے واسطے کریگا اور
جو سستی کریگا وہ اپنے لیے کریگا اور جو شخص اپنے دین کی صفائی مد نظر رکھ کر شبہے کی چیزین کو
چھوڑ کر یقین اختیار کریگا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھیگا تو وہ محتاط اور
فرقہ ناجیہ مین سے ہی۔ اور جو شخص قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہو اسکو دنیا دار کہنا جائز نہین
بلکہ اسقدر دنیا کا ہونا تو عین دین ہی اسلیے کہ دین کی شرط ہی اور شرط منجملہ مشروط کے ہی
سمجھی جاتی ہی اور اس امر کی تائید پر وہ روایت بھی دال ہی جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

و السلام کے حال مین منقول ہو کہ آپ کو ایک بار کچھ حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست کے
پاس تشریف لیگئے تا کہ اُس سے کچھ قرض لین مگر اُسنے قرض نہ دیا آپ نہایت مغموم پھرے
اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے خلیل سے یعنی خداے تعالیٰ سے مانگتے تو تمکو ضرور ملتا
عرض کیا کہ الٰہی مجھے معلوم تھا کہ تجکو دنیا ناپسند ہو اسی لیے اُسمین سے مانگتے ہوے ڈر معلوم
ہوا حکم ہوا کہ حاجت یعنے مقدار ضرورت دنیا مین سے نہین انتہی - اس سے معلوم ہوتا ہو
کہ مقدار ضرورت داخل دین ہو اور جو اُسکے سوا ہو وہ آخرت مین وبال ہو اور دنیا مین بھی
وبال ہو جو شخص کہ اغنیا کا حال دیکھتا ہو کہ کس قدر محنت و تردد مال کے حاصل کرنے اور رکھنے
جوڑنے اور حفاظت کرنے اور ذلت اُٹھانے مین پڑتی ہو وہ جانتا ہو کہ مال کا دنیا مین
وبال ہونا درست بات ہو - نہایت درجہ فلاح کا مال سے یہ ہو کہ وہ مالدار کے وارثون کو
پہونچے اور وہ اُسکو کھاوین مگر وہ بعض اوقات مورث کے دشمن ہوا کرتے ہین اور
کبھی اُسی مال کو گناہ مین صرف کیا کرتے ہین تو گویا مورث ہی اُنکا مددگار اس گناہ پر ہوا
مال دنیا کا جمع کرنے والا اور شہوات کا طالب ایسا ہو جیسے ریشم کا کیڑا کہ اول اپنے اوپر
ریشم تنتا جاتا ہو پھر اُسمین سے نکلنا چاہتا ہو مگر بچاو کی صورت نہین پاتا وہان ہی
مرجاتا ہو اور باعث اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہو خود کردہ را چہ علاج اسی طرح جو شخص
شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہو وہ اپنے دل پر زنجیرین جکڑتا ہو اور جتنی شہوات ہین مال
اور جاہ اور زن اور فرزند اور اعدا کو نیچا دکھانا اور دوستون سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب
جدا جدا بیڑیان ہین کہ دل پر پڑتی جاتی ہین اب اگر اس شخص کو اپنی غلطی معلوم ہوا اور ان مین
خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے تو نہین نکل سکیگا دل پر وہ بیڑیان اور طوق دیکھیگا
کہ اُنکا کاٹنا مشکل ہو اور اگر بالفرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزون مین سے اپنے
اختیار سے چھوڑ دیگا تو گویا اپنی جان کو تلف کریگا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنے پانون پر
کلھاڑی ماریگا اور اسی حال مین رہیگا یہانتک کہ ملک الموت ایکبارگی سب محبوب چیزون سے
دم کے دم مین علحدہ کر دیگا اور اُسوقت عجب صورت پیش آویگی کہ دل تو دنیا کی زنجیرون مین
جکڑا ہوا ہوگا جو چھوٹنے کو ہو اور ملک الموت کے نیچے دل کی رگون کے اندر گھسے ہوے
اُسکو آخرت کی طرف کھینچینگے اور زنجیرین دنیاوی اُسکو دنیا کی طرف کشش کرینگی تو اس
شخص کا ادنیٰ حال مرنے کے وقت ایسا جاننا چاہیے جیسے کسی شخص نے اُسکا جسم آرے سے

چیر کر دو طرف سے دو آدمی پکڑ کر کھینچین اور علیحدہ کرین اور اسمین بھی یہ ہو کہ جو شخص آرے سے چیرا جاویگا تو ایذا اُسکے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل مین بطریق سرایت پہونچیگی اور بدن کے ذریعہ سے دل کو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اُس صورت موت کے کہ اُسمین تکلیف خاص دل ہی پر ہوتی ہو کسی غیر چیز سے سرایت کر کے نہین آتی تو ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہو غرض کہ یہ اول عذاب ہو کہ آدمی کو ملیگا اور اعلی علیین اور قرب رب العالمین کا فوت ہو جانا اور اسکی حسرت رہنی یہ بعد کو ہوگی پس دنیا کی طرف میل کرنے سے خدائے تعالی کے دیدار سے محروم رہیگا اور جو وہان سے محجوب ہوتا ہو اُسپر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہو کیونکہ وہ صرف محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہو چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہو کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ثُمَّ اِنَّھُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ اس آیت مین عذاب دوزخ کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جاوے اور دوزخ کا عذاب نہو تو وہی ایک کافی ہو اور جب دونون ایک ساتھ ہونگے تو کیا حال ہوگا ہم خدائے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمارے کانون مین وہی بات جا دے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک مین پھونک دی تھی یعنی آپ سے فرما دیا گیا تھا اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّکَ مُفَارِقُہٗ اور انجا کہ اولیاء کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباع خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح ہلاک کرتا ہو اسی لیے اُنھون نے دنیا کو یکلخت ترک کر دیا یہانتک کہ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مین نے ستر بدر کے لوگون کو ایسا دیکھا ہو کہ جو چیز اُنپر حلال تھی اُسی مین زہد اتنا کرتے تھے کہ تم اتنا حرام چیزون مین بھی نہین کرتے اور ایک روایت مین یون ہو کہ وہ مصیبت کے وقت اتنا خوش رہا کرتے کہ تم حالت ارزانی و وسعت مین بھی نہین رہتے اگر تم اُنکو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمھارے کسی اچھے شخص کو دیکھین تو کہین کہ اسکو دین سے کچھ بہرہ نہین اور اگر تم مین سے بُرون کو دیکھین تو کہین کہ یہ قیامت پر ایمان نہین رکھتے اور اگر اُنمین سے کسی کے سامنے مال حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہو کہ میرا دل نہ بگاڑ دے پس جو اہل دل ہوگا وہ بالضرور اُسکے بگڑنے سے بھی ڈریگا اور جن لوگون کے دلون کو دنیا کی محبت نے مردہ کر دیا ہو اُنکا حال خدائے تعالی ارشاد فرماتا ہو وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِھَا وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور فرمایا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوٰہُ

وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ان آیتون مین ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی سب باتین غفلت اور نادانستگی کی وجہ سے ہین - اور یہین لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجکو اپنے سفر مین ساتھ رکھیے اُنھون نے فرمایا کہ اپنا مال دیکر میرے ساتھ ہو جانا اُسنے عرض کیا کہ یہ تو مجھسے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ غنی جنت مین تعجب ہو کہ داخل ہو اور ایک روایت مین یون ہو کہ غنی جنت مین بڑی مشکل سے داخل ہو گا - اور بعض اکابر نے فرمایا ہو کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہو چار فرشتے اطراف دنیا مین چار آوازین دیتے ہین دو فرشتے مشرق مین اور دو مغرب مین مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہو کہ اے طالب خیر قدم بڑھا اور اے طالب شر بس کر اور دوسرا کہتا ہو کہ الٰہی دینے والے کو عمدہ عوض عنایت فرما اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہو کہ موت کے واسطے پیدا ہو اور اُجڑنے کے لیے عمارت بناؤ اور دوسرا کہتا ہو کہ لمبے حساب کے لیے کھاؤ اور نفع اُٹھاؤ

پانچوان بیان زہد کی علامات مین

جاننا چاہیے کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہو کہ مال کا تارک زاہد ہو حالانکہ ایسا نہین کیونکہ مال کا چھوڑنا اور اُس سے دل برداشتگی ظاہر کرنی ایسے شخص پر جو زہد پر مدح کو اچھا جانے بہت آسان ہو دیکھو اکثر راہب ہین کہ اُنھون نے اپنے نفسون کو تھوڑی ہی غذا کا عادی کر لیا ہو اور ایک ہندی خانے مین بیٹھنا لازم کر لیا ہو اُنکی خوشی صرف یہی ہو کہ لوگ ہمارا حال جانین اور دیکھ کر تعریف کرین پس صرف مال چھوڑنے سے دلیل قطعی زہد کی کہان رہی بلکہ زہد مال اور جاہ دونون سے ضرور ہو تا کہ اور سب حظوظ نفسانی مین زہد پورا ہو - ایک اور طرفہ امر ہو کہ بعض لوگ بڑے عمدہ پشمینے کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہن کر دعوے زہد کا کرتے ہین چنانچہ ابراہیم خواص رح ان مدعیون کے وصف مین فرماتے ہین کہ ایک لوگ دعوی زہد کا کرتے ہین اور پوشاک عمدہ پہن کر لوگون کو دھوکا دیتے ہین تاکہ اُنکو اگر کوئی پوشاک بھیجے تو ویسی ہی بھیجے اور اُنکی طرف فقیرون کی طرح نہ دیکھے کہ حقیر جان کر مسکینون کی طرح دے دے اور ایسے لوگ اپنے آپ کو متبع علم کا کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم طریق سنت پر ہین چیزین ہمارے پاس آتی ہین ہمکو اُنسے کچھ سروکار نہین حالانکہ اگر واقع مین دیکھا جاوے تو وہ بعوض لوگ اپنے آپ لیتے ہین یہ سب کے سب دنیا کو بعوض دین کے کھاتے ہین اُنکی مراد اپنے باطن کا

تصفیہ اور اپنے نفسون کے عادات کی تہذیب نہین ہوئی تھی انپر انکی صفات ظاہر ہوکر غالب ہوگئین پس
اُنھون نے انکو اپنا حال کہدیا یہ لوگ دنیا کے راغب اور پیرو ہوا نفسانی کے ہین انتہی
غرض کہ پہچاننا زہد کا ایک مشکل بات ہی بلکہ زہد کا حال زاہد پر بھی مشتبہ رہتا ہی زاہد کو چاہیے
کہ اپنے باطن کی ان تین علامتون پر اعتماد کیا کرے اول پہچان یہ ہی کہ موجود پر خوش نہو
نہ مفقود پر رنجیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی لِکَیْلَا تَأْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا
اٰتٰکُمْ بلکہ اسکے برعکس ہونا چاہیے کہ مال کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاتے رہنے سے خوش ہو
دوسری پہچان یہ ہی کہ اسکے نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا برابر ہو اول بات
علامت مال مین زہد کی ہی اور دوسری علامت جاہ مین زہد کی ہی تیسری پہچان یہ ہی کہ
انس اللہ تعالی کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت کی غالب رہے کیونکہ دل حلاوت
محبت سے خالی نہین رہتا ہی یا محبت دنیا کی اسمین رہتی ہی یا محبت اللہ تعالی کی ان
دونون کا حال دل مین ایسا ہی جیسے پیالے مین پانی اور ہوا کا حال ہوتا ہی کہ پانی جب اسمین
آتا ہی جب ہوا اسمین سے نکل جاتی ہی دونون اکٹھا نہین ہونے اور جو شخص اللہ تعالی سے
مانوس ہوتا ہی وہ اسمین مصروف رہتا ہی دوسری چیز مین مشغول نہین ہوتا۔ اور
اسی وجہ سے جب بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ زہد نے زاہدون کو کہانتک پہونچا دیا
فرمایا کہ اللہ تعالی کے ساتھ مانوس ہونے تک۔ اور خدا ے تعالی کا انس اور دنیا کا انس جمع
نہین ہوتے چنانچہ اہل معرفت کا قول ہی کہ جب ایمان ظاہر دل پر لگا رہتا ہی تو دنیا اور
آخرت دونون سے محبت کرتا ہی اور دونون کے لیے کام کرتا ہی مگر جب ایمان دل کے
سیاہ نقطے مین چلا آتا ہی اور اسمین رہنے لگتا ہی تو دنیا سے بغض کرتا ہی اور اسکی طرف
نگاہ نہین کرتا نہ اسکے لیے عمل کرے اور اسی واسطے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا مین
منقول ہی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ اور حضرت ابوسلیمان رح فرماتے ہین
جو اپنے نفس مین مشغول ہوگا وہ آدمیون سے بیخبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنے والون کا ہی
اور جو شخص اپنے رب مین مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بیخبر ہوگا یہ رتبہ عارفین کا ہی شعر

کہ شرکست بایار و باخویشتن	اگر یارے از خویشتن دم مزن

زاہد کے لیے ضرور ہی کہ ان دونون مقامون مین سے ایک مین رہے پہلا مقام یہ ہی
کہ اپنے نفس ہی مین لگا رہے اس حال مین اسکے نزدیک تعریف و مذمت اور وجود مال اور

عدم برابر ہونگے اور تھوڑا سا مال رکھنے سے اونکے زہد کا جاتا رہنا نہ پایا جائیگا۔
ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سلیمان رح سے پوچھا کہ کیا حضرت داود طائی رح
زاہد تھے اونھون نے فرمایا کہ البتہ مین نے کہا کہ سنا ہے اونکو باپ کے ترکے مین سے بیس دینار
پہنچے تھے اونکو اونھون نے بیس برس مین خرچ کیا تھا وہ زاہد کیسے ہوے وہ تو دینار
رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ تمھاری غرض یہ ہے کہ وہ حقیقت زہد کو پہونچ جاتے حقیقت سے
مراد حضرت ابو سلیمان رح کی انتہا تھی یعنی زہد کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ صفات نفس کے بہت ہین اور زہد کامل
جبھی ہوتا ہے جب سب صفات مین زہد کرے پس جو شخص کہ دنیا مین سے کسی چیز کو باوجود قدرت
کے صرف اپنے دل اور دین کے خوف سے چھوڑیگا اوسکو اوسیقدر زہد سے بہرہ ہوگا
اور انتہا یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو سب کو ترک کردے یہان تک کہ پتھر بھی سر نہ رکھے جیسے
حضرت عیسی علیہ السلام نے کیا تھا۔ ہم خداے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو زہد کا
اول ہی درجہ نصیب فرماوے انتہا کے درجات کی طمع تو ہم جیسون کو کہان ہوسکتی ہے
اگرچہ خداے تعالے کے فضل سے امید توڑنے کی اجازت نہین اور اگر ہم اپنے اوپر عجائب
نعماے الہی کو لحاظ کرین تو جانین کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہین پس اگر اوسکے
جود کے اعتبار سے کہ ہر ایک کام سے بڑھکر ہے ہم بھی اپنی حیثیت سے بڑھکر سوال کرین
تو کچھ دور نہین ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ زہد کی علامت فقر او غنا اور عزت او ذلت اور
تعریف و مذمت کا یکسان ہونا ہے اور یہ بات غلبہ انس الہی سے ہوتی ہے تو اب
جاننا چاہیے کہ اس سے بالضرور اور علامات متفرع ہوتے ہین مثلا دنیا کو ترک کرے اور
یہ نہ دیکھے کہ کس کے پاس گئی۔ اور بعضون نے فرمایا ہے کہ علامت زہد کی یہ ہے کہ دنیا کو
جیسی کہ ہے ویسی چھوڑدے یہ نہ کہے کہ مین سرای بناونگا یا مسجد بنواونگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین
کہ زہد کی علامت موجود چیز کی سخاوت ہے ۔ اور ابن خفیف رح کہتے ہین کہ زہد کی علامت
یہ ہے کہ جب چیز ہاتھ سے جاوے تو راحت پاوے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ
بلا تکلف دنیا سے علحدہ ہونا اور اعراض کرنا زہد ہے ۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین
کہ اون ایک نشان ہے زہد کی نشانیون مین سے پس نچاہیے کہ تین درہم کا کمل پہنے اور
دل مین رغبت پانچ درہم کے کمل کی ہو۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رح اور حضرت سفیان
ثوری رح فرماتے ہین کہ زہد کی علامت امل کا کوتاہ کرنا ہے ۔ اور سری رح فرماتے ہین کہ

کہ زاہد کی حالت اچھی نہین ہوتی جب اپنے نفس سے بیخبر ہوا ور عارف کی عیش اچھی نہین ہوتی
جبتک اپنے نفس مین مشغول ہو۔ اور نصیر آبادی کہتے ہین کہ زاہد دنیا مین مسافر ہے اور عارف
آخرت مین۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ زہد کی تین علامتین ہین عمل کرنا بلا علاقہ
اور قول بدون طمع اور عزت بدون ریاست اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ زاہد تمکو سرکہ
اور رائی سونگھاتا ہے اور عارف مشک و عنبر۔ اور اونسے ایک شخص نے پوچھا کہ مین
توکل کی دوکان مین اگر بیٹھ جاؤن تو کب اوٹھونگا اور زاہدون مین کب بیٹھونگا اونھون نے
فرمایا کہ جب باطن مین تیرے نفس کی ریاضت اس درجہ کو پہونچ جاویگی کہ اگر اللہ تعالے
تجھسے تین دن رزق علیحدہ رکھے تو تیرے جی مین یقین ضعیف نہو اور جب تک اس درجے کو
نہ پہونچے تو تجکو زاہدون کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہے کہ کہین
رسوا نہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا مثل دلہن کے ہے اور جو اوسکو طلب کرتا ہے وہ اوسکی
مشاطہ ہے اور جو کوئی اوسمین زہد کرتا ہے وہ اوسکا منہ کالا کرتا ہے اور بال نوچتا ہی
اور کپڑے پھاڑتا ہے اور عارف اللہ تعالی سے مشغول رہتا ہے۔ اوسکی طرف التفات
نہین کرتا۔ اور سری رح کہتے ہین کہ زہد مین سے مین نے جو بات چاہی وہ مجکو ملی مگر آدمیون
مین زہد کرنے کو مین نہ پونہچا اور نہ اوسکی مجھے طاقت ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین
اللہ تعالی نے سب برائی ایک کوٹھری مین بند کی اور اوسکی کنجی محبت دنیا بنائی اور
تمام خیر ایک کوٹھری مین بند کی اور اوسکی کلید دنیا مین زہد کرنے کو بنایا یہ بیان تھا
جو ہمکو حقیقت زہد اور اوسکے احکام مین لکھنا منظور تھا اور چونکہ زہد بدون توکل تمام
نہین ہوتا اسلیے اب ہم توکل کو شروع کرتے ہین وباللہ التوفیق

پانچوان باب توحید و توکل کے بیان مین

رباعی

گر تجکو ہے عقل رکھ توکل پہ قدم — توحید خدا کا ورنہ تو مار نہ دم
تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر مین جب — لکھنا تھا جو لکھ چکا ترے حق مین قلم

واضح ہو کہ توکل دین کی منزلون مین سے ایک منزل اور یقین کے مقامات مین سے
ایک مقام بلکہ مقربین کے عالی درجات مین سے ہے اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق
اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہے سمجھنے کی رو سے اوسکے باریک ہونے کی وجہ سے

کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور اونپر تکیہ کرنا تو توحید مین شرک ہے اور اگر اونسے بالکل تساہل
اور سستی کیجاوے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہے اور اسباب کو لحاظ بھی
کرنا اور اونپر تکیہ بھی کرنا قیاس مین مشکل سے آتا ہے بلکہ ورطۂ جہالت مین پھنساتا ہے
اسلیے معنی توکل کے ایسی طرح سمجھنے کہ مقتضاے توحید کے بھی موافق ہو اور نقل و شرع
کے بھی مطابق نہایت باریک امر مشکل ہے اسکے واقف ہونے پر اس پوشیدگی اور دقت
کے ہوتے ہوے سواے ایسے علما کے جنکی آنکھین فضل الٰہی سے حقائق کا نور سمایا ہوا ہے
اور کسیکی مجال نہین البتہ بڑے علمانے دیکھکر معلوم کر لیا اور جو دیکھا سو بیان کیا جسطرح
اونسے بیان کرایا گیا اوسطرح اونھون نے کہا اور ہم اس باب مین ایک مقدمہ اور دو فصلین
لکھتے ہین مقدمے مین توکل کی فضیلت اور فصل اول مین توحید اور دوسرے مین توکل کی حالت اور عمل لکھینگے

مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر مین

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِيْنَ پس ایسے مقام کا کیا کہنا ہے جو اوسپر پہونچے وہ اللہ کا محبوب ہو
اور اللہ تعالی اوسکا کفیل ہو جس شخص کا خدا تعالی کافی ہو اور محبت اور محافظت کرے
وہ بڑی فلاح والا ہے اسلیے کہ محبوب کو عذاب نہوگا نہ دور رہیگا نہ محجوب ہوگا اور ایک
آیت مین ارشاد ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص
طالب کفایت غیر سے ہو وہ توکل کا تارک ہے اور اس آیت کی تکذیب کرنے والا کیونکہ
یہ سوال استفہام اقراری کے طور پر ہے جیسے یہ آیت ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ
مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا پس غرض یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالی
بندے کو کافی ہے اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ
یعنی ایسی عزت والا ہے کہ جو کوئی اوسکی پناہ مین آجاوے اوسکو ذلیل نہین کرتا اور جو
اوسکی جناب مین ملتجی ہو اوسکو تلف نہین فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اوسکی تدبیر پر بھروسا
کرتا ہے وہ اوسکی تدبیر سے کوتاہی نہین فرماتا اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ اسمین بیان فرمایا کہ ہر ایک ما سوی اللہ مسخر ہے
اوسکو بھی حاجت تمھاری جیسی حاجتون کی ہوتی ہے تو اوسپر توکل کیسے کیا جاوے

اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ اور فرمایا وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ اور فرمایا یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِہٖ

اور سوا ان آیات کے جو کچھ قرآن مجید میں توحید کا مذکور ہے اوس سب میں تنبیہ ہے کہ غیر کا لحاظ نکرو اور اللہ تعالیٰ واحد قہار پر توکل کرو اور احادیث توکل کے باب میں یہ ہیں کہ حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو موسم حج میں امتیں دکھلائی گئیں میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انسے سب پہاڑ اور نشیب بھر گئے ہیں مجکو اونکی کثرت او ہیئت سے تعجب ہوا مجھسے سوال ہوا کہ تو خوش ہوا میں نے کہا کہ البتہ حکم ہوا کہ انکے ساتھ ستر ہزار او جنت میں بے حساب داخل ہونگے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے آپ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ لَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اسکو سنکر عکاشہ بن محصن اوٹھے اور عرض کیا کہ آپ خدای تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ مجکو بھی اونھیں لوگوں میں سے کرے آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ یعنی الٰہی تو اوسکو اونمیں سے کر پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خدای تعالیٰ مجکو بھی اونمیں کرے آپ نے فرمایا کہ اس دعا میں تجھ سے سبقت عکاشہ کر چکا۔ اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تمکو خدای تعالیٰ اسی طرح روزی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اوٹھتے ہیں اور شام کو شکم سیر جاتے ہیں اور فرمایا مَنِ انْقَطَعَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلَّ مُؤْنَةٍ وَرَزَقَهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنِ انْقَطَعَ اِلَی الدُّنْیَا وَکَلَهُ اللّٰہُ اِلَیْهَا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جسکو یہ اچھا معلوم ہو کہ سب لوگوں میں زیادہ غنی ہو جاوے تو اوسکو چاہیے کہ اپنے سامنے کی چیز کی نسبت کہ خدا تعالیٰ کے پاس کی چیز پر زیادہ اعتماد کرے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کو جب فقر و فاقہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کے واسطے کھڑے ہو جاؤ اور فرماتے کہ اس بات کا حکم مجکو میرے پروردگار نے دیا چنانچہ ارشاد فرمایا وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تعویذ کرایا یا داغ دیا اوسنے توکل نہیں کیا یعنی ہر چند تعویذ کرنا قرآن مجید یا اون الفاظ سے جو شرع میں وارد ہیں جائز ہے مگر توکل جاتا ہے

کسی دوسرے سے اسباب کی طرف التفات نہ رہے سکتے ہین کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن مین رکھکر آگ مین پھینکا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُنسے پوچھا کہ آپ کو کچھ حاجت ہو آپ نے فرمایا کہ ہو مگر تمسے نہین یہ اسواسطے کہا کہ جب اُنکو آگ مین پھینکنے کے لیے پکڑا تھا تو اُنھون نے فرمایا تھا حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ بس اِس قول کا نباہ منظور تھا اسی وفا کے لیے قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى یعنی وہ ابراہیم جسنے بات کو پورا کیا - اور حضرت داؤد علیہ السلام پر خداے تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص کہ صرف میری حبل متین سے تمسک کریگا خلق سے سروکار نہ رکھیگا اگر اُسکے ساتھ تمام آسمان و زمین دغا کرینگے تو ہم اسکے لیے نکلنے کی راہ پیدا کر دونگا اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہین کہ مجکو بچھونے کاٹا میری مان نے مجکو قسم دلائی کہ تو جھڑوالے مین نے جھاڑنے والے کے ہاتھ مین اپنا وہ ہاتھ دیدیا جسمین نہین کاٹا تھا - اور ابراہیم خواص رح نے یہ آیت پڑھی وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ آخر تک پھر فرمایا کہ بندے کو بعد اس آیت کے خدا کے سوا کسی کی طرف التجا کرنی نہ چاہیے اور بعض اکابر کو خواب مین کسی نے یہ جملہ کہدیا کہ جسنے اعتماد کیا اللہ تعالیٰ پر اُسنے اپنا رزق جمع کر لیا - اور بعض علمانے فرمایا ہو کہ ایسا نہو کہ آدمی رزق مضمون کی تلاش مین اپنے فرض اعمال سے بیخبر ہو جاوے اور آخرت کا معاملہ ابتر کردے اور اُسکو دنیا مین اُسی قدر ملیگا جتنا کہ اُسکے لیے لکھا گیا ہو - اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہو تو اُس سے معلوم ہوتا ہو کہ رزق کو بھی حکم ہو کہ آدمی کو تلاش کرے اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ مین نے ایک راہب سے پوچھا کہ تو کہان سے کھاتا ہو اُسنے جواب دیا کہ یہ بات مجھے جانتی نہین میرے پروردگار سے پوچھو کہ مجکو کہان سے کھلاتا ہو - اور ہرم بن حبان رح نے حضرت اویس قرنی رح سے پوچھا کہ مین کہان رہون اُنھون نے شام کی طرف اُنکو اشارہ فرمادیا پھر ہرم نے پوچھا کہ معیشت یعنے بسر اوقات کی کیا صورت ہو حضرت اویس رح نے فرمایا کہ تف ہو ان لوگون پر انمین شک ملا ہوا ہو اُنکو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا - اور بعض اکابر کا قول ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کو آدمی نے اپنا وکیل جان لیا تو ہر ایک بہتری کی راہ اُسکو مل گئی

فصل اول توحید کے ذکر مین اسمین بیان اُس توحید کی حقیقت کا ہو جو توکل کی اصل ہو جاننا چاہیے کہ ایمان کے اقسام مین سے توکل بھی ہو اور اُسکے سب اقسام علم و حال اور عمل سے بنتے ہین پس توکل بھی بالضرور انھین تینون چیزون سے حاصل ہوتا ہو اول علم جو اصل ہو

پھر عمل جو ثمرہ ہی تیسرا احوال جو توکل کے لفظ سے مراد ہی پس اول ہم اوس علم کا بیان شروع کرتے ہین
جو اصل ہی اور اُسی کا قول اہل لغت مین ایمان ہی اسلیے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہین اور
جو تصدیق دل سے ہوگی وہ علم ہی اور اگر تصدیق قوی ہو جاتی ہی تو اُسکو یقین کہنے لگتے ہین
مگر چونکہ اقسام یقین کے بہت ہین اور ہمکو اُنمین سے صرف وہ بیان کرنے ہین جنکے اوپر مدار توکل کا
ہی اور وہ قسم وہ توحید ہی جو اس کلمہ طیبہ مین سے سمجھی جاتی ہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
اور نیز وہ ایمان قدرت پر ہی جسکا بیان ان کلمات مین ہی لَہُ الْمُلْکُ اور اسی مین ایمان جود
و حکمت الٰہی پر بھی ہی جسپر یہ قول دلالت کرتا ہی وَ لَہُ الْحَمْدُ پس جس شخص نے کہا لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پس اُسکا وہ ایمان جو توکل کی
اصل ہی پورا ہوگیا اور اس کہنے سے ہماری یہ غرض ہی کہ معنی اس کلمے کے ایک وصف لازم
آدمی کے دل کے ہو جاوین اور دل پر بھی غالب رہین رہی توحید وہ اصل اصول ہی مگر اُسمین کلام
طویل ہی اور وہ علم مکاشفہ سے ہی لیکن بعض علوم مکاشفہ احوال کے ذریعے سے اعمال سے بھی
متعلق ہین اور علم معاملہ بدون اُنکے کامل نہین ہوتا اس صورت مین ہم توحید مین سے اُسی قدر
بیان کرینگے جو متعلق معاملے سے ہی ورنہ توحید ایک دریاے ناپیدا کنار ہی اُسکی کچھ انتہا ہی نہین۔ اب
جاننا چاہیے کہ توحید کے چار مراتب ہین ایک مغز دوسرے مغز کا مغز تیسرے پوست چوتھے
پوست کے اوپر کا پوست اور کم فہمون کے سمجھانے کے لیے ہم اسکی ایک مثال فرض کر لیتے ہین کہ
توحید کو مثل اخروٹ کے اپنے اوپر کے چھلکے مین سمجھنا چاہیے کہ اُسپر دو نون چھلکے ہوتے ہین
اور ایک مغز ہوتا ہی پھر مغز کے اندر تیل ہوتا ہی پس مرتبۂ اول توحید کا تو یہ ہی کہ آدمی اپنی
زبان سے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے مگر اُسکا دل اُس سے غافل ہو یا منکر مثل توحید منافقون کے
اور دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ معنی اس لفظ کے اُسکا دل بھی سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اُسکی تصدیق
کرتے ہین یہ توحید عوام کی ہی تیسرا مرتبہ یہ ہی کہ بذریعہ نور حق کے یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ ہو جاوین
یہ مقام مقربین کا ہی اور اسکا حال اس طرح ہی کہ اشیا کو بہت تو جانتا ہی مگر باوجود اشیا کی کثرت کے
اُنکو واحد قہار سے ہی صادر سمجھتا ہی اور چوتھا مرتبہ یہ ہی کہ وجود مین سوا ذات احد یکتا کے اور کسی کو نہ دیکھے

شعر چو سلطان عزت علم برکشد		جہان سر بجیب عدم در کشد

کا مضمون ہو جاوے اور یہ مشاہدہ صدیقون کا ہی اور اسکا نام صوفیۂ کرام فنا در توحید کہتے ہین
یعنی انجام کار اس رتبہ والا سوا ایک ذات کے اور کچھ نہین دیکھتا اپنے نفس کو بھی نہین دیکھتا

اور جب واحد یکتا مین مستغرق ہونے کی جہت سے اپنے نفس کو نہین دیکھتا تو توحید مین اپنے
نفس سے فانی ہوگا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے کو تکتا نہین۔ پس ان مراتب مین سے اول شخص تو
صرف موحد زبان کا ہے اسکا فائدہ دنیا مین یہ ہے کہ قتل سے بچ جاتا ہے اور دوسرا شخص اس معنی پر
موحد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کے معنی سمجھتا ہے اور دل سے تکذیب اپنے اعتقاد کی نہین کرتا اور
اس طرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہے اسمین بسط اور کشادگی نہین ہوتی تاہم اس توحید والا
عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہے بشرطیکہ اسی پر خاتمہ ہو اور گناہون کے باعث اسکو ضعیف
نہ کردیا ہو پھر اس گرہ کے لیے جو حیلے تو اس قسم کے ہین جنسے اسکا ڈھیلا کرنا اور کھولنا منظور
ہوتا ہے انکو بدعت کہتے ہین اور کچھ تدبیرین ایسی ہین جنسے اس گرہ کا مضبوط کرنا اور اسکے ڈھیلا
کرنے والے اور کھولنے والے حیلون کا دور کرنا مقصود ہوتا ہے انکو کلام کہتے ہین اور جو کلام
جانتا ہو اسکو متکلم کہتے ہین اور اسکے مقابل کو مبتدع اور غرض متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مبتدع کو
عوام کے دلون سے وہ گرہ نہ کھولنے دے اور متکلم کو کبھی موحد بھی کہتے ہین اس نظر سے
کہ وہ اپنے کلام کے باعث معنی لفظ توحید کے عوام کے دلون مین حفاظت کرتا ہے تاکہ توحید کی
گرہ کھلنے نہ پاوے۔ اور تیسرا شخص ان معنون کر موحد ہے کہ اسنے صرف ایک ہی فاعل کا
مشاہدہ کیا یعنے اسکو امر حق ہون کا نور کھل گیا واقع مین فاعل ایک ہی نظر آتا ہے اور حقیقت
جیسی ہے ویسی ہی سوجھ پڑتی ہے مگر اسنے بزور اپنے دل کو معتقد معنی لفظ حقیقت کا کیا ہے
تو یہ رتبہ عوام اور متکلمون کا ہے کیونکہ عامی اور متکلم کے اعتقاد مین تو کچھ فرق نہین بلکہ فرق یہ ہے
کہ متکلم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہے کہ جو کوئی اس سے اعتقاد کو ضعیف کرنا چاہے تو
اسکی تقریر دفع کردے۔ اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہے کہ اسکے مشاہدے مین بجز
واحد یکتا کے اور کوئی نہین آیا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہین دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے

شعر وحدت مین تیری خوف دوئی کا نہ آسکے	آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

یہ مرتبہ توحید مین سب سے اعلی ہے۔ پس پہلا مرتبہ تو اوپر کا سا چھلکا اخروٹ کا ہے اور دوسرا
مرتبہ مثل دوسرے چھلکے کے ہے اور تیسرا مغز کے مانند ہے اور چوتھا مثل تیل کے ہے جو مغز مین سے
نکلتا ہے اور جس طرح کہ اوپر کے چھلکے سے کوئی فائدہ نہین اگر کھائیے تو تلخ ہے اور اگر اسکا
باطن دیکھا جاوے تو بری صورت کا ہے اگر جلائیے تو آگ بجھا دے اور دھوان زیادہ کرے
اور اگر مکان مین رکھیے تو جگہ روکے غرض کسی قابل نہین بجز اسکے کہ چند روز اخروٹ کی حفاظت

اُس سے رہے اور جب مغز نکال لیا جاوے تو پھینک دیا جاوے اسی طرح توحید زبانی کا حال ہے
جسمین دل کی تصدیق نہو کر ایسی توحید سے کچھ فائدہ نہین نقصان بہت ہے ظاہر و باطن مین بُری ہے
ہان چند روز کا فائدہ یہ ہے کہ نیچے کے چھلکے یعنے دل اور بدن کے بچاؤ کے لیے موت کے
وقت تک کام آتی ہے اور منافق کے بدن کو طعمہ سیف مجاہدین نہین ہونے دیتی اسلیے
کہ اُنکو حکم دلون کے چیرنے کا نہین ہے ظاہر کے اسلام کو دیکھتے ہین اسی وجہ سے منافقون کا
بدن تلوار سے محفوظ رہجاتا ہے مگر موت کے وقت یہ توحید اُنکے بدن سے علحدہ ہوجاویگی
اُسکے بعد پھر اس سے کچھ کام نہ چلیگا اور جس طرح کہ نیچے کا چھلکا بہ نسبت اوپر کے چھلکے کے
ظاہر مین بہت مفید ہے یعنی اُس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہے اور رکھ چھوڑنے سے بگڑنے نہین دیتا
اور اگر جدا کر لیا جاوے تو ایندھن کے بھی کام کا ہے مگر بہرحال مغز کی نسبت کم ہے اسیطرح
صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی نسبت بہت مفید ہے مگر کشف و مشاہدہ کی بہ نسبت
جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی اُسمین تابش سے حاصل ہوتا ہے اُسکی قدر کم ہے کیونکہ یہی
کشادگی اس آیت شریف مین مراد ہے فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
اور اس آیت مین بھی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ اور جس طرح کہ مغز
بذات خود پوست کی نسبت نفیس ہے اور گویا مقصود وہی ہے مگر پھر بھی تیل نکالنے پر
کچھ کھلی وغیرہ کی آمیزش سے خالی نہین اسی طرح توحید فعل یعنی فاعل کا ایک جاننا بھی
سالکون کے حق مین بڑا المقصد عالی ہے مگر اسمین کچھ نہ کچھ التفات غیر کی طرف پایا جاتا ہے
اور اُس شخص کی نسبت جو ایک کے سوا دوسرے کو دیکھتا ہی نہین ایسے شخص کا لحاظ
کثرت کی طرف ہے پس اگر یہ کہو کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی بجز ایک ذات کے مشاہدہ نہ کرے حالانکہ
آسمان و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہے اور یہ چیزین بہت ہین تو بہت سی چیزین
ایک کس طرح ہونگی اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نکتہ انتہاے علوم مکاشفات مین کا ہے ان علوم کے
اسرار کا کسی کتاب مین لکھنا جائز نہین عارفین فرماتے ہین کہ راز ربوبیت کا افشا کرنا کفر ہے
علاوہ ازین اس امر کو علم معاملہ سے کچھ علاقہ بھی نہین ہان ابتداے نظر جو کثرت کا واحد
جاننا بعید معلوم ہوتا ہے اسکو سمجھا دینا ممکن ہے اور وہ اس طرح ہے کہ بعض چیزین کسی خاص
مشاہدے سے دیکھو تو بہت ہین اور کسی اور اعتبار سے دیکھو تو واحد ہین مثلاً اگر انسان کو اسکی
روح اور جسم اور ہاتھ پانون اور رگون اور ہڈیون اور آنتون کے لحاظ سے دیکھو تو بہت ہے اور

اگر اور اعتبار سے مشاہدہ کرو تو ایک ہی یعنے انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہی۔
اور بہت شخص ایسے ہین کہ انسان کو دیکھتے ہین تو اُنکے دل مین خیال اُسکی رگون کی کثرت کا
اور آنتون اور ساتھ پانون کا اور جدا ہونے روح وجسم اور اعضا کا نہین گذرتا۔ اور دونون مرتبون مین
فرق یہی ہی کہ جب آدمی کو حالت استغراق واحد کے ساتھ ہوتی ہی تو وہ واحد مین تفرق
اور جدائی نہین دیکھتا اور جب مین کثرت کی طرف التفات کرتا ہی تو خیال علحدہ ہونے
اُن اشیا کا گذرتا ہی اسی طرح جتنی اشیا موجود ہین خواہ خالق ہی یا مخلوق سبکے لیے اعتبارات
اور مشاہدات بہت اور جدا جدا ہین کہ کسی اعتبار سے وہ واحد ہین اور کسی سے بہت پھر بعض
اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہی اور بعض سے کم۔ اور انسان کو جو ہمنے مثال مین لکھا ہی
ہر چند مطابق مطلب کے نہین تاہم اُس سے فی الجملہ مشاہدے مین کثرت کا واحد ہو جانا معلوم
ہو جاتا ہی اور اس قسم کے موحدین پر کچھ انکار نہین رہتا اور جس مقام پر کہ ابھی آدمی کی رسائی
نہین ہوئی اُسکی تصدیق کرنے لگتا ہی اس تصدیق کی بدولت اُسمین توحید اعلیٰ مرتبہ والی سے
کچھ بہرہ ہو جاتا ہی گو جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہی وہ حالت حاصل نہوئی ہو جیسے مثلاً
کوئی نبوت پر ایمان لاوے تو ہر چند خود نبی نہو مگر نبوت سے اُسکو اُسی قدر بہرہ ہوگا جس قدر
کہ اُسپر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جسمین کہ بجز ذات واحد مطلق کے اور کچھ نہین ہو جھتا
کبھی تو ہمیشہ رہتا ہی اور کبھی بجلی کی طرح کوند جاتا ہی اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہی ہمیشہ یہ حال رہنا
بہت ہی کم ہی۔ روایت ہی حسین بن منصور حلاج رح نے ابراہیم خواص رح کو سفر کرتے دیکھا تو
پوچھا کہ تم کس فکر مین ہو انھون نے فرمایا کہ مین سفر مین پھرتا ہون تاکہ توکل مین اپنا حال درست
کرون اور خواص رح متوکلین مین سے تھے حسین بن منصور رح نے فرمایا کہ تمنے اپنی تمام عمر اپنے
باطن کی آبادی مین ضائع کی فقط اور توحید کہان گئی اُسکو کیون نہین اختیار کرتے **شعر**

اگر یار سے از خویشتن دم مزن		اگر شرکست با یار و با خویشتن

گویا حضرت خواص رح توحید مین تیسرے مقام کی درستی کرتے تھے اور حسین رح نے انکو چوتھے
مقام پر ترغیب دی غرض کہ مقامات موحدین کا حال برسبیل اجمال بیان کیا گیا اب مقدار
توحید کی شرح سننی چاہیے جسپر توکل مبنی ہی پس چوتھے مقام کے بیان مین تو خوض ہی کرنا
نہ چاہیے اور نہ توکل اُسپر مبنی ہی بلکہ حال توکل تیسری قسم کی توحید سے حاصل ہوتا ہی اور قسم
اول کی توحید نفاق ہی اسکا حال ظاہر ہی ہی اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانون مین جو کہ

اُسکے پختہ کرنے کا طور علم کلام مین مذکور ہی اور بدعتیون کے اعتراضات کا جواب بھی اُسی
علم مین موجود ہی اُسمین سے جسقدر کہ ضروری ہی ہمنے اُسکا ذکر کتاب اقتصاد فی الاعتقاد مین
لکھا ہی۔ باقی رہی تیسری قسم توحید کی سو اُسی پر توکل مبنی ہی اسلیے کہ صرف توحید اعتقادی
تو موجب حال توکل کے نہین ہی اُسمین کچھ کشف و مشاہدہ کا ہونا بھی چاہیے پس تیسری قسم مین سے
جس قدر پر توکل موقوف ہی اُسکو ہم بیان کرتے ہین اُسکی تفصیل تو اس جیسی کتاب مین نہین
آسکتی مگر مختصر یہ ہی کہ آدمی پر یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ فاعل سوا خداے تعالی کے اور کوئی نہین
اور جتنی موجود چیزین ہین یعنی خلق اور رزق اور بخشش اور نہ دینا اور موت و حیات اور توانگری
و مفلسی وغیرہ جنکو کسی نام سے کہ سکتے ہین اُنکا موجد اور مبدع اور مخترع اللہ تعالی ہی ہی کوئی
اُسکا شریک نہین جب آدمی پر یہ بات کھل جاویگی تو پھر اور کی طرف نہ دیکھیگا بلکہ خداے تعالی
ہی سے خوف کریگا اور اُسی سے توقع رکھیگا اور اُسی پر اعتماد و توکل کریگا اسلیے کہ کرنے والا
کامون کا تو صرف وہی ہی دوسرا اور کوئی نہین اور جو اُسکے سوا ہین وہ سب مسخر ہین خود ایک
ذرہ بھی آسمانون اور زمین کے ملکوت مین سے نہین ہلا سکتے اور جب باب مکاشفہ آدمی کے
اوپر کھل جاتا ہی تو یہ امر اُسکو آنکھ کے مشاہدے سے بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہی۔ اب جاننا چاہیے
کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ مین روک دیتا ہی جہان اُسکو یہ معلوم ہو کہ انسان کے
دل پر کچھ ملاوٹ شرک کا بھی چلا جاویگا اور اسکی دو صورتین ہین اول حیوانات کے اختیار پر التفات کرنے سے
دوم جمادات کے التفات سے۔ جمادات کے التفات سے شرک ایسے کراتا ہی کہ مثلاً آدمی
کھیتی کے نکلنے اور جمنے مین مینھ پر اعتماد کرے اور مینھ کے برسنے کے لیے ابر پر اور ابر کے
اکٹھا ہونے کے واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر رہنے اور چلنے مین ہوا پر اعتماد
کرے تو یہ سب باتین توحید کے باب مین شرک ہین اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہین
اسی واسطے اللہ تعالی فرماتا ہی فَاِذَا رَکِبُوْا فِی الْفُلْکِ دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ
فَلَمَّا نَجّٰھُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا ھُمْ یُشْرِکُوْنَ اسکے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہین کہ کشتی کے سوار
کہنے لگتے ہین کہ اگر ہوا اچھی نہوتی تو ہم نہ پہونچتے اور جس شخص پر حال عالم کا واقعی معلوم ہو گیا ہی
وہ جانتا ہی کہ ہواے موافق بھی ایک ہوا ہی اور ہوا اپنے آپ سے نہین چلتی جب تک اُسکو
کوئی حرکت دینے والا نہو اسی طرح اُسکے محرک کو ایک اور محرک چاہیے یہان تک کہ سلسلہ محرک
اول پر پہونچے کہ اُسکو کوئی محرک نہین اور نہ وہ بذات خود متحرک ہی پس نجات کے باب مین

بندے کا التفات سوا کی طرف ایسا ہی جیسا کوئی شخص گردن مارا جانے کو پکڑا جاوے اور بادشاہ
اُسکی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھ دے تو یہ شخص دوات اور کاغذ اور قلم کو جسنے حکم لکھا گیا ہی یاد
کرے اور کہے کہ اگر قلم نہوتا تو مین نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جسنے قلم کو ہلایا اُس سے
نہ سمجھے تو یہ نہایت جہالت ہی اور جو شخص جانے کہ قلم کچھ حکم نہین دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھ مین
مسخر ہوتا ہی تو وہ قلم کی طرف التفات نہین کریگا اور سوا کاتب کے اور کا شکر گزار نہوگا بلکہ بعض
اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر مین دل پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہوگا۔
پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینھ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور پتھر وغیرہ سب
خداے تعالی کے قبضۂ قدرت مین اس طرح مسخر ہین جیسے کاتب کے ہاتھ مین قلم بلکہ یہ مثال بھی
صرف سمجھانے کے واسطے کہ دی گئی کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ دستخط بادشاہ کیا کرتے ہین اور
واقع مین کاتب خداے تعالی ہی ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی
پس جب آدمی پر یہ بات کھل جاتی ہی کہ تمام چیزین کہ آسمان و زمین کی اس طرح مسخر ہین تو شیطان
اُس سے نا امید ہو جاتا ہی کہ اب اسکی توحید مین یہ شرک جمادات کا تو نہین ملا سکتا مگر دوسری
صورت سے پیش آتا ہی یعنی التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری مین دل مین
ڈالتا ہی اور کہتا ہی کہ تو سب باتون کو اللہ کی طرف سے کیسے اعتقاد کرتا ہی دیکھ فلان شخص
تجکو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہی اگر چاہے دے اور چاہے بند کر دے اور بادشاہ کو
اختیار ہی چاہے تیری گردن تلوار سے اُڑا دے چاہے معاف کر دے تو خوف بادشاہ ہی سے
چاہیے اور اُسی سے توقع رکھنی چاہیے کیونکہ تو اُسی کے قابو مین ہی اور یہ بات تو اپنی آنکھ سے
دیکھتا ہی اور اسمین کچھ شک نہین اور یہ بھی کہتا ہی کہ اگر قلم کو تو کاتب نہین جانتا اس جہت سے
کہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہی تو کاتب تو اُس سے باختیار خود لکھتا ہی اُسکو کاتب کیون
نہین جانتا اس خطرے مین اکثر لوگون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین بجز اللہ تعالی کے
مخلص بندون کے جنپر شیطان مردود کو قابو نہین وہ لوگ البتہ چشم بصیرت سے کاتب کو بھی
مسخر اور مضطر دیکھتے ہین جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہین اور انکو معلوم ہوگیا ہی کہ ضعفا نے
اس باب مین ایسی غلطی کی جیسے چیونٹی مثلاً کاغذ پر پھرتی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ
کر رہی ہی اور اُسکی بینائی ہاتھ اور انگلیون پر نہ پہونچتی ہو چہ جاے کہ کاتب کو دیکھے تو وہ
غلطی سے یہی جانیگی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہی اور اسکی غلطی کی وجہ یہی ہی

کہ اسکی بینائی قلم کی نوک سے اوپر نہین جاسکتی اسواسطے کہ آنکھ کا حدقہ بہت تنگ ہو پس
اسی طرح جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے خداے تعالیٰ کے نور سے نہین کھلا اسکی بصیرت آسمان
و زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہو وہ نہین دیکھ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے اوپر غالب ہو
اسی لیے کاتب ہی پر اشارہ راہ مین ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہو اور ارباب قلوب اور
مشاہدات کا حال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اُنکے لیے آسمان و زمین کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کاملہ سے
گویا کر دیتا ہو یہان تک کہ وہ لوگ اُن ذرات کی تقدیس اور تسبیح خداے تعالیٰ کے لیے سنتے ہین اور
اُنکے گوش حق نیوش ہین آواز ان اشیا کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدون کسی حرف اور صورت کے
سنائی دیتی ہو جنکے کان ہی نہین وہ اُسکو البتہ نہین سنتے سچ ہو شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ہماری غرض کان سے یہ کان نہین جو آواز کی چیزون کے سوا نہین سن سکتے ایسے کان تو
گدھے کے بھی ہوتے ہین اور نہ ایسی چیزون کی کچھ قدر ہو جسمین کہ بہائم شریک ہون بلکہ اُن
کانون سے یہ غرض ہو جنسے وہ کلام سمجھی جاوے جسمین نہ حروف ہون نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی
پس اگر کوئی کہے کہ یہ تو ایک تعجب کی بات ہو عقل اسکو قبول نہین کرتی اشیا کے بولنے کی کیفیت کو
بیان کرنا چاہیے کہ وہ کیسے بولتی ہین اور کیا کہتی ہین تسبیح اور تقدیس خداے تعالیٰ کی کس طرح
کرتی ہین اور اپنے نفسون کے عاجز ہونے کی شہادت کیسے دیتی ہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ آسمان
و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کے ساتھ باطن مین ایک مناجات ہو اور اسکا کچھ حصر و
انتہا نہین اسلیے کہ وہ کلمات خداے تعالیٰ کے کلام کے سمندر سے جسکی کچھ حد نہین مدد لیتے ہین
اللہ تعالیٰ فرماتا ہو قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ
كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا پھر یہ سب ذرات اسرار ملک اور ملکوت کے بیان
کرتے ہین اور بھید کا افشا کرنا بُرا ہے بلکہ سینۂ احرار قبر اسرار ہوتا ہو اور تمنے کبھی نہ دیکھا ہوگا
کہ جو شخص بادشاہ کے راز کا امین ہو اور بادشاہ اُس سے اپنے خفیہ امور کہے تو وہ سب کے
سامنے بیان کر دے اور اگر بھید کا افشا کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے
لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا بلکہ ذکر فرما دیتے تاکہ رووین اور خندہ نہ کرین
اور نیز تقدیر کے راز کے فاش کرنے سے منع نہ فرماتے اور یہ ارشاد نہ فرماتے کہ جب ستارون کا
ذکر ہوا کرے تو چپ رہو اور تقدیر کا مذکور ہو تو سکوت کرو اور میرے اصحاب کا جب ذکر ہو

صورت شکل مین کچہ فرق نہین وہ کیون قلم مین کا پتے نرم خشک مجھسے اور قلم سے کچہ واسطہ نہین
یہ سوال قدرت سے کرنا چاہیئے میرا کچہ قصور نہین مین حرف سواری ہون سواری مجھے ہلاتا ہی
اوسنے کہا سچ ہے پھر قدرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تو ہاتھہ سے خدمت لیتی ہے اور اوسے
ادھر اودھر پھراتی ہے اوسنے کہا کہ تم مجھے عتاب ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہے کہ ملامت کرنا
پر خود ملامت عائد ہوتی ہے اور جسکو ملامت کرتے ہین اوسکا قصور نہین نکلتا تمکو میرا حال کیا
معلوم نہین کیسے جانا کہ مین نے ہاتھہ پر سوار ہونے سے زیادتی کی مین تو اوسپر ہلنے سے پہلے بھی
سوار تھی مجھے اوسکے ہلانے سے کیا مطلب تھا مین تو چپ چاپ سوتی تھی اور ایسے خواب خرگوش مین تھی
کہ لوگ یہ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہے یعنی نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہانتک
کہ ایک موکل آیا اور اوسنے مجھکو ہلایا اور زبردستی مجھسے یہ کام لیا جسپر تم ملامت کرتے ہو مجھکو طاقت اور
موافقت کی تھی نہ تاب مخالفت اوس موکل کا نام ارادہ ہے مین اوسکو نام ہی سے جانتی ہون یا
اوسے پہچانتی ہون کہ یکبارگی اوسنے چڑھائی کرکے مجھکو گہری نیند سے جگا دیا اور زبردستی مجھسے وہ
کام لیا کہ اگر میری تجویز تھا کوئی پوچھتا تو مجھکو گنجایش تھی کہ مین کچہ بھی نکرتی اوسنے کہا کہ قدرت سچ
پھر ارادے سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چپ چاپ اطمینان سے سو رہی تھی جا پڑا اور
اوسکو حرکت دینے مین لگا دیا اور ایسی زبردستی کی کہ اوسکو تاب مخالفت نہین ہوئی اور بدون تیری
اطاعت کے کوئی گریز اوسکو نظر نہ آیا ارادے نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تمہارے عتاب کا
عذر میرے پاس موجود ہے یعنی مین اپنے آپ نہین اوٹھا بلکہ مجکو ایک زبردست کی حکم نے اوٹھایا
اور بھیجا مین اوسکے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا مگر بارگاہ حضرت دل سے علم کا قاصد عقل کی
زبانی میرے پاس آیا اور یہ پیام سنایا کہ قدرت کو اوٹھاوے مین نے مجبوری قدرت کو حرکت دی
اسلیے کہ مین بیچارہ تابع علم و عقل کا ہون مجھے خبر نہین کہ مجکو اونکی خدمتگذاری کا کیون حکم ہے
اور کسلیے مین اونکی اطاعت کے لیے مجبور ہون اتنا جانتا ہون کہ جب تک یہ ایلچی نہین آتا
تب تک چین سے رہتا ہون یہی میرا حاکم ہے خواہ عادل ہے یا ظالم ہے اسکے لیے مین
مستعد ہون اور اسکی اطاعت مجہپر واجب لازم ہے بلکہ جب یہ حکم قطعی کر دیتا ہے تو مجکو تاب
مخالفت نہین ہوتی اپنی جان کی قسم ہے کہ جب تک وہ خود اپنے جی مین متردد اور حکم مین
متحیر رہتا ہے تو مین چپکا رہتا ہون مگر دیکھتا اور حکم کا منتظر رہتا ہون اور جب حکم اوسکا یقینی
ہوتا ہے تو اپنی سرشت کی رو سے مین اوسکی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے مضطر ہو جاتا ہون

ہو قدرت کو تعمیل مقتضائے حکم کے لیے اوٹھا دیتا ہون اب تم اپنا سوال اور عتاب مجھسے
الگ رکھو قلم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ حکم حاکم مرگ مفاجات محکوم کو
بجز اطاعت اور کیا چارہ ہے سالک نے کہا سچ ہے پھر علم اور عقل و دل سے جا کر مطالبہ اور
عتاب کیا کہ تمنے ارادے کو اپنا تابع قدرت کے اوٹھانے کے لیے کیون کیا اور اوس سے خدمت
کیون لی عقل نے تو جواب دیا کہ مین تو ایک چراغ ہون خود روشن نہین ہوا کسی اور نے روشن کیا ہے
اور دل نے کہا کہ مین ایک تختی ہون خود نہین بچھی کسی نے بچھایا ہے اور علم نے کہا کہ مین ایک
نقش ہون جو تختی دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہوجاتا ہون
اور مین خود منقوش نہین ہوا بہت دنون یہ تختی مجھسے پیشتر خالی ہی تھی پس جس قلم نے کہ مجھکو
نقش کیا اوس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہین ہوتا سائل عاجز ہو کر جواب پر قانع
نہوا اور کہنے لگا کہ اس راہ مین مین بہت پھرا اور بہت سی منزلین طے کین اور جس سے مجھے
توقع ہوئی کہ پتہ بتلاویگا وہ دوسرے ہی پر حوالہ کرتا گیا مگر پھرنے کی کثرت سے مین خوش دل
ہوتا تھا اسلیے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول و دلپسند تو دیتا تھا اور رفع سوال مین ایک عذر ظاہر
بیان کرتا تھا مگر تو جو کہتا ہے کہ مین خط اور نقش ہون مجکو قلم نے لکھا ہے یہ بات مین نہین سمجھتا
اسلیے کہ مین قلم صرف نے وغیرہ کا جانتا ہون اور تختی بھی لوہے لکڑی کی دیکھی ہے اور نقش
سیاہی و سرخی وغیرہ کا معلوم ہے چراغ آگ سے روشن دیکھا ہے مگر اب جو ذکر تختی اور چراغ
اور خط اور قلم کا ہے انمین سے کوئی چیز نہین دیکھتا عجیب بات ہے کہ کچھ سنتا ہون اور چلتی
نہین دیکھتا قلم نے کہا اگر تم جو کہتے ہو ٹھیک ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تمھارے پاس مایہ اور زاد کم اور
اور سواری کمزور اور جس راہ کے طے کرنے کا قصد رکھتے ہو اوسمین مہلکے اور مخاوف بہت ہین
بہتر یہ ہے کہ اب اس خیال سے درگذرو اور اپنی راہ لو تم مرد اس میدان کے نہین ہو جسکا کام
اوسیکو ساجے اور اگر تم مقصد کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو لو کان لگاؤ اور سنو کہ تمھارے
اس رستے کے عالم تین ہین اول عالم ملک و شہادت ہے جسمین کی چیزین کاغذ اور قلم اور
روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے اونسے تم بتدریج بڑھ آئے دوسرا عالم ملکوت ہے وہ میرے بعد ہے
جب تم مجھسے آگے چلوگے تو اوس عالم کی منزلون مین جا پہونچوگے اوسی عالم مین جنگل وسیع اور
بڑے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہین مجھے نہین معلوم کہ تم اونمین کیسے بچوگے اور
تیسرا عالم جبروت ہے وہ ملک و ملکوت کے درمیان مین ہے اوسمین تم تین منزلین

طے کر چکے ہو اسلیے کہ اوسکے شروع مین منزل قدرت اور ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک اور
ملکوت مین واسطہ ہے یعنی عالم ملک کا رستہ بہ نسبت اوسکے سہل ہے اور عالم ملکوت کا رستہ
اوسکی نسبت نہایت سخت اور دشوار گذار ہے اس عالم کو اون دونون عالم کے درمیان ایسا
جاننا چاہیے جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہے یعنی نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح
ہوتی ہے نہ ساکن زمین کیطرح اور جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک اور شہادت مین چلتا ہے
پس اگر اوسکی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہو سکے تو ایسا ہوگا گویا عالم جبروت مین سیر کرتا ہے
اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہو اور پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالم ملکوت مین سیر کریگا
پس اگر تم پانی پر ہو کر کشتی نہین چل سکتے تو پھر جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے کشتی کو پیچھے
چھوڑا اب تو صرف نرا پانی ہی رہگیا ہے اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہے کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی
پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہین وہ حاصل ہو جاوے
سنتے نہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسی علیہ السلام کے حال مین نہین سنی
کہ جب آپکے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ
لَوِ ازْدَادَ یَقِیْنًا لَمَشٰی عَلَی الْھَوَاءِ یعنی اگر اونکا یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک نے کہا
کہ مین اپنے معاملے مین حیران ہون اور تو نے جو راستے کا خوف بتایا اوس سے میرا دل
تھراتا ہے مجھے معلوم نہین کہ جو جنگل تو نے بتائے ہین مجھ مین طاقت اونکے قطع کی ہے یا نہین
اسکی کچھ پہچان بھی ہے علم نے کہا کہ علامت کیون نہین یہ علامت ہے کہ تم اپنی آنکھ جب
نظر سادہ کر میری طرف کھولو اگر تمکو وہ قلم جس سے مین دل پر منقوش ہوتا ہون نظر آوے تو
ایسا لگتا ہے کہ تم اس راہ کے اہل ہوگے کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے بڑھکر ملکوت کے دروازے
پر دستک دیتا ہے اوسکو وہ قلم سوجھنے لگتا ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے
نبوت مین وہ قلم معلوم ہوا تھا جبکہ یہ آیت اوتری اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ سالک نے کہا کہ مین نے اپنی آنکھ کھولی اور خوب تاکا مگر
مجھکو تو نہ کلک نظر آتی ہے نہ لکڑی اور مین نے تو قلم انھین چیزون کے دیکھے ہین علم نے
کہا کہ تم کیسی بات کہتے ہو تم نے نہین سنا کہ گھر کا سامان مثل مالک مکان کے ہوا کرتا ہے
تمھین معلوم نہین کہ اوسکی ذات کسی ذات سے مشابہ نہین نہ اوسکا ہاتھ اور ہاتھون کے
مانند نہ قلم اوسکا اور قلمون کی صورت نہ اوسکا خط اور خطون کیطرح نہ اوسکا کلام اور کلامون کے

موافق یہ امور الٰہی ہین اور عالم ملکوت مین سے ہین جسطرح کہ اور اجسام مکان مین ہوتے ہین خدای تعالیٰ
کی ذات نہ تو جسم ہے نہ کسی مکان مین نہ اوسکا ہاتھ مرکب گوشت و ہڈی اور خون سے ہے
جیسے اور ہاتھ ہوتے ہین نہ قلم اوسکا نرکل کا نہ تختی لکڑی کی نہ کلام حروف و آواز کا نہ کتابت نقش
و نگار کی نہ روشنائی پھٹکری اور مازو وغیرہ کی پس اگر تمکو یہ باتین ایسی نہین سوجھتین تو تمہاری
دانست مین تم مخنث ہو یعنی جو لوگ خدای تعالیٰ کو منزہ اور پاک سمجھتے ہین وہ تو مرد ہین اور جو اوسکو
تشبیہ اور اجسام سے دیتے ہین وہ خنثیٰ ہین اور تم ان دونون کے درمیان مخنث ہو نہ ادھر ہو
نہ اودھر ہو تو بتاؤ تو خدای تعالیٰ کی ذات و صفات کو اجسام سے کیسے منزہ کیا اور اوسکے کلام کو
معانی حروف و آوازون سے کسطرح پاک سمجھا کہ اب اوسکے ہاتھ اور قلم اور تختی اور کتابت پر توقف
کرتے ہو اور انکو نہین سمجھتے ہو پس اگر ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ
کے یہ معنی سمجھے ہو کہ جیسے صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ سے محسوس ہوتی تھی خدا کی
اوسی صورت کا ہے تو تمہاری تشبیہ ہونے مین کیا شبہ ہے جیسے کہتے ہین کہ صرف یہودی
ہو جاؤ ورنہ توریت سے مت کھیلو یعنی توریت سے کھیلنا دلالت خالص یہودی ہونے کی ہے
اسیطرح جو شخص خدای تعالیٰ کو اجسام ظاہری جیسا جانے وہ بھی نرا تشبیہ ہے اور اگر تم اوس
حدیث سے صورت باطنی جو چشم باطن سے معلوم ہوتی ہے نہ چشم ظاہر سے سمجھتے ہو تو بیشک تم خدای تعالیٰ
کو پاک سمجھتے ہو نرے منزہ اور پاکی کے میدان کے مرد ہوا اور اب منزل طے کرو کہ تم طوی کے وادی
مقدس مین ہوا اور سر قلبی سے سنو کہ کیا حکم ہوتا ہے شاید اس بات سے تمکو تجلی پر راہ ملے اور کیا
عجب ہے کہ حجب عرش سے تمکو بھی وہی آواز پہونچے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہونچی تھی کہ
اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم
کیا کہ واقع مین مین تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان مین مخنث ہون اور اوسکا دل نفس کو عیب نقصان سے
دیکھنے سے غصہ کے جلگیا اور چونکہ اوسکے دل کا تیل ایسا تھا کہ بدون آگ لگے ہی قریب جلنے کے
تھا جب علم کی اشتعالک اوسکو پہونچی وہ تیل روشن ہوگیا اور نور علی نور بنگیا علم نے اوس سے
کہا کہ لو اب موقع غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو شاید تجلی کی راہ ملے سالک نے آنکھ جو کھولی تو اسکو
وہ قلم الٰہی معلوم ہونے لگا دیکھا تو جیسا علم نے بتایا تھا ویسی ہی ہے کہ نہ وہ نرکل کا ہے نہ لکڑی کا
نہ اوسکی نوک ہے مگر وہ سب آدمیون کے دلون پر طرح طرح کے علوم لکھتا ہے اور اوسکی ایک
نوک ہر ایک دل پر ہے حالانکہ اوسکے کوئی نوک نہین سالک کو اوس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ

علم عجیب و غریب ہے اللہ تعالی اوسکو میری طرف سے جزای خیر دے کہ جو کچھ اوصاف اوسنے قلم کے
تبلائے تھے وہ سب مجھپر ظاہر ہوگئے واقعی یہ قلم اور قلمون کیطرح کا نہین پھر سالک علم کا
شکر گزار ہوکر رخصت ہوا اور کہا کہ مین تیرے پاس بہت ٹھہرا اور بہت کچھ پوچھا اب میرا قصد ہے
کہ قلم کی خدمت مین جاکر اوسکا حال دریافت کرون غرض وہان سے چلکر قلم سے پوچھا کہ تیرا کیا
حال ہے کہ تو ہمیشہ لوگون کے دلون پر ایسے علم لکھتا ہے جنسے ارادہ جاگ کر قدرت کو اوٹھا دیتا ہے
اور افعال اختیاری سرزد ہونے لگتے ہین قلم نے کہا کہ تمنے عالم ملک و شہادت مین جو کچھ
دیکھا تھا اور وہان سے قلم کا جواب سنا تھا وہ تم بھول گئے یعنی جب تمنے اوس قلم سے پوچھا تھا تو اوسنے
ہاتھ پر حوالہ کردیا تھا اوسنے کہا کہ مین بھولا نہین قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہے جو اوس قلم کا
تھا اوسنے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے تو تو اوسکی صورت کا نہین قلم نے کہا کہ تمنے نہین سنا
کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ سالک نے کہا کہ مین نے سنا ہے قلم نے کہا کہ میرا حال
بادشاہ کے دہنے ہاتھ سے پوچھو کہ مین اوسیکے قبضے مین رہتا ہون وہی مجھکو پھیرتا ہے مین اوسکے
قابو مین مسخر ہون یعنی قلم الٰہی اور قلم آدمی مین مسخر ہونے کی رو سے کچھ فرق نہین اگر فرق ہے
تو ظاہر صورت کا ہے سالک نے پوچھا کہ بادشاہ کا دہنا ہاتھ کیا ہے قلم نے کہا کہ جسکا نام تمنے
اس آیت مین سنا ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اقلام بھی اوسیکے دہنے ہاتھ کے قبضے مین
ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اونکو پھیرتا ہے سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور اوسمین
قلم سے بھی زیادہ عجائب دیکھے کہ جنمین سے کسیکا وصف نہین ہوسکتا بلکہ ہزارہا دفتر مین اوسکی
شرح و وصف کا سوان حصہ بھی نہین لکھا جا سکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنی دہنا ہاتھ ہے نہ اور
دہنون کیطرح کا اور بازو ہے نہ اور بازوون کیطرح کا اور اوسکے انگلیان ہین نہ اور انگشتون کے موافق
اوس ہاتھ مین قلم کو حرکت کرتے ہوے دیکھکر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہے تب یمین نے
ہاتھ سے اوسکا حال پوچھا کہ قلم کو حرکت کو کیون حرکت دیتے ہو اوسنے جواب دیا کہ میرا وہی جواب ہے
جو عالم شہادت کے ہاتھ نے دیا تھا یعنی حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتھ کو خود بخود حرکت نہین اوسکا
محرک قدرت ہوتی ہے سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہان ایسے عجائب دیکھے جنکے سامنے
پیشتر کے عجائب گرد تھے قدرت سے حال حرکت یمین کا پوچھا اوسنے جواب دیا کہ مین صرف
صفت ہون قادر سے پوچھو کہ اسکا بتانا موصوف کا کام ہے نہ صفت کا اور اوسوقت قریب تھا
کہ سالک کو لغزش ہوجاتی اور زبان سوال کشادہ کر بیٹھتا مگر اوسکو استقلال مرحمت ہوا اور

کہ وہی اول ہو وہی آخر یہ دونون وصف تو ایک دوسرے کی ضد ہین اسیطرح ظاہر اور باطن
کیسے ہوگا اسلیے کہ جو اول ہوگا وہ آخر نہوگا اور جو چیز ظاہر ہے وہ باطن نہوگی سالک نے کہا
کہ وہ ذات اول موجودات کی نسبت کر ہے یعنی سب چیزین مرتب ایک دوسرے کے بعد اوسی سے
صادر ہوئی ہین اور آخر چلنے والون کی سیر کے لحاظ سے ہے کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری
منزل تک ترقی کرتے چلے جاتے ہین یہان تک کہ انتہا اوس درگاہ عالی پناہ پر ہوتی ہے اور
اوسکے بعد کوئی سفر باقی نہین رہتا سفر کا آخر وہی ہے پس وہ وجود مین اول اور مشاہدے مین
آخر ہے اسیطرح وہ اون لوگون کی نسبت کہ جو عالم شہادت مین بیٹھکر اوسکے طالب حواس خمسہ سے
ہین باطن ہے اور جو لوگ اوسکو اپنے دل کے چراغ روشن مین باطن کی بصیرت سے جو عالم
ملکوت تک پہونچی ہوئی ہے طلب کرتے ہین اونکی نسبت کر ظاہر ہے پس توحید فعلی سالکین کی
اسطرح تھی یعنی جن لوگون پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہے اونکا طریق توحید اسطرح تھا -
اب اگر یہ کہو کہ یہ توحید اس درجے کو پہونچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر اسکی بنا ہے تو اگر کوئی
شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اسکا طریق کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ منکر کا تو کچھ علاج
نہین بجز اسکے کہ اوس سے یہ کہا جائے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے فرقہ سمنیہ
عالم جبروت کے منکر ہین کہ عالم کو منحصر پانچون حواس مین کرتے ہین اور قدرت اور ارادہ اور علم کے
منکر ہین اسلیے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہوتے یعنی اونھون نے پستی عالم شہادت ہی پکڑ لیا
اسکی چیزون کو جانتے ہین اسکے ماورا نہین جانتے پس اگر منکر یہ کہے کہ مین بھی اونھین مین سے
ہون یعنی صرف عالم شہادت کے سوا اور چیز کو نہین جانتا یہی حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہے تو
اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ تو جو ماورا حواس کی چیزون کا انکار کرتا ہے اور ہم نے اونکا مشاہدہ کر لیا ہے
تو تیرا انکار ایسا ہے جیسے فرقہ سوفسطائی حواس خمسہ کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ اونسے
محسوس ہوتا ہے قابل اعتبار نہین شاید ہم خواب ہی مین دیکھتے ہون پھر اگر وہ کہے کہ مین بھی سوفسطائی
ہون مجھے بھی محسوسات مین شک ہے تو یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص کا مزاج بگڑ گیا اور اسکا علاج غیر ممکن
ہے اور اوسکو چند روز چھوڑ دینا چاہیے اسلیے کہ طبیب ہر ایک مرض کا تو علاج کر ہی نہین سکتے بلکہ
جس مریض کا مرض علاج پذیر ہوتا ہے اوسکا علاج کرتے ہین یہ حال تو منکر کا ہوا لیکن اگر کوئی منکر
تو نہو بلکہ سمجھتا نہو تو سالکون نے اوسکی تدبیر یہ نکالی ہے کہ اوسکی وہ آنکھ جس سے عالم ملکوت
سوجھ پڑتا ہے دیکھتے ہین اگر اوسکو درست پاتے ہین تو [illegible] اور اوسمین کا پانی اوترا ہوتا ہے جو قابل دور کرنے

اور صاف کرنے کے ہو تو اُسکی صفائی اور دور کرنے مین مشغول ہوجاتے ہین جیسے کحال ظاہری
آنکھون مین کیا کرتے ہین پھر جب اُسکی بینائی ٹھیک ہوجاتی ہو تو اُسکو رستہ بتلادیا جاتا ہو تاکہ آپ
چلا جاوے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خواص اصحاب رہ کے باب مین بھی تدبیر
استعمال فرمائی - پھر اگر علاج کے قابل نہو تو جو طریق ہمنے توحید کے باب مین لکھا ہو اُسکا چلنا اُس سے
ممکن نہین اور نہ یہ ہوسکتا ہو کہ ذرات ملک وملکوت کا کلام شہادت توحید پر سُنے پس ایسے شخص کو حرف
وآواز سے سمجھانا چاہیے اور ایسی تقریر توحید کی بپست کرنی چاہیے جو اُسکی فہم کے موافق ہو اسلیے
کہ عالم شہادت مین بھی توحید موجود ہو مثلاً ہر کوئی جانتا ہو کہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین پھوٹتی ہو
تو اُس سے اُسی کی عقل کے مناسب یہ تقریر کرنی چاہیے کہ عالم کا معبود اور مدبر ایک ہی ہو اسواسطے
کہ اگر سواے خدا کے زیادہ معبود زمین وآسمان مین ہوتے تو زمین وآسمان خراب ہوجاتے بموجب
مثل مشہور کہ دو بادشاہ در اقلیمی نگنجند تو چونکہ یہ تقریر اُس شخص کے تجربے اور مشاہدۂ عالم شہادت کے
مناسب ہوگی اسی لیے اُسکے دل مین توحید کا اعتقاد جم جاویگا اور اللہ تعالی نے بھی انبیا علیہم السلام
کو یہی حکم فرمایا کہ لوگون سے اُنکی فہم کے بموجب گفتگو کرو اور اسی وجہ سے قرآن شریف بھی زبان
عربی مین عرب کے محاورات مین جس بات کے عادی تھے اُنھین الفاظ سے نازل ہوا - باقی رہی
یہ بات کہ یہ توحید اعتقادی توکل کی بنا اور اصل ہونے کی لیاقت رکھتی ہو یا نہین تو اسکا حال
یہ ہو کہ ہوسکتی ہو اسلیے کہ اعتقاد جب زبردست ہوتا ہو تو احوال کے برانگیختہ کرنے مین کشف ہی کا سا
کام کرتا ہو مگر از انجا کہ اکثر ضعیف ہی ہوتی ہو اور اُسکو تزلزل غالب ہو اسی واسطے توحید اعتقادی والا
ایک متکلم کا محتاج ہو جو اپنی تقریر سے اُسکو بچائے رکھے یا خود علم کلام سیکھے جسکے باعث جو
توحید مان باپ یا اُستاد وغیرہ سے سیکھی ہو وہ محفوظ رہے مگر جو شخص کہ راہ دیکھ کر خود چلیگا
اُسکو کچھ خوف تزلزل وغیرہ کا نہین بلکہ اگر پردہ اُٹھا لیا جاوے تو اُسکا یقین بدستور
رہیگا کچھ زیادہ نہوگا گو وضاحت زیادہ ہوجاوے جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو صبح کے وقت
دیکھے اور پھر آفتاب کے نکلنے پر دیکھے تو دوبارہ دیکھنے سے کچھ یہ یقین اُسکے آدمی ہونے کا
زیادہ نہوگا صرف اتنا فرق ہوگا کہ اول بار مین تفصیل اُسکے خط وخال کی معلوم نہ تھی وہ دوبارہ
خوب معلوم ہوجاویگی اسی طرح اہل مکاشفہ کی توحید کے یقین کو سمجھنا چاہیے کہ اول ہی سے ایسا
یقین ہوتا ہو جسکو کچھ تزلزل نہو اہل کشف کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ اول
چونکہ انتہاے تاثیر سحر کو بطول مشاہدہ اور تجربہ کے باعث جانتے تھے اور حضرت موسی علیہ السلام سے

ایسی بات دیکھی جو حد سحر سے بڑھ کر تھی اور امر حق انپر کھل گیا تو اس بات کی پرواہ نکی کہ فرعون مردود نے یہ وعید کیا ہو لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ بلکہ یہ کہا کہ لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا حاصل یہ کہ کشف اور ظاہر ہونے کے بعد جو بات ہوتی ہو اُسمین تغیر نہین ہوتی اسی طرح اہل کشف کی توحید مین کسی طرح کا تزلزل نہین ہوتا اور توحید اعتقادی کا حال ایسا ہو جیسے سامری کے ساتھ والے تھے کہ اُنکا ایمان چونکہ ظاہر کے سانپ دیکھنے پر تھا تو جب سامری کا بچھڑا دیکھا اور اُسکی آواز سُنی تو پھر بیٹھے اور سامری کا یہ قول سننے لگے هٰذَآ اِلٰهُکُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی فَنَسِیَ اور اس بات کا خیال نکیا کہ یہ بچھڑا نہ بات کا جواب دے نکچھ فائدہ اور نقصان پہونچاوے غرض کہ جو شخص سانپون کے دیکھنے پر اعتقاد رکھتا ہوگا جب بچھڑے کو دیکھیگا تو بالضرور پھر جاویگا اسلیے کہ دونون چیزین عالم شہادت سے ہین اور اختلاف اور تغیر عالم شہادت مین بہت ہو اور از انجا کہ عالم ملکوت خداے تعالیٰ کی جانب سے ہو تو اسی وجہ سے اُسمین کبھی خلاف اور تغیر ہرگز کچھ نہین ہوتا۔ یہان یہ سوال ہوتا ہو کہ جو کچھ توحید کا حال تمنے لکھا ہو وہ اُس صورت مین ہو جہان یہ ثابت ہو کہ واسطے اور اسباب سب مسخر ہین اور ہر جگہ تو ظاہر ہو مگر انسان کی حرکت مین نہین ہوا اسواسطے کہ انسان جب چاہتا ہو حرکت کرتا ہو اور جسوقت چاہتا ہو ٹھہر جاتا ہو تو یہ مسخر کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر یون ہوتا کہ اگر انسان ارادہ اپنے چاہنے کا کرے تو چاہتا ہو اور اگر خواہش کا ارادہ نکرے تو نہین چاہتا تب البتہ پانون پھسلنے کی جگہ اور غلطی کا موقع تھا مگر اب تو تمکو معلوم ہو چکا کہ انسان فعل جب کرتا ہو جب چاہتا ہو لیکن یہ نہین ہو کہ چاہنا اسکے اختیار مین ہو کہ چاہے تو چاہے اور چاہے نہ چاہے اسلیے کہ اگر خواہش انسان کے اختیار مین ہو تو دوسری مشیت پر موقوف ہوگی اور وہ تیسری پر اسی طرح غیر متناہی سلسلہ ہو جاویگا اور جب مشیت اختیاری نہوئی تو جب کبھی اُسکی خواہش جو قدرت کو مقدور چیز کی طرف پھیرتی ہو موجود ہوگی تو قدرت بلاشک اُسی کام میں مصروف ہوگی اور اُسکو تاب مخالفت نہوگی۔ حاصل یہ کہ اتنی باتین ضروری ہین قدرت کے ہوتے ہوے حرکت ضرور ہوگی مشیت کے پختہ ہونے پر قدرت ضرور محرک ہوگی اور مشیت دل مین بے اختیار پیدا ہونی بھی ضروری ہو یہ سب امور اسی ترتیب سے ضروری ہین بندے کو یہ اختیار نہین کہ مشیت کو روک دے نہ یہ اختیار ہو کہ بعد مشیت کے قدرت کو مقدور چیز کی طرف نہ پھرنے دے نہ یہ کہ بعد

برانگیختہ کرنے مشیت کے قدرت کو حرکت ہونے دے غرض کہ سب امور مین بندہ لاچار ہی اب
اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے تو محض جبر ثابت ہوتا ہی جو اختیار کے خلاف ہی اور ہم لوگ قائل
اختیار کے ہین پس جب آدمی ہر طرح سے مجبور ہوا تو مختار کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہی کہ اگر
حقیقت حال کھول دی جاوے تو معلوم ہو کہ انسان عین اختیار ہی مین مجبور ہی مگر جو شخص
اختیار کو نہین سمجھتا وہ کیسے سمجھیگا کہ انسان کو اختیار مین مجبوری ہی پس اول ہم اختیار کا بیان
متکلمون کے طور پر مختصر بیان کیے دیتے ہین جو اس مقام کے شایان ہی ورنہ اس کتاب مین
ہماری غرض بجز علم معاملہ کے بیان کے اور کچھ نہین پس ہم کہتے ہین کہ لفظ فعل انسان مین تین طرح
بولا جاتا ہی مثلاً کہتے ہین کہ انسان انگلیون سے لکھتا ہی اور پھیپھڑے اور گلے سے سانس لیتا ہی
اور جب پانی پر کھڑا ہوتا ہی تو اسے اپنے جسم سے چیر دیتا ہی ان تینون جملون مین فعل پانی کے
چیرنے اور سانس لینے اور لکھنے کا آدمی کی ہی طرف منسوب ہوتا ہی اور یہ تینون فعل اضطرار
اور جبر مین یکسان ہین مگر اسکے سوا اور باتون مین جدا جدا ہین جنکا حال ہم تین عبارتون مین
لکھتے ہین پس پانی کے چیرنے کا تو فعل طبیعی نام رکھتے ہین اور سانس لینے کو فعل ارادی کہتے ہین
اور کتابت کو فعل اختیاری فرض کرتے ہین اب ہر ایک کا حال سنو کہ فعل طبیعی مین جبر ظاہر ہی
اسلیے کہ جب انسان پانی کے سطح پر کھڑا ہوگا یا ہوا مین کو چلیگا تو پانی اور ہوا دونون جدا ہونگے
غرض کہ چلنے کے بعد چیرنا ضروری ہی اور سانس لینا بھی ایسا ہی ہی اسلیے کہ گلے کی حرکت کو
سانس لینے کے ارادے کی طرف وہی نسبت ہی جو پانی کے پھٹنے کو ہی بدن کے بوجھ کی طرف
پس جب ثقل موجود ہوگا تو اسکے بعد چیرنا پایا جاویگا جیسے سانس لینے کے ارادے کے
ہوتے ہوئے سانس موجود ہوتا ہی مگر ثقل کا ہونا آدمی کے اختیار مین نہین اسی طرح ارادہ
فعل ارادی کا بھی آدمی کے بس مین نہین اسی واسطے دیکھتے ہو کہ جب سوئی ایکر کسی آنکھ کی طرف کو
کرو تو پلکین بے اختیار بند ہو جاتی ہین اگر وہ شخص چاہے کہ کھلی رکھے نہین رکھ سکیگا باوجودیکہ
پلکون کا بند کرنا فعل ارادی ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ جب ادراک کے سامنے صورت سوئی کی بندھ
جاتی ہی تو ارادہ بند کرنے پلکون کا ضروری پیدا ہو جاتا ہی اور اسی ارادہ سے حرکت پیدا
ہوتی ہی اگر اس حرکت کو روکنا چاہیگا تو نہ سکیگا گو یہ فعل قدرت و ارادہ سے ہی اس سے
معلوم ہوا کہ اس طرح کے افعال بھی ضروری ہونے مین فعل طبیعی مین داخل ہین رہا فعل
اختیاری وہی محل شبہہ مین ہی یعنی کتابت اور کلام وغیرہ کو کہ سکتے ہین کہ اگر چاہے

کرے اور چاہے نہ کرے اور کبھی آنکی خواہش کرتا ہی کبھی نہین کرتا اسی سے گمان ہوتا ہی کہ
انکا امر مفوض انسان کی طرف ہی اور وجہ اس گمان کی اختیار کے معنی سے ناواقفیت ہی
اسی لیے ہم اُسکو واضح کیے دیتے ہین اُسکا بیان یہ ہی کہ ارادہ تابع اُس علم کا ہوتا ہی جو یہ حکم
کرتا ہی کہ چیز آدمی کے موافق ہی اور اس اعتبار سے اشیا کی دو قسمین ہین بعض تو ایسی ہین کہ
آدمی کا مشاہدہ ظاہر یا باطن بدون حیرت و تردد کے کہ دیتا ہی کہ یہ تیرے موافق ہین اور بعض
ایسی ہین کہ عقل اُنمین متردد ہوتی ہی اول کی مثال ہی کہ مثلاً کوئی شخص تمھاری آنکھ مین
سوئی مارنی چاہے یا شمشیر علم کرکے تیر جھکے تو تمکو اسی بات کا علم ہوگا کہ اس بلا کا ٹالنا
میرے حق مین بہتر اور موافق ہی اسمین کچھ تردد نہ کروگے اور فوراً اس علم کے سبب ارادہ پیدا ہوگا
اور اُسکے باعث قدرت متحرک ہوگی اور سوئی کے دفع کے لیے پلکین جھپک جائینگی اور تلوار کے
روک کو ہاتھ اُٹھ جائینگے اور گو یہ باتین ارادہ سے ہوئین مگر بلا تامل و تفکر ہوئین اور جن
باتون مین کہ عقل و تمیز کو تامل ہوتا ہی اور نہین جانتے کہ موافق ہین یا نہین اُنمین حاجت
فکر کی ہوتی ہی یہان تک کہ عقل پر کھل جاوے کہ اسکا کرنا اچھا ہی یا نہ کرنا پس جب فکر سے
علم اسکے بہتر ہونے کا حاصل ہو جاتا ہی تو یہ بھی ایسا ہی ہو جاتا ہی جیسے اول قسم کی اشیا مین بلا فکر تھا
اور اسی واسطے یہان بھی اس علم کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہی جیسے وہان تلوار و سوئی کی روک کے لیے
پیدا ہوا تھا پس جسوقت یہ ارادہ ایسے فعل کے واسطے اُٹھتا ہی جسکی بہتری عقل کو معلوم ہو چکی ہو
اُس صورت مین اسکا نام اختیار ہوتا ہی جو خیر سے مشتق ہی یعنے اختیار کیا چیز ہی کہ برانگیختہ ہونا
ایسے فعل کی طرف جو عقل کے نزدیک خیر ہی اور یہ وہی ارادہ بعینہ ہی فرق یہی ہی کہ اُس ارادے کے
اُبھرنے مین فعل کے خیر ہونے کا انتظار اپنے حق مین نہین کرنا پڑا تھا مگر یہ کہ تلوار کے دفع
کرنے مین بہتری بدون فکر بلکہ بدیہہ ظاہر ہوئی اور اسمین حاجت فکر کی ہوئی پس اختیار کم
ارادہ خاص ہی یعنی وہ ارادہ کہ عقل کے اشارے سے ایسی چیزون مین اُٹھتا ہی جنکے
ادراک مین عقل کو تامل ہوتا ہی اور اسی بنا پر یہ کہا گیا ہی کہ اختیار مین عقل کو حاجت اس بات کی
ہوتی ہی کہ دو بہتر کامون مین سے زیادہ بہتر کو تمیز کرے اور دو بُری باتون مین سے
زیادہ بُری کو۔ اور یہ ہو نہین سکتا کہ ارادہ بدون حکم حس اور خیال کے یا بے حکم ناطق
عقل کے اُٹھ کھڑا ہو اسی واسطے اگر کوئی شخص مثلاً اپنے ہاتھ سے اپنی گردن جدا کرنی چاہے
تو نہین ہوسکیگا نہ اس جہت سے کہ اُسکے ہاتھ مین زور نہین یا چھری موجود نہین بلکہ اس

وجہ سے کہ یہان وہ ارادہ نہین جو قدرت کو اوٹھایا کرتا ہے اور ارادہ کے نہونے کی وجہ یہ ہے
کہ وہ جب ہوا کرتا ہے جب عقل یا حس سے معلوم ہو جاوے کہ فعل موافق ہے اور ظاہر ہے کہ
اپنے آپ کو مار ڈالنا عقل کے موافق نہین اسلیے باوجود قوت اعضا کے ممکن نہین کہ آدمی اپنے آپکو
قتل کر ڈالے مگر اوس صورت مین کہ ایسی تکلیف دردناک مین مبتلا ہو جسکی اوسکو تاب نہو کیونکہ اس
صورت مین عقل کو حکم مین تردد و توقف ہوتا ہے یعنی اپنا مار ڈالنا بھی برا ہے اور مبتلائے آلام و مصائب
رہنا بھی برا تو عقل کو ان دونون برائیون مین تردد ہوتا ہے کہ کونسی بہتر ہے اگر بعد فکر کے اوسکے
نزدیک اس امر کو ترجیح ہوتی ہے کہ قتل کرنے مین برائی کم ہے تب تو اپنے آپ کو قتل نہین کر سکتا
اور اگر عقل قتل مین برائی کم پاتی ہے اور حکم قطعی ایسا کرتی ہے کہ اوس سے پھرنے اور مائل ہونے
کی گنجایش نہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہین اور آدمی اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے کوئی
شخص کسی کے پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو دوسرا آدمی بھی چھت پر سے خوف کے مارے گر پڑتا ہے اگرچہ
وہان سے گر کر مر جاوے مگر اسکی کچھ پروا نہین کرتا اور نہ یہ ہو سکے کہ چھت پر سے اپنے آپ کو گرا دے
اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا جاتا ہو تو چھت کے کنارے پر پہونچکر عقل حکم کرتی ہے کہ مار کا
سہنا بہ نسبت گرنے کے آسان ہے اور ٹھہرا تو توقف کرتے پھر ممکن نہین تھا کہ اپنے آپکو گرا دیوے
اور نہ اوسکا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ تابع عقل اور حس کے حکم کا ہوتا ہے اور قدرت ارادے کی
تابع ہے اور حرکت اعضا قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی مین ضروری پیدا ہوتے ہین ایسی طرح
کہ اوسکو خبر نہین ہوتی کیونکہ آدمی ان امور کا محل ہے اور یہ ہرگز نہین کہ اوس سے صادر ہوتے ہون
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے کے یہ معنی ہین کہ یہ سب افعال اوسمین غیر سے حاصل
ہوتے ہین خود اوس سے نہین ہوتے اور مختار ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ محل اوس ارادے کا ہے جو
اوسمین جبراً پیدا ہوا بعد اسکے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونیکا حکم کر دیا اور حکم بھی جبراً
ہوا پس اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہے مثلاً آگ کا فعل جلانے مین صرف جبر ہے اور
خداے تعالی کا فعل محض اختیار ہے اور انسان کا فعل ان دونون مراتب کے درمیان ہے یعنی اختیار
پر جبر ہے اور اسواسطے کہ یہ ایک تیسری قسم ہے تو اہل حق نے اسکے لیے نام بھی جدا ڈھونڈھا اور
اسباب مین اقتدا کتاب اللہ تعالی کا کر کے اوسکو کسب کہا اور یہ نہ جبر کے خلاف ہے نہ اختیار کے
بلکہ سمجھ والون کے نزدیک دونون باتون کا جامع ہے اور خداے تعالی کا فعل جو اختیار کہلاتا ہے
اوسمین یہ شرط نہین کہ وہ اختیار نہو جو ارادہ بعد حیرت و تردد کے ہوا کرتا ہے اسلیے کہ یہ بات

خداے تعالی کی شان مین محال ہے اور جتنے الفاظ کہ لغات مین مذکور ہین اونکا استعمال خداے تعالی
کے حق مین استعارہ اور مجاز ہی کی راہ سے ہے اور اس بات کا ذکر کرنا طویل اور قابل اس مقام کے
نہین۔ اب اگر کوئی کہے کہ علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادہ نے قدرت اور قدرت نے حرکت
یعنی جو ایک پچھلی چیز اول سے پیدا ہوئی اس سے تمھاری اگر یہ غرض ہے کہ بدون قدرت الٰہی کے
ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہین سکتا اور اگر یہ غرض نہین تو انکے ایک دوسرے پر مترتب
ہونے کے کیا معنی ہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ انمین سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جہالت
محض ہے بلکہ ان سب کا ہونا اوس بات پر ہے جسکو قدرت ازلی سے تعبیر کرتے ہین اور سب کی
اصل وہی ہے عوام اوس سے واقف نہین جو لوگ علم مین راسخ ہین وہ البتہ اوسکے معنی کی ماہیت
سمجھے ہین عوام اوس لفظ ہی کو جانتے ہین اور اوسمین ایک قسم کی قدرت مشابہ انسان کی قدرت
کے سمجھتے ہین حالانکہ یہ امر حق سے بہت دور ہے اور اسکا بیان بہت طویل ہے لیکن اتنا جاننا چاہیے
کہ بعض مقدورات بعض پر مترتب ہوتے ہین اسطرح جیسے مشروط شرط پر ہوتا ہے اسی جہت سے
قدرت ازلی سے ارادہ جبھی صادر ہوتا ہے جب علم ہو لیتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد
محل حیات کے صادر ہوتی ہے نہین کہہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہے جو شرط حیات ہے
اسیطرح اور درجات ترتیب کو جاننا چاہیے لیکن بعض شرطین تو اکثر عوام پر بھی ظاہر ہوجاتی ہین
اور بعضے بدون خواص اور کشف والون کے جو نور حق سے دیکھتے ہین ظاہر نہین ہوتین ورنہ
جو متقدم مقدم ہوتا ہے یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہے وہ لزوم اور حق ہی کے ساتھ ہوتا ہے
سب افعال الٰہی کو ایسا ہی جاننا چاہیے اگر یہ بات نہ ہوتی تو تقدیم اور تاخیر لغو اور مجنونون کے فعل
کے مانند ہوتی خداوند کریم ان واہی خیالات سے پاک و مبرا ہے خود اسکی طرف اشارہ فرماتا ہے
وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزین آسمان و زمین کے اندر ہین وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے
ساتھ ہوتی ہین جسطرح وہ ظاہر ہوتی ہین اوسکے سوا اور کسیطرح اونکا ہونا متصور نہین ہو سکتا جو
ترتیب موجود ہے اوسکے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہین اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہے
تو صرف شرط کے انتظار کے سبب سے کہ مشروط کا ہونا شرط سے پہلے محال ہے اور محال کو تحت
قدرت داخل ہونے کے ساتھ موصوف نہین کیا کرتے ہین غرضکہ علم جو نطفہ سے پیچھے ہوتا ہے
تو یہی سبب ہے کہ نطفہ مین حیات نہین جو شرط علم ہے اور حیات کے ساتھ علم ہونے کے بعد

جو ارادہ کے پیچھے ہوتا ہے تو شرط علم کے ہونے کی جہت سے اور المین سے ہر چیز کا اپنی اپنی شرط
کے بعد اسطرح ہونا واجب اور لازم ہے ترتیب حق یہی ہے یہ بات نہیں کہ اس ترتیب میں کچھ
اتفاق و سرسری ہونے کو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب مقتضائے حکمت و تدبیر کے موجب ہے اور اسکا
سمجھنا بہت مشکل ہے لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ باوجود قدرت کے
فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہے بر روی کا نہیں آتا اس مثال سے جو لوگ تھوڑی اور
ضعیف فہم رکھتے ہیں انکو بھی حق بات کے آغاز و شروع کی باتیں سمجھنی سہل ہو جاوینگی
فرض کرو کہ ایک بے وضو آدمی پانی میں گردن تک ڈوبا ہوا ہے تو باوجودیکہ پانی استعمال
کرنے اور بدن پر بہنے سے بے وضو ہونا جاتا رہتا ہے مگر اسکے اعضا سے حدث دور نہوگا بلکہ
شرط کا منتظر رہیگا کہ جب منہ بھی دھویا جاوے تو دور ہو اسیطرح جان لو کہ قدرت ازلی بھی سب
مقدورات سے ملی ہوئی اور سب سے متعلق ہے جیسے پانی تمام اعضا سے ملا ہوا تھا مگر مقدور
چیز بھی موجود ہوگی جب اسکی شرط پائی جاویگی جیسے مثال بالا میں حدث کا دور ہونا وجود شرط
پر منحصر ہے اور وہ منہ دھونا ہے پس جو شخص پانی میں کھڑا ہے اپنا منہ پانی کی سطح پر رکھے
اور پانی سب اعضا میں تاثیر کرے اور حدث جاتا رہے تو جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ حدث
ہاتھوں سے اسواسطے گیا کہ منہ سے جاتا رہا یعنی منہ کے حدث دور ہونے کو علت ہاتھوں کے
حدث کے جانے کی کہتے ہیں پانی کو رافع حدث نہیں جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منہ دھونے
کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پیشتر سے اعضا سے ملا ہوا تھا رافع حدث نہ تھا اور اب پانی
کچھ بدل تو گیا ہی نہیں جیسا تھا ویسا ہی ہے تو یہ بات اور سب پیشتر حاصل تھی وہ اب بھی
ہوگی مگر منہ دھونے سے حدث کا جانا قطعی ہے تو ثابت ہوا کہ منہ دھونا ہی رافع حدث کا ہے
پانی رافع نہیں اگر پانی ہوتا تو پہلے بھی ہوتا اور یہ خیال ان لوگوں کا محض جہالت ہے اور
ایسا ہی ہے جیسا کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت
ارادے سے اور ارادہ علم سے حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب منہ سے حدث
مرتفع ہوا تو ہاتھوں کا حدث بھی اوس پانی سے جو ہاتھوں سے ملا ہوا تھا مرتفع ہوا پھر
منہ دھونے سے مرتفع نہیں ہوا۔ یہ مانا کہ پانی نہیں بدلا اور ہاتھ نہیں بدلا اور نہ کوئی چیز نئی
ہوئی مگر شرط جو مفقود تھی وہ ہو گئی اسلیے اوسکا اثر بھی ظاہر ہو گیا پس مقدورات کا صادر ہونا
قدرت ازلی سے اسطرح سمجھنا چاہیے باوجودیکہ قدرت ازلی قدیم ہے اور مقدورات سب

حادث ہین اور یہ ذکر ایک جداگانہ وسترک عالم مکاشفات کے دروازے کی ہے اسلیے ہم اسکو
بھی چھوڑے دیتے ہین اسلیے کہ ہمارا مقصود تو صرف توحید در فعل کے طریق پر تنبیہ کرنا ہے کیونکہ
فاعل حقیقت مین ایک ہے اور وہی قابل خوف و رجا ہے اور اوسی پر توکل و اعتماد زیبا ہے
اور جسقدر ہم نے اس باب مین لکھا ہے اوسکو سب توحید کے سمندرون مین سے تیسری قسم کے
توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جاننا چاہیے اوسکا پورا بیان تو عمر نوح مین بھی محال ہے اور ایسا ہی
جیسے کوئی سمندر کے پانی کو قطرہ قطرہ کرکے سب اوٹھانا چاہے اور یہ تمام تقریر کلمہ
لا الٰہ الا اللہ کے مضمون مین داخل ہے تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کلمہ زبان پر کتنا ہلکا ہے اور
اسکے لفظون کے معنون کا اعتقاد دل مین کتنا سہل ہے اور اسکی حقیقت اور مغز علماء راسخین
کے نزدیک کتنی بڑی ہے اور اون کے نزدیک کا تو کیا ذکر ہے۔ یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے
کہ توحید کے معنی تو یہ ہین کہ سواے خداے تعالی کے کوئی فاعل نہین اور شرع سے افعال کا ثبوت
بندون کے لیے پایا جاتا ہے تو یہ دونون اکٹھے کیسے ہو سکتے ہین کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو
خداے تعالی کیسے ہوگا اور اگر اللہ تعالی ہوگا تو بندے کو کسطرح کہوگے اور ایک ہی فعل کے
دو فاعل ہون یہ سمجھ مین نہین آتا پس اسکا جواب یہ ہے کہ جب فاعل کے معنی ایک ہی لیے جاوین
تب البتہ یہی بات ہے کہ ایک فعل کے فاعل دو نہین متصور ہوتے اور اگر فاعل کے دو معنی ہون
اور لفظ محتمل ہو کہ دونون پر ہو سکتا ہو تو کچھ دشوار نہین مثلاً کہا کرتے ہین کہ امیر نے فلان شخص کو
قتل کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہین کہ جلاد نے مار ڈالا تو یہان امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا ہے
اور جلاد اور اعتبار سے اسیطرح بندہ اپنے فعل کا اور اعتبار سے فاعل ہے اور خداے تعالی اور
اعتبار سے اللہ تعالی کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنے والا ہے
اور بندے کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ بندہ وہ محل ہے جسمین قدرت پیدا ہوئی بعد اسکے
کہ خداے تعالی نے بندے مین ارادہ پیدا کیا اور اوس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و
ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسا ہے جیسے شرط کا ارتباط مشروط سے ہوتا ہے اور قدرت
الٰہی سے اسطرح ہے جسطرح معلول کا ارتباط علت سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہے
اور جو چیز کہ اوسکو قدرت سے ارتباط ہوتا ہے تو محل قدرت کو بھی فاعل کہدیتے ہین خواہ
کسیطرح کا ارتباط ہو مثلاً جلاد اور امیر کو دونون کو قاتل اسیوجہ سے کہتے ہین کہ قتل دونون کی
قدرت سے ارتباط رکھتا ہے مگر ارتباط دو طرح کا ہے اسیواسطے قتل دونون کا فعل کہلاتا ہے

اور اسیطرح اللہ تعالی نے قرآن مجید مین دلائل و آیات زمین و آسمان مین ذکر فرمائین پھر فرمایا
اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور فرمایا شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
اسمین بتلایا کہ خود خدای سبحانہ اپنے نفس پر دلیل ہے اور یہ امر کچھ خلاف نہین بلکہ استدلال کی
راہین مختلف ہین بہت طالب ایسے ہین کہ اونھون نے موجودات کو دیکھکر خدای تعالی کو پہچانا ہے
اور بہت سے طالبون نے اللہ تعالی سے موجودات کو جانا ہے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ
مین نے اپنے رب کو اوسیکی بدولت پہچانا اگر میرا پروردگار نہوتا تو مین اوسکو ہرگز نجانتا اور یہی
مراد اس آیت مین ہے اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ اور اللہ تعالی نے اپنے
نفس کی صفت بیان فرمائی کہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا مین ہون مگر پھر موت اور حیات کو
دو فرشتون کیطرف مفوض فرمایا چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ موت اور حیات کے دو فرشتون نے
آپسمین مناظرہ کیا ملک الموت نے کہا کہ مین زندون کو مردہ کرتا ہون اور حیات کے فرشتے نے
کہا کہ مین مردون کو زندہ کرتا ہون اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تم دونون جس کام پر مقرر ہوئی
وہ کیے جاؤ مارنے اور جلانے والا مین ہون میرے سوا اور کوئی مارا اور جلا نہین سکتا حاصل یہ کہ
فعل کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے اگر سمجھو تو کچھ اسمین تناقض نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس شخص کو خرما عنایت فرمایا تھا ارشاد فرمایا خُذْهَا لَوْ لَمْ تَأْتِهَا لَأَتَتْكَ
آنے کو اوس شخص کیطرف اور خرما کیطرف منسوب فرمایا حالانکہ خرما انسان کیطرف ایسی طرح نہین آتا
جیسے انسان اوسکی طرف جاتا ہے۔ اسیطرح جب ایک تائب نے کہا کہ مین خدای تعالی کی طرف توبہ
کرتا ہون نہ محمد کیطرف تو آپنے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حقدار کے لیے جان لیا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جو شخص سب باتون کو خدای تعالی ہی کیطرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہے کہ
حق اور حقیقت کے حقدار کو جانتا ہے اور جو شخص اونکے غیر کیطرف کچھ نسبت کرے وہ اپنے
قول مین استعارہ اور مجاز کہتا ہے اور مجاز کیواسطے بھی ایک وجہ ہے جیسے کہ حقیقت کے لیے
ایک وجہ ہے اور لفظ فاعل واضع لغت نے اختراع کرنے والے کے لیے بنایا ہے مگر چونکہ
اوسنے خیال کیا کہ انسان بھی اپنی قدرت سے اختراع کرتا ہے اسلیے اوسکو بھی فاعل اپنے
کام کا کہدیا اور اوسکے فاعل کہنے کو معنی حقیقی سمجھ گیا اور وہم کیا کہ اس فعل کی نسبت خدای تعالی
کیطرف مجاز ہے جیسے قتل کی نسبت حاکم کیطرف مجاز اہے اور جلاد کیطرف حقیقت مین۔
مگر اہل حق کو عقدہ کھلا تو معلوم ہوا کہ امر بالعکس ہے اور واضع لغت سے کہا کہ اگر لفظ فاعل

تو نے مخترع کیواسطے بنایا ہے تو فاعل سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہین پس حقیقی معنی
خاص خداے تعالی کیواسطے ہین اور دوسرے کے لیے بولنا مجاز ہے یعنی اوس مقصود سے
جو واضع لغت نے لفظ بنایا تھا تجاوز کیا گیا کیونکہ اختراع کام صرف خداے تعالی کا ہے اور
جبکہ حقیقی معنی بعض عرب کی زبان پر قصداً یا اتفاقاً جاری ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اونکی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بہت سچا شعر جو شاعر نے کہا ہی قول لبید کا ہے شعر

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ ✤ وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَۃَ زَائِلٌ

جسکا ترجمہ یہ ہے

ہر چیز سوا خدا کے جانو باطل ✤ سب چین یہان کے ہونگے لامحالہ زائل

یعنی جس چیز کو کہ قیام اپنی ذات سے نہین دوسرے کے سبب قائم ہے وہ بذات خود
باطل ہے اوسکی حقیت اور حقیقت غیر سے ہے نہ خود اوس سے پس ثابت ہوا کہ حقیقت مین
سواے ذات حی قیوم بے ہمتا کے اور کوئی حق نہین کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہو سوا اوسکے
سب قائم اوسکی قدرت سے ہین اسی جہت سے وہی حق ہے اور سب باطل ہین۔ اور اسی
جہت سے حضرت سہل تستری رح فرماتے ہین کہ اے مسکین خداے تعالی موجود تھا اور تو نہ تھا اور
وہ ہوگا اور تو نہ ہوگا آج جو تو ہو گیا تو کہنے لگا مین مین تو اب بھی ایسا ہی ہو جا جیسا پہلے
نہین تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہے جیسا پہلے تھا شعر

بہشت تن آسانی انگہ خوری ✤ کہ بر دوزخ نیستی بگذری

اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بالکل کارخانہ جبر کا ہے تو پھر ثواب عذاب
کے کیا معنی ہین اور غضب اور رضا سے کیا مراد ہے اپنے ہی فعل پر خداے تعالی راضی یا ناراض
کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ باب الشکر مین اس بات کیطرف ہم اشارہ کر چکے ہین دوبارہ لکھنے کی
حاجت نہین۔ یہ مقدار وہ ہے جو توحید مورث حال توکل کے باب مین ہمکو بطور سفر لکھنی منظور تھی
اور یہ مدون ایمان اور اعتقاد کرنے رحمت وحکمت کے کامل نہین ہوتی اسلیے کہ توحید سے لازم
آتا ہے کہ مسبب الاسباب کیطرف نظر ہو اور وسعت رحمت پر ایمان ہونے سے اعتماد مسبب الاسباب
پر ہوتا ہے۔ اور حال توکل جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا جبھی پورا ہوتا ہے جب وکیل پر اعتماد اور دل کا
اطمینان اوسکی شفقت پر ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی قسم ہے اہل کشف کے طریق کی
صورت اس باب مین لکھنی طویل ہے مگر اوسکا خلاصہ لکھے دیتے ہین تا کہ طالب مقام توکل اوسکا معتقد

قطعی اعتقاد سے ہو جاوے اور کسیطرح کا شک نکرے وہ یہ ہے کہ ایسے یقین سے کہ جسمین شائبہ
ضعف اور شک نہو یہ تصدیق کرے کہ خدای تعالی اگر تمام خلق کو سب سے زیادہ عقیل شخص کے موافق
عقل دیتا اور سب سے زیادہ عالم جیسا علم عنایت کرتا اور جسقدر علم کی اونکے نفسونمین سمائی ہوتی اونکو
عنایت فرماتا اور اونکو حکمت اسقدر عطا کی ہوتی کہ جسکی کچھ انتہا نہین پھر جیسے اونکی شمار بڑھتی جاتی
ویسی ہی علم اور حکمت اور عقل کو ترقی بخشتا رہتا اور اونپر انجام کار کا حال ظاہر کر دیتا اور اسرار
ملکوت بھی سب کے سب کو بتلا دیتا اور لطف و عقوبت کے دقائق سے بھی آگاہ کر دیتا یہانتک
کہ خیر و شر اور نفع و ضرر سب پر واقف ہو جاتے پھر اونکو حکم کرتا کہ تم اپنے علم و حکمت کے زور سے
ملک و ملکوت کا انتظام کرو اور سب بالاتفاق ہو کر تدبیر کرتے تو جو انتظام کہ خدای تعالی نے
دنیا و آخرت مین کر رکھا ہے ان سب کی تدبیر اس انتظام مین مچھر کے پر کے برابر بھی کمی بیشی تجویز
نکرتے نہ اوسمین ذرہ برابر نشیب و فراز عمل مین لاتے نہ کوئی مرض یا عیب یا نقصان یا فقر یا ضرر اون لوگون
سے جو انمین مبتلا ہین دور کرتے نہ کسیکی صحت یا کمال یا تونگری یا نفع اون اشخاص سے جو ان
امور سے سرفراز ہین زائل کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالی نے آسمان و زمین مین پیدا کیا ہے
اگر اوسکی طرف آنکھ اوٹھاتے اور مدتون تک دیکھتے رہتے تب بھی اوسمین کچھ نقص و قصور نہ دیکھتے
اور اس بات کا بھی یقین چاہیئے کہ اور جو کچھ کہ اللہ تعالی نے مثل رزق اور موت اور رنج اور راحت
اور عجز و قدرت اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان وغیرہ کے اپنے بندون مین تقسیم کی ہین
وہ سب محض عدل و انصاف اور حق صریح ہے اوسمین کسیطرح کا ظلم اور جور نہین اور اشیا ترتیب
واجب و حق پر ہین اونکی ترتیب و مقدار جیسی ہونی چاہیئے ویسی ہی ہے اور اوس سے بہتر
اور کامل تر اور عمدہ ممکن ہی نہین اور اگر بالفرض اس ترتیب سے عمدہ ترتیب بھی اور اوسکو خدای تعالی
نے باوجود قدرت کے رکھ چھوڑا اور بندون کو عنایت نکی تو یہ امر وخال بخل کے ہے جو منافی
جود کے ہے اور ظلم ہے نہ عدل - اور اگر قدرت نہ تھی تو عاجزی لازم آتی ہے جو خلاف معبود ہونے
کے ہے بلکہ جو فقر و ضرر دنیاوی ہے وہ دنیا مین تو کمی ہے مگر آخرت مین زیادتی ہے اور جو
نقصان کہ آخرت مین کسی شخص کی نسبت ہے وہ دوسرے کی نسبت کہ عیش و آسایش ہے
اسلیے کہ مثلاً اگر رات نہوتی تو دن کی قدر کیسے معلوم ہوتی اور اگر مرض نہوتا تو تندرست
صحت سے کیسے لذت پاتے اور اگر دوزخ نہوتی تو جنت والے قدر نعمت کی کیا جانتے
اور جسطرح کہ انسانون کی روح کے لیے بہائم کی ارواح کو فدا کرنا اور انسانون کا اونکو ذبح

اور کہتے ہین کہ لفظ توکل مشتق وکالت سے ہے جسکے معنی دوسرے پر اعتماد کرکے کام سپرد
کرنے کے ہین جسکو کام سپرد کرتے ہین اُسکو وکیل کہتے ہین اور جو کام سپرد کرتا ہے اُسکو متوکل
اور متوکل کہتے ہین بشرطیکہ وکیل پر اُسکے نفس کا اطمینان اور اعتقاد ہو اور اُسکو متہم عجز اور
قصور کا نہ سمجھتا ہو غرضکہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہین اب ہم مقدمات کے وکیل
کو بطور مثال فرض کیے لیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر فریب سے جھوٹا دعوی
کرے اور مدعا علیہ اُس سے لڑنے کے لیے اپنی طرف سے ایسے شخص کو وکیل کرے جو اُسکا فریب واشگاف
کردے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اُسکی وکالت پر مطمئن نہ کہلاویگا جب تک
کہ چار باتون کا اعتقاد اُسمین نہ رکھتا ہوگا اول نہایت درجے کی ہدایت دوم قدرت کامل
سوم غایت مرتبہ کی فصاحت چہارم شفقت تام ہدایت اسلیے کہ اُسکے باعث فریب کے مقامات
جان لے یہان تک کہ نازک و باریک حیلے بھی اُس سے ہرگز چھپے نہ رہین اور قدرت اسلیے
کہ حق کی تصریح کرے حاکم کی ہیبت دیکھی بات نہ کہے رعب مین نہ آوے شرم اور نامردی اظہار حق مین
روا نہ رکھے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو وجہ فریب طرف ثانی کی معلوم ہوجاتی ہے مگر خوف یا
نامردی یا حیا یا کسی اور مانع کے باعث جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہو جاتا ہے اُسکو زبان
پر نہین لاتا ۔ اور فصاحت اسلیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہے مگر قدرت لسانی ہے
کہ دل جس بات پر جرأت کرے اور اشارہ کرے اُسکو اچھی طرح بیان کرسکے کیونکہ یہ کچھ ضرور
نہین کہ جو شخص فریب کے موقعے جانتا ہو وہ اپنی تیزی زبان سے اُسکا عقدہ بھی حل کردیا کرے
اور شفقت تام اسلیے چاہیے کہ اُسکے باعث جسقدر کوشش کہ وکیل سے اُسکے حق مین ہوسکے
اُسکو بجا لاوے کیونکہ صرف مقدمہ لڑانے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہین جب تک کہ عنایت و توجہ
متوکل کے حال پر نہو اور اُسکے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے نہ سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو
کہ طرف ثانی جیتے تو کچھ غرض نہین اور متوکل جیتے تو کچھ پروا نہین اُسکا حق مارا جاوے یا باقی رہے
کسی سے کچھ مطلب نہین تو کام کی درستی معلوم پس اگر متوکل کو ان چارون باتون مین خواہ
انمین سے ایک مین بھی شک ہوگا یا اُسکے عندیے مین طرف ثانی ان چارون مین کامل تر ہوگا تو اُسکو
اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہوگا بلکہ دل مین متردد رہیگا اور ہمہ تن اس بات کی تدبیر کریگا کہ کسی طرح
وکیل مین جو کمی ہے یہ دور ہو جاوے اور طرف ثانی کا غلبہ فرد ہو اور جسقدر متوکل کو ان چارون
باتون کا وکیل مین اعتقاد ہوگا اُسی قدر اُسکا اُسپر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیے اور چونکہ

لوگون کے اعتقاد اور ظن قوی اور ضعیف ہونے مین بے انتہا تفاوت ہوتے ہین اسی جہت سے
ضرور ہی کہ احوال متوکلین کی قوت اطمینان و اعتماد مین بھی فرق بہت ہو یہان تک کہ نوبت اُس
یقین کی پہونچ جاوے جسمین ضعف نہو مثلاً اگر وکیل اپنے موکل کا باپ ہو جو سب طرح کے حلال
و حرام کے لیے بیٹے کے واسطے دوڑتا پھرتا ہی تو ظاہر ہی کہ بیٹے کو یقین کمال شفقت اور عنایت کا
اپنے حال پر ہوگا اور ایک خصلت ان چار خصلتون مین سے قطعی ہو جاویگی اسی طرح اور خصلتین
بھی قطعی ہو سکتی ہین مشاہدت سے کسی کو وکالت کرتے دیکھا یا لوگون سے متواتر سُنا کہ فلان شخص
بڑا خوش تقریر اور زبردست بیان اور حق دلانے کا دھنی ہی بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق
کرنے مین ایک صورت سے باندھ دیتا ہی پس جب اس مثال مین توکل جان لیا تو اسی پر خدای تعالیٰ
کے اوپر توکل کرنے کو قیاس کرنا چاہیے یعنی اگر آدمی کے دل مین کشف سے یا پکے اعتقاد سے جم جاوے
کہ فاعل سوا خدای تعالیٰ کے کوئی نہین جیسا کہ اُسکی تقریر اوپر گذری اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی
اعتقاد کرے کہ خداوند کریم بندون کا حال خوب جانتا ہی اور اُنکے کافی ہونے کے لیے قدرت
کامل رکھتا ہی اور اُسکی رحمت کامل اور عنایت شامل سب بندون پر ایک ایک پر
واصل ہی نہ اُسکی قدرت کے بعد کوئی قدرت ہی نہ اُسکے علم سے سوا کوئی علم ہی نہ اُسکی
عنایت و رحمت کے سوا جو مجھپر ہی کوئی اور رحمت و عنایت ہی تو اس صورت مین بیشک
اُسکا دل صرف خدای تعالیٰ پر توکل کریگا دوسرے کی طرف التفات نہ کریگا بلکہ جب کوئی حرکت
یا قدرت کا ذکر کریگا تو اپنے نفس کی طاقت و قدرت پر بھی لحاظ نہ کریگا اسواسطے کہ سمجھوا ہے
لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللہِ کے حول و قوت خدای کی بدولت ہی حول سے مراد حرکت ہی
اور قوت سے مراد قدرت پس اگر آدمی اپنے نفس مین یہ حالت نہ پاوے تو اُسکے دو سبب
ہین یا تو یہ کہ ان چارون باتون مین سے کسی پر یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض نامردی اور
اوہام واہی کے سبب کبھی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہی کہ یقین مین
کچھ نقصان نہین ہوتا مگر وہم کی تبعیت اور فرمانبرداری سے دل مین کبھی آجاتی ہی مثلاً کوئی
شخص شہد کھاتا ہو اور اُس سے کہدیا جاوے کہ یہ تو پاخانے کی صورت ہی تو اُسکی طبیعت
بعض اوقات نفرت ایسی کریگی کہ پھر کھانا دشوار ہوگا۔ اور اگر عاقل سے کہا جاوے کہ مردے کے
پاس قبر مین یا بستر پر یا کوٹھری مین لیٹ جاوے تو اُسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین
جانتا ہی کہ یہ مردہ ہی اور بالفعل جماد بے حس و حرکت ہی اور خدای تعالیٰ کی عادت جاری ہی

نہ اب اسکو زندہ نہین فرمادیگا گو زندہ کرنے پر قادر ہے جسطرح یہ اسکا دستور ہے کہ کاتب کے
ہاتھ کے قلم کو سانپ نہین کردیتا نہ بلی کو شیر کرے گو انکے سانپ اور شیر کردینے پر قدرت رکھتا ہے
پس باوجودیکہ عاقل شخص اس یقین مین کچھ شک و شبہ نہین رکھتا مگر اسکی طبیعت میت کے ساتھ
بستر پر خواہ بند کوٹھری مین تنہا رہنے سے نفرت کرتی اگرچہ اور تمام جمادات سے نفرت نہین
کرتی اور یہ دل مین ایک نامردی ہے اور ایک قسم کا ضعف ہے کہ جس سے آدمی کم خالی ہوتے
ہین کچھ نہ کچھ ہر ایک مین ہوتا ہے یہی ضعف کبھی زیادہ ہوکر روگ ہوجاتا ہے حتی کہ آدمی گھر
مین علٰحدہ دروازے کو خوب بند کرکے نہین سوتا ۔ بہرحال توکل کے کامل ہونے کو دل اور
یقین کی دونون کی قوت چاہیے انہین دونون کی قوت سے دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہے
دل مین قرار اور چیز ہے اور یقین دوسری چیز بہت یقین ایسے ہوتے ہین جنکے ساتھ اطمینان
نہین ہوتا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال مین مذکور ہے قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ
بَلٰی وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ زندہ کرنا میت مین کا
دکھلا دے تاکہ میرے خیال مین جم جاوے اسواسطے کہ نفس تابع خیال کا ہوتا ہے اور اسی سے
اسکا اطمینان ہوتا ہے اور یقین سے اول اول مطمئن نہین ہوتا مگر رفتہ رفتہ آخر کو درجہ
نفس مطمئنہ کا پاتا ہے شروع مین ہرگز نہین پاتا اور بعضے مطمئن ایسے ہین کہ انکو یقین نہین
ہوتا جیسے سب ارباب ملت و مذہب مثلاً یہودی و نصرانی کو اپنے یہودی ہونے اور نصرانیت
پر اطمینان ہے مگر یقین دونون مین سے کسی کو نہین صرف غلبہ ظن اور من مانتی بات پر چلتے ہین
حالانکہ خداے تعالٰی کے پاس سے انکو ہدایت جو سبب یقین کا ہے پہونچ چکی مگر وہ اس سے
منحرف رہتے ہین ۔ غرض یہ کہ نامردی اور جرات سرشت مین داخل ہین انکے ہوتے ہوے
یقین مفید نہین ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک سبب مخالف توکل ہے جیسے کہ چارون خصلتون پر
یقین کم ہونا ایک سبب ہے اور جب یہ اسباب یعنی یقین و اطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہوجاتے ہین
تو اللہ تعالٰی پر اعتماد حاصل ہوجاتا ہے ۔ روایت ہے کہ توریت مین لکھا ہوا ہے کہ جو شخص
کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہے ۔ اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے
کہ جو شخص بندون سے عزت چاہے اسکو خداے تعالٰی ذلیل کرتا ہے ۔ اور جب تمکو معنی توکل
کے معلوم ہوے اور وہ حالت جسکا نام توکل ہے جان چکے تو اب جاننا چاہیے کہ اس
حالت کے قوت و ضعف کی رو سے تین درجے ہین پہلا درجہ تو وہ ہے جو ہمنے ابھی ذکر کیا

کہ حال بندے کا توکل اور اعتماد کفالت و عنایت الٰہی پر ایسا ہو جیسا اعتماد موکل کو وکیل پر
ہوتا ہی دوسرا درجہ جو اس سے قوی ہی وہ یہ ہی کہ حال متوکل کا خداے تعالی کے ساتھ ایسا ہو
جیسا بچے کا حال مان کے ساتھ ہوتا ہی کہ وہ سوا مان کے اور کسی کو نہین پہچانتا اور سوا اسکے
اور سے داد نہ یاد نہین کرتا اُسی پر اعتماد کرتا ہی اور اگر اُسکو دیکھتا ہی تو دامن سے لپٹ جاتا ہی
اور نہین چھوڑتا اور سوا اگر اُسکے پیچھے کوئی بات اُسپر پیش آتی ہی تو اول مان ہی کو پکارتا ہی
اور اول اُسکے دل مین اُسی کا دھیان آتا ہی کیونکہ اُسکا ٹھکانا مان ہی تک ہی اور سوا اسکو
مان کی شفقت اور کفیل و کافی ہونے کا ایسا یقین ہی جو خالی ایک قسم کے ادراک سے نہین
جتنی تمیز اُسکو حاصل ہی اُس سے اُسی کو سمجھا بوجھتا ہی اور یون گمان ہی کہ یہ امر طبعی ہو
اس جہت سے کہ لڑکے سے ان مادتون کا اگر مطالبہ کیا جاوے تو وہ نہ اُنکی تفصیل بیان کر سکیگا
نہ اُنکی تفصیل اپنے ذہن مین حاضر کر سکیگا لیکن یہ سب باتین ادراک کے سوا ہین پس جو شخص کہ
دل سے خداے تعالی کی طرف متوجہ ہوگا اور نظر اور اعتماد اُسی پر رکھتا ہوگا تو وہ خداے تعالی پر
واثق ہوگا جیسے لڑکا اپنی مان پر ہوتا ہی اور وہی واقع مین اللہ تعالی پر متوکل ہوگا کیونکہ
لڑکا بھی اپنی مان پر متوکل رہتا ہی اور فرق ان دونون درجے والون مین یہ ہی کہ اس درجے والا ایسا
متوکل ہی کہ اپنے توکل مین خود توکل سے بھی بیخبر ہو گیا یعنی اُسکا دل توکل اور اُسکی حقیقت کی
طرف ملتفت نہین بلکہ صرف جسپر توکل ہی اُسی کی طرف التفات رکھتا ہی اور اُسکے دل مین اُسکے
سوا اور کسی کی گنجایش نہین اور پہلے درجے والا تکلف اور کسب سے متوکل ہی اسی واسطے اپنے
توکل سے بیخبر نہین یعنی اُسکو توکل کی طرف التفات ہی اور اُسکو سمجھتا ہی اور یہ امر اس بات کا مانع ہی
کہ صرف خداے تعالی پر نظر ہو اور اسی درجۂ اول کی طرف اشارہ حضرت سہیل تستری رح کے قول مین ہی
کہ جب اُنسے کسی نے پوچھا کہ ادنی مرتبہ توکل کا کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ آرزؤن کا ترک کرنا سائل
نے پوچھا کہ اوسط کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ اشارہ دوسرے درجے کی طرف
فرمایا اور اعلی درجے کو جو پوچھا تو اُسکو کچھ بیان نہ کیا اور فرمایا کہ اُسکو وہی جانتا ہی جو اوسط درجہ پر
پہونچ جاتا ہی تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلی ہی یہ ہی کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات مین خدا کے
سامنے ایسا ہو جیسا مردہ نہلانے والے کے سامنے ہوتا ہی کہ اپنے نفس کو مردہ سمجھے جسکو قدرت
ازلیہ حرکت دیتی ہو جیسے نہلانے والے کا ہاتھ مردے کو حرکت دیتا ہی اور وہ ایسا شخص ہوتا ہی
جسکا یقین اس بات پر قوی ہو کہ حرکت کا دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام صفات کا

یعنی ان دونون باتون کا مفید ہونا کچھ اپنی تدبیر کے باعث نہین جانتا بلکہ اس نظر سے کہ وکیل نے
انکو لڑنے کے واسطے مقید کر رکھا ہو اور اسنے یہ امر اسکے اشارے خواہ عادت سے معلوم کر لیا ہو
یہ بھی انکو مفید جانتا ہو اس سے علوم ہوا کہ اسکی حول و قوت صرف وکیل ہی کے باعث ہو
اور وکیل کے لیے یہ کلمہ کہنا معنی کامل نہین بخشتا اسواسطے کہ وکیل اُسکی حول و قوت کا
خالق نہین بلکہ وکیل نے اسکی حول و قوت کو یعنی دونون تدابیر مذکورہ کو بذاتہا مفید کر دیا اور اگر
وہ ایسا نہ کرتا تو مفید نہوتین بلکہ یہ کلمہ وکیل برحق خداے مطلق کی شان مین صادق ہو کہ وہ خالق
حول و قوت کا ہو جیسے کہ اسکی تقریر بیان توحید مین گذری اور اُسی نے ان دونون کو مفید بھی
بنایا کہ انکو شروط ان فوائد و مقاصد کی کر دی جنکو ان دونون کے بعد پیدا کریگا اس سے معلوم ہوا کہ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ بے شک درست اور ٹھیک ہو بس جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ
ان الفاظ سے کریگا اسکو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث مین آیا ہو ہو گا
ورنہ شاید تعجب ہوتا ہو کہ اتنا ثواب سب کا سب اتنے الفاظ سے جو زبان پر سہولت سے گذر جاوین
اور انکے معانی کا دل مین آسانی سے اعتقاد آجاوے کسطرح ملتا ہو اور جب معلوم ہو کہ یہ ثواب
اس مشاہدے کا ہو جو ہمنے توحید کے ذکر مین بیان کیا ہو تو تعجب نہین رہتا اور نسبت اس
کلمے کی اور اسکے ثواب کی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اسکے ثواب کی طرف ایسی ہو جیسے ایک
کلمے کے معنون کو نسبت ہو دوسرے کلمے کے معنون کی طرف یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ
مین تو صرف دو چیزین یعنی حول و قوت ہی کو خداے تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہو اور کلمہ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مین سب چیزون کی نسبت اُسی کی طرف ہو تو جو فرق کل چیزون اور دو
چیزون مین ہو وہی فرق ان دونون کلمون کے ثواب مین بھی ہو - اور جیسا کہ ہمنے پہلے
لکھا ہو کہ توحید مشتمل دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہو ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات بھی
انھین چارون چیزون پر مشتمل ہین اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پابند ہین مغزون
کی طرف نہین پہنچے جنکی طرف اشارہ اس حدیث شریف مین ہو مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
صَادِقًا مِنْ قَلْبِہٖ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّةُ اور جس حدیث مین کہ صدق و اخلاص
کی قید نہین وہان مطلق سے مقید ہی مراد ہو جیسے بعض جگہ مغفرت کو ایمان اور
عمل صالح کی طرف منسوب کیا ہو اور بعض جا صرف ایمان ہی پر منحصر فرمایا تو ایسی جگہ مین ایمان سے
مطلق مراد نہین بلکہ قید عمل صالح کے ساتھ مراد ہو اسلیے کہ سلطنت اخروی صرف

بات سے نہین ملتی زبان کا ہلنا بات ہی اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہی مگر وہ نفس کی
بات ہی مگر صدق و اخلاص اور ہی چیز ہی کہ نہ زبان کی گفتگو ہی نہ نفس کی گفتگو۔ اور تخت سلطنت
صرف مقربین کے لیے بچھایا جاویگا اور وہ اخلاص والے ہی لوگ ہین ہان جو لوگ کہ صحاب
یمین سے انکے نزدیک رتبے مین ہونگے انکو بھی خداے تعالی کے یہان درجے ملینگے مگر سلطنت کے
درجے کو نہ پہنچینگے دیکھو خداے تعالی نے سورۂ واقعہ مین جو مقربین سابقین کا ذکر فرمایا تو سریر کا
ذکر بھی انکے لیے فرمایا عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ اور جب اصحاب یمین کی
نوبت آئی تو اور کچھ نہین بیان کیا صرف کھانے پینے دیکھنے اور نکاح کی لذات مثل میودن اور
پانی اور سایہ اور درختون اور حورون کے بیان فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہ لذات تو بہائم کو بھی ملتی
رہتی ہین پھر کہان لذات بہائم اور کہان وہ سلطنت قائم اور جوار رب العالمین مین نہ دائم ع
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + اگر ان لذات کی کچھ قدر ہوتی تو بہائم کو نہ ملتی اور فرشتے انسے
محروم نہ کیے جاتے نہ انکا درجہ بہائم سے برتر ہوتا بہائم کو یہ سبھی کچھ میسر ہی باغون مین پھرتے ہین پانی کے
چشمون کی اور درختون کی بہار دیکھتے ہین اقسام کی غذا کھاتے ہین نرومادہ مین جفتیان ہوتی ہین بہائم تو
یہ سب لذتین اعلی اور اشرف اور اس بات کے لائق ہین کہ اہل کمال کے نزدیک فرشتون کے احوال پر
انکو ترجیح ہو اور وہ یہ چاہین کہ جیسے فرشتے قرب الہی سے خوش رہتے ہین ویسے ہم نہون بہائم
کی طرح ان لذائذ مین مبتلا ہون یہ کہان ہو سکتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ
یا تم گدھے ہو جاؤ یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے درجے مین ہو جاؤ تو وہ گدھے کا درجہ بہ نسبت
کے درجے پر کیسے اختیار کریگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جو چیز کسی کے مشابہ ہوتی ہی وہ اسی کی طرف
کھینچتی ہی مثلاً جسکا میلان کفش دوزی کی طرف بہ نسبت محرری کے زیادہ ہوگا وہ اپنے جوہر
کی رو سے کفش دوزی ہی کے ساتھ مشابہ تر ہوگا یعنی اسی پیشہ زیادہ پھبیگا اسی طرح
جسکے نفس کا میلان لذات بہائم کی طرف بہ نسبت لذات ملائکہ کے زیادہ ہوگا وہ بہائم کا مشابہ
زیادہ ہوگا ایسے ہی لوگون کے حق مین خداے تعالی فرماتا ہی اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ
ان لوگون کو اضل اسواسطے فرمایا کہ انعام کو تو ملکہ تلاش کرنے درجہ ملائکہ کا نہین وہ تو اسے
مجبور مین اور انسان مین تو قوت اسکے طلب کی ہی پس جو شخص کسی کمال کے حاصل کرنے پر قادر ہو
اور نہ کرے وہ بیشک مذمت کے لیے زیادہ شایان ہی اور عاجز کی نسبت گمراہ ہونے مین
زیادہ ہی۔ اور یہ کلام چونکہ جملہ معترضہ کے طور پر آگیا ہی اسواسطے ہم اصل مقصد کی طرف پھرتے

کرتے ہین کہ ہم معنی کلمۂ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے لکھ چکے اور جو کو لی
آنکھو ہی دن مشاہدے سے کئے ہین اُسپر توکل کا حال منحصر نہین بیان اگر کوئی کہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مین صرف دو چیزون کی نسبت خدای تعالی کی طرف ہے پس اگر کوئی یون
کہے کہ آسمان و زمین کو خدا تعالی نے پیدا کیا ہے تو اسکا ثواب بھی لاحول کے برابر ہے یا نہین
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا ثواب اتنا نہین اسلیے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے ہوتا ہے
اور یہان دونون مین کچھ مساوات نہین کیونکہ اگر کوئی حول و قوت کو مجازاً چھوٹا کہے اور آسمان
و زمین کو بڑا تو گو جسم مین آسمان و زمین بڑے ہین مگر انکی بڑائی ایسی ہی جاننی چاہیے جیسے
کہا کرتے ہین کہ عقل بڑی ہی یا بھینس یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہے کہ زمین و آسمان آدمیون
کی طرف سے نہین بلکہ وہ دونون خدای تعالی کی پیدایش سے ہین مگر حول و قوت کا معاملہ
ایسا مشکل ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ اور بہت سی جماعتین جنکو دعوی اپنی باریک بینی اور عقل و
رای کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہے سب اس مین دنگ ہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونون بڑی
مہلک اور خطرے کی جگہ اور لغزش کی جا ہین غافل لوگ اسمین اسی لیے تباہ ہوے کہ اپنے لیے
ایک امر ثابت کیا حالانکہ یہ توحید مین شرک ہے اور سوا خدای تعالی کے دوسرے خالق کا ٹھہرانا
پس جو شخص اس گھاٹی کو خدای تعالی کی توفیق سے طے کرتا ہے اسکا رتبہ عالی اور درجہ بلند
ہوتا ہے اور وہی کلمۂ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی تصدیق کرتا ہے اور ہم یہ لکھ آئے ہین کہ توحید
مین دو ہی گھاٹیان بڑی ہین ایک دیکھنا آسمان اور زمین اور آفتاب اور چاند ستارون
اور ابر اور مینھ اور تمام جمادات کا دوم نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونون مین سب سے بڑا
اور پر خطر ہے گویا کہ سر توحید ہے اور اسی واسطے اس کلمے کا ثواب بڑا ہے یعنی ثواب اس مشاہدے کا
جسکا ترجمہ یہ کلمہ ہے حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ توکل کا حال یہ ہے کہ اپنی حول و قوت سے
علحدہ ہونا اور صاحب حول پر توکل کرنا اور اعمال توکل کی تفصیل ہین یہ بات ناظرین پر واضح ہوگی۔

دوسرا بیان مشائخ کے اقوال جو توکل کے باب مین ہین انکا ذکر

یہ ذکر اسواسطے کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ کسی نے فرمایا ہے وہ سب ہماری اس
تقریر مین یعنی توکل کے تین درجون مین شامل ہے اور ہر ایک کے قول مین بعض حالات کا اشارہ
پایا جاتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ابو موسی دبیلی رح فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابو یزید بسطامی رح
سے پوچھا کہ توکل کیا چیز ہے انھون نے فرمایا کہ تمہارا قول اس باب مین کیا ہے مین نے کہا کہ ہمارے

ساتھی تو یون کہتے ہین کہ اگر بالفرض سانپ اور بچھو آدمی کو کاٹنے اور بائین سے لپٹین تو
اس سے باطن مین کچھ جنبش نہو انھون نے فرمایا کہ ہان یہی کے قریب ہی مگر بالفرض اگر اہل جنت
بہشت مین مزے اڑاتے ہون اور دوزخ والے عذاب مین گرفتار ہون اور توکل والا ان
دونون مین تمیز کرے تو بالکلیہ توکل سے باہر ہوجاویگا یعنی حضرت ابو موسی کا قول تو سب سے بہتر
حال توکل کا یعنی تیسرا مقام بیان فرماتے ہین اور حضرت ابو یزید رح کا قول مشعر عمدہ انواع علم پر ہی جو اصل
توکل ہی یعنی علم حکمت الٰہی اور یہ کہ جو کچھ خدای تعالیٰ نے کیا وہی ہونا چاہیے اصل عدل و حکمت
کے لحاظ سے اہل جنت اور دوزخ مین کچھ فرق نہین اور یہ علم نہایت غامض ہی اور اس سے
بڑھ کر راز تقدیر ہی حضرت ابو یزید رح بجز اعلیٰ مقامات اور خصوص واجبات کے کم کچھ فرمایا کرتے تھے
اور توکل کے مقام اول مین یہ شرط نہین کہ سانپون سے نہ احتراز کرے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رض
نے غار مین سانپ کی راہین بند فرمائی تھین اگر توکل کے خلاف یہ فعل ہوتا تو آپ کیون کرتے لیکن
ہو سکتا ہی کہ آپ نے صرف ہاتھون سے سانپ کے بل بند کر دیے ہون اور باطن مین تغیر نہ آیا ہو
یا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس کا گزند نا مناسب جانکر ایسا کیا ہو اپنے واسطے نہ
کیا ہو اور توکل باطن کے اس تغیر سے جاتا ہی جو خاص اپنے نفع کے لیے ہو غرض اس طرح کی تاویلات
کو گنجایش ہی مگر ہم آگے لکھینگے کہ اس جیسی باتین اور اس سے زیادہ مخالف توکل کی نہین کیونکہ
باطن کی تغیر سانپون سے داخل خوف ہی اور متوکل کا حق یہ ہی کہ اس سے ڈرے جسنے سانپون کو
مسلط کیا ہی کیونکہ سانپون کی حرکت و قدرت بدون خدای تعالیٰ کے کچھ نہین پس اگر احتراز کرے
تو تکیہ اپنی تدبیر اور حول اور قوت پر نہ کرے بلکہ خالق حول و قوت پر کرے اور حضرت ذو النون
مصری رح سے جو توکل کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علحدہ ہونا ارباب سے اور قطع کرنا اسباب کا
توکل ہی اسباب سے علحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کی طرف ہی اور قطع اسباب سے اشارہ اعمال
کی طرف ہی اسمین حال کی نسبت صریح لفظ کوئی نہین گو ضمناً حال کی تعریف پائی جاتی ہی پھر
لوگون نے انسے پوچھا کہ اور زیادہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نفس کا ڈالنا عبودیت مین اور خارج
کرنا ربوبیت سے اسمین اشارہ حول و قوت سے قطع ہونے کی طرف ہی فقط اور حمدون رح
سے جو حال توکل کا پوچھا تو فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس دس ہزار درم ہون اور ایک دانگ قرض
ہو تو اس بات سے نڈر نہ رہے کہ مر جاؤنگا اور یہ قرض گردن پر رہیگا اور اگر دس ہزار درم کا قرض
ہون اور اسکے ادا کے لیے کچھ ترکہ پاس نہو تو خدای تعالیٰ سے اسکے ادا کرنے کا نا امید نہو

اور اس قول مین اشارہ صرف وسعت قدرت الٰہی پر ایمان لانے کا ہے اور یہ کہ مقدورات کے لیے اسباب ظاہر کے سوا اور اسباب بھی ہین۔ اور حضرت ابو عبد اللہ قرشیؒ سے کسی نے توکل کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہر حال مین خدائے تعالیٰ سے متعلق رہنا سائل نے پوچھا کہ اور کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کی طرف موصل ہو اسکو چھوڑ دینا اور محض خدا تعالیٰ ہی کو کفیل سمجھنا تو اول جملہ تو تینون مقامون کو عام ہے اور دوسرا جملہ اشارہ خاص مقام ثالث کی طرف ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تمہاری طرف نہین کیونکہ حضرت جبرئیلؑ کی درخواست کا آپ کی حفاظت کے لیے ایک سبب تھا جو مقتضی دوسرے سبب کی طرف تھا آپ نے اسکو اس اعتماد سے ترک کر دیا کہ اگر خدای تعالیٰ کو منظور ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام کو حفاظت کے لیے مسخر فرما دیگا یعنی متولی اس کام کا وہی ہوگا اور یہ حال مبہوت کا ہوتا ہے جو اپنے نفس سے بباعث خدا استعمال کے بیخبر ہو اور اسکے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اس حال کا وجود بہت کم اور مشکل ہے اور دوام بشرط وجود اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہین کہ توکل دو چیزون کا نام ہے اضطراب بدون سکون کے اور سکون بدون اضطراب کے اس سے انکی مراد غالباً مقام ثانی ہے یعنی سکون بلا اضطراب سے تو یہ غرض ہے کہ دل کا سکون اور اعتماد وکیل پر بلا تردد ہو اور اضطراب بلا سکون سے یہ اشارہ ہے اور کہ التجا اور تضرع اور فریاد اسکے سامنے ہو جیسے لڑکا اپنے بدن سے مان کی طرف مضطرب رہتا ہے اور اسکا دل اسکی کمال شفقت پر مطمئن ہوتا ہے۔ اور ابو علی دقاقؒ کہتے ہین کہ توکل تین درجے رکھتا ہے اول توکل پھر تسلیم پھر تفویض پس متوکل تو خدای تعالیٰ کے وعدے پر ساکن ہو جاتا ہے اور تسلیم والا اسکے جاننے ہی پر کفایت کرتا ہے اور تفویض والا اسکے حکم پر راضی ہوتا ہے اس قول مین اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ متوکل کا دیکھنا بلحاظ اس شخص کے جسکو دیکھتا ہے درجات مختلف رکھتا ہے پس علم تو اصل ہی ہے اور وعدہ اسکا تابع ہے اور حکم وعدے کے پیچھے ہوتا ہے اور غالباً متوکل کے دل پر انمین سے کسی نہ کسی کا ملاحظہ غالب رہتا ہے۔ اور مشائخ کے اقوال تو توکل کے باب مین اور بھی بہت ہین مگر انکے لکھنے سے طول ہی ہوتا ہے اسلیے نقل کرنے سے کچھ فائدہ نہین اسکی حقیقت حال جو کچھ عنی ما شافی بیان کر دی گئی وہی نافع بھی ہے

اُسنے خلق مین جاری کر رکھی ہو نادانف ہو اسی طرح اگر کوئی زمین کو جوتے بو وے نہین اور اس بات کی طمع کرے کہ اللہ تعالیٰ اسمین غلہ اُگا دے اور بیج نہ ڈالنا ہو یا کوئی اپنی زوجہ سے اولاد کا خواہان بدون صحبت ہو جیسے حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو ایسی باتین سب جنون ہین ایسی جگہ ترک عمل کا نام توکل نہین بلکہ توکل حال اور علم سے ہونا چاہیے یعنی علم تو اس بات کا ہو نا کہ اللہ تعالی نے کھانے کو اور ہاتھ اور دانت اور قوت حرکت کو پیدا کیا اور کھانا اور پانی دینا اُسی کا کام ہو اور حال یہ ہو کہ سکون قلبی اور اعتماد خدا تعالی کے فضل پر ہو نہ ہاتھ اور غذا پر اور واقع مین بھی ہاتھ پر اعتماد کیسے کیا جاوے کہ بعض اوقات فوراً خشک ہو جاتا ہو کبھی فالج مار جاتا ہو اسی طرح قوت پر بھی اعتماد نہین ہو سکتا کیونکہ آدمی کو اکثر ایسا صدمہ پیش آتا ہو کہ اُسی وقت عقل جاتی رہتی ہو اور قوت حرکت زائل ہو جاتی ہو اور کھانے کے موجود ہونے پر بھی اعتماد نہین ہو سکتا کہ بعض اوقات کوئی زبردست اسکو چھین لیتا ہو یا کوئی سانپ وغیرہ آجاتا ہو تو آدمی کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہو غرضکہ ان چیزون مین جب اسطرح کے احتمالات پیدا ہوتے ہین اور اُنکا کوئی علاج بجز فضل ایزدی کے نہین تو اسی پر آدمی کو خوش ہونا اور اعتماد کرنا شایان ہو جب آدمی کا حال اور علم اسطرح پر ہو تو چاہیے کہ ہاتھ بڑھاوے کہ متوکل ہی رہیگا۔ دوسری قسم اسباب کی وہ ہین جو یقینی نہین مگر غالب یہی ہو کہ مسببات بدون اُنکے نہین حاصل ہوتے یا اگر حاصل ہوتے ہین تو بہت دشواری سے حاصل ہوتے ہین مثلاً کوئی شخص شہرون اور قافلون سے جدا ہو کر ایسے جنگلون مین سفر کرے کہ اسمین آدمیون کی آمد رفت بہت شاذ و نادر ہو اور ایسی راہ مین توشہ ساتھ نہ لے تو یہ نہ لینا توکل مین شرط نہین بلکہ جنگلون مین توشہ ساتھ لینا اول کے لوگون کا دستور و سنت ہی اور اس سے توکل نہین جاتا بشرطیکہ اعتماد فضل الٰہی پر ہو نہ زاد پر جیسا کہ پہلے بیان ہوا لیکن اگر کوئی زاد نہ لیوے تو جائز ہو اور یہ رتبہ مقامات توکل مین سے بہت بڑھکر اور اعلیٰ ہی اسی جہت یہ طریق خواص رح کا دستور تھا اب اگر کوئی کہے کہ توشہ نہ لینے سے تو اپنی جان کو ہلاکی مین ڈالنا ہی جو شرعاً نا جائز ہی تو اسکا جواب یہ ہو کہ یہ صورت حرام ہونے سے دو وجہ سے نکل سکتی ہو اول یہ کہ کسی شخص نے اپنے نفس پر ریاضت و مجاہدہ کرکے عادت ایک ہفتہ یا اس سے کم و بیش کی بھوک برداشت کرنے کی ڈال لی ہو اسطرح کہ برداشت گرسنگی اس مدت تک بدون تنگدلی اور پریشانی خاطر اور دشواری ذکر الٰہی کے کر سکے

دوسرے یہ کہ گھاس اور ساگ وغیرہ کو غذا کر سکے اگر یہ دونوں شرطین ہونگی تو غالب یہی ہی کہ ہر ہفتے مین جنگل مین کوئی نہ کوئی آدمی ملجائیگا یا کسی گانو اور بستی مین گذر ہوگا یا کچھ ساگ وغیرہ ایسا ملجاویگا جس سے وقت ٹلجاوے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے زندہ رہے مجاہدہ کرنا توکل کی اصل ہی اور خواص رحا اور انکے مثل کے اور لوگون کا اسی پر اعتماد تھا اور اسکی دلیل یہ ہی کہ خواص رحا اپنے ساتھ سوئی اور مقراض اور رسی اور ڈولچی ضرور رکھتے اور فرماتے تھے کہ اس سے توکل مین خلل نہین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ انکو معلوم تھا کہ جنگلون مین پانی اوپر تو ہوتا ہی نہین اور خدا تعالی کی عادت نہین کہ پیاسے کے واسطے پانی کنوین مین سے بدون ڈول رسی اوپر کو چڑھاوے اور جنگل مین اکثر ڈول رسی نہین ملتی گھاس پتی بہت ملتی ہی اور پانی کی ضرورت سفر مین کئی بار وضو کے لیئے اور پینے کے واسطے ہوتی ہی کیونکہ مسافر چلنے کی حرارت کے مارے پانی سے صبر نہین کرسکتا گو کھانے سے صبر کرسکتا ہی سی طرح آپ کے پاس اکثر ایک ہی کپڑا رہتا تھا تو اگر جنگل مین پھٹتا تھا تو وہان سوئی مقراض کہان اور بدون سیئے ستر عورت ممکن نہین نہ جنگل مین کوئی ایسی چیز جو قائم مقام مقراض سوئی کے ہوجایا کرے پس جتنی چیزین ان چارون چیزون کے معنون مین ہین یعنی انسے بر آمد مطلب ایسا ہی ہو جیسا ان چارون سوئی مقراض ڈول رسی سے ہی تو انکو اول قسم کا تابع سمجھنا چاہیے اور تابع اسلیئے کہا کہ انمین احتمالات ہوسکتے ہین کہ مثلا کپڑا نہ پھٹے یا کوئی دوسرا آدمی کپڑا دیدے یا کنوے پر کوئی پانی پلانے والا ملجاوے اور پہلے قسم مین احتمال نہین کہ کھانا چبا چبایا منھ مین خود چلا آوے اسو اسطے ان دنون مین بہت فرق ہوا مگر دوسری قسم کی چیزین مذکورہ اول قسم کے معنون مین شریک ہین یعنی ایسی چیزون کو توکل سمجھ باعث ترک کرنا جائز نہوگا اس بنا پر یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص پہاڑون کی گھاٹیون مین سے کسی گھاٹی مین متوکل ہوکر جا رہے جہان نہ پانی ہو نہ گھاس نہ کوئی بشر وہان کو گذرے تو وہ شخص اس فعل سے گناہگار اور اپنی جان اپنے ہاتھ سے کھو دیگا۔ چنانچہ روایت ہی کہ ایک زاہد شہرون سے جدا ہو کر کسی پہاڑ تلے مین سات روز رہا اور کہا کہ مین کسی شخص سے نہ مانگونگا جبتک کہ خدا تعالی مجکو میرا رزق نہ پہونچاوے سات روز تک بیٹھا اور مرنے کے قریب ہو لیا مگر رزق نہ آیا جناب باری مین التجا کی کہ الہی اگر تو مجکو زندہ رکھتا ہی تو جتنا رزق میری قسمت مین تو نے لکھدیا ہی وہ مجکو عنایت کر ورنہ میری روح قبض کر حکم ہوا کہ قسم ہی اپنی عزت

وجلال کی کہ تجکو رزق نہ دونگا جب تک تو شہرون مین جاکر لوگون مین نہ بیٹھے گا وہ شہر
مین جا کر بیٹھا اُسکے پاس کوئی کھانا لایا کوئی پانی لایا کھایا پیا کر کچھ دلمین وسواس کیا اللہ تعالی
نے وحی بھیجی کہ تو یہ چاہتا ہو کہ اپنے دنیا مین زہد کرنے سے میری حکمت کو ضائع کرے کیا تجکو
معلوم نہین کہ مین اپنے بندون کو دوسرون کے ہاتھ سے رزق پہونچانا اس سے بہتر جانتا
ہون کہ خود اپنے ید قدرت سے دون اس سے معلوم ہوا کہ دور رہنا تمام اسباب سے مخالف
حکمت الٰہی اور متضمن ناواقفیت عادت خداوندی کے ہو اور عمل کرنا خداے تعالی کے دستور پر کی
بموجب اسطرح کہ توکل خداے تعالی پر ہو نہ اسباب پر توکل کے خلاف نہین جیسا کہ ہمنے دلیل
مقدمات کی مثال مین بیان کیا ہو لیکن اس باب کی دو قسمین ہین ظاہر اور پوشیدہ تو متوکل
کو چاہیے کہ اسباب ظاہری سے اعراض کرکے اسباب خفیہ کی طرف التفات کرے اور اسمین یہ
بھی قید ہو کہ دل کا اطمینان اور قرار مسبب الاسباب پر ہو نہ اسباب پر باقی رہا یہ کہ بدون
کسی پیشے کے شہر مین آدمی کا بیٹھ رہنا کیسا ہو حرام ہو یا مباح یا مستحب تو اسکا حال یہ ہو کہ
حرام تو نہین اسلیے کہ جب جنگلون مین پھرنے والا اپنی جان کو تلف کرنے والا نہ ٹھہرا تو شہر مین
رہنے والا کسی طرح اپنی جان ضائع کرنے والا نہین ہو سکتا تاکہ اس فعل کی حرمت لازم آجاوے
بلکہ ہو سکتا ہو کہ اُسکی غذا ایسی جگہ سے پہونچا کرے جہان سے اسکو خیال نہو مگر کبھی دیر کرلیگی
اور اسپر صبر ممکن ہو یہان تک کہ کہین سے اتفاقاً آجاوے لیکن اگر حجرے کا دروازہ ایسی طرح
بند کرکے بیٹھے کہ کسی کا گذر اس تک نہو تو ایسا کرنا حرام ہو اور اگر حجرے کا دروازہ تو کھلا
رکھیگا مگر مصروف عبادت نہو بیکار بیٹھا ہو تو ایسی صورت مین پیشہ کرنا اور نکلنا اچھا ہو گو
بیٹھ رہنا حرام نہین الا اُس صورت مین کہ فاقے سے موت کے کنارے جا لگے اُسوقت نکلنا
مانگنا اور کچھ کسب معیشت کرنا لازم ہو اگر دل سے مشغول خداے تعالی کے ساتھ ہو اور آدمیون
کی طرف تاک نہو کہ کون دروازے مین آتا ہو اور رزق لاتا ہو بلکہ خداے تعالی کے فضل ہی کی
تاک ہو اور اُسی سے شغل ہو تو یہ بات افضل ہو اور توکل کے مقامات مین سے ہو اور
اسکا طریق یہ ہو کہ خداے تعالی کے ساتھ مشغول ہو اور فکر روزی نہ کرے کہ روزی بالضرور
اسکو پہونچیگی اور اس صورت مین جو بعض علما فرماتے ہین کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے
تو رزق اسکو ڈھونڈھ لیگا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ جا لیتی ہو درست ہو شعر

ہین توکل کن ملرزان پا و دست		رزق تو بر تو ز تو عاشق ترست

اور یہ بھی اُسکا قول بجا ہی کہ اگر آدمی خداے تعالی سے دعا مانگے کہ مجھے روزی مت دے
تو قبول نہوگی اور اس دعا سے گناہگار ہوگا اور اُسکو بارگاہ کبریا سے حکم ہوگا کہ او جاہل
یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ تجکو پیدا کرون اور رزق نہ دون اور اسی واسطے حضرت ابن عباس
فرماتے ہین کہ لوگون نے ہر ایک چیز مین آپس مین اختلاف کیا ہی مگر رزق اور موت مین سب کا
اتفاق ہی کہ بجز خداے تعالی کے کوئی رازق اور مارنے والا نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
سلم فرماتے ہین لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ
خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا وَلَزَالَتْ بِدُعَائِكُمُ الْجِبَالُ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین
کہ پرندون کی طرف دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہین نہ خرمن اور ذخیرہ کرتے مین مگر خداے تعالی انکو برابر
ہر روز رزق دیتا ہی اور اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہین تو چوپاون کو دیکھو کہ اُنکے لیے
خداے تعالے نے رزق کے واسطے اس خلق کو کیسے مقرر کر دیا ہی۔ اور ابو یعقوب سوسی رح
کہتے ہین کہ متوکلون کا رزق بدون اُنکی مشقت کے لوگون کے ہاتھون پر جاتا رہتا ہی یہان تک
کہ انکو بلا تردد ملتا ہی اور اور لوگ اُسکی فکر مین لگے رہتے ہین رزق کے واسطے رنج اُٹھاتے ہین
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اپنے سب بندون کو رزق دیتا ہی مگر بعضے ذلت کے ساتھ
کھاتے ہین مثلاً بھیک مانگ کر اور بعضے مشقت اور انتظار سے کھاتے ہین جیسے تاجر اور
بعضے جان کھپانے سے جیسے کاریگر اور بعضے عزت سے جیسے صوفیہ کہ حاکم کے پاس گئے
اور اپنا رزق اُسکے ہاتھ سے لے آئے اور درمیانی کو کچھ نہ سمجھا تیسری قسم وہ اسباب ہین
کہ اُنسے سبب پر پہونچنا وہمی بات ہی کچھ ظاہر کا اعتبار نہین جیسے بڑی باریک تدبیرین
تحصیل مال مین کرنی کہ کچھ ضرور نہین کہ جو تدبیرین جسطرح کرے تو ویسا ہی ظہور مین آوے
اور اس قسم کے کرنے سے بالکلیہ درجات توکل سے نکل جاتا ہی اور تمام آدمی اسی مین مبتلا
ہین مال مباح کے حاصل کرنے کے لیے بیسون حیلے باریک نکالتے رہتے ہین اور مال
شبہے کا لینا یا ایسے طریق سے مال کا پیدا کرنا جسمین شبہہ ہو تو بطریق اولی توکل کو باطل
کرتا ہی کیونکہ وہ تو نہایت درجے کا گھسنا دنیا مین اور اسباب پر توکل کرنا ہی اور اس قسم کے
اسباب کو حصول سے مفید کی طرف وہ نسبت ہی جو منتر اور فال اور داغ دینے کو ایذا دینے والی
چیز کے دور کرنے کی طرف ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف انکے چھوڑنے
کو تو فرمایا مگر یہ نہین فرمایا کہ متوکل کسب معیشت بالکل نہین کرتے اور شہرون مین

نہین رہتے ہو کسی سے کچھ نہین لیتے بلکہ فرمایا کہ یہ سب جو کرتے ہین اور تیسری قسم کے اسباب جنسے اعتماد
مسبب کے حاصل ہونے کا نہین اتنے ہین کہ انکا شمار ممکن نہین اور حضرت سہیل رح توکل کے باب مین
فرماتے ہین کہ تدبیر کا ترک کرنا توکل ہی اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے خلق کو پیدا کیا اور انکو اپنے نفس سے محجوب
نہین رکھا انکا حجاب انکی تدبیر ہی ہوتی ہی اور غالبا انکی مراد تدبیر سے نکالنا اسباب بعیدہ کا ہی فکر سے
کیونکہ انمین مین سوچ و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہی ظاہری اسباب مین نہین ہوتی اس تقریر سے معلوم ہوا
کہ اسباب بعض ایسے ہوتے ہین کہ انکے تعلق سے توکل سے آدمی خارج ہو جاتا ہی اور بعضے ایسے ہین کہ ان کے
کرنے سے خارج نہین ہوتا اور اس دوسری کی دو قسمین ہین ایک اسباب یقینی اور دوسری ظنی
اسباب یقینی کے کرنے سے توکل سے خارج نہین ہوتا بشرطیکہ حال توکل اور علم موجود ہو یعنی
نگاہ صرف مسبب الاسباب پر ہو پس اسباب یقینی مین توکل باعتبار حال اور علم کے ہی نہ عمل کے
اور اسباب ظنی مین باعتبار حال اور علم اور عمل سب کے ہی اور ان اسباب کے عمل مین لانے
کی رو سے متوکلون کے تین مقام ہین اول مقام خواص رح اور انکے مثل کا ہی کہ بے توشہ
جنگلون مین پھرے اور فضل الٰہی پر اعتماد ہو کہ ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ یا قوت
صبر کی عنایت فرماویگا یا کچھ ساگ وغیرہ یا غذا ملجاویگی اور اگر کچھ نہ ملیگا تو فاقے سے
مرنے پر راضی اور ثابت قدم رہیگا کیونکہ توشے والے بھی بعض اوقات فاقے سے
مرتے ہین کہ انکا توشہ جاتا رہتا ہی یا کوئی راہ بھلا دیتا ہی تو موت کا آنا توشہ اور بے توشہ
دونون طرح ممکن ہی اسی لیے فضل الٰہی پر توکل اولی ہوا دوسرا مقام یہ ہی کہ
اپنے گھر یا مسجد مین بیٹھ رہیگا مگر گانون یا شہر مین یہ صورت ہوا اور اس مقام والا اول سے کم ہی
مگر متوکل ضرور ہی کیونکہ یہ کسب اور اسباب ظاہر کو ترک کر کے فضل الٰہی پر اعتماد کرتا ہی کہ
وہ اسباب خفیہ سے میرا کام بناویگا اور ہر چند یہ شخص شہرون مین منجملہ اسباب رزق کا متعرض ہو
کیونکہ شہر مین رہنا بھی اسباب رزق کے کھینچنے کے ہین مگر اس سے اس شخص کا توکل باطل نہین ہوتا
بشرطیکہ نظر اس ذات کی طرف ہو جو شہر کے باشندون سے اسکو رزق دلواتا ہی باشندون کی
طرف التفات نہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہی کہ سب کے سب اسکے حال سے غافل ہو جاوین
اور اگر خدائے تعالی اپنے فضل سے اسکا حال انکو نہ بتاوے اور انکی خواہشون کو اسکی طرف
راغب نہ کرے تو وہ کیسے اسکو پوچھین اور خبر گیری کرین تیسرا مقام یہ ہی کہ مل پھر کر کسب معیشت
اس طرح کرے جسطرح ہمنے باب آداب الکسب کی فصل سوم اور چہارم مین لکھا ہی اس طرح

کمانے سے بھی مقامات توکل سے نہین نکلیگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور رباط پر
بضاعت پر نہوا اسلیے کہ یہ چیزین تو دم کے دم مین خداے تعالیٰ فنا کر دیتا ہو بلکہ یون چاہیے
کہ نظر نفیس برحق کی طرف ہو کہ اُسی نے یہ سب چیزین بچا رکھی ہین اور رزق کا سامان بہم کر دیا ہے
اور اپنے کسب و بضاعت اور کفایت کو خداے تعالیٰ کی قدرت کی نسبت کر ایسا جانے
جیسا قلم بادشاہ کے ہاتھ مین کہ لکھتا ہو کہ وہان نظر قلم کی طرف نہین ہوتی بلکہ بادشاہ کے
دل کی طرف ہوتی ہو کہ کیا جانے کیا دل مین آویگا اور کسطرف کو مائل ہوگا کیا حکم کر بیٹھیگا
پھر اگر یہ کسب معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لیے یا مساکین کے دینے کے لیے کماتا ہو
تو ظاہر مین تو کمانے والا ہوگا مگر باطن مین علٰحدہ ہوگا اور اس شخص کا حال نسبت گھر مین
بیٹھنے والے کے اشرف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ کسب مخالف حال توکل کے نہین
بشرطیکہ اسمین شرطون کی رعایت اور حال و علم کا لحاظ رہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا یہ ہو کہ حضرت
ابوبکر صدیق رضہ جب خلیفہ ہوئے تو اپنی گٹھری بغل مین دبا کر بازار مین تشریف لیگئے
مسلمانون کو برا معلوم ہوا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیون کرتے ہین اب تو آپ نبوت کی
خلافت پر ہین آپ نے فرمایا کہ مین اپنے عیال کا اگر شغل نہ کرون تو وہ تباہ ہوجاوینگے اور جب
اپنے ہی عیال کو مین تلف کرونگا تو اورون کو تو بطریق اولیٰ ضائع کرونگا لوگون نے آپ کی
فکر دور کرنے کے لیے ایک مسلمان کے گھر والون کے موافق آپ کے لیے مقرر کر دیا پس
جب آپ نے اُسی پر بھی اُسی طرف پائی تو اُنکے دل کا خوش کرنا اور مسلمانون کے کام مین
سب وقت خرچ کرنا آپ نے اولیٰ جانا اور یہ محال ہو کہ کہا جاوے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ مقام
توکل مین نتھے تو اُن سے بڑھکر مقام توکل پر اور کون ہوا اسلیے کہ متوکل تو یقینا تھے پس معلوم ہوا
کہ آپ متوکل باعتبار کسب چھوڑ نہ کرنے کے نہ تھے بلکہ قطع التفات کی روسے تھے کہ اپنی
قوت و کفایت پر ملتفت نہ تھے خداے تعالیٰ ہی کو معیشت کا بہم کرنے والا اور مسبب الاسباب
جانتے تھے اور رعایت شرطون کی کسب کے طریق مین ملحوظ رکھتے تھے کہ بقدر حاجت پر
اکتفا کرتے تھے بہت کی تمنا نہ تھی نہ فخر اور جمع چھوڑنے کی ہوس نہ یہ بات کہ اپنا درم
اورون کے درم سے اچھا معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنے درم کو غیر کے
درم سے بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا حریص و محب ہو اور توکل بدون دنیا مین زہد کیے درست نہین ہوتا
ہان زہد بدون توکل کے بھی ہوسکتا ہو کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہو۔ اور ابوجعفر حداد

جو حضرت جنید رح کے مرشد اور متوکلین مین سے تھے فرماتے ہین کہ مین نے بیس برس توکل کو چھپایا اور بازار سے جدا نہوا میرا دستور تھا کہ ایک دینار ہمیشہ پیدا کرتا تھا مگر رات کے لیے دمڑی نہ رکھتا تھا اور نہ اپنی راحت کے لیے اسمین سے کچھ خرچ کرتا تھا اتنا بھی نہین کہ کچھ کو ٹیان وغیرہ غسل ہی کر لون بلکہ رات آنے سے پیشتر ہی سبکو خرچ کر دیا کرتا تھا اور حضرت جنید رح انکے سامنے توکل کے باب مین کچھ گفتگو نہین فرماتے تھے اور یون کہا کرتے تھے کہ مقام توکل مین آپ کے ہوتے ہوے مجکو کچھ کہنے سے شرم آتی ہے - اب جاننا چاہیے کہ صوفیون کی خانقاہون مین نقدی لیا بیٹھنا توکل سے بعید ہے پس اگر نقدی نہو نہ وقف نہ کوئی اور بات نہ خادم ہو کہ باہر سے نکالکر لے آیا کرے تو اسطرح پر توکل ضعف کے ساتھ درست ہے مگر حال اور علم سے قوی ہو جاتا ہے جیسے توکل پیشہ ور کا - اور اگر خانقاہ والے سوال نکرین بلکہ جو کوئی کچھ دیجائے اسی پر قانع رہین تو یہ بات انکے توکل مین بہت قوی ہے مگر وہ لوگ اس باب مین انگشت نما ہوگئے اور دکان کر لی پس خانقاہ مین بیٹھنا ایسا ہے جیسا بازار مین جانا اور بازار مین جانے والا متوکل نہین ہوتا بدون بہت سی شرطون کے جنکا بیان پہلے ہو چکا باقی رہا یہ کہ آدمی گھر مین بیٹھ رہنا افضل ہے یا مل پھر کر کچھ کمانا تو اسکا حال یہ ہے کہ اگر کمائی چھوڑنے سے ذکر و فکر اور خلاص اور تمام وقت عبادت مین بسر کرنے کے لیے فرصت ملجائے اور کسب معیشت مین ان امور مین ابتری ہوتی ہو اور باوجود اسکے لوگون سے کچھ طمع بھی نہو نہ اس بات کا انتظار کہ کوئی آکر ہمین کچھ دیجائے بلکہ صبر اور اعتقاد پر توکل کرنے مین دل کا مضبوط ہو تو ایسے شخص کو گھر مین بیٹھنا بہتر ہے اور اگر گھر مین دل گھبرائے اور لوگون کی طرف تاک ہو تو کچھ کام کرکے پیدا کرنا اچھا ہے اسلیے کہ دل سے لوگون کی تاک کرنی گویا دل سے سوال کرنا ہے اسکا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی نسبت کہ زیادہ مہم ہے پہلے متوکلین کا دستور تھا کہ جو چیز انکے نفس طمع کرتے تھے اسکو نہین لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رح نے ابوبکر مروزی کو فرمایا کہ فلان فقیر کو اجرت معمولی سے کچھ زیادہ دینا جب وہ دینے لگے فقیر نے واپس کر دیا اور چلا گیا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب جاکر اسکو دے دو اب وہ لیگا وہ گئے اور اسکو دیا تو لے لیا امام صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی کہ یہان نہ لیا اور نکل کر لے لیا فرمایا کہ اول اسکے نفس کو طمع زیادہ ملنے کی تھی اسواسطے نہ لیا جب یہان سے چلا گیا تو نفس کو ناامیدی اور یاس ہوگئی تو لے لیا اور خواص رح جب کبھی اپنی رغبت کسی شخص کے دینے کی طرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہوجانے سے خوف کرتے

تو اس سے کوئی چیز قبول نہ کرتے اور آپسے جو کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے سفر مین سب سے
زیادہ عجیب کیا بات دیکھی فرمایا کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے
راضی ہوے مگر مین آپسے اس جہت سے علیحدہ ہو گیا کہ کہین میرے نفس کو انکے ساتھ
سکون و قرار نہو جاوے اور توکل مین نقصان ہونے پاوے غرضکہ کسب معیشت کی غرض والا
جب آداب کمانے کے اور اسکی نیت کی شرطون کی رعایت کریگا جسطرح کہ باب کسب مین
بیان ہوا ہے یعنی مقصود استدعاے کثرت نہو اور نہ اپنی بضاعت اور کفایت پر اعتماد
ہو تو وہ متوکل ہوگا۔ اور علامت اسکے تکیہ نہ کرنے کی اپنی بضاعت پر یہ ہے کہ اگر اسکا مال
چوری جاوے یا تجارت مین گھٹی ہو یا کوئی اور کام بند ہو جاوے تو اسپر راضی رہے دل کی
طمانینت باطل نہو نہ دل مین اضطراب راہ پاوے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسا ہی رہے
کیونکہ دستور کی بات ہے کہ جسکا دل کسی چیز سے وابستہ نہین ہوتا اسکے جاتے رہنے سے
بھی اسکا دل مضطر نہین ہوتا اور جو کسی چیز کے جانے سے بیقرار ہوتا ہے تو وہ اس چیز سے
تسکین پاتا ہے۔ بشر رح چرخے بنایا کرتے تھے پھر انکو چھوڑ دیا اسلیے کہ ابلوی رح نے انکو لکھا کہ
مین نے سنا ہے کہ تمنے اپنے رزق پیدا کرنے کا کام اختیار کرنے سے لی ہے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر خدا تعالے
تمکو بہرا اور اندھا کر دے تب رزق کس پر ہوگا اس نوشتے نے انکے دل مین تاثیر کی سب
اور چرخہ بنانے کے تنے ڈالے اور چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ جب وہ چرخہ بنانے مین
انگشت نما ہو گئے اور لوگ اسی واسطے انکے پاس آنے لگے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ اہل
عیال کے مرنے کے بعد چھوڑ دیا جیسے حضرت سفیان ثوری رح کے پاس پچاس دینار تھے انسے
تجارت کیا کرتے جب انکی اہل کا انتقال ہوا تو انکو بانٹ دیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے
ہو سکتا ہے کہ آدمی کے پاس بضاعت تو ہو اور اسکے ساتھ دلبستگی نہو حالانکہ اسکو معلوم ہے
کہ کسب بدون بضاعت ممکن نہین اسکا جواب یہ ہے کہ اسکی صورت یہ ہے کہ یون گمان کرے کہ
جن لوگون کو خداے تعالی بدون بضاعت روزی دیتا ہے وہ بھی بہت ہین اور ایسے بھی
بہت ہین کہ انکی بضاعت بہت تھی مگر چوری گئی اور جاتی رہی اور یہ بھی دل مین گمان کرے
کہ خداے تعالی میرے ساتھ وہی سلوک کریگا جو اسکے نزدیک میرے حق مین بہتر ہوگا
اگر وہ میرا مال ضائع کر دیگا تو اسکے نزدیک اسی مین کچھ بہتری ہے شاید اگر پاس رہتا تو موجب
فساد دین کا ہوتا بڑا خداے تعالی کا احسان ہوا کہ دین کے بگاڑ سے بچا دیا اور غایت خلاصہ

یہ ہو کہ آدمی بھوک سے مر جاوے تو چاہیے کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت مین میرے حق مین مفید ہو کیونکہ خدا ے تعالی نے بدون کسی تقصیر کے میری طرف سے یہ بات میرے واسطے تجویز فرمائی ہو تو میری بہتری اسی مین ہو جب ان سب باتون کا اعتقاد کریگا تو اسکے نزدیک وجود بضاعت کا اور عدم برابر ہو حدیث شریف مین ہو کہ بندہ رات کو کسی امر کا امور تجارت مین سے قصد کرتا ہو اور وہ کام ایسا ہوتا ہو کہ اگر اسکو کرے تو اسکی بربادی ہو پس خدا ے تعالی اسکی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہو اور اسکو اس کام سے باز رکھتا ہو تو صبح کو وہ شخص نہایت غمگین و اندوہناک ہوتا ہو اور اپنے ہمسایہ اور چچازاد بھائی کی بدشگونی لیتا ہو کہ مین نے کس کا منھ دیکھا تھا کسنے میرے اوپر مصیبت ڈالی حالانکہ یہ امر صرف ایک رحمت ہو کہ اللہ تعالی نے اُسپر کی تھی اور اسی جہت سے حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ مجھے کچھ پروا نہین خواہ مین غنی رہون یا فقیر اسو اسطے کہ مجھے معلوم نہین کہ تونگری و فقیری مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہو۔ اور جو شخص ان امور پر یقین کامل نہ رکھتا ہو اُس سے توکل نہو سکیگا اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ مجھکو ہر مقام سے بہرہ ہو مگر حضرت توکل کہ اسکی بو بھی مین نے نہین سونگھی پس باوجود ایسے بلند قدر ہونے کے ایسا فرماتے ہین کہ مجھکو توکل نہین ملا یہ نہین فرمایا کہ اسکا حصول ممکن نہین اور غالبا انکی مراد یہ ہوگی کہ اعلی درجہ توکل کا نصیب نہین ہوا اور جب تک کہ ایمان اس بات پر پکا نہو کہ خدا ے تعالی کے سوا نہ کوئی فاعل ہو نہ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندہ سے پر مقدر کرتا ہو خواہ فقر ہو یا غنا موت ہو یا جینا اُسکے حق مین وہی بہتر ہو بہ نسبت اس بات کے جسکی بندہ تمنا کرے تب تک حال توکل بھی کامل نہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ توکل کی بنا اُن امور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہو جیسا کہ گذرا۔ اور ایسا ہی حال اور مقامات دین کا احوال اور اعمال مین سے ہو کہ وہ بھی اسی اصول یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہین۔ حاصل یہ کہ مقام توکل سمجھ مین آتا ہو مگر دل کی قوت اور یقین کا زور چاہتا ہو اسیلیے حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص طعنہ کمانے پر کرے وہ سنت پر طعنہ کرتا ہو اور جو شخص ترک کمائی یعنی توکل پر کرے وہ توحید پر طعنہ زن ہو اب وہ علاج لکھتے ہین جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے مین مفید ہو اور اسباب خفیہ کے بہم کرنے مین خدا ے تعالی کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے وہ یہ ہو کہ یون جاننا چاہیے کہ

ابو نعیم در حلیہ و ابن عباس بسند نہایت ضعیف ۱۲

سوءظن تعلیم شیطان سے ہی اور حسن ظن خداے تعالی کی تلقین ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً وَفَضْلًا
کیونکہ انسان اپنی سرشت کی روسے شیطان کے ڈرانے کو بہت سنتا ہی اسی واسطے کہا گیا ہی
کہ جو شخص سوءظن کے باعث ڈرے وہ حریص ہی اور جب اسپر نامردی اور ضعف دلی
زیادہ ہوجاے اور متکلمین جو پابند اسباب ظاہری اور انپر ترغیب دینے والے ہین نظر کرین تب
سوءظن غالب ہوجاتا ہی اور توکل باطل ہوجاتا ہی بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنا بھی توکل کو
باطل کردیتا ہی چنانچہ حکایت ہی کہ کوئی عابد کسی مسجد مین ٹھیرا رہا اور اُسکے پاس مال نہ تھا امام مسجد نے
اُس سے کہا کہ اگر تم کچھ کسب کیا کرو تو تمھارے لیے اچھا ہو لیکن اُسنے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہی ہوا
چوتھی بار اُسنے کہا کہ یہان مسجد کے پاس ایک یہودی ہی اُسنے ہر روز دو روٹیون کی
کفالت میرے لیے کرلی ہی امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت مین سچا ہو تو تمھارا مسجد مین رہنا بہتر ہی
عابد نے کہا کہ کیا خوب تم امام بننے اور لوگون کے آگے ایسی ناقص توحید کے ساتھ
کھڑے ہوتے ہو اگر امامت نہ کرو تو تمھارے حق مین بہتر ہی کیونکہ تم یہودی کے عہد کو
خداے تعالی نے جو کفالت رزق کی کی ہی اُسپر ترجیح دیتے ہو۔ اور ایکبار کسی مسجد کے امام نے
کسی نمازی سے پوچھا کہ تم کہان سے کھاتے ہو اُسنے کہا کہ ذرا ٹھہرو اول مین نے جو نماز
تمھارے پیچھے پڑھی ہی اُسے پھیر لون تب جواب دونگا اور خداے تعالی کے فضل سے بواسطہ
اسباب خفیہ رزق بھیجنے پر حسن ظن رکھنے کے لیے اُن حکایات کا سننا مفید ہی جنمین رزق
بھیجنے مین اللہ تعالی کے عجیب الطاف اور احسان پائے جاتے ہون اور بعض مین خدا کے غضب کا
مذکور ہو کہ تاجرون اور تونگرون کا مال غارت کرکے اُنکو بھوک سے ہلاک کردیا۔ چنانچہ روایت ہی
کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا ایک خادم حذیفہ مرعشی تھا اُس سے لوگون نے پوچھا کہ کوئی بات
آپ کی جو بہت عجیب تمنے دیکھی ہو بیان کرو اُسنے کہا کہ ہم ایکبار مکہ معظمہ کے راستے مین چند روز
بھوکے رہے کہ کھانا نہ ملا پھر کوفے مین گئے اور ایک ویران مسجد مین داخل ہوے
حضرت ابراہیم رح نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہی کہ تمکو بھوک لگی ہی مین نے عرض کیا
کہ آپکی تشخیص بجا ہی آپ نے فرمایا کہ سیاہی اور کاغذ لے آ مین لے آیا آپ نے یہ لکھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر حال مین تو ہی مقصود ہی اور ہر بات سے تو ہی مطلوب ہی پھر کچھ شعر لکھے جنکا ترجمہ یہ ہی

قطعہ حامد و شاکر ہون اور ذاکر خدا | بھوکا اور پیاسا ہون اور ننگا جدا

مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہو کہ اے بخیل تو نے ہم پر اتنا قرض کر لیا لے اب
تیرا کام لینا ہو اور ہمارا کام دینا بعد اسکے مین نے کسی بقال یا قصاب وغیرہ کا حساب
نہین کیا اور بیان حمال کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ کی راہ مین تھا اور
مصر سے جاتا تھا اور میرے پاس زاد راہ تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھ سے
کہا کہ اے بنان تو لدّو ہو کہ اپنی پشت پر زاد لاد ے پھرتا ہو اور یہ وہم کرتا ہو کہ خدا ے تعالی رزق نہ دیگا
مین نے اسکے کہنے سے اپنا توشہ پھینک دیا پھر مجھ پر تین دن ایسے گذر گئے کہ مین نے کچھ نہ کھایا
راستے مین مین نے ایک پازیب پڑی دیکھی اپنے جی مین کہا کہ اسکو اٹھا لینا چاہیے کیا عجب کہ
اسکا مالک آوے تو اس سے کچھ لیکر دیدے دون اتنے مین وہی عورت آئی اور مجھ سے کہا کہ کیا تو
سوداگر ہو جو یون کہتا ہو کہ شاید اسکا مالک آجاوے تو اس سے کچھ لے لون پھر اسنے میری طرف
چند درم پھینک دیے اور کہا کہ انکو خرچ کر لو مین نے انکو لیکر قریب مکہ معظمہ تک نباہ دیا۔ اور یہ بھی
بنان ہی کی حکایت ہو کہ انکو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کے واسطے ہوئی انھون نے
اپنے بھائیون سے صاف صاف کہہ دیا ان سب نے لونڈی کے دام انکے لیے جمع کر دیے
اور کہا کہ اب قافلہ آنے کو ہو اسمین سے جو نسی لونڈی مناسب ہوگی وہ لے لیجاویگی جب قافلہ
آیا تو سب لوگون کی راے ایک لونڈی پر متفق ہوئی کہ یہ بنان کے لائق ہو اس لونڈی کے
مالک سے اسکے دام پوچھے اسنے کہا کہ یہ بکاو نہین ہو جب لوگون نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ
یہ لونڈی بنان حمال کے واسطے ہو اسکو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ بھیجی ہو وہ لونڈی بنان کے
پاس ارسال کی گئی اور انسے قصہ بیان کیا گیا۔ اور کہتے ہین کہ زمانہ گذشتہ مین ایک شخص
اپنے سفر مین ایک روٹی ساتھ لیے تھا اور کہتا تھا کہ اسے اگر کھاؤنگا تو مر جاؤنگا اللہ تعالی نے
اسپر ایک فرشتہ کو مقرر کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص روٹی کھاے تو اسے اور رزق پہونچانا اور
اگر نہ کھاوے تو سواے اسکے اور کچھ اسکو نہ دیجیو وہ شخص روٹی اپنے ساتھ لیے رہا یہان تک
کہ مر گیا اور نہ کھائی۔ اور ابو سعید خراز کہتے ہین کہ مین جنگل مین بدون زاد راہ کے گیا
اور مجھ پر فاقہ ہوا دور سے ایک منزل نظر پڑی اسکو دیکھا مین خوش ہوا کہ اب پہونچ گیا
پھر دل مین سوچا کہ مین نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گانون مین نجاؤنگا جب تک
کہ مجھے خود کوئی نہ لیجاوے مین نے اپنے لیے ریت مین ایک گڑھا کھودا اور اپنا جسم اسمین سینے تک
چھپا دیا آدھی رات کو وہان کے لوگون نے ایک بلند آواز سنی کہ اے بستی والو ایک اللہ کے

ولی سے لیئے آپ کو اس ریت میں قید کیا ہے اسکی خبر لو وہان سے کچھ لوگ آئے اور مجھکو نکالکر
گانوں میں لیگئے - اور روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رض کے دروازے پر پڑا رہتا
اسکو ایک روز ناگاہ آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہجرت عمر رض کے لیئے کی تھی یا خدا کے لیئے
جا اور کلام اللہ سیکھ وہ تجھکو عمر رض کے دروازے سے بے پروا کر دیگا وہ شخص اٹھکر چلا گیا اور
اسکا پتا نہ ملا یہانتک کہ حضرت عمر رض نے اسکو ڈھونڈھوایا معلوم ہوا کہ اسنے گوشہ نشینی اختیار
کی اور عبادت میں لگ گیا حضرت عمر رض اسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا دل تمکو دیکھنے کو
بہت چاہتا تھا کیا وجہ ہوئی کہ تم ہمسے نہیں ملتے اسنے جواب دیا کہ میں نے قرآن پڑھا اسنے مجھکو عمر
اور آل عمر سب سے بے پروا کر دیا حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمنے کلام مجید میں کیا دیکھا اسنے کہا
کہ میں نے یہ دیکھا وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ تب میں نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان
میں ہے اور میں اسکو زمین میں ڈھونڈھتا ہوں حضرت عمر رض رو پڑے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپ کا
دستور تھا کہ اس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے - اور ابو حمزہ خراسانی رح کہتے ہیں کہ ایک سال
میں نے حج کیا راہ میں چلا جاتا تھا ایکایک کنوئیں میں گر پڑا میرے نفس نے مجھ سے تکرار کی
کہ فریاد کرنی چاہیے مگر میں نے کہا کہ بخدا میں ہرگز فریاد نہ کرونگا اسی خلجان میں تھا کہ دو شخص اس
کنوئیں پر آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئیں کا منہ بند کر دیں کہ کوئی اسمین
نہ گر پڑے یہ کہکر بانس اور چٹائی لائے اور اسکا منہ بند کر دیا میں نے ارادہ کیا کہ چیخوں مگر
دل میں سوچا کہ جس سے چیخ کر کہونگا وہ تو ان دونوں شخصوں کی نسبت قریب تر ہے اسیلیے چپکا
ہو رہا اسی اثنا میں ایک گھڑی کے بعد کوئی چیز آئی اور کنوئیں کا منہ کھولکر اپنے پانون کنوئیں
میں لٹکائے اور گنگناتی آواز میں گویا یہ کہا کہ مجھکو لپٹ جا میں نے اسکی آواز سے مطلب سمجھ لیا
اور لپٹ گیا اسنے باہر نکالا میں نے دیکھا [illegible] درندہ ہے وہ مجھکو چھوڑ کر چلا گیا اس وقت سروش
غیبی نے میرے گوش ہوش میں یہ کہا [illegible] ابو حمزہ دیکھ کیا خوب ہوا کہ ہم نے تجھکو مرنے سے بذریعہ
موت ہی کے بچایا ابو حمزہ وہاں سے [illegible] اشعار پڑھتے جاتے تھے جنکا ترجمہ یہ ہے

نظم

نہ شرم عشق مرا شرم باز داشت [illegible]	چو حال بر تو عیانست فارغم ز خبر
گرہ ز سر من از لطف خویش آوردی	بسے ز لطف دہد دست درک لطف دگر
بغیب جلوہ نمودی چنانکہ پندارم	عیان بدست من اینک در آمدی بنظر
چو بینمت ہمہ دہشت شوم ز هیبت تو	پذیریم انس چو بینم ز مہر و لطف اثر

اور آسمان میں ہے روزی تمھاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا

گھبراجاتا ہو عبادت ٹھیک نہوتی ہو تو ایسے شخص کو توکل جائز نہین - اسی واسطے روایت ہو
کہ ابو تراب نخشبی نے ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا رہنے کے بعد ایک تربز کے
چھلکے کو کھانے کے لیے اُٹھایا آپ نے اُسکو فرمایا کہ تصوف تیرے مناسب حال نہین
تو بازار مین رہا کر یعنی بدون توکل کے تصوف مت کر اور توکل نہین درست ہو مگر اُسی شخص کو
جو کھانے سے تین دن سے زیادہ صبر کرے - اور حضرت علی رودباری رح فرماتے ہین کہ
جب فقیر پانچ دن کے بعد کہنے لگے کہ مین بھوکا ہون تو اُسکو بازار مین رہنے دو اور اُسکو
کہدو کہ کچھ کام کاج کیا کرے غرضکہ آدمی کا بدن بھی اسکی عیال ہو اور بدن کی مضر چیز مین توکل کرنا
ایسا ہی ہو جیسا عیال کے باب مین توکل کرنا صرف نفس و عیال مین ایک ہی چیز کا فرق ہو وہ یہ ہو
کہ آدمی کو اپنے نفس پر تو دباو دینا بھوک پر صبر کرنے کے لیے جائز ہو اور عیال پر جائز نہین ہو
اور اس تقریر سے تمنے جان لیا ہوگا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونے کا نام نہین بلکہ بھوک پر
مدت تک صبر کرنے کا عادی ہونا اور اگر کبھی اتفاقاً رزق مین تاخیر ہو جاوے تو موت پر راضی
ہو جانا توکل ہو اور شہرون اور قصبون مین رہنا اور ایسے جنگلون مین رہنا جنمین کچھ نہ کچھ ساگ
پات وغیرہ میسر ہو بقا کا سامان ہو مگر کچھ تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہو کیونکہ ہمیشہ ساگ پات پر گذر کرنی
بدون صبر کے ممکن نہین اور شہرون مین رہکر توکل کرنا بہ نسبت جنگل کے توکل کے حصول اسباب
بقا کے لیے زیادہ اچھا ہو حالانکہ سب اسباب ہی ہین مگر یہ کہ لوگون نے ان اسباب کو کچھ شمار
نہین کیا اور اسباب کی طرف جھک پڑے جو انسے ظاہر تر ہین اور اسکی وجہ یہی ہو کہ انکا ایمان
ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا مین تکلیف اُٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کے لیے قلیل
اور سوء ظن اور طول امل کے باعث نامردی دلون پر غالب ہو - اور جو شخص کہ آسمان و زمین کے
اسرار مین غور کرے اُسکو یقیناً معلوم ہو جاوے کہ خداے تعالی نے انتظام ملک و ملکوت کو
ایسا کر رکھا ہو کہ بندے سے اُسکا رزق علیحدہ نہین ہو سکتا گو وہ تردد نہ کرے اسلیے
کہ جو تردد سے عاجز ہو اُسکو بھی تو رزق ملتا ہی ہو دیکھو بچہ اپنی مان کے پیٹ مین تردد سے
عاجز ہو تو خداے تعالی نے اُسکی ناف کیسی طرح مان کی ناف سے ملا دی کہ مان کی غذا سے
بچ بچا کر نال کے ذریعے سے بچے کے پیٹ مین رزق جاتا ہو اسمین بچے کی کچھ تدبیر
نہین پھر جب وہ مان کے پیٹ سے جدا ہوا تو مان پر محبت اور شفقت ایسی مسلط کر دی گئی
کہ وہ خواہ مخواہ اُسکی متکفل رہتی ہو اور اس تکفل مین وہ مجبور ہو اسلیے کہ خداوند تعالی نے

اُسکے دل مین آتش محبت کو دو بالا کر رکھا ہے پھر چونکہ بچے کے دانت نہین ہوتے جنسے کھانا
چباوے تو اُسکی غذا دودھ مقرر کی جسمین چبانے کی حاجت ہی نہو علاوہ ازین بچہ اپنے
مزاج کی نرمی کے باعث غذاے کثیف کا متحمل نہ تھا اس جہت سے جدا ہوتے ہی پستان
مادر سے شیر لطیف اُسکے لیے بمقدار حاجت جاری کر دیا بھلا انمین کچھ بچے کی تدبیر ہوئی یا مان نے
کچھ سامان کیا پھر جب ایسی عمر کو پہونچا کہ غذاے کثیف اُسکو موافق پڑنے تب اسکو دانت
اور کچلیان اور ڈاڑھین چبانے کے لیے اگا دین اور جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا اور
اپنے ضروریات آپ سے کرنے لگا تو اُسکے لیے سامان علم سیکھنے اور طریق آخرت کے چلنے کا
آسان کر دیا اب بالغ ہونے کے بعد نامردی کرنی عین جہالت ہے اسواسطے کہ بالغ ہونے سے
کچھ اسباب معیشت کم نہین ہوے بلکہ زیادہ ہو گئے یعنی اول کمانے پر قادر نہ تھا اب قدرت
ہو گئی تو ایک قدرت ہی کتنی بڑھ گئی ہان پہلے شفقت کرنے والا اُسپر ایک شخص تھا یعنی مان
یا باپ اور اُسکی شفقت واقع مین بہت تھی کہ ایک دن مین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھلاتا یا پلاتا تھا
اور اُسکا کھلانا اسی وجہ سے تھا کہ خداے تعالی نے اُسپر محبت اور شفقت کو مسلط کر دیا تھا
اب اللہ تعالی نے شفقت اور محبت اور رحم اور ترس تمام مسلمانون بلکہ تمام شہر والون پر
پھیلا دی یہان تک کہ جو کوئی انمین سے کسی محتاج کو دیکھتا ہے تو اُسکا دل بھر آتا ہے اور اُسکے
حال پر ترس کرتا ہے اور دل مین شوق اُسکی حاجت روائی کا اُٹھتا ہے تو پہلے تو ایک ہی مشفق تھا
اب تو ہزار سے زیادہ مشفق ہو گئے اور پہلے سے انکی شفقت نہونے کا یہ باعث تھا
کہ وہ اُسکو اپنے مان باپ کی شفقت اور اُنکے ظل حمایت مین دیکھتے تھے کہ ایک مشفق
خاص اُسکے واسطے موجود ہے اُسکو حاجت کیا ہے اور اگر یتیم دیکھتے تو بیشک خداے تعالے
ایک شخص یا کئی شخصون کے دل مین رحم و ترس ڈالتا ہے کہ اُسکو اپنے یہان لاکر کفالت کرتے
چنانچہ اب تک ارزانی کے موسمون مین کہین نہین سنا گیا کہ کوئی یتیم بھوک سے مر گیا ہو باوجودیکہ
وہ کچھ تردد نہین کرتا اور نہ اُسکا کوئی کفیل خاص ہوتا ہے مگر اللہ تعالی اُسکی کفالت بذریعہ اس
شفقت کے فرماتا ہے جسکو اُسنے بندون کے دلون مین پیدا کر دی ہے پھر بالغ ہونے کے
بعد اُسکو روزی کی فکر نہ معلوم کیون ہوتی ہے لڑکپن مین کیون نہوئی حالانکہ پہلے تو ایک ہی
مشفق تھا اب ہزارون ہو گئے اور ہر چند مان کی شفقت قوی تر اور کافی تر تھی مگر ایک ہی
تھی اور شفقت بہت سے لوگون کی گو تھوڑی ہے مگر اندک اندک بسیار شود کے مضمون کے بموجب

سب کی شفقت ملکر اتنی ہو جاتی ہے جس سے غرض نکلجاوے بہت سے یتیم ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکو ایسا حال عنایت فرمایا کہ باپ مان والون کو بھی میسر نہین تو جسقدر شفقت مین لوگون کی کمی ہے اُسکی مکافات اُنکی کثرت سے ہو جاتی ہے بموجب مثل مشہور دو چار کی لاٹھی ایک آدمی کا بوجھ بہرحال انکو بقدر ضرورت حاصل ہے اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے قطعہ

انچہ نوشتہ قلم می نشود بیش و کم	پس حرکت ہم سکون ہست مساوی بہم
جہل بود ہم چون سعی تو از بہر رزق	زانکہ خدا می دہد رزق جنین در شکم

اب اگر کوئی کہے کہ آدمی یتیم کی تو اس جہت سے کفالت کرتے ہین کہ اسکو لڑکپن کی جہت سے عاجز تصور کرتے ہین مگر جو شخص بالغ کمانے جوگا ہو اسکی طرف کوئی التفات نہین کرتا اسکو یہ کہتے ہین کہ یہ ہم جیسا ہٹا کٹا ہے اپنے آپ اپنے واسطے کیون نہین کماتا تو اُسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اگر وہ شخص بیکار و کاہل ہے تو لوگ سچ کہتے ہین ایسے شخص کو کمانا چاہیے اُسکے حق مین توکل کے کیا معنی توکل تو ایک مقام دین کے مقامات مین سے ہے اور اُس سے استعانت خداے تعالیٰ کے لیے ہو رہنے کے واسطے لیجاتی ہے بیکار کو توکل سے کیا نسبت اور اگر وہ شخص مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرے کا ملازم ہو اور علم و عبادت پر مداومت کرتا ہو تو ایسے کو کوئی ملامت نہین کرتا کہ تم کیون نہین کماتے اور نہ اُسکو تکلیف کمانے کی دین بلکہ اُسکے مشغول بخدا ہونے ہی سے لوگون کے دلون مین اُسکی محبت ایسی جم جاتی ہے کہ اُسکی ضروریات کے خود متکفل ہوتے ہین صرف اُسکے ذمے اتنی بات چاہیے کہ دروازہ بند کرے اور نہ لوگون کے درمیان مین سے جنگل و پہاڑ پر بھاگے آج تک کسی نے نہ سنا ہوگا کہ جو عالم و عابد کہ شہر مین ہو تمام وقت مشغول بخدا ہوا ہو وہ فاقے سے مرا ہو اور نہ کبھی ایسا کوئی سنے بلکہ اسطرح کا شخص چاہے تو اور بہت سے لوگون کو صرف اپنے ارمان سے کھلا سکتا ہے اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو رہتا ہے اور جو مشغول بخدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکی محبت لوگون کے دلون مین ڈالدیتا ہے اور اُسکے لیے دلون کو ایسا مسخر کرتا ہے جیسے مان کے دل کو بچے کے لیے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام ملک اور ملکوت کا اُن دونون کے رہنے والون کے واسطے کافی بنایا ہے جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ کرتا ہے اور مدبر پر ایمان لاکر اُسکے ساتھ مشغول ہوتا ہے اسباب کے مدبر ہی پر نظر کرتا ہے نہ اسباب پر - ہان خداے تعالیٰ نے انتظام ایسا نہین کیا کہ جو اُسکے ساتھ مشغول ہو اُسکو حلواے تر اور قورما اور لباس فاخرہ اور عمدہ سواری ہمیشہ خواہ مخواہ ملا کرے گو بعض اوقات

یہ سب کچھ ملجاتے مگر ایسا انتظام لیا ہے کہ جو شخص مشغول بعبادت ہو اسکو ہر ہفتے مین جو کی روٹی یا ساگ پات کھانے کو ضرور ملجاتے اور غالب یہ ہے کہ اس سے زیادہ ملے بلا قدر حاجت سے زیادہ ہی ملتا ہے پس اب جو شخص توکل کو چھوڑتا ہے تو صرف اس جہت سے کہ اسکا نفس ہمیشہ آسایش اور مزہ اوڑانے کا راغب اور عمدہ لباس اور لطیف غذائین کھانے کا مائل ہے اور یہ باتین راہ آخرت مین سے نہین اور نہ بدون تردد میسر ہوں اور اکثر تردد سے بھی نہین ملتین بہت کم اور شاذ و نادر حاصل ہوتی ہین اور شاذ و نادر مین بھی کبھی بے تردد بھی ملجاتی مین تو جس شخص کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہے اسکے نزدیک سعی و تردد کا اثر ضعیف ہی ہے اسی واسطے ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہین ہوتا بلکہ مالک و ملکوت کے مدبر پر اطمینان کرتا ہے جسنے ایسا انتظام خلق کا کر رکھا ہے کہ اسکے بندون مین سے کسی بندے کا رزق رہ نہین جاتا نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ جدا ہوا اگرچہ شاذ و نادر کبھی تاخیر کر جاتا ہے اور یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہے اور تدبیر و تردد کے ساتھ بھی تاخیر کبھی ہو جایا کرتی ہے پس جب اس شخص پر یہ باتین منکشف ہونگی اور اسکے ساتھ دل مین قوت اور نفس مین شجاعت بھی ہوگی تو اسکا ثمرہ وہ ہوگا جو حضرت حسن بصری رح فرماتے مین کہ میرا دل یون چاہتا ہے کہ تمام بصرے کے رہنے والے میرے عیال مین ہون یعنی سب کا کھانا میرے ذمے ہو اور ایک ایک دانہ ایک ایک اشرفی کو بکتا ہو۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ اگر آسمان تانبے کا ہو جاوے اور زمین رانگ کی اور مین اپنے رزق کا اہتمام کرون تو اپنے گمان مین مین مشرک ہون۔ پس جب ان باتون کو تمنے سمجھ لیا تو معلوم کر لیا ہوگا کہ توکل ایک مقام ہے جسکے معنی فی نفسہ سمجھ مین آتے ہین اور اس تک پہنچنا ایسے شخص کو جو اپنے نفس پر اجتہاد کرے ممکن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص منکر اس توکل کا اور اسکے امکان کا ہے اسکا انکار سراسر جہالت سے ہے اے عزیز دونون باتون کے افلاس کو جمع نہ کر یعنی ذوق کی راہ سے اس مقام کے وجود سے بھی مفلس رہے اور اسکو ممکن اعتقاد کرنے سے بھی مفلس رہے ایسا نہ ہونا چاہیے۔ اب تجکو چاہیے کہ تھوڑے سے پر قناعت کر اور بسر اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ تجکو ضرور پہونچیگا اگرچہ تو اس سے بھاگے اور اگر تو ایسا کریگا تو خداوند کریم تیرا رزق تیرے پاس ایسے شخص کے ہاتھون بھجوا دیگا کہ تجکو گمان بھی نہو۔ اور جب تو تقوی اور توکل مین مشغول ہوگا تو تجربہ سے مصداق اس آیت کا معلوم کریگا وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ

کا تحتسب مگر خدا بندگی کو متکفل اس بات کا نہین کہ رزق مین مرغ اور لذیذ کھانے ہی دے
بلکہ اسکی کفالت اُس رزق کی ہی جس سے ہمیشہ زندگی رہے یہ رزق ہر ایک شخص کو جو
ضامن کے ساتھ لگا رہے اور اُسپر ایمان رکھے ملا کرتا ہی اسلیے کہ جو اسباب خفیہ رزق کے
خداے تعالی کے انتظام مین موجود مین وہ اُنکی نسبت بہت زیادہ ہین جو خلق کو معلوم ہین بلکہ
رزق کے آنے کی راہین بے شمار ہین اور اُنکو کوئی تبلا نہین سکتا کیونکہ اُنکا ظہور تو زمین ہی پر
اور سبب آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ
اور آسمان کے اسرار کی کسی کو اطلاع نہین اور اسی وجہ سے جب ایک جماعت حضرت جنید
کی خدمت مین حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتے ہو اُنھون نے کہا کہ ہم رزق کو
ڈھونڈھتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر تمکو اُسکی جگہ معلوم ہو کہ کہان ہی تو تلاش کرو انھون نے
عرض کیا کہ ہم خداے مانگینگے آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہ جانو کہ وہ تمکو بھول جاویگا تو اُسکو یاد دلاؤ انھون نے
عرض کیا کہ اچھا ہم گھرون مین بیٹھکے توکل کرینگے دیکھین کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجربے کے لیے
توکل کرنا شک مین داخل ہی انھون نے عرض کیا کہ پھر کیا کرین آپ نے فرمایا کہ تدبیر چھوڑ دو
اور احمد بن عیسی خراز کہتے ہین کہ مین جنگل مین تھا مجکو بھوک بہت لگی میرے نفس پر یہ بات
غالب ہوئی کہ خداے تعالی سے کھانے کی درخواست کرون مگر مین نے کہا کہ یہ فعل متوکلون کا
نہین تب نفس نے زور ڈالا کہ خداے تعالی سے صبر کا سوال کرون جب مین نے اُس
دعا کا قصد کیا تو ایک ہاتف نے مجکو پکارا اور یہ کہا قطعہ

گمان کرتا ہی ہمسے قریب ہونے کا
سوال تنگی مین کرتا ہی صبر کا گویا
قریب ہین ہمسے جو ہووے تباہ ہو کیسے
نہ دیکھتے ہین ہم اسکو نہ ہمکو وہ دیکھے

تمنے اب سمجھ لیا ہوگا کہ جس شخص کا نفس منکسر اور دل قوی ہو اور باطن مین ضعف نامردی
نہ رکھتا ہو اور اللہ تعالی کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو وہ ہمیشہ مطمئن اور خداے تعالی پر
اعتماد رکھنے والا رہیگا اسلیے کہ اُسکا بہر حال مرنا ہی اور موت کسی طرح اُسکو آنے سے نہ رہیگی
جیسے اور لوگون پر جنکو اطمینان نہین آویگی۔ حاصل یہ کہ توکل کامل یہ ہی کہ بندے کی طرف سے
قناعت ہو اور خداے تعالی کی طرف سے جس رزق کی ضمانت کر لی ہی اُسکا پہونچانا اور
اُسنے جو انتظام تا نعون کے رزق پہونچانے کا ان اسباب سے بنا رکھا ہی اور اُسکی ضمانت
کی ہی وہ اپنی ضمانت مین سچا ہی جسکو تجربہ کرنا منظور ہو قناعت کرکے دیکھ لے اور اُسکا

اور آسمان مین ہے رزق تمہارا اور جو کچھ تمسے وعدہ کیا

وعدہ بیشک سچا ہی ایسی ایسی جگہ سے رزق عجیب پہونچاویگا کہ آدمی کے وہم و خیال مین نہون مگر آدمی کو اپنے توکل مین اسباب کی طرف تاک نہ ہو بلکہ تاک مسبب الاسباب ہی کی ہو جیسے لکھنے مین قلم کا خیال نہین کرتے ہین بلکہ کاتب کے دل کا کرتے ہین جو اصل حرکت قلم کی ہی اور چونکہ محرک اول ایک ہی ہی تو نہین چاہیے کہ اسکے سوا کسی اور کی طرف التفات بندے کا ہو اور یہ شرط توکل کی اسکے لیے ہی جو جنگل مین بدون زاد پھرتا ہو خواہ شہرون مین گمنام بیٹھتا ہو مگر جو شخص عبادت اور علم مین مشہور ہو جب وہ دن رات مین ایک دفعہ کسی طرح کے کھانے پر گو لذیذ نہو اور ایک موٹے کپڑے پر جو مناسب دینداروں کے ہو کفایت کرے تو اسقدر اسکو ہمیشہ ایسی جگہ سے پہونچے جائیگا جہان سے اسکو گمان بھی نہو بلکہ اسکا کئی گنا پہونچیگا پس ایسے شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا نہایت ضعف اور نقصان کی بات ہی اسلیے کہ اگر کوئی گمنام آدمی شہرون مین جا کر کوئی پیشہ کرے تو اسکو اتنا ذریعہ رزق کا نہین جتنا عالم و عابد کو ہی کہ اسکا مشہور ہونا بڑا ذریعہ ہی پس دینداروں کو اہتمام رزق کرنا برا ہی اور علما کو اور بھی برا کیونکہ علما کو قناعت شرط ہی اور عالم قانع کا رزق اور اسکے ساتھ بہت سے لوگون کا آتا ہی ہان اگر عالم کو یہ منظور ہو کہ لوگون کے ہاتھ سے نہ لون اور اپنی کمائی کا کھاؤن تو البتہ یہ وجہ اس عالم کی شان کے شایان ہی جو ظاہر علم و عمل پر چلتا ہی اور سیر باطن اسکو نہین کیونکہ فکر معیشت باطن کی سیر سے مانع ہوتی ہی تو ایسے شخص کو سلوک مین مشغول ہونا اور ان لوگون سے کچھ لینا جو اپنی خوشی سے خدا ے تعالی کا تقرب چاہتے ہین بہتر ہی اسواسطے کہ اس صورت مین فکر معیشت سے فراغت رہیگی اور اللہ تعالی ہی کے لیے ہو رہیگا اور دینے والے کو ثواب ملنے پر معین و مددگار ہوگا اور جو شخص خدا ے تعالی کی عادات جاری پر نظر کرے تو جان لے کہ رزق مقدار سامان کے نہین ہوا کرتا اور اسی واسطے بعض بادشاہان فارس نے کسی حکیم سے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہی کہ بعضے احمق رزق دیے جاتے ہین اور عاقل محروم رہتے ہین اسنے جواب دیا کہ صانع نے یہ چاہا کہ لوگ انکو پہچانین اسلیے کہ اگر ہر عاقل کو رزق ملتا اور ہر احمق محروم رہتا تو لوگون کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جبکہ اسکے برعکس معاملہ نظر آیا تو جانا کہ رازق کوئی اور ہی ہی جو سبب ظاہری مین نکلتا نہین شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین

اگر روزی بدانش بر فزودے | ز نادان تنگ روزی تر نبودے

فائدہ متوکلین کے احوال جو اسباب کے ساتھ تعلق مین ہوتے ہین انکی مثال مین

رہینگے شاید پھر رات کو اگر غلامون پر خفگی بھی نہ آئے تو رتبۂ وزارت اور قرب بادشاہ کا حاصل ہوگا انکا منصوبہ نہ چلا اور غلامون نے انکو ہر گوشے مین تجسس کرکے ایک روٹی پہونچادی اور اسی طرح ہر روز معاملہ ہوا کیا چند روز کے بعد اتفاقاً تین آدمی ایک کونے مین چھپ گئے اور غلامون کی آنکھ انپر نہ پڑی کسی وجہ سے زیادہ تفتیش وہ نہ کرسکے اور وہ تینون آدمی سخت بھوک مین مبتلا ہوئے دو نے تو انمین سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا جو ہم غلامون کے سامنے ہوجاتے اور اپنا کھانا لیتے ہمسے صبر نہین ہوسکتا اور تیسرا آدمی چپ رہا صبح تک ویسے ہی گذار دیا اسی کو درجۂ قرب و وزارت ملا اس مثال مین زندگی دنیاوی ہے لعل اسکا دروازہ موت اور میعاد نامعلوم روز قیامت اور وزارت کے وعدے سے غرض وعدۂ شہادت ہے جو متوکل کے لیے ہے بشرطیکہ بھوک مین راضی وثابت رہے اور اس وعدے کی وفا کے لیے تاخیر قیامت تک نہوگی کیونکہ شہدا خدائے تعالیٰ پاس زندہ رہتے ہین اور انکو رزق ملتا ہے اور غلامون مطیع فرمان بادشاہی سے غرض اسباب ہین اور غلامون سے لپٹنے والے وہ ہین جو اسباب مین حد سے زیادہ بڑھتے ہین اور جو شخص صحن کے بیچ مین غلامون کے زیر نگاہ بیٹھے انسے وہ لوگ مراد ہین جو شہرون کی خانقاہون اور مسجدون مین ساکن بیٹھ رہتے ہین اور گوشون مین چھپنے والے وہ ہین جو توکل کی ہیئت پر جنگلون مین پھرتے ہین اور اسباب انکے پیچھے پھرتے ہین اور رزق ملے جاتا ہے مگر شاذ ونادر کبھی نہین ملتا پس اگر کوئی انمین سے بھوکا خدا کے راضی ہوکر مرتا ہے تو اسکو شہادت اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور خلق مین جو یہ تقسیم ہے تو شاید سو مین سے نوے آدمی تو ایسے ہین جنکا تعلق اسباب سے ہے اور سات ایسے ہین جو شہرون مین مقیم ہین اور اپنے ساتھ ہونے اور مشہو ہونے کو سبب گذر کر لیتے ہین اور تین ایسے ہین جو جنگلون مین پھرتے ہین ان تین مین سے دو اسباب پر خفا ہین اور صرف ایک مرتبۂ قرب پر پہونچا ہے اور شاید کہ زمانہ گذشتہ مین یہ نسبت نہوگی

اب تو دس ہزار مین سے ایک بھی ایسا نہین جو تارک اسباب ہو

دوسرا فن اسباب جمعیت کے لیے متعرض ہونے مین یعنی مفید چیزون کے رکھ چھوڑنے کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ جس شخص کو مال وراثت یا کمانے یا مانگنے یا اور کسی اور سبب سے ملے تو اسکے لیے رکھ چھوڑنے مین تین حال ہین اول یہ کہ اسمین سے بقدر حاجت سر دست لے لے یعنی اگر بھوکا ہو تو کھالے اور ننگا ہو تو پہن لے اور حاجت مکان کی ہو تو مختصر مکان خرید لے اور باقی کو اسی وقت دے ڈالے اور سوائے اس مقدار کے جسکی طرف کسی کو حاجت یا استحقاق

اور نہ سلے اور نہ رکھے اور اگر رکھے تو اسی نیت پر پس ایسا شخص مقتضائے توکل کا کاربند واقع
مین ہو اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسری حالت جو اسکے برعکس اور ضد ہے اور حد توکل سے
آدمی کو باہر کر دیتی ہے یہ ہے کہ مال کو یا چیز کو برس روز یا اس سے زیادہ کے لیے رکھ چھوڑے ایسے
ایسا شخص ہرگز متوکل نہین - اور بعضون کا قول ہے کہ حیوانات مین سے صرف تین جاندار ذخیرہ
کرتے ہین - چوہا اور چیونٹی اور آدمی تیسری حالت یہ ہے کہ چالیس روز یا اس سے کم کے لیے رکھ چھوڑے
یہ حالت آیا آدمی کو اس مقام محمود سے جسکا متوکلون کو وعدہ ہے محروم کرتی ہے یا نہین اسمین
اختلاف ہے حضرت سہیل تستری رح کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج کر دیتی ہے
اور خواص رح فرماتے ہین کہ چالیس روز تک کے رکھنے سے خارج از توکل نہین ہوتا زیادہ مدت
ہوتا ہے اور ابو طالب مکی رح فرماتے ہین کہ چالیس روز سے زیادہ مین بھی خارج نہین ہوتا
اور جب اصل ذخیرہ کرنے کی جائز ہوئی تو پھر اس اختلاف کے کچھ معنی نہین ہان ہوسکتا ہے
کہ کوئی یہ گمان کرے کہ ذخیرہ کرنا مدت سے توکل کی ضد ہے اور اسکی میعاد مقرر کسی کو
معلوم نہین اور جو ثواب کہ کسی رتبے کے لیے وعدہ کیا گیا ہے وہ متفرع اسی رتبے پر ہوتا ہے اور
اس رتبے کا آغاز اور انجام ہے جو انجام پر آسکے ہین انکا نام سابقین ہے اور آغاز والون کا نام
اصحاب الیمین اور سابقین اور اصحاب الیمین کے بھی بہت سے درجات ہین اور انکا
سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الیمین مین سے اونچے درجے والے انکے متصل ہین جو سابقین مین سے
نیچے درجے کے لوگ ہون پس ایسی صورت مین مقرر کرنے کے کیا معنی بلکہ تحقیق یہ ہے کہ ذخیرہ
نہ کرنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب امل کوتاہ ہو اور بالکل توقع زیست کی نہو فنی اسکی
قید کرنی دشوار ہے گو ایک ہی دم کے لیے کیون نہو کیونکہ ایسا ہونا گویا کہ غیر ممکن ہے - پھر
طول امل اور اسکی کوتاہی مین لوگ متفاوت ہین اور کمتر درجہ امل کا ایک دن رات یا
یا اس سے کم ساعات مین اور نہایت درجہ اسقدر ہے کہ جسقدر انسان کی عمر ہوتی ہے اور انکے
بیچ مین درجات ہین جنکا شمار نہین پس جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے سے توقع زیست نہ کرے
وہ مقصود مین اس سے نزدیک تر ہوگا جو برس روز کی توقع کرے - اور اسکی قید لگانی
چالیس روز کے بلحاظ حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد کے بعید ہے اسلیے کہ آپ کی میعاد سے
مقصود یہ نہ تھا کہ رخصت امل کے مقدار کی ذکر کیجائے بلکہ وہ میعاد اسلیے تھی کہ آپ تحقیق موعود
چیز کے ملنے کے مستحق ہوجاوین جو بدون چالیس روز گذرے نہین مل سکتی تھی اور چالیس روز کے

بعد یہ استحقاق ایک بھید کے باعث تھا جو خدا تعالیٰ کی عادتوں میں سے ہی کہ اس جیسے
امور میں کیا کرتا ہی چنانچہ حدیث شریف میں ہی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو
اپنے ہاتھ سے چالیس روز خمیر کیا یعنی استحقاق اُس مٹی کے خمیر ہونے کا مدت مذکورہ پر
موقوف تھا غرضکہ جو شخص برس روز کے سوا کے لیے جمع کریگا تو بجز اسکے نہیں کہ اُسکے
دل میں ضعف ہو اور اسباب ظاہری پر مائل پس ایسا شخص مقام توکل سے خارج اور انتظام
الٰہی پر جو اُسنے خفیہ اسباب سے کر رکھا ہی غیر معتقد ہی کیونکہ اسباب داخلی پیداوارون اور
زکاتوں کے ہر سال ہوتے ہی رہتے ہیں - اور جو شخص کہ برس سے کم کے لیے ذخیرہ کرے
تو اسکو بقدر اُسکی امل کی کمی کے درجہ ہوگا اور جس شخص کو توقع دو مہینے کی ہو اُسکا درجہ
اُسکے موافق نہ ہوگا جو اپنی امل ایک مہینا کرے اور نہ اُسکے موافق جو تین مہینے کی امل
رکھتا ہو بلکہ اسکا درجہ ان دونوں کے بیچ میں ہوگا اور ذخیرہ کرنے کا مانع بجز کوتاہی امل کے
اور کوئی چیز نہیں تو افضل یہی ہی کہ ہرگز ذخیرہ نہ کرے اور اگر دل ضعیف ہو تو جسقدر ذخیرہ
قلیل ہوگا اُتنا ہی افضل ہوگا چنانچہ اُس فقیر کا قصہ مشہور ہی جسکے لیے حضرت علی رضہ اور حضرت
اسامہ رضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب انھوں نے
غسل دیکر اُسی کی چادر کا کفن اُسکو پہنایا تو آپنے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو
ایسی طرح اُٹھیگا کہ اسکا منہ چودھوین رات کا سا چاند ہوگا اور اگر ایک خصلت اسمین نہوتی
تو آفتاب روشن کا سا منہ لیکر اُٹھتا اصحاب رضہ نے عرض کیا کہ وہ کونسی خصلت تھی آپ نے
فرمایا کہ یہ شخص روزہ دار بھی تھا تہجد گزار بھی تھا خدا تعالے کا ذکر بھی بہت کرتا تھا مگر
جب جاڑے آتے تھے تو گرمیوں کے کپڑے دوسری گرمیوں کے واسطے رکھ چھوڑتا تھا
اور گرمی آتی تھی تو جاڑے کے کپڑے دوسرے جاڑے کے لیے رکھ چھوڑتا تھا پھر آپنے
فرمایا مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِیْتُمُ الْیَقِیْنُ وَعَزِیْمَةُ الصَّبْرِ تھی اور کوزہ اور دسترخوان یا اور چیزیں جنکی حاجت
ہمیشہ ہوتی ہی وہ انمین داخل نہیں یعنی انکا رکھ چھوڑنا درجے کو کم نہیں کرتا لیکن جاڑے کے
کپڑوں کی حاجت گرمیوں میں نہیں رہتی اور یہ حکم اُس شخص کے باب میں ہی کہ ترک ذخیرہ سے
اسکا دل مضطرب نہو اور نفس کو لوگوں کے ہاتھوں کی طرف تاک ہو بلکہ اسکا دل سواے وکیل
برحق کے اور کسی کی طرف ملتفت نہو - پس اگر ایسی صورت ہو کہ نہ رکھنے سے نفس میں
پریشانی ایسی ہوتی ہی جس سے دل عبادت اور ذکر و فکر سے باز رہتا ہو تو اُسکے لیے

رکھ چھوڑنا ہی بہتر ہو بایا اگر کوئی متاع رکھ چھوڑے جسکی آمد اسکی ضرورات کو کافی ہو اور اسکے
دل کو اطمینان بدون اسکے نہوتا ہو تو اسکے لیے یہی اولی ہے کیونکہ مقصود دلون کی اصلاح ہی تا کہ
خداے تعالی کے ذکر کے لیے فارغ ہو جاوین اور بعض لوگ ایسے ہین جنکو مال کا ہونا دل مین پریشانی
لاتا ہی اور بعض ایسے ہین کہ انکو نہونے سے پریشانی ہوتی ہی اور ممنوع وہی چیز ہی جو خداے عز و جل سے
مانع ہو خواہ وجود مال ہو یا عدم ورنہ دنیا فی نفسہا ممنوع نہین اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تمام اصناف خلق پر مبعوث ہوے تھے کہ انمین تاجر اور حرفہ والے اور دوسرے پیشے والے
سب قسم کے لوگ تھے پس نہ تاجر کو تجارت چھوڑنے کو حکم فرمایا نہ کسی پیشے والے کو اپنا پیشہ
ترک کرنے کو کہا نہ جو شخص انکا تارک تھا اسکو حکم تجارت اور پیشے مین مشغول ہونے کا دیا
بلکہ سب کو اللہ تعالی کی طرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمھاری فوز و نجات اسمین ہی کہ اپنے
دلون کو دنیا کی طرف سے خداے تعالی کی طرف پھیرو - اور انجا کہ مشغول ہونا خداے تعالے
کے ساتھ سب سے عمدہ دل کا ہی تو ضعیف کے لیے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہی جیسے کہ
قوی کے لیے نہ ذخیرہ کرنا ہی اور یہ سب حکم تنہا آدمی کا ہی اور عیالدار کا حکم یہ ہی کہ اگر اپنے عیال کے
ضعف دور کرنے اور انکی تسکین خاطر کے لیے ایک برس کی غذا جمع کریگا تو حد توکل سے خارج نہوگا
اور برس سے زیادہ کے لیے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہی اسواسطے کہ اسباب ہر برس مین مکرر
ہوتے رہتے ہین تو زیادہ کے واسطے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہی جو قوت توکل کے
خلاف ہی کیونکہ متوکل اسی کا نام ہی جو موحد اور قوی دل اور خداے تعالی کے فضل پر مطمئن
اور اسکے انتظام کا معتقد ہو نہ اسباب ظاہری کے ہونے پر معتمد - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے عیال کی غذا برس روز کی ذخیرہ کی (ح) اور حضرت ام ایمن وغیرہا کو فرمایا کہ کل کے واسطے کچھ نہ رکھو (ح)
اور حضرت بلال نے جو ایک ٹکڑا روٹی کا افطار کے لیے رکھ چھوڑا تھا انکو ارشاد فرمایا (ح) اَنْفِقْ
بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا اور یہ بھی انھین کو ارشاد فرمایا ہی (ح) اِذَا سُئِلْتَ فَلَا تَمْنَعْ
وَاِذَا اُعْطِیْتَ فَلَا تَخْبَأْ اس صورت مین اقتدا سید المتوکلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنی چاہیے
کہ کوتاہی امل آپ کی اس درجہ پر تھی کہ پیشاب کے بعد باوجود پانی کے قریب ہونے کے تیمم
کر لیتے تھے کہ مجھے کیا (ح) معلوم ہی شاید پانی تک نہ پہنچون اور آپ نے جو ذخیرہ کیا تو اس سے کچھ
آپ کا توکل کم نہین ہوا اسلیے کہ آپ کو اعتماد اپنے ذخیرے پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا تو اس غرض سے
کہ یہ طریق امت کے لوگون کے لیے مسنون ہو جاوے کیونکہ امت کے قوی بہ نسبت

ح اسکی سند جلد اول باب الزکوٰۃ مین گذری ۱۲
ح پہلے گذری ۱۲
ح تخریج کی ابی بلال اور مسند ... حق ابن مسعود و ابوہریرہ ۱۲ بزار ... اسمین ذکر ہے ... کچھ چھوڑ رکھا تھا ۱۲
ح جب تجھ سے کوئی مانگے تو مت روک اور جب تجھکو دیا جائے تو مت چھپا ۱۲ طبرانی و حاکم بروایت ابو سعید نقیر ۱۲
ح ابن ابی الدنیا تخریج ابن عباس بسند ضعیف ۱۲

جو ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپ نے ایسے الفاظ کبھی مجھسے نہین فرمائے تھے غرضکہ
مین کھانا لے آیا آپ نے اُن بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا حالانکہ پہلے کسیکے ساتھ کھاتے
مین نے انکو نہ دیکھا تھا جب بقدر حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اسکو
لیکر اپنے کپڑے مین باندھکر ساتھ لیگئے مجکو تعجب ہوا اور انکی حرکت بری معلوم ہوئی حضرت بشر نے
مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہی کہ تمکو انکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی مین نے عرض کیا کہ البتہ
اس وجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لیگئے آپ نے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت
فتح موصلی رح ہین کہ آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لائے تھے انکی غرض اس فعل سے
یہ تھی کہ ہمکو تعلیم کر دین کہ جب توکل صحیح ہو جاتا ہی تو اسکے ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہین کرتا
تیسرا فن خوف کے باعث جو ضرر پیش آتا ہی اُسکے دفع کرنے کے اسباب کی تدبیر مین
معلوم کرنا چاہیے کہ ضرر کبھی نفس یا مال مین خوف کی جہت سے پیش ہوتا ہی اور توکل کی شرط نہین کہ سرے سے
اسباب دافعہ ترک کرے مثلاً جس زمین مین درندے بہت ہون وہان سو رہنا یا جنگل
سیلاب کی جگہ یا جھکی ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹوٹی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہین بلکہ
یہ سب امور ممنوع ہین ایسا شخص اپنی جان کو بیفائدہ معرض ہلاک مین ڈالتا ہی بلکہ یہ اسباب
تین طرح کے ہین ایک تو وہ کہ قطعی ہون دوسرے ظنی تیسرے وہمی پس وہمی اسباب کا چھوڑنا
شرط توکل ہی اور وہمی اسباب وہ ہین کہ انکی نسبت دفع ضرر کی طرف ایسی ہو جیسے داغ اور
منتر وغیرہ کو ہی کہ یہ دونون بعض اوقات تو کسی خوفناک چیز کی روک لیے پہلے ہی سے کر دی
جاتی ہین اور بعض اوقات بعد اُس چیز کے نازل ہونے کے برتی جاتی ہین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بجز ترک داغ اور منتر اور بدفالی کے اور کچھ نہین بیان فرمایا
یہ نہین ارشاد کیا کہ متوکل جب کسی سرد جگہ مین جاتے ہین تو جبہ نہین پہنتے حالانکہ جبہ بھی سردی
متوقع کے لیے پہنا جاتا ہی اور یہی حال ہی اور چیزون کا جو ایسی ہی ہون ہان نکلتے
وقت جاڑے کے سفر مین اگر لہسن کھائے اس غرض سے کہ اندر سے گرمی کی قوت
زور کرے تو اسمین اسباب پر اعتماد اور تعلق ہو سکتا ہی یہ امر قریب داغ کے ہی بخلاف جبہ کے
اور اگر کسی انسان سے ضرر پہونچے تو اسکے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کرنے کی ایک وجہ ہی
یعنی اگر آدمیون کی اذیت پر صبر بھی کر سکتا ہو اور ایذا کو روک کر اپنا انتقام لے سکتا ہو
تو توکل کی شرط یہ ہی کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا

حاجت نہین اسکو خود معلوم ہوجاتا ہی کہ مین اس درجے پر پہونچ گیا مگر اس مقام سے پہلے کے
نشان کچھ ذکر کر دیے جاتے ہین پیشتر کی علامت یہ ہی کہ جو کتا آدمی کے ساتھ اسکی جلو مین
رہتا ہی اور جسکا نام غضب ہی اور اسکا کام یہ ہی کہ خود مالک کو اور دوسرون کو کاٹتا رہتا ہی
اول وہ مسخر اور تابع ہوجاوے اگر وہ اسطرح کا مطیع ہوجاوے کہ اشارے پر ہی چلے بدون
اشارہ ابھرنے ہی نپاوے تب کیا عجب ہی کہ آدمی کا درجہ بلند ہوتے ہوتے یہ نوبت
بھی پہونچے کہ اسکا مطیع شیر ہوجاوے جو درندون کا بادشاہ ہی اور جنگل کا کتا۔ مگر گھر کے کتے کا
مطیع ہوجانا جنگل کے کتے کی نسبت کر زیادہ بہتر ہی اور بدن کے کتے کا تابع ہونا گھر کے
کتے کی نسبت کر زیادہ اولی ہی اگر باطن کا کتا آدمی کا تابع نہین ہوا تو توقع نہ کرنا چاہیے کہ ظاہر کا
کتا تابع ہو۔ رہی یہ بات کہ متوکل نے جب دشمن کے خوف سے ہتیار لیے اور چور کے
ڈر سے قفل لگایا اور چلے جانے کے خوف سے اونٹ کی ٹانگ باندھی تو اسکا توکل کس
اعتبار سے کہلاویگا اسکی صورت یہ ہی کہ وہ شخص متوکل علم اور حال کی رو سے کہلاویگا علم
تو یون ہو کہ چور اگر دفع ہوا تو کچھ میرے قفل لگانے سے نہین ہوا بلکہ صرف خدا تعالی کے
دفع کرنے سے ہوا کیونکہ اکثر دروازون پر قفل لگانا مفید نہین ہوتا بہت سے اونٹ ٹانگ
بندھے پر مرجاتے ہین خواہ بھاگ جاتے ہین بہت سے ہتیار بند قتل ہوجاتے یا مغلوب
ہوجاتے ہین پس ان اسباب پر تکیہ کیا رہا بلکہ مسبب الاسباب پر تکیہ چاہیے جیساکہ ہمنے
وکیل مقدمات کی مثال مین لکھا ہی کہ موکل جب اسکے کہنے سے خود آتا ہی اور دستاویز
لاتا ہی تو اسکو نہ اپنے اوپر نہ اپنی دستاویز پر تکیہ ہوتا ہی بلکہ وکیل کی تدبیر و قوت پر بھروسا
ہوتا ہی اور حال اسطرح ہونا چاہیے کہ جو کچھ خدا تعالی میرے گھر اور نفس مین حکم کریگا مین اسپر
راضی ہون اور زبان سے یہ کہے کہ الہی اگر تو میرے گھر کی چیز پر کسی ایسے کو مسلط کریگا
جو اسکو لیجاوے تو وہ تیری ہی راہ مین ہی اور مین تیرے حکم پر راضی ہون اسلیے کہ جو کچھ
تو نے مجکو دے رکھا ہی مین نہین جانتا کہ وہ یہ ہی کہ پھر تو مجھسے واپس نہ لیگا یا عاریت اور
امانت ہی کہ ہٹا لیگا اور مجکو نہین معلوم کہ وہ میرا رزق ہی یا تو نے کسی اور کی قسمت مین لکھ دیا ہی
بہر حال مین تیرے حکم پر راضی ہون شعر

انچہ رود بر سرم چون تو پسندی رواست	بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست

پس جب یہ حال اور وہ علم مذکور پایا ہوگا تو اونٹ کی ٹانگ باندھنے اور ہتیار لینے

اور قفل لگانے سے توکل کی حد سے خارج نہوگا۔ پھر جب گھر مین پھر کر آوے اور اپنی چیز گھر مین پاوے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت خداے تعالی کی ہے اور اگر چوری گئی ہو تو اپنے دل کی طرف لحاظ کرے اگر دل کو راضی اور خوش پاوے یہ سمجھکر کہ خداے تعالی جو یہ مجھسے لے لیا تو صرف اسی لیے کہ آخرت مین میرا رزق بڑھا دیگا تو اس صورت مین اسکا مقام توکل ٹھیک ہے اور اسکا گمان بھی درست ہے اور اگر دل کو اس چیز کے جاتے رہنے سے رنج ہوا اور بہت سا صبر درکار ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعوی توکل مین سچا نہین اسلیے کہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور زہد اسی کا ٹھیک ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ گئے کا غم بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہو اور آنے سے رنجیدہ۔ پس جسکا حال یہ ہو کہ گئی چیز پر رنج کرتا ہو تو اسکا توکل کیسے درست ہوگا ہان بعض اوقات مقام صبر ہو سکتا ہے بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نہ کرے نہ اسکے تجسس و تلاش مین بہت کوشش کرے اور اگر ان باتون پر قادر نہو حتی کہ دل مین رنجیدہ ہوا اور زبان سے شکایت کرے اور خوب تلاش کامل کرے تو یہ چوری گویا اسکے حق مین زیادتی گناہ کی ہوئی اسلیے کہ اسکے باعث معلوم ہوا کہ وہ شخص سب مقامات سے قاصر اور تمام دعوون مین جھوٹا ہے اسکے بعد اسکو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور اسکی کوئی بات نمانی چاہیے اور اسکے جال مین نہ پھنسنا چاہیے کیونکہ وہ بری باتون کا حکم کرنے والا اور خیر سے باز رکھنے والا ہے اور نیکی کا مدعی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ متوکل کے پاس مال کہان ہوتا ہے جو چوری جاوے تو اسکا حال یہ ہے کہ اسکے گھر مین آخر کچھ نہ کچھ ہوتا ہے مثلاً کھانے کا پیالہ اور پینے کا کوزہ اور وضو کا لوٹا اور زاد رکھنے کا توشہ دان اور لاٹھی وغیرہ سامان معیشت ضرور ہوتا ہے علاوہ ازین کبھی اسکی ملک مین مال آجاتا ہے تو وہ اسکو روک رکھتا ہے اس خیال سے کہ کوئی محتاج مل جاوے تو اسے حوالہ کر دون پس اس نیت سے رکھ چھوڑنا توکل کو باطل نہین کرتا اور توکل کی شرط مین نہین کہ پانی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دے ڈالے بلکہ حکم دے ڈالنے کا مال کی چیزون اور زائد از حاجت مال مین ہے اسلیے کہ اللہ تعالی کی عادت فقراے متوکلین کو روزی پہونچانے کے لیے مساجد کے گوشون مین جاری ہے مگر یہ نہین کہ انکو کوزے اور متاع بھی ہر روز اور ہر ہفتے مین پہونچ جایا کرین اور عادت الہی سے نکلنا توکل مین شرط نہین اسی نظر سے خواص رح سفر مین رسی اور ڈولچی اور مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے

حق مین فدیہ ہوگیا اور جب اپنے مال سے دوسرے کے مال بچانے کی نیت ہوگی یا نیت چور کی
معصیت دور کرنے خواہ کم کرنے کی ہوگی تو مسلمانون کی خیرخواہی پائی جاویگی اور اس حدیث
شریف کے بموجب پابند ہوگا اُنصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا اور ظالم کی مدد اسطرح ہو کہ اسکو ظلم سے
باز رکھے اور ظلم کا معاف کرو دینا ظلم کا نیست کرنا ہو اور آئندہ کو باز رکھنا - اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے
کہ یہ نیت اسکو کسی طرح پر مضر نہین کیونکہ اسمین کوئی ایسی بات نہین جو چور کو مسلط کردے اور قضائے
ازلی کو بدل دے مگر زہد کی وجہ سے یہ نیت ایسی درست ہوجاتی ہو کہ اگر اسکا مال چوری جاوے
تو ہر درم کی عوض سات سو ملین اسلیے کہ اسکی نیت تو ہوگئی ہو نیت ہی کے باعث ثواب ہوا کرتا ہو
اور اگر مال چوری نہ جاوے تب بھی اسکو ثواب حاصل ہوگا چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہو کہ آپ نے اس شخص کے باب مین جو اپنی بی بی سے عزل ترک کرے اور نطفہ اپنے مقام مین ڈالے
ارشاد فرمایا کہ اسکو اتنا ثواب ہو کہ اس صحبت سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور بڑا ہوکر جہاد کرے
اور اللہ کی راہ مین مارا جاوے گو اسکے واقع مین لڑکا نہ ہو کیونکہ ولد کے باب مین اسکا کام تو صرف
صحبت ہی ہو پیدا کرنا اور زندہ رکھنا اور رزق اور بقا اسکے اختیار مین نہین پس بالفرض لڑکا
ہوتا تو اسکو صرف اپنے فعل کا ثواب ملتا وہ اب بھی موجود ہو اسی طرح چوری کا حال ویرکی
مثال مین سمجھنا چاہیے چوتھے یہ کہ جب جانے کہ مال چوری گیا تو چاہیے کہ ناخوش نہو بلکہ
اگر بن سکے تو خوش ہو اور کہے کہ اگر اللہ تعالی اسمین بہتری نہ جانتا تو مجھسے نہ چھینتا پھر اگر اسکو وقف
نہ کرگیا ہو تو چاہیے کہ اسکی تلاش مین بہت کوشش نہ کرے نہ مسلمانون سے بدظن ہو اور اگر
وقف کرگیا ہو تو تلاش ترک کرے کیونکہ اسکو تو وہ پہلے ہی ذخیرۂ آخرت اپنے لیے کرچکا ہو پس اگر
اسکو وہ چیز ملے تو نہ لے اسلیے کہ اسکو وقف کرچکا ہو اور اگر قبول کرلے تو ظاہر علم کی رو سے اسکے
ملک مین آجاویگی کیونکہ صرف اس نیت مشروط سے ملک ظاہر شرع مین نہین جاتی مگر متوکلین کے
نزدیک یہ بات اچھی نہین - اور روایت ہو کہ حضرت ابن عمر رضہ کی اونٹنی چوری گئی آپ تلاش
کرتے کرتے تھک گئے پھر اسکو خدا کی راہ مین وقف کردیا اور مسجد مین داخل ہوکر دوگانہ پڑھا
اتنے مین ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ کی اونٹنی فلانی جگہ ہو آپ نے اپنا جوتا پہنا اور کھڑے ہوے
پھر استغفر اللہ کہکر بیٹھ گئے لوگون نے عرض کیا کہ آپ تشریف لیجاکر اسکو لے آئیے آپ نے فرمایا کہ
مین اسکو فی سبیل اللہ کرچکا ہون اور بعض اکابر سے مروی ہو کہ مین نے ایک اپنے بھائی کو مرنے
بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے ساتھ خدا تعالی نے کیا معاملہ کیا انھون نے

مدد کر اپنے بھائی کی وہ خواہ ظالم ہو یا مظلوم ۱۲ بخاری و مسلم بروایت انس ۱۲

اسکی سند مجھے نہیں ملی ۱۲

کہا کہ مجکو بخش دیا اور جنت مین داخل کیا اور جو مکان جنت مین میرے تھے وہ مجکو بتا دیے
انکو مین نے دیکھ لیا۔ راوی کہتے ہین کہ وہ شخص باوجود اسکے رنجیدہ اور غمگین معلوم ہوتے
اسلیے مین نے کہا کہ تمکو خداے تعالی نے بخش دیا اور جنت مین داخل ہو گئے پھر تم غمگین کیون ہو
انھون نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا کہ مین قیامت تک غمگین رہونگا مین نے
پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے انھون نے کہا کہ جب مین نے اپنے مکان جنت مین دیکھے تو میرے لئے
علیین مین مقامات ایسے اونچے کیے گئے کہ انکے برابر مین نے جنت مین نہ دیکھے تھے مین انسے
خوش ہوا اور انکے اندر جانے کا ارادہ کیا اسی وقت ایک پکارنے والے نے انکے اوپر سے
آواز دی کہ اسکو یہان سے ہٹا دو یہ مقامات اسکے واسطے نہین یہ اسکے لیے ہین جو سبیل کو
پورا کرے مین نے پوچھا کہ سبیل کا پورا کرنا کیا ہے مجھسے کسی نے کہا کہ تو چیز کو فی سبیل اللہ کہکر
پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کا پورا کرتا تو ہم بھی تجکو ان مقامات مین جانے دیتے۔ اور بعض
عابدین مکہ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس ہمیانی لیے سوتا تھا جب وہ جاگا تو ہمیانی
نپائی پاس والے شخص کو متہم کیا اس شخص نے پوچھا کہ تیرا مال کسقدر تھا اسنے تعداد بتلائی
پس گھر پر ساتھ لیجا کر اپنے پاس سے اسی قدر دے دیا۔ پھر اسکے بعد اسکے دوستون نے کہا
کہ ہمیانی تو ہمنے ہنسی کے واسطے لے لی تھی تو وہ مع ان دوستون کے جسپر تہمت کی تھی اسکے
گھر آئے اور تہمت سے معذرت خواہ ہو کر اسکا مال پھیرنا چاہا اسنے کہا کہ مین نہ لونگا یہ مال
تمھین رہنے دو حلال طیب ہے مین نے اپنی خوشی سے دیا ہے اور جو مال مین اللہ کی راہ مین
نکالتا ہون اسکو واپس نہین لیتا ہون جب انھون نے بہت اصرار کیا اسنے اپنے بیٹے کو
بلایا اور اس مال کو تھیلون مین رکھ رکھکر فقرا کے پاس بھیجنا شروع کیا یہان تک کہ اسمین سے
کچھ نہ رہا پس سلف کا حال اسطرح تھا اسی طرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دیا چاہے اور وہ
اتنے مین چلا جاتا تو اس روٹی کا واپس گھر مین لانا مکروہ جانتے اور کسی اور فقیر کو دے دیتے
اور یہی حال درہم و دینارون اور تمام خیرات و صدقات مین سمجھنا چاہیے۔ پانچوان درجہ
جو سب سے کم ہے یہ ہے کہ چور پر جسنے مال لیا ہو بددعا نہ کرے اور اگر ایسا کریگا تو توکل باطل ہو جائیگا
اور یہ معلوم ہوگا کہ اسنے کسی چیز پر افسوس کیا اسکا جانا اسکو برا معلوم ہوا اسلیے زہد بھی جاتا رہیگا
اور اگر زیادہ بددعا کریگا تو جو مصیبت اسکو ہوئی اسکا ثواب بھی نہ پاویگا کہ حدیث شریف مین
وارد ہے کہ جو شخص اپنے ظالم پر بددعا کرتا ہے وہ اپنا بدلا لے لیتا ہے۔ اور روایت ہے کہ

[illegible]

اپنے سونے کا امتحان آگ سے لیتا ہے پس بعض آدمی تو کندن کیطرح نکلتے ہین اور بعض اوس سے کم
اور بعض کالے جلے ہوئے نکلتے ہین اور ایک حدیث مین جو اہلبیت سے مروی ہے یہ وارد ہی
کہ اللہ تعالی جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسپر بلا بھیجتا ہے وہ اگر اوسپر صبر کرتا ہی
تو اوسکو مجتبی کرتا ہے اور اگر اوسپر راضی ہوتا ہے تو مصطفی کرتا ہے اور ایک حدیث شریف مین ہی
کہ تم لوگ اس بات کو پسند کرتے ہو کہ جنگلی گدہون کیطرح ہو جاؤ مرض بیماری کچھہ تمکو نہ آوے
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مومن کو جب دیکھو گے تو دل کا تندرست اور بدنکا مریض
پاؤ گے اور منافق کو بدن مین زیادہ صحیح اور دل کا زیادہ تر روگی دیکھو گے۔ غرضکہ جب
لوگون نے مرض کی ثنا و صفت اور بلا کی تعریف اسدرجہ کی سنی تو اونکو مرض سے ہی محبت
پیدا ہوئی اور اوسکا آنا اپنے اوپر غنیمت سمجھا کہ اوسپر صبر کرنے کا ثواب ملے ۔ پس بعض اکابر کا تو
دستور یہ ہوا کہ اپنی بیماری کو چھپاتے اور طبیب سے اوسکا ذکر نکرتے اور بیماری کی تکلیف
کھینچتے رہتے اور خدای تعالی کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دل پر حق کا غلبہ ایسا ہے کہ
مرض سے اوسمین کچھہ خلل نہوگا مرض کے باعث صرف اعضای ظاہری پر اثر ہوگا کہ اعمال
سے رک جاوینگے اور جان لیا کہ اگر خدای تعالی کے حکم پر صبر کے ساتھہ بیٹھکر ہی نماز پڑہینگے
تو یہ نماز حالت تندرستی او صحت کی نماز سے بہتر ہے گو وہ کھڑے ہوکر ادا کیجاوے
چنانچہ ایک حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون کو ارشاد فرماتا ہی کہ میرے
بندے کے وہی عمل صالح لکھہ لو جنکو یہ کیا کرتا تھا اسواسطے کہ یہ شخص میری قید مین ہے اگر
مین اوسکو رہا کرونگا تو گوشت کی عوض مین عمدہ گوشت اور خون کی عوض مین اچھا خون
بدلونگا اور اگر اوسکو وفات بھیجونگا تو اپنی رحمت کیطرف اوسکی وفات کرونگا ۔ اور ایک
حدیث شریف مین ہے اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَا اُكْرِهَتْ عَلَيْهِ النُّفُوْسُ بعض محدثین نے
اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ اونپر بیماریان اور مصائب بہت آوین اور اسیکی طرف اشارہ ہے
اس آیت مین وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور حضرت سہیل تستری
فرماتے ہین کہ اگرچہ آدمی طاعات سے ضعیف ہو جاوے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم دوا کا
نکرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ طاعات کیواسطے علاج کرے اور آپ کو ایک بڑی بیماری تھی
مگر اوسکا علاج کبھی نکرتے اور لوگون کو جو اوس بیماری مین مبتلا پاتے تو اونکی دوا کرتے
اور جب کسی شخص کو بیٹھکر نماز پڑہتے دیکھتے کہ اعمال نیک امراض کی تاب نہ لاکر اسلیے دوا کرتا ہے

ح ابو نعیم و دیلمی بروایت علی مرتضی
مع ابو نعیم و ابن عبد البر و بیہقی در شعب بروایت ابو فاطمہ
مع طبرانی بروایت عبد اللہ بن عمر

اشتاقا بانہ فی ان الجنۃ تو انصار رض مین ایسے لوگ بھی تھے جو اندھے ہونے کی تمنا کیا کرتے
اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے جسم و مال پر مصیبت آنے سے خوش نہو
اس توقع سے کہ اوسکے باعث اوسکے گناہون کا کفارہ ہوگا تو وہ شخص عالم نہین - اور روایت ہے
کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت مصیبت کھتا ہے جناب باری مین
عرض کیا کہ الٰہی اسپر رحم فرما حکم ہوا کہ اور کیسے رحم کرون اسی سے تو اسپر رحم کرونگا یعنی اس
مصیبت کے باعث اوسکے گناہ دور کرکے اوسکے درجات بڑھاونگا - چھٹا سبب یہ ہے
کہ آدمی زیادہ اچھا ہنے سے ڈرتا ہے کہ میرا نفس تکبر اور سرکشی مین مبتلا ہوجاویگا اس نظر سے
دوا چھوڑ دیتا ہے کہ ایسا نہو کہ مرض جاتا رہے تو پھر وہی غفلت و اترانا اور سرکشی اور
طول امل و لیت و لعل تدارک مافات عود کر آئے اور خیرات مین تاخیر کرنے لگے اسلیے کہ تندرستی
اسیکا نام ہے کہ صفات سب قوی ہون اور اونھین کے باعث خواہش نفس اوٹھتی ہے اور
شہوات کو جنبش ہوتی ہے اور معاصی کی رغبت دلاتے ہین کمتر درجہ یہ ہے کہ مباحات سے
لذت حاصل کرنے کیطرف بلاتی ہین اور یہ اوقات کا ضائع کرنا ہے اور نفع عظیم مخالفت نفس
اور یاد طاعت کو برباد دینا - اور جب اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو
امراض و مصائب سے متنبہ کرنے سے خالی نہین چھوڑتا اسی جہت سے مشہور ہے کہ ایماندار
علت یا قلت یا ذلت سے خالی نہین ہوتا اور ایک حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
کہ مفلسی میرا جیلخانہ ہے اور مرض میری بیڑی ہے اوسمین مین اوسکو قید کرتا ہون جسکو اپنی
مخلوق مین سے دوست رکھتا ہون - غرضکہ جب مرض مین آدمی سرکشی اور گناہون کے ارتکاب سے
رکا رہتا ہے تو اس سے زیادہ اور کونسی خیر ہوگی اور جس شخص کو اپنے نفس پر خوف سرکشی اور
گناہون کا ہو اوسکو اپنے مرض کا علاج ہرگز نکرنا چاہیے کیونکہ گناہ نکرنے ہی مین خیریت ہے
چنانچہ بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم میرے بعد کیسے رہے اوسنے کہا کہ خیریت سے رہا
اونھون نے فرمایا کہ اگر تم نے کوئی گناہ خدای تعالی کا نہین کیا تو واقع مین خیریت سے رہے
اور اگر گناہ کیا تو گناہ سے بڑھکر کونسا روگ ہے جسنے گناہ کیا وہ کیا خاک خیریت سے رہا
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق مین عید کے روز کی زینت کو دیکھکر پوچھا کہ ان لوگون
نے یہ کیا کیا ہے لوگون نے عرض کیا کہ یہ دن انکی عید کا ہے آپنے فرمایا کہ جس روز ہم
خدا ے تعالی کی نافرمانی نکرین تو وہ دن ہماری عید کا ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے

وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبون یعنی عافیت کو اور فرمایا ان الانسان لیطغی
ان راٰہ استغنی اور استغنا خواہ مال سے ہو یا عافیت سے - اور بعض اکابر نے فرمایا ہے
کہ فرعون نے جو دعوی خدائی کیا تھا اوسکی وجہ یہی تھی کہ مدت تک آرام سے رہا تھا یعنی چار سو
برس تک سر مین درد ہوا نہ بدن پر حرارت آئی نہ کوئی رگ تیز چلی اسلیے دعوی خدائی اوس
مردود نے کیا اور اگر ایک روز کو درد نیم سری اوسکو ہو جاتا تو دعوی خدائی کا تو کیا ذکر ہے اور
بیہودہ امور سے بھی باز رہتا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اکثروا من ذکر
ہادم اللذات اور کہتے ہین کہ بخار موت کا قاصد ہے تو وہ گویا موت کی یاد
دلانے والا اور لیت ولعل کا دفع کرنے والا ٹھہرا - اور اللہ تعالی فرماتا ہے اولا یرون
انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون اسکے معنی یہ ہین کہ انکو
امراض مین مبتلا کرکے اونکا امتحان لیا جاتا ہے - اور کہتے ہین کہ بندہ جب دو بار بیمار ہوتا ہے
اور توبہ نہین کرتا تو اوس سے ملک الموت یون کہتا ہے کہ ای غافل تیرے پاس میرا قاصد بار
بار آیا مگر تو بے خبر ہوا - اور اکابر سلف کا اسلیے دستور تھا کہ اگر کوئی سال ایسا گذرتا
جسمین اونپر کوئی مصیبت نفس یا مال کی نہوتی تو بہت گھبراتے - اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ ایمان دار پر چالیس دن مین کوئی خوف یا مصیبت آجایا کرتی ہے یہانتک کہ روایت ہے
کہ حضرت عمار بن یاسر رض نے ایک عورت سے نکاح کیا وہ کبھی بیمار نہوتی اسلیے آپنے اوسکو
طلاق دیدی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کی تعریف ہوئی یہانتک
کہ آپنے چاہا کہ اوسکو شرف نکاح سے مشرف فرماوین مگر لوگون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت
کبھی بیمار نہین ہوئی آپنے فرمایا کہ تو مجھے اسکی کچھ حاجت نہین اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیماریون اور دردون کا ذکر فرمایا کہ درد سر ایسا ہے اور فلانا درد ایسا ایک شخص نے
کہا کہ درد سر کیا ہوتا ہے مین تو اوسکو جانتا بھی نہین آپنے فرمایا کہ تو مجھ سے علیحدہ ہو جو
کوئی چاہے کہ دوزخی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے اور یہ اسلیے فرمایا کہ دوسری حدیث مین
وارد ہو چکا ہے کہ بخار ایماندار کے لیے بجای اوسکا حصہ ہے آتش دوزخ سے اور حضرت انس
اور حضرت عائشہ رض کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسینے پوچھا کہ
قیامت کے روز شہیدون کے ساتھ بھی کوئی ہوگا آپ نے فرمایا کہ البتہ جو شخص ہر روز
موت کو بیس بار یاد کر لیا کرے اور ایک روایت مین یون ہے کہ جو شخص اپنے انا ہونے کو یاد کرے

اور باپ سے استخراج لیا آپ نے فرمایا کہ یہان سے ہٹنا چاہیے وبا مین داخل ہونا چاہیے جن
لوگون کی تجویز آپکے موافق نہ تھی اونھون نے عرض کیا کہ کیا ہم خداے تعالی کی تقدیر سے
بھاگین آپ نے فرمایا کہ ہان اوسکی تقدیر سے اوسکی تقدیر کیطرف بھاگتے ہین ہمین کیا مضائقہ
ہے پھر آپ نے اونکے سامنے ایک مثال بیان فرمائی کہ بھلا اگر کسی شخص کے پاس تم مین سے
ایک گلہ بکریون کا ہو اور اوسکو دو گھاٹیان چرانے کے لیے ہون کہ ایک مین سبزی خوب ہوا
اور دوسری خشک ہو تو وہ اگر سبزی والی مین چراویگا تب بھی خداے تعالی کے حکم سے ہوگا اور
اگر خشک مین چراویگا تب بھی خداے تعالے کی تقدیر سے ہوگا لوگون نے اسکی تصدیق کی پھر
آپنے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ کو طلب فرمایا کہ اونکی صلاح لین دوسرے روز حضرت عبد الرحمن
بن عوف تشریف لائے آپنے اونسے صلاح لی اونھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اس باب مین
میری رای وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنی ہے آپ نے فرمایا اللہ اکبر اوسکو
بیان کیجیے اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جب کسی
سرزمین مین تم وبا سنو تو اوسپر جرات نکرو اور جب ایسی جگہ مین وبا ہو جہان تم موجود ہو تو وہان سے
اوسکے ڈر سے مت نکلو حضرت عمر رضہ اسکو سنکر بہت خوش ہوے اور اپنی رای کی مطابقت
حدیث سے معلوم کرکے خدا کا شکر کیا اور لوگون کو جابیہ سے ہٹا لائے - تو اب یہ کہنا چاہیے کہ
صحابہ رضہ کا اوسپر اتفاق ترک توکل پر کیسے ہو گیا اگر ان سب امور مین شرط توکل ہون تو صحابہ
کا ترک توکل جو اعلی مقامات مین سے ہے لازم آتا ہے - اب اگر کوئی کہے کہ جب شہر مین وبا ہو
اوس سے نکلنے کو کیون منع فرمایا ہے حالانکہ وبا کا باعث اغلب مین ہوا ہے اور ہوا ہی مضر بھی ہو
اور ظاہر ہے کہ مضر چیز سے گریز کرنا عمدہ علاج ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکی اجازت نہ دی گئی تو اسکا
جواب یہ ہے کہ اسمین تو خلاف نہین کہ مضر چیز سے گریز کرنا داخل ممانعت نہین ہے پچھنے لگانا
اور فصد کھلوانی کہ مضر چیز سے بچنے کے لیے کی جاتی ہے اور ان جیسی باتون مین توکل کا
چھوڑنا مباح ہے مگر اس سے کچھ قصہ مذکورہ بالا پر دلالت نہین پائی جاتی ہے ظاہر ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا ضرر صرف ظاہر بدن پر لگنے سے نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اوسمین سانس لینے
سے ہوتا ہے یعنی جب ہوا مین بدبو اور نقصان ہوتا ہے اور اوسمین زیادہ سانس لیا جاتا ہے
تو وہ پھیپھڑے اور دل اور اندر کے پردون مین سانس کے ذریعے سے بتدریج پہونچکر تاثیر کرتی
بہرحال ظاہر بدن پر وبا ظاہر نہین ہوتی جب تک کہ باطن مین خوب تاثیر نہ کرلے اسصورت مین

اگر کوئی شخص شہر مین رہتا ہوا وہان سے نکلیگا تو غالب یہی ہے کہ جو تاثیر ہوا کی اوسکو ہو چکی ہے
اوس سے نہ بچیگا لیکن احتمال خلاصی کا بھی ہے کہ ابھی شاید تاثیر قوی نہو ئی ہو تو یہ وبا سے نکلنا
ایک بھی سبب خلاص کا ہوا جیسے جھاڑ پھونک اور شگون وغیرہ ہوتے ہین اب اگر وہان سے
نکلنے مین صرف یہی بات پائی جاتی تو مخالف توکل نہ تھی اور نہ اوسکی ممانعت ہوتی مگر ممانعت
ایک اور سبب سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تندرستون کو اجازت نکلنے کی دیجاوے تو شہر مین سوا
مبتلایان وبا کے اور کوئی نرہے کہ اونکو کھانا کھلاوے یا پانی کا گھونٹ پلاوے اور وہ خود بیکفل
ان باتون کے اپنے مرض کے باعث نہین ہو سکتے اس حال مین تندرستون کا وہان سے نکلنا
گویا حقیقت مین بیمارون کو زندہ درگور کرنا ہے جنکی توقع زیست بھی ہے جیسے تندرستون کو
احتمال بچ جانیکا ہے ویسا ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی بچ جاوین اگر تندرست وہان ٹھہرے رہین گے
تو موت کا یقین نہین کہ خواہی نخواہی مرجاوینگے اور اگر نکلجاوینگے تو بچنے کا یقین نہین مگر
اونکا نکلنا البتہ باقی بیمارون کے حق مین یقینی زہر ہوگا۔ اور مسلمان سب آپسمین مثل عمارت
کے ہین کہ ایک کی تقویت دوسرے سے ہے مثل جسم کے اعضا کے ہین کہ جب ایک عضو مین درد ہوتا
تو دوسرون کو بھی بیچینی ہوتی ہے پس نکلنے سے منع کرنیکی وجہ بجانے نزدیک یہی معلوم ہوتی ہے
آگے خدا جانے۔ اور جو شخص ابھی تک شہر مین داخل نہین ہوا اوسکے حق مین یہ معاملہ برعکس ہے
یعنی اوسکے باطن مین ہوا نے اپنا اثر نہین کیا نہ شہر کے بیمارون کو اوسکی حاجت ہے کہ اگر وہ
نہ آویگا تو یہ تلف ہو جاوینگے ہان اگر بالفرض وبا والے شہر مین سوا بیمارون کے اورکوئی
نرہا ہو اور اونکو حاجت خدمت گزارون اور متکفلون کی ہو اور اوس وقت کچھ لوگ اونکی اعانت
کو آوین تو کیا عجب ہے کہ اونکا اسطرح آنا مستحب گنا جاوے اور منع نہو اسلیے کہ ضرر کا ہونا تو امر موہوم
ہے اور بقیہ مسلمانون سے ضرر کا دفع کرنا یقینی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف مین وبا سے
بھاگنے کو ایسا فرمایا ہے جیسے جہاد کی صف سے بھاگنا یعنی اپنے بھاگنے سے دوسرے
مسلمانون کی دلشکنی اور اونکے تباہ ہونے مین سعی پائی جاتی ہے۔ یہ باتین باریک ہین جو
انکو لحاظ نہین کرتا اور ظاہر احادیث و آثار پر نظر کرتا ہے تو اوسکے نزدیک اکثر باتین جو
اوسکے گوش زد ہوتی ہین ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہوتی ہین عابدون اور زاہدونکو
ایسی صورتون مین بہت دھوکا پڑتا ہے اور غلطی کرجاتے ہین علم کو خدا تعالی نے اسی سے
شرف دیا ہے۔ اب تقریر گذشتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوا کی نہ کرنے مین بہتری ہے

تو دوسرا یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوا کی ہوتی تاکہ یہ فضل بھی آپکو
ملتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دوا نکرنے کی فضیلت اوسی شخص کے حق مین ہے کہ جو اپنے
بہت سے گناہون کا مرض کو کفارہ کیا چاہتا ہو یا تندرستی کی حالت مین اپنے نفس کی سرکشی سے
خوف رکھتا ہو یا شہوات کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبۂ غفلات کی جہت سے موت کا یاد رکھنا چاہتا ہو
یا مقامات متوکلین اور بعض شخصون سے قاصر ہو کر صابرین ہی کے ثواب کا خواہان ہو یا خوب تو
لطیف کہ خدای تعالی نے دواؤن مین رکھے ہین اونکو خوب نہ سمجھتا ہو حتی کہ دواؤن کو مثل
جھاڑ پھونک ہی جانتا ہو یا اپنی حالت مین ایسا مشغول ہو کہ دوا نکر سکتا ہو اور اگر دوا کرے
تو اوس حالت سے جاتا رہے کیونکہ دونون کے جمع کی تاب بسبب ضعف کے نہین رکھتا غرض کہ
مانع علاج کی یہی باتین ہین اور یہ سب امور بہ نسبت بعض لوگون کے کمال مین داخل ہین مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان مین شامل ہین بلکہ آپ کا مقام ان
سب مقامات سے اعلی اور اشرف تھا اسلیے آپکا حال مقتضی اسی امر کا تھا کہ آپکا مشاہدہ اسباب کے
وجود و عدم دونون مین ایکسا رہے کیونکہ آپکو بہرحال التفات مسبب الاسباب ہی کیطرف تھا اور
جس شخص کا رتبہ یہ ہو اوسکو اسباب سے کچھ ضرر نہین ہوتا جیسا کہ ہمنے مال کے باب مین بیان
کیا ہے کہ اوسکی رغبت بھی نقصان ہے اور اوس سے نفرت بھی کو کمال ہے مگر ہمیشگی نسبت
اوس شخص کے جسکے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو نقصان ہے یعنی ڈھیلا اور سونا کا
برابر ہونا اس بات سے کامل تر ہے کہ سونے سے نفرت ہو اور ڈھیلے سے نہو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہی حال تھا کہ ڈھیلا اور سونا آپکے نزدیک برابر تھا اور اوسکو آپنے نہ رکھتے
کہ خلق کو مقام زہد کی تعلیم فرمائین کہ غایت انکی قوت کی یہی ہے نہ اس خوف سے کہ اوسکے
رکھنے سے آپکے نفس کو معاذ اللہ کسیطرح کا ڈر تھا اس سے تو آپکا رتبہ ادنی ہوتا بلکہ یہ
کہ دنیا آپکو فریب نہ دے سکے آپکے اوپر زمین کے خزانے پیش کیے گئے آپنے اونکو قبول نفرمایا
اسی طرح جیسے مشاہدے کی جہت سے آپ کے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا اور نکرنا مساوی
تھا اور استعمال ہوا کو جو نچھوڑا تو اس نظر سے کہ خدای تعالی کی عادت اوسیطرح جاری ہے
اور بہت کو اونکی حاجت کی چیز کی اجازت دینی منظور تھی باوجودیکہ اسمین کچھ ضرر نہین
بخلاف مال جمع کرنے کے کہ اوسکا ضرر بہت بڑا ہے۔ ہان دوا کرنے کا ضرر ایک صورت
مین ہو سکتا ہے کہ صرف دوا ہی کو نافع سمجھے نہ اوسکے پیدا کرنے والے کو یہ امر البتہ شریعت مین

[illegible]

کرتے ہین کہ بیمار کا آہ آہ کرنا لکھا جاتا ہی اور اکابر سلف بیمار کی آہ کو برا جانتے تھے
اس سبب سے کہ آہ کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہی جو مقتضی شکایت ہی یہانتک روایت ہی
کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ اور کچھہ نہین ہوا بجز اسکے کہ آپ نے اپنے مرض مین
آہ کی تھی اُس ملعون نے آپ کی اسی آہ کو اپنا بہرہ کر لیا - اور حدیث شریف مین ہی کہ جب
بندہ مرض مین مبتلا ہوتا ہی اللہ تعالی دونون فرشتون کو وحی فرماتا ہی کہ دیکھو اپنے عیادت
کرنے والون سے کیا کہتا ہی پس اگر بیمار اپنے پوچھنے والون سے خدا کا شکر اور وصف
بیان کرتا ہی تو فرشتے اُسکے لیے دعاے خیر کرتے ہین اور اگر وہ شکایت کرتا ہی اور برائی بیان کرتا ہی
تو دونون فرشتے کہتے ہین کہ تو ایسا ہی رہیگا - اور بعضے علما شکایت کے خوف سے اور اس
ڈر سے کہ کہین کلام زیادہ نہو جاوے اپنی عیادت بُری جانتے تھے حتی کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے
گھر کا دروازہ بند کر لیتے کوئی اُنکے پاس نہ جاتا جب اچھے ہوتے تو خود ہی لوگون مین نکلتے یہی
حال فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد اور بشر بن الحارث رح کا تھا اور حضرت فضیل رح فرمایا کرتے
کہ مین یہ چاہتا ہون کہ بیمار ہون مگر عیادت کرنے والے نہون مین جا بجا ہی سے انھین لوگون کے باعث گھبراتا ہون

چھٹا باب محبت اور شوق اور اُنس و رضا کے بیان مین

رباعی

چاہے جو سلوک راہ مین ای دلبر — اول ہی سے اپنا رہنما شوق کو کر
پھر داغ محبت سے بنا دیدۂ دل — تا اُنس و رضا کا آوے میدان نظر

جاننا چاہیے کہ محبت الٰہی سب مقامات مین سے انتہاے درجہ کی نہایت اور سب مین بلند
رتبہ رکھتی ہی اسیلیے کہ بعد ادراک محبت کے کوئی سا مقام کیون نہو خواہ شوق ہو یا انس یا رضا
وغیرہ سب اسکے توابع اور ثمرات ہین اور محبت سے پہلے جتنے مقامات مثل توبہ اور صبر اور زہد
اور دوسرے مقامات کے ہین وہ سب محبت کے مقدمات ہین - اور دوسرے مقامات
اگرچہ انکا ہونا بہت نادر ہی پھر بھی سب دلون مین انکا امکان ہوتا ہی اور اُسکے امکان کے
ایمان سے کوئی دل خالی نہین ہوتا مگر محبت الٰہی پر ایمان ہی لانا مشکل ہی کہ یہانتک بعض
علما نے اسکے امکان ہی سے انکار کیا ہی اور فرمایا کہ محبت الٰہی کے یہی معنی ہین کہ اُسکی
طاعت پر مواظبت کیجاوے اور محبت حقیقی خداے تعالی کے ساتھ محال ہی کیونکہ وہ اپنی جنس
اور مثل کے ساتھ ہوتی ہی اور ان لوگون نے جب محبت کا انکار کیا تو انس اور شوق

اور لذت مناجات اور تمام لوازم محبت کو انکار کرتے ہیں اسلیے اس باب میں ہمکو ضرور ہوا کہ جو امور محبت سے متعلق ہیں مع دلائل شرعی کے جو محبت میں وارد ہیں بیان کریں اور یہ باب مشتمل ہی دو فصلون اور ایک خاتمہ پر

فصل اول محبت کے ذکر مین اور اسمین بھی بارہ بیان ہین

اول بیان دلائل شرعی کا اس باب مین کہ بندے کو محبت خدا ے تعالی سے ہوتی ہو یعنی اس محبت کا وجود ہو - جاننا چاہیے کہ جمیع امت کا اتفاق اسپر ہو کہ بندے کو خدا ے تعالی اور اسکے رسول سے محبت فرض ہو پس اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر محبت کا وجود ہی نہو تو فرض کیسے کیجاویگی اور محبت کی تفسیر جو بعضے لوگ طاعت سے کرتے ہین وہ کیسے ہوسکتی ہو اسلیے کہ طاعت تو تابع محبت اور اسکا ثمرہ ہو پہلے محبت کا وجود ہولے تب محبوب کی اطاعت ہو اور محبت کے وجود پر یہ دلیل ہو کہ خدا ے تعالی ارشاد فرماتا ہو یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اور دوسری جگہ ارشاد ہو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہو کہ محبت کا وجود بھی ہو اور اسمین تفاوت بھی ہوتا ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مین محبت الہی کو شرط ایمان فرمایا ہو چنانچہ ابو رزین عقیلی رض نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہو آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے رسول کا تیرے نزدیک سب انکے ماسوا سے محبوب تر ہونا ایمان ہو - اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا اور دوسری حدیث مین ہو کہ لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اور ایک روایت مین وَمِنْ نَفْسِهٖ بھی ہو اور کیون نہو کہ خدا ے تعالی فرماتا ہو قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اور اسکے سوا اور بہت سی جگہ مین ارشاد فرمایا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محبت کے لیے حکم فرمایا ہو چنانچہ فرمایا ہو اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِعَمِهٖ وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ اِيَّايَ اور ایک روایت مین ہو کہ ایک شخص نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین آپ سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار ہو رہ اسنے عرض کیا کہ مین اللہ سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ تو بلا کے لیے تیار ہو جا - اور حضرت عمر رض سے روایت ہو

انھین کا قول ہی کہ الہی مین تیرے صحن مین کھڑا ہون اور تیری ثنا مین مشغول ہون تو نے مجکو
چھٹپین ہی سے اپنی طرف لے لیا اور لباس اپنی معرفت کا در بر کیا اپنے لطف سے
بہرہ دیا احوال و اعمال و پردہ پوشی اور توبہ اور زہد اور شوق اور رضا اور محبت مین مجکو
بدلتا رہا اپنے حوضون مین مجکو پلایا اور اپنے باغون مین پھرایا مین تیرے امر کا ملازم اور تیرے
قول مین مشغوف رہا اب جب میری مونچھین نکلین اور قدرت ہو گئی تو آج بڑا ہو کر مین تجسے
کیسے پھر جاؤن مین تو لڑکپن ہی سے ان امور کا تجسے عادی ہو رہا ہون مین تو جب تک
رہونگا تیرے ہی گرد پھٹبھناؤنگا اور انکسار کے ساتھ تیرے ہی سامنے گڑگڑاؤنگا کیونکہ مین
تجھسے محبت رکھتا ہون اور ہر ایک محب اپنے حبیب ہی سے مشغوف رہتا ہی اور اسکے
غیر سے مصروف رہتا ہی - غرضکہ اللہ تعالی کی محبت کے باب مین اخبار و آثار اتنے ہین کہ شمار نہین ہو سکتے
اور یہ ایک امر ظاہر ہی خفا اگر ہی تو محبت کے معنون کی تحقیق مین ہی اسلیے ہم اسکی طرف توجہ کرتے ہین
دوسرا بیان محبت کی حقیقت اور اُسکے اسباب کے بیان مین اور اس امر کی تحقیق مین
کہ بندے کی محبت خداے تعالی کے ساتھ ہونے کے کیا معنی ہین - واضح ہو کہ اس بیان کا
مطلب جب تک نہ کھلیگا جب تک کہ محبت کی حقیقت فی نفسہا نہ بیان کی جاوے پھر اسکی
شرطون اور اسباب کی معرفت بیان ہو پھر اسکے بعد اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالے کے
باب مین اس محبت کے ہونے کے کیا معنی ہین پس سب سے اول تو یہ بات اہم اور قابل
سمجھنے کے ہی کہ بدون معرفت و ادراک کے محبت نہین ہو سکتی اسواسطے کہ انسان اُسی
چیز سے محبت کرتا ہی جسکو پہچانتا ہی اور یہین لحاظ جمادات کو اس صفت سے موصوف نہین کر سکتے
بلکہ یہ خاصیت زندہ اور ادراک رکھنے والے کی ہی پھر مدرکات جو دیکھتے ہین تو وہ یا تو
ادراک ذاتی کی طبیعت کے موافق اور مناسب اور لذات دہ ہوتے ہین یا اُسکی طبیعت کے
مخالف اور ایذا رسان ہوتے ہین یا انمین اثر لذت رسانی اور ایذا دہی کا کچھ بھی نہین ہوتا
ان تینون قسمون مین سے ایسے مدرکات جنکے ادراک سے مدرک کو لذت اور راحت ہو
وہ اُسکے نزدیک محبوب ہوا کرتے ہین اور جنکے ادراک سے رنج ہو وہ اُسکے نزدیک بُرے
ہوتے ہین اور جنمین ادراک کے بعد نہ رنج ہو نہ راحت اُسکو نہ مدرک کے نزدیک محبوب
کہہ سکتے ہین نہ مبغوض غرض ہر ایک لذیذ چیز لذت پانے والے کے نزدیک محبوب
ہوتی ہی اور اُسکے محبوب ہونے کے یہ معنی ہین کہ طبیعت مین اُسکی طرف کو میل ہی

اور مبغوض کے یہ معنے ہین کہ طبیعت کو اس سے نفرت ہو پس محبت اسی کا نام ہو کہ طبیعت کے میل ایسی شی کی طرف ہو جس سے لذت ملتی ہو اگر یہ میل طبیعت پختہ اور قوی ہو جاتا ہو تو اسکو عشق کہنے لگتے ہین اسی طرح بغض طبیعت کی نفرت کو رنج و مصیبت رسان سے کہتے ہین اور جب یہ نفرت قوی ہو جاتی ہو تو اسکو مقت کہتے ہین - یہ ہین معنی محبت کی حقیقت کے کہ جسکا جاننا ضرور ہو - امر دوم اہم یہ ہو کہ از انجا کہ محبت تابع ادراک اور معرفت کے ہو تو بحسب انقسام مدرکات اور حواس کے اسکی بھی تقسیم ہو گی اسلیے کہ ہر حس کے واسطے مدرکات مین سے ایک خاص چیز کا ادراک ہوتا ہو اور ہر ایک کو بعض مدرکات سے لذت ہوتی ہو اور اسی لذت کے باعث طبیعت کو اس چیز کی طرف میل ہوتا ہو تو طبع سلیم کے نزدیک وہ شی محبوب ہوتی ہو مثلاً آنکھ کی لذت دیکھنے کی چیزون مین ہو یعنی اچھی چیزین اور ملیح صورتین دیکھے اور کان کی لذت نغمات دلاویز اور اصوات خوش آیند مین ہو اور ناک کی لذت عمدہ خوشبوون مین اور ذائقے کی لذت غذاؤن مین اور لمس کی لذت نرمی اور نازکی مین اور چونکہ یہ مدرکات حواس کو لذت دیتے ہین تو اسلیے محبوب ہین یعنی طبع سلیم کو انکی طرف رغبت ہو یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اس حدیث مین آپ نے خوشبو کو محبوب فرمایا اور ظاہر ہو کہ اس سے آنکھ اور کان کو کچھ بہرہ نہین بلکہ صرف سونگھنے کی حس کو ہو اور عورتون کو محبوب فرمایا حالانکہ انسے بہرہ سونگھنے وغیرہ کو نہین بینائی اور لمس کو ہو اور نماز کو خنکی چشم ارشاد فرمایا اور اسکو سب سے زیادہ محبوب ٹھہرایا اور ظاہر ہو کہ نماز سے حواس خمسہ کو کچھ بہرہ نہین بلکہ ایک چھٹی حس کو جو دل کے ماتحت ہو اسکا ادراک اسی کو ہو جسکے دل ہو - اور حواس خمسہ کی لذات مین تو انسان کے شریک بہائم بھی ہین پس اگر محبت کو مدرکات حواس خمسہ پر منحصر کر کے کہین کہ خداوند کریم جو آنکھ سے مدرک نہین ہوتا اور خیال مین صورت نہین پکڑتا اسلیے اسکی محبت بھی نہین ہو سکتی تو اس صورت مین انسان کی خاصیت بیکار ٹھہریگی اور وہ چھٹی حس جس سے کہ انسان حیوانات سے ممتاز ہو اور جسکو عقل یا نور یا قلب یا کوئی اور اصطلاح کا لفظ کہہ سکتے ہین لغو ہو جاویگی اور یہ امر بعید ہو اسلیے کہ بصیرت باطنی ظاہر کی بینائی کی نسبت قوی تر ہو اور قلب کو بنسبت آنکھ کے زیادہ تر ادراک ہو اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہین انکا جمال

بہ نسبت ظاہری صورتون کے جو آنکھ کو سوجھتی ہین زیادہ ہو پس ضرور ہے کہ جن امور شریفہ الہیہ کو قلب ادراک کرتا ہو اور وہ حواس سے نہین معلوم ہو سکتے اُنکے ادراک سے قلب کو جو لذت ہوتی ہو وہ کامل اور مکمل ہو اسی لیے طبع سلیم کا میل اُسکی طرف قوی تر ہوگا اور محبت اسی کا نام ہو کہ طبیعت کو ایسی چیز کی طرف رغبت ہو جسکے ادراک مین لذت ہو چنانچہ عنقریب اُسکی تفصیل مذکور ہوگی اس صورت مین محبت الٰہی کا انکار وہی کریگا جو درجہ بہائم مین ہو اور ادراک حواس سے مطلق آگے قدم نہ رکھے تیسرا امر اہم یہ ہو کہ بدیہی بات ہو کہ انسان اپنے نفس کو محبوب جانتا ہو اور اسمین بھی شبہہ نہین کہ انسان کبھی غیر کو بھی اپنے نفس کے واسطے محبوب جانتا ہو اور یہ امر کہ غیر سے محبت صرف اُسکی ذات کے لیے ہو نہ اپنے نفس کی خاطر ضعیفون پر مشکل ہو گیا ہو اُنکے نزدیک ممکن ہی نہین کہ انسان دوسرے سے صرف اُسکی ذات کے لیے محبت کرے اور اپنے آپ کو اس سے کچھ بہرہ نہو اور احق یہ ہو کہ ایسی محبت ممکن ہو اور موجود بھی ہو اسی لیے ہم محبت کے اسباب و اقسام کو بیان کرتے ہین اُسکی تفصیل یہ ہو کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک سب سے اول محبوب اُسکا نفس و ذات ہو اور اپنے نفس کی محبت سے یہ غرض ہو کہ اُسکی طبیعت مین رغبت اپنے وجود کے دوام اور بقا کی ہو اور عدم اور ہلاک کی نفرت اسلیے کہ محبوب بالطبع وہی چیز ہوا کرتی ہو جو محبت والے کے مناسب ہو اور اپنے نفس کے دوام اور بقا سے کونسی چیز زیادہ موافق ہوگی اور اپنے عدم اور ہلاک سے بڑھ کر کیا چیز مخالف ہوگی اسی لیے انسان دوام وجود سے محبت رکھتا ہو اور قتل اور موت سے نفرت نہ اسلیے کہ اُسکو موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہو یا موت کے وقت کی جان کندنی سے ڈرتا ہو بلکہ اگر بالفرض ایسی طرح یہ مرے کہ کچھ مصیبت جان کندنی کی نہو اور نہ ثواب و عذاب کا تردد ہو تب بھی مرنے پر راضی نہوگا موت کو بُرا ہی جانیگا ہان اگر زندگی مین شدت سے رنج کامل ہوگا اُسوقت موت اور نیستی کو محبوب جانیگا اسلیے کہ جب کسی بلا مین پھنستا ہو تو یہ امر محبوب ہوتا ہو کہ بلا ٹل جائے اس صورت مین اگر نیستی کو محبوب جانیگا تو اسلیے کہ نیستی ہی بلا اسلیے کہ نیست ہونے سے وہ بلا جاتی رہیگی حاصل یہ کہ ہلاک اور نیستی سے نفرت ہوا کرتی ہو اور دوام وجود سے محبت اور جسطرح کہ دوام وجود محبوب ہو اسی طرح کمال وجود بھی محبوب ہو اسلیے کہ ناقص مین کمال نہین اور نقصان بھی بہ نسبت کمال کے نیستی ہو اور نیستی صفات کی اور کمال وجود کی نفرت کی چیز ہو اور جسطرح کہ صفات کمال کے

ہونے سے نفرت ہوتی ہے اسیطرح اوسکے ہونے سے محبت ہوتی ہے جیسے اصل وجود و دوام
محبوب ہوتا ہے اور یہ امر خدای تعالی کی غیرت سے سرشتہ ہے غرضکہ محبوب اول انسان کے لیے
اوسکی ذات ہے پھر سلامت اعضا پھر مال [illegible] اولاد [illegible] اور دوست [illegible] کی سلامتی اسیے
محبوب اور مطلوب ہے کہ کمال [illegible] اسیلئے محبوب ہے
اور یہ بھی سامان دوام اور کمال [illegible] سبب ہے [illegible] یعنی انسان جو
ان چیزوں سے محبت رکھتا ہے تو خود اونکی ذات سے نہین بلکہ [illegible] اونکے باعث دوام
اور کمال اپنے وجود کا ہے یہانتک اپنے آپ کو محبوب سمجھتا ہے [illegible] اسکا فائدہ نہو
اور طرح طرح کی مشقتیں اوٹھانی پڑیں مگر اسیلیے کہ بعد اپنے عدم کے وجود مین نائب ہوتا ہے
تو نسل کے باقی رہنے مین بھی گویا اپنی ایکطرح کی بقا ہے اور چونکہ اپنی بقا کی طمع ہمیشہ کیلئے
ہو نہین سکتی اور بقا کی محبت شدت سے ہوتی ہے تو اپنی بقا کے عوض ایسے شخص کی بقا
چاہتا ہے جو اپنی قائم مقام ہو اور وہ لڑکا ہے گویا کہ وہ بھی ایکطرح کا جز ہے تا آنکہ اگر اوس سے
کہا جائے کہ یا اپنا قتل اختیار کر یا اپنے بیٹے کا اور اوسکی طبیعت بوقت اعتدال پر ہو تو
وہ اپنا ہی باقی رہنا چاہے گا اسلیے کہ بیٹے کا باقی رہنا بھی اسی وجہ سے کہ اپنا باقی رہنا نہین
ہو سکتا [illegible] اپنا باقی رہنا نہین [illegible] محبت آتا ہے اور قرابتون کی اپنے نفس کے کمال کی
محبت کے سبب ہوتی ہے کیونکہ آدمی اقارب کے باعث اپنے نفس کو زیادہ قوی سمجھتا ہے
اور اونکے کمال سے اپنا فخر جانتا ہے اسیلئے کہ اقارب عیال [illegible] انسان کے
مثل بازو کے ہین جنسے تکمیل انسان ہوتی ہے اور وجود کمال و دوام بالطبع محبوب
ہوا کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا [illegible] اوسکی ذات اور ذات کا
کمال اور اوسکا دوام محبوب ہے [illegible] سبب دوم
محبت کا احسان ہے کہ انسان بندہ احسان ہوتا ہے اور دلوں کی سرشت مین ہے کہ احسان
کرنے والوں سے محبت کرتے ہین اور برائی کرنے والوں سے بغض رکھتے ہین اور یہ جو
حدیث شریف مین وارد ہے اللھم لا تجعل لفاجر علی یدا فیحبہ قلبی
اسمین اشارہ ہے کہ محسن سے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہے جسکو ٹال نہین سکتے اور
یہ امر سرشتی اور فطری ہے کہ اوسکی تبدیل کی کوئی سبیل نہین اسی سبب آدمی اجنبی
انسان سے محبت کرتا ہے جو کچھ اوس سے رشتہ اور علاقہ نہ رکھتا ہو [illegible] اجنبی ہو اور اس

سبب دوم کہ اگر واقع میں غور کرو تو اسکا مآل بھی اول ہی سبب کی طرف ہے اسلیے کہ محسن اوسکو
کہتے ہین جو مال اور دیگر اسباب سے اپنی مدد کرے پس ضرور ہی کہ اوسکے احسان کے باعث وجود کا
دوام یا کمال حاصل ہو یا لذات ہی ملین جنسے کہ وجود تیار ہوتا ہے ہان یہ فرق ہے کہ اعضا کی
محبت اسلیے ہوتی ہے کہ اونسے کمال وجود کا ہے تو خود اعضا ہی بعینہا کمال مطلوب مین داخل ہین
مگر محسن بعینہٖ کمال مطلوب کا نہین ہوتا بلکہ کبھی سبب کمال ہوا کرتا ہے جیسے طبیب کہ کبھی سبب اعضا کی
صحت کے دوام کا ہوتا ہے پس صحت کی محبت اور طبیب کی محبت مین فرق ہی اسلیے
کہ صحت تو خود مطلوب بالذات ہے اور طبیب اپنی ذات کے باعث محبوب نہین بلکہ اس سبب
محبوب ہے کہ وہ صحت کا سبب ہے اسیطرح علم اور استاد دونون محبوب چیزین ہین مگر علم محبوب
بالذات ہے اور استاد اس جہت سے محبوب ہے کہ وہ سبب علم محبوب کا ہے اسیطرح کھانا پینا
محبوب ہے اور روپیہ پیسا بھی محبوب ہے لیکن غذا بالذات محبوب ہے اور نقد روپیہ اسکا وسیلہ ہونے کے باعث
محبوب ہے پس فرق دونون محبتون مین اگر ہے تو رتبے کا ہے ایک اول ہے ایک اوسکے باعث
ورنہ اپنے نفس کی محبت دونون مین پائی جاتی ہے یعنی جو شخص محسن سے اوسکے احسان کے
باعث محبت رکھتا ہے تو وہ اوسکی ذات کا محب نہین بلکہ اوسکے احسان کو دوست رکھتا ہے
اور احسان ایک فعل محسن کے افعال مین سے ہی کہ اگر محسن وہ فعل بجا نہ لائے تو محبت جاتی رہے
گو خود اوسکی ذات باقی ہے اور اگر فعل احسان کسیقدر کم ہو جائے تو اوسیقدر محبت کم ہو جاتی ہے
اور اگر زیادہ ہو تو محبت بھی زیادہ ہو اس محبت کی کمی بیشی احسان کی کمی بیشی پر منحصر ہے
تیسرا سبب محبت کا یہ ہے کہ کسی چیز کو خود اوسکی ذات کے باعث محبوب جانے نہ اسلیے کہ اوس سے
اپنے آپ کو کچھ فائدہ ہوتا ہو بلکہ خود اوسکی ذات ہی عین فائدہ ہو اس محبت کو حقیقی کہتے ہیں
ایسی محبت کے ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہوتا ہے مثلاً محبت حسن و جمال کی کہ ہر ایک جمال جمال
مدرکون کے نزدیک محبوب ہوتا ہے اور یہ محبت صرف جمال ہی کے باعث ہے اسلیے
کہ اسمین جمال کا ادراک ہی عین لذت ہے اور لذت خود بالذات محبوب ہوتی ہے کسی اور
جہت سے نہین اور یہ گمان کرنا نچاہیے کہ محبت اچھی صورتون کی بدون قضاء شہوت
اور تمنا کے ممکن نہین اسلیے کہ پورا کرنا خواہش اور تمنا کا دوسری لذت ہے اسکے لیے بعض
اوقات صورتون کو محبوب سمجھا کرتے ہین اور خود جمال بھی لذیذ ہے اسلیے ہو سکتا ہے کہ خود
محبوب بالذات ہو مثلاً سبزہ اور آب روان محبوب ہے نہ اس جہت سے کہ اونسے کھانا پینا کا

خاطر ہوتا یا کوئی اور حظ سوا دیکھنے کے پاتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور آب روان
اچھا معلوم ہوا کرتا تھا اور طبائع سلیمہ سب کے سب نظر کرنا پھولون اور پھلون اور خوبصورت
جانورون اور عمدہ گل بوٹون اور اچھے نقشون کیطرف باعث لذت جانتے ہین یہانتک
کہ آدمی اون سے اپنا غم غلط کرتے ہین اور اونکے دیکھنے سے دل بہلاتے ہین پس یہ چیزین
لذت رسان ہین اور ہر ایک لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور کوئی حسن و جمال ایسا نہین کہ اوسکی
ادراک مین لذت نہو اور نہ کسیکو جمال کے محبوب ہونے مین کسیطرح کا انکار ہے اب اگر یہ ثابت
ہوجاوے کہ خداے تعالی صاحب جمال ہے تو ظاہر ہے کہ جس شخص پر اوسکا جمال و جلال کھلجاوے
اوسکے نزدیک بیشک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّ
یُحِبُّ الْجَمَالَ **چوتھا سبب** محبت کا خود حسن و جمال ہے یہان معنی حسن و جمال کا بیان ضروری ہے
واضح ہو کہ جو لوگ خیالات اور محسوسات کے محبس مین قید ہین وہ اکثر یہی جانتے ہین کہ حسن و
جمال اسیکا نام ہے کہ پیدایش متناسب اور شکل درست رنگ عمدہ سفیدی سرخی ملی ہوئی وغیرہ ہوئین
جنسے کہ وصف سراپاے انسان کیا کرتے ہین اسوجہ سے کہ حسن کا غالب تعلق انہین چیزون سے انکو
نظر آوے اونکا التفات اکثر شخصون کی صورتون پر ہوتا ہے اسلیے گمان کرتے ہین کہ جو چیز
نہ نظر آوے نہ شکل رکھے نہ خیال مین بندھے نہ رنگ ہو نہ ڈھنگ ہو اور مقدار معین نہو اوسکا حسن
ممکن نہوا تو اوسکے ادراک مین لذت بھی نہوگی ایسے محبوب بھی نہوگی اور یہ انکی نری غلطی ہے
اسلیے کہ حسن منحصر آنکھ کی محسوسات اور تناسب پیدایش اور سفیدی و سرخی رنگ مین نہین مثلا
ہم کہتے ہین کہ یہ نوشت حسین ہے اور یہ آواز اچھی ہے اور یہ گھوڑا حسین ہے بلکہ یہ بھی کہتے ہین
کہ یہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہے پس اگر حسن کے معنی صورتون ہی مین منحصر سمجھے جاوین تو پھر آواز
اور خط کے حسن کے کیا معنی ہونگے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ آنکھ کو اچھے خطوط سے لذت ہوتی ہے
اور کان کو نغمات عمدہ سے اور جتنے مدرکات حواس کے ہین وہ سب اچھے ہین یا برے
پس وہ معنی حسن کے کونسے ہین جسمین یہ سب اشیا مشترک ہین انکو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ
بحث طویل ہے علم معاملہ کے شایان نہین کہ اسمین طوالت دیجاوے البتہ تصریح حق یہ
ہے کہ ہر ایک شی کا جمال و حسن یہ امر ہے کہ جب کمال اوسکے لائق اور ممکن
وہ اوسمین آجاوے تو جب سب کمالات ممکن اوسمین جمع ہوجاوین تو وہ شے نہایت حسین
ہوگی اور اگر بعض کمالات ہونگے تو حسن و جمال بھی اونھین کی نسبت سے ہوگا مثلا گھوڑا حسین

وہ ہے جو جتنی باتیں خوبی کی گھوڑے میں ہونی چاہییں سب رکھتا ہو یعنی صورت و شکل اور
رنگ و ڈھنگ خوش رفتاری خوش لگامی دوڑ دھوپ وغیرہ سب اوس میں ہوں اور عمدہ خط وہ
جسمیں خوشنویسی کے متعلق سب امور پائے جاویں مثلاً تناسب حروف کا اور مقابلہ شوشونکا
اور راستی نشست اور درستی کرسی اور خوبی دوائر وغیرہ - اور ہر چیز کے لیے ایک کمال ہے جو اوسکے
لائق ہے دوسری چیز میں یا بجملہ اوقات اوس کمال کے متضاد یا ان ہوا کرتا ہے اسیسے عام ہوا
کہ حسن ہر چیز کا اوسی کمال میں ہوگا جو اوسکے شایان ہے مثلاً جن باتوں سے گھوڑے کو اچھا
کہتے ہیں انسے آدمی کو اچھا نہ کہینگے اور جن باتوں سے خط عمدہ کہلاویگا اونسے آواز عمدہ
نہ کہلاویگا اور جنسے برتن اچھے ہونگے اونسے کپڑے اچھے نہونگے اسیطرح سب چیزونکو
جاننا چاہیئے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چیزیں گو سب کی سب آنکھ سے محسوس نہیں یہ باتیں
مثل آواز اور ذائقہ کی اشیا کے کیا آنکھ کی حس سے ... کیونکہ ہوتی ہیں تو محسوسات میں
داخل ہیں اور حسن و جمال محسوسات سے تو انکار نہیں انکار ہے انکار کہ محسوسات کا ادراک
لذت نہیں ہوتی بلکہ انکا حسن و جمال کا ایسی اشیا میں ہے جو جو اسی ... کیونکہ وہ ان تو اسکا
جواب یہ ہے کہ حسن و جمال مخصوص محسوسات ہی میں نہیں غیر محسوسات میں بھی حسن و جمال موجود ہے
مثلاً کہتے ہیں کہ خلق حسن ہے اور یہ علم اچھا ہے اور یہ صفات عمدہ ہیں اور یہ اخلاق
جمیلہ ہیں اور اونسے مراد علم اور عقل اور عفت اور شجاعت اور تقوی اور کرم اور مروت اور
جملہ صفات خیر ہوتی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جو حواس خمسہ سے درک ہو بلکہ یہ اشیا
نور بصیرت باطنی سے دریافت ہوتی ہیں اور یہ سب کی سب محبوب ہیں جو شخص ان صفات سے
متصف ہو وہ بھی طبعاً محبوب ہوتا ہے اوس شخص کے نزدیک جو اوسکے صفات سے واقف ہو
مثلاً دیکھو کہ طبیعت میں یہ امر سرشتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کریں اور صحابہ کو
محبوب جانیں حالانکہ اونمیں سے کسیکو نہیں دیکھا اسیطرح محبت ائمہ مذہب کی مثل امام ابو حنیفہ
و امام شافعی رح و امام مالک رح وغیرہم کے ہے یہاں تک کہ آدمی کبھی اپنے امام کی محبت عشق
سے زیادہ کرتا ہے اور اسی محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی مدد اور حفاظت میں
خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اوسکے امام پر کچھ طعن کرے اوسکو مارنے مرنے پر مستعد
ہو جاتا ہے ارباب مذاہب میں نصرت مذہب کیلیے بہت کشت و خون ہو چکے ہیں اور ہمکو
معلوم نہیں کہ جو شخص مثلاً امام شافعی رح سے محبت کرتا ہے وہ کیوں کرتا ہے اونکی صورت

تو اُسنے کبھی دیکھی ہی نہین اور اگر بالفرض صورت دیکھتا تو شاید اچھی نہ سمجھتا پس اب جو وہ
انکو اچھا جانتا ہی اور فرط محبت رکھتا ہی تو کچھ صورت ظاہری کے سبب سے نہین وہ تو
خاک ہو گئی اور مٹی مین ملگئی بلکہ صورت باطنی کی جہت سے ہی یعنی صفات دینی مثل تقوی
اور کثرت علم اور واقف ہونا طرق دین پر اور ہمت کرنی علم شرع کی تعلیم پر اور عالم مین منتشر
کرنا خیرات وغیرہ کا اور یہ باتین ایسی ہین کہ انکا جمال بدون نور بصیرت کے معلوم نہین ہو سکتا
حواس انکے ادراک سے قاصر ہین اسی طرح جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے محبت رکھتا ہی
اور سب کو اور اصحاب سے فضیلت دیتا ہی یا حضرت علی رضہ سے محبت رکھتا ہی اور انکو افضل سمجھتا ہی اور انکے
باب مین تعصب کرتا ہی تو انکو صرف امور باطنی کے لحاظ سے محبوب جانتا ہی یعنی علم اور دین اور تقوی اور
شجاعت اور کرم وغیرہ کی جہت سے کیونکہ یہ تو ظاہر ہی کہ مثلاً جو شخص حضرت صدیق اکبر رضہ سے محبت
رکھتا ہی وہ انکے گوشت و پوست اور ہاتھ اور پانون اور استخوان و شکل کے باعث محبت نہین کرتا
کیونکہ یہ چیزین تو سب متبدل اور زائل ہو گئین باقی وہی ہین جنسے کہ صدیق صدیق کہلاتے تھے
یعنی صفات محمودہ جو عادات حسنہ کی مصادر تھین پس محبت بھی انھین صفات کے
باقی رہنے سے باقی ہی گو صورتین نہین رہین اور ان صفات کا مآل صرف دو چیزون علم
اور قدرت پر رجوع کرتا ہی کہ آپ نے حقائق امور کو جانا اور اس بات پر قادر رہے
کہ اپنے نفس کے شہوات کو دبا کر اسکو متحمل ان اوصاف کا کیا اسی علم و قدرت سے سب
عادات نیک متفرع ہوتے ہین اور یہ دونون حس سے محسوس نہین ہوتین اور ان دونون کا
محل تمام جسم مین سے ایک جزو لا یتجزی ہی جو واقع مین محبوب ہی اور ازانجا کہ اس جزو لا یتجزی
کی کوئی صورت اور شکل اور رنگ نہین جو آنکھ کو سوجھے اور سوجھنے کی جہت سے محبوب قرار
دیا جاوے تو ضرور ہی کہ اسکی محبت بدون ذریعہ حس کے ہی ہی اس سے معلوم ہوا کہ سیرت و عادات مین
جمال موجود ہی اور اگر سیرت جمیلہ بدون علم اور بصیرت کے صادر ہوتی تو موجب محبت نہ تھی
حاصل یہ کہ محبوب صرف سیرت ہی اور وہ اخلاق حمیدہ اور فضائل شریفہ ہین اور ان سب کا
مآل کمال علم و قدرت کی طرف رجوع کرتا ہی اور یہ طبعاً محبوب ہی اور حواس سے درک نہین
یہانتک کہ لڑکا جو اپنی طبیعت پر چھوڑا ہوا ہو اگر ہم اسکے نزدیک کسی غائب یا حاضر یا زندہ
یا مردہ کو محبوب کرنا چاہین تو اسکی راہ ہمارے پاس اور کوئی نہین بجز اسکے کہ اُس
شخص کے وصف مین مبالغہ کیا جاوے اور اسکی شجاعت و کرم اور علم اور تمام عمدہ خصلتین

اسکے سامنے طوالت کے ساتھ بیان کیجاوین جب اُنکا اعتقاد اسکو ہوجاویگا تو بے اختیار
محبت کرنے لگیگا اس سے نہو سکیگا کہ محبت نہ کرے دیکھو صحابہ رض کی محبت اور ابوجہل
اور شیطان ملعون کا بغض دل مین لوگون کے اسی طرح جمے ہین کہ صحابہ رض کی بھلائیان اور
ان دونون مردودون کی برائیان بہت طول طویل سنین اور یہ محاسن اور برائیان وہی ہین
جو حواس سے معلوم نہین ہوتین بلکہ لوگون نے جب حاتم کی تعریف سخاوت کی کی اور
حضرت خالد رض کو شجاعت سے موصوف کیا تو دلون مین اُنکی محبت خواہی نخواہی ہوگئی یہ
محبت نہ تو صورت ظاہری کی طرف دیکھنے سے نہ کچھ محب کو فائدہ پہونچنے کی جہت سے بلکہ
جب کسی بادشاہ کی سیرت اور عدل اور احسان کی اور صدقہ اور خیرات کرنے کی بیان
کیجاوے تو گو وہ اتنا دور ہو کہ محبون تک اُسکے احسان کا آنا بوجہ مسافت کی جہت سے نہو سکتا ہو
مگر تاہم اُسکی محبت لوگون کی دلون مین ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت مین یہ کچھ ضرور
نہین کہ محبت والے پر خاص کچھ احسان ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات سے محبوب ہوتا ہے اگرچہ
احسان اُسکا محب تک کبھی نہ پہونچے اسلیے کہ ہر ایک حسن وجمال محبوب ہے اور صورتین
دو قسم کی ہین ظاہری اور باطنی اور حسن وجمال دونون مین ہوا کرتا ہے اور ظاہری صورتین تو ظاہری
آنکھ سے معلوم ہوتی ہین اور باطن کی صورتین بصیرت باطنی سے تو جسکی بصیرت باطنی ہی نہ ملی ہوگی
وہ نہ باطن کی صورتین دیکھے نہ اُنسے لذت پائے نہ محبت دوست رکھے اور جسکی بصیرت باطنی
حواس ظاہری کی نسبت کر غالب ہو وہ معانی باطنی ہی کو بہ نسبت معانی ظاہری کے زیادہ
محبوب جانیگا پس اگر ایک شخص کسی نقش دیوار سے جمال ظاہر کے باعث محبت کرے اور
دوسرا شخص کسی نبی سے جمال باطنی کے باعث محبت رکھے ان دونون مین زمین و آسمان کا فرق ہوگا
پانچوان سبب محبت کا مناسبت خفیہ ہے جو محب اور محبوب مین ہوتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
دو آدمیون مین محبت مستحکم ہوجاتی ہے نہ کسی جمال یا فائدے کی جہت سے بلکہ محض روحون کے
تناسب کے چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد فرمایا فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ
اور اس امر کو ہمنے کتاب آداب صحبت مین جس جگہ کہ حب فی اللہ کا ذکر ہے محقق بیان کیا ہے
وہان دیکھ لینا چاہیے کہ یہ عجائب اسباب محبت مین سے ہے۔ اس سب بیان سے معلوم ہوا
کہ اقسام محبت کے پانچ سبب ہوتے ہین اول انسان کی محبت اپنے موجود کے کمال
اور بقا کی دوم محبت اپنے محسن کی ایسی چیزون مین جنسے اپنے وجود کا دوام پایا جاوے

اور بقاے وجود اور مہلکات کے دور کرنے کی اعانت ملے تیسرے محبت ایسے شخص کی جو بذات خود لوگون سے سلوک کرے گو محب کے ساتھ سلوک نہ کرے چوتھے محبت ایسی چیز کی جو بذات خود جمال والی ہو خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی پانچوین ایسے شخص سے محبت کہ اسمین اور محب مین پوشیدہ مناسبت باطن مین ہو پس اگر یہ اسباب ایک ہی شخص مین جمع ہوجاوین تو بلاشک محبت دوبالا ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کے کوئی لڑکا خوبصورت خوش خلق علم مین یکتا تدبیر مین اچھا لوگون سے سلوک کرنے والا اور باپ کا خدمت گزار ہو تو ظاہر ہے کہ باپ کو ایسے شخص سے نہایت درجے کی محبت ہوگی اور محبت کی قوت ان اسباب کے جمع ہونے پر اسی قدر زیادہ ہونی چاہیے جسقدر کہ یہ عادتین فی نفسہا قوی ہون پس اگر یہ صفات کسی شخص مین بدرجہ کمال ہون تو محبت بھی اعلی درجے کی ہوگی

تیسرا بیان اس امر مین کہ مستحق محبت صرف خداے پاک کی ذات ہے واضح ہو کہ ان اسباب کا مذکور بیان سابق کامل ہونا اور جمع ہونا خداوند جل جلالہ کی ذات کے سوا اور کسی مین نہین ہوسکتا اسی لیے واقع مین مستحق محبت بھی سوا اسکی ذات پاک کے اور کوئی نہین اور جو کوئی غیر خدا سے محبت کرے اور خدا کی طرف اسکا لگاؤ نہ کرے تو اپنی جہالت اور قصور معرفت الٰہی سے ہے اور یہ کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محمود ہے اسوجہ سے کہ وہ عین محبت الٰہی ہے اور اسی طرح محبت علما اور اتقیا کو تصور کرنا چاہیے اسلیے کہ محبوب کا محبوب اور اسکا رسول اور اسکا محب سب محبوب ہوتے ہین اور سب کا مآل اصل ہی کی محبت کی طرف رجوع کرتا ہے اسکے غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا پس واقع مین اہل بصیرت کے نزدیک سواے خداے تعالے کے اور کوئی محبوب نہین اور نہ کوئی مستحق محبت ہے اسکی تشریح یہ ہے کہ جو اسباب پانچون ہمنے ذکر کیے ہین انکی طرف رجوع کرین اور ثابت کردین کہ وہ سب کے سب خداے تعالی مین جمع ہین اور غیر اللہ مین اکٹھے نہین پائے جاتے ایک یا دو پائے جاتے ہین اور خداے تعالی مین انکا ہونا حقیقۃً ہے اور دوسرے مین مجاز بلکہ وہم تخیل ہی ہے کہ اسکی کچھ حقیقت نہین اور جب یہ امر ثابت ہوجاویگا تو اہل بصیرت کھل جاویگا کہ جو بات کم عقلون اور ضعیف دل والون نے خیال کر رکھی ہے کہ واقع مین محبت الٰہی محال ہے یہ امر بالکل خلاف ہے بلکہ تحقیق اس امر کی مقتضی ہے کہ سواے خداے تعالی کے اور کسی سے محبت نہ کیجاوے اب سبب اول پر غور کرو یعنی انسان اپنے نفس کو

محبوب جانتا ہی اور اُسکا دوام و کمال و بقا چاہتا ہی اور ہلاک اور نیستی اور نقصان اور موانع
کمال سے بغض رکھتا ہی یہ باتین ہر ایک زندہ کی سرشت مین داخل ہین اور ممکن نہین
کہ کوئی اُنسے خالی ہو یہی باتین مقتضی نہایت محبت الہی کی ہین اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کو
اور اپنے آپ کو پہچانتا ہی وہ یقیناً جانتا ہی کہ اُسکا وجود کچھ اُسکی طرف سے نہین بلکہ اُسکی
ذات کا وجود اور دوام اور کمال اللہ کی طرف سے اور اُسی کے باعث ہی تو وہی وجود کا
موجد اور وہی اُسکا باقی رکھنے والا ہی اور وہی صفات کمال پیدا کر کے اُسکو کامل کرتا ہی کمال
کی طرف پہونچنے کے اسباب کو پیدا کرتا ہی پھر ہدایت استعمال اسباب کی پیدا کرتا ہی ورنہ بندہ
اپنی ذات کی رو سے کچھ وجود نہین رکھتا محض محو اور عدم ہی اگر خداے تعالی اپنے فضل سے
موجود نہ کرے اور بعد وجود کے اگر اُسکا فضل شامل حال نہو تو ہلاک ہو جاوے اور اگر
وہ اپنے کرم سے کامل نہ کرے تو ناقص رہے حاصل یہ کہ کوئی شی ایسی موجود نہین جسکو اپنی ذات سے
قیام ہو سواے ذات خداے قیوم اور زندہ کے جو بذات خود قائم ہی اور اور اشیا اُسکے باعث
قائم ہین پس اگر عارف اپنی ذات سے محبت رکھیگا تو ضرور ہی کہ اس ذات سے محبت رکھے
جس سے کہ اُسکا وجود ہوا ہی اور جس سے کہ اُسکے وجود کو دوام ہی بشرطیکہ اُسکو خالق اور
موجد اور مخترع اور باقی رکھنے والا اور قائم بالذات اور دوسرون کا قائم رکھنے والا جانے اور
اگر ایسی ذات سے محبت نہ رکھے تو اپنے نفس اور رب سے دونون سے جاہل ہی اسلیے کہ محبت
ثمرہ معرفت ہی جب معرفت نہوگی تو محبت نہوگی اور اگر معرفت ضعیف ہوگی تو محبت بھی
ضعیف ہوگی اور اگر قوی ہوگی تو قوی ہوگی اسی واسطے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ
جو شخص اپنے رب کو جانیگا وہ اس سے محبت کریگا اور جو شخص دنیا کو جانیگا اُسمین زہد کریگا
اور یہ کیسے خیال مین آسکتا ہی کہ آدمی اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے رب سے محبت
نہ رکھے جس سے کہ نفس کا قیام ہی اور ظاہر ہی کہ جو شخص کہ آفتاب کی دھوپ مین مبتلا ہو اور
اُسکے بچاؤ کے لیے سایے کو محبوب جانے وہ بیشک درختون کو بھی محبوب جانیگا جنسے
سایے کا قیام ہی اور ہر ایک موجود چیز کو خداے تعالی کی قدرت کی طرف ایسی ہی نسبت ہی
جیسی سایے کو ہی درخت کی طرف اور نور کو ہی آفتاب کی طرف بیشک جسطرح نور کا
وجود تابع آفتاب کا اور سایے کا وجود تابع درختون کا ہی اسی طرح کل موجودات کا
وجود تابع اُسکے وجود کا ہی اور سب کچھ اُسی کے آثار قدرت مین سے ہی اور یہ مثال بھی اگر

تامل کرو تو عوام کی فہم کے موافق درست ہے کہ اونکو یہ خیال ہے کہ نور آفتاب کا اثر ہے
اور اوسمیں سے نکلتا ہے اور اوسکے باعث وجود ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے اسلیے
کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ منکشف ہو چکی ہے کہ نور بھی
قدرت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یعنی جسطرح کہ آفتاب اور اوسکی شکل وصورت خدا کی قدرت
سے بنی ہے اسیطرح جب آفتاب اجسام کثیف کے مقابل ہوتا ہے اوسکا نور بھی اوسکی قدرت
سے اختراع وایجاد ہوتا ہے مگر چونکہ غرض مثالوں سے سمجھانا مطالب کا ہے اسلیے نفس حقیقت
مطلوبہ بیان کرتے ہیں کہ اگر انسان کو اپنے نفس سے محبت ضروری ہے تو اوس ذات سے بھی اوسکی
محبت ضروری ہونی چاہیے جسکے باعث اول تو اوسکے نفس کو قیام ہے اور پھر اوسکی
اصل اور صفات ظاہر و باطن اور جواہر واعراض کا وجود اوسی سے ہے بشرطیکہ اس
امر کو اسیطرح جانتا ہے اور کوئی شخص اس محبت سے خالی نہ ہوگا بجز ایسے شخص کے کہ اپنے
نفس وشہوات میں مشغول ہو کر اپنے خالق اور رب سے غافل ہو اور اوسکو جیسا چاہیے ویسا نہجانے
اور اپنی نظر کو شہوات اور محسوسات ہی پر مقصور کرے یعنی نظر صرف عالم شہادت ہی پر ہے
جسمیں بہائم بھی اسکے شریک ہیں کہ وہی لذت اور تمتع اونکو بھی میسر ہے اور عالم ملکوت سے
قطع نظر کرے جس سرزمین میں وہی پہونچ سکتا ہے جسکو کچھ مناسبت فرشتوں سے ہو اور
اوسکی نظر اوس عالم میں اوسیقدر ہوگی جسقدر کہ اوسکو صفات میں فرشتوں سے قرب ہوگا اور
جسقدر کہ پستی عالم بہائم میں نازل ہوگا اوسیقدر اوس عالم میں اوسکی سیر کم ہوگی اب دوسرا
سبب یعنی ایسے شخص سے محبت کرنی جو اپنے ساتھ مال سے سلوک کرے اور کلام میں مدارات
اور ہر ایک طرح سے اوسکی اعانت کرے اور دشمنوں کے قلع وقمع کرنے میں اور بدخواہوں کی
بدی دور کرنے میں مدد کرے اور تمام غرضوں میں خواہ متعلق خود اوسکے نفس کے ہوں
یا اولاد واقارب کے سب میں ذریعہ حصول کا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص خواہ مخواہ محبوب
ہوگا اور یہ سبب بھی مقتضی اسی امر کا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی سے محبت نہ چاہیے
اسلیے کہ اگر خدا تعالیٰ کو جیسا حق اوسکے پہچاننے کا ہے ویسا پہچانے تو جانیگا کہ
احسان کرنے والا صرف وہی ہے ہماری غرض یہاں یہ نہیں کہ اوسکے احسان جو ہر ایک
بندے پر ہیں اونکو شمار کریں اسلیے کہ وہ تو حیطہ شمار سے باہر ہیں جیسا خود ارشاد فرماتا ہے
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اور اسکی طرف مختصر ہم باب الشکر میں اشارہ بھی

جو مال دیا ہے تو تم مقصود نہیں ہو بلکہ تمہارا اوسپر مال کو لے لینا اوس شخص کی غرض حاصل
ہونے کا وسیلہ ہے وہ غرض خواہ دنیا ہو یا شکر و ثواب تو اوس نے تمام مال تیرا قبض کر دینے
سے ذریعہ اپنے نفس کی غرض حاصل ہونے کا کیا تو اس صورت میں وہ اپنے نفس ہی کا محسن ہے
اور مال کے بدلے میں جو چیز اوسکے نزدیک عمدہ ہے اوسکو لیا چاہتا ہے اگر اوس عوض کو
اوسکے عندیہ میں ترجیح نہوتی تو تمہارے لیے اپنا مال ہرگز نچھوڑتا بہرحال وہ شخص مستحق
شکر و محبت کا نہیں دو وجہ سے اول تو یہ کہ خدای تعالی نے تمام لوازم دینی کے اوسپر
مسلط کر دیے اوسکو اونکا خلاف کرنے کی مجال نہیں اوسکا حال مثل بادشاہی خزانچی کے
ہے کہ اگر بحکم بادشاہ وہ کسیکو خلعت دیدے تو اوسپر اپنا احسان کچھہ نہیں سمجھتا اسلیے
کہ اوسکو حکم بادشاہی کی تعمیل پر ضرور ہے تاب مخالفت ہرگز نہیں اگر بادشاہ اوسکو اوسکی
طبیعت پر چھوڑ دے تو ہرگز نہ دے اسیطرح اگر خداوند کریم محسن کو اوسکی طبیعت پر چھوڑ دے
تو وہ بھی کسیکو کوڑی نہ دے مگر اوس نے اول اوسکے دل میں لوازم اور بواعث دینے کے
مسلط کیے اور پھر یہ دل میں ڈالا کہ اوسکا فائدہ دینی یا دنیاوی مال کے دینے میں ہی تو اسلیے
وہ مال دیتا ہے دوسری وجہ یہ کہ جو کچھہ وہ دیتا ہے اوسکی نسبت کر دو کہ یہ اوسکے نزدیک
عمدہ چیز کے بدلے میں لیتا ہے تو جیسے بائع کو نہیں کہتے کہ محسن ہے ویسے ہی دینے والے کو
محسن نکہنا چاہیے اسلیے کہ بائع اپنی چیز بھی دیتا ہے جب اوسکا بدلہ خاطرخواہ لیتا ہے
اور دینے والا بھی مال کے عوض ثواب یا حمد و ثنا یا اور کوئی عوض محبوب لیتا ہے تو مال دیتا ہے
اور عوض میں یہ شرط نہیں کہ وہ کوئی چیز محسوس از قسم مال ہو بلکہ لذات اور فوائد بیہودہ غرضیں
کہ انکے سامنے مال کی کچھہ حقیقت نہیں حاصل یہ کہ احسان جود کی صورت میں ہوتا ہے یعنے مال کا
ایسی طرح دینا کہ دینے والے کو نہ کوئی عوض منظور ہو نہ کچھہ فائدہ اور جود سوای خداوند کریم کے
اور شخص سے سرزد ہونی محال ہے البتہ اوسکا احسان و انعام خلق پر خالص خلق کے نفع
کے لیے ہے خدای تعالی کا فائدہ اوسمیں کچھہ نہیں نہ کوئی غرض اوسکی متعلق [illegible]
غیر کے اوپر جود و احسان کا بولنا یا جھوٹ ہے یا مجاز دوسرے میں جود و احسان محال و ممتنع ہے
جیسے سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے خداوند کریم ہی جود اور احسان اور
فضل و منت میں یگانہ ہے پس اگر طبیعت میں محبت محسن کی ہوا کرتی ہے تو عارف کو
چاہیے کہ سوای خدای تعالی کے اور کسی سے محبت نکرے اسواسطے کہ احسان وہ سرزد ہے

ہونا محال ہے صاحب احسان صرف خدا کی ذات ہے تو وہی مستحق اس محبت کا بھی ہے دوسرا
شخص جو احسان پر مستحق محبت ہوگا تو ایسی طرح ہو سکتا ہے کہ محبت کرنے والا احسان کے
معنی او حقیقت سمجھتا ہو۔ اور تیسرا سبب یعنی انسان کا محبت کرنا خود محسن سے گو اوسکا احسان
اپنے اوپر نہو یہ بھی طبیعتون مین موجود ہے مثلاً اگر کسی بادشاہ کی خبر تمکو پہونچے کہ وہ عابد اور
عادل اور عالم رحم دل لوگون پر مہربان اور سب سے بتواضع پیش آتا ہے اور تم سے وہ بہت
دور ہے اور دوسرے بادشاہ کی خبر پہونچے کہ وہ ظالم او متکبر اور فاسق شریر لوگون کی ہتک
کرنیوالا ہے اور وہ بھی دور ہے تو تمکو اپنے دل مین ان دونون مین فرق معلوم ہوگا کہ اول
کیطرف دل کا میل پاؤ گے اور دوسرے سے نفرت یعنی اول سے محبت معلوم ہوگی اور دوسرے کی
بغض باوجودیکہ اول کی خیر اور دوسرے کی شر سے تم ناامید اور مامون ہو اسوجہ سے کہ توقع
اونکے ملکون مین جانے کی نہین تو یہ محبت محسن کی صرف اس نظر سے ہے کہ وہ محسن ہے نہ اس
جہت سے کہ تمکو بھی کچھ دیتا ہے یہ سبب بھی مقتضی خدای تعالی کی محبت کا ہے بلکہ اسامر کو
چاہتا ہے کہ سوا اونکے اور کسی سے محبت نکیجائے مگر اسی شرط پر کہ کسی سبب سے اوسکو لگاؤ
خدای تعالی کیطرف ہو اسلیے کہ سب کا محسن اور تمام اقسام خلق پر فضل و انعام کرنے والا وہی ہے
کہ اول اونکو ایجاد کیا اور پھر اونکے اعضا کامل بنائے اور اسباب نہ وری مہیا کیے پھر اونکی
آسایش کیلیے ایسے اسباب کو پیدا فرمایا جنمین حاجات کا شائبہ تھا گو وہ ضرورت کا شائبہ نہ
تھے پھر اور زوائد سے زینت دی جو نہ ضرورت مین داخل تھے نہ حاجت مین اعضای ضروری سر
اور دل اور جگر ہین اور حاجت کے اعضا آنکھ اور ہاتھ اور پاؤن ہین اور زوائد جیسے ابرو کا
کمان کی شکل ہونا اور سرخی لب اور آنکھون کا بادامی ہونا وغیرہ کہ انسے کوئی حاجت متعلق نہین
صرف زینت مقصود ہے اور نعمت ضروری خارج از بدن انسان پانی اور غذا ہے اور حاجت کی
مثال دوا اور گوشت اور میوے ہین اور زوائد کی مثال درختون کی سبزی اور کلیون اور پھولونکی
رنگارنگی اور لذیذ میوون اور غذاؤن کی کہ جنکے نہونے سے کوئی ضرورت اور حاجت انسانی
زائل نہین ہوتی اور یہ تینون اقسام کی نعمتین ہر حیوان کے لیے موجود ہین بلکہ ہر ایک نبات
کے لیے بلکہ تمام اصناف خلق کے لیے عرش سے لیکر فرش تک یہ نعمتین پائی جاتی ہین اس سے
معلوم ہوا کہ محسن وہی ہے دوسرا شخص محسن کسطرح ہو سکتا ہے اگر کسی نے احسان کیا تو وہ
بھی اوسکی قدرت کی حسنات مین سے ایک حسنہ ہے کہ وہی خالق حسن کا ہے اور وہی محسن

احسان اور اسباب احسان کا غرضکہ اس سبب سے بھی غیر سے محبت کرنی محض جہالت ہی
اور جو شخص اس بات کو جانیگا اس علت کے باعث بھی سوا خدا ے تعالی کے اور سے محبت
نکریگا اور چوتھا سبب یعنی جمال والا صرف جمال کے باعث محبوب ہوتا ہی سوا جمال کے اور کوئی
فائدہ محبت والے کو اُس سے نہین جیساکہ مشہور ہی شعر

گفتند خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد	ہر کجا پاے نہد دست بدارند تش پیش

اسکو ہم بیان ہی کر چکے کہ یہ بات بھی طبیعتون کی سرشت مین داخل ہی اور جمال کی دو قسمین مین
ایک ظاہری جو سر کی آنکھ سے سوجھتا ہی اور ایک باطنی جو دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے
معلوم ہوتا ہی اور جمال اول کو لڑکے اور بہائم سب دیکھتے ہین اور دوسرے کے ادراک کے لیے
اہل دل مخصوص ہین اور جو لوگ کہ صرف ظاہر کی زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین وہ انکے شریک
نہین اور جو جمال کہ دوسرے کے نزدیک محبوب ہوتا ہی پس اگر وہ دل سے مدرک ہو تو محبوب
دل ہوگا اور اسکی مثال انبیا اور علما اور مکارم اخلاق والون کی محبت ہی کہ محبت تو ہوتی ہی
مگر چہرہ ان محبوبون کا اور دوسرے اعضا غائب ہین اور صورت باطنی کے حسن سے مراد
یہی ہی اور حس اس صورت کو ادراک نہین کرتی ہان جو آثار کہ اس صورت باطنی سے
صادر ہوتے ہین اور اسپر دال ہوتے مین انکو ادراک کرتی ہی یہانتک کہ جب دلالت
قلب کی اسپر ہوتی ہی تو قلب اسکی طرف میل و محبت کرتا ہی مثلاً اگر کوئی محبت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبر یا امام شافعی رحمہ سے کرتا ہی تو یہی وجہ ہی کہ کوئی امر انکا
اسکو اچھا معلوم ہوا ہی اور یہ بات نہ انکے حسن صورت سے ہی نہ حسن افعال سے بلکہ
حسن افعال اس بات پر دال ہین کہ جو صفات کہ مصدر ان افعال کے ہین اور افعال
انھین سے صادر ہوا کرتے ہین وہ اچھے ہین جیسے کوئی شخص مصنف کی تصنیف کی
خوبی یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش و بنا کی عمدگی دیکھے
تو اسکو ان افعال سے انکی صفات جمیلہ باطنی منکشف ہونگے جنکا حاصل انجام کو علم
قدرت کی طرف رجوع کرتا ہی۔ پھر جسقدر کہ معلوم اشرف اور جمال مین کامل تر اور اعظم
ہوگا اسی قدر علم بھی اشرف اور اجل ہوگا اور جسقدر قدرت کی چیز رتبہ اور منزلت مین
بڑی ہوگی اُسی قدر قدرت بھی رتبہ اور قدر مین اشرف اور اجل ہوگی اور ظاہر ہی کہ سب
معلومات مین بزرگ تر خداے تعالی ہی تو ضرور ہی کہ علوم مین عمدہ تر اور اشرف خداے تعالی کی

معرفت ہوگی ایسا ہی جو اسکے قریب اور مختص ہو پس جسقدر کوئی چیز متعلق معرفت سے
ہوگی اسی قدر اسکو شرف ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صفات صدیقین کا جمال جسکو کہ دل لیعنا
چاہتے ہین تین امور کی طرف راجع ہو اول انکا علم اللہ تعالے اور فرشتون اور کتابون
اور رسولون اور انبیا کی شریعتون کا دوسرے خود اپنے نفسون اور اللہ کے بندون کی
اصلاح کی قدرت کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہین تیسرے انکا پاک ہونا رذائل
اور خباثت اور شہوات غالبہ سے جو راہ خیر سے ہٹاتے ہین اور بدی کی طرف بلاتے ہین
اور انہین چیزون کے باعث انبیا اور علما اور خلفا اور وہ سلاطین جو اہل کرم اور
صاحب عدل ہین لوگون کو محبوب ہین اب ان تینون امور کو خدا سے تعالی کی صفات کی
بہ نسبت دیکھنا چاہیے علم کا حال تو یہ ہو کہ اگر تمام اولین اور آخرین کے علم کو اکٹھا کرو تو
خداوند کریم کے علم سے کچھ بھی نسبت نہین اسکا علم تمام اشیا پر ایسا محیط ہو کہ جسکی صفت
خود ارشاد فرماتا ہو لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ
اور تمام مخلوق کو ارشاد ہو وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا بلکہ اگر تمام اہل زمین آسمان
جمع ہوکر دریافت کیا چاہین کہ مثلا چیونٹی اور مچھر کے پیدا کرنے مین اسنے کیا حکمت
رکھی ہو تو اسکے سوین حصے پر بھی واقف نہونگے اور نہ اسکے علم سے کچھ آگاہ ہونگے
بجز اس مقدار کے جو اسکو منظور ہوا اور جسقدر تھوڑی تمام خلقت کو معلوم ہو وہ بھی
اسی کی تعلیم سے ہو جیسا خود فرماتا ہو خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ پس اگر علم کا جمال اور
شرف امر محبوب ہو اور بذات خود اپنے موصوف کے لیے زینت اور کمال ہو تو اس نظر سے
خدا سے تعالی کے سوا اور کوئی محبوب نہونا چاہیے اسلیے کہ علما کے علوم اسکے علم کے
مقابل جہل ہین پس اگر کوئی شخص اپنے زمانے کے عالم تر کو بھی جانے اور جاہل تر کو بھی تو
نہین ہوسکتا کہ علم کے سبب سے اجہل کو تو محبوب جانے اور اعلم کو چھوڑ دے گو اجہل
بھی اپنی معیشت کا علم رکھتا ہو اور بندون کے علم اور خدا سے تعالی کے علم مین جو
فرق ہو وہ اس سے زائد ہو جو ان دونون شخصون کے علوم مین ہو اسواسطے کہ اعلم
زمانہ اجہل پر جو زیادتی رکھتا ہو وہ علوم متناہی سے رکھتا ہو کہ ہوسکتا ہو کہ اگر
اجہل بھی محنت کرے تو انکو سیکھ لے اور زیادتی خدا سے تعالی کے علوم کی خلائق کے
علوم پر بے انتہا ہو کیونکہ اسکی معلومات بے نہایت ہین جنکی شان یہ ہو ع دو گونہ سکیلے قطرہ در بحر علم وہ

ذوالقرنین کے باب مین ارشاد فرماتا ہی انا مکنا لہ فی الارض اس سے معلوم ہوا کہ
تمام ملک و سلطنت صرف خداے تعالی کے قادر کرنے سے انکو ملی تھی کہ ایک جزو
زمین کے مالک کر دیا تھا اور زمین تمامہا تمام اجسام کی نسبت کرا یک ڈھیلا ہی اور
جو ولایتین کہ جنسے آدمی بہرہ مند ہوتا ہی وہ سب ملکاس ڈھیلے کی نسبت کرا یک کنکر ہین
اور وہ بھی خداے تعالی کے فضل و عنایت سے تصرف انسانی مین آتی ہی اس صورت مین
محال ہی کہ کوئی بندہ بندگان الہی سے اس جہت سے محبوب جانا جاوے کہ وہ قدرت اور
سیاست اور استیلا و تصرف اور کمال قوت رکھتا ہی اور خداے تعالی سے یہ محبت نہو حالانکہ
حول و قوت اسکے سوا کسی کو نہین وہی جبار و قہار اور دانا اور قادر ہی آسمان اسکے اختیار مین
اور زمین اور اسکی چیزین اسکے قبضے مین تمام مخلوقات اسی کے پنجۂ قدرت مین ہی
اگر سب کے سب کو ہلاک کر دے تو اسکی سلطنت اور ملک مین سے کوئی ذرہ
کم نہین ہوتا اور اگر ان جیسے لاکھوں پیدا کرے تو پیدائش سے عاجزی اور ماندگی
اور اختراع مین کاہلی نہین آتی اس صورت مین جو قدرت اور قادر ہی وہ اسی کے آثار
قدرت مین سے ایک اثر ہی تو عظمت اور جلال اور کبریا اور قہر اور استیلا سب اسی کو
شایان ہی پس اگر ممکن ہی کہ محبت کسی سے کمال قدرت کی جہت سے کیجاوے تو ایسی
محبت کا مستحق بھی سوا خداے تعالی قادر مطلق کے اور کوئی نہین ہو سکتا۔ اور صفت
عیبون سے منزہ ہونے کی اور رذائل اور خباثت سے پاک ہونے کی ہو موجبات محبت مین
اور مقتضیات حسن و جمال مین سے ہی اور باطنی صورتون مین ہوا کرتی ہی اگرچہ انبیا اور
صدیقین بھی عیوب اور نقصانون سے بری تھے مگر کمال تنزہ اور تقدس بجز واحد قدوس
ذی الجلال و الاکرام کے اور کسی مین نہین پایا جاتا مخلوق ایسی کوئی نہین جسمین کوئی
نقصان نہو بلکہ اگر دیکھو تو مخلوق ہونا اور عاجز اور مسخر اور مجبور ہونا عین نقصان ہی اس سے
معلوم ہوا کہ کمال جسکا نام ہی وہ خداے واحد ہی کے لیے ہی غیر کو اتنا ہی کمال ہی جتنا اسنے
عطا فرمایا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کو منتہاے کمال عنایت ہو اسلیے کہ انتہاے
کمال کا اقل درجہ یہ ہی کہ بندہ مسخر اور قائم بالغیر نہو اور یہ بات سوا خداے تعالی کی
ذات کے اور مین ہونی محال ہی پس کمال کے مدرجات مین یکتا اور عیوب اور نقصانون سے
مبرا اسی کی ذات ہی اور بیان کرنا تقدس اور تنزہ کی وجہون کا خداے تعالی کے لیے

بہت طویل ہے اور علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اسلیے ہم اسکو ذکر نہین کرتے خلاصہ یہ ہے
کہ اگر صفت تقدس اور تنزہ بھی کمال و جمال محبوب ہے تو اسکی حقیقت بھی بجز خداے تعالی کے
اور کسی کے لیے نہین ہے اور اگر کسی مین تنزہ ہے تو وہ اور دون کی نسبت ہے مثلا گھوڑا بہ نسبت
گدھے کے کامل ہے اور انسان گھوڑے کی نسبت کم نقصان کم رکھتا ہے مگر چاہیے کہ کسی مین نقصان
نہو یہ بات نہین بلکہ اصل نقصان سب مین ہے فرق صرف درجات نقصان مین ہے کہ بعضون مین کم
اور بعضون مین زیادہ ہے حاصل یہ کہ جمیل محبوب ہوتا ہے اور جمیل مطلق وہ یگانہ ہے کہ جسکا کوئی مثل نہین
اور فرد ہے کہ جسکی کوئی ضد نہین وہ ایسا پاک ہے کہ اسکا کوئی مزاحم نہین اور ایسا غنی کہ اسکو کسی کی
حاجت نہین ایسا قادر کہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جیسا چاہے ویسا حکم دے نہ کوئی اسکے حکم کو ٹالے نہ اسکی
قضا کو کوئی پھیر ڈالے عالم اسطرح کا کہ ذرہ بھر چیز آسمان و زمین کی اسکے علم سے باہر نہین تا ہے ایسا
کہ اسکے قبضہ قدرت سے جابرون کی گردنین نہین نکلتین نہ ملوک و سلاطین اسکی گرفت اور سطوت سے
سرکشی کر سکین ازلی ایسا کہ اسکے وجود کی ابتدا نہین اور ابدی ایسا کہ اسکی بقا کی انتہا نہین اپنی ذات مین
ایسا ضروری کہ عدم کا تصور اسکی جناب سے کوسون دور ہے اور ایسا قیوم کہ خود قائم اور
دوسری چیزون کا اسی سے قیام اور ظہور آسمانون اور زمین کا جبار وہی ہے اور جمادات اور
حیوانات و نباتات کا خالق وہی عزت و جبروت مین یگانہ اور ملک و ملکوت مین یکتا ہے
زمانہ فضل اور جلال اور کبریا و جمال اور قدرت و کمال سب اسی کے لیے مین جسکے جلال کی
معرفت مین عقلین حیران اور اسکے وصف مین زبانین سرگردان مین عارفین کا کمال معرفت یہی ہے
کہ اسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہائے نبوت انبیا یہی ہے کہ اسکے وصف سے قصور کا
اعتراف کرین چنانچہ سید انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ
کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اور سید الصدیق حضرت ابوبکر رض فرماتے ہین کہ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ
سبحان اللہ کیا ذات اقدس ہے کہ اپنے پہچاننے کا کوئی طریق سوا عاجزی کے مقرر نہین فرمایا شعر

جز خضوع و بندگی و اضطرار		اندر آن حضرت ندارد اعتبار

اب تمکو معلوم نہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خداے تعالی سے محبت حقیقی نہین ہو سکتی مجازی
ہو سکتی ہے وہ کیا ان اوصاف کو اوصاف جمال اور محامد کمال نہین جانتے یا خداے تعالی کو
ان اوصاف سے موصوف نہین سمجھتے یا کمال و عظمت کو طبعا محبوب ہونا نہین تصور کرتے سچ ہے کہ

شعر گر نہ بیند بروز شپرہ چشم		چشمہ آفتاب را چہ گناہ

یہ بھی خدا ے تعالی کی غیرت جمال اور جلال ہی کہ اندھون کی آنکھ سے در پردہ رہتا ہی اور بجز
اُن لوگون کے جنکے لیے ازل سے خوبی لکھی گئی اور آتش حجاب سے دور ہین اور ون پر اپنی
تجلی نہین فرماتا وہ بیچارے ظلمات نابینائی مین حیران ہین اور وسعت آباد محسوسات اور شہوات
بہایم مین پریشان ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہین اور آخرت سے غافل ہین افسوس
کہ یہ لوگ کچھ نہین جانتے - اور محبت اس سبب سے بہ نسبت احسان کے قوی تر ہوتی ہی کہ احسان
کم و بیش ہوا کرتا ہی اور یہ نہین لحاظ خدا ے تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ
محبوب تر محبوبون کا میرے نزدیک وہ ہی جو میری عبادت بدون عطا کے کرے لیکن ربوبیت
اپنا حق ادا ضرور کرتی ہی - اور زبور مین ہی کہ اُس شخص سے ظالم تر کوئی نہین جو جنت یا
دوزخ کے سبب میری پرستش کرے اگر مین جنت یا دوزخ کو پیدا نہ کرتا تو کیا اس بات کے
شایان نہ تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے اور حضرت عیسیٰ ع کا گذر عابدین کی جماعت پر ہوا
جو لاغر ہو رہے تھے اور انھون نے عرض کیا کہ ہم دوزخ سے خوف رکھتے ہین اور جنت کی
طمع آپ نے انکو فرمایا کہ تم مخلوق ہی سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی کے متوقع ہو اور ایک اور
لوگون پر جو گذر ہوا وہ بھی دبلے تھے انھون نے عرض کیا کہ ہم خدا کی عبادت اُسکی محبت اور
تعظیم کے لیے کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ تم واقع مین اللہ کے ولی ہو مجکو تمھین لوگون مین
رہنے کا حکم ہی - اور حضرت ابو حازم رح فرماتے ہین کہ مجھے شرم آتی ہی کہ خدا کی عبادت ثواب
یا عذاب کے مارے کرون اور بد ذات غلام کے موافق ہو جاؤن کہ اگر ڈر نہو تو کام نہ کرے
یا شریر مزدور جیسا ہو جاؤن کہ اگر مزدوری نہ دی جاوے تو کچھ نہ کرے اور یہ مضمون حدیث
شریف مین بھی ہی کہ تم مین سے کوئی ایسا نہو جیسے بُرا مزدور کہ اگر اجرت نہ پاوے تو کام نہ کرے
اور نہ ایسا ہو جیسا بُرا غلام کہ اگر خوف نہو تو کام نہ کرے - باقی رہا پانچوان سبب محبت کا یعنی
مناسبت اور ہم شکل ہونا پس اسکو بھی محبت مین دخل ہی اسلیے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہی وہ اسکی
طرف کھنچتی ہی دیکھو اسی باعث سے لڑکا لڑکے سے الفت کرتا ہی اور بڑا بڑے سے اور
ہر جانور اپنے جنس سے اور جو اپنی قسم کا نہین ہوتا اُس سے نفرت کرتا ہی عالم کو عالم سے زیادہ
اُنس ہوتا ہی حرفہ والے سے اتنا نہین ہوتا تاجرون کو تاجرون سے زیادہ الفت ہوتی ہی
کہ اتنی کسانون سے نہین ہوتی اور یہ ایک بات ایسی ہی کہ تجربہ اسکا شاہد ہی اور اخبار
و آثار سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہی چنانچہ اسکا بیان ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین

اسی مناسبت سے ہوا ہو اور اسی کی طرف رمز ہو اس حدیث شریف مین اِنَّ اللّٰہَ
خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اس سے کوتاہ اندیشون نے گمان کرلیا کہ صورت تو نام اسی شکل کا ہو جو
ظاہری اور مدرک بالحواس ہو اسی لیئے خدا کو دوسری اشیا سے تشبیہ دی اور جسم اور صورت
کر بیٹھے معاذ اللہ منہا اور اسی مناسبت کی طرف اشارہ ہو اس حدیث قدسی مین کہ جناب
احدیت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی
حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ الٰہی یہ کیسے ہوسکتا ہو حکم ہوا کہ میرا فلان بندہ بیمار ہوا تو نے اسکی عیادت
نہ کی اگر تو اسکی بیمار پرسی کرتا تو مجھکو اسکے پاس پاتا - اور یہ مناسبت جب ظاہر ہوتی ہو جب فرضون
قائم ہو کر آدمی نوافل پر مواظبت کرے جیسا کہ حدیث قدسی مین مذکور ہو لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ
اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ
بِہٖ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ اور یہ مقام ایسا ہو کہ شبدیز قلم کی باگ کو یہان روکنا
واجب ہو اسلیے کہ لوگ اس بات سے بہت متفرق ہوگئے مین بعضے کوتاہ فہم تو تشبیہ
ظاہری کی طرف جھک پڑے اور بعضے شرف عالی مناسبت سے بھی بڑھ گئے اور اتحاد کے
قائل ہوئے کہ خداے تعالیٰ بندہ مین حلول کرجاتا ہو یہانتک کہ بعضون نے انا الحق زبان سے
نکالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب مین نصاریٰ بھٹک گئے کہ انکو خدا کہنے لگے کچھ
لوگون نے یہ کہا کہ عالم ناسوت نے لباس لاہوت در بر کیا ہو اور بعضے اس بات کے قائل ہوئے
کہ ناسوت اور لاہوت متحد مین مگر جن لوگون پر کہ تشبیہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد اور حلول کا
ممتنع ہونا منکشف ہوگیا ہو اور باوجود اسکے امر واقعی اور سر حقیقی بھی جانتے مین تو ایسے
لوگ کم مین اور شاید حضرت ابو الحسن نوری بھی اسی مقام کو تاکا کرتے تھے کہ انکو ایک
شعر سے وجد غالب ہوگیا جسکا ترجمہ یہ ہو شعر

مرا عشق بہر دم بمنزلے ست نزول	کزان نزول ہمہ حیرت اند جملہ عقول

اس شعر سے آنکو تواجد ہوا کہ اسی حال مین برابر جنگل نیستان مین دوڑتے پھرتے تھے نے تو
کٹ گئی تھی مگر اسکی جڑین باقی تھین ان سے آپ کے پانوٴن چر گئے اور ورم کر آئے اور اسی مین
آپ کا وصال ہوا غرضکہ مناسبت بھی اسباب محبت مین سے بہت بڑا سبب ہو اور سب سے
زیادہ قوی اور عمدہ اور بعید تر ہو اور اسکا وجود بہت کم ہو پس ان پانچون اسباب کو کوئی دیکھے
تو خداے تعالیٰ مین حقیقۃً جمع مین اور سب کے سب اعلیٰ درجات مین نہ ادنیٰ مین اس صورت مین

ارباب بصیرت کے نزدیک قابل پذیرائی صرف محبت الٰہی ہی ہو سکتی ہی جیسے ان لوگون کے نزدیک غیراللہ ہی کی محبت کا وجود ہی بعض خلق مین سے اگر کوئی شخص ان مین کے ایک سبب کی جہت سے بھی محبوب ہوتا ہی تو ہو سکتا ہی کہ اگر کوئی شخص دوسرا بھی اُس سبب مین شریک ہو تو وہ بھی محبوب ہو اور شرکت محبت کے باب مین نقصان ہی اور محبوب کے کمال سے اعراض اور کوئی وصف محبوب اسطرح کا نہین کہ جسمین کوئی شخص یکتا ہو اور اُسکا شریک نہ پایا جاوے اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اُسکے لیے شریک کا پایا جانا خالی امکان سے نہین مگر خداوند کریم جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہی جو نہایت درجے کی جلال و جمال کی ہین اُنکا شریک ان مین نہ تو کوئی بالفعل ہی اور نہ آگے کو ممکن اس سے معلوم ہوا کہ اُسکی محبت مین شرکت نہین ہو سکتی اسی جہت سے اُسکی محبت مین نقصان کو بھی دخل نہین ہو سکتا جیسے کہ شرکت اُسکی صفات مین راہ نہین پا سکتی ثابت ہوا کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق وہی ہی کہ جسمین ہرگز دوسرے کو شرکت نہین

چوتھا بیان اس باب مین کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف لذت معرفت الٰہی اور اُسکے دیدار کی ہی اور ممکن نہین کہ اُسپر کسی لذت کو ترجیح ہو مگر اُسی شخص کے نزدیک جو اُس لذت سے محروم ہی جاننا چاہیے کہ لذتین تابع ادراکات کی ہین اور انسان بہت سی قوتوں اور طبیعتون کا جامع ہی اور ہر ایک قوت و طبیعت کے لیے ایک [illegible] جداگانہ ہی یعنی حصول مقتضاے طبع کا جسکے لیے ہر ایک قوت مخلوق ہی اُسکی لذت کہلاتا ہی اسلیے کہ انسان مین یہ قوی بے فائدہ تو پیدا ہی نہین ہوے ہر ایک قوت و طبیعت ایک ایسے امر کے لیے بنی ہی جو اُسکا مقتضاے طبع ہی مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کے لیے پیدا ہوئی ہی تو ضرور ہی کہ اُسکی لذت غلبہ اور انتقام ہی سے ہو جو اُسکے مقتضاے طبع ہی اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کے لیے مخلوق ہوئی ہی جس سے کہ بقاے وجود ہو تو اُسکی لذت اسی غذا کے ملنے مین ہوگی جو اُسکے مقتضاے طبع ہی اسی طرح لذت سننے اور دیکھنے اور سونگھنے کی ایسی ہی چیزون سے ہوگی جو اُنکے مقتضاے طبع ہون پس ان قوی مین کوئی قوت ایسی نہین کہ جسکو اپنے مدرکات سے رنج اور لذت نہ ہوتی ہو اسی طرح دل مین ایک قوت ہی جسکو نور الٰہی کہتے ہین جسکے باب مین خدا نے کلام فرماتا ہی اَفَمَن شَرَحَ اللّٰہُ صَدرَہٗ لِلاِسلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُورٍ مِّن رَّبِّہٖ اور اُسکو عقل اور بصیرت باطنی اور نور ایمان اور نور یقین بھی کہتے ہین اور اُسکے نامون مین مشغول ہونے سے کچھ غرض نہین کہ ہر ایک کی جدا جدا اصطلاح ہی اور کم عقل یہ گمان کرتے ہین کہ الفاظ کے

اختلاف سے معنی مین اختلاف ہی اسلیے کہ وہ لوگ الفاظ ہی سے معنی کے نکالنے کے
پابند ہین حالانکہ یہ بات امر واجبی کے برعکس ہی بہرحال دل مین ایک ایسی صفت ہی جس سے
کہ اسکو تمام بدن سے تمیز ہی اسی صفت سے دل اون باتون کو دریافت کرتا ہی جو نہ تخیل مین نہ
محسوس مثلاً عالم کا پیدا ہونا یا اسکا محتاج ہونا ایک خالق مدبر حکیم وقدیم کی طرف جو صفات
الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو اور ہم اس صفت قلبی کا نام عقل رکھتے ہین بشرطیکہ کوئی شخص
عقل سے وہ قوت نہ سمجھے جس سے کہ ادراک طریقہ مجادلہ اور مناظرہ کا ہوتا ہی کیونکہ بالفعل
عقل انھین معنون مین مشہور ہی اور اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے عقل کو برا کہا ہی ورنہ جو
صفت انسانی کہ اسکے باعث بہائم سے تمیز ہو اور معرفت الٰہی کو اس سے دریافت کرے
وہ تو بڑی عمدہ صفت ہی اسکو تو برا کہنا ہی نہ چاہیے - اور یہ قوت اسی لیے پیدا ہوئی ہی
کہ اسکے باعث سب امور کی حقیقت معلوم ہو تو اسکا مقتضاے طبع معرفت او علم ہی اور
یہی اسکی لذت ہی جیسے اور قوی کا مقتضاے طبع انکے حق مین لذت ہی اور اس بات مین
بھی کچھ شک نہین کہ علم ومعرفت مین لذت ضرور ہی یہانتک کہ اگر کوئی شخص کسی ادنیٰ سی
چیز کا عالم اور عارف کہلاتا ہی وہ خوش ہوتا ہی اور جو جہل کی طرف منسوب کیا جاتا ہی گو کسی
امر حقیر ہی مین ہو تو ناخوش ہوتا ہی دیکھو آدمی اگر کوئی حقیر چیز بھی جانتا ہو تو اس سے فخر او
بڑائی کرنے مین صبر نہین کرتا مثلاً جو شطرنج کھیلنا جانتا ہی اور یہ ادنیٰ بات ہی مگر باوجود اسکی
خست کے اسکی تعلیم سے چپ نہین رہتا اور جو کچھ جانتا ہوتا ہی اسپر زبان چل ہی جاتی ہی
اور یہ اسی لیے ہی کہ لذت اسکے جاننے کی بہت ہوتی ہی اور اسکے علم کو اپنی ذات کا
کمال سمجھتا ہے اور وجہ یہ ہی کہ علم سب صفات ربوبیت مین سے اخص ہی اور منتہاے
کمال ہی اور اسی لیے جب کسی شخص کی تعریف ذکا اور کثرت علم کی کیجاتی ہی تو
طبیعت کو راحت ہوتی ہی کیونکہ ثنا کے سننے سے اپنے علم اور ذات کے کمال کا وقوف
ہوتا ہی اسی لیے عجب کرتا ہی اور لذت پاتا ہی پھر علم زراعت اور دوخت کی اتنی لذت
نہین جتنی سیاست ملک وتدبیر سلطنت اور امور خلق کے جاننے کی ہی اور نہ لذت علم نحو
اور شعر کی ایسی ہی جیسے خداے تعالیٰ اور اسکے فرشتون اور اسرار آسمان وزمین کے علم کی ہی
بلکہ اصل یہ ہی کہ لذت علم کی بقدر شرف علم کے ہوتی ہی اور شرف علم بقدر شرف معلوم کے
ہوتا ہی یہانتک کہ جو شخص لوگون کے باطن کے حالات دریافت کرکے لوگون سے کہتا ہی

اسمین بڑا مزہ پاتا ہی اور اگر معلوم نہین ہوتے تو اسکی طبیعت چاہتی ہو کہ انکو تلاش کرے
پھر اگر شہر کے رئیس کے دل کا حال اور اسکی ریاست کی تدبیر پر واقف ہو تو یہ امر
اسکے نزدیک کسانون اور نوربافون وغیرہ غربا کے باطن کا حال معلوم ہونے کی نسبت کہ
زیادہ عمدہ اور لذیذ معلوم ہوگا اور اگر رئیس سے بڑھکر وزیر کے حالات کا علم ہوگا اور اسکی
تدابیر وزارت پر واقفیت ہوگی تو یہ رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت کہ اچھا جانیگا اور
اگر بادشاہ کے باطن کا حال معلوم ہوگا جو وزیر سے بھی بڑھکر [illegible] تو وزیر کے حالات سے بھی
زیادہ تر اچھا معلوم ہوگا اور اس امر پر تعریف چاہنی اور حرص [illegible] بہت اچھی معلوم ہوئی
اور یہی ذکر زیادہ محبوب ہوا اسلیے کہ اسمین لذت زیادہ ہی اس سے معلوم ہوا کہ معارف مین سے لذیذ تر
وہ ہین جو اشرف ہین اور انکا شرف حسب معلوم کے شرف کے ہی پس اگر معلومات مین کوئی چیز سب مین
اشرف اور اعلی اور اجل اور اکرم ہو تو خیال ہو کہ اسکا علم سب علوم سے بیشک لذیذ تر اور اشرف اور
اطیب ہوگا اب ہمکو کوئی بتلادے کہ جس شخص نے سب اشیاء کو پیدا کیا او تکمیل کی اور انکو
زینت دی اور نئے سرسے بنایا اور دوبارہ بھی بنادیگا او[illegible] منتظم و مدبر ہی اس سے
زیادہ بڑھکر کون سی چیز موجود ہی جو اشرف اور اعلی اور [illegible] ہو یا ہو سکتا ہی کہ جناب
احدیت کے سوا کوئی اور دربار اسطرح کا ہو کہ ملک اور کمال و جمال [illegible] مین سب سے زیادہ ہو
یہی دربار ہی جسکے مبادی جلال اور عجائب احوال مین وصف واصفین کا تا صر ہی شعر

حجبته کنہ کمال عن [illegible] جلال	[illegible] ناطقہ لال

پس اگر تمکو ان امور مین شک نہین تو اس بات مین بھی [illegible] کرنا چاہیئے کہ اسرار ربوبیت
اور انتظام امور الٰہیہ پر واقف ہونا جو محیط تمام موجودات ہی [illegible] اقسام معارف مین سب سے
بڑھکر ہی اور معارف کی نسبت کہ لذیذ اور عمدہ اور [illegible] اشرف [illegible] ہی واقفیت ایسی ہو
کہ جب نفس کو ہو جاتے تو اپنا کمال اور جمال سمجھنا اسکو زیبا ہی اور اس سے خوش ہونا
اور راحت پانا بجا اس بیان سے معلوم ہوا کہ علم لذیذ ہی اور علوم مین لذیذ تر خدا ے تعالی اور
اسکے صفات اور افعال کا علم اور جو تدبیر کہ وہ اپنی مملکت مین عرش سے لیکر فرش تلک کرتا
ہتا ہی اسکا علم ہی پس اس سے صاف سمجھنا چاہیے کہ معرفت کی لذت اور لذتون کی نسبت
مثل لذت شہوت اور غضب اور تمام حواس کی لذتون کے فائق تر ہی اسلیے کہ لذات مین
اول تو نوع کا اختلاف ہی مثلاً لذت جماع اور ہی اور لذت سماع اور اور معرفت کی لذت

اور ہے اور ریاست کی اور دوسرے یہ کہ اُن میں کمی بیشی کا اختلاف ہوتا ہے جیسے جماع سے ایک
شخص مجرد کامل الشہوت اور حریص کو لذت زیادہ ہوگی اور سست کو اُسکی نسبت کم ہوگی
اسی طرح جو شخص نہایت درجے کا خوبصورت ہو اسکی طرف دیکھنے سے اور لذت ہوگی اور
جو شخص جمال کم رکھتا ہو اُسکی طرف دیکھنے سے اور ہوگی اور لذت کی قوت اور زیادتی کی پہچان
یہ ہے کہ اسکے ہوتے دوسری لذت کو اختیار نہ کرے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا اچھی
صورت کا نظارہ یا خوشبو سونگھا کرے اور وہ صورت اول پسند کرے تو معلوم ہوگا کہ اُسکے نزدیک دیدار
خوبصورت کا خوشبو کی نسبت کہ زیادہ لذیذ ہے اسی طرح اگر کھانا موجود ہو اور وقت کھانے کا
بھی ہو اور شطرنج کھیلنے والا غذا کو ترک کر کے کھیل ہی میں مصروف رہے تو جانا جائیگا کہ شطرنج میں
مات دینے کی لذت اُسکے نزدیک غذا کی لذت سے بڑھکر ہے غرضکہ یہ علامت ایک سچی کسوٹی ہے
جس سے لذتوں کی ترجیح خوب معلوم ہوتی ہے اب ہم پھر اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ
لذات کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہری جیسے حواس خمسہ کی لذات دوسری باطنی جیسے ریاست
اور غلبہ اور بزرگی اور علم وغیرہ کی لذات کہ یہ لذت نہ آنکھ کو ہے نہ کان کو نہ ناک کو نہ ذائقہ
اور لمس کو اور باطنی لذات بنسبت ظاہری لذات کے اہل کمال پر غالب تر ہوتے ہیں مثلاً
اگر کسی کو اختیار دیا جاوے کہ حریرہ اور مرغ اور حلوا کی لذت اختیار کرے یا ریاست اور غلبہ اور
دشمنوں کا زیر کرنا پسند کرے تو وہ شخص اگر پست ہمت مردہ دل پیٹ کا کتا ہوگا تب تو گوشت
اور حلوا اختیار کریگا اور اگر بلند ہمت اور عقل کا پورا ہوگا تو ریاست پسند کریگا اور بھوکا رہنا
اور ضروری غذا سے بھی چند روز صبر کر لینا اُسپر آسان ہوگا تو ریاست کو ترجیح دینے سے
سمجھا جاویگا کہ لذت ریاست اُسکے نزدیک عمدہ غذاؤں سے لذیذ تر ہے ہاں جو ناقص کہ اُسکے
معانی باطنی ابھی پورے نہیں ہوے جیسے لڑکا اور کم عقل جسکی قوت باطنی جاتی رہی ہو وہ
کھانے کی چیزوں کی لذت کو ریاست کی لذت پر ترجیح دیگا اور جیسے کہ اُس شخص پر کہ جو حالت
لڑکپن اور کم عقلی سے بری ہو لذت ریاست اور کرامت غالب تر ہوتی ہے اسی طرح لذت معرفت
الٰہی اور مطالعہ جمال حضرت ربوبیت اور سیر اسرار امور الٰہی کی لذت ریاست کی نسبت کہ
جو خلق پر مستولی ہے بہت زیادہ ہے اس لذت کو اس آیت سے تعبیر کرتے ہیں
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ اور ایسے لوگوں کے لیے وہ لذات ہیں کہ
جو نہ آنکھوں دیکھے نہ کانوں سُنے نہ کسی بشر کے دل میں گذریں اور یہ لذت اُسی کو معلوم ہوگی

جو دونون لذتون کو چکھیے پھر بشیاب وہ تجرد اور تنہائی اور ذکر و فکر اور سیر معرفت مین تیز
پسند کریگا اور خلق کی ریاست کو حقیر جان کر ترک کریگا کیونکہ اُسکو معلوم ہو کہ یہ ریاست بھی
جاتی رہیگی اور جسپر ریاست ہو وہ بھی نہ رہیگی اور اسمین طرح طرح کی کدورات ملی ہین کہ اُنسے
خالی ہونا ممکن ہی نہین اور موت پر توضرور ہی اسکا خاتمہ ہوجائیگا اور موت ضرور آئیگی
مطابق مضمون اس آیت کے حَتّٰی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ
اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا
حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ پس ایسی لذت کی نسبت کہ خداے تعالے کی
معرفت اور اُسکے صفات و افعال اور انتظام مملکت جو اعلی علیین سے اسفل السافلین تک
کر رکھا ہو اسکی سیر کی لذت کو بڑا جانیگا اسلیے کہ اس لذت مین کچھ مزاحمت اور کدورت نہین
جو کوئی اسکو دیکھا چاہے اُسکے لیے واسع ہو اگر اُسکے پھیلاؤ کو دیکھیے تو ان کا اندازہ
ہوسکتا ہو آسمانون اور زمین کا عرض کہ سکتے ہین مگر جب ان حدود سے بڑھے تو اُسکے
پھیلاؤ کی کچھ نہایت نہین حاصل یہ کہ عارف جو اُسکا مطالعہ کرتا ہو وہ مدام اس جنت مین
رہتا ہو جسکا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہو اُسی کے میوون مین گلگشت کرتا ہو
اور میوون کو توڑتا ہو چشمون سے پانی پیتا ہو اور اس بات سے مامون رہتا ہو کہ یہ
جاتی رہیگی کیونکہ اس جنت کے پھل ایسے نہین کہ کبھی جاتے رہین اور نہ کسی سے انکی روک
ہو بلکہ دائمی اور سرمدی ہین کہ موت کے باعث جاتے نہین رہتے اسلیے کہ موت محل معرفت کو
فنا نہین کرتی اور محل معرفت روح ہو جو امر ربانی اور آسمانی ہو موت صرف روح کے حالات
اور اُسکے کامون اور عوائق کو تبدیل کرتی ہو اور اُسکو حبس سے رہا کر دیتی ہو نیست معدوم
نہین کرتی چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہو وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
یہ نہ جاننا چاہیے کہ یہ آیت اُس شخص کے باب مین ہو جو معرکے مین مارا گیا ہو کیونکہ عارف کو
ہر ایک دم مین درجہ ہزار شہید کا ملتا ہو اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ شہید آخرت مین
تمنا کریگا کہ کسی طرح دنیا مین پھر جاؤن اور دوبارہ لڑائی مین مارا جاؤن اور اس تمنا کی وجہ
یہ ہو کہ ثواب شہادت بہت بڑا ملیگا اور شہدا کو یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم علما ہوتے اسوجہ سے کہ

علما کا درجہ جنت زیادہ دیکھینگے غرضکہ سب آسمان و زمین کے ملک عارف کے [illegible]
چاہے وہان سیر کرے اسکی حاجت نہین کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور تن بدن [illegible]
اور اسی ملکوت کے جمال کے مطالعہ کے باعث اُس جنت مین رہتا ہو [illegible] کا عرض آسمان و
زمین ہو اور ہر ایک عارف کو اتنا ہی کچھ ہو یہ نہین کہ ایک دوسرے پر تنگی [illegible] البتہ ہو
اتنا ہو کہ جسقدر جسکی نظر اور معرفت ہوگی اسیقدر اسکی سیرگاہ کو وسعت ہوگی اور [illegible]
خدا کے نزدیک اُنکے درجات مین تفاوت ہوتا ہو جو شمار مین نہین آسکتا اس بیان سے
ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہو وہ اہل کمال مین جو اُسکی سب لذتون سے بڑھکر
ہوتی ہو اور یہ لذت بہیمہ اور لڑکے کم عقل کو نہین ہوتی اور محسوسات اور شہوتون کی لذت
بھی اہل کمال کو ہوتی ہو مگر ریاست کی لذت کو اُسپر ترجیح دیتے ہین مگر معرفت الٰہی اور اسکے
صفات و افعال اور آسمانون اور اُسکی سلطنت کے اسرار کی معرفت جو ریاست کی لذت سے
بڑھکر ہو پس اُسکو وہی شخص جانتا ہو جو معرفت کے رتبے کو پہونچے اور [illegible] کا مزہ چکھے اسکو
ایسے کے سامنے ثابت کرنا جسکے دل نہو غیر ممکن ہو اسیلیے کہ دل اس قوت کا معدن ہو
تو جسکے دل ہی نہوگا وہ اس مزے کو کیا جانیگا جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک
کھیل کود پر ثابت نہین کر سکتے نہ نامرد کو اُسکی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہو اسواسطے کہ
لڑکے اور نامرد مین وہ قوت ہی نہین جس سے وہ لذت ملتی ہو مگر جو شخص سونگھنے کی قوت
بھی درست رکھتا ہو اور نامردی سے بھی بری ہو وہ البتہ دونون لذتون کا فرق جانیگا
پس اب یہی کہنا چاہیے کہ یہ لذت کہنے کی نہین جو چکھے سو جانے ہان طالب علم اگرچہ
طالب معرفت امور الٰہیہ مین مصروف نہین ہوتے تب بھی اس لذت کی بو اُنکے مشام
جان مین پہونچتی ہو جسوقت مشکلات اور شبہات اُنپر منکشف ہوتے ہین جن کے حصول
ہونے کے لیے اُنکو کمال حرص ہوتی ہو کیونکہ اُنکا منکشف ہونا بھی ایک طرح کی معرفت
اور علم مین داخل ہو اُنکے معلومات ایسے شریف نہین جیسے معلومات معرفت الٰہی ہوتے ہین
مگر جو شخص اپنی فکر کو معرفت خدائے پاک مین دیر تک رکھتا ہو اور اسرار ملک الٰہی مین سے
اُسپر کچھ شمہ ہی منکشف ہو جاتا ہو تو اُس سے اسقدر خوش ہوتا ہو کہ پھولا نہین سماتا اور
مارے خوشی کے اُڑا جاتا ہو اور تعجب کرتا ہو کہ میرا نفس کیسے ثابت رہا اور اس امر کا
متحمل ہوا اور یہ ایسی چیز ہو کہ بدون ذوق اسکا ادراک نہین ہو سکتا کہنے سے آئینہ

فائدہ معلوم ہوتا ہے پس اسقدر بیان سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ معرفت خداے پاک سب اشیا سے لذیذ تر ہے اور یہ کہ کوئی لذت اُس سے زیادہ نہین اور اسی لیے حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے کچھ بندے ایسے ہین کہ انکو خداے تعالی سے نہ خوف دوزخ روک سکے نہ توقع جنت تو ایسے لوگون کو دنیا کسطرح روک سکتی ہے اور اسی طرح حضرت معروف کرخی کے بعض مریدون نے اُنسے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرماوین کہ کونسی چیز نے آپکو عبادت کی ترغیب دی اور خلق سے علیحدہ کیا آپ چپ ہو رہے اُسنے کہا کہ موت کی یاد نے آپ کا یہ حال کیا ہے آپنے فرمایا کہ موت کی کیا اصل ہے اُسنے پوچھا کہ قبر و برزخ کی یاد سے ایسے ہوے آپ نے فرمایا کہ یہ بھی بے اصل ہین اُسنے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی توقع نے ایسا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ انکی بھی کچھ اصل نہین یہ سب چیزین ایک بادشاہ کے قبضے مین ہین کہ اگر اُسکو چاہو تو یہ سب باتین تم کو بھلا دے اور اگر تم مین اور اُسمین معرفت ہو جاے تو پھر اُن سب سے بچاوے - اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ارشادات مین ہے جب تم کسی جوان کو خداے تعالے کی جستجو مین فریفتہ دیکھو تو جان لو کہ اسنے اُسکو اور سب چیزون سے غافل کر دیا اور بعض شیوخ نے حضرت بشیر بن الحارث رح کو خواب مین دیکھا اُسنے پوچھا کہ ابو نصر تمار اور عبد الوہاب وراق رح کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ مین نے انکو اسوقت خداے تعالی کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہے اُس شیخ نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے کہا اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کی طرف رغبت کم ہے اسلیے مجکو اپنا دیدار مرحمت فرمایا - اور علی ابن الموفق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اُنھون نے خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے کہتے ہین کہ وہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک شخص دسترخوان پر بیٹھا ہے اور دو فرشتے اُسکے دونون طرف سے انواع و اقسام کے میوے اُنکو کھلا رہے ہین اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہوئے لوگون کی صورتین پہچانتے ہین اور بعض کو اندر کر دیتے ہین اور بعض کو واپس کرتے ہین پھر مین اُنسے خطیرۃ القدس کی جانب آگے بڑھ لیا وہان سرادقات عرش مین ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ کی طرف تاک لگاے ہوئے ہے اور کسی طرف نہین دیکھتا مین نے رضوان سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کہا کہ معروف کرخی رح ہین کہ جنھون نے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ توقع جنت بلکہ صرف اُسکی محبت سے کی اللہ تعالی نے انکو قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دے دی اور ایسا ہی دونون

شخص دوسرے بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل رح ہین - اور اسیوجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو آج اپنے نفس مین مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اُسی مین مصروف رہیگا اور جو آج خدائے تعالے کے ساتھ مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اُسی کے ساتھ مشغول رہیگا - اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری رح سے پوچھا کہ آپکے ایمان کی حقیقت کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ مین نے اُسکی عبادت دوزخ کے خوف سے نہین کی اور نہ جنت کے اشتیاق سے تا کہ میرا حال بُرے مزدور کا سا ہو بلکہ عبادت صرف اُسکی محبت اور اشتیاق کے باعث کی ہی اور محبت کے باب مین اُنھون نے کچھ شعر ما ئے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی قطعہ

ایک تو عشق کے باعث ہی مجھے تجھسے وداد — دوسرے اس سے کہ شایان محبت ہی تو
الفت عشق ہی سے ہی مری یہ کیفیت — یاد مین تیری سدا غیر سے مین ہون یکسو
اور جس حب کا کہ لائق ہی تو اس سے تو نے — پردے یہ کھولدیے دیکھتی ہون مین تجکو
یہ ثنا اُسمین ہو یا اُسمین وہ ہی سب تجکو — میری تعریف کسی مین بھی نہین ہی سر مو

اور غالباً انکی مراد محبت عشق سے یہ ہی کہ اللہ کی محبت اُسکے احسان اور انعام کے باعث کی ہو جیسے وہ لذات کہ دنیا مین اُسنے عنایت فرمائے ہین وہ باعث محبت ہوئے ہون اور دوسری محبت سے مراد یہ ہی کہ محبت صرف اُسکے جمال اور جلال کے باعث کی جو اُنکو منکشف ہوا اور ظاہر ہی کہ یہ قسم محبت اعلی اور اقوی ہی - اور جمال ربوبیت کے دیکھنے کی لذت وہ ہی جسکو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہی -
أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ اور اگر کسی شخص کی صفائے قلب غایت کو پہونچ جاتی ہی تو اُسکو بعض ان لذتون مین سے دنیا ہی مین حاصل ہو جاتی ہین اسیواسطے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین یا اللہ اور یا رب نہین کہتا ہون اور اپنے دل پر پہاڑ سے زیادہ اُسکو بوجھ جانتا ہون اسواسطے کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوا کرتا ہی اور کبھی تمنے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہوا اور یہ بھی اُنکا ہی قول ہی کہ جب آدمی اس علم مین نہایت کو پہونچ جاتا ہی تو لوگ اُسکو پتھر مارتے ہین یعنی اُسکی گفتگو اُنکی عقلون کی حد سے باہر ہونے لگتی ہی تو اُسکے قول کو جنون یا کفر سمجھتے ہین الحاصل مقصد سب عارفون کا اُسکا وصل اور ملاقات ہی ہوا اور وہی اُنکی خنکی چشم ہی کہ کسی کو نہین معلوم

کیا اُنکے لیے اُسمین چھپی ہوئی چیز ہی اور جب وہ حاصل ہوجاتی ہی تو اور ترددات اور
شہوات بالکل جاتے رہتے ہین اور دل اُسی کی لذت مین مستغرق ہوجاتا ہی یہ اسطرح کا
استغراق ہی کہ اگر وہ شخص آگ مین ڈالدیا جائے تو اُسکی تکلیف معلوم نہو اور اگر جنت کی
آسایش اُسپر پیش کیجائے تو اُس مزے کے سامنے اُسکو ہیچ جانے کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہی
کہ اُس سے زیادہ اور کوئی لذت ہی نہین - اب یہ معلوم نہین کہ جو لوگ محسوسات کی محبت کے
سوا اور کچھ نہین سمجھتے وہ خداے تعالی کی صورت دیکھنے کی لذت پر کیسے ایمان لاسکتے ہین
اُسکی تو کوئی شکل و صورت نہین اور اللہ تعالی نے جو اپنے بندون سے اُسکا وعدہ فرمایا ہی
اور اُسکو سب نعمتون سے بڑا فرمایا ہی اُسکے کیا معنی ہین بلکہ اصل یہ ہی کہ جو شخص خداے تعالی کو
پہچانتا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے کہ جتنی لذتین متفرق اور مختلف شہوات سے ہوتی ہین
وہ سب اس ایک لذت مین جمع ہین جیسے کہ کسی کا قول ہی جسکا ترجمہ یہ ہی نظم

از ہواہا داشتم در دل خلاف یکدگر	تا ترا نظارہ کردم جمع شد ہواے من
رشک بر من می برد شخصے کہ بودم حاسدش	گشتہ ام مولاے مردم تا توئی مولاے من
گشت فارغ خاطرم از دین و دنیا ہمہ	تا بتشنہ دلے دین من و دنیاے من

اور اسی واسطے بعضون کا یہ قول ہی ع

ہجر او ہولناک تر ز سقر	وصل او خوشتر از بہشت برین

اور اس سے اُنکی غرض صرف کھانے پینے اور نکاح کی لذت پر اس لذت کو ترجیح دینی ہی
جو دل کو معرفت الٰہی مین حاصل ہوتی ہی اسلیے کہ جنت وہ جگہ ہی جہان حواس کو اُنکی
لذات سے تمتع ہوگا اور قلب کو صرف خداے تعالی کی لقا مین لذت ہی اور لذتون کے
باب مین خلق کے حالات اسطرح سمجھنے چاہیین کہ مثلا لڑکے مین ابتدا سے حرکت
اور تمیز مین ایک قوت پیدا ہوتی ہی جسکے باعث کھیل کو لذیذ جانتا ہی حتی کہ اسکے نزدیک
سب چیزون سے زیادہ لذیذ کھیل ہی ہوتا ہی پھر اسکے بعد زینت کی اور کپڑے
پہننے اور سوار ہونے کی لذت پیدا ہوتی ہی کہ اُسکے سامنے پہلی لذت کھیل کی حقیر
جاننے لگتا ہی پھر اسکے بعد لذت جماع اور عورتون کی خواہش پیدا ہوتی ہی اسکے باعث
وہ ان پہلی لذتین بھی چھوڑنے کو تیار ہوجاتا ہی پھر ریاست اور بلندی اور فخر اور
مال اور اولاد کی کثرت کی لذت پیدا ہوتی ہی دنیا کے لذتون مین سے یہ لذت

سب سے اعلی اور قوی تر ہے اور انھین کی طرف قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے چنانچہ فرمایا
اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ
وَالْاَوْلَادِ پھر بعد ان سب کے ایک قوت پیدا ہوتی ہے جسکے باعث لذت معرفت
الٰہی اور اُسکے افعال کی ادراک کرتا ہے اس لذت کے ہوتے ہوئے تمام پہلی
لذتون کو حقیر سمجھتا ہے غرضکہ جو لذت پیچھے ہوتی ہے وہ پیشتر سے قوی تر ہوتی ہے اور
یہ سب مین بعد کو ہے کیونکہ کھیل کی محبت سن تمیز مین پیدا ہوتی ہے اور عورتون اور
زینت کی محبت سن بلوغ مین اور ریاست کی محبت بعد بیس سالہ ہونے کے اور
علوم کی محبت قریب چالیس کے اور یہی انتہا کا درجہ ہے اور جسطرح کہ لڑکا ایسے
شخص پر کہ کھیل کو چھوڑ کر عورتون سے میل کرے یا ریاست کا طالب ہو ہنسا کرتا ہے
اسی طرح رئیس بھی ان لوگون پر ہنستے ہین جو ریاست کو ترک کرکے معرفت الٰہی مین مصروف
ہوتے ہین اور عارف اُنسے یہ کہتے ہین کہ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

پانچوان بیان اس بات کی وجہ مین کہ معرفت دنیاوی کی نسبت آخرت مین لذت دیدار
کیون زیادہ ہوگی واضح ہو کہ مدرکات دو قسم کے ہین ایک تو وہ جو خیال مین آتے ہین مثلاً
خیالی صورتین اور رنگ برنگ کے اجسام اور حیوانات اور نباتات جو شکلین رکھتے ہین اور
ایک وہ ہین جو خیال مین نہین آتے جیسے خداے تعالی کی ذات اور دوسری چیزین جو جسم نہین
رکھتین مثل علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کے - اور اگر کوئی شخص کسی انسان کو دیکھکر اپنی آنکھ
بند کرلے تو اُسکی صورت اپنے خیال مین پاویگا اسی طرح کر گویا اُسکو دیکھ رہا ہے مگر جب آنکھ
کھول کر دیکھیگا تو کچھ فرق معلوم ہوگا نہ اس معنی کر کہ دونون صورتون مین کچھ اختلاف ہے اسلیے
کہ وہ تو دونون ایک ہی ہین صرف فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ صورت خیالی مین انکشاف
اور وضوح خوب نہ تھا جب آنکھ سے اُسکی رویت ہوئی تو وضوح خوب ہوگیا اور اسکی
مثال ایسی جاننی چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسی کو پہلے طلوع آفتاب کے گرد مین دیکھے پھر دن نکلے
اور روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے ان دونون دفعہ کے دیکھنے مین صرف فرق زیادتی انکشاف ہی کا ہے
اسی طرح خیال بھی اول کے ادراک کا نام ہے اور اس ادراک کی تکمیل کا نام رویت ہے
اور یہ نہایت درجہ کا کشف ہے اور اسکا نام رویت بھی اسی جہت سے ہے کہ انتہاے درجہ
کشف ہوتا ہے کچھ اس جہت سے نہین کہ رویت متعلق آنکھ سے ہے بلکہ اگر اللہ تعالے

اس ادراک کامل کو پیشانی یا سینہ مین مثلاً رکھدیتا تب بھی اسکا نام رویت ہی ہوتا
اور جب یہ تقریر خیالی صورتون مین تمھاری سمجھ مین آگئی تو اب جانو کہ جو معلومات ایسی ہین
کہ خیال مین بھی نہین آتین انکے ادراک کے بھی دو درجے ہین ایک ادراک اول ہی اور
دوسرا اس ادراک کی تکمیل ہی اور ان دونون ادراکون مین زیادتی کشف و وضوح کا ایسا ہی فرق ہی
جیسا صورت خیالی اور آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز مین فرق تھا اسلیے دوسرے ادراک کو نسبت
اول کے مشاہدہ اور لقا اور رویت کہتے ہین اور یہ نام اُس ادراک کا واقع مین درست ہی اسواسطے
کہ رویت کو رویت صرف غایت کشف کی جہت سے کہتے ہین اور جسطرح کہ قاعدہ الٰہی اس
بات پر جاری ہی کہ آنکھون کے بند کرنے سے خوب کشف نہین ہوتا اور اگر مرئی شی مین اور
آنکھ مین کوئی حجاب ہو تو رویت کے لیے اسکا دور ہونا ضروری ہی اور جب تک وہ حجاب
دور نہوگا تو جو ادراک حاصل ہوگا وہ صرف تخیل کے طور پر ہوگا رویت نہ کہلاویگا اسی طور پر
یہ بھی مقتضاے عادت الٰہی ہی کہ نفس جب تک بدن کے عوارض مین محجوب اور مقتضاے شہوات
اور بشریت مین مبتلا رہیگا تب تک اسکو مشاہدہ اور رویت اُن معلومات کی جو خیال سے
باہر ہین نہوگی بلکہ زندگی دنیاوی ہی رویت سے حجاب ہی جیسے پلکون کا بند کرنا آنکھ کی رویت کا
حجاب ہوتا ہی اور زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت طول طویل ہی اس علم مین اسکی تقریر
شایان نہین یہی وجہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رویت کی استدعا مین جواب ارشاد
ہوا تھا کہ لَنْ تَرَانِی تو ہرگز نہ دیکھ سکیگا مجھکو یعنی حجاب حیات مانع ہماری رویت کا ہی اور کلام مجید مین
ارشاد ہی لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اس سے بھی غرض یہی ہی کہ دنیا مین رویت الٰہی نہین اور
مذہب صحیح یہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب کو شرف رویت خداوندی
حاصل نہین کیا پس جب کہ موت کے باعث حجاب دور ہو جاتا ہی تو نفس کدورات دنیا مین
آلودہ رہتا ہی بالکل اُس سے جدا نہین ہوتا گو آلودگی مین فرق ہوتا ہی بعض نفس تو
ایسے ہوتے ہین کہ انپر خبائث اور زنگ کا گذر ہوتے ہوتے ایسے ہو جاتے ہین
جیسے آئینے کو مدت تک زنگ مین رہنے سے مورچہ لگجاتا ہی اور اسکا جوہر ہی خراب
ہو جاتا ہی کہ جلا اور صفائی کچھ فائدہ نہین کرتی ایسے لوگ تو خداے تعالیٰ سے ابدالاباد تک
محجوب رہینگے نعوذ باللہ منہا اور بعض نفس ایسے ہوتے ہین کہ انکی کدورات اس درجہ کی نہین ہین
کہ مہر اور زنگ دل کو پہونچین اور اصلاح پذیر نہون وہ چندے دوزخ پر پیش کیے جاوینگے

کہ میل کچیل انکا سب دور ہو جاوے اور جسقدر کہ حاجت صفا اور جلا کی ہوگی اُسی قدر
دوزخ کا سامنا بھی ہوگا اور کم سے کم مومنین کے حق مین ایک لحظہ ہے اور زیادہ سے زیادہ
سات ہزار برس جیسا کہ اخبار سے مفہوم ہوتا ہے اور اس دنیا سے کوئی نفس ایسا نہین جاتا
جسپر کچھ غبار یا کدورت نہو گو تھوڑی ہی سہی اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے وَإِن
مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ
فِيهَا جِثِيًّا اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نفس کا گذر آگ پر تو یقینی ہوگا مگر اُس سے نجات
ہونے کا یقین نہین وہان سے رہائی جب ہو کہ جب خداے تعالی نفس کی طہارت
اور صفائی اچھی طرح کر دے اور جو مدت خداے تعالی نے مقرر فرمائی ہو وہ پوری ہو جاے
اور جن باتون کا شریعت مین مذکور ہے یعنی حساب کتاب اور پیشی وغیرہ سب ہو چکین
اور استحقاق جنت کا بھی ہو اور یہ وقت مبہم ہے کسی کو اللہ تعالی نے اسپر مطلع نہین فرمایا
کیونکہ یہ صورتین بعد قیامت کے ہونگی اور قیامت کا وقت معلوم نہین ان صورتون کے
بعد نفس صاف اور پاکیزہ کدورات سے ہوگا اور اُسمین کسی طرح کا داغ یا غبار نہ رہیگا پھر اس بات
شایان ہوگا کہ اُسمین خداوند جل وعلی تجلی فرماوے یہ تجلی اُسوقت ایسی طرح ہوگی کہ اُس سے
انکشاف اور وضوح پہلے علم کا ہوگا جیسے کہ وضوح مرئیات کا تخیلات کی نسبت کہ ہوتا ہے اسی
مشاہدہ اور تجلی کا نام رویت اور دیدار ہے اس سے معلوم ہوا کہ رویت بیشک ہے بشرطیکہ
رویت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ادراک خیالی کسی صورت خیالی کا کسی خاص جہت مین جو ہوتا ہے
اسکی تکمیل کا نام رویت ہے ایسا ہی رویت الہی بھی ہوگی اسلیے کہ خداے تعالی ان سب
امور سے بری ہے بلکہ جسطرح کہ خداے تعالی کو دنیا مین عرفان حقیقی سے اچھی طرح جانا اور
پابند خیال اور صورت اور شکل اور جہت کے نہوے اسی طرح آخرت مین دیدار ہوگا بلکہ ہم
کہتے ہین کہ جو معرفت دنیا مین ہوتی ہے وہی کامل ہو کر درجہ کمال کشف کو پہونچ جاتی ہے اور
وہی مشاہدہ اور رویت کہلاتی ہے اس رویت آخرت اور معلوم دنیاوی مین کچھ اختلاف
بجز زیادتی کشف اور وضوح کے نہین ہوتا جیسا کہ خیال کی مثال مین اوپر گذرا پس جبکہ
معرفت الہی مین ثبوت صورت اور جہت کا ممکن نہین تو اُسکے پورا ہونے مین اور
صرف وضوح اور کشف کے مرتبے کو پہونچنے مین صورت اور جہت کیسے ہوگی وہ
دونون تو ایک ہی ہین صرف رویت اخروی مین انکشاف ہی زیادہ ہے جیسا صورت مرئی مین

پیر فغانہ اس قول میں آپ نے بیان کیا کہ میرے دل میں التفات جنت کی طرف نہیں بلکہ مالک جنت کی طرف ہے

طوبیٰ کا سایہ تجکو مبارک ہو زاہدا | ہمکو تو ملک مرحمت یار چاہیے

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو دنیا میں نہ پہچانیگا وہ اسکو آخرت میں بھی نہ دیکھیگا جسکو لذت معرفت
دنیا میں نہوگی وہ آخرت میں لذت دیدار نہ پاویگا اسلئے کہ دنیا سے اگر کسی کے ساتھ کچھ
نہ جاویگا تو آخرت میں اسکو کوئی نئی بات نہوگی جیسا ہو ویگا ویسی زبان کاٹیگا اور آدمی
جس بات پر مرا ہوگا اسی پر اسکا حشر ہوگا اور جس بات پر جیا ہوگا اسی پر مریگا پس جسقدر
توشہ معرفت ساتھ ہوگا اسی قدر لذت پاویگا وہی معرفت مشاہدہ کی صورت بنجاویگی
اور زیادتی کشف سے لذت دوبالا ہو گی جیسے کہ عاشق اگر محبوب کی صورت خیالی
ذہن میں رکھتا ہے اور پھر صورت آنکھ سے دیکھتا ہے تو چونکہ وہی اسکی منتہائے لذت ہے
اسلیئے اسکی لذت خیالی صورت کی بہ نسبت مضاعف ہو جاتی ہے اور انجام کار جنت میں
یہ الگ کہ دل چاہتی چیز ملیگی تو جو شخص سوائے دیدار الٰہی کے اور کچھ نہ چاہتا ہوگا اسکو اسکے
سوا میں کچھ لذت بھی نہوگی بلکہ کیا عجب ہے کہ ایذا پاوے حاصل یہ کہ آسائش جنت اسقدر ہوتی ہے
جسقدر محبت الٰہی ہو اور محبت بقدر معرفت ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل سعادت معرفت ہی ہے
جسکو شرع میں ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اب اگر یوں کہو کہ لذت دیدار کو اگر کچھ نسبت
معرفت کی طرف ہے تو معلوم ہوا کہ بہت کم ہوگی گو معرفت کی نسبت کر دو گنی چو گنی غیرہ
کیونکہ معرفت کی لذت دنیا میں بہت ضعیف ہے پس اسکا دو گنا چوگنا کرنے سے ایسی
دو نہیں ہو جاویگی جسکے سامنے سب جنت کی لذتیں ہیچ معلوم ہوں تو اسکا جواب
یہ ہے کہ لذت معرفت کو کم سمجھنے کا منشا معرفت سے خالی ہوتا ہے پس جو شخص معرفت سے
خالی ہوگا وہ اسکی لذت کیسے جانیگا اور اگر تھوڑی سی معرفت اسمیں ہو اور
دل میں علائق دنیاوی بھرے ہوں تو اسکو اسکا مزہ کیا ملیگا البتہ عارفین کو انکی معرفت
اور فکر اور مناجات میں وہ مزے ہیں کہ انکی عوض اگر انکے سامنے جنت کی نعمتیں
پیش کیجاویں تو ہرگز نہ لیں اور اپنی لذتوں کو جنت کے مزوں سے نہ بدلیں پھر یہ لذت
عارفین کی باوجود کمال لذت دیدار اور مشاہدہ سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھتی جیسے
کہ تصور معشوق کی لذت کو اسکے دیدار سے کچھ نسبت نہیں ہوتی یا عمدہ مزہ دار کھانوں کے
سونگھنے کی لذت کو انکے کھانے کی لذت سے کچھ نسبت نہیں یا ہاتھ سے چھونے کی

لذت کو جماع سے کچھ نسبت نہیں اور ان دونوں میں زیادہ فرق بدون مثال بیان کیے
ذکر نہیں اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ لذت دیدار معشوق دنیا میں کئی سبب سے متفاوت
ہوتی ہے اول جمال معشوق کا کامل ہونا اور ناقص ہونا تو ظاہر ہے کہ نظر کو زیادہ کامل کی طرف
دیکھنے سے زیادہ لذت ہوتی ہے دوسرے محبت اور خواہش و عشق کا غالب ہونا کہ عاشق کو
جو لذت ہوگی وہ کم محبت والے کو ہوگی تیسرے ادراک کا کامل ہونا اگر محبوب کو نزدیک سے بے پردہ
خوب چاندنی میں دیکھیگا تو لذت زیادہ ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ اندھیرے میں یا پردہ
باریک کی آڑ میں یا دور سے دیکھے اسی طرح پاس لیٹنا اور کپڑے کا حجاب ہونا وہ مزہ نہیں دیتا
جو حالت برہنگی میں دیتا ہے چوتھے موانع اور دل کے پریشان کرنے والے ترددات کا برطرف ہونا
مثلاً ایک شخص تندرست فارغ البال بے تردد اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو جو کیفیت اسکو ہوگی وہ اسکو
نہ ہوگی جو حالت خوف میں اپنے معشوق کو دیکھتا ہے یا بیمار دردمند ہے یا اسکا دل کسی ایسے تردد میں مبتلا ہے
کہ کیفیت دیدار اچھی طرح محسوس نہیں کرتا اب فرض کرو کہ ایک عاشق جبکہ عشق ضعیف ہے وہ اپنے
معشوق کی طرف باریک پردے کی آڑ سے فاصلے سے دیکھتا ہے اس طرح کہ اسکی صورت کی ماہیت
اچھی طرح نہیں سوجھتی اور اسپر طرہ یہ ہے کہ اس عاشق کے گرد بچھو اور سانپ وغیرہ موذیات
جمع ہیں کہ اسکو کاٹ رہے ہیں اور اسکے دل کو پراگندہ کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو کچھ نہ کچھ
تو لذت اپنے معشوق کے دیدار کی ہوگی لیکن اگر اسپر یکایک ایسی حالت آجائے کہ جس سے
فاصلہ بھی برطرف ہو جائے اور پردہ بھی اٹھ جائے اور موذیات برطرف ہو جاویں اور چاندنا
بھی خوب ہو جاوے اور شخص تندرست بے فکر ہو جائے اور شہوت قوی اور شدت عشق کا ہجوم مقدار
کی نہایت درجے پر پہونچ جائے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا اور پہلی حالت کو
اس دوسری سے کیا نسبت ہوگی اسی طرح لذت معرفت کو لذت دیدار کی طرف نسبت سمجھنا
چاہیے یعنی پردہ باریک تو بدن انسان ہے اور سانپ بچھو وغیرہ شہوات ہیں جو انسان پر
مسلط ہیں جیسے بھوک پیاس غضب غم و اندوہ وغیرہ اور ضعف شہوت و محبت یہ ہے کہ دنیا میں نفس شوق
ملاء اعلی کا کم رکھتا ہے اور لذت عرفان میں ناقص ہے اور اسفل السافلین کی طرف راغب جسکے
رکنے کا باعث چوپایوں کے کھیلنے کے لذت ریاست کے برتنے سے قاصر ہوتا ہے پس عارف اگرچہ دنیا میں
اسکی معرفت قوی ہوتا ہم ان مکدرات سے خالی نہیں ہوتا اور خالی ہونا ان ترددات سے البتہ
ناممکن ہے ہاں بعض اوقات یہ موانع کسی صورت میں ضعیف ہو جاتے ہیں اسوقت جمال معرفت

ایسا نظرون مین چمک جاتا ہو کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی ہو اور لذت اتنی زیادہ ہوتی ہو کہ اسکی زیادتی سے دل پھٹنے کے قریب ہو جاتا ہو مگر یہ حالت مثل برق خاطف کے ہوتی ہو بہت کم ٹھہرتی ہو بلکہ مشواغل اور افکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہین کہ جو عارف کو تردد مین ڈالدین اور عیش مکدر کر دین اور اس حیات فانی مین یہ بات ہمیشہ ہی رہتی ہو اسی ہنگام موت تک یہ لذت مکدر ہی رہتی ہو عمدہ زندگی بعد موت کے ہو جسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہو لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اور کلام مجید مین ارشاد ہو وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ اور جو شخص اس درجے کو پہونچ جاتا ہو وہ خداے تعالی کی ملاقات کو محبوب جانتا ہو اسی لیے موت کو اچھا سمجھتا ہو اور اسکو برا نہین جانتا مگر اسی خیال سے کہ موت سے پہلے معرفت اور زیادہ کامل ہو جاوے کیونکہ معرفت مثل تخم کے ہو جسقدر یہان اچھی اور کامل ہو جاوے اسی قدر اسکا ثمرہ کامل اور عمدہ قیامت مین ہوگا اور معرفت ایک دریاے ناپیدا کنار ہو تو گو احاطہ کنہ جلال الٰہی کا محال ہو مگر جسقدر معرفت اللہ کی اور اسکے صفات و افعال و اسرار مملکت کی زیادہ اور قوی ہوگی اسی قدر لذت آخرت بھی بہت اور بڑی ہوگی اور حاصل کرنا تخم معرفت کا بدون دنیا کے ممکن نہین اور اسکا بونا بدون مزرعہ قلب کے نہین ہو سکتا اور اسکا ثمرہ آخرت مین حاصل ہوتا ہو اور اسی لیے حدیث شریف مین وارد ہو اَفْضَلُ السَّعَادَاتِ طُوْلُ الْعُمُرِ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ اسلیے کہ اگر عمر طویل ہوگی اور مداومت فکر اور مجاہدہ اور علیحدگی علائق دنیاوی سے اور ہمہ تن طلب مین سرگرمی میسر ہوگی تو ظاہر ہو کہ معرفت بھی کامل اور واسع اور زیادہ ہو پس جو شخص موت کو محبوب جانتا ہو اسکی وجہ یہی ہوتی ہو کہ معرفت مین اپنے آپ کو ایسے درجے پر دیکھتا ہو کہ اس سے زیادہ کا ملنا اسکو معلوم نہین ہوتا اور جو موت کو برا جانتا ہو وہ اس نظر سے کہ اگر عمر زیادہ ہوگی تو توقع زیادتی معرفت کی رکھتا ہو اور اس دست اپنے آپ کو درجہ ممکن الحصول سے قاصر پاتا ہو اہل معرفت کے نزدیک موت کو برا خواہ اچھا سمجھنے کی یہی وجہ ہوتی ہو بخلاف تمام خلق کے کہ انکی نظر صرف شہوات دنیاوی پر ہوتی ہو اگر ساری آرزوئین خاطر خواہ زیادہ ملین تو طول عمر چاہتی ہو اور اگر تنگی ہوئی تو موت کو چاہتی ہو حالانکہ یہ باتین محرومی اور خسارے کی ہین انکا منشا جہالت اور غفلت ہو اور یہی دونون ہر ایک طرح کی بدبختی کی جڑ ہین اور معرفت سب سعادتون کی اصل ہو اس تحقیق سے تمکو معنی محبت اور معنی عشق معلوم ہو گئے کہ زیادتی محبت کو عشق کہتے ہین اور نیز معنی لذت معرفت اور معنی رویت اور

لذت رویت کی معلوم ہوگئی اور یہ کہ لذت دیدار سب لذتون سے عقل اور کمال دونون کے
نزدیک لذیذتر ہی گو اہل نقصان کے عندیے مین ویسی نہو جیسی کہ ریاست کی لذت لوگونکی
نزدیک غذا کی چیزون سے عمدہ نہین ہوتی - اب معلوم کرنا چاہیے کہ رویت الٰہی کا محل
آخرت مین دل ہوگا یا آنکھ تو لوگون کو اس باب مین اختلاف ہی اور اہل بصیرت اس خلاف پر
دھیان نہین کرتے وہ کہتے ہین کہ عاقل کو آم کھانے سے غرض ہی نہ پیڑ گننے سے تو جو شخص اپنے
معشوق کو دیکھنا چاہتا ہی وہ عشق کی حالت مین اس بات کی پروا نہین کرتا کہ دیدار معشوق
آنکھون مین پیدا ہوگا یا پیشانی مین بلکہ اوسکی غرض رویت اور اوسکی لذت سے ہی برابر ہی کہ وہ
آنکھ سے حاصل ہو یا اور کسی عضو سے کیونکہ آنکھ تو صرف محل و ظرف ہی وہ تو دیکھتی نہین
نہ اوسکا کچھ اعتبار - اور امر حق اس باب مین یہ ہی کہ قدرت الٰہی مین دونون باتون کی گنجایش ہے
دونون سے رویت کی نعمت دے سکتا ہی تو یہ صورت تو جواز کی ہوئی اور دونون جائز صورتون
مین سے آخرت مین کونسی ہوگی یہ بات بدون شارع سے سننے کے معلوم نہین ہوسکتی ٹھیک
اسمین یہی حال ہی جو اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہی کہ رویت کیلیے آنکھ مین قوت دیدار دیگی
اور دلائل شرعی سی بھی ایسا ہی کچھ سمجھ مین آتا ہے اسلیے کہ الفاظ رویت و نظر وغیرہ کے معنی ظاہر
اور یہی آنکھ ہی کی نظر معلوم ہوتی ہی اور ظاہر الفاظ کو بدون ضرورت تاویل کرنا جائز نہین

چھٹا بیان اون اسباب کے ذکر مین جنسے اللہ تعالے کی محبت قوی ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ آخرت مین لوگون مین سے سعید تر حال وہ شخص ہوگا جو اونمین سے اللہ تعالی
کی محبت قوی تر رکھتا ہوگا اسلیے کہ آخرت کے معنی یہی ہین کہ خدای تعالی کے پاس آنا اور
سعادت ملاقات سے مشرف ہونا اور ظاہر ہی کہ جب عاشق اپنے محبوب کے پاس بہت دنون کے
اشتیاق کے بعد جائیگا اور اوسکے دیدار سے ہمیشہ کو مشرف ہوگا اور کوئی چیز روک ٹوک کی
کبھی نہین پائیگا اور رقیب و اغیار اور کدورت اور انقطاع کا خوف کچھ نہوگا تو کیسی کچھ
خوشی اور لذت اوسکو حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی پس جسقدر محبت زیادہ
ہوگی اوسیقدر لذت زیادہ ہوگی اور بندے کو محبت الٰہی صرف دنیا مین ہوتی ہی اور اصل
محبت سے کوئی ایماندار خالی نہین اسلیے کہ اصل معرفت سب مین ہوتی ہی مگر فرط محبت اور
استیلای محبت جسکو عشق کہتے ہین یہ بہتون مین نہین ہوتی اسکے حاصل کرنے کے دو سبب ہین
اول علائق دنیا سے علٰحدہ ہونا اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکالڈالنی اسلیے کہ دل مثل

اہل دل پر آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوئی ہے اور دل مین محبت دنیا کی بیخ کنی
کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور خوف و رجا کی باگ سے اوسکا مطیع ہونا ہی پس جو
مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف و رجا کے ہمنے لکھے ہین وہ محبت کے دونون رکنون مین سے
ایک کے حاصل کرنے کے ہین اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہی اور اوسکا شروع اللہ پر اور
قیامت کے دن پر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہی پھر اوس سے خوف و رجا پیدا ہوتے ہین اور
ان دونون سے توبہ اور اوسپر صبر کرنا متفرع ہوتا ہی اور رفتہ رفتہ دنیا اور مال وجاہ مین اور تمام
حظوظ دنیا مین زہد کرنا حاصل ہوتا ہی اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہوجاتا ہے
یہان تک کہ بعد اوسکے دلمین معرفت الٰہی اور اوسکی محبت آنے کی گنجایش ہوتی ہی اور یہ سب امور
مقدمات صفائی دل کے ہین اور یہی صفائی محبت کے دو رکنون مین سے ایک ہی اور اسی کیطرف
اشارہ ہی اس حدیث مین اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ جیساکہ شروع باب طہارت مین ہمنے اوسکو
لکھا ہی — دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الٰہی کا قوی ہونا اور دل مین اوسکا پھیل جانا ہی
اور یہ امر تمام علائق دنیاوی اور اوسکے اشغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہی جیسا زمین
کو گھاس وغیرہ سے صاف کرکے بیج ڈالتے ہین اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہی پھر اس سے محبت و
معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہی اور اسیکا نام کلمہ طیبہ ہی جسکی مثال خدای تعالی بیان فرماتا ہی
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ
اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ
کلم طیب سے مراد معرفت ہی اور عمل صالح اوس معرفت کے حق مین مثل حمال اور خادم کے ہی
اور عمل صالح سب کا سب اسی لیے ہی کہ اہل دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اوسکی طہارت کو باقی
رکھے غرضنکہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے مقصود ہوتا ہی اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب
ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہی اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہی اور اوسکی غرض عمل
اور عمل سے غرض صفای قلب اور اوسکی طہارت ہی تاکہ اوسمین حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے
زینت پاوے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہین اور جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اوسکے پیچھے محبت ضرور
ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل و صحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے دیکھیگا
تو اوس سے محبت کریگا اور اوسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی
کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضرور ہوتی ہی اور محبت ضرور ہی کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے

پاکی ہے نصف ایمان کا ۱۲

ترجمہ: بیان کی اللہ نے ایک مثال ایک بات ستھری جیسے ایک درخت ستھرا اوسکی جڑ مضبوط ہی اور ٹہنی آسمان مین ۱۲

ترجمہ: اوسکی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اوسکو اوٹھا لیتا ہے ۱۲

خود ارشاد فرماتا ہی لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي
تو ایسے ذکر مین مصروف ہونا علوم مکاشفہ کے سمندر مین غوطہ مارنا ہی اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ
اسکو علوم معاملہ کا طفیلی کرکے لکھا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ مختصرًا ایک مثال بطور رمز و ایما
بیان کردی جاوے تاکہ اس سے اسکی جنس پر تنبہ ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دونون طریقون
مین سے سہل تر دیکھنا افعال کا ہی اور اسی کا ذکر کرتے ہین اور اعلیٰ طریق کو چھوڑے دیتے ہین
اب افعال الٰہی کو جو دیکھتے ہین تو وہ بھی بہت ہین اُنمین سے کمتر اور حقیر و صغیر لیکن اسکے عجائب مین
نظر کرتے ہین ظاہر ہی کہ باعتبار فرشتون اور ملکوت آسمانی کے سب مخلوقات مین سے کمتر زمین
اور اُسکے اوپر کی چیزین ہین زمین کو اگر جسم اور حجم کی رو سے دیکھو تو آفتاب باوجودیکہ چھوٹا
معلوم ہوتا ہی مگر سیکڑون گنا اس سے زیادہ ہی تو آفتاب کی نسبت کر اسکی چھوٹائی سوچنی چاہیے
پھر آفتاب کی خردی اُس آسمان کی نسبت کر دیکھو جسمین وہ جڑا ہوا ہی کہ اس سے آفتاب کو
کچھ نسبت ہی نہین اور آسمان چہارم مین اسکا مقام ہی یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانون کی نسبت کر
چھوٹا ہی اور ساتون آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہین جیسے جنگل مین کوئی لوہی کا کڑا پڑا ہو
اور کرسی عرش مین ایسی ہی ہی تو یہ نظر تو انکے وجود پر باعتبار حجم کے ہوئی جسکی رو سے زمین
ساری کی ساری انکے مقابل کتنی حقیر ٹھہرتی ہی بلکہ اگر زمین کو سمندرون ہی کی نسبت کر دیکھو تو
نہایت چھوٹی ہی جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ اَلْأَرْضُ فِي الْبَحْرِ كَالْإِصْطَبْلِ فِي الْأَرْضِ
اور تجربہ اور مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہی یعنی معلوم ہوا ہی کہ جسقدر زمین پانی سے باہر ہی اسکو
تمام کرہ کے ساتھ وہ نسبت ہی جو ایک چھوٹے جزیرے کو ہی تمام خشکی کی طرف پھر آدمی کو دیکھنا
چاہیے جو مٹی سے بنا ہی اور مٹی زمین کا ایک جزو ہی اسی طرح تمام حیوانات کو دیکھو کہ زمین کی نسبت
کتنے چھوٹے ہین ان سب کو جانے دو جن حیوانات کو تم چھوٹا جانتے ہو اُن مین سے مچھر اور شہد کی
مکھی یا جو ایسے ہی ہون انکو دیکھو مثلاً مچھر کو اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے
تامل کرو کہ اسکو خداے تعالیٰ نے سب سے بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل بنایا کہ اسکے ایک سونڈ
لگائی اور باوجود اس چھوٹی شکل کے جتنے اعضا ہاتھی کو عنایت فرمائے اُتنے ہی اسکو بھی دیے
اور دو بازو زیادہ پیدا فرمائے پھر یہ دیکھو کہ اسکے اعضاے ظاہری کو کیسے تقسیم کیا ہی کہ بازو نکالے
اور ہاتھ پانون بنائے اور آنکھ اور کان دیے اور باطن کے اعضا بھی مثل تمام حیوانات کے
بنائے اور ان مین قوت غاذیہ اور جاذبہ اور دافعہ اور ماسکہ اور ہاضمہ ویسی ہی دی جیسے اور حیوانات مین

یہ تو شکل و صفات کا حال ہوا اب یہ دیکھو کہ اسکی غذا ایسی تبلادی کہ آدمی کا خون ہی اور آدمی کی طرف اُڑنے کا سامان اُسکو دییا اور سونڈ اُسکی نوکیلی تیز پیدا کی اور جلد انسان کے مسام کیسے اُسکو تبلا دیے کہ اپنی سونڈ اُن مین سے ایک مین رکھے اور اُسکو کیسا سخت بنایا ہی کہ مسام مین چبھا دیتا ہی اور اُسکو چوسنا اور خون پینا کیسے تبلادیا اور سونڈ کو باوجود اتنی تپلی ہونے کیسا جوف بنایا کہ اُسمین سے خون تپلا ہو کر اُسکے پیٹ مین چلا جائے اور تمام اعضا مین پھیل کر اُسکو غذا پہونچائے پھر اُسکے معدے اور دیگر اعضاء و اعصاب باطنی کو خیال کرو کہ کتنے چھوٹے ہونگے اور اُسکو کیسے تبلادیا کہ انسان اُسکو اپنے ہاتھ سے مارا کرتا ہی اور بھاگنے کا حیلہ بھی سکھلا دیا اور اسکا سامان اُسکو عنایت کیا اور اُسکے کان ایسے بنائے کہ جس سے ہاتھ کی تھوڑی سی حرکت بھی سُن لیتا ہی گو ابھی ہاتھ اُس سے دور ہوتا ہی حرکت کے سنتے ہی کاٹنا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہی جب ہاتھ ٹھہرتا ہی تو پھر چلا آتا ہی پھر اُسکی آنکھون کے ڈھیلے کیسے بنائے کہ اپنی غذا کی جگہ دیکھ لیتا ہی باوجودیکہ چہرہ ذرا سا ہی ہوتا ہی اور چونکہ ہر چھوٹے حیوان کا ڈھیلا چھوٹائی کی جہت سے پپوٹون کا متحمل نہ تھا اور آئینہ ڈھیلے کے لیے پپوٹے بمنزلہ آلہ جلا ہو اکرتے ہین کہ خس خاشاک و غبار سے اُسکو صاف کیتے لہذا مچھر اور مکھی کے لیے دو پانون بنا دیے اسی لیے مکھی کو دیکھتے ہو کہ اپنے اُن دونون پانون سے آنکھ کے ڈھیلے ہمیشہ صاف کرتی رہتی ہی اور انسان اور بڑے حیوانون کے ڈھیلون کے لیے پپوٹے پیدا کر دیے کہ ایک دوسرے سے ملجاتے ہین اور اُنکے کنارے تپلے رکھے تاکہ جو غبار ڈھیلے پر آجائے اُسکو جمع کرکے پلکون پر ڈال دین اور پلکون کو سیاہ بنایا تاکہ آنکھ کی روشنی کو منتشر نہونے دین اور دیکھنے مین ممد ہون اور آنکھ خوبصورت معلوم ہو اور غبار کے وقت آنکھ پر جال سا پڑ جائے کہ غبار تو نہ آنے پائے اور جال کی آڑ سے دیکھنے مین خلل واقع نہو اور مچھر کے دو ڈھیلے نے پپوٹون کے صاف جلا دار بنائے اور اُسکو ترکیب آنکی صفائی کی تبلادی کہ اپنے دونون پانون سے صاف کرتا ہی اور ازانجاکہ اُسکی بینائی ضعیف ہوتی ہی اسی لیے چراغ پر گرتا ہی کیونکہ ضعف بصر کی جہت سے وہ دن کی روشنی کا طالب ہوتا ہی اور جب وہ بیچارہ چراغ کی روشنی دیکھتا ہی تو اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری مین سمجھتا ہی اور چراغ کی روشنی کو روشندان سمجھتا ہی اسی لیے روشنی کی طلب مین اُسکی طرف جاتا ہی اور جب اُس سے آگے بڑھکر اندھیرا دیکھتا ہی تو گمان کرتا ہی کہ روشندان مجکو نہین ملا اور اُسکی سیدھ مین نہین پہونچا تب پھر

انکو ایک دوسرے سے ملانے مین فرجے بیکار رہجاتے اسواسطے کہ گول چیزین جب ایک دوسرے سے ملتی ہین توخوب متصل نہین ہوتین اور زاویہ وار شکلون مین ایسی کوئی نہین کہ گنجایش مین تو گول شکل کا ساکام دیوے اور ملانے مین انمین فرجہ نہ رہے بجز شکل مسدس کے کہ اسمین دونون صفتین موجود ہین اور یہ خاصیت اسی شکل کی ہے تو غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالی نے اس چھوٹے سے جانور کو کیسے یہ باتین بتائین اور اسپر اپنا لطف وکرم کیسے ظاہر کیا کہ جس چیز کی طرف اسکو حاجت تھی وہ اسکو سکھادی تاکہ چین سے رہے ان باتون کو اگر سوچو اور پیٹ کے دھندے سے فرصت بھی ہو اور شہوات نفس اور ہمسرون کی عداوت اور بھائیون کی طرفداری وغیرہ سے بھی بےفکر ہو تو جانو کہ کیسی عجیب باتین ہین کہ خداوند کریم عظیم الشان نے اپنی عنایت و احسان سے ذرا ذرا سے جانورون سے قدرین بھی ہین اب انمین کو دیکھکر عبرت پکڑو اور اسرار زمین وآسمان کو جاننے دو جسقدر کہ ہماری فہم ناقص مین گذرا ہے اسکو اگر واضح کرکے لکھا جاوے تو بہت سی عمرین چاہیین حالانکہ ہمارے علم کو علما اور انبیا کے علم سے کچھ نسبت نہین اور سارے خلق کے علم کو خداے تعالی کے علم سے کچھ نسبت نہین بلکہ جو باتین خلق کو معلوم ہوئی ہین انکو خداے تعالی کے علم کے سامنے علم ہی نہ کہنا چاہیئے غرضکہ اس جیسی باتین سوچنے سے وہ معرفت زیادہ ہوتی ہے جو دونون طریقون مین سے سہل تر سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت کی زیادتی سے محبت زیادہ ہوتی پس اگر تمکو سعادت ملاقات الہی سے مشرف ہونے کی طلب ہو تو دنیا کو پس پشت ڈالو اور ذکر دائم اور فکر لازم مین مستغرق رہو اس سے عجب نہین کہ کچھ تھوڑا مل جاوے اور اس تھوڑی ہی سی چیز کے عوض مین ایسی سلطنت ملیگی کہ جسکی انتہا نہو

سا توان بیان اس امر مین کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ محبت کے باب مین متفاوت ہوتے ہین جاننا چاہیے کہ اصل محبت تو سب ایماندارون مین ہوتی ہے اسلیے کہ ایمان مین سب شریک ہین مگر محبت مین مختلف ہوتے ہین اسوجہ سے کہ معرفت اور حب دنیا مین مختلف ہوتی ہین اور یہ ظاہر ہے کہ اشیا مین اسی قدر تفاوت ہوتا ہے جتنا انکے اسباب وعلتون مین ہوتا ہے اور لوگون مین اکثر ایسے ہین کہ خداے تعالی کے صفات اور اسما جو انکے کانون مین پڑے مین رہی سیکھکر یاد کرتے ہین اور کچھ نہین جانتے اور بعض اوقات ان اسما وصفات کے معانی ایسے خیال کرلیے کہ خداوند جل شانہ ان معانی سے مبرا ہے اور بعض اوقات حقیقۃ الامر پر واقف ہوے اور نہ انکے کچھ معنی خیال کیے بلکہ تسلیم وتصدیق کے طور پر ایمان لائے اور عمل مین

مصروف ہوکر گفتگو کو بالا سے طاق رکھ دیا یہ لوگ اصحاب یمین مین سے بچنے والے ہین
اور جو لوگ خیال فاسد بنا لیتے ہین وہ گمراہ ہین اور جو حقیقت سے عارف ہین وہ مقرب ہین
اور اللہ تعالی نے ذکر ان تینون قسم کے لوگون کا اس آیت مین فرمایا ہے فَاَمَّا اِنْ کَانَ
مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّۃُ نَعِیْمٍ وَاَمَّا اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ فَسَلَامٌ لَّکَ
مِنْ اَصْحَابِ الْیَمِیْنِ وَاَمَّا اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّالِّیْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّتَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ
اور چونکہ بدون مثال کے لوگ باتین کم سمجھتے ہین اسلیے اختلاف محبت کی ہم مثال لکھتے ہین
اور کہتے ہین کہ مثلاً شافعی مذہب والون کو حضرت امام شافعی رح سے محبت ہی اس
محبت مین فقیہ اور عالم اور عوام سب مشترک ہین کہ انکے فضل اور دینداری اور سیرت نیک
اور خصائل حمیدہ سے سب واقف ہین مگر عامی انکے علم کو مجمل جانتا ہی اور فقیہ مفصل جانتا ہی
اسی لیے فقیہ کا آپ کو جاننا کامل تر ہوگا اور اس جاننے سے آپ کے ساتھ محبت اور عجب بھی
فقیہ ہی کو زیادہ ہوگا اسلیے کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف دیکھتا ہی اور اسکو اچھا جانتا ہی
اور اس تصنیف کے باعث مصنف کا فضل پہچانتا ہی تو اسکو یقیناً محبوب جانتا ہی اور
اسکی طرف اسکا دل مائل ہوتا ہی پس اگر اس تصنیف کی نسبت کہ کوئی دوسری تصنیف
اس سے بھی عمدہ اور عجیب دیکھیگا تو بیشک محبت دوبالا ہوگی اسلیے کہ اسکے علم کی معرفت
بھی بڑھ گئی اسی طرح آدمی کسی شاعر کے باب مین اگر اعتقاد کرتا ہی کہ شعر خوب کہتا ہی تو
اس سے محبت کرتا ہی اور جب اسکے اشعار نادر اس قسم کے سنتا ہی کہ جسمین شاعر کی مہارت
اور سخندانی معلوم ہو تو پہلے معرفت زیادہ ہوتی ہی اور محبت بھی زیادہ ہوجاتی ہی اسی طرح
تمام صناعات اور فضائل کا حال ہی اور عامی کبھی سنتا ہی کہ فلان شخص مصنف ہی اور اسکی
تصنیف اچھی ہوتی ہی مگر مضمون تصنیف سے واقف نہین ہوتا تو اسکو مجمل معرفت ہوتی ہی
اور اسی نسبت کر میل و محبت بھی مجمل ہوتا ہی اور دانا شخص جب تصانیف کو مطالعہ کرتا ہی
اور انکے عجائب پر واقف ہوتا ہی تو اسکی محبت یقیناً دوبالا ہوتی ہی اسواسطے کہ عجائب
صنعت اور شعر و تصنیف کے صفات صالح اور شاعر اور مصنف کے کمال پر دال ہوتے ہین
اب عالم سب کا سب خدا تعالی کی ساخت اور تصنیف ہی اور عامی صرف اسکا اعتقاد
اور علم رکھتا ہی مگر اہل بصیرت اسکی صنعت کی تفصیل سے واقف ہوتا ہی یہانتک کہ
مچھر مین مثلاً وہ عجائب دیکھتا ہی کہ ان مین عقل دنگ ہو

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار		ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اسی وجہ سے اسکے دل مین خداے تعالی کی عظمت و جلال اور کمال صفات زیادہ ہوتی ہی
اور اسکے باعث محبت بڑھتی ہی اور جسقدر صنائع الٰہی کی عجیب باتون پر اطلاع بڑھتی جاتی ہی
اسی قدر اسکی عظمت و جلال دل مین زیادہ معلوم ہوتی ہی اور اتنی ہی محبت بھی بڑھتی جاتی ہی
اور انتہا کہ عجائب صنع الٰہی کا دریا ناپید اکنار ہی اسی لیے محبت مین اہل معرفت کا تفاوت بھی
بیشمار ہی اور جن وجہون سے کہ محبت مین اختلاف ہوتا ہی وہ اختلاف اُن پانچون سببون کا ہی
جو محبت کے لیے ہم لکھ چکے ہین مثلاً اگر کوئی شخص خداے تعالی سے اس وجہ سے محبت رکھتا ہی
کہ وہ اسکا محسن اور منعم ہی اسکی ذات سے محبت نہین رکھتا تو اسکی محبت ضعیف ہی اسواسطے
کہ احسان کے بدلنے سے یہ محبت بدل جاتی ہی تو بلا کی حالت مین یہ محبت ایسی نہین ہوتی جیسے
خوشی اور آسائش کی حالت مین ہوتی ہی اور اگر کوئی شخص اس وجہ سے محبت رکھتا ہوگا کہ ذات
پاک خداوندی مستحق محبت ہی کہ کمال و جمال اور مجد و عظمت سب اسکو حاصل ہی تو اسکی محبت
احسان کے مختلف ہونے سے نہین بدلا کرتی ہمیشہ یکسان رہتی ہی غرضکہ محبت مین لوگون کے
مختلف ہونے کی یہ وجہ ہی اور اسی سے سعادت اُخروی مین فرق ہوا کرتا ہی اور اسی واسطے
اللہ تعالی نے فرمایا وَلَلۡاٰخِرَۃُ اَکۡبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَکۡبَرُ تَفۡضِیۡلًا

آٹھوان بیان اس امر کی وجہ مین کہ معرفت خداے پاک مین خلق کی فہم کیون قاصر ہی
واضح ہو کہ موجودات مین سے ظاہر تر خداے پاک ہی اور اس سے چاہیے تھا کہ سب
معرفتون سے اول اسکی معرفت فہم مین آتی اور عقل پر سہل تر ہوتی مگر معاملہ بالعکس نظر آتا ہی
تو اسکی وجہ بیان کرنی ضرور ہوئی اور یہ جو ہمنے کہا کہ وہ سب موجودات مین سے ظاہر تر ہی یہ اس
باعث سے کہا جو بدون مثال کے سمجھ مین نہین آنے کا اور وہ یہ ہی کہ ہم اگر کسی انسان کو لکھتے
یا سیتے یا کوئی اور کام کرتے دیکھین تو اسکا زندہ ہونا ہمارے نزدیک سب موجودات مین سے
ظاہر تر ہوگا یعنی اسکی زندگی اور علم اور قدرت اور ارادہ کام کا ہمارے عندیے مین
اسکی اور صفات ظاہری اور باطنی کی نسبت کر زیادہ واضح ہوگا اسلیے کہ صفات
باطنی مثل شہوت و غضب اور خلق اور صحت و مرض وغیرہ کو تو ہم جانتے ہی نہین
باقی رہین صفات ظاہری اُن مین سے بعض کو ہم نہین جانتے اور بعض مین شک ہی
مثلاً مقدار طول اور رنگ جلد وغیرہ آنکھ سے معلوم ہو سکتے ہین مگر اُن مین کسی وجہ سے

شک بھی رہ سکتا ہی اور حیات اور علم اور قدرت و ارادہ بدون اسکے کہ اُن میں حس بصر کا
لگاؤ ہی ہم پر ظاہر ہو جاتی ہین کیہ چیزین حواس خمسہ مین سے کسی چیز سے معلوم نہین ہوتین لیکن
ان چیزون کا علم بدون حرکت کے ہمکو نہین ہو سکتا پھر اگر ہم تمام عالم کی طرف برابر نظر کرینگے
تو کیا وجہ کہ خداے تعالی کی صفت ہمکو معلوم نہو دونون صورت مین بات تو ایک ہی اور
صاف صاف ہی بلکہ جب عالم کو مشاہدہ کرینگے اور حواس ظاہری اور باطنی سے ادراک
کرینگے خواہ وہ پتھر ہو یا ڈھیلا یا نبات و شجر یا حیوان یا زمین و آسمان یا ستارے یا خشکی و
تری یا عناصر یا عرض و جوہر وغیرہ تو اُن سب سے وجود اللہ تعالی کا اور قدرت و علم
اور تمام صفات ضرور ہی مشاہدہ ہونگے اور سب سے ثبوت کامل اُسکے وجود وغیرہ کا ہی
بلکہ اول دلیل خداے تعالی کے وجود اور صفات پر ہمارے نفس اور جسم اور اوصاف اور
احوال کا بدلنا اور ہمارے دلون کا اور تمام اطوار کا حرکات و سکنات مین پھر جانا ہی اور
ہمکو علم کی راہ سے ظاہر تر سب مین اپنا نفس معلوم ہوتا ہی پھر وہ چیزین جو ہمارے حواس خمسہ سے
معلوم ہوتی ہین پھر وہ جو عقل و بصیرت سے مدرک ہوتی ہین اور ان سب مدرکات مین سے
ہر ایک چیز ایک شاہد اور دلیل جداگانہ ہی اور جتنی چیزین عالم مین ہین سب کی سب شواہد
ناطقہ اور دلائل کاملہ اس بات پر ہین کہ انکا پیدا کرنے والا اور مدبر اور بدلنے والا اور حرکت
دینے والا موجود ہی اور اُسکے علم و قدرت اور لطف و حکمت پر بھی دال ہین اور ان سب موجودات
مدرکات کی کچھ انتہا نہین تو خداے تعالی کے وجود اور صفات کے دلائل کی بھی کچھ شمار نہین اب
اگر کاتب کی حیات و علم و قدرت ہمکو صرف ایک دلیل یعنے اُسکے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے باب
اور ظاہر ہو جاتی ہی تو خداے تعالی کا وجود و حیات وغیرہ کسطرح ظاہر نہوگا اُسکے لیے تو
کوئی چیز ایسی ممکن ہی نہین کہ اُسکے وجود وغیرہ پر دال نہو نہ ہمارے نفسون کے اندر کوئی شی
ایسی ہی نہ باہر اسلیے کہ ہر ایک ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہی کہ مین اپنے آپ موجود اور متحرک
نہین میرا موجد اور محرک کوئی اور ہی اور اسی پر ہمارے اعضا کی ترکیب اور ہڈیون کے جوڑ
اور گوشت پوست اور مسامات اور ہاتھ پانون کی صورت اور تمام اجزاے ظاہری و باطنی شاہد ہین
اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ یہ چیزین آپ ہی آپ مرکب نہین ہوئین جیسا یہ جانتے ہین کہ کاتب کا ہاتھ
خود بخود نہین ہلتا لیکن از انجا کہ موجودات مین سے کوئی شی مدرک اور محسوس اور معقول اور
حاضر اور غائب ایسی نہین جو خداے تعالی کے وجود پر شاہد نہو تو اسی لیے اسکا ظہور اتنا ظاہر ہو گیا

کہ عقلین اسکے ادراک سے متحیر رہگئین اسلیے کہ جو شی کہ اسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہو اُسکے
قصور کے دو ہی سبب ہوتے ہین یا اُس شی کا بذات خود خفیہ اور باریک ہونا جسکی
مثال ہر ایک کو معلوم ہی یا اُس شی کا وضوح حد سے زیادہ ہونا جیسے شپر رات کو دیکھتی ہی اور
دن کو نہین دیکھتی نہ اس وجہ سے کہ دن نسبت رات کے پوشیدہ ہی بلکہ اس وجہ سے کہ شدت سے
ظاہر ہی کہ شپر اپنے ضعف بصر سے اُسکی تاب نہین رکھتی آفتاب کا نور چمکنے اور خوب ظاہر ہونے کے سبب
اُسکی بینائی کو منتشر کر دیتا ہی ہان جب اُسمین کچھ تاریکی ملجاتی ہی اور ظہور مین ضعف آجاتا ہی تو اُسکی
بینائی کام دینے لگتی ہی اسی طرح ہماری عقلین ضعیف ہین اور جمال حضرت الٰہی کا نہایت درجے کی
چمک اور نور اور شدت کا شمول رکھتا ہی کہ کوئی ذرہ اُسکے ظہور سے نہین چھوٹا مصرع
ہر سنگ مین شرار ہی تیرے ظہور کا ✣ مصداق اس بیان کا ہی پس جب ملکوت زمین آسمان مین
کوئی ذرہ اُسکے ظہور سے خالی نہین تو یہی ظہور سبب اُسکے مخفی رہنے کا ہو گیا ہی سبحان اللہ شعر

اُف رے اطا نور آڑ ہو جسکے جمال کی | کیا چشم و دل کو تاب ہو اُسکے جلال کی

اور شدت ظہور کے باعث مخفی رہنے سے تعجب نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ چیزین یا اپنی
ضدون سے کھل جایا کرتی ہین اور جس چیز کا وجود ایسا عام ہو کہ کوئی ضد ہی نہو اُسکا ادراک
نہایت مشکل ہوگا یا اشیاے مختلف اس طور کی ہون کہ کچھ دلالت کرتی ہون اور کچھ نہ کرتی ہون تو
علیحدہ اُن مین فرق معلوم ہو سکتا ہی اور اگر سب اشیاے دلالت مین ایک ہی طور پر مشترک ہون
تب بھی مشکل پڑیگی مثلاً آفتاب کا نور جو زمین پر پڑتا ہی ہمکو معلوم ہی کہ یہ آفتاب کے غروب ہونے پر
جاتا رہتا ہی اور ایک عرض آفتاب کے ساتھ قائم ہی پس اگر آفتاب ہمیشہ روشن رہتا اور غروب نہوتا تو ہمکو
یہی گمان ہوتا کہ اجسام مین بجز اُنکے رنگون سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے اور کوئی چیز نہین کیونکہ
ہر وقت یہی رنگ نظر پڑتے ہین روشنی تو جسم نہین ہی کہ نظر پڑے مگر جب آفتاب
غروب ہو گیا اور تاریکی سب جگہ پھیلی تو ہمکو دونون حالون مین فرق معلوم ہوا اور جان لیا
کہ اجسام کو روشنی دھوپ سے تھی اور اُن مین ایک بات تھی کہ وہ غروب پر جاتی رہی غرضکہ
دھوپ کا وجود اُسکے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ نیست نہوتی تو اُسپر اطلاع مشکل سے ہوتی
اسلیے کہ اجسام ایک سی نظر پڑتے اندھیرے اُجالے کا کچھ فرق نہوتا پس دیکھنا چاہیے کہ
نور سی چیز جو محسوسات مین سے ظاہر تر ہی اور دوسری چیزونکو ظاہر کرتا ہی صرف ظہور کے
باعث اُسکا حال کیسے مشتبہ ہو سکتا ہی بشرطیکہ اندھیرا نہوا اب خداے تعالیٰ تو سب امور سے

ظاہر تر ہی اور سب چیزین اُسی سے ظاہر ہوتی ہین اگر اسکو عدم یا غائب ہونا یا بدلنا ہو تو آسمان و زمین گر پڑتے اور ملک و ملکوت بیکار ہوجاتے اور دونون حالون مین فرق معلوم پڑتا اسی طرح اگر بعض چیزین اُسکے ساتھ موجود ہوتین اور بعضی غیر کے ساتھ تب بھی فرق دونون چیزون کی دلالت مین ہوتا مگر اسکی دلالت سب اشیا مین ایک ہی طرح ہی اور اُسکا وجود سب احوال مین دائم و قائم ہی کہ اُسکے خلاف ہونا محال ہی تو بالضرور شدت ظہور موجب خفا ہی ہوا پس یہی باعث فہم کے قاصر رہنے کا ہی مگر جس شخص کی بصیرت قوی اور قوت غالب ہو وہ اپنے اعتدال کے حال مین سوا خداے تعالی کے اور کسی کو نہین دیکھتا نہ اور کو پہچانے اور جانتا ہی کہ موجود سوا خداے تعالی کے اور کوئی نہین غیر کے افعال اسی کے آثار قدرت مین سے ایک اثر ہین تو وہ اسی کے تابع ہین واقع مین بدون اُسکے غیر کو وجود نہین بلکہ وجود اُسی واحد برحق کو ہی جسکے باعث تمام افعال کا وجود ہی اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ کوئی فعل ایسا نہین دیکھتا جسمین نظر فاعل حقیقی کی طرف نہو نہ آسمان کو آسمان جانے نہ زمین کو زمین نہ درخت و حیوان کو اُنکے وجود کے اعتبار سے دیکھے بلکہ ان اشیا مین اس نظر سے دیکھتا ہی کہ واحد برحق کے افعال و صنائع ہین غرضکہ اُسکی نظر غیر کی طرف جاتی ہی نہین جیسے کوئی شخص کوئی شعر یا خط یا تصنیف دیکھ کر شاعر اور کاتب اور مصنف کی طرف لحاظ کرے اور ان چیزون کو اس اعتبار سے دیکھے کہ ان اشخاص کے آثار مین سے ایک اثر ہین نہ نظر سے کہ سیاہی سے کاغذ پر لکھے ہوئے ہین تو ظاہر ہو کہ اُس شخص کی نظر غیر مصنف کی طرف نہو گی اور چونکہ تمام عالم تصنیف خداے تعالی کی ہی تو جو شخص اُسکی طرف اس اعتبار سے دیکھے کہ وہ خدا کا فعل ہی اور اسی اعتبار سے اُسکو پہچانے اور محبت کرے تو وہ خدا کے سوا اور کسی مین نہ ناظر ہوگا نہ اور کا عارف نہ دوسرے کا محب اور در واقع مین موحد حقیقی وہی ہوگا جو خداے تعالی کے سوا اور کسی کی طرف نظر نہین کرتا یہانتک کہ اپنے نفس کی طرف بجز اس عتبار کے نہین دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہی پس ایسے ہی شخص کو کہا کرتے ہین کہ توحید مین فنا ہو گیا اور اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس قول مین کسی بزرگ کے کہ فرمایا ہم اپنے آپ تھے پھر خودی سے فنا ہو گئے تو اب بدون خودی کے رہ گئے پس یہ امور اہل بصیرت کے نزدیک معلوم ہین لوگون کی فہم بسبب ضعف کے اُنکو معلوم نہین کر سکتے اور علما سے اُن کی تشریح اور توضیح ایسی عبارت مین نہین ہو سکتی جس سے اور لوگ بھی غرض کو سمجھ جاوین علاوہ اسکے وہ اپنے اپنے نفس مین مشغول ہین اور

اعتقاد رکھتے ہین کہ اس بات کو غیر سے ذکر کرنا کچھ مفید نہین ہی وجہ یہ ہی کہ لوگون کی فہم معرفت الٰہی سے قاصر ہین اور اسکے اوپر یہ امر زائد ہو گیا کہ مدرکات سب کے سب جو خدا تعالیٰ پر شاہد ہین آدمی کو انکا ادراک لڑکپن مین بے عقلی کی حالت مین ہوتا ہی پھر آہستہ آہستہ عقل پیدا ہوتی ہی حالانکہ اسوقت اپنی شہوات مین ڈوبا رہتا ہی اور مدرکات و محسوسات کو دیکھتے دیکھتے اُنسے مالوف و مانوس ہو جاتا ہی دل مین انکی کچھ قدر و منزلت نہین رہتی کہ اُنکے باعث کوئی نئی بات معرفت کی اس سے سرزد ہو ہان اگر یکایک کوئی نادر حیوان یا سبزہ یا کوئی اور فعل خدا کے افعال مین خلاف عادت عجیب نظر پڑتا ہی تو خود طبیعت سے معرفت کا قول زبان پر آ جاتا ہی اور کہنے لگتا ہی سبحان اللہ اور اپنے نفس اور اعضا اور اقسام حیوانات کو جنسے مالوف ہو رہا ہی دن بھر دیکھتا ہی اور سب کے سب شواہد قاطعہ ہین مگر اُسکو زیادتی انس سے انکا شاہد ہونا محسوس نہین ہوتا اور اگر کوئی اندھا اور زاد عاقل بالغ ہو پھر ایکبارگی اُسکی آنکھ کھل جاوے اور آسمان و زمین اور درختون اور نباتات و حیوانات پر دفعتہً اُسکی نگاہ پڑے تو خوف ہی کہ کہین اُسکی عقل چکر مین نہ آ جائے کیونکہ ایسی عجائب چیزون کی شہادت اُنکے خالق پر اُسکو نہایت عجیب معلوم ہوگی حاصل یہ کہ اسی جیسے اسباب اور شہوات مین ڈوبا رہنے سے خلق پر راہ معرفت بند ہی تو یہان یہ مثل صادق آتی ہی کہ بغل مین گھوڑا اور شہر مین ڈھنڈھورا اور اسی لیے کسی نے قطعہ کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی

قطعہ

تو وہ ظاہر ہی کہ پوشیدہ نہین خلقت پر
لیک جو اصل سے اندھا ہو نہ دیکھے مہتاب

ہی ترا پردہ فقط یہ جو ہی شدت کا ظہور
کیسے معلوم ہو جسکا کہ ہو شہرت ہی حجاب

شعر

طریق معرفت اتنا پاس اور لوگ اس سے اتنے دور

دوست نزدیک تر از من بمن ست
وین عجب تر کہ من از وے دورم

بدیہی امور جب مطلوب ہوتے ہین تو مشکل ہو جاتے ہین

نوان بیان شوق الٰہی کے معنون کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ جو شخص محبت الٰہی کا واقع مین ہونے کا منکر ہی اُسکو شوق کی حقیقت سے بھی انکار ضرور ہوگا اسلیے کہ شوق تو محبوب ہی کی طرف ہوتا ہی اور ہم یہان ثابت کرتے ہین کہ عارف کو شوق خدا کی طرف ضرور ہوتا ہی اور وہ شائق ہونے پر مجبور ہی اور اسکا ثبوت دو طرح پر ہی اول بطریق نظر اور تجربہ بصیرت کے دوم بطور اخبار و آثار کے اول طریق کے اثبات مین تو وہی کافی ہی جو اثبات

منزہ تلخ کرتے ہین اور ان خیالات پر کاروبار دنیاوی بھی اضافہ ہوجاتے ہین بہرحال کمال وضوح
مشاہدہ اور تجلی کے اشراق تام کا نام ہی جو دنیا مین نہین ہوسکتی آخرت مین ہوگی اور چونکہ منتہاے
محبوب عارفون کا وہی ہی تو بیشک موجب شوق ہوگی تو ایک شق شوق کی تو ہوگئی یعنے
جس چیز کا انکشاف کسی قدر ہوا تھا اُسکے کامل انکشاف کا شائق ہونا اب دوسری شق یہ ہی
کہ امور الٰہیہ کی کچھ انتہا نہین ہر بندہ کے لیے کسی قدر منکشف ہوتے ہین اکثر دقیق باتین
نامعلوم رہ جاتی ہین اور عارف کو اُنکے وجود کا علم ہوتا ہی اور یہ بھی جانتا ہی کہ یہ امور خداے تعالی کو
معلوم ہین اور یہ جتنی باتین مجکو معلوم نہین وہ معلومات کی نسبت کر زائد ہین اسی لیے ہمیشہ
اُنکا طالب اور شائق رہتا ہی یہانتک کہ اُسکو اصل معرفت اُن معلومات کی ہو اُسکو معلوم
ہونے سے باقی ہین نہ اُنکا علم واضح طور پر آیا نہ مجمل طور پر اور شوق اول تو آخرت مین تمام ہوگا
یعنی اس حال کے حاصل ہونے سے جسکو مشاہدہ اور دیدار کہتے ہین اُس شوق کا دنیا مین
فرو ہوجانا ممکن نہین خلیفہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو مشتاقون مین سے ہین کہتے ہین کہ ایک دن
مین نے عرض کیا کہ الٰہی تو اگر اپنے عاشقون مین سے کسی کو ایسی چیز عنایت فرماتا ہو جس سے
اُسکے دل کو تسلی تیرے وصال سے پیشتر ہوجاتی ہو تو وہ چیز مجکو بھی مرحمت ہو مجکو اضطراب نے
بہت تنگ کیا ہی پس رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ خداوند کریم نے مجکو اپنے سامنے
کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے شرم نہین آتی کہ مجھسے ایسی چیز مانگتا ہی جس سے
میری ملاقات کے پیشتر ہی تسکین خاطر کردے بتا تو سہی کہین مشتاق کو اپنے حبیب کے ملنے سے
پیشتر بھی تسکین ہوا کرتی ہی مین نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری محبت مین حیرت زدہ ہوکر
معلوم نہ کیا کہ کیا کہون اب تو میرا قصور معاف فرما اور مجکو سکھلادے کہ کیا کہون ارشاد ہوا
کہ یون کہہ اَللّٰهُمَّ رَضِّنِي بِقَضَائِكَ وَصَبِّرْنِي عَلٰى بَلَائِكَ وَاَوْزِعْنِي شُكْرَ نَعْمَائِكَ کیونکہ یہ
شوق آخرت مین فرو ہوگا۔ اور دوسری شق شوق کی تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا
انجام نہ دنیا مین ہو نہ آخرت مین اسواسطے کہ اُسکا انجام جب ہو جب آخرت مین بندے کو
خداے تعالی کا جلال اور اُسکے صفات اور حکمت اور افعال اسقدر معلوم ہون جسقدر
کہ خداے تعالی کو معلوم ہین اور یہ امر قطعاً محال ہی اسواسطے کہ معلومات الٰہی کی کچھ انتہا نہین
اور ہمیشہ بندہ یہی جانیگا کہ جمال اور جلال مین سے ابھی اور کچھ باقی ہی جو مجھپر نہین کھلا تو
کبھی اُسکا شوق فرو نہوگا خصوص وہ شخص جو اپنے درجے پر اور بہت سے درجات دیکھیگا

سنا ہے کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے - اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار مین مروی ہے کہ
خدا ئے تعالی نے اونکو ارشاد فرمایا کہ ای داؤد میری زمین والونکو سنا دے کہ جو مجھسے محبت کریگا مین
اوسکا حبیب ہون اور جو میرے پاس بیٹھے گا مین اوسکا جلیس ہون اور جو میرے ذکر سے انس
حاصل کریگا مین اوسکا انیس ہون اور جو میرے ساتھ رہیگا مین اوسکے ساتھ ہون اور جو مجھکو
اختیار کریگا مین اوسکو اختیار کرونگا اور جو میرا کہا مانے گا مین اوسکا کہا مانونگا اور جو شخص مجھسے
محبت کرتا ہے اور اوسکی محبت دل سے مجکو معلوم ہوجاتی ہے تو مین اوسکو اپنے واسطے مقبول
کرتا ہون اور اوس سے ایسی محبت کرتا ہون کہ میری خلق مین سے اوسپر کوئی مقدم نہین ہوتا
جو مجکو سچ طلب کرتا ہے وہ مجکو پاتا ہے اور جو غیر کو طلب کرتا ہے وہ مجکو نہین پاتا تو ای زمین کے
باشندو تم اب جس حال مین ہو کہ دنیا کے فریب مین آتے ہو اوسکو چھوڑو اور میری کرامت اور
محبت و پاس بیٹھنے کیطرف چلو اور میرے ساتھ انس کرو مین تمہارے ساتھ انس کرونگا اور
تمہاری محبت کیطرف سرعت کرونگا اسلیے کہ مین نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم اپنے خلیل اور موسی
اپنے کلیم اور محمد اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہے اور مین نے مشتاقون کے دل اپنے نور سے بنائے ہین
اور اپنے جلال سے اونکو پرورش کیا ہے اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے بعض
صدیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندون مین سے کچھ خاص بندے ایسے ہین جو مجھسے محبت رکھتے ہین
اور مین اونسے محبت رکھتا ہون اور وہ میرے مشتاق ہین اور مین اونکا مشتاق ہون اور وہ
مجکو یاد کرتے ہین مین اونکو یاد کرتا ہون وہ میری طرف دیکھتے ہین مین اونکی طرف دیکھتا ہون
اگر تو بھی اونکی راہ چلیگا تو مین تجھسے محبت کرونگا اور اگر اونکی راہ سے پھریگا تو تجھپر غصہ ہونگا
اوس بزرگ نے عرض کیا کہ الہی اون بندون کی پہچان کیا ہے حکم ہوا کہ دن کو سایہ کو ایسا
تاکتے ہین جیسے چرواہا شفیق اپنی بکریون کو تاکتا رہتا ہے اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق
رہتے ہین جیسے پرندے شام کو اپنی گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہے پس جب رات چھا جاتی ہے اور اندھیرا
کھیجاتا ہے اور بچھونے بچھ جاتے ہین اور سرانداز نشگاف ہوتے ہین اور ہر ایک حبیب اپنے حبیب سے
ملتا ہے اوسوقت وہ میرے لیے اپنے قدم اوٹھاتے ہین اور پیشانی بچھاتے ہین اور میرے
کلام سے مجھسے سرگوشی کرتے ہین اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہین اونمین سے
کوئی چیختا ہے کوئی روتا ہے کوئی آہ کرتا ہے کوئی شاکی ہے کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا اور کوئی رکوع
کرتا ہے اور کوئی سجدہ جو کچھہ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہین اور میری محبت مین

شکایت رکھتے ہین وہ سب بسر و چشم سب سے پیشتر جو مین اونکو دونگا تو تین باتین ہین اول یہ
اپنے نور سے اونکے دلومین ڈالدونگا کہ وہ میرے حال سے خبر دینگے جیسے مین اونکے حال سے خبر
دیتا ہون دوسرے یہ کہ اگر آسمان و زمین اور جو چیز ان دونون مین ہی اونکے وزن کے مقابل
ہوگی تو مین اونکی خاطر اون اشیا کو کم جانونگا تیسرے یہ کہ مین اپنا چہرۂ مقدس اونکی طرف
کرونگا اور تمکو معلوم ہی کہ جسکی طرف مین متوجہ ہون کسیکو معلوم ہوگا کہ مین اوسے کیا کچھ دیا چاہتا ہون
اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین منقول ہی کہ خدای تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ ای
داؤد جنت کو کب تک یاد کریگا اور میری طرف شوق کی درخواست مجھسے نکریگا عرض کیا کہ الٰہی
تیرے مشتاق کون ہین ارشاد ہوا کہ وہ لوگ میرے مشتاق ہین جنکو مین نے ہر ایک کدورت سے
صاف کر دیا ہے اور خوف سے آگاہ کر دیا ہی اونکے دلون مین اپنی طرف سوراخ کر دیا ہی جس سے
وہ میری طرف دیکھتے ہین مین اونکے دلون کو اپنے ہاتھہ مین لیکر اپنے آسمان پر رکھتا ہون پھر عمدہ
فرشتون کو بلاتا ہون جب وہ اکٹھے ہوتے ہین تو مجکو سجدہ کرتے ہین مین اونکو ارشاد فرماتا ہون
کہ مین نے تمکو سجدے کے لیے نہین بلایا بلکہ اسلیے بلایا ہی کہ اپنے مشتاقون کے دلون کو تمکو دکھاؤن
اور اونکے باعث تمپر فخر کرون اونکے دل میرے آسمان مین فرشتون کو ایسا نور دیتے ہین جیسے
آفتاب زمین والون کو روشنی دیتا ہی ای داؤد مین نے مشتاقون کے دل اپنی رضا سے بنائے
اور اپنے چہرے کے نور سے اونکی تربیت کی اونکو اپنی ذات کے لیے بات کرنے والا بنایا
اور اونکے بدنون کو زمین مین سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور اونکے دلون مین ایک راہ
رکھدی جس سے میری طرف دیکھتے ہین اور ہر روز اونکا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہی حضرت داؤد ع
نے عرض کیا کہ الٰہی مجکو اپنے عاشقون کی زیارت کرانے حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا وہان
چودہ آدمی کہ اونمین جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہین اونسے جا کر میرا
سلام کہنا اور کہیو کہ تمہارا رب بعد سلام تمسے کہتا ہی کہ مجھسے تم کچھ حاجت کیون نہین مانگتے
تم تو میرے دوست اور برگزیدہ اور ولی ہو مین تمہاری خوشی سے خوش ہوتا ہون اور تمہاری
محبت کیطرف سبقت کرتا ہون حضرت داؤد بموجب ارشاد کے کوہ لبنان کو گئے اون لوگونکو
ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خدای تعالی کی عظمت مین فکر کرتے ہین جب اونھون نے حضرت داؤد ع
کو دیکھا تو اوٹھے تاکہ اونسے علحدہ ہو جاوین آپ نے فرمایا کہ لوگو مین رسول خدا ہون تمہارے
پاس ایک پیام ربانی پہونچانے آتا ہون اونھون نے آپ کیطرف متوجہ ہو کر کان لگا دیے

نظر کرنے سے ہمپر احسان کر تیرھوین نے کہا کہ میری تو یہ خواہش ہے کہ خداوندا دنیا و مافیہا
کیطرف دیکھنے سے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت مین مشغول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر
چودھوین نے کہا کہ الٰہی یہ تو مین جانتا ہون کہ تو اپنے اولیا کو چاہتا ہی تو ہمپر اتنا احسان کر کہ
اپنے سوا جتنی چیزین ہین اونسے ہٹاکے دلکو صرف اپنے ساتھ مشغول کرلے۔ اللہ تعالے نے
حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اونسے کہدو کہ مین نے تمھاری گفتگو سنی اور جو کچھ تمکو
محبوب ہی وہ مین نے قبول کیا تم ایک ایک آدمی ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور اپنے واسطے
زمین مین تہ خانہ بنالو کہ مین تم مین اور اپنے درمیان سے حجاب اوٹھایا چاہتا ہون تاکہ تم میرے
نور اور جلال کو دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی یہ لوگ اس درجے کو کیسے پہونچے
حکم ہوا کہ میرے ساتھ گمان اچھا رکھتے ہین اور دنیا اور اوسکے باشندون سے الگ ہوے ہین میرے
ساتھ تنہائی کرتے ہین اور مجکو پکارا کیے ہین اور یہ وہ رتبہ ہے کہ اسکو بجز تارک دنیا و مافیہا کے جو
اوسمین سے کسی چیز کی یاد مین مشغول نہو اور دل اپنا میرے لیے خالی کرے اور تمام میری مخلوق
پر مجکو ہی اختیار کرے اور کسیکو حاصل نہین ہوتا جب ایسا ہوجاتا ہے تو اوسپر الطاف کرتا ہون
اور اوسکے نفس کو فارغ البال کرکے اوسکے اور اپنے درمیان سے پردہ اوٹھا دیتا ہون تاکہ
مجکو ایسے دیکھے جیسے کوئی آنکھ سے کچھ دیکھا کرتا ہے اور اوسکو اپنی کرامت دکھلاتا ہون اور
اپنے چہرہ مقدس کے نور سے ہر وقت قریب کرتا جاتا ہون اگر وہ بیمار ہوجاتے تو مین اوسکا
علاج ایسا کرتا ہون جیسے ماں شفیقہ اپنے بچے کا علاج کرتی ہے اور اگر اوسکو پیاس لگتی ہے تو اوسکو
اپنے ذکر کی چاشنی سے سیراب کرتا ہون پھر اسکے بعد مین اوسکو دنیا و مافیہا سے اندھا کردیتا ہون
دنیا اوسکی نظر مین محبوب نہین کرتا کسیوقت میرے ساتھ مشغول ہونے سے دم نہین لیتا
اوسکا یہ حال ہوتا ہی کہ میرے پاس آنے کے لیے مجھ سے جلدی کرتا ہے اور مین اوسکے آنے کو برا
سمجھتا ہون اسلیے کہ خلق مین سے میری نگاہ اوسی پر ہوتی ہے وہ میرے غیر کو نہین دیکھتا
نہین اوسکے غیر کو دیکھوں اے داؤد جب مین اوسکو دیکھتا ہون کہ اوسکا نفس گھل گیا اور جسم
لاغر ہوگیا اور اعضا ٹوٹ گئے اور جب میرے ذکر کو سنتا ہی تو اوسکا دل ٹھکانے نہین رہتا
تب اوسکے باعث مین اپنے فرشتون اور باشندگان آسمان پر فخر کرتا ہون تو اوسکو خوف
زیادہ ہوجاتا ہی اور عبادت بہت کرنے لگتا ہے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ مین اوسکو
فردوس مین بٹھاؤنگا اور اوسکے دلکو اپنی طرف دیکھنے سے اتنی تسلی دونگا کہ وہ راضی ہوجاے

بلکہ اونھی مینڈے سے بھی زیادہ اوسکو اطمینان ہووے - اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام
کے اخبار مین ہے کہ اے داؤد جو بندے کہ میری محبت کیطرف متوجہ ہین اونسے کہدے کہ اگر
مین خلقت سے پوشیدہ رہون اور تم مین اور اپنے درمیان مین پردے کو دور کردون
تو اسمین تمھارا کیا ضرر ہے تم مجکو اپنے دلون کی آنکھ سے دیکھتے رہوگے اور اگر مین دنیا کو
تمسے علیحدہ رکھون اور دین کو تمپر فراخ کردون تو اسمین تمھارا کیا نقصان ہے اور جبکہ تم
میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض ہونا تمکو کچھ ضرر نہ دیگا اور یہ بھی اونھین کے اخبار مین
ہے کہ اللہ تعالی نے اوپر وحی بھیجی کہ تجکو یہ گمان ہے کہ تو مجھسے محبت رکھتا ہے پس اگر یہ بات سچی ہے
تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال اسلیے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل مین
جمع نہین ہوتی اے داؤد میری محبت اگر کرتا ہے تو خالص کر اور باشندگان دنیا سے ظاہری
معاملہ مین میری تقاضا کر لوگون کی بات کر جو بات اوسمین دین سے ایسی ہو کہ میری محبت کے
موافق تجکو معلوم ہو تو اوسکو اختیار کر اور جو مشکل ہو اوسکو میرے حوالہ کر علاوہ ازین مین تیری
سیاست اور اصلاح پر جلدی کیطرف سبقت کرتا ہون اور تیرا ہادی اور قائد ہون بن سوال کے
تجکو دیتا ہون اور سختیون پر مدد کرتا ہون اور مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ بدلہ ایسے
بندے کے کسیکو ثواب نہ دونگا جسکا طالب اور ارادہ میرے سامنے عاجزی کا مجکو معلوم ہو جاوے
اور جو بدون میرے نہ رہ سکے پس اگر تو ایسا ہو جاویگا تو مین ذلت اور وحشت کو تجھسے دور کرکے
تیرے دلمین غنا بھردونگا اسلیے کہ مین نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ جو بندہ اپنے نفس سے
مطمئن ہو کر اوسکے افعال کا نگران ہوتا ہے تو مین اوسکو اوسکے نفس کے حوالہ کر دیتا ہون تو
اشیا کو میری طرف نسبت کر تیرے عمل اسکے خلاف نہون ورنہ تو گنہگار ہوگا اور تجھسے
تیرے ساتھیون کو نفع نہوگا اور میری معرفت کی کچھ حد تجکو نہ ملیگی کیونکہ اوسکی کچھ انتہا نہین
اور جب تو زیادہ مجھسے مانگیگا تو مین تجکو دونگا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہین
پھر بنی اسرائیل کو جتادے کہ مجھمین اور کسی مخلوق مین کوئی رشتہ نہین اس صورت مین اونکی رغبت
اور ارادت ہی میرے نزدیک زیادہ ہونی چاہیے مین اونکو وہ چیز دونگا کہ نہ آنکھون نے دیکھی نہ کانون
سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری مجکو اپنی آنکھون کے سامنے رکھے اور اپنے دل کی آنکھ سے
میری طرف دیکھ اور اپنے سر کی آنکھ سے اون لوگون کیطرف مت دیکھ جنکے دل ورغمین
مجھسے محجوب ہین اور شہوت سے مہار ہوتے ہین مین نے اونسے ثواب منقطع کردیا ہے مین نے

اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہی کہ اپنا ثواب اوس بندے کے لیے نہ کھو لونگا جو میری طاعت میری تجربے کے لیے یا آلا بالا بتانے کے لیے داخل ہوا اور جن لوگون کو تو سکھلا دے وانسے فروتنی کر اور ارادت والون پر زیادتی مت کر کیونکہ اونکا مرتبہ میرے نزدیک تنا بڑا ہی کہ اگر اہل محبت کو معلوم ہو جاوے تو اونکے پاؤن مین گر پڑین کہ او نھین کے اوپر کو ارادت والے رستہ چلین اے داؤد علیہ السلام اگر تو ایک مرید کو نشۂ غفلت سے نکال کر صاف کر دیگا تو مین تجکو اپنے یہان بڑا دانا اور ہوشیار لکھونگا اور جسکو مین اپنے یہان ایسا لکھتا ہون وہ پھر وحشت و احتیاج خلق نہین ہوتی اے داؤد میرے کلام سے تمسک کر اور اپنے نفس کے واسطے نفس ہی سے اوسمین سے کچھہ مت دے ورنہ مین تجسے اپنی محبت کو محجوب کردونگا میرے بندون کو میری رحمت سے نا امید مت کر اور اپنی شہوت کو میرے لیے ترک کر مین نے شہوات کو اپنی مخلوق مین سے ضعیفون کے لیے مباح کیا ہی قوی لوگونکو کیا ہوا ہی کہ وہ شہوات کو حاصل کرین انسے تو میری مناجات کی حلاوت کم ہو جاتی ہی اور نیز دوستون کی اونکی سزا میرے یہان یہ مقرر ہی کہ عین حصول شہوت کی جگہ مین اونکی عقلون پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دیتا ہون اسلیے کہ مین اپنے حبیب کے واسطے دنیا پسند نہین کرتا اوسکو اوس سے صاف رکھتا ہون اے داؤد اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ ست کر جو تجکو اپنی غفلت کے باعث میری محبت سے محجوب کرے اس قسم کے لوگ میرے ارادتمند بندون کے راہزن ہین ترک شہوات کے لیے روزہ کی مداومت سے استعانت لے اور خبردار افطار کا تجربہ مت کر اسلیے کہ مین روزہ کو مداومت کے ساتھہ ہی اچھا جانتا ہون اے داؤد اپنے نفس کی دشمنی کر کہ میرا حبیب بن اور نفس کو شہوات سے باز رکھہ کہ مین تیری طرف دیکھون اور تجکو اپنے اور میرے درمیان کے حجاب دور نظر آوین چونکہ مجکو اپنے ثواب کا احسان تجہپر زیادہ تو تیری مدارات اسلیے کرتا ہون کہ میرے ثواب پر قادر ہو جاوے اور جب تک تو میری مناجات سے متمسک رہیگا مین ثواب تجھسے نہ روکونگا۔ اور خدا تعالی نے یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر اونکو معلوم ہو کہ مین اونکا کیسا منتظر ہون اور اونسے نرمی کرتا ہون اور اونکے گناہون کے ترک کے لیے کیسا مشتاق ہون تو وہ لوگ میری طرف شوق کے مارے مر جاوین اور اونکے جوڑ بند میری محبت کے باعث جدا ہو جاوین اے داؤد یہ تو میرا ارادہ اون لوگون کے ساتھہ ہی جو مجھسے روگردان ہین تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین اونکے باب مین میرا ارادہ کیسا ہوگا اے داؤد جب بندہ مجھسے بے پروا

ہوجاتا ہو تو سب بالتون سے زیادہ محتاج میری طرف ہوتا ہو اور جب وہ میری طرف سے روگردانی کرتا ہو تو مجکو اوسپر زیادہ تر رحم آتا ہو اور جب میری طرف رجوع کرتا ہو تو مجکو سب سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہو

اے خدا قربان احسانت شوم		این چہ احسان ست قربانت شوم

پس یہ اخبار اور اسطرح کی اور نظیرین بیشمار ہین جو اثبات محبت و شوق اور انس پر دلالت کرتی ہین اور معنی انکے تو پہلے معلوم ہو چکے ۔

دسوان بیان اللہ تعالی کی محبت کا بندے سے اور اوسکے معنی ۔ واضح ہو کہ قران مجید سے متواتر ثابت ہو کہ اللہ تعالی بندے سے محبت رکھتا ہی پس اس محبت کے معنی کی تحقیق ضرور ہے اول وہ آیات و احادیث لکھتے ہین جنسے یہ محبت ثابت ہوتی ہو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ اور اسی جہت سے جس شخص نے کہ دعوی کیا کہ مین خدا تعالی کا محبوب ہون اوسکے جواب مین ارشاد فرمایا قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ بِذُنُوْبِکُمْ اور حضرت انس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَبْدًا لَمْ یَضُرَّہٗ ذَنْبٌ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اور اسکے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی جس بندے سے محبت رکھتا ہو اوسکی توبہ موت سے پہلے قبول فرمالیتا ہو پھر اوسکو گناہان گذشتہ ضرر نہین کرتے گو بہت ہون جیسے کہ مسلمان ہونیکے بعد کفر گذشتہ نقصان نہین کرتا اور اللہ تعالی نے محبت کے لیے گناہون کا معاف فرمانا بھی ارشاد فرمایا ہو جیسے کہ ارشاد ہو قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اِنَّ اللّٰہَ یُعْطِی الدُّنْیَا مَنْ یُّحِبُّ وَمَنْ لَا یُحِبُّ وَلَا یُعْطِی الْاِیْمَانَ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ اور فرمایا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اَکْثَرَ ذِکْرَ اللّٰہِ اَحَبَّہُ اللّٰہُ اور حدیث قدسی لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ اِلٰی اٰخِرِہٖ پہلے گذر چکی ہو اور زید بن اسلم رضہ فرماتے ہین کہ خدا تعالی بندے سے محبت کرتا ہی یہان تک کہ اوسکی محبت اسدرجے کو پہونچ جاتی ہو کہ بندے کو ارشاد فرماتا ہو کہ جو تیرا جی چاہے سو کر مین نے تجکو معاف کیا اور اسقدر کہ الفاظ محبت وارد ہین شمار سے زائد ہین اور ہم بیان کر چکے ہین کہ بندے کی محبت خدا کے ساتھ حقیقی ہو نہ مجازی اسلیے کہ محبت کے معنی لغت مین یہ ہین کہ نفس کا خواہش کرنا ایک موافق چیز کیطرف

اور عشق اس خواہش کے غلبے اور افراط کا نام ہو اور یہ بھی ہم نے بیان کر دیا ہی کہ احسان او جمال
دونون نفس کے موافق ہین اور یہ دونون کبھی تو آنکھ سے مدرک ہوتے ہین اور کبھی بصیرت سے
او محبت دونون صورتون مین لازم ہو کچھ آنکھ کی ضرورت نہین ع نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
چہ بسا کین دولت از گفتار خیزد مشہور ہی مگر خدای تعالیٰ کی محبت بندہ سے اسطرح ممکن نہین بلکہ جتنے الفاظ کہ اللہ تعالیٰ پر
بولے جاتے ہین مثل سننے جاننے وغیرہ کے وہ ایسے نہین ہین کہ مخلوق پر اور خالق پر ایک طرح
بولے جاتے ہو یہان تک کہ وجود جو سب الفاظ مین باعتبار اشتراک کے عام تر ہی وہ بھی خلق
اور خالق پر ایک ہی طرح نہین بولا جاتا اسلیے کہ ہر ایک ما سوا اللہ کا وجود خدای تعالیٰ کے وجود سے
نکلا ہی تو تابع او متبوع کا وجود ایکسا کیون ہونے لگا تھا البتہ لفظ کے اعتبار سے صرف شرکت
پائی جاتی ہی کہ دونون کو وجود کہتے ہین اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً گھوڑا اور درخت جسم ہونے مین
شریک ہین کہ معنی جسمیت کے او اسکی حقیقت دونون مین ایک ہی معلوم ہوتی ہی یہ بات نہین
کہ ایک مین تو جسمیت اصلی ہو اور دوسرے مین فرعی کیونکہ ایک کی جسمیت دوسرے سے نہین نکلی اور
وجود کے لفظ مین جو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پر بولا جاتا ہی یہ بات نہین اور یہ فرق سب الفاظ مین ہی
یعنی علم و ارادہ و قدرت سب ایسے ہی ہین کہ اونمین خلق اور خالق دونون ایکسے نہین واضع
لغت نے یہ الفاظ خلق کے لیے اول بنائے تھے بوجہ اسکے کہ عقل و فہم مین خالق ہی پیشتر ہین انکا
استعمال خالق کے حق مین بطور استعارہ او مجاز او نقل کے ہو گیا او محبت یعنی نفس کا خواہش کرنا
طرف موافق او مناسب چیز کے اوس نفس مین ہو سکتی ہی جو موافق چیز کے نملنے سے ناقص ہو اور
جب اسکو وہ ملجائے تو اوس سے فائدہ اوٹھائے او کامل ہو جائے او یہ بات خدای تعالیٰ پر
محال ہی اسلیے کہ وہان تو ہر ایک کمال و جمال و بہا و جلال جو اوسکے لیے ممکن ہی وہ اوسکے پاس موجود
او حاصل ہو اور ہمیشہ ازل تک واجب الحصول ہی نہ وہ پیدا ہو سکے نہ اوس سے کمال دور ہو تو اوسکو
غیر کیطرف نظر اس اعتبار سے نہین ہو سکتی کہ وہ غیر ہو بلکہ اس جہت سے ہوگی کہ ہمارا فعل ہو اور
واقع مین بجز اوسکی ذات اور افعال کے اور کوئی موجود بھی نہین اور یہین لحاظ شیخ ابو سعید نہنی کے
سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی کہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ تو اونھون نے فرمایا کہ وہ اپنی ہی ذات سے
محبت فرماتا ہی یعنی کل وہی ہی اور اوسکے سوا اور کوئی موجود نہین تو محبت بھی اپنی ہی نفس کے
ساتھ ہوئی جیسے کوئی شخص صرف اپنے نفس سے محبت کرے او اپنے افعال و تصانیف کو
بھی سے تو ظاہر ہی کہ اوسکی محبت اوسکی ذات سے تجاوز نکرے گی کیونکہ ذات سے متعلق ہین

توابع سے بہر حال وہ اپنے اخص معنی کی محبت کہینگا اور جو الفاظ کہ خداے تعالی کی محبت میں
بندونکے ساتھ وارد ہوئے ہیں سب مأول ہیں اور احتمال ہے محبت کے معنی کا یہ ہو کہ خداے تعالی بندے کے
دل پر سے حجاب کو اوٹھا دیتا ہے یہانتک کہ بندہ اوسکو اپنے دل سے دیکھنے لگتا ہو یا یہ کہ بندے کو اپنے
قرب پر قادر کر دیتا ہے یا ازل میں اوسکو قادر کرنا منظور تھا پس اگر محبت کو ارادہ ازلی کیطرف نسبت
کیا جاے جس سے کہ بندہ طریق قرب کا سالک ہوا ہے تو اس صورت میں محبت خداے تعالی کی کسی
بندے کے ساتھ ازلی ہوگی اور اگر محبت کو اوس فعل کیطرف نسبت کیا جاے جو حجاب کو
بندے کے دل پر سے دور کرتا ہے تو اس صورت میں محبت حادث ہوگی کہ سبب کے حدوث سے نئی
پیدا ہوگی چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ
یعنی نوافل سے تقرب کرنا سبب صفاے باطن اور ارتفاع حجاب کا دل سے اور درجہ قرب الہی پر پہونچنے کا
ہوتا ہے اور یہ سب امور خداے تعالی کے فضل اور لطف و کرم سے اوسکے ساتھ ہوتے ہیں یہی معنی
خداے تعالی کی محبت کے ہیں اور یہ بات بدون مثال کے سمجھ میں نہ آویگی اور وہ یہ ہو کہ مثلاً
ایک بادشاہ اپنے کسی غلام کو اپنا مقرب بناتا ہے اور ہر وقت اپنے حضور میں حاضر رہنے کا اوسکو
حکم دیتا ہے یا تو اس غرض سے کہ وہ اسکی مدد کریگا یا اوسکے مشاہدے سے آرام پاویگا یا اوسکی
راے کسی امر میں لیگا یا اسباب کھانے پینے کا اوسکے لیے تیار کریگا تو لوگ یہی کہینگے کہ بادشاہ
اوس غلام سے محبت رکھتا ہے یعنی بادشاہ اوسکی طرف اس جہت سے مائل ہو کہ اوسمین ایک امر
موافق اور مناسب بادشاہ کے پایا جاتا ہے تو یہ صورت تو محبت کے اول عنوان سے ہے
اور کبھی بادشاہ کسی غلام کو مقرب بناتا ہے اور حضور سلطانی میں آنے سے اوسکو منع نہیں کرتا
نہ اس جہت سے کہ اوس سے کچھ بادشاہ کو نفع یا تقویت ہوگی بلکہ اس جہت سے کہ اوس غلام میں
بذات خود وہ عمدہ اخلاق اور خصائل حمیدہ پائے جاتے ہیں کہ اونکے ہوتے ہوے اوسکو یہی
زیبا ہو کہ بادشاہ کے حضور میں بکمال قرب تمام سے بہرہ یاب ہو گو بادشاہ کو اوس سے کچھ مطلق غرض
نہو اس صورت میں اگر بادشاہ اوس شخص کے اور اپنے درمیان کا حجاب اوٹھا دے گا تو یہی
کہا جاویگا کہ بادشاہ اوس سے محبت رکھتا ہو اور اگر وہ غلام خصائل حمیدہ میں سے وہی
حاصل کرے جو باعث ارتفاع حجاب ہوں تو کہا جاویگا کہ اوس نے ذریعہ پیدا کرکے اپنے
آپکو بادشاہ کا محبوب کر دیا پس محبت الہی بندے کے ساتھ ان معنوں کے ساتھ سمجھنی چاہیے
نہ اول معنوں کے ساتھ بلکہ دوسرے معنوں کے ساتھ بھی بشرط یہ ہی کہ اس قرب سے یہ سمجھو

محبت بندے کے ساتھ آیا یہ ہو کہ بندے پر سے شواغل اور گناہوں کو مٹا کر اور اوسکے
باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کرکے اپنے ذات پاک سے قریب فرماوے اور اوسکے
درمیان سے حجاب و حائل اٹھا دے یہانتک کہ بندہ اوسکا مشاہدہ ایسی طرح کرے گویا اپنے دل سے
اوسکو دیکھ رہا ہو الا محبت بندے کی خدا کے ساتھ اوسکے یہ معنی ہین کہ بندے کا خواہش کرنا
اس کمال کو جس سے وہ مفلس ہے تو ظاہر ہو کہ جو چیز اوسکو نہین ملی اوسکی طرف اوسکا اشتیاق
ہوگا اور جب وہ ہمین سے کسیقدر اوسکو ملیگا تو اوسمین سے لذت یاب ہوگا اور یہ محبت شوق
خدا تعالی کیطرف سے محال ہے- اب اگر یہ کہو کہ خدا تعالی کی محبت بندے کے ساتھ
ایک امر مشتبہ ہے ہم کسطرح جانین کہ وہ حبیب خدا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکی علامتین ہین جن سے
اوسکا محبوب ہونا معلوم ہوا کرتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ
عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِذَا اَحَبَّہُ الْحُبَّ الْبَالِغَ اِقْتَنَاہُ لفظ اقتناہ کے معنی جو آپ سے
پوچھے گئے تو فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ اوسکے پاس مال چھوٹے نہ اہل اس سے معلوم ہوا کہ محبت
الٰہی کی بندے کے ساتھ یہ پہچان ہے کہ اوسکو غیر سے متنفر کرے اور اوسمین اور غیر اللہ مین
حائل ہو جاوے- حضرت عیسی علیہ السلام سے کسینے عرض کیا کہ آپ اپنی سواری کے لیے کوئی
دراز گوش کیون نہین خریدتے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو یہ بات گران ہے کہ مجھکو اپنی ذات
پاک سے چھوڑ کر دراز گوش کا شغل عنایت فرماوے- اور حدیث شریف مین ہے کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ
عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِنْ صَبَرَ اِجْتَبَاہُ فَاِنْ رَضِیَ اصْطَفَاہُ اور بعض علما فرماتے ہین کہ جب تو
خدا سے محبت کرے اور خدا تعالی تجھکو مبتلا کرے تو جان لے کہ خداوند کریم تجھکو برگزیدہ
فرمایا چاہتا ہے- اور بعض مریدون نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ مجھکو کچھ محبت سوجھائی دی ہے
اونھون نے پوچھا کہ بھلا خدا تعالی نے تجھکو اپنے سوا کسی اور محبوب کا مبتلا بھی کیا ہے
کہ اوسکے اوپر تو نے خدا تعالی کو ترجیح دی ہو اوسنے کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی اونھون نے فرمایا
کہ تب محبت کی طمع مت کر کہ خدا تعالی بدون مبتلا کرنے کے اوسکو عنایت نہین کیا کرتا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا جَعَلَ لَہٗ وَاعِظًا مِنْ نَفْسِہٖ
وَزَاجِرًا مِنْ قَلْبِہٖ یَاْمُرُہٗ وَیَنْہَاہُ اور دوسری حدیث مین فرمایا اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ
بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ غرضکہ خاص تر علامات محبت الٰہی کی یہ ہے کہ بندہ
خدا تعالی سے محبت کرے اسی سے یہ پایا جاویگا کہ خدا تعالی اوسسے محبت کرتا ہے

اور جو فعل کہ اوس سے بندے کا محبوب ہونا نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ خداوند کریم اوسکے سب امور ظاہری اور باطنی اور خفیہ اور علانیہ کا متکفل ہو وہی مشورت اور تدبیر تبلائے وہی اخلاق کی درستی فرمائے وہی اوسکے اعضا کو عمل مین مصروف کرے وہی اوسکے ظاہر و باطن کو براہ راست لائے اوسکی فکرون کو یعنی ایک فکر مین لگانا اوسیکا کام ہوا ور دنیا سے بغض اور غیر سے وحشت اور خلوت کی مناجات سے انس کا دینا اور اپنے اور اوسکے درمیان سے حجاب کا دور کرنا سب اوسیکی طرف سے ہو اسیطرح کی علامات سے محبت اللہ تعالی کی بندے سے ثابت ہوا کرتی ہی

اب ہم علامات بندے کی محبت کے خدائے تعالے سے لکھتے ہین کہ وہ بھی اسی محبت پر دال ہوا کرتے ہین — علامات بندے کی محبت کے خدای تعالی سے جاننا چاہیے کہ محبت کا دعوی تو ہر شخص کر سکتا ہے اور دعوی تو آسان بات ہی لیکن محبت کا پایا جانا بہت کم ہوتا ہی آدمی کو بچنا چاہیے کہ شیطان کے فریب سے جب نفس دعوی محبت الٰہی کرے تو اوسپر فریفتہ ہو جائے جب تک کہ نفس کا امتحان محبت کی علامات سے نکرلے اور حجت اور برہان سے صدق دعوی معلوم نہو جائے محبت وہ درخت عمدہ ہی جسکی جڑ بہیان ہی اور شاخ بالای آسمان اوسکے پھل دل اور زبان اور عضا مین ظاہر ہوتے ہین اور اون محبت کا وجود ایسا معلوم ہوتا ہی جیسے دھوئین سے آگ کا وجود یا پھلون سے درختون کا اوسیطرح کے آثار بہت سے ہین — ایک تو یہ ہی کہ خدای تعالی کی لقا کو کشف اور مشاہدے کے طور پر دار السلام مین اچھا جانے اسلیے کہ ہو نہین سکتا کہ دل کسی محبوب کو چاہے اور اوسکے مشاہدے اور لقا کو نہ چاہے اور اسکا معلوم ہے کہ بدون دنیا سے کوچ و مفارقت کیے یہ آرزو پوری نہو گی تو چاہیے کہ موت سے محبت کرے اور اوس سے نفرت نکرے اسواسطے کہ عاشق کو اپنے وطن سے سفر کرنا اور محبوب کے دیار مین اوسکے دیدار سے بہرہ ور ہونے کو جانا گران نہین معلوم ہوتا اور موت دیدار کی کلید اور مشاہدے مین داخل ہونے کا دروازہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ ح اور حضرت حذیفہ رض نے موت کیوقت ارشاد فرمایا کہ ایک حبیب بے حاجت کیوقت آیا جو اوس سے پشیمان ہوا اوسکو فلاح نہو — اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بندے مین بعد محبت خدای تعالی کے کوئی اور خصلت کثرت سجود سے بڑھکر نہین کہ خدای تعالی کو بہت سجدے ہوں پس سجدے پر محبت دیدار الٰہی کو مقدم کیا اور خداوند کریم نے محبت کے صادق ہونے کی شرط راہ خدا مین مارا جانا ارشاد فرمایا یعنی جب لوگون نے دعوی کیا کہ ہم اللہ تعالی سے محبت

ح جو شخص اللہ تعالے سے ملنے کو اچھا جانتا ہے اللہ تعالی اوس سے ملنے کو اچھا جانتا ہی بخاری و مسلم ابو ہریرہ

اس سے اللہ تعالی کی محبت کے کمال مین نقصان ہوتا ہے اسلیے کہ محبت کامل وہ ہوتی ہے جو تمام دل پر محیط ہو مگر محبت زن و فرزند کے ہوتے ہوے کچھ دشوار نہین کہ کچھ ضعیف سی محبت خداے تعالی کی بھی ہو آخر لوگ محبت الٰہی مین تفاوت تو ہوتے ہی ہین چنانچہ اس تفاوت پر یہ دلیل ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رض نے جب اپنی بہن فاطمہ رض کا نکاح اپنے غلام آزاد سالم رض سے کر دیا تو قریشیون نے اونکو برا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تم نے ایک اصیل عورت قریش کی غلام سے بیاہ دی آپنے جواب دیا کہ مین نے بیاہ جب کیا ہے جب جان لیا ہے کہ سالم فاطمہ سے اچھا ہے یہ جواب اہل قریش کو نکاح سے بھی زیادہ گران گذرا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے فاطمہ تو تمھاری بہن ہے اور سالم تمھارا غلام ہے آپنے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جو اللہ تعالی کو تمام دل سے چاہتا ہو تو وہ سالم کو دیکھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمیون مین ایسے بھی ہوتے ہین جو اللہ تعالی کو تمام دل سے نہین چاہتے بلکہ اوس سے بھی محبت رکھتے ہین اور غیر سے بھی محبت رکھتے ہین تو ضرور ہے کہ جب خدا کے پاس جاوینگے تو اونکو دیدار کی لذت بقدر محبت ہوگی اور جسقدر دنیا سے محبت رکھتے ہونگے اوسکے چھوڑنے کے وقت اوسیقدر اونکو درد فراق ہوگا۔ دوسرا باعث موت کے برا جاننے کا یہ ہے کہ بندہ مقام محبت کے شروع مین ہو اور موت کو برا تو نسمجھتا ہو مگر اوسکے جلد آنے کو برا جانتا ہو یعنی ملاقات خداے تعالی کے لیے کچھ سامان کرنے سے پیشتر موت کا آنا برا معلوم ہوتا ہو تو یہ حال محبت کے کم ہونے پر دلالت نہین کرتا بلکہ اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کے آنے کی خبر اپنے پاس سنے اور یہ چاہے کہ وہ ایک ساعت کے بعد آوے تو بہتر ہے تاکہ اوسکے لیے گھر کو آراستہ کرے اور سامان خانہ داری سے فراغت ہو جاوے کہ پھر خاطر خواہ اوس سے فارغ البال ہو کر ملے کوئی مانع اور حارج نرہے پس اس سبب سے موت کو برا جاننا کمال محبت کے خلاف نہین اس حال کی پہچان یہ ہے کہ عمل مین کوشش کرے اور اپنی فکر کو آخرت کی تیاری مین مستغرق رکھے۔ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ جس چیز کو خداے تعالی پسند کرے اوسکو اپنی محبوب چیز پر ظاہر و باطن مین ترجیح دے اور اسکے لیے بڑی بڑی مشکل و محنت کے عمل بجا لاوے اور اپنے ہواے نفس کے اتباع سے اجتناب کرے اور کسل و سستی کو بالاے طاق رکھے ہمیشہ کمر طاعت الٰہی میان جان پر چست باندھکر نوافل سے تقرب کا جویان ہے اور اوسکے نزدیک یافتنی درجات کا خواہان جیسے عاشق اپنے معشوق کے دلمین زیادہ تر قرب کا

بلکہ حبیب وہ ہی جو مناہی سے بھی بچے اور یہ قول انکا واقع مین درست ہی اسواسطے کہ بندے
کی محبت خدا کے ساتھ سبب محبت آلھی کا بندے کے ساتھ ہوتی ہی جیسا کہ خود فرماتا ہی
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اور جب اللہ تعالی بندے کو محبوب جانتا ہی تو اسکا کفیل ہوتا ہی اور اسکو
دشمنون پر غالب رکھتا ہی اور ازانجا کہ آدمی کے دشمن اسکا نفس اور شہوات ہین تو
بالضرور اللہ تعالی اسکو رسوا نہ کریگا اور خواہش و شہوات کے حوالہ نہ فرماویگا اور اسی وجہ سے
ارشاد فرماتا ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا اب یہ معلوم کرنا
چاہیے کہ نافرمانی اصل محبت کے خلاف نہین بلکہ کمال محبت اس سے نہین ہوتا مثلاً بہت
آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اپنے نفس سے محبت رکھتے ہین اور بیمار ہوتے ہین اور شفا کو محبوب
جانتے ہین اور جو چیز انکو مضر ہو اسکو کھا لیتے ہین گو یہ جانتے ہین کہ یہ چیز ہمکو مضر ہی تو اس سے
یہ نہین پایا جاتا کہ انکو اپنے نفس سے محبت نہین بلکہ معرفت کم ہی اور خواہش غالب اسلیے حق محبت پر
قائم رہنے سے عاجز ہین اور نافرمانی کی اصل محبت کے مخالف نہونے پر یہ دلیل ہی کہ نعیمان بہت
جلد جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بسبب ارتکاب گناہون کے پکڑا آیا کرتا تھا
ایکبار جو آیا اور آپ نے اسکو حد لگوائی تو ایک شخص نے اسکو لعنت کی اور کہا کہ یہ شخص کتنا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا جاتا ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو لعنت مت کرو
وہ اللہ تعالی اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہی غرضکہ گناہ کے باعث اسکو محبت سے خارج
نہ فرمایا ہان گناہ کرنا کمال محبت سے خارج کر دیتا ہی ۔ اور بعض عارفین فرماتے ہین کہ جب آدمی کا
ایمان ظاہر دل مین ہوتا ہی تو خدا سے تعالی متوسط محبت رکھتا ہی اور جب ایمان سویدا سے
دل مین چلا جاتا ہی تب پوری محبت کرتا ہی اور گناہون کو چھوڑ دیتا ہی ۔ الحاصل محبت کا دعوی
کرنے مین خطرہ ہی اسی لیے حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ جب تم سے پوچھا جاوے کہ خدا سے تعالی
سے محبت رکھتے ہو تو چپ ہو رہو اور کچھ جواب نہ دو اسلیے کہ اگر نہین زبان سے نکالوگے تو کافر ہو جاوگے
اور اگر ہان کہوگے تو تمہارے اوصاف محبون کے سے نہین ہین پس غضب آلھی سے ڈرو اور
جھوٹا دعوی نہ کرو ۔ اور بعض علما فرماتے ہین کہ جنت مین کوئی راحت اہل معرفت و محبت کی
لذت سے بڑھکر نہین اور نہ دوزخ مین کوئی عذاب سخت تر اس شخص کے عذاب سے کہ
دعوی محبت کرے اور محبت کی کوئی بات اسمین نہ پائی جاوے اور ایک علامت محبت کی
یہ ہی کہ ذکر آلھی کا شدت سے حریص ہو کہ نہ زبان اس سے تھکے نہ دل خالی ہو اسلیے کہ جو شخص

کسی چیز سے محبت رکھتا ہو وہ اسکا ذکر بہت کیا کرتا ہو اور اسکے متعلق جو اشیا ہوتی ہین
انکو بہت یاد کیا کرتا ہو پس محبت الٰہی کی علامت یہ ہو کہ اسکے ذکر سے محبت ہو اور اسکے
کلام یعنی قرآن مجید اور اسکے رسول پاک سے محبت ہو اسی طرح جو چیز خدا ے تعالیٰ کے ساتھ
منسوب ہو اس سے محبت رکھے آدمی کسی دوسرے آدمی کو چاہتا ہو تو محبوب کے محلے کے کتّے سے بھی
محبت کیا کرتا ہو اور ظاہر یہی ہو کہ جب محبت قوی ہوتی ہو تو محبوب سے متعدی ہو کر جتنی
چیزین اس سے متعلق ہوتی ہین انکے ساتھ بھی ہو جاتی ہو اور اسکو شرکت محبت مین سمجھنا نہ چاہیے
اسلیے کہ رسول محبوب سے اسلیے محبت کرے کہ یہ اسکا رسول ہو یا کلام کو بدین وجہ محبوب جانا کہ یہ
اسکا کلام ہو یعنی محبوب ہی کی محبت ہو اسکے غیر کی نہین بلکہ اسکے متعلقات سے محبت ہونی کمال
محبت پر دلالت کرتی ہو جس شخص کے دل پر محبت الٰہی غالب ہو جاتی ہو وہ تمام مخلوق خدا سے
محبت کرتا ہو بہین لحاظ کہ پیدایش محبوب حقیقی کی ہو پس قرآن مجید اور رسول کریم اور صلحا سے
کیسے محبت نہ کریگا اور ہم اس امر کی تحقیق باب اداب الصحبت اور بھائی چارہ مین لکھ چکے ہین
اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہو قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا یَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِعَمِهٖ وَاَحِبُّوْنِیْ لِلّٰهِ تَعَالٰی اور
حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے محب سے محبت کرتا ہو وہ اللہ تعالیٰ سے
محبت کرتا ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے اکرام و تعظیم کرنے والے کی تعظیم کرتا ہو وہ خدا ے تعالیٰ کی
تعظیم کرتا ہو اور بعض مریدین سے روایت ہو کہ ایام ارادت مین مجکو مناجات کا مزہ ملا اسنے
رات دن قرآن مجید کی تلاوت اختیار کی بعد چند روز قرأت چھوٹ گئی تو خواب مین مین
ایک کہنے والے کو سنا کہ مجھسے یہ کہتا ہو کہ اگر تجکو مجھسے دعوی محبت ہو تو تو نے ہماری کتاب پر
کیون ظلم کیا کیا تو نے ہمارے عتاب لطیف کو جو اسمین ہو تامل نہین کیا اسکے بعد جو مین بیدار ہوا تو
دل مین محبت قرآن کی بھری پائی اور اپنی پہلی حالت پر بدستور ہو گیا - اور حضرت ابن مسعود
فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی اپنے نفس سے بجز قرآن کے اور کسی چیز کی درخواست نہ کرے
اسلیے کہ جو قرآن سے محبت کریگا تو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت کریگا اور اگر قرآن سے محبت نہوگی تو
خدا ے تعالیٰ سے بھی نہوگی - اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ محبت الٰہی کی پہچان محبت قرآن
مجید کی ہو اور خدا ے تعالیٰ و قرآن سے محبت کی پہچان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت
کرنی ہو اور آپکے ساتھ محبت کرنے کی علامت محبت آپ کے طریق کی ہو اور آپکے طریق

محبت کا نشان آخرت کی محبت ہے اور آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہے
اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہے کہ اسمین سے بجز زاد آخرت کے اور کچھ نہ لے - اور ایک
علامت محبت یہ ہے کہ خلوت اور مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے انس ہو اور تہجد پر مداومت
کرے اور رات کے اطمینان اور عوائق کے برطرف ہونے سے صفای وقت کو غنیمت جانے
اور کمتر درجہ محبت کا یہ ہے کہ حبیب سے خلوت اور اسکی مناجات سے لذت پانے کو آسایش و
راحت سمجھے تو جو شخص کہ اسکے نزدیک خواب اور گفتگو سے باہم کر مناجات الٰہی کی نسبت کر عمدہ اور
لذیذ تر ہو اسکی محبت کیسے درست ہوگی حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کسی نے اسوقت یہ پوچھا کہ وہ پہاڑ پر سے
اترے تھے کہ آپ کہاں سے تشریف لائے انھون نے فرمایا کہ انس باللہ سے اور حضرت
داؤد علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ اللہ تعالی نے انکو ارشاد فرمایا کہ میری مخلوق میں سے
کسی کے ساتھ انس مت کر اسلیے کہ میں دو طرح کے شخصون کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دیتا ہون
ایک تو وہ شخص جو میرے ثواب کو دیر کر جانکر سست ہو گیا دوسرے وہ شخص کہ مجکو بھول کر اپنے
حال سے راضی ہوا اور اسکی پہچان یہ ہے کہ میں اسکو اسکے نفس کے سپرد کر دیتا ہون اور دنیا میں
حیران چھوڑ دیتا ہون - اور جب غیر اللہ سے آدمی مانوس ہوگا تو جسقدر انس غیر اللہ سے ہوگا
اسی قدر خدا تعالی سے وحشت ہوگی اور درجہ محبت سے ساقط ہو جاویگا - اور برخ غلام
حبشی کے احوال میں جسکے طفیل سے حضرت موسی علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی
لکھا ہے کہ خدا تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برخ اچھا بندہ ہے مگر اسمین ایک
عیب ہے آپ نے عرض کیا کہ الٰہی اسکا عیب کیا ہے فرمایا کہ اسکو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہے اسکی
طرف رغبت کرتا ہے اور جو شخص مجھسے محبت کیا کرتا ہے وہ کسی چیز کی طرف رغبت نہین کرتا اور
روایت ہے کہ ایک عابد نے خدا تعالی کی عبادت مدت تک کسی جنگل مین کی پھر ایک پرند کو
دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہے اسمین بیٹھکر چہچہے کرتا ہے عابد نے کہا کہ اگر مین اپنی عبادت کی
جا اس درخت کے پاس کر لون تو اس پرند کے چہچہے سے کچھ دل لگی ہے جب عبادت کی جگہ
درخت کے پاس کر لی تو خدا تعالی نے اسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان عابد سے کہدو
کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کر لیا ہے اسکی سزا مین مین نے تیرا ایسا درجہ کم کر دیا کہ اب کسی
عمل سے کبھی نہ ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ علامت محبت کی کمال انس کا ہونا مناجات محبوب کے
ساتھ اور کمال لذت کا ہونا اسکے ساتھ تنہا ہونے مین اور جو شخص کہ خلوت

ومناجات میں کہ دوست پیدا کرے اس سے کمال درجے کی وحشت ہو اور انس کی علامت
یہ ہے کہ عقل و فہم بالکل لذت مناجات میں مستغرق ہو جیسے کوئی اپنے معشوق سے ہمکلام ہوکر
اس سے مناجات کرتا ہو اور بعض اکابر پر یہ لذت اس درجے کو پہونچی ہے کہ وہ نماز میں تھے
اور انکے گھر میں آگ لگی مگر انکو خبر نہوئی اور بعض شخصوں کا بیماری کی جہت سے نماز ہی کے اندر پانون
کاٹا گیا اور خبر نہوئی۔ اور جب محبت و انس غالب ہو جاتے ہین تو خلوت و مناجات آنکھ کی
ٹھنڈک اور کلیجے کی راحت ہوتی ہین کہ انسے تمام فکر دور ہو جاتی ہے یہ دونون دل پر ایسی
حاوی ہوتی ہین کہ جب تک امور دنیا کئی دفعہ کان میں نہیں پڑتے تب تک انکی سمجھ میں
نہیں آتے جیسے کوئی عاشق شیدا کہ زبان سے تو لوگون سے گفتگو کرتا ہے مگر باطن کو اسکے حبیب کی
یاد سے ہوتا ہے غرضکہ محب اسی کو کہتے ہین جسکا اطمینان بدون محبوب نہو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے
اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ
کہ اطمینان سے غرض خوشی اور انس دلون کا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہین کہ جو
کوئی خالص محبت الٰہی کا ذائقہ چکھتا ہے اسکو یہ مزہ دنیا کی طلب سے روک دیتا ہے اور سب
آدمیون سے متنفر کر دیتا ہے اور مطرف بن ابی بکر رح فرماتے ہین کہ عاشق اپنے محبوب کے ذکر سے
ملول نہیں ہوا کرتا۔ اور خداے تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص میری
محبت کا دعوی کرے اور جب رات ہو تو مجھسے غافل ہوکر سو رہے وہ جھوٹا ہے اسلیے کہ وہ
کونسا محب ہے جو اپنے حبیب کی ملاقات نہیں پسند کرتا ہو مین تو اسوقت طالبون کے لیے
موجود رہتا ہون وہ سچا ہوتا تو مجھکو طلب نہ کرتا۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری
مین عرض کیا کہ الٰہی تو کہان ہے کہ مین تیرے پاس آنے کا قصد کرون حکم ہوا کہ جب تو قصد کریگا
فورًا پہونچ جاویگا۔ اور حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالی سے محبت
رکھتا ہے وہ اپنے نفس سے بغض رکھتا ہے اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہے کہ جسمین تین خصلتین نہین وہ
عاشق نہین اول یہ کہ کلام خدا کو کلام خلق پر ترجیح دے دوم خداے تعالی کی ملاقات کو خلق کی
ملاقات پر زیادتی دے سوم عبادت الٰہی کو خدمت خلق سے زیادہ سمجھے اور ایک علامت محبت یہ ہے
کہ جو چیز سواے خداے تعالی کے اسکے پاس سے جاتی رہے اسکا تو افسوس نہ کرے لیکن اگر کوئی ساعت
بدون ذکر و عبادت الٰہی گذر جاوے تو اسکا نہایت افسوس کرے اور جبھی غفلت ہو جاوے
اسی وقت اس سے توبہ اور استغفار کرے۔ بعض اکابر کا قول ہے کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے

ایسے ہین کہ اونکو اپنا محبوب کرکے اوسی پر اطمینان کر لینا ہے کہ کسی چیز کا اونکو غم نہین ہوتا
اور اپنے نفس کی لذت مین مصروف نہین ہوتے باین وجہ کہ اونکے مالک کا ملک کامل ہے
اور جو وہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہی جو انکے واسطے ہو وہ اونکو پہونچتا ہی ہو اور جو انسے جاتا رہتا ہے
وہ اونکے لیے اوسکی اچھی تدبیر کرتا ہی اور محب کو چاہیے کہ جب اپنی غفلت سے رجوع کرے
تو اپنے محبوب حقیقی کیطرف متوجہ ہوکر اسطرح اوسکے عتاب کے دور کرنے کی تدبیر کرے کہ الٰہی
تو نے کونسے قصور پر مجھسے اپنا احسان علیحدہ کر لیا اور اپنے دربار سے دور کرکے میرے نفس اور
شیطان کی پیروی مین مشغول کر دیا اس سے ذکر الٰہی کی صفا اور دل کی نرمی پیدا ہوگی اور پہلا
غفلت کا عوض ہو جاویگا اور لغزش باعث نئے ہونے ذکر وصفائی قلبی کا ہوگی۔ اور جب
محب سوا محبوب کے اور کوئی چیز نہ دیکھیگا اور سب چیزونکو اوسی سے جانیگا تو کسی چیز پر افسوس
نکریگا اور بیشک سب حال مین راضی رہیگا اور جانیگا کہ محبوب حقیقی نے میرے حق مین وہی قدر
کیا ہے جسمین میری بہتری ہو اور اوسکے اشارہ کو یاد کریگا کہ فرمایا ہے تعالیٰ وَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا
وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ طاعت الٰہی سے آسایش پاوے اور اوسکو
بیگار نسمجھے اور اوسکی طاعت مین مشقت کچھ نہ معلوم ہو جیسے بعض اکابر کا قول ہے کہ ہمنے بیس برس تو
رات کو مصیبت بھری اور بیس برس لذت اوٹھائی۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ محبت
کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور اسیطرح کوشش کرنا کہ بدن تھک جاوے اور دل نہ تھکے اور
بعض اکابر فرماتے ہین کہ محبت کے عمل مین تھکن نہین ہوتی۔ اور بعض علما فرماتے ہین کہ بخدا
محب کو کبھی طاعت سے سیری نہین ہوتی گو بڑے وسیلون پر پہونچ جاوے پس اسطرح کی
باتین مشاہدے مین بھی موجود ہین دیکھو عاشق اپنے معشوق کی محبت مین سعی کرنے سے
نہین تھکتا اور دل سے اوسکی خدمت کو اچھا جانتا ہے اور اسمین مزہ معلوم ہوتا ہی گو بدن پر
وہ خدمت شاق ہو اور اگر بالفرض بدن عاجز ہو جاوے تو سب سے محبوب چیز انکے نزدیک
یہ ہو کہ پھر سے قدرت آجاوے اور عاجزی جاتی رہے تاکہ اوسی خدمت مین مصروف ہو جاوے
اسیطرح محبت الٰہی ہوا کرتی ہے کہ اسکے غلبے مین طاعت اور خدمت سے بہتر کوئی چیز نہین معلوم
ہوتی اور تمامی کی بات یہ کہ جو محبت آدمی پر غالب ہو جاتی ہے وہ اوس سے کمتر کو
دبا دیتی ہے مثلاً جس شخص کا محبوب بدن کی نسبت کہ اوسکے نزدیک محبوب تر ہوگا تو وہ بدن کی
اوسکی خدمت مین ترک کریگا اور اگر مال کی نسبت کہ محبوب زیادہ ہوگا تو اوسکی

محبت مین مال کو چھوڑ دیگا کسی محب نے اپنا جان و مال سب فدا کر دیا تھا کچھہ اوسکے پاس نہ رہا
اوس سے کسی نے پوچھا کہ محبت مین تمھارا یہ حال کسطرح ہوا اوسنے جواب دیا کہ مین نے ایک روز ایک
عاشق کو سنا کہ اپنے معشوق سے خلوت مین کہہ رہا تھا کہ بخدا مین تجکو اپنے تمام دل سے
چاہتا ہون اور تو مجھسے اپنا منہ پھیرے رہتا ہی معشوق نے جواب دیا کہ اگر تو مجھسے محبت
رکھتا ہی تو بتا مجھپر کیا خرچ کریگا عاشق نے کہا کہ اول تو جو چیز میری ملک مین ہی وہ سب تجکو
دیدونگا پھر تیرے اوپر جان فدا کرونگا کہ تو راضی ہو اس گفتگو کو سنکر مین نے سوچا کہ جب بندہ
بندے کے ساتھہ اسطرح ہو تو بندہ کو معبود کے ساتھہ کسطرح ہونا چاہیے یہی باعث محبت کی ترقی کا ہوا
اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ تمام خدا کے بندون پر مشفق اور رحیم ہو اور خدا ہی تعالی کے
دشمنون پر اور ان لوگون پر جو اوسکی مرضی کے خلاف کرین سخت ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی
اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اور اس امر مین کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت اوسپر
تاثیر نکرے اور نہ خدا کے لیے غصہ کرنے سے کوئی مانع ہو اور یہی وصف اولیا کا حدیث قدسی
مین مذکور ہی یعنی میرے اولیا وہ ہین کہ میری محبت پر ایسے فریفتہ ہین جیسے بچہ کسی چیز پر فریفتہ
ہوتا ہی اور میرے ذکر پر ایسے گرتے ہین جیسے جانور اپنے گھونسلے کیطرف جھکتا ہے اور میری
منہیات پر ایسے غصہ ہوتے ہین جیسے چیتا غراتا ہی کہ اوسکو پروا نہین ہوتی کہ آدمی بہت ہین
یا تھوڑے پس اس مثال کو تامل کرنا چاہیے کہ لڑکے کا دل جب کسی چیز پر آجاتا ہی تو اوس سے
ہرگز علحدہ نہین ہوتا اور اگر اوس چیز کو کوئی اوس سے لے لے تو بجز رونے اور چیخنے کے
اور کچھہ کام نہین کرتا جبتک کہ وہ چیز اوسکے پاس پھر نہ آوے سوتے وقت بھی اوسکو اپنے کپڑون مین
لیکر سوتا ہی اور جب جاگتا ہی تو پھر ہاتھہ مین لے لیتا ہی اور جب اوس سے جدا ہوتا ہے تو روتا ہی اور جب ملجاتا ہے
تو ہنستا ہی اور جو شخص اوس سے اوس چیز مین نزاع کرتا ہی تو اوس سے ناراض ہوتا ہی اور اگر کوئی شخص وہ
چیز دیتا ہی تو اوس سے محبت کرتا ہی اور چیتا غصہ کیوقت اپنے اختیار مین نہین رہتا شدت غضب مین اوسکی نوبت
ہوتی ہے کہ اپنے تئین ہلاک کر ڈالتا ہی یہ علامات محبت کی ہین جس شخص مین یہ علامات پوری ہون اوسکی محبت کامل
اور خالص ہوگی اور آخرت مین اوسکی شراب صاف اور شیرین ہوگی اور جسکی محبت مین غیر اللہ کی محبت کا ملاؤ ہوگا تو آخرت مین
بقدر محبت آسایش پاویگا یعنی اوسکی شراب مین اسیقدر شراب مقربین کی ملادی جاویگی چنانچہ
اللہ تعالی مقربین کے احوال مین فرماتا ہی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ پھر فرمایا یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ
مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَّفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ

اور شدت سے احتراز کرنا دلیل صدق محبت کی ہو اسلیے کہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے
ظاہر ہو کہ اوسکے جاتے رہنے سے ڈرا کرتا ہو تو لازم آیا کہ جو محبوب ایسا ہو کہ اوسکا جاتا رہنا ممکن ہو
تو محب کو خوف ضرور ہوگا - اور بعض عارفین نے فرمایا ہو کہ جو شخص خدای تعالی کی عبادت صرف
محبت سے بدون خوف کے کرتا ہو وہ باعث ناز کرنے کے اور زیادہ باتون پھیلانے سے
ہلاک ہوتا ہی اور جو شخص اوسکی عبادت صرف خوف کے طور پر بدون محبت کے کرتا ہی وہ اوس سے
وحشت ناک اور بعید ہو کر علیحدہ ہو جاتا ہی اور جو شخص اوسکی عبادت محبت اور خوف دونون سے
کرتا ہی اوسکو خدای تعالی محبوب و مقرب بناتا ہی اور اوسکو قدرت و علم عنایت فرماتا ہی پس
محب کو خوف ضرور ہی اور خائف کو محبت لیکن جس شخص پر کہ محبت غالب ہو کہ اوسمین خوب
پھیلگئی ہو اور خوف تھوڑا سا ہو تو اوسکو کہینگے کہ مقام محبت مین ہی اور اوسکی شمار محبین مین
ہوگی اور خوف کی آمیزش سکر محبت کو کچھہ تسکین دیتی ہیگی اور اگر محبت و معرفت اور زیادہ
ہو جاوین تو طاقت بشری اوسکی متحمل نہوگی خوف سے البتہ اوسمین اعتدال و تخفیف ہو جاتی
اور دل پر اوسکا واقع ہونا آسان معلوم ہوتا ہی چنانچہ روایت ہی کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے
درخواست کی کہ خدای تعالی سے دعا کیجیے کہ ایک ذرہ بھر اپنی معرفت مجکو عنایت فرماوے
اونھون نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی اون بزرگ کا یہ حال ہوا کہ پہاڑون مین سرگردان پھرے
عقل حیران اور دل پریشان تھا سات روز تک آنکھین پتھرا گئین نہ اپنے آپ کسی چیز سے نفع لیا
نہ اونسے کسی چیز کو فائدہ ہوا صدیق نے خدای تعالی سے اونکے لیے دعا مانگی کہ الٰہی ذرہ بھر
معرفت سے کچھہ کم کر دے اونپر وحی ہوئی کہ ہم نے اوسکو ذرہ بھر معرفت کا لاکھون حصہ عنایت
فرمایا ہی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب تجھ نے اسکے لیے دعا کی تھی اوسیوقت ہمارے لاکھہ بندون نے
بھی درخواست کی تھی مین نے اونکی دعا قبول کرنے مین تاخیر کی تھی مگر جب تو اس شخص کا
سفارشی ہوا اور تیری دعا قبول کی تو اونکی بھی دعا قبول فرمائی اور ذرہ بھر معرفت کو لاکھہ
بندون مین تقسیم کر دی جسکا نتیجہ تو نے دیکھا صدیق نے عرض کیا کہ ای احکم الحاکمین جسقدر تو نے
اوسکو عنایت فرمایا ہی اوسمین سے کم کر دے اللہ تعالی نے دس ہزاروان حصہ اوس لاکھوین
حصے کا رہنے دیا اور باقی کو سلب کر دیا تب اوسکا خوف و محبت و رجا ٹھکانے ہوئی اور پریشانی
دفع ہوئی اور اور عارفون کیطرح ہو گیا عارف کا حال ایسا ہی ہے

قریب وجد و مقصد بس بعید ست	جدا از جملہ احرار و عبید ست

صفاتش دیگر و نعمتش غریبست ۔ ولش محکم چو الواح حدیدست
بمقصدہاے او کسے پی برد کس ۔ جز آن بینا کہ حال خلق دیدست
ہمیشہ عیدہا دارد درین دیر ۔ ہزاران عید بہر روزش پدیدست
بعید دیگرست او شاد و خرم ۔ نہ آن عیدے کہ نزدیک تو عیدست

اور حضرت جنید بغدادی رح چند اشعار متضمن اسرار حالات عارفین کے پڑھا کرتے تھے گو ان اسرار کا ظاہر کرنا جائز نہین ہے مگر آپ اشارہ فرمادیا کرتے تھے اونکا ترجمہ یہ ہے اشعار

جہانے خفیہ ست کہ اہل علوم و اسرارند ۔ ز قرب حق بمقامات قدس سیارند
درون شان نبود جز بود عزت ۔ رجوع شان بمقامے کہ خوشتر انکارند
ہمیشہ بر سر عزے کہ از شان نہ نہات ۔ بسجلہ پوشی توحید ناز خوش دارند
مقام شان پس ازان برتر از بیان باشد ۔ مصلاح نیست کہ احوال بر زبان آرند
بپوشم انچہ کہ بینم کہ دوست می پوشد ۔ بگویم انچہ قضا و قت ... روا دارند
ز بندگان نہ ہم انچہ حق شان نبود ۔ بہم ہر انچہ بتفویض آن سزاوارند
بنا برانکہ خدا است مکنونی ۔ کہ اہل راز شناسند و باقی اغیارند

اور ان جیسے معارف مین سب لوگون کا شریک ہونا نہین ہوسکتا اور نہ یہ جائز ہی کہ جسکو کسیقدر انمین سے منکشف ہوجاوین وہ اون لوگون سے کہے جنکو کچہہ منکشف نہین ہوا بلکہ اگر سب لوگ اسمین شریک ہوتے تو دنیا خراب ہوجاتی دنیا کی آبادی کے لیے حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہی کہ سب پر غفلت رہے اور یہ معارف تو سب کو منکشف ہونے دکنار اگر بالفرض چالیس روز تک سب لوگ حلال کھاوین تب بھی دنیا اجڑ جاوے کہ سب اوسکو ترک کردین اور بازار او معیشت سب بیکار ہوجاوین بلکہ اگر علما حلال کھانے لگین تو اپنی ہی جانو نمین مشغول ہوجاوین اور زبانین اور قلم رک جاوین اور علوم جسقدر پھیلے ہوے ہین وہ نہین بہت کچہہ جاتا ہے مگر اللہ تعالی نے اوس چیز مین جو بظاہر بری ہے اسرار و حکمتین رکھی ہین جیسے کہ خیر مین اسرار و حکمتین ہین اور اوسکی اسرار و حکمتونکی کچہہ انتہا نہین جیسے کہ اوسکی قدرت کی نہایت نہین — اور ایک علامت محبت یہ ہی کہ محبت کو چھپانے اور دعوی سے اجتناب کرے اور محبوب کی تعظیم کے باعث اظہار وجد و محبت سے احتراز کرے کہ اوسکے بھید کو غیر سے کہنے مین اوسکو غیرت ہوگی اسلیے کہ محبت بھی محبوب کا ایک

بھید ہو اور ایک وجہ یہ ہو کہ دعوی مین کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکلجاتی ہو کہ اصل بات سے بڑھکر ہو
تو یہ بہتان ہوگا اوسکا نتیجہ آخرت مین برا ہوتا ہو اور دنیا مین بھی جلد مصیبت آتی ہو ہان کبھی عاشق کو
نشاء محبت اتنا ہوتا ہو کہ اوس سے بیہوش ہوجاتا ہو اور حال مضطرب ہوتا ہو اوسوقت محبت ظاہر
ہوجاتی ہو پس اگر اس قسم کا اظہار بدون تکلف او بے اختیار کے سرزد ہو تو مجبوری ہو آتش محبت کبھی
ایسی مشتعل ہوتی ہو کہ اوسکی تاب کسیکو نہین ہوتی کبھی دلکو بہادیتی ہو اور اوسکا کوئی روکنے والا نہین ہوتا
غرض جو شخص کہ راز محبت کے خفیہ رکھنے پر قادر ہے وہ تو یون کہا کرتا ہے نظم

گرچہ گویند نزدیکست دوست — بندہ را لیکن کجا در قرب اوست
در کنارم گر نشیند آفتاب — دیدہ کے گردد ز دیدن بہرہ یاب
نیست جز یادش مراد دل ازو — سوز عشقے در درون حاصل ازو

اور جو شخص کہ اوس راز کو چھپا نہین سکتا اور اوس سے عاجز ہو وہ یون کہتا ہو ؎

گرچہ رازش را ہمیدارم نگاہ — آشکارا مے شود از اشک و آہ

اور یہ بھی کہتا ہے ؎

جسکا دل ہو غیر کے ہمراہ اوسکا حال کیا — راز جسکا آنکھہ مین ہو کب ہو ممکن لے چھپا

بعض عارفین فرماتے ہین کہ لوگون مین دور تر خدا سے وہ ہوتا ہے جو اوسکی طرف اشارہ
بہت کرے یعنی ہر ایک چیز مین تکلف اور بناوٹ سے ہر ایک کے سامنے خدا کیطرف اشارہ
کرے تو ایسا شخص عاشقین اور خدا تعالی کے دوستون کے نزدیک محب نہین بلکہ مبغوض و ممقوت ہو
حضرت ذوالنون مصری رح اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لیگئے جو اپنی محبت کا ذکر لوگون سے
کیا کرتا تھا آپنے اوسکو مصیبت مین مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص خدای تعالی کیطرف کی چوٹ
کی تکلیف معلوم کرتا ہو وہ اوس سے محبت نہین رکھتا اوس شخص نے کہا لیکن مین یہ کہتا ہون
کہ جو شخص اوسکی چوٹ سے لذت یاب نہین ہوتا وہ اوس سے محبت نہین رکھتا حضرت ذوالنون
نے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ جو شخص اپنے نفس کو اوسکا محب مشہور کرتا ہو وہ اوس سے محبت
نہین رکھتا اوس شخص نے استغفار و توبہ کی کہ پھر مین ذکر محبت کسی سے نکرونگا۔ اب اگر کوئی
یہ کہے کہ محبت الہی منتہای مقامات مین سے ہو اوسکے ظاہر کرنے مین تو بہتری ہی معلوم ہوتی ہو
کیا وجہ ہو کہ اظہار اسکا برا قرار دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ محبت عمدہ چیز ہو اور اوسکا خود بخود
ظاہر ہونا بھی اچھا البتہ یہ امر برا ہو کہ اوسکو بتکلف ظاہر کرے اسلیے کہ ظاہر کرنے مین دعوی

پایا جاتا ہے اور جتنی بات ہے اس سے زیادہ ظاہر ہونے کی گنجایش ہے حالانکہ سزاوار محبت یہ ہے کہ اسکی پوشیدہ محبت پر اسکے افعال و احوال دال ہون نہ اقوال اور چاہیے کہ محبت ایسی طرح ظاہر ہو کہ اسکو قصد اظہار محبت یا اظہار فعل جو محبت پر دلیل ہو نہو اسکا قصد ہمیشہ یہی ہے کہ حبیب کے سوا اور کسی کو اسکا علم نہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہو تو یہ بات محبت مین شرک کہلاتی ہے اور اسمین خلل انداز ہے چنانچہ انجیل مین مذکور ہے کہ جب تو صدقہ کرے تو ایسی طرح صدقہ کر کہ تیرا بایان ہاتھہ نہ جانے کہ داہنے ہاتھہ نے کیا کیا اسکا بدلہ تجکو علانیہ وہ شخص دیگا جو خفیہ چیزون کو دیکھتا ہے اور جب تو روزہ رکھے تو اپنا منہہ دھو اور سر مین تیل ڈال تاکہ روزے کا حال تیرے رب کے سوا دوسرے کو معلوم نہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا قول اور فعل دونون کا برا ہے مگر اس صورت مین کہ نشا محبت غالب ہو کر زبان گویا ہو جائے اور اعضا بیچین ہو جاوین تو اس صورت مین اس شخص پر ملامت نہین ہو سکتی روایت ہے کہ ایک شخص نے بعض مجنونون سے ایک ایسا امر دیکھا کہ اپنے آپ کو اسمین جاہل پایا اسکا حال حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا انھون نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ بھائی خدا کے محب سب قسم کے ہین چھوٹے بھی ہین اور بڑے بھی ہین عاقل ہین اور مجنون بھی یہ حال جو تو نے دیکھا مجنونون مین سے مجنونون کا ہے اور انکو اسی پر سوچ لینا چاہیے۔ اور محبت کے ظاہر کرنے کی برائی اس وجہ سے بھی ہے کہ محب اگر عارف ہوگا اور احوال فرشتون کی محبت دائمی اور شوق لازمی سے بھی واقف ہوگا جسکے باعث انکا یہ حال رہتا ہے یُسَبِّحُوْنَ اللَّیْلَ وَالنَّہَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ اور لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَہُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ تو اپنے نفس اور اظہار محبت سے شرمندہ ہوگا اور جان لیگا کہ مین سب محبون مین سے کمتر ہون خداے تعالیٰ کی سلطنت مین جتنے اسکے محب ہین میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہے بعض مکاشفین بیان کرتے ہین کہ مین نے تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھہ مین طاقت تھی کوشش کے ساتھہ عبادت کی یہانتک کہ مجکو گمان ہوا کہ خداے تعالیٰ کے نزدیک میرا کچھہ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان مین بیان کر کے آخر مین لکھا ہے کہ مین ایک فرشتون کی صف مین پہونچا جنکی تعداد عدد مخلوقات کی برابر تھی انسے مین نے پوچھا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خداے عزوجل کے محب ہین اسکی عبادت یہان تین لاکھہ برس سے ایسی طرح کرتے ہین کہ ہمارے دل و زبان پر سواے اسکے اور کچھہ نہین گذرا تب تو مجکو

اپنے عمل سے بہت حیا آئی اور سب اعمال میں نے اُن لوگون کو بخشدیے جو مستحق وعید ہیں تاکہ
اُن پر دوزخ مین تخفیف ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے نفس کو اور اپنے رب کو پہچانتا ہی
اور اُس سے جیسا چاہیے ویسا حیا کرتا ہی تو اُسکی زبان دعوی اظہار محبت سے گونگی ہوجاتی ہی
ہان اُسکے حرکات و سکنات اور ترددات البتہ محبت پر شاہد ہوتے ہین چنانچہ حضرت جنید رح
اپنے استاد مرشد حضرت سری رح کا حال بیان فرماتے ہین کہ ایکبار وہ بیمار ہوے ہمکو نہ تو سبب
انکی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا ہم سے کسی نے ایک طبیب حاذق کا ذکر کیا تو مین انکا قارورہ
لے کر اُس طبیب کے پاس گیا اُسنے قارورہ دیکھا اور بڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر مجھسے کہا کہ یہ
قارورہ تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہی مین نے یہ سنکر پچھاڑ کھائی اور بیہوش ہوگیا شیشی میرے
ہاتھ سے گرگئی بعد ہوش آنے کے مرشد کی خدمت مین آکر سب حال کہا آپ نے تبسم کرکے
فرمایا کہ واقع مین وہ قارورہ بہت خوب پہچانتا ہی مین نے پوچھا کہ کیا قارورے مین بھی عشق
ظاہر ہوجاتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان قارورے مین بھی ظاہر ہوجاتا ہی اور ایک بار حضرت سری رح
فرمایا کہ اگر مین چاہون تو کہدون کہ اُسی کی محبت نے میرا پوست ہڈیون پر لگا دیا اور بدن کو
دبلا کر دیا پھر بیہوش ہوگئے بیہوشی سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ نے یہ قول غلبۂ وجد مین
جسوقت کہ بیہوشی آنے کو تھی بیان فرمایا تھا۔ اور علامت محبت مین سے انس اور
رضا بھی ہین جنکا بیان عنقریب آتا ہی یہانتک علامات محبت اور اُسکے ثمرات کا بیان ہوا
الحاصل تمام دین کی خوبیان اور اخلاق حمیدہ ثمرۂ محبت کا ہین اور جس چیز کی ثمر محبت نہین
اسکو اتباع ہواے نفسانی جاننا چاہیے جو رذائل اخلاق مین سے ہی۔ ہان اللہ تعالی کے
ساتھ محبت دو قسم کی ہوتی ہی کوئی تو اس سے محبت کرتا ہی کہ اللہ تعالی کا احسان اُسپر ہی اور
کوئی صرف اُسکے جلال اور جمال کے باعث محبت رکھتا ہی گو اُسکی طرف کچھ احسان نہو اور
اسی لیے حضرت جنید بغدادی رح نے فرمایا ہی کہ آدمی خدا سے تعالی کی محبت مین دو قسم ہین
ایک عام اور ایک خاص عوام تو محبت اسلیے کرتے ہین کہ اُسکا احسان اور کثرت انعام
ہمیشہ دیکھتے ہین پس اُسکے الطاف دیکھکر نہ رہ سکے کہ اُسکی محبت نہ کرین مگر انکی محبت مین کمی بیشی
بقدر نعمت و احسان کے ہوتی رہتی ہی۔ اور خواص کو جو دولت محبت ملی ہی تو اللہ
جل شانہ کی قدر اور قدرت اور علم و حکمت کی عظمت کے باعث اور سلطنت مین یکتا
ہونے کی جہت سے ملی ہی یعنے جب انھون نے اُسکی صفات کاملہ اور اسماے حسنی کو

زان میان انگیختن رہ بر رضا	ہرچہ بروے رسد ز حکم قضا
زان میان نیکہ چہرہ اش چون باغ	باشد و قلب مثل لالہ بداغ

گیارھواں بیان معنی انس کے خدا ے تعالی کے ساتھ۔ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ انس اور خوف اور شوق آثار محبت مین سے ہین مگر یہ آثار محب پر باعتبار غلبہ کیفیت وقت اور اسکی نظر کے مختلف ہوا کرتے ہین تو جس صورت مین کہ محب پر یہ کیفیت غالب ہو کہ حجابہاے غیب سے لیکر منتہاے جمال تک تاک لگائے ہو اور کنہ جلال کے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھ گیا ہو تو اسوقت دل اسکی طلب مین برانگیختہ ہوتا ہی اور اسکی طرف جوش مارتا ہی تو دل کا ابھار ہوا امر غائب کی طرف ہوتا ہی اسکو شوق کہتے ہین اور جس صورت مین کہ محب پر قرب کی خوشی اور جو کچھ کشف ہوا ہی اسلیے باعث مشاہدہ حضوری غالب ہو اور اسکی نظر صرف مطالعہ اس جمال پر مقصور ہو جو اسکو مکشوف ہوا ہی اور قوت مدرکہ کے پاس موجود ہی اور جو چیز کہ ابھی تک حاصل نہین ہوئی اسکی طرف التفات ہی نہین کرتا تو جس چیز کو دیکھتا ہی اس سے دل کو ایک سرور ہوتا ہی اس سرور کو انس کہتے ہین۔ اور اگر محب کی نظر عزت اور استغنا اور بے پروائی وغیرہ صفات محبوب پر ہو اور امکان زوال اور دور ہو جانے کا بھی پیش نظر ہو تو ان امور کے جاننے سے دل مین رنج ہوتا ہی جس اسطرح دل کا دردمند ہونا خوف کہلاتا ہی غرض یہ حالتین اپنے اپنے ملاحظات کی تابع ہین اور یہ ملاحظات ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہین جو ان ملاحظون کے مقتضی ہین اور انکا حصر ممکن نہین۔ حاصل یہ کہ انس کے معنی یہ ہین کہ مطالعہ جمال سے دل کو سرور اور خوشی ہو یہانتک کہ یہ سرور جسوقت غالب ہو اور جو چیز کہ غائب ہی اسکا لحاظ نہ ہو اور خطرہ زوال بھی دل پر راہ نہ پائے تو اس سرور مین کمال درجے کی لذت اور راحت ہوگی۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم مشتاق ہو انھون نے جواب دیا کہ شوق تو غائب چیز کی طرف ہوا کرتا ہی جب غائب حاضر ہو جاوے تو شوق کس چیز کی طرف ہے۔ اس جواب سے پایا جاتا ہی کہ بزرگ مذکور کو جسقدر حاصل ہوا تھا اسکی خوشی مین اتنا ڈوبے تھے کہ جو کچھ مدارج زیادتی الطاف کے باقی رہے تھے انکی طرف بالکل التفات نہ تھا۔ جس شخص پر حالت انس غالب ہوتی ہی اسکا میل صرف تنہائی اور خلوت کی طرف ہوا کرتا ہی چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم پہاڑ سے اترے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے تشریف لائے فرمایا کہ انس باللہ سے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ خدا کے ساتھ انس کرنے کو غیر سے وحشت کرنی لازم ہی

بلکہ جو امر مانع خلوت سے ہوتا ہی وہ دل پر سب سے زیادہ گران گذرتا ہی چنانچہ روایت ہی
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خداوند عالم سے کلام کیا تو چند روز تک یہ نوبت ہوگئی کہ
جس آدمی کی گفتگو سُنتے بیہوش ہوجاتے اسلیے کہ محبت کے باعث کلام محبوب کا اور اُسکا
ایسا شیرین ہوجاتا ہی کہ دوسری چیز کی حلاوت دل سے نکلجاتی ہی اور اسی وجہ سے بعض حکمائے
اپنی دعا مین یہ کلمات فرمائے ہین کہ ای وہ شخص کہ اپنے ذکر سے مجکو مانوس کیا اور اپنی خلقت سے
مجکو وحشت دی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ ای داؤد میرا ہی مشتاق ہو اور
مجھسے ہی اُنس کر اور میرے غیر سے متنفر ہو۔ اور حضرت رابعہ بصریہ رح سے پوچھا کہ تمکو یہ مرتبہ
سلوک کا کیسے ملا فرمایا کہ بے فائدہ اُمور کو مین نے ترک کیا اور اُس ذات سے جو قدیم ازلی ابدی ہی
اُنس حاصل کیا۔ اور عبد الواحد بن زید کہتے ہین کہ مین ایک راہب کے پاس گیا اور اُس سے
کہا کہ تمکو تنہائی بہت پسند ہی اُسنے جواب دیا کہ میان صاحب اگر تم تنہائی کا مزہ چکھو تو اپنے
نفس سے بھی نفرت کرنے لگو تنہائی ہی تو عبادت کی جڑ ہی مین نے پوچھا کہ کم سے کم تنہائی کا
فائدہ تمکو کیا ہی اُسنے کہا لوگون کی خوشامد سے راحت اور اُنکے شر سے محفوظ رہنا پھر مین نے
کہا کہ آدمی اُنس باللہ کی حلاوت کب پاتا ہی اُسنے کہا کہ جب محبت صاف اور معاملہ خالص ہو
مین نے پوچھا کہ محبت صاف کب ہوتی ہی اُسنے کہا کہ جب سب فکر طاعت مین آکر ایک ہوجاوین
اور کوئی باقی نہ رہے۔ اور بعض حکما کا قول ہی کہ لوگون سے تعجب ہی کیسے وہ تجھسے بدل
چاہتے ہین یعنی تیری عوض دوسری چیز مین مصروف ہین اور دلون سے یہ تعجب ہی کہ
وہ تجکو چھوڑ کر تیرے غیر سے کسطرح مانوس ہوے ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ اُنس باللہ کی
علامت خاص یہ ہی کہ لوگون کی صحبت سے دلتنگ ہو اور اُن مین گھبرائے یاد الٰہی کی شیرینی کا
حریص بہ شدت ہو اس صورت مین اگر وہ ملے جلے گا تو ایسا ہوگا جیسے کوئی جماعت مین اکیلا ہو
اور خلوت مین مجمع اور وطن مین مسافر اور سفر مین مقیم اور حاضر غائب ہونے کی حالت مین موجود
اور مجمع مین غائب کہ بدن سے تو ملا جلا ہی اور دل سے علحدہ شیرینی ذکر مین ڈوبا ہوا چنانچہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے لوگون کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ ایسے لوگ ہین
جنپر حقیقت امر کا علم ہجوم کر گیا ہی یقین کی آسایش سے بہرہ مند ہوے ہین اور جس چیز کو
اہل دولت نے مشکل جانا ہی اسکو وہ آسان سمجھتے ہین اور اُس ذات سے اُنس حاصل کیا کہ
جس سے جاہل نے وحشت اختیار کی ہی دنیا کا ساتھ صرف اپنے بدن سے کیے ہین اور اُنکی

روحین محل اعلیٰ مین لگی ہین یہ لوگ خداے تعالیٰ کے نائب اسکی زمین مین اور اُسکے دین کی طرف بُلانے والے مین - یہ انتہا معنی اُنس کے اور اسکی علامت اور دلیلین ہوچکین اور بعض متکلمین اس بات کے قائل ہین کہ اُنس اور شوق اور محبت کچھہ بھی نہین اور اسکی وجہ اپنے گمان مین انھون نے یہ رکھی ہو کہ محبت وغیرہ سے تشبیہ پائی جاتی ہو جو خداے تعالیٰ کی شان اعلیٰ کے لائق نہین اور انکو یہ معلوم نہین کہ جن باتون کا جمال بصیرت سے معلوم ہوتا ہو اُنکی خوبصورتی بہ نسبت آنکھ کی محسوس چیزون کی خوبصورتی کے کامل تر ہو اور اہل دل پر لذت معرفت اول قسم کی غالب تر ہوتی ہو - منکرین محبت مین سے ایک احمد بن غالب معروف بہ غلام خلیل ہو کہ حضرت جنید بغدادی رح اور حضرت ابو الحسن نوری رح وغیرہما پر محبت و شوق و عشق کا منکر تھا اور بعض لوگ مقام رضا کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ صبر کے سوا اور کوئی مقام نہین رضا نہین ہوسکتے اور یہ سب کلام کم فہمون کا ہو جو مقامات دین سے پوست کے سوا کچھہ نہین جانتے اور انکے گمان مین بجز پوست کے اور کسی چیز کو موجود نہین سمجھتے یعنی صرف محسوسات کے وجود کے قائل ہین اور محسوسات اور خیالات دین کے طریق مین صرف پوست ہین مغز اُنکے بعد ہی جو مطلوب ہو - جو شخص اخروٹ سے چھلکے ہی کو جانتا ہو اسکے گمان مین وہ سب لکڑی ہو اور اسمین سے تیل نکلنا اسکے عندیہ مین محال ہو مگر وہ شخص معذور ہو اور اسکا عذر قابل پذیرائی نہین

نظم

شان اہل اُنس شانے دیگر ست	آن عزیزان را نشانے دیگر ست
اُنس حق شایان ہر بطّال نیست	کاین طریق حیلہ محتال نیست
لائق اُنس و ندہ اہل وفا	کار ایشان نیست جز صدق و صفا

بارھوان بیان اُس انبساط اور ادلال کے معنون مین جو غلبۂ اُنس کے باعث ہوجایا کرتا ہو واضح ہو کہ اُنس جب دائمی اور غالب اور مستحکم ہوجاتا ہو اور شوق کا قلق اور تغیر اور حجاب کا خوف اُسکو مکدر اور منغص نہین کرتا تو اسطرح کا اُنس ایک انبساط اور کشادگی اقوال اور افعال اور خداے تعالیٰ کی مناجات مین پیدا کرتا ہو اور بعض اوقات بظاہر برا ہوتا ہو اس وجہ سے کہ متضمن جرأت اور قلت ہیبت کا ہوتا ہو مگر جو شخص کہ مقام اُنس مین مقیم ہوتا ہو اُس سے وہ کشادگی برداشت کر لیجاتی ہو اور جو اُس مقام مین مقیم نہین اور فعل و کلام مین اُنکی اُن کی مشابہت کرتا ہو وہ ہلاک ہوجاتا ہو اور قریب بہ کفر ہوجاتا ہو اُسکی مثال مناجات برخ اسود کی ہو جسکے باب مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اُس سے درخواست کرو کہ بنی اسرائیل

کے لیے باران رحمت کی دعا مانگے اور اسکا قصہ اسطرح ہی کہ جب بنی اسرائیل میں سات برس
خشکی اور قحط سالی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام ستر ہزار آدمیون کو ساتھ لیکر مینھ کے واسطے
دعا کرنے کو نکلے اور دعا مانگی اللہ جل شانہ نے انپر وحی بھیجی کہ مین ان لوگون کی دعا کیسے قبول
کرون انکے گناہ انپر چھا گئے ہین باطن کے خبیث ہین بدون یقین کے مجھسے دعا مانگتے ہین میرے
عذاب سے نڈر ہین تو میرے ایک بندے کے پاس جا جسکو برخ کہتے ہین اسکو کہہ دے مینھ کے
واسطے باہر نکلکر دعا کرے تاکہ مین قبول کرون حضرت موسی علیہ السلام نے جو برخ کا حال لوگون سے
پوچھا تو کسی نے نہ بتایا ایک روز آپ راہ مین چلے جاتے تھے دیکھین تو ایک غلام حبشی سامنے سے
آتا ہی اور اسکی دونون آنکھون کے بیچ مین سجدے کی خاک لگی ہوئی ہی اور گلے سے ایک چادر
بندھی ہوئی ہی حضرت موسی علیہ السلام نے اسکو نور الٰہی سے پہچانا اور نام پوچھا اسنے کہا
کہ میرا نام برخ ہی آپ نے فرمایا کہ ہم تو مدت سے تمھاری تلاش مین ہین ہمارے ساتھ چلو اور
باران رحمت کے لیے دعا مانگو وہ آپ کے ساتھ نکلا اور اسطرح دعا مانگی کہ الٰہی نہ تو یہ تیرا کام ہی
نہ یہ تیرا حلم اور تجھکو کیا سوجھی ہی جو خشکی کر رکھی ہی کیا تیرے پاس کے چشمے گھٹ گئے مین یا ہوائین
تیری اطاعت سے منحرف ہین یا جو تیرے یہان چیز ہی وہ ختم ہوگئی ہی یا گنہگارون پر تیرا غضب
ہوگیا ہی کیا خطاوارون کے پیدا کرنے سے پہلے تو غفار نہین تھا تو نے ہی تو رحمت کو پیدا کیا اور
مہر کا حکم دیا کیا اب ہمکو یہ دکھاتا ہی کہ تجھ تک کسی کی رسائی نہین یا جلد سزا اسلیے دیتا ہی کہ کہین
مخلوق تجھسے بھاگ نہ جائے اسی طرح کی باتین کہتا رہا یہانتک کہ پانی برسنا شروع ہوا اور بنی اسرائیل
تر ہوگئے اور گھاس خدا کے حکم سے جمنا شروع ہوا اس زور سے ابھرا کہ دوپہر مین زانو تک پہونچ گیا
اسکے بعد برخ واپس آیا حضرت موسی علیہ السلام جو اسکو ملے تو کہا کہ کیون مین اپنے رب سے کیسا
جھگڑا اور اسنے میرے ساتھ کیسا انصاف کیا حضرت موسی علیہ السلام نے اسپر قصد کیا تو
خدائے تعالی نے وحی بھیجی کہ برخ مجھسے دن مین تین بار ہنستا ہی - اور حضرت حسن رض سے روایت ہی
کہ بصرے مین ایک بار چند چھپر آگ سے جل گئے تھے انکے بیچ مین ایک چھپر باقی رہ گیا اسوقت حضرت
ابو موسی رض بصرے کے سردار تھے آپ کو اس حال کی خبر ہوئی تو اس چھپر کے مالک کو بلوایا
دیکھا تو ایک پیر مرد تھے آپ نے انسے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی کہ تمھارا چھپر نہ جلا انھون نے کہا
کہ مین نے خدائے تعالی کو قسم دے دی تھی کہ اسکو نہ جلائے حضرت ابو موسی رض نے فرمایا کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی فرماتے تھے کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے جنکے

سرون کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہونگے مگر وہ لوگ اگر خداے تعالیٰ کو کچھ قسم دینگے تو
اللہ تعالیٰ انکو سچا کر دیگا۔ اور یہ بھی انھین سے روایت ہی کہ بصرے مین ایک بار آگ لگی تو
ابو عبیدہ خواص رح تشریف لائے اور آگ پر کو چلنے لگے حاکم بصرہ نے انسے عرض کیا کہ دیکھیے آپ
جل نہ جائین آپ نے فرمایا کہ مین نے خداے تعالیٰ کو قسم دے دی ہی کہ مجکو آگ سے نہ جلاوے حاکم نے عرض کیا
کہ تو پھر آگ کو بھی قسم دیجیے کہ بجھ جاوے آپ نے آگ کو قسم دی وہ بجھ گئی اور ایک روز ابو حفص رح چلے جاتے تھے
سامنے سے ایک دوستائی آیا جسکے ہوش ٹھکانے نہ تھے آپ نے اس سے پوچھا کہ تجھپر کیا مصیبت
پڑی ہی اسنے کہا کہ میرا گدھا کھو گیا ہی اور اسکے سوا میرے پاس اور نہین یہ سنکر آپ ٹھہر گئے اور
جناب باری مین عرض کیا کہ قسم ہی تیری عزت و جلال کی مین ایک قدم بھی نہ چلونگا جب تک تو
اس شخص کا گدھا اسکے پاس نہ پہونچا دیگا آپ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت گدھا آ موجود ہوا اور آپ
وہان سے آگے بڑھے پس اسطرح کے معاملات انس والون سے ہوا کرتے ہین دوسرے کو نہین پہونچتا
کہ ان لوگون جیسا جرأت کرے حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ انس والے اپنے کلام مین اور
دعاؤن کی مناجات مین ایسے امور کہتے ہین کہ وہ عوام کے نزدیک کفر ہوتے ہین اور ایک بار
یہ فرمایا کہ ان کو اگر عوام سنین تو انس والون کو کافر کہنے لگین حالانکہ انکو اپنی حالات مین ان امور سے
ترقی معلوم ہوتی ہی اور انسے انکی برداشت بھی کی جاتی ہی اور انھین کو وہ امور زیبا بھی ہین
اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس نظم مین ؎

گروہے از جمال خلق مستا زند	کہ بمولاے خویش مے نازند
چہ عجب گر بحق بنازد کس	بندہ بر قدر خواجہ نازد و بس
درگذشتند از ہمہ اغیار	بعد دیدار او زہے دیدار

اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو کہ ایک ہی بات پر خداے تعالیٰ ایک بندے سے راضی ہو
اور دوسرے سے ناراض بشرطیکہ ان دونون کے مقامات مختلف ہون اسلیے کہ اگر آدمی کو
فہم و بصیرت ہو تو قرآن مجید مین اس باب مین بہت سے اشارات ہین تمام قصے قرآن شریف کے
اہل بصیرت کے نزدیک تنبیہات اور اشارات ہین کہ انسے عبرت پکڑین گو مغالطے مین رہنے
والون کے نزدیک وہ کہانیان مثلاً اول قصہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا ہم
دیکھو کہ معصیت اور مخالفت مین دونون شریک ہین مگر ابلیس اسی معصیت سے رحمت سے
دور ہوا اور دوام کو طوق لعنت اسکی گردن مین پڑا اور حضرت آدم علیہ السلام کے حق مین

ارشاد ہوا وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بندے کی طرف متوجہ ہونے اور دوسرے سے اعراض کرنے مین عتاب فرمایا اگرچہ بندگی مین دونون برابر تھے مگر حال مین مختلف تھے چنانچہ ارشاد فرمایا وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَىٰ وَهُوَ يَخْشَىٰ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ اور دوسرے کے باب مین فرمایا أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ اسی طرح ایک لوگون مین آپ کو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اور فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ اور دوسرون سے اعراض کرنے کو حکم دیا اور فرمایا وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اسی طرح کھل کھیلنا اور نازبھی بعض بندون سے برداشت کیا جاتا ہے اور بعض سے نہین کیا جاتا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حالت انس کے انبساط مین عرض کیا تھا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ اور جب انکو حکم ہوا اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ یعنی فرعون کے پاس جا تو اسکے جواب مین بطور عذر عرض کیا وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنبٌ فَأَخَافُ أَن يَقْتُلُونِ اور إِنِّي أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ اور وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي اور إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَا أَوْ أَن يَطْغَىٰ اور اسطرح کے اقوال سوا سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور سے سرزد ہونے داخل بے ادبی مین اسلیے کہ جو شخص مقام انس مین مقیم ہوتا ہے اسکے ساتھ نرمی برتی جاتی ہے اور اسکی ناز برداری کی جاتی ہے دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کہ مقام قبض اور ہیبت مین تھے آلسیے اس سے بھی کمتر بات برداشت نہ کی گئی اور اسکی سزا یہ ہوئی کہ مچھلی کے پیٹ مین تین اندھیرون کے اندر قید کیے گئے اور قیامت تک انکے حق مین یہ منادی ہوگئی لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ عرا سے مراد قیامت ہے اور ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی اقتدا سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ اور یہ اختلافات کچھ تو احوال و مقامات کے اختلاف کے باعث ہوتے ہین اور کچھ اس وجہ سے کہ ازل مین بندون کو

ایک دوسرے پر فضیل دیا لیا ہے اور قسمت مین تفاوت رکھا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد
فرماتا ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ اور فرمایا مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ
بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ حضرت عیسی علیہ السلام انھین انبیا مین سے ہین جنکو فضل مرحمت ہوا
اسی واسطے انھون نے اپنے نفس پر سلام کیا اور یون کہا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ
وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا یعنی جبکہ آپ نے مقام انس مین لطف کا مشاہدہ فرمایا
تو انبساط اور ناز کے طور پر یہ کلمات فرمائے بخلاف حضرت یحیی علیہ السلام کے جو مقام ہیبت
اور حیا مین مقیم تھے انھون نے اپنے آپ کچھ نہ فرمایا یہانتک کہ انکے پروردگار نے انکی تعریف مین
ارشاد فرمایا وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ برادر
یوسف علیہ السلام نے جو معاملہ انسے کیا وہ کسطرح برداشت کرایا گیا بعضے علما فرماتے ہین
کہ مین نے اِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا سے لیکر كَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ
تک کچھ اوپر چالیس خطائین شمار کین جنمین سے بعض بعض سے بڑی ہین اور ایک کلمہ مین تین
اور چار جمع ہین مگر انکی خطائین معاف کی گئین اور حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف ایک
سوال تقدیر کا کیا تھا انسے درگذر نہ کی گئی یہانتک کہ انکے حق مین کہا گیا کہ دفتر نبوت سے
محو کیے گئے اسی طرح بلعام بن باعورا بڑے علما مین سے تھا اسنے دنیا دین کی عوض مین کھائی
اس سے درگذر نہ کی گئی اور آصف بھی مسرفین مین سے تھا اور اسکی معصیت متعلق بہ اعضا
ظاہری تھی اسکا قصور معاف ہوا چنانچہ روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو
وحی بھیجی کہ اے سردار عابدین اور اے پیشوای زاہدین تیری خالہ کا بیٹا آصف کب تک
میری نافرمانی کریگا مین اس سے بار بار حلم کرتا ہون قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اگر
کوئی جھونکا میری آندھیون مین سے اسکو آئیگا تو اسکے ساتھ والون کے لیے اسکو عبرت
اور اسکے بعد والون کے لیے عذاب کر چھوڑونگا جب آصف خدمت اقدس حضرت
سلیمان علیہ السلام مین حاضر ہوے تو آپ نے وحی کا حال انسے کہا وہ وہان سے نکلکر باہر گئے
اور ایک اونچے ٹیلے پر بالو کے چڑھکر اپنا سر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور
عرض کیا کہ الہی تو تو ہے اور مین مین ہون اگر تو مجکو توبہ نہ نصیب کریگا تو مین توبہ کیسے کر سکتا ہون
اور اگر تو مجکو نہ بچاویگا تو مین کسطرح بچ سکتا ہون اگر تو مجکو باز نہ رکھیگا تو مین دوبارہ خطا
کرونگا پس اللہ تعالی نے انپر وحی بھیجی کہ تو سچ کہتا ہے اے آصف تو تو ہی ہے اور

کہ خداے تعالی فرماتا ہو کہ میرے اولیا کو دنیا کی فکر سے کیا کام ہو فکر دنیا دی میری مناجات کی
حلاوت انکے دلون سے کھو دیتا ہو اے داؤد مین اپنے اولیا سے یہ بات محبوب جانتا ہون
کہ روحانی ہون کچھ غم نہ کرین - اور روایت ہو کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین
عرض کیا کہ الہی مجکو وہ بات بتادے جسمین تیری رضا ہو تاکہ مین اسکو کرون حکم ہوا کہ میری رضا
تیری ناخوشی مین ہو تو ایسے دل نہ چاہتی بات پر صبر نہین کرنے کا عرض کیا کہ وہ کونسی بات ہو ارشاد ہوا
حکم ہوا کہ میری رضا اسمین ہو کہ میری قضا پر تو راضی رہے - اور حضرت موسی علیہ السلام نے
اپنی مناجات مین عرض کیا کہ الہی تیری خلق مین سے کونسی تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو
ارشاد ہوا کہ جس شخص سے مین اسکی محبوب چیز لے لون تو مجھسے میل رکھے عرض کیا کہ پھر وہ
کون ہین جنپر تو خفا ہوتا ہو حکم ہوا کہ وہ لوگ ہین کہ کسی کام مین مجھسے خیر کی طلب کرتے ہین جب
مین انکے لیے حکم کر دیتا ہون تو میرے حکم سے ناخوش ہوتے ہین - اور ایک روایت اس سے
بھی سخت ہو کہ خداے تعالی ارشاد فرماتا ہو کہ کوئی معبود سوا میرے نہین ہو جو میری مصیبت پر
صبر نہ کرے اور میری نعمتون کا شاکر نہو میرے حکم پر راضی نہو اسکو چاہیے کہ میرے سوا
کوئی اور رب بنالے اور اسی جیسے حدیث قدسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہو
کہ اللہ تعالی فرماتا ہو کہ مین نے سب مقادیر کو مقدر کیا اور انکی تدبیر کی اور کام کو محکم کیا
پس جو راضی ہوا تو اسکے لیے میری رضا ہو یہان تک کہ مجھسے ملے اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے
میری خفگی ہو یہان تک کہ میرے پاس آوے اور ایک حدیث قدسی مشہور مین ہو کہ خداے تعالی
فرماتا ہو مین نے خیر و شر دونون پیدا کیے ہین پس اچھا حال وہ ہو جسکو مین نے خیر کے لیے
پیدا کیا اور اسکے ہاتھون کو خیر پر چلایا اور برائی ہو اسکو جسکو مین نے شر کے لیے بنایا اور
شر کو اسکے ہاتھون پر جاری کیا اور بلاکی پر بلاکی ہو اسکی جسنے چون و چرا کیا - اور اخبار مشہور مین
مروی ہو کہ ایک پیغمبر نے دس برس تک خداے تعالی سے بھوک اور مفلسی اور جوون کی شکایت
کی مگر کچھ مفید نہ پڑی پھر اللہ تعالی نے اُنپر وحی بھیجی کہ تو اسطرح کب تک شکایت کرتا رہیگا
میرے یہان ام الکتاب مین پیدایش زمین و آسمان سے پہلے تیرا حال اسی طرح لکھا ہو اور
ویسے ہی ہوتا جاتا ہو مین نے دنیا کی پیدایش سے پہلے تجھپر اسی طرح حکم کیا ہو اب کیا تو یہ چاہتا ہو
کہ تیرے لیے مین نئے سر سے دنیا دوبارہ بناؤن یا یہ چاہتا ہو کہ جو مین نے تیرے لیے مقدر
کیا ہو اسکو بدل دون تو جو تو چاہے اور پسند کرے وہ میری خواہش اور پسند سے بڑھکر ہو قسم ہے

اپنی عزت و جلال کی اگر یہ بات تیرے دل مین گذریگی تو تیرا نام دفتر نبوت سے محو کردونگا
اور روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا لڑکا آپ کے بدن پر چڑھتا اترتا تھا یعنی
آپ کی پسلیون پر سیڑھی کی طرح پانوان رکھ رکھکر سر تک چڑھ جاتا اور پھر وہان سے اسی طرح
اترتا آپ اپنا سر زمین کی طرف جھکائے رہتے اور کچھ نہ کہتے نہ سر اٹھاتے آپ کے کسی لڑکے نے
عرض کیا کہ بابا جان یہ آپ کے ساتھ کیا کرتا ہے آپ اسکو منع نہین فرماتے آپ نے فرمایا کہ جو مین
دیکھتا اور جانتا ہون تمکو معلوم نہین ایک حرکت مین نے کی تھی تو اسکے عوض مین کرامت اور
آسایش کے گھر سے خواری اور بدبختی کے گھر مین اتار دیا گیا اب ڈر ہے کہ اگر دوسری حرکت
کرون تو اور نہ جانون کیا مصیبت مجھپر آویگی - اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے
دس برس خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اگر مین نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہ فرمایا
کہ کیون کیا اور اگر نہ کیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیون نہ کیا اور جو چیز ہو گئی تو اسکو یہ نہ فرمایا کہ کاش نہوتی اور
اگر نہوئی تو یہ نہ کہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپ کے گھر والون مین سے مجھسے کوئی جھگڑتا تو فرماتے
کہ اسے چھوڑ دو جو تقدیر مین کچھ ہونا ہے وہی ہوگا - اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد
علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد تو بھی چاہتا ہے اور مین بھی چاہتا ہون اور ہوگا وہی جو مین
چاہتا ہون پس اگر تو میرے چاہے پر راضی ہوگا تو مین تیری خواہش سے تجکو کافی ہونگا اور اگر تو
میری خواہش نہ مانیگا تو تجکو تیری خواہش مین مشقت مین ڈالونگا پھر بھی وہی ہوگا جو مین چاہونگا
اور آثار مین بھی فضیلت رضا کی بہت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین اول جو لوگ
جنت مین بلائے جاوینگے وہ وہ ہونگے جو ہر حال مین اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہین یعنی ہر حال مین
راضی رہتے ہین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ مجکو سواے مواقع حکم الٰہی کے اور
کوئی خوشی باقی نہین رہی اور آپ سے جو لوگون نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ جو کچھ
خداے تعالیٰ میرے لیے حکم کرے - اور میمون بن مہران رح فرماتے ہین کہ جو شخص حکم الٰہی پر راضی نہو
تو اسکی بیوقوفی کا کچھ علاج نہین اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر تو تقدیر الٰہی پر درست نہ رہیگا
تو اپنے نفس کی تقدیر پر بھی درست نہ رہیگا - اور عبد العزیز ابن ابی رواد رح فرماتے ہین کہ جو کی
روٹی سرکہ کے ساتھ کھانے مین اور اون پہننے مین شان نہین ہے بلکہ شان درویشی خداے عزوجل سے
راضی رہنے مین ہے ع درویش صفت باش و کلاہ تتری دار + اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رض
فرماتے ہین کہ اگر مین آگ کی چنگاری چباؤن جو جلادے سو جلادے اور چھوڑدے سو چھوڑدے

ہونا ہلکی سی محبت مین متصور ہی تو بڑی محبت مین بڑے درد کا معلوم نہونا بھی ہو سکتا ہے
اسلیے کہ جیسے درد کی زیادتی ممکن ہی ویسی ہی محبت کی بھی زیادتی ہو سکتی ہے اور جس طرح کہ
محبت خوبصورتون کی جو آنکھ سے سوجھتی ہین قوی ہوتی ہی اسیطرح محبت اون حسین صورتون کی
جو باطن کی بصیرت سے معلوم ہوتی ہین بھی قوی ہوتی اور سب ان صورتون مین سے جمال
حضرت ربوبیت کا اور اوسکا جلال ایسا ہی کہ اوسپر اور کوئی جمال و جلال قیاس نہین کیا جاتا
تو ظاہر ہی کہ جس شخص کو کوئی چیز اوسمین سے منکشف ہوجاے تو کیا عجب ہی کہ ایسا مدہوش و
مغشی آجاوے اور اپنے اوپر جو درد گذرے اوسکی خبر نہو چنانچہ روایت ہی کہ حضرت فتح موصلی کی
بی بی لغزش کھا کر گرین اور ناخن ٹوٹ گیا آپ ہنس پڑین کسینے پوچھا کہ آپ کو درد نہین
معلوم ہوتا جواب دیا کہ ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی دور کر دی ہی اور حضرت
سہیل رحمہ کو ایک مرض تھا کہ اور لوگون کو وہ ہوتا تو اوسکا علاج کیا کرتے اور اپنا علاج نکرتے
اونسے کسینے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ یا دوست کی مار مین آزار نہین ہوا کرتا۔
اور دوسری صورت یہ ہی کہ درد تو معلوم ہوتا ہو اور اوس سے راضی ہو بلکہ رغبت اور خواہش سے
اوس امر کو چاہتا ہو یعنی گو طبیعت پر ناگوار گذرے مگر عقل کی رو سے اوسکی طرف رغبت ہو یا مبتلا
جو شخص فصاد سے فصد کھلواوے یا پچھنے لگوا دے تو اوسکو فصد و حجامت کا درد تو معلوم ہوتا ہے
مگر فصد و حجامت پر راغب ہوتا ہی اور فصاد کے فعل کا ممنون ہوتا ہی یہی حال اوس
شخص کا ہی جو تکلیف کی چیزون پر راضی ہی اسیطرح جو شخص نفع کی طلب مین سفر کرتا ہی
اوسکو سفر کی تکلیف معلوم ہوتی ہی مگر ثمرہ سفر ایسا اچھا اوسکے نزدیک ہی کہ اوسکے باعث
تکلیف سفر گوارا کرتا ہی اور اوس سے راضی ہی اور جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ مصیبت کا ثواب
جو خدا ہی تعالی کے یہان ذخیرہ ہی بہ نسبت اوس چیز کے جو اوسکے پاس سے جاتی رہی بڑھکر ہی
تو بیشک جو مصیبت خدا ہی تعالی کیطرف سے آویگی اوسپر راضی ہوگا اور اوسکی رغبت کریگا اور اچھا
جانیگا اور خدا ہی تعالی کا شکر اوسپر کریگا - یہ اوسی صورت مین ہی کہ اوس ثواب و احسان کا
لحاظ رکھے جو اوسکو مصیبت کے عوض ملیگا - اور ہو سکتا ہی کہ محبت ایسی غالب ہو کہ حبیب کی
مراد اور رضا ہی مطلوب و مقصود ہو جاوے اور کچھ مراد ہی نرہے اور یہ سب باتین خلق کی محبت مین
دیکھی جاتی ہین وصف کرنیوالون نے اپنی نظم و نثر مین انکو بیان کیا ہی اور اسمین کچھ
بات نہین صرف لحاظ صورت ظاہری کے جمال کا ہی جو آنکھ سے سوجھتی ہے - اب جمال کو

دیکھو تو صرف گوشت و پوست و خون ہی جسمین نجاست اور خاک باطلی ہوئی ہے اوسکا آغاز
ایک نطفہ ناپاک ہے اور اوسکا انجام ایک پلید مردار اور بیچ مین پاخانے کو اوٹھائے پھرتا ہے
اور اگر بصارت کو دیکھے تو آنکھ خسیس شے ہے جو اکثر دھوکا دیتی ہے یعنی چھوٹی چیز کو بڑی دیکھتی ہے اور
بڑی کو چھوٹی اور دور کو نزدیک اور بدصورت کو خوبصورت پس جب ایسی حالت مین محبت کا
یہ حال ہوتا ہے تو جمال ازلی اور ابدی کی محبت مین یہ امر کیسے محال ہو سکتا ہے اس جمال کے
کمال کی تو کچھ نہایت ہی نہین اور اسکا ادراک چشم بصیرت سے ہوتا ہے جس مین کبھی غلطی
نہین ہوتی اور نہ اوسپر موت آتی ہے بلکہ بصیرت باطنی بعد موت کے باقی رہتی ہے اور خدا کے
کے نزدیک زندہ اور اوسکے رزق سے خوش ہو کر بعد موت زیادہ تر بینا اور انکشافات سے
بہرہ ور ہوتی ہے اس بات کو اگر چشم عبرت سے دیکھو تو صاف ظاہر ہے اور ہمکو بعض عاشقون کے
احوال و اقوال اسپر شاہد ہین چنانچہ حضرت شفیق بلخی رح فرماتے ہین کہ [illegible]
وہ اوسے نکلنا نہین چاہتا تھا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے اپنے مرشد سری سقطی سے
پوچھا کہ عاشق کو بلا کی تکلیف ہوتی ہے یا نہین انہون نے فرمایا کہ نہین مین نے کہا اگرچہ
تلوار سے مارا جاوے آپنے فرمایا کہ اگرچہ اوسے ستر ضربین تلوار کی ایک جا مین اور ایک کے اوپر ایک لگین
کہ مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو [illegible] یہان تک کہ [illegible] اپنے
تو مین دوزخ مین جانا محبوب جانتا ہون اور بشر بن حارث رح کہتے ہین کہ [illegible]
شہر رقہ مین مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ اوسکے ہزار کوڑے لگے اوسنے [illegible]
قید خانے مین لیگئے مین اوسکے پیچھے گیا اور پوچھا کہ تجکو کیون مارا اوسنے کہا اسلیے کہ مین عاشق ہون
مین نے کہا کہ تو چپکا کیون رہا اوسنے کہا کہ میرا معشوق میرے سامنے مجھے دیکھتا تھا مین نے کہا کہ
پھر کیا اچھا ہو جو تو معشوق حقیقی کیطرف دیکھے یہ سنکر اوسنے ایک چیخ ماری اور گرپڑا [illegible] کہا کہ مر گیا
اور یحیی بن معاذ رازی رح فرماتے ہین کہ جب اہل جنت خدای تعالی کیطرف دیکھینگے تو لذت دیدار
الہی کے مارے اونکی آنکھین اونکے دلون مین چلی جاوینگی اور آٹھ سو برس تک اونکی طرف [illegible] آوینگی
تو اب بتاؤ کہ جو دل اوسکے جمال و جلال مین پڑے ہوے ہون کہ اگر جلال کو دیکھین تو خائف ہون
اور جمال پر نظر کرین تو متحیر ہون اونکا کیا حال ہوگا۔ اور بشر رح کہتے ہین کہ مین نے شروع
سلوک مین جزیرہ عبادان کا قصد کیا وہان ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون
اور مرگی زدہ ہے اور چیونٹیان اوسکا گوشت کھاتی ہین مین نے اوسکا سر اوٹھا کر اپنی گود مین

کہ اوسکو آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہو اور اگر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضاء محبوب مین محو ہو جاوے
یعنی جب اوسکو اس بات کا مزا ملے کہ مجکو دوزخ مین ڈالنے سے اوسکی رضا پوری ہوگی اور اوسکی
رضا ہمین مقصود ہے تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو دب جاوے اور غالبہ کرنا اس
حالت کا نفس الامر مین محال نہین گو ہم جیسے ضعیفون کے حالات کی نسبت کہ بعید معلوم ہوتا ہو لیکن
جو ضعیف کہ کسی کیفیت سے عاجز ہو اوسکو نچاہیے کہ زبردستون کے حالات کا منکر ہو اور گمان کرے
کہ جس امر مین مین عاجز ہون اوس سے اولیا بھی عاجز ہین - اور رودباری رح کہتے ہین کہ مین نے
ابو عبد اللہ بن جلاء دمشقی سے پوچھا کہ یہ جو فلان شخص کا قول ہے کہ مین دوست رکھتا ہون کہ میرا جسم
مقراضون سے ٹکڑے کیا جاوے اور تمام خلق اوسکی اطاعت کرین اسکے کیا معنی ہین اونھون نے
فرمایا کہ میان صاحب اگر یہ قول بطور تعظیم و اجلال کے ہے تب تو مجکو معلوم نہین اور اگر خلق کی خیر خواہی
اور شفقت سے سرزد ہوا ہے تو البتہ جانتا ہون راوی کہتے ہین کہ اسکے بعد اونکو غش آگیا - اور حضرت
عمران بن حصین رض کو استسقا کا مرض تھا تیس برس تک پشت پر لیٹے رہتے نہ اوٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے
قضاء حاجت کے لیے چارپائی کے بان کاٹ دیے گئے تھے اونکے پاس مطرف اور اونکے بھائی علاء
آئے پس اونکے بھائی اونکا حال دیکھکر رونے لگے اونھون نے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو کہا کہ تمھارے
اوپر یہ بڑی سختی دیکھکر روتا ہون اونھون نے فرمایا کہ مت رو اسواسطے کہ جو چیز خداے تعالی کو زیادہ
محبوب ہے وہی مجکو زیادہ پسند ہے اور مین تم سے ایک بات کہتا ہون غالبا خداے تعالی اوس سے تمکو
نفع دیگا مگر میرے مرنے تک تم اوسکو کسی سے مت کہنا وہ بات یہ ہے کہ فرشتے میری زیارت کو آتے ہین
مین اونسے انس پاتا ہون اور مجکو سلام کرتے ہین مین اونکا سلام سنتا ہون اس سے یہ جانتا ہون کہ
جس رنج مین یہ نعمت ہو وہ عذاب نہین ہے جو شخص اپنی مصیبت مین ایسے امور مشاہدہ کرے بھلا وہ
کیسے راضی نہوگا مطرف کہتے ہین کہ پھر سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہے
ہمکو گمان ہوا کہ اسکے نیچے کچھ نہین یہانتک کہ اونکے منہ پر سے کپڑا اوٹھایا گیا اونکی بی بی نے کہا کہ
آپکو کیا کھلاؤن کیا پلاؤن اونھون نے کہا کہ لیٹے لیٹے کولہے زخمی ہو گئین پیٹھ چھل گئی اور دبلا اتنا
ہو گیا ہون کہ اسقدر مدت سے کھانا پینا متروک ہے مگر مجکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اس کیفیت مین
ناخن کی برابر بھی مین کمی کرون - اور جب سعد بن ابی وقاص رض مکہ مین تشریف لائے اور اونکی آنکھین
جاتی رہی تھین لوگ اونکے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی التجا کیا
کرتے تھے آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا منگوانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے

حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہین کہ مین بھی اون دنون لڑکا تھا آپکی خدمت مین آیا اور آپ کو اپنا
نشان بتایا آپ نے مجکو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہے مین نے کہا کہ البتہ پھر اور گفتگو ہوئی
یہان تک کہ آخر کو مین نے کہا کہ چچا جان آپ اورون کیواسطے دعا کرتے ہین اپنے واسطے بھی دعا
فرمائیے کہ خدای تعالی آپ کی بینائی جون کی تون کردے آپ نے تبسم فرماکر کہا کہ بیٹا خدای پاک کے
حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہے اور ایک صوفی کا لڑکا چھوٹا سا تین دن تک ملا اور نہ اوسکا
حال معلوم ہوا لوگون نے اوسسے کہا کہ آپ خدای تعالی سے دعا مانگیے کہ اوسکو واپس لاوے اور تمسے
ملاوے اونھون نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالی نے مجھپر حکم کیا اوسپر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے
کے جاتے رہنے سے زیادہ سخت ہے۔ اور بعض عابد کہتے ہین کہ مین نے ایک بڑا گناہ کیا تھا
جسکے عوض مین ساٹھہ برس سے روتا ہون اور یہ عابد نہایت محنت عبادت مین کرتے تھے کہ کسیطرح
توبہ اوس گناہ سے قبول ہو لوگون نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ ہے اونھون نے فرمایا کہ ایک بات
ہوگئی تھی مین نے اسکو کہا تھا کہ نہوتی تو خوب ہوتا۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ اگر میرا جسم
قینچیون سے کترا جاوے تو میرے نزدیک اس بات سے محبوب ہو کہ جو چیز اللہ تعالی کی ہوا اوسکو
مین کہون کہ اگر نہوتا تو خوب تھا۔ اور عبدالواحد بن زید کو کسی نے خبر دی کہ یہان ایک شخص ہے کہ
اوسنے پچاس برس عبادت کی ہے وہ اوسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یار اپنا حال تو کہو محبوب حقیقی سے
قانع ہوے ہو کہ نہین اوسنے کہا نہین پوچھا کہ اوس سے انس ہوا کہ نہین کہا نہین پھر پوچھا کہ اوس پر
راضی ہوے ہو کہ نہین اوسنے جواب دیا کہ نہین کہا کہ بس تمکو اوسکے پاس سے بہرہ صرف نماز روزہ ہی ہے
اوسنے کہا کہ ہان اونھون نے کہا کہ مجھے تجھسے شرم آتی ہے نہین تو مین کہدیتا کہ تیرا پچاس برس کا
معاملہ اندر سے نکما ہے یعنی اتنے دنون تک تیرے دل کا دروازہ نہ کھلا کہ اوس سے بسبب اعمال
دلی کے درجات قرب کیطرف ترقی کرتا اب تک طبقات اصحاب یمین مین ہی رہا اسواسطے کہ تجھکو
اوس سے افزونی اعمال ظاہری ہی مین ہوئی جو عوام کو بھی ہوا کرتی ہے۔ اور ایک جماعت حضرت
شبلی رح کے پاس مارستان مین گئی جہان وہ قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے ان
لوگون سے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اونھون نے کہا کہ ہم آپکے دوست ہین آپ اونکی طرف کو
ڈھیلے مارنے لگے یہان تک کہ وہ بھاگ گئے پھر آپ نے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہے تم میری محبت کا دعوی
کرتے ہو اگر سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو اور حضرت شبلی رح نے ایک شعر کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے

بادۂ عشق الٰہی سے نشا ہے مجھکو　　کہین بتلادو کہ عاشق تو ہوا او مست نہو

اُس جوان نے کہا کہ کیا خوب تو نے گایا اب کیا مجکو تو اجازت مرنے کی دیتی ہی اُسنے کہا کہ اگر راست باز ہو تو مرجا - راوی کہتا ہی کہ اُسنے اپنا سر تکیے پر رکھا اور مُنھ اور آنکھین بند کرلین ہمنے جو اُسکو ہلایا تو مردہ پایا - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لڑکے کی آستین پکڑے اُس سے عاجزی کی باتین کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اُسکا عاشق بتاتا تھا اُس لڑکے نے اُسکی طرف دیکھ کر کہا کہ تیرا یہ جھوٹ کب تک رہیگا اُسنے کہا کہ مین جھوٹا نہین ہون خدا جانتا ہی کہ جو کچھ مین کہتا ہون اُسمین سچا ہون یہانتک کہ اگر تو کہے کہ مرجا تو مین مرجاؤن لڑکے نے کہا کہ اگر تو سچا ہی تو مرجا اُس شخص نے علحدہ ہو کر اپنی آنکھین بند کرلین پھر جو لوگون نے دیکھا تو مرا پایا اور سمنون محب کہتے ہین کہ ہمارے ہمسایہ مین ایک شخص رہتا تھا اُسکے پاس ایک لونڈی تھی جس سے اُسکو کمال ہی محبت تھی اتفاقاً وہ بیمار پڑی ایک روز وہ شخص اُسکے لیے خرما اور پنیر کا گھی مین حلوا بناتا تھا جسوقت وہ چمچہ پھیرتا تھا اُس لونڈی نے کرب مرض مین آہ کہا اُس شخص نے جو یہ آواز سُنی اُسکے ہوش جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب مین اُنگلیون ہی سے ہانڈی چلانے لگا یہانتک کہ اُنگلیان اُسکی سب جل کر گر گئین اُس لونڈی نے پوچھا کہ یہ کیا ہی اُسنے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہی - اور محمد بن عبد اللہ بغدادی کہتے ہین کہ مین نے بصرہ مین ایک جوان کو اونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ جھانک کر لوگون سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا شعر

مرنا ہو جسے عشق مین یون جی سے گذر جائے		بے موت نہین عشق مین کچھ خیر تو مرجائے

پھر اپنے آپ کو زمین پر گرا دیا اور مرگیا پس اس جیسے امور مخلوق کی محبت مین جب ہو سکتے ہون تو خالق کی محبت ہونی تو بطریق اولیٰ ہین اسواسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشم ظاہری کے راست تر ہی اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک جمال سے کامل تر ہی بلکہ عالم مین جتنا جمال ہو وہ اُسی جمال کی خوبیون مین سے ایک خوبی ہی - ہان جسکی آنکھ نہین ہوتی وہ صورتون کی خوبی کا انکار کیا کرتا ہی اور جو بہرا ہوتا ہی وہ لذت نغمات موزون کا منکر ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ جسکے دل نہوگا وہ

بے شک ان لذتون کا منکر ہوگا جنکو بدون دل کے سمجھ ہی نہین سکتے

تیسرا بیان اس باب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہین - واضح ہو کہ دعا کے باعث دعا مانگنے والا مقام رضا سے خارج نہین ہوتا اسی طرح گناہون کو بُرا جاننا اور مجرمون سے نفرت رکھنا اور اسباب گناہون کو بُرا سمجھنا اور اُنکے دور کرنے مین امر معروف اور نہی منکر بجا لانا بھی مخالف رضا کے نہین اور اس باب مین بعض ناحق والون کو غلطی ہوئی ہی وہ کہتے ہین کہ گناہ اور بدکاری اور کفر حق تعالیٰ کی

قضا وقدر سے ہین تو اُنسے رضا چاہیے یہ لوگ تاویل سے ناواقف اور اسرار شرع سے غافل ہین
دعا کو تو خداے تعالیٰ نے ہمارے لیے عبادت ہی کر دیا ہی چنانچہ کثرت سے دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور اور انبیا علیہم السلام کا اس بات پر ثبوت کافی ہی جیسا کہ ہمنے باب الدعا مین لکھا ہی
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مقامات رضا سے اعلیٰ مقام پر تھے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو کثرت سے
آپ کیون دعا مانگتے اور خداوند کریم اپنے بعض بندون کی تعریف یون فرماتا ہی کہ یَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَّرَهَباً
اور گناہون کا انکار اور انکو برا جاننا اور اُنپر راضی نہونا بھی خداے تعالیٰ نے اپنے بندون کے لیے
موجب عبادت بنایا ہی اور اُنپر راضی ہونے کی مذمت ارشاد کی ہی جیسے کہ فرمایا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور فرمایا رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور
ایک حدیث مشہور مین ہی کہ مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا فَرَضِيَ بِهٖ فَكَاَنَّهٗ قَدْ فَعَلَهٗ اور ایک حدیث مین ہی
اَلدَّالُّ عَلَى الشَّرِّ كَفَاعِلِهٖ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آدمی بری بات سے غائب اور
علیحدہ رہتا ہی اور اُسپر اُتنا ہی گناہ ہوتا ہی جتنا مجرم کو ہوتا ہی لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہو آپنے
فرمایا کہ یہ اس طرح ہی کہ وہ بری بات مین شریک تو نہوا مگر جب اُسکو خبر ہوئی تو اُسپر راضی ہوا -
اور ایک حدیث مین ہی کہ اگر کوئی بندہ مشرق مین مارا جاوے اور دوسرا شخص مغرب مین اُسکے
قتل سے راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اُسکے قتل مین شریک ہوگا اور خداے تعالیٰ نے خیرات مین اور
شر سے بچنے مین رغبت اور غبطہ کرنے کو ارشاد فرمایا ہی جیسے کہ ارشاد ہی وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ
الْمُتَنَافِسُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ
اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَبُثُّهَا فِي النَّاسِ وَيُعَلِّمُهَا وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ
اور ایک روایت مین یہ ہی کہ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَيَقُوْلُ
الرَّجُلُ لَوْ اٰتَانِيَ اللّٰهُ مِثْلَ مَا اٰتٰى هٰذَا لَفَعَلْتُ مِثْلَ مَا يَفْعَلُ اور کافرون اور فاجرون سے بغض رکھنے اور اُنپر
انکار کرنے مین قرآن وحدیث کے دلائل بیشمار ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور فرمایا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى
اَوْلِيَاءَ اور فرمایا وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا اور حدیث شریف مین ہی کہ اللہ
تعالیٰ نے ہر مومن سے عہد لیا ہی کہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے عہد لیا ہی کہ ہر ایک
ایماندار سے بغض رکھے اور فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور فرمایا مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا وَّوَالَاهُمْ حُشِرَ
مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور فرمایا اَوْثَقُ عُرَى الْاِيْمَانِ الْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ اور اسکے دلائل

بہت ہین ہمنے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ذکر مین باب آداب صحبت اور باب امر معروف اور
نہی منکر مین اُنکو لکھا ہی دوبارہ بیان نہین لکھتے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ آیات و احادیث سے ثابت
ہوتا ہی کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا چاہیے پس اگر معاصی بدون قضاء اللہ کے ہین تو یہ محال ہی اور
اس سے توحید مین خلل ہوتا ہی اور اگر قضاء اللہ سے ہین تو اُنکا برا جاننا اور اُنپر خفا ہونا قضاء
اللہ کا برا جاننا ہی پس طریق ان ضدین کے جمع کرنے کا کیا ہی رضا اور کراہت ایک ہی چیز مین کیسے
جمع ہوسکتی ہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین جو لوگ ضعیف اور اسرار علوم سے کم واقف ہین اُنپر
یہ امر مشتبہ ہو جاتا ہی چنانچہ بعض لوگون کو جو شبہہ پڑا تو منکرات پر سکوت کرنے کو رضا کا مقام
سمجھ گئے اور اسکا نام حسن خلق رکھ لیا حالانکہ یہ محض جہالت ہی اصل یہ ہی کہ رضا اور کراہت
جب ایک چیز پر ایک ہی جہت سے ایک طرح پر وارد ہون تو البتہ ایک دوسرے کی ضد ہین
لیکن اگر کراہت اور جہت سے ہو اور رضا اور جہت سے تب کیا ضد ہی مثلاً اگر کوئی تمھارا
دشمن مر جاوے کہ وہ تمھارے کسی دشمن کا بھی دشمن جانی ہو اور اُسکے ہلاک مین ساعی رہتا ہو تو ظاہر ہی کہ
تمکو اُسکا مرنا اس وجہ سے تو برا معلوم ہوگا کہ وہ تمھارے دشمن کی فکر مین رہا کرتا تھا اور
اسوجہ سے اچھا معلوم ہوگا کہ تمھارا ایک دشمن کم ہوگیا اسی طرح معصیت کے بھی دو رخ ہین ایک
اللہ کی طرف کہ اُسکے فعل اور اختیار اور ارادہ سے ہوے اسوجہ سے تو معصیت پر رضا چاہیے کہ جسکی چیز ہی
وہ اپنی چیز مین جو چاہے سو کرے اور ایک رخ بندے کی طرف ہی کہ اُسکے کسب سے حاصل ہوے اور
اُسکی صفت کہلاتی ہی اور اُسکے لیے اس بات کی علامت ہی کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک مغضوب و مبغوض
ہوگیا اسوجہ سے کہ اُسنے بندے پر اسباب دوری اور خفگی کے مسلط کر دیے پس اس نظر سے معصیت بری اور
مذموم ہی اور چونکہ یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہین آنے کی اسواسطے اسکی مثال کے لیے ہم ایک
معشوق مخلوق مین سے فرض کرتے ہین کہ اُسنے اپنے عاشقون کے سامنے یہ بات کہی کہ ہمارا
ارادہ ہی کہ اپنے دوستدارون اور بغض والون مین تمیز کرین اور اسکے لیے ایک سچی آزمایش مقرر کرین
یعنے اول فلان عاشق کی طرف قصد کرین اور اُسکو اتنا ستاوین اور مارین کہ وہ ہمکو گالیان دینے کو
مضطر ہو پس جب وہ گالیان دینے لگیگا تو ہم اُس سے بغض کرینگے اور اُسکو اپنا دشمن جانینگے پھر
جنکو وہ محبوب جانیگا ہمکو معلوم ہوجاویگا کہ وہ ہمارا دشمن ہی اور جس سے وہ بغض رکھیگا اُسکی محبت
اور صدق کا حال معلوم ہوجاویگا پھر اُسنے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور اُسکی مراد بھی پوری ہوئی یعنی جسکو
مارا اور ستایا اُسنے گالیان دین جو بغض کا سبب تھین اور بغض بھی ہوگیا جو عداوت کا باعث ہی

اس صورت مین جو شخص اوسکا عاشق صادق اور شروط محبت سے واقف ہو اوسکو چاہیے کہ معشوق سے یون کہے کہ جان من تم نے جو تدبیر اس شخص کے ایذا کی اور مارنے کی اور نکالنے کی اور بغض و عداوت پر آمادہ کرنے کی کی یہ سب مجکو پسند ہو اور مین اوس سے راضی ہون کیونکہ وہ تیری تجویز و تدبیر و فعل و ارادہ ہو مگر اوس شخص نے جو تجکو گالی دی تو اوسکی طرف سے زیادتی ہو کیونکہ اوسکو شایان تھا کہ صبر کرتا اور گالی ندیتا مگر چونکہ تیری مراد اوسکی ضرب سے یہی تھی کہ کسیطرح گالی منہ سے نکالے جو سبب غصہ کا ہو تو یہ فعل اس جہت سے کہ تیری مراد و تدبیر کے موافق ہوا مین اسپر راضی ہون اگر تیری مراد حاصل نہوتی تو تیری تدبیر مین نقصان اور مطلوب مین تاخیر ہوتی یہ بات مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی کہ تیری مراد تجکو نہ ملے لیکن اس نظر سے کہ یہ فعل اس شخص کا وصف اور کسب ہے اور اوسکی زیادتی اور گستاخی ہو کہ ایسے خوبصورت کا مقابلہ کیا بلکہ مقتضا تیرے جمال کا یہ تھا کہ مار کو برداشت کرتا اور گالی ندیتا تو البتہ اوسکی زیادتی کو مین برا جانتا ہون اور تو جو اوسکو گالیون کے باعث دشمن جانتا ہے تو مین اسپر راضی اور اسکو پسند کرتا ہون کیونکہ تیری مراد ہے اور تیری موافقت کے باعث مین اوس سے بغض بھی رکھتا ہون اسلیے کہ شرط محبت یہ ہو کہ محبوب کے حبیب کا دوستدار اور اوسکے دشمن کا دشمن ہو اور وہ جو تجھسے بغض رکھتا ہو تو اسوجہ سے کہ تو نے اوسپر دوامی بغض مسلط کیے اور اپنے نفس سے دور کرنیکا ارادہ کیا مین اوسپر راضی ہون مگر اسوجہ سے کہ وہ بغض اوس شخص کا وصف اور کسب و فعل ہو اوسکو برا جانتا ہون غرضکہ ان امور مین سے ہر ایک چیز کو معشوق کیطرف منسوب کرنے سے اچھا جانتا ہو اور مجرم کیطرف نسبت کرنے سے برا اور تناقض اسمین ہے کہ یون کہے کہ راضی بھی اسی نظر سے ہون کہ تیری مراد ہو اور برا بھی اسی نظر سے جانتا ہون کہ تیرا مقصود ہو اور جب اوسکو اس نظر سے مکروہ جانا کہ وہ دوسرے کا کسب اور وصف اور فعل ہو نہ معشوق کی مراد ہونے کی جہت سے تو اسمین کسیطرح کی خرابی نہین اور ایسا ہوسکتا ہو کہ آدمی ایک چیز کو ایک وجہ سے برا جانے اور دوسری وجہ سے اوس سے راضی ہو اسکی نظیرین بہت ہین پس اب مطلب اصلی پر رجوع کرنا چاہیے کہ جب خدای تعالی نے بندے پر لوازم شہوت کے مسلط کر دیے یہان تک کہ وہ معصیت سے محبت کرنے لگا اور محبت کے مارے مرتکب معصیت ہوا تو یہ ایسا ہی ہو جیسا مثال مذکورہ بالا مین معشوق نے اپنے عاشق کو اتنا مارا کہ مار کے باعث اوسکو غصہ آیا اور غصہ کے باعث گالیان دین۔ اور خدای تعالی جو اپنی نافرمانی کرنے والے سے خفا ہوتا ہو تو گو اوسکی خطا خدای تعالی کی ہی تدبیر سے ہوتی ہو مگر وہ ایسی ہو جیسے معشوق اپنی گالی دینے والے کو بغض کرے ہر چند گالیان اوسنے معشوق کی تدبیر سے دی تھین نہ وہ ایسے اسباب اختیار کرتا نہ وہ بیچارہ گالیان دیتا۔ اور اللہ تعالی جو ہر ایک اپنے بندے کے ساتھ یہی کرتا ہو یعنی دواعی معصیت کو اوسپر

خواہ دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسکو مسبب الاسباب نے کسی دوسری چیز کے لیے بنایا ہی رضا کے
خلاف نہین اسیطرح دعا بھی ایک سبب ہی جسکو خدای تعالی نے مفتاح اور موجب جلای قلب غیرہ کا بنایا ہے
اور اوسکے لیے امر فرمایا پس دعا کرنا کیسے رضا کے خلاف ہوگا اور ہم پہلے لکھہ آئے ہین کہ اسباب پر
موافق عادت الٰہی کے تمسک کرنا مخالف توکل کے نہین چنانچہ اسکا بیان مشرح باب التوکل مین لکھہ چکے
اسیطرح رضا کے بھی مخالف نہین کیونکہ رضا ایک مقام متصل توکل کے ہی - ہان مصیبت کا ظاہر کرنا
شکایت کے طور پر اور دل مین اوسکو خدای تعالی کیطرف سے برا جاننا رضا کے خلاف ہی مگر بلا کا ظاہر کرنا
شکر کے طور پر اور قدرت الٰہی کے منکشف ہونے کے طور پر خلاف نہین - بعض اکابر فرماتے ہین کہ قضا ابتدا
رضا کی خوبی مین دخل ہی کہ شکایت کے طور پر گرمیون مین یون نہ کہے کہ یہ دن بہت گرم ہی مگر جاڑون مین یہ کہنا
داخل شکر ہی اور شکایت بہرحال رضا کے خلاف ہی - غذا کو برا کہنا اور عیب نکالنا بھی رضا کے خلاف ہے
کہ مذمت کسی چیز کی مذمت اوسکے بنانے والے کی ہوتی ہے اور ظاہر ہی کہ سب چیزین اوسیکی بنائی ہوئی ہین
اور اگر کوئی یون کہے کہ فقیری بلا و محنت ہی اور عیال رنج و مشقت اور پیشہ وری اندوہ و کلفت تو یہ
قول بھی رضا مین خلل انداز ہی بلکہ چاہیے کہ تدبیر و مملکت کو مدبر اور مالک کے سپرد کرے اور وہ قول کہے
جو حضرت عمر رضہ فرمایا کرتے تھے کہ مین نہین پروا کرتا خواہ فقیر ہو جاؤن یا تونگر اسواسطے کہ مین
نہین جانتا کہ ان دونون مین سے میرے حق مین کون شی بہتر ہی

چوتھا بیان اس باب مین کہ اون شہرون سے بھاگنا جہان گناہون کا ظہور ہوا اور گناہون کی مذمت کرنی
رضا مین خلل انداز نہین - واضح ہو کہ کم فہم آدمی کبھی یہ خیال کرتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو طاعون والے شہر سے نکلنے کو منع فرمایا ہی تو آپ کا منع فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جس شہر مین
گناہ ظاہر ہوے ہون وہان سے بھی نکلنا نچاہیے اسواسطے کہ دونون صورت مین قضا سے
بھاگنا لازم آتا ہے اور یہ بات نہین ہی بلکہ نہی کی علت بعد ظہور طاعون کے یہ ہی کہ اگر یہ باب مفتوح ہو
تو تندرست لوگ تو شہر سے چلے جاوین اور بیمار آدمی رہجاوین کوئی اونکا خبرگیران نہو لاغری و مرض سے
تباہ ہو جاوین اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو مشابہت صف قتال سے بھاگنے کے
ساتھہ دی تھی اور اگر یہ بھی آدمی دست سے ہوتی تو نفس بھاگنے کی صورت ہی تو جو شخص شہر کے
قریب پہونچ جاتا ہی اوسکو وہان سے پھر جانے کی کیون اجازت دیتے اور اسکا حال ہم نے باب توکل مین
لکھا ہی اور جب علت نہی کی معلوم ہوگئی تو ظاہر ہوا کہ جن شہرون مین ظہور گناہون کا ہو وہان سے بھاگنا
قضا سے بھاگنے مین داخل نہین بلکہ جن چیزون سے بھاگنا ضرور ہی اوس سے بھاگنا بھی داخل حکم الٰہی ہی - اسیطرح

اون مواضع کی نوبت جو گناہون پر برانگیختہ کرین اور اون اسباب کی برائی جو موجب معصیت ہون
لوگون کے علیحدہ کرنے کے واسطے بیان کرنی مذموم نہین سلف کے صلحا اکثر اس بات کے عادی
تھے یہان تک کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی پر اتفاق کیا تھا اور سب ظاہر کرتے تھے
اور اوس سے بھاگنے کی تلاش مین رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن مبارک رح فرماتے تھے کہ مین شرق اور
مغرب مین پھرا کوئی شہر بغداد سے زیادہ برا نہین دیکھا لوگون نے پوچھا کہ وہ شہر کیسا ہے آپ نے فرمایا
کہ اوسمین خدا ہی تعالی کی نعمت کی حقارت ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی کو ادنی بات سمجھتے ہین اور جب کہ
آپ خراسان مین تشریف لائے تو لوگون نے بغداد کا حال آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین نے اوسمین
صرف تین قسم کے لوگ دیکھے یا سپاہی غضبناک یا سوداگر حسرت خوردہ یا قاری حیرت زدہ۔ اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ یہ قول اونکا غیبت تھا اسلیے کہ آپنے کسی شخص معین کا تو نام لیا ہی نہین کہ اوسکو اس سے
ضرر ہو نہ کسی بغدادی کو ہدف بنایا بلکہ آپ کا قصد اس بیان سے لوگون کا ڈرانا تھا اور جب آپ مکہ کو
تشریف لیجاتے تو بغداد مین اسقدر ٹھہرتے کہ قافلہ سولہ روز مین تیار ہو جاتا آپ سولہ روز کے ٹھہرنے کی
عوض مین سولہ دینار خیرات کرتے تھے دن پیچھے ایک دینار پڑ جاتا اور بعض لوگ عراق کو برا کہتے تھے مثلاً
حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت کعب احبار رض عراق کو برا کہا کرتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر رض نے
اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اوسنے عرض کیا کہ عراق مین آپنے فرمایا کہ تیرا وہان
کیا کام ہے مین نے یون سنا ہے کہ جو شخص عراق مین رہتا ہے اوسکے پیچھے اللہ تعالی کوئی بلا لگا دیتا ہے
اور حضرت کعب احبار رض نے ایک روز عراق کا ذکر فرمایا تو کہا کہ اوسمین دس حصون مین سے نو حصہ برائی
ہے اور اوسمین درد لا علاج ہے اور یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہے کہ خیر کے دس حصہ ہوے اوسمین سے نو حصہ
شام مین ہین اور ایک حصہ عراق مین اور شر کے دس حصون مین سے نو حصے عراق مین ہین اور ایک
حصہ شام مین اور بعض محدثین کہتے ہین کہ ہم ایک روز فضیل بن عیاض رح کی خدمت مین بیٹھے تھے اتنے مین
ایک صوفی عبا پہنے آیا آپ نے اوسکو اپنے برابر بٹھلایا اور اوسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمھارا مکان کہان ہے
اوسنے کہا کہ بغداد مین آپ نے اوس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس لوگ لباس تو راہبون کا سا
پہنکر آتے ہین اور جب ہم اونسے پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو تو کہتے ہین کہ ظالمون کے گھونسلے مین
رہتے ہین۔ اور حضرت بشر بن الحارث رح فرمایا کرتے کہ بغداد مین جو عابد ہوا چاہے وہ ایسا ہے کہ پاخانے
مین عابد بنے۔ اور فرماتے کہ مین جو یہان مقیم ہون میری اقتدا یہان کے رہنے مین مت کرو جسکا دل
باہر جانے کو ہو چلا جاوے اور حضرت احمد بن حنبل رح فرمایا کرتے کہ اگر ان بال بچون کا تعلق ہمسے نہوتا

تو ہم تو اس شہر مین نہ رہتے لوگون نے پوچھا کہ پھر کہان رہتے آپ نے فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیون مین جا رہتے
اور کسی بزرگ سے جو حال بغداد کے باشندون کا پوچھا تو اونھون نے فرمایا کہ وہان کا زاہد بیکار رہا ہے
اور شریر بھی بیکار شریر ہو پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص ایسے شہر مین پھنس جاوے جنمین معاصی کی
کثرت اور خیر کی قلت ہو تو اوسکو وہان ٹھہرنے کا کچھ عذر نچاہیے بلکہ وہان سے ہجرت کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہی اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا پس اگر ہجرت کا مانع اوسکو عیال وغیرہ ہو تو وہان
کے رہنے پر راضی نہونا چاہیے نہ اطمینان قلبی اوس جگہ کیطرف کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ برداشتہ خاطر ہوکر یہ دعا مانگتا رہے
رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا اور اسکی وجہ یہ ہو کہ ظلم جب کثرت سے ہوتا ہے
تو مصیبت آتی ہو اور سب کو تباہ کر دیتی ہو گیہون کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہو مطیع لوگ بھی مارے پڑتے ہین
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّۃً غرضکہ کسی چیز مین اسباب
نقص مین سے رضا مطلق نہین مگر صرف اس جہت سے کہ وہ منسوب بفعل الٰہی سے ہو اور خود اوسپر رضا کی
کسی حال مین کوئی وجہ نہین — اور اگر تین شخص تین مقام کے ہون یعنی ایک تو اس درجے کا ہو کہ موت کو
شوق دیدار الٰہی کیواسطے محبوب جانتا ہو اور دوسرا زندگی کو اپنے مولی کی خدمت کے لیے اچھا سمجھتا ہو
اور تیسرا کہتا ہو کہ مین کچھہ پسند نہین کرتا جو کچھہ خدای تعالی میرے حق مین پسند کرے مین اوسی پر راضی ہون
تو علما کو اختلاف ہو کہ ان تینون شخصون مین سے افضل کون ہے اور یہ مسئلہ کسی عارف سے جو پوچھا گیا تو
اونھون نے فرمایا کہ رضا والا شخص افضل ہے اسلیے کہ اون سب مین سے فضول مین کمتر وہی ہے۔ اور ایک دفعہ
وہیب بن الورد اور سفیان ثوری اور یوسف بن سباط اکٹھے ہوے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ
آج سے پہلے مجکو اچانک موت بری معلوم ہوتی تھی مگر آج مین چاہتا ہون کہ مر جاون حضرت یوسف بن سباط
نے اوسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہو کہ مین فتنے سے ڈرتا ہون اونھون نے کہا کہ مجھے تو زیادہ
جینا برا نہین معلوم ہوتا حضرت سفیان رح نے پوچھا کہ کیون اونھون نے فرمایا کہ اس توقع سے کہ شاید
کوئی روز ایسا ملجاوے جسمین مجکو توبہ نصیب ہو اور کوئی نیک عمل کرون پھر حضرت وہیب سے پوچھا
کہ آپ کیا کہتے ہین اونھون نے فرمایا کہ مین تو کچھہ پسند نہین کرتا جو کچھہ اللہ جل شانہ کو محبوب ہو وہی
مجکو محبوب ہو خواہ زندہ رکھے یا وفات دے حضرت سفیان ثوری رح نے اونکی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ بخدا یہ روحانی ہے

پانچوان بیان عاشقون کی کچھہ حکایات اور اونکے اقوال و مکاشفات کے ذکر مین

بعض عارفین سے کسی نے پوچھا کہ تم محب ہو اونھون نے کہا کہ مین محب نہین ہون بلکہ محبوب ہون
محب تو مشقت زدہ ہوتا ہو اور اونمین سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہین کہ تم سات مین سے ایک ہو

انھون نے کہا کہ مین پورا سات ہون اور یہ بزرگ فرمایا کرتے کہ جب تم نے مجکو دیکھہ لیا تو چالیس
ابدال کو دیکھہ لیا لوگون نے کہا کہ آپ تو ایک ہی ہین یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کا دیکھنا چالیس کے
دیکھنے کے برابر ہوا اونھون نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مین نے چالیس ابدال کو دیکھا ہے اور ہر ایک ابدال سے
ایک خلق اونکے اخلاق مین سے حاصل کیا ہے۔ اور اونسے کسینے سوال کیا کہ ہمنے سنا ہے کہ آپ خضر
علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہین آپنے تبسم کیا اور کہا کہ جو شخص خضر علیہ السلام کو دیکھے اوس سے
تعجب کیا ہے بلکہ تعجب ایسے شخص سے ہے کہ خضر اوسکو دیکھنا چاہین اور وہ چھپ جاوے۔ اور حضرت
خضر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ جب کبھی کسی دن میرے دل مین یہ خطرہ
ہوا ہے کہ اب کوئی اللہ کا ولی ایسا نہین رہا جسکو مین نجانتا ہون اوسی روز مجکو ایسا ولی ملا ہے کہ
جسے مین اوسکو نہ جانتا تھا۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رح سے ایکبار کسینے عرض کیا کہ اللہ تعو کا
مشاہدہ جو آپ کو ہوتا ہے اوسکا حال ہمسے ارشاد فرمائیے آپ نے چیخ ماری اور فرمایا کہ تمھاری شان کے
شایان نہین کہ تم اوسکو جانو لوگون نے عرض کیا کہ خدای تعالی کے باب مین جو سخت سے سخت مجاہدہ
آپ نے اپنے نفس پر کیا ہو وہ نے کہدیجیے آپ نے فرمایا کہ تمکو اوس سے واقف کرنا بھی جائز نہین
انھون نے عرض کیا کہ تو شروع طریقت مین جو کچھہ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمایے
آپ نے فرمایا کہ ہان اسطرح سے کہ مین نے اپنے نفس کو خدای تعالی کیطرف بلایا اوسنے سرکشی کی مین
اوسکو قسم دیدی کہ ایک برس نہ پانی پیونگا نہ خواب کا ذائقہ چکھونگا نفس نے اوسکو پورا کر دیا۔ اور یحیی
بن معاذ رح روایت کرتے ہین کہ مین نے ابو یزید رح کو نماز عشا کے بعد اونکے بعض مشاہدات مین دیکھا
کہ صبح صادق تک اس صورت سے بیٹھے ہین کہ گھٹنے زمین پر ٹیکے پنجون کے بل تلوے اور ایڑیان
زمین سے اوٹھائے ٹھوڑی کو سینے سے لگائے دونون آنکھین کھلی ہوئی ذرا نہ جھپکتی تھین جب صبح
قریب ہوئی تو آپ نے ایک بڑا سجدہ کیا پھر بیٹھے اور جناب باری مین عرض کیا کہ الہی کچھہ لوگون نے
تجھہ سے مانگا اور تو نے اونکو پانی پر اور ہوا مین چلنا عنایت فرمایا وہ لوگ اسی پر راضی ہوے اور مین
تجھسے ان امور سے پناہ مانگتا ہون اور بعض لوگون نے تجھسے درخواست کی تو نے اونکو زمین کا طے کرنا
مرحمت کیا اور وہ اوسپر راضی ہوے اور مین اس سے تجھسے پناہ مانگتا ہون اور ایک قوم نے جو تجھہ سے
سوال کیا تو تو نے اونکو زمین کے خزانے دیدیے اور وہ خوش ہو گئے مگر مین تجھسے اونسے بھی پناہ
مانگتا ہون یہان تک کہ کچھہ اوپر بیس مقام کرامات اولیا کے آپ نے اپنی دعا مین شمار کیے پھر جو میری
طرف التفات فرمایا اور دیکھا تو فرمایا کہ یحیی ہے مین نے عرض کیا کہ خادم حاضر ہے ارشاد فرمایا کہ

تو یہان کب سے ہی مین نے عرض کیا کہ بڑی دیر سے حاضر ہون آپ چپ ہو رہے ہے مین نے عرض کیا کہ
مجھسے کچھ حال بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو تیرے حال کے مناسب ہے وہ کہتا ہون وہ یہ ہے کہ
خدای تعالی نے مجکو فلک اسفل مین داخل کیا اور ملکوت سفلی مین مجکو پھرایا اور زمینون اور تحت الثری کی
سیر کرائی پھر فلک علوی مین داخل کیا اور آسمانون مین مجکو پھرایا اور جنت سے لیکر عرش تک جو چیزین
آسمانون مین تھین سب مجکو دکھائین پھر مجکو اپنے سامنے کھڑا کرکے ارشاد فرمایا جونسی چیزین تو نے دیکھین
اونمین سے جو مانگیگا مین تجکو دیدونگا مین نے عرض کیا کہ خداوندا مین نے کوئی چیز ایسی نہین دیکھی
جسکو مین اچھا جانتا ہون اور تجھسے اوسکو مانگون فرمایا کہ تو میرا بندہ سچا ہی تو ٹھیک میرے ہی واسطے
میری عبادت کرتا ہی مین تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا بہت سی باتین فرمائین یحیی بن معاذ
کہتے ہین کہ مجکو اس بات سے ہول آئی اور اوس سے بھر گیا اور تعجب کیا اور عرض کیا کہ حضور آپ نے
خدای تعالی سے اوسکی معرفت کا سوال کیون نکیا آپ کو آخر تو اوس شاہنشاہ کا حکم تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہے
حضرت ابو یزید نے مجھپر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہ مجکو اپنے نفس سے خدای تعالی پر غیرت آئی کہ
اوسکے سوا اور کوئی اوسکو نہ پہچانے اوسکی معرفت غیر کو مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی سچ ہے

شعر

با سایہ ترا نمی پسندم | عشق ست و ہزار بدگمانی

اور روایت ہی کہ ابو تراب نخشبی رح کسی مرید پر نازان تھے اوسکو اپنے پاس جگہ دیتے اور اوسکی خدمت
کرتے اور وہ عبادت مین مشغول رہتا ایک روز اوسکو ابو تراب نے فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کی ملازمت
کرلے اوسنے کہا کہ مجکو اونکی حاجت نہین جب اونھون نے بہت اصرار کیا تو مرید کو ایک جوش آگیا
اور کہا کہ مین ابو یزید کو کیا کرونگا مین نے خدای تعالی کو دیکھا ہے اوسنے مجکو ابو یزید کے دیکھنے سے
بے پروا کردیا ابو تراب کہتے ہین کہ جب تو میری طبیعت بھی بگڑ گئی اور نفس قابو مین نرہا اور بولا تو
کہ خدای تعالی کے دیکھنے پر مغرور ہوتا ہی اگر ابو یزید کو ایکبار دیکھیگا تو خدای تعالی کو ستر بار دیکھنے سے
تیرے حق مین زیادہ مفید ہوگا وہ مرید بہت حیران ہوا اوسنے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہی ابو تراب نے
کہا کہ تو خدای تعالی کو اپنے پاس دیکھتا ہی تو وہ تیری مقدار کے موافق ظاہر ہوتا ہی اور ابو یزید کو تو اللہ
کے پاس دیکھیگا کہ اوسکے لیے اوسکی مقدار کے موافق ظہور ہوگا اوسنے اس قول کا بھید معلوم کرلیا
اور کہا کہ مجکو اونکے پاس لیچلو ابو تراب نے یہان ایک بڑا قصہ لکھا ہی اوسکے آخر مین لکھا ہی کہ ہم جاکر
ایک ٹیلے پر کھڑے ہوے اس انتظار مین کہ ابو یزید بیشہ سے نکلین کیونکہ وہ اون دنون درندون کے
جنگل مین رہا کرتے تھے اسی اثنا مین حضرت ابو یزید ایک پوستین اپنی کمر پر ڈالے نکلے مین نے اوس

جوان سے کہا کہ یہ ہین ابویزید انکی طرف دیکھ اوسکا دیکھنا تھا کہ اوسنے پچھاڑ کھائی پھر جو ہم نے
اوسکو ہلایا تو مردہ پایا ہم سبنے ملکر اوسکو دفن کیا اور مین نے حضرت ابویزید رح سے عرض کیا کہ حضرت
آپکی طرف دیکھنے سے یہ شخص مرگیا آپنے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ تیرا مرید سچا تھا اور اوسکے دل مین ایک
بھید پوشیدہ تھا کہ اوسکا وصف اوسپر منکشف نہین ہوا تھا جب اوسنے مجکو دیکھا تو اوسکے دل کا
بھید کھل گیا اوسکو تاب اوسکی برداشت کی نہوئی اسلیے کہ وہ ضعیف مریدون کے مقام مین تھا اسی سے
مارا پڑا۔ اور جبکہ زنگی بصرے مین داخل ہوے اور کشت و خون کیا اور مال غارت کیا حضرت سہیل رح کے
مرید اونکے پاس جمع ہوے اور آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خدای تعالی سے دعا کیجیے کہ انکو دفع
کرے آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ اس شہر مین اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اگر ظالمون پر
بد دعا کرین تو کوئی ظالم زمین کے پردے پر صبح تک زندہ نرہے ایک ہی رات مین سب کا خاتمہ ہوجاوے
مگر وہ بد دعا نہین کرتے لوگون نے پوچھا کیون آپنے فرمایا اسوجہ سے کہ جو چیز خدای تعالی کو اچھی نہین معلوم ہوتی اوسکو
وہ بھی اچھی نہین سمجھتے پھر دعا کے قبول ہونے مین چند اشیا ذکر فرمائین جنکا ذکر نہین کیا جاسکتا
یہان تک کہ یہ بھی کہا کہ اگر وہ اللہ تعالی سے درخواست کرین کہ قیامت برپا نکرے تو خدای تعالی
اوسکو بھی نہ قائم کرے۔ اور یہ باتین بذات خود ممکن ہین پس جس شخص کو انمین سے کچھ بھی بہرہ نہوا اوسکو
چاہیے کہ انکی تصدیق اور ایمان سے تو خالی نہو یعنی اسیقدر کی تصدیق کرے کہ ممکن ہین اسلیے کہ
قدرت خدای تعالی کی وسیع اور اوسکا فضل عام اور ملک اور ملکوت کے عجائب بہت ہین اور خدای تعالی
کے مقدورات کی کچھ انتہا نہین اور اوسکا فضل جو برگزیدہ بندون پر کرتا ہے اوسکی بھی کچھ حد نہین
اور اسی جہت سے حضرت ابویزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجکو حضرت موسی علیہ السلام کی سی مناجات
اور حضرت عیسی علیہ السلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی خلت عنایت فرماوے
تو اور اس سے زیادہ طلب کر اسلیے کہ اوسکے پاس کچھ کمی نہین ان مراتب سے صدہا گنا زیادہ اوسکے پاس
موجود ہین اگر تو کسی درجے پر مطمئن ہوجاویگا تو اوسی سے تیرا حجاب کردیگا۔ اور یہ بلا اونھین لوگون کے
لیے ہے جو اونکا سا حال رکھتا ہو اسواسطے کہ وہ بڑے درجے کے لوگ ہین۔ اور بعض عارفین فرماتے ہین
کہ مجکو مکاشفہ مین ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حورین ہوا مین دوڑتی ہین اور اونپر لباس اور زیور سونے
اور چاندی اور جواہر کا چھن چھن بولتا ہے اور اونکے ساتھ ساتھ پھرتا ہے مین نے اونکو ایک نظر دیکھ لیا
اوسکے عوض مین چالیس روز کی سزا مجکو ملی پھر بعد اسکے ایسی حورین نظر آئین کہ پیشتر کی حورون سے
حسن و جمال مین زیادہ تھین اور مجھسے کہا گیا کہ انکی طرف دیکھ مین نے اپنی آنکھین بند کرلین اور

اورسجدہ کیا اورعرض کیا کہ الٰہی تجھسے مین تیرے سواے پناہ مانگتا ہون مجکو انکی حاجت نہین اسیطرح
مین تضرع کرتا رہا یہانتک کہ اللہ تعالی نے میرے پاس سے اونکو ہٹالیا - پس مومن کو چاہیے کہ
اسطرح کے مکاشفات کا انکار نکرے اسوجہ سے کہ اپنے آپ کو ویسا کیون نہین ہوتا اور اگر یہی ہوا کرکہ
کہ ہرکوئی وہی بات مانا کرے جو اوسکے نفس تنگ و تاریک مین مشاہدہ ہوجاوے تو راہ ایمان بالکل تنگ
ہوجاویگی - یہ حالات اسطرح کے نہین کہ جلد ظاہر ہون بلکہ یہ حالات بعد گھاٹیون کے گذرنے اور مقامات
کثیرہ کے حاصل ہونے کے ظاہر ہوا کرتے ہین اون مقامات مین سے ادنی اخلاص کا کرنا اور حظوظ نفس
اور ملاحظہ خلق کو تمام اعمال ظاہری اور باطنی سے نکال ڈالنا پھر اس امر کو لوگون سے خفیہ رکھنا اور گوشہ
گمنامی مین بیٹھے رہنا ہی پس یہ باتین اون لوگون کی سلوک کے اوائل ور مقامات کے آغاز کی ہین جو
لوگونمین سے بڑے پرہیزگارون مین بھی کمتر موجود ہین اور دل کو کدورات التفات سے صاف کرنیکے
بعد اوسپر نور یقین کا فیض ہوتا ہی اور مبادی حق کے منکشف ہونے لگتے ہین اور بدون تجربہ اور سلوک
طریق کے اسکا انکار کر بیٹھنا ایسا ہی جیسے کوئی کہے کہ صورت کا منکشف ہونا لوہے مین گو وہ جلا کیا جاوے
اور آئینہ کی صورت کا کر دیا جاوے ممکن نہین اوسکے انکار کی وجہ یہی ہی کہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو جسپر
زنگ اور میل چڑھا ہو دیکھتا ہی کہ اسمین تو کوئی صورت بنتی ہی نہین اسلیے اوسنے اوسوقت کی انکشاف کا
بھی انکار کیا جب اوسکو جلا کرکے جوہر نکالا جاوے مگر اس امر کا انکار نہایت جہل اور گمراہی ہی یہی حکم
اوس شخص کا ہی جو کرامات اولیا کا منکر ہوا اسلیے کہ اوسکے پاس اور تو کوئی دلیل نہین بجز اسکے کہ خود
اوس کیفیت سے قاصر ہی اور جسکو اوسنے دیکھا اوسکو قاصر پایا الا یہ حجت انکار قدرت الٰہی نہایت خبیث ہے
مکاشفے کی خوشبو وہ شخص سونگھتا ہی جو کچھ بھی مبادی طریقت مین سے چلا ہوا اور جب تک وہ راہ ہی نہین
چلیگا تب تک کیا جانیگا کہ اوس راہ مین کیا کیا ہوتا ہی - حضرت بشر رحمہ سے کسینے پوچھا کہ تم اس مرتبے پر
کیسے پہونچے آپ نے فرمایا کہ مین خداے تعالی سے دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا حال خفیہ رکھے کسی پر ظاہر
نکرے - اور روایت ہی کہ اونھون نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اونسے کہا کہ آپ میرے لیے
دعا کیجیے حضرت خضر ع نے فرمایا کہ خداے تعالی تمپر اپنی طاعت آسان کرے پھر کہا کہ اور کچھ دعا کیجیے
اونھون نے فرمایا کہ خداے تعالی اوس طاعت کو خلق سے پوشیدہ رکھے یا یہ کہ اوس طاعت کو خود تجھسے
خفیہ رکھے کہ تو اوسپر التفات نکرے - اور بعض اکابر سے مروی ہی کہ مجکو شوق حضرت خضر ع کے دیکھنے کا
بہت ہوا مین نے ایکبار اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ اونکی زیارت مجکو کرادے تاکہ مجھے وہ بات تعلیم کرین
جو سب سے زیادہ میرے لیے مہم ہو خداے تعالی نے میری دعا قبول فرمائی اور اونکی زیارت مجکو ہوئی

اوسوقت مجکو اور کچھہ نسوجھی مین نے یہی کہا کہ ای ابو العباس آپ مجکو ایسی چیز سکھائیے کہ جب مین
اوسکو پڑہون تو لوگون کے دلون سے محجوب ہوجاؤن اونکے دلون مین میری کچھہ قدر نرہی اور میری
نیک بختی اور دیانت کو کوئی نجانے اونھون نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اَللّٰهُمَّ اَسْبِلْ عَلَیَّ کَثِیْفَ سِتْرِكَ
وَحُطَّ عَلٰی سُرَادِقَاتِ حُجُبِكَ وَاجْعَلْنِیْ فِیْ مَكْنُوْنِ غَيْبِكَ وَاحْجُبْنِیْ عَنْ قُلُوْبِ
خَلْقِكَ پھر آپ غائب ہوگئے نہ مین نے اونکو پھر دیکھا نہ کبھی مشتاق ہوا اگرچہ دعا اونھون نے
سکھائی تھی اوسکو ہمیشہ پڑھتا رہتا۔ بیان کرتے ہین کہ اوس دعا کی تاثیر اوسپر اتنی ہوئی کہ ذلت اہانت
اور بیقدری اسدرجے کو پہونچی کہ ذمی لوگ بھی اوسسے تمسخر کیا کرتے اور بیگار مین پکڑکر اپنا بوجھہ اونکے
سرپر رکھتے اور چونکہ انکی وقعت کچھہ اونکی نظر ومین نتھی یہ سب کچھہ برداشت کرتے لڑکے اونکا جدا
کھیل بناتے حاصل یہ کہ اونکے دل کا چین اور درستی حال ذلت اور گمنامی مین تھی یہ حال اولیاء اللہ کا
تھا اونکی تلاش بھی ایسے ہی لوگون مین چاہیے اور مغالطہ کھانیوالے لوگ اونکو ایسے شخصون مین
تلاش کرتے ہین جو بہ پیوندکار گدڑیان اور چادرین پہنتے ہون اور علم اور ورع اور ریاست کی راہ سے
خلق مین مشہور رہون حالانکہ غیرت اللہ جل شانہ کی اپنے اولیاء پر اسی بات کی تقاضی ہے کہ اونکو خفیہ ہی
رکھے جیساکہ حدیث قدسی مین ارشاد ہے کہ میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہین اونکو سوا میرے اور کوئی
نہین پہچانتا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ
عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ خلاصہ یہ کہ مٹنا معانی کی خوشبو سے زیادہ تر دور اون دلون کے مشام ہین جو تکبر اور
عجب کرتے ہین اور اپنے عمل اور علم سے اپنے لیے خیر خوش پاتے ہین اور نزدیکتر وہ دل ہین جو شکستہ
ہین اور اپنے نفسون کی ذلت اسقدر سمجھتے ہین کہ اگر ذلیل وخوار کیے جاوین تو ذلت اونکو معلوم بھی نہو
جیسے غلام ذلت کو معلوم نہین کرتا جسوقت کہ اوسکا آقا اوسپر اونچا بیٹھتا ہے پس جب کیفیت ہوجاوے
کہ ذلت کو معلوم نکرے نہ یہ خبر ہو کہ میرا التفات ذلت کیطرف ہے بلکہ اپنے جیمین اس سے بھی کم رتبہ ہو
کہ تمام اقسام ذلت کو اپنے حق مین ذلت نجھے یعنی اپنے نفس کو سب ذلتون سے کمتر جانے یہانتک
کہ تواضع بالطبع اوسکی ذات کی صفت ہوجاوے تو ایسے دل سے توقع ہے کہ وہ اون خوشبوؤن کے
مبادی کی لپٹ سونگھے پس اگر ہم مین ایسا دل نہو اور ایسی رنج سے بھی ہم محروم ہون تو ہمکو نہین چاہیے
کہ جو لوگ اسکے اہل ہین اونکے لیے ان کرامات کے امکان کا ایمان نرکھین کیونکہ اگر آدمی سے نہو سکے
کہ خدای تعالی کا ولی ہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اوسکے اولیاء سے محبت رکھتا ہو اور اونپر ایمان ہو شاید
اسوجہ سے اونکے زمرے مین حشر ہو کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ حدیث مشہور ہے اور مسکنت اور ذلت سے

زیادہ تر مفید ہونے کی یہ دلیل ہی جو حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہی کہ آپ نے بنی اسرائیل سے
پوچھا کہ کھیتی کہان جمتی ہی لوگون نے عرض کیا کہ مٹی مین آپ نے فرمایا کہ تو مین تم سے سچ کہتا ہون
کہ حکمت بھی اوسی دل مین جمتی ہی جو مثل مٹی کے ہو اسی مضمون کو اس مصرع مین ادا کیا ہے مصرع
خاک شو پیش از انکہ خاک شوی ۔ اور اللہ تعالی کی ولایت کے طالبون نے شروط ولایت کی جستجو
کے لیے نفس کو ذلیل کرنے مین کمال درجے کی فروتنی اور خست پر پہونچا دیا ہی یہان تک کہ بیان کرتے ہین
کہ ابن کرنبی جو حضرت جنید رح کے استاد تھے اونکو ایک شخص نے دعوت کے لیے بلایا جب دروازے کے
قریب پہونچے تو ہٹا دیا تھوڑی دور جب چلے گئے تو پھر اوس شخص نے بلایا پھر دروازے کے پاس سے
ہٹا دیا اسیطرح تین بار بلایا اور ہٹایا چوتھی دفعہ اونکو گھر مین لیگیا اور کہا مین نے آپکی تواضع کے
امتحان کے لیے یہ حرکت کی تھی آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنے نفس کو بیس برس سے ذلت پر عادی
کرلیا ہے یہان تک کہ اب بمنزلہ کتے کے ہوگیا ہے کہ اگر ہٹا دو تو ہٹ جاوے اور جب اوسکی طرف
ہڈی پھینکو تو چلا آوے پس تو اگر مجھکو پچاس دفعہ ہٹا دیتا اور بلاتا تو مین پھر چلا آتا۔ اور انہین کا حال یہی ہی
کہ فرماتے ہین کہ مین ایک محلہ مین اوترا اور وہان نیکی مین انگشت نما ہوا میرا دل اس سے پریشان ہوا اسلیے
مین حمام مین گیا اور وہان قصداً عمدہ کپڑے کسیکے اوٹھا لیے اور اونکو پہنکر اونکے اوپر اپنی گدڑی پہن لی
اور باہر نکلکر آہستہ آہستہ چلنے لگا لوگون نے مجھکو آپکڑا اور میری گدڑی اوتار کر وہ کپڑے مجھسے لیے
اور خوب دھول دھپا سے میری خبر لی آیندہ کو مین حمام کا چور مشہور ہوا تب میرا دل مطمئن ہوا
اب تامل کرنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنے نفسون سے کیسی ریاضت لیتے تھے تاکہ خدا ہی تعالی اونکو خلق کی طرف
دیکھنے سی چھوڑا دے اور رفتہ رفتہ اپنی نفس کیطرف بھی التفات نرہی اسواسطے کہ جو شخص اپنے نفس کیطرف التفات کرتا ہے
وہ خدا تعالی سی محجوب ہوتا ہی اور اوسکا شغل نفس ہی اوسکے حق مین حجاب ہوتا ہی اسلیے کہ خدا تعالی اور دلمین کوئی دوری
حجاب یا حائل نہین بلکہ دلون کی دوری یہی ہی کہ وہ غیر اللہ مین یا اپنے نفسون کے ساتھ مشغول ہون اور
سب سے زیادہ حجاب شغل نفس ہی اسلیے منقول ہی کہ ایک خوبصورت شخص عظیم الشان روساء بسطام مین سے
کبھی حضرت ابو یزید بسطامی کی مجلس سے جدا نہوتا ایک روز اوسنے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مین
تیس برس سے برابر روزہ رکھتا ہون کبھی افطار نہین کرتا اور رات بھر جاگتا ہون کبھی نہین سوتا مگر
باوجود اس ریاضت کے جو علم کہ آپ بیان فرماتے ہین اوسمین سے اپنے دل مین کچھ نہین پاتا حالانکہ مین
اوسکی تصدیق کرتا ہون اور اوس سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر تو تین سو برس بالفرض روزہ
رکھیگا اور راتون کو جاگیگا اوس علم مین سے ایک ذرہ نپاویگا اوسنے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے

آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ تو اپنے نفس کے باعث محجوب ہی اوسنے عرض کیا کہ پھر اسکا کچھہ علاج ہی
آپ نے فرمایا کہ ہان علاج کیون نہین اوسنے کہا کہ تو وہ علاج مجکو ارشاد ہو کہ مین کرون آپ نے
فرمایا کہ تو اوس علاج کو قبول نکریگا اوسنے کہا آپ ذکر تو فرمائین کہ مین اوسکو بجا لاؤن آپ نے فرمایا
کہ ابھی نائی کے پاس جا اور اپنا سر اور ڈاڑھی منڈوا اور یہ لباس اوتار کر ایک کملی کا تہمد کر اور اپنی
گردن مین ایک جھولی اخروٹون کی ڈال لے اور اپنے گرد لڑکون کو جمع کر اور اونسے کہدے کہ
جو کوئی میرے دھول لگائیگا مین اوسکو ایک اخروٹ دونگا اور اسیصورت سے بازار مین جا اور سب
بازارون مین مجمع کے وقت پھر اور جو شخص تیرے آشنا ہون اونکے پاس بھی اسیطرح جا اوس شخص نے کہا سبحان اللہ
آپ مجکو ایسا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تیرا سبحان اللہ کہنا شرک ہی اوسنے پوچھا کہ کسطرح آپ نے
فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جانکر سبحان اللہ کہا کچھہ خدا کی تعظیم کے لیے سبحان اللہ نہین کہا اوسنے
عرض کیا کہ یہ تو مین نہین کرونگا الا اور کچھہ بتائیے تو کرون آپ نے فرمایا کہ سب تدبیرون سے پہلے
اسیکو کرنا چاہیے اوسنے کہا کہ اسکی تو مجکو طاقت نہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تو پہلی ہی کہا تھا کہ تو قبول
نکریگا پس یہ تدبیر جو حضرت ابو یزید رح نے بتائی تھی اوس شخص کا علاج ہے جسکو یہ مرض ہو کہ اپنے
نفس کیطرف التفات رکھتا ہو اور لوگونکا التفات اپنی طرف چاہتا ہو اور اس بیماری سے بچنے کی دوا بجز
اس تدبیر کے یا اوسی قسم کی تدبیر کے اور کچھہ نہین پس جو شخص کہ علاج کی تاب نرکھتا ہو اوسکو نچاہیے
کہ جو شخص اس مرض مین مبتلا نہوا ہو یا ہوا ہو اور اپنے نفس کا علاج اوسی تدبیر سے کرتا ہو اوسکو کہے
کہ اس سے شفا ممکن نہین اسلیے کہ اقل درجہ صحت کا یہ ہے کہ اوسکے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور
جسمین اسقدر بھی بات نپائی جاوے تو اوسکی خرابی ہی اور یہ امور شریعت مین صاف صاف ظاہر ہین
اور باوجود ظہور کے اوسکے نزدیک دشوار ہین جو اپنے نفس کو علمائے شرع سے تصور کرتا ہے اور
حدیث شریف مین وارد ہی لَا يَسْتَكْمِلُ الْعَبْدُ الْإِيمَانَ حَتّٰى تَكُونَ قِلَّةُ الشَّيْءِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ كَثْرَتِهِ
وَحَتّٰى يَكُونَ أَنْ لَا يُعْرَفَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُعْرَفَ اور فرمایا ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ
اِسْتَكْمَلَ إِيمَانَهُ لَا يَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَا يُرَائِي بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ وَإِذَا عُرِضَ لَهُ
أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا لِلدُّنْيَا وَالْآخَرُ لِلْآخِرَةِ آثَرَ أَمْرَ الْآخِرَةِ عَلٰى أَمْرِ الدُّنْيَا اور فرمایا
لَا يَكْمُلُ إِيمَانُ الْعَبْدِ حَتّٰى يَكُونَ فِيهِ ثَلٰثُ خِصَالٍ إِذَا غَضِبَ لَمْ يُخْرِجْهُ غَضَبُهُ
عَنِ الْحَقِّ وَإِذَا رَضِيَ لَمْ يُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِي بَاطِلٍ وَإِذَا قَدَرَ لَمْ يَتَنَاوَلْ مَا لَيْسَ لَهُ
اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ ثَلٰثٌ مَنْ أُوتِيَهُنَّ فَقَدْ أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ آلُ دَاوُدَ الْعَدْلُ

فِی الرِّضٰی وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَخَشْیَۃُ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ تو یہ شرطین ہین
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے لیے ارشاد فرمائی ہین پس اُس شخص سے تعجب ہی کہ دین کا
تو دعوی رکھتا ہو اور اپنے آپ مین ان شرطون مین سے ذرہ بھر بھی نہ پاتا ہو پھر اپنے علم اور عقل سے
بھی بہرہ رکھتا ہو کہ جو بات ایمان کی بعد بڑے بڑے مقامات طے کرنے کے حاصل ہوا کرتی ہی اُسکا
انکار کرے اور اخبار مین وارد ہی کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض پیغمبرون کی طرف وحی بھیجی کہ مین
اپنا خلیل اُس شخص کو بنایا کرتا ہون جو میرے ذکر مین سستی اور قصور نہ کرے اور سوا میرے
اور کوئی اُسکو فکر نہو نہ میرے اوپر کسی چیز کو میری مخلوقات مین سے اختیار کرے اور اگر اُسکو
آگ مین جلاوین تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہو اور اگر آرون سے چیرین تو اُس سے بھی تکلیف
محسوس نہو پس جس شخص کی محبت اس درجے کو بھی نہ پہونچی ہو اُسکو محبت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات
کیسے معلوم ہونگے یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہین اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہی
اور ایمان کے مقامات اور اُسکے کم و بیش ہونے کے اختلاف کی کچھ شمار نہین اور اسی وجہ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رض کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالی نے تمکو اتنا ایمان دیا ہی کہ وہ اُن سب
لوگون کے ایمان کی برابر ہی جو میری امت مین سے مجھپر ایمان لائے ہین اور مجکو جو ایمان دیا ہی وہ سب
اولاد آدم کے ایمان کی برابر ہی جو خدا پر ایمان رکھتے ہین - اور ایک ح دوسری حدیث مین ہی کہ اللہ تعالی کے
تین سو اخلاق ہین جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لے کر بھی اُس سے ملیگا وہ داخل جنت ہوگا حضرت
ابوبکر رض نے پوچھا کہ یا حضرت مجھ مین بھی کوئی اُن اخلاق مین سے ہی آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تجھ مین
سب کے سب ہین اور ان سب مین محبوب اللہ تعالی کے نزدیک سخاوت ہی اور ایک ح حدیث مین ہی کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکائی گئی اُسکے ایک
پلہ مین مجکو رکھا اور ایک پلہ مین میری امت کو رکھا میرا پلہ بھاری ہوا اور ابوبکر رض کو ایک پلہ مین رکھا اور میری امت کو
لاکر ایک پلہ مین رکھا ابوبکر رض کا پلہ جھکا رہا اور باوجود ان سب امور کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالی کے
ساتھ اسطرح کا استغراق تھا کہ آپ کے دل مین گنجائش خلقت کی دوسرے کے ساتھ نہ تھی اسی واسطے
فرمایا ح کہ اگر مین لوگون مین سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رض کو بناتا مگر مین اللہ تعالی کا خلیل ہون

خاتمہ کچھ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے ذکر مین جنسے فائدہ ہوا کرتا ہی

حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہی اور اور لوگ
کہتے ہین کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہی اور کچھ یون کہتے ہین کہ محبوب کا سب پر ترجیح دینا محبت ہی

ح ابو منصور دیلمی اور ابو الشیخ نے روایت کی ابو ہریرہ رض سے من یلی الرحمن نے بسند ضعیف ۱۲

ح ابن عدی و طبرانی نے روایت کی انس سے عبد الرحمن ابو یعلی نے روایت کی عثمان رض سے اسی مضمون کی

معلوم رہے کہ ان روایتون مین سوال کرنا حضرت صدیق کا اور آپ کا جواب دینا نہین ہی سند ضعیف ۱۲

ح احمد روایت ابو امامہ بسند ضعیف ۱۲

ح بخاری و مسلم کی حدیث ہی بسند کی گذری ۱۲

اور بعضون کا یہ قول ہے کہ دنیا مین باقی رہنے کو برا جاننا محبت ہے اور یہ سب اقوال محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتے ہین نفس محبت کو کسی نے بیان نہین کیا اور کسی بزرگ کا یہ قول ہے کہ محبت مرضیات محبوب کی ہے جو دلون کو مغلوب کیے ہوے ہے اور زبان اسکے ادراک و بیان سے عاجز ہین اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ عقل والے پر محبت حرام ہے اور فرمایا کہ جو محبت عوض کے مقابل ہوتی ہے تو جب عوض جاتا رہتا ہے محبت بھی جاتی رہتی ہے - اور حضرت ذوالنون نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت خدا کی ظاہر کرے اس سے کہدو کہ اس بات سے ڈرے کہ غیر اللہ کے لیے ذلیل ہے اور کسی نے حضرت شبلی سے پوچھا کہ ہمسے عارف و محب کی صفت بیان کیجیے آپ نے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہو جاے اور محب اگر چپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپ نے ایک قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

اے خداوند رحیم اور کریم | عشق تیرا ہے میرے دل مین مقیم
تو نے کھوئی ہے میری آنکھ سے نیند | مجھپہ جو گذرے ہے تو ہی ہے علیم

اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب مین کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

ہے عجب گر کہے کوئی کہ حبیب آیا یاد | اسکو کیا بھول گیا ہون کہ کہون یاد آیا
یاد سے تیری مین مرتا ہون پھر جی اٹھتا ہون | حسن ظن مجھکو نہوتا تو مین کیسے جیتا
آرزوؤن سے مرا جینا ہے اور شوق سے موت | مرنے جینے کا مرے تجھپہ یہ دستور بندھا
بادۂ عشق سے گو مین نے پیے جام پہ جام | پر وہ مے ہی چُکی اور نہ مین سیر ہوا
خوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اسکا خیال | پھر جو کوتاہی کرون دید مین تو ہون اندھا

اور حضرت رابعہ عدویہ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے جو ہمکو ہمارے حبیب کا پتا بتا دے انکی خادمہ نے کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے اس سے علیحدہ کر رکھا ہے - اور ابن جلاء کہتے ہین کہ خداے تعالے نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کے سر پر مطلع ہوتا ہون اور اسمین محبت دنیا اور آخرت کی نہین پاتا تو اسکو اپنی محبت سے بھر دیتا ہون اور اپنی حفاظت سے اسکا کفیل ہوتا ہون - اور روایت ہے کہ حضرت سمنون رح نے ایک روز محبت کے باب مین گفتگو کی اتنے مین ایک پرند آپ کے سامنے اترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا یہان تک کہ اسمین سے خون نکلا اور مر گیا - اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی تو جانتا ہے کہ تو نے جو اپنی محبت سے مجھپر اکرام کیا ہے اور اپنے ذکر سے مجھکو مانوس کیا ہے اور اپنی عظمت کی فکر کے لیے مجھکو مخصوص کر دیا تو اسکے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی نہین - اور حضرت سری رح فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالے سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا کی طرف رغبت کرتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق وہ ہے جو صبح اور شام نکمی چیز مین سعی کرتا ہے اور عاقل آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے - اور حضرت رابعہ رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہی اُنھون نے فرمایا کہ مجھکو محبت تو آپ کے ساتھ بہت ہی مگر خدا
تعالے کی محبت نے مجھکو مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہی - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے
کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کون سا ہی آپ نے فرمایا کہ خداے تعالی سے راضی ہونا اور اُسکی محبت
اور حضرت ابو یزید فرماتے ہین کہ محب نہ دنیا کی محبت کرتا ہی نہ آخرت کی بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کی
چاہتا ہی - اور حضرت شبلی رح کا قول ہی کہ محبت لذت مین مدہوشی اور تعظیم مین حیرت کا نام ہی اور
بعضون نے کہا ہی کہ محبت اسکا نام ہی کہ اپنے آپ سے نشان مٹا دے یہان تک کہ کوئی چیز ایسی باقی نہ رہے
جسکا مآل محب سے اُسی کی طرف راجع ہو - اور بعضے کہتے ہین کہ محبت یہ ہی کہ محبوب سے دلخوشی اور بشارت کے
ساتھ نزدیک ہو - اور خواص رح فرماتے ہین کہ محبت ارادون کا مٹانا اور سب صفات و حاجات کا جلا دینا ہی
اور حضرت سہل سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہی کہ جب اللہ تعالی نے کسی اپنے بندہ کے
دل کی مراد سمجھ لی تو اُسکو اپنے مشاہدے کے لیے پھیر دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ محب کا معاملہ
چار مقامون پر ہوتا ہی اول محبت دوم ہیبت سوم حیا چہارم تعظیم اور ان چارون مین سے افضل تعظیم
اور محبت ہین اسلیے کہ یہ دونون اہل جنت کے ساتھ جنت مین باقی رہتے ہین اور اُنکے سوا اور چیزین
اُنسے علحدہ ہو جاتی ہین - اور ہرم بن حیان رح کہتے ہین کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہی تو
اُس سے محبت کرتا ہی اور جب اُس سے محبت کرتا ہی تو اُسکی طرف متوجہ ہوتا ہی اور جب توجہ کا
مزا پاتا ہی تو دنیا کی طرف نظر خواہش سے نہین دیکھتا نہ آخرت کی طرف نظر کاہلی سے دیکھتا ہے اور وہ اپنے
جسم سے تو دنیا مین رہتا ہی اور روح سے آخرت مین - اور عبداللہ بن محمد رح کہتے ہین کہ مین نے
ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رو رو کر یہ کہہ رہی تھی اور آنسو چہرے پر بہہ رہے تھے بخدا کہ مین خداے تعالے
کے شوق مین اور اُسکی ملاقات کے اشتیاق مین زندگی سے تنگ آ گئی ہون یہان تک کہ اگر موت
بکتی ہوتی تو مین اُسکو خرید لیتی راوی کہتے ہین کہ مین نے اُس سے پوچھا کہ تجھکو اپنے عمل پر اطمینان ہی
اُسنے کہا کہ اطمینان تو نہین مگر مین اُس سے محبت رکھتی ہون اور اُسپر مجھکو حسن ظن ہی تو کیا تمکو
یہ خیال ہی کہ باوجود محبت کے وہ مجھکو عذاب دیگا - اور اللہ تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام
وحی بھیجی کہ جو لوگ مجھسے رو گردان ہین اگر اُنکو معلوم ہو جاوے کہ مین اُنکا کیسا انتظار رہتا ہون
اور اُنکے ساتھ نرمی برتتا ہون اور اُنکے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہون تو اُنکو میری طرف اتنا
شوق ہو کہ اُسمین مر جاوین اور میری محبت سے اُنکے جوڑ بند جدا ہو جاوین اے داؤد میری خواہش
جب رو گردانون سے اس باب مین یہ ہی تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین اُنکے باب مین

قیاس کرنا چاہیے کہ کیسی ہوگی ای داود سب سے زیادہ محتاج میری طرف بنده اُس حال مین ہوتا ہی جب
مجھ سے بے پروا ہوجاتا ہی اور زیادہ تر رحیم اپنے بندے پر مین جب ہوتا ہون جب مجھ سے روگردان ہوجاتا ہی
اور زیادہ تر بزرگی میرے بندے کو اُسوقت ہوتی ہی جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہی - اور
ابو خالد صفار کہتے ہین کہ ایک نبی انبیا مین سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ ای گروہ عابدان
تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اُسپر نہین کرتے تم تو خوف و رجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت اور شوق پر
اور حضرت شبلی رح کہتے ہین کہ خدا تعالی نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای داود ذکر میرا
ذکر ذاکرون کے واسطے ہی اور جنت طاعت کرنے والون کے لیے ہی اور دیدار مشتاقون کے لیے اور مین
خود اپنے محبون کے لیے ہون اور حضرت آدم علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ جو شخص کسی حبیب سے محبت کرتا ہی
اُسکے قول کو سچا جانتا ہی اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہی اُسکے فعل سے راضی ہوتا ہی اور جو
اُسکی طرف مشتاق ہوتا ہی تو اپنا رستہ جلد جلد چلتا ہی - اور خواص رح اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے اور کہتے
کہ ہاے شوق اُسکا جو مجھکو دیکھتا ہی اور مین اُسکو نہین دیکھتا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ حضرت
یونس علیہ السلام اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہوگئے اور نماز اتنی پڑھی
کہ طاقت حرکت کی نہین اور فرمایا کہ قسم ہی تیری عزت و جلال کی اگر مجھ مین اور تیرے درمیان مین
کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجھکو تیرا اتنا شوق ہی کہ مین اُسمین بھی گھس جاتا - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا طریق پوچھا آپ نے فرمایا کہ معرفت میرا
راس المال ہی اور عقل میری دین کی اصل ہی اور محبت میری بنا ہی اور شوق میری سواری اور
ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار اور صبر میری چادر اور رضا
میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی اور
طاعت میرا حبیب اور جہاد میرا خلق ہی اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہی - اور حضرت ذو النون رح
فرمایا ہی کہ پاک ہی وہ ذات جسنے ارواح کو لشکر کے لشکر بنا دیے پس عارفین کی روحین تو جلالی
اور قدسی ہین اسی واسطے اللہ تعالی کی طرف وہ لوگ مشتاق ہوے اور مومنون کی روحین
روحانی ہین اسی جہت سے جنت کے شائق ہوے اور غافلون کی روحین ہوائی ہین وہ
بہین وجہ دنیا کے راغب ہوے - اور بعض مشائخ سے مروی ہی کہ اُنھون نے ایک شخص
گندم گون لاغر تن کو جبل لکام مین دیکھا کہ ایک پتھر پر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا سے

ترے شوق و الفت نے مارا ہی جال	پھنسایا مجھے اور کیا ہی یہ حال

اور کہتے ہین کہ شوق ایک آتش الٰہی ہے جسکو خدای تعالی اپنے اولیا کے دل مین روشن کرتا ہی یہانتک کہ اوسکے باعث تمام اونکی دل کی چیزین مثل خواطر اور ارادات اور عوارض و حاجات کی سب جل جاتے ہین

اب اس باب کو اسیقدر پر تمام کیا جاتا ہی

ساتوان باب نیت اور اخلاص اور صدق کے بیان مین

رباعی

نیت پہ شریعت مین ہے موقوف عمل	اخلاص نہوا وسمین تو ہے وہ مختل
نیت کی درستی بھی ہوا ور ہو اخلاص	بے صدق مگر نہو کبھی عقدہ حل

واضح ہو کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نور قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ بدون علم و عمل کے شرف سعادت حاصل نہین ہو سکتا اسلیے کہ آدمی سب تباہ کار ہین بجز علم والون کے اور عالم بھی سب ہلاک ہین بجز عاملون کے اور عامل بھی سب ایسیہی ہین سوای خلاص والون کے اور اخلاص والے بڑے خطرے مین ہین غرضکہ عمل بدون نیت کے بری مشقت ہی اور نیت بدون اخلاص کے ریا اور مثل نفاق او معصیت کے ہی اور اخلاص بدون صدق او تحقیق کے ایک دھوکا سا ہی چنانچہ خدای تعالی اوس عمل کا حال جسمین ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہو اسطرح ارشاد فرماتا ہے وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا اور ہمکو معلوم نہین کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اوسکو درست کیسے کریگا یا جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجا لاویگا اور جب صدق کے معنی نجانتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کریگا۔ اسلیے جو بندہ کہ عبادت الٰہی کیا چاہے اوسپر اول یہ ضرور ہی کہ نیت کو سیکھے تاکہ اوسکی شناسائی ہو پھر حقیقت صدق و اخلاص کی سمجھکر نیت کو عمل سے صحیح کرے کہ صدق و اخلاص ہی سبب بندہ کی نجات اور خلاص کا ہین اسلیے ہم اس باب کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین ہر ایک فصل مین ان تینون چیزون مین سے ایک ایک لکھینگے

فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت وغیرہ کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان نیت کی فضیلت مین۔ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اس آیت مین ارادے سے مراد نیت ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہید بستر پر مرنے والے ہونگے اور بہت سے

قتیل دو صفوں کے درمیان میں خدا جانے اوسکی نیت کیا تھی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما اس آیت میں نیت کو توفیق کا سبب فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی تمھاری صورتوں کو اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو
اور اعمال کو دیکھتا ہے اور دلوں کے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ نیت کا محل ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ
بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہے اور اونکو فرشتے مہری صحیفوں میں لیکر اوپر چڑھتے ہیں اور خدای تعالی
کے سامنے جا رکھتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفے کو ڈالدو اسلیے کہ جو کچھ اسمیں ہے اوسکے عامل نے
اوس سے میری نیت نہیں کی پھر فرشتوں کو امر فرماتا ہے کہ اس شخص کیواسطے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو
وہ عرض کرتے ہیں کہ الہی اوسنے تو انمیں سے کوئی کام کیا نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اوسنے اون کاموں کی
نیت کی تھی اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی چار طرح کے ہیں ایک
وہ ہے جسکو خدای تعالی نے علم اور مال دیا ہو اور وہ اپنی علم کے موجب اپنے مال میں کام کرتا ہو تو دوسرا
شخص یوں کہتا ہو کہ اگر مجکو اللہ تعالی ایسا ہی دے جیسا اس شخص کو دیا ہے تو میں بھی ایسا ہی کام کرونگا
جیسا وہ کرتا ہے تو یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں اور تیسرا وہ شخص ہے کہ اوسکو خدای تعالی نے مال دیا ہو
اور علم ندیا ہو اور وہ اپنی جہل کے باعث مال کو واہیات میں اوڑاتا ہو اور کوئی شخص یوں کہے کہ
اگر اللہ تعالی مجکو مال دے تو میں بھی ایسا ہی کروں جیسا یہ کرتا ہے تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں
پس دیکھنا چاہیے کہ صرف نیت کے باعث عمل کی خوبیوں اور برائیوں میں آپنے شریک فرمایا۔ اور
اسیطرح حدیث انس بن مالک میں مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں نکلے تو
فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو کچھ ہم بیان کرتے ہیں یعنی جنگل طے کرتے ہیں یا ایسی جگہ کو
پامال کرتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے یا کچھ خرچ کرتے ہیں یا بھوکے ہوتے ہیں وہ ان سب میں
ہمارے ثواب کے شریک ہیں حالانکہ وہ مدینے میں ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ کسطرح ہیں وہ تو ہمارے
ساتھ نہیں آپنے فرمایا کہ اونکو عذر نے روکدیا ہے پس حسن نیت کے باعث شریک ہوگئے اور حضرت
ابن مسعود رض کی حدیث میں ذکر ہے من ہاجر یبتغی شیئا فھو لہ چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور ہم میں
سے ایک عورت سے نکاح کیا اوسکا نام مہاجر ام قیس ہوگیا۔ اور اسیطرح ایک اور حدیث میں ہے کہ
ایک شخص خدا کی راہ میں مارا گیا اور اوسکا نام قتیل حمار ہوا اس سبب سے کہ وہ ایک شخص سے اسواسطے لڑا
کہ اوسکا مال اور گدھے لیوے اسی پر مارا گیا اور اپنی نیت کیطرف منسوب ہوا۔ اور عبادہ رض کی حدیث
میں یوں مروی ہے من غزا وھو لا ینوی الا عقالا فلہ ما نوی اور حضرت ابی فرماتے ہیں

کہ مین نے ایک شخص سے مدد چاہی کہ غزوہ مین میرے ساتھہ ہو اوسنے کہا کہ میرے لیے کچھہ اجرت مقرر کردو تو ساتھہ دون مین نے ویساہی کیا اور اس ماجرا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اوسکو دنیا اور آخرت سے اوسیقدر ملا جو تو نے مقرر کردیا تھا اور بنی اسرائیل کے قصون مین ہی کہ ایک شخص بالو کے ٹیلون پر قحط کی حالت مین گذرا اور اپنے دل مین کہا کہ اگر یہ ریت طعام پختہ ہوتا تو مین لوگون کو بانٹ دیتا اللہ تعالی نے اونکے نبی پر وحی بھیجی کہ اوس شخص سے کہدو کہ اللہ تعالی نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تیری حسن نیت کا مشکور ہوا اور تجکو وہی ثواب دیا کہ اگر بالفرض اسقدر کھانا ہوتا اور تو اوسکو بانٹ دیتا اور یہ بہت سی احادیث مین آیا ہی کہ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث مین ہی کہ جس شخص کی نیت دنیا ہو اللہ تعالی اوسکا افلاس اوسکی آنکھون کے سامنے کردیتا ہی اور وہ ایسے وقت مین دنیا سے مفارقت کرتا ہی کہ زیادہ رغبت دنیا کی اوسکو ہوتی ہی اور جسکی نیت آخرت ہوتی ہی اللہ تعالی اوسکی غنا اوسکے دل مین کردیتا ہی اور اوسکا سامان اوسپر جمع کردیتا ہی اور وہ دنیا مین اسطرح ہوکر اوٹھتا ہی اور حضرت ام سلمہ رض کی روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر کیا جسکا خسف یعنے زمین مین دھسنا جنگل مین ہو حضرت ام سلمہ رض نے پوچھا کہ یا حضرت اونمین وہ شخص بھی ہوگا جو زبردستی یا اجرت کے سبب ہمراہ ہو آپ نے فرمایا کہ اونکا حشر اونکی نیتون پر ہوگا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہی کہ فرماتے تھے اِنَّمَا يُقْتَتَلُ الْمُقْتَتِلُوْنَ عَلَى النِّيَّاتِ اور ایک حدیث مین ہی کہ جب دو صفین ملتی ہین تو فرشتے اوترکر خلق کو درجہ بدرجہ لکھتے ہین کہ فلان شخص دنیا کے واسطے لڑتا ہی اور فلان حمیت کے لیے اور فلان تعصب کیواسطے خبردار کہ کسیکو یہ نہ کہو کہ خدا کی راہ مین شہید ہوا جو شخص کہ اس غرض سے لڑے کہ خدای تعالی کا بول بالا ہو وہ خدا کی راہ مین ہے۔ اور حضرت جابر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپنے فرمایا يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ اور احنف بن قیس ابی بکرہ سے راوی ہین کہ آپنے فرمایا اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ لوگون نے عرض کیا کہ ایک تو قاتل ہونے کی جہت سے جاویگا مقتول کا کیا باعث ہی آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اوسنے دوسرے کے مارنیکا ارادہ کیا تھا۔ اور حدیث ابی ہریرہ مین ہی کہ جو شخص کسی عورت سے کسیقدر مہر پر نکاح کرے اور نیت اوسکے ادا کی نرکھتا ہو تو وہ زانی ہے اور جو شخص کچھہ قرض لے اور اوسکے دینے کی نیت نہو تو وہ چور ہے اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدای تعالی کیواسطے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن

ایسے حال مین آویگا کہ اوسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو شخص غیر اللہ کے لیے خوشبو لگا دیگا قیامت کے دن آوے گا اور اوسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی +

اور آثار نیت کے فضائل مین یہ ہین کہ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ سب اعمال مین افضل وہ ہے جو خدای تعالی نے فرض کیا ہے اور بچنا اون اشیا سے جو خدای تعالی نے حرام فرمائی ہین اور درستی نیت کی اون امور مین ہے جو خدای تعالی کے پاس ہین۔ اور سالم بن عبد اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی کی مدد بندے کیواسطے نیت کی مقدار پر ہوتی ہے پس جسکی نیت کامل ہوگی اوسکے لیے خدای تعالی کی مدد بھی پوری ہوگی اور اگر نیت مین نقصان ہوگا تو مدد بھی اوسیقدر ناقص ہوگی۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ اکثر کام چھوٹے ہوتے ہین اونکو نیت بڑا کر دیتی ہے اور اکثر کام بڑے ہوتے ہین نیت اونکو چھوٹا کر دیتی ہے۔ اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ جو شخص نیکو کار کہ اوسکی نیت تقوی کی ہوتی ہے اگر اوسکے تمام اعضا دنیا مین متعلق ہو جاوینگے تو اوسکی نیت کسی روز اوسکو نیک نیت کیطرف ہٹا دیگی اور جاہل کا حال اسکے خلاف ہے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ پہلے لوگ نیت کو اسطرح سیکھا کرتے تھے جیسے تم عمل کو سیکھتے ہو۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ عمل سے پیشتر نیت عمل کی تلاش کرنی چاہیے اور جب تک خیر کی نیت کرو گے تب تک خیر مین ہو گے اور کوئی طالب علما کے پاس پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی شخص مجکو ایسا عمل بتلاوے کہ اوسکے باعث مین ہمیشہ خدای تعالی کیواسطے عامل رہون اسلیے کہ مجکو اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھپر کوئی گھڑی رات اور دن مین ایسی گذری جسمین مین خدا کی واسطے عمل نکرتا ہون اوسکو علما نے کہا کہ تیرا مطلب تجکو حاصل ہے جسقدر ہوسکے خیر کیا کر اور جب عمل خیر سے تھکے یا اوسکو چھوڑے تو دل سے اوسکے کرنے کا قصد کر اسلیے کہ جو عمل خیر کا قصد کرتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا خیر کرتا ہے۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ خدای تعالی کی نعمت تمہیر شمار سے زیادہ ہے اور تمھارے گناہ تمھاری دانست سے پوشیدہ تر ہین لیکن اگر صبح اور شام کو توبہ کر لیا کرو تو بیچ کے گناہ بخشدیے جاوینگے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مژدہ ہے اوس آنکھ کو جو سووے اور قصد معصیت نکرے اور بیگناہی پر جاگے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ قیامت کو لوگ اپنی نیت کی مقدار پر اوٹھائے جاوینگے اور حضرت فضیل بن عیاض رح جب یہ آیت پڑھتے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ روتے اور اسکو مکرر پڑھتے اور کہتے کہ الٰہی اگر تو ہمارا امتحان کرے گا تو ہمکو فضیحت اور رسوا کریگا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ نیتون ہی کے باعث جنتی جنت مین

ہمیشہ رہینگے اور دوزخی دوزخ مین ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ توریت مین
لکھا ہوا ہی کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی بہت ہی اور جس سے میرا غیر ارادہ
کیا گیا ہوگا وہ بہت بھی تھوڑا ہی اور بلال بن سعد رح کہتے ہین کہ بندہ مومن کا سا قول کہتا ہی مگر
اللہ تعالی اسکو اور اسکے قول کو نہین چھوڑتا جب تک کہ اسکے عمل کو نہ دیکھے پس اگر عمل کرتا ہی تو اسکے
ورع کو دیکھتا ہی اور اگر ورع بھی کرتا ہی تو یہ دیکھتا ہی کہ اسکی نیت کیا ہی پس اگر نیت درست ہوئی
تو اسکے سب کام درست ہونگے ۔ حاصل یہ کہ اعمال کی بنا نیتین ہین عمل اپنے خیر ہونے مین نیت کا محتاج
اور نیت خود اپنے آپ خیر ہی گو کسی مانع کی جہت سے عمل نہو سکے

دوسرا بیان نیت کی حقیقت کا ۔ جاننا چاہیے کہ نیت اور ارادہ اور قصد الفاظ مترادف ہین
جو ایک معنی کے واسطے آتے ہین اور وہ دل کی ایک حالت اور صفت ہی کہ علم و عمل کے بیچ مین
ہوتی ہی علم تو اس سے پہلے آتا ہی اس وجہ سے کہ اصل اور شرط اس حالت کی علم ہی ہوتا ہی اور عمل
اسکے بعد ہوتا ہی بدین نظر کہ اس حالت کا ثمرہ اور فرع ہی کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ ہر ایک کام یعنی ہر ایک حرکت
اور سکون اختیاری تین چیزون سے پورا ہوتا ہی علم اور ارادہ اور قدرت اسلیے کہ انسان جس چیز کو نہین جانتا
اسکا ارادہ نہین کرتا پس اسکا جاننا ضروری ہوا اور کام نہین کرتا جب تک کہ ارادہ نہین کرتا تو
عمل کے لیے ارادے کا ہونا ضرور ہوا اور ارادے کے معنی یہ ہین کہ دل کا برانگیختہ ہونا ایسی چیز کی طرف
جو اسکے عندیے مین اسکے مقصود کے موافق ہو خواہ اسوقت ہو یا انجام کو اور چونکہ انسان کی سرشت اسی طرح
کی ہی کہ بعض امور اسکے موافق اور اسکی غرض کے مناسب ہوتے ہین اور بعض مخالف تو ضرور ہوا کہ اسکو
احتیاج مناسب و موافق چیز کے اپنی طرف کھینچنے اور بری چیز کو اپنے نفس سے علیحدہ کرنے کی پڑی اسلیے
اس بات کی حاجت ہوئی کہ مضر اور مفید چیزون کو جانے اور پہچانے تاکہ مفید کو حاصل کرے اور مضر سے
بھاگے مثلاً جو شخص غذا کو نہین دیکھتا اور نہین پہچانتا تو ممکن نہین کہ غذا کھاوے اور جو شخص آگ کو نہین دیکھتا وہ
اس سے بھاگ بھی نہین سکتا اسلیے اللہ تعالی نے ہدایت اور معرفت کو پیدا کیا اور انکے لیے اسباب بنائے
یعنی حواس ظاہری اور باطنی اور انسے ہماری غرض نہین پھر اگر غذا کو دیکھا اور جانا کہ یہ موافق ہی
تب بھی کھانے کے لیے یہ امر کافی نہین جب تک کہ آدمی مین میل و رغبت و خواہش غذا پر برانگیختہ کرنے والی
نہو دیکھو مریض غذا دیکھتا بھی ہی اور جانتا ہی کہ یہ موافق ہی مگر رغبت کے نہونے اور قوت محرکہ کے جاتے
رہنے سے اسکو کھاتا نہین اسکے لیے اللہ تعالی نے میل و رغبت ارادہ پیدا کیا اور مراد ہماری
اس سے یہی ہی کہ نفس مین ایک اشتیاق اور دل مین توجہ رکھدی پھر یہ رغبت و ارادہ بھی کافی نہین

چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ اپاہج آدمی کھانا دیکھتا بھی ہی اور اسکا تناول کرنا بھی چاہتا ہی مگر اپنے
اپاہج ہونے کی جہت سے نہین کھا سکتا پس اسوقت گے دفع کے لیے قدرت اور اعضاے متحرک
ہیں اسلیے جنسے تناول کا ہو پس عضو بدون قدرت کے حرکت نہین کرتا اور قدرت ارادہ کی
منتظر رہتی ہی اور ارادہ علم و معرفت خواہ ظن و اعتقاد کا منتظر رہتا ہی یعنی اس بات کا دل مین ایسا
پختہ ہوجاوے کہ وہ شی ہمارے موافق ہی توجب معرفت مصمم ہوجاتی ہی کہ فلان چیز مرضی کے موافق ہی
اور اسکا کرنا ضرور ہی اور کوئی دوسرا مانع بھی نہو تو ارادہ اُٹھتا ہی اور رغبت ثابت ہوتی ہی اور
جب ارادہ اُٹھتا ہی تو قدرت اعضا کے حرکت دینے کو تیار ہوجاتی ہی حاصل یہ کہ قدرت ارادہ کی
تابع ہی اور ارادہ حکم اعتقاد کا خادم ہی تو نیت کی تعریف اس صورت مین یہ ہوئی کہ وہ ایک صفت متوسط
اعتقاد اور قدرت کے درمیان مین ہی یعنی ارادہ او نفس کا اُبھرنا رغبت اور میل کے حکم سے
ایسی چیز کی طرف جو اُسکی غرض کے موافق حال مین یا مآل مین ہو پس اول محرک تو غرض مطلوب ہوتی ہی اور
باعث اسی کو کہتے ہین اور یہی غرض اُبھارنے والی نیت کیا ہوا مقصد ہی اور اُبھرنا قصد اور نیت ہی اور
قدرت کا ہاتھ پانون وغیرہ کو ہلانا عمل ہی مگر از انجا کہ برانگیختہ ہونا قدرت کا عمل کے لیے کبھی ایک ہی
باعث سے ہوتا ہی اور کبھی دو باعثون سے جو ایک ہی فعل مین اکٹھے ہوجاتے ہین اور ان دونون میں بھی
کبھی یہ صورت ہوتی ہی کہ ہر واحد قدرت کے برانگیختہ کرنے پر قادر ہوتا ہی اور کبھی قاصر کہ بدون اجتماع
دوسرے باعث کے کافی نہین ہوتا اور کبھی ایک کافی تو ہوتا ہی مگر دوسرا باعث اُسکا معاون و مددگار
ہوجاتا ہی گو اکیلا خود مستقل نہین ہوتا تو اسی لیے ان چارون اقسام کے لیے جدا جدا نام اور مثالین ہونی
چاہیئین - پہلی قسم یہ ہی کہ باعث صرف اکیلا ایک ہی ہو مثلاً اگر آدمی پر کوئی درندہ حملہ کرے تو
جیسے ہی وہ اُسکو دیکھیگا فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوگا اس صورت مین اُسکا محرک بجز بھاگنے کی غرض کے
اور کوئی نہین اسلیے کہ جب اُسنے درندے کو دیکھا اور اسکو اپنے نفس کے لیے مضر جانا اُسی وقت اُسکا
نفس بھاگنے پر راغب ہوا اور اُسی رغبت کے بموجب قدرت بھی کام کرنے لگی ایسی صورت مین یہی
کہا جاتا ہی کہ نیت اُس شخص کی درندے سے بھاگنے ہی کی ہی کھڑے ہونے سے اور کچھ مطلب نہین
ایسی نیت کو نیت خالص کہتے ہین اور اس نیت کے مقتضا کے موافق عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہین
یعنی اگر بلحاظ غرض باعث کے دیکھا جاوے تو اس عمل کو اخلاص کہنا چاہیے جسکے معنی یہ ہین
کہ غیر کی مشارکت اور خلط سے خالص ہی - دوسری قسم یہ ہی کہ عمل کے لیے دو باعث جمع ہون
اور انمین سے ہر ایک تنہا بھی قدرت کے محرک ہونے کے لیے مستقل ہو اُسکی مثال محسوسات مین یہ ہی کہ

دو آدمی ملکر ایک بھاری بوجھ اتنے زور سے اُٹھاوین کہ اگر تنہا بھی اتنا زور ہوتا تو کافی تھا اور ہماری غرض کے بموجب یہ مثال ہی کہ آدمی سے اُسکا کوئی فقیر رشتہ دار کچھ حاجت کی درخواست کرے اور وہ اُسکو پورا کر دے اور اُسکے فقر اور قرابت دونون کا لحاظ کرے اور اس بات کو جانے کہ اگر یہ فقیر نہوتا تب بھی مین صرف قرابت کے باعث اُسکی حاجت پوری کر دیتا یا قرابت نہوتی تو فقیری ہی کی جہت سے حاجت روائی کرتا اور دل مین اس بات کا اپنے نفس سے یقین ہو کہ اگر کوئی رشتہ دار غنی درخواست کرے تو اُسکی قضاے حاجت مین رغبت کریگا یا کوئی فقیر اجنبی سوال کرے تب بھی راغب ہوگا۔ اسی طرح جس شخص کو طبیب نے حکم ترک غذا کا دیا ہو اور اسی اثنا مین عرفہ کا دن آجاوے اور وہ روزہ رکھ لے اور جانے کہ اگر عرفہ نہوتا تو پرہیز کی جہت سے غذا ترک کر دیتا اور پرہیز نہوتا تو ثواب کی خاطر کھانا نہ کھاتا اور اب دونون جمع ہو گئے اور اُسنے عمل کیا اور دوسرا باعث پہلے باعث کا رفیق ہوا تو اس دوسرے باعث کا نام ہم رفیق کہتے ہین یعنی دونون باعث ایک دوسرے کے رفیق ہین۔ اور تیسری قسم یہ ہی کہ دونون باعثون مین سے تنہائی کی صورت مین کوئی بھی کافی نہو مگر دونون ملکر باعث حرکت قدرت کے ہوے ہون محسوسات مین اسکی مثال یہ ہی کہ دو کمزور ملکر کسی چیز کو اُٹھاوین کہ جدا جدا اُنسے نہ اُٹھ سکتی ہو اور ہمارے مطلب کی مثال یہ ہی کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اُسکے پاس آوے اور ایک روپیہ مانگے تو اُسکو نہ دے اور اجنبی فقیر آکر مانگے تو اُسکو بھی نہ دے لیکن اگر قریب مفلس مانگنے آوے تو اُسکو دیدے اس صورت مین اُسکے ارادے کا باعث دونون باعثون یعنی قرابت اور فقر کے ملنے سے ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص لوگون کے سامنے ثواب کے لیے اور ثنا کی غرض سے صدقہ دیوے اور ایسی طرح ہو کہ اگر صرف قصد ثواب ہی ہوتا اور سائل تنہائی مین ملتا تو دینے پر آمادہ نہوتا یا صرف غرض ثنا ہوتی اور مانگنے والا ایسا فاسق ہوتا کہ اُسکے دینے مین ثواب نہو تو نہ دیتا اور جب دونون باتین جمع ہو گئین تو ملکر دل کو حرکت دی اس قسم کے باعث کا نام ہم شریک رکھتے ہین اور چوتھی قسم یہ ہی کہ دونون باعثون مین سے ایک تو ایسا ہو کہ اگر تنہا ہو تو کارگر ہو جاوے اور دوسرا ایسا نہو مگر جب پہلے کے ساتھ پاتا ہی تو کچھ نہ کچھ مدد اور سہولت کر دیتا ہی اُسکی مثال محسوس چیزون مین یہ ہی کہ کوئی شخص زبردست کچھ بوجھ اُٹھاتا ہو اور اُسکو کوئی کمزور بھی سہارا دیدے ہر چند قوی آدمی خود اُسکو اُٹھا سکتا تھا اور ضعیف سے ممکن نہ تھا کہ اُٹھا سکے مگر تاہم کچھ آسانی اُٹھانے مین ہو جاتی ہی اور ہماری مراد کے موافق یہ مثال ہی کہ مثلاً کوئی شخص کسی وظیفہ یا صدقہ کا عادی ہی اور اتفاق سے وظیفہ یا صدقے کے وقت کچھ لوگ آگئے تو اُنکے دیکھنے کے باعث

اُسپر وہ عمل آسان ہوگیا اور اپنے نفس سے اِس بات کو جانتا ہی کہ اگر تنہا ہوتا تب بھی اپنے عمل سے سستی نہ کرتا اور اگر طاعت کا خیال نہوتا تو صرف ریا ایسی تھی جس سے وہ عمل سرزد ہوتا پس اِس طرح کی نیت مین کسی قدر اختلاط ہو جاتا ہی ایسی قسم کے باعث کو معین کہتے ہین حاصل یہ کہ دوسرا باعث یا رفیق ہوتا ہی یا شریک یا معین اور اِن سب کا حکم ہم اخلاص کی فصل مین لکھینگے یہان مقصود نیت کے اقسام کے بیان سے ہی اِسواسطے کہ عمل تابع نیت کا ہوتا ہی اور اُسی سے حکم حاصل کرتا ہی اِسلیے ارشاد ہوا ہی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اور ظاہر ہی کہ تابع کا خود کچھ حکم نہین ہوتا ہی حکم متبوع ہی کا رکھتا ہی

تیسرا بیان اِس حدیث کے بھید کے بیان مین نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ یعنی ایماندار کی نیت اُسکے عمل سے بہتر ہی حدیث مین جو وارد ہی تو اسکی کیا وجہ ہی اور اِس سے کیا مراد ہی۔ بعض شخصون کو یہ خیال ہی کہ نیت کی ترجیح کا باعث یہ ہی کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہی سوا خدای تعالیٰ کے اُسپر کوئی واقف نہین ہوتا اور عمل ظاہر ہی اور پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہی اِسی لیے نیت کو بھی ترجیح ہی پس ہرچند اِتنی بات درست ہی کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہی مگر وہ یہان مراد نہین اِسلیے کہ اِس سے یہ لازم آتا ہی کہ اگر آدمی نیت کرے کہ خدای تعالیٰ کا ذکر اپنے دل سے کرے یا مسلمانون کے کام مین فکر کرے تو نیت تفکر کی خود تفکر سے بہتر ہو۔ اور کبھی یہ گمان ہوتا ہی کہ ترجیح نیت کی وجہ یہ ہی کہ نیت تو انجام عمل تک رہتی ہی اور اعمال مین دوام نہین ہوتا اور یہ وجہ بھی ضعیف ہی اِسلیے کہ اِس سے یہ لازم آتا ہی کہ عمل کثیر عمل قلیل کی بنسبت کر بہتر ہو علاوہ ازین یہ ضرور نہین کہ نیت کو دوام ہوا کرے اِسلیے کہ نیت اعمال نماز کی کبھی صرف چند گنتی کے لحظات تک ہوا کرتی ہی اور اعمال دیر تک ہوا کرتے ہین اور عموم حدیث سے یہ پایا جاتا ہی کہ نیت کو عمل پر ترجیح ہو۔ اور بعضے یہ تقریر کرتے ہین کہ اِسکے یہ معنی ہین کہ اگر نیت صرف ہو تو وہ محض عمل بدون نیت سے بہتر ہی ہرچند یہ تو ہی کہ عمل بدون نیت سے نیت اچھی ہی مگر یہ مراد نہین ہو سکتی اِسلیے کہ عمل بدون نیت یا غفلت کے ساتھ مین کچھ بھی خیر نہین اور نیت اگر عمل سے تنہا ہو تو وہ بالکل خیر ہی اور ترجیح ایسی اشیا مین ہونی چاہیے جو اصل خیر مین مشترک ہون بلکہ مراد یہ ہی کہ جو طاعت کہ نیت و عمل سے مرکب ہو اور نیت بھی من جملہ خیرات ہو اور عمل بھی تو ساری طاعت مین سے نیت بہ نسبت عمل کے بہتر ہی یعنی نیت و عمل ہرچند دونون مقصود مین تاثیر رکھتے ہین مگر نیت کی تاثیر عمل کی بنسبت کر بہت ہوتی ہی پس حدیث مذکور کے معنی یہ ہوے کہ نیت مومن کی منجملہ اُسکی طاعت کے اُس عمل سے بہتر ہی جو وہ بھی منجملہ اُسکی طاعت کے ہو اور غرض یہ ہی کہ بندے کو نیت مین بھی اختیار ہی اور عمل مین بھی اسواسطے کہ دونون عمل ہین

۱ح اعمال نیتون ہی سے ہین پورا حدیث گذری
۲ح طبرانی بروایت سہیل بن سعد بسند ضعیف

اگر بہتر نیت ہی کو کہیے تو معنی اس حدیث کے ہوے اب باقی رہا یہ کہ عمل سے اسکے بہتر اور افضل ہونے کا کیا سبب ہے تو اوسکو وہی سمجھے گا جو دین کے مقصود اور اوسکے طریق کو سمجھتا ہو اور جانتا ہو کہ طریق کی تاثیر مقصود کے پہونچانے مین کسطرح ہوتی ہی اور بعض اثرون کو بعض پر قیاس کرے تاکہ معلوم ہووے کہ مقصود کے لحاظ سے فلانے اثر کو افضلیت ہی مثلاً جو شخص کہے کہ روٹی میوے کی نسبت کہ بہتر ہے تو اوسکی مراد یہ ہی کہ روٹی بلحاظ مقصود کے یعنی قوت اور غذا ہونے کے بہتر ہی اور اس بات کو وہی سمجھے گا جو یہ سمجھے کہ غذا کسی مطلب خاص کے لیے ہی جسکو صحت اور بقا کہتے ہین اور غذائین تاثیرات مختلف رکھتی ہین اور انکی تاثیرات کو بھی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے معلوم کرلے کہ اصل مقصود کس مین زیادہ ہے اور طاعات پر جو غور کیا جاتا ہی تو یہ بھی دلون کی غذائین ہین اور انسے مقصود دلون کی شفا اور بقا اور آخرت مین سلامت رہنا اور سعادت اخروی سے بہرہ ور ہونا اور خدای تعالی کے دیدار سے لذت یابی ہی غرضکہ مقصود لذت سعادت لقاء اللہ ہی فقط اور اوس سعادت سے لذت یاب وہی ہوگا جو خدای تعالی کا عارف اور محب ہوکر مرے اور اوس سے محبت وہی کریگا جو اوسکو جانیگا اور اوس سے انس وہی کریگا ہوگا جو زیادہ تر اوسکا ذکر کرے پس انس دوام ذکر سے حاصل ہوتا ہی اور معرفت دوام فکر سے اور محبت معرفت کی تابع ہوتی ہی اور قلب دوام ذکر اور فکر کے لیے فارغ نہین ہوتا مگر اسطرح کہ دنیاوی شغلون سے فارغ ہو اور اشغال دنیاوی سے فراغت جب ہوتی ہی جبکہ دل سے دنیا کے شہوات علیحدہ ہوجاوین یہان تک کہ خیر کی طرف مائل اور راغب ہوجاوے اور شر سے نفرت اور بغض کرے اور خیر اور طاعات کیطرف میل اوسوقت پیدا ہوتا ہی کہ جان لیوے کہ سعادت اخروی انھین چیزون سے وابستہ ہی جیسے کہ عاقل فصد اور پچھنے کیطرف جب مائل ہوتا ہی کہ جان لیتا ہی کہ میری سلامتی اسی مین ہی اور جب اصل میل معرفت سے حاصل ہوجاتا ہے تو وہ عمل سے قوی ہوجاتا ہے یعنی اگر مقتضای میل کے موجب عمل پر مواظبت کیجاتی ہی تو عمل کو تقویت ہوجاتی ہی اسلیے کہ مواظبت ایسے اعمال پر کرنی قائم مقام غذا اور قوت کے صفات قلبی کے لیے ہوا کرتی ہی جس سے صفت قلبی زور پکڑ جاتی ہے اور خوب جم جاتی ہے مثلاً جو شخص طلب علم یا ریاست کیطرف مائل ہو تو شروع مین اوسکا میل ضعیف ہوتا ہی مگر جب مقتضائے میل کے بموجب علم مین مشغول ہوتا ہی خواہ حصول ریاست کی لیے تدبیر شایان عمل مین لاتا ہی تو وہ میل راسخ ہوجاتا ہی حتی کہ اوس سے علیحدہ ہونا اوسکو مشکل پڑجاتا ہی اور اگر میل کے خلاف کرتا ہے تو اوسکا میل ضعیف ہوجاتا ہی اور اکثر جاتا بھی رہتا ہے یا جو شخص کہ کسی خوبصورت کو دیکھتا ہے تو اوسکو رغبت کچھ ضعیف ہوتی ہے پھر اگر اوسکے مقتضا کے بموجب ہمیشہ پاس بیٹھنا اور دیکھنا اور ہمکلام ہونا اور ملنا اختیار کرے تو وہی رغبت اتنی قوی ہوجاویگی کہ انجام کو کام اپنے اختیار سے نکل جاویگا

برعلیحدہ نہین ہوسکیگا لیکن ابتدا ہی مین اگر نفس کو علیحدہ رکھیگا اور مقتضاے میل کے بموجب عمل نہ کریگا تو یہ ایسا ہوگا کہ گویا میل کی غذا موقوف کردے تو بجز اسکے کہ وہ میل ضعیف اور شکستہ ہوکر نیست و نابود ہوجاوے اور کیا ہوگا اسی طرح سب صفات کا حال ہے۔ اور خیرات اور طاعات سب کے سب اس لیے ہین کہ انسے آخرت مطلوب ہوتی ہے اور شر دیسب کے سب سے دنیا مراد ہوتی ہے اور نفس کا میل خیرات اخروی کی طرف اور اسکا پھرنا دنیوی خیرات سے ہی دل کو ذکر اور فکر کے لیے فارغ کردیتا ہے اور یہ پختہ جب ہوتا ہے جبکہ اعمال طاعات پر مواظبت ہو اور جوارح سے معاصی کا ترک لازم کرلیا جاوے اس لیے کہ اعضاے ظاہری اور دل مین ایک علاقہ ہے جس سے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پہونچتا ہے مثلاً اگر کسی عضو مین زخم لگتا ہے تو اُس سے دل مین درد ہوتا ہے اور دل جب کسی عزیز کے مرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے یا کسی امر خوفناک سے غمگین ہوتا ہے تو اعضا پر اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے کہین بدن کانپتا ہے کہین رنگ بدل جاتا ہے فرق اتنا ہے کہ دل اصل ہے گویا کہ امیر یا حاکم ہے اور اعضا مثل خادم اور رعیت کے ہین انھین کی خدمت کی جہت سے دل کی صفات پختہ ہوجاتے ہین غرض کہ دل مقصود ہے اور اعضا آلات ہین جنسے مقصود تک رسائی ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ لَهَا سَائِرُ الْجَسَدِ اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِیَ وَالرَّعِیَّۃَ راعی سے مراد آپ کی قلب ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ اور تقوی قلب کی صفت ہے اسی وجہ سے بالضرور واجب ہے کہ قلب کے اعمال مطلقاً حرکات اعضا کی نسبت کر افضل ہون پھر یہ ضرور ہے کہ اُن سب مین سے نیت افضل ہو اسواسطے کہ نیت دل کے میل کرنے کو خیر کی طرف اور ارادہ خیر کو کہتے ہین اور اعمال جوارح سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دل ارادہ خیر کا عادی ہو اور میل خیر اسمین پختہ ہوجاوے تاکہ شہوات دنیا سے فارغ ہوکر ذکر اور فکر پر جھک پڑے تو ظاہر ہے کہ اعمال مین بہتری اسی غرض کے لحاظ سے ہوگی اور نیت مین چونکہ نفس مقصود حاصل ہے لہذا بلحاظ مقصود اسی کو افضلیت ہونی چاہیے جیسے معدے مین اگر درد ہو تو ایک علاج تو یہ کرتے ہین کہ اوپر سے لیپ کردین اور ایک یہ کہ ایسی دوا پلادین جو معدے مین پہونچے پس دوا کا پینا بہ نسبت لیپ کے بہتر ہوگا اس لیے کہ اُس سے بھی مقصود یہی ہے کہ اثر معدے مین پہونچے تو جو چیز خود معدے ہی سے ملی رہے وہ بہتر اور نافع تر ہوگی اسی طرح سب طاعات کی تاثیر کو سمجھنا چاہیے اس لیے کہ اُنسے مطلوب دلون کے تغیر اور اُنکے صفات کی تبدیل ہے نہ کہ اعضا کی خوبی مثلاً سجدہ کرنے سے یہ غرض نہین کہ پیشانی کا رکھنا زمین پر ہے بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ عادت تواضع کی جو صفت قلبی ہے مضبوط ہوجاوے یعنی جو شخص اپنے

نفس مین تواضع پاتا ہی تو جب اپنے اعضا سے اُسپر مدد چاہیگا اور اُنکی شکل تواضع کی بناویگا تو اُنکی تواضع
پختہ ہوجاویگی اور جو شخص اپنے دل مین یتیم پر ترس پاتا ہی جب اُسکے سر پر ہاتھ پھیریگا اور پیار
کریگا تو وہ صفت دل مین پختہ ہوجاویگی اور ایسی صورتون مین عمل بدون نیت ہرگز مفید نہین مثلاً
کوئی یتیم کے سر پر تو ہاتھ پھیرے مگر دل مین غافل ہو یا یہ گمان کرے کہ مین کپڑے پر ہاتھ پھیرتا ہون تو
ایسے عمل سے اعضا کی تاثیر دل مین کچھ بھی نہوگی اسی طرح جو شخص براہ غفلت سجدہ کرے اور اُسکا دل
دنیا کی فکرون مین مشغول و مستغرق ہو تو اُسکے زمین پر پیشانی رکھنے سے دل پر کچھ تاثیر نہین ہوتی جس سے
کہ تواضع پختہ ہو اسطرح کے سجدے کا وجود اور عدم برابر ہی اور جس چیز کا وجود اور عدم بلحاظ غرض مطلوب کے
برابر ہو اُسکو باطل بیکار کہا کرتے ہین اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عبادت بدون نیت کے باطل ہی اور یہ اُس
صورت مین ہی کہ سجدہ غفلت سے کیا ہو پس جبکہ اُس سے قصد ریا یا کسی شخص کی تعظیم کا کیا ہو تو اُسکا
وجود و عدم ہی برابر نہونگے بلکہ ایک خرابی بھی بڑھ جاویگی یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ تو نہوئی
بلکہ جس صفت کا استیصال منظور تھا اُسکی تاکید ہوئی اور وہ صفت ریا کی ہی جو دنیا کی طرف میل کرنے مین
داخل ہی - یہ وجہ ہی نیت کے بہتر ہونے کی عمل سے اور اسی سے معنی اس حدیث کے بھی سمجھ مین آتے ہین
مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ اس لیے کہ دل کا قصد کرنا اُسکا خیر کی طرف مائل
ہونا اور ہوائے نفسانی اور محبت دنیا سے منحرف ہونا ہی جو بڑے سرے کی خوبی ہی اور عمل سے پورا
کرنے سے اُس خوبی کی تاکید ہوجاتی ہی مثلاً قربانی کے ذبح سے مقصود گوشت اور خون نہین بلکہ
یہ مراد ہی کہ دل محبت دنیا سے پھر جاوے اور خدائے تعالی کی رضا کو اپنے مطالب سے مقدم
جان کر اُسکو خدائے تعالی کی راہ مین دے ڈالے اور یہ بات نیت اور ہمت کے مصمم کرتے ہی حاصل
ہوجاتی ہی گو کسی مانع کی جہت سے نوبت عمل کی نہ پہونچے چنانچہ قرآن مجید خود شاہد ہی لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا
وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اور تقوی کا مقام احادیث کی رو سے دل ہی اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینے مین ہین اور جہاد مین ہمارے شریک
ہین اسواسطے کہ اُنکے دل نیت بخیر ہونے اور خدائے تعالی کا کلمہ بلند کرنے اور مال و جان کے
خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے مین ایسی ہی تھے جیسے اُن لوگون کے تھے جو جہاد کو نکلے تھے
صرف بدن علیحدہ تھے کسی خاص مانع کی جہت سے شرکت بدنی نہوسکی تھی اور ان معنون سے سب
احادیث جو ہمنے نیت کی فضیلت مین وارد کی ہین سمجھ مین آجاوینگی تو اُنکو انھین معنون پر مطابق کرکے
دیکھ لینا چاہیے تاکہ اسرار منکشف ہوجاوین

ترجمہ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور نہ کیا اسکو ایک نیکی لکھی جاتی ہے ۱۲

اللہ کو نہین پہونچتے گوشت اور نہ لہو لیکن اسکو پہونچتا ہے تقوی تمہارا ۱۲

چوتھا بیان جو اعمال کہ نیت سے متعلق ہین اونکی تفصیل کے ذکر مین۔

واضح ہو کہ اعمال اگرچہ بہت سے اقسام مین منقسم ہو سکتے ہین یعنی کہہ سکتے ہین کہ وہ فعل مین یا قول اور حرکت ہین یا سکون اور حصول فائدہ کے لیے ہین یا دفع ضرر کے لیے اور فکر کے ہین یا ذکر کے اسیطرح بہت سے ہوتے ہین کہ اونکا شمار بھی نہین ہو سکتا مگر تاہم اونکی تین قسمین ہین اول معاصی دوم طاعات سوم مناجات ان تینون قسمون مین نیت کے باعث جو تغیر ہوتا ہے وہ مفصل لکھا جاتا ہے قسم اول یعنی معاصی کا حال تو یہ ہے کہ نیت کے باعث اسمین کچھ تغیر نہین ہوتا پس اگر کوئی جاہل حدیث اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے یہ سمجھے کہ معصیت بسبب نیت کے طاعت ہو جاتی ہے تو یہ محض غلطی ہے مثلا ایک شخص کے پاس خاطر کے باعث کوئی شخص دوسرے کی غیبت کرے یا فقیر کو کسی دوسرے کا مال کھلاوے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرای بناوے اور نیت خیر کرے تو سب جہالت کی باتین ہین نیت کے باعث ان امور کا ظلم اور معصیت ہونا جاتا نہ رہیگا بلکہ قصد اسکا شرع کے خلاف امور میں خیر کی نیت کرنی دوسری برائی ہے پس اگر دانستہ ایسا کریگا تو دشمن شرع ہوگا اور اگر نادانستگی مین کریگا تو جہالت کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور خیرات کا خیر ہونا شرع ہی سے معلوم ہوتا ہے جو چیز شر ہے وہ خیر کیسے ہو سکتی ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ شہوت خفی اور ہوی باطنی اس امر کو دل مین ڈالدیتے ہین اسلیے کہ جب دل طالب جاہ اور لوگون کے دل اپنی طرف کرنے کا اور حظوظ نفسانی کا مائل ہوتا ہے تو جاہل آدمی پر شیطان کو خوب دغا کا بہانہ ملجاتا ہے۔ اور اسیوجہ سے حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ خدای تعالی کی نافرمانی کسی معصیت سے اتنی بڑھکر نہین جتنی جہل کی معصیت ہے لوگون نے پوچھا کہ حضرت جہل سے بڑھکر بھی کوئی چیز آپکو معلوم ہے اونھون نے فرمایا کہ ہان اپنی جہالت سے جاہل ہونا زیادہ سخت ہے اور واقع مین آپ کا قول درست ہے اسلیے کہ جہل مرکب بالکل راہ تعلم کی بند کر دیتا ہے مثلا جو شخص جانتا ہو کہ مجھے علم ہے وہ کیون سیکھے گا کسینے سچ کہا ہے **شعر**

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند	در جہل مرکب ابد الدہر بماند

اسیطرح علم سے خدایتعالی کی اطاعت کرنی سب طاعتون سے افضل ہے اور علم کا علم سب علمونکی جڑ ہے جیسے کہ جہل کا جہل سب جہالتون کی اصل ہے تو جس شخص کو علم نافع اور مضر کا حال معلوم نہو وہ اون علوم مین مشغول ہوگا جنپر لوگ جھکے ہوے ہین اور وہ علوم واہیات ہین جو اونکے لیے دنیا کے وسیلے ہین اور ایسے ہی علوم مین مصروف ہونا مادہ جہالت اور معدن فساد عالم ہے۔ حاصل یہ کہ جو شخص جہالت کے باعث معصیت سے قصد خیر کرے تو اوسکا عذر جہالت نہین سنا جاویگا البتہ ایک صورت مین معذور ہوگا

اگر اُسکو مسلمان ہوے تھوڑے دن ہوے ہون اور مہلت سیکھنے کی نہ ملی ہو ورنہ ظاہر ہو کہ خداے تعالے ارشاد فرماتا ہو فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا يُعْذَرُ الْجَاهِلُ عَلَى الْجَهْلِ وَ لَا يَحِلُّ لِلْجَاهِلِ اَنْ يَسْكُتَ عَلَى جَهْلِهِ وَلَا لِلْعَالِمِ اَنْ يَسْكُتَ عَلَى عِلْمِهِ اور مساجد اور مدرسے مال حرام سے بنوا کر جو بادشاہون کا تقرب کرتے ہین اُسی کے قریب یہ بھی ہو کہ جو لوگ بیوقوف اور شریر ہون اور فسق و فجور مین مشغول اور اسی بات پر آمادہ ہون کہ علماء سے جھگڑین اور فقہا کو بہکائین اور لوگون کی دلداری اور مال دنیاوی اور متاع بادشاہون اور یتیمون اور مساکینون پر دانت رکھتے ہون اُنکو علم پڑھایا جاوے اس لیے کہ ایسے بدذات جب علم سیکھتے ہین تو خداے تعالے کی راہ کے راہزن ہوتے ہین اور ہر ایک اپنے شہر مین دجال کا نائب بنکر دنیا پر جھگڑتا ہو اور ہواے نفسانی کا اتباع کرتا ہو اور تقوی سے دور رہتا ہو لوگون کو اسکے دیکھنے سے خداے تعالے کی نافرمانیون کی جرات ہوتی ہو پھر یہی علم اُس شخص سے دوسرے کسی اُسی جیسے کو ملجاتا ہو وہ بھی اول اُستاد کے قدم بقدم چلتا ہو اسی طرح یہ علم مسلسل ہوتا چلا جاتا ہو اور سب اسطرح کے عالم اُس علم کو وسیلہ شر کرتے ہین اور ان سب کا وبال اُسی معلم اول پر رہتا ہو جسنے باوجود نیت فاسد شاگرد کے اُسکو علم پڑھایا اور آنکھون سے اسکے اقسام معصیت اقوال اور افعال اور کھانے پہننے مسکن وغیرہ مین دیکھ لیے اور اُسکی تعلیم موقوف نہ کی اسطرح کا عالم جب مرجاتا ہو تو اُسکے آثار شر کے جہان مین ہزار دو ہزار برس تک پھیلے رہتے ہین اور اچھا وہی ہو جو مرے اور اسکے ساتھ اُسکے گناہون کا بھی خاتمہ ہوجاوے۔ پھر تعجب یہ ہو کہ ایسے عالم جہالت سے یہ کہتے ہین کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ہمنے تو علم دین کے پھیلانے کی نیت کی ہو اگر سیکھنے والا اُسکو فساد مین استعمال کریگا تو قصور اُسکا ہو نہ میرا میری نیت تو یہی تھی کہ وہ اُس سے امور خیر پر مدد لے اسکے اس قول کا منشا ریاست کی محبت اور مخدوم بننا اور زیادتی علم کا تکبر ہو اور شیطان بواسطہ ریاست کی محبت کے اُسپر یہ امور مشتبہ کردیتا ہو مگر ہمکو نہین معلوم کہ وہ شخص اس بات کا جواب کیا دیگا کہ ایک شخص نے راہزن کو تلوار ہبہ کردے اور اُسکو گھوڑا اور دوسرے لوازم تیار کردیے جنسے وہ اپنے مقصود پر مدد لے اور پھر یہ کہتا ہو کہ مین نے نیت سخاوت اور دینے کی کرلی ہو جو اللہ تعالی کے عمدہ اخلاق مین سے ہو اور میری یہ نیت ہو کہ وہ شخص اس تلوار و سامان سے خدا کی راہ مین لڑے اور غازی کو یہ سامان دینا ظاہر ہو کہ بڑے ثواب کی بات ہو اب اگر وہ خود اُسکو رہزنی مین صرف کرے تو مین کیا کرون وہ خود گنہگار ہوگا حالانکہ سب فقہا کا اتفاق ہو کہ راہزن کو اسباب رہزنی سے مدد پہونچانی

حرام ہو باوجودیکہ سخاوت سب اخلاق میں سے محبوب ہی اور اُسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
کہ حق تعالی کے تین سو اخلاق ہین جو کوئی اُنمین سے ایک سے بھی اُسکی طرف تقرب کرتا ہی وہ جنت مین
داخل ہوتا ہی اور اُن سب مین محبوب خدا کو سخاوت ہی پس کیا وجہ کہ اس سخاوت کو حرام کر دیا
اور راہزن کے قرینہ حال کو دیکھنا واجب فرما دیا پس جبکہ اُسکی عادت ظاہر ہو گئی کہ وہ ہتیار سے
شر کے اوپر راہ لیتا ہی تو اُس سے ہتیارون کا چھین لینا چاہیے نہ یہ کہ اور اپنے پاس سے اُسکو دیے جاوین
اور علم بھی وہ ہتیار ہے کہ اُس سے شیطان اور دشمنان خدا مارے جاتے ہین اور بعض اوقات اُس سے
دشمنان خدا کو مدد پہونچتی ہی جیسے ہوائے انسانی تو جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہی اور اپنی خواہش
آخرت پر مگر حصول خواہش سے بسبب کم علمی کے عاجز ہو تو ایسے شخص کو علم سے مدد دینی کیسے جائز ہی کہ وہ
اُس علم کی بدولت اپنے شہوات کے حاصل کرنے پر قادر ہو جاے۔ بزرگان سلف کا دستور تھا کہ جو شخص اُنکے
پاس آمد و رفت رکھتا تھا اُسکے احوال کے تجسس مین رہتے تھے اگر اُس سے ایک نفل مین بھی قصور
دیکھتے تو اُسکو برا جانتے اور خاطر داری اور تعظیم چھوڑ دیتے اور اگر بدکاری یا حرام چیز کو حلال سمجھنا
دیکھ لیتے تو اُسکو اپنی مجلس سے نکال دیتے اور بولنا چھوڑ دیتے کوئی بات سکھانے کے تو کیا معنی اسواسطے
کہ اُنکو معلوم تھا کہ جو کوئی شخص مسئلہ سیکھتا ہی اور اُسکے بموجب عمل نہین کرتا اُسکو غیر جگہ مین استعمال
کرتا ہی تو وہ اور کچھ نہین سیکھتا صرف شر کا وسیلہ ڈھونڈھتا ہی اور تمام اکابر سلف نے عالم بدکار سے
پناہ مانگی جاہل بدکار سے نہین مانگی حضرت امام احمد بن حنبل رح کے حال مین لکھا ہی کہ ایک شخص آپ کی
خدمت مین برسون سے آمد و رفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا اتفاقاً آپ نے اُس سے منہ پھیر لیا اور گفتگو
موقوف کی نظر عنایت سے ڈال دیا اُس شخص نے ہر چند تغیر مزاج کا باعث پوچھا مگر آپ نہ بتلاتے تھے
آخر بعد اصرار کے بعد فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو سڑک کی جانب سے گار الگایا ہی اور
قدآدم مٹی سے لی ہی اور وہ مسلمانون کی راہ کی خاک ہی اس لیے اب تجھ مین لیاقت نہین ہی کہ علم کی
نقل کرے پس سلف کے لوگون کا حال نگرانی طلبہ کا اسطرح تھا اور اس جیسی باتین فنی لوگون اور شیطان کے
تابعدارون پر مخفی رہتی ہین کو اُنکے پاس جا در ین اور جو سب بڑے آستینین ہون اور وہ خود زبان دراز
اور خوش تقریر ہون اور علم بھی بہت سا رکھتے ہون یعنی وہ علم جسمین دنیا سے ڈرانے اور روکنے کا بیان
اور آخرت کی ترغیب لوطلبی ہو بلکہ وہ علم ہو جو خلق مین مروج ہی اور اُسکے باعث مال حرام جمع کرتے ہین اور
لوگون کی پیروی چاہتے ہین اور ہمسرون پر بڑھ بڑھ کر بیٹھتے ہین اس تقریر گذشتہ سے ثابت ہوا کہ حدیث
الاعمال بالنیات خاص دو قسم اعمال کے لیے ہی یعنی طاعات اور مباحات کے لیے

اور معاصی کے لیے نہیں ہو اس لیے کہ طاعات تو نیت کے سبب سے معصیت بھی ہو جاتی ہو اور نیت ہی سے طاعت
بھی رہتی ہو اور مباح کا بھی یہی حال ہو کہ نیت ہی سے معصیت و طاعت دونوں ہو سکتی ہو مگر معصیت کسی طرح
طاعت نہیں ہو سکتی بلکہ نیت سے اسمین برعکس تاثیر ہو کہ جب معصیت مین خبیث نیتین ملجاتی ہین تو اسکا
وبال بعد گناہ اور زیادہ ہو جاتا ہو چنانچہ اسکا بیان باب التوبہ مین گذرا دوسری قسم اعمال کی طاعت
ہین وہ دو باتون مین نیت سے متعلق ہین اول تو اصل صحت مین دوم ثواب کی زیادتی مین اصل تو
اسطرح کہ عمل سے عبادت خدا کی نیت کرے اور کچھ نہو یعنی اگر ریا کی نیت کریگا تو وہ عبادت
معصیت ہو جائیگی اور ثواب کا زیادہ ہونا اسطرح کہ بہت سی نیتین حسنات کی ایک عمل مین کرے تو
جب ایک طاعت مین نیت چند خیرات کی کریگا تو ہر ایک نیت پر ایک ثواب جدا گانہ ملیگا کیونکہ ہر نیت
ایک حسنہ ہو اور ایک حسنہ پیچھے بموجب حدیث شریف کے دس گنا ثواب مل سکتا ہو مثلاً کوئی شخص مسجد مین
بیٹھے اور اس بیٹھنے مین بہت سی نیتین کرے ہر چند یہ ایک طاعت ہو مگر بہت سی نیتون سے اتنی
ہو سکتی ہو کہ اعمال متقین کی بھی فضیلت اسمین آجاوے اور مقربین کے درجے کو اسکے باعث پہونچ جاوے
پہلی نیت یہ ہو کہ یون جانے کہ مسجد خدا کا گھر ہو اور جو اسمین آتا ہو اسکو خدا کی زیارت ہوتی ہو تو مسجد مین
بیٹھنے سے زیارت اپنے پروردگار کی نیت کرے تاکہ وہ ثواب جسکا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مین
فرمایا ہو حاصل ہو چنانچہ آپ فرماتے ہین مَنْ قَعَدَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَدْ زَارَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَحَقٌّ عَلَی الْمَزُوْرِ اِکْرَامُ زَائِرِہٖ
دوسرے یہ کہ ایک نماز کے بعد دوسرے نماز کی نیت کرے تاکہ جبتک انتظار مین رہے نماز ہی کا ثواب ملے اور یہی
مراد ہو کلمہ وَرَابِطُوْا سے جو قرآن مجید مین وارد ہو تیسرے کان اور آنکھ کا روکنا اور اعضا کو حرکات اور
ترددات سے محفوظ رکھکر راہب بننا اس لیے کہ اعتکاف روزہ کے مثل باز رہنے کا نام ہو اور وہ ایک قسم کی
رہبانیت ہو اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رَھْبَانِیَّۃُ اُمَّتِی الْقُعُوْدُ فِی الْمَسَاجِدِ
چوتھے ہمت کا منحصر کرنا خدا تعالی پر اور فکر آخرت کے بھید کا سمجھا لینا اور جو اشغال اس سے روکدیتے ہین
انکو دفع کرنا پانچوین فکر الہی کے لیے تنہا ہو جانا یا صرف اسکا ذکر سننے کے لیے یا اسکی یاد کے لیے ہو رہنا
جیسے کہ حدیث شریف مین وارد ہو مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ لِیَذْکُرَ اللّٰہَ تَعَالٰی اَوْ یُذَکِّرَ بِہٖ کَانَ کَالْمُجَاھِدِ فِی سَبِیْلِ
اللّٰہِ تَعَالٰی چھٹے قصد امر معروف و نہی منکر کا کرنا اس لیے کہ مسجد مین ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہین جو نماز اچھی طرح
نہ پڑھین یا ایسے حرکات کے مرتکب ہون جو انکو جائز نہون تو مسجد مین بیٹھنے والا انکو اچھی بات سکھا دے اور
دین کی راہ بتا دے تاکہ جو امر خیر وہ اس سے سیکھین اسمین یہ بھی شریک ہو اور خیرات اسکی زیادہ ہو جاوین
ساتوین یہ کہ کسی برادر دینی سے کچھ استفادہ کی نیت ہو کہ مسجد مین اکثر دیندار خدا تعالے کے محب

اور اللہ تعالی کے باب مین دوستی کرنے والے موجود رہا کرتے ہین اُنسے استفادہ ہو تو ذخیرۂ آخرت اور غنیمت ہے
آٹھوین یہ کہ گناہون کو خداے تعالے کی شرم سے چھوڑ دے اور اس بات سے محترز رہے کہ اللہ تعالی کے
گھر مین وہ بات نہ کرے جو مقتضی ہتک حرمت ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو شخص
کثرت سے آمد و رفت مسجد کی رکھتا ہے اللہ تعالی اُسکو سات باتون مین سے ایک عنایت فرماتا ہے یا کوئی
بھائی ملتا ہے جس سے خداے تعالی کے باب مین استفادہ ہو یا رحمت نازل ہوتی ہے یا علم عجیب یا ایک
کلمہ جو راہ رست بتاوے یا کسی بات سے پھیر لاوے یا گناہون کا چھوڑنا خداے تعالے کے خوف سے
یا اُسکی شرم سے پس بہت سی نیتین کرنے کا یہ طور ہے اسی پر سب طاعات و مباحات کو قیاس کر لینا چاہیے
اسواسطے کہ کوئی طاعت ایسی نہین جو محتمل بہت سی نیات کی نہو بندۂ مومن کے دل مین اُتنی ہی
اُسی قدر آتی ہین جسقدر کہ وہ طلب خیر مین جد و جہد اور فکر کرتا ہے اسی سے اعمال ستھرے ہوتے ہین اور حسنات زیادہ
ہوتے ہین تیسری قسم مباحات ہین اُنمین بھی ایک یا کئی نیتین اس قسم کی ہو سکتی ہین جنسے کہ مباحات عمدہ
قربات مین سے ہو جاوین اور اُنسے بلند مدارج حاصل ہون بڑا نقصان اُسکو ہے جو اُنسے غافل ہو اور
جانورون کی طرح سہو اور غفلت سے اُنکو بجا لاوے اور یہ نچاہیے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم و لحظہ کو حقیر سمجھے
اس لیے کہ قیامت کو ان سب کی پوچھ ہوگی کہ کیون کیا تھا اور اس سے کیا نیت تھی یہ صورت اُس
مباح مین ہے جسمین کراہت کا غلط نہو اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حَلَالُهَا حِسَابٌ
وَحَرَامُهَا عِقَابٌ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِنَّ الْعَبْدَ يُسْاَلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَعَنْ فُتَاتِ الطِّيْنَةِ بِاُصْبُعِهٖ وَعَنْ لَمْسِهٖ
ثَوْبَ اَخِيْهِ اور دوسری حدیث مین ہے کہ جو شخص خدا کے واسطے خوشبو لگاوے قیامت کو ایسی طرح آویگا
کہ اُسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو غیر اللہ کے واسطے خوشبو لگاوے وہ قیامت کو ایسی طرح آویگا
کہ اُسکی بدبو مردار کی بدبو سے بھی زیادہ ہوگی یہان دیکھو کہ خوشبو لگانا مباح ہے مگر نیت کا ہونا اُسمین ضرور ہے
اب اگر پوچھو کہ خوشبو لگانی نفس کے حظوظ مین سے ہے وہ خدا کے واسطے کیسے ہو سکتی ہے تو اُسکا جواب
یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کو یا اور اوقات مین خوشبو لگاوے تو ہو سکتا ہے کہ اُسکا مقصود صرف دنیاوی لذات سے
راحت پانے کا ہو یا اظہار اپنے فخر کا اور مال کی کثرت کا ہو تا کہ ہمسر حسد کرین یا خلق کو دکھلانا منظور ہو
تا کہ اُنکے دلون مین اُسکی جگہ ہو اور اُسکا ذکر جب کرین تو کہین کہ خوشبو پسند آدمی ہے خوشبو سے ذوق ہے یا یہ
منظور ہو کہ اجنبی عورتون کے دلون مین محبوب ہو جاوے بشرطیکہ اُنکو دیکھا کرتا ہو اور اور بہت سے امور
اسی طرح کے ہو سکتے ہین اور ان سب سے خوشبو لگانی معصیت ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اُسکی بدبو مردار سے

جھگڑا قیامت مین ہوگی مگر صرف پہلا قصد یعنی لذات دنیاوی سے راحت پانی البتہ معصیت نہین
سوال اوس سے بھی ہوگا اور جس سے حساب کا جھگڑا ہوگا اوسکو عذاب ہوگا اور جو شخص کہ کوئی چیز دنیا کی
مباحات مین سے کر لیگا تو قیامت کو اوسپر عذاب تو نہوگا مگر اوسیقدر راحت آخرت کم کردی جاویگی
اور اگر تامل کرو تو بڑے نقصان کی بات ہی کہ یہان کے ایک مرفانی کے عوض مین وہ رہت جاودانی
کم ہوجاوے۔ اور اچھی نیتین خوشبو مین یہ ہین کہ مثلاً اوس سے اتباع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی جمعہ کے روز نیت کرے اور خانہ خدا کی تعظیم کی نیت کرے کہ خدای تعالی کی زیارت کو مسجد مین
بے خوشبو نہ جانا چاہیے یا اپنے پاس والون کو راحت پہونچانے کی نیت کرے یا خود اپنے نفس سے بدبو
دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اوسکو ایذا میری بدبو کی نہو یا یہ نیت کرے کہ بدبو کی
صورت مین لوگ میری غیبت کرتے ہونگے وہ غیبت سے باز رہین اور میرے سبب سے خدای تعالی کی
معصیت نکرین اسلیے کہ جو شخص غیبت کا متعرض ہوتا ہے اور وہ اوس سے بچنے پر قادر ہی تو وہ اس معصیت مین
شریک ہوا کرتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا
بِغَيْرِ عِلْمٍ اسمین اشارہ ہی کہ شر کا سبب ہونا بھی شر ہی اور نیت سے اپنے دماغ کے علاج کی کرے تا کہ خوشبو سے ذہن مغز کا
زیادہ ہو اور امور دینی کا سمجھنا اور اومین فکر کرنا آسان پڑے چنانچہ امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جسکی
خوشبو اچھی ہوتی ہے اوسکی عقل زیادہ ہوتی ہے غرضکہ اسطرحکی نیتین ایسی ہین کہ جب آدمی کے دل پر
تجارت آخرت اور طلب خیر غالب ہوتی ہے تو ایسی نیتین کرنے سے عاجز نہین ہی کر سکتا ہی اور جسمین دنیا
کراہت کے دل پر آسایش دنیا ہی غالب ہو تو البتہ یہ نیتین اوسکے دل مین نہین آتین اور اگر کوئی ذکر بھی
کرے جب بھی اوسکا دل نہین اوبھرتا کہ یہ نیتین کرے اور اگر کوئی ان نیتون مین سے کرتا بھی ہی تو
صرف خطرے کے طور پر ہوتی ہین کہ اوسکو نیت نہین کہہ سکتے اور مباحات بہت سے ہین اور اونمین
نیتون کی شمار ممکن نہین اسلیے ایک ہی مثال سے باقی کو قیاس کرلو۔ اور اسی وجہ سے بعض عارفین سلف نے
فرمایا ہی کہ مجھکو مستحب معلوم ہوتا ہی کہ ہر چیز مین ایک نیت کر لیا کرون یہان تک کہ کھانے اور پینے اور
سونے اور پاخانہ مین جانے اور دوسری چیزون مین سب مین ایک نیت ہو اور یہ سب باتین اوس قسم کی ہین
کہ انمین نیت تقرب الی اللہ کی ہوسکتی ہی اسواسطے کہ جو چیز کہ سبب بدن کے باقی رہنے اور فراغت بدنی اور
دل کے فارغ رہنے کا ہی وہ دین پر معین ہوتی ہی مثلاً جو کھانا کھانے سے یہ نیت کرے کہ عبادت پر
قوت ہو اور صحبت سے یہ نیت کرے کہ دین کی درستی اور اپنی اہلیہ کے دل کی خوشی اور توقع ولد
صالح کی کہ میرے بعد خدای تعالی کی عبادت کرے اور امت محمدی اوس سے بڑھے تو اس صورت مین

وہ شخص اپنے کھانے اور صحبت سے طاعت بجالانے والا ہوگا اور سب حظوظ نفس سے بڑھکر یہ
دونون چیزین ہین توجس شخص کے دل پر فکر آخرت غالب ہو اوسپر ان دونون سے خیر کی نیت کرنی محال
نہین۔ اسیطرح چاہیے کہ جب آدمی کا مال جاتا رہے تو اوسمین بھی نیک نیت کرے اور کہدے کہ وہ
مال فی سبیل اللہ ہے اور جب یہ سنے کہ میری غیبت کوئی کرتا ہے تو دل مین خوش ہو اسوجہ سے کہ اسکے
عوض مین غیبت کرنے والا میری برائیان اوٹھاویگا اور اوسکے نامۂ اعمال مین سے نیکیان میرے
نامۂ اعمال مین چلی آوینگی اور اس امر کی نیت اسطرح کرے کہ جواب کچھ نہ دے چپکا ہو رہے کہ حدیث شریف
مین ہے کہ بندے کا حساب ہوگا تو اوسکے سب اعمال آفت کے آجانے سے بیکار ہوجاوینگے یہانتک
کہ مستحق دوزخ کا ہوگا پھر اوسکے لیے اعمال صالحہ کا دفتر کھولا جاویگا جس سے وہ سزاوار جنت ہوگا
پس وہ شخص تعجب کرکے کہیگا کہ الٰہی یہ اعمال تو مین نے کبھی کیے نتھے تو اوس سے کہا جاویگا کہ یہہ
اعمال اون لوگون کے تجھے ملے ہین جنھون نے تیری غیبت کی اور تجھپر ظلم وزیادتی کی اور دوسری
حدیث مین ہے کہ بندہ قیامت کے روز ایسے حسنات لاویگا جو پہاڑ کے برابر ہون اور اگر وہ اوسکے لیے
ہون تو جنت مین داخل ہوجاوے مگر چونکہ ایسی صورت سے آویگا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا اور کسیکو گالی
دی ہوگی کسیکو مارا ہوگا اسلیے ان سب مظلومون کو اوسکے حسنات دیدیے جاوینگے یہانتک کہ
اوسکے پاس کوئی نیکی باقی نرہیگی فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی اسکی حسنات ہوچکین اور ابھی دعویدار
باقی ہین حکم ہوگا کہ اسپر اونکے سیات ڈالدو اور اسکی لیے ایک رقعہ دوزخ مین کو لکھدو غرض کہ آدمی کو چاہیے
کہ اپنے حرکات مین سے کسیکو حقیر سمجھے اور ایسا نہو کہ بعض امور کو حقیر جانکر اوسکے شرور سے نہ بچے
اور سوال اور حساب کے دن کے لیے اوسکی جوابدہی کی تیاری نکرے اللہ تعالی ہر ایک امر کا دانا بینا ہے
چنانچہ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ مین نے
ایک خط لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اوسپر مٹی ڈالکر خشک کردون مگر دل نے نمانا پھر مین نے
کہا کہ یہ تو مٹی ہے اسکی کیا اصل ہے غرض مٹی سے اوسکو خشک کردیا اوسکے بعد غیب سے یہ آواز آئی سے

جو سمجھے ہین یہہ خاک لینی روا	قیامت کو دیکھینگے اپنی سزا

اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رح کے ساتھ نماز پڑھی دیکھا تو آپ کا کپڑا اولٹا تھا آپکی
خدمت مین عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کپڑے کو سیدھا کرلین مگر پھر نہ کیا اوس شخص نے اسکا
باعث پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین نے کپڑے کو خدای تعالے کے واسطے پہنا تھا مین نہین چاہتا کہ اوس
غیر کے واسطے اسکو سیدھا کرون اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ قیامت کو کوئی شخص دوسرے آدمی سے

اونچھیگا اور کہیگا کہ میرا تیرا معاملہ خداے تعالی کے سامنے ہی وہ کہیگا کہ بخدا مین تجکو نہین جانتا وہ کہیگا
کہ جانتا کیون نہین تونے ایک اینٹ میری دیوار مین سے لی تھی اور ایک دہاگا میرے کپڑے مین سے
لیا تھا پس اسطرح کے اخبار خائفین کے دل کے ٹکڑے کیے دیتے ہین پس اگر تم کچھ عقل اور حوصلہ رکھتے ہو
اور مغالطہ کھانے کی حالت مین نہین ہو تو اپنی احوال کے نگران ہو اور اس سے پیشتر کہ تمسے حساب مین بال کی کھال
نکالی جاوے تمھین اپنے حرکات و سکنات کو سوچ سمجھکر کرو جو حرکت کرو پہلے سوچ لو کہ کیون کرتے ہو
اور کیا نیت ہی اور اسکے باعث دنیا مین سے کیا ملیگا اور آخرت مین سے کچھ جاتا رہیگا کہ نہین پھر دل کے
بھی نگران رہو کہ کسی کام کے ترک مین کیا نیت کرتا ہے کیونکہ کام کا چھوڑنا بھی ایک فعل ہی اوسمین بھی
نیت صحیح کا ہونا ضرور ہی ایسا نہو کہ اوسکا موجب کوئی ہوای خفی ہو کہ جسپر آگاہی نہین ہوا کرتی اور ظاہر
کی باتون سے دہوکا مت کھاؤ اوسکے باطن اور بھید پر غور کرتے رہو تاکہ حیطہ مغالطہ سے نکل جاؤ
حضرت زکریا علیہ السلام کے حال مین لکھا ہی کہ کسیکی دیوار گارے کی اجرت پر بناتے تھے دیوار والون نے
آپکو دو روٹیان لادین اور آپ کا دستور تھا کہ بدون اپنی ہاتھہ کی اجرت کے کھانا نہ کھاتے تھے جس وقت
آپ کھانے بیٹھے کچھہ لوگ آپ کے پاس آئے آپنے اونکی تواضع نہ کی یہانتک کہ سب کھا چکے لوگونکو
آپسے تعجب ہوا اسلیے کہ آپ سخی اور زاہد مشہور تھے اور یہ گمان کیا کہ بظاہر تواضع کرلینا بہتر تھا آپ نے
فرمایا کہ مین کچھہ لوگون کی مزدوری کرتا ہون اور اونھون نے مجھے روٹی اسلیے دی تھی کہ اونکا کام کرنیکی
طاقت مجھہ مین آجاوے پس اگر تم بھی اس کھانے مین شریک ہوتے تو نہ تمھارا پیٹ بھرتا نہ میرا اور مین اونکی
کام مین ضعیف رہتا تو دیکھو کہ عاقل آدمی نور خدا سے اسطرح باطن کو دیکھا کرتا ہے یعنی کام مین سستی ہونی
فرض کا نقصان ہی اور تواضع کھانے کی نہ کرنی نفل کا نقصان ہی فرائض کے ہوتے ہوے نوافل کی کچھہ
پوچھہ نہین۔ اور بعض اکابر سے روایت ہی کہ مین حضرت سفیان ثوری رح کی خدمت مین گیا اوسوقت آپ
کھانا کھاتے تھے مجھسے کلام بھی نہ کی یہانتک کہ اپنی اونگلیان چاٹین پھر فرمایا کہ اگر مین یہ کھانا قرض
نہ لیتا تو مجھے اچھا معلوم ہوتا کہ تم بھی اسمین سے کھاتے۔ اور حضرت سفیان ہی کا قول ہی کہ جو شخص کسی
دوسرے کو اپنے کھانے مین شریک ہونے کو کہے اور اوسکو کھلانے کی رغبت نہو تو اگر اوسکے کہنے سے
دوسرا کھالیگا تب تو اوسپر دو گناہ ہونگے اور اگر نہ کھاویگا تو ایک ہی گناہ رہیگا یعنی ایک گناہ تو
نفاق ہی کہ باطن مین شرکت نہین چاہتا تو اضع ظاہری کرتا ہی اور دوسرا یہ ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کو
ایسی بات پر انگیختہ کرتا ہے کہ اگر وہ جان لے تو برا جانے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے سب اعمال مین
اسطرح نیت کا تجسس کیا کرے جس کام کو کرے بدون نیت نکرے اور اگر نیت اوسوقت نہو تو توقف

کرے اسلیے کہ نیت اپنے اختیار مین نہین کہ جب چاہے موجود ہو جاوے

پانچوان بیان اس باب مین کہ نیت اختیار مین نہین ہوتی۔ واضح ہو کہ جاہل آدمی جب نیت کی خوبی بوجہ بہت لکھی ہے سنتا ہی اور اس قول نبوی کو سنتا ہو کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ تو اپنے سب کامون کے شروع مین دل مین کہا کرتا ہی کہ نیت کرتا ہون خدا کے واسطے پڑھانے کی یا تجارت کی یا کھانے کی وغیرہ اور گمان کرتا ہو کہ یہ نیت ہوگئی حالانکہ یہہ یا تو حدیث نفس ہے یا زبانی کلمات ہین یا فکر ہے یا ایک خاطر سے دوسری کیطرف بدلنا ہی نیت سے ان امور کو کچھہ سروکار نہین اسلیے کہ نیت تو نام نفس کے ابھار اور توجہ اور میل کا ہی ایسی چیز کیطرف کہ جسمین نفس کی غرض اوس وقت یا انجام کو اوسکے عندیے مین ہو اور میل اگر نہین ہوگا تو ممکن نہین کہ اوسکو صرف ارادہ سے حاصل اور پیدا کر لیا جاوے بلکہ اوسکی صورت تو ایسی ہوگی جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ کھانے کی خواہش کرون اور اوسکی طرف مائل ہون یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ مین نیت کرتا ہون کہ فلان شخص پر عاشق ہون اور اوسکو اپنے دل مین بڑا اور محبوب جانون اور ظاہر ہے کہ یہ دونون باتین دشوار ہین بلکہ دل کی کسی چیز کی طرف پھیرنے اور مائل کرنے کا طریق یہی ہو کہ اول اوسکے اسباب حاصل کرے اور وہ بھی کبھی اختیاری ہوتے ہین اور کبھی نہین اور نفس جو فعل پر اوبھرتا ہی تو کسی غرض کے باعث ہوتا ہے جو نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہے اور جب تک انسان یقینی اعتقاد نہین کر لیتا کہ میری غرض وابستہ فلان فعل سے ہے تب تک اپنا قصد اوسکی طرف متوجہ نہین کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری نہین کہ دل مین کسی چیز کا اعتقاد جما لیا کرے اور اگر اعتقاد بھی ہو جاتا ہی تو دل متوجہ جب ہوتا ہو جبکہ فارغ ہو اور اوس غرض کی نسبت کر کسی اور قوی غرض مین مشغول نہو اور یہ بات بھی ہر وقت ممکن نہین پھر رغبت دلانے والی اور پھیرنے والی چیزون کے بہت سے اسباب ہین جنسے وہ اکٹھے ہو جایا کرتے ہین اور اونکا جمع ہونا ہر شخص کے حال اور عمل کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہی مثلاً اگر شہوت نکاح کی آدمی پر غالب ہو اور لڑکا ہونے سے کوئی غرض صحیح دینی خواہ دنیاوی اوسکے اعتقاد مین نہو تو ایسے شخص سے نہین ہو سکے گا کہ صحبت کے وقت ولد کی نیت کرے بلکہ صحبت صرف بہ نیت قضاء شہوت ہوگی اسواسطے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہے اور یہان غرض شہوت ہی فرض کی گئی ہی تو ولد کی نیت کیسے ہوگی اسیطرح اگر دل پر یہہ امر غالب نہو کہ سنت نکاح ادا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہے اور اسوجہ سے اوسکا ثواب زیادہ ہو جاتا ہی تو ممکن نہین کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت ہو بجز اسکے کہ زبان سے کہہ لے یا دل مین کہہ لے اور صرف کہہ لینا گفتگو ہے نیت نہین ہان اس نیت کے حاصل کرنے کا یہ طور ہے کہ اول

اپنا ایمان شریعت پر قوی کرے اور اس بات پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت میں سعی کرتا ہے اُسکو بہت ثواب ہوتا ہے اور دل میں سے جتنی نفرت کی چیزیں اولاد کی ہیں وہ دور کر دے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے نفرت دل میں نہو جب اسطرح کریگا تو کیا عجب ہے کہ دل میں سے رغبت اولاد کے پیدا ہونے کی اُٹھے اور اُسکو باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اُسکو حرکت دے اور اُسکے اعضا عقد نکاح کے لیے جنبش میں آوین پس اگر قدرت زبان کی محرک عقد قبول کی واسطے اسطرح پیدا ہوگی یعنی جو باعث کہ دل پر غالب ہوگیا ہے اُسکی جہت سے قدرت نے زبان میں حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو البتہ نکاح کرنے والا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہوگا تو جو بات دل میں مان لیتا ہے اور اُسکو بار بار کہتا ہے کہ میرا قصد اولاد کا ہے وہ وسواس اور ہذیان ہے اور اسی وجہ سے کہ نیت کے لیے دل کا اُبھار اور اعتقاد غرض صحیح کا پہلے سے ہونا چاہیے سلف والوں میں سے بہت لوگوں نے بعض طاعتوں سے پہلو تہی کی ہے اسلیے کہ اُنکو نیت موجود نہوئی اور فرما بھی دیا کہ ہمکو اس امر میں کچھ نیت حاضر نہیں چنانچہ روایت ہے کہ ابن سیرین رح نے حضرت حسن بصری رح کے جنازے کی نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل میں نیت حاضر نہیں ہوتی۔ اور کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالوں میں کنگھی کرنے کے لیے مانگی کہ بال سلجھاوین اُسنے پوچھا کہ آئینہ لاؤں وہ بزرگ چپ ہو رہے پھر کہا کہ ہاں لوگوں نے پوچھا کہ اتنے سکوت کی وجہ کیا تھی اُنھوں نے جواب دیا کہ اول سے میری نیت کنگھی کی تھی اور آئینہ کی نیت نہ تھی اسلیے میں نے سکوت کیا یہاں تک کہ خدائے تعالی نے نیت آئینہ کی دل میں مہیا کر دی اور ایک عالم کوفہ کے حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رح سے کہا گیا کہ آپ اُنکے جنازے پر نہیں جاتے آپ نے فرمایا کہ اگر مجکو نیت ہوتی تو میں ضرور جاتا۔ اور اکابر سلف سے جب کوئی کسی عمل خیر کی درخواست کرتا تو جواب دیتے کہ اگر ہمکو خدائے تعالی نیت عنایت فرما دیگا تو کرینگے اور حضرت طاؤس رح بدون نیت حدیث بیان نفرماتے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب دیتے اور جب نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کر دیتے لوگوں نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ جب ہم درخواست حدیث کے بیان کی کرتے ہیں تو آپ نہیں کرتے اور اپنے آپ کہنے لگتے ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون نیت میں بیان کیا کروں جب مجھے نیت حاضر ہوتی ہے تو بیان کرتا ہوں۔ اور منقول ہے کہ داؤد بن محبر نے جب کتاب عقل بنائی تو حضرت احمد بن حنبل رح اُنکے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اُسمیں ڈالی اور پھیر دی اُنھوں نے پوچھا کہ کیوں واپس کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ اسمیں ضعیف اسناد ہیں داؤد رح نے فرمایا کہ میں نے اُسکی بنا اسناد پر نہیں رکھی اِسکو امتحان کی نظر سے دیکھیے میں نے جو اِسمیں عمل کے لحاظ سے نظر کی تھی مجھکو مفید ہوئی امام احمد رح نے

فرمایا کہ تولاؤ مجکو دو تاکہ مین بھی اُس نظر سے دیکھون جس نظر سے تمنے دیکھا ہی پھر وہ کتاب لی اور مدت تک اُنکے پاس رہی پھر فرمایا کہ تمکو خدا اے تعالیٰ جزاے خیر دے مجکو اِس کتاب نے فائدہ دیا۔ اور حضرت طاؤس رح سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دعا کرو نھون نے فرمایا کہ اچھا مین دعا کی نیت اپنے مین پالون تو کرون اور بعض اکابر سے منقول ہو کہ مین ایک مہینے سے ایک شخص کی عبادت کی نیت تلاش کر رہا ہون مجھ مین اب تک درست نہین ہوئی۔ اور عیسی بن کثیر رح کہتے ہین کہ مین میمون بن مہران رح کے ساتھ گیا جب وہ اپنے دروازے پر پہونچے تو مین ہٹا اُنکے بیٹے نے اُنسے کہا کہ آپ اِنکو رات کا کھانا نہین کھلاتے فرمایا کہ میری نیت مین نہین ہو رہ سلیے کہ نیت تابع نظر کی ہوتی ہی جب نظر بدل جاتی ہی تو نیت بھی بدل جاتی ہی اکابر سلف کا اعتقاد تھا کہ بدون نیت کے کوئی کام نہ کرتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہی اور عمل بدون نیت صادق کے ریا اور تکلف ہی اور ایسا عمل سبب غضب ہی نہ سبب قرب اور یہ بھی جانتے تھے کہ نیت اِسکا نام نہین کہ زبان سے کوئی کہ لے کہ نیت کرتا ہون بلکہ وہ دل کا ابھار ہی قائم مقام فتوح غیبی کے خداے تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات میسر ہوتی ہی اور بعض اوقات نہین ہوتی جس شخص کے دل پر اکثر امر دینی غالب رہتا ہی اُسکو اکثر اوقات میسر ہوتی ہی اسلیے کہ اُسکا دل فی الجملہ مائل اصل خیر کا رہتا ہی تو دوسری خیرات پر بھی وقت پر ابھر کھڑا ہوتا ہی اور جسکا دل مائل بطرف دنیا ہوتا ہی اور دنیا اُسپر غالب ہوتی ہی اُسکو یہ بات حاصل نہین ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہی فرائض مین بھی اُسکو نیت میسر نہین ہوتی ہی اور اگر ہوتی ہی تو نہایت کوشش او رجا جہد سے ہو جاتی ہی اسطرح کہ دوزخ کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اُسکے عذاب سے ڈراوے یا آسایش جنت یاد آجاوے اور اپنے نفس کو اُسکی رغبت لاوے تو ایسی صورتون مین کبھی ایک ضعیف سا ارادہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہی تو اُسکو ثواب بھی بقدر نیت و رغبت ہی کے ملتا ہی لیکن طاعت بہ نیت خدا کی تعظیم کے کہ مستحق طاعت و عبودیت ہی ہو دنیا کے راغب کو میسر نہین ہوتی اور یہ نیت سب مین اعلیٰ اور کمیاب ہی روے زمین پر ایسے لوگ کم ہین جو اِسکو سمجھین اور اِسکو استعمال کرنا تو درکنار ہی۔ اور لوگون کی نیتین طاعات مین کئی قسم پر ہین بعض ایسے ہین کہ اُنکا عمل خوف کے باعث سے سرزد ہوتا ہی یعنی اِسوجہ سے کہ دوزخ سے ڈرتے ہین اور بعض کا عمل توقع ہوا کرتا ہی کہ رغبت جنت کی اُنکے عمل کا باعث ہوتی ہی اور اِسطرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم ہی یعنی جو طاعت کہ بہ نسبت خدا کی تعظیم محض کے کیجاے اور کسی جہت سے نہو اُسکی نسبت کہ بہ نیت خوف و رجا کی کرنا کم ہی مگر تاہم اقسام صحیح نیتون مین سے ہی اسلیے کہ آخر میل ایسی خیر کی طرف تو ہی جو آخرت مین موعود ہی گو وہ خیر اُس جنس مین سے ہی جسکی اُلفت دنیا مین ہی اور غالب تر سب باعثون مین سے شکم اور شرمگاہ مین

اور انکی حاجت کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہی پس جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہو وہ گویا اپنے شکم
و شرمگاہ کے لیے کرتا ہی جیسے خراب مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولون کا سا درجہ ہوگا اور اپنے
عمل سے وہ اس درجہ کو پہونچ جاویگا کیونکہ اکثر اہل الجنۃ البلہ واقع ہی مگر عبادت عقل والون کی صرف
ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہی اسوجہ سے کہ وہ اسکے جمال و جلال کے محب ہوتے ہین اور انکے تمام اعمال اسی
محبت و ذکر و فکر کے موکد ہوا کرتے ہین ان لوگون کا رتبہ اس سے بڑا ہی کہ منکوح اور مطعوم چیزی طرف
جنت مین التفات کرین اسواسطے کہ انکی نیت جنت نہ تھی بلکہ یہ وہ لوگ ہین کہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اور چونکہ ثواب بقدر نیات ملیگا اسلیے ضرور ہوا کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ
کے دیدار فیض آثار سے فرحناک ہون اور ان لوگون پر ہنسین جو حورون کی طرف ملتفت ہین جیسے
حورون کے دیکھنے والے ان لوگون کو ہنسین جو مٹی کے کھلونون کو تاکین بلکہ فرق درمیان جمال
حضرت ربوبیت اور جمال حورون کے کہین زیادہ ہی اس فرق سے جو حورون کے جمال اور مٹی کے
کھلونون کے جمال مین ہی بلکہ نفوس بہیمیہ کا حورون سے راضی ہونا اور خدا تعالیٰ کے جمال سے
اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے خنفا اپنے جوڑے سے مالوف رہتا ہی اور عورتون کے جمال سے
روگردان پس اکثر دلون کا اندھا ہونا خدا تعالیٰ کے جمال و جلال سے ایسا ہی ہی جیسا خنفا اور اک
جمال عورتون سے اندھا ہی کہ اسکو انکی کچھ خبر ہی نہین اور اگر اسکو عقل ہوتی اور عورتون کا ذکر اسکے سامنے
کیا جاتا تو وہ ان لوگون پر ہنستا جو انکی طرف مائل ہین مگر اصل یہ ہی کہ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ
فَرِحُوْنَ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہی اور اسی لیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا ہی وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ
پس ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہینگے منقول ہی کہ احمد بن خضرویہ نے خدا عزوجل کو خواب مین دیکھا
کہ ارشاد فرماتا ہی کہ ہر ایک شخص مجھسے جنت کا طالب ہی سوا ابو یزید کے کہ وہ مجکو طلب کرتا ہی اور حضرت
ابو یزید رح نے خواب مین خدا جل شانہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنے کا کیا طریق ہی ارشاد ہوا کہ اپنے
نفس سے ہاتھ اٹھا اور میری طرف قدم بڑھا اور کسی شخص نے حضرت شبلی رح کو مرنے کے بعد خواب مین
دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمسے کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی دعوی پر مجھسے دلیل طلب نہین فرمائی مگر ایک
قول پر جو مین نے ایک روز کہا تھا کہ جنت کے خسارہ سے بڑھکر کونسا خسارہ ہوگا اسپر البتہ ارشاد فرمایا کہ
میرے دیدار کے خسارے سے بڑھکر کونسا خسارہ ہی غرض یہ کہ ان نیتون کا درجہ متفاوت ہی جس شخص کے دل پر
انمین سے ایک غالب ہو جاتی ہی اسکو اکثر دوسری نیت کی طرف عدول کی نوبت نہین پہونچتی اور ان حقائق کی
واقفیت موجب ایسے اعمال و افعال کا شوق ہی کہ فقہا ظاہر انکا انکار کرتے ہین مگر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کی نیت

امر مباح مین تو موجود ہو اور نفل مین نہو تو اُسکے حق مین مباح اولیٰ ہے اور وہی اُسکے لیے نفل کا کام دیگا اور خود نفل اُسکے حق مین نقصان ہے اسواسطے کہ انما الاعمال بالنیات ہے مثلاً معاف کرنا فقہ کی رو سے بہ نسبت انتقام کے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کو معاف کرنے مین تو نیت نہین ہوتی ظلم کا بدلہ لینے مین نیت ہوتی ہے تو اِس صورت مین انتقام ہی افضل ہے۔ یا یہ کہ اسکی نیت کھانے اور پینے اور سونے کی ہو تاکہ اپنے نفس کو راحت دے اور آیندہ کی عبادات کے لیے قوت پاوے اور سوقت نیت روزہ اور نماز کی نہو تو کھانا اور سو رہنا اُسکے حق مین افضل ہے بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جاوے اور اُسکا سرور نہ رہے اور رغبت سُست ہو جاوے اور جانے کہ اگر گھڑی بھر کھیل مین یا باتون مین مصروف رہنے سے سرور حالت اصلی پر آجائیگا تو کھیلنا اُسکے حق مین نماز سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ مین اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیدیتا ہون پس یہ امر میرے لیے حق پر مدد کرتا ہے اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ دلون کو راحت دو ورنہ اگر اُنپر زبردستی کیجائیگی تو اندھے ہو جائینگے اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم پا سکتے ہین اور چھوٹون کو معلوم نہین ہو سکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہے حالانکہ وہ بھی گرم ہے اور اسکو کم جاننے والا طب کا بعید جانتا ہے اور معالج کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اول اسکی قوت بحالت اصلی آجاوے تاکہ ضد سے علاج کرنے کی برداشت کر سکے اسی طرح جو شخص شطرنج خوب کھیل سکتا ہے کبھی رخ اور گھوڑا مفت کٹا دیتا ہے تاکہ کسی منصوبہ سے حریف کو مات کرے مگر جسکو کھیلنا کم آتا ہے اور دور کے منصوبے نہین جان سکتا وہ اسکی اِس حرکت پر ہنستا اور تعجب کرتا ہے اسی طرح بہادر جنگ آزمودہ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہے اور اسکو دم دیتا ہے کہ کہین موقع پاکر ایک دفعہ ہی اُسپر حملہ کرکے غالب آجاوے پس ایسا ہی طریق الی اللہ کے سلوک کا حال ہے کہ یہ بھی بالکل شیطان سے لڑتا ہے اور دل کا علاج کرنا تو جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہے وہ ایسین لطائف الحیل کرتا ہے جنکو ضعفا بعید جانتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو نچاہیے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل مین اسکو برا جانے اور نہ شاگرد کو چاہیے کہ اپنے اُستاد پر اعتراض کرے بلکہ جہان تک اسکی فہم کی حد ہو وہان توقف کرے اور جو بات اسکی سمجھ مین نہ آوے اُسکو اُنھین کے حوالہ کرے یہانتک کہ اُنکے رتبے کو پہونچکر خود اُسپر اُسکا بھید کھل جاوے

دوسری فصل اخلاص کی فضیلت اور حقیقت و درجات کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان اخلاص کی فضیلت مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ اور فرمایا اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ اور فرمایا اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَہُمْ لِلّٰہِ اور فرمایا فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖ

یہ آیت اوس شخص کے باب مین اوتری کہ خدای تعالی کیواسطے عمل کرے اور چاہے کہ اوسپر لوگ اوسکی تعریف
کرین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلاث لا یغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص
العمل للہ والنصیحة للولاة ولزوم الجماعة اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین
کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کم مایہ والون پر مجھکو فضیلت ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے اس امت کو ضعیفون کی دعا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے
اور حضرت حسن سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدون مین سے
ایک بھید ہے اوسکو اپنے جس بندے کے دل مین چاہتا ہون سپرد کر دیتا ہون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
فرماتے ہین کہ عمل کی قلت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذ بن جبل رض کو فرمایا اخلص العمل یجزک منہ القلیل اور ایک حدیث مین فرمایا ما من عبد
یخلص للہ العمل اربعین یوما الا ظہرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه اور فرمایا کہ قیامت کے روز
جو لوگ اول پوچھے جاوینگے تین شخص ہونگے ایک وہ شخص کہ اللہ تعالی نے اوسکو علم دیا اوس سے
خدای تعالی سوال فرماویگا کہ تونے اپنے علم سے کیا کیا وہ کہیگا کہ الہی دن رات مین اوسکی خدمت کرتا تھا
اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے کہینگے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تونے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ
یون کہین کہ فلان شخص عالم ہے تو یاد رکھ کہ یہ تو کہا گیا - دوسرا وہ شخص کہ جسکو خدای تعالی نے مال دیا اللہ تعالی
اوس سے فرماویگا کہ مین نے تجھپر انعام کیا تونے کیا کیا وہ عرض کرےگا کہ الہی رات دن مین صدقہ دیا کرتا تھا
اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہینگے کہ جھوٹھ کہتا ہے بلکہ تونے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ
کہین کہ فلان شخص سخی ہے سو یہ تو کہا گیا تیسرا وہ شخص جو خدا کی راہ مین مارا گیا اللہ تعالی اوس سے فرماویگا
کہ تونے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الہی تونے جہاد کا حکم دیا تھا اسلیے مین لڑا یہانتک کہ مارا گیا اللہ تعالی
فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اوسکو جھوٹا کہینگے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص
شجاع ہے سو یہ کہا گیا حضرت ابو ہریرہ راوی اس حدیث کے بیان فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
میری ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ای ابو ہریرہ سب سے اول یہی تین شخص ہین جنسے آتش جہنم [illegible]
[illegible] اس حدیث کے راوی نے حضرت معاویہ رض کے پاس جاکر اس حدیث کو بیان کیا آپ سنکر
اتنا روئے کہ روتے روتے مرنے کے قریب ہوگئے پھر فرمایا کہ سچ فرماتا ہے اللہ جل شانہ من کان یرید الحیوة الدنیا
وزینتها نوف الیهم اعمالهم فیها وهم فیها لا یبخسون اور بنی اسرائیل کے حالات مین ہے کہ ایک عابد
مدت سے عبادت خدای تعالی کی کیا کرتا تھا اوسکے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہان ایک قوم

کہ خداے تعالی کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہو وہ عابد اس بات سے غصے مین آیا اور اپنی کلھاڑی کندھے پر رکھکر درخت کیطرف کو چلا کہ اوسکو کاٹ ڈالے راستے مین اوسکو شیطان ایک پیر مرد کی صورت مین ملا اور پوچھا کہ کہان کا ارادہ ہی عابد نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ فلان درخت کاٹ ڈالون اوسنے کہا کہ تمھین اوس سے کیا مطلب پڑا ہی کہ اپنی عبادت اور شغل چھوڑکر اور بات مین مصروف ہوتے ہو عابد نے کہا کہ یہ بھی داخل عبادت ہی اوسنے کہا کہ تو مین آپ کو کاٹنے نہ دونگا جب زیادہ تکرار بڑھی تو عابد نے شیطان کو زمین پر ڈالکر اوسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اوسنے کہا کہ تم مجکو چھوڑ دو تاکہ مین کچھ تمسے کہون عابد کھڑا ہو گیا ابلیس نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ خداے تعالی نے تو تیرے اوپر اوسکا کاٹنا فرض نہین کیا نہ تو اوسکی عبادت کرتا ہے اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اوسکا گناہ تجھپر ہونے سے رہا اور روے زمین پر خداے تعالی کے انبیا بہت سے ہین اگر اوسکو منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والون کے پاس بھیجکر اونکو کاٹنے کا حکم کر دیگا تجھکو کچھہ ضرور نہین کہ جو بات تیرے ذمے نہو اوسکے درپے ہو عابد نے کہا کہ مین تو اوسکو ضرور کاٹونگا شیطان نے پھر قصد کشتی کا کیا عابد نے ابکی دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک اور بات بتائین جو تیرے حق مین بہتر اور مفید ہو عابد نے کہا کہ اچھا اوسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تو کہون عابد نے اوسکو چھوڑ دیا ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہے اور لوگون پر پڑا ہوا ہے وہ سب تجکو کھانا دیتے ہین اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تیرا دل یون چاہتا ہی کہ اپنے بھائیون سے سلوک کرے اور ہمسایون سے مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگون سے بے پروا ہو جاوے عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہی ابلیس نے کہا کہ تو اب تو لوٹ جا اب مین تیرے سرہانے ہر شب دو دینار رکھدیا کرونگا صبح کو تو اونکو لے لیا کرنا اور اپنے نفس اور کنبے کے خرچ مین اوٹھایا کرنا اور بھائیون کو دیا کرنا یہ بات تیرے حق مین اور دوسرے مسلمانون کے حق مین اس درخت کی کاٹنے کی نسبت کہ زیادہ مفید ہوگی اسکے کٹنے سے کچھہ فائدہ نہوگا اوسکی جگہ اور بو دیا جاویگا اونکا کیا جاویگا مگر تجکو اور تیرے بھائیون کو اوسکے کٹنے سے کچھہ نہ ملیگا عابد نے ابلیس کے قول مین تامل کیا اور کہا کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہی مین کچھہ پیغمبر نہین کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو نہ خداے تعالی نے مجکو اوسکے کاٹنے کا حکم دیا ہی کہ اگر نہ کاٹونگا تو نافرمان ٹھہرونگا اور یہ جو بات بتلاتا ہے اوسمین زیادہ فائدہ ہے اسکے بعد اوس سے قول و قرار کر لیا اور قسما قسمی ہو گئی عابد اپنے عبادت خانے مین پھر آیا اور رات کو سو رہا جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سرتلے سے پائے اونکو لے لیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تیسرے روز اور آیندہ کو پھر کچھہ نہ پایا پھر غصہ ہوا اور تبر اوٹھا چلدیا راستے مین ابلیس پیر مرد کی صورت مین ملا اور پوچھا

کہ کہان کو اوسنے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا ہون ابلیس نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اب تجھسے نہین کٹ سکتا
نہ تو وہان تک پہونچ سکے عابد نے چاہا کہ پہلی دفعہ کیطرح اوسکو دے پٹکے ابلیس نے کہا کہ اب وہ دن دور گئے
اور عابد کو اوٹھا کر پچھاڑ دیا عابد اوسکے دونون پانون مین چڑیا کیطرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان اوسکے
سینے پر بیٹھہ گیا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ نہین تو ذبح کر ڈالونگا عابد نے دیکھا کہ مجھکو کسی طرح تاب
مقاومت نہین اوس سے کہا کہ تو مجھپر غالب آیا اب مجھکو چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلے مین کیسے غالب ہوگیا تھا
اور اب تو کیسے جیتا اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ پہلے تو نے غصہ خداے تعالی کیواسطے کیا تھا اور تیری نیت
آخرت تھی اسلیے اللہ تعالی نے مجھکو تیرا ذلیل بنا دیا تھا اور اب تو نے غصہ اپنے نفس کیواسطے اور دنیا کیلیے
کیا اسواسطے مین نے تجھکو پچھاڑ دیا- اور یہ حکایت تصدیق ہے اس آیت کی لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ
مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ اسلیے کہ بندہ شیطان سے بدون اخلاص نہین چھوٹتا اور اسلیے حضرت معروف کرخی
اپنے نفس کو مارتے اور کہتے اے نفس اخلاص کر کہ تجھکو خلاص ہو- اور یعقوب مکفوف کہتے ہین کہ مخلص وہ ہے
جو اپنی حسنات ایسے چھپاوے جیسے برائیان چھپاتا ہے اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ خوشحال وہ شخص ہے
کہ جسکا ایک قدم بھی صحیح ہوجاوے کہ سواے خداے تعالی کے اور کسیکی نیت اوسمین نہو- اور حضرت عمر رض نے
حضرت ابو موسی اشعری رض کو لکھا کہ جسکی نیت خالص ہوتی ہے اوسکو اللہ تعالی وہ بات کفایت کردیتا ہے
جو اوسمین اور لوگون مین ہو- اور بعض اولیا نے اپنے کسی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال مین نیت کو خالص کرو
کہ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا- اور ایوب سختیانی کہتے ہین کہ عمل کرنے والون پر سب اعمال سے زیادہ
سخت نیت کا خالص کرنا ہے اور مطرف رح کہا کرتے تھے کہ جو شخص صاف ہوتا ہے اوسکے لیے صفائی
کیجاتی ہے اور جو شخص خلط کرتا ہے اوسکے لیے خلط کیا جاتا ہے اور بعضے اکابر کو کسی شخص نے خواب مین دیکھا
اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے پایا اونھون نے فرمایا کہ جو چیز مین نے خداے تعالی کیواسطے کی تھی
اوسکو تو پایا یہان تک کہ انار کی گٹھلی مین نے راستے مین سے ہٹادی تھی پایا ایک بلی میری مرگئی تھی
اونکو حسنات کے پلے مین پایا اور میری ٹوپی مین ایک دھاگا ریشم کا تھا اوسکو برائیون کے پلے مین پایا
اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مرگیا تھا اوسکا ثواب مجھکو نہ ملا مین نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسنات کے
پلے مین موجود ہے مگر گدھے کا مرنا اوسمین نہین ہے مجھکو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہان بھیجا گیا جہان تو نے اوسکو
بھیجا تھا یعنی جب وہ مرگیا تھا اور تجھکو اوسکے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت مین
گیا اسلیے تیرا ثواب اوسمین باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور ایک روایت مین ہے کہ
اونھون نے یہ بھی کہا کہ مین نے ایک صدقہ لوگون کے سامنے دیا تھا تو لوگونکا میری طرف دیکھنا

مجھے اچھا معلوم ہوا اوسکا یہ حال ہوا کہ اوسپر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب - اور حضرت سفیان ثوری نے
جب اس حال کو سنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اوسپر اوس صدقے کے باعث عذاب نہوا یہ تو
ہمین احسان ہوا - اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ اخلاص عیبون سے عمل کو ایسا جدا کر دیتا ہے
جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہی - اور نقل ہے کہ ایک شخص عورتون کا لباس پہنکر جہان
عورتون کا مجمع ہوتا شادی غمی مین جایا کرتا ایک روز کسی مجمع مین گیا وہان ایک موتی چوری گیا لوگون نے
غل مچایا کہ دروازہ بند کر دو کہ ہم تلاشی لینگے پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہان تک کہ نوبت
اوس شخص کی اور ایک اوسکے ساتھ کی عورت کی پہونچی اوسنے اللہ تعالی سے اخلاص کے ساتھ دعا
مانگی اور کہا کہ الہی اگر مین اس رسوائی سے نجات پاؤن تو پھر کبھی بھیس نہ بدلونگا وہ موتی اوس عورت کے
پاس سے نکلا اور لوگون نے پکار کے کہا کہ موتی پا گیا اب کسیکی تلاشی نہ ہو سب کو چھوڑ دو وہ شخص بھی چھوٹ گیا
اور بعض صوفیہ سے روایت ہی کہ مین ابو عبید تستری رح کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عرفہ کے دن
اپنی زمین جوت رہے تھے عرفہ کے دن اتنے مین اونکا کوئی بھائی ابدال آیا اور اونسے کچھ آہستہ کہا ابو عبید نے جواب دیا
کہ نہین وہ وہان سے بادل کیطرح زمین ناپنے لگے حتی کہ میری نظرون سے غائب ہو گئے مین نے ابو عبید رح سے
پوچھا کہ اونھون نے آپ سے کیا کہا تھا اونھون نے جواب دیا کہ مجھسے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو
مین نے انکار کر دیا مین نے کہا کہ آپنے حج کیون نہ کیا اونھون نے فرمایا کہ مجکو حج کی نیت نہ تھی مین نے
یہ نیت کی تھی کہ اس دن کو شام تک جوت لون تو اس بات سے خوف کیا کہ اگر حج کو اونکی خاطر سے ساتھ
ہو لیتا تو موجب غضب الہی کا ہوتا کہ خدا کے کام مین دوسری چیز داخل کرتا اس صورت مین جو کام مین
کر رہا ہون وہ میرے نزدیک ستر حجون سے بڑھکر ہی - اور بعض اکابر سے منقول ہی کہ مین تری کی راہ جہاد کو
چلا ایک شخص نے ہم مین سے ایک توشہ دان بیچنا چاہا مین نے کہا کہ اسکو مول لے لون جہاد مین کام دیگا
جب فلان شہر مین پہونچونگا تو اسکو بیچ ڈالونگا کچھ فائدہ ہو رہیگا اس خیال سے اوسکو لے لیا اوسی رات
خواب مین دیکھا کہ گویا دو شخص آسمان سے اوترے ہین ایک دوسرے سے کہتا ہی کہ غازیون کو لکھ لو
دوسرا اوسکو بتلانے لگا کہ لکھ فلانا شخص سیر کیواسطے نکلا اور فلانا ریا کے لیے اور فلان تجارت کے لیے
اور فلان خدا کی راہ مین پھر اوسنے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھ یہ شخص تجارت کے لیے نکلا مین نے
کہا کہ خدا سے ڈرو مین تجارت کیواسطے کب نکلا ہون میرے پاس [illegible]
جہاد ہی کیواسطے نکلا ہون اوسنے کہا کہ میاں صاحب تمنے کل توشہ دان [illegible] تمہاری نیت سے
زاد ہمین سے کچھ فائدہ کو ملے مین سونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اوسنے دوسرے شخص کیطرف

دیکھا اور کہا کہ تمھاری کیا رای ہے اونے کہا کہ یون لکھنا چاہیے کہ فلان شخص غزا کیواسطے نکلا مگر اوسکی
اثنای راہ مین ایک توشہ دان مول لیا کہ اوس سے نفع ہو ا پسر خدای تعالی جو چاہیگا حکم فرماویگا۔
اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر تم تنہائی مین اخلاص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے بہتر ہی کہ
ستر یا سات سو حدیثین بڑی اسناد کے ساتھ لکھو۔ اور بعضون کا قول ہی کہ ایک ساعت کی اخلاص مین
ہمیشہ کی نجات ہی لیکن اخلاص کمیاب ہی۔ اور یون کہتے ہین کہ علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہی اور اوسکا
پانی اخلاص ہی۔ اور بعضون کا قول ہے کہ جب خدای تعالی کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو
تین باتین اوسکو دیتا ہی اور تین نہین دیتا نیکبختون کی صحبت تو دیتا ہی مگر یہ نہین کہ اونسے کچھہ بات
قبول کرلین اور اعمال صالحہ عنایت فرماتا ہی تو اونمین اخلاص نہین دیتا اور حکمت دیتا ہے تو اونمین
صدق نہین دیتا اور سوسی رح کہتے ہین کہ خلایق کے عمل سے خدای تعالی کی مراد صرف اخلاص ہے۔
اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھہ بندے ہین کہ وہ عاقل ہوتے ہین اور جب عاقل ہوتے ہین تو عمل
کرتے ہین اور جب عمل کرتے ہین تو اخلاص کرتے ہین پھر تو اخلاص اونکو تمام اقسام نیکیون کیطرف بلاتی ہے۔ اور محمد
بن سعید مروزی کہتے ہین کہ تمام معاملہ دو اصلون کیطرف رجوع کرتا ہے ایک تو فعل اوسکا تیرے ساتھہ ہی
دوسرے تیرا فعل اوسکے لیے پس جو کچھہ وہ تیرے ساتھہ کرے اوسپر تو راضی رہنا چاہیے اور جو تو اوسکی
خاطر کام کرے اوسمین اخلاص کرنا چاہیے اگر یہ دونون باتین بن پڑین تو دونون جہان کی فلاح کہ ہو سنجکا

دوسرا بیان اخلاص کی حقیقت مین۔ جاننا چاہیے کہ ہر چیز مین یہ ممکن ہے کہ دوسری چیز کا خلط ہو
پس جب کہ خلط اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اوسکو خالص کہا کرتے ہین اور جس فعل سے وہ شی
صاف ہو اوسکو اخلاص یعنی خالص کرنا بولتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا
سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ تو دودھ کا خالص ہونا یہی ہی کہ اوسمین خلط خون اور گوبر کا نہو نہ اور ایسی چیزون کا
جنکا ملنا اوسمین ممکن ہی اور اخلاص کی ضد اشراک یعنی شرک کرنا ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو مخلص
نہین وہ مشرک ہی مگر یہ کہ شرک کے بہت سے درجات ہین جو اخلاص توحید مین ہوتا ہے اوسکی ضد شرک
در الوہیت ہی اور شرک مین سے کچھہ تو خفی ہے اور کچھہ ظاہر اور یہی حال اخلاص کا ہی اور اخلاص اور شرک
دونون قلب پر وارد ہوتے ہین یعنی محل اونکا دل ہی اور اونکا ورود قصدون اور نیتون سے ہوا کرتا ہی
اور ہم حقیقت نیت کی بیان کرچکے اور یہ بھی کہ نیت موافق باعث کے ہوا کرتی ہے تو جس صورت مین
کہ باعث صرف ایک ہی ہو تو اوسکے سبب سے جو فعل صادر ہوگا باعتبار اوس غرض مقصود کے اخلاص
ہونا چاہیے فرض کرو کہ کسی شخص نے صدقہ دیا اور اوسکی غرض محض ریا ہے تو وہ مخلص ہے اس اعتبار سے

کہ ریا مین اور کسی چیز کی آمیزش نہین کی اور جسکی غرض صرف تقرب الی اللہ ہو وہ بھی مخلص کہلاویگا
تو یہ باعتبار لغت کے ہو مگر اصطلاح اور عادت کی روسے اخلاص اوسیکو کہتے ہین کہ نیت صرف
تقرب الی اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشون سے پاک و صاف ہو جیسے الحاد کے معنی لغت مین میل کرنیکے
ہین مگر اصطلاح مین حق سے میل کرنے کا نام ہے اور جس فعل کا باعث محض ریا ہوتی ہے وہ ہلاک کو
پہونچا دیتا ہے اوسمین ہماری گفتگو نہین اسلیے کہ جو باتین اوس سے متعلق تہین ہم تیسری جلد کے
باب الریا مین لکھ چکے ہین ادنی یہ ہے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ ریاکار قیامت کے دن چار
نامون سے پکارا جاویگا او ریاکار او مکار او مشرک او کافر۔ اب ہم اوس صورت کا بیان کرتے ہین
کہ آدمی کی نیت تو قصد تقرب ہی کی ہو مگر اوسکے باعث مین کوئی دوسری چیز ریا یا اور کوئی حظ نفس
وغیرہ ملگیا ہو مثلاً کوئی شخص بقصد تقرب روزہ رکھے تاکہ پرہیز کا فائدہ بھی حاصل ہو اور تقرب بھی رہے
یا غلام آزاد کرے کہ اوسکے نان نفقہ اور بدخلقی سے چھوٹ جاوے یا حج کرے اسلیے کہ سفر کی حرکت سے
اوسکا مزاج درست ہو جاوے یا اسلیے کہ کسی برائی سے جو وطن مین رہنے سے اوسپر آتی بچ جاوے یا اسلیے
کہ کسی دشمن سے فرار کی نیت ہو یا زن و فرزند خواہ اور کسی کام سے تہک گیا ہو اور چند روز استراحت
کرنا چاہیے یا جہاد کرے تاکہ لڑائی کے فن مین مہارت ہو اور اوسکے اسباب و لوازم جمع کرسکے اور لشکر کا
فراہم کرنا اور اوسکا غنیم پر چڑھا لیجانا آجاوے یا تہجد پڑھے اور اوسمین یہ غرض ہو کہ جاگتا رہے تاکہ
اپنے گھربار کی حفاظت کرے یا علم اسلیے سیکھے کہ اوسکے باعث سے مال بقدر کفایت کا طلب کرنا آسان
ہو جاوے خواہ اسلیے کہ اپنی قوم مین عزت دار ہو خواہ اسوجہ سے کہ اوسکا مال و متاع علم کے طفیل سے
طامعین کی طمع سے محفوظ رہے یا درس و وعظ اسلیے کہے کہ چپ رہنے کی مصیبت سے چھوٹ جاوے
اور گفتگو کی لذت سے بہرہ ور ہو یا علما اور صوفیۂ کرام کی خدمت اسلیے کرے کہ اونکی نظرون اور
لوگون کی نظرون مین اوسکی حرمت زیادہ ہو یا اسلیے کہ دنیا کے لوگ اسکے ساتھ نرمی برتین اور اسکا
ساتھ دین یا کلام مجید اسلیے لکھے کہ ہمیشہ لکھنے سے خط اچھا ہو جاویگا یا حج کو پیادہ اسلیے جاوے تاکہ
اپنے اوپر سے کرایے کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اسلیے کرے کہ بدن صاف اور سرد ہو جاوے یا اسوجہ سے
غسل کرے کہ اوسکی بو اچھی ہو جاوے یا حدیث اسلیے روایت کرے کہ لوگ جانین کہ بڑے محدث ہین
یا مسجد مین اعتکاف اسلیے کرے کہ گھر کے کرایے مین تخفیف ہوگی یا روزہ اسلیے رکھے کہ کھانا
پکانے کی دقت نہو یا اسلیے کہ کام کرنے مین کھانے کا کھانا حارج ہو یا صدقہ کسی سائل کو اسلیے دے
کہ اوسکے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اوسکا ٹالنا منظور ہو یا بیمار کی عیادت اسلیے کرے کہ جب وہ خود

بیمار ہو تو اوسکی بھی کوئی عیادت کرنے آوے یا جنازے کے ساتھ اسلیے جاوے کہ کوئی اسکے یہان اگر مر جاوے تو اوسکے ساتھ بھی لوگ چلین یا ان باتون کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کے ساتھ مشہور اور مذکور ہو اور لوگ نیک بختی کی نگاہ سے اوسکی طرف دیکھین - ان سب صورتون مین اگر باعث تقرب الی اللہ بھی ہوگا اور ان خطرات مین سے بھی کوئی خطرہ اوسکے ساتھ ہوجاویگا حتی کہ اوسکے باعث اوسپر عمل کا کرنا آسان معلوم ہوگا تو اوسکا عمل حد اخلاص سے باہر نکلجاویگا اوسکو یہ نہین کہینگے کہ خالص خدا کی ذات کیواسطے ہے اور اوسمین شرک کو رستہ ہوجاویگا اور اللہ تعالی حدیث قدسی مین ارشاد فرماتا ہے کہ مین سب شرکا کی نسبت شرک سے غنی تر ہون غرضکہ دنیا کے حظوظ مین سے جو حظ ایسا ہوگا کہ نفس اوسکی طرف مائل اور دل راغب ہو وہ خواہ تھوڑا ہو یا بہت جب کسی عمل مین دخل پاویگا تو اوس حظ کے دخل سے اوسکی صفائی اور اخلاص مکدر ہوجاویگی اور ازانجا کہ انسان اپنے حظوظ اور شہوات مین ڈوبا رہتا ہی تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی فعل یا عبادت اس جنس کے حظوظ اور اغراض سے درست خالی ہو اسلیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر مین ایک لحظہ بھی خالص ذات خدا کے لیے میسر ہوگا تو نجات پاویگا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اخلاص نہایت کمیاب چیز ہے اور دل کا صاف کرنا ان آمیزشون سے بہت دشوار ہے بلکہ خالص اوسیکو کہتے ہین کہ جسمین کوئی باعث سوای تقرب الی اللہ کی طلب کے اور کوئی شی نہو - اور یہ حظوظ اگر تنہا باعث اعمال ہون تب تو ظاہر ہے کہ عمل کرنے والے پر نہایت سختی اون اعمال مین کیجاویگی مگر ہم اون صورتون کو پیش نظر کرتے ہین کہ قصد اصلی تو تقرب ہی ہو اور اومین کسیقدر یہ آمیزشین بھی زائد ہوجاوین اور انکے زائد ہونے کی تین صورتین ہین یا بطور رفاقت یا بطور شرکت یا بسبیل اعانت جیسا کہ نیت کے بیان مین گذرا پھر باعث نفسی یا تو باعث دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور اومین سے ہر ایک کا حکم جدا گانہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اخلاص کے معنی یہ ہین کہ عمل ان سب آمیزشون سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشین تھوڑی ہون یا بہت یہانتک کہ باعث بجز قصد تقرب کے اور کوئی نہو اور یہ بات اوس شخص سے متصور ہی جو اللہ تعالی کا عاشق زار اور آخرت مین تمام ہمت ڈوبا ہوا ہو اسطرح کہ دنیا کی محبت کو اوسکے دل مین گنجایش نرہی ہو یہان تک کہ کھانا پینا اوسکو محبوب نہ معلوم ہوتا ہو بلکہ اونکی رغبت اوسمین ایسی ہو جیسے قضای حاجت کی ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضروری معلوم ہو یعنی کھانے کی رغبت اس جہت سے نہو کہ کھانا ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اوس سے خدای تعالی کی عبادت پر تقویت کرتا ہے اور تمنا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہوجاوے کہ پھر حاجت

کھانے کی غرض ہے اور نہ دل مین کوئی حظ امر فضول زائد از حاجت کا رہے اور اوسکے نزدیک فقط بقدر ضرورت ہی مطلوب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہی پس سوای فکر آلہی کے اور کوئی فکر نہو تو اسطرح کا آدمی اگر کھاویگا یا پیویگا یا حاجت قضا کریگا سب صورتون مین خالص العمل اور درست نیت رہیگا بلکہ سب حرکات و سکنات مین اوسکی نیت صحیح ہوگی یہانتک کہ اگر مثلاً سوویگا تاکہ اپنے نفس کو آیندہ کی عبادت کے لیے قوت اور راحت ہو جاوے تو اوسکا سونا بھی عبادت ہوگا اور اوسمین بھی اوسکو مخلصون کا درجہ ملیگا اور جسکا حال ایسا ہوگا تو اعمال مین اخلاص کا ہونا اوسکے حق مین بہت ہی نادر اور کم ہوگا اور جسطرح کہ حرکات و سکنات ایسے شخص کے جسپر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو صفت اوسکی ہمت کی حاصل کرکے بالکل اخلاص ہو جاتی ہین اسیطرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور ریاست و بڑائی یا اور کوئی چیز غیر اللہ غالب ہو جاوے تو اوسکے حرکات و سکنات بھی اوسکی صفت پیدا کر لیتے ہین پس کوئی اوسکی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ سلامت نہین رہتی بہت کم اخلاص اوسمین ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کا علاج یہ ہی کہ نفس کے خطرون کو توڑے۔ اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے ایسی طرح خاص ہو رہے کہ وہی دل پر غالب ہو جاوے اسوقت مین اخلاص میسر ہوگی۔ اور بہت سے اعمال ایسے ہین کہ انسان اوسمین مشقت کیا کرتا ہے اور اپنے گمان مین اونکو خاص خدای تعالی کی ذات کیواسطے سمجھتا ہے حالانکہ اوسکو مغالطہ ہوتا ہے اسلیے کہ اونمین آفت کی وجہ اوسکو معلوم نہین ہوتی چنانچہ بعض اکابر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ مین نے اپنے تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اول مین پڑھی تھی قضا کی اسلیے کہ ایک روز مجھکو دیر کسی عذر کے باعث سے ہو گئی تو مین نے دوسری صف مین نماز پڑھی پس مجھکو نہایت شرم لوگون سے آئی کہ اونھون نے مجھکو دوسری صف مین دیکھا اوسوقت مین نے جانا کہ لوگ جو مجھکو صف اول مین دیکھتے تھے اوس سے مجھکو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجھکو اوسکی خبر نہ تھی۔ اور یہ بات ایسی باریک اور خفیہ ہی کہ اعمال اس جیسے امور سے کم خالی ہوتے ہین اور نہ ہر ایک کو اسکی خبر ہو بجز اون لوگون کے جنکو خدای تعالی توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہین وہ آخرت مین اپنے سب حسنات کو سیآت پاوینگے اور ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت سے وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا اور اس آیت سے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اور سب سے زیادہ تعرض اس فتنے کا علما کو ہی اسلیے کہ اکثرون کے لیے باعث علم کے پھیلانے کا غلبے کی لذت اور سرداری کی خوشی اور حمد و ثنا کی مسرت ہوا کرتی ہے اور شیطان اونپر حق کو مخفی کر دیتا ہے اور مغالطہ دیتا ہی کہ تمھاری غرض دین آلہی کا پھیلانا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے مخالفون کو دفع

کرتا ہے سو اعظا جو خلق کو اور بادشاہون کو نصیحت کرتے ہین تو خدای تعالی پر احسان جتاتے ہین
اور لوگ جو اونکا قول قبول کرتے ہین اور انکی طرف متوجہ ہوتے ہین تو بہت خوش ہوتے ہین اور
کہتے ہین کہ ہمکو مسرت اس بات کی ہے کہ خدای تعالی نے ہمسے دین کی نصرت کا کام لیا حالانکہ اگر
کوئی اونکا ہم پیشہ پیدا ہو کہ اوسنے وعظ اچھا کہتا ہو اور لوگ اوسکی طرف متوجہ ہو جاوین تو اونکو نہایت
برا معلوم ہوتا ہے اور اسکا رنج کرتے ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر اونکی وعظ کا باعث دین ہی تھا
تو اونکو دوسری وعظ کے ہونے سے خدا کا شکر کرنا چاہیے تھا کہ اوسنے یہ کام دوسرے سے لیا
اور اونکو نکرنا پڑا مگر شیطان پھر بھی اونکو نہین چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمکو غم اسوجہ سے نہین کہ لوگون نے
تمکو چھوڑ کر دوسرے کا وعظ سنا بلکہ اس نظر سے غم ہے کہ تمھارا ثواب جاتا رہا یعنی اگر لوگ تمھاری وعظ
سے راہ ہوتے تو تمکو ثواب ہوتا اس ثواب کے نملنے کا غم کرنا بہتر ہی اور بیچارے کو یہ معلوم نہین کہ امر حق
کی اطاعت اور افضل شخص کو معاملہ سپرد کرنے مین آخرت مین ثواب زیادہ ہوتا ہی بہ نسبت تنہا خود کرنے کے
دیکھو اگر اسطرح کا غم اچھا ہوتا تو جب حضرت ابوبکر صدیق رض خلیفہ ہوے تھے حضرت عمر رض بھی غم کرتے
کہ تمام خلق کے مصالح کا تکفل بہت بڑا ثواب رکھتا ہی مگر حضرت عمر رض حضرت ابوبکر صدیق رض کی
خلافت سے خوش ہوے کہ جانتے تھے کہ یہ ہم سے افضل ہین اب نہین معلوم کہ علما ایسی باتون سے کیون
نہین خوش ہوتے اور بعض اہل علم شیطان کے اس دھوکے مین آجاتے ہین کہ جیمین کہنے لگتے ہین کہ اگر
ہمسے افضل کوئی پیدا ہوگا تو ہم اوس سے خوش ہونگے مگر پہلے امتحان کے یہ کہنا محض مغالطہ ہے اسلیے کہ
نفس اس جیسے وعدہ کر لینے مین نہایت سہولت سے منقاد ہو جاتا ہی مگر جب وہ موقع آپڑتا ہی تو وعدہ
پورا نہین کرتا فوراً بدلجاتا ہے اور اس بات کو وہی جانتا ہی جو نفس کے مکرون سے واقف ہی اور اوسکا
امتحان بہت کرتا رہتا ہی حاصل یہ کہ حقیقت اخلاص کو پہچاننا اور اوسپر عمل کرنا ایک سمندر ہے کہ اوسمین
لوگون کا پتا نہین لگتا کوئی شاذ و نادر بچتا ہے جو کہ اس آیت مین مستثنی ہے اِلَّا عِبَادَکَ مِنْہُمُ الْمُخْلَصِیْنَ
پس بندے کو چاہیے کہ ان دقائق کو خوب تلاش اور تجسس کرتا رہی ورنہ نادانستہ گروہ شیاطین مین جا ملیگا
تیسرا بیان اخلاص کے باب مین لوگونکے قولون کے ذکر مین ۔ سوسی رح کہتے ہین کہ اخلاص اسکا
نام ہی کہ اخلاص پر نظر نہ ہے اسلیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھیگا تو اوسکے اخلاص کیلیے حاجت
اخلاص کی رہیگی اس قول مین اشارہ یہ ہے کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کی طرف
نظر کرنا عجب ہی جو منجملہ آفات ہے اور خالص اوسیکو کہتے ہین جو سب آفتون سے صاف ہو تو جس اخلاص
مین عجب ہوگا اوسمین ابھی ایک آفت باقی ہے ۔ اور سہل رح فرماتے ہین کہ اخلاص یہ ہے کہ بندے کے

حرکات اور سکون خاص خدائے تعالیٰ کے واسطے ہوں یہ تعریف جامع ہے کہ غرض کو محیط ہے اور اسی معنوں کو
مفید ہے قول حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا کہ فرماتے ہیں اخلاص سچا کرنا نیت کا ہے خدائے تعالیٰ کے ساتھ
اور حضرت سہل رح سے جو پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اخلاص ہے بسبب سے
کہ نفس کو اوسمین کچھ بہرہ نہیں - اور رویم رح کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص اسکا نام ہے کہ مخلص اسپر
دونوں جہان میں کچھ عوض نہ چاہے اور اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ حظوظ نفس خواہ دنیاوی ہوں یا
اخروی سب آفت ہیں تو جو شخص عبادت اسلیے کرے کہ جنت میں شہوات سے نفس کو آسایش ملے وہ آفت زدہ
ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عمل سے سواے رضاے الٰہی کے اور کوئی بات نچاہیے اور یہ قول اشارہ ہے صدیقوں کی
اخلاص کیطرف اسکو اخلاص مطلق کہتے ہیں اور جو شخص بتوقع جنت یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ
باعتبار دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہے ورنہ اصل میں وہ حظ شکم اور شرمگاہ کا طالب ہے اور اہل حق کے نزدیک
مطلوب اونکی صرف رضاے الٰہی ہے نہ کوئی حظ اوسکے سوا - اور یہ جو کہتے ہیں کہ انسان کسی نہ کسی حظ کیلیے
حرکت کیا کرتا ہے اور حظوں سے بری ہونا صفت الٰہی ہے جو اوس سے بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہے
چنانچہ قاضی ابو بکر باقلانی رح نے حکم کفر کا اوس شخص پر کیا جو مدعی حظوں سے بری ہونے کا ہوا اور فرمایا
کہ یہ صفت خداے تعالیٰ کی ہے انسان اسکا مدعی نہیں ہو سکتا تو یہ سب درست ہے مگر لوگوں کی مراد اخلاص میں
حظوں سے بری ہونے سے یہ ہے کہ اون حظوں سے بری ہو جنکو لوگ حظ کہتے ہوں اور لوگ جنکو حظ کہتے ہیں
وہ شہوات مذکورہ جنت میں کی ہیں اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الٰہی کی لذت جو اہل دل کا حظ ہے
اوسکو لوگ حظ نہیں جانتے بلکہ اوس سے تو تعجب کرتے ہیں حالانکہ یہ اتنا بڑا حظ ہے کہ اگر تمام جنت کے مزے
طاعت اور مناجات اور مشاہدہ حضرت الٰہی کے عوض میں اون لوگوں کو دیے جاویں تو اونکو حقیر جانیں
اور ذرا متوجہ نہوں تو حرکت ان لوگوں کی اور طاعت سب حظ کے لیے ہے مگر ان حظوں کے لیے نہیں
جنکو عوام حظ کہتے ہیں اونکا حظ صرف اونکا معبود ہے نہ اور کوئی چیز - اور ابو عثمان رح کہتے ہیں کہ اخلاص
یہ ہے کہ خالق کیطرف نظر دائمی رکھکر خلق کے دیکھنے کو فراموش ہو جائے اس قول میں اشارہ صرف آفت
ریا سے محفوظ رہنے کا ہے - اسیطرح بعض اکابر کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص یہ ہے کہ اوسپر نہ شیطان کو خبر ہو
کہ اوسکو بگاڑے نہ فرشتے کو کہ اوسے لکھے اسمین اشارہ صرف عمل کے اخفا کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ
اخلاص وہ ہے جو خلائق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو یہ قول جامع تر مقاصد کا ہے - اور محاسبی رح
کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے میں سے خلق کو نکال ڈالے اسمین صرف ریا کی نفی ہے اسیطرح
قول خواص رح کا ہے کہ جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہے وہ عبودیت کے اخلاص سے نکل جاتا ہے

اور حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ اعمال مین سے خالص کونسا ہے آپ نے
فرمایا کہ جو شخص خداے تعالیٰ کے واسطے عمل کرے اور اس بات کو پسند نہین کرتا کہ کوئی شخص اوسپر
اوسکی تعریف کرے اسمین بھی ترک ریا کا اشارہ ہے اور اسکو خاص اسلیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص مین
خلل آتا ہے اونمین سے قوی تر ہے۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اخلاص کدورتون سے عمل کو
صاف کرنے کا نام ہے۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ لوگون کے باعث عمل نکرنا ریا ہے اور اونکی خاطر
عمل کرنا شرک ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ خداے تعالیٰ تجھکو ان دونون باتون سے بچاوے۔ اور بعضون نے
کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ ہمیشہ مراقبہ رکھے اور بالکل حظوظ کو فراموش کر جاوے یہ بیان کامل ہے اور
اقوال اس باب مین بہت ہین مگر جب حقیقت اخلاص کی معلوم ہو چکی تو اب سب اقوال کے نقل کرنے سے
کیا فائدہ بلکہ بیان شافی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعنی جب آپ سے اخلاص کا
حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اَنْ تَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ تَسْتَقِیْمَ کَمَا اُمِرْتَ اس سے غرض یہ ہے کہ
اپنے نفس و ہوا کی عبادت نکرے اور بجز اپنے رب کے اور کسیکی عبادت نکرے پھر اوسکی عبادت مین
جیسا حکم ہے ویسا ہی مستقیم رہا ہے یعنی ما سوا اللہ سے قطع نظر کر لے اور واقع اخلاص یہی ہے

چوتھا بیان اون آمیزشون اور آفات کے درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین

واضح ہو کہ جو آفتین اخلاص کو ابتر کرتی ہین اونمین سے بعضی ظاہر ہین اور بعضی پوشیدہ اور بعضی
باوجود ظاہر ہونے کے ضعیف ہین اور بعضے باوجود خفی ہونے کے قوی ہین اور ظہور و خفا مین اونکے
درجات کا اختلاف بدون مثال کے نہین سمجھا جاتا اور اخلاص کی ابتر کرنے والی چیزون مین سے
ظاہر تر ریا ہے اوسکی مثال ہم لکھتے ہین کہ مثلاً ایک نمازی اپنی نماز مین اخلاص کر رہا ہے اوسوقت
شیطان اوسپر آفت ڈالتا ہے اسطرح کہ نماز پڑھنے مین اگر کچھ لوگ اوسکو دیکھ لین یا کوئی اوسکے پاس آجاوے
تو شیطان اوس سے کہتا ہے کہ اپنی نماز اچھی طرح پڑھ تاکہ یہ دیکھنے والا تجھکو بنظر تعظیم سے دیکھے اور نیکبخت
سمجھے تیری حقارت اور غیبت نکرے اور وہ اس بات کو مانکر اعضا مین خشوع ظاہر کرے اور رکوع و
سجدہ اچھی طرح ادا کرے یہ قسم ریا کی درجہ اول وریائے ظاہر ہے یہ مریدین مین سے مبتدیون پر بھی مخفی
نہین رہتی ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرد اس آفت کو سمجھ گیا ہو اور اوس سے حذر کرتا ہو یعنی اسمین شیطان کی
اطاعت نکرتا ہو نہ اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہو جسطرح پہلے پڑھتا تھا اسیطرح پڑھتا ہے تو اب شیطان خیر کے
بہانے سے اسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مقتدا اور پیشوا اور انگشت نما ہے جو کام تو کرے گا
اور لوگ اوسمین تیری اقتدا کرینگے تو اونکے اعمال کا ثواب تجھکو ملیگا بشرطیکہ تو اچھی طرح عمل کریگا

اور اونکا وبال تیری گردن پر رہیگا اگر تو بری طرح کریگا اس صورت مین اس شخص دیکھنے والے کے سامنے عمل اچھی طرح کر شاید وہ خشوع اور اچھی طرح بجا آوری مین تیری اقتدا کرے اور یہ درجہ پہلے درجہ کی نسبت کسیقدر کچھہ باریک ہی جو لوگ درجہ اول سے فریب مین نہین آتے وہ کبھی اس جال مین پھنس جاتے ہین مگر یہ بھی ریا ہی ہے اخلاص کی بربادی اس سے بھی ہوجاتی ہے اسلیے کہ اگر واقع مین خشوع اور عبادت کی خوبی اوسکے نزدیک بہتر ہے کہ دوسرے کی خاطر اوسکو نہین چھوڑتا تو تنہائی مین اپنے نفس کو اونکا عادی کیون نہ کیا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کا نفس اوسکے نزدیک بہ نسبت اپنے نفس کے عزیز ہو اس سے معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہے بلکہ پیشوا وہ ہے جو اپنے دم سے مستقیم ہوا اور اوسکا دل روشن اسطرح کہ اوسکی روشنی دوسرون پر پڑتی ہو تو البتہ اوسکا ثواب اوسکو ملیگا اور وہ صورت تو محض نفاق اور دھوکے کی ہی یہ ہمنے مانا کہ اگر اوسکی کوئی اقتدا کریگا تو مقتدی کو ثواب ملیگا مگر اوس مقتدا سے تو بازپرس اس بات کی ہوگی کہ جو چیز تجھہ مین نہ تھی اوسکو کیون ظاہر کیا اور اسپر عذاب بھی دیا جاوے گا تیسرا درجہ جو دوسرے درجے کی نسبت کہ بھی باریک ہی یہ ہے کہ بندہ اس بات مین اپنے نفس کا امتحان لے اور مکر شیطان سے آگاہ ہوکر جان لے کہ خلوت مین اور حال ہونا اور غیر کے دیکھنے کی صورت مین اور حال ہونا محض ریا ہے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ نماز تنہائی مین ایسی ہی ہو جیسے مجمع مین ہوتی ہے اور اپنے نفس اور پروردگار سے اس بات کی حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت مین عبادت کے موجب خشوع زیادہ کرے اس نظر سے تنہائی مین اپنے نفس پر متوجہ ہوا اور وہان بھی نماز اوسی خوبصورتی کی پڑھنی اختیار کرے جو ہیئت کہ مجمع مین اوسکو پسند ہو اور مجمع مین بھی اوسیطرح پڑھے تو یہ صورت بھی ریا ہی دقیق اور خفی کی ہو اسلیے کہ خلوت مین اپنے نماز کو اس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع مین بھی اوسی صورت سے ادا ہو تو تنہائی اور مجمع مین دونون مین اسکی نظر خلق کی طرف رہی اور اخلاص اسطرح ہوتا کہ بہائم کا دیکھنا اور خلق کا دیکھنا دونون اسکی نظر مین یکسان ہو جاوین تو گویا اسکا دل گوارا نہین کرتا کہ لوگون کے سامنے نماز کو بری طرح ادا کرے پھر اپنے دل مین شرماتا ہے کہ کہین ریاکار کی صورت مین نہو جاوے اور اوسکو یہ گمان ہے کہ اگر خلوت اور مجمع مین نماز کیصورت ایکسی ہو جاویگی تو ریا سے خارج ہوجاونگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ ریا سے خارج ہونے کی صورت یہ ہے کہ خلق کی طرف التفات ایسا ہی ہو جیسا جمادات کیطرف ہوتا ہے خواہ خلوت مین ہو یا مجمع مین ورنہ یہ شخص دونون صورتون مین خلق کیطرف ہمت سے مشغول رہیگا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکرون مین سے ہے چوتھا درجہ جو نہایت خفی ہے یہ ہے کہ لوگ اوسکو نماز پڑھتے دیکھین اور شیطان اوسکو یہ نہ کہ سکے

کہ تو اُنکی خاطر خشوع کر اسواسطے کہ اُسکو معلوم ہی کہ یہ فریب یہ شخص سمجھ گیا ہی داؤ مین نہ آویگا
تو شیطان اُس سے یہ کہتا ہی کہ اللہ تعالی کی عظمت اور جلال مین تامل کر جسکے سامنے تو کھڑا ہی اور
اس بات سے حیا کر کہ کہین خدا ے تعالی تیرے دل کو ایسے حال مین نہ دیکھے کہ دل اُس سے غافل ہی
اِس خیال کے آنے سے اُسکا دل حاضر ہوتا ہی اور اعضا خشوع کرنے لگتے ہین اور اُسکو گمان ہوتا ہی
کہ اخلاص یہی ہی حالانکہ یہ عین مکر و فریب ہی اسلیے کہ اگر خدا ے تعالی کے جلال پر نظر کرنے سے
یہ خشوع ہوتا تو تنہائی مین بھی یہ خطرہ ہوا کرتا اسی طرح نہوتا کہ جب کوئی غیر شخص ہو تو اُسی کے آنے سے
یہ کیفیت حاصل ہوتی اور اس آفت سے بچنے کی علامت یہ ہی کہ یہ خیال تنہائی مین بھی دل پر جما رہے
جس طرح کہ مجمع مین رہتا ہی اور یہ بات نہو کہ دوسرے شخص کے آنے پر ہی موقوف ہو جیسے یہ بہائم کے
آنے پر کوئی خیال اس قسم کا منحصر نہین ہوتا غرض کہ جب تک آدمی کو انسان کے دیکھنے اور بہائم کے
دیکھنے مین اپنے اعمال مین فرق معلوم ہو تب تک وہ صفاے اخلاص سے خارج اور اُسکا باطن آلودہ شرک
خفی یعنی ریا کا ہی یہی شرک اس طرح کا ہی کہ آدمی کے دل مین سیاہ چیونٹی کی چال سے جو اندھیری رات مین
سخت پتھر پر چلے خفی تر ہی جیسا کہ حدیث مین وارد ہی۔ اور شیطان سے کوئی شخص نہین بچ سکتا مگر
وہ شخص جسکی نظر دقیق ہو اور اللہ تعالی کی حفاظت اور توفیق و ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان اُن
لوگون کی تاک مین ہر وقت رہتا ہی جو عبادت الہی کے لیے مستعد ہون اُنسے ایک لحظہ غافل نہین رہتا
یہانتک کہ اُنکو ہر ایک حرکت اور کام مین ریا پر لا ڈالتا ہی حتی کہ آنکھ مین سرمہ لگانا اور لبون کا کتروانا
اور جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ مین سنت ہین اور چونکہ
خلق کی نظر کو اُنسے علاقہ ہی اور طبیعت کو رغبت اسلیے نفس کو اُنمین ایک حظ خفی ہی پس شیطان سب کو
ان چیزون کے فعل کی طرف بلاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ فعل سنت ہی اسکو ترک کرنا نہ چاہیے اور نفس اُسکی
تقریر سے اسی لیے اُبھرتا ہی کہ اُسمین وہ شہوات خفیہ موجود ہین یا دل کا اُبھار اُن شہوات سے
مخلوط ہوتا ہی اسقدر کہ اُسکے باعث سے حد اخلاص سے نکل جاتا ہی اور جو چیز کہ ان سب آفتون سے
محفوظ نہو وہ خالص نہین بلکہ جو شخص کسی آباد مسجد عمدہ بنی ہوئی صاف و پاکیزہ مین اعتکاف کرے
اور اُسمین دل لگتا ہو تو شیطان رغبت اعتکاف کی دلاتا ہی اور فضائل اعتکاف کثرت سے اُسکے
سامنے بیان کرتا ہی اور محرک خفی اُس صورت مین بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا
اُس سے راحت پاتا ہوتا ہی اور یہ امر اُسوقت معلوم ہوتا ہی جب دوسری مسجد جو ویسی خوبصورت نہو
اُسمین اعتکاف کو دل نہ چاہے اور یہ سب باتین طبیعت کی آمیزشون اور نفس کی کدورات مین

مخلوط ہیں حقیقت خلاص نسے جاتی رہتی ہے اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسا خالص سونے میں ملاؤ ہوتا ہے کہ کبھی تو اتنا ہوتا ہے کہ ملاؤ ہی غالب ہوا اور کبھی کم ہوتا ہے مگر جلد معلوم ہو جاتا ہے اور کبھی اتنا تھوڑا ہوتا ہے کہ بدون خوب پرکھنے والے بینا کے اور کوئی نہیں جان سکتا اور دل کا ملاؤ اور شیطان کا دخل اور نفس کی خباثت اس سے کہیں دقیق اور خفیہ تر ہے چنانچہ مشہور ہے ع کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم + اسی لیے کہا گیا ہے کہ دو رکعتیں عالم کی جاہل کی ایک برس کی عبادت سے افضل ہیں اس قول میں عالم سے وہی شخص مراد ہے جو آفات اعمال کے دقائق جانتا ہوتا کہ اپنے عمل کو اُنسے پاک و صاف کرے اور جاہل تو ظاہر عبادت پر نظر رکھا کرتا ہے اور اُسی سے مغالطے میں پڑجاتا ہے جیسے کوئی گنوار ایک کھوٹی نکمی اشرفی کو بظاہر سرخ اور گول دیکھ کر مغالطے میں آجاتا ہے حالانکہ کندن میں سے تھوڑا سا سونا بھی اُس اشرفی سے بہتر ہوتا ہے جو غبی اور نا واقف اچھا سمجھ لیتے ہیں اسی طرح عبادات کا معاملہ مختلف ہے بلکہ یہ سخت تر اور بڑا ہے اور اعمال میں جسقدر آفات راہ پاتے ہیں اُنکا حصر اور شمار غیر ممکن ہے ہم اسی قدر مثال پر کفایت کرتے ہیں ورنہ اگر کسی ستاعر نے بس ست اور غبی آدمی کو گفتگو سے طویل سے بھی کچھ اثر نہیں ہوتا بس طول سخن لا حاصل ہے سچ ہے قطعہ

نگویند از سر بازیچہ حرفے	کزان پندے نگیرد صاحب ہوش
اگر صد باب حکمت پیش نادان	بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

پانچواں بیان عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر میں- جاننا چاہیے کہ عمل جب کہ خالص خدائے تعالیٰ کے واسطے نہیں ہوتا اور اُسمیں ملونی ریا یا اور نفس کے حظوں کی ہوتی ہے تو لوگوں کو اختلاف ہے کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہے یا نہیں اور عذاب یا دونوں میں سے کسی کا مقتضی نہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ جس عمل میں صرف مقصود ریا ہوگی وہ موجب غضب ہے اور جو خالص بوجہ اللہ ہوگا وہ سبب ثواب ہے صرف اختلاف عمل مخلوط میں ہے اور ظاہر اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسپر آدمی کو ثواب نہو تاہم اخبار جو اس باب میں وارد ہیں اُنمیں اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ قوت باعث کی مقدار کو دیکھنا چاہیے پس اگر باعث دینی اور باعث نفسی دونوں برابر ہوں تو دونوں کی کچھ تاثیر نہ ہوگی ایسے عمل کا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر باعث ریا غالب اور قوی ہوگا تو اس عمل سے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ مضر پڑیگا اور موجب عذاب ہوگا ہاں اُسکا عذاب اُس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا جسکا باعث محض ریا ہو اور تقرب کا ملاؤ اُسمیں کچھ بھی نہو- اور اگر قصد تقرب دوسرے باعث کی نسبت کر قوی تر ہوگا تو جسقدر قوت باعث دینی یعنی تقرب کی زیادہ ہوگی اُسی قدر اُسکو ثواب ہوگا

ح ابو داؤد نے بروایت صہیب اور نسائی نے بروایت ابو امامہ نقل کیا ہے کہ جہاد میں جسکو غرض ابتدا ہی سے ہو اسکو ثواب نہیں ہوتا ۱۲ ابن حبان نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ آدمی عمل چھپا کر کرتا ہے اور اُسپر اگر کسی کو اطلاع ہو جاتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ اسکو دونا ثواب ہوتا ہے ایک پوشیدگی کا اور ایک ظاہر کا ۱۲

اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا
ان آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ قصد خیر تلف نہوگا بلکہ اگر قصد ریا سے بڑھ کر ہوگا تو قصد ریا کے برابر
تو باطل ہوجاویگا اور زیادتی باقی رہیگی اور اگر مغلوب ہوگا تو جتنا عذاب صرف قصد فاسد کی سزا سے
ملتا اسمین سے کسی قدر تخفیف ہوجاویگی اور اس امر کی تحقیق یہ ہی کہ اعمال کی تاثیر دلون مین یہ ہوتی ہی
کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتے ہین اسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہین مثلاً صفت ریا مہلکات
مین سے ہی اور اس مہلک کی غذا اور قوت اس طرح ہوتی ہی کہ اسکے موافق عمل کیا جاوے اور داعیہ
خیر نجات دینے والی صفات مین سے ہی اسکی قوت اسکے موافق عمل کرنے سے ہوتی ہی پس جب یہ دونون صفتین
دل مین اکٹھی ہون تو دونون ایک دوسرے کی ضد ہین جب ایک کے موافق عمل کریگا تو اسی کو تقویت ہوگی
خواہ وہ ریا ہو یا تقرب اور ان دونون مین ایک مہلک ہی اور دوسری نجات دینے والی پس اگر دونون کی
تقویت یکسان ہی ہی تو دونون برابر رہینگے مثلاً کسی کو حرارت کی چیزون سے ضرر ہوتا ہی اور اسنے
گرم چیزین کھائین پھر ان گرم چیزون کی قوت کے مقدار پر سرد چیزون کا استعمال کیا تو دونون کے
کھانے کے بعد ایسی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہین کھائی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب ہوگی
تو مقدار غلبہ کے ضرور تاثیر کریگی تو جس طرح کہ کوئی ذرہ کھانے پینے دوا کا جسم مین خدائے تعالی کی
عادت کے بموجب بدون تاثیر کے نہین رہتا اسی طرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی تلف نہین ہوتا دل مین
روشنی یا تاریکی کا اثر ضرور پہونچاتا ہی اور خدائے تعالی سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہی پس اگر ایسا عمل کیا
جس سے ایک بالشت مثلاً قرب ہوا اور اسمین ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی بالشت دوری ہو تو
جس حالت پر تھا اسی پر رہیگا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر ایک ایسا ہو کہ اس سے قرب دو بالشت کا ہو
اور دوسرا ایسا جس سے ایک بالشت دوری تو ظاہر ہی کہ ایک بالشت کا فصل اسکو رہیگا - اور حدیث شریف مین
ہی کہ اَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا اس صورت مین جب کہ ریائے محض کو اخلاص محض اسکے بعد
مٹا دیتی ہو تو ضرور ہوا کہ اگر دونون اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کے برعکس عمل کرینگے - اور اسکی وجہ
ایک یہ بھی ہی کہ اس بات پر اجماع امت ہی کہ جو شخص حج کے واسطے نکلے اور مال تجارت بھی اسکے ساتھ ہو
تو اسکا حج درست ہی اور اسپر ثواب دیا جاویگا گو اسکے ساتھ ایک نفس کے حظون مین سے مل گیا ہی - ہان یہ
کہا جاسکتا ہی کہ اس شخص کو ثواب حج کے اعمال کا جب ہوتا ہی جب کہ مکہ معظمہ مین پہنچتا ہی اور تجارت حج پر
موقوف نہین تو حج خالص ہوا البتہ بعد مسافت حج اور تجارت مین مشترک ہوا تو اگر قصد تجارت ہوگی

تو اس طول مسافت مین کچھ ثواب نہ ملیگا لیکن بہتر یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ جس صورت مین محرک اصلی
حج ہو اور غرض تجارت شامل ہین اور تابع کے ہو تو نفس سفر مین بھی ثواب ملیگا اور ہم نہین کہ سکتے کہ
غازیون کو کفار کے ساتھ ایسی جہت مین لڑنا جہان غنیمت بہت ملے اور ایسی جہت مین کہ غنیمت نہو
کچھ فرق نہین معلوم ہوتا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہی کہ یہ کہنا بعید ہی کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے
اُنکو جہاد کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یون کہنا مناسب ہی کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کلمہ
خداے تعالی کا ہو اور رغبت غنیمت اُسکی تابع ہو تو اُس سے ثواب ضائع نہ جاویگا ہان اُس شخص کے
ثواب کے برابر نہو گا جسکا دل غنیمت کی طرف بالکل ملتفت نہو اسلیے کہ اس التفات سے نقصان تو بیشبہ ہی
اب اگر یہ کہو کہ آیات و اخبار سے ایسا پایا جاتا ہی کہ ریا کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہی اور جیسی ریا کی
آمیزش ہی ویسے ہی تلاش غنیمت کا خلط ہی اور تجارت وغیرہ حظوظ بھی ایسے ہی ہین چنانچہ طاؤس
اور دوسرے تابعین روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک
شخص احسان کرتا ہی یا صدقہ دیتا ہی مگر اُسکو یہ بات محبوب ہی کہ لوگ اُسکی تعریف بھی کرین اور ثواب بھی
ملے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ یہ آیت اُتری فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا
لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا اور حضرت معاذ رض فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے اپنے عمل مین شرک کیا ہو گا اُس سے کہا جاویگا کہ تو اپنا بدلہ
اُس سے لے جسکے لیے تو نے عمل کیا ہی۔ اور حضرت عبادہ رض سے روایت حدیث قدسی کی ہی کہ
اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ مین سب شریکون کی نسبت کہ شرک سے غنی ہون جو شخص کوئی عمل کرتا ہی اور
اُسمین میرے ساتھ غیر کو شریک کرتا ہی تو مین اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہون۔ اور
حضرت ابو موسی رض سے روایت کرتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک مرد غیرت کے لیے لڑتا ہی اور دوسرا شجاعت کی خاطر اور تیسرا اسلیے
کہ اُسکا مرتبہ خدا کی راہ مین معلوم ہو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلیے لڑے کہ خداے تعالی کا بول بالا رہے
وہ راہ خدا مین ہی۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ تم کہتے ہو کہ فلان شخص شہید ہی اور شاید کہ اُسنے اپنی
سواری کی خورجی دہمیون سے بھر لی ہو یعنی نیت کا حال معلوم نہین کہ خالص تھی یا غنیمت کے لیے
گیا تھا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي
شَيْئًا مِّنَ الدُّنْيَا فَهُوَ لَهٗ ہم کہتے ہین کہ یہ حدیثین اُس مدعا کے مخالف نہین جو ہمنے ذکر کیا ہی

ح حاکم بروایت طاؤس مرسلا ۱۲ جسکو امید ہو ملنے کی اپنے رب سے سو کرے کچھ کام نیک اور ساجھا نہ رکھے اپنے رب کی بندگی مین کسی کا ۱۲
ح یا مین تھوڑی سی بھی شرک ہی ۱۲ طبرانی و حاکم
ح جلد تیسری جاہ و ریا کی برائی مین گذری ۱۲ ح
متفق علیہ ۱۲ ح بیشتر گذری ۱۲
ح جو ہجرت کرے کچھ دنیا کی چیز چاہنے کو تو وہی اسکو ملیگا ۱۲ بیشتر گذری ۱۲

بلکہ مراد اُس سے وہ شخص ہی جو عمل سے دنیا ہی کا طالب ہو جیسے کہ فرمایا مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا
اور دنیا ہی کی طلب اُسکی نیت پر غالب ہو اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت
اور زیادتی ہی نہ اس وجہ سے کہ طلب دنیا حرام ہی بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا اعمال دین کے
عوض مین حرام ہی اسلیے کہ اُسمین ریا اور عبادت کا اپنی جگہ سے بدلنا پایا جاتا ہی اور لفظ شرکت جہان
کہین وارد ہی اُس سے برابری مراد ہی اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جب دونون قصد برابر ہونگے تو ساقط
ہو جاوینگے اُس عمل پر نہ ثواب ہوگا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع ثواب کی نہ کرنی چاہیے پھر انسان
ہمیشہ شرکت کی حالت مین خطرے مین ہی کیونکہ اُسے کیا معلوم ہی کہ دونون قصدون مین سے
اُسپر کونسا غالب ہی کیا عجب ہی کہ بعض اوقات عمل اُسکے حق مین وبال ہو جاوے اسی لیے اللہ تعالیٰ
فرماتا ہی کہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا
اس سے یہ مراد ہی کہ شرکت کے ہوتے ہوسے توقع ثواب نہ رکھنی چاہیے بہترین احوال شرکت مین یہی
ہی کہ عمل ساقط ہو جاوے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہی کہ منصب شہادت لڑائی مین بدون اخلاص
نہین ملتا مگر یہ کہنا بعید ہی کہ جس شخص کا ارادہ دینی اس طرح کا ہو کہ صرف جہاد کے لیے اُسکو آمادہ
کرے گو غنیمت نہو اور کفار کی جماعت توانگر اور مفلس دونون سے لڑ سکتا ہو لیکن توانگرون کی طرف
اسلیے جھکے کہ مقصد اصلی خداے تعالیٰ کا بول بالا رکھنے کا بھی حاصل ہو اور غنیمت بھی ملے تو ایسے شخص کو
ثواب جہاد کا نہ ملے اور معاذ اللہ اگر معاملہ اسی طرح ہو تو دین مین کمال تنگی ہو اور مسلمان مایوس ہو جاوین
اسلیے کہ ان جیسی آمیزشون سے تو کبھی انسان خالی ہی نہین رہتا کہ مقصود اصلی کے ساتھ مین کوئی
تابع نہو اور اگر یہ صورت ہوتی بھی ہی تو نہایت کم اسلیے ایسی آمیزشون کی تاثیر ثواب کے کم کرنے مین البتہ
ہوا کرتی ہی یہ نہین کہ ثواب بالکل حبط ہو جاوے ہان اتنا ہی کہ انسان کو اس حالت مین بڑا خطرہ ہی
کہ اُسکو بعض اوقات گمان ہوتا ہی کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب الی اللہ ہی حالانکہ اُسکے باطن پر
غالب حظ نفسی ہوتا ہی اور یہ بات نہایت درجے کو خفی رہتی ہی یعنی اجر کامل اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہی
اور آدمی جتنی چاہے احتیاط کرے اپنے نفس سے اُسکو اخلاص کا یقین بہت ہی کم ہوگا اس وجہ سے
عمل کرنے والے کو چاہیے کہ بعد خوب کوشش و احتیاط کے ہمیشہ رد و قبول مین متردد رہے کہ کہین
میری عبادت مین کوئی آفت ایسی پیش نہ آئی ہو جسکا وبال ثواب کی نسبت کہ زیادہ ہو اہل بصیرت
مین سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے اُنکا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی رکھنا چاہیے
اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ میرا عمل جو ظاہر ہو گیا ہی اُسکو مین

شمار نہین کرتا - اور عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہین کہ مین اس گھر کا مجاور ساٹھ برس رہا اور ساٹھ حج کیے
لیکن اعمال الٰہی مین سے جو عمل مین نے کیا جب اُسمین اپنے نفس کو ٹٹولا تو شیطان کا حصہ اُس عمل مین
بہ نسبت خداے تعالیٰ کے حصہ کے زیادہ پایا مین یہی غنیمت جانون اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہون نہ باعث
عقاب - اور باوجود ان سب آفتون کے یہ بھی نہین چاہیے کہ آفت ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جاوے
اسلیے کہ منتہاے آرزوے شیطان یہی ہو کہ آدمی عمل نہ کرے اور مقصود اس بیان بالا سے یہ ہو کہ خالص
نہ جانے پاوے اور جب عمل ترک کر دیا جاویگا تو عمل اور اخلاص دونون جاتے رہینگے - منقول ہو کہ کوئی فقیر
حضرت ابو سعید خراز کی خدمت کیا کرتا اور اُنکے کامون مین مدد دیا کرتا ایکروز اُنھون نے حرکات مین
اخلاص کے ہونے کا ذکر فرمایا وہ فقیر ہر ایک حرکت کے وقت اپنے دل کا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب
اُس سے اپنی حاجات کا پورا کرنا بھی متعذر ہو گیا اور حضرت ابو سعید کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے مین خود
وقت اُٹھانی پڑی اُس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیون نہین کرتے اُسنے کہا کہ مین آپ کے ارشاد کے
بموجب اعمال مین حقیقت اخلاص کا مطالبہ اپنے نفس سے کرتا ہون مگر اکثر کامون مین میرا نفس اخلاص سے
عاجز ہو اسلیے چھوڑ دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ ایسا ست کر اخلاص عمل کو قطع نہین کرتا عمل پر مواظبت کر اور
اخلاص کے حاصل کرنے مین کوشش کر مین نے تمسے یہ نہین کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہو کہ عمل کو
خالص کرو - اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ خلق کے باعث عمل کا چھوڑنا ریا ہو اور خلق کے باعث اسکا کرنا شرک ہو

تیسری فصل صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر

پہلا بیان صدق کی فضیلت مین - اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ
عَلَيْهِ اور صدق کی فضیلت مین اسی قدر کافی ہو کہ صدیق اُسی سے مشتق ہو اور اللہ تعالیٰ نے
اپنے انبیا کی مدح و ثنا مین اُنکو صدیق فرمایا ہو چنانچہ فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا
نَّبِيًّا اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَالْبِرُّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ
صِدِّيْقًا وَاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَالْفُجُوْرُ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ
عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ چار باتین ایسی ہین کہ جس شخص مین
ہون نفع اسی کو ہو اول صدق دوم حیا سوم حسن خلق چہارم شکر - اور بشر بن الحارث رح
فرماتے ہین کہ جو شخص خداے تعالیٰ سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہو وہ لوگون سے نفرت

کیا کرتا ہے - اور ابو عبد اللہ آملی کہتے ہین کہ مین نے منصور دینوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا ے تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ مجکو بخش دیا اور مجھ پر رحم کیا اور جو مجکو توقع نہ تھی وہ عنایت فرمایا پھر مین نے پوچھا کہ جس چیز سے بندہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اسمین سب سے اچھی کیا چیز ہے انھون نے فرمایا کہ صدق ہے اور سب سے بری چیز خدا ے تعالی کی طرف متوجہ ہونے کی جھوٹ ہے - اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ صدق کو اپنی سواری کر لو اور راہ حق کو تلوار اور اللہ تعالی کو اپنا اعلی درجے کا مطلوب - اور ایک شخص نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ مین نے کوئی سچا آدمی نہین دیکھا حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہوتا تو سچون کو پہچانتا - اور محمد بن علی کنانی کہتے ہین کہ ہمنے خدا ے تعالی کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا اول صدق دوم حق سوم عدل پس عدل تو دلون پر ہوتا ہے اور حق اعضا پر اور صدق عقلون پر - اور حضرت ثوری رح اس آیت کی تفسیر مین وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ تَرَی الَّذِیۡنَ کَذَبُوۡا عَلَی اللّٰهِ وُجُوۡهُهُمۡ مُّسۡوَدَّةٌ فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انھون نے دعوی محبت الہی کا کیا اور اس دعوی مین جھوٹے ہوے - اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص مجکو اپنے باطن مین تصدیق کرتا ہے مین اسکو خلائق مین ظاہر طور سچا کرتا ہون - اور ایک شخص نے حضرت شبلی رح کی مجلس مین چیخ ماری اور اپنے آپ کو دجلہ مین گرا دیا حضرت شبلی رح نے فرمایا کہ اگر یہ شخص سچا ہوگا تو اسکو خدا ے تعالے ایسا بچا دیگا جیسا حضرت موسی علیہ السلام کو بچا دیا تھا اور اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اسکو اس طرح غرق کر دیگا جیسا فرعون کو غرق کر دیا تھا - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ فقہا اور علما کا سب کا اتفاق ہے کہ تین باتین اگر درست ہو جاوین تو آدمی کی نجات ہو جاوے اور یہ تینون ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہین اول اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم اعمال مین خدا ے تعالی کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا - اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ توریت کے حاشیے پر مین نے بائیس جملے دیکھے جنکو بنی اسرائیل کے نیکبخت جمع ہوکر پڑھا پڑھایا کرتے تھے وہ جملے یہ ہین - کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہین - کوئی مال حلم سے بڑھ کر زیادہ مفید نہین کوئی حسب غصے سے زیادہ کمتر نہین - کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہین کوئی رفیق جہل سے بڑھ کر عیب دار نہین - کوئی خزینہ تقوی سے زیادہ عزیز نہین - کوئی کرم ترک ہوا سے زیادہ کامل نہین نہین - کوئی عمل فکر سے افضل نہین - کوئی حسنہ صبر سے اعلے نہین - کوئی برائی کبر سے زیادہ ہوا کرنے والی نہین - کوئی دوا نرم تر نرمی سے نہین - کوئی مرض حمق سے زیادہ ایذا رسان نہین - کوئی رسول حق عادل تر نہین - کوئی دلیل ناصح تر صدق سے نہین - کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہین - کوئی توانگری زیادہ

بدبخت ہونے سے نہین - کوئی زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہین - کوئی معیشت عفت سے زیادہ گوارا تر نہین - کوئی عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہین - کوئی زہد قناعت سے بہتر نہین - کوئی محافظ سکوت سے زیادہ نہین - کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیکتر نہین - اور محمد بن سعید مروزی فرماتے ہین کہ جب تو اللہ تعالیٰ کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ مین ایک آئینہ عنایت فرماوے جسمین تجکو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آوین اور ابوبکر وراق کہتے ہین کہ اپنے اور خدا کے درمیان مین صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان مین ملحوظ رکھو اور حضرت ذوالنون رح سے کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہی آپ نے ایک قطعہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہی

قطعہ

صدق چاہین وے نہین ملتا		اسمین ہم ہین مذبذب اور حیران	
ہی گران ہم یہ ترک خواہش نفس		دعوے عشق ہی مگر آسان	

اور حضرت سہیل رح سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہی جسپر ہم ہین آپ نے فرمایا کہ صدق اور سخاوت سائل نے پوچھا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تقوی اور حیا اور غذاے حلال - اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا - اور حضرت جنید رح اس جملے کی تفسیر مین لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَن صِدْقِهِمْ فرماتے ہین کہ جو لوگ اپنے عندیے مین صادق ہین اُنکے صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاویگا اور یہ معاملہ بہت خطر دوسرا بیان صدق کی حقیقت اور اُسکے معنون اور مراتب کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ لفظ صدق چھ معنون مین مستعمل ہوتا ہی اول صدق قول کا دوم صدق نیت کا سوم صدق در عزم - چہارم وفاے عزم مین صدق کا ہونا پنجم صدق در عمل ششم دین کے سب مقامات کی تحقیق مین صدق کا ہونا - پس جو شخص ان چھوُون یا ترن مین صدق کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ صدیق ہوگا اسلیے کہ صدق مین غایت درجے کو پہنچیگا تو صیغہ مبالغہ اُسپر صحیح ہوگا - پھر صادقین کے بہت سے درجات ہین جس شخص کو کسی خاص چیز مین صدق حاصل ہوگا وہ اُسی شی کی نسبت کر صادق کہلاویگا جسمین اُسکا صدق پایا جاویگا اب ہر ایک صدق کی تفصیل لکھی جاتی ہی پہلا صدق زبان کا ہی اور وہ خبار ہین اور اُن اقوال مین جو متضمن اخبار ہون ہوا کرتا ہی - اور خبر یا زمان گذشتہ سے متعلق ہوتی ہی یا زمان آیندہ سے اور اسمین داخل ہی وعدے کا پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا ہر ایک بندے پر لازم ہی کہ اپنے اقوال کا نگران رہے اور بجز سچ کے اور کوئی گفتگو نہ کرے اور سب اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر تر یہی قسم ہی پس جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کریگا اور

اور اشیا کا حال جیسے واقع مین ہین اُسکے خلاف نہ کہیگا تو وہ صادق کہلاویگا لیکن اس صدق کے لیے
دو کمال ہین اول تو کنایات سے احتراز کرنا کہتے ہین کہ کنایات مین جھوٹ سے بچاؤ ہی اور
وجہ انسے بچنے کی یہ ہی کہ یہ بھی قائم مقام جھوٹ کے ہوتے ہین کیونکہ جھوٹ مین یہی بات تو ممنوع ہی
کہ جو چیز واقع مین کسی طرح ہی اُسکو برعکس نہ سمجھانا چاہیے مگر از انجا کہ اسکی طرف حاجت پڑتی ہی اور بعض
اوقات مصلحت وقت اُسکی مقتضی ہوتی ہی مثلاً لڑکون اور عورتون وغیرہ کی تادیب مین اور ظالمون سے
بچنے مین اور دشمنون سے لڑنے مین اور اسرار ملک پر اُنکی اطلاع سے احتراز کرنے مین تو ایسی
صورتون مین اگر کوئی شخص جھوٹ کے لیے مجبور ہو تو صدق باقی رہنے کی صورت یہ ہی کہ خدا کے واسطے
وہ بات کہے جسکا حکم اُسکو حق کرے اور جسقدر کا مقتضی دین ہو جب اس طرح بولیگا تو صادق ہوگا گو
اُسکے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جاوے اسواسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہین بلکہ امر حق پر
دلالت کرنے کی جہت سے اور اسوجہ سے کہ حق کی طرف بُلاتا ہی مقصود ہوتا ہی اسلیے اسکے ظاہر کو دیکھنا
نہ چاہیے بلکہ معنون کو نظر کرنا چاہیے ہان ایسی جگہون مین جہانتک ہوسکے کنایات کو کام مین لانا چاہیے
تاکہ صریح جھوٹ نہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا کہ جب کسی سفر کی طرف متوجہ ہوتے
تو اُسکو دوسرے سے چھپاتے تاکہ خبر دشمنون کو نہ پہونچے اور وہ چڑھ آوین یہ بات داخل دروغ نہین
اور ایک حدیث شریف مین آپ نے فرمایا لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا اَوْ نَمٰی خَیْرًا
اور آپ نے تین جگہون مین حسب مصلحت وقت جھوٹ بولنے کی اجازت فرمائی ایک تو جو شخص دو آدمیون مین
صلح کراوے دوم جسکی دو زوجہ ہون سوم جو شخص کہ لڑائی کے مصالح مین ہو اور صدق سے ان جگہون مین
صدق نیت مراد لیا جاتا ہی پس لحاظ نیت اور ارادۂ خیر ہی کا کیا جاتا ہی لفظون پر لحاظ نہین رہتا
پس جو شخص کہ اُسکا قصد درست اور نیت صادق ہو اور محض خیر کا طالب ہو وہ صادق اور
صدیق ہی ہوگا گو اُسکے الفاظ کیسے ہی ہون پھر بھی اشارۃً بیان کرنا بہتر ہی اور اُسکا طریق یہ ہی کہ
کسی بزرگ سے منقول ہی کہ جب اُنکو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر مین ہوتے تو اپنی بی بی سے فرماتے
کہ اپنی اُنگلی سے ایک دائرہ کھینچ لے اور اُسمین اُنگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین اس بہانہ سے
جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچے رہتے تو اُنکا قول سچ تھا مگر ظالم کو یہ معلوم ہوتا تھا
کہ وہ گھر مین نہین غرض کہ کمال اول لفظ مین تو یہ ہی کہ صریح جھوٹ اور کنایات دروغ سے احتراز کرے
اور بدون ضرورت ان دونون کے گرد نہ پھرے اور دوسرا کمال یہ ہی کہ صدق کے اُن الفاظ سے
معنون کی بھی رعایت رکھے جیسے کہ خدا سے تعالی سے مناجات اور دعا کرتا ہی مثلاً زبان سے اگر کہے

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ اور دل خداے تعالی سے منحرف اور دنیا کی آرزوون
اور شہوات مین مشغول ہو تو یہ شخص جھوٹا ہی یا زبان سے کہ ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہین یا کہے کہ مین
بندہ خدا ہون اور بندہ ہونیکی ماہیت اُسمین نہ پائی جاتی ہو خداے تعالی کے سوا مطلوب کوئی
اور چیز ہو تو اُسکی کلام سچ نہو گی اور اگر قیامت کو باز پرس اس جملے کے صدق کی ہوگی کہ مین بندہ خدا ہون
تو اس سے صدق ثابت نہوگا اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دنیا اور شہوات کا بندہ ہوگا
تو اپنے قول مین سچا نہوگا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہو جایا کرتا ہی وہ اُسکا بندہ کہلاتا ہی چنانچہ
حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ای دنیا کے بندو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْحُلَّةِ وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ اس حدیث مین جس شخص کا
دل جس چیز مین مقید تھا اُسکو اُسی کا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالی کا وہ ہی جاول غیر اللہ سے
آزاد ہو کر آزاد مطلق ہو جاوے جب یہ آزادی آویگی تو دل فارغ ہوگا اور اُسمین خداے تعالے کا
بندہ ہونا سماویگا اور یہ بندگی بندے کو خداے تعالی اور اُسکی محبت مین مشغول کر دیگی اور اُسکا باطن
وظاہر مقید اللہ تعالی کی طاعت کا ہو جاویگا اور کوئی مراد اُسکی سواے خداے تعالے کے نہ رہیگی
پھر یہ رتبہ بھی آدمی طے کر کے بعض اوقات ایک اور مقام پر جو اس سے بھی اعلی ہی پہونچ جاتا ہی
جسکو آزادی کہتے ہین یعنی اس بات سے آزاد ہو جاوے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خداے تعالی کے واسطے
بھی نہ کرے بلکہ جو کچھ اُسکو منظور ہو اُسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادے کو
اُسکے ارادے مین فنا کر دے تو ایسا شخص دوبار آزاد ہوگا اول تو غیر اللہ سے آزاد ہو کر بندۂ خاص ہوا
پھر اپنے نفس سے آزاد ہو کر اپنے آپ سے نیست ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اُسنے ہلایا تو ہلا
اور ٹھہرایا تو ٹھہر گیا اور اگر مصیبت مین مبتلا کیا تو راضی ہوا اُسمین گنجایش کسی چیز کی درخواست کی
یا اعتراض کی باقی ہی نہین رہی بلکہ خداے تعالی کے سامنے وہ ایسا ہی جیسا مردہ بدست زندہ
اور بندگی خداے تعالی مین یہ نہایت درجے کا صدق ہی اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہی جسکا
وجود اپنے نفس کے لیے نہو بلکہ خداے تعالی کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہی اور غیر اللہ سے
آزادی صادقین کے درجات مین سے ہی اُسکے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہی اور اُس سے
پیشتر والے کو نہ استحقاق صادق کہے جانے کا ہی نہ صدیق کا۔ دوسرا صدق نیت اور ارادے کا ہی
جسکا مآل اخلاص کی طرف راجع ہی یعنی سالک ایسے حال مین ہو کہ حرکات او سکنات مین اُسکا
باعث سواے خداے تعالی کے اور نہو پس اگر کوئی حظوظ نفسانی مین سے اسمین مل جاویگا تو صدق نیت

جاتا رہیگا اور اُس شخص کو اس صورت مین جھوٹا کہہ سکتے ہین چنانچہ فضیلت اخلاص مین ہمنے ایک
حدیث تین شخصون کے سوال و جواب کی نقل کی ہو کہ جسوقت عالم سے سوال ہوگا کہ تو نے علم سیکھ کر
کیا عمل کیا وہ جواب دیگا کہ مین نے فلان فلان کام کیا اللہ تعالی فرمادیگا کہ تو جھوٹا ہو بلکہ تیرا
ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص عالم ہو یہان دیکھنا چاہیے کہ اسکو یون نہین فرمایا کہ تو نے
عمل نہین کیا بلکہ صرف ارادہ و نیت مین اسکو جھٹلایا - اور بعض اکابر کا قول ہو کہ صدق کے معنی
یہی ہین کہ قصد مین توجہ صحیح ہو اسی طرح اس آیت مین وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ
بعد اسکے کہ اُنھون نے کہا تھا اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حالانکہ یہ قول سچ ہو اللہ تعالی نے اُنکی زبانی
قول کو نہین جھٹلایا بلکہ جو بات اُنکے دل مین پوشیدہ تھی اُس اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور اظہار
تکذیب خبر پر ہوا کرتی ہو اور یہ قول کفار کا حال کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہو اسلیے کہ کہنے والے
اپنا اعتقاد زبان سے تبلاتے ہین کہ جو لفظ ہم منھ سے کہتے ہین وہی ہمارا عقیدہ ہو تو اسی کی تکذیب
فرمائی کہ حال کے قرینے کو جو تم اپنے عقائد پر دال تبلاتے ہو یہ جھوٹ ہو حاصل یہ کہ ایک معنی صدق کی
نیت کا خالص ہونا جسکو اخلاص کہتے ہین اس سے یہ نکلا کہ جو صادق ہوگا وہ ضرور ہو کہ مخلص بھی
ہو - تیسرا صدق عزم کا ہو یعنی انسان کبھی پیشتر عمل سے اپنے دل مین امنگ کیا کرتا ہو اور کہا کرتا ہو
کہ اگر اللہ تعالی مجکو مال دیوے تو سب صدقہ کر ڈالون یا نصف دے دون اور اگر خدا کی راہ مین کسی
دشمن سے ملون تو کچھ پروا نہ کرون گو مارا ہی جاؤن اور اگر اللہ تعالی مجکو حکومت دے تو عدل کرون
اور خداے تعالی کی نافرمانی ظلم کرنے یا خلق کی طرف میل کرنے سے نہ کرون پس یہ امنگ کبھی آدمی اپنے
دل مین پاتا ہو اور یہ عزیمت کبھی تو پکی اور صادق ہوتی ہو اور کبھی اُسکے عزم مین ایک قسم کا میل اور تردد
اور ضعف ہوتا ہو جو صدق کے خلاف ہو تو گویا صدق کے معنی یہان پورا اور قوی ہونے کے ہین مثلاً
کہتے ہین کہ فلان شخص کو اشتہاے صادق ہو یعنی پوری اور قوی ہو اور اگر کہتے ہین کہ فلان مریض کو اشتہاے
کاذب ہو یعنی اُسکی اشتہا کسی سبب ثابت اور قوی سے نہین بایہ کہ اسکی اشتہا ضعیف ہو پس
جس صورت مین کہ صدق سے یہ معنی مراد لیے جاوین تو صادق اور صدیق ایسے شخص کو کہینگے جو اپنے
عزم کو خیرات کے باب مین پورا اور قوی پاوے نہ اُسمین میل و کمی ہو نہ ضعف و تردد بلکہ اُسکا نفس
ہمیشہ خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو جیسے حضرت عمر رضہ نے فرمایا تھا کہ اگر مجکو لوگ گردن
کاٹنے کو پیش کردین تو مجکو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہو کہ مین اُس قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر
صدیق رضہ ہون تو آپ نے اپنے دل مین عزم پختہ اور محبت صادق اس بات کی پائی کہ باوجود

حضرت ابوبکر رضہ کے امیر نہ بنیں پھر اس عزم کو اپنے قتل ہو جانے سے تاکید کر دی۔ اور مراتب صادقین کے عزم میں مختلف ہوتے ہیں کبھی عزم کو اتنا پاتا ہی کہ اُسکی حد نہیں بیان تک کہ اُسکے باعث قتل پر راضی ہو جاتا ہی لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جاوے تو جراُت قتل ہو جانے کے لیے نہ کرے اور اگر اُس سے قتل کی گفتگو کی جاوے تو عزم ٹوٹ جاوے بلکہ صادقین اور مومنین میں ایسے بھی لوگ ہیں کہ اگر بالفرض اُنکو اختیار دیا جاوے کہ تم اپنا قتل ہونا اختیار کرو یا حضرت ابوبکر رضہ کا تو اُنکو اپنی ہی زندگی بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے محبوب ہوگی۔ چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے میں ہی اسلیے کہ نفس سر دست تو عزم کر لیا کرتا ہی کہ وعدہ اور عزم میں کیا خرچ ہوتا ہی مگر جب موقع آجاتا ہی اور قدرت حاصل ہوتی ہی اور شہوات کا زور ہوتا ہی تو عزم ڈھیلا ہو جاتا ہی اور شہوات غالب ہو کر عزم کو پورا نہیں ہونے دیتیں اور یہ بات وفاے عزم کے صدق کے خلاف ہی اور اسی واسطے اللہ تعالے اس قسم کے صدق کے باب میں فرماتا ہی رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اسکی شان نزول میں لکھا ہی کہ حضرت انس رضہ اپنے چچا انس بن نضر کا حال روایت کرتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شریک نہ تھے اُنکو یہ امر نہایت گران گذرا اور فرمایا کہ یہ اول ہی شہادت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو تشریف فرما ہوے اور میں آپ کی خدمت سے غائب رہا بخدا اگر اللہ تعالی مجکو پھر کوئی ایسا موقع شہادت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں دکھلاویگا تو اللہ تعالی دیکھیگا کہ میں کیا کرونگا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ سال آیندہ میں جنگ احد میں حاضر ہوے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضہ نے آپ سے پوچھا کہ ای ابو عمر کہان کو آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہی مجھے احد کی اسی طرف معلوم ہوتی ہی پھر آپ اتنا لڑے کہ شہید ہوے آپ کے بدن میں کچھ اوپر اسّی زخم تیر اور تلوار اور نیزے کے تھے آپ کی بہن نے فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی کو زخموں کے باعث نہ پہچانا انگلیوں کی پوروں سے البتہ پہچانا تب آیت اُتری مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر کے پاس کھڑے ہوے جو آپ کے لشکر کے نیزہ بردار تھے اور احد کے روز منھ کے بل گر کر شہید ہوے اُنکے پاس بھی آپ نے یہ آیت پڑھی مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ اور فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضہ سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپ نے فرمایا کہ شہدا چار ہیں ایک شخص بہادر جسکا ایمان خوب کھرا ہی کہ دشمن کو دیکھا اور اللہ تعالے کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص

ہوگا کہ قیامت کے روز لوگ اُسکی طرف اپنی آنکھین اس طرح اُٹھاوینگے اور آپ نے اپنا سر اُٹھایا
یہانتک کہ کلاہ مبارک گر پڑی۔ راوی کہتا ہی کہ مین نہین جانتا کہ کلاہ حضرت کی گر گئی یا حضرت
عمر رضی کی اور ایک وہ مرد دیندار کھرے ایمان والا ہی کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اُسکی آنکھون مین
تنکے دے دیے اُسپر ایک تیر کاری آلگا اور شہید ہوگیا یہ دوسرے درجے مین ہی اور ایک مرد با ایمان
ایسا ہی جسنے کچھ عمل اچھا کیا اور کچھ بُرا اور دشمن سے بھڑا اور خداے تعالی کی تصدیق کی یہانتک
کہ شہید ہوا یہ تیسرے درجے مین ہی اور ایک مرد با ایمان ہی جسنے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے
بھڑ کر خداے تعالی کی تصدیق کی حتی کہ شہید ہوا تو یہ چوتھے درجے مین ہی۔ اور حضرت مجاہد رض
روایت کرتے ہین کہ دو شخص نکلے اور بھر مجمع مین آکر کہا کہ اگر اللہ تعالی ہمکو مال دیگا تو ہم صدقہ دینگے
خداے تعالی نے اُنکو مال عنایت فرمایا مگر اُنھون نے بخل کیا تو یہ آیت اُتری وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ
اللّٰهَ لَئِنْ اٰتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور بعضون نے لکھا ہی کہ یہ ایک عہد
ایسی شی تھی جسکو خداے تعالی نے اُن لوگون کے دلون مین روشن کردیا تھا زبان سے اُنھون نے
کچھ نہین کہا تھا اُس عہد کے پورا نہ کرنے پر ارشاد فرمایا وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ
لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ
فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ
اس آیت مین عزم کو عہد فرمایا اور اُسکے خلاف کرنے کو کذب اور اُسکے پورا کرنے کو صدق اور
یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت کہ سخت تر ہی اسلیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہو جاتا ہی مگر پورا
کرتے وقت جو اُسکی سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہی اور اسباب موجود اور قدرت حاصل
ہوتی ہی تو اُسوقت پہلو تہی کر جاتا ہی اسی وجہ سے حضرت عمر رض نے استثنا فرمایا تھا یعنی جب
آپ نے فرمایا کہ مجکو اگر گردن مارنے کے واسطے آگے کردین تو مجکو اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہی
کہ مین ایسی قوم کا امیر نہون جسمین حضرت ابوبکر رض ہون اور اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ
قتل کیوقت میرا نفس مجکو کوئی ایسی بات نہ سوجھا دے جو اب میرے دل مین نہین اسلیے کہ مین
اپنے نفس سے مامون نہین شاید اُسپر اُسوقت قتل گران گذرے تو اس عزم سے پھر جاویگا اس
قول مین اشارہ ہی کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہی۔ اور حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہین کہ
مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اُترے ہین اُنھون نے مجھسے پوچھا کہ
صدق کیا چیز ہی مین نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا اُنھون نے کہا کہ تو سچ کہتا ہی اور آسمان کو

چلے گئے پانچوان صدق اعمال مین ہو وہ یہ ہو کہ ایسی کوشش کرے کہ اُسکے اعمال ظاہری سے
یہ بات نہ پائی جاوے کہ دل مین اُسکے کوئی بات ہو جو واقع مین نہین اور یہ کوشش کچھ اعمال کے
ترک کرنے سے نہو بلکہ اس طرح ہو کہ باطن کو ظاہر کی تصدیق پر کھینچ لاوے اور یہ بات ترک ریا کے
خلاف ہو جسکا ذکر ہم کر چکے ہین اسلیے کہ ریاکار تو یہی چاہا کرتا ہو کہ اعمال ظاہری سے لوگ
اُسکے باطن کو متصف صفات حمیدہ سے جانین اور اس صدق سے ترک ریا غرض نہین کیونکہ
اکثر نمازی اپنی نماز مین خشوع کی سی صورت بنائے رہتے ہین اُنکا مقصود یہ نہین ہوتا کہ کوئی دوسرا
اُنکو دیکھے لیکن اُنکا دل نماز سے غافل رہتا ہو اگر بالفرض اُسکو کوئی دیکھے تو جانے کہ خدا تعالی کے
سامنے کھڑا ہو حالانکہ باطن مین وہ بازار مین یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہو تو اس
قسم کے اعمال زبان حال سے باطن کا احوال کہتے ہین جسمین وہ شخص جھوٹا ہو اُسسے
باز پرس اعمال مین صدق کی ہو اسی طرح آدمی بھی وقار اور سکون کی ہیئت سے چلتا ہو اور اُسکے
باطن مین ان دونون صفتون کا پتا بھی نہین ہوتا تو ایسا شخص اپنے عمل مین صادق نہین ہوتا اگرچہ
خلق کی طرف ملتفت نہو نہ اُنکے لیے ریا کرتا ہو اور اس سے نجات نہین ہوتی مگر اسی صورت سے
کہ آدمی کا ظاہر و باطن یکسان ہو جاوے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے
بعضے لوگون نے ظاہر کی ابتری اور برے لوگون کا لباس اختیار کیا تھا تاکہ اُنپر گمان خیر کا ظاہر کو
دیکھ کر کوئی نہ کرے ورنہ ظاہر کے حال سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہوگا تو
کاذب ٹھہرینگے۔ غرض کہ مخالف ہونا ظاہر کا باطن سے اگر قصداً ہوگا تو اُسکا نام ریا ہوگا اور
اُسکے باعث اخلاص جاتا رہتا ہو اور اگر بے قصد ہو تو اُس سے صدق جاتا رہتا ہو اور اسی وجہ سے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ
وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً اور زید بن الحارث رح فرماتے ہین کہ جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر
ہو جاتا ہو تو یہ عدل کی صورت ہو اور اگر باطن افضل ہو بہ نسبت ظاہر کے تو اُسکا نام فضل ہو
اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اُسکا نام جور ہو پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہو **قطعہ**

اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا
و گر ظاہر ہوا اچھا اور باطن مین خرابی ہو
بھنا دو اشرفی اچھی کو جس دُکان پر چاہو
اسی سے دو جہان مین ہوتی ہو تعریف اور عزت
تو پھر سب کوششین برباد ہین اور اُنکا محنت
ملمع کی اگر ہووے تو سب اُس سے کرین نفرت

اور عطیہ بن عبد الغافر رح فرماتے ہین کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہو تو اللہ تعالی

اُسکے باعث فرشتون پر فخر کرتا ہو اور فرماتا ہو کہ یہ میرا سچا بندہ ہو - اور معاویہ بن قرہ کہتے ہین کہ کوئی مجکو ایسا شخص بتلاوے جو رات کو رویا کرے اور دن کو ہنسا کرے - اور عبد الواحد کہتے ہین کہ حضرت حسن رح کا دستور تھا کہ جب کچھ اُنکو امر کیا جاتا تو سب لوگون سے بڑھ کر اُسکے عامل ہوتے تھے اور اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ تارک ہوتے تھے اور مین نے کبھی کسی کو نہین دیکھا جسکا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا اُنکا تھا - اور ابو عبد الرحمن زاہد کہتے تھے کہ الٰہی مین نے اپنے اور لوگون کے درمیان کا معاملہ تو اُنسے امانت کے ساتھ کیا اور مجھ مین اور تجھ مین جو معاملہ تھا اُسکو مین نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا اور رویا کرتے اور ابو یعقوب نہر جوری کہتے ہین کہ صدق یہ ہو کہ حق کی موافقت ظاہر و باطن مین ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہو چھٹا صدق جو سب جات سے اعلے اور کمیاب ہو وہ صدق دین کے مقامات مین ہو جیسے کہ صدق خوف اور رجا و تعظیم اور زہد اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام امور طریقت مین اسلیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مبادی ہوتے ہین کہ جہان اُنکا ظہور ہوا اُسپر یہ الفاظ بولنے لگے پھر آغاز کے بعد اُنکی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہو اور صادق محقق وہی ہوتا ہو جو اُنکی حقیقت کو پہونچ جاوے اور جب کوئی شے غالب اور کامل ہوا کرتی ہو تو اُسکے موصوف کو صادق کہا کرتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص لڑائی کا سچا ہو اور یہ خوف سچا ہو اور یہ شہوت سچی ہو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ اور فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا اور حضرت ابوذر رضہ سے کسی نے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے یہی آیت پڑھی لوگون نے عرض کیا کہ ہمنے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی اب ہم خوف کی مثال لکھتے ہین کہ مثلاً جو بندہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ سے خوف تو ضرور رکھتا ہو مگر یہ خوف اس طرح کا ہوتا ہو کہ صرف لفظ خوف اُسپر صادق آوے مگر حقیقت خوف کے درجے کو نہین پہونچتا تا کہ اُسکو خوف مطلق کہسکین دیکھو جب آدمی کسی بادشاہ سے یا سفر مین راہزن وغیرہ سے ڈرتا

تو اسکا رنگ جبا زرد پڑ جاتا ہی اور ہاتھ پانون پہ جبد الرزہ ہوتا ہی عیش تلخ ہو جاتا ہی اور خواب
و خورش دشوار ہو جاتی ہی کسی بات مین دل نہین لگتا ہو اس پراگندہ ہو جاتے ہین بعض وقات
ڈر کے مارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہی آرام و چین کو چھوڑکر وحشت اور مشقت پر سر رکھتا ہی
پھر کیا بات ہی کہ آتش دوزخ سے خوف کرتا ہی اور جب مرتکب کسی معصیت کا ہوتا ہی تو انہین سے
کوئی سی بات اُسپر ظاہر نہین ہوتی اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ
لَمْ اَرَ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا پس ان امور کی حقیقت کو پہونچنا
بہت ہی کم ہی اور ان مقامات کی کچھ حد نہین کہ اُسکی تمامی اور کمال تک پہونچ سکین مگر ہر شخص کو
اُسکے حال کے موافق انہین سے بہرہ ہوتا ہی خواہ کم ہو یا زیادہ اگر بہرہ قوی ہو تو البتہ اُس صورت مین
بندہ صادق کہلاویگا غرض کہ معرفت اور تعظیم الٰہی اور اس سے خوف کرنے کی کوئی حد نہین اسی وجہ سے
جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو تمہاری
صورت اصلی پر دیکھون تو اُنھون نے عرض کیا کہ آپ اُسکے دیکھنے کی تاب نہ لاوینگے آپنے فرمایا کہ
نہین دکھلا ہی دو تب اُنھون نے وعدہ کیا کہ اُجالی رات مین بقیع مین دکھلا دونگا آپ جب چاندنی مین
وہان تشریف لیگئے تو دیکھا کہ حضرت جبریل نے تمام آسمان کے کنارون کو ڈھانپ رکھا ہی آپ
دیکھتے ہی غش کھا گئے جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبریل اپنی پہلی صورت پر ہو گئے تھے آپ نے
فرمایا کہ میرے گمان مین خداے تعالیٰ کی مخلوق مین سے اس طرح کا کوئی نہین حضرت جبریل علیہ السلام نے
عرض کیا کہ اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھین تو کیا ہو عرش معلی اُنکے کندھے پر ہی اور اُنکے پانون سب سے
نیچے کی زمین مین اُترے ہوے ہین اور باوجود اسکے خدا کی عظمت سے جب وہ سُکڑتے ہین تو چھوٹی
چڑیا کی برابر ہو جاتے ہین۔ تو دیکھنا چاہیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کتنی عظمت اور ہیبت چھاتی
ہوگی جو اس درجے کو پہونچ جاتے ہین اور تمام فرشتے ایسے نہین اس وجہ سے کہ معرفت مین تفاوت
ہین تو صدق اور تعظیم اسکا نام ہی ۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ شب معراج کو جو مین گیا تو دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ملا اعلے مین خداے تعالیٰ کے خوف سے
ایسے تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پشت پر ڈال دیتے ہین اسی طرح پر صحابہ رض بھی خائف تھے
مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہین پہونچے تھے اسی واسطے حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ
جب تک تو سب لوگون کو اللہ تعالیٰ کے دین مین احمق نہین جانیگا تب تک حقیقت ایمان کو نہین پہونچیگا
اور مطرف رح کہتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جو اپنے اور پروردگار کے معاملے مین احمق نہو مگر اتنا ہی

کہ بعض حصوں بہ نسبت بعض کے آسان اور کمتر ہوا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کوئی بندہ
ایمان کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جبتک کہ لوگون کو خدا کے مقابل مین اونٹون کے مانند نہ دیکھے اور
پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کرے اور اسکو سب سے زیادہ حقیر تر جانے اس سے معلوم ہوا کہ ان
مقامات مین صادق آدمی کمیاب ہی۔ پھر درجات صدق کی کچھ حد نہین بعض اوقات بندے کو بعض
امور مین صدق ہوتا ہی اور بعض مین نہین پس اگر سب امور مین صادق ہوگا تو وہ پکا صدیق ہی۔
حضرت سعد بن معاذ رض فرماتے ہین کہ تین باتون مین تو مین پکا ہون اور انکے سوا اور امور مین کچا اول یہ کہ
مین نے شروع اسلام سے کبھی نماز اس طرح نہین پڑھی کہ جی مین کہتا ہون کہ اس سے کب فارغ ہونگا
دوم یہ کہ جس جنازہ کے ساتھ گیا جی مین یہی رہا کہ اس سے یہ سوال ہوگا اور یہ یون جواب دیگا اسکے سوا اور کچھ
اور کچھ خیال نہین گذرا تیسرے یہ کہ جو بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تو یقین کر لیا کہ بیشک
حق ہی پس حضرت ابن مسیب رض نے فرمایا کہ میری دانست مین یہ خصلتین بجز نبی کے اور کسی مین جمع
نہین ہوا کرتین تو ان امور مین یہ صدق کی بات ہی حالانکہ بہت سے جلیل صحابہ رض نے نماز ادا کی اور
جنازے کے ساتھ گئے مگر اس درجے کو نہ پہونچے یہ بیان تھا درجات صدق اور اسکے معانی کا۔ اور
کلمات جو صدق کی حقیقت کے باب مین مشائخ کرام سے منقول ہین اُن سے اکثر ان معانی مین سے
ایک ایک پائے جاتے ہین ہان ابو بکر وراق رح نے فرمایا ہی کہ صدق تین قسم کا ہوتا ہی صدق توحید اور
صدق طاعت اور صدق معرفت صدق توحید عام مومنین کے لیے ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ اور صدق طاعت ارباب علم اور اہل ورع
کے لیے ہی اور صدق معرفت اہل ولایت کے لیے ہی جو زمین کے اوتاد ہین اور یہ سب اقسام یہ بلکہ
اُنہین اقسام مین آجاتے ہین جو ہمنے چھٹی قسم مین لکھے ہین اور ایک بات یہ ہی کہ اُنھون نے
وہ چیزین لکھی ہین جنمین صدق ہوتا ہی اور وہ بھی پوری نہین۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے
فرمایا ہی کہ صدق مجاہدے کا نام ہی اور یہ کہ تو اللہ پر دوسرے کو اختیار نہ کرے جیسے اُسنے تجھ پر غیر کو
اختیار نہین کیا چنانچہ فرمایا هُوَ اجْتَبٰىكُمْ اور منقول ہی کہ خدائے تعالی نے حضرت موسی
علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مین جب کسی بندے کو محبوب کر لیتا ہون تو اسپر ایسی بلائین بھیجتا ہون
جنکی تاب پہاڑون کو بھی نہو اور اس سے مجکو اسکا صدق دیکھنا منظور ہوتا ہی پھر اگر مین اسکو
صابر پاتا ہون تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہون اور اگر مضطرب اور واویلا کرنے والا پاتا ہون
کہ میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو اسکو رسوا کرتا ہون اور کچھ پروا نہین کرتا اس سے

معلوم ہوا کہ صدق کی علامتون مین سے یہ بھی ہو کہ مصیبتون اور طاعتون کو دونون کو چھپاوے اور
خلق کا واقف ہونا ان دونون پر برا جانے

آٹھوان باب مراقبہ اور محاسبہ کے بیان مین مشتمل چھ مقامات پر

رباعی

جو کام کرے نفس تو لے اُس سے حساب
میدان جزا مین ورنہ پائیگا عذاب
مرنا ہی قیامت ہو ہر ایک کے حق مین
نگرانی نفس چاہیے تجکو شتاب

واضح ہو کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہو وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِينَ اور فرمایا وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَا لِهٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا اور فرمایا يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوهُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اور فرمایا يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ اور فرمایا ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور فرمایا يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ اور فرمایا وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ان آیات کے مضامین سے اُن لوگون نے جو بندگان الٰہی سے اہل بصیرت ہین جان لیا کہ اللہ تعالی بندون کی گھات مین نگاہ ہو اور اُنسے حساب کا اُلجھاو اہو گا اور ذرہ ذرہ خطرون اور لحظون کی پوچھ پڑیگی اور ٹھان لیا کہ ان خطرون سے نجات کی صورت یہی ہو کہ ہمیشہ محاسبہ کیا کرین اور خوب نگران اپنے حال کے رہین ہر ایک سانس اور حرکت کا مطالبہ اپنے نفس سے رکھین اور ہر خطرہ و لحظہ مین اُس سے حساب لین اسلیے کہ جو کوئی اپنے نفس سے حساب لیے جانے سے پیشتر محاسبہ کرتا رہیگا اسکا حساب قیامت مین ہلکا ہو گا اور جواب بن پڑیگا اور اُسکا رجوع اور انجام وہان اچھا ہو گا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لیگا ہمیشہ پچتاویگا اور میدان قیامت مین بہت مدت تک کھڑا رہیگا اور اُسکی بُرائیان اُسکو رسوائی اور غضب مین مبتلا کرینگی پس جب اُنکو یہ امر منکشف ہوا تو اُنھون نے جان لیا کہ اِن خرابیون سے نجات کی صورت بدون طاعت الٰہی کے اور کوئی نہین اور اللہ تعالی نے حکم صبر اور نگاہداشت کا حکم فرمایا ہو جیسا کہ ارشاد فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا

پس انھون نے اپنے نفسون پر یہ نگاہداشت کی کہ اول اُنسے شرطین کین پھر نگران حال رہے
پھر حساب کیا پھر سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر عتاب کیا غرض کہ ایک نگاہداشت مین اُنکو چھ مقام حاصل
ہوے جنکی شرح اور بیان حقیقت اور فضیلت اور اُنکے اعمال کی تفصیل ضروری ہی اور اصل ان سب کی
محاسبہ ہی لیکن ہر ایک حساب بعد اُس کی شرط لگانے اور نگران رہنے کے ہوا کرتا ہی اور حساب کے
بعد اگر ٹوٹا معلوم ہو تو نوبت عتاب اور عقوبت کی پہونچتی ہی اب شرح ہر مقام کی ذکر کرتے ہین

پہلا مقام نفس سے اسمین شرط کرنے کا - جاننا چاہیے کہ جو لوگ تجارت کا معاملہ کرتے ہین اور
اسباب تجارت مین شریک ہوتے ہین اُن سب کی غرض حساب کے وقت یہ ہوتی ہی کہ کچھ نفع بچ رہے
اور جس طرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہی اور مال اُسکو سپرد کرتا ہی کہ تجارت کرے پھر اُس سے
حساب کیا کرتا ہی اسی طرح طریق آخرت مین تاجر عقل ہی اور اُسکا نفع اور مطلب نفس کا پاک صاف
کرنا ہی کیونکہ فلاح اسی کے تزکیہ پر موقوف ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور اُسکا تزکیہ اعمال صالحہ سے ہوتا ہی اور عقل ایسی تجارت مین نفس سے مدد لیتی ہی
یعنے اُسکو ایسے کامون مین لگاتی ہی جنسے اُسکا تزکیہ ہو جیسے تاجر اپنے شریک خواہ غلام
تجارت پیشہ سے مدد لیا کرتا ہی اور جس طرح کہ شریک سے تاجر فائدے کے باب مین جھگڑتا ہی اور اِس
بات کا محتاج ہوا کرتا ہی کہ پہلے کچھ شرطین اُس سے کرلے پھر اُسکا نگران حال رہے پھر حساب سمجھا کرے
پھر عقاب یا عتاب کیا کرے اسی طرح عقل بھی نفس سے ان چار باتون کی محتاج ہی اول تو اُس سے
شرطین کرلے کہ کچھ وظائف اُسپر مقرر کردے کہ اُنکا پابند رہا کرے اور طریق فلاح اُسکو بتلا کر تاکید
کردے کہ اسی راستے کو چلے دوم اُسکی نگرانی سے ایک دم غافل نہ رہے اسلیے کہ اگر اُسکو بے قید
چھوڑ دیگی تو اُس سے بجز خیانت اور راس المال کے تلف کردینے کے اور کچھ نہ دیکھیگی جیسے غلام خائن
میدان خالی پاکر اگر مال پر اپنا قابو دیکھتا ہی تو ایسا ہی کرتا ہی پھر نگرانی کے بعد اُس سے حساب
لینا چاہیے اور شروط اور اقرارون کو پورا کرانا چاہیے اسلیے کہ دنیا کی سوداگری جو بہت بڑی کم
نفع کی ہوتی ہی اسمین کوڑی کوڑی کا حساب ہوتا ہی اور یہ سوداگری تو وہ ہی جسکا نفع فردوس برین اور
انبیا اور شہدا کے ساتھ انتہائے مقامات پر پہونچتا ہی تو اسمین حساب کی رو سے بال کی کھال نکالنی اور
نفس پر تنگ گیری کرنی بہت ضرور ہی پھر دنیا کے منافع خواہ لاکھون ہی کے ہون آخر جاتے رہتے ہین تو ایسی
خیر مین جو دوام کو نہو کیا خیر ہی اس سے وہ شر ہی اچھی ہی جو دائمی نہو اسلیے کہ جب وہ جاتی رہیگی تو
ہمیشہ کو خوشی تو ہوگی اور غم تو جاتا ہی رہیگا اور اگر خیر جاتی رہیگی تو خیر کی خیر گئی اور اُسکا رنج ہمیشہ کو

رہیگا ہیچ ہی بیت

نہایت غم ہی ہمکو اُس خوشی سے	یقین جسکی جدائی کا ہمین ہو

اِس صورت مین ہر محتاط پر جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو واجب ہی کہ اپنے نفس کے حساب لینے سے اور تنگ گیری سے حرکات او سکنات اور خطرات اور ہر قدم مین غفلت نہ کرے اسلیے کہ عمر انسان مین جو سانس ہی وہ ایک ایسا جوہر ہی کہ جسکا کچھ عوض نہین اور اُس سے ایک خزانہ ایسا مول لیا جا سکتا ہی کہ جسکی دولت ابدالآباد تک تمام نہوپس ایسی سانسون کا ضائع ہونا یا ایسی باتون مین مصروف ہونا جو موجب ہلاک ہون بڑے نقصان عظیم کی بات ہی کسی عاقل کا نفس اسکو نہ مانیگا پس جب کوئی بندہ صبح کو اُٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک ساعت اپنے دل کو نفس سے شرط کرنے کے لئے فارغ کرے جیسے کہ تاجر اسباب سپرد کرنے کے وقت اپنے شریک کارندے سے شرائط کرنے کے لیے تنہا بیٹھا جاتا ہی دوسرے شخص کو اُس مجلس مین نہین آنے دیتا کہ شریک خوب ان شرائط کو سمجھ لے دوسری باتون سے طبیعت منتشر نہو پھر نفس سے یون کہے کہ میرا راس المال یہی عمر ہی جب یہ فنا ہو جاوگی تو اصل ہی جاتی رہیگی پھر تجارت اور طلب منفعت سے یاس ہو جاویگی اور اس آج کے دن مین اللہ تعالی نے مجکو مہلت دی ہی اور میری موت مین تاخیر فرمائی ہی اور مجھ پر انعام کیا ہی اگر بالفرض مجکو موت دیتا تو مین آخر یہی تمنا کرتا کہ ایک روز مجکو دنیا مین بھیج دے کہ مین عمل نیک کرون تو تو یہی سمجھ لے کہ مرنے کے بعد یہان واپس ہو کر اسی دن کے لیے آیا ہی تو خبردار اس دن کو تلف مت کرنا کہ ہر ایک سانس ایک جوہر بے مول ہی اور یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات مین چوبیس گھڑیان ہین اور حدیث مین وارد ہی کہ بندے کے ہر روز و شب مین چوبیس خزانے ایک قطار مین پھیلائے جاتے ہین اُنہین سے ایک خزانہ اُسکے لیے کھول دیا جاتا ہی تو اُسکو اپنے حسنات کے نور سے پُر دیکھتا ہی اور یہ وہ حسنات ہوتی ہین جو اُس گھڑی مین کی تھین اُن نورون کے دیکھنے سے جو بادشاہ جبار کے نزدیک اُسکا وسیلہ ہین اُسکو وہ فرحت اور سرور اور بشارت حاصل ہوتی ہی کہ اگر وہ سرور اہل دوزخ پر تقسیم کر دیا جاوے تو اتنی خوشی اُنکے حصے مین آوے کہ اُسکے مارے آگ کی تکلیف اُنکو کچھ معلوم نہو اور جس گھڑی مین کہ اُسنے خدا تعالے کی نافرمانی کی ہی اُسکا خزانہ کھولا جاتا ہی تو وہ سیاہ و تاریک ہوتا ہی اُسکی بدبو پھیلتی ہی اور اندھیری اُسکو دبا لیتی ہین اُس خزانہ کے دیکھنے سے اُسکو اس طرح کا خوف و دہشت چھاتی ہی کہ وہ دہشت اگر اہل جنت کو بانٹ دی جاوے تو اُنکا آرام و چین منغص کر دے اور ایک اور خزانہ اُسکے لیے منفتح ہوتا ہی کہ وہ خالی ہوتا ہی نہ اُسمین خوشی کی خبر ہوتی ہی نہ غم کی

یہ وہ ساعت ہوتی ہی جسمین بندہ سویا ہی یا غافل رہا ہی یا اور مباحات دنیوی مین لگا رہا ہی اِس خزانے کے دیکھنے سے وہ حسرت کرتا ہی کہ کیون خالی رہا اور اُسکو اُسمین ایسا خسارہ ہوتا ہی جیسے کسی کو بڑی سلطنت اور نفع کثیر کا خسارہ بعد قدرت کے اپنی غفلت سے ہو جاوے تو اس حسرت و غبن کا کیا ٹھکانا ہی اتنی ہی کافی ہی اسی طرح اُسپر اُسکی اوقات کے خزانے اُسکی زندگی بھر کھولے جایا کرتے ہین تو اپنے نفس کو کہے کہ آج تو ایسی کوشش کر کہ اپنے خزانے کو بھرے ایسا نہو کہ وہ اُس مال سے خالی رہ جاوین جو موجب تیری سلطنت کا ہی اور سستی اور کاہلی اور آرام طلبی کو کام مین مت لا ورنہ درجات علیین مین سے تجھسے وہ بات فوت ہو جاویگی جو دوسرے کو ملیگی اور تجھکو سوا اسے حسرت اور کچھ نہ ملیگا ہمیشہ افسوس کرتا رہیگا اور اگرچہ جنت مین جاویگا مگر غبن اور حسرت کی تکلیف کی برداشت نہوگی گو آگ کی تکلیف سے کم ہی چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہمنے مانا کہ گناہگار کی خطا معاف ہو جاویگی مگر یہ بھی تو ہی کہ اُسکو محسنون کا سا ثواب نملیگا اس قول مین اشارہ افسوس اور حسرت کی طرف ہی اللہ تعالی فرماتا ہی يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ یہ تو وصیت نفس کو اوقات کے باب مین ہوئی پھر اُسکو نئے سر سے وصیت ساتون اعضا کے باب مین یعنی آنکھ اور کان اور زبان اور شکم اور شرمگاہ و ہاتھ اور پانون مین کرے اور ان اعضا کو اُسکے سپرد کرے کیونکہ یہ اُس تجارت مین بمنزلہ نفس کے خادمون کے ہین اور انھین سے اس تجارت کے اعمال بھی تمام ہوتے ہین اور دوزخ کے سات دروازے ہین ہر دروازے کے لیے ایک جز تقسیم ہو جاویگا اور یہ دروازے اُس شخص کے لیے متعین ہونگے جو ان اعضا سے خدا تعالی کی نافرمانی کرے پس نفس کو وصیت کرے کہ انکو خدا تعالی کی نافرمانی سے محفوظ رکھے آنکھ کو غیر محرم کی طرف یا کسی مسلمان کے ستر کی طرف دیکھنے یا اُسکو حقارت سے نظر کرنے سے بچاوے بلکہ ہر ایک فضول سے جسکی حاجت نہو محفوظ رکھے اسلیے کہ اللہ تعالی اپنے بندے سے نظر فضول کی پرسش کریگا جیسے کہ کلام فضول کی پرسش کریگا پھر جب آنکھ کو ان چیزون کی طرف سے روکنا تو ایسے امور مین لگانا جو تجارت کے ہون اور انمین نفع ملے اور وہ اشیا وہ ہین جسکے واسطے آنکھ پیدا ہوئی ہی یعنی چشم عبرت سے خدا تعالی کی عجائب صنعتون کو دیکھنا اور اقتدا کرنے کے لیے اعمال خیر پر نظر ڈالنی اور کتاب اللہ اور حدیث رسول کریم کو دیکھنا اور نصیحت و استفادہ کے لیے کتب حکمت کا مطالعہ کرنا وغیرہ امور خیر سب مفصل کہدیے اسی طرح شرح وار ہر ہر عضو کے باب مین سنا دیے بخصوص زبان اور شکم کے باب مین تاکید زیادہ کردی اسلیے کہ زبان سرشت کی رو سے چلی جاتی ہی اور چلنے مین اُسکو کچھ مشقت نہین معلوم ہوتی مگر اُسکی خطائین مثل غیبت اور جھوٹ کے اور اپنے نفس کو صاف بتانا دوسرون کو

برا کہنا کھانون کی مذمت کرنی دشمنون پر لعنت اور بد دعا کرنی اور کلام مین خصومت کرنی وغیرہ
بہت خراب ہین چنانچہ باب آفات زبان مین اُنکا ذکر ہوچکا پس زبان ان آفات کے درپے رہتی ہی
باوجودیکہ پیدا اسواسطے ہوئی ہی کہ ذکر کرے اور لوگون کو نصیحت ذکر کی کرے اور علمی بحث اور تعلیم
اور خداے تعالی کے بندون کو اُسکا راستہ بتانے اور آپسمین دو شخصون کے جو بگاڑ ہو اُسکے درست
کرنے مین مصروف رہے تو نفس سے شرط کرلے کہ دن بھر بجز ذکر کے زبان کو نہ ہلاوے ایماندار کی
گفتگو ذکر ہی ہوتا ہی اور اُسکی نظر عبرت کے لیے ہی اور سکوت فکر کے لیے علاوہ ازین خداے تعالی
فرماتا ہی مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ تو سواے ذکر کے سکوت ہی مناسب ہی
اور شکم کو بزور اس بات پر سلاوے کہ حرص چھوڑدے اور حلال روزی سے تھوڑا کھانے کا عادی ہو
شبہہ کی چیزون سے احتراز کرے اور شہوات سے اُسکو روککر مقدار ضرورت پر اکتفا کرے۔
اور اپنے نفس پر یہ شرط بھی لگائے کہ اگر ان باتون مین سے کسی کے خلاف کریگا تو تجکو یہ سزا دونگا کہ
شکم کے شہوات سے بالکل روک دونگا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث اُسنے حاصل کیا ہو اُس سے
زیادہ جاتا رہے اسی طرح نفس پر سب اعضا کے باب مین شرط کرے سب کا لکھنا طول چاہتا ہی اور
اعضا کے طاعات اور معاصی کچھ مخفی بھی نہین کہ جنکے لکھنے کی ضرورت ہو۔ پھر اعضا کے باب مین وصیت
کرنے کے بعد نفس کو وصیت اُن طاعات کی کرے جو روز و شب مین کئی کئی بار ہوتی ہین پھر نوافل کے
باب مین وصیت کرے جنپر نفس قادر ہی اور بہت سے کرسکتا ہی اور اُن نوافل کی تفصیل اور کیفیت اور
اُنکے اسباب سے آمادگی کی کیفیت سب مرتب کہدے اور یہ شرطین ایسی ہین کہ اُنکی حاجت ہر روز
ہوا کرتی ہی مگر انسان جب اُنکا عادی چند روز رہتا ہی تو نفس ان سب شغلون کے پورا کرنے مین
تن دیتا ہی تو پھر حاجت شرط کی نہین رہتی اور اگر بعض شروط مین اطاعت کرتا ہی تو نئے سرے سے شرط
کرنے کی حاجت باقی ہی۔ اور ازانجا کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جسمین ایک نئی مہم اور نیا واقعہ
نہوتا ہو اور اُسکا حکم علٰحدہ اور خداے تعالی کا حق اُسمین جدا نئے طور کا ہوتا ہو اور یہ بات دنیا کے
اعمال مین مشغول ہونے والون کو بھی اکثر ہوا کرتی ہی مثلاً حکومت اور تجارت اور تعلیم مین کم کوئی
دن ہوتا ہوگا جسمین کوئی نیا معاملہ نہوتا ہو اور اُسمین اللہ تعالی کے حق ادا کرنے کی حاجت
نہ پڑتی ہو تو اسی لیے اپنے نفس سے یہ شرط بھی کرلے کہ ایسے معاملات مین مستقیم رہے اور امر حق کی
اطاعت کرے اور نیز بیکار رہنے کے انجام سے نفس کو ڈراوے اور اُسکو نصیحت ایسی طرح کرے جیسے
بندہ بھاگا ہوا سرکش نصیحت کیا جاتا ہی کیونکہ نفس بھی طبع کی رو سے طاعات سے سرکش ہی

عبودیت سے منحرف ہونے کو چاہا کرتا ہی مگر وعظ و ادب دینا اسمین تاثیر کرجاتا ہی چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہی وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ پس اس طرح کی شرائط نفس سے کرنی
مقام اول اُسکے ساتھ نگاہداشت کا ہی اور اسکا نام محاسبہ قبل عمل ہی اور محاسبہ کبھی بعد
عمل کے ہوتا ہی اور کبھی قبل عمل کے ڈرانے کے لیے کیا کرتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ اور یہ آیندہ کے لیے ہی۔ اور جو نظر کہ کثرت
اور مقدار مین واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہی اُسکو محاسبہ کہا کرتے ہین پس بندہ
اگر دن بھر اپنے سامنے کے اعمال مین نظر رکھیگا اس غرض سے کہ انکا حال کم و بیش ہونے کا
معلوم ہو جاوے تو یہ امر بھی داخل محاسبہ ہی اللہ تعالی فرماتا ہی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا
اور فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ اُسکو ڈرانے کے لیے اور آیندہ کو
احتراز کرنے پر تنبیہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہین کہ ایک
شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے استدعاے وصیت او نصیحت کی کی آپ نے فرمایا کہ جب
تو کسی امر کا ارادہ کرے تو اُسکا انجام سوچ لے اگر انجام بہتر ہو تو اُس کام کو کر اور جو خراب ہو
تو اُس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جب تم چاہو کہ عقل ہواے نفسانی پر غالب رہے تو کسی
شہوت کو پورا نہ کرو جب تک انجام کو نہ دیکھ لو اسلیے کہ خواہش کے نہ پورا ہونے کی نسبت کہ دل مین
پشیمانی کا رہنا زیادہ بُرا ہی۔ اور حضرت لقمان سچ کہتے ہین کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہی تو ندامت سے
بچ رہتا ہی اور شداد بن اوس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے
فرمایا الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ
دَانَ نَفْسَهُ کے معنی یہ ہین کہ حساب لے نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہین اور
کلام مجید مین أَئِنَّا لَمَدِينُونَ کے معنی بھی یہی ہین کہ حساب لیے جاوینگے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین
کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ تمسے محاسبہ کیا جاوے اور اُسکو وزن کرو پیشتر اس سے
کہ وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کے لیے مستعد ہو رہو۔ اور حضرت ابو موسی اشعری رض کو لکھا کہ اپنے
نفس سے سختی کے حساب سے پیشتر راحت کے وقت مین حساب لو اور حضرت کعب احبار سے
پوچھا کہ محاسبہ کا حال کتاب اللہ مین تمنے کیسے دیکھا ہی اُنھون نے عرض کیا کہ اسمین لکھا ہی
کہ زمین کے حساب کرنے والے کو آسمان کے حساب کرنے والے سے ہلاکی ہی حضرت عمر رض

اُنپر وضو کیلیئے اُٹھے اور فرمایا کہ بجز اُسکے جو اپنے نفس کا حساب لے حضرت کعب رض نے
عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ استثنا اسکے برابر ہی توریت مین مذکور ہی کوئی اور کلمہ بیچ مین نہین اور
اِس سب مین اشارہ آیندہ کے محاسبے کے لیے اسواسطے کہ فرمایا ہی مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا
بَعْدَ الْمَوْتِ اسکے یہ معنی ہین کہ امور کو اول وزن کرلے اور خوب تامل اور تدبر انمین کرکے پھر انکے
کرنے پر جرأت کرے - **دوسرا مقام مراقبے کے باب مین** - جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کرے
اور اُسپر شرائط مندرجۂ بالا کر رکھے تو پھر یہ بات چاہیے کہ جب وہ اعمال مین داخل ہو تو اُسکا ملاحظہ
بچشم حفاظت کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جاویگا تو خراب اور سرکش ہو جاویگا پس اول ہم
فضیلت مراقبے کی بیان کرتے ہین پھر اُسکے درجات ذکر کرینگے -

بیان اول فضیلت مراقبے مین - حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جو احوال احسان کا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو فرمایا کہ تم خدا ے تعالی کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اُسکو دیکھتے ہو اور
آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا ے تعالی کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اُسکو دیکھتے ہو پس اگر یہ بات
نہو کہ تم اُسکو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ تمکو دیکھتا ہی اور اللہ تعالی نے فرمایا ہی اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰی
كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور فرمایا اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰی اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ
رَقِيْبًا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ
بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُوْنَ اور حضرت ابن مبارک رح نے ایک شخص کو فرمایا کہ راقب اللہ اُسنے
اسکے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ ایسی طرح رہو کہ گویا خدا ے تعالے کو دیکھتے ہو -
اور عبد الواحد بن زید رح فرماتے ہین کہ جب میرا آقا مجکو دیکھتا ہی تو مین دوسرے کی پروا نہین کرتا
اور ابو عثمان مغربی رح فرماتے ہین کہ جو چیزین آدمی راہ سلوک مین اپنے نفس پر لازم کرتا ہی اُن
سب مین بہتر محاسبہ اور مراقبہ اور اپنے علم سے اپنے عمل کی سیاست ہی - اور ابن عطا رح
فرماتے ہین کہ سب سے بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق کا ہی - اور جریری رح کا قول ہی کہ ہمارا یہ امر دو اصل پر
مبنی ہی ایک یہ کہ اپنے نفس پر خدا ے عز وجل کا مراقبہ لازم کرے دوسرے یہ کہ علم ظاہر اعمال پر
قائم ہو - اور ابو عثمان رح کہتے ہین کہ جب تو لوگون مین بیٹھے تو اپنے نفس و قلب کا واعظ رہ
ایسا نہو کہ اُنکے پاس ہونے سے تو مغالطہ کھاوے کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو دیکھتے ہین اور
خدا ے تعالے باطن کو - اور منقول ہی کہ کسی بزرگ کا ایک شاگرد جوان تھا اُسکی تعظیم
بہت کرتے اور اُسکو اورون پر مقدم کرتے اُنکے اور مریدون نے عرض کیا کہ آپ

اسکی تعظیم کرتے ہین حالانکہ وہ جوان ہے اور ہم بوڑھے ہین انھون نے چند پرند منگائے اور ایک
ایک مرید کو ایک جانور اور ایک چھری دی اور کہا کہ اسکو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور
اس جوان کو بھی یہی کہا تو سب مرید اپنا اپنا پرند ذبح کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی ہٹا لایا شیخ نے
پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیون کے موافق ذبح کیون نہ کیا اُسنے کہا کہ مجکو ایسی جگہ کوئی نہ ملی جہان کوئی نہ دیکھے
اسلیے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ مجکو دیکھتا تھا سب مریدون نے اُسکے اس مراقبے کو پسند کیا اور اسکی فضیلت کے
مقر ہوے - اور روایت ہے کہ جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوئی تو اُٹھکر ایک
بت کا مُنھ ڈھانک دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو تو ایک پتھر کے دیکھنے سے
حیا کرتی ہے مجھے کیا ہوا ہے کہ بادشاہ جبار کے دیکھنے سے شرم نہ کرون - اور بعض جوانون کے حال مین
لکھا ہے کہ اُسنے کسی لونڈی سے مباشرت چاہی اُسنے کہا کہ تجکو حیا نہین آتی جوان نے کہا کہ مین
کس سے حیا کرون ہمکو تارون کے سوا اور کون دیکھتا ہے اُسنے جواب دیا کہ پھر تارون والا کہان گیا
وہ بھی تو دیکھتا ہے - اور ایک شخص نے حضرت جنید رح سے پوچھا کہ آنکھ بند کرنے پر مین کس چیز سے
مدد لون آپ نے فرمایا کہ یہ جانا کر کہ جس چیز کی طرف تو دیکھتا ہے تیری نگاہ اُسپر پیچھے پہونچتی ہے اور ناظر
حقیقی کی نگاہ تجھپر اول پہونچی ہے اور یہ بھی آپ کا قول ہے کہ مراقبے مین پکا وہی ہوتا ہے جسکو خوف ہو کہ
میرا حظ پروردگار سے جاتا رہیگا - اور حضرت مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ جنات عدن جنات فردوس
مین سے ہین اور اسکی عورتین جنت کے گلاب سے بنی ہین کسی نے پوچھا کہ اُن جنتون مین کون رہیگا
آپ نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنات عدن مین وہ لوگ رہینگے کہ جب قصد معاصی کا کرین تو
میری عظمت یاد کرین اور میرا لحاظ کرین اور وہ لوگ کہ جنکی کمرین میرے خوف کے مارے جھک گئی ہین
قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی کہ مین اہل زمین کے عذاب کا قصد کرتا ہون مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس
والون کی طرف دیکھتا ہون تو اُنسے عذاب ہٹا لیتا ہون - اور محاسبی رح سے جو مراقبے کا حال
پوچھا تو فرمایا کہ اُسکا شروع یہ ہے کہ دل کو علم قرب پروردگار کا ہو - اور مرتعش کا قول ہے کہ مراقبہ یہ ہے
کہ ہر لحظہ اور ہر کلمے پر غیب کے ملاحظے کے واسطے باطن کی رعایت رکھے - اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
فرشتون سے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہر پر مقرر ہو اور مین باطن کو دیکھتا ہون - اور محمد بن علی ترمذی رح
فرماتے ہین کہ اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کر جسکی نظر سے تو غائب نہو اور شکر ایسے کا کر جسکی نعمتین تجھسے منقطع نہون
اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہین اور خضوع اس شخص کے لیے کر جسکی ملک اور سلطنت سے
تو نہ نکلے - اور حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ بندے کے دل کو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہین ہوتا

جتنا اس بات سے ہوتا ہے کہ یون جانے کہ جہان ہین ہونگا خدای تعالی میرا شاہد رہیگا - اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ کے کیا معنی ہین اونھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی کہ رضا اوسکی ہوگی جسنے خدای تعالی کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور معاد کے لیے توشہ حاصل کیا - اور حضرت ذوالنون رح سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت کو پہونچتا ہے اونھون نے فرمایا کہ پانچ باتون سے ایک استقامت جسمین کجی نہو دوسرے اجتہاد جسمین سہو نہو تیسرے ظاہر باطن مین خدا ے تعالی کا مراقبہ چوتھے موت کی انتظاری اور اوسکی تیاری پانچوین نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اوس سے حساب لیا جاے اور مراقبہ کے باب مین کسینے شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی اشعار

گر کسی روز تو تنہا ہو نہ کہہ تنہا ہون — بلکہ خالق ہے ترے حال کا ہردم نگران
جان مت اوسکو کہ اکدم کو ہو تجھسے غافل — اور جو بات چھپاوے رہے اوس سے پنہان
دیکھہ تو کیسی چلی آتی ہے کل آج کے بعد — آج کل ہی مین فنا ہوتی ہے عمر انسان

اور حمید طویل نے سلیمان بن علی رح سے کہا کہ مجکو کچہ نصیحت کرو اونھون نے فرمایا کہ جب تم گناہ کرتے ہو تو دو حال سے خالی نہین یا یہ گمان کرتے ہو کہ خدای تعالی تمکو دیکھتا ہی تب تو تم بڑی ہی جرات کرتے ہو اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ نہین دیکھتا تو کافر ہو اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ مراقبہ ایسے شخص کا اپنے اوپر لازم کرو جس سے کوئی خفیہ امر پوشیدہ نہین اور توقع ایسی ذات سے رکھو جو وفا کی مالک ہی اور خوف ایسے شخص سے رکھو جو عقوبت کا مالک ہے - اور فرقد سنجی رح کہتے ہین کہ منافق تاکتا رہتا ہے جب کسیکو نہین دیکھتا تو برائی کی راہ مین داخل ہو جاتا ہی مگر صرف لوگونکو تاکتا ہی خدای تعالی کا لحاظ نہین کرتا - اور عبد اللہ بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین حضرت عمر بن خطاب رض کے ساتھہ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب مین کسی جگہ اوترے آپ کے پاس ایک چرواہا پہاڑ پر سے آیا آپ نے اوس سے فرمایا کہ ان بکریون مین سے ایک میرے ہاتھہ بیچڈال اوسنے عرض کیا کہ مین غلام ہون مجکو اختیار فروخت نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اوسکو بھیڑیا کھا گیا اوسنے عرض کیا کہ پھر خدا کو کیا کہون وہ تو دیکھتا ہے حضرت عمر رض روئے پھر آپ اوسکے ساتھہ ہوے اور اوسکے آقا سے اوسکو خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا کہ اس بات نے تجکو آزاد کرا دیا اور مجکو توقع ہی کہ آخرت مین بھی تجکو آزاد کر دے

دوسرا بیان مراقبے کی حقیقت اور اوسکے درجات مین - واضح ہو کہ مراقبے کی حقیقت یہ ہے کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ کا اوسکی طرف پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے باعث سے کسی بات سے

اختیار کرے تو کہا کرتے ہین کہ یہ فلانے کا لحاظ کرتا ہے اور اہل تصوف کی مراد مراقبے سے وہ
حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اوس حالت سے کچھ اعمال اعضا مین اور
کچھ دل مین پیدا ہوا کرتے ہین۔ پس حالت تو یہ ہے کہ قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اوسکی طرف
مشغول اور ملتفت رہنا اور اوسکو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا۔ اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے
وہ یہ ہے کہ خدای تعالی کو عالم دل کی باتون اور باطن کے احوال کا جاننا اور بندے کے اعمال پر
اوسکو رقیب سمجھنا اور سب لفسون کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ قلب کا بھید اوسکے سامنے
ایسا عیان ہے جیسے پوست ظاہری انسان کا خلق پر عیان ہے بلکہ اوس سے بھی زائد پس یہ معرفت
جب یقینی ہو جاتی ہے یعنی شک سے خالی ہوتی ہے اور پھر دل پر غالب ہو کر اوسکو دبا لیتی ہے تو
قلب کو پاسداری رقیب کی طرف لیجاتی ہے اور اوسکی ہمت کو رقیب کیطرف پھیر دیتی ہے اور اسمین
کچھ تعجب کی بات نہین کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین تو ہو مگر اوسپر وہ غالب نہو جیسے موت کا علم کہ اسمین
شک تو نہین مگر دل پر اسکا غلبہ نہین ہوتا بہرحال جو لوگ اس معرفت کے یقین کرنے والے ہین وہ مقرب
ہین اور اونکی دو قسمین ہین ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب یمین اسلیے اونکا مراقبہ بھی دو طرح کا ہے
اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کے لیے ہوتا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ دل اوس
جلال کے ملاحظے مین ڈوب جاتا ہے اور اوسکی ہیبت سے شکستہ ہو جاتا ہے پھر اوسمین گنجایش
دوسرے کی طرف التفات کی نہین رہتی اور اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل مین ہم زیادہ نظر نہین
کرتے اسلیے کہ اوسکے اعمال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہین اور اعضای ظاہری تو مباحات کی طرف
بھی التفات نہین کرتے ممنوعات کا تو کیا ذکر ہے اور جب طاعات کے لیے حرکت کرتے ہین تو
ایسے ہوتے ہین کہ گویا اونھین مین منسخر ہوے ہین اسلیے اونکی حفاظت کے باب مین اور درست
رکھنے مین کچھ حاجت تدبیر اور توقف کی نہین بلکہ جو شخص کہ بالکل راعی کا مالک ہے وہ رعیت کو آپ
درست کر دیتا ہے اور یہان دل راعی ہے اور اعضا اوسکی رعیت تو جب دل مستغرق معبود مین ہوگا
تو اعضا بے تکلف سیدھے اور درستی ہی پر چلینگے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہے جسکو ایک ہی فکر ہو اور
اللہ تعالی نے اوسکو سب فکرون سے بچا دیا ہو اور جو شخص اس درجے پر پہونچ جاتا ہے وہ کبھی
خلق سے اتنا غافل ہوتا ہے کہ جو شخص اوسکے پاس آوے اوسکی بھی خبر اوسکو نہین ہوتی اور باوجود
آنکھین کھلی ہونے کے اوسکو نہین دیکھتا اور اگر کچھ اوس سے کہا جاوے تو باوجود بہرا نہ ہونے کے
نہین سنتا اور کبھی اوسکا بیٹا پاس کو چلا جاتا ہے اور اوس سے کلام نہین کرتا چنانچہ ایسا بعض

اکابر کے واسطے ہوجاتا تھا آپر جو کسی نے اس باب مین عتاب کیا تو اُس سے کہا کہ جب تیرے پاس کو
نکلے تو مجھے ہلا دینا۔ اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو اسلیے کہ ایسی بات کی نظیر آن لوگون مین پاؤ گے
جو بادشاہان زمین کی تعظیم کرتے ہین یہان تک کہ بادشاہی خادم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپر کچھ ہوجاوے
خبر نہین ہوتی اسلیے کہ بادشاہی مجلس مین بادشاہون کی تعظیم مین ڈوبے رہتے ہین اور آپر کیا
موقوف ہے کبھی آدمی کا دل کسی دنیاوی ادنی کام مین اگر مشغول ہوتا ہے تو اسمین ایسا فکر مین
ڈوب جاتا ہے کہ اگر کہین کو جاتا ہے تو جس جگہ جانا منظور تھا وہان سے آگے نکل جاتا ہے اور جس کام
کے لیے اوٹھا تھا وہ بھول جاتا ہے عبد الواحد بن زید رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس زمانے مین
بھی کوئی ایسا شخص جانتے ہین جو اپنے حال مین مشغول ہوکر خلق سے بیخبر ہو آپ نے فرمایا کہ مین ایسا
صرف ایک شخص کو جانتا ہون جو ابھی تمھارے پاس آویگا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام
داخل ہوے آپ نے اُنسے پوچھا کہ تم کہان سے آئے ہو اُنھون نے کسی جگہ کا نام لیا ایسا کہ اُسکا
راستہ بازار مین تھا آپ نے پوچھا کہ راستے مین تمسے کون ملا تھا اُنھون نے کہا کہ مین نے تو کسی کو
نہین دیکھا اور حضرت یحیی علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کہ آپ چلے جاتے تھے ایک عورت کے جو دھکا لگا تو وہ
منہ کے بھل گر گئی لوگون نے کہا کہ آپ نے اُسکو دھکا کیون دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کے سوا
اور کچھ نہین معلوم ہوتا تھا اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیراندازی کرتے تھے
اور ایک شخص اُنسے فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا مین اُسکی طرف کو بڑھ گیا اور چاہا کہ کچھ گفتگو کرون اُسنے
کہا کہ خدا ہی تعالی کا ذکر خوشگوار زیادہ ہے مین نے پوچھا کہ آپ تنہا ہین اُسنے کہا کہ میرے ساتھ
میرا پروردگار اور دو فرشتے ہین مین نے پوچھا کہ ان لوگون مین سے بڑھا ہوا کون ہے
اُسنے کہا کہ جسکو خداے تعالے بخش دے مین نے پوچھا کہ راستہ کہان ہے اُسنے اشارہ آسمان کی طرف
کیا اور آٹھ کر یہ کہتا ہوا چلدیا کہ تیری اکثر مخلوق تجھسے غافل ہے تو یہ گفتگو ایسے ہی شخص کی ہے جو خدا ہی تعالی
کے مشاہدے مین اتنا ڈوبا ہو کہ جو کچھ کہے وہ بھی اُسی کا ذکر ہو جو سُنے تو اُسی کے باب مین سُنے
ایسے شخص کو احتیاج اپنی زبان اور اعضا کے مراقبے اور نگرانی کی نہین اسلیے کہ وہ بدون
اُس حالت کے جسمین وہ ہے اور کسی چیز مین حرکت ہی نہین کرتے اور حضرت شبلی رح حضرت ابوالحسین
نوری رح کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک گوشے مین جب جاپ دلجمعی سے بیٹھے ہین کوئی چیز ظاہر مین
حرکت نہین کرتی حضرت شبلی رح نے فرمایا کہ تمنے یہ مراقبہ اور سکون کہان سے سیکھا اُنھون نے فرمایا کہ
ہمارے یہان ایک بلی تھی جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلون کے پاس گھات لگاکر بیٹھتی اور اپنا بال تک

نہین ہلاتی تھی اوس سے مین نے یہ طریق سیکھا ہے۔ اور ابو عبد اللہ بن خفیف کہتے ہین کہ مین نے ابو علی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانے کا قصد کیا مجھسے عیسی بن یونس مصری نے جو زاہد کر کے معروف تھے کہا کہ موضع صور مین ایک جوان اور ایک ادھیڑ مراقبے کے حال پر ایک جا بیٹھے ہین اگر تم اونکو ایک نظر دیکھ لو تو غالبًا تمکو نفع ہوگا یہ سنکر مین صور مین بھوکا پیاسا داخل ہوا میری کمر مین ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے مین مسجد مین جو گیا تو دو شخصون کو دیکھا کہ قبلہ رخ بیٹھے ہوے ہین مین نے سلام کیا اونھون نے جواب ندیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سنا مین نے اونکو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دین جوان نے اپنی گدڑی سے سر اوٹھایا اور میری طرف دیکھکر کہا کہ ای خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی مین سے بھی تھوڑی ہی رہی ہے تو اس تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کر لے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی بھر میری طرف دیکھا میری بھوک پیاس سب جاتی رہی اور ہمہ تن مجکو اونھون نے لے لیا پھر جوان نے اپنا سر جھکا لیا مین اون دونون کے پاس یہانتک رہا کہ ظہر اور عصر وہین پڑھی جب عصر پڑھ چکے تو مین نے کہا کہ مجکو نصیحت کرو اوس جوان نے میری طرف سر اوٹھایا۔ اور کہا کہ ای خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہین ہمکو زبان نصیحت نہین ہین اونکے پاس تین دن رہا کہ نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور اون دونون نے بھی خواب خورش کچھ نہ کی اوسکے بعد مین نے اپنے جیمین کہا کہ مین انکو قسم دون کہ مجکو کچھ نصیحت کرین شاید مجکو انکی نصیحت مفید ہو پس جوان نے اپنا سر اوٹھایا اور کہا کہ ای خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت لازم رکھنا جسکے دیکھنے سے تجکو خدای تعالی یاد آوے اور اوسکی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجکو زبان فعل سے نصیحت کرے زبان قول سے کچھ نہ کہے والسلام اب آپ تشریف لیجاوین پس جن لوگون کے دل پر تعظیم اور اجلال غالب ہوتی ہے اونکے مراقبے کا حال ایسا ہوا کرتا ہے کہ اونمین گنجایش اور غیر کی باقی ہی نہین رہتی۔ دوسرا درجہ اصحاب یمین مین سے پرہیزگارون کا ہے وہ وہ لوگ ہین کہ اونکے دلون پر یہ بات تو یقینا غالب ہے کہ خدای تعالی ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہے مگر بلاحظۂ جلال نے اونکو مدہوش نہین کیا بلکہ اونکے دل حد اعتدال پر باقی رہے اور اونمین گنجایش اس بات کی بھی رہی کہ احوال و اعمال پر التفات کرین مگر باوجود مواظبت اعمال کے مراقبہ سے جدا نہین ہے ہان اونپر خدای تعالی سے حیا کا غلبہ ہے اسیلیے اگر کسی کام کی جرات کرتے ہین تو توقف اور تامل کے ساتھ اور اگر رکتے ہین تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت مین رسوائی ہو اوسکے گرد نہین پھرتے اسلیے کہ وہ دنیا ہی مین خدای تعالی کو اپنے اوپر مطلع جانتے ہین تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہے

اور ان دونون درجون کے اختلاف کا حال مشاہدات سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص
خلوت مین کوئی کام کرتا ہو اور اوسکے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجاوے اور اوسکو معلوم ہو جاوے
کہ میرے کام کی اطلاع اسکو ہو گئی تو وہ اوس سے حیا کرنے لگے گا اور اچھی طرح بیٹھ جاویگا او ظاہر ہی
کہ لڑکے اور عورت کی تعظیم کے باعث درستی نشست و برخاست کی نہین کرتا بلکہ حیا کے باعث
کرتا ہے اسلیے کہ اونکا مشاہدہ اگرچہ مدہوش و مستغرق نہین کرتا مگر حیا البتہ جوش مین لاتی ہے اور کبھی
ایسا ہوتا ہی کہ کوئی بادشاہ یا دوسرا بزرگ اوسکے پاس آجاتا ہے تو اوسکی تعظیم اتنا مستغرق کردیتی ہے
کہ تمام کامون کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہین ہوتا بلکہ تعظیم کی جہت سے ہوتا ہی
اسیطرح بندونکے مرتبے خدای تعالی کے مراقبہ مین مختلف ہوا کرتے ہین اور جو شخص اس درجہ مین ہوتا ہی
وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے سب حرکات اور سکنات اور خطرات و لحظات اور سب اختیارات
کو نگران رہے اور ان اشیا مین اوسکی دو نظرین ہونی چاہیین ایک عمل سے پہلے اور ایک عین
عمل کے اندر پہلے عمل کے تو دیکھنا چاہیے کہ جو مجکو ظاہر ہوا ہے اور جسکے واسطے میری خاطر نے
حرکت کی ہے وہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے یا وہ ہوای نفس یا اتباع شیطان مین ہے ہر
جب تک یہ امر منکشف نہو تب تک اوس فعل کی مبادرت نکرے بلکہ ٹھہرا رہے پس جب نور الٰہی سے
معلوم ہو جاوے کہ یہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے تو اوسکو کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ امر
غیر اللہ کیواسطے ہی تو اوس سے باز رہے اور خدای تعالی سے شرم کرے پھر اپنے نفس کو ملامت کرے
کہ اوسکی رغبت اور میل اور قصد کیون کیا اور اوسکو اوسکے فعل کی بدی سمجھاوے کہ تو اپنی رسوائی مین
سعی کرتا ہے اور اپنا دشمن ہے اگر خدای تعالی اپنی عظمت سے تلافی نفرماوے تو تیری آنکھین ٹھکانا نہ لگی
اور ابتدای امور مین یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہی کسیکو اس سے مفر نہین اور حدیث مین
آیا ہے کہ بندے کے لیے ہر حرکت مین گو ذراسی ہی کیون نہو تین دفتر کھولے جاوینگے پہلے مین یہ ہوگا
کہ یہ کام کیون کیا دوسرے مین ہوگا کہ کسطرح کیا تیسرے مین ہوگا کہ کسکے لیے کیا یعنی اول سوال ہوگا
کہ تو نے جو یہ کام کیا تو اس نظر سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت کے میل سے
اوسکی رغبت کی پس اگر اس سوال سے بچ گیا یعنی خدای تعالی ہی کیواسطے اوس کام کا کرنا ضرور تھا
تو دوسرا سوال ہوگا کہ یہ کام کسطرح کیا یعنی ہر عمل مین خدای تعالی کے لیے شرط اور حکم جسکی مقدار اور
وقت اور صفت بدون علم کے معلوم نہین ہوتی تو اوس سے کہا جاویگا کہ تو نے یہ کام علم یقینی سے
کیا یا جہل اور گمان سے پھر اگر اس سوال سے بھی بچ گیا تو تیسرا سوال ہوگا کہ کسکے لیے عمل کیا یعنی

بازپرس اخلاص کی ہوگی کہ خاص رضاے الٰہی کے لیے کیا ہی اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو نباہا ہی تب تو
تیرا اجر خداے تعالی پر ہی اور اگر اپنے جی سے مخلوق کے دکھلانے کو کیا ہی تو اوسی سے جا کر اپنا اجر لے
اور اگر اسواسطے کیا ہے کہ کچھ دنیا اسکے باعث ملجاوے تو وہ ہم تجکو دے ہی چکے ہین اور اگر سہو و غفلت
کے ساتھ کیا ہے تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سعی برباد ہوگئی اور اگر میرے غیر کیواسطے کیا ہی
تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا اسلیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا میری نعمتون مین
چین اوڑاتا تھا پھر دوسرے کے لیے عمل کے کیا معنی کیا تو نے میرا قول نہین سنا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ اور اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ تیرا برا ہو کیا تو نے نہین سنا کہ مین فرماتا ہون اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ
الْخَالِصُ پس جب بندہ جانتا ہے کہ میرے پیچھے اتنے مطالبات اور جھڑکیان لگینگی تو وہ اپنے نفس کا
مطالبہ اوس بڑے مطالبے سے پہلے ہی کرنے لگتا ہے اور سوال کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہے مگر
جواب کا با صواب ہونا چاہیے پس اگر کوئی کام شروع سے ہی کرے خواہ دوبارہ کرے دونون صورتون مین
تامل کے بعد کرے اگر پلک یا اونگلی ہلاوے وہ بھی بعد تامل کے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذ رض سے فرمایا تھا کہ آدمی اپنی آنکھون کے سرمے اور گارا توڑنے اور اپنے بھائی کا کپڑا
چھونے پر بھی پوچھا جاویگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ پہلے اکابر کا دستور تھا کہ اگر کچھ صدقہ
کیا چاہتے تو تامل اور توقف کرتے اور اگر معلوم ہو جاتا کہ خدا کیواسطے ہے تو دیتے اور یہ بھی بعضین کا
قول ہے کہ خداے تعالی رحم کرے اوس بندے پر جو اپنے قصد کے وقت ٹھہر جاوے پھر اگر خداے تعالی
کیواسطے وہ قصد ہو تو اوسکو پورا کرے اور اگر اوسکے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر کرے۔ اور حدیث
سعد رض مین مذکور ہے کہ جب اونکو سلمان فارسی رض نے وصیت کی تو فرمایا کہ اپنے قصد کے وقت
خداے تعالی سے خوف کیا کر جب کبھی قصد کرے۔ اور محمد بن علی فرماتے ہین کہ ایماندار توقف کرنیوالا
اور تامل کرنے والا ہوتا ہے کہ اپنے قصد کے وقت توقف کیا کرتا ہی ایسا نہین ہوتا جیسا رات کو
لکڑیان جمع کرنیوالا یعنی وہ جلدی مین خاک بلا سب اوٹھا لیتا ہے ایماندار ایسا نہین ہوتا۔ اس
مراقبے مین یہ اول نظر کا حال ہے اور اس سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو علم متین حاصل ہو
اور اسرار اعمال اور نفس کی غورین اور شیطان کی مکرین معرفت حقیقی موجود ہو پس جب تک کہ اپنے
نفس اور رب اور اپنے دشمن ابلیس کو نپہچانیگا اور یہ نہ پہچانے گا کہ ہواے نفس کے موافق کیا چیز ہی اور اون
اور اوس چیز مین جسکو خداے تعالے محبوب اور پسند کرتا ہے یعنی اوسکی نیت اور قصد اور فکر اور

حرکت وسکون مین سے کون سی خدای تعالی کے پسند ہی اور کونسی موافق ہوای نفس کے ہے آئین
تمیز نکریگا تب تک سلامت اس مرتبے مین نرہیگا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور مین جو خدای تعالی کو برے
معلوم ہون مرتکب جہالت کے ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اچھے کام کرتے ہین۔ اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ جس چیز کو جاہل سیکھ سکتا ہے اوسمین اوسکا عذر جہالت پذیرا ہو بلکہ علم کا طلب کرنا سب
مسلمانون پر فرض ہی اور اسی جہت سے عالم کی دو رکعتین جاہل کی ہزار رکعتون سے افضل ہوتی ہین
کیونکہ وہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکرون اور اوسکے مغالطہ دینے کے مواقع سے واقف ہوتا ہی
اور اون سب کو نیست کر دیتا ہے اور جاہل اوسکو جانتا ہی نہین تو اوس سے احتراز کیسے کریگا بلکہ وہ
ہمیشہ مشقت بھرا کریگا اور شیطان اوس سے خوش اور شادان رہیگا جہل و غفلت سے خدا بچاوے
تمام بدبختی اور خسارے کی جڑ یہی ہے پس اللہ تعالی کا حکم ہر بندے پر یہی ہے کہ جب کام کیواسطے
قصد کرے اور اعضا سے اوسکے لیے سعی کرے اپنے نفس کا نگران رہے اور فعل کے کرنے مین جلدی
نکرے یہان تک کہ نور علم سے ثابت ہو جاوے کہ یہ فعل خدا ہی کیواسطے ہی پھر اوسکا مباشر ہو اور اگر
ہوای نفس کے لیے ہو تو اوس سے باز رہے اور دل کو اوسکا فکر کرنے سے اور قصد کرنے سی جھڑک دے
کیونکہ باطل امر مین اگر اول ہی خطرے کو دفع نکیا جاویگا تو موجب رغبت ہوگا اور رغبت سے قصد
پیدا ہوگا اور پھر وہ قصد پکا ہو جاویگا اور اوسکے بعد فعل کا موجب ہوگا اور فعل موجب تباہی اور
غضب الہی کا ہوگا اسلیے چاہیے کہ شر کے مادے کی بیخکنی اول ہی سے کیجاوے یعنی خطرہ اول ہی کو
دفع کرنا چاہیے اسلیے کہ اور چیزین تو اوسکی تابع ہین اور جب بندے پر یہ بات مشتبہ ہو جاوے اور
منکشف نہو تو اوس بات مین نور علم سے فکر کرے اور خدای تعالی سے پناہ مانگے کہ بواسطہ ہوای نفس کے
شیطان کے جال مین نہ آجاوے اور اگر اپنی کوشش اور فکر سے کچھ نہ بن پڑے تو علمای دین کے نور سے
اقتباس کرے مگر ایسے علما کے پاس نجاوے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا پر متوجہ ہونے والے ہین بلکہ
اونسے ایسا بھاگے جیسا شیطان سے بھاگے چنانچہ خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف
وحی بھیجی کہ میرے باب مین اوس عالم سے سوال مت کر جسکو محبت دنیا نے بدمست کر رکھا ہو وہ تجھکو
میری محبت سے علیحدہ کر دیگا ایسے لوگ میرے بندون کے راہزن ہین پس جو دل کہ دنیا کی محبت
اور کثرت طمع کے باعث چوپٹ اندھیرے ہین وہ خدای تعالی کے نور سے محجوب ہین اسلیے کہ چشمہ
دلون کے نور سے حضرت ربوبیت ہی پس جو شخص کہ اوس سے پشت پھیر لیگا اوسکو نور کسطرح ہوگا
اور جو شخص کہ خدای تعالی کے دشمن پر متوجہ ہوگا اور جس سے خدای تعالی کو بغض اور غضب ہے یعنی

شہوات دنیا سے عشق پیدا کریگا تو اُسکو وہ تجلی کب ملیگی پس ہمت مرید اول اسی باب مین مصروف ہونی چاہیے کہ علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے روگردان ہو اُسکی کم رغبت رکھنے والا ہو بشرطیکہ بالکل روگردان عالم نہ ملے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے شبہات کے آنے کے وقت چشم بینا کو پسند کرتا ہے اور ہجوم شہوات کے وقت عقل کامل کو محبوب جانتا ہے دونون باتون کو آپ نے جمع فرما دیا کہ واقعی مین یہی دونون ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہین تو جس شخص کو عقل ایسی ہو کہ شہوات سے نہ روکے اُسکو آنکھ پرکھنے والی شبہات کی بھی ہوگی اور اسی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ قَارَفَ ذَنْبًا فَارَقَهُ عَقْلٌ لَا يَعُودُ اِلَيْهِ اَبَدًا پس آدمی کی عقل ضعیف ہی کتنی ہے جسکو گناہ کرنے سے قصد کھو دینے کا کرے۔ اور آفات اعمال کی معرفت اس زمانے مین بالکل جاتی رہی ہے اسلیے کہ سب آدمیون نے یہ علوم مفیدہ تو چھوڑ دیے اور جو خصومات کہ لوگون مین بباعث شہوات برپا ہوتے ہین اُنکے درمیان پڑتے ہین مشغول ہوکر اُسکا نام فقہ رکھا اور یہ علم جو دین کا فقہ تھا اُسکو علوم سے خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیا ہی کے واسطے ہوگئی جس سے صرف دفع کرنا شغلون کا دلون سے منظور تھا کہ فقہ دینی کے لیے فارغ ہوجاوین اور اور وجہ فقہ دنیا کی علم دین مین ہونے کی بھی یہی تھی کہ یہ فقہ ذریعہ فقہ دین کا تھا مگر لوگون نے معاملہ برعکس کر دیا اور حدیث شریف مین ہے کہ تم لوگ آج ایسے زمانے مین ہو کہ تم مین سے بہتر وہ ہے جو عمل کی طرف سبقت کرے اور ایک وقت تپر عنقریب آویگا کہ اُسمین تم مین سے بہتر وہ ہوگا جو توقف کرے اور اسی جہت سے چند صحابہ رضہ نے اہل عراق اور اہل شام سے لڑنے مین توقف کیا کہ اُنپر امر مشتبہ ہوگیا حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر اور اسامہ اور محمد بن مسلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اُنھین لوگون مین سے تھے جنھون نے توقف کیا تھا پس جو شخص اشتباہ کے وقت توقف نہ کرے وہ اپنی خواہش کا پیرو اور خود رائے اور اُن لوگون مین سے ہوگا جنکی شان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا رَاَیْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَاْيٍ بِرَاْيِهِ فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ اور جو شخص کسی شبہے مین بدون تحقیق خوض کرتا ہے وہ اس آیت کے خلاف کرتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اور اس حدیث کے بھی اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيثِ اور ظن سے مراد اس حدیث مین ظن بدون دلیل کے ہے جیسے بعض عوام اشتباہ کی صورت مین اپنے دل سے فتوے لیتے ہین اور اپنے ظن کے متبع ہوجاتے ہین اور چونکہ یہ امر نہایت سخت ہے اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ یہ دعا مانگا

کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِی اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِی اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَجْعَلْہُ مُتَشَابِہًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعَ الْھَوٰی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ امور تین طرح کے ہین ایک وہ جسکا اچھا ہونا ظاہر ہو اُسکو کرنا چاہیے دوسرے وہ کہ بُرائی اُسکی عیان ہو اُس سے اجتناب کرنا چاہیے تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اُسکو اُسکے واقفکار کے سپرد کرنا چاہیے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقُوْلَ فِی الدِّیْنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ غرضکہ علم اور امر حق کا ظاہر ہونا خداے تعالیٰ کے بڑے انعامون مین سے ہی بندون پر اور ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہی اور اسی وجہ سے خداے تعالیٰ اپنے بندے پر منت رکھنے کے طور پر ارشاد فرماتا ہی وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا فضل سے مراد علم ہی اور فرمایا فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی اور فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور فرمایا وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ اور حضرت علی رضی فرماتے ہین کہ ہوا ے نفس نابینائی کی شریک ہی اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہی اور یقین بہت عمدہ ٹالنے والا غم کا ہی اور جھوٹ کا مآل پشیمانی ہی اور راستی مین سلامتی ہی اور بہت سے بیگانے یگانون سے قریب تر ہوتے ہین اور جسکا کوئی حبیب نہو وہ غریب ہی اور صدیق وہ ہی جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کے باعث کسی حبیب سے پھرنا چاہیے اور کرم عمدہ عادت ہی اور حیا ہر احسان کا سبب ہی اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقویٰ ہی اور زیادہ مستحکم سبب جسکو تو اختیار کرے وہ ہی جو تجھ مین اور خداے تعالیٰ مین ہو اور دنیا مین سے تیرا اُسی قدر ہی جسقدر سے تو نے اپنا آخرت کا ٹھکانا درست کرلیا اور رزق دو طرح کے ہین ایک جسکو تو تلاش کرتا ہی اور ایک جو تجھکو تلاش کرتا ہی کہ اگر تو اُس تک نہ پہونچے تو وہ تیرے پاس آویگا اور اگر تیرے پاس کی چیز پر کچھ مصیبت آوے اور اُسپر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پر تو واویلا نہ کر جو تجھ تک پہونچی ہی نہین اور جو چیز نہین ہوئی اُسپر اُس چیز سے قیاس کرے جو ہوگئی ہو اسواسطے کہ امور ایک ہی سے ہوتے ہین اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت نہوتی اُسکے ملنے سے خوش ہوا کرتا ہی اور جس چیز کو کبھی نہ پاسکتا اُسکے جاتے رہنے سے ناخوش ہوا کرتا ہی پس جو کچھ تجھکو دنیا سے ملے نہ اُسپر خوش ہو اور نہ ایسی چیز پر جو جاتی رہے افسوس کر بلکہ سرور اس بات پر کر جو توشۂ آخرت کرلیا ہو اور افسوس ایسی چیز پر کر جو پیچھے چھوڑ دی ہو اور آخرت مین مشغول رہا کر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر۔ اور ہماری غرض ان جملون کی نقل سے ایک جملہ ہی یعنی حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہی

اس صورت مین مراقبہ کرنے والے کی نظر اول قصد اور حرکت پر ہونی چاہیے کہ وہ خدا ے تعالی کے لیے ہے یا اپنی ہواے نفس کے واسطے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسمین وہ ہووین اُسکا ایمان کامل ہو اول یہ کہ خداے تعالی کے معاملات مین ملامت گرون کی ملامت سے خوف نہ کرے دوم اپنے کسی عمل سے ریا نہ کرے سوم جب اُسکو دو امر پیش آوین ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا تو آخرت کو دنیا پر اختیار کرے - اور جب اُسکو کوئی اپنا عمل ایسا معلوم ہو کہ مباح تو ہے مگر اُسمین کچھ فائدہ نہین تو اُسکو ترک کرے اسلیے کہ حدیث شریف مین ہے حدیث مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ دوسری نظر مراقبے کی عمل کے شروع کے وقت ہوتی ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ کیفیت عمل کا طالب ہونا کہ خداے تعالی کا حق اُسمین ادا کرے اور اُسکے پورا کرنے مین نیت کو درست کرے اور اُسکی صورت کامل کرکے اکمل ترین وجوہ پر حتے الامکان بجالاوے اور یہ بات اپنے سب احوال مین لازم کرلے اسلیے کہ سب احوال مین کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون سے تو خالی رہنے ہی کا نہین پس اگر سب امور مین خداے تعالی کا مراقبہ کریگا تو اللہ تعالی کی عبادت نیت اور حسن فعل اور رعایت آداب کے ساتھ قادر ہوجائیگا مثلاً اگر بیٹھا ہو تو چاہیے کہ قبلہ رخ بیٹھے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین حدیث خَيْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ اور چار زانو نہ بیٹھے اسواسطے کہ بادشاہون کے سامنے بیٹھنے کی یہ صورت نہین تو بادشاہ حقیقی جو اسکے حال کو دیکھتا ہے اُسکے سامنے کیسے چار زانو بیٹھیگا حضرت ابراہیم تیمی رح فرماتے ہین کہ مین ایک روز چار زانو بیٹھ گیا پس ایک ہاتف کو سنا کہ کہتا ہے کہ بادشاہون کے سامنے تو اسی طرح بیٹھا کرتا ہے اسکے بعد پھر مین کبھی چار زانو نہین بیٹھا - اور اگر سووے تو اپنے داہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہوکر سووے اور تمام آداب جو ہم اپنے اپنے موقعون پر لکھ آئے ہین سب امور مین ہر ایک کا لحاظ رکھے یہی باتین داخل مراقبہ ہین بلکہ اگر حاجت نہ پھرنے مین بھی اُسکے آداب کی رعایت کریگا تو یہ بھی مراقبے کا کمال ہے حاصل یہ کہ بندہ تین حال سے خالی نہین یا طاعت مین ہوگا یا معصیت مین یا مباح مین اور ان تینون حالتون کے لیے تین مراقبے ہین طاعات مین تو مراقبہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل کرنا اور آداب کا لحاظ رکھنا اور آفات سے بچانا پیش نظر رکھے اور اگر معصیت ہو تو اُسکا مراقبہ توبہ اور ندامت اور باز رہنے اور حیا اور اُسکے کفارہ مین مشغول ہونے سے کرے اور اگر مباح مین ہو تو اُسکا مراقبہ ادب کی رعایت سے ہے پھر منعم کی نعمت کا شکر کرنے سے اور بندہ اپنے تمام احوال مین بلا سے خالی نہین جسپر صبر کرنا ضروری ہے اور نعمت سے خالی نہین جسکا شکر کرنا چاہیے یہ بھی مراقبے ہی کی بات ہے بلکہ بندے پر ہر حال مین اللہ تعالی کا

ایک فرض ہو خواہ وہ فعل ہو جسکا کرنا اُسکو لازم ہو یا امر ممنوع ہو جسکا چھوڑنا ضروری ہو یا مستحب ہو
کہ اُسپر اسلیے برانگیختہ کیا جاتا ہو تاکہ مغفرت الٰہی کی طرف سبقت کرے اور بندگان خدا پر فضیلت حاصل
کرے یا امر مباح ہو کہ اُسمین اسکے جسم و دل کی درستی ہو اور بجا آوری طاعت مین اُس سے مدد
ملتی ہو اور انہین سے ہر ایک کے لیے حدود ہین جنکی رعایت دوام مراقبے کے لیے ضرور ہو ورنہ
جو کوئی خدائے تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی واسطے بُرا کریگا۔ تو بندے کو چاہیے
کہ تمام اوقات مین ان تینون قسمون مین اپنے نفس کو جویا رہے جبکہ فرائض سے فارغ ہو جاوے اور
نوافل پر قادر ہو تو چاہیے کہ افضل اعمال کی تلاش کرے تاکہ اُسمین مشغول ہو اسلیے کہ جو شخص کہ زیادہ نفع
حاصل کرنے پر قادر ہو کر جانے دے تو وہ نقصان اُٹھاویگا اور جتنی فضیلت جس عمل مین ہوگی نفع اُسی قدر
ملیگا اسی لیے بندہ اپنی دنیا مین سے آخرت کے لیے لیوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَلَا تَنْسَ
نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور یہ سب باتین ایک ساعت کے صبر مین ہو سکتی ہین اسلیے کہ ساعتین تین
ہین ایک وہ جو گذر گئی اُسمین تو کچھ مشقت کرنی ہی نہین پڑتی کسی طرح وہ گذری ہو مصیبت مین
خواہ آرام مین اور ایک ساعت وہ ہو جو آیندہ آویگی اُسکا حال بندے کو معلوم نہین کہ جب تک
جیئے گا یا نہین اور نہ یہ معلوم کہ خدائے تعالیٰ اُسمین کیا حکم کریگا اور ایک ساعت وہ ہو جسمین بندہ
موجود ہو تو چاہیے کہ اُس ایک ساعت مین جسکو زمانہ حال کہتے ہین اپنے نفس پر مجاہدہ اور مراقبہ
خدائے تعالیٰ کا کرے اسلیے کہ اگر اُسکو دوسری ساعت نہ ملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا افسوس تو
نہوگا اور اگر دوسری ساعت ملی تو اُسمین بھی اپنا حق پورا لیوے جیسا اول ساعت سے لیا اور
اپنی زیست کی توقع پچاس برس نٹھہرالے کہ کہین گھبرانے لگے کہ اتنے دنون کیسے مراقبہ کرونگا بلکہ اپنے کو
اُسی گھڑی کا مہمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس ہین اور عجب بھی نہین کہ آخری ہی سانس
ہون اور اُسکو معلوم نہو اور جب اُس ساعت کا آخری ہونا ممکن ہو تو چاہیے کہ اُسمین ایسے حال پر رہے
کہ اگر بالفرض موت اُس حال مین آجاوے تو اپنے مرنے کو اُس حال مین بُرا نجانے یا سب احوال
اُسکے اُس طرح پر رہین جو حضرت ابو ذر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن
تین ہی باتون کا طامع ہوتا ہو یا توشۂ آخرت کا یا درستی معاش کا یا جائز چیز کے دیکھنے کا اور ایک حدیث
اُنہین سے اور منقول ہو جسمین اسی طرح کا مضمون ہو یعنی عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک تو
وہ کہ جسمین اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ اُسمین اپنے نفس کا حساب لے اور ایک وہ کہ
اُسمین خدائے تعالیٰ کی صنعت مین فکر کرے اور ایک وہ کہ اُسمین کھانے پینے کے لیے فارغ ہو۔ اسلیے کہ

اس ساعت سے اسکو باقی ساعتون پر مدد ہوگی۔ پھر یہ ساعت جسمین آدمی کے اعضا کھانے پینے مین مصروف ہون یہ بھی کسی ایسے عمل سے جو افضل اعمال ہو خالی رہنی نہین چاہیے اسمین بھی ذکر اور فکر کرنا چاہیے یعنی جس کھانے کو مثلاً کھاتا ہی اُسمین اتنے عجائبات ہین کہ اگر انمین فکر کرسکے انکو سمجھے تو بہت سے اعضا کے اعمال سے یہ فکر افضل ہوا اور اس باب مین لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ لوگ ہین جو کھانے کو چشم عبرت دیکھتے ہین کہ کیسی عجیب صنعت سے مخلوق ہوا ہی جانورون کی زندگی اس سے کیسی متعلق ہوگئی ہی اللہ تعالی نے اسکے لوازم کسطرح مقرر فرمائے ہین اور بھوک کو پیدا کیا اور بھوک کے لوازم جو اسکے منقح ہین انکو بنایا چنانچہ انمین بعض کی تفصیل ہم باب الشکر مین لکھ آئے ہین تیسیر یہ فکر تو ارباب دانش کو ہوتی ہی دوسرے وہ لوگ ہین جو کھانے کو غصہ اور مکروہ جاننے کی نظر سے دیکھتے ہین اور صرف اضطرار کی وجہ کا لحاظ کرتے ہین اور یہ پسند کرتے ہین کہ کسی طرح ہم اس سے مستغنی ہوجائے مگر کیا کرین کہ اشتہا سے باعث مقہور و مجبور ہین یہ نظر زاہدون کی ہی تیسرے وہ لوگ ہین جو صنعت صانع کو دیکھکر اُس سے صفات صانع اور خالق پر ترقی کرتے ہین پس غذاؤن کا دیکھنا انپر دروازہ فکر کا وا کرتا ہی اور یہ نظر سب مین اعلی ہی یہ مقامات عارفین اور محبون کی علامات مین سے ہین اسلیے کہ محب جب اپنے حبیب کی صنعت اور کتاب اور تصنیف دیکھتا ہی تو صنعت کو بھولکر اسکا دل صانع مین مشغول ہوجاتا ہی اور بندہ جس چیز مین فکر کرے اسمین خدای تعالی کی صنعت موجود ہی پس اُس سے صانع کی طرف نظر کرنے کی بہت گنجائیش ہی بشرطیکہ ملکوت کے دروازے اُسپر مفتوح ہون اور یہ بات بہت کمیاب ہی چوتھی قسم وہ لوگ ہین کہ کھانے کو نظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہین کہ اگر اسمین سے کچھ جاتا رہے تو اُسپر افسوس کرتے ہین اور اگر سامنے آوے تو خوش ہوتے ہین اور جو چیز اسمین سے انکی مرضی کے موافق نہو اسکو برا کہین اور اسکے بنانے والے یعنی پکانے والے کی برائی کرین اور یہ نہین جانتے کہ فاعل حقیقی اس چیز کا اور اس چیز کے پکانے والے کا اور اُس باورچی کی قدرت و علم کا خداے تعالے ہی ہی اور جو شخص خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کو بدون اجازت الہی برا کہے وہ خداے تعالے کو برا کہتا ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ دہر کو گالی مت دو اسلیے کہ خداے تعالی ہی دہر ہی پس یہ دو مرتبہ نگاہداشت ہی کہ اعمال پر مدام مراقبہ رکھے اور اسکی شرح بہت طویل ہی مگر جسقدر ہمنے لکھا ہی اسقدر سے اصل پر آگاہی ہوجاتی ہی بشرطیکہ آدمی اصول کی مضبوطی کرے

تیسرا مقام بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا اسمین بھی دو بیان ہین۔

بیان اول محاسبے کی فضیلت مین اللہ تعالے فرماتا ہی یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد

اس آیت مین گذشتہ اعمال پر محاسبہ کرنے کا اشارہ ہی اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ اپنے نفسون سے حساب لو پہلے اس سے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور انکو جانچو پیشتر اس سے کہ تمھاری جانچ کیجاوے اور حدیث مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجکو کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہی اُسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا قصد کرے تو اُسکے انجام کو سوچ لے اگر وہ اچھا ہو تو کر اور اگر بُرا ہو تو اُس سے باز آ اور ایک حدیث مین ہی کہ عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک ساعت نفس کے حساب کے لیے ہونی چاہیے اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَتُوبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور توبہ اسی کا نام ہی کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اُسپر نظر ندامت سے دیکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّي لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَتُوبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ اور اللہ تعالے فرماتا ہی اِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ اور حضرت عمر رضہ جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگون پر دُرّہ لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تونے آج کیا کیا اور میمون بن مہران فرماتے ہین کہ بندہ متقین سے نہین ہوتا جبتک اپنے نفس سے اسطرح حساب نہ کرے جسطرح شریک سے کیا کرتے ہین اور دو شریک آپسمین حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہین اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے مرنے کے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگون مین سے مجکو عمر سے زیادہ کوئی محبوب نہین پھر اُسنے پوچھا کہ مین نے کیا کہا حضرت عائشہ رضہ نے آپ کا قول کہدیا آپنے فرمایا کہ یہ نہین بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہین تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپ نے تامل کیا اور اُسکی جگہ دوسرا جملہ بدل دیا اور حضرت ابو طلحہ کے حال مین مروی ہی کہ جب انکو نماز مین پرند کا خیال ہوا تو سوچ کر اپنا باغ صدقہ کر دیا یعنے ندامت اُس فعل کی اتنی ہوئی کہ باغ دے ڈالا اس توقع پر کہ خدا تعالی اسکے عوض مین اور دیدیگا اور حضرت ابن سلام رضہ کے حال مین ہی کہ اُنھون نے ایک لکڑیون کا بوجھ اُٹھایا اُنسے کسی نے عرض کیا کہ آپکے یہان غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہون کہ اس امر کو بُرا تو نہین جانتا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مومن اپنے نفس پر ناظم ہوتا ہی خدای تعالی کے واسطے اُس سے حساب لیا کرتا ہی اور اُن لوگون پر حساب ہلکا ہوگا جنھون نے دنیا مین اپنے نفسون سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب اُن لوگون پر ہوگا جنھون نے اس کام کو بے محاسبہ لیا پھر آپنے محاسبہ کی تفسیر فرمائی کہ مومن پر اچانک کوئی بات

آتی ہی کہ اسکو اچھی معلوم ہوتی ہی تو کہتا ہی کہ تو تو مجھے اچھی لگتی ہی اور میرے کام کی ہی مگر کیا کیجیے کہ تجھ مین
اور مجھ مین آڑ کر دیگئی ہی اور یہ حساب عمل سے اول ہوتا ہی پھر آپنے فرمایا اور بعض اوقات مومن آدمی سے
کوئی تقصیر ہو جاتی ہی تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہی اور کہتا ہی کہ تیرا ارادہ اس سے کیا ہی بخدا
اسکے لیے میرا عذر نہ مانا جاویگا اور اسکی طرف مین کبھی مُڑ کر نہ دیکھونگا انشاء اللہ۔ اور انس
بن مالک رضؓ سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت عمر رضؓ اور مین باہر نکلے آپ ایک باغ مین چلے گیے
اور میرے اور آپ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی مین نے سُنا کہ آپ باغ مین یون فرماتے تھے
کہ کیا خوب عمر بن خطاب امیر المومنین ہی بخدا کہ تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجکو بیشک عذاب دیگا
اور حضرت حسن رحؒ نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل مین ارشاد فرمایا وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ کہ مومن
ہمیشہ اپنے نفس پر عتاب کرتا رہتا ہی کہ میرا ارادہ اس کلمہ سے کیا تھا اور مقصود اس کھانے سے کیا
اور اس پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار عمر بسر کرتا ہی کبھی اپنے نفس کو عتاب نہین کرتا۔ اور مالک
بن دینار رحؒ فرماتے ہین کہ خدا تعالی رحم کرے اُس بندے پر جو اپنے نفس سے یون کہے کہ تو فلان
قصور والا نہین تو فلان خطا والا نہین پھر اسکو مہار دے اور کتاب اللہ کا تبع کر دے کہ وہی اُسکو لیے
پھرے۔ اور یہ قول داخل معاتبۂ نفس مین ہی چنانچہ اپنے محل پر اسکا ذکر ہوگا۔ اور میمون بن مہران رحؒ
کہتے ہین کہ صاف آدمی اپنے نفس کا حساب بادشاہ ظالم اور بخیل شریک سے بھی کڑا لیتا ہی اور ابراہیم
تیمی رحؒ فرماتے ہین کہ مین نے اپنے نفس کو جنت مین ایک صورت بناکر اسکے پھل کھانے شروع کیے
اور نہرون سے پانی پیا اور وہان کی کنواریون کو گلے لگایا پھر ایک صورت اُسکی بنائی اور دوزخ
مین گیا وہان کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ کا پیا اور طوق اور زنجیرین پہنین پھر اپنے نفس سے
مین نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہی اُسنے کہا کہ اب مین یہ چاہتا ہون کہ دنیا مین واپس کیا جاؤن
تاکہ نیک عمل کرون مین نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہی یعنے ابھی دنیا ہی مین ہی تو نیک عمل کیا کر
اور مالک بن دینار رحؒ فرماتے ہین کہ مین نے خطبہ حجاج کا سُنا کہ وہ کہتا تھا کہ خدا تعالی رحم کرے
اُس بندے پر کہ اپنے نفس کا حساب لے قبل اسکے کہ حساب دوسرے کے قبضے مین چلا جاوے اور
اُس بندہ پر رحم کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور تامل کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہی اور اسپر
رحم کرے جو اپنے پیمانہ پر نظر کرے اور اسپر جو اپنی میزان پر نظر کرے پس حجاج نے اسی طرح اتنے لوگون کا نام لیا
کہ مجھے رولا دیا اور احنف بن قیس رحؒ کا ایک مرید بیان کرتا ہی کہ مین اُنکے ساتھ رہا کرتا تھا اور اُنکا دستور تھا کہ رات کو
نماز کی جگہ اکثر دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جاکر اُسکے شعلہ مین اپنی اُنگلی رکھتے جب آگ کی حرارت

ت
یعنی مین کھاتا ہون جنگلی جو اوگتا دیتا ہے

اسکو معلوم ہوتی تو اپنے نفس سے کہتے کہ اے نفس فلان روز مجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام لیا اور فلان روز
تونے فلان کام کس باعث سے کیا

دوسرا بیان بعد عمل کے محاسبہ کی حقیقت واضح ہو کہ جسطرح یہ ضرور ہی کہ بندے کے واسطے شروع دن مین
ایک ایسا وقت ہو جسمین وہ اپنے نفس سے شرط کر لیا کرے اور اسکو حق کی وصیت کر دیا کرے اسی طرح
یہ بھی چاہیے کہ آخر روز مین ایک ایسی ساعت ہو کہ اسمین نفس سے بازپرس اور محاسبہ سب اسکی حرکات
وسکنات کا کیا کرے جیسے دنیا مین سوداگر اپنے شریکون سے سال کی تمامی خواہ مہینے یا دن کی تمامی پر
کیا کرتے ہین اس حرص سے کہ متاع دنیا کہین تلف ہو جاوے حالانکہ اگر وہ جاتی رہے تو اسکے
حق مین اسکا جانا بہتر ہی اور اگر بالفرض باقی تو صرف چند روز رہیگی پس جب ایسی فانی چیز کے لیے اتنا کھڑا
کرتے ہین تو عاقل آدمی ایسی چیزون کا محاسبہ اپنے نفس سے کسطرح نہ کریگا جنپر بدبختی اور سعادت کا اندیشہ
ابدالآباد کے لیے ہی اسمین اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کے باعث ہی اور شریک سے
حساب کتاب سے یہ غرض ہوتی ہی کہ راس المال کو دیکھا جاوے پھر نفع اور نقصان دیکھا جاوے تاکہ کمی بیشی کا
حال معلوم ہووے پس اگر کچھ فائدہ ہو تو اس سے لے لیا اور شکر اسکی کارگذاری کے ہووے
اور اگر ٹوٹا ہو تو اس سے بھر لیا اور آئندہ کو اسکی تلافی کرائی اسی طرح بندے کا راس المال دین مین فرائض
ہین اور اسکا فائدہ نوافل اور مستحبات ہین اور ٹوٹا معاصی ہین اور وقت اس تجارت کا تمام دن ہی اور اس
تجارت مین کارندہ نفس امارہ ہی تو اول اس سے فرائض کا حساب لینا چاہیے کہ جیسا چاہیے تھا ویسا انکو
ادا کیا ہی یا نہین صورت اول مین خدا کا شکر کرنا چاہیے اور نفس کو رغبت دلانی چاہیے کہ ایسے ہی کیا کرے اور اگر
اصل سے ہی نہ ادا کیا ہو تو اس سے مطالبہ انکی قضا کا کرے اور اگر ناقص طور پر ادا کیا ہو تو انکے نقصان کا
جبر نوافل سے کرنا چاہیے اور اگر مرتکب معصیت ہوا ہو تو اسکی سزا اور عذاب اور عتاب مین مشغول ہو تاکہ
جو قصور اسنے کیا ہو اسکا تدارک اچھی طرح کرے جسطرح سوداگر اپنے شریک سے کیا کرتا ہی اور جیسے دنیا کے
حساب مین کوڑی کوڑی اور دمڑی دمڑی کی تلاش کیجاتی ہی اور زیادتی اور نقصان کے مدات یاد کر لیے جاتے ہین
تاکہ کسی چیز مین غبن کا رخنہ نہ پڑے اسی طرح چاہیے کہ نفس کے غبن اور مکر سے بھی احتراز کیا جاوے کہ یہ
بڑا مکار دھوکے باز ہی پس اول اس سے تمام دن کی گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے اور اپنے آپ وہ حساب
اس سے لے جو میدان قیامت مین اس سے کوئی اور لیگا اسی طرح نظر کا حساب لے اور خطرون اور فکرون اور نشست
و برخاست اور کھانے پینے اور سونے کا حساب لے یہان تک سکوت کا جواب طلب کرے کہ چپ کیون ہوا اور
سکون کی بازپرس کرے کہ کیون ساکن ہوا پس جبکہ سب باتین جو نفس پر واجب تھین معلوم کر لین اور یہ بھی

جان لیا کہ ان واجبات مین سے نفس نے اسقدر ادا کیا تو جسقدر باقی رہے انکو اپنے صفحۂ دل پر لکھ کے
جیسے کارندے کے ذمہ جو باقی نکلتی ہے وہ اُسکے حساب مین لکھ لی جاتی ہے اور دل پر بھی منقوش
ہوتی ہے پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا اُس سے قرضون کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تاوان سے اور
کچھ وہی شے پھیر دینے سے اور کچھ اُسکو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہین مگر وصول کے لیے حساب کا
صحیح ہونا اور جسقدر اُسکے ذمے واجب الادا نکلے اُسکا جدا ہونا ضرور ہے جب حساب ہو چکے اور باقی
ٹھیک ٹھیک نکل آوے تب اُس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے پھر مناسب ہے کہ اُس سے محاسبہ
تمام عمر کے دن دن اور گھڑی گھڑی کا سب اعضاے ظاہری اور باطنی مین کیا جاوے چنانچہ توبہ
بن صمہ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ مین تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے ایک روز انھون نے
اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی نکلی اُسکے دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوے ایک چیخ ماری
چیخ ماری کہ ہاے افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملونگا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ
ہونگے تو کیا کرونگا پھر بیہوش ہو کر گر پڑے معلوم ہوا کہ وفات پائی لوگون نے سنا کہ کوئی کہنے والا
کہتا ہے کہ اب فردوس برین کو چلا جا پس اسی طرح اپنی سانسون کا حساب نفس سے کرے اور جو گناہ
قلب اور اعضا سے سرزد ہوئی ہو اُسکا حساب کرے اور اگر بندہ ہر گناہ پر اپنے گھر مین ایک کنکر ڈال
دیا کرے تو اُسکا گھر تھوڑے ہی سے دنون مین بھر جاوے اتنی خطائین کرتا ہے مگر گناہون کی یادداشت
مین تساہل کرتا ہے حالانکہ دونون فرشتے اُسکے گناہ اُسپر لکھے جاتے ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَحۡصٰهُ
اللّٰهُ وَنَسُوۡهُ چوتھا مقام نفس پر بعد قصور کے سزا کرنے کا جب آدمی اپنے نفس کا حساب لے اور ارتکاب گناہ
اور قصور سے سالم نہو اور خداے تعالی کے حقوق مین اُسکی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ
اُسکو مہلت نہ دے اسلیے کہ اگر مہلت دیگا تو گناہ ہونگا کرنا اُسپر آسان ہوگا اور معاصی سے اُسکو ایسا انس ہوگا کہ
باز آنا دشوار ہوگا اور یہی امر موجب اُسکی تباہی کا ہو جاویگا بلکہ یون چاہیے کہ ایسی صورت مین اُسکو
سزا دے مثلاً اگر اقتضاے شہوت سے کوئی لقمہ شبہے کا کھالے تو شکم کو بھوک کی سزا دے اور اگر غیر
محرم کو دیکھا ہو تو آنکھ کی سزا یہ کرے کہ کچھ نہ دیکھنے دے اسی طرح ہر عضو کی سزا یہی دے کہ جس چیز کی
طرف اُسکی رغبت ہو اُس سے اُسکو روک دے سالکین طریق آخرت کا دستور ایسا ہی تھا چنانچہ منصور
بن ابراہیم ایک عابد کا حال لکھتے ہین کہ اُسنے ایک عورت سے باتین کین رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اُسکی ران پر
رکھدیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھدیا کہ جلکر کباب ہو گیا۔ اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
ایک شخص تھا کہ اپنے عبادت خانے مین عبادت کیا کرتا اسی طرح مدت تک رہا ایک روز باہر کی طرف جھانکا

اور ایک عورت کو دیکھکر اُسپر عاشق ہوا اور قصد فاسد دل مین لایا اور اپنا پانوُن باہر نکالا تا کہ اوترکر اُسکے پاس جاوے رحمت ازلی جو اُسکی معین ہوئی اپنے دل مین کہنے لگا کہ یہ مین کیا حرکت کرتا ہون غرضکہ اُسکا نفس ساکن ہوگیا اور خداے تعالی نے اُسکو بچا دیا پھر لینے کیے پر نادم ہوا جب چاہا کہ پانوُ عبادت خانہ مین ہٹا ئے تو کہا کہ یہ کہان ہوسکتا ہے کہ جو پانوُن خداے تعالی کی نافرمانی کے لیے باہر نکلا تھا وہ میرے ساتھ عبادت خانے مین آوے بخدا یہ کبھی نہوگا یہ کہکر اُس پانوُن کو باہر ہی لٹکا رہنے دیا یہانتک کہ اُسپر مینہ اور ہوا اور دھوپ لگ لگ کروہ پانوُن کٹ کر گر پڑا اللہ تعالی اُسکی اس توبہ سے مشکور ہوا اور اُسکا ذکر اپنی بعض کتب مین فرمایا۔ اور حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے ابن کرسی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک رات مجکو حاجت غسل ہوئی اور جاڑے کی رات تھی مین نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے سے تقاعد او رسستی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اتنا ٹھہر جاؤن کہ صبح ہوجاے اور پانی گرم کرون یا حمام مین نہاؤن نفس پر مشقت نڈالون مین نے کہا کیا خوب مین نے تمام عمر خدا تعالی کا کام کیا تو اُسکا میرے اوپر حق واجب ہے وہ جلدی کرنے مین تو مجکو نہ ملیگا توقف اور تاخیر مین ملجائیگا مجھے بھی قسم ہے کہ اسی گدڑی سمیت نہاؤنگا اور بدن سے نہین اوتارونگا نہ اُسکو نچوڑونگا نہ دھوپ مین سوکھاؤنگا۔ اور روایت ہے کہ غزوان اور حضرت ابوموسیٰؓ ایک ساتھ کسی جہاد مین تھے کوئی عورت ظاہر ہوئی غزوان نے اُسکی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اُٹھا کر آنکھ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ورم ہوگیا اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے مضر ہو اور کسی شخص نے ایک عورت کی طرف ایک نظر ڈالی اُسکے کفارے مین اپنے نفس پر التزام کر لیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نپیونگا پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ نفس پر عیش تلخ رہے۔ اور منقول ہے کہ حسان بن سنان ایک دریچے پر گذرے اور کہا کہ یہ کب بنگیا پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ بیفائدہ سوال کیون کرتا ہے تیری سزا یہ ہے کہ برس روز روزہ رکھونگا پھر سال بھر کے روزے رکھے۔ اور مالک بن ضیغم کہتے ہین کہ رباح قیسیؒ میرے والد کو پوچھتے ہوے بعد عصر کے آئے ہمنے کہا کہ وہ سوتے ہین اُنھون نے فرمایا اسوقت سوتے ہین یہ وقت سونے کا ہے پھر چلے گئے ہمنے اُنکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہین تو اُنکو جگا دین وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور ہی دھن مین تھے میری بات سمجھنے کی اُنکو فرصت نہ تھی مین نے دیکھا کہ وہ قبرستان مین گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تو نے یہ کہا کہ یہ سونیکا وقت ہے کیا تیرے اوپر یہ کہنا واجب تھا جسوقت آدمی چاہے سوے تو کون ہے اور تو کیا جانے کہ یہ سونیکا وقت نہین تو نے ایسی بات کیون کہی جو تو نہین جانتا اب خبردار ہو کہ مین خداے تعالی سے پکا عہد کرتا ہون کہ

کبھی نہین توڑونگا کہ تجکو سونے کے واسطے برس دن تک زمین پر کمر نہ لگاؤنگا بشرطیکہ کوئی مرض حائل ہو
اور عقل مین فتور نہ آوے ارے بیحیا تجھے شرم نہین آتی کب تک اور رونگا چھڑکیگا اور اپنی گمراہی سے باز
نہ آویگا یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور انکو خبر نہ تھی کہ مین بھی وہان ہون جب مین نے انکا یہ
حال دیکھا تو انکو اسی کیفیت سے چھوڑکر واپس آیا۔ اور تمیم داری سے منقول ہے کہ وہ ایک رات
سو گئے اور تہجد کو نہ اٹھے اس خطا کے عوض نفس کی سزا یہ دی کہ برس روز تک شب بیداری کی
اور خواب کو ناجائز کرلیا۔ اور حضرت طلحہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک روز چلا اور اپنے کپڑے
اوتار کر دھوپ کے دنون مین کنکرون پر خوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اے رات کے مردار
اور دن کے بیکار لے مزا چکھ آتش جہنم مین اس سے بھی زیادہ حرارت ہے اسی اثنا مین اسکی نظر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سایے تلے تشریف رکھتے تھے آپکی خدمت اقدس مین حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ میرا نفس مجیر غالب ہوگیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تو نے کیا اسکے سوا کیا
اور کوئی تدبیر نہ تھی آگاہ ہو کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالی نے تیرے
باعث فرشتون پر فخر کیا پھر آپ نے اصحاب رض کو فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے کچھ توشہ لو پس لوگون نے
ہر طرف سے اسکو کہنا شروع کیا کہ میان ہمارے لیے بھی دعا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ان سب کے لیے دعا کر اس شخص نے کہا کہ الہی تقوی کو انکا توشہ بنا اور ہدایت پر انکی کام کو جمع کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ الہی تو اسکو راہ راست پر کر تب اس شخص نے کہا کہ الہی جنت کو
انکا ٹھکانا کر۔ اور حذیفہ بن قتادہ فرماتے ہین کہ کسی شخص سے کسی نے پوچھا کہ شہوات نفس مین تم اپنے
نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو اس نے کہا کہ روے زمین پر ایسا کوئی نفس نہین جسکے ساتھ مجکو اتنا بغض ہو
جتنا اپنے نفس سے ہے پھر بھلا مین اسکو اسکی خواہش کیون دینے لگا تھا۔ اور ابن سماک رح حضرت داؤد
طائی رح کے بیان اسوقت گئے کہ آپکی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے
ہوے تھے انھون نے انکو دیکھکر فرمایا کہ اے داؤد تو نے اپنے نفس کو محبوس رکھا بیشتر اس سے کہ
محبوس کیا جاوے اور اسکو عذاب دیے جانے سے بیشتر ہی عذاب دیا پس یہ کام جسکے واسطے تو
کیا کرتا تھا آج دیکھیگا کہ وہ کیا کچھ ثواب دیگا۔ اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
مدت تک عبادت کی تھی پھر اسکو کچھ حاجت خدا ے تعالی سے پیش آئی اسکے لیے ستر ہفتے تک
اسطرح کی ریاضت کی کہ ایک ہفتے مین گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت کی
درخواست کی اللہ تعالی نے قبول نہ فرمائی انھون نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ تو نے جیسا

ویسا پایا اگر تجھ مین کچھ خیر ہوتی تو حاجت پوری کی جاتی اُسی وقت اُسکے پاس ایک فرشتہ اُترا اور کہا
کہ اے ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادت زمانۂ گذشتہ سے بہتر ہے اور اللہ تعالی نے تیری
حاجت پوری کی - اور عبد الصمد بن قیس کہتے ہین کہ ہم جہاد مین تھے جب دشمن موجود ہوا تو لوگون
مین پکار پڑی سب لڑائی کے لیے تیار ہو گئے اُس روز ہوا بہت تیز تھی مین نے دیکھا کہ ایک شخص میرے
آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہ رہا تھا کہ اے نفس مین فلان جہاد مین شریک ہوا تو تو نے
کہا کہ اپنے زن و فرزند کی طرف چل مین نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا پھر فلان فلان جہاد مین
شریک ہوا اور تو نے وہی کہا جو اول کہا تھا اور مین نے تیرا قول مانا مگر آج بخدا تجھکو خدا کے سامنے
پیش کیے دیتا ہون خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑے راوی کہتے ہین کہ مین نے دل مین کہا کہ مجھے بھی آج اس
شخص کو دیکھنا ہے اور اُسکو دیکھتا رہا لوگون نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اول حملہ کرنے والون مین
تھا پھر جب دشمن نے چڑھائی کی تو ادھر کے قدم اُکھڑ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا یہان تک کہ
کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وہ کھڑا ہوا لڑتا رہا اسی طرح یہان تک کہ آخر کو شہید ہوا
مین نے اُسپر اور اُسکے گھوڑے پر ساٹھ ستر نیزے کے زخم شمار کیے - اور حدیث ابو طلحہ کا حال پہلے ہم
لکھ آئے ہین کہ باغ مین کسی جانور کی آواز سے جو نماز مین خیال بٹا تو اُس باغ ہی کو اُس کفارے مین
صدقہ کر دیا اور یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو اپنے پانون مین درے مارا کرتے تھے اور کہا
کرتے تھے کہ آج کیا کیا - اور مجمع سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار اپنا سر چھت کی طرف اٹھایا اور ایک
عورت پر نگاہ جا پڑی آپ نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جب تک دنیا مین رہونگا اپنا سر آسمان کی طرف
نہ اٹھاؤنگا - اور احنف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپکا دستور تھا کہ اپنی انگلی بتی پر رکھ دیتے
اور کہتے کہ اے نفس تجھکو کیا ہوا تھا کہ فلان روز تو نے فلان قصور کیا تھا - اور وہیب بن الورد کو کوئی بات
اپنے نفس کی بری معلوم ہوئی تو آپ نے اپنی چھاتی کے چند بال اکھاڑے یہان تک کہ اُسکی تکلیف زیادہ
ہوئی پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ مین تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہون - اور محمد بن بشر نے داؤد طائی کو دیکھا
کہ افطار روزہ کے بعد روٹی بھیگی کھاتے ہین اُنسے عرض کیا کہ آپ نمک سے کھا لیجیے اُنھون نے فرمایا کہ میرا
نفس اس روز سے نمک کا طالب ہے کہ داؤد جب تک دنیا مین ہے نمک نہین چکھیگا - غرضکہ احتیاط والے
اپنے نفسون کو یون سزا دیا کرتے تھے - اور عجیب بات ہے کہ آدمی اپنے غلام لونڈی یا زن و فرزند
کی بری عادت پر یا کسی کام مین قصور کرنے پر تو سزا دیتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر درگذر کر جاؤن تو
یہ لوگ میرے ہاتھ سے نہ نکل جاوین اور سرکش ہو جاوین پھر اپنے نفس کو کیسے چھوڑے دیتا ہے

وہ توسب مین بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہے زن و فرزند کی سرکشی کو اسکی سرکشی سے کیا نسبت
اوسکا مآل تو یہی ہے کہ صرف دنیا کی معیشت پریشان کر دینگے لیکن اگر عقل ہو تو جانے کہ دنیا کی
عیش ہیچ ہے عیش آخرت ہی کی ہے کہ اوسمین وہ راحت دائمی ہے کہ جسکی کبھی انتہا ہی نہین اور
نفس اوس عیش جاودانی کو مکدر کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اسکی سزا بطریق اولی کرنی چاہیے
پانچوان مقام مجاہدہ کا ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ جب نفس سے حساب لیا اور اوسکو مرتکب
کسی گناہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اوسکی سزا اون عقوبات سے کرے جو پہلے گذرین اور اوسکو دیکھے کہ
کسل کے باعث کسی مستحب مین یا وظیفہ مین سستی کرتا ہے تو چاہیے کہ اوسکی تادیب اسطرح کرے کہ
وظیفون کا بوجھ اوسپر لادے اور تدارک مافات کے لیے چند قسم کے وظائف اوسپر لازم کر دے
یہی دستور سلف کے عمل کرنے والون کا تھا جو خدا تعالی کیواسطے کام کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت
عمر رض کو جب عصر کی نماز کی جماعت نہ ملی تو نفس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین جسکی قیمت دو لاکھ درہم تھے
صدقہ کر دی ۔ اور حضرت ابن عمر رض کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہو جاتی تو اوس شب
تمام رات جاگتے اور ایکبار نماز مغرب مین اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو غلام
آزاد کر دیے ۔ اور ابن ابی ربیعہ رح کی فجر کی سنتین قضا ہو گئین تو آپنے ایک غلام آزاد کر دیا اور بعض
اکابر اپنے نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کر دینا مقرر کر لیتے تھے
اور یہ امور صرف نفس کی نگاہداشت کے لیے کرتی تھی اور وہ بات اختیار کرتی کہ جسمین اوسکی
نجات ہو جاے ۔ پس اگر یہ کہو کہ اگر ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف دائمی پر ہماری اطاعت نکرے
تو پھر اوسکا کیا علاج ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اوسکا علاج یون کرے کہ فضیلت مجتہدین کی
جو اخبار مین وارد ہے وہ اوسکو سناوے اور سب سے زیادہ نافع علاج یہ ہے کہ کسی ایسے بندے کی
صحبت کا جویا ہو جو عبادت مین خوب جد وجہد کرتا ہو تاکہ اوسکا حال دیکھنے سے اوسکی اقتدا کرے
بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ جب عبادت مین مجھکو کچھ سستی پیش آتی تو مین محمد بن واسع رح کا
احوال اور اونکا مجاہدہ دیکھا کرتا ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرتا مجھسے سستی جاتی رہتی مگر یہ علاج
مشکل ہے اسلیے کہ اس زمانے مین ایسا شخص جو عبادت مین جہد کرے مفقود ہے پہلو نکا سا اجتہاد
اب کہان ہے تو اس سے یہی بہتر ہے کہ مشاہدے سے عدول کرکے سننے کیطرف رجوع کرے
کہ اونکے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہین اور اونکے اخبار کو مطالعہ کرے کہ کیسی
کوشش وہ کرتے تھے اونکی مشقت تو ہو چکی مگر ثواب و رحمت ابدالآباد تک باقی رہیگی کہ کبھی منقطع

ہوگی اونکی سلطنت کتنی بڑی ہے اور بڑا افسوس اوسپر ہے جو اونکی اقتدا نکرے اور چند روزہ
ان شہوات سے متمتع ہو جو عیش کو مکدر کرتی ہین پھر اوسپر موت آجائے اور لہو مین اور اوسکی
خواہشون مین جدائی کمال ہوے معاذ اللہ منہا - اور ہم اوصاف مجتہدین کے وہ لکھتے ہین جنسے
مرید کی رغبت جنبش مین آوے کہ اونکی اقتدا کرکے اعمال مین خوب جد وجہد کیجیے - آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ رَحِمَ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَحْسَبُہُمُ النَّاسُ مَرْضٰی وَمَا ہُمْ بِمَرْضٰی حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ مرضیون سے اس حدیث مین وہ لوگ مراد ہین جنکو عبادت نے مریض کر رکھا ہے -
اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُہُمْ وَجِلَۃٌ حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ اس سے وہ لوگ مراد ہین جو اعمال نیک کے جسقدر اونسے ہو سکے کرتے ہین اور پھر ڈرتے ہین کہ انکو
باعث عذاب الہی سے ہمکو نجات نہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طُوْبٰی
لِمَنْ طَالَ عُمْرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون سے فرماتا ہے کہ
میرے بندے جو اجتہاد و کوشش کرتے ہین اونکو کیا ہوا ہے وہ کہتے ہین کہ الہی تو نے
اونکو ایک چیز سے ڈرا دیا ہے وہ اوس سے ڈرتے ہین اور ایک چیز کا شوق دلا دیا ہے وہ اوسکی
طرف مشتاق ہین اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے مجھے دیکھ پائین تو کیا ہو فرشتے
عرض کرتے ہین کہ پھر اور زیادہ کوشش کرنے لگین - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے بہت سے
لوگون کو دیکھا اور اونمین سے ایسی جماعتون کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش
نہوتے اور کسی چیز کے جانے کا غم کرتے دنیا اونکے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جسکو تم اپنے
پانون سے ملتے ہو بعضے اونمین سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی اونکے لیے کپڑا نہ تہ ہوا اور نہ کبھی اپنی
بی بی سے کسی کھانے کی فرمایش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور اونکو
مین نے کتاب اللہ اور حدیث پر عامل پایا جہان رات ہوئی ہاتھ پانون پر کھڑے ہوگئے چہرون کو
زمین پر رکھتے اور رخسارون پر آنسو بہاتے کہ آخرت مین رہائی پاوین جب کوئی اچھی بات کرتے
تو اوس سے خوش ہوتے اور اوسکے شکر مین جد وجہد بجالاتے اور اللہ تعالی سے اوسکے قبول
فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اوس سے غمگین ہوتے اور خدا تعالی سے
درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسیطرح اسی حال پر رہے اور
بخدا گناہون سے نہ بچے اور نہ بدون مغفرت کے نجات پائی - اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت
عمر بن عبد العزیز رح کو بیماری کی حالت مین پوچھنے گئے آپ نے دیکھا کہ اونمین ایک جوان نہایت

دبلا ہے اوس سے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیون ہو رہی ہے اوسنے عرض کیا کہ یا امیر
بیماریون نے یہ حال کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجکو خدا کیواسطے پوچھتا ہون کہ سچ بتا اوسنے
عرض کیا اگر سچ تو یہ ہے کہ مین نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اوسکو تلخ پایا اور اوسکی آرایش اور حلاوت میری
نظر مین حقیر ہوگئی مجکو سونا اور پتھر یکسان نظر آتا ہے اور یہ حال رہتا ہے کہ گویا اللہ جل وعلا کے
عرش کے پاس ہون اور لوگ جنت اور دوزخ مین داخل کیے جاتے ہین اسی مارے تمام دن پیاسا رہتا ہون
اور رات بھر جاگتا ہون اور خدا تعالی کے ثواب و عقاب کے سامنے یہ حال جسمین مین رہتا ہون
کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا نہایت کمتر اور حقیر چیز ہے - اور ابو نعیم کہتے ہین کہ داؤد طائی رحمہ روٹی کے
ریزون کو پانی مین گھولکر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے اسکا حال جو اونسے پوچھا گیا تو فرمایا
کہ روٹی چابنے مین دیر لگجاتی ہے پچاس آیتون کے پڑھنے کا وقت روٹی کھانے مین زیادہ صرف ہوجاتا ہے
اور ایک شخص اونکی خدمت مین ایک روز آیا اور کہا کہ آپ کے گھر کی چھت مین ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے
تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے ٹوٹی ہوگی مین نے بیس برس سے چھت کیطرف نہین دیکھا - اور اکابر سلف کا
دستور تھا کہ فضول نظر کو بھی برا جانتے تھے جیسے کہ فضول کلام کو سمجھتے تھے - اور محمد بن عبد العزیز
کہتے ہین کہ احمد بن رزین کے پاس ہم صبح سے عصر تک بیٹھے مگر اونھون نے دہنے کو توجہ کی نہ بائین کو
اونسے جو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالی نے آنکھین اسواسطے پیدا کی ہین کہ بندہ اونسے عظمت الٰہی کو
دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اوسپر گناہ لکھا جاتا ہے - اور مسروق رحمہ کی بی بی کہتی ہین
کہ اونکو جب کسینے دیکھا تو یہی پایا کہ کثرت نماز کے باعث اونکی دونو پنڈلیان ورم کیے رہتی تھین اور
مین آپ کے پیچھے بیٹھکر آپ کے حال پر ترس کرکے رویا کرتی تھی - اور حضرت ابو الدرداء فرماتے ہین کہ
اگر تین باتین نہوتین تو مین ایک روز کی زندگی بھی اچھی نہجانتا ایک تو دوپہر مین خدا کیلیے پیاسا
رہنا دوم آدھی رات مین سجدہ کرنا سوم اون لوگون کے پاس بیٹھنا کہ اچھی باتون کو ایسا چھانٹتے ہین
جیسے گرمی مین اچھے خرما کو چھانٹا کرتے ہین - اور اسود بن یزید عبادت مین اجتہاد کرتے اور
گرمی مین روزہ رکھتے یہانتک کہ اونکا جسم سبز اور زرد ہوجاتا تو علقمہ بن قیس اونسے کہتے کہ تم اپنے
نفس کو کیون عذاب دیتے ہو فرماتے کہ مین تو اوسکی تکریم چاہتا ہون اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ
اتنا رکھتے کہ بدن سبز پڑجاتا اور نماز اتنی پڑھتے کہ گر پڑتے اونکے پاس انس بن مالک اور حسن تشریف
لیگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمکو ان امور کا حکم نہین کیا یعنی اتنا اجتہاد فرض نہین پھر کیون
کرتے ہو آپنے فرمایا کہ مین تو غلام مملوک ہون مسکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیے نہین چھوڑتا

اور کوئی مرتاض مرید مین ہزار رکعت نماز روز مرہ پڑھتے یہان تک کہ دونون پانون سے بیٹھ رہتے
تو بیٹھے ہی بیٹھے ہزار رکعت پڑھتے اور جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو گوٹ مار کر بیٹھتے اور کہتے کہ
مجھے بڑا تعجب ہے کہ خلق نے تیری عوض مین دوسری چیز کا ارادہ کیسے کیا اور تیرے سوا اور چیز سے
کسطرح مانوس ہوگئے بلکہ مجھے یہ تعجب ہے کہ جب خلق نے تیرے سوا اور چیز کا ذکر کیا تو اونکے دل کسطرح
روشن ہوے۔ اور ثابت بنانی رح کے حال مین ہے کہ اونکو نماز بہت محبوب تھی اسلیے دعا مانگا کرتے
کہ الٰہی اگر تو کسیکو قبر مین اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھی کو اجازت دینا کہ اپنی قبر مین نماز پڑھون
اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سری رح سے زیادہ عابد کسیکو نہین دیکھا کہ اٹھانوے
برس کی عمر ہوئی تھی مگر بجز مرض موت کے کبھی کسی نے لیٹے ہوے اونکو نہ دیکھا۔ اور حارث بن سعد کہتے ہین
کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر کرتا تھا دیکھی اور اوس سے اسباب مین
کہا اوسنے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور احوال خلق پر منظور ہین اونکے سامنے اس مشقت کی کیا اصل ہے مگر
لوگ غافل ہین اپنے نفسون کے لذات پر گرے ہوے ہین اور جو حظ اکبر کہ اونکو خدا کے پاس سے ملیگا
اوسکو بھولے ہین یہ سنکر سب لوگ رو پڑے۔ اور ابو محمد مغازلی کہتے ہین کہ ابو محمد جریری ایک سال بھر
مکہ معظمہ مین مجاور رہے نہ سوئے نہ کلام کی نہ ستون یا دیوار سے تکیہ لگایا نہ ٹانگین پھیلائین ایک روز انکے
پاس ابوبکر کتانی گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوے آپنے فرمایا کہ جس
علم نے میرے باطن کو پختہ کر رکھا ہے اوسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہے کتانی اپنا سر نیچے کر کے سوچتے ہوے
چلدیے۔ اور بعض اکابر روایت کرتے ہین کہ مین فتح موصلی رح کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلانے
روتے ہین یہان تک کہ آنسو اونکی اونگلیون کے بیچ مین سے گر رہے ہین مین انکے قریب گیا اور آنسو انکو
دیکھا کہ زردی آمیز ہین مین نے انسے کہا کہ اے فتح تمکو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو اونھون نے فرمایا کہ اگر
تو مجکو قسم نہ دیتا تو مین ہرگز نہ بتاتا ہان مین خون روتا ہون مین نے پوچھا کہ آپ آنسو کیون بہاتے ہین
فرمایا کہ اس جہت سے کہ جو حق خداے تعالی کا مجھپر واجب تھا اوسمین مین نے قصور کیا اور خون اسلیے رویا کہ
آنسو کہین بیموقع نہ نکلے ہون پھر مین نے اونکو بعد مرنے کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے
کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجکو بخشدیا مین نے پوچھا کہ آپکے آنسوون کے باب مین کیا کیا فرمایا کہ مجکو اللہ جل شانہ نے
پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا مین نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب مین قصور کرنے کی
جہت سے پھر پوچھا کہ خون کسواسطے روتا تھا مین نے عرض کیا کہ اس خوف سے کہ کہین آنسو بیموقع اور
نامقبول نہوے ہون پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی قسم ہے اپنی عزت و جلال کی

کہ تیرے دونون نگاہبان چالیس برس تیرے نامۂ اعمال کو لایا کیے اوسمین کوئی خطا نہین اور منقول ہے
کہ کچھ لوگ چلے جاتے تھے راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہونچے جو لوگون سے علحدہ تھا اوسکو
جو پکارا تو اوسنے عبادتخانے مین سے سر نکالکر اونکی طرف دیکھا اوس سے اونھون نے کہا کہ ہم رستہ
بھول گئے ہین رستہ کدھر کو ہے اوسنے اپنے سر سے اشارہ آسمان کیطرف کیا وہ اوسکا مطلب سمجھ گئے کہ
معرفت کا رستہ بتاتا ہے پھر اوس سے کہا کہ ہم تجھسے پوچھین جواب دیگا اوسنے کہا کہ پوچھو اور زیادہ
مت پوچھیو دن پھر نہین آنیکا نہ عمر پھر سے آویگی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے لوگون کو
اوسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور کہا کہ فردای قیامت مین لوگون کا حشر خدای تعالی کے نزدیک کس چیز پر
ہوگا اوسنے کہا کہ اپنی اپنی نیتون پر پھر اوس سے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر اوسنے کہا کہ اپنے سفر کی حیثیت
کے بموجب توشہ لو اسلیے کہ بہتر توشہ وہی ہے جو مقصود تک پہونچا دے پھر اونکو رستہ بتا کر سر اندر کر لیا
اور عبدالواحد بن زید کہتے ہین کہ میرا گذر ایک چین کے راہب کے پاس ہوا مین نے اوسے راہب
کر کے پکارا اوسنے جواب دیا دوبارہ پھر مین نے کہا کہ او راہب وہ نہ بولا سہ بارہ پھر کہا اوسنے میری
طرف سر نکالا اور کہا کہ میان صاحب مین راہب نہین راہب وہ ہے جو خدای تعالی سے ڈرے اور اوسکی
تعظیم کرے اور اوسکی بلا پر صبر کرے اور اوسکی قضا پر رضی رہے اور اوسکی نعمتون کا شکر کرے
اور اوسکی عظمت کے سامنے تواضع کرے اور اوسکی عزت کے مقابل ذلیل رہے اور اوسکی قدرت کے
اپنے نفس کو حوالہ کرے اور اوسکی ہیبت سے خشوع کرے اور اوسکے حساب و عذاب مین تامل
کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد اور خدای تعالی سے مانگنا اوسکو سونے
نہ دے راہب تو اوسکو کہتے ہین اور میرا حال جو پوچھو تو مین باؤلا کتا ہون اپنے آپ کو اس عبادتخانے
مین بند کر لیا ہے تا کہ لوگون کو نہ کاٹون مین نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگون کو خدای تعالی سے علحدہ
کر رکھا ہے پہچاننے کے بعد کیون منحرف ہین اوسنے کہا کہ برادر خلق کو جو خدای تعالی سے علحدہ
کیا ہے تو صرف دنیا کی محبت اور اوسکی زینت نے کیا ہے دنیا ہی گناہون اور معاصی کی جگہ ہے
ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے پھینکدے اور خدای تعالی کے سامنے اپنے گناہون سے
توبہ کرے اور ایسی باتون پر متوجہ ہو جو خدای تعالی سے نزدیک کرین - اور کسی نے حضرت داؤد طائیؒ
سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی مین کنگھی کر لیجیے اونھون نے فرمایا کہ تو بس مین بیکار ہون اور
حضرت اویس قرنی رح کا دستور تھا کہ فرماتے کہ یہ رات رکوع کی ہے اوس رات کو ایک ہی رکوع مین
صبح کر دیتے اور جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ یہ سجدے کی رات ہے اوسکو سجدے ہی مین بسر کرتے

اور منقول ہے کہ جب عتبہ غلام رح تائب ہوے تو کھانے اور پینے کیطرف راغب نہوتے اونکی مادر مشفقہ اونسے کہتی کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کرو وہ جواب دیتے کہ مین آرام ہی کا طالب ہون تھوڑی سی مشقت مجھے کر لینے دو پھر بہتون تک آرام ہی کرونگا۔ اور منقول ہے کہ حضرت مسروق رح نے حج کیا تو جب سوئے سجدے ہی کی حالت مین سوئے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ رات کے چلنے کی تعریف لوگ صبح کو کیا کرتے ہین اور تقوی کو بعد موت کے اچھا جانینگے۔ اور عبداللہ بن داود کہتے ہین کہ بزرگان سلف مین سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا یعنی تمام رات مین سونا بالکل موقوف کر دیتا۔ اور کہمس بن الحسن ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے سب برائیون کی جڑ اوٹھ کھڑا ہو جب آپ ضعیف ہو گئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہگیا اور ربیع بن خثیم رح کی لڑکی اونسے کہا کرتی کہ بابا جان یہ کیا بات ہے کہ سب لوگ سوتے ہین اور آپ نہین سوتے آپ فرماتے کہ بیٹی مجکو آگ کا ڈر ہے اور جب اونکی ماں نے اونکا حال رونے اور جاگنے کا دیکھا تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسیکو مار ڈالا ہے جو ایسا رہتا ہے اونھون نے فرمایا کہ ہان اونکی ماں نے کہا کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اوسکے رشتہ دارون کو ڈھونڈھین کہ وہ تجکو خون معاف کر دین اسلیے کہ تیرا حال اگر وہ دیکھینگے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دینگے آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہے۔ اور بشر بن الحارث رح کے بھانجے جنکا نام عمر ہے کہتے ہین کہ میرے ماموں بشر بن الحارث میری ماں سے کہتے کہ بہن میری پسلیان اور تہیگاہ مجھ مین گڑتی ہین میری ماں نے کہا کہ بھائی اگر تم کہو تو تمھارے واسطے ایک مٹھی میدے کا اپنے پاس سے حریرہ بنا دون اوسکو پیوگے تو کچھ توانائی تم مین آجاویگی ماموں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اللہ تعالی مجھسے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہان سے آیا تو پھر مین کیا جواب دونگا میری ماں رونے لگی اور وہ خود بھی روئے اور اونکے ساتھ مین بھی رویا راوی کہتے ہین کہ میری ماں نے جب اونکا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کمزور ہو گیا تو اونسے کہا کہ بھائی کیا اچھا ہوتا کہ تمھاری ماں سے مین پیدا نہوتی اسلیے کہ تمھارا حال دیکھکر میرا جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہی اونھون نے یہ جواب دیا کہ بہن مین بھی یہی کہتا ہون

شعر

مرا اے کاشکے مادر نزادے	وگر مے زاد کس شیرم نہ دادے

میری ماں اونکے واسطے شب روز رویا کرتی۔ اور ربیع رح کہتے ہین کہ مین حضرت اویس رض کی خدمت مین آیا تو اونکو نماز فجر پڑھکر بیٹھا پایا مین بھی بیٹھ گیا اور دل مین کہا کہ انکے وظیفے مین ہارج نہونا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہان تک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کے وقت سے عصر تک برابر نماز

پڑھتے رہے بعد عصر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مغرب تک بیٹھے رہے نماز مغرب کے بعد پھر اپنی بیٹھک
نہ جمے یہان تک کہ عشا پڑھی پھر اوسی جگہ جمگئے یہان تک کہ نماز صبح پڑھی پھر جب بیٹھے تو سو گئے پھر فرمایا
کہ الٰہی مین تجسے پناہ مانگتا ہون ایسی آنکھون سے جو سوجا وین اور ایسے شکم سے جو سیر نہو مین نے
دل مین کہا کہ مجکو اونسے اسیقدر کافی ہے پھر مین واپس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویس رض سے پوچھا
کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہین اونھون نے فرمایا کہ مین بیمار نہون تو کیا ہون کہ
بیمارون کو کھانا ملتا ہے اور اویس نہین کھاتا بیمار سوتے ہین اور اویس نہین سوتا۔ اور احمد بن حرب
کہتے ہین کہ جو شخص یہ جانتا ہی کہ جنت اوسکے اوپر آراستہ ہے اور دوزخ اوسکے نیچے دہک رہی ہے تو
تعجب ہے کہ وہ ان دونون کے بیچ مین کیسے سوتا ہے اور ایک عابد بزرگ کہتے ہین کہ مین حضرت ابراہیم
بن ادہم رح کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہو چکے ہین مین آپ کو دیکھنے کے
لیے بیٹھ گیا آپ اپنے آپکو ایک کمل مین لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہانتک کہ
صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی آپ اوٹھکر نماز مین شریک ہوے اور وضو نکیا یہ بات میرے
دل مین کھٹکی مین نے آپ سے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے پھر نیا وضو نکیا آپ نے فرمایا
کہ مین تو رات بھر کبھی جنت کی باغون مین دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلون مین بھلا اس صورت مین
نیند آیا کرتی ہے۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ مین ایسے لوگون سے ملا ہون کہ نماز پڑھتے پڑھتے
اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدون گھٹنون چلنے کے نہین آسکتے تھے۔ اور کہتے ہین کہ ابوبکر
بن عباس نے چالیس برس مین بستر پر اپنی کمر نہین لگائی اور اونکی ایک آنکھ مین پانی اوتر آیا بیس برس
تک اونکے گھر والون کو خبر نہوئی کہ ایک آنکھ سے نہین سوجھتا۔ اور منقول ہے کہ سمنون رح کا وظیفہ
ہر روز پانسو رکعتین تھین۔ اور ابوبکر مطوعی کہتے ہین کہ جوانی مین ایک رات دن مین اکتیس ہزار دفعہ
قل ہو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہے کہ کونسا عدد فرمایا۔ اور منصور بن معتمر
ایسے حال سے رہتے کہ اگر کوئی دیکھے تو کہے کہ اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہے یہ حال
رہتا کہ آنکھین نیچے کو آواز پست ہر وقت چشم تر اگر ذرا ہلاؤ تو آٹھ آٹھ آنسو گرین اونکی مان اونسے
کہتی کہ تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہے تمام رات رویا کرتا ہے چپ نہین ہوتا شاید بیٹا تو نے کوئی
خون کیا ہے یا کیا بات ہے وہ جواب دیتے کہ اے مان مین ہی جانتا ہون جو مین نے اپنے نفس کو
کیا ہے۔ اور کسی نے عامر بن عبداللہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے
صبر کرتے ہو اونھون نے فرمایا کہ وہ صرف اسطرح ہے کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹالدیا اور رات کی

سونے کو دن پر حوالہ کر دیا اور یہ کچھ بڑی بات نہین اور یہ فرمایا کرتے کہ مین جنت کی مثال ایسی چیز نہین
دیکھی جسکا طالب سو گیا ہوا اور نہ دوزخ کے مثل جس سے گریز کرنے والا سوتا ہوا اور جب رات آتی تو
کہتے کہ آگ کی حرارت نے خواب کو کھو دیا پھر صبح تک نہ سوتے جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے
نیند دور کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہے سو شام ہی سے
چلدیتا ہے اور صبح کے وقت لوگون کو رات کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے
کہ مین عامر بن قیس کے ساتھ چار مہینے رہا مین نے اونکو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوئے ہون۔
اور ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیون مین سے راوی ہے کہ مین نے آپ کے پیچھے نماز
صبح کی پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی دہنی طرف کو پھر بیٹھے اور آپ پر کچھ اثر غم تھا آفتاب کے
نکلنے تک آپ ویسے ہی رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا اور فرمایا کہ بخدا مین نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا ہے اور آج اونکے مثل کوئی امر نہین پایا جاتا وہ لوگ صبح کو میلے زرد رنگ اولجھے بال ہوتے
رات کو سجدہ و نماز مین کاٹ دیتے خدا کی کتاب پڑھتے اور پاؤن اور پیشانیون کو باری باری زور
دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو ایسے ہلتے جیسا درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہے اور اونکی
آنکھون سے آنسو اتنے جاتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اب لوگون کا یہ حال ہے کہ رات کو خوب
غافل ہو کر سوتے ہین۔ اور ابو مسلم خولانی نے ایک کوڑا اپنے گھر کی نمازگاہ مین لٹکا رکھا تھا
اوس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے کہ اوٹھہ کھڑا ہو نہین تو یقین جان کہ تجکو اتنا رگیدونگا
کہ تو ہی تھکیگا میرا کچھ نجاویگا پھر جب ونپر سستی آتی تو کوڑا لیکر اپنی پنڈلیون مین مارتے اور کہتے
کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر سزاوار مارنے کا ہے اور کہا کرتے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم یہ گمان کرتے ہونگے کہ دین کو کچھ ہم ہی نے اختیار کیا ہے اور لوگون کو ہمارے ساتھ شرکت
نصیب نہین بخدا کہ اوسمین ہم بھی اونکی شرکت اچھی طرح کرینگے تاکہ وہ بھی جانین کہ ہمارے پیچھے
کچھ لوگ رہے ہین۔ اور صفوان بن سلیم کی دونون پنڈلیان کثرت قیام سے رنگی تھین اور اجتہاد مین
اسدرجے کو پہونچ گئے تھے کہ اگر بالفرض اونسے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو اونکے اعمال معمولی پر
کچھ زیادتی نہونے پاتی اونکا دستور تھا کہ جاڑے کے دنون مین چھت پر سوتے اور گرمیون مین
اوٹھری کے اندر تاکہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے نیند نہ آوے موت اونکی حالت سجدہ مین ہوئی
یہ دعا مانگا کرتے کہ الٰہی مین تیری ملاقات چاہتا ہون تو میرے ملنے کو پسند فرما۔ اور حضرت قاسم
بن محمد کہتے ہین کہ مین ایک روز صبح کو اوٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اوٹھکر اول اپنی پھوپھی حضرت

عائشہؓ کی خدمت مین جاکر انکو سلام کرتا اُس روز جو گیا تو دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہین
اور اُسمین یہ آیت فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ پڑھ پڑھکر رو رہی ہین مین کھڑے کھڑے
تھک گیا اور اُنکا وہی حال رہا جب مین نے دیکھا کہ انکو ابھی دیر ہے بازار کو چلا گیا کہ اول اپنے
کام سے فراغت پاؤن تو پھر آؤنگا مین کام سے فراغت کے بعد جو آیا تو پھر بھی اُنکو اُسی حال مین
پایا کہ روتی جاتی تھین اور دعا مانگتی تھین اور اُس آیت کو مکرر پڑھتی تھین۔ اور محمد بن سحق کہتے ہین
کہ جب ہمارے پاس عبدالرحمن بن اسود حج کے ارادے سے آکر اُترے تو اُنکے ایک پاؤن مین کچھ مرض ہو گیا
تو آپ ایک پاؤن پر کھڑے ہو کر عشا کی وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجکو موت
سے کچھ خوف نہین صرف اتنا ڈر ہے کہ میرا تہجد چھوٹ جاویگا۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ
فرماتے ہین کہ نیکبختون کی علامتین یہ ہین کہ شب بیداری کے باعث زرد رنگ اور رونے کے مارے
آنکھین چندھی اور روزے کے سبب لب خشک ہون اور اُنپر خشوع والون کی طرح غبار ہو اور حضرت حسنؒ
سے کسی نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تہجد گذار شخصون کے چہرے اچھے ہوتے ہین آپنے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے
کہ وہ خداے تعالی کے ساتھ تنہائی مین ہوتے ہین اللہ تعالی انکو اپنے نور مین سے نور پہنا دیتا ہے
اور حضرت عامر بن عبدالقیسؒ فرمایا کرتے کہ الٰہی تو نے مجکو پیدا کیا تب مجسے مشورت نہین لی اور
ماریگا تب مجھے خبر نہین فرماویگا اور میرے ساتھ ایک دشمن ایسا پیدا کر دیا کہ میرے خون کی جگہون مین
پھرتا ہے اور وہ مجکو دیکھتا ہے اور مین اُسکو نہین دیکھتا اور پھر مجکو ارشاد فرمایا کہ تو رُکا رہ الٰہی بھلا
مین کیسے رُکون اگر تو مجکو نہ روکے الٰہی دنیا مین رنج و غم ہین اور آخرت مین حساب و عذاب تو راحت
کہان ہے اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے شعر

آسودگی حرفیست نہ یان ہے نہ وہان ہے	یان فکر معیشت ہے وہان دغدغہ حشر

اور جعفر بن محمد کہتے ہین کہ عتبہ غلام آرات کو تین چیخون مین بسر کیا کرتے اسطرح کہ جب نماز عشا سے
فارغ ہوتے اپنا سر دونون زانون کے درمیان رکھکر فکر کرتے جب سوم حصہ شب گذرتا ایک
چیخ مارتے پھر گھٹنون مین سر دیکر فکر کرنے لگتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے
یہان تک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے راوی کہتے ہین کہ مین نے انکا حال کسی بصرے کے رہنے
والے سے کہا اُسنے کہا کہ تم اُنکی چیخون پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخون کے درمیان اُنپر
کیا کیفیت گذرتی ہوگی کہ وہ چیخ مارتے تھے۔ اور قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہین کہ محصب مین
ہمارے پاس زمعہ اپنے زوجہ اور دختر ون سمیت ٹھہرے ہوے تھے اُنکا دستور تھا کہ بہت رات سے

اُٹھکر نماز پڑھا کرتے جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ ای آرام کرنے والو کیا اس تمام رات سوؤ گے اور اُٹھکر چلو گے نہین یہ سنکر سب اُٹھ بیٹھتے تھے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت کرتا کوئی وضو کرتا جب فجر ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانا کرتے ہین۔ اور بعض حکما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اُسکے انعام کے باعث اُسکو پہچان گئے ہین اور اُسنے جو اُنکا سینہ کھولدیا تو اُسکی اطاعت کی اور اُسپر توکل کیا اور خلق اور امر کو اُسی کے حوالے کیا اسلیے اُنکے دل صفائے یقین کی کانین اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق اور قدرت کے خزانے ہوگئے ہین حال اُنکا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگون مین رکھتے ہین اور اُنکے دل ملکوت مین جولانیان کرتے ہین اور محجوب غیب مین پناہ لیتے ہین پھر وہان سے جو پھرتے ہین تو اُنکے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہین کہ جنکا وصف کوئی بیان نہین کرسکتا وہ لوگ باطن کی خوبی مین تو حریر سے ہین اور ظاہر مین جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے ہر ایک سے تواضع پیش آتے ہین اور یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہین مل سکتا بلکہ خدائے تعالیٰ کا فضل ہے جسکو چاہے دے اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین بیت المقدس کے پہاڑون مین پھرتا تھا اتفاقاً ایک جنگل مین آیا اور ایک آواز دور کی سنی اور وہ پہاڑ اُسکا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی مین اُس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ مین پہونچا جو درختون سے چھپا ہوا تھا اُسمین ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ مین اُسکے پیچھے بیٹھ گیا وہ یہی پڑھتا رہا یکایک ایک چیخ مارکر بیہوش ہوگیا مین نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوگیا پھر مین اُسکے افاقے کا منتظر رہا ایک گھنٹے کے بعد اُسکو ہوش ہوا مین نے سنا کہ یہ کہتا ہے الٰہی مین تجھسے دروغگوؤن کے مقام سے پناہ مانگتا ہون اور جھوٹے مدعیون کے اعمال سے اور غافلون کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہون تیرے ہی لیے خوف کرنے والون کے دل خشوع کرتے ہین تیری ہی طرف قصوروارون کی توقع جھکتی ہے تیری ہی عظمت کے لیے عارفون کے دل ذلیل ہوتے ہین پھر اپنے دونون ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجکو دنیا سے کیا سروکار اور اُسکو مجھسے کیا علاقہ ای دنیا جو تجھ جیسا ہو اُسکے پاس جا اور جو تجکو پسند کرے اُنھین کو جاکر اپنی آسائش اور ہزارون طرح کے آرام سے فریب دے پھر کہا کہ پہلے لوگ کہان گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر ہین مٹی مین سڑتے ہین اور چند روز مین فنا ہوجاتے ہین مین نے اُسکو پکارا کہ ای بندۂ خدا مین آج دن بھر سے تیرے پیچھے

تیرے فراغت پانے کا منتظر ہون اُسنے کہا کہ بھلا اُس شخص کو فراغت کسطرح ہوگی جو زمانے سے
بیشی چاہتا ہی اور زمانہ اُس سے بیشی چاہتا ہی اور ڈرتا ہی کہ کہین موت اُسکے نفس پر سبقت
نہ کر جاوے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جسکے دن تو گذر گئے ہون اور اُسکے گناہ رہگئے ہون پھر اُسنے
میری طرف سے دھیان پھیر خداے تعالی سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ اُن گناہون کیواسطے تو ہی ہی
اور ہر شدت کیواسطے جسکے آنے کی مجکو توقع ہی اور یہ آیت پڑھی وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا
يَحْتَسِبُونَ پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا مین نے
کہا کہ اسکا دم نکل گیا مین اُسکے قریب گیا دیکھا تو تڑپ رہا ہی پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ مین کون ہون
اور میرا خطر کیا ہی تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پردۂ رحمت مین مجکو چھپا اور اپنے
کرم ذاتی سے میرے گناہون سے درگذر فرما جسوقت کہ مین تیرے سامنے کھڑا ہون - مین نے اُس سے کہا
کہ قسم ہی تجکو اُس ذات کی جسکی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہی مجھسے کچھ کلام کر تو اُسنے کہا کہ کلام
اُس کیلئے جاکر کر جسکے کلام سے تمکو کچھ فائدہ ہو اور اُس شخص کے کلام کو جانے دو جسکو گناہون نے
تباہ کر دیا ہو مین اُس جگہ مین معلوم کس مدت سے ابلیس سے لڑ رہا ہون اور وہ مجھسے لڑتا ہی آج تک میرا
کوئی مددگار نہ ملا کہ اُس مصیبت سے مجکو نکالتا ایک تو آیا ہی تو مجھسے علحدہ ہی رہ اسلیے کہ تو نے
میری زبان کو بیکار کر دیا اور اپنی بات کی طرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا مین تیرے شر سے خداے تعالی
کی پناہ مانگتا ہون پھر توقع رکھتا ہون کہ وہ اپنے غصے سے مجکو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھپر فضل کرے
راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص خداے تعالی کا ولی ہی ایسا نہو کہ مین
اُسکو باتون مین مشغول کرون تو ایسی جگہ مجھپر عذاب آنے اس خیال سے مین اُسکو چھوڑ کر
واپس آیا - اور ایک اور نیکبخت روایت کرتے ہین کہ مین سفر مین چلتے چلتے ایک درخت کی طرف کو
گیا کہ اُسکے نیچے ذرا دم لون دیکھا تو ایک بوڑھا مجھپر چڑھا آتا ہی اور کہتا ہی کہ اُٹھ کھڑا ہو کہ موت
مری نہین پھر سامنے ہی کو چلدیا مین اُسکے پیچھے ہوا اور سنا کہ یون کہتا تھا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ
الْمَوْتِ الٰہی میرے لیے موت مین برکت کر مین نے کہا کہ بعد موت کے بھی اُسنے کہا جو شخص
بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ احتیاط اور خوف کے پایے چلنے کیلیے دامن اُٹھائے رہیگا دنیا مین
اُسکے رہنے کی جگہ نہو گی پھر کہا کہ اے وہ شخص جسکی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہین اپنا دیدار
دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فرداے قیامت مین
اپنے سامنے کی مجھکو فضیحت سے محفوظ رکھ اب تجھسے مجھے شرم آنے کا وقت آپہونچا اور

تجھسے رد گردان رہنے سے اب مین نادم آیا اگر تیرا حلم نہوتا تو مجکو سیری سوت بھی نہ کہیں بائی اور اگر تیرا عفو نہوتا تو سیری توقع تیرے پاس کی چیزون تک نہ پھیلتی بیہودہ شخص مجکو چھوڑکر چلا گیا اور مجاہدین کے باب مین یہ اشعار ہین

اشعار

جسم مین ہو لاغری اور دل مین ہو غم کا اثر
اگر پہاڑون مین ہو گا ہی دشت مین اُسکا گذر

فاش کرے سون پر کرے نالہ مثال عندلیب
خواب راحت رنگ رو کی طرح کر جائے سفر

خوف اُسکو جوش مین آئے تو پھر ہو مضطر
یون دعا مانگے اغثنی یا عمادی فی الخطر

جو مری نوبت ہو تو اُسکا خدا یا ہی علیم
تو بہت کرتا ہی بندون کی خطا سے درگذر

اور کسی اور نے مجاہدہ کے حال مین کچھ اشعار لکھے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی

زبان سطر یہ کر زیب تن کرین پوشاک
نہووے انمین مزہ وہ جو اُسکو ہی لذت

کرے خدا کی طلب چھوڑ کر عیال اور مال
بغیر سیر کسی سے نہو اسے اُلفت

رہے عبادت خالق مین لیے خاطر خواہ
پسند گوشہ نشینی ہو تا نہو شہرت

پھرے جہان کہین بس ذوق ہو تلاوت کا
زبان و دل کو نہو ذکر کے سوا حرکت

سنادے مژدہ رسان آکے اُسکے مرنے پر
کہ ہر طرح کے الم سے تجھے ملے راحت

تمنا اُسکی ہو جو کچھ پھر اُسکو حاصل ہو
ہزارون عیش کرے ہو کے داخل جنت

اور کرز بن وبرہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور عبادات مین اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے لوگون نے اُنسے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کیا کرتے ہو اُنھون نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہی کہا کہ سات ہزار برس اُنھون نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہی کہا کہ پچاس ہزار برس آپ نے فرمایا کہ سات دن کا کام کرنے سے اگر تم اُس قیامت کے دن سے بے خوف ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہین ہو اس قول سے اُنکی غرض یہ ہی کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کے برابر سات ہزار برس جیوے اور نفس پر اسلیے مجاہدہ کرے کہ اُس ایک روز سے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہی نجات پاوے تب بھی اُسکو بہت فائدہ ہی اور آدمی کو چاہیے کہ ایسی صورت مین بھی جہاد نفس کی رغبت اُسکو ہوتی اور جب عمر تھوڑی ہی اور آخرت کی کچھ انتہا نہین تب تو ظاہر ہی کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا اصل ہی غرض کہ سیرت صلحاے سلف کی نفس کو سمجھانے اور مجاہدے مین ایسی ہوتی ہی پس اگر تمھارا نفس سرکشی کرے اور عبادت پر مواظبت کرنے سے باز رہے تو ان لوگون کا حال مطالعہ کرو کیونکہ

اسیے لوگون کا وجود اب نایاب ہے اور اگر ایسے لوگون کا دیکھنا نصیب ہو اور دیکھکر اقتدا کرو تو کیا
کہنا ہے ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ * دیکھنے کا اثر اقتدا مین بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور اگر دیکھنے سے
عاجز ہو تو اُنکے احوال سننے ہی سے غفلت نکرو بقول مشہور ع گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست
اور اپنے لیے دو باتون مین سے ایک پسند کرو یا تو یہ کہ جو لوگ عاقل اور حکما اور دین مین
اہل بصیرت ہین اُنکی اقتدا کرکے اُنکے زمرے مین داخل ہو یا اپنے زمانے کے غافلون جاہلون
کی اقتدا کرو مگر ان بیوقوفون کی جماعت مین رہنے اور ان کو دونون سے مشابہ ہونے پر ہرگز راضی
مت ہو عقلا کی مخالفت کسی طرح اختیار مت کرو اور اگر تمہارا نفس یون کہے کہ اُگلے سلف
تو زبردست لوگ تھے ہمکو اُنکی اقتدا کی مجال نہین تو جن عورتون نے عبادت مین مجاہدے کیے ہین
اُنکے حالات دیکھو اور نفس سے کہو کہ کم بخت تجھے غیرت نہین آتی کیا عورت سے بھی کم رہیگا یہ تو
بڑی ذلت کی بات ہے کہ مرد ہو کر دین یا دنیا کے معاملے مین عورت سے کم رہے اب ہم کچھ
تھوڑا سا حال مجتہد عورتون کا لکھتے ہین حبیبہ عدویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اُنکا معمول تھا
کہ جب نماز عشا پڑھ چکتین تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتین اور کرتا اور دوپٹہ خوب کسا کر کہتین الٰہی
تارے چمک رہے اور آنکھین سو گئین بادشاہون نے اپنے دروازے بند کرلیے ہر ایک حبیب
اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا اب مین تیرے سامنے کھڑی ہون پھر نماز پڑھتی رہتین جب فجر
ہوجاتی تو کہتین کہ الٰہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہوگیا مجھے معلوم نہین کہ تو نے مجھسے یہ
رات قبول فرمائی تو مین مبارکباد دی اپنے آپ کو دون یا تو نے نامنظور کی تو تعزیت کرون قسم ہے
تیری عزت کی جبتک تو مجھکو باقی رکھیگا اپنا طریق یہی رکھونگی اور اگر تو اپنے دروازے سے
مجھکو جھڑک دیگا تو مین ہرگز نٹلونگی اسلیے کہ میرے جی مین تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے اور
عجردہ سے روایت کرتے ہین کہ یہ نابینا تھین رات بھر جاگتین جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک
سے کہتین کہ عابدون نے تیرے ہی لیے تاریکی شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل مغفرت کی طرف
سبقت کرتے ہین الٰہی مین تیرے ہی ذریعے سے تجھسے سوال کرتی ہون کسی اور کے ذریعے سے
نہین مانگتی کہ تو مجھکو سابقین کے اول زمرے مین کردے اور مجھکو علیین مین مقربین کے درجے تک
پہونچا دے اور اپنے نیکبخت بندون مین شامل کردے تو سب سے کریم ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اور سب
عظیمون کا سرا ہے پھر سجدے کے لیے ایسی طرح گرتین کہ اُسکے دھماکے کی آواز سنائی دیتی پھر صبح تک
دعا مانگتی اور روتی رہتین — اور یحیی بن بسطام کہتے ہین کہ مین شعوانہ کی مجلس مین حاضر ہوتا

اور جو کچھ اُنکی فریاد و زاری ہوتی اُسکو دیکھا کرتا ایکبار مین نے اپنے ایک یار سے کہا کہ چلو جب یہ تنہا ہون تو اُنسے کہین کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کرین اُسنے کہا کہ اختیار ہی چلو ہم اُنکی خدمت مین گئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کرین اور اتنا نہ رویا کرین تو جو تمہاری مراد ہی اُسپر یہ بات زیادہ مدد ہوگی وہ یہ بات سنکر رو پڑین پھر کہا کہ مین تو یہ چاہتی ہون کہ اتنا رؤون کہ میرے تن مین ایک آنسو نرہے پھر خون رویا کرون یہان تک کہ کسی میرے عضو مین ایک قطرہ خون کا باقی نرہے مگر مجھے رونا کہان آتا ہی مین کب روتی ہون اسی جملے کو بہت دفعہ کہا کہ مین کہان روتی ہون پھر بیہوش ہوگئین — اور محمد بن معاذ کہتے ہین کہ مجھسے ایک عابدہ عورت نے بیان کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مین جنت مین داخل کی گئی ہون اور دیکھتی ہون کہ تمام اہل جنت اپنے اپنے دروازے پر کھڑے ہین مین نے پوچھا کہ جنت والے کیون کھڑے ہین مجھسے کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار مین کھڑے ہین جسکے لیے جنتین آراستہ کی گئی ہین مین نے کہا کہ وہ عورت کون ہی مجھسے کسی نے کہا کہ ایک کالی لونڈی ایلہ کے لوگون کی ہی جسکو شعوانہ کہتے ہین مین نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہی مین اسی گفتگو مین تھی کہ اتنے مین وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا مین اڑتی آپہونچی جب مین نے اُنکو دیکھا تو پکارا کہ بہن تم تو مجھے محبت کیا کرتی ہو اپنے رب سے دعا کرو کہ مجکو بھی تمہارے ساتھ ملادے اُنھون نے تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے آنے کا وقت نہین آیا مگر میری دو باتین یاد کرلے اول تو یہ کہ اپنے دل پر دائم غم رکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالے کی محبت کو اپنی ہوائے نفس پر مقدم رکھنا پھر انشاء اللہ تجکو نقصان نہوگا کبھی تیری موت آوے — اور عبد اللہ بن الحسن کہتے ہین کہ میرے پاس ایک روم کی لونڈی تھی جسسے مین بہت خوش تھا ایک رات وہ میرے پاس سوتی تھی مین جو جاگا تو اُسکو پہلو مین نہ پایا اُٹھکر ڈھونڈھنے لگا دیکھا تو وہ سجدہ مین پڑی ہوئی کہہ رہی ہی الٰہی بباعث اُس محبت کے جو تجکو میرے ساتھ ہی مجکو بخشدے مین نے کہا کہ یون مت کہہ کہ جو محبت تجکو میرے ساتھ ہی بلکہ یون کہہ کہ جو محبت مجکو تیرے ساتھ ہی اُسکے باعث گناہ معاف کر اُسنے کہا کہ آقا صاحب یہ نہین وہی مجھسے محبت رکھتا ہی تو شرک سے نکال کر مشرف باسلام فرمایا اور اُسکی محبت سے یہ ہی کہ مجھے رات کو جگایا حالانکہ بہت اُسکی مخلوق سوتی ہی — اور ابو ہاشم قرشی کہتے ہین کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جسکو سریہ کہتے تھے ہمارے ایک مکان مین آکر ٹھہری مین اُسکی فریاد و زاری رات بھر سے سنکرتا ایک روز مین نے اپنے خادم سے کہا کہ اس عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا کرتی ہی اُسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہین کرتی یہ کرتی ہی کہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے نہین ہٹاتی اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہی کہ تو نے سریہ کو پیدا کیا

پھر اپنی نعمت سے اسکو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے میں پھرا تیرے سب احوال اسکے حق میں اچھے
ہین تیرے مصائب اسکے عندیے میں سلوک ہین اور وہ باوجود اسکے اپنے آپ کو تیرے غصے کے لیے
معترض ہوتی ہے کہ بے تامل تیری نافرمانی کی جرأت کرتی رہتی ہے کیا تو یہ جانتا ہے کہ وہ یہ گمان
کرتی ہوگی کہ تو اسکے افعال بد نہین دیکھتا ہوگا حالانکہ تو علیم اور خبیر اور سب چیز پر قادر ہے اور ذو النون
مصری فرماتے ہین کہ ایک رات مین وادی کنعان سے نکلا جبکہ وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے سے
ایک کالی چیز میری طرف کو آتی ہے اور کہتی ہے کہ وَبَدَا لَهُم مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اور
روتی ہے جب وہ مجھسے نزدیک ہوئی تو معلوم ہوا کہ ایک عورت صوف کا جبہ پہنے اور ہاتھ مین ڈولچی
لیے ہے اسنے کہا کہ تو کون ہے جو خداے تعالی سے فارغ ہوکر اورون کی طرف متوجہ ہوتا ہے مین نے کہا
کہ ایک مرد مسافر ہون اسنے کہا کہ تعجب کی بات ہے خداے تعالی کے ہوتے ہوے غربت وسفر کے
کیا معنی ہین اسکے اس کہنے سے رو پڑا اسنے کہا کہ تو کیون روتا ہے مین نے کہا کہ دوا ایسے درد پر پڑ گیا کہ زخم
ہوگیا تھا اور دوا سے جلد اچھا ہونے لگا اسنے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کیون روتا ہے مینے کہا کہ سچے کیا
رویا نہین کرتے اسنے کہا نہین مینے پوچھا کہ کیا وجہ اسنے کہا کہ رونا دل کی راحت ہوتا ہے مین اس
بات کو سنکر تعجب کرتا رہگیا اور کچھ نہ کہا۔ اور احمد بن علی کہتے ہین کہ ہمنے عفیرہ کے پاس جانے کی اجازت
چاہی انھون نے ہمکو اجازت نہ دی ہم دروازہ ہی پر پڑے رہے اور کہین ٹہلے جب انکو معلوم ہوا تو وہ
دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئین اور یہ کہکر دروازہ کھولا کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتی ہون اس
شخص سے جو مجھکو تیرے ذکر سے روکے ہم اندر گئے اور انسے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا کرین انھون نے فرمایا کہ
اللہ تعالی تمھاری ضیافت میرے گھر مین یہ کرے کہ تمھاری مغفرت فرماوے پھر ہمسے کہا کہ عطا سلمی نے
چالیس برس آسمان کی طرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ نے جو انپر خیانت کی تو بیہوش ہوکر گر پڑے اور
پیٹ مین کوئی پردہ پھٹ گیا کاش غیرہ اپنا سر اٹھاوے اور نافرمانی نہ کرے اور کیا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی
کی ہے تو اسکو دوبارہ نہ کرے۔ اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین ایک روز بازار گیا اور میرے ساتھ
ایک حبشی لونڈی تھی مین بازار سے علٰحدہ ایک جگہ پر اسکو بٹھلا گیا اور کسی ضرورت کو چلا گیا اور یہ
کہہ گیا کہ جبتک مین نہ آؤن یہان سے مت ہلنا جب مین اپنے کام سے پھر کر آیا تو اسکو جہان بٹھلا گیا تھا
وہان نہ پایا اپنے گھر کو واپس آیا اور نہایت غصہ اسپر تھا جب اسنے مجھکو دیکھا تو چہرے سے غصہ
پہچان گئی اور مجھسے کہا کہ آپ جلدی نہ کرین میری بات سن لین جس جگہ آپ مجھکو بٹھلا گئے تھے وہان
مین نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نہ پایا مجھے خوف ہوا کہ کہین یہ جگہ دھنس نہ جاوے اسلیے مین

وہان سے چلی آئی راوی کہتا ہے کہ مجکو اُسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور اُس سے کہا کہ تو آنا دہ اُسنے کہا
کہ یہ آپ نے بُرا کیا مین آپ کی خدمت کیا کرتی تھی تو مجکو دو ثواب ہوتے تھے اب
ایک جاتا رہا۔ اور ابن علاے سعدی کہتے ہین کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام بریرہ تھا وہ عابدہ تھین
اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھین جب ایسی آیت پر آتین کہ اُسمین موت کا ذکر ہوتا تو روتین
اسی طرح کیا کرتین یہان تک کہ رونے کی کثرت سے اُنکی آنکھین جاتی رہین اُسکے چچازاد بھائیون
نے آپس مین کہا کہ چلو اُنکو کثرت گریہ کے باب مین ملامت کرین ہم سب اُنکے پاس گئے اور
پوچھا کہ اے بریرہ تم کیسی ہو جواب دیا کہ مہمان ہین اجنبی زمین مین پڑے ہین اور اُسکے منتظر ہین کہ
کب کوئی ہمکو بلاوے اور ہم جاوین ہمنے کہا کہ پھر یہ رونا کب تک رہیگا آنکھین تو جاتی رہین اُنہون نے
کہا کہ اگر میری آنکھون کو خدا کے یہان کچھ بہتری ہے تو دنیا مین جو کچھ اُنمین سے جاتا رہا اُس سے
اُنکا کیا نقصان ہے اور اگر اُنکو خدا کے یہان بُرائی ہے تو اور اس سے زیادہ روئینگی یہ کہکر
منہ پھیر لیا لوگون نے کہا کہ یہان سے اُٹھ کھڑے ہو اُنکا حال کچھ اور ہی ہے اپنا سا حال نہین اور
معاذہ عدویہ جب دن نکلتا تو کہتین کہ یہ وہ دن ہے جسمین مین مرونگی اور شام تک کچھ نہ کھاتین جب
رات ہو جاتی تو کہتین کہ اس رات مین مرونگی اور صبح تک نماز مین مصروف رہتین اور ابو سلیمان دارانی
فرماتے ہین کہ مین ایک رات حضرت رابعہ کے یہان رہا وہ اپنی محراب مین کھڑی ہوئین اور مین مکان کے
ایک گوشے مین اور صبح تک ہم دونون کھڑے رہے جب صبح ہوئی تو مین نے کہا کہ جس شخص نے ہمکو قوت
اس رات کے قائم ہونے کی عنایت فرمائی اُسکا شکر یہ کیا ہے حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اُسکا شکر یہ
ہے کہ دن کو اُسکے واسطے روزہ رکھین۔ اور شعوانہ اپنی دعا مین یون کہا کرتین کہ الٰہی مجھے تیرے
ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے یہان توقع
کرنے والون کی امید نہین ٹوٹتی نہ مشتاقون کا شوق تیرے یہان نکما ہوا الٰہی اگر اب میری موت ہو اور
کسی عمل نے مجکو تجھسے نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریون کا ذریعہ گناہون کے اقرار کو کرتی ہون پس اگر
تو معاف فرما دیگا تو تجھسے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دیگا تو تجھسے عادل تر کون ہے
الٰہی مین نے جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اُسپر ستم کیا اب اُسکے واسطے تیرا حسن نظر رہا ہے اگر تو اُسکا
مطلب پورا نہ فرما دیگا تو اُسکی خرابی اور تباہی ہے الٰہی تو میری زندگی بھر مجھپر احسان کرتا رہا تو اُس
احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص مجکو ایام حیات مین میرا ذمہ دار احسان کا رہا ہے اُس سے
مجکو توقع ہے کہ مرنے کے وقت بھی مجھپر بخشش کرے الٰہی تو تو میری حیات مین ہمیشہ ذمہ دار میرے ساتھ

سلوک ہی کار ہا تو پھر بعد مرنے کے مین تیرے حسن نظر سے کسطرح مایوس ہون الٰہی اگر میرے گناہون نے
مجھکو ڈرایا ہی تو جو محبت مجھکو تجھسے ہے اسنے اطمینان دلایا ہی پس میرے معاملے کو اسطرح عمل کر جو
جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل بکر اس شخص پر کر جو جہل مین مغرور ہی الٰہی اگر تجھکو میری رسوائی
منظور ہوتی تو تو مجھکو ہدایت نفرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو پردہ پوشی کیون کرتا پس جس
سبب سے کہ تو نے ہدایت کیا اسی سے مجھکو بہرہ ور فرما اور جس باعث سے پردہ پوشی کی اسکو ہمیشہ کر الٰہی مجھے
گمان نہین کہ جس مطلب مین مین نے اپنی عمر کاٹی اسکو تو نا منظور فرما کر مجھکو ہٹا دیگا الٰہی اگر مین نے گناہ کیا
ہوتا تو تیرے عذاب سے کیون ڈرتی اور اگر تیرا کرم نہ پہچانتی تو تیرے ثواب کی توقع کیون کرتی ہے اور خواص
کہتے ہین کہ ہم رحلہ عابدہ کے پاس گئے انکا حال یہ تھا کہ روزہ رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی تھین اور روتے روتے
اندھی ہو گئی تھین اور نماز پڑھتے پڑھتے بیکل ہو گئی تھین نماز بیٹھے بیٹھے پڑھا کرتی تھین ہمنے انکو سلام
کیا اور کچھ بیان عفو الٰہی کا کیا تا کہ انپر معاملہ آسان ہو جاوے انھون نے سنکر ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ مین
جانتی ہون کہ مین دائم میرے نفس کا حال مجھی کو معلوم ہی اسیسے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہی مین چاہتی ہون
کہ کاش خداے تعالیٰ مجھکو نہ پیدا کرتا اور میرا کچھ ذکر دنیا مین نہوتا یہ کہکر پھر نماز پڑھنے لگین ـ پس اگر تمکو اپنے
نفس کی نگاہداشت اور حفاظت منظور رہے تو ان مردون اور عورتون کا حال دیکھو جنھون نے اجتہاد کیا تا کہ
تمکو بھی سرور اسے اور حرص اجتہاد زیادہ ہو اور اپنے زمانے والون کی طرف سرگرمی نہ دیکھنا جنکے باب مین
خدے تعالیٰ فرماتا ہی وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اجتہاد والونکی
حکایتین بیشمار ہین ہمنے جسقدر لکھی ہین عبرت والے کے لیے بس ہین اور اگر تمکو زیادہ دیکھنا منظور ہو
تو کتاب حلیۃ الاولیا کا مطالعہ ہمیشہ کیا کرو اسمین بیان احوال صحابہ اور تابعین اور انکے بعد کے
لوگون کا ہی اسکے دیکھنے سے تمکو معلوم ہو گا کہ تم اور تمھارے اہل زمانہ سب کے سب اہل دین سے کسقدر
دور ہین پھر اگر تمھارا نفس اسی زمانے والون کو دیکھنے کو کہے اور یہ حجت کرے کہ خیر اسی زمانے مین ہی کہ
صحبت سے مدد گار ہین علاوہ اسکے اگر انکی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہینگے اور ہنسی کرینگے اسلیے
ضرور ہوا کہ سب باتین وہان بیاید ساخت جو انکا حال ہو گا وہی تمھارا ہو گا مصیبت بھی ہو گی تو سب کی
ہو گی اور مثل مشہور ہی مرگ انبوہ جشنے دارد تو نفس کی اس دلیل سے ایسا نہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور
اسکے مکر مین مبتلا ہو جاؤ بلکہ اسسے یون کہو کہ بھلا اگر کوئی بڑی سیلاب آتی ہو جو شہر کے شہر کو تباہ
کرے اور لوگون کو اسکی حقیقت معلوم نہو اسی لیے وہ راہ احتیاط نہ چلین اور اپنی جگہ سے نہ ہلین
تمکو انسے علٰحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی مین سوار ہو کر اس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اسوقت بھی

تمھارے دل مین گذرتا ہی کہ مرگ انبوہ جشنے دارد اور اسوقت تو تم انکی موافقت نہین کرتے اور انکی
احتیاط نہ کرنے کو حماقت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کا فکر کرتے ہو پس جب ڈوبنے کے ڈر سے جسکا عذاب
ایک ساعت کا ہی تم لوگون کی موافقت ترک کر دیتے ہو تو پھر کیا بات ہی کہ جو عذاب ہمیشہ کا ہی اس سے
گریز نہین کرتے اور ہر وقت اسی کے مستحق ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب عام ہوتی ہی
تو اچھی معلوم ہوتی ہی یہ بھی بیان درست نہین اسلیے کہ دوزخیون کو اتنی مہلت کہان جو عام یا خاص
کی طرف التفات کرین سوا اسکے دیکھو کہ کفار کو صرف انکا اہل زمانہ کی موافقت ہی نے تباہ کیا انھون نے
بھی یہی کہا اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ غرضکہ جب تم
نفس کے عتاب کرنے مین مشغول ہو اور اس سے اجتہاد لو اور وہ کہنا نہ مانے تو اسکو ملامت کرنے اور
جھڑکنے سے باز نہ آؤ اور اسکو بتلاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق مین بری ہی پس کیا عجب ہی کہ وہ
ان باتون کے باعث اپنی سرکشی سے باز رہے **چھٹا مقام** نفس کی توبیخ اور عتاب مین
واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اسکا نفس ہی جو عمل کا گھونسا ہی وہ بدی کا امر کرتا ہی اور برائی
پر پیدا ہوا ہی خیر سے بھاگتا رہتا ہی اور آدمی کو اسکے تزکیہ اور راست رکھنے اور زبردستی
خدا تعالی کی عبادت پر آمادہ کرنے اور شہوات سے روکنے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم
ہوا ہی پس اگر آدمی اسکی خبر نہ لے تو سرکشی کرکے بھاگ جاتا ہی اور پھر ہاتھ نہین آتا اور اگر ہمیشہ
ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا رہے تو وہی نفس پھر نفس لوامہ ہو جاتا ہی جسکی قسم خدا تعالی نے
کھائی ہی اور توقع ہی کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جو زمرہ بندگان الٰہی مین راضی اور مرضی ہو کر بلایا
جاویگا اسلیے آدمی پر لازم ہی کہ کسی وقت اسکی نصیحت اور عتاب سے غافل نہ ہو اور دوسرے کو نصیحت
جب کرے جب اول اپنے نفس کو کرے۔ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای
ابن مریم تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگونکو نصیحت کر ورنہ مجھسے شرم کر اور اللہ تعالی
فرماتا ہی وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور اسکا طور یہ ہی کہ نفس کی طرف متوجہ ہو کر اسکی بیوقوفی اور غباوت
اور نادانی ثابت کرے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہی اور اگر اسکو احمق کہہ دے تو بہت ہی
برا مانتا ہی پس اس سے یون کہنا چاہیے کہ ای نفس تو کتنا بڑا جاہل ہی تو تو کہتا ہی کہ مین حکمت
اور زیرکی اور دانائی مین یکتا ہون مگر تیرے برابر بیوقوف اور کم فہم کوئی نہین کیا تو
نہین جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہین اور انھین سے ایک مین تو عنقریب جاویگا پھر تجھے
کیا ہوا ہی کہ خوش ہوتا ہی اور ہنستا ہی اور کھیل مین مشغول رہتا ہی حالانکہ تجھسے یہ بڑا کام لیا جاتا ہی

شاید آج یا کل تجکو موت آدبا وے اور جسکو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہی ہو کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے بعید وہ ہے جو آنے کی نہین کیا یہ نہین جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکایک آتی ہے نہ کوئی پہلے اسکا قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہو نہ یہ کہ گرمی مین آوے اور جاڑے مین نہ آوے یا جاڑے مین آوے گرمی مین نہ آوے یا دن کو آوے رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے یا لڑکپن مین آوے جوانی مین نہ آوے یا جوانی مین آوے لڑکپن مین نہ آوے بلکہ ہر ایک سانس مین ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت دفعۃً نہو تو مرض تو دفعۃً ہوتا ہے جو موت پر پہونچا دیتا ہے پس نہ معلوم تجھے کیا ہوا ہے کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہے اسکی تیاری نہین کرتا کیا تو اس آیت کو نہین سمجھتا اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ اگر تو خداے تعالی کی نافرمانی پر اسلیے جرات کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد مین خداے تعالی تجکو نہین دیکھتا تو تو بڑا کافر ہے اور اگر خداے تعالی کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہے تو سخت بیحیا ہے اگر تیرے سامنے کوئی تیرا غلام بلکہ تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجکو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منھ چڑھاوے اور غصہ دکھاوے پھر کونسی جرات سے تو خداے تعالی کے غصے کا متعرض ہوتا ہے اور اسکے عذاب وعقاب سے نہین ڈرتا کیا تجکو یہ گمان ہے کہ اسکے عذاب کی برداشت کرسکیگا ہرگز نہین یہ بات دل سے دور رکھ اور اگر اسکے عذاب کا امتحان کیا چاہے تو ایک ساعت تپش آفتاب مین یا حمام تیز مین بیٹھ یا اپنی انگلی آگ سے قریب کر تاکہ قدر طاقت اور حوصلہ اپنا معلوم ہوجاوے یا یہ مغالطہ ہے کہ خداے تعالی کریم اور صاحب فضل ہے اسکو کسی کی طاعت کی حاجت نہین پس اللہ تعالی کے کرم پر دنیا کے کامون مین کیون نہین اعتماد کرتا جب کوئی دشمن تیرا قصد کرتا ہے تو کیون حیلے اسکے دفع کے کرتا ہے جب کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالی اپنے کرم سے اسکو دور کردیگا یا جب کوئی کام دنیاوی تجکو دبا تا ہے جو بدون روپے پیسے کے نہین سرانجام ہوتا تو اسوقت تیرا کیون دم سا نکلتا ہے اور اسکی طلب مین بیسیون حیلے بناتا ہے اسوقت اعتماد کرم الہی پر کہان جاتا ہے کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالی کوئی خزانہ بتلاویگا یا کسی اپنے بندے کو بھیجیگا کہ تیرا کام بدون تیرے ہاتھ پاؤن ہلانے سرانجام کردیگا کیا تو یہ جانتا ہے کہ خداے تعالی صرف آخرت ہی مین کریم ہے دنیا مین نہین اور تجھے تو معلوم ہے کہ خداے تعالی کا طریق بدلا نہین جاتا اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہے اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جو وہ کماوے ارسے

نفس تیرے جھوٹے دعوی اور نفاق بڑے ہی عجیب ہیں اسلیئے کہ تو زبان سے تو دعوی ایمان کرتا ہی مگر نفاق کا اثر تجھپر ظاہر ہی دیکھ تیرا آقا اور پروردگار فرماتا ہی وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا اور آخرت کے باب مین فرماتا ہی وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ان دونون آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اسنے فرمائی ہی کہ تیری سعی کی اسمین کچھ حاجت نہین اور آخرت کو بندے کی کمائی پر منحصر رکھا مگر تو نے اپنے افعال سے خداے تعالی کو جھوٹا کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہی اسپر تو مدہوشون اور باؤلون کی طرح گرتا ہی اور امر آخرت کو جو تیری سعی پر منحصر رکھا تھا اس سے بالکل روگردان اور حقارت کنان ہی پس یہ تو نشان ایمان نہین اگر زبان سے ہی ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کے سب سے نیچے درجے مین کیون ہوتے ارے کم بخت گویا تو روز حساب پر ایمان نہین رکھتا اور گمان کرتا ہی کہ مرنے کے بعد تجھکو رہائی ہوجاویگی اور بھاگ جاویگا ہرگز ایسا نہوگا اللہ تعالی فرماتا ہی اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی فَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی پس اگر تجھکو یہی گمان ہی کہ ویسے ہی چھوڑ دیا جاویگا تو تیری برابر اور جاہل نہین اور تو بڑا کافر ہی یہ تو سوچ کہ اللہ تعالی نے تجھکو کس چیز سے بنایا ہی چنانچہ خود فرماتا ہی قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ مِنْ نُّطْفَۃٍ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ پھر کیا تو اسکو جھوٹ جانتا ہی کہ جب وہ چاہیگا تجھکو مرنے کے بعد اٹھا کھڑا کریگا اگر تو جھوٹ نہین جانتا تو پھر احتیاط کیون نہین کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھسے کہہ دے کہ تیرے مرض مین فلان کھانا مضر ہی تو گو وہ تیرے نزدیک سب کھانون سے لذیذتر ہو مگر تو اس سے صبر کریگا اور اسکو چھوڑ دیگا اور جی کو کڑا کریگا اب ہم پوچھتے ہین کہ جن انبیا کو معجزے عنایت ہوے انکا قول اور خداے تعالی کا قول اسکی آسمانی کتابون مین تیرے نزدیک اتنا بھی نہین کہ ایک یہودی کے قول کی برابر ہو جو اٹکل پچو بے دلیل باوجود نقصان علم و عقل کے کہدیتا ہی کہ اسکا اثر تو ہوتا ہی اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہین اور اس سے عجیب تر یہی کہ اگر کوئی لڑکا تجھے کہدے کہ تیرے کپڑون مین ایک بچھو ہی تو بدون اسکے کہ تو کوئی حجت پوچھے فوراً اپنے کپڑے پھینک دیتا ہی کیا انبیا اور علما اور حکما اور تمام اولیا کا قول تیرے نزدیک لڑکے کے قول سے بھی کمتر ہی جو محض نادان ہوتا ہی یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اسکے طوق اور عذاب اور سینٹھ اور گرز اور پیپ اور کھانے گرم اور سانپ بچھو کو دنیا کے بچھو سے کم جانتا ہی جسکی تکلیف اگر

ایک روز یا اس سے بھی کم ہوتی ہے یہ کام تو دانشمندوں کا نہیں بلکہ اگر بہائم پر تیرا حال منکشف ہو تو
تجھپر اور تیری عقل پر ہنسیں پھر اے کمبخت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور واقعی جانتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ
عمل میں لیت ولعل کرتا ہے موت تو تیری گھات میں لگی ہے کیا عجب ہے کہ مہلت نہ لینے دے اور جلدی سے
اچک لے تو کس باعث سے اس سے نڈر بیٹھا ہے کہ جلد نہ آویگی اور ہم نے مانا کہ تجھکو سو برس کی مہلت مل جاوے
تب بھی توشہ راہ بدون کاٹے نہیں کٹتا اور کام بدون کیے تمام نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک شخص فقہ سیکھنے کو
گھر سے باہر نکلے اور باہر جا کر برسوں بیکار نکما بیٹھا ہے اور نفس کو وعدہ کرتا ہے کہ پچھلے برس سیکھ لونگا
جب گھر کو جانے کے تھوڑے دن رہینگے تو تجھکو اس شخص کی عقل پر ہنسی آویگی کہ یہ بھی عجیب شخص ہے
کہ ذرا سی مدت میں فقہ سیکھنا چاہتا ہے یا بدون فقہ سیکھے فقہا کے منصب کا طالب ہے اور خدای تعالی کے
کرم پر بھروسا رکھتا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر میں کوشش عمل میں
کرنی نافع ہے اور اس سے بلند درجے ملتے ہیں تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے شاید یہی روز
آخری ہو پس ابھی میں مشغول بعبادت ہونے کے کیا معنی اگر مہلت کا پروانہ بھی مل گیا ہو تب بھی عمل پر
مبادرت نہ کرنے اور لیت ولعل کرنے کی کیا وجہ ہے بجز اسکے کہ اپنی خواہشوں کے خلاف کرنے سے عاجز ہے
اسلیے کہ اسمیں محنت ومشقت ہوتی ہے پس تو یہ امید کرتا ہے کہ عبادت ایسے دن کریں جس دن مخالفت
شہوات اسکی دشوار نہ معلوم ہو تو ایسا دن تو خدای تعالی نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماوے جنت
تو جب ملیگی تو شاق باتوں سے گھری ہوئی ملیگی اور وہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہونگی اسکا وجود تو محال ہے
سوچ تو سہی کب تک یہ تو وعدہ کرتا ہے کہ کل کرونگا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہو جاتی ہے جب
آج ہی نہ کیا تو کل کیا کریگا تجھے یہ معلوم نہیں کہ جو کل آج ہوگی اسکو حکم گذشتہ کا ہو گیا بلکہ اصل یہی ہے
کہ تو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہوگا اسواسطے کہ شہوت مثل جمے ہوے درخت کے ہے جسکا
اکھاڑنا بندے کے لیے داخل عبادت ہے پس اگر سستی کے باعث اسکو نہ اکھاڑا اور دوسرے
دن پر رکھا تو اسکی مثال ایسی ہے کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو اسوقت درخت کے اکھاڑنے سے
عاجز ہوکر ایک برس اور اسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونے سے درخت میں
مضبوطی زیادہ ہو جاتی ہے اور آدمی میں ضعف آتا جاتا ہے تو جس درخت کو کہ جوان ہوکر نہ
اکھاڑ سکا اسکو بڑھاپے میں کبھی نہ اکھاڑ سکیگا شیخ سعدی رح فرماتے ہیں قطعہ

درختے کہ اکنون گرفتہ ست پاے	قطعہ	بنیروے شخصے برآید زجاے
و گر ہمچنان روزگارے ہلے		بگردونش از بیخ بر نگسلے

واقعی یہ ہے کہ بڑھاپے کی ریاضت ایک مشقت ہی مشقت ہے مثل مشہور ہے کہ بوڑھے طوطے نہین پڑھتے بھیڑیے کی تادیب محض تعذیب ہے تر لکڑی کو جہان سے چاہو موڑ لو اگر خشک ہو جاویگی تو پھر نہ مڑیگی ؎

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ	نشود خشک جز بآتش راست

ایسا ہی نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتون کو بھی نہین سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہے تو پھر کیون اپنے آپ کو عاقل کہتا ہے اس حماقت سے بڑھکر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ مین عمل پر اسلیے مستقیم نہین ہو سکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہون اور تکلیف و مشقت پر کم صبر کر سکتا ہون لہٰذا یہ نہایت ہی درجے کی حماقت اور بیتلے سرے کا بڑا عذر ہے اسلیے کہ اگر یہ بات تیری سچی ہے تو ایسی شہوات کا طالب کیون نہین ہوتا جو ابد الآباد تک صاف اور خالی از جملہ کدورات ہون اور انکے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور جگہ نہین اگر واقع مین تو شہوت ہی کا حریص ہے تو یہ حرص اسی طرح مٹ سکتی ہے کہ تو شہوت دنیاوی کے خلاف کرے ورنہ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقمون سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اور ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تاکہ تندرست ہو جاوے اور پھر ورنے سے عمر بھر پیا کرو اور یہ بھی کہدے کہ اگر اس تین دن کے عرصہ مین پانی پیوگے تو کسی سخت مرض دیرپا مین مبتلا ہو جاؤگے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاویگا تو اس صورت مین مقتضاے عقل اس بیمار کے لیے کیا ہے تین دن صبر کر کے تمام عمر عیش سے رہے یا اسی وقت اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھسے تین دن صبر نہو سکیگا اور مخالفت خواہش کی تکلیف برداشت نہو سکیگی گو اسکے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑے اب اگر تمام عمر کو مدت آسایش اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کر کے دیکھو یعنی ایام زندگی کو ابد کی طرف نسبت کرو تو جو نسبت تین دن کو تمام عمر کی طرف ہے اس سے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کی ہے لاانتہا شی کی طرف جو واقع مین کچھ بھی نہین لہ صورت دوم مین محدود کی نسبت دوسری محدود چیز کی طرف ہے یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی اور پھر تو کوئی بتاوے کہ شہوات سے صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اسکی مدت بڑی ہے یا درکات دوزخ مین رہنے اور آگ کی تکلیف سہنے کی پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف کی برداشت نہین کر سکتا اس سے خداے تعالے کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی پس تو جو اپنے نفس پر شفقت کرنے مین سستی کرتا ہے تو دو حال سے خالی نہین یا تو خفیہ کفر رکھتا ہے یا علانیہ بیوقوفی کفر خفی تو یہ ہے کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہو اور مقدار ثواب اور عذاب کو بڑا نہ جانتا ہو اور علانیہ بیوقوفی یہ ہے کہ خداے تعالی کے کرم اور عفو پر اعتماد ہو اور

اسکی ان باتون پر التفات نہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے مہلت بھی دیتا ہے اور تیری عبادت کی اسکو
کچھ پروا نہین پھر باوجود اسکے روٹی کے لقمے مین یا مال کے باب مین یا خلق سے کسی کلمے کے
سننے مین خدائے تعالی کے کرم پر اعتماد نہین کرتا بلکہ جتنے حیلے اس باب مین حصول غرض کے لیے ہین
سب کو استعمال مین لاتا ہے اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجکو جناب رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم سے عنایت ہوا چنانچہ فرمایا ہے اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ
اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ الْاَمَانِیَّ ارے کمبخت دنیا کی زندگی پر مغرور نہو اور نہ اور
کسی چیز سے خدائے تعالی پر مغالطہ کھا تو اپنا آپ فکر کر دوسرے پر تیرا مطلب مبہم نہین اپنے اوقات
ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہین جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجھ مین سے کچھ کم ہی ہوجاتا ہے
بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو اور مفلسی سے پہلے
توانگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پیشتر زندگانی کو اور جب تک تو آخرت مین رہے
اسی قدر اسکی تیاری کر دنیا مین بھی تو تو اسی طرح کرتا ہے کہ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہے اتنے ہی
دنون کا سامان کیا کرتا ہے کہ غذا اور لباس اور لکڑیان وغیرہ لوازم اکٹھا کر لیتا ہے اور ان مین سے
کسی چیز مین خدائے تعالی کے کرم پر تکیہ نہین کرتا کہ وہ آپ اپنے فضل سے سردی کی تکلیف بدون
جبہ اور اون اور لکڑی وغیرہ کے دفع کر دیگا حالانکہ وہ ان سب امور پر قادر ہے تو پھر کیا تجھے یہ گمان ہے
کہ جاڑون کی سردی کی نسبت کہ جہنم کے زمہریر مین سردی کم ہوگی یا تھوڑے دنون رہیگی یا یہ
گمان ہے کہ وہان کے زمہریر سے بدون کچھ کیے نجات ہو جائیگی یہ بات دل سے دور رکھ بلکہ جیسے
جاڑے کی سردی بدون لبادے اور آگ اور دوسرے لوازم کے نہین جاتی اسی طرح حرارت و برودت
جہنم بھی بدون گڑھی توحید اور طاعت کے خندقون کے نہین جانے کی اور کرم الہی یہ کیا تھوڑا ہے کہ تجکو
طریق قلعہ بند ہونے کا بتلایا اور اسکے سامان تیرے لیے مہیا کیے جیسے جاڑے کی سردی کے دفع
کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اسکے نکالنے کا طریق سنگ اور لوہے وغیرہما سے بتلا دیا تاکہ تو خود
سردی کو اپنے اوپر سے ٹال سکے کرم اسکا اسین نہین ہے کہ بدون قلعہ کے تجھے عذاب
دور کرے یا بدون لوازم و اسباب ظاہری کے سردی گرمی کو ٹالے رکھے اور جسطرح کہ لکڑیون کا
خریدنا اور جبہ وغیرہ کا لینا کچھ خدائے تعالی کے کام کا نہین وہ ان سب سے بے پروا ہے بلکہ ان چیزون کو
صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہے اسی طرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہین انکے بھی وہ مستغنی ہے یہ
چیزین صرف تیری نجات کے لیے ہین مولانا روم فرماتے ہین شعر

یعنی نفس کی اور اسکی خواہشون کی ... کرے اور اللہ ... سے آرزو دولت کی تمنا کرے ۱۲

من نکردم امر تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

پس جو کوئی اچھا کریگا وہ اپنے واسطے اور برا کریگا تو اپنے واسطے اللہ تعالی سب سے بے پروا ہے اے نفس
اپنا جہل چھوڑ اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر اللہ تعالی فرماتا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ
اور فرمایا كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ اور فرمایا كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ اور خداوند کریم کے طریق
و عادت مین کچھ تغیر اور تبدل کو راہ نہین اے کمبخت مین تو تجھے دنیا ہی سے مالوف اور مانوس دیکھتا ہون
اسی جہت سے اسکی جدائی تجھپر شاق ہے تو اس سے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور اپنے نفس مین اسکی دوستی
مضبوط کرتا جاتا ہے تو جان لے کہ تو خدائے تعالی کے ثواب اور عذاب اور احوال قیامت اور وہان کے
حالات سے غافل ہے اور اسی جہت سے موت پر تجھکو ایمان اور یقین نہین کہ اس نے تجھ مین اور تیری دل چاہتی
چیزون مین جدائی ہوگی بھلا بتا تو کہ اگر کوئی شخص بادشاہی گھر مین جاوے اسلیے کہ دوسرے دروازے سے نکل جاوے
اور اسمین کسی خوبصورت پری پیکر پر نظر ڈالے کہ ہمہ تن دل اسمین مصروف ہو جاویگا اور انجام کو اسکی جدائی ضرور
ہوگی تو ایسا شخص عاقل ہوگا یا عقل کا دشمن اسی طرح یہ دنیا مالک الملوک کا گھر ہے اور تجھکو اسمین صرف اجازت
گزرنے کی دی گئی ہے اور جتنی چیزین اس دنیا مین ہین وہ اس سے سفر کرنے والون کے ساتھ نہین جاتین
موت کے بعد دنیا ہی مین رہتی ہین اور اسی واسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ
رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوْعِي أَحْبِبْ مَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ
فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ تجھے کیا معلوم نہین کہ جو شخص دنیا کی
طرف التفات کرکے اس سے مانوس ہوتا ہے باوجودیکہ موت اسکے پیچھے ہے تو جب اسکو چھوڑ دیتا ہے بہت سی
حسرت لیتا ہے اور توشہ اپنا زہر قاتل کو کرتا ہے اور وہ خود نہین جانتا گذرے ہوئے لوگون کا حال نہین
دیکھتا کہ کیسے اونچے مکان بنائے پھر چھوڑ کر چلے گئے شعر

ہر کہ آمد عمارت نو ساخت	رفت و منزل بدیگرے پرداخت

انکو دیکھ کہ ملک اللہ تعالی نے کیسے انکے دشمنون کو وارث کر دیا ہی دیکھ لے کہ جو چیز انکے کھانے کی نہین
انکو کیونکر جوڑتے ہین اور جس مکان مین نہین رہتے اسکو کسطرح بناتے ہین اور توقع ایسی ایسی کرتے ہین جو
انکو نہین ملتی ہر ایک شخص اپنا مکان آسمان کی طرف کو بناتا ہے اور اسکے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر
ہوگی تو بتا کہ دنیا مین حمق اور کم عقلی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی کوئی اپنی دنیا کو آباد کرتا ہے حالانکہ
اس سے سفر ضرور کریگا کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حالانکہ اسکی طرف ضرور جاویگا پس اے نفس تجھکو
ان حمقون کی حماقت مین موافقت کرنے سے شرم نہین آتی اب فرض کر کہ تو اہل بصیرت مین سے نہین

کہ جسکو یہ باتین سوجھین بلکہ شرت ہی سے جانتا ہو کہ کسی کے موافق ہو جاوے اور کسی کا اقتدا کرے
تو اس صورت مین انبیا اور علما اور حکما کی عقل کو اور ان لوگون کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے منھ گرے
ہوئے ہین مقابلہ کر اور اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہو تو انہین سے جو تیرے نزدیک زیادہ
عاقل ہون انکا اتباع اور اقتدا کرلے نفس تیرا حال عجیب ہو اور جہل نہایت سخت اور سرکشی ظاہر ہو
تعجب ہو کہ تو ان صاف اور کھلی باتون سے اندھا بن رہا ہو شاید جاہ کی محبت سے تیری آنکھون
مین چربی چھا گئی ہو تو یہ نہین سوچتا کہ جاہ صرف بعض لوگون کے میل کرنے کا نام ہو تو فرض
کرلے کہ جتنے لوگ روے زمین پر ہین سب تجھے سجدہ کرتے ہین اور کہا مانتے ہین پھر کیا تو نہین جانتا
کہ پچاس یا سو برس کے بعد نہ تو روے زمین پر رہیگا نہ وہ جنھون نے تجھے سجدہ کیا تھا اور تیری اطاعت
کی تھی اور پھر ایک اور زمانہ آویگا کہ جسمین نہ تیرا ذکر رہیگا نہ ان شخصون کا ذکر رہیگا جو تیرا ذکر کرتے تھے
جیسے تجھسے پیشتر کے بادشاہون کا حال ہوا کہ اب کہین تبادے کسی کا نام ونشان پایا جاتا ہو پس ایسی
چیز جو ہمیشہ کو رہے اسکو ایسی چیز کے عوض مین جو پچاس یا سو برس رہے تو کیسے بیچتا ہو اور جاہ
بھی اس صورت مین کہ تو زمین کے بادشاہون مین سے کوئی بادشاہ ہو اور مشرق ومغرب
تیری اطاعت کرین اور جمیع لوازم اسکے تیرے پاس موجود ہون اور جس صورت مین کہ تو اپنے
ادبار اور نحوست سے کسی محلے کا کیا اپنے گھر کا مالک نہو تو اس صورت مین آخرت کو چھوڑنا نہایت ہی
حماقت ہو پھر اگر آخرت کی رغبت کے باعث تجھسے دنیا نہین چھوٹتی اسوجہ سے کہ تو جاہل ہو اور
بصیرت نہین رکھتا تو یہی خیال کرکے چھوڑ دے کہ دنیا کے شریک خسیس ہین اور اسمین مشقت
بہت ہو اور جلد فنا ہو جاتی ہو جب بہت دنیا تجھے چھوڑے ہوئے ہو تو تو اسمین سے تھوڑی کو کیون
نہین چھوڑتا یعنی بہت مال اگر تیرے پاس نہین آتا تو تھوڑے کو خود مت لے اور اگر دنیا تیرے
موافق ہو تو تو خوش کیون ہوتا ہو تیرے شہر ہی مین بہت لوگ کافر ایسے ہونگے جو دنیا مین تجھسے
بڑھکر ہونگے اور اسکی لذت وزینت انکے پاس تجھسے زیادہ ہوگی پس تف ہو دنیا پر جسمین یہ
خسیس لوگ بھی تجھسے بڑھکر ہون اور چونکہ تو انبیا اور صدیقین مقربین کے زمرے مین رہنے اور
رب العالمین کے ہمسایہ مین رہنے سے منھ پھیر کر ان احمق جاہلون کی جماعت مین جو تیرے پاس
رہنا اختیار کرتا ہو اور وہ بھی چند روز کے لیے تو معلوم ہوا کہ تو بڑا ہی جاہل اور ہمت کا خسیس اور
عقل کا کوتاہ ہو کہ دنیا بھی ملی نہ دین ہی ملا - ایسے کمبخت اب تو سبقت کر کہ مرنے پر آبنی ہو تجھ پر موت
نزدیک آگئی پیام اسکا آ ہو چکا جو کرنا ہو اب کرلے تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھیگا

نہ دوڑے اور ملیگا نہ خداے تعالی کو تجھسے راضی کر دیگا اے کمبخت اب تیری زندگی کے چند روز رہے ہین
اور یہی تیرا سرمایہ ہی بشرطیکہ اسمین تو تجارت کرے اکثر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہی کہ اگر تمام عمر
اس برباد رفتہ زمانے پر رو ویگا تب بھی تھوڑا ہی اور اگر عادت پر اصرار کر کے باقی عمر کو بھی تلف
کر ڈالیگا تو کیا حال ہوگا کیا تو نہین جانتا کہ موت تیری وعدے کی جگہ ہی اور قبر تیرا گھر اور مٹی
تیرا بستر اور کیڑے تیرے انیس اور سانپ بچھو جلیس ہین اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہی کیا
تجھے معلوم نہین کہ مردون کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منتظر ہی انھون نے اپنے اوپر کڑی قسمین
کھائی ہین کہ بدون تجھے ساتھ لیے نہ ٹلینگے کیا تو یہ نہین جانتا کہ وہ تمنا کرتے ہین کہ کاش ہمکو
ایک روز ملے جو دنیا مین جا کر اپنے قصورون کا تدارک کر لین اور تجھکو تو یہ بات حاصل ہی اگر تو اپنی عمر کا
ایک روز تمام دنیا کی عوض انکے ہاتھ بیچے تو وہ اسکو بہزار خوشی خرید لین بشرطیکہ انکو قدرت ہو اور
تو اپنے دنون کو یون غفلت اور بیکاری مین تلف کر رہا ہی ہاے کمبخت تجھکو ذرا شرم نہین اپنے ظاہر کو
تو خلق کے لیے بناتا سنوارتا ہی اور باطن مین بڑے بڑے گناہ کر کے خداے تعالی سے لڑتا ہی خلق
سے تو شرم ہی اور خالق کی نہین کیا وہ تجھکو خلق کی نسبت کر بھی کم دیکھتا ہی لوگون کو تو خیر کے لیے
حکم کرتا ہی اور اپنے آپ ایسی باتون مین آلودہ ہی اورون کو خداے تعالی کی طرف بلاتا ہی اور خود
اس سے بھاگتا ہی اورون کو اسکی یاد دلاتا ہی اور خود اسکو بھولا ہوا ہی کیا تجھے یہ معلوم نہین کہ گنہگار
پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہی اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہین کر سکتا تو جب تیرا باطن پاک
نہین تو دوسرے کے پاک کرنے کی طمع تجھکو کیا حاصل ہی ارے کمبخت اگر تو اپنے آپ کو جیسا چاہیے
ویسا پہچانے تو تو یہی گمان کرے کہ جتنی بلا لوگون پر آتی ہی وہ سب تیری نحوست سے ہی تیرا اصل
ہو تو تو شیطان کا مددگار بن گیا ہی کہ جہان جاتا ہی وہان تجھے لیے پھرتا ہی اور تیری ہنسی کرتا ہی
اور باوجود اسکے تو اپنے عمل پر شیخی کرتا ہی حالانکہ اسمین آفتین اتنی ہین کہ اگر اسسے بالکل بچا رہے
تو کچھ نفع ہو اور تجھکو باوجود بہت سی خطاؤن کے اپنے عمل پر اتنی شیخی کیون ہی کیا نہین
دیکھتا کہ شیطان نے خداے تعالی کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا مین ملعون و راندۂ
درگاہ ہو گیا اور حضرت آدم علیہ السلام باوجودیکہ نبی اور صفی خداے تعالی کے تھے مگر ایک خطا کے
باعث جنت سے نکال دیے گئے ہاے کمبخت تو کتنا غدار بعد حیا ہی اور کتنا جہالت کا پرکالہ
اور کتنا معاصی پر دلاور ہی کتنا اپنے اسباب سے بیخبر ہی ارے کمبخت کبتک ٹالے کو ٹالتا رہیگا
اور کبتک عمر کو کھوتیگا کیا اتنی غفلت پر بھی دنیا کو آباد کرتا ہی گویا اس سے سفر نہ کریگا

قبر والون کا حال کیون نہین دیکھا کہ انھون نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور بڑی بڑی توقع رکھتے تھے سب کے سب تباہ ہوگئے اور گھر انکے ویران اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہوگئی نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و شوکت شعر

خاک انھون کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہے	آہ وہ شکلین پیاری پیاری کیسی چاؤ سے پالیان تھین

کیا تجکو انکے حال سے عبرت نہین ہوتی کیا تو انکا حال نہین دیکھتا کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ آخرت مین وہی بلائے گئے ہین تو ہمیشہ دنیا ہی مین رہیگا اگر یہ بات ہے تو بہت بیہودہ وہم ہے جب سے تو اپنی مان کے پیٹ سے نکلا ہے تب سے تو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تو روے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے تھوڑے سے دنون مین شکم زمین تیری قبر ہوگی کیا تجھے خوف نہین کہ جب جان گلے مین آلگیگی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ اور ترشرو ہوکر آمونگے اور خبر مذلت سنا دینگے تو اسوقت اگر تو ندامت کریگا تو کچھ فائدہ ہوگا یا تیرا رونا کوئی سنیگا یا تیرے رونے پر کسی کو ترس آویگا اور عجیب تر یہ ہے کہ باوجود اسکے تجکو دعوی اپنی بصیرت اور دانائی کا ہے کیا دانائی کی یہی بات ہے کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے سے خوش ہے اور عمر کے کم ہونے کا غم نہ کرے اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ اے کمبخت تو آخرت سے روگردان ہے اور وہ تیری طرف آتی ہے اور دنیا کی طرف تو متوجہ ہے اور وہ تجھے روگردان اور تو اپنی آنکھ سے بہت سے اپنے بھائیون اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ انھون نے جس چیز آیندہ کی توقع کی پوری نہ ہوئی جو کام کل پر رکھا اس تک نہ پہونچے اور مرتے دم حسرت کرتے چلے گئے مگر تو اپنی جہالت سے باز نہین آتا ارے نفس اس دن سے خوف کر کہ اللہ تعالی نے قسم کھائی ہے کہ جس بندے کو مین نے امر و نہی کی ہے اس سے اسکے عملون کی باز پرس ضرور کرونگا خواہ ظاہر ہو یا باطن کچھ بدون پوچھے نہ چھوڑونگا اب تو سوچ کہ کیا منھ لیکر خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور سوال کے واسطے تیار ہوجا جواب باصواب مہیا کر اور بقیہ عمر کے جو چھوٹے چھوٹے دن ہین انھین بڑے دنون کے واسطے عمل کر رکھ اس دار فنا اور بیت الحزن مین دار باقی اور خانہ جاودانی کے لیے کچھ کر لے پہلے اس سے کہ تو بیکار ہوجاے اور دنیا مین سے بااختیار خود پہلے آدمیون کی طرح نکل جا اس سے پیشتر کہ اسمین سے بزور نکالا جاے اور دنیا کی تروتازگی اگر تیری مساعدت کرے تو اس پے خوش مت ہو اسلیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اٹھاتا ہے اور بہت نقصان والون کو اپنے نقصان کی خبر نہین ہوتی سب خرابی ہے اس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بیخبر ہو پھر الحسرۃ ہنستے

اور خوش ہو اور کھیلے اور ہنسے کرے اور کھاوے اور سووے حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں
نہ آگ کی چھپٹیوں میں سندر ہے اے نفس اب تجھے چاہیے کہ دنیا کو جب دیکھے تو نظر عبرت سے دیکھے
اور اسکے لیے سعی مجبوروں کی طرح کرے اور اسکو باختیار خود ترک کرے اور آخرت کی طلب میں
سبقت کرے اور ایسے لوگوں میں مت ہو کہ جسقدر انکو ملا ہے اسکا شکر کرنے سے تو رہے اور بقیہ
عمر میں اور زیادتی کے خواہان ہیں اور لوگوں کو منع کرتے ہیں آپ باز نہیں آتے اور اے نفس یاد رکھ
کہ دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہیں اور جسم کا کوئی خلیفہ نہیں جو شخص رات دن کے ابلق گھوڑے
پر سوار ہے وہ اسے لیے چلا جاتا ہے گو وہ خود نہ جاوے تو اب تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے
روگردان ہوتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تو آگ سے خوش ہے یا اس نصیحت پر کان
دھرے پس اگر سختی دل نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اسکو ہمیشہ کی تہجد گزاری اور شب بیداری
سے دور کر اور اگر اس تدبیر سے دور نہو تو ہمیشہ روزہ رکھا کر اور اس سے بھی نفع نہ ہووے تو ملاقات و گفتگو کم کر
اور یہ بھی مفید نہو تو قرابتوں سے سلوک کر اور یتیموں پر مہر کیا کر اور یہ بھی کارگر نہو تو جان لے کہ خدا تعالی
نے دل پر مہر لگا کر قفل لگا دیا اور تاریکی گناہوں کی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب زور کی چھا گئی پس
اپنے آپ کو دوزخ میں گیا ہوا جان لے اسلیے کہ خدائے تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ اسکے
واسطے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور ہر ایک شخص سے وہی
کام بن آتا ہے جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے تو تجھ میں اگر گنجائش نصیحت سننے کی نہیں ہو تو
اپنے نفس سے نا امید ہو اور نا امید ہونا گناہ کبیرہ ہے خدا پناہ دے اسلیے نا امید تو ہو نہیں سکتا
اور رجا کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے تجھپر مسدود ہیں اگر ایسی حالت میں رجا کرے
تو واقع میں رجا نہیں بلکہ مغالطہ کھانا ہے جب نا امیدی بن سکتی ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ جس
مصیبت میں تو مبتلا ہوا ہے اس پر تجھکو غم ہوتا ہے یا نہیں اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو
آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں اگر گرتا ہے تو آنسوؤں کا منبع بحر رحمت میں سے ہے اس سے معلوم ہوا
کہ ابھی تجھ میں رجا کی جگہ باقی ہے اس صورت میں نوحہ اور گریہ اور زاری پر مواظبت کر اور
ارحم الراحمین سے فریاد چاہ اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور جو فریاد و زاری سے طول ہو نہ شکایت سے
تھک شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرماوے اور تیری فریاد رسی کرے اسلیے کہ تیری مصیبت تو
بڑھ گئی اور بلا سخت ہو گئی اور تیری نافرمانی حد سے تجاوز کر گئی اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا نہ کوئی بہانہ اور
وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب ٹھکانا اور راستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام ملجا و ماوا

بجز اُس عالی سرکار کے کہین نہین اُسکے سامنے گریہ وزاری کر اور ڈاڑھین مار اور اپنے تضرع مین اتنا خشوع کر جتنی تجھ مین جہالت اور گناہون کی کثرت ہی اسواسطے کہ وہ ایسی تضرع کرنیوالے پر رحم فرمایا کرتا ہی اور طالب شیفتہ کی فریاد کو پہونچتا ہی اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہی اور آج تو اُسکی طرف مضطر ہی اور اُسکی رحمت کا محتاج اسوجہ سے کہ سب راستے تجھپر تنگ ہو گئے اور حیلے جاتے رہے تدبیرین بند ہو گئین نہ نصیحت نے تجھ مین تاثیر کی نہ توبیخ نے تجکو ملامت کیا اب جس سے طلب کرتا ہی وہ کریم اور سخی ہی اور جس سے فریاد کرتا ہی وہ رؤف اور رحیم ہی اُسکی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہی اُسکی جناب مین یون کہہ

اشعار

یارب خلاف امر تو بسیار کردہ ایم ——— امید ہست از کرمت عفو ما خطا

چشم گناہگار بود بر عطاے خویش ——— مارا ز عنایت کرمت چشم بر عطا

یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش ——— روزی کہ رازہا فتد از پردہ بر ملا

ہموارہ از تو لطف خداوندی آمدہ است ——— و ز ما ہمیشہ آنکہ در خور ما فعل ناسزا

عدل است اگر عقوبت ما بیگنہ کنی ——— لطف است اگر کشی قلم عفو بر خطا

دلہای خستہ را کرم مرہمی بس است ——— ای آنکہ لطف تست در گنجینہ شفا

دلہای دردمندان تو خون میشود ز خوف ——— مارا ز کمال لطف دل امید ہر جا

گر خلق تکیہ بر عمل خویش کردہ اند ——— مارا بس است رحمت و فضل تو متکا

یارب قبول کن بہ بزرگی لطف خویش ——— کانرا کہ رد کنی نبود ہیچ ملتجا

اس امر مین اقتدا اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی کر چنانچہ وہب بن منبہ روایت کرتے ہین کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خداے تعالی نے جنت سے زمین پر اُتار دیا تو یہان اسطرح روتے کہ آنکھون سے آنسو نہ تھمتے تھے اللہ تعالی نے ساتوین روز اُنپر نظر عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر اندوہگین غصہ سے نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہین اُنپر وحی بھیجی کہ اے آدم اتنی کوشش تو کیون کرتا ہی کیا وجہ ہی عرض کیا کہ الہی میری مصیبت بڑھ گئی اور گناہون نے مجھکو گھیر لیا عالم ملکوت سے مین نکالا گیا اور اس کرامت کے بعد اس ذلت کے مقام مین آیا اور سعادت سے نکلکر بدبختی مین پڑا اور راحت کے بعد دار مصیبت مین پھنسا اور عافیت کے بعد اس بلا مین مبتلا ہوا اور اس دوام اور بقا کو چھوڑ کر اس موت اور فنا کے گھر مین آیا تو اپنی خطا پر کیسے نہ رؤن خداے تعالی نے وحی بھیجی کہ اے آدم کیا مین نے تجکو اپنے لیے برگزیدہ نہین کیا تھا اور تجکو اپنے

گھر مین نہین اتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہین کیا تھا اور اپنے عفو سے نہین
ڈرایا تھا کیا تجکو مین نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہین کیا تھا اور اپنی روح تجھ مین نہ ڈالی تھی اور تجکو
اپنے فرشتون سے سجدہ نہین کرایا تھا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی اور میرے عہد کو بھول گیا
اور میرے غصے کا متعرض ہوا قسم ہے اپنے عزت اور جلال کی کہ اگر مین زمین کو ایسے لوگون سے
بھر دون کہ سب کے سب تجھ جیسی عبادت کرین اور میری تسبیح کرین اور پھر میری نافرمانی کرین تو مین انکو
گنہگارون کے مقام مین اتار دونگا یہ سنکر حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روئے۔ اور
عبید اللہ بجلی بہت رویا کرتے اور گریے کی حالت مین رات بھر یہ کہا کرتے کہ الٰہی مین وہ ہون کہ جتنی
میری عمر بڑھی اتنے ہی میرے گناہ زیادہ ہوئے مین وہ ہون کہ جب ایک گناہ کے چھوڑنے کا قصد
کیا تبھی میرے پیش نظر دوسری خواہش نفس ہوگئی ہائے عبید تیری خطا پرانی بھی نہو نے پائی کہ
تو دوسری کا طالب ہوا آہ عبید اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہو تو تو کیا کریگا وای عبید اگر گرز
تیرے سر کے لیے بنتے ہون ہائے عبید طالبون کے تو مطالب پورے ہوئے مگر شاید تیری حاجت
پوری نہو اور منصور بن عمار کہتے ہین کہ مین نے ایک رات کوفہ مین ایک عابد کو سنا کہ اپنے رب سے
مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہے تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض
یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کرون اور نہ اس جہت سے گناہ کیا کہ مجکو تیرا مرتبہ نہین معلوم تھا یا اپنے
نفس کو تیرے عذاب مین پیش کیا چاہتا تھا یا تیرے دیکھنے کو کچھ حقیر جانتا تھا بلکہ اصل یہ ہوئی کہ میرے
نفس نے ایک چیز کو میری نظرون مین اچھا کر دیا اور میری نحوست نے اس بات مین تائید کی
اور تیری پردہ پوشی جو میرے اوپر رہتی ہے اسنے مجکو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث تیری
نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچا دیگا اور اگر
تو میری رسی منقطع کر دیگا تو مین کسکی حبل متین کو پکڑونگا میری خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو
تیرے سامنے سب کھڑے ہونگے اور ہلکے پھلکے لوگون کو کہا جاویگا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری
بوجھ والون کو حکم ہوگا اترجاؤ تو مین ہلکون کے ساتھ ہوکر پار ہو جاؤنگا یا بھاری لوگون کے ساتھ مین
نیچے اتار دیا جاؤنگا ہائے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوئے اتنے ہی گناہ اور معاصی
بڑھ گئے اب کہانتک مین توبہ کرونگا اور کبتک انکو دوبارہ کرتا جاؤنگا کیا وہ وقت نہین آیا
کہ مین اپنے پروردگار سے شرم کرون۔ غرضکہ لوگون کی مناجات کا طریق اپنے خدا سے اسطرح
تھا اور یون اپنے نفسون کو عتاب کیا کرتے تھے اور مطلب انکا مناجات سے رضاے الٰہی کی

مطلب حقی اور عتاب نفس سے مقصود تنبیہ اور رعایت نفس تھا یعنی جس شخص نے عتاب اور مناجات نہ کی وہ
اپنے نفس کا رعایت کرنے والا نہیں اور کیا بعید ہے کہ خداے تعالی بھی اس سے خوش ہو والحمد للہ اولاً وآخراً

نواں باب فکر اور عبرت کے بیان میں مشتمل تین بیانوں پر

رباعی

احسن تو جہان میں مست وہشیار کو دیکھ — ان ارض وسماو بحر وکہسار کو دیکھ
کر خلق خدا میں فکر عبرت کے لیے — ہان فاعتبروا یا اولی الابصار کو دیکھ

از آنجا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک ساعت کا فکر کرنا برس روز کی عبادت سے بہتر ہے اور
کلام مجید میں عبرت اور تدبر اور تامل اور تفکر کی ترغیب بہت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فکر کرنا مفتاح انوار
اور مبدء البصیرت ہے اور علوم کے لیے جال اور معارف کے واسطے شکار کرنے کا آلہ ہے اور اکثر
لوگوں کو اسکی فضیلت اور رتبہ تو معلوم ہے مگر اسکی حقیقت اور نتیجہ اور طریق اور کیفیت نہیں جانتے
یعنی نہیں سمجھتے کہ فکر کیسے کرتے ہیں اور کن چیزوں میں کرتے ہیں اور کس وجہ سے کرتے ہیں اور اس
مطلوب کیا چیز ہے اور جس مطلب کے لیے فکر کرتے ہیں وہ مقصود بالذات ہے یا کوئی ثمرہ ہے اور ثمرہ ہے
تو کس قسم کا ہے علوم میں سے ہے یا احوال میں سے یا دونوں سے مرکب ہوتا ہے اور ان سب امور کا بیان
ضروری ہے لہذا ہم اول فضیلت فکر کی پھر اسکی حقیقت اور ثمرہ پھر جہان جہان فکر چل سکتا ہے
وہ مقامات بیان کرتے ہیں

بیان اول فکر کی فضیلت میں - اللہ جل شانہ نے تفکر اور تدبر کو اپنی کتاب مجید میں بیشمار جگہ میں
ذکر فرمایا ہے اور متفکرین کی تعریف میں ارشاد فرمایا الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ
جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا اور حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے خداے تعالی کے باب میں فکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
خداے تعالی کی مخلوقات میں فکر کرو خود اسمیں فکر مت کرو کہ اسکی قدر عالی کے دریافت پر تم ہرگز قادر
نہو گے - اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز چند لوگوں پر گذرے کہ وہ فکر کر رہے تھے
آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیوں نہیں انھوں نے عرض کیا کہ ہم خداے تعالی کی مخلوقات میں فکر
کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ بس ایسا ہی کیا کرو خود اسمیں فکر مت کیا کرو کہ یہاں سے قریب ایک سفید
زمین ہے جسکی روشنی سفیدی ہے اور سفیدی روشنی مغرب کی طرف کو چالیس روز کی راہ ہے اسمین
خدا کی مخلوق میں سے ایسے لوگ ہیں کہ خداے تعالی کی نافرمانی ایک دم نہیں کرتے لوگوں نے عرض کیا

کیا یا رسول اللہ شیطان اُن لوگون سے کدھر رہتا ہے آپ نے فرمایا کہ انکو معلوم بھی نہین کہ شیطان پیدا
ہوا ہے یا نہین اُنھون نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہین آپ نے فرمایا کہ وہ نہین جانتے کہ
آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوئے ہین کہ نہین ۔ اور عطاؒ سے مروی ہے کہ ایک روز مین اور عبید بن عمیر
حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت مین گئے آپ نے پردہ کی آڑ سے ہمسے گفتگو کی پھر پوچھا کہ اے عبید کیا وجہ ہے
کہ تم ہمارے پاس نہین آتے اُنھون نے عرض کیا کہ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زُر غبّاً
تزدد حبّاً پھر ابن عمیر نے پوچھا کہ آپ سے کوئی عجیب بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو
بیان فرمائیے حضرت عائشہ رضؓ روئین اور فرمایا کہ آنکی تو سب باتین عجیب ہی تھین ایک رات میرے
پاس آئے اور مجھسے ملکر لیٹے پھر فرمایا کہ مجھکو چھوڑو کہ مین اپنے پروردگار کی عبادت کرون پھر اُٹھکر
ایک مشک مین سے پانی لیکر وضو کیا پھر نماز کو کھڑے ہوئے اور اسقدر روئے کہ داڑھی شریف تر ہوگئی پھر
سجدے مین روئے یہانتک کہ زمین بھیگ گئی پھر کروٹ سے لیٹ گئے یہانتک کہ بلال نماز صبح کی
اطلاع کے واسطے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے تو گناہ اگلے اور پچھلے سب خدا تعالی نے
معاف فرمادیے پھر آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین کیون نہ روؤن اے بلال آج رات میرے اوپر
یہ آیت اتری کہ اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ پھر فرمایا کہ خرابی ہے اُسکی جو اُسکو پڑھے اور اسمین فکر نہ کرے حضرت
اوزاعی سے کسی نے پوچھا کہ تفکر کی حد ان آیات مین کیا ہے اُنھون نے فرمایا کہ انکو پڑھکر سمجھ جاوے
اور محمد بن واسع سے روایت ہے کہ ایک شخص اہل بصرہ مین سے حضرت ابوذرؓ کی ماں کے پاس
بعد اُنکی وفات کے گیا اور اُنکی ماں سے اُنکی عبادت کا حال پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے
کونے مین فکر کیا کرتے تھے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ ایک گھڑی فکر کرنا تمام رات کی شب بیداری
سے بہتر ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ تفکر ایک آئینہ ہے جسمین آدمی کی نیکیان اور بدیان معلوم
ہوا کرتی ہین ۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا گیا کہ تم فکر بہت کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ فکر عقل کا
مغز ہے ۔ اور سفیان بن عیینہ رح اکثر مثال مین ایک شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے شعر

فکر ہو گر میسر انسان کو	اُسکو ہر ایک شے مین عبرت ہو

اور طاؤسؒ سے مروی ہے کہ حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ
یا روح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمہارے برابر ہے یا نہین آپ نے فرمایا کہ ہاں جس شخص کی
گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت تو وہ میرے ہی مثل ہے اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ جسکے کلام مین

حکمت نہو وہ لغو ہی اور جسکا سکوت فکر نہو وہ سہو ہی اور جسکی نظر عبرت کے لیے نہو وہ لہو ہی اور اس آیت کی
تفسیر مین سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ انکا یہ قول ہی کہ اسکے
معنی ہین کہ انکے دلون کو اپنے معاملے مین فکر کرنے سے روک دونگا۔ اور حضرت ابو سعید خدری
سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَظَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ
لوگون نے عرض کیا کہ عبادت سے آنکا بہرہ کیا ہی آپنے فرمایا کہ قرآن مجید مین نظر کرنا اور اسمین
فکر کرنا اور اُسکے عجائب سے عبرت حاصل کرنی۔ اور ایک عورت کا قول ہی جو جنگل مین مکہ معظمہ
کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیون کے دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی چیز دیکھ پاوین جو انکے لیے
حجب غیب مین جمع ہی تو دنیا مین نہ انکا عیش کبھی صاف ہو نہ آنکھ کو دنیا مین خنکی اور قرار ہو
اور لقمان ؑ اکیلے بہت بیٹھا کرتے انکا آقا انکے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا ہی بیٹھے ہو
اگر لوگون کے پاس بیٹھو تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتا ہی اور
بہت فکر جنت کا راہبر ہی۔ اور وہب بن منبہ ؒ فرماتے ہین کہ جب آدمی کا فکر زیادہ ہوتا ہی وہ
جان جاتا ہی اور جو جانتا ہی وہ عمل کرتا ہی۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز ؒ فرماتے ہین کہ خدا
کی نعمتون مین فکر کرنا بہترین عبادت ہی۔ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک ؓ نے سہل بن علی کو
خاموش اور متفکر دیکھکر پوچھا کہ کہان پہونچ گئے انھون نے فرمایا کہ پل صراط پر۔ اور حضرت بشر ؒ
فرماتے ہین کہ اگر آدمی اللہ تعالی کی عظمت مین فکر کیا کرین تو اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرین اور حضرت
ابن عباس ؓ سے مروی ہی کہ دو رکعتین متوسط تفکر کے ساتھ تمام رات کی نماز گزاری سے بہتر ہین
جسمین دل حاضر نہو۔ اور ابو شریح چلے جاتے تھے راستے مین بیٹھ گئے اور اپنی چادر منھ پر لیکر رونے لگے
لوگون نے آپسے سبب رونے کا پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے کم ہونے
اور موت کے قریب آجانے کا مجھے فکر ہوا تھا۔ اور ابو سلیمان ؒ فرماتے ہین کہ اپنی آنکھون کو
رونے کا عادی کرو اور دلون کو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہین کہ دنیا کے باب مین فکر کرنا آخرت کے لیے آڑ ہی
اور اہل ولایت کے حق مین عذاب اور آخرت مین فکر کرنا مورث حکمت ہی اور دلون کو زندہ کرتا ہی
اور حاتم ؒ کہتے ہین کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہی اور ذکر سے محبت اور تفکر سے خوف اور
حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہین کہ خیر کا فکر کرنا اسکے عمل مین لانے کا مقتضی ہوتا ہی۔ اور
شر پر ندامت کرنی اسکے ترک کی مقتضی ہی۔ اور روایت ہی کہ اللہ تعالی نے اپنی کسی کتاب
آسمانی مین ارشاد فرمایا ہی کہ مین ہر ایک حکیم کے کلام قبول نہین کرتا ہون بلکہ اسکے قصد اور

ابو الشیخ ... ابن ابی الدنیا ... حدود ۱۲
ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲

خواہش کو دیکھتا ہوں جب یہ دونوں میرے واسطے ہوتے ہیں تو میں اُسکے سکوت کو تفکر کر دیتا ہون اور اُسکے کلام کو حمد اگرچہ وہ نہ بولے - اور حضرت حسنؒ فرماتے ہین کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے فکر کے عادی ہوا کرتے ہین اور فکر سے ذکر کے یہانتک کہ اُنکے دل گویا ہو جاتے ہین اور حکمت بولنے لگتے ہین - اور اسحاق بن خلف فرماتے ہین کہ داؤد طائیؒ چاندنی رات مین ایک چھت پر تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت مین فکر کرنے لگے اور آسمان کی طرف کو دیکھکر روتے جاتے تھے یہانتک کہ ایک ہمسایہ کے گھر مین گر پڑے مالک مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ مین لیکر اُنکو چور خیال کر کے دوڑا جب دیکھا کہ داؤد ہین تو تلوار رکھ دی اور پوچھا کہ آپ کو چھت پر سے کسنے گرا دیا اُنھون نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہین - اور حضرت جنیدؒ فرماتے ہین کہ سب سے اعلی اور اشرف مجلس یہ ہے کہ توحید کے میدان مین فکر کے ساتھ بیٹھکر معرفت کی ہوا کھاوے اور جام محبت اتحاد کے دریا سے پیوے اور اللہ جل شانہ پر حسن ظن کے ساتھ نظر کرے پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہے بہت ہی عمدہ ہین اور اس پینے کی چیز کا کیا کہنا ہے نہایت لذیذ ہے خوش حال وہ ہے جسکو خدائے تعالی نے یہ بات میسر کی ہو - اور حضرت شافعیؒ فرماتے ہین کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور استنباط پر فکر سے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کامون مین نظر کا درست ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہے اور رائے مین پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہے اور تامل اور فکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر ہوتی ہے اور حکما سے مشورہ کرنا نفس مین استقلال اور بصیرت مین قوت پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عزم سے پہلے فکر کر لینا چاہیے اور اچانک کام کرنے سے پیشتر سوچ لینا چاہیے اور شروع کار سے پہلے مشورہ کرنا چاہیے - اور یہ بھی اُنھین کا قول ہے کہ فضیلتین چار ہین اول حکمت ہے اسکا مادہ فکر ہے دوم عفت ہے اسکا اعتدال شہوت مین ہے تیسری قوت ہے اسکا اعتدال غضب مین ہے چوتھی عدل ہے اسکی راستی قوائے نفس کے اعتدال مین ہے - یہ ہین علما کے اقوال فکر کے باب مین مگر کسی نے اُنھین سے اُسکی حقیقت کا بیان نہین کیا نہ یہ لکھا کہ کہان کہان ہو سکتا ہے

دوسرا بیان فکر کی حقیقت اور اُسکے ثمرے کے ذکر مین - واضح ہو کہ فکر کے معنی یہ ہین کہ دل مین دو معرفتون کو موجود کرنا تاکہ اُنسے تیسری معرفت پیدا ہو اور مثال اسکی یہ ہے کہ جو شخص دنیا کی طرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسی طرح یہ معلوم ہو جاوے کہ دنیا کی نسبت کر آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے تو اسکے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دوسرے سے سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور سنتے ہی مان لے اور اسکو سچا جانے بدون اسکے کہ

حقیقت امر پر کچھ بصیرت کارگر ہوئی ہو اور صرف اسکے کہنے کے اعتماد پر اپنے عمل سے مائل آخرت کی ترجیح کا ہو جاوے تو اس طریق کو تقلید کہتے ہین معرفت نہین کہتے اور دوسرا طریق یہ ہے کہ اول یہ جانے کہ جو شی پائدار ہو اسکو اختیار کرنا بہتر ہے پھر یہ جانے کہ آخرت پائدار ہے اور ان دونون معرفتون سے اسکو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ اس تیسری بات کو جاننا بدون دونون پہلی معرفتون کے ممکن نہین پس دل مین دونون پہلی معرفتون کا موجود کرنا تیسری معرفت تک پہونچنے کے لیے تفکر اور اعتبار اور تذکر اور نظر اور تامل اور تدبر کہلاتا ہے انمین سے تدبر اور تامل اور تفکر الفاظ تو جدا جدا ہین مگر انکے معنی جدا نہین سب ایک ہی معنون پر بولے جاتے ہین اور لفظ تذکر اور اعتبار اور نظر کے معانی جدا جدا ہین گو اصل مسمی ایک ہی ہے جیسے کہ صارم اور مہند اور سیف ایک ہی چیز پر بولے جاتے ہین مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہین یعنی صارم تلوار کو اس اعتبار سے کہتے ہین کہ وہ کاٹنے والی ہے اور مہند یا ہندی اس جہت سے کہتے ہین کہ ہند کی طرف منسوب ہے اور سیف مطلق تلوار کو کہتے ہین اور کوئی امر زائد اس سے نہین سمجھا جاتا اسی طرح دو معرفتون کے موجود کرنے کو اعتبار اس نظر سے کہتے ہین کہ ان دونون سے تیسری معرفت کی طرف عبور کر سکتے ہین اعتبار نہین لیتے اور نظر اور تفکر اسکو اس لحاظ سے کہتے ہین کہ اسمین تلاش تیسری معرفت کی ہے پس جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب ہو اسکو ناظر نہ کہینگے اس سے معلوم ہوا کہ جو متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہے کہ ان معارف مکرر آکر جم جاوین اور اسمین سے نہ محو ہون اور تفکر کا فائدہ یہ ہے کہ علم زیادہ ہو اور جو معرفت نہ تھی وہ حاصل ہو جاوے یہی فرق ہے تذکر اور تفکر مین اور معارف جب دل مین جمع ہوتے ہین اور ایک خاص ترکیب سے ملتے ہین تو انسے اور معرفت نکلتی ہے یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہے اور جب یہ نئی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ دوسری معرفت سے ملتی ہے اس سے ایک اور نتیجہ ہوتا ہے اسی طرح یہ ثمرات بڑھتے جاتے ہین اور علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور فکر بے انتہا آگے کو چلتا جاتا ہے اور یہ زیادتی معارف کی یا تو موت سے بند ہوتی ہے یا موانع سے اور یہ طریق اسکو حاصل ہوتا ہے جو علم سے ثمر مستنبط کر سکتا ہو اور طریق تفکر کو پہچانتا ہو مگر اکثر لوگ علوم کی زیادتی سے محروم ہین اسلیے کہ انکے پاس راس المال یعنی وہ علوم اور معارف جنسے اور معارف پیدا ہوتے ہین انکو حاصل نہین جیسے کسی شخص کے پاس سرمایہ نہو تو وہ نفع پر قادر نہین ہوتا اور بعض اوقات سرمایہ تو رکھتا ہے مگر پیشہ تجارت خوب نہین جانتا

اسلیے کچھ فائدہ نہین پاتا اسی طرح بعض اوقات آدمی کے پاس معارف بجاے راس المال تو ہوتے ہین
مگر اسکو انکا اچھی طرح کام مین لانا اور ایسی طرح ملانا نہین آتا جس سے اور نتیجہ حاصل ہو اور طریق
استعمال کبھی تو دل مین نور الٰہی کے باعث سرشتی ہی معلوم ہوا کرتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کو تھا
اور یہ بات بہت کمیاب ہے اور کبھی سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے اور یہی اکثر ہے
پھر متفکر کو کبھی یہ معارف آتے ہین اور ثمرہ حاصل ہوتا ہے مگر اسکے حاصل ہونے کی کیفیت
معلوم نہین ہوتی اور نہ اسکو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے اسوجہ سے کہ مہارت بیان کرنے کے فن کی
نہین رکھتا مثلا بہت سے انسان جانتے ہین کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور یہ علم یقینی ہوتا ہے لیکن اگر سبب
اس معرفت کا اس سے پوچھا جاوے تو ہرگز بیان نہ کرسکیگا کہ یہ معرفت کہان سے اسکو ہوئی حالانکہ
بدون دو پہلی معرفتون کے یہ معرفت اسکو حاصل نہین ہوئی جیسا کہ اوپر گذرا - حاصل یہ کہ
تفکر کے معنی یہ ہین کہ دو معرفتون کا حاضر کرنا اس نظر سے کہ ذریعہ تیسری معرفت کا ہو اور فکر کا ثمرہ
علوم اور احوال اور اعمال سب کچھ ہوسکتے ہین مگر اسکا ثمرہ خاص صرف علم ہے اور کوئی چیز نہین
ہان جسوقت دل مین علم حاصل ہوتا ہے تو دل کا حال بدل جاتا ہے اور جب اسکا حال بدلتا ہے تو جوارح کے اعمال
بھی بدل جاتے ہین اسلیے کہ عمل تابع حال کا ہے اور حال تابع علم کا اور علم تابع فکر کا اس سے معلوم ہوا کہ فکر
سب خیرات کی اصل اور مبدا ہے اور اس بیان سے فضیلت فکر کی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ فکر بنسبت
ذکر کے بہتر ہے اسلیے کہ فکر مین ذکر بھی ہے اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے اور قلب کا ذکر اعضاے
ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی نظر سے ہے کہ اسمین کچھ ذکر ہوا کرتا ہے اس سے
ثابت ہوا کہ فکر سب اعمال سے افضل ہے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر برس روز کی
عبادت سے بہتر ہے پھر بعضون نے کہا ہے کہ حال وہ ہے جو بری چیزون سے محبوب اشیا کی طرف
منتقل ہوتا ہے اور رغبت اور حرص سے زہد اور قناعت کی طرف انتقال کرتا ہے اور بعضون نے کہا ہے
کہ حال وہ ہے کہ مشاہدہ اور تقویٰ پیدا کرتا ہے اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ
اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا اور اگر تمکو منظور ہو کہ فکر کے باعث حال کے متغیر ہونے کی صورت معلوم کرو تو
اسکی مثال وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہین اسمین فکر سے ہمکو بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا اختیار
کرنا بہتر ہے جب یہ معرفت ہمارے دلون مین یقیناً جم جاتی ہے تو دل آخرت کی طرف رغبت
کرنے لگتے ہین اور دنیا مین زہد کی طرف مائل ہوجاتے ہین اور حال سے ہماری مراد یہی ہے اسلیے کہ دل کا
حال پہلے اس معرفت کے یہ تھا کہ سردست کی چیز کو محبوب جانتا تھا اور اسی کی طرف مائل تھا اور

آخرت سے متنفر اور کم رغبت مگر اس معرفت سے دل کا حال اور ہو گیا اور اسکا ارادہ اور رغبت بدل
گئی اور تغیر ارادے کے باعث اعضا کے اعمال بھی اور کے اور ہو گئے کہ دنیا کو چھوڑ کر متوجہ اعمال
آخرت ہوئے غرضکہ بیان پانچ درجے ہین اول تذکر یعنی دل مین دونون معرفتون کا حاضر کرنا دوم
تفکر یعنی دونون معرفتون سے معرفت مقصودہ کا طلب کرنا تیسرے حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا
اور دل کا اس سے روشن ہونا چوتھے حصول نور معرفت کے باعث دل کے حال کا بدل جانا
پانچوین جسطرح دل کا حال بدلتا جاوے اسی طرح اعضاے ظاہری بھی دل کی خدمت کرین پس
جسطرح کہ پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے اور اس سے جگہ روشن ہو جاتی ہے اور آنکھ کو سوجھنے لگتا ہے
اور پہلے سے نہین سوجھتا تھا اور اعضا عمل کے لیے آمادہ ہو جاتے ہین اسی طرح نور معرفت فکر سے
پیدا ہوتا ہے یعنی فکر دونون معرفتون کو جمع کرکے انمین ایک تالیف خاص دیتا ہے جس سے نور معرفت
پھیلتا ہے جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرتے اور انمین ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہے
پھر اس نور معرفت سے دل کا حال بدلجاتا ہے اور جس چیز کی طرف پہلے مائل نہ تھا اسکی طرف مائل
ہوتا ہے جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حال بدلجاتا ہے اور جو چیز پہلے نہین دیکھتی تھی وہ اب دیکھنے لگتی ہے
پھر دل کے حال کے مقتضا کے موافق اعمال کے اعضا متحرک ہوتے ہین جیسے اندھیرے کے
سبب سے جو شخص کام نہ کرسکتا تھا روشنی ہونے سے کام کرنے پر مستعد ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ثمرہ
فکر کا علوم اور احوال ہین اور ازانجا کہ علوم بھی بیشمار ہین اور جو احوال کہ دل پر انکی تبدیلی ممکن ہین
انکی بھی کچھ حد نہین اسی لیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر کی شاخون کو منحصر کردے اور اسکے چلنے کی
جگہ اور ثمرات کو شمار کرے تو کبھی نہو سکیگا اسواسطے کہ فکر کے چلنے کی جگہین اور ثمرات بے انتہا ہین
مگر ہم اس باب مین کوشش کرتے ہین کہ فکر کی راہین جو مہمات علوم دینی کے اعتبار سے ہین اور ان
احوال کے اعتبار سے جو سالکین کے مقامات گنے جاتے ہین ضبط کرین تو اسطرح ضبط کرنا ایک
مجمل طور پر ہوگا اسلیے کہ اسکی تفصیل تو چاہتی ہے کہ تمام علوم کی شرح کی جاوے اور یہ سب باب اس
کتاب کے گویا بعض علوم کی شرح ہین کیونکہ انمین وہ علوم ہین جو کہ مخصوص فکر سے حاصل ہوتے ہین
تو اس حساب سے بہت طول ہو جاویگا اس نظر سے ہم بطور اشارہ اجمالی بیان کرتے ہین تا کہ
فکر کی راہین مجمل معلوم ہو جاوین

تیسرا بیان فکر کی راہون کے ذکر مین واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر مین ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہے
اور کبھی غیر دین مین اور ہمکو یہان غرض اس فکر کے بیان سے ہے جو دین سے متعلق ہو اسی لیے ہم

قسم دوم کو چھوڑے دیتے ہین اور وین سے ہماری مراد یہ ہے کہ معاملہ جو خداے تعالی اور بندے کے
درمیان ہو اب فکر دو حال سے خالی نہین یا تو بندہ اور اُسکے صفات اور احوال سے متعلق ہو یا
معبود اور اُسکے صفات اور افعال سے۔ اور جو فکر بندے سے متعلق ہے اُسکی دو قسمین ہین یا تو
بندے کے اُن احوال وغیرہ مین ہو جو خداے تعالی کے نزدیک محبوب ہون یا اُنمین جو مکروہ
ہون اور ان دونون قسمون کے سوا اور کسی چیز مین فکر کی حاجت نہین۔ اور جو فکر متعلق خدا سے
سے ہے وہ یا اُسکی ذات اور صفات اور اسماے حسنی مین ہوگا یا اُسکے افعال اور ملک اور ملکوت اور
تمام آسمانون اور زمینون اور اُنکے درمیان کی چیزون مین اور فکر کا منحصر ہونا ان اقسام مین ایک
مثال سے واضح ہوگا وہ یہ ہے کہ جو لوگ سالک الی اللہ ہین اور اُسکے دیدار کے مشتاق اُنکا حال
عاشقون کے حال کے مشابہ ہے اسی لیے ہم عاشق شیدا کو مثال کے لیے ٹھہرا کر کہتے ہین کہ جو عاشق
ہمہ تن اپنے عشق مین ڈوبا ہوا ہو اُسکا فکر دو باتون سے تجاوز نہ کریگا یا تو معشوق سے متعلق ہوگا
یا اپنے نفس سے اور اگر معشوق کا فکر کریگا تو یا تو اُسکے جمال اور کمال ذاتی مین فکر کریگا تاکہ اُسمین فکر
کرنے اور مشاہدے سے لذت حاصل کرے اور یا اُسکے افعال لطیف عمدہ مین فکر کریگا جنسے اُسکے
اخلاق و صفات کی خوبی سمجھی جاتی ہے تاکہ اُس سے لذت دوچند اور محبت دوبالا ہوا اور اگر
اپنے نفس مین فکر کریگا تو یا اپنی ایسے صفات مین کریگا جنسے محبوب کی نظر مین گر جاوے اس
غرض سے کہ اُنسے اجتناب کرے یا ایسے صفات مین کریگا جو اُسکو محبوب کے نزدیک کرین اور سبب
اُسکی محبت کا اپنے ساتھ ہون تاکہ اُن صفات سے متصف ہو۔ اور اگر ان امور کے سوا کسی اور
چیز مین فکر کریگا تو وہ خارج از حد عشق ہے اور باعث نقصان ہے اسواسطے کہ عشق کامل اور پورا
وہ ہے جسمین کہ عاشق ڈوبا ہے اور اُسکے دل پر ایسی طرح چھا جاوے کہ دوسرے کی گنجایش اُسمین
نہ چھوڑے اور عاشق خداے تعالی کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اُسکی نظر اور فکر محبوب سے تجاوز نہ کرے
اور جبتک اُسکا فکر ان چارون قسمون مین منحصر رہے گا تب تک وہ مقتضاے محبت سے ہرگز خارج
نہ ہوگا اب ہم قسم اول کا بیان شروع کرتے ہین یعنی فکر کرنا اپنے نفس کے صفات اور افعال
مین تاکہ اُنمین سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے اسلیے یہ فکر وہی ہے جو متعلق علم معاملہ سے
ہو جو اس کتاب مین مقصود ہے اور دوسری قسم متعلق علم مکاشفہ سے ہے پھر جو افعال
و صفات کہ خداے تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہین اُنکی دو قسمین ہین ایک ظاہری کہ جیسے طاعات
اور معاصی ہین اور ایک باطنی جیسے صفات منجیات اور مہلکات جنکا محل دل ہے اور اُنکی تفصیل

جلد سوم اور چہارم مین ہی اور طاعات اور معاصی منقسم ہین دو قسمون پر یعنی یا وہ معاصی ہین کہ
ساتون اعضا سے متعلق ہون اور سب بدن کی طرف منسوب ہون جیسے جہاد سے بھاگنا اور ماں
باپ کی نافرمانی کرنی اور حرام جگہ مین رہنا اور سب طرح کے مکارہ مین تین باتون مین فکر واجب ہی
اول تو یہ کہ یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی مکروہ ہی یا نہین اسلیے کہ اکثر چیزون کا مکروہ ہونا بدون
نظر دقیق کے معلوم نہین ہوا کرتا دوسرے اس باب مین فکر کرنا کہ اگر مکروہ ہی تو اس سے بچنے کی تدبیر
کیا ہی تیسرے یہ کہ اس مکروہ کا مرتکب بالفعل ہی تاکہ اسکو چھوڑے یا اسکو کرنے کو ہی تو اس سے
باز رہے یا پہلے کیا ہو تو اسکا تدارک کرے اسی طرح محبوب چیزون کی تقسیم کو خیال کرو اور جب ان
قسمون کو جمع کرو تو فکر کی راہین ان اقسام مین سو سے بڑھ جاوینگی اور بندے کو ضرورت فکر کی
یا سب مین پڑتی ہی یا اکثر مین اور ان اقسام مین سے ایک ایک کی شرح تو طویل ہی مگر یہ قسم منحصر چار نوع پر اول
طاعات دوم معاصی سوم صفات مہلکہ چہارم صفات منجیہ پس ان چارون مین سے ہم ایک ایک مثال
لکھ دیتے ہین تاکہ طالب اسی پر اور مثالون کو قیاس کر لے اور فکر کا طریق اسپر واضح اور وسیع ہو جاوے
قسم اول معاصی انمین آدمی کو چاہیے کہ ہر روز کی صبح کو اپنے ساتون اعضا مین تفصیل وار اور سارے بدن مین
مجملاً فکر کرے کہ مین کسی معصیت کا مرتکب فلان عضو سے ہون یا نہین اگر اسی وقت ہو تو اسکو
ترک کرے اور گذشتہ زمانے مین اگر مرتکب ہوا ہو تو توبہ اور ندامت سے اسکا تدارک کرے یا آئندہ دن
کرنے کو ہو تو اجتناب اور علیحدہ رہنے کے لیے آمادہ ہو مثلاً زبان مین نظر کرے اور کہے کہ یہ غیبت اور
جھوٹ اور خودستائی اور ٹھٹھا اور بات کاٹنی اور دوسرے کو بنانا اور غیر مفید باتون مین دخل دینا وغیرہ
باتین کرتی ہی تو اول اپنے دل مین جانے کہ یہ سب امور خدا تعالیٰ کے نزدیک برے ہین اور آیات قرانی
اور احادیث جو ان باتون کی سزا مین شدت عذاب پر دال ہین انکو فکر کرے پھر اپنے حالات کو سوچے
کہ بدون جانے اور خبر ہوے کیسے ان چیزون مین جا لگتا ہی پھر یہ سوچے کہ ان سے بچنا کیسے ہو سکتا ہی
اور جان لے کہ آفات زبانی سے محفوظ رہنا بدون گوشہ نشینی اور تنہائی کے بن نہ پڑیگا یا یہ صورت
بچاؤ کی ہی کہ کسی نیکبخت پرہیزگار کی صحبت مین رہے کہ جب کوئی کلمہ بیجا منہ سے نکلے تبھی وہ نیکبخت
اسکو روک دیا کرے یا یہ کہ منہ مین کنکر رکھکر دوسرے کے پاس بیٹھا کرے تاکہ اس سے یاد رہے کہ آفات
زبانی سے حفاظت کے لیے یہ رکھا ہی اسنے احتراز چاہیے غرضکہ احتراز کی تدبیر مین اسطرح کی فکر کیا کرے
اسی طرح کان مین فکر کرے کہ اس سے غیبت اور جھوٹ اور فضول کلام اور لہو اور بدعت کی باتین سننے مین
آتی ہین اور یہ سب بری ہین اور سننے مین کوئی شخص خاص نہین ہر شخص کی زبان سے جا سننے مین ہی آتی ہین

تو پھر فکر انکے سننے سے بچنے کی کرے کہ بچاؤ کی صورت گوشہ گیری سے ہی یا جب کوئی دوسرا شخص
سامنے کہے تو اسکو منع کر دینے سے ہی اور پیٹ کے باب مین فکر کرے کہ یہ اللہ تعالی کی نافرمانی
کھانے مین اور پینے مین کرتا ہی اسطرح کہ یا حلال رزق سے بہت سا کھاتا ہی جس سے شہوت
بڑھتی ہی اور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتیار ہی یا حلال حرام اور شبہ سے تو یہ فکر کرے کہ میری غذا اور لباس اور
مسکن اور وجہ معیشت کہان سے ہی اور حلال رزق کی آمد کی صورتین سوچے اور یہ فکر کرے کہ مجھے
کسطرح ملے کونسا حیلہ حلال رزق کا ہی اور کس تدبیر سے حرام کا تارک ہو جاؤنگا اور یہ بات اپنے
دل مین ٹھان لے کہ حرام غذا کے ساتھ ساری عبادتین بیکار ہین اور رزق حلال عبادات کی اصل ہی
اور اللہ تعالی اس بندے کی نماز نہین قبول کرتا جسکے کپڑے مین ایک درم حرام کا لگا ہو جیسا کہ حدیث
شریف مین وارد ہی علی ہذا القیاس اپنے سب اعضا مین فکر کرے ہمکو سب کے لکھنے کی ضرورت نہین اسی قدر
کافی معلوم ہوتا ہی جب فکر کے باعث ان احوال کو واقعی طور پر جان جاویگا تو تمام دن نگران ہیگا
اور اعضا کو سب ان خرابیون سے بچا دیگا۔ دوسری قسم طاعات ہین تو اول فرائض جو اسکے ذمے
فرض ہین انکو دیکھے کہ انکو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہی کہ نہین اور پھر انکے نقصان کو نوافل سے
پورا کرتا ہی کہ نہین۔ پھر ہر ہر عضو کے باب مین فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالی کو محبوب ہین وہ اس سے
ہوتے بھی ہین مثلاً کہے کہ آنکھ دیکھنے کے لیے پیدا ہوئی ہی کہ اسرار آسمان و زمین کے بچشم عبرت
دیکھے تاکہ طاعت الہی مین لگی رہے اور کتاب اللہ اور حدیث شریف کے دیکھنے کے لیے ہی اور مین
قادر ہون کہ ان دونون چیزون کو دیکھکر آنکھ کو مشغول طاعت الہی کرون تو کیون نہین کرتا اور یہ بھی
مجھے ہو سکتا ہی کہ فلان شخص مطیع کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھکر اسکے دل کو مسرور کرون اور فلان
بدکار کو بنظر حقارت دیکھکر اسکو نافرمانی سے روک دون مگر کیا وجہ کہ مین یہ امور نہین کرتا اسی طرح
کان کے باب مین کہے کہ مین مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہون یا حکمت اور علم اور قراءت اور ذکر
کے سننے پر قادر ہون پھر کان کو بیکار کیون رکھتا ہون خدا ے تعالی نے تو مجھکو اسلیے حوالہ کیے ہین کہ
مین انکے اسکی نعمتون کا شکر کرون پھر اسکی نعمت کی ناشکری کرنی اور اسکو ضائع اور بیکار
رکھنے کی کیا وجہ ہی اسی طرح زبان مین فکر کرے کہ مین زبان سے تعلیم اور وعظ کے باعث اللہ تعالی کا
تقرب کر سکتا ہون اور نیکبختون کے دل مین محبوب ہو سکتا ہون اور اگر کسی نیکبخت خواہ عالم کے سامنے
کوئی عمدہ بات کہون تو اسکے دل پر سرور لا سکتا ہون اور فقرا کے حالات پوچھ سکتا ہون اور
عمدہ کلمات کہ سکتا ہون جنمین سے ہر ایک کلمہ صدقہ ہی تو پھر اس نعمت سے اپنے زبان کو کیون

۱۱ مطبوعہ جلد دوم ... صفحہ ...

محروم رکھتا ہون اسی طرح مال مین فکر کرے کہ مین فلان مال کو صدقہ کر سکتا ہون اسوجہ سے
کہ مجھے اسکی حاجت نہین اور اگر آئندہ حاجت بھی ہوگی تو خداے تعالے اور عنایت کریگا اور
بالفعل اگر حاجت بھی ہو تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر مجکو ضرورت ہو کہ وہ شخص اس
چیز کا مجھسے حاجتمند زیادہ ہو پس تمام اپنے اعضا اور بدن اور مال اور مواشی اور غلامون
اور اولاد کو فکر کرے کہ یہ ساری چیزین آدمی کے آلات و اسباب ہین جن سے کہ خداے تعالے کی
اطاعت پر قادر ہو سکتا ہو پس فکر دقیق کرکے جو جو طاعتین انسے ممکن ہون اول تو وہ نکالے پھر
باتین سوچے جن سے ان طاعات کی طرف اپنے آپ کو رغبت ہو پھر انمین اخلاص نیت کی تدبیر سوچے
جس سے کہ عمل صاف و پاکیزہ ہو تیسری قسم وہ صفات مہلکہ ہین جنکا محل دل ہو انکو جلد سوم مین
ہمنے بیان کیا ہو انکی ماہیت وغیرہ وہان سے دیکھ لے اور وہ یہ صفات ہین غالب ہونا شہوت کا
اور غضب اور بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور بدگمانی اور غفلت اور غرور وغیرہ اور اپنے دل سے
ان صفات کا جویا رہے پس اگر گمان کرے کہ میرا دل انسے پاک ہو تو اسکے امتحان کی کیفیت اور
علامات سے نفس کی درستی صحت کو فکر کرے اسلیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کا کرتا رہتا ہو اور پھر
خلاف کرتا ہو مثلاً اگر نفس تواضع کا دعوی کرے اور کبر سے بری ہونے کا مدعی ہو تو چاہیے
کہ ایک بوجھ لکڑیون کا اپنے سر پر رکھکر بازار مین لیجاوے تاکہ اتنی دعوی معلوم ہو اکابر سلف
اسی طرح اپنی نفسون کا امتحان کیا کرتے تھے اور اگر حلم دعوی کرے تو کوئی ایسی بات کرے
جسمین دوسرے پر غصہ آوے پھر دیکھے کہ مین غصہ پی سکتا ہون یا نہین اسی طرح تمام صفات مین
فکر ہونا چاہیے اور یہ فکر اس باب مین ہو کہ مین ان صفات سے موصوف ہون یا نہین اور انکے لیے
علامات ہین جو ہم جلد ثالث مین لکھ چکے ہین پس اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلان صفت مجھ مین
موجود ہو تو ان اسباب کی فکر کرے جنسے وہ صفت نظرون مین بری معلوم ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ
اسکا منشا جہالت اور غفلت اور خبث باطن سے ہے مثلاً اگر اپنے نفس مین عمل کی شیخی پاوے تو فکر کرے
اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضا اور قدرت اور ارادہ سے ہوا ہو اور یہ سب چیزین نہ میری
ہین نہ میرے اختیار مین بلکہ وہ تو خداے تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین اسی نے مجھپر ان چیزون کا
انعام فرمایا ہو کہ مجکو پیدا کیا اور میرے ہاتھ پانون اور قدرت اور ارادے کو بنایا اور اپنی قدرت سے
میرے اعضا کو جنبش دی تو پھر مین اپنے عمل جوانفس کی کیا شیخی کرون میرے نفس کو خود تو قیام
بذات خود میسر ہی نہین اور جب اپنے نفس مین کبر پاوے تو اپنے نفس کو یون سمجھاوے کہ تو اپنے آپ کو

کیون بڑا سمجھتا ہی بڑا تو وہ ہی جو خداے تعالے کے نزدیک بڑا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہوگی کہ کون اُسکے نزدیک بڑا ہی ظاہر کا تو حال یہ ہی کہ بہت سے کافر زندگی بھر کفر کرتے اور مرنیکے وقت خداے تعالے کے مقرب اور کفر سے خارج ہوکر مرتے ہین اور بہت سے مسلمان بدبخت مرنے کے وقت خاتمے کے بگڑنے سے تباہ ہوجاتے ہین پس غب کبر مہلک ہی اور اُسکا منشا حماقت تو فکر کرے کہ اِسکے دور کرنے کا علاج یہ ہی کہ تواضع کرنے والون کے سے افعال اختیار کرے اور جب اپنے نفس مین کھانے کی شہوت اور حرص پاوے تو سوچے کہ یہ صفت بہائم کی ہی اگر کھانے کی اشتہا اور شہوت جماع مین کمال ہوتا تو یہ خداے تعالے کے صفات اور فرشتون کے صفات مین داخل ہوتے جیسے علم و قدرت داخل ہین اور چونکہ بہائم ہی ان صفات سے موصوف ہوتے ہین تو اگر حرص اُسپر غالب ہوگی تو بہائم سے مشابہ تر اور فرشتون مقرب سے دور تر ہوگا اسی طرح غضب کے باب مین اپنے نفس سے تقریر کرے اور اُسکے علاج کی راہ سوچے اور یہ سب باتین ہم ہر ایک صفت کے بیان مین لکھ چکے ہین جسکو طریق فکر کی وسعت منظور ہو وہ ضرور ان سب بابون کو دیکھ لے جنمین ہمنے اُن صفات کا حال لکھا ہی جو چوتھی قسم نجات دینے والی چیزین ہین یعنی توبہ اور گناہون پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا اور خوف و رجا اور دنیا مین زہد کرنا اور اخلاص اور صدق اور اللہ تعالے کی محبت اور اسکی تعظیم اور اُسکے افعال پر راضی ہونا اور اُسکا شوق کرنا اور اُسکے لیے تواضع اور خشوع کرنا جنکو ہمنے اس جلد چہارم مین لکھا ہی اور ہر ایک خبر کے اسباب و علامات ذکر کر دیے ہین پس بندے کو ہر روز فکر کرنا چاہیے کہ ان اوصاف مین سے جو اللہ تعالے کی طرف نزدیک کرتے ہین مجکو کون سے کی حاجت ہی جب کسی کی طرف حاجت معلوم ہو تو جانے کہ یہ صفات احوال ہین بدون علوم کے حاصل نہین ہوتے اور علوم فکرون کے ثمرات ہوتے ہین پس جبکہ یہ منظور ہو کہ آدمی اپنے نفس کی توبہ اور ندامت کا حال حاصل کرے تو اول اپنے گناہون کو تلاش کرے اور اُنکو سوچے اور نفس پر سب کے سب اکٹھے کر دے اور دل مین اُنکو بہت بڑے جانے پھر اُس سخت وعید پر نظر کرے جو شریعت مین اُن گناہون کے باب مین وارد ہین اور پھر اپنے جی مین ٹھان لے کہ مین خداے تعالے کے غضب کا کام کر رہا ہون اس تدبیر سے اُسکو ندامت کا حال پیدا ہوگا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حال دل سے اُبھرے تو اللہ تعالے کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور اس بات کو غور کرے کہ اُسنے اپنے کرم و فضل سے کیسا پردہ ڈال رکھا ہی اور گناہون پر فضیحت نہین فرماتا اس امر کا بیان تھوڑا سا باب الشکر مین ہم لکھ آئے ہین وہان مطالعہ کر لینا چاہیے اور جب حال محبت اور شوق کا پیدا کیا چاہے تو خداے تعالے کے جلال

اور جمال اور عظمت اور کبریا مین فکر کرے یعنی اُسکی عجائب حکمت اور بدائع صنعت کو دیکھکر اُسکا
جلال اور جمال غور کرے اور اُسکا تھوڑا سا بیان دوسری قسم مین فکر کی ذکر کیا جاویگا اور جب
حالت خوف پیدا کیا چاہئے تو اول اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے پھر موت اور
اُسکے سکرات اور مرنے کے بعد منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب اور اُسکے سانپ بچھو کیڑے
پھر صور کے پھکنے پر پکار کا خوف پھر محشر کا ہول جسوقت کہ سب خلق ایک جگہ جمع ہوگی پھر حساب کا
جھگڑا اور تنکے تنکے کی باز پرس پھر پل صراط کی تیزی اور باریکی اور اُسپر گذرنے مین یہ اندیشہ کہ
اگر بائین رخ کو گیا تو دوزخ والون مین سے ہوگا اور دہنی طرف کو گیا تو جنت والون مین سے
ہوگا - اور دار القرار مین اُتارا جائیگا پھر سوچے احوال قیامت کے بعد اپنے دل مین دوزخ اور اُسکے
طبقات اور گرز اور احوال اور زنجیرین اور طوق اور سینہڑ اور پیپ اور طرح طرح کے عذاب اور اُسپر کے
فرشتون کی بُری صورتین حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گناہگارون کی جلدین پک جاوینگی دوسری
کھالین بدل دینگے اور وہ اگر دوزخ مین سے نکلنا چاہینگے تو پھر اُسمین کردیے جاوینگے اور جب
اُسکو دور سے دیکھینگے تو اُسکی کھدکھداٹ اور چیخ سنینگے اسی طرح جتنی باتین کہ کلام مجید مین دوزخ کے
بیان مین وارد ہین سب کو پیش نظر کرے اور جب حال رجا پیدا کیا چاہے تو جنت اور اُسکی لذت اور
درخت اور نہرین اور حورین اور غلمان اور آسایش دائمی اور ملک بے زوال پر غور کرے غرضکہ وہ فکر
جس سے ایسے علوم مطلوب ہوتے ہین کہ اُنسے حالات عمدہ حاصل ہون یا صفات مذمومہ سے پاک
ہوسکین اُسکا طریق یہی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ہمنے اُن احوال مین سے ہر ایک حال مین ایک باب
علحدہ لکھا ہے جس سے تفصیل فکر پیدا ہوسکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہین ہے ایک جگہ سے سب کے
پائے جانے کے لیے کلام مجید کی تلاوت کے برابر کوئی چیز نافع نہین اسلیے کہ کلام مجید سب مقامات
اور حالات کا جامع ہے اور اُسمین لوگون کے لیے شفا ہے اسوجہ سے کہ اُسمین وہ باتین بھی ہین جن سے
خوف اور رجا اور صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہون اور وہ امور بھی ہین جو تمام
صفات مذمومہ سے باز رکھین تو چاہیے کہ آدمی اُسکی تلاوت کیا کرے اور جس چیز مین تفکر منظور ہو
اسکے مضمون کی آیت کو دوہرانا اختیار کرے گو سو دفعہ وہ پڑھی جاوے اسلیے کہ ایک آیت کو
تفکر اور فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کلام مجید کے ختم سے بہتر ہے جو بے سمجھے پڑھا جاوے تو
آیتون کے سوچنے مین توقف کرے گو ایک رات گذر جاوے اسلیے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے وہ اسرار
ہین کہ جنکی شمار نہین اور جبتک صاف دل سے فکر دقیق نہ کیا جاوے اور معاملہ درست نہو تب تک

وہ معلوم بھی نہین ہوتے اسی طرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہی کہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوئے ہین ہر لفظ آپ کے ارشاد کا حکمت کا سمندر ہی اگر عالم انکو جیسا چاہیئے ویسی طرح سوچے تو کبھی عمر بھر اسکا غور پورا نہو ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طول رکھتی ہی مثلاً اس حدیث کو غور کرنا چاہیے کہ آپ فرماتے ہین اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِی رُوعِی اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِیٌّ بِهٖ یہ کلمات تمام اولین و آخرین کی حکمتون پر جامع ہین تامل کرنے والون کو عمر بھر سوچنے کو کافی ہین اسلیے کہ اگر اسکے معنون پر واقف ہون اور انکے دل پر یقین کی طرح غالب ہو جاوین تو انپر چھا جاوینگے اور پھر انکو دنیا نہ کھینچیگی کہ دنیا کی طرف ذرا بھی التفات رہے یہ طریق ہی علوم معاملہ مین فکر کرنے کا اور بندے کے صفات مین اس نظر سے کہ وہ خدا تعالے کے نزدیک محبوب ہین یا مذموم بندی کو چاہیے کہ ان فکرون مین ہر وقت ڈوبا رہے تاکہ اپنے دل کو اخلاق محمودہ اور مقامات شریفہ سے آباد کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو مکروہات سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ ان امور مین فکر کرنا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہی مگر مطلب اصلی یہ نہین بلکہ جو ان فکرون مین مشغول رہے وہ صدیقون کے مطالب سے محجوب ہی انکا مطلب یہ ہوتا ہی کہ خدا تعالے کے جلال و جمال مین فکر کرنے سے لذت پاوین اور دل ایسی طرح اسمین ڈوبے کہ اپنے نفس اور حالات اور مقامات اور صفات سب کو بھول جاوین صرف محبوب حقیقی ہی مین انکی نیت مستغرق ہو جیسے عاشق شیدا اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہی کہ اسکو اپنے نفس کے حالات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہین ہوتی حیران جیسا بیٹھا ہی اور یہ کمال درجے کی لذت عاشقون کی ہی اور جو کچھ ہمنے لکھا ہی وہ فکر باطن کی آبادی کا ہی تا قرب اور وصال کی صلاحیت ہو جاوے پس اگر تمام عمر اپنے نفس کی اصلاح ہی مین تلف کی تو پھر قرب سے لذت کو کب پاویگا اسی واسطے حضرت خواص جنگلون مین پھرا کرتے انسے حسین بن منصور ملے اور پوچھا کہ تم کس حال مین ہو انھون نے کہا کہ مین جنگلون مین پھرتا ہون تاکہ اپنا حال توکل مین اچھا کرون حضرت حسین بن منصور نے فرمایا کہ عمر تو آپ نے اپنے باطن کی درستی مین صرف کر دی فنا در توحید کو نسے وقت ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ واحد حقیقی مین فنا ہونا طالبون کا عمدہ مطلب اور صدیقون کی نہتا درجے کی لذت ہی اور صفات مہلکات سے بچنا ایسا ہی جیسے نکاح مین عدت سے نکلنا اور منجیات صفتون اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہی جیسا عورت خاوند کے لیے تیاری کرے اور منہ ہاتھ دھووے اور بالون مین کنگھی کرے تاکہ خاوند کے ملنے کی لیاقت پیدا ہو جاوے پس اگر عورت

تمام عمر پر حرم کی صفائی اور کنگھی چوٹی ہی مین ضائع کردے تو خداوند کی ملاقات سے محجوب رہیگی اسی طرح
دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشینی کی اہل ہو اور اگر شریر غلام کی طرح ہو کہ بدون
مار کے خوف اور اجرت کی طمع کے نہین ہلاکرتا تو اپنے بدن کی مشقت اعمال ظاہری سے رہنے دو اسواسطے
کہ تمھارے درمیان مین اور تمھارے دل مین بڑا گاڑھا پردہ برے اعمال سے البتہ یہ ہوگا کہ اگر اچھی طرح سے
ادا کروگے تو اہل جنت مین سے ہوگے مگر ہمنشینی کے لیے اور ہی لوگ ہین شعر

سوختہ جان و روانان دیگر ند	موسیا آداب دانان دیگر ند

اور جب علوم معاملہ مین جو بندہ اور رب کے درمیان ہوتا ہے فکر کی جولانی معلوم کر چکے تو ابتکو
صبح اور شام اپنا دستور اور عادت کر لو اور اپنے نفس سے اور ان صفات سے جو خداے تعالی سے
دور کرتے ہین اور ان احوال سے جو اسکی طرف نزدیک کرتے ہین غافل نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر مرید کو
چاہیے کہ اپنے پاس ایک بیاض رکھے کہ اسمین سب صفات مہلکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعات
لکھے ہون اور ہر روز انسے اپنے نفس کی پڑتال کیا کرے اور مہلکات مین سے اسکو دس چیزون مین غور
کرنا کافی ہے کہ اگر انسے بچ جاویگا تو سب سے بچا رہیگا وہ دس یہ ہین بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور
حسد اور شدت غضب اور حرص غذا اور کثرت شہوت اور محبت مال و محبت جاہ اور منجیات سے بھی
دس کافی ہین گناہون پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور نعمتون پر شکر کرنا اور خوف
ورجا کا معتدل رہنا اور دنیا مین زہد کرنا اور اعمال مین اخلاص کرنا اور خلق سے خوش خلقی سے
پیش آنا اور محبت اللہ تعالی کی اور اسکے سامنے خشوع کرنا تو یہ بیس خصلتین ہین جنمین سے دس بری
ہین اور دس اچھی پس ایک بات مین فکر کرنا شروع کرے جب مثلا ایک بری بات جاتی رہے تو اسکو بیاض
مین اس صفت پر خط کھینچ دے اور اسکے باب مین فکر نہ کرے اور خداے تعالی کا شکر کرے کہ ایک سے
تو نجات دی اور دل کو اس سے صاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات خداے تعالی کی توفیق اور مدد سے ہوئی
ورنہ وہ اگر ہمکو ہمارے نفس ہی پر چھوڑ دیتا تو ادنی سی بری صفت بھی ہمسے دور نہو سکتی غرضکہ
ایک ایک کو اسی طرح لیتا جاوے اور جب وہ دور ہوتی جاوے تو بیاض مین اسپر قلم مارتا جاوے یہانتک
کہ دسون بری صفتین تمام ہو جاوین اسی طرح نفس سے پھر اس بات کا خواہان ہو کہ صفات منجیات کے ساتھ
موصوف ہو پس جب منجیات مین سے ایک کے ساتھ متصف ہو مثلا توبہ اور ندامت کی صفت اس مین
آجاوے تو اسپر خط کر دے اور باقی صفات مین مشغول ہو تا کہ رفتہ رفتہ سب کا متصف ہو جاوے مگر یہ
طریق ایسے شخص کے لیے ہے جو نہایت مستعد ہو اور جو لوگ کہ صلحا مین شمار ہوتے ہین انمین سے اکثرون کو

چاہیے کہ وہ اپنے دفتروں میں ظاہری گناہ بھی لکھ لیں جیسے شبہ کا کھانا اور غیبت اور چغلی پر زبان
کھولنی اور خصومت کرنی اور نفس کی ثنا کرنی اور دشمنوں کی عداوت میں مبالغہ کرنا اور دوستوں کی
دوستی میں افراط کرنا اور خلق کی منہ دیکھی بات کرنی اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو چھوڑنا وغیرہ کہ اکثر لوگ
بڑے نیکبخت شمار کیے جاتے ہیں انہیں یہ گناہ کچھ نہ کچھ بلے لگے جاتے ہیں اور جب تک اعضاے ظاہری گناہوں سے
پاک نہیں ہوتے دل کی آبادی میں مشغول ہونا اور اسکو صاف کرنا ممکن نہیں بلکہ آدمیوں کے ہر ایک
فریق پر ایک قسم کی معصیت غالب ہوتی ہے پس چاہیے کہ وہ لوگ اسی کے درپے ہوں اور اسی کی تدبیر کریں
ایسے گناہوں میں فکر نہ کریں جنسے کہ وہ کنارہ پر ہوں مثلاً عالم پرہیزگار اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہے
اور شہرت اور آوازہ کا خواہاں ہوتا ہے خواہ تدریس سے ہو یا وعظ سے اور جو شخص اس امر کے درپے ہوتا ہے
وہ ایسے فتنے میں پڑتا ہے کہ اس سے بجز صدیقوں کے اور کوئی نہیں نجات پاتا یعنی اگر اسکا کلام مقبول
ہوتا ہے اور دلوں میں خوب تاثیر کرتا ہے تو عالم مذکور عجب اور اترانے اور زینت اور تکلف سے خالی
نہیں ہوتا اور یہ سب باتیں مہلک ہیں اور اگر کوئی اسکے کلام کو نہ مانے تو غصہ اور غیرت اور کینے سے
خالی نہیں ہوتا حالانکہ اگر نہ ماننے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ مانے تو اسکو اسپر چنداں غصہ نہیں آتا
اپنے کلام نہ ماننے پر زیادہ آتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان اسکو بہکاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا
غصہ اسلیے ہے کہ اسنے حق بات کو نہ مانا اور اسپر انکار کیا پس اگر یہ اپنے کلام کے نہ ماننے اور دوسرے
عالم کے کلام نہ ماننے پر یکساں خفا ہوتا ہے تو خیر ورنہ ظاہر ہے کہ نفسانیت میں پڑا ہوا اور شیطان کا
بنایا ہوا ہوگا۔ پھر جبکہ لوگوں کے ماننے سے اسکو خوشی ہوتی ہے اور انکی تعریف کرنے سے
پھولتا ہے اور انکے نہ ماننے اور روگردانی کو برا جانتا ہے تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بناوٹ لفظوں کی
خوبصورتی سے ادا کرنے میں بھی کرنے لگتا ہے اس توقع سے کہ اسکے سبب لوگ تعریف کرینگے حالانکہ
تکلف خداے تعالی کو پسند نہیں اور شیطان یہاں بھی اسکو دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو جو الفاظ کو
اچھی طرح ادا کرتا ہے تو تیری غرض یہ ہے کہ حق بات پھیلے اور دل میں خوب جگہ کرے اور اس سے صرف
بلند کرنا دین الٰہی کا ہے تو اس صورت میں اگر یہ اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے عالم کے الفاظ
کی نسبت زیادہ خوش ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فریبی ہے اور طالب جاہ کا حریص گو خود گمان کرے کہ میری
غرض دین ہے اور جب اسکے دل میں صفات خبیث پیدا کرتے ہیں تو انکا اثر ظاہر میں بھی
ہوجایا کرتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی اسکی تعظیم کرے یا اسکے فضل کا معتقد ہو اور دوسرا شخص
کسی دوسرے عالم کا معتقد ہو تو یہ اپنے معتقد کی زیادہ آؤبھگت کیا کرتا ہے بہ نسبت دوسرے کے معتقد کے

کو دوسرا عالم اسکی نسبت کہ اعتقاد کا لائق ترہو اور اکثر اہل علم مین غیرت کی نوبت یہان تک ہو جاتی ہے
کہ عورتون کی طرح غیرت کرنے لگتے مین اور ایک کا شاگرد اگر دوسرے کے پاس جاوے تو اسپر
نہایت شاق ہوتا ہے ہرچند یہ جانتا ہے کہ شاگرد دوسرے کے پاس بھی مستفید ہوتا ہے اور دین کی
باتین سیکھتا ہے اور ان سب امور کا منشا وہی صفات مہلکہ ہین جو دل کے اندر مخفی ہین اور
عالم براہ مغالطہ جانتا ہے کہ مین انسے بچا ہوا ہون اور وہ ان علامات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتے ہین
غرضکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہے وہ یا بادشاہ ہے یا بالکل تباہ عوام کی طرح بچ جانے کی طمع اسکو نہین
تو جو عالم اپنے نفس مین ان صفات کو معلوم کرے اسپر گوشہ نشینی اور تنہائی اور گمنامی کی طلب
واجب ہے اور سوالات مین فتوی دینے سے گریز کرنا لازم دیکھو زمانہ صحابہ رضہ مین مسجد شریف مین بہت سے صحابہ
رہتے تھے کہ سب کے سب مفتی ہوتے تھے مگر فتوی دینے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر کوئی دیتا بھی تھا
تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر مجھکو بچا دیتا تو خوب تھا اور عزلت کے وقت آدمیون کے شیطانون سے
ڈرنا چاہیے کہ وہ یون کہتے ہین کہ تم گوشہ نشینی اختیار مت کرو اسلیے کہ اگر سب ایسا ہی کرینگے تو علوم
خلق مین سے جاتے رہینگے اسکا جواب یون دینا چاہیے کہ دین اسلام مین میری کچھ حاجت نہین وہ مجھے
پیشتر بھی بھرپور تھا اور ایسا ہی بعد کو بھی رہیگا میرے مرنے سے دین کے ارکان گر نہین جاینگے
اسلیے کہ دین کو کچھ میری پروا نہین لیکن میرا یہ حال ہے کہ اپنے دل کی اصلاح سے مین بے پروا نہین ہون
اور یہ کہنا کہ میرے بیٹھ رہنے سے علم جاتا رہیگا خیال خام ہے کہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہے اسلیے
کہ اگر لوگون کو بالفرض قید خانے مین بند کرکے بیڑیان ڈال دی جاوین اور کہہ دیا جاوے کہ اگر علم طلب
کروگے تو آگ مین جلا دیے جاؤگے تو ریاست اور بڑائی کی محبت انکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ بیڑیان
توڑکر اور دیوارین گرا کر نکل بھاگین اور علم تحصیل کرین پس جب تک کہ شیطان خلق کو ریاست کی
محبت دلاتا رہیگا علم کسی طرح نہین جا سکتا اور ظاہر ہے کہ شیطان قیامت تک اپنے کام سے سستی اختیار نہ کریگا
تو جبھی تک علوم بھی باقی رہینگے بلکہ علوم دینی ایسے لوگون کے باعث پھیلینگے کہ جنکو آخرت مین کچھ
نہ ملے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِأَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ
وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ پس عالم کو نہین چاہیے کہ ایسے غرورون سے دہوکا
کھا کر خلق سے ملنے مین مشغول ہو اور اپنے دل مین جاہ دنیا کی محبت کو پرورش کرے جو نفاق کا
تخم ہے حدیث شریف مین ہے کہ جاہ و مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو اور فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ أُرْسِلَا فِي زَرِيْبَةِ غَنَمٍ بِأَكْثَرَ فَسَادًا فِيْهَا مِنْ

حُبُّ الْجَاہِ وَالْمَالِ یَجْرِیَانِ فِی الْقَلْبِ اور محبت جاہ کی دل سے بدون گوشہ نشینی اور لوگون سے گریز کرنے
اور جن باتون سے اُنکے دلون مین جاہ بڑھتا ہے اُنکو چھوڑنے کے نہین اُکھڑتی تو عالم کو اپنے
دل سے ان خفیہ صفات کی تلاش کی فکر چاہیے اور یہ کہ تدبیر اُنسے نجات کی کیا ہے اور یہ فکر عالم
متقی کے لیے ہے اور ہم جیسون کو تو فکر اُن باتون کا چاہیے جن سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی
ہو جاوے اسلیے کہ اگر ہم لوگون کو بزرگان سلف دیکھین تو قطعاً کہین کہ یہ لوگ روز حساب کے معتقد نہین
اسلیے کہ ہمارے اعمال ایسے نہین جیسے جنت دوزخ پر اعتقاد رکھنے والون کے ہوا کرتے ہین کیونکہ جو
کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اُس سے بھاگتا ہے اور جس چیز کی توقع کیا کرتا ہے اُسکو طلب کیا کرتا ہے
اور یہ بھی ہم جانتے ہین کہ دوزخ سے گریز شبہات اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتی ہے حالانکہ
ہم اُنمین لتھڑے رہتے ہین اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے اس مین
بھی ہم قاصر ہین بلکہ فرائض بھی اچھی طرح نہین ادا ہوتے تو ہمکو علم کا ثمرہ یہی ملا کہ لوگ دنیا کے حریص نے بھی
ہماری اقتدا کرین اور یہ کہین کہ اگر حرص دنیا بُری ہوتی تو علما ہماری نسبت کہ اس سے پرہیز زیادہ کرتے
پس کیا اچھا ہوتا کہ ہم عوام کی طرح ہوتے اور جب ہم مر جاتے تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے گناہ مر جاتے اب
اگر سوچتے ہین تو جس فتنے کے ہم سامنے ہوے ہین وہ بہت ہی بڑا ہے پس اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہین
کہ ہمکو درست کرے اور ہمارے باعث سے دوسرون کو درست کرے اور ہمکو مرنے سے پیشتر توبہ کی
توفیق دے وہی کریم اور رحیم اور ہمپر انعام کرنے والا ہے علما اور صلحا کے فکرون کے طریق علوم معاملہ
مین یہ ہے جب وہ اُنسے فارغ ہوتے ہین تو اُنکا التفات اُنکے نفسون سے اُٹھ جاتا ہے اور وہ اُن
فکرون سے ترقی کر کے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدۂ دل سے اُسکے مشاہدہ کی لذت مین
فکر کرنے لگتے ہین اور یہ فکر پورا جب ہوتا ہے جب سب مہلکات سے علیحدہ ہوا اور سب منجیات سے
متصف اور اگر اس سے پیشتر کچھ اسمین ظاہر ہوگا تو روگ والا اور ناقص اور پر کدورت اور جلد جانے والا
ہوگا بجلی کی طرح چمک جاویگا اُسکو قرار اور دوام نہوگا اور ایسی صورت مین سالک کا حال مثل اُس
عاشق کے ہوگا جو اپنے معشوق سے خلوت کرے اور اُسکے کپڑون کے اندر سانپ اور بچھو ہون کہ
برابر کاٹ رہے ہون اور لذت مشاہدہ کو اُسپر مکدر کر دین اور بدون اُنکے نکالے آسایش پوری نہو
اور یہ صفات مذمومہ سانپ اور بچھو ہین اُنسے بھی ایذا اور پریشانی ہوتی ہے قبر مین انکے نیشون کی
تکلیف سانپ بچھو کے کاٹنے کی نسبت کسیقدر زیادہ ہوگی قسم اول فکر کا بیان یہی قدر کافی ہے اس سے انکے
طریق فکر کی سمجھ آتی ہے کہ جو صفات بندے کے خدا تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہین اُنمین کس طرح کیا کیا فکر کرے

دوسری قسم فکر کرنا خدای تعالی کے جلال اور عظمت اور کبریائی میں اور اسمیں چند مقامات ہیں سب سے
اعلی مقام یہ ہے کہ خدائے تعالی کی ذات اور صفات اور اسکے ناموں کے معنی میں فکر کرے مگر ایسا فکر کرنا
ممنوع ہے اسلیے کہ شرع میں ارشاد ہوا ہے کہ خدائے تعالی کی مخلوق میں فکر کرو اسکی ذات میں فکر مت کرو
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عقلیں اسکی ذات میں حیران ہیں بجز صدیقوں کے اور کوئی اس طرف آنکھ
نہیں کھول سکتا اور وہ بھی اسکے ہمیشہ دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے بلکہ تمام خلق کی آنکھوں کا حال
خدائے تعالی کے جلال کی نسبت کہ ایسا ہے جیسا شپرک کی آنکھ کا حال ہے نور آفتاب کی نسبت کہ یعنی شپرک کو مجال
آفتاب کے نور دیکھنے کی نہیں بلکہ دن کو چھپی رہتی ہے اور رات کو کسی قدر روشنی میں جو آفتاب سے زمین پر
رہتی ہے دیکھتی ہے اور صدیقوں کا حال مثل انسان کے حال کے ہے کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہے مگر ہمیشہ
نہیں دیکھ سکتا اور نہ خوف بینائی کے جاتے رہنے کا ہے بلکہ مدام اسکی طرف تاکے اور خوب نظر گاڑ کر دیکھے
بھی آنکھیں چندھی اور بینائی متفرق ہوجاتی ہے اسی طرح خدائے تعالی کی ذات کی طرف دیکھنا موجب حیرت
اور مدہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہے اس صورت میں مناسب یہی ہے کہ خدائے پاک کی ذات و صفات
میں فکر کے راستوں کا بیان نہ کیا جاوے اسلیے کہ اکثر عقلوں کو اسکی تاب نہیں بلکہ تھوڑی سی مقدار جسکی
تصریح بعض علماء نے کی ہے کہ خدائے تعالی مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہے وہ نہ عالم کے اندر ہے
نہ باہر نہ اس سے ملا ہوا ہے نہ جدا اسی سے کچھ لوگوں کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اسکے منکر ہوے کیونکہ
نہ سننے کی طاقت انکو ہوئی نہ پہچاننے کی بلکہ بعضے لوگ تو اس سے کمتر کی برداشت بھی نہ کر سکے
یعنے جب انسے کہا گیا کہ خدائے تعالی اس بات سے بری ہے کہ اسکے کوئی سر اور ہاتھ اور پانوں اور آنکھ
اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور جسم والا ہو تو انھوں نے اسکا [illegible] گمان کیا کہ یہ تعریف تو خدا کے
کی عظمت و جلال میں نقصان پیدا کرتی ہے بلکہ بعض عوام احمقوں نے کہا کہ یہ تعریف تو بندے کے تربوز
کی ہے خدائے تعالی کی نہیں اسلیے کہ اس بچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انھیں اعضا میں ہے
کیونکہ انسان صرف اپنے آپ ہی کو جانتا ہے اور اسی کی بڑائی کرتا ہے تو جو چیز کہ صفات میں اسکی
برابری نہیں کرتی اسمیں کچھ عظمت نہیں سمجھتا ہاں نہایت اسکی یہ ہے کہ اپنے نفس کو خوبصورت تخت پر
بیٹھا ہوا سامنے نوکر چاکر کام کرتے ہوے فرض کر لے تو ضرور ہے کہ خدائے تعالی کے باب میں بھی
مان لیگا تا کہ اسکی عظمت سمجھے بلکہ اگر مکھی کو عقل ہوتی اور اس سے کہا جاتا کہ تیرے خالق کے نہ تو بازو ہیں
نہ پر نہ پانوں نہ اڑان تو وہ اسکو نہ مانتی اور کہتی کہ بھلا مجھے پیدا کرنے والا مجھ سے کم کسطرح ہوگا کیا یہ
ہو سکتا ہے کہ اسکے پر کٹے ہوے ہوں یا اپاہج ہو کہ اڑ نہ سکے مجھ میں تو سامان اور قدرت ہو

اور جو سیر اپیدا کرنے والا ہے اسمین یہ لوازم اور قدرت ہون اور اکثر لوگون کی عقلین اسی عقل کے
قریب ہین سچ ہے کہ انسان بڑا جاہل اور ظالم اور ناشکر ہے اور اسی واسطے اللہ تعالی نے اپنے بعض
انبیا پر وحی بھیجی کہ میرے بندون سے میری صفتین مت کہو ورنہ مجکو نہ مانینگے بلکہ انسے میرا حال
ایسے الفاظ مین کہو کہ وہ سمجھ لین اور انجا کہ خداے تعالی کی ذات وصفات مین غور کرنی اسوجہ سے
ممنوع ٹھہری اسلیے شرع کا ادب اور خلق کی بہتری اسی بات کی مقتضی ہین کہ ہم بھی اُسکے درپے نہون
بلکہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی طرف متوجہ ہوتے ہین یعنی غور کرنا اُسکے افعال اور عجائب
قدرت اور غریب معاملات مین جو اُسکی مخلوقات مین ہین اسلیے کہ ان سب سے اُسکے جلال اور عظمت اور
کبریا اور پاک ہونا اور کمال علم حکمت اور جاری ہونا اُسکی مشیت کا پایا جاتا ہے پس اُسکی صفات پر غور
اُسکی صفات کے آثار ہی سے کرنا چاہیے اسلیے کہ ہمکو یہ تو تاب نہین کہ اُسکی صفات کی طرف نظر
کرین تو اُسکے آثار ہی پر نظر چاہیے جیسے آفتاب چمکتا ہے تو ہم اُسکی طرف نہین دیکھ سکتے بلکہ
زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہین اور اُسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستارون کے
نور کی نسبت کر سمجھتے ہین اسلیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار مین سے ہے اور
اثر کو دیکھنے سے موثر کچھ نہ کچھ سمجھ مین آ جاتا ہے گو خود موثر کے دیکھنے کے قائم مقام نہو اور تمام موجودات دنیا کے آثار
قدرت الٰہی مین سے ایک اثر ہے اور اُسی کے انوار ذات مین سے ایک نور ہے بلکہ کوئی تاریکی عدم سے
بڑھکر نہین نہ کوئی نور وجود سے زیادہ اور وجود سب چیزون کا خداے تعالی کے انوار ذات مین سے
ایک نور ہے اسلیے کہ تمام چیزون کا وجود اُسکی ذات سے قائم ہے جو خود بخود قائم ہے جسطرح کہ جسمون کا
نور آفتاب کے نور سے ہے اور وہ خود روشن ہے اور جب تھوڑا سا آفتاب کو گہن لگتا ہے تو عادت یون ہے
کہ ایک پانی کا طشت رکھکر دیکھا کرتے ہین تاکہ اسکو دیکھ سکین اور آنکھ خیرگی نہ کرے اس
صورت مین پانی ایک ذریعہ ہوتا ہے کہ آفتاب کے نور سے کسی قدر کم کردیتا ہے تاکہ اُسکی طرف نظر کرنے کی
تاب ہو تو اسی طرح افعال الٰہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہین جنمین ہم فاعل کی صفتین مشاہدہ کرتے ہین اور نور ذات سے
متحیر نہین ہوتے اسلیے کہ ہم مین اور ذات مین افعال کا واسطہ اور دوری ہوگئی اور اسی بھید کے باعث
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ پس اب
کیفیت تفکر کی خداے تعالی کی مخلوق مین معلوم کرنی چاہیے واضح ہو کہ جو چیز سواے خداے تعالی کے
موجود ہے وہ اُسی کا فعل اور اُسی کی پیدائش ہے اور ہر ایک ذرہ مین جوہر اور عرض اور صفت اور موصوف
کے بہت سے عجائب اور غرائب ہین جنسے خداے تعالی کی حکمت اور قدرت اور جلال وعظمت ظاہر

ہوتی ہے اور انکا شمار کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اگر سمندر روشنائی ہو جاوے اور اس سے وہ عجائب
لکھے جاوین تو اسکا خاتمہ ہو جاوے اور انکا اور چھور نہ ملے تاہم بطور نمونہ انمین سے ہم کچھ ایک لکھے
دیتے ہین اور کہتے ہین کہ موجودات جو خداے تعالی کی مخلوق ہین انکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ انکی
اصل نہ معلوم ہو تو ایسے اشیا مین ہمسے تفکر نہین ہو سکتا اور ایسے موجودات بہت ہین جنکو ہم نہین
جانتے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور فرمایا سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا
مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ اور فرمایا وَنُنْشِئَكُمْ فِيمَا لَا تَعْلَمُونَ اور ایک وہ ہین
کہ انکی اصل معلوم ہے اور مجملا بھی پہچانی جاتی ہین مگر تفصیل نہین معلوم تو ایسی اشیا مین ہمکو ممکن ہے
کہ ہم انکی تفصیل مین فکر کرین اور ان اشیا کی دو قسمین ہین ایک وہ جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور ایک وہ کہ
آنکھ سے نہین سوجھتی جو آنکھ سے نظر نہین آتین وہ فرشتے اور جن اور شیاطین اور عرش اور کرسی وغیرہ ہے
ایسے اشیا مین بھی فکر کی مجال تنگ ہے اسی جہت سے ہم اسی قسم کا ذکر کرتے ہین جو سمجھنے کے زیادہ
قریب ہے یعنی وہ اشیا جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور وہ ساتون آسمان اور زمین ہین اور جو چیز انکے درمیان
ہے پس آسمان مین یہ چیزین نظر آتی ہین ستارے اور چاند اور سورج اور انکی حرکت اور گردش اور نکلنا اور
ڈوب جانا اور زمین مین یہ معلوم ہوتے ہین پہاڑ اور کانین اور نہرین اور دریا اور حیوانات اور نباتات
اور آسمان اور زمین کے درمیان یعنی جو تین یہ اشیا محسوس ہوتی ہین بادل اور مینہ اور برف اور اولے اور
اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹتے ستارے اور تند ہوائین غرضکہ آسمان و زمین اور انکے درمیان مین
اس جنس کی اشیا معلوم ہوتی ہین اور انمین سے ہر ایک جنس چند نوع پر منقسم ہے اور ہر نوع کی بہت سی
قسمین ہین پھر اقسام کے فروع ہین اسی طرح شاخ در شاخ ہوتی چلی گئی ہین جسقدر تباین صفات اور
ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہے اسی قدر انقسام بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ان
سب شاخون مین فکر کی مجال ہے کوئی ذرہ جمادات اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ کا
ایسا نہین حرکت کرتا جسکا حرکت دینے والا خداے تعالی نہو اور اسکی حرکت مین ایک حکمت یا دو یا
ہزار حکمتین خداے تعالی کی وحدانیت اور اسکے جلال اور عظمت پر دال ہوتی ہین اور یہ سب اشیا
نشانیان اور آیات دالہ ہین قرآن مجید مین انمین فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ
وَمِنْ آيَاتِهِ تو کلام مجید مین شروع سے آخر تک بہت جا وارد ہے پس بعض آیات مین
فکر کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہین مثلا ایک خداے تعالی کی آیات مین سے یہ ہے کہ انسان نطفہ سے

پیدا ہوا ہے اور سب سے نزدیک تر آدمی سے اُسکا نفس ہے اور اُسمین خدا نے تعالیٰ کی عظمت پر اتنے عجائب دال ہین کہ عمرین لبٹ جاوین اور سوان حصہ بھی نہ معلوم ہوں اور آدمی اُسسے غافل ہے پھر بھلا جب تو اپنے ہی نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طمع کیسے کرتا ہے اور تجکو خدا نے اپنی کتاب مجید مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے نفس مین تامل کر چنانچہ فرمایا وَفِيٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ناپاک نطفہ سے بنا ہے جیسے ارشاد ہے قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ اور فرمایا وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ اور فرمایا اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى اور فرمایا اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور فرمایا اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ اور فرمایا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ پھر یہ بیان فرمایا کہ نطفے کو پھٹکی کردیا اور پھٹکی کو بوٹی اور بوٹی کو ہڈیاں چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا پس نطفے کے بار بار کلام مجید مین ذکر کرنے سے یہ غرض نہین کہ یہ لفظ ہی سنا جاوے اور اسکے معنون مین تفکر نہ کیا جاوے بلکہ مراد یہی ہے کہ نطفے غور کرو مثلاً اسطرح کہ وہ ایک پانی ناپاک کی بوند ہے اگر گھڑی بھر چھوڑ دیا جاوے کہ ہوا اسکو لگنی نہ ہے تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے ایسی ناپاک چیز کو دیکھو کہ رب الارباب نے مرد کی پیٹھ اور عورت کی چھاتیون سے کیسے نکالا مرد اور عورت کو کیسے اکٹھا کیا اور اُنکے دلون مین الفت اور محبت ڈالی اور اسی رشتہ محبت اور شہوت سے دونوں اُنمین ملے پھر صحبت کی حرکت سے مرد مین سے اس نطفے کو نکالا اور عورت کے رحم مین ڈالا پھر حیض کا خون کہان کہان کی رگون سے کہان سے کھینچکر رحم مین اکٹھا کیا اور نطفے سے بچہ بنا کر اسکو خون حیض کھلایا پلایا یہانتک کہ بڑھا اور پرورش پائی پھر یہ دیکھو کہ نطفہ سفید چمکتا ہوا تھا اسکو سرخ پھٹکی کیسے بنا دیا پھر پھٹکی کو بوٹی کیسے کر دیا پھر نطفہ کے حصے کیسے کر دیئے اسکے ٹکڑے تو یکسان تھے کسی کو ہڈی کر دیا کسی کو پٹھا کسی کو رگ کسی کو گوشت پھر گوشت اور پٹھون اور رگون سے اعضا ے ظاہری کس طرح بنائے سر کو تو گول بنایا اور کان اور آنکھ اور ناک اور منہ اور دوسرے منفذون کو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پاؤن کو لنبا بنا دیا اور اُنکے سرون مین انگلیان اور انگلیون مین پورین بانٹ دین پھر اعضا ے باطنی یعنی دل اور معدہ اور جگر اور تلی اور پھیپھڑا

اور رحم اور مثانہ اور آنتین کسطرح بنائین کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل جدا ہین پھر انمین ہر ایک عضو اور قسموں سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سات طبقوں سے مرکب کیا جنمین سے ہر ایک طبقے کا ایک جدا ہی وصف ہے اور جدا ہی صورت اگر ایک طبقہ جاتا ہے یا کوئی اسکی صفت زائل ہوجاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہوجاتی ہے غرضکہ جو جو عجائب ان اعضا مین سے ایک ایک مین جدا جدا پائے جاتے ہین ایک ہی عضو کے اگر آدھے عجائب بھی ہم لکھین تو عمر کا خاتمہ ہو اب ہڈیون کو غور کرو کہ کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہین انکو نرم اور پتلے نطفے سے کیسے بنایا اور انکو بدن کی راستی کا موجب ٹھہرایا پھر انکی مقدارین اور صورتین جدی جدی بنائین کوئی چھوٹی ہے کوئی بڑی کوئی لمبی ہے کوئی چوڑی کوئی گول کوئی بیچ مین سے خالی کوئی ٹھوس کوئی پتلی اور باریک اور از انجا کہ انسان کو ضرورت حرکت کی سارے بدن سے بھی اور بعض اعضا سے بھی حرکت کی احتیاج تھی کہ جس عضو کے ہلانے کی ضرورت جس کام کے لیے ہو صرف اسی کو ہلایا کرے تو اسی لیے اسکی ہڈی ایک ہی نہین بنائی گئی بلکہ بہت سی ہڈیان اور انکے بیچ مین جوڑ بنائے گئے تاکہ انسے حرکت آسان ہو اور ہر جوڑ و ہڈی کی شکل کو موافق حرکت مطلوب کے رکھا پھر جوڑ جو ہڈیون کے لائے ہین تو انکی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارے کو دوسرے کے کنارے سے ریشون سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے وہ ریشے نکلے ہین اور دوسرے مین جا چمٹے ہین گویا یہی بندھن پھر ایک ہڈی کے سر مین کونے زائد اس سے باہر کو نکلے ہوے بنائے ہین اور دوسرے کے سرے مین اسی کے موافق گڑھے بنا دیا ہے تاکہ وہ زوائد انمین خوب برابر آجاوین تو اب آدمی کا حال ایسا ہو گیا کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلایا چاہے ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہ ہوتے تو یہ امر ہرگز نہو سکتا پھر دیکھو کہ سر کی ہڈیون کو کیسے پیدا کیا اور کیسے اکٹھا کرکے ملایا وہ گنتی مین پچپن جدی جدی شکلون اور صورتون کی ہین ان سب کو ایک دوسرے سے ملاکر تمام سر جیسا نظر آتا ہے بنایا ان ہڈیون سے چھ ہڈیان خاص کھوپری کی ہین اور چودہ اوپر کے جبڑے کی اور بارہ نیچے کے جبڑے کی اور باقی دانت ہین جنمین سے بعضے چوڑے ہین کہ لیاقت پیسنے کی رکھتے ہین اور بعضی تیز قابل کاٹنے کے اور بعضے نکیلے ہین تو کچھ داڑھین اور بعض کچلیان اور بعض سادہ دانت ہین پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اسکو سات منکون سے مرکب کیا جو بیچ مین سے خالی اور گول ہین اور انمین گھٹاؤ بڑھاؤ جس سے ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہین اور حکمت کی وجہ اسباب مین تحقیق طول چاہتی ہے پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے لیکر سرین کی ہڈی تک چوبیس مہرون سے بنایا اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزا سے مرکب کیا نیچے کی طرف سے تو اسکے [illegible] ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین چیزون سے مرکب ہے پھر پشت کی ہڈیون کو

سینے کی ہڈیون اور مونڈھے اور ہاتھون اور زیرناف اور سرین کی ہڈیون مین ملایا پھر رانون اور پنڈلیون اور پانون کی انگلیون کی ہڈیان ہین انکے شمار ہم نہین لکھتے مگر سارے بدن مین دوسو اڑتالیس ہڈیان ہین انمین وہ چھوٹی ہڈیان داخل نہین جنسے جوڑون کے گڑھے بھرے ہوے ہین اب دیکھو کہ ان سب کو ایک نطفۂ نرم اور پتلے سے کیسے بنایا اور ہڈیون کے شمار ذکر کرنے سے یہ مقصود نہین کہ انکی گنتی معلوم ہوجاوے اسواسطے کہ یہ تو ادنی علم ہے تشریح والے طبیب اسکو جانا کرتے ہین بلکہ غرض یہ ہے کہ ان ہڈیون کو دیکھکر جسنے انمین انتظام دیا ہے اور انکو پیدا کیا ہے اسکی طرف غور کرین کہ کیسے اسنے انکو مقرر کیا اور انمین انتظام کیا اور انکی شکلین اور مقدارین علیحدہ علیحدہ بنائین اور انکے شمار معین رکھے اگر ایک بڑھ جاتی ہے تو آدمی پر وبال ہوجاتی ہے اور اسکے دور کرنے کا محتاج ہوتا ہے اور اگر ایک کم ہوجاتی ہے تو اس کمی کے تدارک کا جبر کرنا پڑتا ہے پس طبیب جو ہڈیون پر غور کرتا ہے اسلیے کرتا ہے کہ انکے علاج کا ماہر ہوجاوے اور اہل بصیرت جو انپر غور کرتے ہین تو انکے بڑائی انکے پیدا کرنے والے کی سمجھتے ہین کہ کیا تصویر بنائی ہے تو دونون نظرون مین نہایت درجے کا فرق ہے پھر دیکھو کہ خداے تعالی نے ہڈیون کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی مچھلیان بدن مین پانسو انتیس پیدا کین اور مچھلی گوشت اور پٹھے سے اور بند اور جھلیون سے بنی ہے اور وہ سب مقدار اور شکلون مین جیسی جگہ اور جیسی حاجت ہے اسی کے موافق جدا جدا ہین انمین سے چوبیس مچھلیان تو آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹون کے ہلانے کو ہین کہ اگر انمین سے ایک کم ہوجاوے تو آنکھ کا معاملہ ناقص ہوجاوے اسی طرح ہر عضو کے لیے ایک شمار معین اور مقدار معین پر مچھلیان بنی ہین اور پٹھون اور رگون اور شریانون کا حال اور انکے شمار اور نکلنے کی جگہ اور شاخون پھوٹنے کا ماجرا اس سب سے عجیب تر ہے اور اسکی تفصیل طول چاہتی ہے غرضکہ فکر کو ان اجزا مین سے ہر ایک مین دوڑنے کی گنجایش ہے پھر ہر ہر عضو مین پھر سارے بدن مین فکر کی مجال ہے اور یہ سب اجسام بدن کے عجائبات اور معانی اور صفات کے نادرات پر غور کرنا ہے جو حواس سے معلوم نہین ہوتے اب ظاہر انسان اور اسکے باطن اور بدن اور اسکے صفات کو غور کرو تو انمین بھی وہ عجائب اور صنعت معلوم ہوگی جس سے تعجب آوے اور یہ سب خدا تعالی کی صنعت ایک قطرۂ آب ناپاک مین ہے

	دہد نطفہ را صورتے چون پری		کہ کردست بر آب صورتگری	

اب جو پانی کے قطرے مین یہ صنعت کرتا ہے تو اسکی صنعت ملکوت آسمانون اور انکے ستارون مین کیا کچھ ہوگی اور انکی وضع اور شکلون اور مقدارون اور شمار اور بعضون کے یکجا ہونے اور بعض کے علیحدہ ہونے اور نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے مین کیسی کچھ حکمت ہوگی یہ نہ گمان کرنا چاہیے

کہ کوئی ذرہ آسمانون کے ملکوت کا کسی حکمت اور حکم سے خالی ہے بلکہ یون جاننا چاہیے کہ پیدائش کی رو سے وہ مضبوط اور براہ صنعت نہایت درست اور بدن انسان کی نسبت کہ زیادہ تر جامع عجایبات کا ہے بلکہ تمام روے زمین کی چیزون کو آسمانون کے عجایب سے کچھ نسبت ہی نہین اور اسلیے خداے تعالیٰ فرماتا ہے ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا پھر اب نطفے کی طرف رجوع کرکے دیکھو کہ اول کیا تھا اور پھر کیا ہو گیا اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان اس بات پر متفق ہون کہ نطفے کے واسطے کان اور آنکھ خواہ عقل یا قدرت یا علم یا روح پیدا کرین یا اسمین ہڈیان یا رگین یا پٹھے یا چمڑا یا بال بنا دین تو بھلا بنا سکینگے بلکہ اگر یہ چاہین کہ خداے تعالیٰ کے بنانے کے بعد اسکی کنہ حقیقت اور کیفیت خلقت کو معلوم کرین تو اس سے عاجز ہونگے تو اب تمسے تعجب آتا ہے کہ اگر تم کسی آدمی کی صورت دیوار پر نکلی دیکھو جسکے بنانے مین مصور نے داد استادی دی ہو یہانتک کہ تصویر کو ایسا بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہدے کہ انسان ہی ہے بولنے کی کسر ہے تو تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واہ رے استاد کیسا چابک دست اور ہوشیار اور اپنے فن مین یگانہ ہے اور دل مین بھی اسکی بڑائی بسیگی باوجودیکہ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم اور ہاتھ دیوار اور قدرت اور علم اور ارادہ سے بنی ہے اور انمین سے کوئی چیز مصور کا فعل اور اسکی پیدائش نہین بلکہ ان چیزون کو دوسرے نے پیدا کیا ہے جو کچھ مصور نے کیا وہ بھی ہو سکتا ہے کہ رنگ کو دیوار پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا مگر تم کو اس سے نہایت تعجب ہوتا ہے اور خود آدمی کو دیکھکر تعجب نہین کرتے کہ ایک قطرہ ناپاک نیست تھا پھر اسکو اسکے پیدا کرنے والے نے پشتون اور چھاتیون مین پیدا کیا پھر وہان سے نکال کر اسکی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اسکے اجزا جو ایک صورت کے تھے انکو جدا جدا عضو بنائے پھر ہڈیون کو مضبوط کیا اور اعضا کی شکلین اچھی کین اور ظاہر اور باطن کو آراستہ کیا اور رگون اور پٹھون کو ایک دوسرے پر رکھا اور انمین غذا کے جانے کی جگہ مقرر کی تاکہ سبب اسکے زندہ رہنے کا ہو اور اسکو سنتا دیکھتا جانتا بولتا کر دیا اور اسکی پشت کو بدن کی بنیاد مقرر کی اور پیٹ کو تمام آلات غذا کا حاوی اور سر کو سب حواس کا جامع بنایا پھر آنکھون کو کھولا اور انکے طبقون کو ایک دوسرے پر رکھا اور انکی شکلین اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا پھر انکو پپوٹون سے ڈھانپا تاکہ انکی حفاظت اور جلا کرتے رہین اور خس و خاشاک روکتے رہین پھر انکے تلون مین جو واقع مین تل سے زیادہ نہین آسمانون کی صورتین ظاہر کین باوجودیکہ اتنے پھیلے ہوے اور لنبے چوڑے ہین مگر آنکھ مین نظر آتے ہین پھر کانون کو جو بنایا تو انمین کڑوا پانی رکھ دیا کہ سماعت بنی رہے

اور کیڑے اندر نہ جاوین اور اُنکے گرد سیپ کی صورت کے چمڑے رکھ دیئے تاکہ آواز اُنمین اکٹھی ہو کر
کان کے سوراخ مین جاوے اور یہ بھی فائدہ ہی کہ اگر کوئی کیڑا چلے تو اُسکی چال ان چمڑون پر
معلوم ہو جاوے اور کان کے سوراخون مین بہت سے گڑھے اور ٹیڑھے راستے رکھے تاکہ کیڑا اگر کان مین
جاوے تو بہت سا چلے اور آدمی اگر سوتا ہو تو اُسکی بہت سی حرکت سے جاگ پڑے پھر ناک کو چہرہ کے
بیچ مین اُونچا کیا اور اُسکی شکل عمدہ بنائی اور اُسکے دو نتھنے رکھے اور اُسمین سونگھنے کی قوت عنایت فرمائی
تاکہ تو اُسکے سونگھنے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزین معلوم کر سکے اور ہوا کی روح دل کی غذا
کے لیے نتھنون کی راہ پہونچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین ہوتی رہے اور مُنھ کو کھلا رکھا اور
اُسمین زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتین بیان کر سکے اور منھ کو دانتون سے زینت دی تاکہ سامان
پیسنے اور توڑنے اور کاٹنے کا حاصل ہو دانتون کی جڑون کو مضبوط اور اُنکے سرون کو تیز اور
رنگ کو سفید بنایا اور ایسا برابر رکھا کہ گویا موتی پڑے ہین اور ہونٹون کو بنا کر اُنکا رنگ اور شکل
عمدہ بنایا تاکہ منھ پر آپس مین مل سکین اور اُسکی راہ بند ہو جاوے اور یہ بھی فائدہ ہی کہ اُنسے گفتگو کے
حروف پورے نکلین پھر نرخرے کو پیدا کیا کہ اُس سے آواز نکلے اور زبان مین قوت حرکت اور
علیحدہ کرنے کی رکھی تاکہ جدا جدا مخارج مین آواز کو علیحدہ کر دے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف
بولنے کی گنجائش ہو جاوے پھر تنگی اور فراخی اور نرمی اور سختی اور صاف اور کھردرا ہونے اور لنبے
اور چھوٹے ہونے مین نرخرون کو مختلف طرح کا بنایا تاکہ اُسکے سبب سے آوازین جدی ہو جاوین اور دو
آوازون مین خلط نہ ہو جاوے بلکہ دونون آوازین جدا جدا معلوم ہون یہانتک کہ آدمی ایک دوسرے کو
اندھیرے مین آواز ہی سے پہچان لین پھر سر کو بالون اور زلفون سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی
اور ابروسے اور ابرو کو پتلے بالون اور کمان کی صورت ہونے سے آراستہ فرمایا اور آنکھون کو پلکون سے
زینت بخشی پھر اعضاء باطن کو پیدا فرما کر ہر ایک کو ایک معین کام کے واسطے مخصوص فرمایا مثلاً معدے کو
غذا کے پکانے کے لیے مسخر کیا اور جگر کو اسلیے بنایا کہ غذا کو خون کر دے اور تلی اور پتے اور گردے کو
جگر کا خادم بنایا تلی کی یہ خدمت ہی کہ سودا کو جگر سے جذب کرتی ہی اور پتا صفرا کو اور گردہ
رطوبت آبی کو اور پھُکنا گردے کا خادم ہی کہ پانی گردے مین سے لیکر پیشاب گاہ کے راستے سے
نکال دیتا ہی اور رگین جگر کی یہ خدمت کرتی ہین کہ خون کو بدن کے تمام اطراف مین پہنچاتی ہین
پھر دونون ہاتھون کو پیدا کیا اور اُنکو لنبا بنایا تاکہ چیزون کی طرف بڑھ سکین اور ہتیلی کو چوڑا کر کے
اُسکی تقسیم پانچ انگلیون مین کی اور ہر انگلی مین تین تین پورین رکھین اور چار انگلیون کو ایک طرف

رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چاروں انگلیوں کو طول میں مختلف رکھکر ایک صف میں ایک دوسرے کے بعد رکھا اگر سب اول اور آخر کے لوگ متفق ہوکر کوئی اور صورت بڑی باریک فکر سے نکالا چاہین کہ اس وضع خاص سے جو انگلیون کو اب حاصل ہے دوسرے طور پر رکھین اور سب کام دیوین جواب دیتی ہین تو ہرگز نہ ہوسکیگا اسلیے کہ اس ترتیب خداداد سے بہت فوائد ہین لینا اور دینا اور پکڑنا سب اسی سے ہوتا ہے اگر انگلیون کو پھیلا ہوا رکھے تو ایک تشتری ہے جو چاہو اسپر رکھو اور اگر انکو بند کر لو تو مارنے کا آلہ گھونسا ہوجاویگا اور اگر ادہ کھلی رکھو تو چلو چمچے کی صورت ہوجاویگی اور اگر ملاکر پھیلا دو تو کھرپی یا بیلچے کی شکل ہوجاویگی پھر انگلیون کے سرون پر ناخن پیدا کیے کہ انکی زینت ہو اور پشت کی جانب سے انکی روک ہوکہ کٹ نہ جاوین اور باریک چیزین جو پورون سے نہ اٹھ سکین انکو بھی اٹھا سکے اور اپنا بدن حاجت کے وقت انسے کھجا سکے پس ناخن سب اعضا مین ادنی ہے لیکن اگر بالفرض نہو اور آدمی کو خارش ہوجاوے تو نہایت عاجز اور ضعیف ترین خلق ہوجاوے اور کوئی بدن کھجلانے مین اپنے ناخن کا قائم مقام نہو سکے شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین

اگنجولد کی جز سر انگشت من	سخارد کسے درجہان پشت من

پھر ہاتھ کو خارش کی جگہ بتلادی کہ اسی جگہ پہونچتا ہے گو آدمی نیند اور غفلت ہی مین ہو اور اگر بدن کھجلانے مین دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت کے بعد مطلع کرپاتا پھر یہ سب باتین نطفے مین پیٹ کے اندر تین اندھیرون کے درمیان بنادین کہ اگر بالفرض رحم پر سے سب پردے اٹھا لیے جاوین اور آدمی کو بچہ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے جاتے ہین نہ مصور معلوم ہوتا ہے نہ کوئی آلہ اسکے بنانے کا دکھائی دیتا ہے تو بھلا ایسا کوئی مصور یا کاریگر تمنے دیکھا ہے کہ اپنے اوزار کو ہاتھ نہ لگاوے نہ جس چیز کو بناتا ہے اسکو چھوئے نہ اسکے پاس آوے اور تہ بتہ کے اندھیرون کے اندر انمین تصرف کرے یہ شان اسی پاک ذات کی ہے اور کسی کی مجال نہین پھر اسکے کمال قدرت اور رحمت کامل کو دیکھو کہ جب بچہ بڑھا اور رحم مین گنجایش نہ رہی تو اسکو کیسے بتادیا کہ اوندھا ہوکر اور دہلسنے ہلکر اس تنگی سے نکلنے کی راہ ڈھونڈھتا ہے گویا جس چیز کی طرف محتاج ہے اسکو سمجھا بوجھتا ہے پھر جب نکل آیا اور غذا کا محتاج ہوا تو کیسے اسکو چھاتی منہ مین دبانے کی ہدایت کی پھر چونکہ اسکا بدن نرم تھا اور موٹی غذا کی برداشت نہ رکھتا تھا تو کیسے اسکے لیے لطیف دودھ کا انتظام کیا اور خون اور غلیظ مین سے کیسا خالص گلے مین اترتا پیدا کیا اور چھاتیون کو کیسے بنایا اور انمین دودھ اکٹھا کیا اور انکے سر ایسے کردیے کہ لڑکے کے منہ مین

ایجاد مین پھر اُنمین سوراخ بہت باریک رکھے تاکہ دودھ بدون دبائے نہ نکلے اور دبانے سے آہستہ آہستہ نکلے اسلیے کہ لڑکا تھوڑا ہی تھوڑا متحمل ہوسکتا ہے پھر اُسکو چوسنا کیسے بتا دیا تاکہ شدت بھوک کے وقت اُس تنگ جگہ سے دودھ بہت سا نکلے پھر اس مہر و محبت الٰہی کو دیکھو کہ دانتون کا پیدا کرنا دو برس کے پورا ہونے پر رکھا اسلیے کہ دو برس تک اُسکی غذا دودھ ہی سے ہوتی ہے دانت کی حاجت نہین ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہے تو نرم دودھ اُسکے موافق نہین ہوتا اُسوقت غذا گاڑھی چاہیے اور غذا کو چابنے اور پیسنے کی ضرورت ہے اسی لیے جب حاجت ہوئی تب دانت دیے نہ پہلے دیے نہ پیچھے پس تعجب ہے کہ اول اللہ پاک نے یہ سخت ہڈیان اُن نرم مسوڑھون مین کیسے نکالین پھر والدین کے دل مین شفقت ڈالدی کہ جسوقت وہ اپنے آپ اپنے لیے کچھ نہین کرسکتا اُسوقت یہ دونون اُسکی خدمت کرتے ہین اگر خداوند کریم اُنکے دل مین رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز تر اپنی تدبیر سے نہوتا پھر دیکھو کہ جون جون بڑھتا گیا اُسکو قدرت اور تمیز اور عقل اور ہدایت کیسے رفتہ رفتہ دیتا گیا یہان تک کہ بڑا ہوکر قریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر ادھیڑ پھر بوڑھا ہوا یا تو ناشکر یا شکرگزار مطیع یا نافرمان ایماندار یا کافر بنا جیسے خداے تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا پس اول لطف و کرم کو دیکھو پھر قدرت و حکمت پر غور کرو تو عجائبات حضرت ربوبیت سے مبہوت رہجاؤ گے اور نہایت تعجب اُس شخص سے ہے کہ جو عمدہ خط یا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھتا ہے اور اُسکو پسند کرتا ہے تو اپنی ساری ہمت کاتب اور نقاش کے تصور مین لگاتا ہے کہ کیسے لکھا اور کیسے نقش کیا اور اُسکو اپنے دل مین بڑا جانکر کہتا رہتا ہے کہ یہ شخص کتنا بڑا ماہر اور فن مین کامل اور زبردست اور قدرت والا ہے مگر یہ عجائب اپنے آپ مین اور دوسرون مین دیکھتا ہے اور اُسکے کاریگر اور مصور برحق سے غافل رہتا ہے اُسکی عظمت اُسکو بیہوش کیون نہین کرتی اور اُسکے جلال اور حکمت سے متحیر کیون نہین ہوتا۔ پس یہ چند عجائبات آدمی کے بدن کے ہین سب کا لکھنا ممکن نہین اگر آدمی فکر کیا چاہے اُسکے فکر کے دوڑانے کو بہت سے قریب ہین اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلیل ہین مگر آدمی اُنسے غافل اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگا ہوا اُسکے سوا اور کچھ نہین آتا کہ بھوک لگی تو کھالیا اور پیٹ بھرا تو سو رہا شہوت ہوئی تو صحبت کی غصہ آیا تو لڑلیا حالانکہ ان باتون مین بہائم اور درندے سب آدمی کے شریک ہین خاصیت انسانی جس سے بہائم محروم ہین وہ یہ ہے

کہ آسمانون اور زمین کے اسرار اور جانون اور جہان کے عجائب کو غور کر کے خداے تعالی کو پہچانے اسلیے
کہ اس سے بندہ مقرب فرشتون کی جماعت مین داخل ہوجاتا ہے اور انبیا اور صدیقین کی جماعت مین
اُٹھکر خداے تعالی کی جناب سے نزدیک ہوتا ہے یہ مرتبہ بہائم کو نہین ہے نہ اُس آدمی کو جو دنیا سے صرف شہوات
بہائم پر راضی ہوا اسلیے کہ ایسا انسان بہائم سے بہت بڑا ہے اسلیے کہ بہائم مین تو قدرت معرفت کی سرے سے
نہین اور انسان مین تو خداے تعالی نے قدرت پیدا کی تھی مگر اُسنے اُسکو بیکار رکھا اور نعمت آلہی کا
شکر نہ کیا تو ایسے لوگ بہائم کیا بلکہ اُنسے بھی بدتر ہین اور جب تمکو اپنے آپ مین فکر کرنے کا طریق معلوم
ہوگیا تو اب زمین کو دیکھو جو تمھاری قرارگاہ ہے پھر اُسکی نہرون اور دریاؤن اور پہاڑون اور
کانون مین فکر کرو پھر اُنکے بعد آسمانون کے اسرار پر ترقی کرو۔ پس زمین مین بہت نشانیان ہین ایک یہ
کہ زمین کو بچھونا اور بستر بنایا اور اُسمین رستے اور سڑکین بنائین اور اُسکو نرم کیا تاکہ اُسکے اطراف مین
پھر و اور اُسکو ساکن بنایا کہ ہلتی نہین اور اُسمین پہاڑون کی میخین جڑ دین کہ حرکت سے اُسکی مانع ہون
پھر اُسکے اطراف کو چوڑا کیا یہان تک کہ آدمی اُسکے سب اطراف مین پھرنے سے عاجز ہوے گو اُنکی
عمرین بڑی ہون اور گردش زیادہ کی چنانچہ ان باتون کو خداے تعالی نے فرمایا ہے وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا
بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ اور فرمایا هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ
لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا اور فرمایا اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا
اسی طرح کلام مجید مین خداے تعالی نے ذکر زمین کا بہت جگہ فرمایا ہے تاکہ اُسکے عجائب مین فکر کیا جاے
کہ اُسکی پشت زندون کے رہنے کی جگہ ہے اور پیٹ مردون کے سونے کا مقام ہے اسی واسطے اللہ تعالی
نے فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا پس زمین کو دیکھ کہ بیجان ہوتی ہے اور جب اُسپر
پانی پڑتا ہے تو تازہ ہوکر اُبھرتی ہے اور سبز ہوکر عجب سبزی نکالتی ہے اور اُسمین سے طرح طرح کے
حیوانات نکل پڑتے ہین پھر دیکھو کہ زمین کے کنارون کو اونچے اونچے اٹل پہاڑون ٹھوس اور
سخت سے کیسے مضبوط کیا اور کسطرح پانی اُسکے نیچے رکھا کہ چشمے نکالے اور نہرین بہائین جو روے زمین پر
چلتی ہین اور پتھر خشک اور میلی مٹی سے پانی شیرین اور نتھرا صاف نکھر انکالا اور اُس سے ہر چیز کو زندہ کیا
اقسام کے درخت اور روئیدگی اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور انار اور میوہاے بیشمار جدی جدی
شکلون اور رنگ اور مزہ اور صفت اور بو کے پانی ہی کے سبب نکالے کھانے مین ایک دوسرے سے
بڑھ چڑھ کر ہین حالانکہ ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہین اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہین اب اگر کوئی
کہے کہ ان میوون کا اختلاف اُنکے بیجون کے مختلف ہونے سے ہے تو ہم کہتے ہین کہ گٹھلی مین خوشے

گہان لگے ہوئے تھے اور ایک دانے مین سات بالین اور ہر بال مین سو دانے کہان تھے پھر جنگلون کی
زمین کو دیکھو اور اُسکے ظاہر و باطن کی جستجو کرو تو ایک سی مٹی معلوم ہوگی اور جب اُسپر پانی پڑتا ہی تو
تر و تازہ ہو کر اُبھرتی ہی اور رنگ برنگ کی جنسین اور ایک سی صورت کے سبزے اور مختلف
صورت کے اُگاتی ہی کہ ہر ایک کا مزہ اور بو اور رنگ اور شکل دوسرے سے علحدہ ہی پھر اُنکی کثرت
اور اختلاف اقسام اور کثرت اشکال پر لحاظ کرو پھر طبیعتون کے مختلف ہونے اور کثرت منافع پر غور
کرو کہ اللہ جل شانہ نے ان نباتات مین کیسے عجیب فوائد رکھے ہین مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہی کوئی
قوت دیتی ہی کوئی موجب زندگی ہی کوئی قاتل ہی کوئی سرد ہی کوئی گرم کوئی معدے مین جا کر صفرا کو
رگون کے اندر سے دور کرتی ہی کوئی خود صفرا بنجاتی ہی کوئی دافع بلغم و سودا ہی اور کوئی بلغم و سودا بنجاتی ہی
کوئی معفی خون ہی کوئی خون ہوجاتی ہی کوئی مفرح ہی کسی سے نیند آتی ہی کسی سے زور بڑھتا ہی
کسی سے ضعف ہوتا ہی غرضکہ زمین سے جو پتا یا تنکا نکلتا ہی اُسمین ایسے فوائد ہین کہ آدمی اُنکی ماہیت پر
مطلع نہین ہو سکتا پھر ان نباتات مین سے ہر ایک کی پرورش مین کسانون اور مالیون کو جدا
کام کرنا پڑتا ہی مثلاً خرما مین نر کا پانی مادہ مین دیا جاتا ہی انگور کو چھانٹا جاتا ہی کھیتی مین سے گھاس وغیرہ
علحدہ کرنا پڑتا ہی کسی کا بیج زمین مین بکھیرتے ہین کسی کی پود لگاتے ہین کسی کی قلم لگا دیتے ہین اگر ہم
چاہین کہ نباتات کی جنسون اور قسمون کا اختلاف اور اُنکے منافع اور حالات اور عجائبات بیان کرین
تو اسی کے لیے ایک مدت چاہیے اسی لیے ہر جنس مین سے کسی قدر کافی ہی جس سے فکر کا طور معلوم ہو جاے
نباتات کے عجائب تو ہو چکے۔ دوسری نشانی زمین مین یہ ہی کہ پہاڑون اور کانون مین زمین نے جواہر
رکھے ہین یہی زمین ہی کہ اسمین بہت سے ٹکڑے پاس پاس ایک دوسرے سے صفات مین علحدہ ہین
مثلاً پہاڑون کو دیکھو کہ اُنمین سے جواہر نفیس چاندی سونا فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہین بعضے
تو ہتھوڑون سے پٹتے ہین جیسے چاندی سونا تانبا رانگ لوہا اور بعضے نہین پٹتے جیسے فیروزہ اور لعل
وغیرہ اور دیکھو کہ اللہ تعالی نے کیسے لوگون کو انکا نکالنا اور صاف کرنا اور انکے برتن اور اوزار
اور نقد اور زیور بنانا بتلا دیا پھر زمین کی کانون کو دیکھو کہ رال اور گندھک اور قیر وغیرہ انمین سے نکلتے ہین
اور سب سے ادنی نمک ہی جسکی حاجت کھانے کی درستی مین ہوتی ہی اگر کسی شہر مین نہو تو جلد لوگ
مرنے لگین خداے تعالی کی رحمت کو دیکھنا چاہیے کہ بعضی زمینون کے جوہر کو کیسے شور بنایا کہ انمین
صاف پانی مینھ کا اکٹھا ہو کر نمک شور گرمی کرنے والا بنایا کہ ممکن نہین کہ کوئی اسکو تنہا پیسا بھر
کھاوے بلکہ اسلیے بنایا کہ اُس سے کھانا درست ہو جاوے اور جب تم اُسکو کھاؤ تو عیش اچھی طرح ہو

اور کوئی پتھر اور حیوان اور نبات ایسے نہین جسمین ایک حکمت یا زیادہ اس قسم کی نہو کوئی اونمین سے
بیکار اور کھیل کے لیے نہین بنی بلکہ سب کو جیسا چاہیے تھا اور جسطرح چاہیے تھا اور جیسا اوسکے
جلال اور کرم اور لطف کے شایان تھا حق طور پر بنایا اور اسی وجہ سے خود فرمایا وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ تیسری نشانی تمام حیوانات ہین کہ
اونمین سے بعضے اوڑتے ہین اور بعضے چلتے ہین اور چلنے والون مین بعضے دو پانوُن سے چلتے ہین
بعضے چار سے بعضے دس اور سو سے چنانچہ بعض حشرات الارض مین یہ امر دیکھا جاتا ہے پھر فوائد اور
صورت شکل اور عادات اور طبائع مین سب مختلف ہین پھر جو پرندے اور خشکی کے وحشیون اور
خانگی بہائم کو دیکھو انمین وہ عجائب پاؤگے جنسے اونکے خالق اور مقدر اور مصور کی عظمت اور قدرت اور حکمت
مین کچھ شبہہ نکروگے اور ان سب کا لکھنا ممکن نہین بلکہ اگر ہم چاہین کہ عجائب چھوٹے جانورون مثل مچھر
اور چیونٹی اور شہد کی مکھی اور مکڑی کے بیان کرین کہ گھر ایسے بناتے ہین اور غذا ایسی جمع کرتے ہین اور اپنے
جوڑے سے الفت اسطرح ہوتی ہے اور گھر کی شکل موزون بنانے مین ایسی مہارت ہوتی ہے اور
اپنی حاجتون کی طرف اسطرح راستہ ملتا ہے تو ہرگز ہم سے سب بیان نہو سکیگا مثلاً مکڑی کو دیکھتے ہو کہ
اپنا گھر نہر کے کنارے بناتی ہے تو اول وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہے کہ ان دونون مین تھوڑا سا فاصلہ ایک
ہاتھ یا اس سے کم و بیش ہو تاکہ دونون جگہ مین اپنا تار پہونچا سکے پھر وہ اسطرح شروع کرتی ہے کہ اپنا
لعاب یعنی تار ایک کنارے پر ڈالتی ہے تاکہ اسمین چمٹ جاوے پھر دوسری طرف جاکر وہان دوسرا
سرا تار کا چپکا دیتی ہے اسی طرح دوبارہ سہ بارہ آمد و رفت کرتی ہے اور فاصلہ تارون کا متناسب اور
موزون رکھتی ہے یہان تک کہ جب تارون کے سرے دونون جگہ مین مضبوط ہو جاتے ہین اور تانے کی
شکل کر لیتی ہے تب بانے مین مصروف ہوتی ہے اور بانے کو تانے پر رکھنا شروع کرتی ہے اور جہان
بانے کا تار تانے سے ملتا ہے وہان مضبوط گرہ دیتی ہے اور اسمین بھی موزونیت اور شکل ہندسی کو
لحاظ رکھتی ہے اور اوس تانے بانے سے ایسا جال بناتی ہے جسمین مچھر اور مکھی پھنس جاوے اور اپنے آپ
ایک کونے مین تاک لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کوئی شکار جال مین پھنسے جب کوئی پھنس جاتا ہے
تو لپک کر اوسکو پکڑ کے کھا جاتی ہے جب اسطرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہے تو کسی دیوار کا کونا
ڈھونڈھ کر کونے کے دونون جانب مین تار لگا کر ایک اور تار مین آپ لٹک جاتی ہے اور اوسی مین
لٹکی رہتی ہے اور اوڑتی مکھی وغیرہ کی منتظر رہتی ہے جب کسی مکھی کا گذر وہان کو ہوتا ہے تو اوسکو
پکڑ کر اپنا تار اوسکی ٹانگون مین لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہے پھر اوسکو کھا لیتی ہے بس کوئی حیوان

چھوٹا یا بڑا ایسا نہین کہ اسمین ان عجائب مین سے بیشمار نہون پھر کہو تو کہ کرمی نے یہ صنعت اپنے
آپ سیکھی ہے یا خود بخود موجود ہو گئی ہے یا کسی آدمی نے اُسکو بتا یا خواہ سکھلا یا ہے یا اُسکا کوئی
ہادی اور بتانے والا نہین ہے کوئی اہل دانش اسمین شک نکریگا کہ وہ بیچاری عاجز اور ضعیف ہے
بلکہ ہاتھی جسکا تن بہت بڑا اور قوت ظاہر ہے وہ بھی اپنے نفس کے امر سے عاجز ہے یہ تو ضعیف ہی جانور
ہے پھر بھلا وہ اپنی شکل اور صورت اور حرکت اور ہدایت اور عجیب صنعت سے اپنے پیدا کرنیوالے
حکمت والے اور قادر دانا پر شہادت نہین دیتی۔ ہوشیار آدمی تو ایسے چھوٹے سے جانور مین عظمت خالق
مدبر کی اور اُسکا جلال اور کمال قدرت و حکمت دیکھتا ہے جس سے عقلین حیران ہوجاوین بڑے
حیوانون کا تو کیا ذکر ہے اور یہ قسم بھی بیحد و شمار ہے اسلیے کہ حیوانات اور اُنکی شکلین اور عادات اور
طبیعتین بیشمار ہین اور دلون کو تعجب اُنسے اسواسطے نہین ہوتا کہ کثرت سے دیکھنے کے باعث اُنسے
مانوس ہوگئے ہین ہان اگر کسی حیوان عجیب یا نئے کیڑے کو دیکھتے ہین تو تعجب کر کے کہتے ہین کہ سبحان اللہ
عجیب جانور ہے اور انسان سب حیوانات سے عجیب تر ہے اپنے آپ کو دیکھ کر تعجب نہین کرتا بلکہ جن چارپایون
سے مانوس ہو رہا ہے اگر اُنکی شکلون اور منافع اور فوائد پر لحاظ کرے اور اُنکے چمڑون اور اُون اور بالون
کو دیکھے کہ خداے تعالیٰ نے اُنکو اپنے خلق کا لباس اور گھر سفر اور حضر مین اور پینے کی چیزون کے برتن اور
غذا رکھنے کے ظروف اور پاؤن کی حفاظت بنایا ہے اور اُنکے دودھ اور گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر
کی ہے پھر بعض چارپایون کو سواری کی زینت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دوسرے جنگل اور
بنے طے کرنے کو بنایا ہے تو دیکھنے والون کو اُنکے پیدا کرنے والے کی حکمت سے کمال ہی تعجب ہو اسلیے
کہ اُسنے اُنکو جب ہی پیدا کیا جب اُنکے سب فوائد پیدا کرنے سے پیشتر اپنے علم مین گھیر لیے تو دیکھو کہ کیا
ذات پاک ہے جسکے علم مین بے فکر و تامل سب امور کھلے ہین اور کسی وزیر اور مشورت دینے والے کی مدد
نہین لیتا پس وہی ہے دانا خبردار حکمت و قدرت والا جسنے اپنے مخلوق کی ادنیٰ چیز سے عارفون کے
دل سے شہادت اپنی توحید کی نکالی تو خلق کو اُسکے سوا اور کچھ نہین کہ اسکے قہر اور قدرت کا یقین
کرین اور اُسکے پروردگار ہونے کے مقر ہون اور اُسکی عظمت اور جلال کی معرفت سے عاجزی کا
اقرار کرین پس اب کون ایسا ہو جو اُسکی ثنا کر سکے وہ ایسا ہے جیسا وہ خود اپنی ثنا کرے انتہاے
معرفت ہم لوگون کی یہ ہے کہ اُسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین ہم خداے تعالیٰ سے درخواست
کرتے ہین کہ اپنی ہدایت سے ہمکو مشرف فرماوے بمنہ وکمال رافتہ ۔ چوتھی نشانی گہرے سمندر
جو زمین کے حصون مین ہین یہ سب اُس بحر اعظم کے ٹکڑے ہین جو ساری زمین کے گرد ہے اور

یہ سب اتنے ہین کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے کھلے ہوے ہین وہ سب پانی کی نسبت کرا یسے ہین جیسے
بڑے سمندر مین ایک چھوٹا جزیرہ ہو اور باقی زمین پانی سے چھپی ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْاَرْضُ فِی الْبَحْرِ کَالْاِصْطَبْلِ فِی الْاَرْضِ تو اب اصطبل کو زمین کے
ساتھ نسبت کر کے جان لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہے اور جب تم زمین کے عجائب دیکھ چکے
تو اب سمندر کے عجائب مین تامل کرو اسلیے کہ سمندر مین حیوانات اور جواہر کے عجائب اُن عجائب سے
دونے چوگنے ہین جو زمین پر دیکھتے ہو جیسے کہ پھیلاؤ سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ ہے اسیطرح
اُسکے عجائب بھی زیادہ ہین اور سمندر کی بڑائی کی جہت سے یہ ہے کہ اُسمین حیوانات اتنے بڑے
ہوتے ہین کہ اگر تم اُنکو سطح پانی کے اوپر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی ٹاپو ہے اور بعض اوقات
ایسا ہوا بھی ہے کہ تری کے مسافر حیوان آبی کی کمر کو جزیرہ سمجھکر اُتر پڑے ہین اور اُسپر آگ جلائی اور
آگ کی حرارت سے جب اُسنے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ جانور ہے اور جتنے اقسام حیوانات کے
خشکی مین ہین مثلاً گھوڑا پرندگاے انسان وغیرہ یہی اقسام دونے چوگنے بلکہ کہین زیادہ تری مین
پائے جاتے ہین اور سمندر مین بعض چیزین ایسی بھی ہین جنکی نظیر خشکی مین نہین پائی جاتی اُنکے صفات
اُن کتابون مین مذکور ہین جنھون نے مشقت دریائی سفر کی اٹھا کر اُسکے عجائب کو جمع کیا ہے پھر دیکھو
خدا تعالی نے موتی کیسے بنایا اور اُسکو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا پھر دیکھو کہ مونگے کو
پانی کے نیچے ٹھوس پتھر مین سے کیسے نکالا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتھر مین سے سبزہ نکلا ہے
پھر اُسکے سوا عنبر اور دوسری نفیس چیزون کو دیکھو جنکو سمندر پھینکتا ہے اور اُس سے نکلتی ہین پھر
کشتیون کے عجائب کو دیکھو کہ اُنکو اللہ تعالی نے پانی کے سطح پر کیسے روکا اور تاجرون اور مال کے
طالبون وغیرہم کو اُنمین پھرایا اور کشتیون کو اُنکا تابع کیا کہ اپنے بوجھ اُسمین لادین پھر ہواؤن
کو بھیجا کہ کشتیون کو چلاوین پھر ملاحون کو ہواؤن کے رخ اور اُنکے چلنے کی جگہ اور وقت بتا دیے
غرضکہ سمندر مین جتنے عجائب خداے تعالی کی صنعت کے ہین وہ بہت سی جلدون مین بھی پورے
نہین بیان ہو سکتے اور اُن سب مین سے عجیب اور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہے کہ وہ ایک
جسم پتلا بہتا ہوا شفاف اور اجزا کا متصل گویا ایک ہی چیز ہے اُسکی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو
جلد قبول کرتی ہے کہ گویا علحدہ ہی ہے تصرف جو چاہو سو کرو خواہ ملا دو یا جدا کرو خشکی کے سب
جانورون کی حیات اور نبات کی زندگی اُسی سے ہے پس اگر کوئی بندہ ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو
اور اُسکو نہ پینے دیا جاوے تو اگر اُسکے ملک مین تمام روے زمین کے خزانے ہون تو اُس ایک گھونٹ

زمین سمندر مین ایسی ہے جیسے اصطبل زمین مین ہو ۱۲

یہ حدیث [illegible] مین [illegible] سنہ ۱۲ [illegible]

کیواسطے سب دنیا خرچ کر ڈالے پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کی راہ اسکے نکالنے کے لیے منع کر دیا جاوے
تب بھی سارے خزانے روے زمین کے دے ڈالنے کو تیار ہو تو آدمی سے نہایت تعجب ہے کہ دنیا اور درہم
اور جواہر کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ سے جو خدا تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے کہ اسکے پینے خواہ نکالنے
کیواسطے تمام دنیا دیڈالے غافل ہے پس پانی کے عجائب اور نہروں اور کوؤں اور سمندروں کے غرائب
کو سوچو کہ فکر کی ان میں گنجائش اور جولانی کی جگہ ہے اور یہ سب چیزیں دلیلیں ایک دوسرے کی معاون اور
علامات متفقہ ہیں کہ اپنی زبان حال سے صراحۃً اپنے پیدا کرنیوالے کا جلال بیان کر رہی ہیں اور اسکے
کمال حکمت کو ظاہر کر رہی ہیں اور اہل دل کو اپنے نغمات دلاویز سے پکار کر یوں کہتی ہیں کہ کیا تو مجھے
نہیں دیکھتا کیا میری صورت اور ترکیب اور صفات اور فوائد اور اختلاف حالات پر نظر نہیں کرتا کیا
تجھے یہ گمان ہے کہ میں خود بخود ہو گئی ہوں یا کسی نے میری جنس میں سے مجھے پیدا کیا ہے کیا تجھے شرم
نہیں آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفوں کا لکھا دیکھتا ہے تو یقین کر لیتا ہے کہ اسکو کسی آدمی دانا
قدرت و ارادہ والے اور کلام کرنے والے نے لکھا ہے اور تو عجائب نقشے جو خدا تعالیٰ کے میرے چہرے
کے ورق پر اس قلم الٰہی سے لکھے ہوئے ہیں جسکی ذات اور حرکت اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آنکھ سے نہیں
سوجھتا دیکھتا ہے اور پھر تیرے دلمیں اسکے کاریگر کا جلال نہیں آتا۔ اور نطفہ کانوں والوں سے یہ کہتا ہے نہ ان لوگوں
سے جو کانوں سے معزول ہیں کہ مجکو یوں وہم کر کہ اندر کے پردوں کی اندھیری میں خون حیض میں
ڈوبا ہوں اس وقت کہ میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہے یعنی نقاش ازل میری
آنکھ اور پلکیں اور پیشانی اور رخسارہ اور لب بناتا ہے پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد
ہوتے چلے جاتے ہیں اور نقاش نہ اندر نطفہ کے نظر آویگا نہ باہر نہ بچہ دان میں ہوگا نہ اس سے خارج اور ان
نقشوں کی خبر ماں کو ہے نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو۔ تو بھلا کیا یہ نقاش اس نقاش سے عجیب ہے یا وہ نہیں
جو قلم سے عجیب صورت بنایا کرتا ہے جسکو ایک یا دو بار تم بناتے دیکھو تو سیکھ جاؤ تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ اسی طرح نقش و تصویر نطفہ کے ظاہر و باطن اور اسکے تمام اجزا کو سیکھ لو اور نطفہ کو بدون ہاتھ لگائے اور اندر
باہر سے پاس ہونے کے نقش بنا دلیں پھر بھی اگر تم نہ سمجھو کہ نطفے کا نقاش اور مصور اپنا نظیر اور برابر نہیں
رکھتا اور کوئی نقاش و مصور اسکی برابری نہیں کر سکتا جیسے اسکا کام بے نظیر ہے اور اسکے برابر کوئی
نقش و صورت نہیں ویسی ہی اسکی ذات ہے کہ اسلیے کہ کاموں میں جتنا فرق ہوتا ہے اتنا ہی کاریگروں میں
ہوا کرتا ہے تو اگر تمکو ان امور سے تعجب آوے تو اپنے نہ تعجب کرنے پر تعجب کرو اسلیے کہ جس چیز نے کہ باوجود
اس ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا وہ بلاشک قابل زیادہ تر تعجب کے ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے

ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بدبخت اور نیکبخت بنایا اور اپنے دوستون کے دل کی آنکھین کھولدین تو
انھون نے اسکو تمام ذرات عالم اور اسکے اجزا مین مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنون کے دل اندھے
کردئے اور اپنی عزت و عظمت انکے سے مخفی رکھی تو اسیکو ہی خلق اور امر اور رحمت اور فضل اور لطف اور
قہر ہے کوئی اسکے حکم کو ٹالے نہ کوئی اسکی قضا کو پیچھے کر سکے پانچوین نشانی ہوا لطیف ہے جو آسمان
اور زمین کے بیچ مین رکی ہوئی ہے چلنے کے وقت تو اسکا جسم بدن پر لگنے سے معلوم ہوتا ہے مگر
آنکھ سے اسکا وجود نہین سوجھتا اور وہ سبکی سب مثل ایک دریا کے ہے پرندے آسمان کی جو مین اسی سے
پھرتے ہین اور جیسے آبی جانور پانی مین اپنے بازو اور ہاتھ پاؤن مار کر تیرتے ہین اسی طرح پرندے بھی ہوا
مین اپنے بازؤن سے ہوا کو چیرتے ہین اور جیسے تیز ہوا کے چلنے سے موجین دریا کی اٹھتی ہین اسی طرح
آندھی سے اس ہوا کے دریا مین لہرین اٹھتی ہین پس جب اللہ تعالی ہوا کو حرکت دیتا ہے تو وہ چلتی ہوا
ہوجاتی ہے پھر اگر چاہتا ہے تو اسکو اپنے باران رحمت کے لیے خوشخبری کردیتا ہے جیسا کہ ارشاد
فرماتا ہے وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ اس صورت مین ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات
اور نباتات مین پہونچتی ہے اور وہ بڑھنے کے لیے تیار ہوجاتے ہین اور اگر چاہتا ہے تو اسکو اپنے
خلق مین سے نافرمانون کے لیے عذاب کردیتا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ
نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ پھر ہوا کی نزاکت اور سختی کو دیکھو کہ باوجود
لطافت کے کتنا زور اسمین ہے مثلاً ایک مشک مین ہوا بھر کر اگر کوئی شخص چاہے کہ اسکو پانی مین
ڈبو دے تو ہرگز نہ کر سکیگا اور سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جاوے تو اندر چلا جاویگا تو خیال کرو کہ ہوا پانی
سے باوجود لطافت کے کیسی رکتی ہے کہ ہرگز اسکے اندر نہین رہتی اور اسی حکمت سے خداے تعالی نے
کشتیون کو پانی کی سطح پر روکا ہے اور جو چیز مجوف بیچ مین سے خالی جسمین ہوا ہے اسکا یہی حال ہے کہ
پانی مین نہین ڈوبتی اسواسطے کہ اسمین کی ہوا پانی مین ڈوبنے سے رکتی ہے اور کشتی کے اندر سے
سطح کو نہین چھوڑتی اسی وجہ سے بھاری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہواے لطیف کے سہارے
سے پانی پر ٹھہری رہتی ہے جیسے کوئی کوئین مین گر پڑے اور ایک زبردست آدمی کا دامن پکڑ لے جو
اسمین نہ گرے اسی طرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ سے ہوا کے قوی کے دامن تھام لیتی ہے اور پانی مین ڈوبنے
سے بچی رہتی ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے بھاری جہاز کو ہواے لطیف کے سہارے سے رکھا بدون
کسی علاقہ یا گرہ اور بندش وغیرہ کے جو نظر آوین پھر جو کے عجائب کو دیکھو کہ اسمین بادل اور رعد
اور بجلی اور مینھ اور برف اور شہاب اور کڑاکے عجیب باتین آسمان و زمین کے درمیان کی ہین اور

ایک ہوا سخت سناٹے کی بیچ نحس کے دن ... مارے لوگون کو جیسے وہ جڑین ہین کھجور کی اکھڑی پڑی ۱۲

اللہ تعالی نے انکی طرف مجملاً اشارہ قرآن مجید مین فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ درمیان کی چیزین یہی ہین جو مذکور ہوئین اس آیت مین انکو مجمل فرمادیا اور انکی تفصیل کی طرف چند جا اشارہ فرمایا مثلاً وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور دوسری آیتون مین جہان رعد اور برق اور مینھ بادل کا مذکور ہی پس اگر تمکو ان سب چیزون مین سے صرف اسکے سنو کہ مینھ کو آنکھ سے دیکھ لیا اور رعد کو کان سے سُن لیا تو اس امر مین تو تمھارے شریک بہائم بھی ہین اسلیے تمکو پستی مرتبہ بہائم سے عالم بالا کے لوگون مین شامل ہونے کے لیے ترقی کرنی چاہیے یعنی جب تمھاری آنکھین کھلی ہین اور تمنے ان چیزون کے ظاہر کو دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند کرلو اور اپنی چشم باطنی سے انکے باطنی عجائب کی طرف نظر کرو تاکہ عمدہ اور عجیب اسرار نظر پڑین اور یہ قسم بھی ایسی ہی کہ فکر اسمین بہت بڑھ جاتا ہی اسلیے کہ اسکے پورا ہونے کی توقع نہین مثلاً گاڑھے بادل اندھیرے کو دیکھو کہ کسطرح صاف جو مین اکٹھا ہوتا ہی جسمین کہین کدورت نہین ہوتی اور اسکو خدا تعالی جب چاہے اور جہان چاہے کیسے پیدا کردیتا ہی اور وہ باوجود اپنی نرمی کے بھاری پانی کو اٹھاتا ہی اور اوپر ہوا مین لیے پھرتا ہی یہانتک کہ خدا تعالی اسکو اجازت پانی کے چھوڑنے کی دے تو بعد اجازت مینھ کے قطرات ایسے جدا کرتا ہی جیسے خدا تعالی نے مقدر کیے ہون اور جیسے اور جس شکل کے ارادہ کیے ہون تو دیکھتے ہو کہ بادل زمین پر پانی ڈالنے لگتا ہی ایک ایک قطرہ اسطرح گرتا ہی کہ ایک دوسرے سے جدا ہو مقدور نہین کہ دو ایک دوسرے سے مل جاوین یا ایک ہی جگہ گرین بلکہ ہر ایک اسی طور پر گریگا جو اسکے لیے مقرر ہوا ہی اُس سے ذرا انحراف نہ کریگا نہ پچھلا آگے بڑھیگا نہ اگلا پیچھے ہٹیگا یہانتک کہ زمین پر قطرہ ہی قطرہ گریگا پس اگر اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہوکر چاہین کہ بادلون مین سے ایک قطرہ پیدا کرلین تو نہ کرسکین یا جسقدر قطرے ایک شہر مین یا ایک گانون مین گرتے ہین اور انکے شمار معلوم کرلین تو جن و انسان دونون کے حساب سے باہر ہونگے انکے شمار کو بجز انکے موجد کے اور کوئی نہین جانتا۔ پھر انہین سے ہر قطرہ زمین کے ایک حصہ کے واسطے معین ہی اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کیڑے وغیرہ کے لیے وہ قطرہ ہی تو اس قطرے پر خط الہی سے لکھا ہوا ہی جو ظاہر کی آنکھ سے نہین سوجھتا کہ یہ قطرہ رزق فلانے کیڑے کا ہی جو فلان پہاڑ کی طرف مین ہی جب اسکو پیاس لگیگی تو یہ قطرہ اسکے پاس پہونچیگا علاوہ ازین جو عجائب کہ اولون کے بستہ ہونے مین اس لطیف پانی سے یا دھنی روئی کی طرح پانی کے جم کر گرنے مین ہین تو انکی کچھ شمار نہین یہ سب باتین خداے جبار قادر کے فضل اور خالق

ربوبیت کے قبضے مین ہین جنمین کسی مخلوق کو شرکت نہین نہ اُنمین کسی طرح کا دخل بلکہ ایسا نادان کو بجز مسکنت اور خضوع کے اُسکے جلال وعظمت کے سامنے اور کچھ بہرہ نہین نہ اندھے منکرون کو بجز اسکے اور کچھ حاصل ہی کہ اُسکی کیفیت کو بے سمجھے بوجھے اٹکل تکے لگا دین اور اُسکا کوئی سبب اور علت پیدا کرین مثلاً جاہل مغالطے مین پڑا ہوا کہتا ہی کہ پانی برسنے کا یہ سبب ہی کہ پانی اپنی سرشت سے بھاری ہی یہی وجہ ہی کہ نیچے گر پڑتا ہی اور اس بات کو جانتا ہی کہ ہمکو وجہ معلوم ہوگئی اور اس سے خوش ہوتا ہی اور اگر اُس سے پوچھا جاوے کہ سرشت کے معنی کیا ہین اور سرشت کو کسنے پیدا کیا اور پانی کی سرشت مین بوجھ کسنے بنایا اور یہ کیا بات ہی کہ درخت کی جڑ مین پانی ڈالنے سے اُسکی شاخون مین اوپر پہونچ جاتا ہی وہ تو اپنی سرشت سے بھاری ہی تو نیچے گر کر پھر اوپر کیونکر چڑھ گیا اور درخت کے اندر کی نلیون مین سے تھوڑا تھوڑا سب طرف کے پتون مین اسطرح پھیل گیا کہ آنکھون سے جاتا ہوا نہین معلوم ہوتا اور سب پتے کے ہر جزو کو غذا پہونچاتا ہی اور اُن رگون مین ہوکر جاتا ہی جو مثل بال کے باریک ہین اور چھوٹی ہین اسطرح کہ اول بڑی رگ مین جاتا ہی جو پتے کی جڑ ہی پھر اُس رگ سے اُن رگون مین جاتا ہی جو پتے کے اندر چھوٹی چھوٹی اور باریک پھیلی ہوئی ہین اور علیٰ ہذا القیاس اُنسے اور چھوٹی مین تو بڑی رگ کو مثل نہر کے جاننا چاہیے پھر اُس سے جو شاخین نکلی ہین وہ چھوٹی نہریان ہین اور ان نہرون سے نالیان نکلی ہین اور نالیون مین سے مکڑی کے تار جیسے باریک دھاگے ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے اور تمام پتے کے عرض مین پھیلے ہوے ہین انھین مین کو پانی ہوکر پتے کے سب اجزا مین پہونچ جاتا ہی اور اُسکو غذا دے کر بڑھاتا اور اُبھارتا ہی اور اُسکی تر و تازگی قائم رکھتا ہی اسی طرح تمام اجزاے میوون کو سمجھنا چاہیے پس اگر پانی اپنی طبیعت کی رو سے نیچے کو حرکت کرتا ہی تو یہان اوپر کو کیون کرتا ہی اگر کہو کہ رگون کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہی تو بتاؤ کہ وہ کشش کہان سے آئی آخر کہوگے کہ خداے تعالیٰ نے انمین یہ خاصیت رکھی ہی تو اول ہی سے کیون نہین کہتے کہ خداے تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے یہ حالے ہوتے ہین جہالت سے کیا فائدہ ؎ انچہ دانا کند کند نادان ✤ لیک بعد از خرابی بسیار یہ چھوٹی نشانی اُسکی آسمانون کے اسرار اور اُنمین کے ستارون کی کیفیتین ہین اور اصل یہی ہین اگر کسی کو سب باتین معلوم ہون اور آسمانون کے عجائب معلوم نہون تو واقع مین اُسکو کچھ نہین معلوم ہوا اسلیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزین سواے آسمان کے ہین آسمانون کی نسبت کر ایسی ہین جیسے ایک قطرہ سمندر کی نسبت کر بلکہ اُس سے بھی چھوٹی پس غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانون کے اور ستارون کے امر کو اپنی کتاب مین کیسا بڑا کیا ہی کہ کوئی صورت ایسی نہین جو انکی بڑائی پر شامل نہو اور جہد جا اُنکی

قسم بھی موجود ہی جیسے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ اور وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ اور وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا اور فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ اور وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ اور فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ پس عجائب نطفہ ناپاک کے تو تمکو معلوم ہوے کہ اُنکی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہین مگر اُسکی قسم خداے تعالی نے نہین کھائی تو اس سے قیاس کرلینا چاہیے کہ جس چیز کی خداے تعالی قسم کھائی ہی اُسکے عجائب کیا کچھ ہونگے علاوہ قسم کے رزق کا حوالہ بھی آسمان پر فرمایا جیسا ارشاد ہی وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اور آسمانون کے باب مین فکر کرنے والون کی ثنا فرمائی اس قول مین وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا سَبَلَتَهُ یعنی بے فکر آگے پڑھجاوے اور اعراض کرنے والون کی مذمت فرمائی چنانچہ فرمایا وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ اب غور کرو کہ تمام دریاؤن اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہی ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ علاوہ ازین زمین وغیرہ عنقریب بدلنے والی ہین اور آسمان سخت محکم ہین اور تغیر سے محفوظ ہیانتک کہ انکا وقت مقرری تغیر کا ہو پہنچے اور اسی لحاظ خداے تعالی نے انکو محفوظ فرمایا جیسا اوپر کی آیت مین گذرا اور فرمایا وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور فرمایا ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا پس انکے عجائب پر غور کرو تاکہ عزت وجبروت کے عجائب نظر آوین اور یہ گمان مت کرو کہ ملکوت کے دیکھنے سے یہ غرض ہی کہ آنکھ اُٹھا کر آسمان کا نیلاپن اور ستارون کی روشنی اور چھٹکنا دیکھ لیا اسلیے کہ اس نظر مین تو بہائم بھی تمہارے شریک ہین اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو خداے تعالے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح یون فرماتا جیسا اس آیت مین ہی وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بلکہ اصل یہ ہی کہ جتنی چیزین آنکھ سے سوجھتی ہین تو قرآن مجید انکو ملک اور شہادت کے نام سے بیان فرماتا ہی اور جو آنکھ سے غائب ہین انکو غیب اور ملکوت کے نام سے اور اللہ تعالی غیب اور شہادت دونون کو جانتا ہی اور ملک اور ملکوت دونون کا حاکم کوئی شخص اُسکے علم پر کچھ بھی حاوی نہین مگر اُسی قدر کہ وہ چاہے جیسا خود ارشاد فرماتا ہی عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ پس اے عاقل اپنا فکر ملکوت مین بہت کر تاکہ تیرے لیے شاید آسمانون کے دروازے کھل جاوین اور تو اپنے دل سے اُنکے اطراف مین جولانی کرے یہانتک کہ تیرا دل عرش خداے تعالی کے سامنے جا کھڑا ہو اور اس حال مین غالباً توقع ہی

کہ تو رتبہ حضرت عمرؓ کو پہونچ جاوے جو ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دل نے خداے تعالی کو دیکھا اور ان
چھوٹی نشانیون کو ترتیب دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی چیز نزدیک کی چیز سے گذر کر پہونچا کرتی ہین
اور سب سے نزدیک تر آدمی کا النفس ہے پھر زمین ہے جسپر رہتا ہے پھر ہوا ہے جو اسکے بدن سے لگی ہوئی ہے پھر
نباتات وحیوانات اور زمین کی چیزین ہین پھر اوپر کی اشیا ہین پھر ساتون آسمان اور انکے ستارے ہین
پھر کرسی پھر عرش پھر وہ فرشتے کہ عرش کے اٹھانے والے اور آسمانون کے خزانچی ہین پھر ان سب کے بعد
عرش وکرسی وآسمان وزمین اور انکی درمیانی چیزون کے مالک کی طرف نظر کرنی ہے پس معلوم ہوا کہ
آدمی مین اور خداے تعالی مین اتنے جنگل وسیع اور فاصلہ بعید اور گھاٹیان بلند ہین اور وہ ابھی اپنے
قریب سب سے نیچے کی گھاٹی سے بھی فارغ نہین ہوا یعنی ابھی نظر نفس کی معرفت سے فرصت نہین پائی
اور بیحیائی سے زبان معرفت کے دعوی کے لیے کھولتا ہے اور کہتا ہے کہ مین اسکو پہچان گیا اور اسکی
خلق کو جان لیا اب کس چیز مین فکر کرون اور کیا دیکھون اس سے کہنا چاہیے کہ آسمان کی طرف اپنا سر کر اور
اسمین اور اسکے ستارون اور انکی گردشون اور انکے طلوع اور غروب اور سورج اور چاند اور مشرق
ومغرب کے اختلاف اور ہمیشہ حرکت کی مشقت مین نظر کر کہ کبھی اپنی چال مین سستی اور تغیر نہین کرتے
بلکہ سب کے سب ترتیب وار منزلون مین ایک حساب معین بلا کم وبیش سے پھرتے ہین یہانتک کہ خداے تعالی
انکو مکتوب کی طرح تہ کر دے اور ستارون کے شمار اور انکی کثرت اور رنگ کے اختلاف پر غور کر کہ کوئی سرخی
مائل ہے کوئی سفیدی مائل اور کسی کا رنگ رانگ کا سا ہے پھر انکی شکلون پر نظر کر کہ بعضے بچھو کی صورت پر ہین اور
بعضے بکری کے بچہ کی صورت اور بعضے بیل اور شیر اور انسان کی صورت اور زمین مین کوئی ایسی صورت
نہین جسکے مانند آسمان مین نہو پھر آفتاب کی چال کو برس دن کی مدت مین اسکے آسمان مین غور کر کہ ہر روز
اسکا طلوع وغروب ایک نئی چال سے ہوتا ہے جو خالق نے اسکے لیے معین کر دی ہے اگر آفتاب کا طلوع
اور غروب نہوتا تو دن رات کیونکر ہوتی وقت نہ پہچانا جاتا یا ہمیشہ اندھیرا رہتا یا اجالا معاش کے حاصل
کرنے کا وقت اور آرام کا زمانہ جدا نہوتا تو دیکھ کہ اللہ تعالی نے کیسے رات کو اوڑھنا اور سونے کو آرام
اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور دیکھ کہ رات مین سے دن مین اور دن مین سے رات مین کیسے کم وبیش
ایک ترتیب معین سے کیا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتین اور کس طرح آفتاب کی چال کو آسمان
کے عین بیچ مین سے جھکا دیا جسکے باعث گرمی اور جاڑا اور ربیع اور خریف نوبت بنوبت ہونے لگی جب
آفتاب خط استوا سے نیچے کو خط جدی کی طرف ہو جاتا ہے تو ہوا سرد ہو جاتی ہے اور جاڑا آجاتا ہے اور جب اسکی
چال عین خط سرطان کے بیچ مین ہوتی ہے تو شدت کی گرمی ہوتی ہے اور جب نقاط اعتدال پر ہوتا ہے

تو موسم بھی معتدل رہتا ہے۔ اور آسمانون کے عجائب اتنے ہین کہ انمین کے لاکھون حصہ کے شمار کرنے کی طمع نہین ہو سکتی اسقدر جو ہمنے لکھا تو صرف طریق فکر کے بتانے کو لکھ دیا حاصل یہ ہے کہ یون اعتقاد کرو کہ کوئی ستارہ ایسا نہین جسکی پیدائش مین خداے تعالی نے بہت سی حکمتین نہ رکھی ہون پھر اسکی مقدار اور شکل اور رنگ مین پھر آسمان مین سے ایک جاے معین مین رکھنے مین پھر خط استوا اور بیاس کے ستارون سے نزدیک و دور ہونے مین سب مین حکمتین بہت ہین اور اس امر کو اسی پر قیاس کرو جو ہم اعضاے بدن انسانی کے باب مین لکھ آئے ہین کہ کوئی جز اعضا کا ایسا نہین جسمین ایک حکمت بلکہ بہت سی حکمتین نہون اور آسمان کا معاملہ تو اعضا سے بہت بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھ نسبت ہی نہین نہ جسم کی بڑائی مین اور نہ کثرت معانی مین اور معانی کی کثرت کے فرق کو اتنا جا لو جتنا ان دونون کی بڑائی مین فرق ہے اور یہ تو تمھین معلوم ہے کہ زمین اتنی بڑی اور وسیع ہے کہ آدمی سے اسکے گرد نہین پھرا جا سکتا اور اسپر ناظرین کا اتفاق ہے کہ آفتاب کا پھیلاؤ بہ نسبت زمین کے چند اوپر ایکسو ساٹھ گنا زیادہ ہے اور اخبار سے بھی آفتاب ہی کی بڑائی معلوم ہوتی ہے پھر ستارے جو تمکو چھوٹے معلوم ہوتے ہین انمین سے چھوٹے سے چھوٹا زمین سے آٹھ گنا ہے اور بڑے کا تو کیا ٹھکانا ہے اس سے تمکو انکا فاصلہ اور بلندی سمجھ مین آویگی کہ کتنی دور ہین کہ باوجود کلانی کے اتنے چھوٹے نظر آتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے انکی دوری کی طرف اشارہ فرمایا کہ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا اور اخبار مین ہے کہ ہر آسمان سے دوسرے تک فاصلہ پانسو برس کی راہ کا ہے پس جب ایک ستارے کی مقدار زمین سے بہت گنی ہے تو اب انکی کثرت کو لحاظ کر کے پھر اس آسمان کو دیکھو جسمین ستارے جڑے ہین کہ کتنا بڑا ہوگا پھر سرعت سیر کو دیکھو کہ تمکو انکی چال تک نہین معلوم ہوتی سرعت کے معلوم ہونے کا تو کیا ذکر ہے مگر اسمین شک نہ کرو کہ آسمان ایک لحظہ مین بقدر عرض ستارے کے چلتا ہے اسلیے کہ جب ایک کنارہ ستارے کا نکلتا ہے اس سے دوسرے کنارے تک کے نکلنے کا وقت ایک لحظہ ہے پس اگر ستارے کا عرض زمین سے سو گنا ہوا تو آسمان ایک لحظہ مین زمین کے عرض سے سو گنا چلا اور اسی طور پر ہمیشہ چلتا رہتا ہے مگر تم اس سے غافل ہو اور دیکھو کہ حضرت جبرئیل نے آفتاب کی سرعت سیر کو کن لفظون سے تعبیر کیا یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے پوچھا کہ دن ڈھل گیا تو انھون نے کہا کہ نہین ہان آپنے پوچھا کہ نہین ہان کے کہنے کی کیا وجہ ہے انھون نے عرض کیا کہ جب سے مین نے نہین کہکر ہان کہا آفتاب پانسو برس کی راہ طے کر گیا تو اسکے جسم کی عظمت اور سرعت سیر کو دیکھو پھر خداے تعالی حکیم کی قدرت کو دیکھو کہ باوجود وسعت اسکے اطراف کے کس طرح آنکھ کے چھوٹے ڈھیلے مین اسکی صورت قائم کی کہ اگر زمین پر بیٹھکر اسکی طرف آنکھ کھولو تو سب تارے نظر آوین

پس آسمانون اور ستارون کی کثرت اور عظمت کی طرف مت دیکھو بلکہ اُنکے خالق کی طرف غور کرو کہ
کسطرح انکو پیدا کیا اور بے ستون اور بے کسی لگاوٹ کے انکو تھام رکھا ہی اور سارا عالم مثل ایک گھر کے ہی
اور آسمان اُسکی چھت ہی تو تعجب کی بات ہی کہ جب تم کسی امیر کے گھر مین جاتے ہو اور اُسکو منقش
رنگ برنگ اور سنہرے کام سے آراستہ دیکھتے ہو تو تمھارا التعجب تمام نہین ہوتا اور ہمیشہ اُسی کو یاد کرتے
رہتے ہو اور اُسکی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو اور اس بڑے گھر کو ہمیشہ دیکھتے ہو اور اُسکی زمین اور ہوا
اور چھت اور عمدہ متاعون اور نادر حیوانات اور عجائب النقوش پر روز مرہ نگاہ ڈالتے ہو اور دل سے کبھی
اسکی طرف متوجہ نہین ہوتے یہ گھر کچھ اس گھر سے کم نہین جسکی تم تعریف کیا کرتے ہو بلکہ اگر تامل کرو تو
وہ ایک جز زمین کا ہی جو اس عالیشان گھر کے اجزا مین سے ایک حقیر جز ہی مگر باوجود اسکے تم اُسکی طرف
نہین دیکھتے اسکی وجہ یہی ہی کہ یہ جہان تمھارے رب کا گھر ہی اور آپ نے اسکو تنہا بنایا ہی اور تم اپنے
نفس اور اپنے رب اور آپ کے گھر کو سب کو بھول کر اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگے ہو تمکو بجز
اپنی شہوت اور حشمت کے اور کچھ فکر نہین اور انجام تمھاری شہوت کا یہ ہی کہ اپنا پیٹ بھر لو یہ نہین
ہو سکتا کہ چوپایہ کے دسوین حصہ کے برابر بھی کھا سکو تو اس باب مین چوپایہ تمسے دس درجہ زیادہ ہی اور غایت
حشمت یہ ہی کہ تمھارے پاس دس یا سو آشنا جمع ہو کر زبان سے تمھاری خوشامد کرین اور دل مین تمسے
بدعقیدہ رہین اور اگر بالفرض دوستی مین سچے ہی ہون تب بھی نہ تمھارے لیے نہ اپنے لیے کسی فائدے
یا نقصان کے مالک نہین نہ زندگی اور موت اور اُسکے بعد اُٹھنے کے مالک حالانکہ تمھارے شہر مین بہت سے
کافر ہونگے جنکی دولت وجاہ تمھاری دولت سے زیادہ ہو اور تم اسمین مشغول ہو کر جمال ملکوت زمین و
آسمان سے غافل ہو پھر تمکو اُس مزہ سے بھی خبر نہین جو مالک ملک و ملکوت کے جمال دیکھنے سے ہوتا ہی
اور تمھاری مثال اس باب مین ایسی ہی جیسے کوئی چیونٹی کسی ایسے محل عالیشان شاہی مین گھر کھود لے
جسکے پائے مضبوط اور عمارتین عالی اور مکانات مین لونڈی غلام بنے سنورے موجود اور اقسام اقسام
کی نفیس چیزین اور ذخیرے مرتب رکھے ہون تو وہ چیونٹی جب اپنے سوراخ سے نکلیگی اور دوسری چیونٹی
سے ملیگی تو اگر بولنے پر قادر ہوگی تو اُس سے اور کچھ گفتگو نہ کریگی صرف اپنے مکان کا حال اور غذا کا ماجرا
اور جوڑ رکھنے کی کیفیت بیان کریگی بادشاہی محل کا حال اور محل مین جو بادشاہ رہتا ہی اُسکی اُسکو کچھ
خبر نہوگی نہ اسمین فکر کریگی بلکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہین اسلیے کہ چیونٹی کو تو قدرت ہی نہین کہ اپنی نظر کو
اپنے نفس اور غذا اور گھر سے دوسرے کی طرف بڑھاوے تو وہ بیچاری جو محل شاہی اور اُسکی زمین اور
چھت اور دیوارون اور تمام عمارت اور اُسکے باشندون سے غافل ہی تو بمجبوری غافل ہی کہ

قدرت نہین رکھتی اور تم جو خداے تعالی کے گھر اور اُسکے باشندون سے غافل ہو کہ آسمان کو اتنا
جانتے ہو جتنا چیونٹی تمھارے گھر کی چھت کو جانتی ہے اور آسمان کے فرشتون کو ایسا سمجھتے ہو جیسا وہ تمکو
سمجھتی ہے حالانکہ تمکو قدرت ہے کہ ملکوت مین جولانیان کرو اور اُنکے عجائب مین سے وہ باتین معلوم کرو
جنسے خلق غافل ہے تو باوجود اسکے متوجہ نہونا اس بات پر دال ہے کہ تم چیونٹی سے بھی بدتر ہو اب ہم قلم کی باگ
اس فکر کے ذکر سے روکتے ہین اسلیے کہ یہ ایسا میدان ہے جسکی کچھ انتہا نہین اگر ہم بہت سی عمرین بڑی
بڑی اسمین صرف کرین تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعالی نے ہمکو اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہے اُسکی شرح
نہ کر سکین اور جسقدر ہمنے معلوم کیا ہے وہ اور عالمون اور اُنکے علم کی نسبت کہ نہایت کم اور حقیر ہے اور
علما اور اولیا کی معرفت بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کی معرفت کے یہی حال رکھتی ہے اور انبیا کو جسقدر
معرفت ہے وہ اُس معرفت کے سامنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی نہایت تھوڑی اور حقیر ہے اور
جو سارے انبیا کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتون مثل اسرافیل اور جبرئیل کی معرفت کے تھوڑی ہے
پھر تمام علوم فرشتون اور جن اور آدمیون کے اگر خداے تعالی کے علم کی طرف نسبت کیے جاوین تو اس
لائق ہی نہین کہ اُنکو علم کہا جاوے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اُنکا نام مدہوشی اور حیرت اور قصور اور عاجزی
رکھا جاوے پس پاک ہے وہ ذات کہ اپنے بندون کو جتنا جتایا پھر سب کو یہ فرمایا وَمَآ اُوتِیتُم مِّنَ الْعِلْمِ
اِلَّا قَلِیلًا یہ ہے بیان ان مجمل طریقون کا جنمین فکر اُن لوگون کی دوڑتی ہے جو خداے تعالی کی
مخلوق مین فکر کرتے ہین اور اسمین بیان خداے تعالی کی ذات مین فکر کرنے کا نہین مگر خلق مین
فکر کرنے سے ضرور ہے کہ خالق کی معرفت اور اُسکی عظمت و ہیبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور
جسقدر عجائب صنعت الٰہی کی معرفت زیادہ ہوگی اُسی قدر اُسکے جلال و عظمت کی معرفت کامل
ہوگی اور اسکو ایسا جانو جیسے تم کسی عالم کے علم سے مطلع ہو کر اُسکی بڑائی کرو تو ہمیشہ یہ ہوگا کہ اگر
کوئی اُسکی عمدہ تصنیف یا شعر دیکھوگے تو اُس سے اور زیادہ معرفت بڑھیگی اور اُتنی ہی اُسکی توقیر
اور عزت زیادہ کروگے یہانتک کہ ہر ایک کلمہ اُسکے کلام کا اور ہر بیت اُسکے اشعار کی تمھارے
دل مین اُسکی جگہ زیادہ کریگی اور اس بات کے خواہان ہوگی کہ تم اُسکی تعظیم کرو اسی طرح خداے تعالی
کی مخلوق مین اور اُسکی تصنیف و تالیف مین تامل کرنے کا حال ہے اور جو چیز مخلوق کی موجود ہے وہ
اُسی کی تصنیف و تالیف ہے اور اُسی مین فکر کرنا کبھی تمام نہین ہوتا بلکہ ہر ایک بندہ اُسی قدر کرتا ہے
جتنا اسکو قسمت ہوا ہے اب چاہیے کہ اس فکر پر ہم بس کرین اور اسکو تتمہ باب الشکر کا کرین اسلیے
کہ باب الشکر مین ہماری نظر خداے تعالی کے افعال پر اس اعتبار سے کہ اسکا احسان اور انعام ہے

اور یہ کہ اسنے ایسی ایسی چیزین بنائین اول اس باب مین صرف اسی اعتبار سے ہی کہ افعال الٰہی ایسے ایسے ہین
اور جن چیزون مین ہمنے گفتگو کی ہے انھین مین فلسفی بھی نظر کرتا ہی اور اسکی نظر اسکی گمراہی اور بدبختی
کا باعث ہوتی ہی اور توفیق والا ان اشیا مین دیکھتا ہی تو اسکی نظر سبب اسکی ہدایت اور سعادت
کا ہوتی ہی اور کوئی ذرہ آسمان و زمین مین ایسا نہین کہ اللہ تعالیٰ اسکے باعث جسکو چاہے
گمراہ نہ کرے اور جسکو چاہے ہدایت نہ کرے پس جو شخص ان امور مین اس نظر سے دیکھیگا کہ یہ خدا تعالیٰ
کے افعال اور صنائع ہین تو وہ اُسنے معرفت خداے تعالیٰ کی عظمت و جلال کی حاصل کریگا اور ہدایت
پاویگا اور جو انھین نظر قصور سے دیکھیگا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزین ایک دوسرے پر موثر ہین اور
مسبب الاسباب سے علاقہ نہین رکھتین تو وہ بدبخت اور تباہ ہوگا خداے تعالیٰ ہمکو گمراہی سے بچاوے
اور اس سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو جاہلون کے قدم کی لغزش کی جگہہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے
محفوظ رکھے — نوان باب جلد چہارم منجیات کا تمام ہوا اسکے بعد دسوان باب ہی جسمین موت اور اسکے بعد کا
احوال بیان کرنے کا ذکر ہی اور اسی پر کتاب احیا کا خاتمہ ہی وصلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

دسوان باب موت اور اسکے بعد کے ذکر مین

رباعی

احسن جو تجھے عقل ہی تو موت نہ بھول — کر موت کے سامان مین فکر معقول
ہے زندگی چند نفس مثل حباب — اس فانی حیات پر تو اتنا مت پھول

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے بچھڑنے کا وقت موت ہو اور بستر خاک اسکی خوابگاہ ہو کیڑے اسکے
انیس ہون اور منکر نکیر اسکے جلیس گور اسکا مقام ہو اور شکم زمین جاے آرام قیامت اسکے وعدے
کی جگہہ ہو اور بہشت یا دوزخ اسکے اترنے کی جگہہ تو اسکو شایان ہی کہ بجز موت کے کسی امر مین فکر نہ کرے
نہ اور کسی چیز کا ذکر کرے نہ اور کسی چیز کے لیے سامان بہم پہونچاوے نہ اسکے سوا کوئی تدبیر عمل مین
لاوے نہ اور چیز کی تاک ہو نہ اسکے سوا کا تپاک اہتمام بھی اسی کا ہو اور انتظار بھی اسی کا اور زیبا ہی کہ اپنے
نفس کو مردون اور قبر والون مین شمار کرے اسلیے کہ جو چیز آنے والی ہی وہ بہت پاس ہی اور دور وہی ہی
جو نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دانا وہ ہی جو اپنے نفس کو دباوے اور موت کے بعد
کے لیے عمل کرے اور ظاہر ہی کہ جبتک کسی چیز کا ذکر دل پر بار بار نہو تب تک اسکی تیاری نہین ہو سکتی
اور بار بار ذکر جب ہوتا ہی جب یاد دلانے والی چیزین سنتا ہے اور جن چیزون سے تنبیہ ہو انکو
دھیان کرتا ہے اسلیے ہم موت کا حال اور اسکے آگے اور پیچھے کی باتین اور آخرت اور قیامت کے

بہشت و دوزخ کے حالات کہ بندے کو انکا بار بار ذکر کرنا اور انپر دوام فکر کرنا ضرور ہے بیان کیئے ہین
تاکہ اسکو تیاری کے لیئے ترغیب و سے اسلیئے کہ سفر کا وقت آپہونچا اور زندگی بہت تھوڑی رہی ہے اور لوگ خواب خرگوش
مین ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ اور اس باب کے ہم دو حصے کرتے ہین

حصۂ اول مین مقدمات موت سے لیکر صور کے پھکنے تک کے حالات ہین اور
یہ حصہ مشتمل ہے آٹھ فصلون پر جنمین ذکر موت کی فضیلت اور طول امل اور سکرات موت اور وفات
شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کی اور زیارت قبور اور حقیقت موت اور قبر کا حال
اور مردون کے حالات جو خواب مین معلوم ہوئے ہین مذکور ہین

فصل اول موت کو یاد کرنے اور کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب مین - واضح ہو کہ جو شخص دنیا مین
ڈوبا رہتا ہے اور اسکے مغالطے مین سرگردان اور اسکی شہوات کا عاشق اسکا دل موت سے غافل
رہتا ہے اور اسی وجہ سے اسکو یاد نہین کرتا اور اگر اسکو کوئی یاد دلاوے تو برا جانتا ہے اور اسکے ذکر سے
نفرت کرتا ہے ایسے ہی لوگون کے حق مین خداے تعالی فرماتا ہے قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ
فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
پھر آدمی تین طرح کے ہین یا ڈوبا ہوا یا مبتدی توبہ کرنے والا یا عارف منتہی اول قسم کا آدمی موت کو یاد
نہین کرتا اور اگر کرتا ہے تو اپنی دنیا پر افسوس کے مارے کرتا ہے اور اسکی برائی کرنے لگتا ہے ایسے شخص کو
موت کی یاد خداے تعالی سے اور زیادہ دور کرتی ہے اور تائب موت کو اسلیئے زیادہ یاد کرتا ہے کہ
اسکے دل مین سے خوف اٹھے اور توبہ کو انجام تک پورا کرے اور بعض اوقات جو اسکو برا جانتا ہے
تو اس نظر سے کہ کہین پہلے توبہ کے کامل ہونے اور توشے کی درستی کے موت نہ آجاوے یہ شخص
موت کے برا جاننے مین معذور ہے اور اس حدیث کے مضمون مین داخل نہین ہے کہ مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ
اسلیئے کہ یہ شخص موت کو اور خداے تعالی سے ملنے کو برا نہین جانتا بلکہ اپنے قصور اور تقصیر کے
باعث اس بات سے ڈرتا ہے کہ خداے تعالی کی ملاقات کہین جاتی نہ رہے اسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی عاشق
اپنے معشوق کی ملاقات مین اس وجہ سے دیر کرے کہ اس عرصے مین معشوق کی مرضی کے موافق تیاری
کرنے مین لگا رہے تو ایسے شخص کو یہ نہ کہینگے کہ معشوق سے ملنے کو برا جانتا ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ ہمیشہ
موت کے سامان مین لگا رہے کوئی کام اسکے سوا نہو ورنہ اول قسم مین شامل ہو جاویگا اور تیسرا شخص
یعنی عارف وہ ہمیشہ موت کو یاد کیا کرتا ہے اسلیئے کہ موت پر وعدۂ ملاقات حبیب ہے اور عاشق اپنے محبوب
کے وعدۂ وصال کو کبھی بھلا نہین سکتا ایسا شخص اکثر موت کی جلدی کیا کرتا ہے اور اسکے آنے سے

خوش ہوتا ہی اور اسکو محبوب جانتا ہی تاکہ گناہگارون کے مقام سے رہا ہو کر رب العالمین کے قدوس مین جا پڑے جیسے حضرت حذیفہؓ کے حال مین لکھا ہی کہ جب آنکی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ حبیب ضرورت کے وقت پر آیا جو پشیمان ہو اسکو فلاح نصیب نہو الہی اگر تو جانتا ہی کہ مجکو مفلسی بہ نسبت توانگری کے زیادہ پسند ہی اور مرض بہ نسبت صحت کے اور موت بہ نسبت حیات کے تو مجھپر موت کو آسان فرما کہ مین تجھسے ملون پس تائب تو موت کے برا جاننے مین معذور ہی اور عارف موت کے اچھا جاننے مین اور اسکی تمنا کرنے مین اور ان دونون سے بڑھکر وہ ہی جو اپنا معاملہ خداے تعالی کو سپرد کرے کہ اپنے لیے نہ موت پسند کرے نہ زندگی بلکہ سب چیزون سے محبوب تر اسکے نزدیک وہی ہو جو اسکے مالک کے نزدیک محبوب تر ہو اسطرح کا شخص فرط محبت اور عشق کے باعث مقام تسلیم اور رضا مین پہونچ جاتا ہی اور یہی علت غائی اور منتہاے آرزو ہی بہر حال موت کے ذکر مین ثواب اور فضیلت ہی اسلیے کہ دنیا مین ڈوبا ہوا بھی موت کی یاد سے یہ فائدہ اٹھاتا ہی کہ دنیا سے کنارہ کشی کرتا ہی کیونکہ موت کی یاد اسکی راحت کو مکدر اور عیش کو تلخ کر دیتی ہی اور جن چیزون سے کہ آدمی کی لذتین اور شہوتین ملتی ہوتی ہین وہی نجات کی سبب ہین

بیان اول موت کی یاد کی فضیلت مین جسطرح کہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَکثِرُوا ذِکرَ ھَادِمِ اللَّذَّاتِ اسکے معنی یہ ہین کہ موت کی یاد سے اپنی لذتون کو مکدر کر دو تاکہ تمھارا میلان اسکی جانب جاتا رہے اور پھر خداے تعالی کی طرف متوجہ ہو اور فرمایا کہ اگر بہائم کو وہ بات معلوم ہو جو تم جانتے ہو تو تم انمین سے فربہ کبھی نہ کھاؤ یعنی سب لاغر ہو جاوین اور حضرت عائشہؓ نے آپ سے پوچھا کہ بھلا شہیدون کے ساتھ بھی کوئی اٹھیگا آپنے فرمایا کہ ہان جو رات دن مین موت کو بیس بار یاد کریگا۔ اور سبب اس سب فضیلت کا یہ ہی کہ موت کا یاد کرنا حب دنیا سے علٰحدگی اور آخرت کی تیاری کا ہی اور اس سے غفلت کرنی مقتضی دنیا کی شہوات مین ڈوبنے کی ہی۔ اور ایک حدیث شریف مین ہی تُحفَۃُ المُؤمِنِ المَوتُ یہ اسلیے فرمایا کہ دنیا ایماندار کا زندان ہی ہمیشہ اسمین رنج و تعب مین مبتلا اور نفس و شیطان سے مصیبتین بھگتا رہتا ہی تو موت کے باعث اسکو اس عذاب سے چھٹی ہو جاتی ہی اور یہی مرنا اسکے حق مین تحفہ ہی اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ اَلمَوتُ کَفَّارَۃٌ لِکُلِّ مُسلِمٍ اسمین مسلم سے مراد سچا مسلمان اور سچا ایماندار ہی کہ اسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان بچے رہین اور اسمین اخلاق ایماندارون کے موجود ہون اور بجز لغزشون اور گناہ صغیرہ کے کبائر مین آلودہ نہوا ہو ایسے گناہون سے موت اسکے حق مین کفارہ ہو جاتی ہی بشرطیکہ فرائض کو

قائم رہا ہو اور عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جسمین آوازِ ہنسی کی بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اس اپنی مجلس میں کچھ لذات کے مکدر کرنے والی کا شامل کر دو لوگون نے عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا ہے آپ نے فرمایا موت ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَکْثِرُوا مِنْ ذِکْرِ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ یُمَحِّصُ الذُّنُوْبَ وَیُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا اور فرمایا کَفٰی بِالْمَوْتِ مُفَرِّقًا اور ایک حدیث میں مفرقا کی جگہ واعظا ہے اور ایکبار آپ مسجد میں تشریف لائے دیکھا تو کچھ لوگ باتین کر کے ہنستے ہین آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمکو معلوم ہو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا رو و اور ایک شخص کا مذکور آپ کے سامنے ہوا لوگون نے اسکی خوب تعریف کی آپ نے پوچھا کہ تمھارا یار موت کی یاد میں کیسا تھا لوگون نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہمنے نہین سنا آپ نے فرمایا تو وہ اس مرتبے کا نہین جسپر تم اسکو سمجھے ہوئے ہو۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عشرہ کے دسوین روز گیا ایک شخص نے انصار مین سے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اُسکی تیاری سب سے زیادہ کرے وہی لوگ دانا ہین دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا عاقل کے لیے خوشی کا نام نہ چھوڑا۔ اور ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ایماندار اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اُسکے لیے اور کوئی نہین اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب مین مرون تو میری خبر کسی کو نہ کرنا آہستہ مجکو میرے رب کی طرف کھسکا دینا۔ اور بعض حکماء نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دار دنیا مین موت سے ڈر پیشتر اس سے کہ تو ایسے مقام مین جا پڑے کہ موت کی تمنا کرے اور نہ پاوے اور حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو انکا ہر ایک عضو جدا جدا ہو جاتا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہر شب فقیہون کو جمع کرتے کہ وہ موت اور قیامت اور آخرت کا چرچا کیا کرتے اور اسقدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہے اور ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ دو چیزون نے لذت دنیا کی مجھسے علٰحدہ کر دی ایک موت کے ذکر نے دوسرے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے نے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اسپر دنیا کی مصیبتین اور رنج آسان ہو جاتے ہین۔ اور مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ بصرہ کی مسجد مین کوئی یون کہتا ہے کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والون کے دل ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اب بخدا وہ مدہوش سے نظر آتے ہین۔ اور اشعث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف

ابن ابی الدنیا مرسلا ۱۲
ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲
بروایت انس بسند ضعیف
ابو عبد الرحمٰن سلمی
ابن ابی الدنیا ۱۲

برزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرنے پاتے تھے اور حضرت صفیہ رض فرماتی ہین کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی آپ نے اسکو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہوجاویگا اُسنے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہوگئی پھر حضرت عائشہ رض کی شکر گزاری کے لیے آئی - اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد مین خون ٹپکنے لگتا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جو ذکر موت اور قیامت کا ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کے بند اُکھڑ جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالت اصلی پر آتی - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے جس عاقل کو دیکھا ہے تو موت سے خائف اور اسی سے اندوہناک پایا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے کسی عالم سے کہا کہ مجکو نصیحت فرمائیے اُنھون نے فرمایا کہ حاکمون مین تمھین اول نہین کہ مروگے یعنی اور حاکم بھی تمسے پہلے مرچکے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے عالم نے کہا کہ تمھارے باپ دادون مین سے حضرت آدم تک کوئی ایسا نہین جسنے موت نہ چکھی ہو اور اب تمھاری نوبت ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رح اس بات کو سنکر رو پڑے - اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی ہر روز کئی بار اُسمین لیٹا کرتے اسی طرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور کہا کرتے کہ اگر ایک دم کو موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہوگا تو دل خراب ہوجاویگا اور مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہین کہ اس موت نے تو راحت والون کے عیش مین رخنہ کردیا پس ایسی راحت تلاش کرو جسکو فنا نہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے عنبسہ سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر پس اگر تجکو عیش کی وسعت حاصل ہے تو اُسکو تنگ کر اور اگر تنگی عیش ہے تو اسکو وسیع کر - اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مین نے ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو اُنھون نے فرمایا کہ نہین مین نے پوچھا کہ کسواسطے انھون نے فرمایا کہ اگر تم کسی شخص کا قصور کرو تو اُسکی ملاقات نہ چاہو گے پس مین اُسکی نافرمانی کرکے اُسکی وصال کیسے اچھی سمجھون

دوسرا بیان دل مین ذکر موت کے جمانے کا طریق - جاننا چاہیے کہ موت ہولناک ہے اور اسکا اندیشہ بہت بڑا ہے اور آدمی جو اُس سے غافل ہین تو اسوجہ سے کہ اُسکا فکر کم کرتے ہین اور اُسکا ذکر نہین کرتے اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دل فارغ سے نہین کرتا بلکہ دل شہوات دنیا سے بھرا رہتا ہے اسی لیے ذکر موت کی تاثیر دل مین نہین ہوتی تو اُسکا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے ہے اور چیزون سے خالی کرے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک مین جانا یا جہاز مین سوار ہوکر سمندر مین سفر کرنا چاہے تو اُسکو سواے سفر کے اور کوئی فکر نہین رہتا تو جب موت کی یاد دل مین جم جاویگی تو کیا عجب ہے کہ اسمین اثر کرے اور اس صورت مین سرور و خوشی دنیا کی کم ہوجاوے اور دل مین شکستگی اور

نرمی آجاوے اور زیادہ تر موثر طریق اس باب مین یہ ہے کہ اپنے ہمسرون اور ہمعمرون کو جو پہلے مر چکے ہین
یاد کرے یعنی اُنکی موت اور بچھڑ جانے کو خیال کرے اور اُنکی صورتین اور عہدے اور حالات یاد کرے
اور سوچے کہ اب مٹی نے اُنکی وہ خوبصورتی خاک مین ملادی اُنکے اعضا قبر ان مین متفرق ہوگئے کس طرح
اپنی بیبیون کو بیوہ اور لڑکون کو یتیم چھوڑ گئے مال اُنکے جاتے رہے مسجدین اُنکی ویران ہوگئین مجلسین
سونی پڑ گئین کچھ نشان اُنکا نہ رہا یا وہ کروفر تھا یا اب وہ قبر کا اندھیرا اور مٹی ہے پس ایک ایک شخص کو
جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل مین اُسکے حال اور کیفیت موت کی تفصیل کرے اور اُسکی صورت کا تصور
کرکے اُسکی خوشی اور تردد اور زندگی اور بقا کے لیے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب کے
موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت وجوانی پر اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور اُس
موت جلد اور ہلاک شتاب سے غافل رہنا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے پلتا پھرتا تھا اب اُسکے
دونون پانون اور سب جوڑ ٹوٹ گئے اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا اب کیڑون نے زبان
اور خاک نے دانت چاٹ لیے اپنے لیے ایسی تدبیرین نکالتا تھا کہ بیس برس تک اُنکی حاجت نہ پڑے
حالانکہ مرنے مین ایک ہی مہینا باقی تھا ہاے اُسکو خبر نہ تھی کہ مجکو کیا پیش آنا ہے موت ایسے وقت مین
آگئی کہ اُسکو گمان نہ تھا یکایک موت کا فرشتہ اُسکی نظرون مین ظاہر ہوگیا اور اُسکے کان مین آواز
بہشت خواہ دوزخ کی ڈال دی جب یہ تامل کر چکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ مین بھی ویسا ہی ہون
اور مجکو غفلت بھی ویسی ہی ہے جیسے اُن لوگون کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہے جو اُنکا ہوا حضرت
ابو دردا رضی فرماتے ہین کہ جب تو مردون کو یاد کرے تو اپنے آپ کو بھی اُنھین جیسا شمار کرے
اور حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پاوے یعنی دوسرون کے
حال سے عبرت حاصل کرے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح فرماتے ہین کہ تم کیا دیکھتے نہین کہ ہر روز
ایک نہ ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خداے تعالی کے پاس جانے کے لیے سامان کر دیتے ہو
اور اُسکو زمین کے ایک غار مین رکھ دیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہے احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اسباب
سے علیحدہ ہو جاتے ہین تو ان فکرون یا ان جیسے اور فکرون کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان مین جانا
اور بیمارون کا دیکھنا ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد دل پر تازہ ہوے چلی جاتی ہے یہان تک
کہ ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ ہر وقت آنکھون کے سامنے رہتی ہے ایسی صورت مین بعید نہین کہ آدمی
موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ
کم دیتا ہے اس سے آگاہی اور خوف کچھ نہین ہوتا۔ اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے

خوش ہو تو چاہیے کہ اُسی وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہی- ابن مطیع رح نے ایک روز اپنے
گھر کو دیکھا اور اُسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہوتی تو مین تجسے خوش
ہوتا اور اگر مآل کار ہمارا قبرون کی تنگی نہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھین ٹھنڈی ہوتین پھر بہت زور سے روئے
یہانتک کہ آواز بلند ہوئی

دوسری **فصل** فضیلت امل کی کوتاہی کے اور طول امل اور اُسکے سبب کیفیت و علاج کے بیان مین مشتمل چار بیانون پر

بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنیکی- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رض کو فرمایا کہ جب تو
صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر اور اگر شام کرے تو صبح کا اور اپنی زندگی سے موت کے واسطے کچھ لے اور
تندرستی سے بیماری کے لیے اسلیے کہ اى عبداللہ تجکو معلوم نہین کہ تیرا کل کو کیا نام ہوگا یعنی مردہ کہلاویگا یا زندہ-
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ح کہ سب سے زیادہ مجکو خوف تمپر دو
خصلتون کا ہی ایک پیروی خواہش نفس کی دوسرے طول امل اسلیے کہ پیروی خواہش نفس کی حق سے پھیر دیتی ہی
اور طول امل دنیا کی محبت ہی پھر فرمایا کہ آگاہ رہو اللہ تعالی دنیا اُسکو بھی دیتا ہی جس سے محبت رکھتا ہی اور
اُسکو بھی جس سے بغض رکھتا ہی اور جب اللہ تعالی کسی بندے کو دوست رکھتا ہی تو اُسکو ایمان دیتا ہی سُن لو کہ کچھ
لوگ دین کے اہل ہین اور کچھ دنیا کے تو تم اہل دین سے ہو جاؤ نہ اہل دنیا سے یاد رکھو کہ دنیا منھ پھیر کر چل چکی ہی
اور آخرت اس طرف منھ کیے چل چکی ہی خبردار رہو کہ تم عمل کے دن مین ہو جسمین کچھ حساب نہین اور عنقریب حساب کے دن مین
ہوگے جسمین عمل نہوگا انتہی- اور ام منذر فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک شام کو لوگون کے پاس
تشریف لائے اور فرمایا ح کہ تم خداے تعالی سے شرم نہین کرتے اُنھون نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا
کہ ایسی چیزین جمع کرتے ہو جو کھاتے نہین اور امل اُن امور کے کرتے ہو جو پاتے نہین اور مکانات ایسے
بناتے ہو جنمین رہتے نہین- اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین ح کہ حضرت اسامۃ بن زید نے
ایک لونڈی مہینے بھر کے وعدے پر حضرت زید بن ثابت رض سے سو دینار کو خریدی پس مین نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ کیا تمکو تعجب نہین آتا کہ اسامہ مہینے کے وعدے پر خریدار ہوا ہی
اسامہ بیشک طول امل رکھتا ہی قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی کہ مین نے اپنی دونون
آنکھین کبھی اس طرح نہین کھولین کہ یہ گمان نہ کیا ہو کہ پلکین بند کرنے سے پہلے اللہ تعالے میری روح
قبض کریگا اور نہ کبھی مین نے آنکھ اُوپر کو ایسی طرح کی کہ جان نکلنے کے پیشتر اُسکے نیچے کرنے کا گمان کیا
اور نہ کبھی لقمہ ایسا کھایا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اسکو نگل جاؤنگا پھر فرمایا کہ اى آدم کی
اولاد اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانون کو مردون مین شمار کرو قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین

ح ابن حبان نے [illegible] اور ابن عدی نے اسکو [illegible] روایت کیا [illegible] ابن ابی الدنیا [illegible]

ح ابن ابی الدنیا در قصر امل بسند ضعیف ۱۲ ح ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲ ح طبرانی ابو نعیم در حلیہ بیہقی در شعب بسند ضعیف ۱۲

میری جان ہی جس چیز کا تمسے وعدہ ہو وہ بیشک آویگی اور تم تھکا نہ سکوگے انتہی اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیشاب کے واسطے نکلتے اور پیشاب کرکے مٹی سے طہارت کر لیتے مین آپ کی خدمت مین عرض کرتا کہ حضرت پانی تو آپ سے قریب ہی ہی آپ فرماتے کہ مجھے کیا معلوم شاید مین پانی تک نہ پہونچون اور روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تین لکڑیان لین ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اُسکے پاس اور تیسری کو دور گاڑا پھر پوچھا کہ جانتے ہو یہ کیا ہی لوگون نے عرض کیا کہ خدا اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ پاس کی دونون لکڑیان ایک انسان ہی اور ایک اُسکی موت اور دور کی لکڑی اُسکی امل ہی کہ آدمی اُس سے معاملہ رکھتا ہی اور موت اُس تک پہونچنے نہین دیتی بیچ ہی مین اُچک لیتی ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کی مثال یہ ہی کہ اُسکے گرد ننانوے موتین ہین اگر اُنسے بچے تو بوڑھاپے مین پڑے۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ یہ آدمی ہی اور یہ اُسکے گرد اُسکی موتین اُسکی طرف کو بھن اُٹھائے ہوے ہین اور بوڑھاپا اُسکے بعد ہی اور امل بوڑھاپے کے پس آدمی زیست کی حرص کرتا ہی اور یہ موتین اُسکی طرف کو بھن اُٹھائے ہوے ہین جسکو حکم ہوتا ہی وہی اُسکو دھر دباتی ہی پھر اگر ان موتون سے بچ گیا تو بوڑھاپا اُسکا خاتمہ کر دیتا ہی امل کا اُسکو انتظار ہی رہتا ہی اور عبداللہ رضہ بن مسعود روایت کرتے ہین کہ ہمارے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکیر چوگوشی کھینچی اور اُسکے بیچ مین ایک لکیر کھینچ کر اُسکے گرد اور لکیرین کھینچین اور ایک لکیر مربع سی باہر کھینچی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہی لوگون نے عرض کیا کہ خدا ے تعالی اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے بیچ والے خط کو تو انسان فرمایا اور مربع خط کو موت فرمایا جو انسان کو محیط ہی اور یہ خطوط درمیانی مصائب ہین کہ اُسکو نوچ رہے ہین اگر ایک نوچنا بھولجاوے تو دوسری نوچ لیتی ہی اور جو خط باہر ہی اُسکو امل فرمایا۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یھرم ابن ادم و یبقی معہ اثنتان الحرص والامل اور ایک روایت مین ہی و تشبب معہ اثنتان الحرص علی المال والحرص علی العمر ع مرد چون پیر شود حرص جوان مے گردد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اس امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات پاوینگے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بیٹھے ہوے تھے اور ایک بوڑھا اپنی کدالی سے زمین کھود رہا تھا آپ نے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی اس شخص سے امل کو دور کردے وہ بوڑھا کدالی پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا پھر

ابن مبارک ... ابن ابی الدنیا ... عن ابی سعید الخدری ... ترمذی ... بروایت عبداللہ ابن الشخیر ... بخاری ... ترمذی ابن ماجہ

حضرت عیسی علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی اسکی امل اسکو دیدے وہ شخص اُٹھکر کام کرنے لگا حضرت
عیسی علیہ السلام نے اُس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیون لیٹ رہا تھا اور اب کیون کام کرنے لگا
بوڑھے نے کہا کہ کام کرتے مین میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا اب کب تک
کام کریگا اسلیے مین نے کدال پھینک دی اور لیٹ رہا پھر میرے نفس نے مجھ سے کہا کہ جب تک مین
زندہ ہون بسر اوقات کی فکر ضرور ہی اسلیے اُٹھکر اپنا کام کرنے لگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب اچھا جانتے ہو کہ جنت مین جاؤ لوگون نے عرض کیا
کہ ہان یا رسول اللہ آپ نے فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتون کو آنکھون کے سامنے جمالو
اور اللہ تعالی سے جیسی چاہیے ویسی شرم کرو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دعا مین یون فرمایا کرتے
اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الدُّنْيَا تَمْنَعُ خَيْرَ الْاٰخِرَةِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ حَيَاةٍ تَمْنَعُ خَيْرَ الْمَمَاتِ وَ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَمَلٍ يَمْنَعُ خَيْرَ الْعَمَلِ آثار مطرف بن عبد اللہ کہتے ہین کہ اگر مین جانتا کہ میری موت کب ہوگی
تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا مگر اللہ تعالی نے اپنے بندون پر احسان کیا ہی کہ موت سے
غفلت دیدی ہی اگر غفلت نہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح ہوتی اور نہ بازار لگتے۔ اور حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ بھولنا اور امل دو بڑی نعمتین ہین بنی آدم پر اگر یہ دونون نہوتین تو مسلمان رستون مین
نہ چلتے۔ اور ثوری رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہی کہ انسان احمق پیدا ہوا ہی اگر یہ بات نہوتی تو زندگی
بخوبی نہو سکتی۔ اور سعید بن عبد الرحمن رح فرماتے ہین کہ دنیا اسلیے آباد ہی کہ اُسکے لوگون کو
عقلین کم ہین اور حضرت سلمان فارسی رح فرماتے ہین کہ تین چیزون نے مجھے تعجب مین اتنا ڈالا کہ
ہنسا دیا ایک تو زندگی دنیا کا حریص حالانکہ موت اُسکی طالب ہی دوم غافل کہ اُس سے غفلت نہین
کیجاویگی سوم منہ بھر ہنسنے والا کہ نہین جانتا کہ پروردگار عالم اُس سے ناراض ہی یا راضی اور تین دوسری
چیزین ہین کہ اُنھون نے مجکو اتنا غمگین کیا کہ رولا دیا اول فراق دوستون کا یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور اُنکی جماعت کا دوسرے خوف قیامت مین کھڑے ہونے کا تیسرے خدا تعالی کے
سامنے کھڑا ہونا کہ معلوم نہو گا کہ جنت کو حکم کیا جاویگا یا دوزخ کو۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین نے
زرارہ بن ابی اوفی کو بعد اُنکے مرنے کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے نزدیک اعمال مین سے
کونسا زیادہ ہی اُنھون نے کہا کہ توکل اور امل کی کوتاہی اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا مین
زہد کرنا امل کا مختصر کرنا ہی نہ موٹا کھانا اور کمل پہننا۔ اور فضل بن فضالہ رح نے اپنے رب سے
التجا کی کہ امل دور کردے اُنسے اشتہا کھانے پینے کی جاتی رہی پھر دعا مانگی تو خدا تعالی نے امل دیدی

اور کھانے پینے لگے- اور حضرت حسن رح سے کسی نے کہا کہ اے ابوسعید آپ اپنا کرتا نہین دھوتے آپنے فرمایا کہ معاملہ اس سے جلد معلوم ہوتا ہے اور یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ موت تمھاری پیشانیون کے بالون مین بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمھارے پیچھے کوتہ ہوتی جاتی ہے- اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ایسا ہون جیسے کوئی شخص اپنی گردن پھیلائے ہو اور اُسکے سر پر تلوار ہو اور منتظر کرتا ہو کہ کب اُڑائی جاویگی اور داؤد طائی رح کہتے ہین کہ اگر مین اتنی امل کرون کہ مہینا بھر جیون تو جانون کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا اور یہ امل مین کیسے کرسکتا ہون حالانکہ دیکھتا ہون کہ تمام خلق پر مصیبتین رات دن کی ساعتون مین چھاتی رہتی ہین- اور کہتے ہین کہ شقیق بلخی رح اپنے اُستاد ابو ہاشم رمانی رح کے پاس آئے اور اُنکے گوشہ چادر مین کچھ بندھا تھا اُنکے اُستاد نے پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہے شقیق رح نے کہا کہ کچھ بادام ہین میرے ایک بھائی نے مجھے دیے ہین اور کہا ہے کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم انسے افطار کرنا اُنکے اُستاد نے فرمایا کہ شقیق تم اپنے جی مین یہ کہتے ہو کہ مین شام تک زندہ رہونگا مین تمسے اب کبھی نہ بولونگا شقیق رح فرماتے ہین کہ اُستاد نے یہ کہکر دروازہ بند کرلیا اور اندر بیٹھ رہے- اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ سن لو کہ ہر سفر کے لیے توشہ ضروری ہے اسی لیے دنیا سے آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنے تقوی کو کر لو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے خدائے تعالی کے ثواب اور عذاب مہیا کو دیکھ لیا ہو تو ثواب کو دیکھکر رغبت کرو اور عذاب کو دیکھکر خوف کرو اور حرص زندگی کو زیادہ مت بڑھاؤ ورنہ تمھارے دل سخت ہوجاوینگے اور تم اپنے دشمن کے تابع ہوجاؤگے بخدا کہ وہ شخص اپنی امل کو نہین پھیلاتا جو نہین جانتا کہ شام کے بعد مجکو صبح ملیگی کہ نہین یا صبح ملی تو پھر شام ملیگی کہ نہین اور ان دونون کے درمیان مین موتون کے دہلے اکثر ہوا کرتے ہین ہین نے اور تمنے اکثر اُن لوگون کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے آنکھ ٹھنڈی اُسی کی ہے جو عذاب الہی سے نجات پانے کا اعتماد رکھتا ہو اور خوش وہی ہوتا ہے جو احوال قیامت سے نڈر ہو اور جن لوگون کا یہ حال ہو کہ ایک زخم ابھی بھرا ہی نہین اور دوسرا دوسری طرف سے اور آلگا تو وہ کیسے خوش ہون مین خدائے تعالی سے پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ تمکو اُس بات کا حکم کرون جس سے اپنے نفس کو منع کرون پھر گھٹ جاوے میری تجارت مین نقصان اور میرا خسارہ اور بیچارگی اُس روز ظاہر ہو جسدن توانگری اور محتاجی کھلیگی اور ترازوئین کھڑی ہونگی تم ایسے معاملے کی تکلیف دیے گئے ہو کہ اگر ستارے اُسکی تکلیف دیے جاتے تو بے نور ہوجاتے اور پہاڑ گل جاتے اور زمین پھٹ جاتی تم کیا جانتے نہین کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہین اور تمکو بیشک اُنہین سے ایک مین جانا ہے اور ایک شخص نے

اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد ونعت کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہی اور آخرت بیداری اور ان
دونون مین واسطہ موت ہی اور ہم پراگندہ خوابون مین ہین والسلام اور ایک اور شخص نے اپنے
بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بابت لینا ہی اور موت آدمی سے قریب ہی اور ہر روز کچھ نہ کچھ گھٹتا جاتا ہی اور
بدن مین بلا آہستہ شل رہی ہی تو پہلے اس سے کہ کوچ کا نقارہ بجایا جاوے سفر کی تیاری کرلینی
چاہیے والسلام - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب تک حضرت آدم علیہ السلام نے خطا نہین
کی تھی اُنکی امل پیٹھ پیچھے تھی اور موت آنکھون کے سامنے اور جب آپ نے خطا کی تو معاملہ برعکس ہو گیا
کہ امل تو آنکھون کے سامنے کردی گئی اور موت پیٹھ کے پیچھے - اور عبداللہ بن سمیط رح کہتے ہین کہ مین نے
اپنے باپ سے سُنا ہی کہ کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنے زیادہ تندرست رہنے سے مغالطے مین ہی کیا
تونے کسی کو بدون بیماری مرتے نہین دیکھا اے وہ شخص کہ بہت سی مہلت پانے سے مغالطے مین ہی
کیا تونے کبھی کسی گرفتار کو نہین دیکھا کہ بدون سامان پکڑا گیا ہو اگر تو اپنی عمر کی زیادتی مین فکر کرے
اپنی پہلی لذتین سب بھول جاوے بھلا تم لوگ تندرستی سے مغالطہ مین پڑے ہوے ہو یا بہت دنون
آرام سے گذرنے پر اکڑتے ہو یا موت سے نڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو ملک الموت جب آویگا تو اُس سے
تمکو نہ تمھاری ثروت بچاویگی نہ کثرت جمعیت تمکو کیا معلوم نہین کہ موت کا وقت سختیون اور غصون اور
قصور پر پشیمانی کی گھڑی ہی پھر یون کہا کرتے تھے کہ خداے تعالی رحم کرے اُس بندے پر جو موت کے
بعد کے لیے عمل کرے خداے تعالی رحم کرے اُس بندے پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے ترس کی
نظر کرے اور ابو زکریا تیمی کہتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین ایک
پتھر جسپر کچھ کندہ تھا کوئی اُنکے سامنے لایا اُسکے پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے دیکھا تو اُسمین
یہ لکھا تھا کہ اے آدمی اگر تو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پاوے تو اپنی طول امل کو چھوڑ دے اور
عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو اور طمع اور حیلے کم کردے اور توکل کو پشیمانی اُٹھاویگا اگر تیرا قدم لغزش
کریگا اور تیرے گھر والے اور نوکر چاکر تجکو حوالہ کردینگے اور باپ اور رشتہ دار تجسے جدا ہونگے اور بیٹا
اور داماد چھوڑ دینگے تو پھر دنیا مین پھریگا نہ اپنے عمل مین زیادتی پاویگا پس قیامت کے لیے حسرت
اور ندامت سے پیشتر کچھ کرلے اسکو سُنکر خلیفہ سلیمان بہت روئے اور بعضون نے کہا ہی کہ مین نے
خط محمد بن یوسف کا بنام عبد الرحمن بن یوسف کے دیکھا اُسمین لکھا تھا کہ بعد سلام کے مین شکر
کرتا ہون اُس معبود کا جسکے سوا اور کوئی معبود نہین اور تجکو ڈراتا ہون اُس حال سے کہ تو اپنے مہلت کے
گھر سے قیام کی جگہ اور جزاے اعمال کے گھر مین جاویگا اب تو زمین کے اوپر رہتا ہی چند روز مین اُسکے اندر ہو جاویگا

پھر تیرے پاس منکر او نکیر آکر تجکو بٹھلاوینگے اور تجکو ڈانٹ بتاوینگے پس اگر اسوقت اللہ تیرے ساتھ ہوگا
تو کچھ خوف اور وحشت اور حاجت نہین اور اگر معاملہ دگرگون ہوا تو خداے تعالیٰ مجکو اور تجکو پناہ دے
بُری نوبت ہوگی مقام لیٹنے کا تنگ ہوجاویگا تجکو خبر نہین کہ پھر اُٹھنے کے لیے چیخ ہوگی اور صور پھونکا جاویگا
اور خداے جبار مقدمات خلق کے فیصلے کے لیے آمادہ ہوگا زمین اپنے لوگون سے اور آسمان اپنے
باشندون سے خالی ہوجاوینگے اسرار کھل جاوینگے اور جہنم بھڑکائی جاویگی میزانین کھڑی ہونگی اور انبیا
اور شہدا کو بلوا کر لوگون کے باب مین ٹھیک ٹھیک حکم دیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ سب تعریفین اللہ کو
شایان ہین جو سب عالمون کا پروردگار ہے تو بہت سے تو رسوا ہونگے اور بہتون کی پردہ پوشی کی جاویگی
اور بہت سے تباہ ہونگے اور بہت سے نجات پاوینگے بہتون پر عذاب ہوگا اور بہتون پر رحم مجکو معلوم
نہین کہ اُس روز میرا اور تیرا کیا حال ہونا ہے اسی سے لذتین جاتی رہین شہوات چھوٹ گئین امل
کوتاہ ہوگئی سوتے بیدار ہوے غافل چونکتے ہوے خداے تعالیٰ اس بڑے خوف پر ہماری اور
تمھاری مدد کرے اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمھارے دل مین ایسی کرے جیسے متقیون کے
دل مین کرتا ہے اسلیے کہ ہم اُسی کے ہین اور اُسی کے باعث موجود و السلام - اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے
خطبہ پڑھا اور خداے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرکے فرمایا لوگو تم نکمے نہین پیدا ہوے نہ مہمل چھوڑے جاوگے
تمکو ایک اُٹھنے کی جگہ مین خداے تعالیٰ حکم اور فیصلے کے واسطے اکٹھا کریگا پس نا امید اور بدبخت
کل کو وہ بندہ ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کہ ہر چیز پر پھیلی ہے اور اپنی جنت سے جسکا عرض
آسمانون اور زمین کے برابر ہے نکال دے اور کل کو امن اُس شخص کو ہوگا جو خوف اور تقوی کرے اور
تھوڑی اور ناپایدار چیز اور بدبختی کو بہت اور پایدار اور سعادت کے عوض مین بیچ ڈالے دیکھو مرے ہوون کا سوگ
تم کرتے ہو اسی طرح تمھارے پسماندہ تمھارا کرینگے ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو خداے تعالیٰ کے پاس
لوگ چلے جاتے ہین اُنکا وقت پورا ہوگیا اور امل جاتی رہی تم اُنکو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش و
بے تکیہ رکھ دیتے ہو کہ نہ کوئی سامان اُسکے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق و غمخوار صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ مین یہ بات
تو تمسے کہتا ہون مگر جتنے گناہ اپنے نفس مین جانتا ہون اُنسے زیادہ مین تم مین سے کسی مین نہین جانتا
لیکن اللہ تعالیٰ کے طریق ٹھیک ٹھیک ہین اُنمین اُسکی طاعت کے لیے امر کرتا ہون اور معصیت سے منع
کرتا ہون اور خداے تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہون اسکے بعد اپنی آستین منھ پر رکھ کر اتنا روئے کہ
آنسوون سے ڈاڑھی بھیگ گئی اور پھر اُس مقام پر آنے کی نوبت نہوئی یہان تک کہ وفات پائی اور قعقاع
بن حکیم کہتے ہین کہ مین نے تیس برس سے موت کا سامان کرلیا ہے تو جب موت آویگی تو مین اتنی دیر بھی

ابھی نہ جانونگا کہ ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کردون اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ کوفے کی مسجد مین مین نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ کہتا تھا کہ مین تیس برس سے اس مسجد مین موت کا منتظر ہون کہ آوے اب اگر آویگی تو مین اُسکو نہ کسی چیز کا حکم کرون نہ کسی چیز سے منع کرون اور نہ میری کسی کے پاس کوئی چیز ہے نہ کسی کی میرے پاس۔ اور عبداللہ بن ثعلبہ کہتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید تمھارا کفن دھوبی کے یہان سے آچکا ہو۔ اور محمد بن علی زاہد کہتے ہین کہ ہم کوفہ مین ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور داؤد طائی رح بھی اُسمین شریک تھے جنازہ جب دفن ہونے لگا تو داؤد طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے مین اُنکے پاس جا بیٹھا تو مین نے سُنا کہ یون کہتے تھے جو وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے وہ دور کی چیز نزدیک جانتا ہے اور جسکو امل زیادہ ہوتی ہے اُسکا عمل ضعیف ہوتا ہے اور جو آنے والی چیز ہے وہ قریب اور بھائی یہ مان یا درکھ کہ جو شے خدا تعالی سے تجکو اور کام مین لگاوے وہ تیرے اوپر نحوس ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے باشندے جو قبرون مین ہین اُنکا یہ حال ہے کہ جو چھوڑ گئے اُس سے پشیمان ہین اور جو آگے بھیج دیا تھا اُس سے شادان مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہین دنیا دار اُسی پر لڑتے مرتے ہین اور اُسی پر غیبت اور حاکمون کے سامنے خصومت کرتے ہین۔ اور روایت ہے کہ حضرت معروف کرخی رح نے نماز کی تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھا دو اُنھون نے کہا کہ مین یہ نماز اگر پڑھا دونگا تو دوسری نماز کوئی نہین پڑھانے کا حضرت معروف رح نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین کہتے ہو کہ مین دوسری نماز بھی پڑھونگا ہم اللہ تعالی سے طول امل سے پناہ مانگتے ہین کہ وہ عمل نیک کی مانع ہے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ دنیا رہنے کی جا نہین بہت سے گھر ایسے ہین کہ خدا تعالی نے اُنپر فنا لکھ دی ہے اور اُنکے رہنے والون پر اُسمین سے چلا جانا تو بہت سے بخوبی آباد چند روز مین اُجڑ جاتے ہین اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ اُنکے رہنے پر حرص کرین سفر کر جاتے ہین پس لوگو خدا تعالی تمپر رحم کرے اُسمین سے اچھی طرح نکلو اور جو کچھ تمھارے سامنے سے چلنے کی چیزین ہون اُنمین سے عمدہ اپنے ساتھ لو اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقوی ہے دنیا کا حال ایسا ہے جیسے سمٹتا سایہ کہ چلا جاتا ہے ابھی تو آدمی دنیا کا راغب ہے اُس سے خنک چشم مُتّجیا ہے کہ اتنے مین خدا تعالی نے اُسکو اپنے حکم سے طلب فرمالیا اور اُسکے سر پر موت کا روزنا آ ڈالا تو سب اُسکے نشان چھین لیے اور اُسکی عمارت اور دولت دوسرون کے لیے کردی دنیا جتنی تازگی دیتی ہے اُتنا خوش نہین کرتی خوش کم کرتی ہے اور رنج بہت دیتی ہے سچ ہے

جہان مین عمر مسرت سے سوا دہ چند ہی غم کا — اگر ہو عید کا اک دن تو عشرہ ہی محرم کا

اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ اپنے خطبے مین فرمایا کرتے کہان گئے وہ لوگ جنکے منہ خوبصورت چمک دمک کے

ساتھ تھے اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے کہان ہین وہ لوگ جنھون نے شہر بنائے اور شہر پناہون سے انکو مضبوط کیا کہان ہین وہ بہادر کہ لڑائی مین بڑھ چڑھ کر رہا کرتے تھے زمانے نے انکو زیر کردیا قبرون کے اندھیرون مین جا پڑے تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانون کے لیے نجات کی صورت ڈھونڈھو

دوسرا بیان طول امل کے سبب اور اُسکے علاج مین۔ جاننا چاہیے کہ طول امل کے دو سبب ہین ایک جہالت اور دوسرے دنیا کی محبت کا یہ حال ہے کہ آدمی جب اُس سے اور اُسکی شہوات و لذات و علائق سے مانوس ہوتا ہے تو اُسکے دل پر اُسکی جدائی شاق ہوتی ہے اور موت جو سبب دنیا کی مفارقت کا ہے اُس سے اُسکا دل متنفر ہوتا ہے اور اُسمین فکر نہین کرتا اور جس چیز سے آدمی نفرت کیا کرتا ہے اُسکو اپنے نفس سے ٹالا کرتا ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹی آرزوؤن مین مشغول رہتا ہے اپنے نفس کے لیے ایسی ہی آرزو کرتا ہے جو اُسکی مراد کے موافق ہو اور اُسکی مرضی کے موافق دنیا مین رہتا ہے تو اُسی کا خیال رکھتا ہے اور اُسی کو اپنے لیے فرض کرلیتا ہے اور جو لوازم بیان رہنے کے ہین اور جنکی اُسکو ضرورت ہوتی ہے یعنی مال اور اولاد اور گھر اور دوست اور سواریان وغیرہ سامان کو فرض کرلیتا تو اُسکا دل اسی فکر پر رُک جاتا ہے موت کی یاد نہین رہتی اُسکا قریب ہونا خیال مین نہین گذرتا اور اگر کبھی ہی وجہ موت کا معاملہ اور اُسکی تیاری کا حال جو دل مین گذرتا ہے تو اُسکا نفس وعدہ کرلیتا ہے البتہ و ٹال مٹول ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی بہت دن باقی ہین بڑا ہو کر توبہ کر لیجو اور بڑا ہونے پر کہتا ہے کہ بوڑھا ہو کر توبہ کرلیجو اور بوڑھا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مکان بنا کر اور یہ زمین آباد کرکے اور اِس سفر سے لوٹ کر اور اِس لڑکے کی شادی اور دختر کے جہیز سے فارغ ہو کر اور اِس دشمن کے قہر سے جو بدگوئی کرتا رہتا ہے محفوظ ہو کر توبہ کرلینا غرض کہ ہمیشہ اسی طرح ٹالنا اور تاخیر اُسکا شیوہ رہتا ہے اور جس کام مین گھستا ہے اُسکے پورا کرنے مین دس کام اور لگ جاتے ہین اور دن کے بعد دوسرا دن رفتہ رفتہ گذرا چلا جاتا ہے اور ایک کام سے دوسرا کام آتا جاتا ہے یہان تک کہ موت ایسے وقت مین اُچک لیتی ہے کہ اُسکو گمان بھی نہین ہوتا اُسوقت بجز حسرت و افسوس اور کچھ حاصل نہین ہوتا اور اکثر دوزخ والے لیت و لعل ہی سے فریاد کرینگے کہ ہائے ہمنے کیون تاخیر کی تھی اور آدمی بیچارہ یہ نہین جانتا کہ جس امر کے باعث آج تاخیر کرتا ہے وہ کل کو بھی تو اُسکے ساتھ ہوگا بلکہ مدت گذرنے پر تو اُسکو استحکام اور مضبوطی زیادہ ہو جاویگی اور اُسکو یہ گمان ہے کہ دنیا مین خوض کرنے والے کو اور اُسکی حفاظت کرنے والے کو کبھی نہ کبھی فراغ ہو سکتا ہے اور یہ اُسکی خام خیالی ہے اُس سے فارغ وہی ہوتا ہے جو اُسکو مختصر کرے جیسے کسی نے کہا ہے ؎

ہر چہ گیرید مختصر گیرید	کار دنیا کسے تمام نہ کرد

اور اصل ان سب آرزوون کی دنیا کی محبت ہو اور اس حدیث کے معنون سے غفلت اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ
فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ اور جہالت کا حال یہ ہو کہ انسان کبھی اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہو تو جوان ہوتے ہوے
موت کا آنا بعید جانتا ہو اور بیچارہ یہ نہین سوچتا کہ اگر اپنی بستی کے بوڑھون کو گنے تو دس پانچ ہونگے
اور اُنکے کم ہونے کی یہی وجہ ہو کہ جوانی مین موت بہت ہوتی ہو جب تک ایک بوڑھا مرتا ہو ہزار
جوان اور لڑکے مرجاتے ہین - اور کبھی موت کو اپنی تندرستی کے باعث بعید جانتا ہو اور اچانک
موت کے آنے کو دشوار سمجھتا ہو اور یہ نہین جانتا کہ اچانک مرجانا کچھ دشوار نہین اور اگر بالفرض
دشوار ہو تو یکایک بیمار ہوجانا تو دشوار نہین اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہو اور جب بیمار ہوا تو
موت کیا دور ہو اور اگر یہ غافل سوچے اور معلوم کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص جوانی
اور بوڑھاپے اور ادھیڑپن کا یا کوئی موسم گرمی جاڑے خزان بہار یا رات دن کا معین نہین
تب البتہ بہت چوکنا ہو اور اُسکے سامان مین لگے مگر جہالت اور محبت دنیا کے باعث طول امل مین
گرفتار ہو اور موت کے جلد آنے سے غافل وہ ہمیشہ یہی گمان کرتا ہو کہ موت میرے سامنے ہی ہوگی
اپنے اوپر اُسکا آنا فرض نہین کرتا یہی خیال کرتا ہو کہ مین جنازے کے ساتھ چلونگا یہ نہین فرض کرتا
کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی لوگ چلینگے اسلیے کہ ہمیشہ جنازون کے ساتھ رہتے رہتے اُسی سے
مانوس ہو رہا ہو دوسرون کو مرتے دیکھ کر اورون کے ہی مرنے کا عادی ہو اپنے مرنے سے انس نہین اور
نہ ممکن ہو کہ اپنی موت سے الفت کرے اسلیے وہ واقع نہین ہوئی اور اگر ہوگی تو ایک ہی دفع ہوگی وہی
اول ہو وہی دوم پس اُس سے الفت کیسے ہو تو اس صورت مین اُسکا علاج یہ ہو کہ اپنے نفس کو غیر پر
قیاس کرے اور جانے کہ یقیناً میرا جنازہ بھی اُٹھیگا اور قبر مین دفن کیا جاونگا اور کیا عجب ہو کہ جو
اینٹ تختہ میری گور مین لگیگا وہ بن چکا ہو اور مجکو علم نہو اس صورت مین تاخیر کرنی محض نادانی ہو
اور جب یہ معلوم ہوچکا کہ سبب تاخیر کا جہل اور محبت دنیا ہو تو ظاہر ہو کہ علاج سبب کو دور کرنے سے ہوگا
پس جہل کو تو اس طرح دور کرنا چاہیے کہ دل حاضر سے فکر صاف کرے اور پوری حکمت کی باتین صاف
دل والون سے سُنے اور محبت دنیا کا دل سے نکالنا البتہ سخت ہو اور یہ وہ مرض لاعلاج ہو جسکے علاج مین
اگلے پچھلے سب تھک گئے ہین اُسکا علاج یہی ہو کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر ہو اور جو کچھ بڑا عذاب
اور عمدہ ثواب اس روز ہونا ہو اُسپر یقین کامل ہو اسلیے کہ اُس یقین سے دنیا کی محبت دل سے
جاتی رہیگی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو دور کردیتی ہو تو جس صورت مین
دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو معائنہ کریگا تو بُرا جانیگا کہ دنیا پر نظر ڈالے گو سلطنت تمام

روے زمین ہی کی کیون نہو اسلیے کہ ہر ایک بندے کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہو تو وہ بھی کدورت اور
بیزرگی سے خالی نہین ہوتی تو ایسی چیز سے کس طرح خوش ہوگا یا اُسکی محبت دل مین کیسے جمیگی بشرطیکہ
آخرت پر یقین ہو ہم خدا سے تعالی سے سوال کرتے ہین کہ دنیا کو ہماری نظرون مین ایسا کرے جیسا اپنے
نیک بندون کی نظرون مین کر رکھا ہو اور موت کے دل پر گھٹنے کا علاج اس سے اچھا کوئی نہین کہ جو
لوگ اپنے ہمسر اور ساتھ والے مرگئے ہین اُنکے حال پر غور کرے کہ اُنپر موت ایسے وقت مین آگئی کہ
اُنکو خیال اُسکا نہ تھا جو شخص اُسکے لیے تیار تھا اُسکو تو فلاح عظیم ہوئی اور جو طول امل سے مغالطے مین تھا
اُسکو کھلا کھلی خسارہ ہوا۔ پس انسان کو ہر ساعت چاہیے کہ اپنے ہاتھ پانون اور عضا کی طرف دیکھے اور
تامل کرے کہ یہان اُنکو کیڑے کیسے کھاجائینگے اور ہڈیان انکی کس طرح علیحدہ اور متفرق ہوجائینگی اور
تامل کرے کہ کیڑے اول دہنی آنکھ کا ڈھیلا یا بائین کا کھانا شروع کرینگے اور جو عضا میرے بدن پر ہین
کوئی ایسا نہین جو کیڑون کی خوراک نہو اور میرے ساتھ بجز علم و ایسے عمل کے جو خالص خدا تعالی کیلیے ہو
اور کچھ نہ رہیگا اسی طرح وہ حالات بھی سوچے جنکو ہم عنقریب لکھینگے یعنی عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور
حشر و نشر اور قیامت کے اہوال اور بڑے دن کی پیشی کے لیے پکار کا خوف وغیرہ تو یہ فکر
اس قسم کی ہین کہ آدمی کے دل پر موت کو تازہ کرتی رہے اور اُسکی تیاری مین لگاتی رہے

تیسرا بیان لوگون کے مراتب کا طول امل کے باب مین - واضح ہو کہ اس باب مین لوگ مختلف
مراتب پر ہین بعض تو ایسے ہین کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے ہین جیسے خدا سے تعالی فرماتا ہو یَوَدُّ اَحَدُہُمْ
لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ اور بعضے بوڑھا ہوتے تک زندگی کے حریص ہوتے ہین یعنی جتنی عمر اور زندگی بڑی سے
بڑی لوگون کی دیکھی اُتنی ہی کے خواہان ہوے ایسا شخص دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہو مدینہ شریف مین[1]
ہو کہ بوڑھا آدمی دنیا کی طلب کی محبت مین جوان ہوتا ہو گو بوڑھاپے کے سبب سے اُسکی ہانس ٹوٹ گئی ہون
مگر تقوی والے اور وہ کمتر ہین اتنی سا اور بعض ایک برس کے جینے کی توقع رکھتے ہین اور اُس سے زیادہ کے
سامان کی تدبیر نہین کرتے اور آیندہ سال مین اپنا وجود نہین فرض کرتے مگر گرمی مین جاڑے کے لیے
اور جاڑے مین گرمی کے لیے سامان کیا کرتے ہین پس اگر سال بھر کے لیے سامان کافی ہو تو عبادت مین مشغول
ہوتے ہین اور بعضے صرف ایک موسم مثلاً گرمی خواہ جاڑے ہی تک کی امل کرتے ہین تو اسی نظر سے گرمیون
مین جاڑے کا سامان اور جاڑون مین گرمی کا جمع نہین کرتے - اور بعض کے امل کا مآل صرف ایک دن
اور رات کا ہوتا ہو تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہو کل کی فکر نہین کرتا حضرت عیسی علیہ السلام
فرماتے ہین کہ کل کی روزی کا اہتمام مت کرو اسواسطے کہ اگر کل کو تمکو مہلت ملیگی تو تمھارا رزق اور

[1] احیاء کے لفظون سے نہین ملی صحیحین مین بروایت ابو ہریرہ یون ہو لا یزال قلب الشیخ شابا فی اثنتین طول الحیوۃ و حب المال

اور مہلت دونون تمکو پہونچینگی اور اگر کل کو تمھاری مہلت نہین تو تمکو اہتمام بھی نہ چاہیے دوسرون کے
لیے تمکو کیا ضرور ہی کہ فکر کرو ۔ اور بعضون کی امل ایک ساعت کی ہوتی ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای عبد اللہ جب تو صبح کرے تو اپنے دل مین شام کا خیال نہ کر اور شام کرے تو
صبح کا دھیان نہ کر اور بعض ایک ساعت کا باقی رہنا بھی نہین جانتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
استنجا کے بعد باوجود ساعت کے اندر ہی پانی پر قدرت کے تیمم کر لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ
شائد مین پانی تک نہ پہونچون اور بعضے ایسے ہوتے ہین کہ موت گویا انکی آنکھون کے سامنے ہی
اور لیا جاہتی ہی وہ اسکے منتظر رہتے ہین ایسا شخص رخصت کرنے والے کی سی نماز پڑھا کرتا ہی
اور یہی حال معاذ بن جبل رض کا ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنسے اُنکے ایمان کی حقیقت
پوچھی تو عرض کیا کہ مین نے کوئی قدم ایسا نہین رکھا کہ گمان کیا ہو کہ اب دوسرا اسکے بعد رکھونگا اور
جیسا کہ اسود حبشی کے حال مین ہی کہ وہ رات کو نماز پڑھتے اور دہنے بائین تاکتے کسی نے اُنسے کہا
کہ یہ کیا بات ہی اُنھون نے کہا کہ مین ملک الموت کو دیکھتا ہون کہ کونسی طرف سے میرے پاس آتا ہی
تو یہ ہین لوگون کے مراتب اور ہر ایک کے لیے خداے تعالی کے پاس درجات ہین اور جس شخص کی
امل ایک مہینا ہی وہ ایسا نہین جسکی امل ایک مہینا اور ایک دن ہی یعنی دونون کا درجہ یکسان نہین اسلیے کہ اللہ
تعالی ذرہ بھر بے انصافی نہین فرماتا ہی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ پھر اثر امل کے چھوٹا ہونے کا
عمل پر سبقت کرنے سے ظاہر ہوتا ہی تو جو کوئی دعوی کرے کہ میری امل تھوڑی ہی وہ جھوٹا ہی
بلکہ یہ بات اُسکے اعمال سے ظاہر ہوگی یعنے وہ ایسا اسباب کے درپے رہتا ہی کہ غالبًا برس دن بھی
انکی ضرورت نہو تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ امل بڑی رکھتا ہی اور توفیق کی پہچان یہ ہی کہ موت
آنکھون کے سامنے ہو اُس سے ایک گھڑی بھی غافل نہو اور اُسی کی تیاری مین مصروف رہے کہ ابھی
آجاویگی اور اگر شام تک بچ جاوے تو خداے تعالی کا شکر کرے کہ مجھسے اپنی طاعت کرائی اور اس امر سے
خوش ہو کہ دن ضائع نہوا بلکہ اُسمین سے جتنا اپنا بہرہ تھا مل گیا اور ذخیرہ آخرت ہوا پھر صبح کو
از سر نو اسی طرح کرے اور ہر صبح و شام یہی کام کرے اور یہ بات اسی شخص کو میسر ہوتی ہی جسکو کل کا
فکر نہو کہ کل کو کیا ہوگا ایسا شخص اگر مریگا تو سعادت اور غنیمت پاویگا اور اگر زندہ رہیگا تو عمدہ تیاری اور لذت
مناجات سے خوش رہیگا موت سے اسکی سعادت ہی اور حیات سے زیادتی منزلت بس ای مسکین موت کو
اپنے دل پر رکھ لے اسلیے کہ جان تجھے اُڑائے لیے جاتی ہی اور تو اپنے نفس سے غافل ہی عجب نہین کہ تو منزل کے
قریب پہونچ گیا ہو اور مسافت طے کر چکا ہو اور یہ بات تجکو جبھی حاصل ہوگی جب جتنی مہلت پاویگا اسمین عمل کرے

چوتھا بیان عمل پر مبادرت اور تاخیر کی آفت سے بچنے میں۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دو بھائی غائب ہوں اور ایک کا انتظار تو اسکو دوسرے دن آنے کا ہو اور دوسرے کا سال بھر کے بعد یا اور کسی مدت کے بعد تو وہ شخص دوسرے کے آنے کی تیاری نہ کریگا بلکہ جو شخص دوسرے روز آویگا اسکے آنے کا سامان کریگا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیاری قرب انتظار سے ہوا کرتی ہے اسی صورت میں جو شخص موت کے آنے کا انتظار برس روز کے بعد کریگا تو اسکا دل اسی مدت سے متعلق رہیگا بیچ کے دنوں پر دھیان نہ دیگا اور انکو بھول جاویگا ہر روز صبح کو اسی بات کا منتظر رہیگا کہ ابھی برس روز کامل پڑا ہے اور شروع اسی دن کو جانتا ہے جسمیں موجود ہے جو دن گذرتے جاتے ہیں انکو کم نہیں کرتا اور یہ امر اسکو ہمیشہ عمل پر مبادرت نہیں کرنے دیتا اسلیئے کہ اپنے نفس کے لیے ہمیشہ گنجائش اس برس میں تصور کرتا ہے اور اسی وجہ سے عمل میں تاخیر کرتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نہیں انتظار کرتا تم میں سے کوئی دنیا میں سے مگر تونگری جو مانع طاعت سے ہو یا مفلسی جو طاعت سے بھولا دے یا مرض مفسد یا بوڑھاپا کہ عقل کو خبط کردے یا موت جلدی کی جسکے باعث کوئی کارِ ثواب نہ بن پڑے یا دجال پس دجال بُرا غائب ہے کہ انتظار کیا جاوے یا قیامت کا انتظار کرتا ہے اور قیامت نہایت سخت اور تلخ ہے انتہی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے میں فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جان اپنی جوانی کو بوڑھاپے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے اور تونگری کو مفلسی سے اور فارغ ہونے کو شغل سے اور زندگی کو موت سے پیشتر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ یعنے آدمی ان دونوں نعمتوں کو غنیمت نہیں جانتا اور جب [illegible] تب اُسکی قدر پہچانتا ہے جیسا کہ مشہور ہے ع قدر نعمت ست بعد زوال + اور ایک حدیث میں ارشاد [illegible] جو خوف کرتا ہے وہ اول شب میں چل دیتا ہے اور جو اول شب میں چلتا ہے وہ منزل کو پہنچ جاتا ہے سن لو کہ خدائے تعالی کی متاع بھاری مول ہے اور آگاہ ہو کہ خدائے تعالی متاع جنت ہے اور فرمایا جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے صحابہ سے غفلت یا مغالطہ ملاحظہ فرماتے تو انمیں بلند آواز سے پکارتے اَتَتْكُمُ الْمَنِيَّةُ رَاتِبَةً لَازِمَةً اِمَّا بِشَقَاوَةٍ وَاِمَّا بِسَعَادَةٍ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ڈرانے والا ہوں اور موت غارت کرنے والی ہے اور قیامت وعدے کی جگہ ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسوقت باہر نکلے کہ آفتاب درختوں کی ٹہنیوں پر پہونچ گیا تھا فرمایا کہ دنیا میں سے اسیقدر رہا ہے جتنا کہ اس دن سے باقی ہے بہ نسبت

ترمذی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲ ح ابن ابی الدنیا ح دو نعمتیں ہیں کہ انمیں اکثر لوگ خسارے میں ہیں ایک تندرستی دوسری فراغت ۱۲ بخاری بروایت ابن عباس ۱۲ ح ترمذی بروایت ابو ہریرہ ۱۲ ح آئی ہلانے والی کہ پیچھے اسکے پیچھے آنے والی آئی موت ح آئی [illegible] ۱۲ ترمذی بروایت ابی بن کعب ح ابن ابی الدنیا بروایت زید سلمی ۱۲ ح موت تمہارے پاس آئی وظیفہ لازم ہو کر یا بدبختی کے ساتھ یا نیکبختی کے ح ابن ابی الدنیا ضعیف ۱۲ ح ابن ابی الدنیا در قصر امل ح ترمذی بروایت ابو سعید ۱۲

اُس مقدار کے گذر گیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کپڑا کہ
شروع سے اخیر تک پھٹ کر ایک دھاگے مین اخیر کو لٹکا رہ گیا ہو تو بعید نہین کہ وہ دھاگا بھی ٹوٹ جاوے
اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھنے مین قیامت کا ذکر فرماتے
تو اپنی آواز بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے گویا کسی لشکر سے ڈراتے ہین فرماتے کہ صبح ہوتے
آئے اور شام ہوتے آئے مین اور قیامت ان دونون کی طرح بھیجی گئی ہین اور اپنی دونون انگلیون کو ملاتے
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَن يُرِدِ اللّٰهُ
اَن يَهدِيَهُ يَشرَح صَدرَهُ لِلإِسلَامِ پھر فرمایا کہ نور جب سینے مین داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے لوگون نے
عرض کیا کہ حضرت اسکی کچھ پہچان بھی ہے جس سے معلوم ہوجاوے آپ نے فرمایا کہ ہان اس دغا بازی کے
گھر سے علحدہ رہنا اور دار باقی کی طرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اسکی تیاری کرنی۔ اور
سدی رح اس آیت کی تفسیر مین اَلَّذِي خَلَقَ المَوتَ وَالحَيَاةَ لِيَبلُوَكُم اَيُّكُم اَحسَنُ عَمَلًا فرماتے ہین
کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کون موت کی یاد زیادہ کرتا ہے اور اسکی تیاری اچھی طرح کرتا ہے اور اس سے
خوف اور دہشت بہت رکھتا ہے اور حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہین
کہ ایک پکارنے والا یہ نہ پکارتا ہو کہ لوگو کوچ کوچ اور مضمون بعرضہ بالا کی تصدیق یہ آیت ہے اِنَّهَا
لَاِحدَى الكُبَرِ نَذِيرًا لِلبَشَرِ لِمَن شَاءَ مِنكُم اَن يَتَقَدَّمَ اَو يَتَاَخَّرَ یعنی موت مین اور رحیم مولی بنی تمیم
کہتے ہین کہ مین عامر بن عبد اللہ کے پاس جا کر بیٹھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اُنھون نے جلدی سے
سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اپنی حاجت کہہ چلو کہ مین ایک تاک مین ہون مین نے پوچھا کہ
کس چیز کی تاک مین ہو فرمایا کہ خدا تجھپر رحم کرے مین ملک الموت کی تاک مین ہون یہ سنکر مین
کھڑا ہوگیا اور وہ نماز مین مصروف ہوئے۔ اور حضرت داؤد طائی رح چلے جاتے تھے ایک شخص نے
اُنسے کسی بات کا سوال کیا اُنھون نے فرمایا کہ مجھے جانے دو مین اپنی جان نکلنے تک کا موقع غنیمت
جانتا ہون اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ تاخیر ہر چیز مین بہتر ہے بجز اعمال آخرت کے۔ اور منذر رح
کہتے ہین کہ مین نے مالک بن دینار کو سُنا ہے کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے ارے کم بخت عمل پر مبادرت کر
پہلے اس سے کہ وہ امر آجاوے اور اسی جملے کو بار بار کہتے تھے یہان تک کہ مین نے ساٹھ بار اُنسے سُنا
اور وہ مجھکو نہین دیکھتے تھے۔ اور حضرت حسن رح نے اپنی وعظ مین فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی
کرو کیونکہ یہ چند سانس ہین اگر رُک گئے تو تمسے وہ عمل نہو سکینگے جنسے اللہ تعالی کی طرف تقرب نہو
کرتے ہو خداے تعالی رحم کرے اُس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے گناہون پر رووے پھر یہ

آیت شریف مین اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا مراد انفاس سے ہی آخر شمار پر آدمی کی جان نکلتی ہی پھر اُسکے بعد
اپنے عمل کی جدائی پھر اُسکے بعد قبر مین داخل ہونا - اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضہ نے اپنی
موت سے پہلے بہت ریاضت سخت شروع کی اُنسے کہا گیا کہ آپ محنت نکرین یا اپنے نفس پر کچھ نرمی
کیجیے تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ مین جب گھوڑے چھوٹ کر حد کے قریب پہونچتے ہین تو جتنی
دوڑ اُنمین ہوتی ہی وہ اُسی وقت نکالتے ہین اور جو مدت کہ میری موت کی باقی ہی وہ اس سے
بھی کم ہی غرض کہ مرتے دم تک اُسی طرح عمل کیا کیے اور اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی سواری کس لے
اسلیے کہ جہنم پر اُترنے کی کوئی چیز نہین یعنے اُسپر اُترنے کی چیز اعمال ہی ہونگے تو اُنمین کوشش کر
اور ایک خلیفہ نے اپنے منبر پر یہ کہا کہ ای بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا تمسے ہوسکے اور ایسے
لوگ ہوجاؤ جنکو چیخ سُنائی گئی ہی اور ہوشیار ہوگئے ہون اور جان لیا ہو کہ دنیا ہارا گھر نہین ہی
تو اُسکو آخرت کے عوض مین دے ڈالا ہو اور موت کے لیے تیار ہوجاؤ کہ وہ سر پر کھڑی ہو اور کوچ کی
تیاری کر رکھو وہی بڑا مشکل ہی اور جو عرصہ ایسا ہو کہ گھٹنے سے کم ہوتا ہو اور ساعت مین ڈھجاتا ہو وہ
کمتر مدت ہونے کے لیے زیبا ہی اور جس غائب کو نئے رات دن لیے چلے آتے ہین وہ جلد آنے کا
شایان ہی اور جو آنے والا کہ نہ جانتا ہو کہ فلاح پر اُترا ہوگا یا بدبختی پر وہ عمدہ سامان کرنے کا
مستحق ہی پس اپنے رب کے نزدیک پرہیزگار وہ ہی جو اپنے نفس کی خیرخواہی کرے اور پہلے توبہ کرچکے
اور اپنی شہوت پر غالب ہو اسلیے کہ اُسکی موت کا حال تو اُس سے پوشیدہ اور زیست کی حرص اُسکو
فریب دیتی ہی اور شیطان اُسپر مقرر ہی کہ توبہ کی آرزو دلاتا ہی تاکہ ٹالتا رہے اور گناہون کو اُسکی
نظرون مین جکیتا ہی تاکہ اُنکا مرتکب ہو یہانتک کہ اُسکی موت اُسپر دوڑ آوے اور یہ سب سے
زیادہ اُس سے غافل ہو اور یاد رکھو کہ تم مین اور بہشت اور دوزخ مین صرف موت ہی کا آنا ہی تو بڑا افسوس ہی
اُس غفلت والے کے حال پر جسکی زندگی اُسپر حجت ہو اور اُسکے دن ہی اُسکو بدبختی مین لے ڈالین
خداے تعالیٰ ہمکو اور تمکو ایسے لوگون مین سے کرے جو نعمت سے نہ اِترادین اور نہ کسی گناہ کے باعث
طاعت الٰہی مین قصور کرین اور نہ مرنے کے بعد حسرت اُٹھاوین وہی دعا کا سننے والا ہی اور اُسکے ہاتھ مین
بہتری ہی ہمیشہ کو اور وہی جو چاہتا ہی سو کرتا ہی اور بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین
فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ حَتّٰى جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ فرمایا ہی کہ
فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ سے مراد شہوتون اور لذتون کے باعث ہی اور تَرَبَّصْتُمْ سے غرض یہ ہی کہ توبہ کے لیے انتظار اور
تاخیر کی اور اِرْتَبْتُمْ یعنی شک کیا اور امر اللہ سے موت مراد ہی - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ صبر کرو

اور راہ راست پر رہو کیہ تھوڑے سے دن زندگی کے ہین تم مسافر ٹھہرے ہوئے ہو ایک کی طلبی ہو جاتی ہے اور وہ چلا جاتا ہے اور مڑکر نہین دیکھتا تو یہان سے جو تمھارے سامنے ہے عمدہ چیز لیکر نقل مکان کرو اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ تم سب مہمان ہو اور تمھارا مال عاریت ہے پس مہمان جانے کو ہے اور عاریت جسکی ہے اُسکے پاس جانے والی ہے۔ اور ابو عبیدہ ناجی کہتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے مرض موت مین اُنکے پاس گئے تو اُنھون نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ صاحب تشریف لائے خداے تعالیٰ تمکو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہمکو اور تمکو جنت مین نازل کرے یہ کھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو اور سچا جانو اور تقویٰ اختیار کرو ایسا نہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے نکالو جس شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ اُنکے پاس جو چیز صبح کو آئی اور شام کو چلی گئی کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ نرسل پر نرسل یعنی مکان کسی قسم کا نہین بنوایا بلکہ آپکے لیے علم اونچا کیا گیا اُسی کی طرف آپ مستعد ہوے جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز پر میل کرتے ہو بخدا اگر تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو خداے تعالیٰ رحم کرے اُس بندے پر جو عیش کو ایک ہی عیش یعنی آخرت کی کرے پس ایک ٹکڑا کھالے اور پُرانا پہن لے اور زمین پر لیٹ رہے اور عبادت مین کوشش کرے اور خطا پر رووے اور عذاب سے گریز کرکے رحمت کا خواہان رہے یہان تک کہ اُسکی موت اسی حال پر آوے۔ اور عاصم احول رح کہتے ہین کہ مجسے فضیل رقاشی نے میرے سوال کے جواب مین فرمایا کہ میان صاحب لوگون کی کثرت کے باعث اپنے نفس سے غافل نہونا چاہیے اس لیے کہ معاملہ خاص تمسے ہوگا نہ اُنسے اور یہ نہ کہو کہ وہان ہو آؤن وہان پھر آؤن کہ اس صورت مین دن غت جاتا رہیگا اور موت تمھارے اوپر معین ہے معلوم نہین کسوقت آوے اور جیسے نئی نیکی پُرانے گناہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلد پکڑ لیتی ہے ایسی تمنے کوئی چیز کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

تیسری فصل موت کی شدت اور سختیون مین اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہین اُنکے ذکر مین واضح ہو کہ اگر بندۂ بیچارہ پر کوئی ہول اور عذاب بجز جان کندنی کی سختی کے نہوتا تب بھی سزاوار تھا کہ اُسکا عیش تلخ اور سرور بکدر ہوتا اور سہو و غفلت سے علحدہ رہتا اور بڑی بڑی فکر موت کے باب مین کرکے اُسکی تیاریان بڑی دھوم سے کیا کرتا خصوص ایسی صورت مین کہ وہ ہردم اُسکے درپے ہے چنانچہ بعض حکما فرماتے ہین کہ سختیان تیرے سوا دوسرے کے ہاتھ مین ہین تجکو معلوم نہین کہ تجھ پر کب آگرینگی۔ اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا حال تجکو معلوم نہین کہ کب آویگی تو پہلے اس سے کہ وہ اچانک تجکو آدباوے تو اُسکی تیاری کرلے۔ اور تعجب یہ ہے کہ آدمی اگر بڑی سے بڑی

لذت مین اور عمدہ مجلس تماشے مین ہو اور یہ تصور کرے کہ ابھی ایک سپاہی اگر پانچ لاٹھیان ماریگا تو وہ
لذت خاک مین ملجاویگی اور عیش مین کدورت آجاویگی اور یہ معلوم ہو کہ ملک الموت جان کندنی کی سختیان
عین غفلت کے وقت مین لا ڈالیگا مگر اس سے کچھ عیش مکدر نہین ہوتا اسکا سبب بجز جہالت اور
مغالطے کے اور کیا کہنا چاہیے - اور جسقدر تکلیف کہ جان کندنی مین ہوتی ہو اسکی ماہیت
بجز اس شخص کے کہ اسکو پہنچے اور کسی کو معلوم نہین ہوتی اور جو شخص اسکا مزہ نہین چکھتا وہ دو طرح پر
معلوم کر سکتا ہو یا تو اور دردون پر قیاس کرنے سے جو اسکو ہوئے ہون یا اور لوگون کا حال نزع مین
نہایت کرب پر دیکھنے سے - پس قیاس کی صورت تو یہ ہو کہ جس عضو مین جان نہین ہوتی اسکو
درد معلوم نہین ہوتا اور جب اسمین جان ہوتی ہو تو درد معلوم ہوتا ہو تو معلوم ہوا کہ درد کی معلوم
کرنے والی روح ہو جب کسی عضو مین زخم لگتا ہو یا سوزش ہوتی ہو تو اسکا اثر روح پر پہونچتا ہو
اور جسقدر اثر روح پر پہونچتا ہو اسیقدر اسکو درد ہوتا ہو اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ مین بٹ جاتا ہو
تو روح کو صرف تھوڑا ہی سا صدمہ ہوتا ہو تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح ہی پر ہو اور دوسری
چیز پر نہو تو ظاہر ہو کہ یہ درد نہایت بڑا ہوگا اور جانکنی کے یہی معنی ہین کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہو
اور اسکے تمام اجزا مین وہ پھیل جاتا ہو یہان تک کہ اجزاے روح مین سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی
ہوئی ہو کوئی جز باقی نہین رہتا جسمین درد نہوتا ہو مثلاً اگر آدمی کے کانٹا لگتا ہو تو درد جو اسکو
معلوم اور محسوس ہوتا ہو وہ صرف روح کے اس حصے مین ہو جو اس جگہ ملی ہوئی ہو جہان کانٹا لگا ہو
اور جلنے کی تکلیف اسلیے زیادہ معلوم ہوتی ہو کہ آگ کے اجزا تمام بدن مین گھس جاتے ہین کوئی عضو
ظاہر و باطن ایسا نہین رہتا جسمین آگ نہ لگی ہو تو جو روح کہ ان اجزا مین پھیلی ہوئی ہوتی ہو اسکے اجزا
روحانی ہر ایک جگہ پر صدمہ درد کا سہتے ہین اور زخم تو فقط اسی جگہ ہوتا ہو جہان لوہا وغیرہ لگتا ہو
اسی وجہ سے زخم کی تکلیف جلنے کی نسبت کم ہوتی ہو - اور جانکنی نفس روح پر گرتی ہو اور اسکے
تمام اجزا کو حاوی ہوتی ہو اسلیے کہ ہر ایک رگ و پٹھے مین سے کھینچ کر وہی نکلتی ہو کوئی جز اور جوڑ
اور بال اور کھال سر سے پانون تک باقی نہین رہتی جسمین سے نہ نکالی جاتی ہو تو اسکی تکلیف اور سختی کو
مت پوچھو اسی لیے کہتے ہین کہ موت تلوارون کی ضرب اور آرے سے چیرنے اور مقراض سے کترنے کی
نسبت کر بہت سخت ہو کیونکہ تلوار وغیرہ سے بدن کا کٹنا اسلیے تکلیف دیتا ہو کہ اسمین روح ہوتی ہو تو جب
خاص روح ہی پر صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہوگا - باقی رہا یہ کہ مار وغیرہ کی تکلیف مین آدمی چیختا ہو اور جانکنی مین
فریاد و چیخ کچھ نہین ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہو کہ اول صورت مین دل مین اور زبان مین قوت رہتی ہو

ور دوسری صورت مین موت کی سختی دل اور زبان اور ہر عضو پر چڑھ جاتی ہے اور تمام قوت کو ضائع کر دیتی ہے ہر ایک عضو سست پڑ جاتا ہے قوت فریاد کی باقی نہین چھوڑتی عقل کو جا پریشان کر دیتی ہے اور زبان کو جدا گونگا بنا دیتی ہے اور ہاتھ پاؤن کو ڈھیلا کر دیتی ہے آدمی اسوقت چاہتا ہے کہ اگر بن پڑے تو آہ اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لون مگر نہین ہو سکتا اگر کچھ اسمین قوت رہتی ہے تو جان نکلتے وقت اور اسکے کھنچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے رنگ بدل کر مٹیالا ہو جاتا ہے گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اُس سے ظاہر ہوئی تمام رگین کھنچتی ہین اسلیے کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے یہان تک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر کو چڑھ جاتے ہین اور ہونٹ سکڑ جاتے ہین زبان جڑ کی جانب کو کھنچ جاتی ہے خصیے اوپر کی طرف کو ہو جاتے ہین انگلیان سبز پڑ جاتی ہین تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جسکی ہر ایک رگ تنتی ہو ؏

کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسم ناتوان کی ‎ ‎ رگ رگ مین نیش غم ہے کہیے کہان کہان کی

اگر ایک رگ کھنچتی ہوتی تو اُسکا درد بہت ہوتا جب ساری جان ہی نکلتی ہے اور وہ بھی ایک رگ سے نہین بلکہ تمام رگون سے تو اُسکی تکلیف کیونکر زیادہ ہوگی ؏

ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے ‎ ‎ کہ از دہانش برون میکنند دندانے
قیاس کن کہ چہ حالت بود دران ساعت ‎ ‎ کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے

پھر ہر ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہے اول دونون پاؤن ٹھنڈے ہوتے ہین پھر پنڈلیان پھر رانین اور ہر ایک عضو مین نئی سختی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہے یہان تک کہ نوبت گلے کی پہونچتی ہے اُسوقت اُسکی نظر دنیا سے اور اُسکے باشندون سے علحدہ ہوتی ہے اور دروازہ توبہ کا اُسپر بند ہو جاتا ہے اور حسرت و ندامت اُسپر چھا جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تقبل توبۃ العبد مالم یغرغر اور حضرت مجاہد رح اس آیت کی تفسیر مین فرماتے ہین ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الان کہ مراد وہ وقت ہے کہ ملک الموت نظر آوے اور فرشتے سوجھائی دین غرض کہ تلخی موت کا مزہ اور اُسکی سختی شدت جانکنی کے وقت قابل بیان نہین اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللھم ھون علی محمد سکرات الموت اور آدمی جو اس مصیبت سے پناہ نہین مانگتے اور اُسکو برا نہین جانتے اُسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہین اسلیے کہ چیزون کا حال ہونے سے پہلے نور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہے اور یہین وجہ انبیا اور اولیا موت سے بہت خوف

رکھتے تھے یہان تک حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حوارئین خداے تعالی سے دعا مانگو کہ مجھ پر موت کی سختی کو آسان فرماوے اسلیئے کہ مین موت سے اتنا ڈرتا ہون کہ اُسکے خوف کے مارے مرا جاتا ہون اور روایت ہی کہ چند لوگ بنی اسرائیل مین سے ایک قبرستان پر گذرے اور آپسمین کہا کہ آؤ دعا مانگین کہ ان قبرون مین سے ایک شخص نکلے اور اُس سے کچھ پوچھین لوگون نے دعا کی دیکھا تو ایک شخص اُٹھا جسکی آنکھون کے درمیان مین سجدے کا نشان تھا اور ایک قبر مین سے نکل کر آیا تھا اُسنے پوچھا کہ لوگو تمھاری کیا غرض مجھسے ہی مجکو پچاس برس ہوے کہ موت کو چکھا ہی ابھی تک اُسکی تلخی میرے منھہ سے نہین گئی۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین ح کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھکر کسی کی موت کی آسانی پر مجھے غبطہ نہین ہوتا۔ اور روایت ہی ع کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ الٰہی تو جان کو پٹھے اور ہڈیون اور اُنگلیون مین سے لیتا ہی تو میرے اوپر موت کو آسان فرما۔ اور حضرت حسن رحمہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا درد اور گلے مین رُکنا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا ع کہ اسکی تکلیف تین سو چوٹ تلوار کی برابر ہی اور آپ سے جو شدت موت کا حال پوچھا گیا ع تو فرمایا کہ آسان سی آسان موت ایسی ہی جیسے اُنہین گوکھرو ہو کہ جب وہ اُسمین سے نکلتا ہی تو بدون اُنکے نہین نکلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا ح کہ جو اسپر گذرتا ہی مجھے معلوم ہی کوئی رگ اسکی ایسی نہین جسکو موت کی تکلیف علحدہ نہو۔ اور حضرت علی رضہ لوگون کو لڑائی پر ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم قتل نہوگے تب بھی مروگے قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی ہزار تلوارون کی ضرب مجھپر بستر پر مرنے کی نسبت کہ آسان ہین۔ اور اوزاعی رح فرماتے ہین کہ ہمکو تحقیق معلوم ہوا ہی کہ مُردے کو مرنے کا درد قبر سے دوبارہ اُٹھنے تک رہا کرتا ہی۔ اور شداد بن اوس رح فرماتے ہین کہ کوئی خوف ایماندار پر دنیا اور آخرت مین موت سے بڑھکر نہین اور وہ آرون سے چیرنے اور مقراضون سے کترنے اور ہنڈیون مین اوبالنے کی نسبت کہ زیادہ ہی اور اگر بالفرض مُردہ زندہ ہوکر دنیا والون کو موت کی تکلیف سُنا دے تو وہ اپنی زندگی سے نفع نہ اٹھاوین نہ خواب سے راحت پاوین۔ اور زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ جب مومن کو کچھ درجات باقی رہتے ہین کہ عمل کے باعث اُنپر نہین پہونچ سکا تو اُسپر موت سخت کردی جاتی ہی تاکہ اُسکی جہت سے اپنا درجہ جنت مین حاصل کرے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہی کہ جسکا بدلہ نہین دیا جانے کا تو اُسپر موت مین آسانی کردی جاتی ہی تاکہ عوض اپنی نیکی کا پاکر کھرا دوزخ مین چلا دے اور بعض اکابر سے مروی ہی کہ اکثر مریضون کے پاس جاکر پوچھا کرتے کہ تم موت کو کیسے پاتے ہو جب خود مرض موت مین مبتلا ہوے تو لوگون نے اُنسے پوچھا کہ تمھین موت کیسی معلوم ہوتی ہی کہا کہ

ح
... بیہقی ...
ع ابن ابی الدنیا
بروایت ...
سلیمان ...
... مرسل ...
ح ابن ابی الدنیا
روایت ...
ح ابن ابی الدنیا
... مرسل
ابن ...
ع ابن ابی الدنیا
بروایت ...

کہ یون معلوم ہوتا ہی کہ آسمان زمین سے آملا ہی اور میری روح ایک سوئی کے ناکے سے نکلتی ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَوْتُ الْفُجَاءَةِ رَاحَةٌ لِلْمُؤْمِنِ وَاَسَفٌ عَلَى الْفَاجِرِ اور حضرت مکحول سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال مُردے کے بالون مین سے آسمان اور زمین کے باشندے پر رکھدیا جاوے تو خدا ے تعالی کے حکم سے سب مرجاوین اسلیے کہ ہر بال مین موت ہی اور جس چیز پر موت آتی ہی وہ مرجاتی ہی- اور روایت ہی کہ اگر ایک قطرہ موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑون پر رکھ دیا جاوے تو گل جاوین- اور روایت ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وفات پائی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے خلیل تونے موت کو کیسا پایا حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ جیسے گرم سیخ تر روئی مین کی جاوے اور پھر اسکو کھینچا جاوے حکم ہوا کہ ہمنے تیرے اوپر موت مین آسانی فرمائی ہی- اور روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کی روح جب اللہ تعالی کے پاس گئی تو خدا ے تعالی نے پوچھا کہ تو نے موت کو کیسا پایا عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو دیگچی مین چھوڑدین کہ نہ تو مرتی ہی کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہی کہ اُڑ جاوے اور ایک روایت مین یون ہی کہ اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکری کی کھال قصاب کے ہاتھ سے اُترے اور روایت صحیح ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ مین پانی وفات شریف کے وقت رکھا ہوا تھا آپ اُسمین ہاتھ ڈال کر اپنے مُنھ پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيَّ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ اور حضرت فاطمہ رضہ فرماتی تھین کہ باباجان آہ پر کتنی سختی ہی اور آپ جواب مین فرماتے تھے کہ آج کے بعد پھر تیرے باپ پر سختی نہین ہی- اور حضرت عمر رضہ نے حضرت کعب احبار رضہ سے فرمایا کہ کچھ موت کا حال بیان کرو اُنھون نے فرمایا کہ موت کا حال ایسا ہی جیسے کانٹے دار شاخ کسی آدمی کے اندر گھُسیڑ دی جاوے اور ہر ایک کانٹا اُسکی ساری رگون مین چُبھ جاوے اور پھر اُس شاخ کو کوئی بڑا زبردست پکڑ کر کھینچے کہ جو ہاتھ مین آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ موت کی سختی کھینچتا ہی اور اُسکے جوڑ ایک دوسرے پر سلام کرکے کہتے ہین کہ لو اب ہم تم قیامت تک جدا ہوتے ہین تو یہ حال موت کی سختیون کا اللہ تعالی کے اولیا اور دوستون پر ہی اور ہم لوگ جو گناہون مین ڈوبے ہین ہمارا کیا حال ہونا ہی ہمارے اوپر تو موت کے سکرات کے سوا اور مصیبتین بھی آوینگی اسلیے کہ موت کی مصیبتین تین ہین اول جانکنی کی سختی جسکا ذکر اوپر ہوا دوم مصیبت ملک الموت کی صورت دیکھنے کی ہی اور اُس سے خوف اور دہشت کا دل پر آنا اسکی صورت ایسی ہی کہ اگر سب سے زیادہ توانا اور زور آور آدمی ملک الموت کی

صورت دیکھے جس سے کہ وہ گناہگارون کی جان نکالتا ہو تو اُسکو تاب دیکھنے کی نہو حضرت ابراہیم
علیہ السلام سے مروی ہو کہ آپ نے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تجسے ہو سکتا ہو کہ مجکو وہ صورت دکھاؤ
جسمین تم بدکار کی روح قبض کرتے ہو اُنھون نے عرض کیا کہ مین دکھا سکتا ہون مگر تمکو تاب نہوگی
آپ نے فرمایا کہ تاب کیون نہوگی ملک الموت نے کہا کہ تو مُنھ پھیریے جب آپ نے مُنھ پھیرا اور پھر کر دوبارہ
اُنکی طرف دیکھا تو دیکھا ایک سیاہ آدمی بال کھڑے ہوسے بدبودار کالے کپڑون والا کھڑا ہو اور اُسکے
مُنھ اور نتھنون مین سے آگ کی لپٹ اور دھوان نکلتا ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا پھر
جو ہوش مین آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کے وقت
بجز تمھارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہو تو اُسکو یہی کافی ہو اور حضرت ابوہریرہ رضہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام مرد غیرت والے تھے جب باہر جاتے
تو دروازے بند کر جاتے ایک روز دروازہ بند کر کے باہر گئے اُنکی بی بی نے جو گھر مین جھانکا تو دیکھا
کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہو اُنھون نے کہا کہ اس آدمی کو یہان کون لایا ہو اگر داؤد علیہ السلام آوینگے
تو اسکے سر پر بلا آویگی جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اُس شخص کو دیکھا تو پوچھا
کہ تو کون ہو اُسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ نہ بادشاہون سے ڈرون نہ دربانون سے رکون آپ نے
فرمایا کہ تو معلوم ہوتا ہو کہ تم ملک الموت ہو یہ کہکر حضرت داؤد علیہ السلام کمل مین چھپ گئے اور
روایت ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک کھوپری پر گذرے اور اُسمین ٹھوکر ماری اور فرمایا
کہ خدا کے حکم سے بول اُسنے عرض کیا کہ اے روح اللہ مین فلانے وقت کا بادشاہ ہون جسوقت کہ مین
تاج سر پر رکھے بیٹھا تھا اور میرے تخت کے گرد میرے نوکر چاکر سب موجود تھے یکایک مجکو ملک الموت
نظر پڑا اُسکے دیکھتے ہی میرے جوڑ سب ڈھیلے ہو گئے پھر میری جان اُسکی طرف نکل پڑی پس
کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت تتر بتر ہوتی اور وہ انس والفت وحشت ونفرت سے بدل جاتی غرض کہ
یہ مصیبت گناہگارون کو بھگتنی پڑتی ہو اور اطاعت کرنے والے اُس سے محفوظ رہتے ہین اور
انبیا علیہم السلام نے صرف شدت جان کنی کی بیان کی ہو وہ خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے
ہوتا ہو اُسکو بیان نہین فرمایا اگر آدمی اُسکو خواب مین بھی دیکھ لے تو باقی عمر عیش تلخ ہو جاوے
تو جو اُس حال مین اُسکو دیکھتے ہونگے اُنکا کیا حال ہوتا ہوگا اور مطیع آدمی اُسکو نہایت حسین اور
شکیل صورت مین دیکھتا ہو چنانچہ حضرت عکرمہ رضہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کرتے ہین
کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرد غیرت والے تھے اُنکا ایک حجرہ تھا جسمین عبادت کیا کرتے جب

باہر جاتے تو اسکو بند کر جاتے ایک روز جو لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہی آپ نے
پوچھا کہ تجکو میرے گھر مین کسنے داخل کیا اُسنے کہا کہ گھر کے مالک نے فرمایا کہ گھر تو میرا ہی اُسنے کہا کہ
مجھے اُسنے بھیجا ہی جو مجسے اور تجسے دونون سے زیادہ مالک ہی آپ نے پوچھا کہ تو فرشتون مین سے
کون ہی اُسنے عرض کیا کہ مین ملک الموت ہون آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی روح
نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو اُسنے عرض کیا کہ ہان ذرا منھ پھیر لو آپ نے منھ پھیر لیا پھر
جو مڑکر دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا راوی نے اُسکے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو بیان کی ہی
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر مومن کو صرف تیرا ہی دیدار ہو جاوے اور کچھ
ثواب وغیرہ نہ ملے تب بھی اُسکو کافی ہی اور اسی مین شامل ہی دو فرشتون کا تابان کا دیکھنا حضرت
وہیب رح فرماتے ہین کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہی کہ جو مُردہ مرتا ہی تو اُسکے سامنے دو فرشتے اُسکے عمل کے
لکھنے والے ظاہر ہوتے ہین پس اگر وہ شخص مطیع ہوتا ہی تو اُس سے کہتے ہین کہ خدا ے تعالے
ہماری طرف سے تجکو جزاے خیر دے بہت سی اچھی مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور بہت سے نیک
کامون مین ہمکو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہی تو یون کہتے ہین کہ خدا ے تعالی تجکو ہماری طرف سے خیر کا
بدلہ نہ دے کہ بہت سی بُری مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور بُرے کامون مین ہمکو حاضر کیا اور بُری باتین
سنوائین خدا تجکو جزاے خیر نہ دے اور یہ ماجرا اُسوقت ہوتا ہی جبکہ مُردہ کی آنکھ اُنپر پڑتی ہی اور پھر کبھی
دنیا کی طرف نہین پھرتا تیسری مصیبت یہ ہی کہ گناہگارون کو اُنکا ٹھکانا دوزخ سے نظر پڑتا ہی اور دیکھنے سے
پہلے ہی ڈرتے ہین اسلیے کہ حالت جان کنی مین اُنکے قوی سُست ہو جاتے ہین اور جانین نکلنے کے لیے
منقاد ہوتی ہین مگر اُنکی روحین جب تک ملک الموت کا ایک نغمہ نہین سن لیتین تب تک نہین نکلتین
اُسکے نغمے دو ہین ایک تو یہ کہ اے دشمن خدا تو دوزخ کی خوشخبری سن اور ایک یہ کہ اے ولی اللہ تو بہشت
کی خبر خوش سن اہل عقل کا خوف اسی سے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے
کوئی دنیا مین سے ہرگز نہ نکلیگا جب تک کہ اپنا ٹھکانا نہ جان لے اور جب تک جنت یا دوزخ مین
نہ دیکھ لے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ
وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ لوگون نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو برا جانتے ہین
آپ نے فرمایا کہ اُس سے یہ مراد نہین بلکہ یہ غرض ہی کہ مومن پر جو چیز آنے والی ہی اگر آسان کر دی جاتی ہی
تو اللہ تعالی کے ملنے کو محبوب جانتا ہی اور اللہ تعالی اُسکے ملنے کو محبوب جانتا ہی۔ اور روایت ہی
کہ حذیفہ بن الیمان رض نے آخر شب اپنی جانکنی کی حالت مین حضرت ابن مسعود رض سے فرمایا کہ اُٹھ کر دیکھو کیا وقت ہی

وہ اُٹھ کر دیکھ آئے اور فرمایا کہ لال تارا نکل چکا ہے حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ مین پناہ مانگتا ہون خدا سے تعالی سے کہ صبح کو دوزخ مین جاؤن - اور مروان حضرت ابو ہریرہ رض کے پاس نزع کے وقت مین گیا اور کہا کہ الٰہی اُسپر آسانی کر آپ نے فرمایا کہ الٰہی سختی کر پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین اس وجہ سے نہین روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمھاری جدائی کا رنج ہے مگر مین اپنے رب کی طرف سے دو خبرون مین سے ایک پر نظر کر رہا ہون خواہ جنت کا ہو یا دوزخ کا اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلان بندے کے پاس جا اور اُسکی روح میرے پاس لا تا کہ مین اُسکو راحت دون اُسکے عمل سے مجھے یہی بس ہے کہ مین نے اُسکا امتحان کیا تو جیسا مین چاہتا تھا اُسکو ویسا پایا پس ملک الموت مع پانسو فرشتون کے اُس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتون کے پاس پھولون کی چھڑیان اور زعفران کی شاخین ہوتی ہین ہر فرشتہ اُسکو نئی ہی بشارت سناتا ہے اور اُسکی روح کے نکلنے کے لیے فرشتے دو صفون مین گلدستے لیے کھڑے ہو جاتے ہین جب اُنکو شیطان دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر چیخین اور دھاڑین مارتا ہے اُسکا لشکر اُس سے پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تمکو کیا نہین سوجھتا ہے مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے تم کہان تھے کہ اُسکی خبر نہ لی لشکری کہتے ہین کہ ہمنے تو بہت ہاتھ پانون مارے مگر وہ بچ گیا - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ایماندار کو راحت بجز دیدار الٰہی کے نہین اور جسکی راحت خدا سے تعالی کے ملنے مین ہوتی ہے تو موت کا دن اُسکے لیے سرور اور فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے **شعر**

عروسی بود نوبت ماتمت	اگر نیک روزی بود خاتمت

اور کسی نے جابر بن زید رح سے موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ حسن بصری کو دیکھنا چاہتا ہون جب وہ اُنکے پاس تشریف لیگئے تو لوگون نے کہا کہ حضرت حسن بصری رح موجود ہین اُنھون نے آنکھ اُٹھا کر اُنکی طرف دیکھا اور کہا کہ اے بھائی اب ہم تم سے جدا ہو کر جنت یا دوزخ کی طرف جاتے ہین - اور محمد بن واسع رح نے موت کے وقت فرمایا کہ بھائیو السلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے مگر اُس صورت مین کہ خدا سے تعالی مجھسے درگذر فرما دے اور بعض اکابر نے تمنا کی کہ ہمیشہ جانکنی مین ہین ثواب کے لیے اُٹھین نہ عذاب کے لیے غرض کہ خاتمہ کے برا ہونے کے خوف نے عارفون کے دل کے ٹکڑے کر دیے ہین اور واقع مین موت کے وقت یہ سخت مصیبت ہے اور خاتمے کے برا ہونے کا حال اور اُس سے عارفون کا شدت سے خائف رہنا ہم باب شدت رجا مین لکھ آئے ہین اور وہ اس جگہ کے لائق ہے مگر دوبارہ لکھنے ہم طول نہین کرتے اب اُن حالات کو سننا چاہیے جو موت کے وقت مردے کے حق مین سخت ہین واضح ہو کہ بہتر صورت

مرنے کے وقت آدمی کے لیے یہ ہو کہ ساکن ہو اور اسکی زبان کلمۂ شہادت سے گویا اور دل خدا تعالے سے
حُسن ظن رکھتا ہو صورت کا حال یہ ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میت کے واسطے
تین باتون مین توقع بہتری کی جانو ایک یہ کہ اسکی پیشانی پر عرق ہو دوم آنکھین آنسوون سے تر ہون
سوم لب خشک ہون یہ علامتین خدا تعالی کی رحمت کی ہین جو اسپر اتری ہین اور اگر گلا گھونٹے
ہوے کی طرح خراٹا لے اور رنگ سرخ ہو اور لب مٹیالے ہون تو یہ علامتین خدا تعالی کے عذاب کی ہین
جو اسپر نازل ہوا۔ اور زبان سے کلمۂ شہادت کا نکلنا خیر کی علامت ہو حضرت ابوسعید خدری رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور حضرت حذیفہ کی
روایت مین اسکے بعد یہ ہو فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین کہ آپ نے
فرمایا مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اور عبداللہ کی روایت مین یعلم کی جگہ یشہد ہو
اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اسکو کلمۂ طیبہ تعلیم کرو اسلیے کہ
جس بندے کا خاتمہ اس کلمہ پر ہوگا وہ اسکا توشہ جنت کے لیے ہوگا۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ
اپنے مردون کے پاس جاؤ اور انکو نصیحت کرو اور کلمۂ طیبہ کی تعلیم کرو اسلیے کہ وہ دیکھتے ہین جو تم نہین
دیکھتے اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے
کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اسکے دل کو دیکھا تو اسمین کچھ نہ پایا پھر اسکے جبڑے جدا کیے تو
دیکھا کہ اسکی زبان کی نوک تالو مین لگی ہوئی ہو اور وہ کلمۂ طیبہ کہ رہا ہو پس اسی کی بدولت اسکی مغفرت
ہوئی اور تعلیم کرنے والے کو چاہیے کہ تعلیم مین اصرار نہ کرے بلکہ نرمی سے کہے اسلیے کہ بعض اوقات
مریض کی زبان بولنے پر یاری نہین دیتی اسوقت اسپر یہ امر گران گذرتا ہو اور آخر کو تعلیم کو گران
جاننے لگتا ہو اور کلمے کو برا سمجھتا ہو اس سے خوف ہو کہ کہین خاتمہ برا نہو جاوے اور معنی اس کلمے کے
یہ ہین کہ آدمی مرے اور اسکے دل مین کوئی چیز خدا تعالی کے سوا نہو پس جس صورت مین کہ اسکا
مطلوب سواے واحد برحق کے اور کچھ نہ رہیگا تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آنا اسکے
حق مین نہایت راحت کی بات ہوگی اور اگر دل دنیا مین مشغول اور اسکی طرف التفات رکھنے والا اسکی
لذتون پر متاسف ہوگا اور کلمہ اسکی زبان ہی پر ہوگا دل مین اسکا ثبوت نہوگا تو معاملہ خطر مین پڑ جائیگا
کہ خدا چاہے تو راحت دے چاہے نہ دے اسلیے کہ صرف حرکت زبان کی کم فائدہ کرتی ہو مگر یہ کہ خدا تعالی
اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ اور حُسن ظن کا حال یہ ہو کہ وہ بھی اسوقت مین مستحب ہو اور اسکا حال
ہم باب الرجا مین لکھ آئے احادیث مین حسن ظن کی فضیلت آئی ہو واثلہ بن الاسقع رض ایک بیمار کے پاس گئے

اور پوچھا کہ بتاؤ خداے تعالی سے کیا گمان رکھتے ہو اُسنے کہا کہ میرے گناہون نے تو مجکو ڈبو دیا ہی
اور ہلاک کے کنارے لگا دیا ہی مگر مین اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہون یہ سنکر واثلہ رضہ نے
اللہ اکبر کہا اور سب گھر والون نے اُنکے ساتھ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے گمان کے پاس ہون تو وہ جو چاہے
مجھ پر گمان کر لے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک جوان پہ نزع کی حالت مین داخل ہوے اور فرمایا
کہ تو اپنے آپ کو کیسا جانتا ہی اُسنے عرض کیا کہ مین خداے تعالی سے توقع رکھتا ہون اور اپنے
گناہون سے ڈرتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہ دونون باتین ایسے وقت مین جس بندے کے دل مین اکٹھی
ہوتی ہین اللہ تعالی اُسکو وہی دیتا ہی جو وہ توقع رکھتا ہی اور خوف سے اُسکو مامون رکھتا ہی - اور ثابت بنانی
فرماتے ہین کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اُسکی مان اُسکو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک روز
آنا ہی وہ دن یاد کر جب اُسپر موت آئی تو اُسکی مان اُسپر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا مین تجکو اسی پچھاڑ کھانے
سے ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ تیرے اوپر ایک دن آنا ہی اُسنے کہا کہ اے مادر مشفقہ میرا رب بہت احسان
کرنے والا ہی مجھے توقع ہی کہ آج بھی کسی قدر احسان سے مجکو محروم نہ فرماویگا راوی کہتے ہین کہ خداے
تعالی نے اُس شخص پر حسن ظن کے باعث رحم فرمایا - اور جابر بن وداعہ کہتے ہین کہ ایک جوان کو کبر تھا
جب وہ مرنے لگا تو اُسکی مان نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کرتا ہی اُسنے کہا کہ ہان میری انگوٹھی مت نکالیو
کہ اُسمین خداے تعالی کا نام ہی شاید خداے تعالی مجھ پر رحم کرے جب وہ دفن ہوا تو خواب مین کسی نے
اُسکو دیکھا اُسنے کہا کہ میری مان سے کہ دیجیو کہ مجکو کلمہ نے فائدہ کیا اور خداے تعالی نے مغفرت فرمائی
اور ایک اعرابی بیمار ہوا لوگون نے اُس سے کہا کہ تو مر جاویگا اُسنے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہان
لیجاوینگے لوگون نے کہا کہ اللہ تعالی کے پاس اُسنے کہا کہ اُسکے پاس جانے کو مین برا نہین جانتا وہ تو
ہمیشہ میرے ساتھ سلوک ہی کرتا رہا ہی - اور معتمر بن سلیمان کہتے ہین کہ میرا باپ جب مرنے لگا تو مجھ سے
فرمایا کہ میرے سامنے معاملے کی آسانی کا مذکور کرو تاکہ مین خداے تعالی سے حسن ظن کے ساتھ ملون - اور اکابر
سلف مستحب جانتے تھے کہ موت کے وقت بندے کے سامنے ذکر اُسکے عمل کی خوبیون کا کیا جاوے تاکہ وہ رب سے حسن ظن کرے

فائدہ اُن حکایتون کے باب مین جو زبان حال سے وہ حسرت ظاہر کرتی ہین جو بندہ کو ملک الموت کی
ملاقات کے وقت ہوتی ہی اشعث بن اسلم رح فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے
پوچھا جسکا نام عزرائیل ہی اور اُسکی دو آنکھین ہین ایک چہرے مین اور ایک گُدی مین کہ اے ملک الموت
جب کوئی جان پورب مین ہو اور کوئی پچھم مین ہو یا کسی جگہ وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپسمین لڑتے ہون

تو تم ایسی صورتون مین کیا کرتے ہو ملک الموت نے کہا کہ مین روحون کو خدائے تعالی کے حکم سے پکارتا ہون وہ میری ان دونون انگلیون مین ہو جاتی ہین اور راوی کہتے ہین کہ زمین ملک الموت کے سامنے مثل طشت کے پھیلی ہوئی ہے جسکو چاہتا ہو اُسمین سے لے لیتا ہے اور کہتے ہین کہ ملک الموت حضرت ابراہیم کو بشارت دینے تھے کہ آپ اللہ تعالی کے خلیل ہین اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا بات ہو کہ تم لوگون مین عدل نہین کرتے ایک کو لیتے ہو اور ایک کو چھوڑ دیتے ہو اُسنے عرض کیا کہ اس بات کو مین آپ سے زیادہ نہین جانتا مجکو نوشتے ملجاتے ہین کہ اُنمین نام مُردون کے ہوتے ہین۔ اور وہب بن منبہ رح کہتے ہین کہ ایک بادشاہ تھا اُسنے کسی جگہ جانے کو سواری کی تیاری کی اول کپڑے منگائے وہ اچھے نہ معلوم ہوسے دوسرا جوڑا منگایا یہان تک کہ سب مین عمدہ جوڑا پہنا اسی طرح پھر سواریان منگاتا گیا اور جو سب سے عمدہ سواری تھی اُسپر سوار ہوا پھر شیطان نے آکر اُسکے نتھنون مین پھونکدیا اور غرور سے بھر دیا پھر وہ مع اپنے لشکر کے چلا اور غرور کے مارے لوگون کی طرف نہین دیکھتا تھا اتنے مین اُسکے پاس ایک آدمی پُرانی صورت کا آیا اور اُسکو سلام کیا اُسنے سلام کا جواب نہ دیا اُس شخص نے گھوڑے کی باگ پکڑلی بادشاہ نے کہا کہ باگ چھوڑ دے تو نے بڑی گستاخی کی اُسنے کہا کہ مجکو تجسے ایک کام ہو اُسنے کہا کہ جب تک مین اُترون اسقدر ٹھہر جا اُسنے کہا کہ نہین ابھی ضرورت ہو اور باگ کو خوب دبایا بادشاہ نے کہا کہ اچھا کہہ کیا کہتا ہو اُسنے کہا کہ وہ راز کی بات ہو بادشاہ نے اپنا سر جھکا دیا اُسنے کان مین آہستہ سے کہدیا کہ مین ملک الموت ہون بادشاہ کا رنگ فق ہوگیا زبان لڑکھڑانے لگی اور کہا کہ مجھے اتنی مہلت دے کہ مین اپنے گھر جا کر اپنی حاجت پوری کرلون اور گھر والون سے رخصت ہولون اُسنے کہا کہ اب مہلت نہین اپنے گھر اور اسباب کو اب کبھی دیکھنا نصیب نہوگا یہ کہکر اُسکی روح قبض کرلی بادشاہ لکڑی کے کُندے کی طرح گر پڑا پھر ملک الموت آگے بڑھا اور ایک ایماندار بندے سے ملا اُسکو سلام کیا اُسنے سلام کا جواب دیا ملک الموت نے کہا کہ مجکو تجسے کچھ کان مین کہنا ہو اُسنے کہا بہت بہتر اُسنے آہستہ سے کان مین کہدیا کہ مین ملک الموت ہون اُسنے کہا کہ بہت خوب کیا آپ تشریف لائے مجھے مدت سے انتظار تھا روے زمین پر کوئی چیز غائب ایسی نہین کہ مجھے تجسے زیادہ اُسکی ملاقات کا شوق ہو ملک الموت نے کہا کہ اپنی حاجت پوری کرلے جسکے لیے گھر سے نکلا ہو اُسنے کہا کہ مجکو خدائے تعالی کے ملنے سے زیادہ اور محبوب تر دوسرا کوئی کام نہین ملک الموت نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیے کوئی حالت پسند کرلے کیسے حال مین تیری جان قبض کرون

اُسنے پوچھا کہ یہ بات تم کرسکتے ہو کہا کہ ہان مجکو یہی حکم ہے اُسنے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ مین وضو
کرکے نماز پڑھون جسوقت سجدے مین ہون اُسوقت میری جان نکال لینا ملک الموت نے
ایسا ہی کیا۔ اور بکر بن عبد اللہ مزنی کہتے ہین کہ ایک شخص نے بنی اسرائیل مین سے بہت سامان
جمع کیا جب مرنے لگا اپنے لڑکون سے کہا کہ مجکو میرے مال کے اقسام دکھاؤ اُسکے سامنے گھوڑے
اور اونٹ اور غلام اور دوسری اشیا کردی گئین جب اُسنے ان مالون کو دیکھا تو اُنپر حسرت کرکے
رویا ملک الموت نے جو اُسکو روتے دیکھا تو کہا کہ روتا کیون ہے قسم ہے اُس ذات کی جسنے مجکو یہ
دیا ہے مین تیرے گھر سے بدون تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کیے نہ نکلونگا اُسنے کہا کہ
تو اتنی مہلت دے کہ مین انکو دے ڈالون اُسنے کہا کہ یہ نہین ہوگا اب مہلت دور گئی موت سے
پیشتر کیون نہ دے دیا یہ کہکر اُسکی روح قبض کرلی۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے مال جمع کیا تھا
اور کوئی قسم مال کی جمع کرنے سے نہ چھوڑی تھی اور ایک مکان عمدہ بناکر اُسمین دو دروازے مضبوط
لگائے تھے اور اُسپر اپنے غلامون کا پہرہ بٹھایا تھا پھر اُسنے اپنے یگانون کو اکٹھا کیا اور اُنکے لیے
کھانا منگوایا اور اپنے تخت پر پانون پر پانون رکھکر بیٹھ گیا اور وہ کھاتے رہے جب کھا چکے تو اپنے نفس سے
کہا کہ اے نفس اب تو کچھ برسون مزے اُڑا کہ مین نے تیرے لیے اتنا جمع کیا ہے کہ بس کرگیا ابھی اُس
کلام کو ختم نہ کرچکا تھا کہ اُسکے پاس ملک الموت فقیرون کے بھیس مین پرانے کپڑے پہنے اور گلے مین
جھولی ڈالے آیا اور کواڑون کو ایسے زور سے کھڑکھڑایا کہ وہ اپنے بستر پر ڈر گیا نوکر جاکر اُس فقیر کے
دوڑ پڑے کہ تجھے کیا ہوا ہے اُسنے کہا کہ اپنے آقا کو ذرا میرے پاس بلا لاؤ اُنھون نے کہا کہ ہمارا آقا
تجھ جیسے کی خاطر نکلیگا اُسنے کہا کہ ہان اُنھون نے جاکر ماجرا آقا سے کہا اُسنے کہا کہ تمنے اُسکی خدمت
نکی فقیر نے دوبارہ دروازے کو پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ زور سے کھٹکھٹایا پہرہ دار اُسکی طرف دوڑے
اُسنے کہا کہ اپنے آقا سے کہدو کہ مین ملک الموت ہون جب یہ سنا تو نوکرون پر رعب چھا گیا اور آقا پر ذلت
اور خشوع آپڑی کہنے لگا کہ اُس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ اُسکے عوض مین کسی اور کو لینا منظور ہے
ملک الموت اُسکے سامنے گھس گیا اور کہا کہ اپنے مال مین جو کرنا ہو سو کرلے کہ مین تیرے گھر سے جبھی نکلونگا جب
تیری جان نکال لونگا اُسنے اپنا مال سامنے رکھوایا اور دیکھ کر کہا کہ اے مال خدا تجکو لعنت کرے تو نے ہی مجکو
میرے رب کی عبادت سے روکا اور اُس سے تخلیہ نہ کرنے دیا اللہ تعالیٰ نے مال کو گویا کردیا اُسنے جواب دیا
تو مجھے کیون [illegible] کہتا ہے تو خود مجکو بادشاہون کے پاس لیجاتا تھا اور مفلسون کو اپنے دروازے سے
ہٹا دیا کرتا تھا۔ اور طرح طرح کے مزے مجھسے اڑاتا تھا اور بادشاہون کی مجلسون مین بیٹھتا تھا

اور بُری راہ مین اُٹھایا کرتا تھا تو مین تجھے نہین بچا سکتا اگر تو مجھے خیر مین خرچ کیا کرتا تو البتہ تیرے کام آتا ہی آدمی تو مٹی سے پیدا ہوا ہی چاہے نیکی کر چاہے گناہ پھر ملک الموت نے اُسکی روح قبض کر لی وہ گر پڑا - اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ ملک الموت نے کسی بڑے بادشاہ جابر کی روح قبض کی کہ زمین پر اُس جیسا کوئی نہ تھا جب وہ اُسکی روح کو لیکر آسمان کو گئے تو اُنسے فرشتون نے پوچھا کہ جن لوگون کی تمنے جان نکالی ہی اُنمین سب سے زیادہ کس پر تمکو ترس آیا ہی ملک الموت نے کہا کہ مجکو حکم ایک عورت کی جان نکالنے کا ایک جنگل مین ہوا تھا مین جب اُسکے پاس آیا تو دیکھا کہ اُسکے اُسی وقت لڑکا ہوا تھا تو مجھے اُسپر رحم آیا کہ تنہا ہی اور سفر مین مرتی ہی اور اُسکے لڑکے پر ترس آیا کہ یہ چھوٹا بچہ جنگل مین رہیگا اور اسکا کوئی خبر گیران نہین ہی فرشتون نے کہا کہ وہ بادشاہ جسکی روح تم اب قبض کر لائے ہو وہی لڑکا ہی جسپر تمکو رحم آیا تھا ملک الموت نے کہا سبحان اللہ جسپر چاہے لطف فرماوے - عطاء بن یسار کہتے ہین کہ جب شعبان کی بیچ کی رات ہوتی ہی تو ملک الموت کو ایک نوشتہ ملتا ہی اور کہدیا جاتا ہی کہ جو لوگ اسمین مندرج ہین اُنکی روح اس سال مین قبض کرو پس آدمی درخت لگاتا ہی اور شادی کرتا ہی اور عمارت بناتا ہی حالانکہ نام اُسکا اُس نوشتے مین ہوتا ہی اور اُسکو خبر نہین ہوتی - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ملک الموت ہر روز ہر ایک گھر مین تین بار تجسس کرتا ہی جس شخص کو جانتا ہی کہ اُسکا رزق پورا ہو چکا اور دن گذر چکے اُسکی روح قبض کر لیتا ہی پس جب روح قبض کرتا ہی تو اُسکے گھر والے رونے چلانے لگتے ہین ملک الموت دروازے کے بازو پکڑ کر کہتا ہی کہ بخدا مین نے نہ اُسکی روزی کھائی نہ اسکی عمر تباہ کی نہ کچھ دن اسکے گھٹائے اور مین تو تم مین اسی طرح آتا رہونگا یہان تک کہ تم مین سے کسی کو نہ چھوڑونگا راوی فرماتے ہین کہ بخدا اگر وہ لوگ اُسکو کھڑے ہوے دیکھین اور اُسکی گفتگو سنین تو اپنے مردے کو بھول جاوین اور اپنے نفسون پر روین - اور یزید رقاسی رح کہتے ہین کہ ایک بادشاہ ظالم بنی اسرائیل مین کا اپنے گھر مین بیٹھا تھا اور اپنے کسی گھر والے سے تخلیہ کر رہا تھا اتنے مین دیکھا کہ ایک شخص دروازے مین سے چلا آتا ہی اُسکو دیکھ کر غضبناک اور ہیبت زدہ ہو کر اُسکی طرف لپکا اور کہا کہ تو کون ہی اور میرے گھر مین تجھے کسنے پہونچایا اُسنے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے مجھے یہان داخل کیا ہی اور میرا حال جو پوچھتے ہو تو مین وہ ہون کہ دربان مجھے نہین روک سکتے بادشاہون سے اجازت مین نہین مانگتا نہ کسی دبدبے والے کی صولت سے ڈرون کوئی ظالم سرکش مجھے نہین منع کر سکتا نہ کوئی شیطان بدذات تب تو بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے اور بدن مین رعشہ پڑا کر اوندھے منھ زمین پر گر گیا پھر اپنا سر ذلت اور مسکنت کی راہ سے اُسکی طرف اُٹھا کر

خدا تمکو زندہ رکھے اور پناہ دے اور مدد فرمائے مین تمکو خداے تعالی سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہون
اور تمھارے باب مین خداے تعالی سے وصیت کرتا ہون مین اُسکی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہون
وصیت یہ ہی کہ اللہ تعالی پر اُسکے شہرون اور بندون مین چڑھائی نہ کرو اور موت کا وقت آلگا ہی
اور رجوع اللہ کی طرف اور سدرۃ المنتہی اور جنت ماوے اور بھرپور جام وصال کی طرف ہی تو تم
میری طرف سے خود اپنے آپ کو اور جو شخص میرے بعد تمھارے دین مین داخل ہو اُسکو سلام اور
رحمت خدا کہیو۔ اور روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبرئیل
علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہی اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل کو وحی بھیجی کہ میرے
حبیب کو مژدہ سنادے کہ مین اُسکو اُسکی امت کے باب مین رسوا نہ کرونگا اور یہ بھی بشارت دی
کہ جب لوگ زمین سے اٹھینگے تو میرا حبیب اُنسے اول ہوگا اور جب سب اکٹھے ہونگے تو وہی
اُنکا سردار ہوگا اور جنت اور استون پر حرام ہی یہان تک کہ اُسمین اُسکی امت نہ جائے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھین ٹھنڈی ہوئین اور فکر مٹا ٭

جانم فداے تو کہ ترا ہست بے گمان ۔۔ از مہد تا بہ لحد ہمین فکر امتان

اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ حالت مرض مین ہمکو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ سات کنوون سے سات مشکین پانی کی منگوا کر نہلاوین ہمنے ایسا ہی کیا آپ کو کچھ آرام معلوم ہوا
پھر لوگون کو نماز پڑھائی اور احد کی لڑائی مین جو لوگ شریک تھے اُنکے لیے دعاے مغفرت فرمائی
اور انصار کے باب مین وصیت کی یعنی اسطرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو
اور انصار ایسے ہوگئے ہین کہ جس ہیئت پر کہ آج ہین اُس سے زیادہ نہونگے وہ لوگ میرے خاص
ہین کہ جنمین مین نے آکر جگہ لی بس اُنکے محسن کی تعظیم کیجیو اور برائی کرنے والے کی خطا سے درگذر کیو
پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا مین اور خداے تعالی کے پاس کی چیز مین اختیار دیا گیا اُسنے خدا تعالی
کی چیز لینکی یہ سُنکر حضرت ابوبکر رضہ روئے اور جانا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہین آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر استقلال کر گھبرا نہین یہ دروازے جو مسجد مین کھلے ہین سب
بند کردینا مگر ابوبکر کا دروازہ مت بند کرنا اسلیے کہ اپنے نزدیک مین کسی شخص کو یاری مین ابوبکر سے
بڑھ کر نہین جانتا ہون حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح نے
میرے ہی گھر مین اور میری ہی باری کے دن مین اور میری ہی گود مین اعلی علیین کو پرواز فرمایا
اور مرنے کے وقت اللہ تعالی نے آپ کا لعاب اور میرا جمع کردیا اسطرح کہ اُسوقت میرے پاس میرا بھائی

عبدالرحمن ایک مسواک ہاتھ مین لیے آگیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس مسواک کی طرف دیکھنے لگے مین نے سمجھا کہ یہ آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور آپ سے پوچھا کہ اسے آپ کے لیے لے دون آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہان مین نے مسواک لیکر آپ کو دے دی آپ نے اُسکو مُنھ مین ڈالا کوڑی معلوم ہوئی مین نے پوچھا کہ مین نرم کر دون آپ نے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا مین نے دانتون سے ملائم کر دی اور آپکے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا اپنا ہاتھ اُسمین ڈالتے تھے اور فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ موت کی بڑی سختیان ہین پھر آپ نے اپنا دست مبارک اوپر کو اُٹھا کر فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ مین نے تب اپنے دل مین کہا کہ بخدا اب ہمکو آپ پسند نہ کرینگے - اور سعید بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ جب انصار رض نے دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہے تو مسجد شریف کا گرد لیا پس حضرت عباس رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے اور آپ سے جا کر عرض کیا کہ لوگ جمع ہین اور ڈرتے ہین پھر آپ کے پاس حضرت فضیل رض گئے اور یہی کہا پھر حضرت علی رض گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لو پکڑو اُنھون نے ہاتھ تھام لیا آپ نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین اُنھون نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہین کہ ہمکو خوف آپ کے مرنے کا ہے اور آپ کے پاس مردون کے اکٹھا ہونے سے اُنکی عورتین چیخنے لگین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور حضرت علی اور فضیل رض پر سہارا دیے باہر نکلے اور حضرت عباس رض آگے آگے تھے اور آپ کا سر مبارک پٹی سے بندھا تھا اور قدم شریف گھسیٹ کر رکھتے تھے یہان تک کہ منبر کے سب سے نیچے کے درجے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپکی طرف متوجہ ہوے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو مین نے سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو گویا موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا انکار جو کرتے ہو تو کیا مین نے تمکو اپنی موت کی خبر نہین دی یا تمھاری خود کی خبر مرگ نہین پہونچی جو انبیا کہ مجھسے پہلے تم مین بھیجے گئے اُنمین سے کوئی بچا اور تم مین ہمیشہ کو رہا ہے سن لو کہ مین اپنے رب سے ملنے والا ہون اور تم بھی اُس سے ملوگے اور مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ پہلے ہجرت کرکے آئے اُنکے ساتھ بہتری کیجیو اور ہجرت کرنے والون کو آپسمین ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہون اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور سب معاملات خداے تعالیٰ کے حکم سے ہوا کرتے ہین تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اُسمین جائز ہونے کی درخواست کر دیجیو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلدی کے باعث جلدی نہین کیا کرتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہیگا اللہ تعالیٰ اُسکو مغلوب کریگا اور جو خداے تعالیٰ سے داؤن چلیگا اللہ تعالیٰ اُسکو دھوکا دیگا وہ خود

فرماتا ہی فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ اور مین تمکو انصار کے
باب مین خیر کی وصیت کرتا ہون اسلیے کہ انھون نے تمسے پہلے مدینے مین اقامت اور ایمان کا خلوص
حاصل کیا تم انکے ساتھ احسان کرنا دیکھو انھون نے اپنے پھل آدھے تمکو دیے تمکو گھرون مین
وسعت کردی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانون پر تمکو ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم مین سے کوئی دو
آدمیون پر بھی حکومت پاوے تو چاہیے کہ انکے محسن کی طرف سے جو کچھ وہ دین قبول کرے اور اگر
کوئی اُنمین سے کچھ برائی کرے تو اُس سے درگذر کرے اور آگاہ رہو کہ اُنپر اپنے آپ کو ترجیح مت دینا
اور معلوم کر لو کہ مین تمھارا گواہ ہون اور تم مجسے ملنے والے ہو اور خبردار رہو کہ تمھارے وعدے کی جگہ
حوض ہی میری حوض اُس فاصلے سے بھی زیادہ چوڑی ہی جو درمیان شام کے بصرہ اور یمن کے
صنعا مین ہی اُسمین ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہی جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم
شہد سے زیادہ میٹھا ہی جو کوئی اُسمین سے پانی پیے گا کبھی پیاسا نہوگا اُسکی کنکرین موتی ہین اور خاک مشک
اگر قیامت مین کوئی اُس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم رہا سن لو جسکو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے
پاس اُس حوض پر آوے تو چاہیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف اُسسے وہی کام لے جسکے جو لائق
کرنے کے ہون پھر حضرت عباس رض نے عرض کیا کہ ای رسول خدا کچھ قریش کے باب مین بھی لوگون سے فرما دیجیے
آپ نے فرمایا کہ اس امر یعنی خلافت کی وصیت مین قریش کو کرتا ہون اور لوگ قریش کے تابع ہین نیک اُنکے
نیک کا تابع ہی اور بد بد کا پس ای قریش تم لوگون کو خیر کی وصیت کرتے رہنا ای لوگو گناہ نعمتون کو بدل
ڈالتے ہین اور اخلاق کو متغیر کر دیتے ہین پس جب لوگ نیکی کرینگے تو اُنکے امام بھی اُنکے ساتھ نیکی کرینگے اور
بدکار ہونگے تو حاکم بھی اُنپر رحم نہ کرینگے اللہ تعالی فرماتا ہی وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا
بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اور حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ابوبکر رض سے فرمایا کہ ای ابوبکر کچھ پوچھ لے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا موت قریب آئی
آپ نے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی اُنھون نے کہا کہ ای نبی اللہ خدا سے تعالی کے پاس کی چیزین
آپ کو مبارک ہون ہمین یہ علوم ہو جاتا کہ آپ کہان تشریف لیجاوینگے آپ نے فرمایا کہ خداے تعالی کی طرف
اور سدرۃ المنتہی کی طرف پھر جنت ماوی اور فردوس اعلی اور جام اوفی اور رفیق اعلی اور بہرہ پایدار اور
عیش خوشگوار کی طرف حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دیگا آپنے فرمایا کہ میرے
اہلبیت کے مرد جو سب سے قریب تر ہون پھر وہ جو اُنسے زیادہ دور ہون اُنھون نے عرض کیا کہ آپ کو کفن
کیا دیوین آپ نے فرمایا کہ میرے یہی کپڑے اور حلہ یمانی اور مصر کا سفید اُنھون نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز

کیسے پڑھین یہ کہکر حضرت ابوبکر رضؓ اور ہم سب روئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی روئے ؎

زدرد ہجر تو زہرہ شاہ ہست آب مگر	کہ سیل اشک ز دیدہ نمی شود موقوف

پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو خدا ے تعالیٰ تمکو مغفرت کرے اور تمھارے نبی کی عوض مین تمکو جزا ے خیر دے جب تم مجکو نہلا کر کفناؤ تو چارپائی پر میرے اسی حجرے مین قبر کے کنارے پر رکھکر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اول جو مجھ پر نماز پڑھیگا وہ میرا پروردگار جلشانہ ہے کہ تم پر وہ اور اُسکے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہین پھر خداے تعالیٰ فرشتون کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت دیگا تو مخلوق خدا مین سے اول میرے پاس جبرئیلؑ آکر میری نماز پڑھینگے پھر میکائیلؑ پھر اسرافیلؑ پھر ملک الموتؑ بہت سے لشکرون سے پھر تمام باقی فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھینگے پھر تم مجھ پر اندر آکر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جدا جدا صلوٰۃ وسلام مجھ پر کہتے جائیو اور میری تعریف کرکے مجکو ایذا مت دیجیو نہ چیخ ماریو نہ پکار کر رویو اور تم سب سے اول امام نماز شروع کرے اور میرے اہلبیت جو قریب تر ہون اُنکے بعد وہ جو اُنسے دور ہون پھر اسی طرح پھر عورتون کی جماعتین پھر لڑکون کے گروہ حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اُترے آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے کچھ لوگ جو میرے قریب سے قریب ہان بہت سے فرشتون کے ساتھ کہ تم اُنکو نہ دیکھوگے اور وہ تمھین دیکھینگے - اب میرے پاس سے اُٹھ جاؤ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگون کو دین کا حال بتاؤ اور عبداللہ بن ربیعہ رضؓ فرماتے ہین کہ شروع ربیع الاول مین حضرت بلال نے نماز کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ابُوبکر سے کہو کہ نماز پڑھاوے مین باہر نکلا اور دروازے کے سامنے صرف حضرت عمر رضؓ کو مع چند لوگون کے جنمین حضرت ابوبکر رضؓ نہ تھے دیکھا مین نے حضرت عمر رضؓ سے کہا کہ آپ کھڑے ہوکر نماز کو پڑھا دین حضرت عمر رضؓ نے اُٹھ کر نماز کے لیے اللہ اکبر کہا چونکہ آپ کی آواز بلند تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اللہ اکبر کہنے کی آواز سُنی اور فرمایا کہ ابوبکر کہان ہین عمر کے آگے ہونے کو نہ خدا مانیگا نہ مسلمان اس جملے کو تین بار فرماکر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگون کو نماز پڑھاوے حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ ابوبکرؓ ایک نرم دل آدمی ہے جب آپ کی جگہہ کھڑے ہونگے تو گریہ اُنپر غالب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تم حضرت یوسف کی ساتھ والی ہو ابوبکر رضؓ ہی سے کہو کہ نماز پڑھاوے عبداللہ راوی کہتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابوبکر رضؓ نے نماز پڑھائی پس حضرت عمر رضؓ مجھسے کہا کرتے کہ ای زمعہ کے بیٹے تو نے یہ کیا کیا اگر مجکو یہ گمان ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تجکو ارشاد فرمایا ہوگا تو مین صرف تیرے کہنے سے کبھی نماز نہ پڑھاتا مین کہا کرتا کہ مجھے اُسوقت تمسے بہتر اور کوئی امامت کے لیے نظر نہ آیا حضرت

عائشہؓ فرماتی ہین کہ مین نے جو حضرت ابوبکر کی طرف سے عذر کیا تھا تو اُسکی یہ وجہ تھی کہ وہ دنیا کے راغب
نہ تھے علاوہ اسکے خلافت مین اندیشہ اور خطرہ بہت ہی مگر جسکو خدا بچاوے اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز
کبھی نہ پسند کرینگے کہ حضرت کی زندگی ہی مین کوئی آپ کی جگہ نماز پڑھاوے مگر یہ کہ خدا تعالی چاہے
اور حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے سے لوگ اُنکے حسد کرینگے اور اُنسے سرکش ہوجاوینگے اور فال بد
کہینگے مگر چونکہ ہوتا وہی ہی جو خدا چاہتا ہے تو اللہ تعالی نے اُنکو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے
محفوظ رکھا اور جس چیز سے مین ڈرا کرتی تھی اُس سے صاف بچایا۔ اور فرماتی ہین کہ جب وہ دن ہوا
جسمین آپ کی وفات ہوئی ہی تو لوگون نے کچھ مزاج مبارک مین صبح کے وقت ہلکاپن اور مرض مین
تخفیف پائی اسی لیے سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو گئے اور خوشی خوشی کامون مین مصروف ہوے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف عورتین رہ گئین ہمارا حال اس روز ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی ہمکو
اُس روز تھی ایسی کبھی پہلے نہوئی تھی اسی اثنا مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ یہ فرشتہ میرے
پاس آنے کی اجازت چاہتا ہی اور عورتین تو باہر چلی گئین اور مین آپ کا سر مبارک گود مین لیے تھی جب آپ
بیٹھ گئے تو مین بھی حجرے کے گوشے مین ہو گئی پس آپ نے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی پھر مجھکو بلا کر
سر مبارک میری گود مین رکھ لیا اور عورتون سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ مین نے عرض کیا کہ
یہ آہٹ تو جبرئیل علیہ السلام کی نہ تھی آپ نے فرمایا کہ درست ہی اے عائشہ یہ ملک الموت ہی کہ میرے پاس آکر
یہ کہا کہ اللہ تعالی نے مجکو بھیجا ہی اور حکم کیا ہی کہ بدون اذن آپ کے پاس نہ آؤن تو اگر آپ اجازت
نہ دینگے تو چلا جاؤنگا اور اگر اجازت دینگے تو اندر آؤنگا اور یہ بھی فرمایا ہی کہ آپ کی روح بدون آپکے
ارشاد کے نہ قبض کرون اب آپکا ارشاد کیا ہی مین نے اُس سے کہدیا ہی کہ جب تک جبرئیل علیہ السلام
آوین جب تک مجھسے علیحدہ رہو اب جبرئیل کے آنے کی ساعت ہی حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ہمنے
ایسی صورت پیش کی کہ جسکا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی تو ہمنے سکوت کیا اور یہ معلوم ہوا کہ
گویا ہم سخت آواز کے مارے دنگ رہ گئے ہین کہ کچھ آپ سے نہین کہتے اور نہ اس امر کی بڑائی اور ہیبت کے
سبب سے کسی کو تاب گویائی کی ہمارے دل رعب سے بھر گئے تھے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ایکساعت مین
تشریف لائے اور سلام کیا مین نے اُنکی آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آئے اور آپ کی خدمت مین
عرض کیا کہ خدائے تعالی آپکو سلام کہتا ہی اور فرماتا ہی کہ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو اور وہ آپکا حال
آپ سے زیادہ جانتا ہی مگر چاہتا ہی کہ آپ کی کرامت اور شرف بڑھا کر خلق پر آپ کی بزرگی اور شرافت کامل
کردے اور یہ امر آپ کی امت مین سُنت ہوجاوے آپ نے فرمایا کہ مین آپ کو دردمند پاتا ہون حضرت جبرئیل نے کہا کہ

کہ آپ کو مژدہ ہو کہ خداے تعالیٰ چاہتا ہو کہ جو مرتبے آپ کے لیے تیار کیے ہین اُنپر آپ کو پہونچا وے
آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ ملک الموت نے مجسے اجازت چاہی اور یہ یہ حال کہا حضرت جبرئیل نے
عرض کیا کہ اے محمدؐ آپ کا رب آپ کا مشتاق ہو اور جو کچھ آپ سے کیا چاہتا ہو وہ مین بتلا ہی چکا ہون بخدا کہ
ملک الموت نے آج تک نہ کسی سے اجازت مانگی نہ آیندہ کو کبھی کسی سے مانگیگا مگر خداے تعالیٰ کو آپ کا شرف
پورا کرنا منظور ہو اور وہ آپ کا مشتاق ہو آپ نے فرمایا کہ تو اب تم اُسکے آنے تک یہان سے مت جاؤ پھر فرمایا کہ
عورتون کو اندر بلالیا اور حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا کہ میرے پاس آؤ وہ آپ کے اوپر جھک گئین آپ نے
کچھ اُنکے کان مین کہا اُنھون نے جو سر اُٹھایا تو آنکھون مین سے آٹھ آٹھ آنسو نکلتے تھے اور نہ بات گفتگو
نہ تھی پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کرو اُنھون نے مُنھ سے کان ملا دیا پھر کچھ کان مین ارشاد فرمایا پھر
جو اُنھون نے سر اُٹھایا تو ہنستی تھین اور بول نہ سکتی تھین ہمکو اس حال سے تعجب ہوا بعد کو مین نے اُنسے
ماجرا پوچھا تو اُنھون نے فرمایا کہ اول بار مجسے ارشاد فرمایا کہ مین آج وفات پاؤنگا اس سبب سے مین روئی
اور دوبارہ ارشاد فرمایا کہ مین نے خداے تعالیٰ سے دعا مانگی ہو کہ سب سے اول میرے گھر والون مین سے تجکو
مجسے ملا دے اور میرے ساتھ رکھے اسیلیے مین ہنسی پھر حضرت فاطمہ رضہ نے اپنے دونو صاحبزادون کو آپ کے
پاس کیا آپ نے دونون کو پیار کیا پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی آپ نے اجازت دی اُنھون نے
حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجکو کیا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجکو میرے رب سے ابھی ملا دو اُنھون نے
عرض کیا کہ آج ہی ملا دونگا اور تمھارے رب کا یہ حال ہو کہ تمھاری طرف مشتاق ہو اور جتنا تردد آپ کی طرف سے
پروردگار کو ہو اتنا اور کسی کی طرف سے نہین کیا اور مجکو بدون اجازت کے اندر جانے سے کسی کے پاس
منع نہین فرمایا بجز آپ کے لیکن آپ کی ساعت آپ کے آگے ہی ہو یہ کہکر چلے گئے اور حضرت جبرئیل آئے
اور عرض کیا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اُترنا ہو پھر کبھی نہین اُترونگا
وحی بھی تہہ ہوئی اور دنیا بھی زمین مین مجکو آپکے سوا کوئی کام نہ تھا نہ بجز آپ کی حضوری کے اور کوئی غرض سے

رفت در بوے سر زلف تو خلقے چمن	ورنہ کی بوے نسیم سحری بود غرض

اب مین ہون اور میری جگہ ہو حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ بخدا گھر مین کسی کو تاب ایک لفظ کے
بولنے کی نہ تھی اور نہ کوئی مردون کو بلاتا تھا اسیلیے کہ حضرت جبرئیل کا یہ کلام نہایت درجہ کو بڑا معلوم
ہوتا تھا اور ہم سب خائف و ترسان تھے پھر مین نے اُٹھکر آپ کے سر مبارک کو اپنی گود مین رکھ لیا اور
آپ کے سینۂ مبارک کو تھام لیا اور آپ کو بیہوشی ہونی شروع ہوئی یہان تک کہ دبا دبا لیتی تھی اور آپ کی
پیشانی مین سے اتنا پسینا ٹپکتا تھا کہ مین نے کسی آدمی کے اتنا نہین دیکھا اور اپنی اُنگلی سے اسکو پونچھتی جاتی تھی

اور کوئی خوشبو مین نے اُس سے زیادہ نہین دیکھی اور جب آپ کو افاقہ ہوتا تو مین کہتی کہ مین اور میرے
ماں باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہون آپ کی پیشانی اتنا پسینا کیون دیتی ہو آپ نے فرمایا کہ ای عائشہ
مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہو اور کافر کی جان باچھون کی راہ گدھے کی جان کی طرح نکلتی ہو اُس وقت
ہم ڈر گئے اور اپنے اپنے گھر آدمی بھیجا تو اول شخص جو ہمارے پاس آیا میرا بھائی تھا مگر آپ سے نہ مل سکا
اُسکو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا اُسکے آنے سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے
خلد بریں ہو چکے تھے غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپ کی روح عرش بریں کو پرواز کر گئی اور خدا
تعالی ہی نے لوگون کو آپ کے پاس نہ آنے دیا اسلیے کہ جبرئیل اور میکائیل کو آپ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا
اور جب آپ کو بیہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بلکہ رفیق اعلی اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کو کئی کئی بار
اختیار دیا جاتا تھا اور جب طاقت گفتار ہوتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز نماز تم لوگ ہمیشہ جمے رہوگے
جب تک نماز اکٹھے پڑھو گے نماز کی وصیت مرتے دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے حضرت عائشہؓ
فرماتی ہین کہ آپ کی وفات دوشنبہ کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان مین ہوئی حضرت فاطمہؓ
نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھپر مبارک نہین بخدا کہ امت کو ہمیشہ اس روز بڑی مصیبت ہوا کریگی۔ اور جس روز
کوفے مین حضرت علیؓ پر مصیبت آئی تو حضرت ام کلثوم رضہ نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ مین میرے لیے
خیر نہین اُسی مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اُسی مین میرے شوہر یعنی حضرت عمرؓ
شہید ہوے اور اُسی مین میرے باپ یعنی حضرت علیؓ شہید ہوے تو اس روز مین میرے واسطے کچھ خیر نہین
اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ جب آپ خلد بریں کو تشریف فرما ہوے تو لوگ نہایت سختی مین پڑے
یہان تک کہ آواز گریہ بلند ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرشتون نے آپ کے کپڑون مین ڈھانپ دیا
اب لوگ مختلف حال پر ہو گئے بعضے موت سے منکر ہوے اور بعضے گونگے ہو گئے کہ مدت تک نہ بولے اور
بعضے عقل سے خارج ہوے بات مہمل کرنے لگے اور کچھ لوگون کی عقل ٹھکانے رہی اور کچھ لوگ بیٹھے رہ گئے
حضرت عمر بن خطابؓ اُن لوگون مین تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے اور حضرت علیؓ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے
اور حضرت عثمان رضہ گونگے ہو گئے حضرت عمر رضہ نے باہر نکلکر فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے وفات نہین پائی اللہ تعالی اُنکو پھیر دیگا اور منافق لوگون کے ہاتھ اور پانون کاٹ دیگا
جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کی تمنا کرتے ہین جیسے خدا سے تعالے نے حضرت موسی
علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ایسے ہی ہمارے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہو وہ اب تمھارے پاس پھر کے
آتے ہین اور ایک روایت مین یون ہو کہ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال

اپنی زبان روکو وہ مرے نہین بخدا کہ اگر اب کسی کو کہتے سنونگا تو اسی تلوار سے اُسکے دو کردونگا اور
حضرت علی رضہ گھر مین بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور حضرت عثمان رضہ کچھ نہ بولتے تھے لوگ اُنکا ہاتھ
پکڑ کر لیجاتے تھے اور لے آتے تھے گویا فرقت یار مین راہ بھی نہ معلوم ہوتی تھی

رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورت دوست	ہمچو چشمے کہ چراغش ز مقابل بردد

مسلمانون مین سے جیسا حال حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عباس رضہ کا تھا ایسا اور کسی کا نہ تھا کہ
اللہ تعالےٰ نے ان دونون کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکر رضہ کے
قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے حضرت عباس رضہ نے تشریف لاکر فرمایا قسم ہے اُس ذات کی
جسکے سوا کوئی معبود نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنی زندگی مین ہمارے
درمیان فرمایا کرتے تھے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ
اور حضرت ابوبکر رضہ بنی حارث بن خزرج مین تھے جب اُنکو خبر وفات شریف پہونچی تو تشریف لائے اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے دیدار سے مشرف ہوے پھر آپ کے اوپر جھک کر
بوسہ دیا پھر فرمایا کہ مادر و پدرم فدا سے تو یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو دوبار تو موت دینے ہی کا نہین
پس ایک ہی بار مرنا تھا سو آپ وفات پا چکے پھر حضرت ابوبکر لوگون کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگو جو کوئی
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو اُنھون نے تو وفات پائی اور جو کوئی محمد کے رب کو پوجتا تھا وہ
البتہ زندہ ہے نہین مریگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ
مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا
پس لوگون کا ایسا حال ہوا کہ گویا اس آیت کو اُسی دن سنا تھا اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت ابوبکر رضہ کو
جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف مین درود پڑھتے داخل ہوے آنکھون سے آنسو جاری تھے اور شدت کی
آواز دانتون کی رگڑ سے سنائی دیتی تھی مگر باوجود اسکے قول و فعل اچھا کرنے مین بہادر تھے آتے ہی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے اور آپ کے روے مبارک کو کھول کر پیشانی اور رخسارون پر
بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ مین اور میرے ماں باپ
اور گھر بار آپ پر فدا ہون آپ زندہ بھی اچھے رہے اور مر کر بھی اچھے آپ کی موت سے وہ بات ختم
ہوگئی جو کسی نبی کی موت سے نہوئی تھی یعنی نبوت یا وحی تو آپ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے
برتر ہے آپ مخصوص ہوے تو ایسے کہ سب کے رنجون کے ضامن ہوگئے اور عام ہوے تو ایسے کہ ہم
سب آپ کے بابت مین برابر ہین یعنی آپ کی رسالت تمام آدمیون کے لیے ہے اور اگر آپ کی موت آپکے اختیار سے

ہوتی تو آپ کے غم مین ہم اپنی جانین فدا کرتے اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرما دیتے تو آنکھون کا پانی ختم
کر دیتے مگر جو بات آپ ہمسے دور نہین کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہی کہ کبھی نہ ملینگے الٰہی تو یہ باتین اپنے
حبیب کو ہماری طرف سے پہونچا دے اور اے محمد صلے اللہ علیک آپ ہمکو اپنے رب کے پاس یاد رکھین
اور گوشۂ خاطر مین جگہ دین آپ اپنے پیچھے اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کسی کی کیا مجال تھی جو آپ کے بعد کی مشقت کا
متحمل ہوتا الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہونچا دے اور ہمارے درمیان مین اُسکی نگاہبانی
فرما اور حضرت عمر رضہ سے مروی ہی کہ جب حضرت ابوبکر رضہ حجرۂ شریف مین داخل ہوے اور صلوٰۃ و ثنا
کہی تو گھر والون نے ایک شور برپا کیا جسکی آواز باہر تک والون نے سُنی جب آپ کچھ کہتے تھے جبھی آواز
اور زیادہ ہوتی تھی اور اُنکی آواز کسی طرح نہ پست ہوئی مگر اُسی حال مین ایک شخص بلند آواز زور آور نے
دروازے پر سے یہ کہا کہ اے گھر والو سلام علیکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ خداے تعالی
ہر مرنے مین ہر ایک شخص کا نائب ہی یعنی جو جاتا رہتا ہی اُسکا عوض وہ خود موجود ہی اور ہر نعمت کے لیے
ملتا اور ہر مصیبت سے نجات حاصل ہی تو اُسی سے توقع رکھو اور اُسی پر اعتماد کرو جب گھر والون نے یہ آواز
سُنی تو یہ معلوم ہوا کہ کسکی آواز ہی رونا موقوف کر دیا رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی موقوف
ہو گئی کسی نے باہر نکلکر دیکھا تو کسی کو نہ پایا پھر گھر مین چلا آیا اور رونا شروع ہوا ایکبار پکارنے والے
نے آواز دی کہ اُسکو بھی لوگ نہ پہچانتے تھے اُسنے یہ کہا کہ اے اہلبیت خداے تعالی کو یاد کرو اور اُسکا شکر
کرو ہر حال مین تاکہ تم مخلصون مین سے ہو جاؤ اُسکے باقی رہنے مین ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب
چیز سے عوض حاصل ہی تو اللہ تعالی ہی کی اطاعت کرو اور اُسی کے حکم کے بموجب عمل کرو پس حضرت
ابوبکر رضہ نے فرمایا کہ یہ دونون خضر اور الیاس علیہما السلام تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر
حاضر ہوے تھے۔ اور قعقاع بن عمرو نے حکایت خطبۂ حضرت ابوبکر رضہ کی پوری لکھی ہی وہ کہتے ہین کہ
حضرت ابوبکر رضہ لوگون مین خطبہ پڑھنے کو اُٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رویا ہی کیے سارا خطبہ
متضمن درود شریف پر تھا اول خداے تعالی کی حمد و ثنا ہر حال مین بیان کی اور فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون
کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہین وہ واحد برحق ہی اُسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور
تنہا کفار کی جماعتون کو شکست دی تو خداے تعالی یکتا کا شکر ہی اور یہ بھی گواہی دیتا ہون کہ محمد صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم اُسکے بندے اور رسول اور نبیون کے تمام کرنے والے ہین اور گواہی دیتا ہون کہ
کتاب ایسی ہی ہی جیسی اُتری اور دین ایسا ہی ہی جیسا شروع ہوا اور حدیث ایسی ہی ہی جیسی بیان
فرمائی اور قول وہی ہی جو اُنھون نے فرمایا اور اللہ تعالے حق ہی کھلا ہوا الٰہی پس رحمت کر محمد اپنے

بندے اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور چنے ہوے اور بہترین پر ایسی رحمت کر تونے کسی پر اپنی مخلوق مین سے کی ہو اُس سے بڑھ کر ہو الٰہی اپنی رحمتین اور عفو اور مہر اور برکتین سب مخصوص کر دے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو خیر کی طرف کھینچنے والے اور خیر کے پیشوا اور رسول رحمت ہین الٰہی تو اُنکا قرب زیادہ فرما اور اُنکی دلیل بڑی کر اور اُنکا مقام اچھا کر اور اُنکو ایسے مقام محمود مین اُٹھا کہ اگلے پچھلے سب اُنکے غبطہ کرین اور اُنکے مقام محمود پر ہونے سے ہمکو قیامت کے دن نفع پہونچا اور دنیا و آخرت مین اُنکی عوض تو ہمارے درمیان رہ اور اُنکو جنت مین درجہ اور وسیلے پر پہونچا دے الٰہی تو محمد اور آل محمد پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جس طرح کہ تونے ابراہیم اور اُنکی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی تو ہی ہر اچھے کام والا اور بزرگی والا بعد اسکے فرمایا کہ اے لوگو جو کوئی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اُنھون نے تو وفات پائی اور جو کوئی خدا ے تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالے زندہ ہے نہین مریگا اور اللہ تعالے نے اُنکے باب مین پہلے ہی تمکو کہہ دیا ہے پس اُنکو بے صبری سے مت پکارو اسلیے کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اپنے پاس کی چیز بہ نسبت تمھارے پاس کی چیز کے پسند فرمائی اور اپنا ثواب عنایت فرمانے کو اُنکو اُٹھا لیا اور تم مین اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی سب جو شخص کہ ان دونون پر تمسک کریگا وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونون مین فرق کریگا وہ اس آیت کا منکر ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ اور چاہیے کہ شیطان تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرنے سے تمکو غافل نہ کردے اور دین مین تمھارے اوپر کوئی بلا نہ لا ڈالے خیریت سے جلدی کرو شیطان کہ اُسکو دھکا مارو گے اور اُسکو مہلت مت دو ورنہ وہ تمسے ملجاویگا اور تمکو فتنے مین ڈال دیگا۔ اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضہ اپنے خطبہ سے فارغ ہوے تو حضرت عمر رضہ سے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نہین مرے ہین کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلان روز اور فلان روز فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مبین مین فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ حضرت عمر رضہ نے کہا کہ مصیبت کے باعث سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ مین آج کے سوا اور کبھی سُنا ہی نہین مین گواہی دیتا ہون کہ قرآن مجید جیسا اُترا ہے وہی حق ہے اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی ہے اور اللہ زندہ ہے کہ نہین مریگا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی صلوات اُسکے رسول پر نازل ہون اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس چاہتے ہین پھر حضرت ابو بکر رضہ کے

پاس بیٹھ گئے۔ اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ جب لوگ آپ کے نہلانے کو جمع ہوے تو آپسمین کہا
کہ ہمکو معلوم نہین کہ رسول خدا کو کیسے نہلاوین یعنی آنکو ننگا کر کے نہلاوین جیسا اور مردون کو
نہلایا کرتے ہین یا کپڑون سمیت نہلا دین اسی تردد مین تھے کہ اللہ تعالی نے انپر نیند بھیج دی یہانتک کہ
کوئی آدمی ایسا نہ رہا جو چھاتی پر اپنی ڈاڑھی لگائے نہ سوتا ہو پھر کسی کہنے والے نے جسکا حال معلوم نہین
کہ کون تھا کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑون کے نہلاؤ سمین سب چونک پڑے اور اسی
آواز غیب کے بموجب عمل کیا اور آپ کو قمیص مین نہلایا اور غسل سے فارغ ہو کر کفن پہنایا۔ اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ہمنے آپ کے قمیص کو اُتارنا چاہا ہمکو آواز ہوئی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کا کرتا مت اوتارو ہنے ویسے رہنے دیا اور کرتہ پہنے ہی نہلایا جس طرح اپنے مردون کو لٹا کر نہلاتے تھے
ہم اگر آپ کے کسی عضو کو بدلنا چاہتے تھے تو ہمکو ذرا بھی دقت نہوتی تھی وہ عضو بدل جاتا تھا یہانتک کہ اسکے
غسل سے فارغ ہو جاتے تھے اور ہمکو گھر مین ہوا کا سا سنسناٹ سنائی دیتا تھا اور آواز آتی تھی کہ رسول خدا
کے ساتھ نرمی کرو کہ تمکو کچھ کرنا نہین پڑیگا تو وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس طرح پر تھی آپ نے
نہ کوئی بالون کا کپڑا چھوڑا نہ اون کا جو تھا وہ سب آپ کے ساتھ دفن ہو گیا ابو جعفر رح کہتے ہین کہ لحد مین آپکا
بستر اور چادر بچھائی گئی اور اسکے اوپر آپ کے وہ کپڑے ڈالے گئے جو آپ زیب تن مبارک فرماتے تھے پھر
اُنکے اوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے غرض کہ اپنی وفات کے بعد آپ نے کچھ مال نہ چھوڑا اور نہ زندگی مین مکان کی
نیت سے اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نئی بڑی تو آپ کی وفات مین عبرت کامل ور مسلمانون کے واسطے عمدہ اقتدا ہے

وفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عائشہ رضؓ آپکے پاس آئین اور مثال کے طور پر ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ ذیل

کثرت دولت قسم ہے مرد کے آوے نہ کام	جب رکا سینے مین دم ہو اور لبون پر جان ہو

آپ نے اپنا چہرہ کھول دیا اور فرمایا کہ یون مت کہو یہ کہو کہ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ
مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ میرے ان دونون کپڑون کو دیکھ رکھو انکو دھو کر مجکو انھین مین کفنانا اسلیے
کہ نئے کپڑے کی حاجت مردے کی نسبت کہ زندہ کو زیادہ ہے اور حضرت عایشہ رضؓ نے آپ کی موت کے
وقت ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے

ہوتی تھی بارش اُس رخ پر نور کے طفیل	بیوون کی عصمت اُس سے یتیمون کی تھی بہار

آپ نے فرمایا کہ اس شعر کی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہین اور لوگون نے آپ کے پاس
آ کر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلا دین جو آپ کا حال دیکھے آپ نے فرمایا کہ میرے طبیب نے مجھے دیکھ کر کہہ دیا ہے

کہ اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنی مین جو چاہونگا سو کرونگا - اور حضرت سلمان فارسی رضہ آپ کی عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکرؓ کچھ ہمکو وصیت کیجیے آپ نے فرمایا کہ خداے تعالی تمھارے لیے دنیا فتح کرنے کو ہے تو تم اُسمین سے اُسی قدر لینا کہ بسر اوقات کے موافق ہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہے وہ اللہ تعالی کے عہد مین ہو جاتا ہے تو ایسا نہ کرو کہ خداے تعالی سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تمکو منھ کے بل دوزخ مین ڈال دے - اور جب حضرت ابوبکر رضہ بہت بیمار ہوے کہ باہر نہ نکل سکے اور لوگون نے چاہا کہ اپنا نائب کسی کو کردین تو آپ نے حضرت عمر رضہ کو اپنا نائب کیا لوگون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپنے اپنا نائب ایک شخص تند مزاج سخت دل کو کیا ہے خداے تعالی کو کیا جواب دوگے آپ نے فرمایا کہ یہ کہونگا کہ تیری مخلوق مین سے جو سب سے بہتر تھا اُسکو نائب کیا ہے پھر حضرت عمر رضہ کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ مین تمکو ایک وصیت کرتا ہون یاد رکھو کہ اللہ تعالی کے حق کچھ دن مین ہین کہ انکو رات مین قبول نہین کرتا اور اللہ کے حقوق کچھ رات مین ہین کہ اُنکو دن مین قبول نہین کرتا اور وہ نفل کو قبول نہین فرماتا جب تک کہ فرض ادا نہ کرو اور قیامت کے روز جو بھاری پلے والون کے پلے بھاری ہونگے تو وجہ یہی ہوگی کہ اُنھون نے دنیا مین حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اُسی کو بھاری سمجھا ہوگا اور اُس ترازو کے لیے جسمین بجز حق کے اور کچھ نہ رکھا جاوے شایان یہی ہے کہ وزن زیادہ ہو اور ہلکے پلے والون کے جو قیامت مین پلے ہلکے ہونگے تو اُسکی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا مین اُنھون نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اُسی کو اپنے اوپر ہلکا معلوم کیا ہوگا اور جس ترازو مین کہ باطل کے سوا اور کچھ نہ رکھا جاوے اُسکو ہلکا ہی ہونا زیبا ہے اور خداے تعالی نے اہل جنت کا ذکر اُنکے اعمال مین سے بہتر کے ساتھ کیا ہے اور اُنکی بُرائی سے درگذر فرمایا تو کہنے والا یون کہتا ہے کہ مین اُن لوگون سے کم ہون اور اُنکے درجے کو نہین پہونچتا اور دوزخ والون کا ذکر اُنکے بدترین اعمال سے کیا ہے اور جو عمل نیک اُنھون نے کیا ہے اُسکو اُنپر واپس کردیا تو کہنے والا یون کہتا ہے کہ مین اُن لوگون سے افضل ہون اور آیت رحمت اور آیت عذاب کو ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کو رغبت اور خوف دونون ہون اور اپنا ہاتھ ہلاکی مین نہ ڈالے اور اللہ تعالی سے سے بجز حق کے اور کسی کی تمنا نہ کرے پس اے عمر رضہ اگر تم میری یہ وصیت یاد رکھوگے تو تمھارے نزدیک کوئی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب تر نہوگی اور اُسکا آنا تمپر ضروری ہے اور اگر میری وصیت تلف کردوگے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تمکو بُری معلوم نہوگی اور اُس سے تم بھاگ نہ سکوگے نہ اُسکو تھکا سکوگے - اور حضرت سعید بن المسیبؓ فرماتے ہین کہ جب حضرت ابوبکر رضہ مرنے کو ہوے تو آپ کے پاس کچھ لوگ صحابہ مین سے آئے اور کہا کہ اے نائب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ ہمکو کچھ توشہ عنایت کردیجیے کہ اب ہم دیکھتے ہین کہ آپ کا حال دگرگون ہے آپ نے فرمایا

کہ جو کوئی ان کلمات کو کہکر مرجاویگا تو اللہ تعالیٰ اُسکی روح کو افق مبین مین کردیگا لوگون نے عرض کیا کہ افق مبین کیا چیز ہو آپ نے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہو اُسمین باغ اور نہرین اور درخت اور پرندہین ہر روز اُسکو سو رحمتین خداے تعالیٰ کی چھپالیتی ہین تو جو شخص ان کلمات کو کہیگا اللہ تعالیٰ اُسکی روح کو اُسی مکان موصوفہ بالا مین رکھیگا کلمات یہ ہین الٰہی تو نے خلق کو شروع سے پیدا کیا اور تجکو کچھ حاجت اُنکی نہ تھی پھر تو نے اُنکے دو فریق کردیے ایک جنت کے لیے اور ایک دوزخ کے لیے تو مجکو جنت کے لیے کر نہ دوزخ کے لیے الٰہی تو نے خلق کو کئی فرقے پیدا کیا اور پیدائش سے پہلے اُنکو علیحدہ کردیا کہ بعضون کو بدبخت اور بعضون کو نیکبخت اور غوث اور راہ یافتہ بنایا پس مجکو اپنی طاعت سے سعید کردے اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر الٰہی جو ہر ایک نفس کماتا ہو وہ تجکو اُسکی پیدائش سے پہلے معلوم ہو تو جس چیز کو وہ کرتا ہو اُس سے گزیر نہین پس مجکو اُن لوگون مین سے کردے جنسے تو اپنی طاعت کا کام لیتا ہو الٰہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہین چاہتا تو تو اپنی خواہش اس امر کی کر کہ مین ایسی بات چاہنے لگون جو مجکو تجسے قریب کردے الٰہی تو نے بندون کے حرکات کا اندازہ کر رکھا ہو کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے نہین حرکت کرتی تو میرے حرکات کو اپنے تقوی مین کردے الٰہی تو نے خیر اور شر دونون کو پیدا کیا اور دونون کے کرنے والون کو بنایا پس مجکو دونون قسمون مین جو بہتر ہو اُسمین کردے الٰہی تو نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور انمین سے ہر ایک کے لیے رہنے والے بنائے تو مجکو تو اپنی جنت کے باشندون مین سے کردے الٰہی تو نے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور اُنکے سینون کو کھول دیا اور ایک قوم کی تو نے گمراہی چاہی اور اُنکے سینون کو تنگ بنایا تو خدایا میرا سینہ ایمان کے لیے کھولدے اور ایمان کو میرے دل مین اچھا کر دکھا اور مجکو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا اور مجکو نیک چال والون مین سے کر الٰہی تو نے امور تدبیر کے اور اُنکا ٹھکانا اپنی طرف کیا پس بعد موت کے مجکو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتبے مین مجکو اپنے نزدیک فرما کر الٰہی جو شخص صبح اور شام کرتا ہو اس طرح کہ اُسکا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہو وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ بعد اسکے آپ نے فرمایا کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عزوجل مین ہین

وفات حضرت عمر بن خطاب رضؓ کی

عمرو بن میمون کہتے ہین کہ جس صبح کو حضرت عمر رضؓ کے زخم لگا مین بھی جماعت مین کھڑا تھا میرے اور اُنکے درمیان مین صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ تھے آپ جب دو صفون کے بیچ مین گذرتے تو کھڑے ہو جاتے اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ یہان تک کہ جب کبھی اور نقصان نہ رہتا تب

آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت مین سورۂ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تاکہ لوگ اکٹھے
ہو جاوین پس آپ نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ مین نے سنا کہ آپ فرماتے ہین کہ مجھکو کتے نے مار ڈالا یا کھا لیا
جب آپکے ابو لولو نے زخم لگایا اور وہ خبیث کافر دو دھاری چھری لیکر بھاگا جسکے پاس کو نکلا دہنے
بائین زخمی کرتا گیا یہان تک کہ تیرہ آدمیون کو زخمی کیا جنمین سے نو نے وفات پائی اور ایک روایت مین
سات مرے پس جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اُسپر اپنا کپڑا ڈالدیا جب اُس کافر نے دیکھا کہ
مین پکڑا گیا اپنے آپکو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنم ہوا اُدھر حضرت عمر رض نے حضرت عبد الرحمن بن عوف کو
پکڑ کر آگے کر دیا کہ نماز پڑھاوین اُسوقت جو حضرت عمر رض کے پاس کے لوگ تھے اُنھون نے تو یہ ماجرا
دیکھا اور جو لوگ مسجد کے اطراف مین تھے اُنکو اس حال کی کچھ خبر نہوئی بجز اسکے کہ حضرت عمر رض کی آواز آنی
موقوف ہو گئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ غرض کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے نماز مختصر
پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمر رض نے حضرت ابن عباس رض کو فرمایا کہ دیکھو مجھکو کسنے زخمی کیا
حضرت ابن عباس رض ایکساعت کو غایب ہوے پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے یہ حرکت کی ہے
آپ نے فرمایا کہ خدا اُسکو قتل کرے مین نے تو اُسپر احسان کرنے کے لیے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ
اُسنے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی اور تم اور تمھارے باپ ہی بہت چاہتے ہو کہ مدینہ منورہ
مین کفار عجم کی کثرت ہو یہ اسلیے فرمایا کہ حضرت عباس رض کے پاس غلام بہت تھے حضرت ابن عباس رض نے
عرض کیا کہ اگر آپکی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالین آپ نے فرمایا کہ اب قتل کرتے ہو جب تمھاری بولی
بولنے لگے تمھارے قبلہ کی طرف کو نماز پڑھنے لگے تمھارا ساحج کرنے لگے غرض کہ آپکو مسجد شریف سے آپکے
گھر مین اُٹھا لائے اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگون کا یہ حال تھا کہ گویا اُس دن سے پیشتر کبھی اُنپر مصیبت نہ آئی تھی
اور ایسی ایسی کہ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپ کے اوپر موت کا خوف ہے کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہین اتنے مین
آپکے لیے عرق انگور لائے آپ نے جو پیا تو پیٹ مین سے نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی پیا تو نکل گیا تب لوگون نے
جان لیا کہ آپ نہین بچینگے اور لوگ آکر آپکی ثنا کرتے جاتے تھے ایک شخص جوان آیا اُسنے یون کہا کہ اے
امیر المومنین آپکو خدا ے تعالی کی طرف سے بشارت ہو کہ آپکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور
اسلام مین وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپکو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوے اور عدل فرمایا پھر شہادت ملی
آپ نے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ یہ سب باتین میری گذر ہی کے لائق ہو جاوین نہ اسمین میرا نقصان ہو
نہ فائدہ جب وہ شخص جانے لگا تو اُسکا پاجامہ زمین کو لگتا تھا آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس
لے آؤ جب وہ ہٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کپڑا اونچا کر اس سے گرد وغیرہ سے بچا رہیگا اور خدا

سے تقوی کے بھی قریب نہ رہے پھر اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ اے عبداللہ دیکھ کہ میرے اوپر کتنا قرض ہے
حساب جو کیا تو چھیاسی ہزار یا کچھ کم وبیش پایا آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے خاندان کا مال اسکو وفا کرے
تب تو اُسی مین سے ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر انکا مال بھی وفا نہ کرے تو
قریش سے لیکر ادا کرنا اور قریش کے سوا اورون کی طرف مت بڑھنا اور میری طرف سے یہ قرضہ دے دینا
اور اب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ کے پاس جا اور کہہ کہ عمر تمکو سلام کہتے ہین بہت کہنا کہ امیر المومنین
اسلیے کہ مین آج مومنون کا سردار نہین ہون اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہین کہ اپنے دونون یارون کے
پاس مدفون ہون حضرت عبداللہ بن عمر رضہ حضرت عائشہ رضہ کے پاس گئے اور سلام کے بعد اجازت مانگی اور
اُنکے پاس جاکر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہین اُنسے عرض کیا کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہین اور
آپ کی اجازت چاہتے ہین کہ مین اپنے دونون یارون کے پاس دفن ہون حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ مین نے
یہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی مگر آج مین اپنے نفس پر عمر رضہ کو ترجیح دیتی ہون جب عبداللہ پھر کر حضرت عمر رضہ کی خدمت مین
آئے تو لوگون نے کہا کہ عبداللہ حاضر ہین حضرت عائشہ کے پاس ہو آئے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ مجکو اُٹھاؤ ایک
شخص نے اُنکو اپنے سہارے سے بٹھلا دیا آپ نے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے
انھون نے عرض کیا کہ جو بات آپ کو محبوب تھی وہی حضرت عائشہ رضہ نے منظور کر لی اور اجازت دے دی
آپ نے فرمایا الحمدللہ کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھ کر ضروری نہ تھی جب مین مر جاؤن تو میرے جنازے کو
لیجانا اور دروازے پر پہونچ کر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر اجازت چاہتے ہین اگر وہ اجازت دین تو مجکو اندر لیجانا
اور اگر مجکو ہٹا دین تو مسلمانون کے قبرستان مین لیجا کر دفن کر دینا اور حضرت ام المومنین حفصہ رضہ تشریف لائین
عورتین اُنکو ڈھانکے ہوئے تھین جب ہمنے اُنکو دیکھا تو ہم علیحدہ ہو گئے وہ حضرت عمر رضہ کے پاس آئین
اور ایک ساعت بھر اُنکے پاس روئین پھر مردون نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہو گئین انکے رونے کی
آواز اندر سے ہمنے سنی پھر لوگون نے کہا کہ اے امیر المومنین ہمکو وصیت کیجیے اور اپنا خلیفہ کسی کو مقرر
کر دیجیے آپ نے فرمایا کہ مین خلافت کے لیے ان لوگون سے بڑھ کر اور کسی کو مستحق نہین جانتا ہون
ان لوگون کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انسے راضی ہی اس جہان سے تشریف لے گئے ہین پھر آپ نے
حضرت علیؓ اور حضرت عثمان اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رضہ کا نام لیا اور فرمایا کہ
عبداللہ بن عمر بھی تمھارے پاس آویگا مگر خلافت سے اُسکو کچھ سروکار نہین یہ ایسی صورت سے فرمایا کہ
عبداللہ بن عمر رضہ کی تسکین ہو جاوے پھر فرمایا کہ اگر نوبت خلافت کی سعد کو پہونچے تو فبہا ورنہ جو کوئی
امیر ہو اُس سے استعانت کیا کرے اسلیے کہ مین نے اُسکو کچھ عاجزی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہین کیا

اور مین اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ اول ہجرت کرکے آئے ہین اُنکی فضیلت پہچانے اور اُنکی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ انصار کے ساتھ خیر کیا کرے یہ وہ لوگ ہین کہ اس جگہ مین اور ایمان مین سب سے پہلے اُنھون نے جگہ پکڑی ہو اُنکے محسن کی طرف سے قبول کیا کرے اور بُرائی کرنے والے سے درگذر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ اطراف کے شہر والون سے سلوک کرے اسلیے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالون کے جمع کرنے والے اور موجب دشمنون کے جلنے کے ہین اور یہ کہ اُنسے کچھ نہ لے بجز اسکے جو اُنکے مال سے زائد ہو اور بخوشی دے دین اور عرب والون سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہون باین وجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہین اُنکے زوائد مال مین سے لیکر اُنھین کے مفلسون کو دے دیا کرے اور اُسکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالیٰ کے عہد اور اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کو لحاظ کرے اور مسلمان لوگون سے عہد پورا کیا کرے اور اُنکی حمایت کے لیے اورون سے لڑا کرے اور اُنکی طاقت سے زیادہ اُنسے کام نہ لیا کرے راوی کہتے ہین کہ جب آپ کی روح خلد برین کو پرواز کر گئی تو ہم آپ کے جنازے کو لیکر چلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ کی خدمت مین جاکر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر بن خطاب اجازت چاہتے ہین حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ اندر لے آؤ غرض کہ اندر لے جاکر اُنکے دونون یارون کے پاس دفن کر دیا آخر حدیث تک۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ مجھسے جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہی کہ عمر کی موت پر اسلام روویگا۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ جب حضرت عمرؓ کو چارپائی پر رکھا تو لوگون نے آکر جنازے کو گھیر لیا دعا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے پہلے اس سے کہ جنازہ اُٹھے اور مین بھی اُن لوگون مین تھا اتنے مین ایکشخص نے میرے دونون مونڈھے پکڑ کر مجھکو ڈرا دیا مین نے جو پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اُنھون نے کلمات رحم حضرت عمرؓ کے اوپر کہے اور فرمایا کہ تمنے اپنے بعد کسی کو ایسا نہ چھوڑا کہ مجھکو اُس جیسا عمل کرکے مرنا محبوب تر ہو تمھارا ہی سا عمل کرکے خدائے تعالیٰ سے ملنا مجھکو پسند آتا ہی اور قسم ہی خدا کی کہ مجھکو گمان غالب تھا کہ اللہ تعالے تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھ کر دیگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ مین اکثر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اور ابو بکر اور عمر گئے اور مین اور ابو بکر اور عمر نکلے اور مین اور ابو بکر اور عمر اندر آئے جب ہر ایک بات مین اسی طرح فرماتے تھے تو مجھکو توقع اور گمان غالب تھا کہ اللہ تعالے تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھ کر دیگا

وفات حضرت عثمانؓ کی حدیث آپ کی شہادت کی مشہور ہی اور حضرت عبداللہ بن سلامؓ

فرماتے ہین کہ جب حضرت عثمانؓ گھرے ہوے تھے تو مین آپکے سلام کو آیا اور اُنکے پاس اندر گیا
آپ نے فرمایا کہ بھائی خوب ہوا تم آئے آج رات مین نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا کہ اس تابدان مین سے ارشاد فرماتے ہین کہ اے عثمان تجھے لوگون نے گھیر لیا مین نے عرض کیا کہ
ہان پھر فرمایا کہ تجھے پیاسا رکھا مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آپ نے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا مین نے
اُسمین سے پانی پیٹ بھر کر پیا یہان تک کہ اُسکی ٹھنڈک اپنی چھاتیون اور مونڈھون مین پاتا ہون اور
فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجکو مدد ملے اور انپر غالب ہو جا اور چاہے تو ہمارے پاس افطار کر مین نے آپ ہی کے
پاس افطار کرنا پسند کر لیا بس آپ کی شہادت اُسی روز ہوئی - اور حضرت عبداللہ بن سلام رضہ نے اُن
لوگون سے پوچھا جنھون نے حضرت عثمان کو زخمی ہونے پر خون مین تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رضنے
اپنے خون مین لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا لوگون نے کہا کہ ہمنے سُنا تھا کہ یون فرماتے تھے الٰہی امت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کو جمع کر یعنی اتفاق اُنہین عنایت فرما یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا حضرت عبداللہ بن سلام نے
فرمایا کہ قسم ہو خدائے تعالیٰ کی اگر وہ دعا مانگتے کہ کبھی انمین اتفاق نہو تو قیامت تک اتفاق نہوتا -
اور ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہین کہ جسوقت حضرت عثمان رضہ نے مکان کے اوپر سے لوگون کی طرف نیچے
دیکھا تھا مین بھی موجود تھا آپ نے فرمایا کہ تم میرے پاس اُن دونون شخصون کو لاؤ جنھون نے تمکو یہان لاکر
جمع کیا ہو وہ دونون بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے آتے ہین پھر حضرت عثمان نے
لوگون کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ مین تمکو خدائے تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہو کہ
جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین تشریف لائے تھے تو مدینے مین میٹھا پانی بجز چاہ رومہ کے
اور جگہ نتھا تو آپ نے فرمایا کوئی ہو کہ اس کنوئین کو خرید کر اپنا ڈول مسلمانون کے ڈول کے ساتھ اسمین
ڈالے اور جنت مین اس سے بہتر پاوے بس مین نے خاص اپنے مال سے اُسکو مول لیا اور تم آج اُسکا
پانی مجھے نہین پینے دیتے نہ دریا کا پانی پینے دیتے ہو لوگون نے کہا کہ یہ درست ہے آپنے فرمایا کہ مین تمسے
بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہو کہ مین نے مفلس لشکر کو سامان لڑائی کا دیا تھا لوگون نے کہا کہ ہان
دیا تھا آپ نے فرمایا کہ مین بقسم پوچھتا ہون کہ تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیون سے تنگی کرتی تھی اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہو جو فلان لوگون کی زمین خرید کر مسجد بڑھاوے اور اُس سے بہتر جنت مین
پاوے تو مین نے خاص اپنی گرہ سے اُسکو خریدا اور تم آج مجکو اُسمین دو رکعت نماز پڑھنے سے مانع ہو لوگون نے
کہا کہ درست ہو آپنے فرمایا کہ مین تمسے بقسم پوچھتا ہون کہ تمھین معلوم ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
مکہ معظمہ مین جبل ثبیر پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضہ اور مین تھا اتنے مین

پہاڑ نے حرکت کی یہانتک کہ اسکے پتھر نیچے کو گر پڑے آپ نے اُسکے ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر جا

اسی بیر کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہین لوگون نے کہا آپ بجا فرماتے ہین آپ نے

فرمایا کہ اللہ اکبر قسم ہے رب کعبہ کی ان لوگون نے میری گواہی دی مین بیشک شہید ہون - اور ایک شیخ

ضبہ مین سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عثمان رضہ کو جسوقت زخمی کیا اور خون آپ کی ریش مبارک پر بہتا تھا

آپ اسوقت فرماتے تھے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ الٰہی ان لوگون کے

ہاتھ سے مین تجھی سے انتقام چاہتا ہون اور اپنے سب کامون مین تجھی سے مدد چاہتا ہون اور

جس امر مین تو نے مجھکو مبتلا کیا ہے اُسپر تجھی سے درخواست صبر کی کرتا ہون

وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

اصبغ حنظلی کہتے ہین کہ جب وہ رات ہوئی جسکی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوے ہین تو آپ لیٹے

ہوے تھے ابن تیاح فجر کے وقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لیے عرض کیا آپ نے تاخیر کی اور

لیٹے رہے دوبارہ وہ پھر آئے پھر آپ نے دیر کی تیسری بار آئے تو آپ اٹھکر چلے اور ایک قطعہ پڑھتے تھے جسکا مضمون یہ ہے

موت سے گھبرا نے مت جب ہو تری مہمان	موت کی تیاری کر آئیگی وہ بے گمان

جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہنچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کرکے مار ڈالا حضرت ام کلثوم

آپ کی بیٹی باہر نکلین اور کہنے لگین کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے شوہر حضرت عمر رض بھی اسی نماز مین

شہید ہوے اور میرے باپ بھی اسی نماز مین اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ

وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرا مطلب حاصل ہوا - اور

حضرت محمد بن علی علیہ السلام فرماتے ہین کہ جب آپ زخمی ہوے تو اپنے لڑکون کو وصیت کی اور پھر

مرتے دم تک بجز لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اور کچھ نہ بولے - اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام موت کے

قریب ہوے تو حضرت امام حسین علیہ السلام انکے پاس آئے اور کہا کہ بھائی تم کیون گھبراتے ہو تم آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم اور علی بن ابی طالب رضہ سے ملوگے وہ دونون تمھارے باپ ہین اور خدیجہ

بنت خویلد رضہ اور فاطمہ زہرا سے ملوگے وہ دونون تمھاری مان ہین اور حمزہ اور جعفر رضہ سے ملوگے وہ

دونون تمھارے چچا ہین حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی مین ایسے معاملے سے ملونگا کہ اُس

جیسے سے کبھی نہین ملا اور حضرت محمد بن حسین رضہ فرماتے ہین کہ جب لوگون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو

گھیرا اور آپ کو یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے تو اپنے یارون مین کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی

حمد و ثنا کرکے فرمایا کہ جو کچھ حال ہو رہا ہے تم دیکھتے ہی ہو دنیا بدل گئی اور انجان ہوگئی سلوک سنے

منھ موڑ لیا دنیا اتنی رہ گئی ہے جیسے برتن مین پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار سے مجکو موت ہی پسند ہی
کیا دیکھتے نہین کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسی لیے ہو کہ ایماندار خداے تعالے سے ملنے کی
رغبت کرے اور مجکو موت ہی سعادت معلوم ہوتی ہو اور ان ظالمون کے ساتھ زندگی محرومی جانتا ہون

پانچوین فصل اُن اقوال کے ذکر مین جو موت کے وقت خلفا اور امرا اور صالحین نے فرمائے ہین

جب امیر معاویہ رضہ کی وفات قریب ہوئی تو کہا کہ مجکو بٹھلا دو لوگون نے بٹھلا دیا آپ نے خداے تعالیٰ کی
تسبیح اور ذکر شروع کیا پھر روئے اور کہا ای معاویہ بوڑھاپے اور شکستگی کے وقت خداے تعالیٰ کا ذکر
سوجھا اسکا وقت تو جب تھا جب شاخ جوانی تر و تازہ تھی یہ کہکر اور زیادہ روئے تا آنکہ آواز رونے کی
بلند ہوئی اور کہا کہ الٰہی اس بوڑھے کم بخت دل سخت پر رحم فرما الٰہی لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف کر
اور اپنے حلم سے اُس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا کسی کی توقع نہین رکھتا نہ غیر پر اعتماد کر
اور ایک بوڑھا شخص قریش مین سے بیان کرتا ہو کہ انکی مرض موت مین لوگون کے ساتھ مین بھی
اُنکے پاس گیا تھا لوگون نے اُنکے بدن مین جھرّیان دیکھین اُنھون نے بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ دنیا
سب کی سب وہی ہو جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری تو انگری اور عیش سے لذت یابی کے باعث
دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی اور ابھی جنسے نہ پائی تھی کہ دنیا نے اُسکو ہر ایک حال مین توڑ ڈالا
اور رسی کے بعد رسی کاٹ دی اب دنیا ایسی ہوگئی کہ ہمکو کھو کھنڈا پیچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی
تو تف ہو ایسے گھر پر اور تھوک ہو ایسی دنیا پر۔ اور روایت ہو کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہ رضہ نے پڑھا
یہ تھا کہ لوگو جو کھیتی کرتا ہی سو کاٹتا ہی اور مین تمھارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تمہر ہو گا وہ مجھسے بُرا ہی گا
جیسے مجھ سے بیشتر کے حاکم مجھ سے بہتر تھے اور ای یزید جب میری موت ہو جاوے تو مجکو کسی
ہوشیار عاقل سے نہلوانا کہ عاقل خداے تعالے کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہی اُس سے کہیو کہ غسل اچھی طرح
دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے پھر دیکھنا کہ خزانے مین ایک رومال ہو اُسمین ایک کپڑا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے کپڑون مین سے اور کچھ ریزے آپ کے بالون اور ناخنون کے رکھے ہین تو ریزون کو
ایکر میری ناک اور منھ اور کان اور آنکھ مین رکھنا اور کپڑے کو کفنون کے اندر میرے بدن پر رکھ دینا
اور ای یزید خداے تعالیٰ کا حکم ان باپ کے باب مین یاد رکھنا اور جب تم لوگ مجکو میرے نئے کپڑون
یعنی کفن مین لپیٹ چکو اور میری قبر مین رکھ چکو تو معاویہ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا اور
محمد بن عقبہ کہتے ہین کہ جب امیر معاویہ رضہ پر موت آئی تو کہنے لگے کہ کیا خوب ہوتا کہ مین ایک شخص قریش کا
بھوکا ہوتا اور امر خلافت مین سے کسی چیز کا مالک نہوتا اور جب عبد الملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی

تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف مین کپڑے کو اپنے ہاتھ مین لپیٹ کر پٹرے پر مار رہا ہے عبد الملک نے
کہا کہ بخدا خوب ہوتا جو مین دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا مین سے
کسی چیز کا والی ہوتا یہ بات ابو حازم رح نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اُسنے ان حکام کو ایسا بنایا کہ
اپنے مرنے کے وقت اس حال کی تمنا کرتے ہین جسمین ہم ہین اور ہمکو جب موت آتی ہے تو ہم اُنکے
احوال کی تمنا نہین کرتے اور کسی نے عبد الملک سے اُسکے مرض موت مین پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا
پاتے ہو اُسنے کہا کہ مین ایسا پاتا ہون جیسا خدا ے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا
خَلَقْنَاکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَکْتُمْ مَا خَوَّلْنَاکُمْ وَرَاءَ ظُهُوْرِکُمْ فاطمہ بنت عبد الملک جو حضرت عمر بن عبد العزیز
کی بی بی تھین کہتی ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اپنے مرض موت مین دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میری موت کو
لوگون پر ظاہر مت کر گو دن مین سے ایک ہی گھڑی کے لیے ظاہر ہو پس جس روز کہ آپ کی وفات ہوئی مین
اُنکے پاس سے اٹھ کر ایک اور گھر مین چلی گئی کہ مجھ مین اور آپ مین ایک دروازہ حائل تھا اور آپ اپنے ایک
برج مین رہے مین نے سنا کہ آپ نے یہ آیت پڑھی تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ
عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ پھر ساکت ہوے جب مجھکو نہ آپ کی کچھ آواز معلوم ہوئی
نہ آہٹ تو مین نے آپ کے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا آپ کیا سوتے ہین جب وہ آپ کے پاس گیا تو
چیخ ماری مین جھپٹی دیکھا تو آپ مر چکے ہین غرض کہ خداے تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی کہ کچھ دیر تک آپ کی
موت ظاہر نہوئی۔ اور اُنسے مرنے سے پیشتر کسی نے سوال کیا کہ اے امیر المومنین کچھ وصیت فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ مین تمکو اپنے اس حال سے ڈراتا ہون کہ تمکو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہے اور منقول ہے کہ جب آپ
سخت بیمار ہوے تو آپ کے واسطے ایک طبیب بلایا گیا اُسنے آپ کا حال دیکھ کر کہا کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے
اور انکی موت سے مین مامون نہین آپ نے اپنی آنکھ اوپر کو اُٹھا کر طبیب سے فرمایا کہ جسکو زہر نہین دیا جاتا
اُسکی موت سے بھی تو تم مامون نہین اُسنے پوچھا کہ آپ زہر کا اثر معلوم بھی ہوا آپ نے فرمایا کہ جب زہر میرے
پیٹ مین پڑا تھا جبھی مجکو معلوم ہو گیا تھا اُسنے کہا کہ پھر آپ علاج کیجیے ورنہ مجکو خوف ہے کہ آپ کی جان
جاتی رہیگی آپ نے فرمایا کہ جان میری پروردگار کے پاس جائیگی جو سب سے بہتر جانے کی جگہ ہے بخدا اگر
مجکو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو اپنا ہاتھ کان تک اُٹھا کر اُسکو نہ لیتا الٰہی
عمر کے لیے اپنی ملاقات مین خیر کر اسکے بعد آپ تھوڑے ہی دنون مین راہی ملک بقا ہوے
اور روایت ہے کہ جب آپ کی موت قریب پہونچی تو روئے کسی نے کہا کہ اے امیر المومنین رونے کا
کیا مقام آپ کو مژدہ ہو کہ خداے تعالیٰ نے آپ کے باعث بہت سی سنتون کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا

آپ نے رو کر فرمایا کہ کیا مین میدان حشر مین کھڑا نہین کیا جاؤنگا اور اس خلق کے باب مین پوچھا نہ جاؤنگا
بخدا کہ اگر مین بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خداے تعالی کے سامنے اپنی حجت
پیش نہ کرسکیگا مگر یہ کہ خداے تعالی ہی اسکو تعلیم فرما دے اور جس صورت مین کہ اکثر عدل ہمسے تلف ہوگیا ہو
تو اب نہایت خوف کا مقام ہے یہ کہکر بہت روئے اور اسکے بعد بہت کم جیے اور منقول ہے کہ مرنے کے وقت
آپ نے فرمایا کہ مجکو بٹھلا دو لوگون نے بٹھلا دیا آپ نے فرمایا کہ الہی مین وہ ہون کہ تو نے حکم کیا مین نے
اسکی بجا آوری مین کوتاہی کی اور تو نے منع کیا تو مین نے نہ مانا یہ جملے تین بار فرماکر کہا کہ لیکن لا الہ
الا اللہ یعنی توحید مین مین نے کوتاہی نہین کی پھر آپ نے سر اٹھاکر تیز نگاہ سے دیکھا لوگون نے جو
سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ لوگ موجود دیکھتا ہون کہ نہ وہ آدمی ہین نہ جن پھر آپ کی وفات ہوئی
رحمہ اللہ تعالی - اور خلیفہ ہارون رشید کے حال مین لکھتے ہین کہ انھون نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے
ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اسکو دیکھکر کہتے تھے مَا اَغْنٰی عَنِّی مَالِیَهْ هَلَكَ عَنِّی سُلْطَانِیَهْ اور [illegible]
بچھا کر اسپر لیٹ رہے اور کہتے تھے کہ اے وہ شخص جسکی سلطنت کبھی نہ جاویگی تو اس شخص پر رحم کر جسکا
ملک جاتا رہا اور معتصم باللہ اپنی موت کے وقت کہتے تھے کہ اگر مین یہ جانتا کہ میری عمر تھوڑی ہے تو جو کچھ
مین نے کیا ہرگز نہ کرتا اور منتصر اپنی موت کے وقت بہت مضطرب تھے لوگون نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ
نہین گھبرایئے نہین کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آپہونچی اور عمرو بن عاص نے اپنے بیٹون سے
موت کے وقت صندوقون کو دیکھکر کہا کہ انکو مع انکے اندر کی چیز کے کون لیگا کاش یہ مینگنیان ہوتین
اور حجاج بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یون کہتے ہین کہ تو میری مغفرت نہین کریگا
حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حجاج کی یہ بات اچھی معلوم ہوا کرتی اور اسپر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت
حسن بصری رح سے کہا گیا تو آپ نے کہا کہ کیا حجاج نے یون ہی کہا تھا لوگون نے کہا ہان آپ نے فرمایا
کہ تو کیا عجب کہ خداے تعالی اسکے حال پر رحم کرے

اب اقوال خاص لوگون کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین و اہل تصوف رضی اللہ عنہم اجمعین کے
لکھے جاتے ہین جب حضرت معاذ رض کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الہی مین تجھسے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھسے توقع
رکھتا ہون الہی تو جانتا ہے کہ مین دنیا کو اور اسمین بہت جینے کو اسلیے پسند نہین کرتا تھا کہ نہرین جاری کرون یا درخت
لگاؤن بلکہ گرمیون کے دوپہر مین پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقون مین دوزانو
علما کے پاس بیٹھنے کے لیے پسند کرتا تھا - اور جب آپ پر جان کنی کی شدت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی کہ
اور کسی پر نہوئی تھی تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے اپنی آنکھ کھول دیتے تھے اور فرماتے تھے

کہ الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے قسم ہی تیری عزت کی کہ میرا دل تجھسے محبت رکھتا ہی - اور جب حضرت سلمان فارسی رضہ نے سفر آخرت کی تیاری فرمائی تو روئے لوگون نے سبب گریہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہین رویا بلکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمسے اقرار لیا تھا کہ مقدار زاد دنیا مین سے ہم مین سے کسی کے لیے اتنی ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہی جب آپکی وفات ہولی تو جتنا کچھ چھوڑا تھا اُسکو جو دیکھا گیا تو کل کی قیمت چند اوپر دس درم یعنی چار روپیہ کے قریب تھی اور جب حضرت بلال رضہ کے کان مین موت کی اذان کی آواز پہونچی تو آنکی بی بی نے کہا کہ ہائے کیا غم ہو اُنھون فرمایا کہ نہین بلکہ واہ کیسی خوشی ہو کہ کل کو ہم اپنے دوستون محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی جماعت سے ملینگے اور منقول ہو کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضہ مرنے کے وقت آنکھین کھول کر ہنس پڑے اور فرمایا لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ اور حضرت ابراہیم نخعی رح کو جب موت قریب ہوئی تو روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین خداے تعالیٰ کے ایلچی کا منتظر ہون کہ مجکو بشارت جنت کی دیتا ہی یا دوزخ کی اور جب ابن منکدر رح کی وفات قریب ہوئی تو روئے اور رونے کا باعث پوچھا گیا فرمایا کہ مین کسی ایسے گناہ کے لیے نہین روتا کہ مجکو اُسکے ارتکاب کا یقین ہو بلکہ یہ خوف ہو کہ کہین مین نے کوئی کام کیا ہو اور اپنی دانست مین اسکو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خداے تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو اور عامر بن عبد القیس کی جب وفات پہونچی تو روئے پوچھا گیا کیون روتے ہو فرمایا کہ نہ مین موت سے گھبرا کر روتا ہون نہ دنیا پر حریص ہو کر بلکہ جو چیز کہ اب مجھسے چھوٹ جائیگی یعنی دوپہر کی پیاس اور جاڑون کی رات کو جاگنا اُسکے لیے روتا ہون - اور جب حضرت فضیل رح کی وفات پہونچی تو بیہوش ہوگئے پھر آنکھین کھول کر فرمایا کہ افسوس اتنا بڑا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ اور جب حضرت عبد اللہ بن مبارک رح کی موت قریب ہوئی اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ میرا سر مٹی پر رکھ دے نصر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہی اُسنے کہا کہ مجکو آپ کی آسایش اور عیش یاد آتی ہی اور اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر مرتے ہین آپ نے فرمایا کہ چپ رہ مین نے خداے تعالیٰ سے درخواست کی کہ زندگانی میری تو انگرون کی سی کرے اور موت فقیرون کی سی عنایت فرما دے پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لیے کلمہ پڑھنا مگر جبتک میری زبان سے دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا - اور عطاء بن یسار رح کہتے ہین کہ ایک شخص کے سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اُس سے کہا کہ بچ گئے اُسنے جواب دیا کہ مین ابھی تک تجھسے مامون نہین - اور بعض اکابر موت کے وقت روئے لوگون نے موجب پوچھا فرمایا کہ ایک آیت کلام مجید کی رلاتی ہی اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اور حضرت حسن رح ایک شخص کے

پاس تشریف لیگئے کہ نزع کے حال مین تھا فرمایا کہ جس کام کی ابتدا یہ ہو اسکی انتہا سے ڈرنا چاہیے اور جسکی انتہا یہ ہو اسکی ابتدا کو ترک کرنا زیبا ہے - اور جریری کہتے ہین کہ حضرت جنید رح کی نزع کے وقت مین انکے پاس تھا وہ دن جمعہ کا اور نوروز سال تھا آپ کلام اللہ پڑھتے تھے اور اسی حالت مین ختم کرلیا مین نے عرض کیا کہ اس حالت مین آپ نے ختم کیا آپ نے فرمایا کہ میرے شروع کیے ہوئے کو پورا کرنے کا مستحق مجھسے زیادہ اور کون تھا کہ اسوقت میرے نامۂ اعمال تہ ہوتے ہین - اور رویم کہتے ہین کہ مین حضرت ابوسعید خراز کی وفات کے وقت موجود تھا وہ چند اشعار پڑھ رہے تھے جنکا ترجمہ یہ ہے ؎

ذکر کا ہی عارفون کے دل کو ہر دم اشتیاق — اور مناجاتون مین انکو راز کی ہی قیل وقال
پیتے ہی جام فنا وہ بھول دنیا کو گئے — نشے رہین متوالے جیسے جاتے ہین سب بھول حال
فکر انکی ایسے میدان مین کرے جولانیان — ہو محبون کا جہان روشن ستارون کا سا حال
تن تو ہین انکے زمین پر کشتہ اسکے عشق سے — پردہاے غیب مین اور پر کو ہی روحون کی چال
دم نہین لیتے مگر جس جا سے ہو نزدیک دوست — کچھ ضرر ہی کیون نہو انکو نہین ہوتا ملال

اور حضرت جنید رح سے جو کہا گیا کہ ابوسعید خراز رح پر مرنے کے وقت حال بہت تھا آپ نے فرمایا کہ اگر انکی روح اشتیاق ہی کے مارے اڑ جاتی تو کچھ عجب نہ تھا - اور حضرت ذوالنون مصری رح سے کہا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہین فرمایا کہ یہ تمنا ہی کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اسکو پہچان لون اور کسی بزرگ سے نزع کے وقت کہا گیا کہ کہو اللہ اسنے کہا کہ تم کب تک کہے جاؤگے مین تو اسی اسم ذات سے جلا جاتا ہون اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ممشاد دینوری کی خدمت مین تھا کہ اتنے مین ایک فقیر آیا اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ یہان کوئی صاف وشستہ جگہ ہی جسمین آدمی مرسکے لوگون نے اسکو ایک جگہ بتائی کہ پانی کے کنارے پر تھی اس فقیر نے تازہ وضو کیا اور کچھ رکعتین پڑھین بعد اسکے اس جگہ مین گیا اور پانون پھیلاکر مرگیا - اور ابوالعباس دینوری اپنی مجلس مین کچھ فرما رہے تھے کہ ایک عورت کو حال آیا اور چیخ ماری آپ نے اسکو فرمایا کہ مرجا وہ عورت اٹھی اور دروازے تک پہونچ کر آپ کی طرف کو مڑکر دیکھا اور کہا کہ لو مین مرگئی اور مردہ ہوکر گر پڑی اور فاطمہ ہمشیرہ ابوعلی رودباری کی فرماتی ہین کہ جب میرے بھائی کی موت قریب ہوئی تو انکا سر میری گود مین تھا انھون نے آنکھین کھولکر فرمایا کہ یہ آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنتین آراستہ ہوئین اور یہ ایک کہنے والا کہ رہا ہی کہ اے ابوعلی ہمنے تجھکو غایت مرتبے پہونچا دیا اگرچہ تیرا ارادہ نہو پھر آپ نے ایک قطعہ پڑھا جسکا مضمون یہ ہی

قطعہ

حق بچشم الفت مین نہ ڈالونگا کسی پر نگاہ — جب تلک مجکو نہ دکھلاویگا تو اپنا جمال

چشم بیمار سے دیتا ہے تو تکلیف مجھے ۔ رخ جو گلگون ہے حیا سے وہ مجھی پر ہے لال

اور حضرت جنید رح سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو آپ نے فرمایا کہ مین اسکو بھولا تھوڑا ہی ہون جو یاد کرون اور جعفر بن نصیر نے بکران دینوری حضرت شبلی رح کے خادم سے پوچھا کہ اُنکے مرنے کے وقت تمنے کیا حال دیکھا بکران نے کہا کہ حضرت شبلی نے یہ فرمایا کہ میرے اوپر ایک شخص کا ایک درم ہے جو ظلماً اُس سے میرے پاس آیا تھا ہر چند مین نے اس شخص کی طرف سے ہزارون صدقے دے ڈالے ہین مگر میرے دل پر اس سے بڑھ کر کوئی شغل نہین پھر فرمایا کہ نماز کے لیے مجکو وضو کرا دے مین نے وضو کرایا اور ڈاڑھی کا خلال بھول گیا آپ کی زبان بند تھی میرا ہاتھ پکڑ کر ڈاڑھی مین دے دیا پھر وفات پائی جعفر روئے اور کہا کہ ایسے شخص کے باب مین تم کیا کہتے ہو کہ آخر عمر مین بھی اُنسے ایک مستحب شرایعت کا چھوٹنے نہ پایا ۔ اور بشر بن الحارث رح سے مرنے کے وقت کہا گیا اُسوقت کہ آپ کو سختی بہت تھی کہ تمکو زندگی محبوب ہے جو موت سے ایسے چین بجبین ہو اُنھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ خدا ے تعالی کے پاس جانا بہت مشکل کام ہے ۔ اور صالح بن مسمار سے کسی نے کہا کہ تم اپنے بیٹے اور کنبے کے باب مین کچھ وصیت کر جاؤ اُنھون نے کہا کہ مجھے خدا ے تعالی سے شرم آتی ہے کہ اُنکے باب مین اُسکے سوا کسی اور کو وصیت کرون ۔ اور جب حضرت ابو سلیمان ولدانی کو حالت نزع ہوئی تو اُنکے یاران طریقت اُنکے پاس آئے اور کہا کہ مژدہ ہو کہ آپ رب غفور رحیم کے پاس جاتے ہین آپ نے فرمایا کہ یون کیون نہین کہتے کہ ڈر و اسلیے کہ اب ایسے پروردگار کے سامنے جاتے ہو کہ چھوٹے گناہون کا حساب لیگا اور بڑے گناہون پر عذاب دیگا ۔ اور جب ابو بکر واسطے رح کی جان نکلنے لگی لوگون نے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ خدا ے تعالی کا مقصود جو تمسے ہے اُسکا لحاظ رکھو ۔ اور کسی بزرگ کو نزع شروع ہوا تو اُنکی بی بی رونے لگی پوچھا کہ کیون روتی ہے اُسنے کہا کہ تمھارے اوپر روتی ہون اُنھون نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر رو مین تو اس دن کے لیے چالیس برس رو چکا ہون ۔ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ مین سری سقطی رح کی عیادت کو اُنکے مرض موت مین گیا اور پوچھا کہ کیا حال ہے آپ نے اس مضمون کا شعر پڑھا ؎

چگونہ شکوہ ٔ حالم کنم نزد طبیب ۔ کہ انچہ بر تن مسکین رسیدہ است از وست

مین نے پنکھا لیکر چاہا کہ آپ پر ہوا کرون آپ نے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اُس شخص کیسے معلوم ہو گی جسکا دل جل رہا ہے پھر کچھ شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا ؎

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہین دل مین آگ ہے ۔ کرب تو ہے پاس میرے صبر ہے مجسے بعید
کیسے راحت ہو اُسے جسکو کہ ہووے اضطراب ۔ شوق سے ہو ناک مین دم اور قلق ہووے مزید

یا الٰہی گر کشایش ہو کسی شئے مین مری — جب تلک مجھ مین رمق ہو کر اسے مجھپر پدید

اور روایت ہو کہ کچھ لوگ حضرت شبلی رح کے یارون مین سے موت کے وقت اُنکے پاس گئے اور کہا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُنھون نے یہ قطعہ پڑھا ؎

جس گھر مین کہ تو مقیم ہووے — وان شمع کی کچھ نہین ہو حاجت
بس ہو ہمین تیری ذات ماسول — جسدن کرین پیش لوگ حجت
اس حال سے چاہون گر کشایش — وہ دن نہ کرے خدا عنایت

اور روایت ہو کہ ابو العباس بن عطاء حضرت جنید رح کے پاس اُنکی نزع کے وقت گئے اور سلام کیا اُنھون نے اُسوقت جواب نہ دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجکو معذور رکھو کہ مین اپنے وظیفے مین مشغول تھا پھر قبلہ کی طرف مُنھ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوے - اور کتانی رح سے کسی نے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہوتی تو مین ہرگز نہ بتلاتا مین اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا جب اُسمین غیر اللہ آتا تو مین اُسکو اُسکے پاس سے ہٹا دیتا - اور معتمر کہتے ہین کہ جب حکم بن عبد الملک کو موت آئی تو مین بھی وہان موجود تھا مین نے کہا کہ الٰہی تو اس شخص پر موت کی سختیون کو آسان فرما کہ یہ شخص جنین اور چنان تھا اُسکی بہت ہی خوبیان بیان کین اُنکو جو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا مین نے کہا کہ مین فرمایا کہ ملک الموت مجسے کہتے ہین کہ مین ہر سخی پر نرمی کرتا ہون یہ کہکر چل بسے اور جب یوسف بن اسباط کی وفات قریب ہوئی تو حضرت حذیفہ اُنکے پاس گئے دیکھا تو قلق اور اضطراب بہت ہو پوچھا کہ ای ابو محمد یہ وقت گھبرانے کا ہو اُنھون نے فرمایا کہ مین کیسے نہ گھبراؤن کہ مین یقیناً جانتا ہون کہ اپنے کسی عمل مین مین نے خداے تعالے کی تصدیق نہین کی حذیفہ نے فرمایا کہ اس نیک مرد سے بڑا تعجب ہو کہ مرنے کے وقت حلف کرتا ہو کہ اپنے کسی عمل مین خداے تعالی کی تصدیق نہین کی اور مغازلی رح کہتے ہین کہ مین جامع عبّادان مین ایک بوڑھے کے پاس گیا جو مرض موت مین تھا اُسکو سُنا کہ کہتا تھا کہ الٰہی تجسے سب کچھ کرنا ممکن ہو تو میرے حال پر رحم فرما - اور بعض اکابر ممشاد دینوری کے پاس نزع کی حالت مین گئے اور اُنکے واسطے دعا کی کہ خداے تعالی آپ کے ساتھ ایسا ویسا سلوک فرماوے وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس سے جنت مع اُسکے اندر کی چیزون کے میرے سامنے کی جاتی ہو مین نے نظر بھر کے بھی اُسکو نہین دیکھا اور رویم رح سے مرتے دم کہا گیا کہ کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُنھون نے کہا کہ مین اس سے بہتر اور کوئی چیز نہین کہ سکتا اور جب سفیان ثوری رح کی وفات آئی تو اُنسے کہا گیا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو

اُنھون نے فرمایا کہ کیا دہان اور کوئی بات نہین اور مزنی رح حضرت امام شافعی رح کی مرض موت مین اُنکے پاس گئے اور پوچھا کہ کیسے صبح کی فرمایا کہ اِس طرح صبح کی کہ دنیا سے رحلت کرتا ہون دوستون بھائیون سے مفارقت اور اپنے اعمال بد سے ملاقات کرتا ہون اور جام موت کو پیتا ہون اور خداے تعالیٰ کے پاس جاتا ہون یہ معلوم نہین کہ میری روح جنت مین جاویگی کہ اُسکی تہنیت اُسکو دون یا دوزخ مین جاویگی کہ ماتم پرسی کرون پھر یہ اشعار پڑھے

سخت جب میرا ہوا دل اور ہوئین سب راہین بند — کردیا اپنی رجا کو زینہ تیرے عفو کا
اپنے جرمون کو بڑا سمجھا تھا مین پر جب گیا — عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا
تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہی بندون کے گناہ — اپنے جود وعفو و احسان وکرم سے اے خدا
گر نہوتا تو تو عابد تھا نڈر ابلیس سے — اب تو تیرے ہی صفی آدم کو اُسنے چھل دیا

اور جب احمد بن خضرویہ پر نزع کا عالم ہوا تو کسی نے ایک مسئلہ پوچھا اُنکی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ بیٹا ایک دروازے کو مین پچانوے برس سے کھٹکھٹاتا تھا وہ اب کھلیگا مجھے معلوم نہین کہ سعادت پر کھلیگا یا میری بدبختی پر تو مجھے جواب کی مہلت کہان ہی یہ ہین صلحا کے اقوال اور جیسے ان لوگون کے حال مختلف تھے ویسے ہی اقوال بھی مختلف ہین بعضون پر خوف غالب تھا اور بعضون پر رجا اور بعضون پر شوق اور محبت پس ہر ایک نے اپنے مقتضاے حال کے موافق گفتگو کی ہی اور سب کے اقوال اُنکے حالات کی نسبت کر درست و بجا ہین —

چھٹی فصل اُن اقوال کے بیان مین جو عارفون نے جنازون اور قبرستان پر کہے ہین اور زیارت قبرون کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اول جنازے سے عبرت پکڑنے مین - واضح ہو کہ عاقل کے لیے جنازہ بھی عبرت اور تنبیہ کی چیز ہی اور غفلت والون کو اُسکے دیکھنے سے بجز دل کی سختی کے اور کچھ نہین بڑھتا اسلیے کہ اُنکو گمان ہی کہ ہم ہمیشہ اورون ہی کے جنازے دیکھینگے یہ نہین جانتے کہ ہم بھی بیشک چارپائی پر اُٹھائے جاوینگے یہ اُنکا صرف وہم ہی ہی چند روز بعد کچھ نہ بن پڑیگا اور یہ نہین سوچتے کہ جتنے چارپائی پر اُٹھائے جاتے ہین سب یہی جانا کرتے تھے مگر اُنکا خیال باطل نکلا اور جلدی ہی اُنکی مدت پوری ہوگئی پس ہر ایک شخص کو چاہیے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو فرض کرے کہ اُسمین مین ہی ہون اسلیے کہ آخر عنقریب یون ہی ہونا ہی شاید دوسرے یا تیسرے دن ہو- اور روایت ہی کہ حضرت ابوہریرہ رض جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ چلو ہم بھی تمھارے پیچھے ہین - اور مکحول دمشقی رح جب جنازہ دیکھتے تو کہتے کہ تم صبح کو

جاتے ہو تو ہم شام کو جاوینگے نصیحت کامل ہی اور غفلت جلد آتی ہی پہلا جاتا ہی اور پچھلے کو عقل نہین اور اسید بن حضیر کہتے ہین کہ مین کسی جنازے پر ایسی طرح نہین گیا کہ میرے جی مین اسکے سوا کچھ اَور گذرا ہو کہ اس مردے کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور اسکا انجام کیا ہونا ہی اور جب کہ مالک بن دینار رح کے بھائی کا انتقال ہوا تو وہ اُسکے جنازے کے ساتھ نکلے اور روکر کہتے تھے کہ بخدا میری آنکھ ٹھنڈی نہوگی جب تک یہ نہ جانونگا کہ تیرا مآل کہان ہوا اور یہ بات زندگی بھر نہ جانونگا۔ اور اعمش رح کہتے ہین کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے اور یہ نہ جانتے تھے کہ تعزیت کس شخص سے کرین اسلیے کہ سب کو غم یکسان ہوتا تھا اور ثابت بنانی کہتے ہین کہ ہم جنازون مین شریک ہوتے تھے تو بجز منھ ڈھانپ رونے والون کے اور کسی کو نہین دیکھتے تھے غرض کہ اکابر کا دستور موت سے ڈرنے کا اس طرح تھا اب معاملہ برعکس ہی جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوتے ہین وہ اکثر ہنستے ہین اور کھیلتے ہین اور گفتگو کرتے ہین تو اُسکی میراث ہی کی کرتے ہین کہ وارثون کے لیے یہ چھوڑا اور جو مردے کے ہمسر اور قریب ہوتے ہین وہ بھی یہی سوچتے ہین کہ کسی طرح سے کچھ ترکہ ہمکو بھی پہونچے کسی کو یہ فکر نہین ہوتی کہ جب ہمارا جنازہ اُٹھیگا تو خداے تعالی کو کیا منظور ہوگا ہماری نوبت کیسے کریگا اور اس غفلت کا سبب بجز دل کی سختی کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا گناہ کثرت سے کرتے کرتے دل ہمارے کڑے ہوگئے یہان تک کہ خداے تعالی کو اور قیامت کے دن کو اور آخرت کے خوفون کو جو ہمارے سامنے ہین بھول گئے بس کھیل اور غفلت مین پڑگئے اور ایسی چیزون مین لگے جو ہمارے کام نہ آوین خداے تعالی سے التجا ہی کہ وہ ہمکو اس خواب غفلت سے جگاوے سب سے بہتر جنازے کے شریکون کا حال یہ ہوتا ہی کہ میت پر رووین لیکن اگر عاقل ہون تو میت کی جگہ اپنے حال پر رونا چاہیے کہ میت پر رونے کی نسبت کر اپنے حال پر رونا مناسب تر ہی ابراہیم زیتونی رح نے کچھ لوگون کو دیکھا کہ میت کا مرثیہ کہ رہے ہین فرمایا کہ تم اگر اپنے حال پر روو تو تمھارے لیے بہتر ہو اسلیے کہ وہ شخص تین خوفون سے بچ چکا ہی ایک ملک الموت کی صورت کہ اُسنے دیکھ لی دوسرے موت کی تلخی اُسنے چکھ لی تیسرے خاتمے کا خوف اُس سے بھی وہ بیخوف ہو چکا اور تمکو یہ سب باقی ہین اور ابو عمرو بن العلا کہتے ہین کہ مین جریر کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب سے اپنا شعر بتا کر لکھوا رہے تھے اتنے مین ایک جنازہ آیا فرمایا کہ مجکو تو ان جنازون نے بوڑھا کردیا پھر یہ قطعہ پڑھا

قطعہ

سامنے آتے جنازے ہین تو ہم ڈرتے ہین	لہو مین پڑتے ہین پر آنکے سے جب ہون اوجھل
دیکھ جون بھیڑیے کو بکریان ڈر جاتی ہین	اُسکے جاتے ہی گمر کرتی ہین پھر کو دا چھل

اور جنازے مین شریک ہونے کے آداب یہ ہین کہ فکر کرنا اور غفلت سے ہوشیار ہونا اور موت کی تیاری

کرنی اور تواضع کی ہیئت پر اُسکے آگے چلنا چنانچہ تمام آداب اور سنن ہم فقہ کے بیان مین لکھ آئے ہین
اور ایک اُسکے آداب مین سے یہ ہو کہ میت پر حسن ظن کرنا اگرچہ فاسق ہوا ور اپنے نفس سے بدگمان رہنا
گو ظاہر مین نیک ہو اسلیے کہ خاتمے کا حال پر خطر ہو اسکی حقیقت معلوم نہین - اور اہی واسطے عمر بن ذر سے
منقول ہو کہ کوئی شخص اُنکے ہمسایے مین سے مر گیا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا تو بہت سے آدمیون نے
اُسکے جنازے سے پہلو تہی کی عمر بن ذر گئے اور اُسکی نماز پڑھی جب وہ قبر مین رکھا گیا تو اُسکی قبر پر
کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای فلان تجھ پر خدا ے تعالی رحم کرے تو اپنی عمر بھر توحید کے ساتھ رہا اور اپنے
ماتھے کو سجدون سے گرد آلود کیا اور لوگ جو کہتے ہین کہ تو گنہگار اور خطا وار ہو تو ہم مین سے کون ایسا ہو
جسنے گناہ نہ کیا ہوا اور خطا وار نہو اور نقل ہو کہ ایک شخص جو نہایت درجہ کا فسادی تھا اطراف بصرہ مین
مر گیا اُسکی عورت کو کوئی نہ ملا جو جنازے پر مدد کرتا اسلیے کہ کثرت فسق کے باعث کوئی گرد نہ پھٹکا اُسنے
بلہ دارون کو اُجرت دیکر جنازہ اُٹھوایا اور نماز کی جگہ لیگئی تو کسی نے اُسکی نماز نہ پڑھی وہ جنازے کو
جنگل مین دفن کے لیے لیگئی وہان سے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا زاہد رہتا تھا عورت نے اُسکو دیکھا
کہ گویا جنازے کا منتظر ہو جنازہ جب پہونچا تو زاہد نے اُسکی نماز پڑھنی چاہی شہر مین شہرہ ہوا کہ فلان زاہد
پہاڑ پر سے فلان شخص کی نماز کو اُترا ہو پس شہر والے نکلے اور زاہد کے ساتھ نماز مین شریک ہوے مگر متعجب تھے
کہ زاہد نے نماز کیسے پڑھی اُس سے جب پوچھا تو کہا کہ مجکو خواب مین کسی نے کہا کہ فلان جگہ اُتر کر جا وہان
تجکو ایک جنازہ ملیگا کہ اُسکے ساتھ بجز اُسکی بی بی کے اور کوئی نہین اُسکے اوپر نماز پڑھ کہ وہ شخص بخشا گیا ہو
اُس سے لوگون کا تعجب اور بھی زیادہ ہوا زاہد نے اُس میت کی بی بی کو بلا کر اُس شخص کا حال اور اُسکی
عادت پوچھی اُسنے کہا کہ سیرت اُسکی مشہور ہو دن بھر شراب خانے مین شراب پیا کرتا تھا زاہد نے کہا
کہ تامل کر کے کہہ کہ کچھ اُسکے اعمال خیر مین سے بھی تجھے معلوم ہو اُسنے کہا کہ ہان تین باتین تھین اول یہ کہ
ہر روز صبح کے وقت نشہ سے افاقہ ہوتا تو کپڑے بدل کر وضو کرتا اور نماز صبح جماعت مین پڑھتا
پھر میخانہ مین جا کر فسق مین مشغول ہوتا دوسرے یہ کہ کبھی اُسکا گھر یتیم سے خالی نہین رہتا تھا
ایک دو ہمیشہ رہتے تھے اپنی اولاد کی نسبت کر اُنکے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اور اُنکے حال کا
نہایت جو یا رہتا تھا تیسرے یہ کہ جب رات کو اُسکا نشہ ہلکا ہوتا تو اندھیرے مین روتا اور کہتا کہ الٰہی
تو دوزخ کا کونسا گوشہ مجھ ناپاک سے بھرنا چاہتا ہو زاہد کا شک یہ سنکر دور ہوا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا اور
صلۃ بن اشیم سے مروی ہو کہ اُسکا کوئی بھائی مدفون ہوا تو اُسنے اُسکی قبر پر یہ شعر پڑھا **شعر**

گر قبر سے بچا تو بڑی بات سے بچا	ورنہ مجھے یقین نہین تیری نجات کا

دوسرا بیان قبر کے حال اور قبرون پر لوگون کے اقوال مین ضحاک رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ لوگون مین سے زاہد تر کون ہی آپ نے فرمایا کہ
جو قبر کو اور اپنے گلنے کو نہ بھولے اور زینت دنیا کی زیادتی کو ترک کرے اور باقی چیز کو فانی پر ترجیح دے
اور روز آئندہ کو اپنی زندگی مین نہ شمار کرے اور اپنے نفس کو مردون مین گنے اور حضرت علی رض سے
کسی نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہی کہ قبرستان مین بیٹھے رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے انکو گون کا
عمدہ ہمسایہ پایا مین انکو سچے ہمسایے جانتا ہون کہ زبان کو روکتے ہین اور آخرت کو یاد دلاتے ہین
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مَارَاَيْتُ مَنْظَرًا اِلَّا اَلْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ اور حضرت عمر
بن خطاب رض فرماتے ہین کہ ہم ہمراہ رکاب جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے گورستان مین گئے آپ
ایک قبر پر بیٹھے اور روئے مین اور لوگون کی نسبت کہ آپ سے قریب تر تھا مین بھی آپ کو دیکھ کر رویا اور
لوگ بھی روئے آپ نے ہمسے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو ہمنے عرض کیا کہ آپ کے رونے کے باعث ہم روتے ہین
آپ نے فرمایا کہ یہ قبر میری مان آمنہ بنت وہب کی ہی مین نے خداے تعالیٰ سے اذن مانگا تھا کہ زیارت انکی
کرون مجکو اجازت دے دی پھر مین نے انکی مغفرت کے لیے دعا کی تو خداے تعالیٰ نے نامنظور فرمائی تو مجکو وہی رقت
ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہی۔ اور حضرت عثمان رض جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی بھیگ جاتی
کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کے بیان کے وقت نہین روتے اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہین تو روتے ہین
آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلون مین سے اول منزل ہی
اگر اس سے مردہ بچ گیا تو اور منزلین اس سے آسان ہین اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو بعد کی منزلین اور بھی کڑی
کڑی ہین۔ اور روایت ہی کہ عمرو بن العاص رض نے ایک قبرستان کو دیکھا اور اتر کر دو رکعت نماز پڑھی لوگون نے
پوچھا کہ آپ نے یہ ایسی بات کی ہی کہ کبھی نہین کی تھی فرمایا کہ مین نے قبر والون کو اور اس چیز کو جو انمین اور خدا
تعالیٰ مین حائل ہوگی یاد کیا تو اسکو اچھا جانا کہ دو رکعتون سے خداے تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرون۔ اور حضرت
مجاہد رح فرماتے ہین کہ اول جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہی وہ قبر کا گڑھا ہی کہ اس سے یون کہتا ہی مین کیڑون کا
گھر ہون اور تنہائی کا مکان ہون اور غربت و تاریکی کی جگہ ہون یہ چیزین تو مین نے تیرے لیے تیار کی ہین
تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہی اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتائے دیتا ہون
وہ وہ دن ہی کہ جسمین مین اپنی قبر مین رکھا جاؤنگا۔ اور حضرت ابو درداء رض قبرون پر بیٹھا کرتے لوگون نے
جو سبب پوچھا تو فرمایا کہ مین ایسے لوگون مین بیٹھتا ہون کہ مجکو میری آخرت یاد دلاتے ہین اور جب مین
چلا آتا ہون تو میری غیبت نہین کرتے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رات کو قبرستان مین

آتے اور قبر والون سے مخاطب ہوکر فرماتے کہ ای قبر والو تمکو کیا ہوا ہی کہ جب مین پکارتا ہون تو جواب
نہین دیتے پھر فرماتے کہ ہان انکو میرے جواب دینے مین کوئی شی مانع ہوگئی ہی اور گویا کہ مین بھی انھین
جیسا ہون پھر نماز پر متوجہ ہوتے اور صبح ہونے تک پڑھتے رہتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے
بعض ہمنشینون کو فرمایا کہ ای فلان مین رات کو جاگا کیا اور قبر کا اور اسکے رہنے والے کا حال سوچتا رہا اگر
تو مردے کا حال تین دن بعد قبر مین دیکھے تو اسکے پاس ہونے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی انس اسکے
ساتھ رکھتا ہو اور قبر کو دیکھے کہ اسمین کیڑے دوڑ رہے ہین پیپ بہ رہی ہی رنگ مردے کا بدل گیا ہی بو بگڑ گئی
ہی کیڑے بدن کھا رہے ہین کفن پرانا ہوگیا ہی اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور بو بھی عمدہ کپڑے صاف تھے
یہ کہکر آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئے۔ اور یزید رقاشی رح کہا کرتے کہ ای وہ شخص کہ گڑھے مین
مدفون ہی اور قبر مین اکیلا پڑا ہی اور زمین کے اندر اپنے اعمال نیک سے انس رکھتا ہی مجھے معلوم نہین کہ تجکو
کون سے عملون سے بشارت ملی اور کون سے بھائیون پر تو نے غبطہ کی پھر روتے یہان تک کہ دوپٹہ تر ہو جاتا
تو فرماتے کہ بخدا اپنے اعمال صالحہ سے خوشخبری لے اور اپنے ان بھائیون پر غبطہ کر جو خداے تعالی کی طاعت پر
مدد کیا کرتے تھے اور انکا یہ بھی دستور تھا کہ جب قبرون کو دیکھا کرتے تو بیل کی طرح ڈکرایا کرتے اور حاتم اصم
کہتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنا حال نہ سوچے نہ مردون کے لیے دعا کرے تو وہ اپنے اور
انکے حق مین خیانت کرتا ہی اور بکر عابد رح اپنی مان سے کہا کرتے کہ کیا خوب ہوتا کہ تم میرے حق مین بانجھ
ہوتین کیونکہ تمھارے بیٹے کو قبر مین بہت دنون بند رہنا پڑیگا اور پھر وہان سے کوچ کرنا پڑیگا اور یحیی بن معاذ
فرماتے ہین کہ ای ابن آدم تجکو پروردگار دار السلام کی طرف بلاتا ہی تو دیکھ کہ تو اسکو کہان سے جواب دیتا ہی
اگر تو اسکو دنیا مین سے جواب دیگا اور اسکی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد ہوگا تب تو دار السلام مین داخل
ہوگا اور اگر قبر مین سے جواب دیگا تو اس گھر مین نہ جانے پاویگا۔ اور حسن بن صالح رح جب قبرون پر گذرتے
تو کہتے کہ تم ظاہر مین تو خوب ہو مگر مصیبت تو تمھارے پیٹ مین ہی۔ اور عطا سلمی رح جب رات ہو جاتی
تو قبرستان مین جاکر کہتے کہ ای قبر والو تم مرگئے ہاے ری موت اور تمنے اپنے عمل دیکھے واے رے اعمال پھر
کہتے کہ کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا کل کو عطا بھی قبرون مین ہوگا اور صبح تک یہی کہتے رہتے۔ اور سفیان
ثوری رح کہتے ہین کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کریگا تو جنت کے باغون مین سے اسکو ایک باغ پاویگا اور
جو اس سے غافل رہیگا اسکو دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا پاویگا۔ اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے
گھر مین ایک قبر کھود دی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو اسکے اندر گھس کر لیٹ رہتے اور بڑی دیر تک
پڑے رہتے پھر فرماتے رَبِّ ارْجِعُوْنَ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ اسکو کئی بار دوہراتے پھر اپنے

نفس کی طرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ بیع اب تو تو واپس بھیج دیا گیا اب عمل کر۔ اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ جو شخص اپنی خوابگاہ کو درست کرتا ہی اور سونے کے واسطے بچھونے کو برابر کرتا ہی اُس سے زمین تعجب کرتی ہی اور کہتی ہی کہ ای ابن آدم تو اپنے بہت دنون سڑنے کو کیون نہین یاد کرتا میرے اور تیرے بیچ مین کوئی چیز حائل نہین۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب اُنھون نے قبرون کو دیکھا تو روئے پھر میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ ای میمون یہ میرے باپ دادون کی یعنی بنی اُمیہ کی قبرین ہین گویا دنیا والون سے کبھی اُنکی لذت و عیش مین شریک ہی نہوے تھے دیکھ کیسے بچھڑے پڑے ہین اُنپر مصیبتین ٹوٹ پڑین اور کہنگی لگی ہوگئی بدنون مین کیڑون نے گھر بنا لیے پھر روئے اور فرمایا کہ بخدا مین کسی کو ان قبر والون مین سے ایسا نہین جانتا کہ اُسپر انعام ہوا ہو اور عذاب خدا سے محفوظ رہا ہو۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا جب وہان سے نکلنا چاہا تو سُنا کہ ایک کہنے والا کہتا ہی کہ ای ثابت قبر والون کے سکوت سے دھوکا مت کھانا انمین بہت سے نفس مغموم ہین۔ اور منقول ہی کہ فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام نے قبرستان مین جاکر جنازہ اپنے شوہر حضرت حسن بن حسین علیہ السلام کا دیکھا اور اپنا مُنھ ڈھانپ کر یہ شعر پڑھا شعر

تھی رجا لیک ہوگئی اندوہ	اس مصیبت کا کیا ٹھکانا ہی

اور مروی ہی کہ اُنھون نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ گاڑا اور برس روز اُسمین معتکف رہین جب برس روز ہو چکا تو خیمہ اُکھاڑا اور مدینۂ منورہ مین آئین بقیع کے ایک جانب سے آواز آئی کہ جو جاتا رہا تھا کیا اُسکو پایا دوسری جانب سے سُنا کہ نا امید ہوکر پھر آئی۔ اور ابو موسیٰ تمیمی کہتے ہین کہ فرزوق کی بی بی نے وفات پائی اُسکے جنازہ کے ساتھ بصرہ کے رؤسا نکلے اُنمین حضرت حسن رح بھی تھے آپ نے فرزوق سے فرمایا کہ تونے اس دن کے واسطے کیا سامان کر رکھا ہی اُسنے کہا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی ساٹھ برس کے عرصے سے اسی دن کے لیے ہی جب وہ عورت مدفون ہوئی تو فرزوق نے اُسکی قبر پر کہا ؎

عفو تیرا جو نہو مجھپہ تو پھر قبر کے بعد	ہی یہ ڈر تنگی سوزش نہو اُس سے بڑھ کر
حبس گھڑی آوے قیامت مین کڑا سا پیادہ	لے چلے باندھ فرزوق کو سو رب بشر
طوق گردن مین ہو اور آنکھین ہون نیلی جسکی	جا وے دوزخ کو تو کب پاوے وہ مطلب یہ ظفر

اور اہل قبور کے باب مین لوگون نے یہ بھی کہا ہی ؎

ہو کھڑا قبرون پہ مردون کو تو ہی یہ پکار	کون تم مین ہی گرفتار عذاب و آلام
کون مامون ہوا قبر کے ڈر سے تم مین	کسکو تم مین سے ہوا قبر مین جا کر اکرام

مہر خاموشی ہو سب مردون کے منہ پر یکسان ۔۔۔ کس طرح فضل کا اُنکے کوئی جانے انجام
لیک دیتے ہین جواب ایسی زبان سے تجکو ۔۔۔ جس سے معلوم حقائق کے ہون حالات تمام
یعنی ہم مین سے کسی نے جو اطاعت کی ہو ۔۔۔ باغ جنت مین جہان چاہے پھرے باآرام
دامن آلودہ اگر جرم سے رکھتا ہو تو وہ ۔۔۔ لوٹے ہو قعر جہنم مین بہت ہوناکام
سانپ بچھو جو تھے دوزخ کے وہ اُسپر دوڑے ۔۔۔ روح پر زخم کے صدمے یہ گذرتے ہین مدام

اور حضرت داؤد طائی رح ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر روکر کہ رہی تھی ع

جان تیری گئی اور پھر نہ ملی ہاے دریغ ۔۔۔ لوگون نے تیری جگہ خاک مین کی ہاے دریغ
میری آنکھون مین بھلا کیسے گذر خواب کا ہو ۔۔۔ جب کہ تکیہ ترا یہ مٹی بنی ہاے دریغ

پھر اُسنے کہا کہ بیٹا معلوم نہین کہ کیڑون نے تیرے دونون رخسارون مین سے اول کونسا کھانا شروع کیا حضرت داؤد طائی پچھاڑ کھاکر بیہوش گر پڑے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین گورستان مین گیا اور یہ قطعہ بناکر پڑھا **قطعہ**

مقابر مین آیا تو مین نے کہا ۔۔۔ کہان ہین رئیس اور کدھر ہین فقیر
کہان ہین جنھین سلطنت پر تھا ناز ۔۔۔ کدھر ہین جو تھے کبر والے امیر

مین نے اُنکے درمیان سے آواز سُنی کہ کہنے والا تو نہ سوجھتا تھا اور آواز آتی تھی ع

خبر اور مخبر نہ دونون رہے ۔۔۔ ہوے نیچے سوت مین سب اسیر
ہر کیڑون کی آمد سحر اور شام ۔۔۔ وہ کرتے ہین ان صورتون کو حقیر
جو تو پوچھتا ہو گذشتون کا حال ۔۔۔ تجھے اُنسے عبرت نہین اے خبیر

آپ کہتے ہین کہ مین سنکر روتا ہوا چلا آیا

تیسرا بیان چند نوشتون کے بیان مین جو قبرون پر لکھے ملے ہین ایک قبر پر اس مضمون کا قطعہ لکھا تھا ع

قبرین چپکی ہین و لے تجکو سناتی ہین راز ۔۔۔ اُنکے باشندے ہین مٹی کے تلے گو خاموش
آخرت کے لیے گو جمع نہین کرتا تو ۔۔۔ تجکو تو مرنا ہے تو پھر کس کے لیے ہے یہ خروش

اور ایک اور قبر پر یہ قطعہ کندہ تھا **قطعہ**

خانۂ تو اگرچہ ہست فراخ ۔۔۔ قبرت آباد و جانبش محکم
از چنین قبہ گوچہ سود ترا ۔۔۔ منہدم گر تنت بود ہر دم

اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا تو دیکھا کہ ایک قبر پر یہ لکھا تھا ع

نگور من گذرے سیکنند اقارب من — مگر چنانکہ تعارف ہمین نمیدارند
شودہ اند بجود ہا متاع من تقسیم — ولے ادائے دیونم تقتیل پندارند
گرفت ہر یکے سہم خود وخوش ست ولیک — نیاورند بیادم تو گوئی اغیارند

اور ایک قبر پر یہ لکھا پایا ؎

دوست کو یارون کے اندر سے اوچک لیتی ہے وہ — موت کا مانع نہین دربان نہ کوئی پاسبان
کس طرح ہوتا ہے خوش دنیا کی تو لذات سے — لکھتے ہین تجھپر کرام کاتبین سب داستان
دمبدم تیرے دمون مین ہوتی جاتی ہے کمی — عمر کرتا ہے تو غافل لذتون مین رایگان
موت جاہل پر جہالت سے نہین کرتی ہے رحم — علم پر عالم کے بھی اسکو نہین ترس اے جوان
موت نے قبرون مین گونگا کر دیا کیا دین ہوا — جنمین گونگے پن کا کچھ کا ہے نہ تھا ہرگز نشان
کنگرے تیرے مکان مین تجھسے لگے آباد تھا — آج قبرون مین پرانی قبر ہے تیری نہان

اور ایک اور قبر پر یہ لکھا دیکھا ؎

یارون پہ گذر مین نے کیا جب بنہین انکی — گھوڑدوڑ کے گھوڑون کی طرح قبرین برابر
آنکھون سے مرے آنسو گرے خوب سا رویا — پھر دیکھا تو انہین ہی رکا اپنا تھا بستر

اور ایک طبیب کی قبر پر لکھا دیکھا گیا مثنوی

جب کسی نے پاس میرے آ دیا مجکو سنا — قبر مین نعمان گیا تب مین نے اس سے کہا
وہ تو تھا مشہور طب مین اب کہان وہ طب گئی — اسکی نباضی و قارورہ شناسی کیا ہوئی
دوسرون کو کیسے وہ امراض سے دیتا چھوڑا — بن نہ آیا ہو علاج اس سے جو اپنی موت کا

اور دوسری قبر پر یہ لکھا ملا ؎

لوگو میرے دل مین تھی ایک آرزو — جس سے مانع ہو گئی میری اجل
اب خدا کا خوف ہے اسکو ضرور — کر سکے دنیا مین جو کوئی عمل
مین نہین آیا ہون تنہا گور مین — ایسے ہی سب آوینگے یان آج کل

تو یہ بیتین قبرون پر اسلیے لکھی گئی ہین کہ انکے باشندے موت سے پہلے عبرت کم پکڑتے تھے اور ہوشیار وہ ہے جو دوسرون کی قبر دیکھ کر اپنے آپ کو انھین مین تصور کرے انہین سے ملنے کی تیاری کرے اور جانے کہ یہ لوگ جب تک مین انہین نہ ملونگا اپنی جگہ سے نہ ٹلینگے اور ٹھان لے کہ جن دنون کو مین ضائع کر رہا ہون انہین سے اگر ایک دن بھی ان قبر والون کو مل جاوے تو انکے نزدیک تمام

دنیا سے محبوب تر ہو کیونکہ اُنکو اعمال کی قدر اب معلوم ہوئی اور حقیقت امور کی اب جانی اور اُنکو جو زندگی کے ایک روز پر افسوس ہو تو اسلیے ہو کہ تقصیر والا اپنی کمی کا تدارک کرلے اور عذاب سے چھٹی پاوے اور توفیق والا اپنا رتبہ پورا کرے اور ثواب زیادہ پاوے اور اُنھون نے عمر کی قدر بعد منقطع ہونے کے جانی اب ایک ساعت کے لیے بھی حسرت پر حسرت کرتے ہین اور تمکو تو وہ ساعت میسر ہو بلکہ کیا عجب ہو کہ بہت سی ساعتون پر قادر ہو مگر اُنکو ضائع کر رہے ہو تو یہ بات خوب دل مین ٹھان لو کہ جب کام ہاتھ سے نکل جائیگا تب اِن ساعتون کے ضائع کرنے پر افسوس کروگے کہ ہائے ہمنے اپنی گھڑی سے جلد اپنا حصہ کیون نہ لیا ایک نیک بخت کہتے ہین کہ مین نے اپنے ایک بھائی کو خواب مین دیکھا اور کہا تو جی گیا الحمد للہ رب العالمین اُسنے کہا کہ اگر مین اِس کلمہ کے کہنے پر یعنی الحمد للہ رب العالمین پر قادر ہون تو دنیا و مافیہا سے مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے پھر کہا کہ تو نے جب نہ دیکھا کہ لوگ مجھے دفن کر رہے تھے اور ایک شخص نے اُٹھکر دو رکعتین پڑھین اگر مین اُنکے پڑھنے پر قادر ہو جاؤن تو دنیا و مافیہا سے مجھے محبوب تر ہین۔

چوتھا بیان اُن اقوال کا جو لوگون نے اپنے لڑکے کے مرنے پر کہے ہین جس شخص کا لڑکا یا کوئی اور قریب مر گیا ہو تو اُسکے پیشتر مر جانے کو یون سمجھے کہ مین اور وہ دونون سفر مین تھے اور قصد دونون کا وہ شہر تھا جو رہنے کی جگہ اور وطن اصلی ہو اب لڑکا اُس مکان مین پہلے چلا گیا اور مین بھی اُس سے جلد جا ملونگا تو اس سوچنے سے تاسف زیادہ نہوگا اسلیے کہ جان لیگا کہ مین بھی قریب اُس سے ملتا ہون صرف موت مین چند روز کی تقدیم و تاخیر ہو اور موت کا حال بھی یہی ہو کہ اُسکے معنی وطن مین چلے جانے کے ہین جب تک کہ پچھلا شخص آ ملے جب اس بات کو اعتقاد کریگا تو اُسکا اضطراب اور اندوہ کم ہوگا خصوصاً اُس صورت مین کہ لڑکے کے مر جانے پر وہ ثواب ملنے کا وعدہ ہو جسکے سامنے کسی مصیبت کی کچھ اصل نہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مین پیٹ سے گرا ہوا بچہ آگے بھیجون تو مجکو اس بات سے بہتر ہو کہ اپنے پیچھے سو سوار چھوڑون اور ہر ایک اُنمین سے اللہ تعالی کے رستے مین جہاد کرے اور آپنے گرے ہوے حمل کا اسلیے ذکر فرمایا کہ ادنی سے اعلے پر تنبیہ ہو جاوے ورنہ ثواب اُسی قدر ہوتا ہو جسقدر کہ لڑکے کی جگہ دل مین ہوا ور زید بن اسلم رح فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک لڑکا مر گیا تھا آپنے اُسپر بہت رنج کیا آپ سے پوچھا گیا کہ اُسکی قدر آپ کے نزدیک کتنی تھی آپنے فرمایا کہ زمین کی برابر سونے کے مانند تو اُنسے کہا گیا کہ آپ کو آخرت مین ثواب بھی اتنا ہی ہوگا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مر جاوین اور وہ اُنپر صبر کرے ثواب کا طالب ہو تو وہ اُس شخص کے لیے دوزخ سے سپر ہونگے ایک عورت نے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی عرض کیا کہ خواہ دو بچے مر جاوین آپنے

فرمایا کہ خواہ دو ہون - اور والد کو چاہیے کہ اپنے لڑکے کے حق مین موت کے وقت دعا کرے اسلیے کہ اسکی
دعا زیادہ توقع والی اور قریب تر قبول کے ہوتی ہے - محمد بن سلیمان اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہوے اور فرمایا
کہ الٰہی آج مین تجھسے اسکے لیے توقع رکھتا ہون اور اسکے باب مین تجھسے ڈرتا ہون تو میری امید کو ثابت کر
اور میرے خوف کو دور فرما اور ابوسنان اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوے اور کہا کہ الٰہی جو میرا حق اسکے
ذمہ واجب تھا وہ مین نے اسکو بخش دیا تو جو تیرا حق اسکے ذمہ پر واجب ہو وہ تو بخش دے کہ تو زیادہ
جواد اور زیادہ کریم ہے - اور ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ الٰہی جو کچھ اسنے میرے ساتھ
سلوک کرنے مین قصور کیا وہ مین نے اسکو معاف کیا پس جو کچھ تیری طاعت مین اسنے قصور کیا ہو وہ تو
معاف فرما اور جب ذر بن عمر کی وفات ہوئی تو اسکے باپ عمر اسکی لحد مین رکھے جانے کے بعد کھڑے ہوے اور
کہا کہ اے ذر مجھکو تیرے باب مین اتنا خوف ہے کہ اس سے ہم تجھپر غم کرنا بھول گئے ہمکو معلوم نہین کہ تجھسے کیا سوال ہوا
اور تو نے کیا جواب دیا پھر کہا کہ الٰہی یہ ذر ہے کہ جب تک تو نے چاہا اس سے مجھکو نفع دیا اور اب اسکی مدت
اور روزی تو نے پوری کی اور اسپر ظلم نہین کیا الٰہی تو نے اسپر اپنی طاعت اور میری فرمانبرداری لازم کی
تھی الٰہی جو کچھ تو نے اس مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب مجھکو دینا کیا ہے وہ مین نے اسکو بخش دیا پس تو اسکا عذاب
مجھکو دے ڈال اور اسکو عذاب مت کر اس تقریر سے سب آدمی رو پڑے پھر پھرنے کے وقت یون کہا کہ اے ذر
تیرے بعد ہمکو کسی اور کی حاجت نہین نہ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوے کسی انسان کی ضرورت اب ہم جاتے ہین
اور تجھکو تنہا چھوڑتے ہین اور اگر ٹھہرے بھی رہین تو تجھکو کچھ فائدہ نہ دینگے اور ایک شخص نے بصرہ مین ایک
عورت کو دیکھ کر کہا کہ اس جیسی تازگی مین نے کبھی نہین دیکھی اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسکو رنج کم ہے اس
عورت نے کہا کہ اے بندہ خدا مین تو ایسے غم مین ہون کہ اسمین میرا شریک کوئی نہین اسنے پوچھا کس طرح
عورت نے کہا کہ حال یہ ہے کہ میرے شوہر نے عید اضحیٰ کے روز ایک بکری ذبح کی تھی اور میرے دو لڑکے
خوبصورت کھیل رہے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ تو دیکھا چاہتا ہے کہ ہمارے باپ نے بکری کیسے ذبح کی
اسنے کہا کہ اچھا پس اسنے چھوٹے کو پکڑ کے ذبح کر ڈالا اور ہمکو جب خبر ہوئی کہ جب وہ تڑپا خون مین لوٹ
رہا تھا جب چیخ اور رونا بہت ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر ایک پہاڑ کی طرف چھپنے چلا گیا وہان کہین بھیڑیا موجود تھا
اسنے اس لڑکے کو کھا لیا اسکا باپ جو اسکو ڈھونڈھنے نکلا تو گرمی کی شدت کے باعث پیاس کے مارے
مر گیا تو اب گردش دوران نے مجکو ہی تنہا چھوڑ دیا غرض کہ اس طرح کے مصائب کو لڑکون کے مرنے کے وقت
یاد کرنا چاہیے تاکہ شدت واویلا سے تسلی ہو اسلیے کہ کوئی مصیبت ایسی نہین کہ اس سے بڑی خیال مین
نہ آسکتی ہو اور خدا تعالیٰ اسکو ہر حال مین دور نہ فرماتا ہو تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصائب ہی ہین جنکو اللہ تعالیٰ

دفع کرتا ہی پس آدمی کو جزع کرنے کا مقام کسی صورت مین نہین

پانچوان بیان قبرون کی زیارت اور میت کے واسطے دعا کرنے اور اُسکے متعلقات کے ذکر مین

قبرون کی زیارت خواہ کسی کی ہون موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنے کے لیے مستحب ہی اور صلحا کی قبرون کی
زیارت عبرت کے علاوہ تبرک کے لیے بھی مستحب ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زیارت قبور سے
منع فرمایا تھا پھر اُسکی اجازت دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین
کہ آپ نے فرمایا کہ مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا مگر آگاہ ہو کہ قبرون کی زیارت کیا کرو کہ وہ تمکو
آخرت یاد دلاوینگی لیکن کوئی کلمہ بیجا مت کہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مان کی قبر کی زیارت
ہزار مسلح آدمیون کے ساتھ کی اور جتنے آدمی کہ اس روز روتے معلوم ہوے اُس سے زیادہ کبھی نہین معلوم ہوے
اور اسی روز مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجکو اجازت زیارت کی ملی نہ بخشش کی درخواست کرنے کی جیسا کہ
ہم پہلے لکھ آئے ہین اور ابن ابی ملیکہ رض فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رض قبرستان سے
تشریف لائین مین نے عرض کیا کہ آپ کہان سے تشریف لائین اُنھون نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبدالرحمن کی
قبر سے مین نے عرض کیا کہ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہین فرمایا تھا اُنھون نے
فرمایا کہ ہان اول منع فرمایا تھا پھر اجازت دے دی تھی۔ اور اس سے تمسک کرکے عورتون کو قبرستان مین
جانے کی اجازت نہ دینی چاہیے اسلیے کہ وہ قبرون پر جاکر کلمات ناشایستہ بہت کہتی ہین تو زیارت قبر سے جو اُنکو
بہتری ہوتی وہ بدی سے کمتر ہی علاوہ ازین اثناے راہ مین پردے کا کھلنا اور زینت کا ظاہر ہونا بھی
اُنسے سرزد ہوتا ہی اور یہ دونون بڑے گناہ ہین اور زیارت مرد مسنون ہی تو اداے سنت کے لیے ایسے بڑے
گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا ہان اگر عورت بھٹے پرانے کپڑے پہن کر نکلے کہ کوئی مرد اُسکی طرف توجہ
نہ کرے اور قبر پر جاکر صرف دعا کرے اور کوئی بات نہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین۔ اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قبرون کی زیارت کرو اور اُنسے آخرت کو یاد کرو اور مُردون کو نہلاؤ
اسواسطے کہ بدن خالی از روح کی تدبیر کرنی ایک بڑی نصیحت ہی اور جنازون کی نماز پڑھو شاید اس سے تمکو
غم ہو اسلیے کہ غمگین خدا تعالے کے سایہ مین ہوگا اور ابن ابی ملیکہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ زیارت کرو اپنے مردون کی اور اُنپر سلام کرو اور اُنکے لیے دعا کرو اسلیے کہ تمکو اُنسے عبرت ہوگی اور حضرت نافع رض سے
مروی ہی کہ حضرت ابن عمر رض جس قبر پر گذرتے اُسپر کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ اور حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر
علیہ السلام سے راوی ہین کہ حضرت فاطمہ زہرا رض اپنے دادا حضرت حمزہ رض کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتین اور
اُسکے پاس نماز پڑھتین اور رویا کرتین۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے مان باپ خواہ

ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اُسکے گناہ بخش دیے جاتے ہین اور نیک لکھا جاتا ہی۔ اور حضرت ابن سیرین رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے مان باپ مرجاتے ہین اور وہ انکا نافرمان ہوتا ہی اور انکے بعد اُنکے حق مین دعا کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُسکو فرمانبردارون مین لکھ دیتا ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَةِ مُحْتَسِبًا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا وَشَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اور حضرت کعب احبار رضہ فرماتے ہین کہ جو فجر طلوع ہوتی ہی اُسمین ستر ہزار فرشتے آسمان سے اُترکر قبر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیتے ہین اور اپنے بازو پھڑپھڑا کر آپ پر درود شریف بھیجتے ہین یہان تک کہ جب شام ہوجاتی ہی تو وہ فرشتے آسمان کو چڑھ جاتے ہین اور اُتنے ہی اور اُترتے ہین اور جیسا پہلون نے کیا تھا ویسا ہی یہ بھی کرتے ہین یہان تک کہ جب زمین پھٹیگی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھینگے اور آپ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آپ کی تعظیم کرتے ہونگے۔ اور قبرون کی زیارت مین مستحب یہ ہی کہ قبلہ کی طرف پشت دے کر میت کی طرف مُنھ کرکے کھڑا ہوا اور مُردے پر سلام کرے اور قبر کو نہ پونچھے نہ ہاتھ لگاوے نہ بوسہ دے اسلیے کہ یہ افعال نصاریٰ کی عادت مین سے ہین حضرت نافع رحہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عمر رضہ کو سو دفعہ بلکہ زیادہ دیکھا ہی کہ آپ روضۂ مطہر کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ سلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام ابی بکر رضہ پر سلام میرے باپ پر اور لوٹ آتے تھے۔ اور ابو امامہ رحہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت انس بن مالک رضہ کو دیکھا کہ قبر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر دونون ہاتھ اُٹھائے یہان تک کہ مین نے گمان کیا کہ آپ نے نماز کے لیے اللہ اکبر کہا پھر آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام کہکر واپس آئے۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہی اور اُسکے پاس بیٹھتا ہی تو وہ اُس سے اُنس حاصل کرتا ہی اور اُسکے سلام کا جواب دیتا ہی جبتک کہ وہ وہان سے اُٹھے۔ اور سلیمان بن سحیم کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لوگ جو آپ کے پاس حاضر ہوتے ہین اور آپ پر سلام کرتے ہین تو آپ اُنکے سلام کو سمجھتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان سمجھتا ہون اور اُنکا جواب دیتا ہون ؎

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب	کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو

اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ جب آدمی کسی جان پہچان کی قبر پر گذرتا ہی اور سلام کرتا ہی تو مردہ جواب دیتا ہی اور پہچان لیتا ہی اور جب ناآشنا کی قبر پر گذر کر سلام کرتا ہی تو وہ سلام کا جواب ہی دیتا ہی۔ اور ایک شخص عاصم جحدری کی اولاد مین سے کہتا ہی کہ مین نے عاصم کو مرنے کے دو برس بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم مرگئے تھے اُنھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تم کہان رہتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ ہم جنت کے

باغون مین سے ایک باغ مین رہتے ہین ہم اور چند ہمارے یار ہر جمعہ کی رات اور اُسکی صبح کو ابو بکر بن عبید اللہ مزنی رح کے پاس اکٹھے ہوتے ہین اور تم لوگون کی خبرین سنتے ہین مین نے پوچھا کہ تمھارے جسم ملتے ہین یا روحین اُنھون نے فرمایا کہ جسم تو پڑے سڑتے ہین اُنکا ملنا کہان مگر روحون مین ملاقات ہوتی ہے مین نے پوچھا کہ تم ہماری زیارت سے بھی مطلع ہوتے ہو اُنھون نے فرمایا کہ ہان جمعہ کی رات کو اور تمام روز جمعہ کو اور ہفتے کے دن آفتاب نکلنے تک تمھاری زیارت کی خبر ہوتی ہے مین نے کہا کہ اور دنون مین کیون نہین خبر ہوتی اُنھون نے فرمایا کہ جمعہ کی بزرگی اور فضل کے باعث ہمین اطلاع ہوتی ہے۔ اور محمد بن واسع رح جمعہ کے روز قبرون کی زیارت کیا کرتے اُنسے کہا گیا کہ آپ دوشنبے کے روز تک کی تاخیر فرمایا کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سُنا ہے کہ مردے اپنے زیارت کرنے والون کو جمعہ کے روز اور ایک دن اُس سے پیشتر اور ایک دن اُسکے بعد پہونچانا کرتے ہین۔ اور ضحاک رح کہتے ہین کہ جو شخص ہفتے کے روز آفتاب نکلنے سے پیشتر کسی قبر کی زیارت کرتا ہے تو میت کو اُسکی زیارت کا حال معلوم ہو جاتا ہے لوگون نے کہا کہ اسکی کیا وجہ ہے اُنھون نے فرمایا کہ جمعہ کی عظمت کے باعث اُسوقت تک یہ اثر رہتا ہے اور بشر بن منصور رح کہتے ہین کہ طاعون یعنی وبا کے دنون مین ایک شخص قبرستان مین آمد و رفت کیا کرتا اور جنازون کی نماز پڑھا کرتا جب شام ہوتی تو قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہو کر یون کہا کرتا کہ خداے تعالی تمھاری وحشت کو اُنس سے بدلے اور تمھاری غریبی پر رحم فرما دے اور خطاؤن سے درگذر سے اور حسنات تمھارے قبول کرے ان کلمات سے زائد کچھ نہین کہتا تھا وہ شخص کہتا ہے کہ ایک شام کو اتفاقاً مین قبرستان کی طرف نہ گیا اور حسب دستور دعا نہ کی اپنے گھر چلا آیا جب مین سو رہا تو خواب مین دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے مین نے اُنسے پوچھا کہ تم کون ہو اور میرے پاس کیون آئے ہو اُنھون نے کہا کہ ہم قبرستان کے لوگ ہین مین نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہے اُنھون نے کہا کہ جب تم گھر کو پھرا کرتے تھے تو تمنے عادت کر لی تھی کہ کچھ تحفہ ہمکو دیا کرتے تھے مین نے پوچھا کہ کیا تحفہ تھا اُنھون نے کہا کہ کچھ دعا مانگا کرتے تھے آج تمنے اُس سے ہمکو محروم رکھا اسلیے باین مراد ہم آئے ہین شعر

بروے خود در طماع باز نتوان کرد		چو باز شد بدرشتی فراز نتوان کرد

مین نے کہا کہ اچھا اب مین پھر ہدیہ تمھارا پہونچاتا رہونگا چنانچہ پھر مین نے کبھی ناغہ نہ کیا اور بشار بن غالب نجرانی کہتے ہین کہ مین رابعہ عدویہ رح کے حق مین بہت دعا کیا کرتا تھا ایک رات مین نے اُنکو خواب مین دیکھا کہ فرماتی ہین کہ اے بشار تیرے تحفے ہمارے پاس اُدر پی نور کے طباقون مین حریر کے رومالون مین لپٹے ہوے آتے ہین مین نے کہا کہ اُنکی یہ کیفیت کیون ہوتی ہے اُنھون نے فرمایا کہ جو مسلمان زندہ اپنے مردہ دوستون کے حق مین دعا کیا کرتا ہے اور وہ قبول ہو جاتی ہے تو وہ دعا اسی طرح نور کے طباقون مین رکھ کر حریر کے رومالون مین

لپیٹی جاتی ہو پھر مردے کو دی جاتی ہو اور اُس سے کہدیا جاتا ہو کہ یہ فلان شخص کا ہدیہ تیرے لیے ہو -
اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ مردہ مثل ڈوبے ہوے فریاد خواہ کے ہو دعا کا منتظر رہتا ہو کہ باپ یا بھائی
یا دوست کی طرف سے پہونچے اور جب دعا اُسکو کسی کی جانب سے پہونچتی ہو تو اُسکے نزدیک دنیا و مافیہا سے
محبوب تر ہوتی ہو اور زندون کے تحفے مردون کے لیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہین - اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ میرا ایک بھائی مرگیا تھا مین نے اُسکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ جب تجھے قبر مین رکھا تیرا کیا حال ہوا
اُسنے کہا کہ ایک شخص میرے پاس آگ کی شہاب لایا اگر ایک دعا کرنے والا میرے حق مین دعا نہ کرتا تو مجھے یقین تھا
کہ وہ آگ کی شہاب سے مجھے مارتا - اور یہان سے مستحب ہو دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اور اُسکے لیے دعا
مانگنی سعید بن عبداللہ ازدی کہتے ہین کہ مین ابو امامہ باہلی رح کی نزع کے وقت اُنکی خدمت مین گیا اُنھون نے
فرمایا کہ اے ابو سعید جب مین مرجاؤن تو میرے ساتھ وہ معاملہ کیجو جسکا امر ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو
یعنی آپ نے یون ارشاد فرمایا ہو کہ جب تم مین سے کوئی مرجاوے اور اُسکو تم مٹی دے چکو تو چاہیے کہ ایک شخص
تم مین سے اُسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے کہ اے فلان شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سُنیگا تو مگر جواب نہین دیگا
پھر سے دوبارہ اسی طرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جاویگا پھر تیسری دفعہ اسی طرح کہے وہ کہیگا کہ ارشاد کر خدا تعالی
تجھ پر رحم کرے مگر تم اُسکے اس جواب کو نہ سنوگے پھر اُس سے کہے کہ یاد کر اُس چیز کو جسپر تو دنیا سے اُٹھا ہو
یعنی گواہی کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہو اور
دین اسلام ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہین اور قرآن امام ہو اسلیے کہ اگر یہ اُسکو سُنا دیگے تو منکر اور نکیر اُسکے
پاس سے ہٹ جاوینگے اور یون کہینگے کہ یہان سے چلدو اس شخص کے پاس ہم کیون بیٹھین اسکو تو حجت سکھلا دی گئی
اور اللہ تعالی اُس شخص کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دیگا ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اسکی مان کا نام
معلوم نہو آپ نے فرمایا کہ اُسکو حوا کا لڑکا کہکر پکارے انتہی - اور قبرون پر کلام مجید کے پڑھنے کا کچھ مضائقہ
نہین علی بن موسی آہنگر کہتے ہین کہ مین امام احمد بن حنبل رح کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھا اور محمد
بن قدامہ بھی ہمارے ساتھ تھے جب جنازہ دفن ہوچکا تو ایک اندھا آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھنے لگا امام احمد رح نے
فرمایا کہ قبر کے پاس قرآن پڑھنا بدعت ہو جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ
آپ کے نزدیک بشر بن اسمٰعیل حلبی کیسا شخص ہو آپ نے فرمایا کہ معتبر ہو اور اُنسے پوچھا کہ تمنے اُنسے کچھ یاد
کیا ہو اُنھون نے کہا کہ ہان مجکو خبر دی بشر بن اسمٰعیل نے عبدالرحمن بن علاء بن الحلاج سے کہ عبدالرحمن کے
باپ علاء بن الحلاج نے وصیت کی کہ جب مین دفن ہوچکون تو میری قبر پر سر کی طرف شروع سورہ بقر کا اور اُسکا آخر
پڑھا جاوے اور علاء رح نے فرمایا کہ مین نے سُنا ہو حضرت ابن عمر رض سے کہ اُنھون نے بھی اسکی وصیت کی تھی

تب امام احمد رح نے محمد بن قدامہ سے کہا کہ تو جاؤ اور اُس شخص سے کہدو کہ قرآن پڑھے اور محمد بن احمد مروزی
کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل رح سے سُنا ہو کہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستان مین جاؤ تو سورۂ الحمد
اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ہو اللہ پڑھ کر اسکا ثواب قبرستان والون کو بخش دو اسلیے
کہ اُنکو پہونچیگا - اور ابو قلابہ کہتے ہین کہ مین شام سے بصرہ مین آیا اور خندق پر اُتر کر وضو کرکے رات کو
دو رکعتین پڑھین اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا خواب مین دیکھا کہ قبر والا مجھسے شکایت کرتا ہو کہ تمنے
رات بھر مجکو ایذا دی پھر کہا کہ تم نہین جانتے مگر ہم جانتے ہین اور ہم عمل پر قادر نہین یہ دو رکعتین جو تمنے
پڑھین ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہین پھر کہا کہ دنیا والون کو خداے تعالی ہماری طرف سے
جزاء خیر دیوے اُنکو ہماری طرف سے سلام کہنا اسلیے کہ کبھی اُنکی دعا سے ہمارے پاس ایک نور پہاڑ کے
برابر آجایا کرتا ہو - غرض کہ قبر کی زیارت سے زندہ کو تو یہ فائدہ ہو کہ عبرت ہو اور مردے کو یہ فائدہ ہو
کہ دعا پہونچے اسی لیے زیارت کرنے والے کو اپنے حق مین اور میت کے حق مین دعا کرنے سے غافل ہونا چاہیے
نہ عبرت حاصل کرنے سے غفلت کرنی چاہیے اور عبرت حاصل کرنا اس طرح ہوتا ہو کہ اپنے دل مین مردے کی
صورت جمائے کہ اُسکے اعضا کیسے علحدہ ہو گئے اور وہ قبر سے کیسے اُٹھیگا اور یہ بھی تصور کرے کہ مین بھی عنقریب
ایسا ہی ہو جاونگا جیسا کہ مطرف بن ابی بکر ہذلی کہتے ہین کہ عبد قیس کی اولاد مین سے ایک بڑھیا عابدہ تھی
جب رات ہوتی تو وہ کمر باندھتی اور نماز پڑھنے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی اور جب دن ہوتا تو قبرون مین
چلی جاتی مین نے سنا ہو کہ لوگون نے اُسکو کہا کہ تم کثرت سے قبرستان مین کیون جاتی ہو اُسنے جواب دیا
کہ دل سخت جب جفا کرتا ہو تو اُسکو یہ پرانے کھنڈر ملائم کرتے ہین اور مین جو قبرون مین آتی ہون تو
یہ دیکھتی ہون کہ گویا لوگ قبرون کی تہون مین سے نکلے ہین مُنھ اُنکے خاک آلود اور رنگ متغیر اور کفن میلے ہین
تو ایسی نظر کا کیا کہنا ہو اگر اسی طرح کی نظر بندون کے دلون مین جم جاوے تو نفسون پر اسکی تلخی کیا کچھ نہو اور
بدن اسکے باعث کیا کچھ تلف نہون بلکہ چاہیے کہ صورت مردے کی وہ دل مین یاد کرے جسکو حضرت عمر
بن عبد العزیز رح نے بیان کیا تھا یعنی ایک فقیہ نے آکر آپ کی صورت کے بدل جانے سے نہایت تعجب کیا کہ
کثرت عبادت اور مشقت سے آپ کا کچھ اور ہی طور ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب قبر مین دفن ہونے کے بعد
اگر مجھے تین دن پیچھے دیکھوگے تو اور بھی تعجب کروگے کہ آنکھین نکل کر رخسارون پر کو بہی ہونگی اور ہونٹھ دانتون سے
چھٹے ہونگے مُنھ کھلا ہوا ہوگا اُسمین سے پیپ نکلتی ہوگی پیٹ پھول کر سینے سے اونچا ہوگا پیپ پاخانے کے
راستے سے نکلی ہوگی اور بخارات اور ریم نتھنون سے نکلتے ہونگے جب یہ صورت دیکھوگے تو زیادہ تر تعجب کروگے اور
نیز مستحب ہو کہ میت کی تعریف کرے اور جب اُسکا ذکر آوے تو اچھا ہی کہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلعم

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی مرجاوے تو اُسکو چھوڑ دو اُسکی برائی مت کرو اور ایک حدیث شریف مین فرمایا کہ مردون کو گالی مت دو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ گئے ہین اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہے کہ اپنے مردون کا ذکر بہتری ہی سے کیا کرو اسلیے کہ اگر وہ جنتی ہین تو برا کہنے کا گناہ تمپر ہوگا اور اگر وہ دوزخی ہین تو اُنکو اُنھین کی مصیبت کافی ہے - اور حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہین کہ ایک جنازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کو گذرا تو لوگون نے اُسکی برائی بہت سی بیان کی آپ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر اور جنازہ آیا تو اُسکی بھلائی ذکر کی آپ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی آپ نے فرمایا کہ اس جنازے کی تمنے بھلائی بیان کی اُسکے لیے جنت واجب ہوگئی اور پہلے جنازے کی برائی کی تو اُسپر دوزخ واجب ہوگئی اور تم خدا سے تعالی کے گواہ ہو زمین مین یعنی جس چیز کی گواہی دے دوگے ویسا ہی حکم ہوگا اور حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث کو روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے اور لوگ اُسکا وہ حال بیان کرتے ہین جو علم الٰہی مین ویسا نہین ہوتا تو اللہ تعالی فرشتون سے فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو مین نے اپنے بندون کی گواہی اس بندے کے باب مین قبول کی اور اسکے جو گناہ جانتا ہون اُنکو معاف کیا

ساتوین فصل موت کی حقیقت مین اور جو حال کہ میت پر قبر مین صور کے پھونکنے تک گذرتا ہے اسکے ذکر مین

اس فصل مین چار بیان ہین

بیان اول موت کی حقیقت مین واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان مین جھوٹے گمان اور خیالات کرتے ہین اور غلطی پر ہین مثلاً بعض گمان کرتے ہین کہ موت نیست ہوجانا ہے نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ خیر اور شر کا کچھ انجام ہے انسان کی موت ایسی ہے جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی گھاس کی یہ رائے ملحدین اور اُن لوگون کی ہے جو اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان نہین لاتے اور بعض یہ گمان کرتے ہین کہ موت سے آدمی نیست ہوجاتا ہے مگر قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہے نہ ثواب سے راحت اور بعض یہ کہتے ہین کہ روح باقی رہتی ہے موت سے نیست نہین ہوتی اور ثواب اور عذاب روحون ہی کو ہے جسمون کو نہین اور جسم ہرگز نہ اُٹھائے جاوینگے نہ پھر سے زندہ ہونگے اور یہ سب اقوال گمان خراب اور حق سے پھرے ہوے ہین اور جو بات کہ اعتبار کے لائق اور آیات اور حدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ موت صرف حال کے بدلنے کا نام ہے اور روح جسم سے جدا ہونے کے بعد یا عذاب مین مبتلا یا آسائش مین چین کرتی باقی رہتی ہے اور روح کے جسم سے جدا ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُسکا تصرف جسم پر سے جاتا رہتا ہے جسم اُسکی اطاعت سے باہر ہوجاتا ہے یعنی اعضا سب کے سب روح کے آلات ہین کہ اُنسے وہ کام لیا کرتی ہے مثلاً ہاتھ سے پکڑا کرتی ہے کان سے سنا کرتی ہے آنکھ سے دیکھا کرتی ہے اور دل سے اشیا کی حقیقت جانا کرتی ہے اور

دل سے غرض یہان روح ہو تو یہ غرض ہوئی کہ روح اشیا کی حقیقت خود معلوم کیا کرتی ہی کسی آلہ کی ضرورت
نہین اسی طرح کبھی اپنے آپ اقسام غم سے دکھ پایا کرتی ہی اور انواع خوشی سے سکھ اور یہ امور متعلق اعضاے
جسمی سے نہین تو جتنی باتین ایسی ہین کہ اُنسے خود روح موصوف ہوتی ہی وہ تو بعد جسم کے جدا ہونے کے بھی
روح کے ساتھ رہتی ہین اور جو باتین روح کو بواسطہ اعضا کے ہوا کرتی ہین وہ جسم کے مرنے سے جاتی رہتی ہین
یہان تک کہ دوبارہ پھر جسم مین روح آوے اور روح کا جسم مین دوبارہ آنا نہ قبر مین کچھ دشوار ہی نہ قیامت کے
روز تک کی دیر ہونی کچھ بعید ہی اللہ تعالی نے جیسا جس بندے کے واسطے حکم کر دیا ہی وہی اُسکو خوب جانتا ہی اور
موت کے باعث جسم کا بیکار ہونا ایسا ہی جیسے اپاہج آدمی کے اعضا مزاج کے بگڑنے سے یا پٹھون مین سدہ واقع
ہونے کے باعث نکمے ہو جاتے ہین اور اُنمین روح نہین اثر کر سکتی تو اس صورت مین روح کا عالم ہونا اور عاقل
اور مدرک ہونا باقی رہتا ہی اور بعض اعضا سے کام لیتی ہی اور بعض اُس سے نافرمان ہو جاتے ہین اور موت کے
معنی سب اعضا کے روح سے نافرمان ہونے کے ہین اور اعضا تو روح کے آلات تھے جنسے وہ کام لیتی تھی اور
روح سے غرض وہ چیز ہی جو انسان کے اندر علوم اور غمون کی تکلیف اور خوشیون کی لذت معلوم کرتی ہی تو جب
روح کا تصرف اعضا مین باطل ہو گیا تو اُسکے علوم اور ادراکات اور خوشیون اور غم اور لذت اور درد کا قبول کرنا
تو نہین جاتا رہا اور انسان واقع مین وہی چیز ہی جو علوم کو ادراک کرتی ہی اور رنج و راحت کو پاتی ہی اور یہ صفت
نہین مرتی بلکہ موت کے باعث سے بدن پر سے اُسکا تصرف اُٹھ جاتا ہی اور بدن اُسکا آلہ نہین رہتا جیسے
لنجے پن کے یہ معنی ہین کہ روح کے آلہ ہونے سے ہاتھ نکل گیا اور اُسکے کام کا نہ رہا اسی طرح موت گویا سارے
اعضا کا اپاہج ہو جانا ہی کہ کوئی اُسکا آلہ نہ رہا اور انسان کی حقیقت جو اُسکا نفس اور روح ہی وہ بدستور موجود ہی
ہان اُسکے حال کا بدلنا دو طرح سے ہی اول تو یہ کہ اُس سے اُسکی آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ اور پانون
اور جملہ اعضا چھن گئے اور اہل و اقارب اور زن و فرزند اور تمام اشیا اور گھوڑے اور سواریان اور غلام اور گھر اور
تمام جائداد چھن گئی اور یہان کچھ فرق نہین کہ آدمی سے یہ چیزین چھن جاوین یا خود اُسکو ان چیزون سے
چھین لیا جاوے اسواسطے کہ ایذا دینے والی چیز تو جدائی ہی اور جدائی دونون صورتون مین حاصل ہی ایسا ہوتا ہی
کہ کبھی تو آدمی کا مال لوٹ لیا جاتا ہی اور کبھی مال وغیرہ بدستور رہتا ہی اُس مالک ہی کو قید کر لیا جاتا ہی دونون صورتون مین
درد یکسان ہوتا ہی اور موت بھی یہی ہی کہ انسان کو اُسکے جمیع اموال اور لواحق سے لیکر ایک اور عالم مین بھیج دیا جاوے
جو اس عالم کے مشابہ نہو پس اگر دنیا مین اُسکی کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے اُسکو انس ور راحت تھی تو بعد موت کے
اُس چیز کی حسرت اسپر بڑی ہوگی اور اسکی جدائی مین اُس شخص کو نہایت تکلیف ہوگی بلکہ اُسکا دل ہر ایک
چیز کی طرف التفات کریگا مال کی طرف جدا اور جاہ کی طرف جدا اور جائداد غیر منقول کی طرف جدا یہان تک کہ اگر

کوئی گھر یہ پہنچ کر خوش ہوا کرتا ہوگا تو اُسکے چھوٹنے کا بھی رنج ہوگا اور اگر بجز خدائے تعالیٰ کے ذکر کے اور چیز ست
خوش نہ تھا اور نہ اُسکے سوا دوسرے سے الفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسایش ملیگی اسلیے کہ موانع برطرف
ہونگے اور محبوب مین اور اپنے آپ مین تخلیہ ہوجائیگا تمام اسباب دنیاوی خدائے تعالیٰ کے ذکر سے شاغل ہی ہین
وہ سب برطرف ہونگے پس ایک وجہ زندگی اور موت کے حال مین اختلاف کی تو یہ تھی جو بیان ہوئی دوسری
وجہ حال کے بدلنے کی یہ ہو کہ موت کے باعث انسان کو وہ باتین کھل جاتی ہین جو زندگی مین نہین کھلتی تھین
جیسے جاگتے آدمی کو ایسے حالات منکشف ہوتے ہین جو خواب مین نہین ہوتے اور آدمی سب مردہ ہین جب
مرینگے تو جاگینگے سب سے پہلے جو آدمی پر حال کھلیگا وہ اُسکی نیکیون کا نفع یا برائیون کا ضرر ہوگا حالانکہ
یہ حال اسکے دل کے اندر کی بیاض مین لکھا تھا مگر دنیا کے کامون کی جہت سے اُسکو خبر نہ تھی جب دنیا کے کام برطرف
ہوگئے تو سارے اعمال اسپر کھل گئے اب جو برائی دیکھتا ہو اُسپر ایسی حسرت کرتا ہو کہ اُس حسرت سے بچنے کے لیے
آگ مین گھس جانے کو اختیار کرسکتا ہو اور ایسے حال مین اُس سے کہا جاتا ہو کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ
حَسِیْبًا اور یہ بات اُسوقت کھلتی ہو کہ جب سانس ٹوٹ جاتی ہو اور دفن نہین ہوتا اور جدائی کی
آگ بھڑکی ہوتی ہو یعنی اس دنیاے ناپایدار سے جس چیز پر اطمینان تھا اور مقدار زاد اور پہونچانے کی قدر
اُس سے مراد نہ تھی اُسکے جدا ہونے کی آگ لگی ہوتی ہو اور جو شخص کہ دنیا مین سے زاد ہی کے موافق کا طالب
ہوتا ہو تو اُسکو مرنے کے بعد کچھ رنج جدائی کا نہین ہوتا بلکہ وہ منزل پر پہونچ کر خوش ہوتا ہو کہ زاد کا تردد
جاتا رہا اور وجہ اُسکی خوشی کی یہ ہو کہ اُسکو غرض منزل مقصود تھی نہ خود زاد سے اور یہ حال ایسے شخصون کا
ہوتا ہو جو دنیا مین سے بقدر ضرورت ہی لیتے ہین اور چاہتے رہتے ہین کہ کسی طرح اتنی ضرورت بھی نہ رہے
پس اُنکی آرزو مرنے سے پوری ہوجاتی ہو کہ اُسقدر سے بھی مستغنی ہوجاتے ہین اور یہ عذاب کے اقسام اور
رنج بہت بڑے ہین کہ پہلے دفن کے آدمی پر ٹوٹ پڑتے ہین پھر دفن کے وقت کبھی اور قسم کے عذاب کے لیے
اُسکی روح جسم مین دوبارہ لائی جاتی ہو اور کبھی معاف کردیا جاتا ہو اور جو شخص دنیا سے لذت یاب اور اسپر
مطمئن ہوتا ہو اُسکا حال ایسا سمجھو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی غیبت مین اُسکے محل اور سلطنت اور
پایۂ تخت مین خوب مزے اڑائے اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے مین کچھ سہولت برتیگا لیکہ
جو کچھ مین برے کام کر رہا ہون اُنکا علم بادشاہ کو ہوگا اور بادشاہ اُسکو اچانک پکڑ لے اور اسپر ایک فرد
پیش کرے جسمین اُسکی خطائین اور بدافعالیان ذرہ ذرہ سی لکھی ہوئی ہین اور بادشاہ بھی بڑا زبردست
اور غیرت ناک ہو اور جو لوگ اُسکے محل مین یا سلطنت مین مرتکب افعال ناشایستہ ہون اُنسے عوض لینے والا ہو
اور کسی کی سفارش نافرمانون کے باب مین نہ سنتا ہو تو ایسی صورت مین اُس گرفتار کا حال سوچنا چاہیے کہ

پہلے سزا وغیرہ ہونے سے اُسکو کسقدر خوف اور شرم اور حسرت وندامت ہوگی یہی حال بدکار میت کا ہے جو دنیا پر مغرور اور مطمئن ہوتا ہے کہ پہلے قبر کے عذاب نازل ہونے سے بلکہ عین مرنے کے وقت خوف وشرم وحسرت وندامت ٹوٹ پڑتی ہے اور جسم کے مارنے وکاٹنے کی نسبت رسوائی اور فضیحت اور پردہ کے فاش ہونے کا عذاب اُسکو زیادہ ہوتا ہے معاذ اللہ منہا غرض کہ موت کے وقت مردہ کا حال ایسا ہوتا ہے اہل بصیرت اُسکو باطن کے مشاہدے سے دیکھا ہے جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی توتیر ہے اور اسپر قرآن وحدیث کے دلائل بھی موجود ہین ہان کنہ حقیقت موت کا حال معلوم ہونا ممکن نہین اسلیے کہ موت کی معرفت بدون زندگی کی معرفت کے ممکن نہین اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت کے جاننے اور اُسکے ذات کے پہچاننے پر موقوف ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے باب مین گفتگو کرنے کی اجازت نہین دی اور اَلرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہنے کے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے منع فرمایا ہے توکسی کو علماے دین مین سے نہین پہنچ سکتا کہ روح کے راز کو کھولے گو اُسپر مطلع ہو صرف اس باب مین اسی قدر اجازت ہے کہ حال روح کا بعد موت کے ذکر کرین اور اس بات پر بہت سی آیتین اور حدیثین دلالت کرتی ہین کہ موت سے روح نیست نہین ہوتی نہ اُسکا ادراک فنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی شہدا کے باب مین ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ اور جب کہ جنگ بدر مین شرفاے قریش مارے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ایک ایک کو پکارا اَے فلان اور اے فلان مجسے جو میرے رب نے وعدہ کیا تھا اُسکو مین نے سچا پایا تمسے جو تمھارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تمنے بھی سچا پایا کہ نہین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ان لوگون کو پکارتے ہین وہ تو مردے ہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہے وہ اس کلام کو تمسے زیادہ سنتے ہین مگر وہ جواب پر قادر نہین تو یہ حدیث نص ہے شقی کی روح کے باقی رہنے اور اُسکے ادراک ومعرفت بحال رہنے کے باب مین اور آیت نص تھی شہدا کی ارواح مین اور میت کی دو ہی قسمین ہین یا سعید ہوتا ہے یا شقی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا ایک گڑھا ہے آگ کے گڑھون مین سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغون مین سے یہ حدیث صریح نص ہے اس باب مین کہ موت کے معنی صرف حال کے بدلنے کے ہین اور اسمین کہ میت کے واسطے جو کچھ سعادت اور شقاوت ہونے کو ہوتی ہے وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہو جایا کرتی ہے صرف بعض اقسام کے عذاب اور ثواب البتہ پیچھے پڑ جاتے ہین مگر انکی اصل اُسی وقت ہو جاتی ہے اور حضرت انس رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا اَلْمَوْتُ الْقِیَامَۃُ فَمَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ اور ایک حدیث شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے مرجاتا ہے تو اُسکا ٹھکانا صبح وشام اُسپر پیش کیا جاتا ہے

اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ میں سے ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا سے تعالیٰ تجکو اسمین قیامت کے دن پہونچا دے۔ اور جو کچھ ان ٹھکانوں کے دیکھنے سے لذت یا عذاب اُسوقت ہوتا ہوگا وہ مخفی نہیں۔ اور ابوقیس کہتے ہیں کہ ہم حضرت علقمہ رضہ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے آپ نے فرمایا کہ اسکی قیامت تو قائم ہوگئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نفس کو دنیا سے نکلنا حرام ہے جب تک کہ یہ نجان لے کہ جنت والوں میں سے ہون یا دوزخ والوں میں سے اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ مَاتَ غَرِیْبًا مَاتَ شَہِیْدًا وَّوُقِیَ فَتَّانِی الْقَبْرِ وَغُدِیَ وَرِیْحَ عَلَیْہِ بِرِزْقِہٖ مِنَ الْجَنَّۃِ اور حضرت مسروق رح فرماتے ہیں کہ مجھے اتنی غبطہ اور کسی پر نہیں آتی جتنی اُس ایماندار پر آتی ہے کہ لحد میں جاکر دنیا کے نصیب سے آرام پایا ہو اور خدا سے تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہا ہو۔ اور یعلی بن ولید کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت ابو دردا رضہ کے ساتھ چلا جاتا تھا میں نے آپ سے پوچھا کہ جس شخص سے آپ محبت رکھتے ہیں اُسکے لیے آپ کونسا حال پسند کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ موت اُسکے لیے پسند کرتا ہوں میں نے پوچھا کہ اگر وہ نمرے آپ نے فرمایا کہ تو یہ پسند کرتا ہوں کہ اُسکا مال اور اولاد کم ہو اور موت کو اسلیے پسند کرتا ہوں کہ موت کی محبت مومن ہی کو ہوا کرتی ہے اور موت مومن کے حق میں قید سے چھوٹنا ہے اور مال اور اولاد کی قلت اسواسطے پسند کرتا ہوں کہ یہ چیزیں آزمائش کی ہیں اور دنیا کے ساتھ انس کے باعث ہیں اور ایسی چیز سے انس کرنا جسکا چھوڑنا ضروری ہے نہایت بدبختی ہے اور جو چیز خدا سے تعالیٰ کے اور اُسکے ذکر اور انس کے سوا ہے اُن سب کو مرنے پر چھوڑ دینا ضروری ہے اور اسی سے حضرت عبداللہ بن عمر رضہ نے فرمایا کہ مومن کی مثال اُسکے دم یا روح نکلنے کے وقت ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے میں ہو اور اُسمیں سے چھوڑ دیا جاوے اور زمین میں سیر کرتا کودتا پھرے۔ اور یہ جو آپ نے ذکر فرمایا ہے یہ اُسی شخص کا حال ہے جو دنیا سے علٰحدہ اور کنارہ کش ہو اور بجز ذکر اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز سے انس نرکھتا ہو اور دنیا کے علائق اُسکو محبوب حقیقی سے روکتے ہوں اور شہوتوں کی سختی بھگتنی اُسکو ایذا دیتی ہو تو ایسے شخص کو موت میں سب موذیوں سے چھٹی ہو جاتی ہے اور جس محبوب سے اُسکو انس تھا بے روک ٹوک اُس سے تخلیہ نصیب ہوتا ہے اور بہت زیبا ہے کہ یہ امر منتہاے آسایش اور کامل لذت اُن شہیدوں کے لیے ہے جو خدا کی راہ میں مقتول ہوے ہیں اسلیے کہ وہ جو مرنے پر جرات کرتے ہیں تو جبھی کرتے ہیں جب اپنی توجہ دنیا کے علاقوں سے قطع کر لیتے ہیں اور مشتاق دیدار الٰہی کے ہوکر اُسکی رضا جوئی میں قتل پر راضی ہوتے ہیں پس اگر دنیا کی طرف نظر کریگا تو اپنی خوشی سے اُسکو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالیگا اور بیچنے والے کا دل مبیع کی طرف التفات نہیں کیا کرتا اور اگر آخرت کی طرف نظر کریگا تو اُسکو خریدا ہی ہے

اور اسی کا شائق تھا تو جس چیز کو مول لیا ہے اُسکو جب دیکھیگا تو کیسی کچھ خوشی ہوگی اور جس چیز کو
بیچ دیا ہے اُسکے جدا ہونے پر کتنا کم التفات ہوگا — اور دل کا خالص ہونا محبت الٰہی مین کبھی اتفاقاً
ہو جایا کرتا ہے یہ ضرور نہین کہ موت بھی اُسی پر ہو اسی لیے بدل جاتا ہے اور خدا کی راہ مین لڑنا موت کا سبب ہے
تو اُسی حالت پر موت کے آنے کا سبب ہوگا اور یہین وجہ اُسکی لذت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ معنی لذت کے
یہ ہین کہ آدمی اپنی مراد کو پہونچ جاوے اور جی چاہتی بات میسر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُمْ فِيهَا مَا يَشْتَهُونَ
اس آیت مین سب لذتین جنت کی آگئین اور بڑے سے بڑا عذاب یہ ہے کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جاوے
چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابون کی جامع ہے
اور آسایش مذکورہ بالا شہید کو فوراً دم نکلتے ہی ملتی ہے اور یہ امر ارباب قلوب کو نور یقین سے منکشف ہوتا ہے
اور اگر تمکو اسپر شہادت نقلی منظور ہو تو شہدا کے باب مین جتنی احادیث ہین وہ سب اسپر دال ہین ہر ایک حدیث
مین شہدا کی انتہاے لذت کو اور ہی لفظون سے تعبیر فرمایا ہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو فرمایا اور اُنکا باپ جنگ احد مین شہید ہو گیا تھا کہ مین تجکو خبر خوش سناؤن
اُنھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ کو خداے تعالیٰ البشارت خیر دے آپ نے فرمایا کہ خداے عز وجل نے تیرے
باپ کو زندہ کیا اور اپنے سامنے بٹھلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے جو چاہے مجھسے تمنا کر مین تجکو دونگا تیرے باپ نے
عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری عبادت جیسی چاہیے ویسی نہین کی مین تجسے یہ تمنا کرتا ہون کہ تو مجکو پھر دنیا مین بھیجدے
تاکہ مین تیرے رسول کے ساتھ ہو کر لڑون اور دوسری دفعہ تیری راہ مین مارا جاؤن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
کہ یہ میری طرف سے پہلے ہو چکا ہے کہ تو دنیا مین لوٹ کر نہ جاویگا — اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ جنت مین
ایک شخص روتا ہوا پایا جاویگا اُس سے کہا جاویگا کہ تو جنت مین ہو کر کیون روتا ہے وہ کہیگا کہ مین اسلیے روتا ہون
کہ خدا کی راہ مین صرف ایک ہی بار مارا گیا مین یہ چاہتا تھا کہ پھر جا کر لڑون اور کئی بار مارا جاؤن — اور جاننا چاہیے
کہ ایماندار کو مرنے کے بعد خداے تعالیٰ کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہے جسکے سامنے دنیا تنگ اور مثل قید خانہ کے
معلوم ہوتی ہے اور اُسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی اندھیرے قید خانے مین محبوس ہو اور اُسپر ایک دروازہ
ایسے باغ وسیع کی طرف کو کھول دیا جاوے کہ اُسکی وسعت پر آنکھ کام نہ کرتی ہو اور اُسمین طرح طرح کے درخت
اور پھول اور پھل اور جانور ہون تو ظاہر ہے کہ وہ شخص اُس باغ مین پہونچ کر اُس اندھیرے قید خانے مین
پھر آنا نہ چاہیگا اور ایک مثال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی بیان فرمائی ہے یعنی ایک شخص مر گیا تھا اسکو
آپ نے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کر گیا اور دنیا کو دنیا دارون کے لیے چھوڑ گیا اگر یہ راضی ہے تو اسی دنیا مین پھر آنا
اچھا نہ معلوم ہوگا جیسے تم مین سے کوئی اچھا نہین جانتا کہ دوبارہ اپنی مان کے پیٹ مین جاوے اس حدیث مین

بتلا دیا کہ آخرت کی وسعت کو دنیا سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو رحم کی تاریکی کی طرف ہے - اور ایک حدیث شریف مین ارشاد ہے کہ مومن کی مثال دنیا مین ایسی ہے جیسے بچہ اپنی مان کے پیٹ مین کہ جب پیٹ مین سے نکلتا ہے تو اپنے نکلنے پر روتا ہے مگر جب روشنی دیکھتا ہے تو پھر اپنی جگہ پر جانا پسند نہین کرتا ہے حال مومن کا ہے کہ موت سے گھبراتا ہے مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے تو پھر دنیا مین آنا پسند نہین کرتا جیسے بچہ مان کے پیٹ مین جانا نہین چاہتا اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلانا شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ مستریح اور مستراح منہ یعنی یا اُسکو راحت ملی یا اُس سے دوسرون کو راحت ہو گئی اسمین مستریح سے اشارہ مومن کی طرف ہے کہ بلاے دنیوی سے راحت پائی اور مستراح منہ سے فاجر کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا والے اُس سے راحت مین ہو جاتے ہین اور ابو عمر پانی پلانے والے کہتے ہین کہ ہم زمٹے سے تھے ہمارے پاس کو حضرت ابن عمر رضہ گذرے اور ایک قبر کی طرف نگاہ کی دیکھا تو ایک کھوپڑی کھلی ہوئی ہے ایک شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا اُسنے اُسپر مٹی ڈالدی پھر فرمایا کہ خاک ان بدنون کو کچھ ضرر نہین کرتی جنپر کہ ثواب و عذاب قیامت تک ہوتا ہے وہ ارواح ہین اور عمرو بن دینار فرماتے ہین کہ جو میت مرتی ہے وہ جو کچھ اُسکے گھر اُسکے بعد ہوتا ہے جانتی ہے یہان تک کہ لوگ مردے کو غسل اور کفن دیتے ہین اور وہ اُنکو دیکھتا ہے - اور مالک بن انس رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ مومنون کی روحین چھوٹی رہتی ہین جہان چاہتی ہین وہان جاتی ہین - اور نعمان بن بشیر رضہ فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ آگاہ رہو دنیا مین جو وقت باقی رہا ہے جیسے مکھی کہ جو مین باقی ہے لیس اللہ سے خوف کرو اپنے مردہ بھائیون کے باب مین اسلیے کہ تمھارے اعمال اُنپر پیش ہوتے ہین - اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردون کو اپنے بُرے اعمال سے فضیحت مت کرو کیونکہ تمھارے اعمال بد تمھارے مردہ دوستون پر پیش ہوا کرتے ہین اور اسی واسطے حضرت ابو درداء رضہ نے دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون کہ ایسا کام کرون جس سے عبداللہ بن رواحہ کے سامنے فضیحت ہون حضرت عبداللہ بن رواحہ رضہ حضرت ابو درداء رضہ کے مامون تھے اور پہلے مر چکے تھے - اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنون کی روحین کہان رہتی ہین آپ نے فرمایا کہ سفید جانورون کی صورت مین عرش کے سایے مین رہتی ہین اور کافرون کی روحین ساتوین زمین مین رہتی ہین اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مردہ اپنے غسل دینے والے اور اُٹھانے والے اور قبر مین اُتارنے والے کو پہچانا کرتا ہے - اور صالح مری فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ روحین موت کے وقت ملا کرتی ہین پہلے مُردون کی روحین اُس کا حال کہ مرے کی روح سے کہتی ہین کہ تیرا ٹھکانا کہان تھا اور تو پاک جسم مین رہا یا ناپاک مین

اور عبید بن عمیر کہتے ہین کہ اہل قبور اخبار کے منتظر رہتے ہین جب کوئی مردہ اُنکے پاس جاتا ہو کہ فلان شخص کا کیا
حال ہو وہ کہتا ہو کہ دنیا سے تو وہ آلیا گیا تمھارے پاس نہین آیا وہ کہتے ہین کہ نہین پھر کہتے ہین کہ اِنَّا لِلّٰهِ
وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اُسکو کسی اور راستے لیگئے ہمارے پاس نہین لائے - اور جعفر بن سعید سے مروی ہو کہ جب
کوئی مرجاتا ہو تو اسکا لڑکا اُسکے استقبال کو آتا ہو جیسے کسی مسافر کا استقبال کیا کرتے ہین - اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ
جس شخص کا لڑکا نیکبخت ہوتا ہو تو اُسکی نیکبختی کی بشارت اُسکو قبر مین دیجاتی ہو - اور ابو ایوب انصاری رض سے
روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی جان نکلتی ہو تو اُس سے خدا تعالی کے پاس کے
رحمت والے مردے ایسے ملتے ہین جیسے دنیا مین خوشخبری سُنانے والا کسی کے پاس آتا ہو اور کہتے ہین کہ اس اپنے
بھائی کو دیکھو تاکہ اسکو تسکین ہو جاوے کہ یہ شخص بڑی سختی مین تھا پھر اُس سے پوچھتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال ہو فلانی
عورت کیسی ہو اور تو نے فلانی عورت سے نکاح کیا کہ نہین پس جب اُس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہین کہ وہ اس سے
پہلے مرگیا ہوتا ہو تو وہ جواب دیتا ہو کہ وہ تو مجھسے پہلے مرچکا ہو کہتے ہین کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ
اُسکو اُسکی ماں دوزخ مین لیگئی -

دوسرا بیان قبر کا اور مردون کا کلام میت سے اور مردے یا زبان سے کہتے ہین یا حال سے تقریر
کرتے ہین اور زبان حال مردون کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہو بہ نسبت زبان مقال کے زندون کے سمجھانے مین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہو تو قبر اُس سے کہتی ہو کہ ای خانہ خراب
آدمی تجکو کس چیز نے مجھسے مغالطے مین رکھا تو نے نہ جانا کہ مین آزمایش کا گھر ہون اور تاریکی کا مکان اور تنہائی کی
جگہ اور کیڑون کا خانہ ہون میرے باب مین تجھے کس چیز نے دھوکا دیا کہ تو میرے اوپر اکڑ کر چلتا تھا پس
اگر نیکبخت ہوتا ہو تو اُسکی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہو کہ تو دیکھتی نہین یہ شخص اچھی بات کا امر
کیا کرتا تھا اور بُری بات سے منع کیا کرتا تھا قبر کہتی ہو کہ تو اب مین اسپر سبز ہوئی جاتی ہون اور اُسکا جسم
نور ہو جاویگا اور روح خدا تعالی کے پاس چلی جائیگی انتہی - اور عبید بن عمیر لیثی کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہو
اُسکا گڑھا جسمین وہ دفن ہوگا اُس سے کہتا ہو کہ مین تنہائی اور تاریکی اور اکیلے رہنے کا مکان ہون
اگر تو اپنی زندگی مین خدا تعالی کا مطیع رہا ہوگا تو مین آج تجھپر رحمت ہونگا اور اگر تو نافرمان رہا ہوگا تو
عذاب ہونگا مین وہ ہون کہ جو مجھ مین مطیع ہو کر گھسیگا وہ خوش ہو کر نکلیگا اور جو عاصی ہو کر آویگا وہ تباہ
ہو کر نکلیگا - اور محمد بن صبیح کہتے ہین کہ جب آدمی قبر مین رکھا جاتا ہو اور اُسکو عذاب یا اور کوئی بُری بات
پہونچتی ہو تو اُسکے پڑوس کے مردے اُس سے کہتے ہین کہ ای اپنے قریبون اور پڑوسیون سے دنیا مین پیچھے
رہنے والے کیا تجکو ہمسے عبرت نہوئی کیا اپنے آپ سے آگے آنے والون کا حال تو نے نہ سوچا تم نے نہ دیکھا کہ

کہ ہمارے اعمال مرنے سے تمام ہو گئے تھے تجکو تو مہلت تھی تو نے تدارک اُس چیز کا کیون نہ کرلیا جو تیرے
اقارب سے رہ گئی تھی اور زمین کے حصے اُس سے کہتے ہین کہ ای ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے
گھر والون مین سے زمین کے شکم مین چلے گئے تھے اُنسے تو نے عبرت کیون نہ پکڑی اُنکو دنیا نے تجسے پہلے
دھوکا دیا پھر اُنکی موت اُنکو قبرون مین لیگئی تو اُنکو دیکھتا تھا کہ دوسرون کے کاندھے پر اُس منزل مین
لیے جاتے ہین جو اُنکے لیے ضرور تھی۔ اور یزید رقاسی کہتے ہین کہ مین نے سنا ہی کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہی
تو اُسکے اعمال اُسکو آگھیرتے ہین پھر اُنکو خداے تعالی گویا کرتا ہی وہ کہتے ہین کہ ای اکیلے بندے گڑھے مین
پڑے ہوے تیرے دوست اور گھر والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس آج تیرا کوئی انیس نہین
اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ جب نیک بندہ قبر مین رکھا جاتا ہی تو اُسکے اعمال نیک نماز روزہ حج زکوۃ جہاد
اُسکو گھیر لیتے ہین پھر عذاب کے فرشتے اُسکے پانون کی طرف سے آتے ہین تو نماز کہتی ہی کہ اُنسے الگ رہو
یہ شخص اللہ کے واسطے انپر بہت کھڑا رہا کرتا تھا پھر فرشتے سر کی طرف سے آتے ہین تو روزہ کہتا ہی کہ ادھر کو
تمکو راہ نہین دیتا ہون یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا فرشتے بدن کی طرف سے آتے ہین تو حج اور جہاد
کہتے ہین کہ یہان سے الگ رہو کہ اسنے اس بدن سے حج کے لیے بہت محنت و مشقت اُٹھائی اور اللہ کی راہ مین
جہاد کیا تمکو راہ نہ ملیگی فرشتے ہاتھون کی طرف سے آتے ہین تو صدقہ کہتا ہی کہ اس شخص کو جانے دو بہت سا
صدقہ اسنے ان ہاتھون سے دیا ہی کہ وہ اللہ تعالی کو مقبول ہوا اور اُسی کی رضا جوئی کو دیا تھا تو تمکو یہان راہ نہ ملیگی
تب اُس سے کہا جاتا ہی کہ مبارک باد تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا پھر اُسکے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہین اور
اُسکے لیے جنت کا بستر بچھاتے ہین اور جامہ بہشتی لاتے ہین اور اُسکی قبر کو جہان تک نظر کام کرے وہان تک کشادہ
کرتے ہین اور جنت مین سے ایک قندیل لایا جاتا ہی کہ اُسی کی روشنی مین قبر مین سے اُٹھنے تک رہتا ہی۔ اور عبد اللہ
بن عبید بن عمیر نے ایک جنازے کے ساتھ مین فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
کہ مردہ قبر مین بٹھلایا جاتا ہی اور وہ آواز اپنے ساتھیون کے پانون کی سنتا ہی اور اُس سے بجز اُسکی قبر کے
اور کوئی چیز کلام نہین کرتی قبر کہتی ہی کہ ای خانہ خراب تجکو مجھسے کسی نے نہین ڈرایا تھا تجھے یہ خوف نہین دلایا گیا تھا
کہ مین تنگ اور بدبودار اور ہولناک اور کیڑون سے پر ہون پس تو نے میرے لیے کیا سامان کیا

تیسرا بیان قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال مین حضرت براء بن عازب رض فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص انصار کے جنازے پر نکلے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر
مبارک نیچے کو ڈالکر اُسکی قبر پر بیٹھے پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہون
پھر فرمایا کہ جب ایماندار آخرت کی ہستی مین ہوتا ہی تو اللہ تعالی ایسے فرشتون کو بھیجتا ہی گویا اُنکے منہ آفتاب

ہوتے ہین اُنکے ساتھ مین اُسکی خوشبو اور کفن ہوتا ہے وہ اُسکی آنکھون کے سامنے بیٹھتے ہین جب اُسکی
روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ آسمان و زمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اُسپر رحمت بھیجتے ہین
اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اُسکی روح اپنے اندر ہوکر جانا
نہ چاہتا ہو جب اُسکی روح اوپر چڑھتی ہے تو فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی یہ تیرا فلان بندہ ہے حکم ہوتا ہے
کہ اسکو ہٹا لیجاؤ اور جو کچھ ہمنے اسکے لیے سامان کرامت مہیا کیا ہے دکھلاؤ اسلیے کہ ہم وعدہ کرچکے ہین
مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ وَفِيهَا نُعِيدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرَىٰ اور وہ شخص پھرتے لوگون کی جوتیون کی آواز
سُنتا ہے یہان تک کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور دین کیا اور نبی کون ہے وہ جواب دیتا ہے
کہ میرا رب اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور سوال یہ اُس سے
نہایت سختی کے ساتھ پوچھتے ہین اور یہ آخر جانچ ہے جو مردے پر ہوتی ہے پس جب وہ جواب مذکور دیتا ہے
تو پکارنے والا پکارتا ہے کہ تو سچ کہتا ہے یہی معنی ہین اس آیت کے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ
الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ پھر اُسکے پاس ایک شخص خوبصورت خوش لباس
خوشبودار آکر کہتا ہے کہ تجھکو رحمت پروردگار کی بشارت ہو اور ان جنتون کا مژدہ ہو جنمین لذت دائمی ہے وہ
کہتا ہے کہ تجھکو بھی بشارت خیر کی خدا تعالیٰ دے تو کون ہے وہ کہتا ہے کہ مین تیرا عمل نیک ہون بخدا کہ
مین نے تیرا احوال یہی جانا کہ تو خدا تعالیٰ کی طاعت مین جلد باز اور معصیت مین دیر کرنے والا تھا خدا تعالیٰ
تجھکو جزائے خیر دے پھر ایک منادی پکارتا ہے کہ اسکے لیے جنت کے بسترون مین سے بستر کرو اور ایک دروازہ
جنت کی طرف کو کھول دو پس بستر جنت مین سے بچھا دیا جاتا ہے اور دروازہ جنت کی طرف کو کھول دیا جاتا ہے
وہ اُسوقت کہتا ہے کہ الٰہی قیامت کو جلد برپا کر تاکہ مین اپنے اہل اور مال کی طرف رجوع کرون۔ اور کافر کا
حال یہ ہوتا ہے کہ جب آخرت کے سامنے ہوتا ہے اور دنیا سے علٰحدہ ہوا چاہتا ہے تو اُسپر فرشتے تند خو کرخت
اُترتے ہین اور اُنکے ساتھ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کُرتہ ہوتا ہے وہ اُسکے گرد ہو جاتے ہین اور جب
اُسکی جان نکلتی ہے تو اُسپر تمام فرشتے اِدھر کے اور تمام فرشتے آسمان کے لعنت کرتے ہین اور دروازے
آسمانون کے بند کر دیے جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اپنے اندر کو اُسکی روح کا جانے دینا برا نہ جانتا ہے
جب اُسکی روح چڑھتی ہے تو پھینک دیجاتی ہے اور عرض کیا جاتا ہے کہ الٰہی تیرے فلان بندے کو نہ آسمان نے قبول کیا
نہ زمین نے اللہ عز و جل فرماتا ہے اسکو ہٹا لیجاؤ اور جو سامان برائی کا اسکے لیے ہمنے مہیا کیا ہے اسکو دکھاؤ
کہ ہمنے اِس سے وعدہ کرلیا ہے مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ آخر آیت تک اور وہ جوتیون کی آواز لوگون کے پھرنے
کے وقت سُنتا ہے یہان تک کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور نبی کون اور دین کیا وہ جواب دیتا ہے

کہ مین تو نہین جانتا اُس سے کہا جاتا ہو کہ تو نہ جانیو پھر اُسکے پاس ایک آنے والا بدصورت بدبودار بدلباس
آتا ہو اور کہتا ہو کہ تجکو مژدہ ہو غضب الٰہی اور عذاب دردناک دیرپا کا وہ کہتا ہو کہ خداے تعالیٰ تجکو بدی کی خبر
سناوے تو کون ہو وہ کہیگا کہ مین تیرا عمل بد ہون بخدا تو خداے تعالیٰ کی نافرمانی مین جلدباز اور طاعت الٰہی مین
تاخیر کرنے والا تھا خداے تعالیٰ تجکو جزاے بد دیوے وہ کہتا ہو کہ تجھے بھی خداے تعالیٰ جزاے بد دیوے پھر اُسپہ
ایک بہرا اندھا گونگا معین کیا جاتا ہو جسکے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہو کہ اگر جن و انسان اُسکے اُٹھانے پر
متفق ہون تو نہو سکے اگر اُسکو پہاڑ پر مارے تو مٹی ہو جاوے وہ اس سے اُس کافر کو مارتا ہو تو وہ مٹی ہو جاتا ہو
پھر اُسمین جان آجاتی ہو پھر اُسکی آنکھون کے بیچ مین ایک چوٹ لگاتا ہو کہ اُسکی آواز سوا جن و انسان کے
سب زمین پر کے رہنے والے سنتے ہین پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہو کہ اسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھادو
اور ایک دروازہ دوزخ کی طرف کھولدو اُسکے لیے دو تختیان آگ کی بچھادیجاتی ہین اور ایک دروازہ دوزخ کی
طرف کو کھولدیا جاتا ہو۔ اور محمد بن علی رح کہتے ہین کہ جو مُردہ مرتا ہو موت کے وقت اُسکے اعمال نیک و بد
اُسکے سامنے صورت بنکر آتے ہین تو اپنی نیکیون کو تو دیکھتا ہو اور بدیون سے آنکھین بند کر لیتا ہو
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہو تو اُسکے
پاس فرشتے ایک حریر کے کپڑے مین مشک اور ریحان کی مٹی لیکر آتے ہین پس اُسکی روح ایسے نکال لیتے ہین
جیسے آٹے مین سے بال نکال لیا جاتا ہو اور کہا جاتا ہو کہ اے نفس مطمئنہ خداے تعالیٰ کی کرامت اور رحمت کی
طرف نکل تو اُس سے راضی اور وہ تجسے خوش اور جب اُسکی جان نکلتی ہو تو اُسے مشک و ریحان مین رکھ کر
اوپر سے حریر لپیٹ دیا جاتا ہو اور اُسکو علیین یعنی اوپر والون مین بھیج دیا جاتا ہو اور کافر کو جب موت آتی ہو
تو اُسکے پاس فرشتے ٹاٹ مین چنگاریان لیکر آتے ہین اور بڑی سختی سے جان نکالتے ہین اور کہا جاتا ہو
کہ اے نفس پلید خداے تعالیٰ کے عذاب اور خواری کی طرف نکل کہ تو اُس سے خفا اور وہ تجھپر خفا پھر جب اُسکی
جان نکلتی ہو تو اُسی چنگاریون مین رکھ دیجاتی ہو اور روح اُنمین جھنجھناتی رہتی ہو اور اوپر سے ٹاٹ لپیٹ کر
سجین یعنی زندان مین بھیج دی جاتی ہو۔ اور محمد بن کعب قرظی رح نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا حَتّٰی اِذَا جَاءَ
اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ کی مراد یہ ہو کہ خداے تعالیٰ پوچھتا ہو کہ تو
کیا چاہتا ہو کونسی چیز کی رغبت کرتا ہو کیا یہ چاہتا ہو کہ پھر کر مال جمع کرے اور باغ لگاوے اور عمارت بناوے
اور نہرین کھدواوے وہ کہتا ہو کہ نہین بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہون اُسمین اچھا کام کرون خداے تعالےٰ
فرماتا ہو کَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا یعنے موت کے وقت یہ کلام کرتا ہو اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مومن اپنی قبر مین ایک سبز باغ مین رہتا ہو اور اُسکی قبر ستر گز

وسیع ہوجاتی ہے اور نورانی ہوتی ہے جیسے چودھوین رات کا چاند اور تمکو معلوم ہے کہ یہ آیت کس باب مین اُتری ہے
فَاِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنكًا لوگون نے عرض کیا کہ خداے تعالی اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپنے
فرمایا کہ یہ عذاب کافر کا قبر مین ہوگا کہ اُسپر ننانوے تنین مسلط کردیجاینگی اور جانتے ہو کہ تنین کیا چیز ہے
ننانوے اژدہا کہ ہر ایک کے سات سات پھن ہونگے اور وہ اُسکے جسم مین قیامت تک نوچتے کھسوٹتے
اور پھنکارین مارتے رہینگے انتہی - اور اس خاص شمار سے جو حدیث مین مذکور ہوئی تعجب نہین کرنا چاہیے
اسلیے کہ شمار اُن سانپون اور بچھوؤن کی موافق شمار برے اخلاق یعنے کبر اور ریا اور حسد اور کینہ
اور بغض وغیرہ کے ہوگی اسلیے کہ ان صفات کے اصول چند گنتی کے ہین پھر اُنہین سے چند فروع نکلی ہین
پھر اُن فروع کی چند قسمین ہین اور یہ صفات سب کے سب اپنی ذات سے مہلک ہین اور یہی خود بچھو اور
سانپ بن جاوینگے تو جو صفت اُنہین سے زبردست ہوگی وہ اژدہا کی طرح ڈسیگی اور کمزور بچھو کی طرح کاٹیگی
اور متوسط سانپ کی طرح ایذا دیگی اور اہل دل اور اہل بصیرت ان مہلکات کو اور اُنکے منقسم ہونے کو فروعات مین
نور بصیرت سے دیکھتے ہین مگر یہ کہ اُنکی شمار پر بجز نور نبوت اور کسی چیز سے اطلاع نہین ہوسکتی غرض کہ
ان جیسے اخبار کے ظاہر صحیح ہین اور اُنمین پوشیدہ اسرار ہین جو ارباب بصیرت کے نزدیک ظاہر ہین پس جس
شخص پر اُنکی حقیقت منکشف نہو اُسکو اُنکے ظاہر معنون کا انکار نہ چاہیے بلکہ کمتر درجہ ایمان کا یقین کرنا
اور مان لینا ہے اب اگر یہ کہو کہ ہم کافر کو قبر مین مدتہا تک دیکھتے ہین اور تاکتے رہتے ہین مگر ان باتون مین سے
کچھ بھی نہین دیکھتے تو تجربہ کے خلاف پر یقین لانے کی صورت کیا ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ ان جیسے اُمور کی
تصدیق کی تین صورتین ہوسکتی ہین اول جو ظاہر تر اور صحیح تر اور اعتراض سے سالم تر ہے یہ ہے کہ تو تصدیق
کرو کہ یہ چیزین یعنی سانپ بچھو وغیرہ موجود ہین مردے کو کاٹتے ہین مگر تمکو اس جہت سے نہین معلوم ہوتے
کہ اس آنکھ مین لیاقت اُن امور کے دیکھنے کی نہین اسلیے کہ یہ باتین اور دوسری جو آخرت سے متعلق ہین
وہ سب عالم ملکوت کی چیزین ہین جو چشم ظاہری سے نظر نہین آتین دیکھو صحابہ رض حضرت جبرئیل علیہ السلام
کے اُترنے پر کیسے ایمان لاتے تھے حالانکہ اُنکو دیکھتے نہ تھے اور اسپر بھی اُنکا ایمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اُنکو دیکھتے ہین اگر تمکو اسپر ایمان نہو تو اول اصل ایمان فرشتون اور وحی پر درست کرنا لابدی ہے
اور اگر اُسپر ایمان رکھتے ہو اور جائز جانتے ہو کہ نبی ایک چیز کو دیکھ سکتا ہے جسکو اُسکی اُمت نہین دیکھ سکتی
تو یہ باتین مردے کے حق مین کیون نہین جائز ہین جس طرح فرشتہ آدمیون اور حیوانون کے مشابہ نہین اسی طرح
سانپ بچھو مردے کی قبر مین کے دنیا کے سانپ بچھو جیسے نہین اُنکی جنس اور ہی ہے اور وہ اور ہی حس سے
معلوم ہوا کرتے ہین دوسری صورت یہ ہے کہ تم سونے والے کا حال دیکھو کہ کبھی خواب مین دیکھتا ہے کہ سبھی

بچھو یا سانپ کاٹتا ہے اور اسکو اسکا درد بھی اتنا ہوتا ہے کہ بعض اوقات نیند ہی میں چیخ پڑتا ہے اور پیشانی پر
پسینا آجاتا ہے اور کبھی اپنی جگہ سے اُچھل پڑتا ہے تو سونے والے کو یہ سب کچھ معلوم ہوتا ہے اور درد ایسا ہی
پاتا ہے جیسے جاگتا آدمی حالانکہ تمکو وہ ہلتا جلتا نہیں معلوم ہوتا نہ اسکے گرد کوئی سانپ بچھو سوجھتا ہے
اور اسکے حق میں سانپ بھی موجود ہے اور تکلیف بھی ہے مگر تمہارے مشاہدے سے خارج ہے اور جبکہ عذاب کی
تکلیف کاٹنے سے حاصل ہے تو سانپون کا خیالی ہونا یا آنکھ سے سوجھنا یکسان ہے تیسری صورت یہ ہے کہ تمکو
معلوم ہے کہ سانپ خود تکلیف نہیں پہونچاتا بلکہ ایذا اسکے زہر سے ہوتی ہے پھر زہر بھی درد نہیں بلکہ زہر کا اثر
جو تم میں ہو جاتا ہے تکلیف اُس سے ہوتی ہے پس اگر بدون زہر کے ویسا ہی اثر بدن میں پایا جاوے تو ظاہر ہے
کہ تکلیف تو بیت ہوگی مگر اس تکلیف کو اور طرح پر نہیں بتا سکتے بجز اسکے کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عادت میں
ہوا کرتی ہے اُسی سبب کی طرف منسوب کر دیا جاوے مثلاً اگر انسان میں لذت صحبت کی پیدا ہو جاوے
بدون اسکے کہ ظاہر میں ہمبستری عورت سے ہو تو اس لذت کو کیسے بتاؤگے یہی کہوگے کہ صحبت کی لذت ہے اس اضافت سے
سبب کی شناخت ہو جاویگی اور اُسکا ثمرہ معلوم ہو جاویگا گو صورت سبب کی نہ موجود ہو سبب کو ثمرے
ہی کے لیے چاہتے ہیں اُسکی ذات سے غرض نہیں ہوتی اور یہ صفات مہلکہ نفس کے اندر موت کے وقت
ایذا دینے والے بنجاتے ہیں تو اُنکی ایذا سانپ اور بچھو کی سی ایذا کی طرح ہو جاتی ہے بدون ہیکل سانپ بچھو کا
وجود ہوا اور صفت کا موذی ہو جانا ایسا ہے جیسے کہ عشق معشوق کے مرنے پر موذی ہو جاتا ہے یعنی پہلے سے تو
مزہ دار تھا اب اُسپر ایسی حالت آگئی کہ وہی لذیذ موذی بنگیا یہان تک کہ دل پر وہ عذاب ہوتا ہے کہ عاشق تمنا
کرتا ہے کہ کاش عشق اور وصال کا مزہ نہ چکھا ہوتا بلکہ یہی حال بعینہ میت کے عذاب کا ہے کہ اُسپر دنیا میں عشق
مسلط کر دیا گیا تو مال اور متاع اور جاہ اور اولاد اور اقارب اور آشنائون سے عشق کرنے لگا اور اگر ان چیزون کو
اُسکے پاس سے زندگی میں کوئی ایسا شخص لے لیتا جس سے واپس لینے کی امید نہوتی تو تم دیکھتے کہ اُسکا کیا برا
حال ہوتا اور کیسا عذاب ہوتا اور تمنا کرتا کہ کاش میرے پاس کبھی کچھ نہوا ہوتا کہ آج اس روز سیاہ کا منہ
نہ دیکھتا اور اُنکی جدائی کا درد نہ سہتا اور موت کے معنی بھی یہی ہیں کہ دنیاوی محبوبات یکبارگی جدا ہو جاویں تو جو شخص
صرف دنیا ہی سے خوش ہوتا ہو اور وہ اُس سے چھین کر اُسکے دشمنون کو دے دیجاویں اُسکا کیا حال ہوگا

جسکا اکلوتا ہی غائب ہوگیا ۔ اُسکا کیا جانیے کیسا حال

پھر اس عذاب پر یہ اضافہ ہوگا کہ دولت آخرت کے نہ ملنے کی حسرت ہوگی اور خدائے عزوجل سے محجوب رہنا پڑیگا
اسواسطے کہ غیر اللہ کی محبت خدائے تعالی سے بھی روک دیتی ہے اور دولت اُخروی سے بہرہ مند ہونے سے
باز رکھتی ہے حاصل یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزون کا اور دولت اخروی کے نہ ملنے کی حسرت اور درگاہ

الٰہی سے مردود اور محجوب رہنے کی ذلت اُسکو ابدالآباد تک ایک دوسری کے بعد ہوگی اور ایسی تکلیف سے
عذاب دیا جاویگا اسلیے کہ نار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہو کہ
كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ مگر جو شخص دنیا کا انس نہ رکھتا ہو اور خدا ے
تعالی کے سوا اور کسی سے محبت نہ کی ہو اور دیدار الٰہی کا شائق ہو تو وہ دنیا کی قید سے چھٹ جاویگا اور دنیا مین
شہوات کے شدائد بھگتنے سے رہائی پاویگا اور اپنے محبوب کے پاس سب علاقون اور موانع سے یکسو ہوکر
آویگا اور ابدالآباد تک زوال کے کھٹکے سے بیخوف ہوکر خوب چین اُڑاویگا تو جسکو عمل کرنا ہو وہ ایسے ہی
مزے کے لیے کرے اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہین کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو اتنا چاہتا ہو
کہ اگر اُسکو اختیار دیا جاوے کہ دو باتون مین سے ایک پسند کر یا گھوڑا دے ڈال یا بچھو سے کٹوا لے
تو وہ بچھو کے نیش پر صبر کرنا اختیار کرتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کی تکلیف اُسکے نزدیک
بچھو کے کاٹنے سے زیادہ ہو اور جب گھوڑا جدا ہو جاتا ہو تو اُسکی محبت اُسکو کاٹا کرتی ہو تو چاہیے
کہ انھین نیشون کے لیے تیار ہو رہے اسواسطے کہ موت تو اُسکا گھوڑا اور سواری اور گھر اور زمین و زن
و فرزند اور دوست آشنا اور جاہ و حشمت سب چھین لیگی بلکہ کان اور آنکھ اور اعضا بھی لے لیگی اور پھر
اُسکے ہٹا کر دینے سے نا امیدی ہو اسصورت مین اگر ان چیزون کے سوا اور کسی سے محبت نہوگی اور یہ سب کے
سب اُس سے لے لیے جاوینگے تو انکی تکلیف بچھوؤن اور سانپون سے بڑھ کر ہوگی جیسے کہ زندگی مین اگر کوئی
ساری چیزین چھین لیتا تو سخت عذاب ہوتا اسی طرح موت کے بعد ہوگا اسلیے کہ تو ہم لکھ ہی چکے ہین کہ انسان مین
جو چیز مدرک رنج و راحت کی ہو وہ نہین مرتی بلکہ عذاب ان اشیا کا مرنے کے بعد سخت تر ہوگا اسلیے کہ زندگی مین
تو چند اسباب ہو سکتے ہین جنسے دل بہل جاوے مثلاً لوگون کے پاس بیٹھنے اور اُنسے گفتگو کرنے اور تسکین دینے
اور پھر آنے کی توقع کرنی اور بدلہ لینے کی امید رکھنی وغیرہ سے تسلی ہو سکتی ہو مرنے کے بعد تو تسلی کے سب
راستے بند ہوگئے اور ناامیدی آموجود ہوئی اب تسلی کہان اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کچھ بھی مال سے
ایسی محبت رکھتا ہوگا کہ اگر چھین لیا جاتا تو اُسکو ناگوار ہوتا تو وہ اُسپر افسوس کریگا اور تکلیف اٹھاویگا لیکن اگر
دنیا مین ہلکا رہیگا تو اس عذاب سے بچا رہیگا اور یہی ارشاد ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے نجا المخففون
اور اگر دنیا مین گرانبار ہوگا تو بڑا عذاب ہوگا اور جسطرح کہ دنیا مین اگر کسی کا ایک روپیہ چوری جاوے اور دوسرے کے
دس چوری جاوین تو اول کا حال بہ نسبت دوسرے کے ہلکا ہوگا اسی طرح حال ایک درم والے کا ہلکا ہوگا بہ نسبت
دو درم والے کے اور یہی مراد ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے کہ ایک درم والا حساب مین ہلکا ہو
بہ نسبت دو درم والے کے اور جو چیز دنیا مین سے مرنے کے وقت تیرے بعد رہتی ہو وہ مرنے کے بعد تجھ

حسرت ہوگی اب چاہیے تو اپنا مال زیادہ کر چاہے کم کر اگر زیادہ کریگا تو اپنی حسرت ہی بڑھاویگا اور اگر کم کریگا تو اپنی پیٹھ پر بوجھ ہلکا کریگا - اور سانپ اور بچھو تو انگردن کی قبرون مین زیادہ ہوتے ہین جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے محبوب سمجھتے ہین اور اُسپر راضی اور مطمئن ہین غرض کہ ایمان کی صورتین قبر کے سانپ اور بچھوؤن اور تمام اقسام کے عذاب مین یہ تین ہین جو اوپر مذکور ہوئین - حضرت ابو سعید خدری نے اپنے ایک بیٹے کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بیٹا مجکو نصیحت کر اُسنے کہا کہ جو اللہ تعالے کو منظور ہو اسمین اُسکا خلاف مت کرو آپ نے پوچھا کہ اور کچھ کہو اُسنے کہا کہ تمکو تاب اُسپر عمل کرنیکی نہوگی آپ نے فرمایا کہ تم کہدو اُسنے کہا کہ اپنے اور خدا سے تعالی کے درمیان مین کرتہ مت کرو یعنی کرتہ مت پہنو ورنہ موجب حجاب ہوگا پس آپ نے تیس برس تک کرتہ نہ پہنا اب اگر کہو کہ ان تینون صورتون مین سے درست کونسی ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ تو اول ہی صورت کے قائل ہین اور صورتون کے منکر ہین اور بعضے اول کے منکر اور دوسری کے مقر ہین اور بعضے صرف تیسری کے مقر ہین اور واقع مین حق یہ ہے کہ یہ تینون صورتین ممکن ہین ہمکو چشم بصیرت سے ایسا ہی کچھ معلوم ہوا ہے اور جو شخص بعض صورتون کا منکر ہے تو وہ اپنی تنگی حوصلہ کے باعث سے ہے اور قدرت الٰہی کی وسعت اور اُسکی عجائب تدبیر کے نہ جاننے سے اسی لیے افعال الٰہی مین سے جس بات کا مانوس اور عادی نہین اُسکو انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ نادانی اور کوتاہی فہم ہے بلکہ اصل یہی ہے کہ تینون صورتین عذاب دینے کی ممکن ہین اور اُنکو سچ جاننا واجب کسی بندے کو کسی طرح عذاب دیا جاتا ہے اور کسی کو کسی طرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہین کہ اُنپر تینون صورتون سے عذاب دیا جاتا ہے خدا تعالی ہمکو اپنے تھوڑے اور بہت عذاب سے پناہ مین رکھے تو یہی ٹھیک بات ہے اُسکو بے دلیل ہی تقلید کے طور پر سچ جان لو ورنہ روے زمین پر کوئی ایسا نہین جو اس بات کو تحقیق طور پر جانتا ہو اور مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی نظر اس امر کی تفصیل مین بہت نہ کیا کرو اور نہ اُسکی معرفت مین مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب کے دور کرنے کی تدبیر مین کرو خواہ کسی طور کا ہو پس اگر تم عمل اور عبادت کو چھوڑ کر عذاب کی کیفیت کے جاننے مین مشغول ہوگے تو تمھاری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑ کر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کردے اور وہ رات بھر سوچتا رہے کہ بادشاہ چھری سے کاٹیگا یا تلوار سے یا اُسترے سے اور یہ نہ سوچے کہ اس سے اب بچنے کا حیلہ کیا ہے تو یہ نہایت جہالت ہے پس جب یقیناً معلوم ہوچکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت عذاب یا آسائش جاودانی ہوگی تو چاہیے کہ اُسی کی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب مین گفتگو کرنی اور انکی تفصیل معلوم کرنی محض فضول و تضییع اوقات ہے

چوتھا بیان منکر نکیر کے سوال اور انکی صورت اور قبر کے دبانے اور تتمہ عذاب قبر کے ذکر مین

حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ مرتا ہو تو اُسکے پاس دو فرشتے
سیاہ رنگ نیلی آنکھون والے آتے ہین ایک کو منکر کہتے ہین دوسرے کو نکیر وہ اُس سے پوچھتے ہین کہ تو نبی
صلے اللہ علیہ وسلم کے باب مین کیا کہا کرتا تھا پس اگر بندہ مومن ہوتا ہو تو کہتا ہو کہ مین اُنکو اللہ کا بندہ
اور اُسکا رسول کہا کرتا تھا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ وہ دونون فرشتے
کہتے ہین کہ ہم پیشتر سے جانتے تھے کہ تو یہی کہیگا پھر اُسکی قبر ستر گز در ستر گز چوڑی کیجاتی ہو اور اُسکی قبر مین روشنی
کردیجاتی ہو پھر کہا جاتا ہو کہ سو رہو وہ کہتا ہو کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین اپنے گھر والون مین جاکر اُنسے حال
کہ آؤن اُس سے کہا جاتا ہو کہ سو جا وہ دُلہن کی طرح سو جاتا ہو کہ اُسکو وہی جگاتا ہو جو گھر بھر مین اُسکا
زیادہ محبوب ہو یہان تک کہ اُس خوابگاہ سے اُسکو خدا تعالیٰ ہی اُٹھاویگا اور اگر بندہ منافق ہوتا ہو تو
کہتا ہو کہ مین نہین جانتا جو لوگون کو کہتے سُنا کرتا تھا وہی مین بھی کہا کرتا تھا وہ دونون فرشتے کہینگے کہ ہمکو پہلے سے
معلوم تھا کہ تو یون کہیگا پھر زمین کو حکم ہوتا ہو کہ اُسپر مل جا زمین اس طرح اُسکو کچلتی ہو کہ اُسکی پسلیان ادھر کی
اُدھر ہو جاتی ہین پس ہمیشہ اسی طرح عذاب دیا جاتا ہو یہان تک کہ اللہ تعالیٰ اُسکو اُس لوٹنے کی جگہ سے
اُٹھاوے اور عطاء بن یسار رح سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضہ سے فرمایا
کہ اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو مر جاویگا اور تیری قوم تجھکو لیجاویگی اور تیرے لیے تین ہاتھ طول اور ڈیڑھ ہاتھ
عرض کا گڑھا تجویز کرینگے اور تیرے پاس آکر غسل اور کفن دیکر اور خوشبو لگا کر تجھکو اُٹھاوینگے یہان تک کہ تجھکو
اُس گڑھے مین رکھ کر تیرے اوپر مٹی ڈالینگے اور دفن کرینگے اور جب تیرے پاس سے پھرینگے تو تیرے پاس
قبر کے دو جانچنے والے منکر اور نکیر جنکی آواز سخت رعد کی سی اور آنکھین اُچکنے والی بجلی کی سی ہونگی بال اُنکے
گھسٹتے ہونگے اور قبر کو اپنی کچلیون سے اُدھیڑ کر تجھے جھڑ جھڑا اور ہلا ڈالینگے اُسوقت اے عمر تیرا کیا حال
ہوگا حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ میری عقل بھی اُسوقت میرے ساتھ رہیگی جیسی اب ہو آپ نے فرمایا کہ ہان حضرت
عمر رضہ نے عرض کیا کہ تو کچھ فکر نہ فرمائیے مین اُنکو کافی ہونگا انتہی - یہ حدیث نص صریح ہو اس بات مین
کہ موت کے باعث عقل نہین بدلتی صرف اعضا بدل جاتے ہین اور مردہ عاقل اور مدرک دو راحت کا رہتا ہو
جیسا اپنی زندگی مین تھا اُسکی عقل مین کچھ خلل نہین آتا اور عقل مدرک ان اعضا کا نام نہین وہ ایک باطنی
چیز ہو جسکے طول اور عرض کچھ نہین بلکہ جو خود منقسم نہین ہوتی وہی اشیا کا ادراک کرتی ہو اور اگر بالفرض
انسان کے تمام اعضا بکھر جاوین اور صرف وہ جزو مدرک جسکے حصے نہین ہو سکتے وہی رہ جاوے تو انسان
عاقل پورے کا پورا باقی رہیگا اور یہی حال اُسکا بعد موت کے ہوتا ہو اسلیے کہ اُس جزو پر موت اور فنا نہین آتی
اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ مین نے سُنا ہو کہ کافر پر اُسکی قبر مین ایک چوپایہ بہرا اندھا مسلط ہوتا ہو

جسکے ہاتھ مین لوہے کا تازیانہ ہوتا ہو اُسکا سر مثل کوہان شتر کے ہوتا ہو وہ اُس تازیانے سے کافر کو قیامت تک مارتا رہتا ہو نہ اُسکو دیکھتا ہو کہ بچاکر مارے نہ آواز سُنتا ہو کہ رحم کرے - اور حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا ہو کہ جب مردہ اپنی قبر مین رکھا جاتا ہو تو اُسکے اعمال نیک اُسکو آکر گھیر لیتے ہین پس اگر عذاب سر کی طرف سے آتا ہو تو قرآن مجید کی قرارت روکتی ہو اور اگر دونون پانؤن کی طرف سے آتا ہو تو کھڑا ہونا روکتا ہو اور اگر ہاتھون کی طرف سے آتا ہو تو ہاتھ کہتے ہین کہ بخدا یہ شخص ہمکو صدقہ اور دعا کے واسطے پھیلایا کرتا تھا تمکو اسپر راہ نہ ملیگی اور اگر منھ کی طرف سے آتا ہو تو ذکر اور روزہ آڑ ہو جاتا ہو اسی طرح ایک طرف کو نماز اور صبر کھڑے ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر کچھ کسر رہیگی تو ہم اسکے ساتھ ہونگے حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ آدمی کے اعمال نیک اُسکی طرف سے ایسے جھگڑتے ہین اور عذاب کو روکتے ہین جیسے کوئی اپنے بھائی یا زن و فرزند کی طرف سے لڑا کرتا ہو پھر اُسکو کہا جاتا ہو کہ خداے تعالیٰ تیری خوابگاہ مین برکت کرے تیرے دوست اور رفیق بہت خوب ہین - اور حضرت حذیفہ رض سے مروی ہو کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھے آپ قبر کے سرہانے بیٹھ کر اُسکے اندر دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ مومن اسمین ایسا دبایا جاتا ہو کہ اُسکا سینہ اور پسلیان اور ہڈیان چور ہو جاتی ہین اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر دبایا کرتی ہو اگر اُسکے دابے سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ رض بچتے - اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ جب حضرت زینب دختر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور وہ اکثر بیمار رہا کرتی تھین آپ اُنکے جنازہ کے ساتھ ہوے اور کچھ تغیر آپ کے چہرۂ مبارک پر ہمکو معلوم ہوا جب ہم قبر پر پہنچے تو آپ قبر کے اندر اُترے اور آپ کا چہرہ گونہ تاباں ہوا جب باہر نکلے تو خوب صاف روشن ہو گیا ہمنے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم ہمنے جو حال آپ کا دیکھا یہ کس واسطے تھا آپ نے فرمایا کہ مجکو اپنی بیٹی کا ہو نچنا یاد آتا تھا اور سختی عذاب قبر اسپر گذری تھی جب مین قبر مین اُترا مجھے خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسپر عذاب قبر کو ہلکا کر دیا اور وہ اتنا دبائی گئی کہ اُسکی آواز پورب پچھم کے درمیان کے لوگون نے سُنی یعنے سواے انسان اور جنات کے -

آٹھوین فصل مردون کے اُن حالات مین جو خواب مین مکاشفہ سے معلوم ہوے ہین

جاننا چاہیے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہو اور عبرت کی راہون مین سے ہو اُس سے ہمکو مردون کا احوال مجملاً معلوم ہو جاتا ہو کہ وہ سعید ہین یا شقی مگر کسی شخص خاص کا حال نور بصیرت سے معلوم نہین ہوتا اسلیے کہ اگر ہم زید و عمرو کے ایمان پر مثلاً اعتماد کرین تو یہ تو نہین جانتے کہ اُنکی موت کس حال پر ہوئی اور خاتمہ کیسا ہوا اور اگرچہ ظاہر کی نیکبختی پر اُنکے اعتماد کرسکتے ہین مگر چونکہ تقوے کا مقام دل ہو اور وہ ایسی باریک چیز ہو کہ خود تقوے والے کو نہین معلوم ہوتی

حاشیہ: [illegible]

تو دوسرے کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ متقی ہے کیونکہ حکم ظاہری کی نیکبختی پر بدون باطن کے تقوی کے نہین کیا جا سکتا اور اللہ کیا فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اس سے معلوم ہوا کہ زید وعمرو کے حکم کی معرفت بدون اُنکے حال دیکھنے کے نہین ہو سکتی اور جب آدمی مرجاتا ہے تو عالم ظاہری سے عالم غیب اور ملکوت مین چلا جاتا ہے پس چشم ظاہری سے نہین معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے سوجھتا ہے جو ہر ایک انسان کے دل مین پیدا ہوئی ہے مگر انسان نے اُسین آنکھ پر اپنی شہوات اور کامون کا گاڑھا پردہ ڈال رکھا ہے اسی لیے اُس آنکھ سے کچھ نہین دیکھتا اور نہ توقع ہے کہ عالم الملکوت کی کوئی چیز اُسکو نظر آوے جبتک کہ وہ پردہ دل کی آنکھ پر سے دور نہو جاوے اور چونکہ انبیا علیہم السلام کی آنکھ پر سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا اسی لیے اُنھون نے ملکوت کی طرف نظر کی اور اُسکے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مردے بھی عالم الملکوت مین ہین اسلیے انبیا علیہم السلام نے اُنکو بھی دیکھکر اُنکا حال بتایا اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کا دبانا حضرت سعد بن معاذ رضہ کے حق مین اور اپنی بیٹی حضرت زینب رضہ کے حق مین ملاحظہ فرمایا اسی طرح حضرت جابر رضہ کو اُنکے باپ کا حال سُنایا جو شہید ہوگئے تھے کہ خدا تعالے نے اُنکو اپنے سامنے بے حجاب بٹھلایا۔ اور اسطرح کا مشاہدہ تو انبیا کے سوا اور اُن اولیا کے سوا جو انبیا کے درجے سے قریب ہین اور لوگون کو نہین ہو سکتا بلکہ ہم جیسون کو ایک اور مشاہدہ منکشف ہوا کرتا ہے مگر وہ بھی مشاہدہ نبوی ہے اور وہ مشاہدہ خواب کا ہے جو نبوت کے انوا مین سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ اور خواب بھی ایک انکشاف ہے اور منکشف ہوا کرتا ہے جب دل پر سے پردہ ہٹ جاوے اسی جہت سے بجز آدمی نیکبخت راست باز کے اور کے خواب کا اعتبار نہین ہوتا اور جو شخص جھوٹ بہت بکتا ہو اُسکا خواب سچ نہوگا اور جو شخص فساد اور گناہ بہت کرتا ہو اُسکا دل تاریک ہوجاتا ہے تو جو کچھ وہ دیکھیگا وہ خواب پریشان ہوگا اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا تاکہ آدمی پاک ہوکر سووے اور اسمین اشارہ طہارت باطن کی طرف بھی ہے جو اصل ہے اور طہارت ظاہری بمنزلہ اُسکے تتمہ کے ہے اور جب باطن صاف ہوتا ہے تو دل کی آنکھ مین وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو آگے کو ہونگی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مین تشریف لیجانا خواب مین معلوم ہوگیا تھا یہانتک کہ پھر اُسکی تصدیق کے لیے یہ آیت اُتری لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ اور کوئی ایسے خوابون سے کم خالی ہوتا ہے جن مین کچھ بھی باتین نظر آجاوین اور خواب کا سچ ہونا اور اُسمین غیب کا حال معلوم ہوجانا خدا تعالے کی عجیب صنعتون اور سرشت آدم کی نادر باتون مین سے ہے اور بڑی واضح تر دلیلون سے عالم ملکوت پر

خواب ... نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ۱۲

حدیث شریف مذکور صحیح بخاری و مسلم بروایت معاذ بن عازب ۱۲

اور لوگ اُس سے غافل ہین جیسے دل کے تمامی عجائب اور عالم کے غرائب سے غافل ہین اور خواب کی حقیقت کو
بیان کرنا علوم مکاشفہ کی باریک باتون مین سے ہی یہ تو ہو نہین سکتا کہ علم معاملہ کے ساتھ اُسکا ذکر کر کے
بیان کیا جاوے لیکن جس قدر کہ بیان ذکر ہو سکتا ہی وہ ایک مثال ہی جس سے تمکو مقصود سمجھ مین آ جاویگا
وہ یہ ہی کہ یون جانو کہ دل کی مثال مثل آئینہ کے ہی جسمین صورتین امور کی حقیقتین منعکس ہوتی ہین اور جو کچھ
کہ اللہ تعالے نے شروع پیدائش عالم سے آخر تک تجویز فرمایا ہی وہ ایک جا لکھا ہوا ہی جسکا نام کبھی
لوح محفوظ اور کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین بولتے ہین چنانچہ یہ تینون نام قرآن مجید مین بھی خدا تعالے نے
فرمائے ہین غرضکہ جو کچھ عالم مین ہو چکا ہی اور ہوویگا وہ سب اُسمین منقش اور لکھا ہوا ہی مگر وہ نقش ایسا نہین
جو اس آنکھ سے سوجھے اور یہ گمان مت کرو کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہی اور کتاب کاغذ
یا پٹھے کی ہی بلکہ یون سمجھ لینا چاہیے کہ خداے تعالے کی تختی خلق کی تختی کے مشابہ نہین اور نہ اُسکی کتاب
مخلوق کی کتاب جیسی جسطرح کہ اُسکی ذات اور صفات خلق کی ذات و صفات سے نہین ملتی بلکہ اگر
تم اُسکی مثال چاہو جس سے کہ یہ مطلب تمھارے سمجھ مین آ جاوے تو یون سمجھو کہ لوح محفوظ مین تمام چیزون کا
ثابت ہونا ایسا ہی جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف حافظ قرآن کے دل و دماغ مین ہوتے ہین وہ
بھی ایسی طرح لکھے رہتے ہین کہ جب حافظ پڑھتا ہی تو گویا دیکھتا جاتا ہی حالانکہ اگر اُسکے دماغ کو ذرا ذرا
ڈھونڈھ کر دیکھو تو اُس خط مین سے کوئی حرف نملے نہ دل مین نشان پایا جاویگا تو اسی طرح سمجھ لینا چاہیے
کہ تمام تجویزات الٰہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ مین منقوش ہین اور لوح محفوظ مثل آئینہ کے ہی کہ اُسمین
تمام اشیا کی صورت منعکس ہو رہی ہوئی ہی پس اگر ایک آئینہ کے مقابل مین دوسرا آئینہ رکھا جاوے تو ظاہر ہی
کہ ایک کی صورت دوسرے مین ظاہر ہو جاویگی بشرطیکہ دونون مین کوئی پردہ نہو اور چونکہ دل ایک آئینہ ہی جسمین
آثار علوم کے پیدا ہوتے ہین اور لوح محفوظ وہ آئینہ ہی جسمین تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہین اور مشغول ہونا
دل کا اپنی شہوات اور حواس کی خواہشون مین ان دونون آئینون مین حجاب ہی اسی وجہ سے لوح محفوظ کا
مطالعہ نہین کر سکتا جو عالم ملکوت سے ہی پس اگر کوئی ہوا چلے جس سے یہ بیچ کا پردہ ہلا دے یا ہٹا دینے سے علوم ہوتا ہی
تو آئینہ دل مین کچھ چیز عالم الملکوت مین سے بجلی کی طرح چمک جاویگی اور کبھی وہ چمک ثابت اور پایندار ہو جاتی ہی
کبھی جلد چلی جاتی ہی اور اکثر یون ہی ہوتا ہی کہ جلد جاتی رہے اور دل جبتک آدمی جاگتا رہتا ہی جبتک جو کچھ
حواس کے ذریعہ سے عالم ظاہری مین سے اُسپر پہونچتا ہی اُسمین لگا رہتا ہی اور اسی وجہ سے عالم ملکوت سے آڑ رہتا ہی
اور سونے کے معنی یہی ہین کہ حواس سب ساکن ہو جاوین اور کوئی مشغلہ دل پر نہ پہونچا دین پس جب دل حواس کی طرف سے
اور خیالات سے فارغ ہوتا ہی اور اُسکا جوہر بھی صاف ہوتا ہی تو اُسکے اور لوح محفوظ کے بیچ مین سے

پردہ اٹھ جاتا ہی اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل مین پڑجاتی ہی جیسے ایک آئینہ مین کی صورت دوسرے مین پہنچاتی ہی
بشرطیکہ دونون مین حجاب نہو مگر چونکہ سونا سارے حواس کو تو کام سے روک دیتا ہی لیکن خیال کو اسکے کام سے
نہین روکتا اور اُسکی حرکت کو موقوف نہین کرتا اسی وجہ سے جو بات دل مین پڑتی ہی خیال اُسکی طرف دوڑ جاتا ہی
اور اُس بات کی مشابہت کسی ایسی چیز سے دے لیتا ہی جو اُسکے قریب ہو اور از انجا کہ خیالات دوسری چیزون کی
نسبت کر حافظہ مین زیادہ جمع کرتے ہین اسی لیے خیال ہی حافظہ مین باقی رہجاتا ہی پس جب آدمی جاگتا ہی
تو خیال کے سوا کچھ یاد نہین رکھتا اب تعبیر دینے والے کو یہ دیکھنا پڑتا ہی کہ یہ خیال کون سی بات کے مشابہ ہی
اور مناسبت ہی سے اُس بات کا پتہ پالیتا ہی اور جو شخص علم التعبیر مین نظر رکھتا ہی اُسکے نزدیک اسکی مثالین
ظاہر ہین یہان ایک مثال لکھدینی کافی ہوگی وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے خواب مین دیکھا کہ اُسکے ہاتھ مین انگوٹھی ہی
اُس سے مردون کے منھ پر اور عورتون کی شرمگاہ پر مہر کرتا ہی اُسنے یہ خواب حضرت ابن سیرین رح سے بیان کیا
آپنے فرمایا معلوم ہوتا ہی کہ تو موذن ہی رمضان مین صبح ہونے سے پہلے اذان کہا کرتا ہی اُس شخص نے کہا کہ آپ
درست فرماتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ مہر کرنے سے غرض روکنا ہی اور اُسی کے لیے مہر کیا کرتے ہین اور دل پر
لوح محفوظ سے حال آدمی کا جون کا تون کھلا کرتا ہی مثلاً اس مثال مین آدمیون کو کھانے پینے اور ہمبستری سے روکنا
ظاہر ہوا ہوگا مگر خیال اُسی بات کا عادی ہی کہ انگوٹھی سے مہر لگانے کو منع کیا کرتے ہین اس لیے اُس روکنے کی ایک
صورت خیالی بنائی جسمین اصل معنی باقی رہین اور وہی یاد بھی رہے کہ حافظہ صورت خیالی ہی رہا کرتی ہی پس یہ علم
خواب سے ایک تھوڑا سا بیان ہی اور اس علم کے عجائب منحصر نہین اور کیون نہو خواب تو موت کے مانند ہی اور
موت خود ایک عجیب امر ہی اور خواب اور موت کی مشابہت اس وجہ سے ہی کہ خواب مین بھی کچھ تھوڑا سا حال عالم غیب کا
معلوم ہوجاتا ہی یہان تک کہ سوتا جان لیتا ہی کہ آئندہ کو کیا ہوگا یہی ایک ذرا سی وجہ مشابہت کی ہی اور موت سے
تو بالکل پردہ دور ہوجاتا ہی اور حال معلوم ہوتے ہین پھر ٹوٹتے ہی بدون تاخیر کے اپنے نفس کو یا تو گھرا ہوا
مصیبت اور رسوائی اور فضیحت مین پاویگا نعوذ باللہ منہ یا دولت پایدار اور بڑی سلطنت مین
بدبختون کو جب حال نظر آویگا تو اُنسے یون کہا جاویگا لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ
فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ اور کہا جاویگا أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا
سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اور انھین کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین وَبَدَا لَهُمْ
مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ غرضکہ جو سب سے بڑھکر عاقل اور سب سے زیادہ حکیم ہوگا اسکو مرنے کے بعد
عجائب اور آیات ایسے وہ معلوم ہونگے کہ کبھی اُسکے دل مین انکا وہم اور خطرہ نگذرا ہوگا پس اگر غافل کو کوئی ع
اور قسم نہو بجز اسکے کہ اُسوقت کا حال جو آگے آرہا ہے کہ یہ سب چیزین سے ہٹیگا اور کیا معلوم ہوگا بدبختی لازمی یا سعادت ابدی مین سے

کونسی نظر آویگی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہو اور بڑا تعجب ہے کہ یہ مصیبتیں ہمارے سامنے ہیں اور ہم غفلت میں ہیں اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ ہم اپنے مالوں اور گھر والوں اور اسباب اور اولاد سے بلکہ اپنے اعضا کان ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہیں حالانکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ان سب کو چھوڑ جاوینگے لیکن وہ شخص کہاں ہے جسکے دل میں روح القدس ڈالدے اور وہ وہ بات کہے جو سید المرسلین نے ارشاد فرمائی ہے احبب ما احببت فانک مفارقہ وعش ما شئت فانک میت واعمل ما شئت فانک مجزی بہ اور انجالکہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں دیدہ الیقین سے محسوس تھا تو دنیا میں اسی لیے مسافروں کی طرح رہے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نرسل اور نہ پیچھے دینار چھوڑا نہ درم نہ کسی کو حبیب بنایا نہ خلیل ہاں یوں ارشاد فرمایا لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل الرحمن اس ارشاد میں بیان فرمایا کہ خدا تعالے کی خلت دل کے اندر بیٹھ گئی ہے اور اُسکی محبت سویدا دل پر چھا گئی ہے اسی واسطے کسی اور خلیل اور حبیب کے لیے گنجائش نہیں چھوڑی اور اپنی امت کو یہ ارشاد فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اندرین صورت آپ کی امت وہی ہے جو آپ کی پیرو ہو اور آپ کی پیروی وہی کرتا ہے جو دنیا سے روگردان ہو کر آخرت پر متوجہ ہو اسواسطے کہ آپ نے بجز خدا تعالے اور روز آخرت کے اور چیز کی طرف نہیں بلایا نہ اور چیزوں سے بجز دنیا اور ہر دست کی لذتوں کے باز رکھا پس جسقدر تم دنیا سے روگردان ہوگے اور آخرت پر توجہ کروگے اُتنا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رستہ چلوگے اور جسقدر آپ کا طریق اختیار کروگے اُسی قدر پیرو ہوگے اور جتنی آپ کی پیروی کروگے اُتنے ہی آپ کی امت میں سے ہوگے اور جسقدر دنیا کی طرف میل کروگے اُسی قدر آپ کے رستہ سے انحراف کروگے اور آپ کی متابعت سے روگردانی کروگے اور ان لوگوں میں ہو جاوگے جنکی شان میں اللہ تعالے فرماتا ہے فاما من طغی و آثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ہی الماوی پس اگر تم فریب کی ظلمات سے نکالو اور اپنے دل میں انصاف کرو تو ہم سب ایسے ہی ہیں اگر گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں تو جانیں کہ صبح سے شام تک صرف حال کی لذتوں کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور تمام ہمارا حرکت اور سکون صرف اسی دنیا ناپائدار کے لیے ہے پھر یہ طمع رکھتے ہیں کہ کل کو آپ کی امت اور تابعین میں سے ہونگے واہ کیا دور کا وہم ہوا اور کتنی سرد طمع ہے نہیں دیکھتے کہ خدا تعالے فرماتا ہے افنجعل المسلمین کالمجرمین ما لکم کیف تحکمون اب بات کہیں کی کہیں جا پڑی ہے اسلیے اسکو چھوڑ کر وہ خوابیں ذکر کرتے ہیں جنکے معلوم ہونے سے بہت فائدہ ہوا اسلیے کہ نبوت تو جاتی رہی صرف بشارت دینے والی چیزیں خوابیں ہی رہگئی ہیں

بیان اُن خوابون کا جو مُردون کے حالات اور اُن اعمال پر متضمن ہین کہ آخرت مین کام آوین منجملہ
ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے اگر کسی کو نصیب ہو جاوے آپ فرماتے ہین
مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي حَقًّا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي اور حضرت عمر بن خطاب رضہ
فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہین
فرماتے ہین مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کیا قصور کیا ہے آپ نے میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا
کہ تم روزہ کی حالت مین کیا بوسہ نہین لیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ مجھکو قسم ہے اُس ذات کی جسکے
قبضے مین میری جان ہے مین روزہ کی حالت مین کبھی عورت کا بوسہ نہ لونگا۔ اور حضرت عباس رضہ فرماتے ہین
کہ مجھکو حضرت عمر رضہ سے دوستی تھی مجھے یہ تمنا ہوئی کہ آپ کو خواب مین دیکھون پس برس روز کے بعد آپکو
خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینا پونچھتے ہین اور فرماتے ہین کہ اب مجھکو فراغت ہوئی ہے میرا
تختہ لوٹ ہی چکا تھا اگر مین رؤف اور رحیم سے نہ ملا ہوتا۔ اور حضرت امام حسن رضہ فرماتے ہین کہ مجھسے میرے
والد حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ آج رات مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا
کہ آپ کی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہ پہونچی آپ نے فرمایا کہ اُنکے حق مین بددعا کرو مین نے کہا کہ الٰہی مجھکو
اُنکے عوض مین وہ لوگ عنایت فرما جو اُنسے بہتر ہون اور میرے بدلے مین اُنکو وہ شخص دے جو مجھسے
برا ہو یہ خواب کہکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے پس ابن ملجم خبیث نے آپ کو زخمی کیا اور بعض محدثین سے
مروی ہے کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعاے
مغفرت فرماوین آپنے میری طرف سے منہ پھیر لیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سفیان بن عینیہ نے ہمسے
حدیث بیان کی اور اُنھون نے محمد بن منکدر سے اور اُنھون نے جابر بن عبد اللہ رضہ سے کہ آپ سے کوئی
چیز کبھی ایسی نہین مانگی گئی جسپر آپ نے نہین فرمایا ہو یہ سُنکر آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ
خداے تعالی تیری مغفرت فرماوے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضہ فرماتے ہین کہ مجھسے اور ابولہب سے
بھائی چارہ تھا اور وہ میرا یار تھا جب وہ مرگیا اور اللہ تعالی نے اُسکے حال کی خبر فرمائی جیسا کچھ کہ قرآن مین ہے
مین نے اُسپر بہت غم کیا اور اُسکے معاملے کا مجھے بہت تردد ہوا مین نے خداے تعالی سے برس روز کامل
دعا مانگی کہ اُسکو خواب مین مجھے دکھلا دے پس ایک روز مین نے دیکھا کہ آگ مین دہک رہا ہے مین نے
اُسکا حال پوچھا اُسنے کہا کہ مین دوزخ کے عذاب مین گرفتار ہوا کبھی وہ عذاب مجھسے ہلکا نہین ہوتا نہ
راحت ملتی ہے مگر دوشنبہ کی رات کو تمام دنون اور راتون مین تخفیف ہو جاتی ہے مین نے پوچھا کہ یہ کس طرح ہے
کہا کہ اُس رات محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے تھے ایک لونڈی نے آکر مجھکو خوشی سنائی کہ آمنہ کے

رکھا ہوا میں نے خوش ہوکر اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا اللہ تعالیٰ نے اُسکے بدلے میں مجھکو یہ ثواب دیا کہ مجھسے
ہر دوشنبہ کی رات کو عذاب اُٹھا لیا۔ اور عبد الواحد بن زید کہتے ہیں کہ میں حج کے ارادے سے
نکلا ایک شخص میرے ساتھ ہوا کہ ہر نشست و برخاست اور حرکت و سکون میں درود شریف پڑھتا تھا میں نے
اُس سے اسکی وجہ پوچھی اُسنے کہا کہ میں اول دفعہ مکہ معظمہ کی طرف کو چلا اور میرے ساتھ میرا باپ بھی تھا
جب ہم مکۂ معظمہ سے پھرے تو ایک منزل میں سوئے میں سوتا ہی تھا کہ خواب میں ایک شخص نے مجھسے کہا
کہ اُٹھ تیرے باپ کو خدا نے موت دی اور اُسکا مُنھ کالا کر دیا میں ڈرتا ہوا اُٹھا اور والد کے چہرے سے
کپڑا اُٹھا کر دیکھا تو مردہ اور مُنھ سیاہ پایا مجھکو اس حال سے نہایت خوف ہوا اسی غم میں ڈوبا ہوا تھا کہ پھر مجھکو
نیند آگئی خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی لوہے کے سونٹے لیے کھڑے ہیں اتنے میں
ایک شخص بزرگ نہایت حسین سبز جوڑا پہنے ہوے آئے اور اُنسے کہا کہ الگ ہو اور اپنا دست مبارک میرے
باپ کے مُنھ پر پھیرکر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اُٹھ تیرے باپ کا مُنھ اللہ تعالیٰ نے سفید کر دیا میں نے
اُنکی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے اوپر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کون ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ میں
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں میں نے اُٹھکر جو باپ کا مُنھ کھولا تو واقع میں نورانی براق پایا اُس
روز سے میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا موقوف نہیں کیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے
مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضرت ابوبکر رضا اور حضرت عمر کو آپ کی
خدمت میں بیٹھا پایا میں سلام کرکے اُن دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور
حضرت معاویہؓ حاضر خدمت ہوے اُن دونوں کو ایک کوٹھری میں میرے سامنے کرکے دروازہ بند
کر دیا گیا تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ حضرت علی رضؓ یہ کہتے ہوے باہر نکلے کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرے لیے
حکم ہوا اُنکے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہ رضؓ یہ کہتے ہوے نکلے کہ قسم ہے خداے کعبہ کی کہ میری خطا بخش دیگئی
اور ایکبار حضرت ابن عباسؓ سوتے تھے نیند سے بیدار ہوے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا
کہ بخدا امام حسین علیہ السلام شہید ہوے اور یہ معاملہ آپ نے قبل خبر شہادت پہونچنے کے دیکھا تھا آپ کے
یاروں نے اسکو نہ مانا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک شیشے میں
خون لیے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تجھے معلوم نہیں کہ میری اُمت نے میرے بعد کیا کیا میرے لڑکے حسین کو شہید کیا
اور یہ اُسکا اور اُسکے ساتھیوں کا خون ہے اسکو اللہ تعالیٰ کے سامنے لے جاؤنگا چوبیس روز بعد آپ کی
شہادت کی خبر آئی کہ جس روز حضرت ابن عباسؓ نے دیکھا تھا اُسی روز شہید ہوے اور حضرت
ابوبکر صدیقؓ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ اپنی زبان مبارک کے باب میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اسنے مجکو

تباہی کی جگہون مین پہونچا یا ہو پس اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا آپ نے فرمایا کہ مین نے اس
زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا تھا اسلیے مجکو جنت مین وارد کیا - اب مشائخ کرام رح کے خوابون کا ذکر کیا جاتا ہو
کسی شیخ سے نقل ہو کہ اُنھون نے مسمع زورقی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا کیا
اُنھون نے فرمایا کہ مجکو جنتون مین پھرایا اور پھر پوچھا کہ کوئی چیز جنتون مین تجکو اچھی معلوم ہوئی مین نے
عرض کیا کہ نہین ارشاد ہوا کہ اگر تو کسی چیز کو اچھی جانتا تو مین تجکو اُسی کے حوالے کرتا اور اپنے حضور مین
نہ پہونچاتا - اور کسی نے یوسف بن حسین کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تمسے خدا نے فرمایا انھون نے کہا
کہ مجکو بخش دیا اُس شخص نے پوچھا کہ آمرزش کی وجہ کیا ہوئی کہا کہ مین نے ٹھیک بات کو ہزل مین نہین ملایا تھا
اور منصور بن اسمعیل سے روایت ہو کہ مین نے عبد اللہ بزاز کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کہو کیا معاملہ گذرا
اُنھون نے کہا کہ خداے تعالی نے مجکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہون کا مین نے اقرار کیا اُن سب کو بخش دیا
مگر ایک گناہ کو اُس سے کہتے ہوے مجھے شرم آئی اسلیے مجکو پسینے مین کھڑا کیا یہان تک کہ میرے چہرے کا گوشت
گر گیا مین نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا اُنھون نے کہا کہ مین نے ایک لڑکی کو دیکھا اور اُسکو پسند کیا اسلیے مجھے
حیا آئی کہ اُسکا کیا ذکر کرون - اور ابو جعفر صید لانی رح کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا کہ ایک جماعت درویشون کی آپ کے گرد ہو اسی اثنا مین آسمان پھٹا اور اُس سے دو فرشتے کہ ایک کے
ہاتھ مین طشت دوسرے کے ہاتھ مین آفتابہ تھا اُترے طشت والے نے اپنا طشت آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے سامنے رکھ دیا آپ نے ہاتھ مبارک دھوے پھر ارشاد فرمایا تو اورون نے بھی ہاتھ دھوئے پھر طشت میرے
سامنے رکھا تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اسکے ہاتھ پر پانی مت ڈال یہ اُنہین سے نہین ہو مین نے
آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ سے کیا یہ روایت نہین ہو کہ آپنے فرمایا ہو اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ
آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہو مین نے عرض کیا کہ تو مین آپ سے اور ان درویشون سے محبت رکھتا ہون آپنے
اُس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی اُنھین مین سے ہو اور حضرت جنید رح فرماتے ہین
کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لوگون کو وعظ سناتا ہون اتنے مین ایک فرشتے نے میرے پاس آکر پوچھا
کہ جن چیزون سے خداے تعالی کے تقرب کے طالب تقرب کیا کرتے ہین اُنھین سے اللہ تعالی کے نزدیک تر
کیا چیز ہو مین نے جواب دیا کہ پوشیدہ عمل ترازو مین پورا ہو وہ فرشتہ یہ کہتا چلا گیا کہ بخدا کلام توفیق یافتہ
شخص کا ہو - اور مسمع کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمنے معاملہ کیسے پایا آپ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین
زاہد تھے اُنکو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لے گئے - اور ایک شام کے آدمی نے علاء بن زیاد سے کہا کہ مین نے
خواب مین تمکو جنت مین دیکھا ہو وہ اپنی بیٹھک سے اُترے اور اُس شخص کے پاس آکر کہا کہ اسکی تعبیر

معلوم ہوتی ہی کہ شیطان نے کوئی بات چاہی تھی اُس سے مین بچ گیا ہون اُسنے اب کسی شخص کو میرے قتل کے
واسطے سعین کیا ہی اور محمد بن واسع رح فرماتے ہین کہ خواب مومن کو خوش کیا کرتی ہی مغالطے مین نہین
ڈالا کرتی - اور صالح بن بشیر کہتے ہین کہ مین نے عطاء سلمی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالے
تمپر رحم کرے دنیا مین تم بہت غم کیا کرتے تھے اُنھون نے فرمایا کہ لو بھا اب تو اُسکے بعد مجکو بڑی خوشی اور
فرحت دائمی ہوئی مین نے پوچھا کہ آپ کونسے درجے مین ہین فرمایا کہ اُن لوگون کے ساتھ جنپر خداے تعالے
نے انعام کیا ہی یعنی نبیون اور صدیقون اور شہداا ور صالحون کے ساتھ - اور کسی نے حضرت
زرارہ بن ابی اوفی سے خواب مین پوچھا کہ اعمال مین سے تمھارے نزدیک کونسا افضل ہی اُنھون نے
فرمایا کہ راضی رہنا خداے تعالی کے حکم پر اور کوتاہ کرنا امل کا اور یزید بن مذعور کہتے ہین کہ مین نے
اوزاعی رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ مجکو کوئی ایسا عمل بتلاؤ جس سے مین خداے تعالی کا تقرب حاصل کرون
آپ نے فرمایا کہ مین نے یہان عالمون کے رتبے سے بڑھ کر اور کسی کا رتبہ نہین پایا اُنکے بعد درجہ غمگین لوگون کا ہی
راوی کہتا ہی کہ یزید بن مذعور بہت بوڑھے تھے اس خواب کے بعد ہمیشہ رویا کیے یہان تک کہ آنکھین جاتی رہین
اور ابن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے اپنے بھائی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ بھائی تمسے خداے تعالے نے
کیا معاملہ فرمایا اُنھون نے کہا کہ جس گناہ پر مین نے استغفار پڑھا تھا اور آمرزش کی درخواست کی تھی
وہ تو خداے تعالی نے بخش دیا اور جس گناہ سے استغفار نہین کیا تھا وہ نہ بخشا - اور علی طلحی کہتے ہین
کہ مین نے خواب مین ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتون کے مشابہ نہ تھی مین نے پوچھا کہ تو کون ہی
اُسنے کہا کہ مین حور ہون مین نے کہا کہ تو مجسے بیاہ کر لے اُسنے کہا کہ میرے مالک سے میری نسبت کی
درخواست کر اور میرا مہر دے دے مین نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہی اُسنے کہا کہ اپنے نفس کو اہلی تمام آفتون سے
بچائے رکھو اور ابراہیم بن اسحاق حربی کہتے ہین کہ مین نے حضرت زبیدہ رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا
کہ خداے تعالی نے تمسے کیا کیا اُنھون نے فرمایا کہ مجکو بخش دیا مین نے کہا کہ انھین خیراتون کے
عوض مین جو تمنے مکہ کی راہ مین دی تھین اُنھون نے کہا کہ مین نے جو خیراتین دی تھین اُنکا ثواب تو
مالکون کے پاس چلا گیا مجھے تو صرف نیت کے باعث بخش دیا - اور حضرت سفیان ثوری رح نے جب وفات
پائی تو خواب مین کسی نے اُنکو دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا کیا اُنھون نے فرمایا کہ ایک قدم تو
مین نے پل صراط پر رکھا دوسرا جنت مین رکھا - اور احمد بن ابی الحواری رح کہتے ہین کہ مین نے خواب کی
حالت مین ایک لونڈی کو دیکھا جس سے خوبصورت زیادہ مین نے نہین دیکھی تھی اور اُسکا منہ نور سے
چمک رہا تھا مین نے پوچھا کہ تیرے مُنہ کی چمک کس باعث سے ہی اُسنے کہا کہ تمھین یاد ہی کہ ایک رات مین

تم روئے تھے مین نے کہا کہ ہان مجھے یاد ہے اُسنے کہا کہ مین نے تمھارے آنسو لیکر اپنے منھ کو لگا لیے تھے اُسی سے میرا منھ ایسا چمکنے لگا - اور کتانی رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت جنید رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا معاملہ کیا اُنھون نے فرمایا کہ وہ اشارات تباہ ہو گئے اور نہ وہ عبارتین کام آئین صرف دو رکعتین جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی ہمکو ملین - اور زبیدہ رح کو کسی نے خواب مین دیکھ کر پوچھا کہ تمپر کیا حال گذرا اُنھون نے کہا کہ ان چار جملون کی بدولت خداے تعالی نے مغفرت فرمائی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُفْنِیْ بِهَا عُمُرِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُدْخِلُ بِهَا قَبْرِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُخْلُوْبِهَا وَحْدِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَلْقٰی بِهَا رَبِّیْ اور بشر رح کو کسی نے خواب مین دیکھ کر پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے کیا سلوک کیا فرمایا کہ مجھپر رحم فرمایا اور ارشاد کیا کہ بشر تجھے شرم نہ آئی کہ مجھسے اتنا ڈرتا تھا - اور ابو سلیمان دارانی رح کو کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا اُنھون نے فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اور جتنا ضرر کہ ہمکو لوگون کے اشارون سے یعنی شہرت اور انگشت نما ہونے سے ہوا اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوا اور ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک جوان کو دیکھا کہ اُس سے بہتر کبھی نہین دیکھا تھا مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ تقوی ہون مین نے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اُسنے کہا کہ دل غمگین مین رہتا ہون پھر جو مین نے دیکھا تو ایک عورت کالی بھتنی سی نظر آئی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ مین دل کی بیماری ہون مین نے پوچھا تو کہان رہتی ہے اُسنے کہا کہ جو دل خوش اور آباد ہو اُسمین رہتی ہون پھر مین جاگ پڑا اور عہد کیا کہ بدون مجبوری کبھی نہ ہنسو نگا - اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا شیطان میرے اوپر چڑھ آیا ہے مین نے لاٹھی کو پکڑ کے چاہا کہ اُسکو مارون وہ لاٹھی سے نہ ڈرا اُسوقت غیب سے آواز آئی کہ یہ اس سے نہین ڈرا کرتا بلکہ ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے - اور مسوحی کہتے ہین کہ مین نے شیطان کو خواب مین برہنہ دیکھا کہ چلا جاتا ہے مین نے کہا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اُسنے کہا سبحان اللہ یہ لوگ آدمی ہین اگر یہ آدمی ہوتے تو مین اُنکو صبح شام کیون کھلونا بناتا جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے ہین بلکہ آدمی اور ہی لوگ ہین جنھون نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوفی یارون کی طرف کیا اور حضرت ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین دمشق مین تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض پر تکیہ کیے ہوے میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوے مین اُسوقت مین کچھ الفاظ کہکر اپنے سینے مین ضرب لگاتا تھا آپ نے فرمایا کہ اسکی بُرائی بہتری کی نسبت کہ زیادہ ہو - اور ابن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کو خواب مین دیکھا کہ جنت مین ایک درخت سے دوسرے پر اُڑتے ہین اور کہتے ہین لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ مین نے اُنسے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے

فرمایا کہ لوگوں کی شناسائی کم کرو۔ اور ابو حاتم رازی قبیصہ بن عقبہ سے راوی ہیں کہ انھوں نے سفیان ثوری کو
خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا انھوں نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

جو دیکھا سامنے سے میں نے رب کو تو یہ فرمایا | مبارک ہو تجھے ابن سعید اس دم رضا میری
تہجد تو پڑھا کرتا تھا راتوں کو اندھیرے میں | بہاتا شوق کے آنسو دکھاتا دل کی مشتاقی
پسند اب کرلے جنت کا مکان تو جونسا چاہے | ملا کر روز ہمسے کیونکہ اب جاتی رہی دوری

اور شبلی رح کو مرنے کے تین دن بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمسے کیا معاملہ کیا
فرمایا کہ مجھسے ایسا مطالبہ کیا کہ میں نا امید ہوگیا جب میری نا امیدی ملاحظہ فرمائی تو مجکو اپنی رحمت میں
ڈھانپ لیا اور مجنون بنی عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تمسے
کیا کیا کہا کہ مجکو بخش دیا اور محبین کے لیے مجکو حجت ٹھہرا دیا۔ اور حضرت ثوری رح کو کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا
کہ تمسے خدا تعالیٰ نے کیا کیا فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اس شخص نے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کا کیا حال ہے
فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دفعہ جایا کرتے ہیں اور بعض اکابر کو کسی نے خواب میں دیکھ کر جو حال
پوچھا تو کہا کہ ہمسے جو حساب کیا تو نہایت دقت کی پھر احسان کر کے آزاد کر دیا۔ اور حضرت مالک بن انس رح کو
خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ آپ سے ہوا فرمایا کہ میری مغفرت کی ایک کلمے سے جو حضرت عثمان
بن عفان جنازے کے دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے کہ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ جس رات
حضرت حسن بصری رح کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا دروازے آسمان کے کھلے ہیں
اور ایک منادی پکارتا ہے کہ حسن بصری اللہ کے پاس آئے اس حال میں کہ خدا انسے راضی ہے۔ اور جاحظ کو
کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا کیفیت گذری تو اس نے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر

لکھو اپنے قلم سے کچھ تو ایسی چیز کو لکھو | کہ گر دیکھو قیامت میں تو ہووے خوش تمہارا دل

فائدہ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہوگا کہ اپنی تصانیف میں کچھ عمدہ الفاظ
آخرت کے کار آمد لکھے ہونگے اسلیے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا کہ لکھنے کے لیے حسنات اختیار
کرنی چاہییں اور حضرت جنید رح نے ابلیس لعین کو خواب میں برہنہ دیکھکر فرمایا کہ تو آدمیوں سے شرم
نہیں کرتا اسنے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہیں بلکہ وہ لوگ آدمی ہیں جو مسجد شونیزی واقع بغداد میں ہیں انھوں نے
میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کباب کیا ہے حضرت جنید فرماتے ہیں کہ جب میں جاگا تو مسجد مذکور میں گیا دیکھا
تو کچھ لوگ اپنے زانو پر سر رکھے ہوئے فکر میں لگے ہیں جب انھوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اس خبیث کے
کہنے سے تم فریب میں مت آنا اور نصیر آبادی کو بعد وفات کے مکہ معظمہ میں کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ

کیا حال گذرا فرمایا کہ اول تو مجھپر اشراف کا سا عتاب ہوا پھر مجکو فرمایا گیا کہ اے ابو القاسم ملنے کے بعد
کیا جدائی ہوا کرتی ہی مین نے عرض کیا کہ نہین اے عظمت والے پس مجکو لحد ہی مین رکھنے پائے تھے کہ
مین اپنے رب سے جا ملا۔ اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب مین دیکھا کہ بہت حسین ہی اور کہتی ہی کہ اے
عتبہ مین تیرے اوپر عاشق ہون تو خبردار ایسی بات نہ کرنا جو مجھ مین اور تجھ مین حجاب ہو جاوے عتبہ نے
جواب دیا کہ مین نے دنیا کو تین طلاق دے دی جب تک تجھسے نہ ملونگا اسکی طرف رجوع نہ کرونگا۔ اور منقول ہی
کہ ایوب سجستانی کسی گناہگار کا جنازہ دیکھکر اپنے دروازے مین گھس گئے تاکہ اسکی نماز نہ پڑھنی پڑے بعض
شخصون نے اس مردے کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ کہو کیا معاملہ ہوا اسنے کہا کہ خداے تعالی نے مجکو بخش دیا
اور ایوب سے کہدینا کہ اگر رحمت الہی کے خزانے تمھارے قابو مین ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم انکو روک رکھتے
اور بعض اکابر سے مروی ہی کہ جس رات حضرت داؤد طائی رح کا انتقال ہوا مین نے خواب مین دیکھا کہ فرشتے
آسمان سے اترتے اور چڑھتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کونسی رات ہی انھون نے کہا کہ یہ وہ رات ہی
کہ داؤد طائی رح نے وفات پائی ہی اور انکی روح کے لیے جنتین آراستہ کی گئی ہین۔ اور ابو سعید شحام
کہتے ہین کہ مین نے سہیل صعلوکی رح کو خواب مین دیکھا اور کہا کہ اے شیخ انھون نے فرمایا کہ اے شیخ کہنا
چھوڑو مین نے پوچھا کہ وہ حالات جو مین نے تمھارے دیکھے تھے اس سبب سے کہتا ہون انھون نے
فرمایا کہ وہ کچھ کام نہ آئے مین نے پوچھا کہ پھر آخر خداے تعالے نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہا
کہ مجکو ان مسائل کے ثواب مین بخش دیا جو فلان بڑھیا پوچھا کرتی تھی۔ ابو بکر رشیدی رح کہتے ہین کہ
مین نے محمد طوسی معلم کو خواب مین دیکھا تو انھون نے مجھسے کہا کہ ابو سعید زرگر ادیب سے یہ کہدینا کہ

ما زیاران چشم یاری داشتیم	خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جب مین جاگا تو ابو سعید سے جا کر مضمون بیان کیا انھون نے کہا کہ مین ہر جمعہ کو انکی قبر پر جایا کرتا تھا
اس جمعہ کو نہین گیا ہون اسی کی شکایت ہی۔ ابن راشد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن مبارک رح کو
خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تم کیا مر نہین گئے تھے انھون نے کہا کہ ہان مین نے پوچھا کہ تو خداے تعالی نے
تمسے کیا کیا انھون نے کہا کہ مجکو بخش دیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گھیر لیا مین نے پوچھا کہ پھر سفیان ثوری کا
کیا حال ہی انھون نے کہا کہ انکا کیا کہنا ہی وہ تو اس آیت کے مصداق ہین مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ مین نے
حضرت امام شافعی رح کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے آپ سے کیا کیا آپ نے فرمایا کہ
مجکو ایک سونے کی کرسی پر بٹھایا اور میرے اوپر در شاداب بکھیرے۔ اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح سے

مریدون مین سے جس رات اُنکی وفات ہوئی تھی خواب مین دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور
نوح اور آل براہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصری کو اُنکے وقت کے لوگون سے اچھا اور
برگزیدہ کیا اور ابو یعقوب قاری کہتے ہین کہ مینے خواب مین ایک شخص گندم گون کشیدہ قامت کو دیکھا کہ
لوگ اُسکے پیچھے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین لوگون نے کہا کہ حضرت اویس قرنی رح ہین
مین بھی آپ کے پیچھے چلا اور عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھسے ناک چڑھائی مین نے عرض کیا
کہ مین راہ نہین جانتا آپ سے رہنمائی چاہتا ہون اگر آپ مجھے رہ دکھا دینگے خدا ے تعالیٰ آپ کو جزا دیگا
آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اُسکے بدلا
لینے سے نافرمانی کے وقت خوف کرو اور اس اثنا مین اُس سے امید مت منقطع کرو پھر آپ منھ پھیر کر چل دیے اور
مجکو چھوڑ گئے - اور ابو بکر بن ابی مریم کہتے ہین کہ مین نے ورقاء بن بشر حضرمی کو خواب مین دیکھ کر پوچھا
کہ تمھارا کیا حال ہو اُنھون نے کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی ملی مین نے پوچھا کہ تمنے کون سے
عمل کو فضل پایا اُنھون نے فرمایا کہ خداے تعالیٰ کے خوف سے رونے کو - اور یزید بن نعامہ کہتے ہین کہ جارف یعنی
وباے عام مین ایک عورت مرگئی تھی اُسکے باپ نے اُسکو خواب مین دیکھ کر پوچھا کہ بیٹی مجھسے آخرت کا حال کہہ
اُسنے کہا کہ بابا ہم ایک بھاری کام پر پہونچے ہین ہم جانتے ہین اور عمل نہین کرتے ہین اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہین
بخدا کہ ایکبار یا دوبار سبحان اللہ کہنا یا ایک یا دو رکعت نماز کا میرے نامۂ اعمال مین ہونا مجکو دنیا اور مافیہا سے
محبوب تر ہو - اور بعض مرید عتبہ غلام رح کے کہتے ہین کہ مین نے عتبہ رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالیٰ
نے تمسے کیا معاملہ کیا اُنھون نے فرمایا کہ مین برکت سے اس دعا کی جنت مین داخل ہوا جو تیرے گھر مین
لکھی ہوئی تھی جب مین اُٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے خط سے گھر کی دیوار پر لکھا پایا یَا هَادِيَ الْمُضِلِّيْنَ
وَيَا رَاحِمَ الْمُذْنِبِيْنَ وَيَا مُقِيْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِيْنَ اِرْحَمْ عَبْدَكَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِيْمِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ كُلَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْيَاءِ الْمَرْزُوْقِيْنَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ اٰمِيْنَ رَبَّ
الْعَالَمِيْنَ اور موسیٰ بن حماد کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری کو جنت مین دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پیڑ
اُڑتے پھرتے ہین مینے پوچھا کہ اے ابو عبید اللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے مین نے پوچھا کہ علی بن عاصم رح
حال تو بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے ستارے - اور کسی تابعی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو
خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ بہتر جو شخص نقصان کا جویا نہین ہوتا
وہ نقصان مین رہتا ہو اور جو نقصان مین رہنے اُسکے لیے موت بہتر ہو - اور امام شافعی رح فرماتے ہین

کہ مجکو ان دونون مین ایک امر مشکل ایسا پیش آیا تھا جسنے مجکو درد و رنج دیا اور خداے تعالی کے سوا اور
کسی کو اسپر واقفیت نتھی کل رات میرے پاس ایک آنے والا آیا اور خواب مین مجسے کہا کہ اے محمد
بن ادریس یون دعا مانگو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا
وَلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اَتَّقِیْ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ فَوَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی
مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِیْ عَافِیَةٍ جب مین صبح کو اٹھا تو اس دعا کو مکرر پڑھا جب دن چڑھا اللہ تعالی نے میرا مطلب
مجکو عنایت فرمایا اور جس مصیبت مین مین تھا اس سے نجات آسان فرمائی۔ تو تمکو چاہیے کہ ان دعاؤن کو
ہمیشہ پڑھتے ہو اور انسے غافل نرہو یہ تھے کچھ مکاشفات جنسے مردون کا احوال معلوم ہوتا ہے اور
اُن اعمال پر دلالت کرتے ہین جو اللہ تعالے سے قریب کردین اب انکے بعد ہم وہ حالات لکھتے ہین
جو صور کے پھنکنے سے لے کر آخر تک یعنی جنت خواہ دوزخ مین ٹھہر جانے تک مردون کو پیش ہوتے ہین

دوسرا حصہ باب ذکر موت کا اُن حالات مین ہے کہ جو صور کے پھنکنے سے لیکر جنت
یا دوزخ مین قرار پانے تک ہوتے ہین اور جو کچھ ہول اس درمیان مین پیش ہوتے ہین اُنکی تفصیل مین
اس قسم مین پندرہ بیان ہین اور آخر کو ایک خاتمہ ہے جسمین خداے تعالی کی رحمت کے وسیع ہونے کا
ذکر ہے اور اسی پر کتاب کی تمامی ہے انشاء اللہ تعالی

پہلا بیان نفخ صور کے ذکر مین پہلے بیانون سے تمکو اتنے حالات معلوم ہو چکے ہین میت کے
حال کی شدت موت کے سکرات مین اور خطرہ خاتمہ کے خوف کا پھر قبر کی تاریکی کو بھگتنا اور اسکے
کیڑون کی ایذا سہنی پھر منکر نکیر اور انکا سوال پھر عذاب قبر کو بھگتنا بشرطیکہ اُن لوگون مین سے ہو
جنپر غصہ ہوا ہے اور یہ جتنے احوال گذرے ہین ان سب سے بڑھکر وہ خطرات ہین کہ مردے کے سامنے ہین
یعنی صور کا پھنکنا اور قیامت کے دن اُٹھنا اور خداے تعالے کے سامنے پیش ہونا اور تھوڑے
بہت کی پوچھ ہونی اور اعمال کے مقدار کی شناخت کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا پھر باوجود باریکی اور
تیزی کے پل صراط پر سے اُترنا پھر مقدمے کے فیصل ہونے کے لیے یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کے لیے
پکار کا منتظر رہنا تو یہ احوال اور خطرات ایسے ہین کہ تمکو انکا پہچاننا ضروری ہے پھر انپر خوب یقین اور
تصدیق کے طور پر ایمان لانا پھر انہین بہت سا فکر و تامل کرنا تاکہ تمھارے دل مین سے انکی تیاری کے
لوازم پیدا ہون اور اکثر لوگون کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان انکے خاص دلون مین نہین بیٹھا
اور سویداے ضمیر مین جگہ نہین پکڑی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی
سردی کے لیے کتنے سامان کرتے ہین اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی کے لیے باوجودیکہ انہین

نہایت سختی اور خطرات ہونگے ڈھیل کرتے ہین ہان اتنا ہو کہ جب آخرت کا حال اُنسے پوچھیے تو زبان سے
اُسکا اقرار کرتے ہین مگر دل اُنکے اُس سے غافل رہتے ہین اور جو شخص دوسرے سے کہے کہ
تیرے سامنے کے کھانے مین زہر ہو اور وہ دوسرا اُسکی تصدیق کرے کہ ہان سچ کہتے ہو پھر
کھانا کھاوے تو زبان سے تو اُسکو سچا کہا اور عمل سے اُسکو جھٹلایا اور عمل کی رو سے جھٹلانا
زبان کے جھٹلانے کی نسبت زیادہ ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالے
فرماتا ہو کہ مجکو آدمی نے گالی دی اور اُسکو زیبا نہ تھا کہ مجھے گالی دے اور اُسنے مجکو جھٹلایا اور
اُسکو شایان نہ تھا کہ جھٹلاوے اُسکا گالی دینا تو یہ ہو کہ کہتا ہو کہ خدا کا کوئی لڑکا ہو اور جھٹلانا اس طرح ہو
کہ کہتا ہو کہ مجھے جیسا اول پیدا کیا ہو اُس طرح کبھی نہ اُٹھاویگا۔ اور دلون مین جو پھر سے اُٹھنے کی
تصدیق اور یقین مستحکم نہین تو اُسکی وجہ یہی ہو کہ لوگ اس جہان مین اس طرح کی باتین کم سمجھتے ہین
اور اگر بالفرض آدمی حیوانات کا پیدا ہونا نہ دیکھتا اور اُس سے کہا جاتا کہ تیرا ایک بنانے والا ہو
کہ وہ نطفۂ ناپاک سے ایسا آدمی بناتا ہو جو عاقل اور متکلم اور تصرف کرنے والا ہو تو اُسکے
باطن کو اِسکی تصدیق نہایت سخت ہوتی اور اسی جہت سے خداے تعالے فرماتا ہو اَوَ لَمْ
يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ اور فرمایا اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ
سُدًى اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى
غرض کہ آدمی کی پیدایش مین باوجود کثرت عجائب اور اختلاف اعضا کی ترکیب کے عجیب تر عجیب
باتین اُسکے اُٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے مین ہین تو جو شخص اُسکی صنعت اور قدرت مین عجائب کو
معائنہ کرتا ہو وہ خداے تعالی کی قدرت وحکمت سے اُسکا انکار کیسے کرتا ہو پس اگر تمھارے
ایمان ہی مین ضعف ہو تو پہلے پیدائش کو غور کرکے ایمان کو پکا کر لو اسلیے کہ دوسری بار کی پیدائش
اول ہی کی طرح بلکہ اُس سے سہلتر ہو اور اگر تمھارا ایمان دوبارہ اُٹھنے پر قوی ہو تو دل مین خوف کو
بھی ٹھان لو اور اس باب مین اتنا فکر اور عبرت کیا کرو کہ دل سے راحت اور آرام جاتا رہے اور
خداے تعالے کے سامنے جانے کی تیاری مین لگ جاؤ اول اُس آواز کا فکر کرو کہ قبر کے باشندون کے
کان مین پڑیگی یعنی صور کا زور سے پھنکنا کہ ایک ہی چیخ ایسی ہوگی کہ جس سے قبرون مین سے مردے
نکل پڑینگے پس اپنے آپ کو فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چہرہ متغیر اور بدن سر سے پانؤن تک
غبار آلود قبر کی مٹی مین سنا ہوا نکلے ہو اور چیخ کی شدت سے حیران اور آواز کی طرف کو نگران ہو اور
تمام خلق اپنی اپنی قبرون سے یکبارگی نکل پڑی ہو کہ مدتون تک اُنمین پڑے سڑتے تھے اور

ایک مصیبت تو انکو رنج و غم اور انتظار کی سختی کی کہ انجام کب کو معلوم ہوگا پہلے سے تھی اب یک نشد دو شد یہ خوف اور رعب اور ہوا چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ اور فرمایا فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ اور فرمایا وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ

پس اگر مُردون کے سامنے اس آواز کی دہشت کے سوا اور کچھ ہول نہوتا تب بھی اُس سے ڈرنا اور بچنا لائق تھا اسلیے کہ وہ ایسی پھونک اور چیخ ہوگی کہ اُس سے جو لوگ آسمان و زمین کے ہین سب مرجاوینگے صرف جنکو اللہ تعالیٰ چاہیگا یعنی چند فرشتے باقی رہ جاوینگے اور اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَيْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَحَنٰى الْجَبْهَةَ وَاَصْغٰى بِالْاُذُنِ يَنْتَظِرُ مَتٰى يُؤْمَرُ فَيَنْفُخُ مقاتل فرماتے ہین کہ صور کے معنی شاخ یعنی نرسنگھے کے ہین اور اسکی کیفیت یون ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نفیری کی شکل کے نرسنگھے پر اپنا مُنھ رکھے ہوے ہین اُس نرسنگھے کے مُنھ کا دائرہ اتنا چوڑا ہے جتنا پھیلاؤ آسمانون اور زمین کا ہے اور حضرت اسرافیل اپنی آنکھ عرش کی طرف کو اُٹھائے منتظر ہین کہ کب حکم اول پھونک کا ہو جب وہ اول پھونک مارینگے تو آسمان و زمین کے لوگ جتنے جاندار ہونگے سب خوف کی شدت سے مرجاوینگے صرف چار فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام رہ جاوینگے پھر حکم الٰہی ملک الموت کو ہوگا کہ اول حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح نکالین پھر حضرت میکائیل کی پھر حضرت اسرافیل کی پھر ملک الموت کو حکم ہوگا وہ خود مرجاوینگے اور چالیس برس تک خلق اول صور کے پھونکنے کے بعد عالم برزخ مین رہیگی پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرکے حکم فرماویگا کہ دوسری دفعہ پھونک نرسنگھے مین مارو اور اسی کو اللہ تعالیٰ کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ یعنی پانون پر کھڑے ہو کر جی اُٹھنے کو دیکھینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مجکو اللہ تعالے نے مبعوث فرمایا تو صاحب صور اسرافیل سے کہلا بھیجا اُنھون نے صور کو اپنے مُنھ سے لگا لیا اور ایک پانون کو آگے اور دوسرے کو پیچھے کرکے منتظر ہین کہ کب حکم پھونکنے کا ہو تو سن لو

کہ پھونک سے ڈرواتھی بس ایسے حال مین خلق کی کیفیت اور انکی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی اور
اُس چیخ کا خوف اور حکم سعادت اور شقاوت کا انتظار سوچو اور اپنے آپ کو بھی اُنکے درمیان فرض کرو
کہ جیسے وہ ٹوٹے حال سے ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے جیسے وہ حیرت زدہ ہونگے ویسے ہی
تم بھی ہوگے بلکہ دنیا مین جو لوگ امیر اور توانگر اور ناز پروردہ اور بادشاہ ہونگے وہ اُس روز سب
زمین کے باشندون سے ذلیل اور چھوٹے اور حقیر اور پامال ذرہ کے مثال ہونگے اُسوقت وحشی
جنگلون سے اور پہاڑون سے آکر اپنے سر جھکاکر باوجود وحشت کے لوگون مین مل جاوینگے اور گو
اُنھون نے کچھ خطا نہ کی ہوگی مگر اُس روز کے اُٹھنے اور شدت چیخ اور ہول سے پھونک کے ذکر سب
وحشت بھول جاوینگے اور چوکڑی بھول کر لوگون مین آملینگے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ پھر شیطان سرکش کہ پہلے متمرد اور منحرف تھے آوینگے اور خدا کے سامنے
پیش ہونے کی ہیبت کے مارے گردن جھکا دینگے اور مضمون اس آیت کا صادق ہوگا فَوَرَبِّكَ
لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا پس اپنے حال مین اور اپنے دل کی کیفیت مین
اُس مقام پر فکر کرو کہ کیسی گذریگی۔

دوسرا بیان محشر کی زمین اور اسکے لوگون کے ذکر مین پھر غور کرو کہ جی اُٹھنے کے بعد ننگے پانون ننگے بدن
بےختنہ کیسے کیسے زمین محشر مین ہنکا کر لے جا دینگے وہ ایک مین نرم ہموار سفید رنگ ہے کہ جسمین کچھ اونچ نیچ نہین
نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ آدمی اُسکے پیچھے چھپ جاوے نہ گڑھا ہے کہ اُسکے اندر آنکھ سے اوجھل ہو بلکہ ساری زمین ایک سی
پھیلی ہوئی ہے کچھ اُسمین فرق نہین اُسی کی طرف لوگ گروہ کے گروہ ہو ہنکائے جاوینگے پس پاک ہے وہ ذات جو لوگون کو
باوجود اقسام مختلف ہونے کے اطراف زمین سے پہلے اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لاکر جمع فرماویگا اور
اُن دلون کو زیبا ہے کہ اُس روز تڑپتے ہون اور آنکھون کو شایان ہے کہ نیچے کو ہون۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ قیامت کے روز لوگون کا حشر ایک زمین سفید خاکی پر ہوگا جو مانند گردہ صاف کے ہوگی
اور اُسمین کوئی عمارت کسی کی نہوگی کہ جسکے باعث آدمی چھپ سکے یا نظر کام نہ کرے اور یہ گمان
نہ کرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی سی زمین ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام مین شریک ہے اللہ تعالے
فرماتا ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ زمین مین
کچھ کمی بیشی کی جاویگی اور اُسکے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور دوسری چیزین جاتی رہینگی اور عکاظ کے
چمڑے کی طرح پھیلائی جاویگی زمین سفید مثل چاندی کے ہوگی جسپر کوئی خون یا گناہ نہوا ہوگا اور
آسمانون کے چاند سورج ستارے جاتے رہینگے پس اے مسکین اُس روز کے ہول اور شدت کو

غور کر کہ جب خلق اُس زمین پر اکٹھی ہوجاویگی تو اُنکے اوپر سے ستارے بکھر پڑینگے آفتاب بے نور اور
چاند بے روشنی ہوجاوینگے زمین پر کا چراغ گل ہونے سے بالکل اندھیرا ہوجاویگا لوگ اسی حال مین
ہونگے کہ دفعۃً سرون کے اوپر سے آسمان چکر اکر باوجود سختی اور پانسو برس کے مٹاپے کے پھٹ جاوینگے
اور فرشتے اُسکے کنارون اور اطراف پر کھڑے ہونگے تو نہ معلوم اُسکے پھٹنے کی آواز سے تیرے
کان مین کیسی ہول پیدا ہوگی اور اُس دن کی ہیبت کیسی ہوگی جسمین آسمان اتنے موٹے اونچے ہوکر
پھٹ جاوینگے اور گلی ہوئی چاندی زردی آمیز کی طرح بہنے لگینگے پھر گلابی رنگ سرخ چمڑے کی طرح
اور گلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجاوینگے اور پہاڑ دھنی اُون کی طرح اور آدمی مثل بکھرے ہوئے
پتنگون کے ہونگے اور برہنہ پا ننگے بدن چلتے ہونگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی
ننگے پانون ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے اُٹھینگے پسینا اُنکے مُنہ تک مثل لگام کے کانون کی لو تک
پہونچ گیا ہوگا حضرت ام المومنین سودہ رضہ راوی اس حدیث کی فرماتی ہین کہ مین نے آپ کی خدمت مین
عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑی خرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کی طرف ننگے دیکھینگے آپ نے
فرمایا کہ اُس دن آدمیون کو اور ہی فکر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہوگی لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ
بس وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ برہنگیان اُسمین عیان ہونگی اور باوجود اسکے دیکھنے اور التفات کرنے سے
ناموں رہینگے اور کیون نہو کہ بعضے تو پیٹ کے بل اور بعضے سر کے بل چلینگے تو اُنکو دوسرون کی طرف
التفات کی قدرت کہان ہوگی۔ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین قسم ہوکر اُٹھینگے سوار اور پیادہ پا اور سر کے بل ایک شخص نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ سر کے بل لوگ کیسے چلینگے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اُنکو پانون کے بل چلایا ہو وہ
قادر ہو کہ سر کے بل بھی چلاوے۔ اور یہ آدمی کی طبعی بات ہو کہ جس چیز سے مانوس نہین ہوتا اُسکا
انکار کیا کرتا ہو مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سے چلتا نہ دیکھے تو یہی کہے
کہ بدون پانون کے رفتار نہین ہوسکتی اور جسنے پانون چلتے کسی کو نہ دیکھا ہو وہ پانون سے چلنے کو
بھی دشوار جانیگا اس نظر سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائب سے جو بات دنیا کی قیاس کے
مخالف ہو اُسکا انکار نہ کرے اسلیے اگر بالفرض دنیا کے عجائب اُسکے مشاہدے مین نہ گذرے ہوتے
اور پھر دفعۃً اُسکے دیکھنے مین آتے ہین تو اُنکا بھی انکار کرنے لگتا ہو حالانکہ واقعی بات ہوتی ہو
اسیطرح قیامت کے عجائب کو جاننا چاہیے اور دل مین تصور باندھ لینا چاہیے کہ ہم بھی ننگے
ذلیل راندے حیرت زدہ ہکے بکے اس بات کے منتظر کھڑے ہونگے کہ ہمکو سعادت اور

متفاوت مین سے کس چیز کا حکم ہوگا اور اس حالت کو بہت بڑی جاننی چاہیے کہ نہایت سخت ہے

تیسرا بیان پسینے کے ذکر مین پھر خلق کے ازدحام کو سوچو کہ اُس کھڑے ہونے کی جگہ مین ساتون آسمان اور ساتون زمین کے لوگ یعنے فرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحش اور درندے اور پرند جمع ہونگے پھر اُنپر آفتاب نہایت تیزی سے چمکیگا اور جیسا اب کچھ اُسکا ہلکا معاملہ ہے اُس سے بدل دیا جاویگا پھر خلق کے سرون سے مقدار دو کمانون کے بیچ کے ہوگا اور زمین پر کوئی سایہ سوائے سایۂ تخت رحمٰن کے نہوگا اور بدون مقربون کے اُسکے سایہ مین اور کوئی نہ رہنے پاویگا اُسوقت کچھ لوگ تو عرش کے سایہ مین ہونگے اور کچھ آفتاب کی تپش مین سسکتے ہونگے کہ مارے گرمی اور دھوپ کے کلیجا منھ کو آتا ہوگا اور اُسپر یہ کہ خلق کی دھکا پیل شدت انبوہ کے باعث اتنی ہوگی کہ کندھے سے کندھا چھلتا ہوگا اور علاوہ اسکے فضیحت اور رسوائی جو خداے تعالیٰ کے سامنے جانے سے ہوگی اُسکے خوف سے جدا شرم و حیا آویگی تو اتنی حرارتین جمع ہونگی ایک آفتاب کی گرمی دوسری سانسون کی حرارت تیسری دلون کی سوزش حیا و خوف کی آگ سے اسی جہت سے ہر بال کی جڑ مین سے پسینا نکلنا شروع ہوگا یہان تک کہ قیامت کی زمین پر بہنے لگیگا اور پھر بدنون کی طرف کو اُبھرنا شروع ہوگا جسکا جتنا مرتبہ خداے تعالے کے نزدیک ہوگا اُسی کے مقدار اُسکا پسینا اُبھریگا پس بعضون کا پسینا زانو تک اور بعضون کا تہیگاہ تک اور بعضون کا کانون کی لو تک اور بعضون کا قریب سر پر سے گذر جانے تک حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس روز آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعضون کا پسینا اتنا ہوگا کہ نصف کان تک اُسمین ڈوب جاویگا اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگون کو پسینا آویگا یہان تک کہ اُسکا پسینا زمین مین ستر ہاتھ جاویگا اور لوگون کے منھ تک بشکل لگام پہونچ جاویگا اور اُنکے کانون تک پہونچیگا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صحیحین مین اسی طرح روایت کیا ہے اور ایک دوسری حدیث شریف مین ہے کہ لوگ کھڑے ہوے چالیس برس تک آسمان کی طرف کو ٹکی لگائے ہونگے اور شدت کرب کے باعث پسینا اُنکے منھ کا لگام ہوجاویگا ــ اور عقبہ بن عامر رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز آفتاب زمین سے قریب ہوجاویگا اور آدمیون کو پسینا آویگا پس بعضون کے ٹخنے تک اور بعضون کے نصف ساق تک اور بعضون کے زانو تک اور بعضون کے رانون تک اور بعضون کے تہیگاہ تک اور بعضون کے منھ تک پہونچیگا اور آپ نے ہاتھ مبارک کو منھ پر بشکل لگام رکھکر اشارہ منھ تک پہونچنے کا

فرمایا اور بعض ایسے ہونگے کہ اُنکو پسینا ڈھانپ لیگا اور آپ نے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ایسے اُنکے سر پر ہوکر بھر جاویگا پس اے مسکین اہل محشر کے پسینے اور اُنکی سختی کو سوچ اور یہ دھیان کر کہ اس تکلیف مین بعض لوگ یون عرض کرینگے کہ الٰہی ہمکو اس کرب اور انتظار سے نجات دے گو دوزخ ہی مین ڈالے جاوین اور یہ تکالیف وہ ہین کہ ابھی نوبت حساب اور عذاب کی نہین آئی اور تو بھی اُنھین مین سے ایک ہوگا تجھے معلوم نہین کہ تیرا پسینا کہان تک پہونچیگا اور جان لے کہ اگر دنیا مین کسی کا پسینا خدا کی راہ مین یعنے حج اور جہاد اور روزہ اور نماز اور کسی مسلمان کی کارروائی کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کی مشقت اُٹھانے مین نہ نکلا ہوگا تو اُسکا پسینا اُس روز حیا و خوف کے باعث قیامت کے میدان مین نکلیگا اور اُسکی تکلیف بہت دنون تک رہیگی اور اگر آدمی جہالت اور مغالطہ سے علیحدہ ہو تو یقیناً جان لے کہ طاعات الٰہی مین سختیون کا اُٹھانا اور پسینے کا آنا آسان بات اور تھوڑی دیر کو ہے اور کرب و انتظار قیامت مین پسینا آنا بہت زیادہ اور دیرپا ہے اسلیے کہ وہ دن ہی ایسا ہے کہ جسکی مدت اور شدت دونون زیادہ ہین

چوتھا بیان قیامت کے دن کی بڑائی کے ذکر مین جس روز مین کہ خلق اوپر کو تاک لگائے کھڑے ہونگے اور اُنکے دل چیرے ہوے ہونگے نہ اُنسے کوئی کلام کرتا ہوگا نہ اُنکے معاملہ مین نظر کیجاتی ہوگی تو تین سو برس تک کھڑے رہینگے نہ کھانے کا کوئی لقمہ کھاوینگے نہ پانی کا کوئی گھونٹ پیوینگے نہ ہوا کا جھوکا اُنپر چلیگا حضرت کعب رضہ اور حضرت قتادہ رضہ اس آیت کی تفسیر مین یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فرماتے ہین کہ تین سو برس تک کھڑے رہینگے بلکہ حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ تم لوگون کا کیا حال ہوگا جب خداے تعالیٰ تمکو اس طرح جمع کریگا جیسے ترکش مین تیر کھچا کھچ بھرے جاتے ہین پچاس ہزار برس تک تمھاری طرف نظر نہین کریگا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ تم اُس دن کو کیا خیال کرتے ہو جس روز کہ لوگ اپنی ٹانگون پر بقدر پچاس ہزار برس کے کھڑے ہونگے کہ نہ کوئی لقمہ کھاوینگے نہ کوئی گھونٹ پانی پیوینگے یہان تک کہ جب پیاس کے مارے گردنین جدا ہو جاوینگی اور بھوک سے پیٹ جل جاوینگے تو اُنکو دوزخ مین لیجا کر چشمۂ حمیم سے پانی پلایا جاویگا جسکی حرارت اور لپیٹ انتہا کو ہوگی جب اُنپر مشقت اتنی ہوگی جسکی تاب اُنکو نہو گی تو ایک دوسرے سے کہینگے کہ چلو جس شخص کی خداے تعالے کے نزدیک عزت اور پاس ہو اُسکو ڈھونڈھین تاکہ ہمارے حق مین شفاعت کرے پس جس پیغمبر کے دامن کو پکڑینگے وہی اُنکو ہٹا دیگا اور نفسی نفسی کہکر کہیگا کہ مجھے اپنے معاملے سے دوسرون کی

معاملے کی فرصت نہین اور عذر کریگا کہ آج اللہ تعالے کا غصہ اتنا زور پر ہو کہ کبھی ایسا نہین ہوا تھا نہ آگے کو ہوگا یہان تک کہ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے حکم پاوینگے شفاعت فرماوینگے اللہ تعالی فرماتا ہو لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا اب اس دن کے طول کو سوچ اور اُسکے انتظار کی سختی کو غور کرتا کہ تجکو اپنی چھوٹی سی عمر مین گناہون پر صبر کرنے کا انتظار آسان ہوجاوے اور جان لے کہ جو کوئی دنیا مین بہت سا انتظار موت کا کریگا اور شہوات پر صبر کرتا رہیگا اُسکو اُس دن مین خاص کر انتظار کم کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہو کہ جب آپ سے اُس دن کا طول پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہو اُس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہو وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت مین نماز فرض دنیا مین پڑھا کرتا تھا اُس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا پس تو کوشش کر کہ انھین ایماندارون مین سے ہو اسلیے کہ جب تک تجھ مین دم ہو اور زندگی مین سے سانس باقی ہو تب تک معاملہ تیرے اختیار مین ہو اور عنان استعداد تیرے ہاتھ مین ان چھوٹے دنون مین اُن بڑے دنون کے لیے کچھ کر لے کہ تجکو اتنا فائدہ ملیگا جسکی خوشی کی کچھ حد نہین اور اپنی عمر بلکہ تمام دنیا کی عمر کو جو سات ہزار برس کی ہو حقیر جان اسلیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار برس صبر کرے اس وجہ سے کہ اُس دن سے رہائی پاوے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہو تب بھی ظاہر ہو کہ تجکو بہت سا فائدہ ملے اور مشقت کم اُٹھانی پڑے یہ جاے کہ پچاس ساٹھ برس ہی محنت کرکے پچاس ہزار برس کی تکلیف سے بچاو ہوتا ہو

پانچوان بیان روز قیامت اور اُسکے مصائب اور نامون کے ذکر مین اے مسکین اُس دن کی تیاری کر جسکی شان بڑی اور اُسکا زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہو اُس دن کے واقعات ایک سے ایک بڑھ کر ہونگے آسمانون کو دیکھیگا کہ چر جائینگے اور ستارے اُسکی دہشت سے جھڑ پڑینگے اور اُنکے نور میلے ہوجاوینگے اور آفتاب کی دھوپ تہ ہو جاویگی اور پہاڑ چلائے جاوینگے اور بیاتی اونٹنیان چھٹی پھرینگی اور جنگل کے وحشیون مین رول پڑیگی اور دریا اُبلنے لگینگے اور نفس بدنون سے آملینگے اور دوزخ دہکائی جاویگی اور جنت قریب لائی جاویگی اور پہاڑ مٹائے جاوینگے اور زمین پھیلائی جاویگی زمین کو تو دیکھیگا کہ اُسکی بھونچال سے ہلائی جاویگی اور اپنے بوجھ سونے چاندی وغیرہ کے نکال پھینکیگی اُس دن آدمی بھانت بھانت کے ہوجاوینگے کہ اپنے کیے کو دیکھین اُس دن پہاڑ اور زمین اُٹھائے جاوین پھر ایک ٹکی دیے جاوین اور ہونے والی چیز ہو پڑے اور آسمان پھٹ کر اُس روز سست بنیاد ہوجاوے اور فرشتے اُسکے کنارون پر ہون

اور تیرے رب کے تخت کو بجاے چار فرشتون کے آٹھ اُٹھاوین اُس روز تمھارا سامنا ہوگا تمھارا
کوئی بھید چھپ نہ رہیگا - اُس دن پہاڑ چلائے جاوین اور زمین کو تو کھلی دیکھے - اُس روز زمین لرزیگی
کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہون ٹوٹ کر اور اُڑتے گرد ہوجاوین اُس روز آدمی بکھرے ہوے پتنگون کی
طرح ہووین اور پہاڑ رنگین اُون دُھنی ہوئی کی طرح - اُس روز بھول جاویگی ہر دودھ پلائی اپنے
بچے کو اور ڈال دیگی پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو لوگون کو نشے مین دیکھیگا حالانکہ اُنپر نشہ نہوگا بلکہ
خداے تعالے کا عذاب سخت ہوگا - اُس روز بدل جاویگی اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور
لوگ نکل کھڑے ہون سامنے اللہ یکتا زبردست کے - اُس روز پہاڑ اُڑا کر بکھیر دیے جاوینگے
اور زمین چٹیل میدان کر دی جاویگی کہ اُسمین موڑ اور ٹیلا کچھ نہ نظر آوے اُس روز تو جن پہاڑون کو
دیکھ کر جانتا ہی کہ جم رہے ہین وہ بادل کی طرح چلتے ہونگے اور آسمان پھٹ کر گلابی لال چمڑے کی طرح
ہوجاوین اور اُس روز پوچھ نہو اُسکے گناہ کی کسی آدمی نہ کسی جن سے - اُس روز گناہگار کو حکم نہو
بولنے کا اور نہ گناہون کی پرسش ہو بلکہ ماتھے کے بالون اور پاؤن سے پکڑا جاوے - اُس روز
ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پاویگا آرزو کریگا کہ مجھ مین اور اُسمین فرق بہت سا پڑ جاوے
اُس روز معلوم کرلے نفس جو لیکر آیا اور حاضر ہو جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا - اُس روز زبانین گونگی
ہوجاوین اور ہاتھ پاؤن بولنے لگین - وہ دن ایسا ہی کہ اُسکی یاد نے سید المرسلین کو بوڑھا کر دیا
یعنے جب حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ مین دیکھتا ہون کہ آپ بوڑھے
ہوگئے آپ نے فرمایا کہ مجکو سورۂ ہود اور اُسکی بہنون (یعنی سورۂ واقعہ اور مرسلات اور نبا اور کورت نے)
بوڑھا کر دیا پس ای قاری عاجز تجکو کلام مجید کی قراءت سے اتنا ہی بہرہ ہی کہ اُسکے الفاظ زبان پر
پھراے اور جیب کو اُنسے حرکت دے لے ورنہ اگر تو جو کچھ پڑھتا ہی اُسکو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا
پھٹ جاتا اُن احوال سے کہ سید المرسلین کے بال سفید ہوے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر
اکتفا کی تو تو قرآن کے ثمرے سے محروم رہا دیکھ جن امور کا ذکر قرآن مجید مین ہی اُنمین سے ایک
قیامت ہی اللہ تعالی نے اُسکے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہی اور اُسکے نام بہت سے ارشاد کیے ہین
تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے نامون کی کثرت سے یہ مقصود نہین کہ ایک چیز کے بہت سے
نام اور القاب معلوم ہون بلکہ اُنسے عقل والون کی تنبیہ منظور ہی اسلیے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے
ایک بھید ہی اور اُسکی ہر ایک صفت مین ایک معنی ہین تو تجکو چاہیے کہ اُن معانی کی پہچان کا حریص ہو
نام اُسکے سب ہم تجھے بتائے دیتے ہین وہ یہ ہین روز قیامت روز حسرت روز ندامت روز حساب

روز محاسبہ روز سوال روز سبقت جو بی جھگڑے کا دن رجعت کا دن زلزلے کا دن الٹ دینے کا دن
کڑاک کا دن روز واقعہ روز قارعہ روز راجفہ روز رادفہ روز غاشیہ روز مصیبت روز حاقہ
روز طامہ روز صاخہ روز تلاق روز فراق روز مساق روز قصاص روز تناد روز مآب روز عذاب
روز گریز روز قرار روز لقا روز بقا روز قضا روز جزا روز بلا روز گریہ روز حشر روز وعید روز پیشی
روز وزن روز حق روز حکم روز فصل روز جمع روز بعث روز فتح روز رسوائی روز عظیم روز عقیم
روز عسیر روز دین روز یقین روز نشور روز مصیر روز نفخہ روز صیحہ روز رجفہ روز جنبش روز توبیخ
روز نشئہ روز خوف روز اضطراب روز منتہی روز ماوی روز میقات روز میعاد روز مرصاد روز قلق
روز عرق روز افتقار روز انکدار روز انتشار روز انشقاق روز وقوف روز خروج روز خلود
روز تغابن روز عبوس روز معلوم روز موعود روز مشہود وہ روز جسمین شک نہین وہ روز جسمین
امتحان دل کے بھیدون کا ہو وہ روز جسمین کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین
آنکھین اوپر کو تکین وہ روز کہ اسمین کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ کام نہ آوے وہ روز جسمین بھلا نہ کرسکے
کوئی کسی کا کچھ وہ روز جسمین دوزخ کی طرف کو ڈھکیلے جاوین جس روز کہ آگ مین منہ کے بل گھسیٹے جاوین
جس روز کہ آگ مین انکے منہ اوندھے ڈالے جاوین جس روز کہ باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آویگا جس روز
کہ آدمی اپنے بھائی اور مان اور باپ سے بھاگیگا جس روز کہ نہ بولینگے اور انکو اجازت نہوگی کہ عذر کرین
جس روز کہ لوگ نکل کھڑے ہونگے جس روز کہ لوگ آگ مین عذاب دیے جاوینگے جس روز کہ مال اور اولاد
فائدہ نہ دے جس روز کہ ظالمون کا عذر انکے کام نہ آوے اور انکو لعنت اور خراب گھر کا ملے جس روز
کہ عذر نامنظور ہون اور بھیدون کی جانچ ہو اور دل کی پوشیدہ باتین ظاہر ہو جاوین اور پردے
کھل جاوین جس روز کہ آنکھین دبی ہون اور آوازین ساکن اور ایک دوسرے کی طرف دیکھتا کم ہو اور
چھپی باتین علانیہ اور خطائین واضح ہون جس روز کہ بندے ہنکائے جاوین اور انکے ساتھ گواہ ہون
اور لڑکے بوڑھے ہو جاوین اور بڑے نشے مین تو ایسے دن مین ترازوئین قائم ہونگی اور دفتر
اعمال کھولے جاوینگے اور دوزخ ظاہر کیا جاویگا اور پانی گرم جوش دیا جاویگا اور آگ دھڑ دھڑ جلیگی اور
کافر نا امید ہونگے اور آتشین بھڑکائی جاوینگی اور رنگ متغیر اور زبانین گونگی اور ہاتھ پانون بولتے
ہونگے پس ای انسان تجھکو کس چیز نے خداے تعالی کریم پر مغالطہ دیا کہ تو نے دروازے بند کر اور پردے
چھوڑ اور خلق سے چھپ کر گناہ کیے اب بتا کیا کریگا کہ تیرے ہی اعضا تجھپر گواہی دینگے پس نہایت
خرابی ہے ہم سب غافلون کی کہ خداے تعالی تو ہمارے پاس سید المرسلین کو بھیجے اور اسپر کتاب مبین

اُتارے اور ہمکو قیامت کے دن کے یہ سب صفات بتا دے پھر ہماری غفلت کو بھی جتا دے
اور یون فرما دے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ
رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ پھر قرب قیامت کو یون ارشاد
فرما دے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور فرما دے اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا اور
وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ہمکو چاہیے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت سے
جانکر پھر عمل کرتے نہ یہ کہ اُسکے معانی مین تامل نہ کرین اور نہ قیامت کے دن کے بہت سے نامون اور
اوصاف کو لحاظ کرین اور نہ اُسکی مصیبتون سے چھوٹنے کی فکر کرین پس ایسی غفلت سے خدائے تعالی
ہمکو بچاوے اور اپنی رحمت واسعہ سے اُسکا تدارک کرے

چھٹا بیان سوال کے ذکر مین پھر اے مسکین بعد ان احوال کے جو سوال تجھسے روبرو بلا ذریعہ ہوگا
اُسکو سوچ کہ تھوڑے اور بہت اور تھوڑے تھوڑے کا سوال تجھسے ہوگا اس درمیان مین کہ تو قیامت کی سختی
اور پسینے کی بلا اور اور بڑی آفات مین ہوگا کہ یکایک آسمان کے کنارون سے بڑے ڈیل ڈول
اور نہایت موٹے اور تند خو کڑے فرشتے اُترینگے اُنکو حکم ہوگا کہ گنہگارون کے ماتھے کے بال
پکڑکے جبار کے سامنے پیش ہونے کی جگہ لاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدائے عز وجل کے
یہان ایک فرشتہ ہے کہ اُسکی دونون آنکھون کی پلکون کا فاصلہ ایک برس روز کے سفر کی راہ ہے اب
کہ کہ جب ایسے فرشتے تیرے پاس بھیجے جاوینگے کہ تجھے پکڑکے پیشی کے مقام مین لیجاوین تو اپنے
نفس پر تو کیا گمان کرتا ہے اُن فرشتون کو تو دیکھیگا کہ باوجود اتنے بڑے ڈیل ہونے کے
اُس روز کی شدت سے شکستہ حال اور غضب جبار کو جو اُنپر عیان ہوگا بندون کے لیے
اپنا شعار بنائے ہونگے اُنکے اُترنے کے وقت جتنے نبی اور صدیق اور نیک بندے ہونگے
سجدے مین گر پڑینگے اس خوف سے کہ کہین ہم بھی نہ پکڑے جاوین جب یہ حال مقربون کا ہو تو گنہگار اور
نافرمان پر کیا گذریگی اسوقت مین بعضے لوگ شدت خوف سے فرشتون سے پوچھ بیٹھینگے کہ ہمارا
پروردگار تمھین مین ہے کیونکہ اُنکا رعب اور ہیبت نہایت درجے کو ہوگی فرشتے اُنکے سوال سے
ڈر جاوینگے کہ خدائے تعالے کی شان کو دیکھو اور ہم مین ہونا دیکھو اور پکار کر کہینگے کہ ہمارا رب پاک ہے
وہ ہم مین نہین مگر آگے آتا ہے تاکہ زمین والون کا وہم دور ہو جاوے اب فرشتے خلق کو چہار طرف سے
گھیر کر پرا باندھ کر کھڑے ہونگے اور ہر ایک پر لباس ذلت اور عاجزی کا اور صورت خوف و
ہیبت کی اُس روز کی شدت سے ہوگی اور اُسوقت اللہ تعالے اپنے اس قول کو سچا فرماویگا

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا کُنَّا غَآئِبِیْنَ
اور اس قول کو فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اور شروع پوچھ انبیا سے ہوگی
جیسا کہ ارشاد ہی یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ
تو اُس روز کی شدت کیسی کچھ ہوگی جسمین انبیا کی عقلین جاتی رہینگی اور علم شدت ہیبت کی جہت سے
محو ہو جائینگے اسلیے کہ اُنسے جب یہ سوال ہوگا کہ تمکو جو خلق کی طرف بھیجا تھا تو اُنہون نے کیا جواب دیا
انبیا کو اس سوال کا جواب معلوم تھا مگر عقل زائل ہو جاویگی اور شدت ہیبت سے نہ جانینگے کہ کیا کہین
یہی بولینگے کہ لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اور واقع مین اُسوقت اُنکا یہ جواب درست اور
سچا ہوگا کیونکہ عقلین پرواز کرگئین اور علوم مٹ گئے تو بجز لا علمی کے اور کچھ نہین رہا یہان تک کہ اللہ تعالے
اُنکو قوت عنایت کرے پھر حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور پوچھا جاویگا کہ تمنے رسالت کو
پہونچایا وہ عرض کرینگے کہ ہان پھر اُنکی امت سے پوچھا جاویگا کہ تمکو پیام پہونچا وہ عرض کرینگے
کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہین آیا۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بلوا کر خطاب حدیث ہوگا
کہ کیا تمنے لوگون سے کہا تھا کہ مجکو اور میری ماں کو دو خدا سوائے معبود برحق کے بناؤ وہ اس
سوال کے جواب مین برسون مضطرب رہینگے پس ایسے روز کی بڑائی قابل غور ہی جسمین انبیا علیہم السلام
ایسے سوال کی سیاست قائم کیجاویگی پھر فرشتے آوینگے اور ایک ایک کو پکارینگے کہ اے فلان شخص
فلان عورت کے لڑکے پیشی کے مقام پر حاضر ہو اس آواز سے شانے تھرا وینگے اور ہاتھ پانون مین
کھلبلی پڑیگی اور عقلین حیران ہونگی اور بعض لوگ تمنا کرینگے کہ ہمکو دوزخ مین ڈال دیا جاوے ہمارے
اعمال بد حساب کے لیے پیش نہون اور نہ اُنکا پردہ خلق کے سامنے فاش ہو اور سوال سے پہلے عرش کا
نور ظاہر ہوگا اور میدان محشر اُس نور سے چمکنے لگیگا ہر بندے کو اُسوقت یہی گمان ہوگا کہ خدائے تعالے
بندون کی بازپرس کے لیے متوجہ ہی اور ہر ایک یہی سمجھیگا کہ میرے سوا اور کوئی اُسکو نہین دیکھتا اور یکہ
اور بازپرس صرف مجھی سے ہوگی اور کسی دوسرے سے نہوگی اور اب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم جبار
جلشانہ کا پہونچیگا کہ میرے پاس دوزخ کو لے آ حضرت جبرئیل دوزخ کے پاس آوینگے اور اُس سے فرماوینگے
کہ اپنے مالک اور خالق کے حکم کی تعمیل کر اور حاضر حضور ہو وہ اُسوقت غیظ اور غضب مین ہوگی آواز کے
سنتے ہی ہیجان مین آویگی اور جوش کھاویگی اور خلائق کی طرف کو جھنجی چلاویگی اور خلقت اُسکا شور و زور
اور جوش سُنیگی اور اُسکے محافظ مخلوق کی طرف کو غضب مین بھرے اُن لوگون پر جنھون نے
خدائے تعالے کی نافرمانی کی اور اُسکا حکم نہ مانا اُٹھینگے پس اپنے دل مین دھیان کر اور تصور کر لوگون کے

دلون کا اُسوقت کیا حال ہوگا خوف اور رعب سے پھٹے جاتے ہونگے اور لوگ زانو کے بل گر گر پڑینگے
اور پشت پھیر کر بھاگینگے ہر ایک قوم گھٹنے کے بل گری نظر آویگی اور بعضے منھ کے بل اوندھے گر پڑینگے اور
نافرمان اور ظالم تباہی اور خرابی پکارینگے کہ ہاے تباہ ہوے ہاے مرے اور صدیق نفسی نفسی کہتے ہونگے
وہ اس حال مین ہونگے کہ دوزخ دوسری چیخ اور ماریگی اُسوقت لوگون کا خوف دونا ہو جاویگا اور قوی
سُست ہوجاوینگے اور جانینگے کہ ہم گرفتار ہوگے پھر تیسری چنگھاڑ ماریگی تو لوگ مُنھ کے بل گر پڑینگے
اور آنکھین اوپر کو کھولے ہونگے اور دبی چھپی نگاہ سے دیکھتے ہونگے اُسوقت ظالمون کے تو دل ٹوٹ کر
غم کے مارے گلے مین آجاوینگے اور عقلین سعیدون اور بدبختون کی سب کی جاتی رہینگی بعد اسکے
اللہ تعالیٰ رسولون کی طرف متوجہ ہو کر سوال فرماویگا کہ مَاذَا اُجِبْتُمْ جب لوگ یہ سیاست اور جبروت
انبیاء علیہم السلام پر دیکھینگے تو گناہگارون پر خوف بے انتہا ہوگا اور باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے
اور شوہر منکوحہ سے بھاگینگے اور ہر کسی کو اپنی ہی فکر ہوگی کہ دیکھیے کیا ہو پھر ایک ایک کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ
روبرو تھوڑے اور بہت اور ظاہر اور چھپے ہوے اعمال سے پوچھیگا اور اسکے ہاتھ پانون اور تمامی
اعضا سے بازپرس فرماویگا حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مین عرض کیا کہ آیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپ نے فرمایا کہ بھلا جب
دوپہر کو آفتاب کے درمیان کوئی بادل نہو تم اُسکے دیکھنے مین کچھ خلاف کرتے ہو لوگون نے عرض کیا
کہ کچھ نہین آپ نے فرمایا کہ اگر چودھوین رات کے چاند مین کوئی بادل حائل نہو تو تم اُسکے دیکھنے مین کچھ شک
کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے خدا تعالیٰ کے
دیکھنے مین بھی کچھ شک و تامل نہ کروگے پھر بندے سے مل کر اُس سے ارشاد فرماویگا کہ مین نے تیرے ساتھ
اکرام نہین کیا تھا تجھے سردار نہین بنایا تھا تیرا جوڑا نہین دیا تھا گھوڑے اونٹ تیرے تابع نہین
کیے تھے تجھکو رئیس نہین بنایا تھا کہ چوتھ لیا کرے بندہ کہیگا کہ یہ سب نعمتین دی تھین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے
گمان تھا کہ مجھسے ملنا ہے وہ عرض کریگا کہ نہین فرماویگا کہ اچھا ہم بھی تجھے بھول جاتے ہین جیسا تو ہمکو
بھول گیا پس اے مسکین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونون بازو پکڑینگے اور تو خداے تعالیٰ کے
سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھسے بالمشافہہ سوال فرماویگا کہ مین نے تجھکو جوانی کی نعمت نہین دی تھی
بتا کس چیز مین اُسکو کھویا اور تجھکو زندگی سے مہلت نہین دی اُسکو کون سی چیز مین ڈبویا مال جو
مین نے تجھکو دیا اُسکو تو نے کہان سے حاصل کیا اور کس چیز مین خرچ کیا علم کی دولت جو تجھکو دی
تو اپنے علم سے تو نے کیا عمل کیا تو تامل کر کہ جب اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے انعام و احسان اور تیری

نافرمانیان اور برائیان ایک ایک شمار فرماویگا تو تجھکو کیسی شرم وحیا آویگی اور اگر تو انکار بھی کرے تو بن نہ پڑیگا کہ تیرے اعضا خود اعمال بد پر گواہی دینگے - حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ہنسے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو مین کس چیز سے ہنستا ہون ہمنے عرض کیا کہ خداے تعالی اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے بندے کا خطاب اپنے پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یون عرض کریگا کہ آلہی تو نے ظلم سے تو مجھے پناہ دی ہے حکم ہوگا کہ ہان ظلم نہوگا وہ عرض کریگا کہ تو مین جب قائل ہونگا جب کوئی گواہ مجھی مین سے ہو اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا اور کرام کاتبین گواہی کو بس ہین پھر بندے کے منھہ پر مُہر لگادی جائیگی اور اُسکے اعضا کو بولنے کا حکم ہوگا اعضا اُسکے اعمال سب کہہ سناوینگے پھر جب اُسکے منھہ پر سے مُہر اُٹھا لیجاویگی تو اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمپر تباہی اور بربادی ہو مین تم تمھاری ہی طرف سے لڑتا تھا پس ہم خداے تعالی سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہمکو سب خلق کے سامنے ہمارے اعضا کی گواہی سے فضیحت کرے مگر یہ کہ اللہ تعالے نے مومن سے وعدہ فرمایا ہے کہ اُسکی پردہ پوشی فرماویگا اور اپنے سوا کسی کو اُسکے حال پر مطلع نہین کریگا - حضرت ابن عمر رضہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی گفتگو کرتے کیسے سنا ہے حضرت ابن عمر رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ تم مین کا ایک شخص اپنے پروردگار سے اتنا قریب ہوگا کہ وہ اپنا شانہ اُسپر رکھیگا اور پوچھیگا کہ تو نے فلان فلان قصور کیا وہ عرض کریگا کہ ہان مین نے کیا پھر پوچھیگا کہ تو نے فلان فلان خطا کی وہ عرض کریگا کہ کی اللہ جل شانہ فرماویگا کہ مین نے ان خطاؤن کو دنیا مین پوشیدہ رکھا اور کسی پر ظاہر نہونے دی آج انکو تیری خاطر بخشے دیتا ہون - اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مومن کا عیب چھپاویگا اللہ تعالے قیامت کے روز اُسکے عیب چھپاویگا اس حدیث کا مصداق ایسا شخص ہوگا جو لوگون کے عیب چھپاوے اور اگر وہ اُسکے حق مین کچھ کمی کرین تو اس تقصیر کی برداشت کرے اور اپنی زبان کو اُنکی برائیون کے ذکر مین نہ ہلاوین نہ اُنکی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہے کہ وہ سُنین تو بُرا مانین تو اس طرح کا شخص اس بات کے شایان ہے کہ قیامت کے روز اسی طرح کا بدلہ پاوے - اور اگر فرض کیا جاوے کہ اُسنے کسی دوسرے کی پردہ پوشی بھی کی ہو تو تیرے کان مین تو پکار پیشی کے لیے حاضری کی پڑ چکی ہے تجھکو تو وہی خوف گناہون کی سزا مین کافی ہے اسلیے کہ تیرے ماتھے کے بال پکڑ کر آگے کو کھینچینگے اُسوقت تیرا دل دھڑکتا ہوگا عقل اُڑی ہوئی ہوگی شانے تھرّاتے ہونگے ہاتھ پانون مین ہل چل ہوگی رنگ بدلا ہوا ہوگا اور شدت خوف سے عالم سیاہ معلوم ہوگا

اور تو لوگون کی گردنین پھاندتا اور صفین چیرتا چلا جاتا ہوگا اور کوتل گھوڑے کی طرح تجھے لیے جاتے ہونگے
ساری خلقت تیری طرف دیکھ رہی ہوگی پس اپنے نفس کو اس صورت و ہیئت مین فرض کرلے اور خیال کر
کہ فرشتون کے قبضے مین اسی حال سے گرفتار چلا جاتا ہوگا یہان تک کہ خداے تعالی کے عرش کے سامنے
لیجاکر تجکو اپنے ہاتھون سے ڈالدینگے اور اللہ جل شانہ تجکو اپنے کلام عظمت والے سے پکاریگا کہ ای
آدم کے بیٹے مجھسے قریب ہو تو دل مضطر اور غمگین اور خائف اور شکستہ سے اور نگاہ نیچی اور ذلیل سے
اُسکے قریب جاویگا اور تیرے ہاتھ مین تیرا نامۂ اعمال جسمین ادنی سے اعلی تک سب خطائین
لکھی ہونگی دیا جاویگا تو بہت سی بُرائیون کو بھول گیا ہوگا اُسکو دیکھ کر یاد کریگا اور بہت سی طاعتون کی
آفتون سے تو غافل ہوگا اُنکی بُرائیان تجھپر کھل جاوینگی اُسوقت کتنی خجالت اور بزدلی تجکو عارض ہوگی
اور کتنی عاجزی اور زبان کی بندش پیش ہوگی پھر نہ معلوم کہ تو کون سے پاؤن سے خداے تعالی کے سامنے
کھڑا ہوگا اور کون سی زبان سے جواب دیگا اور کون سے دل سے جو کہیگا اُسکو سمجھیگا پھر یہ سوچ کہ جب خداے
تعالی کے روبرو سب گناہون کو یاد دلاویگا تو کتنی بڑی حیا تجکو ہوگی یعنی جب فرماویگا کہ ای میرے بندے
تونے مجھسے حیا نہ کی اور برائی سے میرا سامنا کیا اور میری مخلوق سے حیا کی اُنکے واسطے اچھا کام کھلا
کھلی کیا بھلا مین تیرے نزدیک اپنے بندون کی نسبت کرکے بھی ذلیل تر تھا کہ تونے میرے دیکھنے کو
اپنی طرف ہلکا جانا اور کچھ پروا نہ کی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بڑا سمجھا کیا مین نے تجھپر انعام
نہین کیا تھا پس کس چیز سے تجکو میرے باب مین مغالطہ ہوا کیا تونے یہ جانا کہ مین تجھے نہین دیکھتا تھا
یا تو مجھسے نہ ملیگا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر کسی سے خداے تعالی اسطرح
سوال کریگا کہ اُسکے اور تمھارے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی بیچ مین بیان کرنے والا - اور ایک حدیث مین
آپنے فرمایا کہ تم مین سے ہر کوئی خداے تعالی کے سامنے ایسی طرح کھڑا ہوگا کہ اُسکے اور خداے تعالی کے
درمیان کوئی پردہ نہوگا اللہ تعالی اُس سے ارشاد فرماویگا کہ کیا مین نے تیرے اوپر انعام نہین کیا تھا
کیا تجکو مین نے مال نہین دیا تھا وہ عرض کریگا کیون نہین پھر یہ پوچھیگا کہ کیا مین نے تیرے پاس رسول
نہین بھیجا تھا وہ عرض کریگا کہ بھیجا تھا پھر وہ شخص اپنی دہنی طرف دیکھیگا تو آگ کے سوا کچھ نظر
نہ آویگا اور بائین طرف دیکھیگا تو آگ ہی نظر پڑیگی پس چاہیے کہ ہر کوئی تم مین سے اُس آگ سے بچے گو
نصف خرما ہی صدقہ دیکر ہو اور اگر یہ بھی نہ پاوے تو کلمۂ طیبہ سے بچے - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین
کہ تم مین سے ہر ایک خداے تعالی کے سامنے ایسی طرح اکیلا ہوگا جیسے چودھوین رات کے چاند کے سامنے
علحدہ ہوتا ہو پھر اللہ تعالی فرماویگا کہ ای ابن آدم مجھپر تجکو کس چیز نے فریب دیا ای ابن آدم تونے جو کچھ جانا

اُسپر کیا عمل کیا اے ابن آدم تو نے پیغمبرون کو کیا جواب دیا اے ابن آدم کیا مین تیری آنکھ کو نہ دیکھتا تھا جب تو اُسی سے وہ چیز دیکھتا تھا کہ تجھکو جائز نہ تھی کیا مین تیرے کانون کو نہ دیکھتا تھا جب تو اُنسے ناجائز باتین سنتا تھا اسی طرح فرماتا جاویگا یہان تک کہ تمام اعضا کو شمار کریگا - اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ بندے کے پانون خداے تعالی کے سامنے نہ ہلینگے جبتک اُس سے چار باتون کی پوچھ نہو لیگی ایک تو عمر کا حال کہ کس چیز مین گذرانی دوسرے علم کا حال کہ اُس سے کیا عمل کیا تیسرے جسم کا حال کہ کس چیز مین اُسکو مبتلا رکھا چوتھے مال کا حال کہ کہان سے اُسکو پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا پس اے مسکین تجھکو اسوقت کتنی بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اندیشہ ہوگا اسلیے کہ دو حال سے خالی نہین یا تو تجھسے یہ کہا جاویگا کہ ہمنے تیری خطا پر دنیا مین پردہ پوشی کی تو آج بھی بخشے دیتے ہین اس صورت مین تو تو نہایت خوش و خرم ہوگا اور اگلے پچھلے سب تیرا رشک کرینگے یا یہ فرشتون کو حکم کیا جاویگا کہ اس بندے کو پکڑو اور گلے مین طوق ڈالو پھر دوزخ مین داخل کردو اس صورت مین اگر سب آسمان و زمین تیرے حال پر روین تو زیبا ہے کہ تیری مصیبت بہت بڑی اور حسرت نہایت سخت ہوگی اس امر پر کہ خداے تعالی کی طاعت مین تو نے قصور کیا اور دنیاے دنی کی بدولت جو ساتھ بھی نرہی آخرت مین یہ گل کھلا

ساتوان بیان میزان کے ذکر مین پھر میزان کے باب مین فکر کرنے سے غفلت نہ کرنی چاہیے

اور نہ نامہاے اعمال کے دہنے بائین اُڑنے مین تامل سے بیخبر رہنا چاہیے اسلیے کہ سوال کے بعد آدمی تین گروہ ہوجاوینگے ایک تو وہ لوگ ہونگے کہ اُنکے پاس کوئی نیکی نہو گی اُنکے لیے ایک سیاہ گردن دوزخ سے نکلیگی اور جیسے پرند دانہ چُن لیتا ہے اسی طرح وہ اُنکو اُٹھا کر دوزخ مین ڈال دیگی اور دوزخ اُنکو نگل جاویگی اور اُنپر بدبختی کی ندا ہوجاویگی جسکے بعد کبھی سعادت نہو دوسرے وہ لوگ ہونگے کہ اُنکے پاس کوئی بدی نہوگی پس ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جو لوگ ہر حال مین خداے تعالی کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہون اس آواز کو سنکر حمد والے کھڑے ہونگے اور جنت کو چلے جاوینگے پھر یہی معاملہ تہجد گزارون کے ساتھ کیا جاویگا پھر اُن لوگون کے ساتھ جنکو خداے تعالی یاد سے نہ دنیا کی تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور اُنپر حکم سعادت کا پکار دیا جاویگا جسکے بعد بدبختی نہو باقی رہیگی تیسری قسم اس طرح کے لوگ اکثر ہونگے کہ جنھون نے نیک عمل اور بد کو ملایا اور اُنپر تو خفیہ ہوگا مگر خداے تعالی سے پوشیدہ نہوگا کہ اُنکی نیکیان زیادہ ہین یا برائیان لیکن اللہ تعالی کو منظور ہوگا کہ اُن لوگون کو بھی حقیقت حال بتلاوے تاکہ معاف کرنے کے وقت اُسکا فضل اور سزا کرنے کے وقت اُسکا عدل ظاہر ہو اسی لیے وہ نامہ اعمال جنمین نیکیان اور بدیان ہونگی اُڑائے جاوینگے اور ترازو کھڑی کیجاویگی

اور آنکھیں لوگوں کی نامۂ اعمال کو تکتی ہونگی کہ دیکھیے دہنے ہاتھ میں پڑتا ہے یا بائیں میں پھر ترازو کے کانٹے کی جانب کو دیکھینگے کہ نیکیوں کی طرف کو جھکتا ہے یا بدیوں کی طرف کو اور یہ وقت نہایت خوف کا ہے جس سے خلق کی عقل اُڑ جائیگی۔ اور حضرت حسن رح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ رضہ کی گود میں تھا کہ آپ سو گئے اس اثنا میں حضرت عائشہ رضہ نے آخرت کو یاد کیا اور روئیں یہان تک کہ اُنکے آنسو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے آپ جاگ پڑے اور پوچھا کہ اے عائشہ کیوں روتی ہو اُنھوں نے عرض کیا کہ آخرت کی یاد سے روتی ہوں بھلا قیامت کو مرد اپنے گھر والوں کو بھی یاد کرینگے آپ نے فرمایا کہ ہاں قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے مگر تین جگہ میں کہ وہاں آدمی صرف اپنے نفس ہی کو یاد کریگا ایک تو جب ترازو ئیں برپا ہوں اور عمل تُلنے لگیں یہان تک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو ہلکی ہوئی یا بھاری اور ایک نامۂ اعمال کے اُڑنے کے وقت حتی کہ دیکھے کہ میرا نامہ دہنے ہاتھ میں آتا ہے یا بائیں میں اور ایک پل صراط پر۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آدمی کو قیامت کے روز لا کر میزان کے دونوں پلّوں کے بیچ میں کھڑا کر دینگے اور اُسپر ایک فرشتہ مقرر رہیگا اگر اُسکا پلہ بھاری ہوا تو فرشتۂ مذکور ایسی آواز سے پکاریگا کہ تمام خلق سنیگی کہ فلاں شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی جسکے بعد کبھی شقاوت نہیں اور اگر پلہ ہلکا ہوا تو لوگوں کو سنا کر پکاریگا کہ فلاں شخص ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی سعید نہوگا اور نیکی کے پلے کے ہلکے ہونے کی صورت میں دوزخ کے فرشتے لوہے کے گرز ہاتھ میں لیے اور آگ کے کپڑے پہنے ہوئے دوزخ کے حصے کے لوگوں کو پکڑ کر دوزخ میں لیجا دینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز خدا تعالے حضرت آدم علیہ السلام کو پکاریگا اور فرماویگا کہ اے آدم کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ میں جانے کے ہیں اُنکو دوزخ میں بھیج وہ پوچھینگے کہ الٰہی وہ کتنے لوگ ہیں اللہ تعالے فرماویگا کہ ہزار پیچھے نو سو ننانوے ہیں جب صحابہ رضہ نے یہ سُنا تو نہایت غمگین ہوئے یہان تک کہ کبھی ہنسی نہ ظاہر کی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ حال دیکھا آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو اسلیے کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ تمھارے ساتھ میں دو مخلوق ایسے ہیں کہ جب کبھی کسی گے مقابل ہوئے ہیں تو اُنسے بڑھ کر ہی رہے ہیں اور جو لوگ آدم کی اولاد اور شیطان کی اولاد سے مر گئے ہیں وہ بھی اسی میں آ گئے (یعنی اُنسے بھی بڑھ کر ہیں) صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کون سی قومیں ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ یاجوج اور ماجوج ہیں راوی کہتے ہیں کہ اسکو سُنکر صحابہ خوش ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تم لوگ قیامت میں ایسے ہو گے جیسے اونٹ کے پہلو میں سیاہ داغ ہوتا ہے یا گھوڑے وغیرہ کی ٹانگوں میں گھٹا ہوتا ہے

آٹھوان بیان خصومت اور حقوق کے دلانے کے ذکر مین ترازو کے ہول تو تو معلوم کر چکا اور ہر ایک کو
یہ اندیشہ اور تاکنا کہ اسکا میل کس طرف ہوتا ہے اگر وزن بھاری ہوگیا تو چین چال مین ہوا اور اگر
ہلکا ہوا تو جلتی آگ مین گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اُس شخص کو
نجات ہوگی جو دنیا مین اپنے نفس کا حساب کرے اور میزان شریعت مین اُسکے اعمال اور اقوال اور
تمام خطرے اور التفات کو تولے چنانچہ حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ اپنے نفس کا حساب لو پہلے اس سے کہ
تمسے حساب لیا جاوے اور اُسکو تولو پہلے اس سے کہ تم تولے جاؤ اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہے
کہ موت سے پیشتر توبہ خالص ہر ایک گناہ سے کرے اور جو کچھ قصور اور کمی اللہ تعالیٰ کے فرائض مین
ہوئی ہو اُسکا تدارک کرے اور حقوق لوگون کے دام دام کوڑی کوڑی دے دے اور جسکی ہتک اپنی
زبان اور ہاتھ سے کی ہو یا دل سے بدگمان ہوا ہو اُس سے معاف کرا دے اور لوگون کے دل خوش رکھے
یہان تک کہ مرے تو ایسی طرح کہ کوئی حق اور کوئی فرض اُسکے ذمے نہ رہے تو ایسا شخص بے حساب
جنت مین داخل ہوگا اور اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مریگا تو حقدار قیامت مین اُسکو گھیرینگے
کوئی ہاتھ پکڑیگا کوئی ماتھے کے بال کوئی گریبان کوئی کہیگا تو نے مجھپر ظلم کیا کوئی کہیگا تو نے مجھے گالی دی
کوئی کہیگا تو نے میرے ساتھ تمسخر کیا کوئی کہیگا تو نے میری غیبت کی کوئی کہیگا کہ تو میرا ہمسایہ تھا
مجھے ایذا دی کوئی کہیگا تو نے مجھسے معاملے مین دغا کی کوئی کہیگا تو نے خرید و فروخت مین مجھے
لوٹ لیا اور اپنی چیز کا عیب چھپائے رکھا کوئی کہیگا تو نے اپنے اسباب کا مول بتلانے مین جھوٹ بولا
کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو حاجتمند دیکھا اور باوجودیکہ تو غنی تھا مگر مجھکو کھانا نہ کھلایا کوئی کہیگا کہ تو نے
مجھکو مظلوم پایا اور گو تو ظلم کے دور کرنے پر قادر تھا لیکن تو نے ظلم سے درگذر کی اور میری پچ نہ کی
پس جس گھڑی تیرا یہ حال ہوگا کہ حقدار تیرے بدن مین ناخن گڑائے ہونگے اور تیرا گریبان ہاتھ سے
مضبوط پکڑے ہونگے اور تو اُنکی کثرت سے حیران پریشان ہوگا یہان تک کہ اپنی عمر بھر مین جس سے
تو نے ایک درم کا معاملہ کیا ہوگا یا ایک مجلس مین کسی کے پاس بیٹھا ہوگا اور اُسکا حق تیرے اوپر رہا ہوگا
خواہ غیبت کے باعث یا خیانت کے سبب یا اُسکو کمتر نگاہ سے دیکھنے کے سبب وہ سب تیرے گرد
ہونگے اور تو اُنکے مقابلے سے ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کی طرف اس توقع سے
اُٹھائے ہوگا کہ وہی اُنکے ہاتھ سے چھڑا دے تو اسی حال مین تیرے کان مین آواز جبار جل جلالہ کی
آویگی کہ یہ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اُسوقت تیرا دل مارے ہیبت کے
نکل پڑیگا اور تجھکو اپنی تباہی کا یقین ہو جاویگا اور وہ قول یاد کریگا جس سے کہ خدائے تعالیٰ نے

اپنے رسول کی زبانی تجکو ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ
اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُؤُسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ
وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ پس دنیا مین لوگون کی ہتک اور اُنکے مال لینے سے کتنا خوش ہوتا ہے اُس روز تجکو اسکی کیسی
حسرت زیادہ ہوگی کہ جب تجکو فرش عدل پر کھڑا کر کے خطاب سیاست روبرو ہوگا اور تو اُسوقت
مفلس اور عاجز اور محتاج اور ذلیل ہوگا کہ نہ کوئی حق ادا کرسکتا ہوگا نہ کوئی عذر رکھتا ہوگا پھر تیری
نیکیان جنکے لیے تو نے مشقتین عمر بھر اُٹھائی ہونگی لیکر حقدارون کے حقوق کے عوض اُنکو دیجاوینگی
حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے
لوگون نے عرض کیا کہ مفلس ہم مین وہ ہے جسکے پاس روپیہ پیسا اسباب نہو آپ نے فرمایا کہ مفلس میری
امت مین سے وہ ہے جو قیامت مین نماز روزہ زکوٰۃ لیکر آویگا اور کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت زنا
لگائی ہوگی اور کسی کا مال لیا ہوگا اور کسی کا خون کیا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اُسکے سب حسنات اِن
حقدارون کو جدا جدا دیے جاوینگے اور اگر اُسکے پاس نیکیان نہ رہینگی اور اُسپر حکم اخیر نہوا ہوگا تو حقدارون
کی خطائین لیکر اُسپر رکھدی جاوینگی پھر دوزخ مین ڈال دیا جاویگا تو اب اُس ذرا اپنی مصیبت مین تامل کر
کہ اول تو دنیا مین کوئی نیکی ریا اور شیطان کے مکرون کی آفت سے ثابت نہین رہتی اور اگر بہت دنون کے
بعد ایک آدھ بچی رہیگی تو اُسپر حقدار دوڑینگے اور لے لینگے اور اگر تو دن کے روزہ رکھے اور رات کو
جاگا کرے اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالبًا یہی پاویگا کہ کوئی دن ایسا نہین گذرتا ہوگا جسمین
مسلمانون کی غیبت تیری زبان پر اتنی جاری ہوتی ہو کہ تمام تیری نیکیون کو حاوی ہو جاوے باقی
بُرائیان علیحدہ ہین کہ کہین حرام کھاتا ہے اور کہین شبہہ کا مال چکھتا ہے اور طاعتون مین کوتاہی کرتا ہے
تو ایسی صورت مین بھلا حقوق سے خلاص کی کیا توقع ہے اُس روز کہ جسمین بے سینگ کے
یعنی منڈے چوپائے کا حق شاخدار سے لیا جاویگا چنانچہ حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھا اور مجھسے پوچھا کہ تمھین معلوم ہے کہ یہ کیون ٹکرین مارتی ہین
مین نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تمھارے پروردگار کو معلوم ہے اور وہی عنقریب انکے درمیان مین قیامت کے
روز حکم کریگا اور حضرت ابوہریرہ رضہ نے اس آیت کی تفسیر مین وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ
يَطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق اُٹھیگی چوپائے اور چرند پرند
اور سب چیزین پس اللہ تعالی کا عدل اس نوبت کو پہونچیگا کہ منڈے جانور کا حق سینگ والے سے
لیگا پھر فرماویگا کہ مٹی ہو جا تو اُسی وقت کافر کہیگا کہ کاش مین مٹی ہوتا پس اے مسکین تیرے اوپر کیا گذریگا

جس روز کہ تو اپنا نامۂ اعمال نیکیون سے خالی پاویگا جنکے لیے بہت سی مشقتین اُٹھائی ہونگی اور کہیگا
کہ میری نیکیان کہان گئین تجھسے کہا جائیگا کہ تیرے حقدارون کے دفتر مین چلی گئین اور دیکھیگا کہ نامۂ اعمال
بالکل بدیون سے پُر ہی حالانکہ دنیا مین اُنسے بچنے مین بہت تکلیفین سہی تھین پھر پوچھیگا کہ الٰہی ان خطاؤن کا
تو مین کبھی مرتکب نہین ہوا حکم ہوگا کہ یہ بُرائیان اُن لوگون کی ہین جنکی تونے غیبت کی اور اُنکو گالیان دین
اور بُرائی پہونچائی اور خرید و فروخت اور پاس رہنے اور کلام کرنے اور بحث اور نصیحت اور درس
اور تمام قسم کے معاملون مین زیادتی کی ۔ حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ شیطان زمین عرب مین بتون کی پرستش سے تو ناامید ہوا مگر وہ تمسے ایسی چیز پر راضی ہوگا
کہ وہ بت پرستی کی نسبت کم ہوگی اور باتین حقیر ہین مگر سب مہلک ہین پس ظلم سے بچو جتنا تمسے
ہوسکے اسلیے کہ بندہ قیامت کے روز پہاڑونکی برابر طاعتین لاویگا اور جانیگا کہ یہ مجھے بچاوینگی مگر ایک
دوسرا بندہ آکر کہیگا کہ الٰہی فلان شخص نے مجھپر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی لے لیا اللہ تعالی حکم فرمائیگا
کہ اُسکی نیکیون مین کم کردے اسی طرح حقدار آتے جاوینگے اور نیکیان لیتے جاوینگے یہانتک کہ اُسکے
پاس نیکیون مین سے کچھ نہ رہیگا اور اُسکی مثال ایسی ہے جیسے مسافر جنگل مین اُترین اور اُنکے پاس ایندھن نہو
اسلیے سب اِدھر اُدھر ہوجاوین اور لکڑیان جمع کرلاوین اور فوراً آگ جلاکر جو منظور تھا وہ کرلین اسی طرح
گناہ بھی ہین (یعنے ساری کمائی کو ایک دم مین خاک سیاہ کردیتے ہین) اور جب یہ آیت اُتری
اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ حضرت زبیر رضہ نے پوچھا کہ
یارسول اللہ گناہون کے ساتھ کیا وہ معاملے بھی ہمپر اضافہ کیے جاوینگے جو دنیا مین ہمارے آپسمین ہوتے ہین
آپ نے فرمایا کہ ہان بیشک یہ معاملات بھی بھگتنے پڑینگے یہانتک کہ سب حقدارون کو اُنکا حق دے دو
حضرت زبیر رضہ نے عرض کیا کہ بخدا اب تو بڑا سخت معاملہ ہے پس ایسے دن کی سختی کتنی بڑی ہے جسمین
ایک قدم سے بھی درگذر نہوگی نہ طمانچہ اور لقمہ اور کلمہ سے چشم پوشی کیجاویگی یہانتک ظالم سے مظلوم کا
بدلہ لیا جاوے ۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے
کہ فرماتے تھے يُحْشَرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا ہمنے عرض کیا کہ بہما سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا
کہ اُنکے پاس کچھ نہوگا پھر اُنکو اُنکا پروردگار ایسی آواز سے پکاریگا کہ دور اور نزدیک والے سب
یکسان سُنینگے اور یہ فرماویگا کہ مین بادشاہ بدلا لینے والا ہون نہین ہوسکتا کہ کوئی اہل جنت مین سے
جنت مین جاوے اور اُسپر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو جبتک مین اُس جنتی سے عوض اُسکا نہ لے لون
اور نہ کوئی اہل دوزخ آگ مین داخل ہوسکتا ہے اُس حال مین کہ کسی اہل جنت کا اُسپر

حق ہو یہانتک کہ اُس دوزخی سے اُس جنتی کا عوض نہ لے لون جسے کہ طمانچے کا بھی ہمنے عرض کیا کہ یہ عوض کسطرح ہوگا ہم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ننگے بے ختنہ کیے مفلس جاوینگے آپ نے فرمایا کہ عوض نیکیون اور بدیون سے دلایا جاویگا انتہی پس بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے خوف کرو اور بندون کے حقوق یعنی اُنکے مال لینے اور ہتک عزت کرنے اور اُنکے دل تنگ کرنے اور معاملے مین بدخلقی کرنے سے احتراز کرو اسلیے کہ جو قصور بندہ کے اور خاص خدائے تعالیٰ کے درمیان ہونگے تو اُنکی طرف مغفرت جلد دوڑیگی اور بندون کے حقوق جلد معاف نہونگے اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت سے ہون اور زبردستی سے لوگون سے چھین لیے ہون اور پھر اُنسے توبہ کی ہو اور حقدارون سے اُنکا معاف کرانا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیان بہت سی کرے کہ قصاص کے روز کام آوین اور بعض نیکیان خاص اپنے اور خدائے تعالیٰ کے درمیان مین چھپاکر کمال اخلاص کے ساتھ کرے اسطرح کہ سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کو اُسپر واقفیت نہو اسلیے کہ شاید یہی صورت اُسکی نزدیکی کی خدائے تعالیٰ سے ہوجاوے اور اُسکے باعث مستحق اُس لطف کا ہوجاوے جسکو خدائے تعالیٰ نے اپنے مومن محبون کے لیے دربارہ دور کرنے حقوق عباد کے اُنکے ذمہ سے رکھ چھوڑا ہی چنانچہ حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک آپ ہنسے یہانتک کہ آپ کے دانت ظاہر ہوے حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ آپکے اوپر میرے مان باپ فدا ہون یا رسول اللہ آپکو کس بات سے ہنسی آئی آپ نے فرمایا کہ دو شخص میری امت مین سے خدائے تعالیٰ کے سامنے دوزانو ہوے اور ایک نے جناب الٰہی مین عرض کی کہ الٰہی میرا حق اس میرے ساتھی سے دلادے خدائے تعالیٰ نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اسکا حق دے دے اُسنے عرض کیا کہ بار خدایا میرے پاس تو کوئی نیکی نہین رہی اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسی کریگا اُسکے پاس تو کوئی نیکی نہین رہی اُسنے عرض کیا کہ الٰہی تو یہ شخص میرے گناہون مین سے اپنے اوپر لے راوی کہتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھین ڈبڈبا آئین اور رونے لگے پھر فرمایا کہ یہ دن بہت بڑا ہی اس دن مین آدمی اس بات کے محتاج ہونگے کہ کوئی اُنکی طرف سے اُنکے گناہ اپنے اوپر لے لے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اُٹھاکر جنت مین دیکھ اُسنے سر اُٹھایا اور عرض کیا کہ الٰہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیون سے جڑے معلوم ہوتے ہین یہ کونسے نبی کے ہین یا کونسے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اُسکے ہین جو اُنکا مول ادا کرے اُسنے عرض کیا کہ اُنکے مول کا مالک کون ہی کس سے دیا جا سکتا ہی فرمایا کہ اُنکا مول تیرے پاس ہی عرض کیا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اُسنے عرض کیا کہ الٰہی مین نے

اسکو معاف کیا حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت مین داخل کر پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپسمین صلح رکھو کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں مین خود میل کراتا ہی انتہی اس
حدیث مین تنبیہ ہی اس بات پر کہ یہ مرتبہ خدا ے تعالیٰ کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہی
یعنی آپسمین میل کرانے اور دوسرے اخلاق اختیار کرنے سے پس اب تو اپنے نفس کے باب مین فکر کر کہ
اگر تیرا نامۂ اعمال حقوق سے خالی ہوگا یا خداے تعالیٰ تیرے لیے لطف فرماکر معاف فرمادیگا اور تجکو یقین
سعادت ابدی کا ہوگا تو تو فیصلہ کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہوگا کہ تجکو خلعت رضا ہوگی
اور ایسی سعادت پر رجوع کریگا جسکے بعد شقاوت نہو اور وہ دولت پاویگا جسکے گردفنا نہ پھٹکے اور
اسوقت خوشی اور سرور کے مارے تیرا دل اُڑیگا اور چہرہ سفید اور نورانی اور ایسا چمکنے لگیگا جیسے
چاند چودھوین رات کو چمکتا ہی تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تو کیسے سر اُٹھائے ناز سے چلتا ہوگا
کہ پیٹھ گناہون سے خالی ہوگی اور تازگی نسیم راحت اور رضا کی ٹھنڈک کی تیرے دونون پہلو سے
دمک رہی ہوگی اور تمام خلق اگلی پچھلی تجکو دیکھتی ہوگی اور تیرے حسن و جمال مین غبطہ کرتی ہوگی اور
فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلتے ہونگے اور پکار کر مجمع مین کہتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہی
کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوا اور اسکو راضی کردیا اور ایسی سعادت کو پہونچا کہ جسکے بعد کبھی بدبختی نہوگی
بھلا تیرے نزدیک کیا یہ رتبہ اُس مرتبے سے بڑا نہیں جسکو تو دنیا مین لوگون کے دلون مین حاصل کرتا ہی
اور اسکے لیے ریا اور تکلف اور دین مین سستی اور بناوٹ کرتا ہی پس اگر تو جانتا ہی کہ یہ رتبہ دنیا کے
رتبے سے بہتر ہی بلکہ دنیا کے رتبے کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہین تو پھر اس رتبے کے حاصل کرنے کے
واسطے اخلاص صاف اور خدا کے ساتھ معاملہ کرنے مین نیت درست کو وسیلہ بنا کہ یہ رتبہ بدون اخلاص اور
سچی نیت کے تجکو نہ ملیگا - اور اگر معاملہ دگرگون ہوا یعنی معاذ اللہ تیرے نامۂ اعمال مین کوئی گناہ نکلا جسکو
تو ہلکا جانتا تھا اور خداے تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑا ٹھہرا اور اسکے باعث تجھپر غصہ ہوکر کہدیا کہ ای میرے بندے
تجھپر میری لعنت ہی مین تجسے تیری عبادت قبول نہین کرتا تو اس آواز کے سنتے ہی تیرا منہ سیاہ
ہوجاویگا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے باعث فرشتے بھی تجھپر غضبناک ہوکر کہینگے کہ تجھپر ہماری لعنت اور
تمام خلائق کی لعنت ہو اور اسوقت دوزخ کے فرشتے اپنے خالق کے غصے کے باعث خفا ہوکر تجھپر
جھک پڑینگے اور باوجود اپنی سختی اور بدخلقی اور بُری صورتون کے تیرے پاس آکر تیرے ماتھے کے بال
پکڑینگے اور تجکو منہ کے بھل مجمع مین گھسیٹینگے اور تمام لوگ تیرے منہ کی سیاہی اور غم کے ظاہر ہونے کو
تاک رہے ہونگے اور تو تباہی اور خرابی پکارتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے کہ آج مت پکار ایک ہلاکی کو بلکہ بہلے

بہت سی ہلاکیون کو اور فرشتے پکار کرتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہو اللہ تعالی نے اسکی فضیحتون
اور رسوائیون کو کھول دیا اور اسکے بڑے عیبون کے باعث اسکو لعنت کیا پس ایسا بدبخت ہوا کہ
کبھی نیکبخت نہوگا اور کیا عجب ہو کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے گناہ کے باعث سے ہو جسکو تو نے
بندون کے خوف سے کیا ہو یا اُنکے دلون مین جگہ ڈھونڈھنے کے لیے یا اُنکے سامنے رسوائی کے
خوف سے تو دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہو کہ اللہ تعالی کے چند بندون کے سامنے رسوا ہونے سے دنیائے فانی
مین احتراز کرتا ہو مگر اُس بڑی رسوائی سے ایسے بڑے مجمع مین نہین ڈرتا جہان خدائے تعالی کے
غصے کا سامنا جدا ہوگا اور اُسکا عذاب جدا تکلیف دیگا اور دوزخ کے فرشتون کے پنجون مین گرفتار
ہوکر آگ کو چلا جاتا ہوگا پس یہ حال اور احوال تیرے ہین اور تجکو ابھی بڑے اندیشے کی خبر نہین وہ اندیشہ
پُل صراط کا جو آگے مذکور ہوتا ہو

نوان بیان پل صراط کے ذکر مین پھر ان ہولون کے بعد اس آیت مین تامل کر یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ
إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْدًا وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا اور اس آیت مین فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ
وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ یعنی لوگ بعد اہوال مذکورہ بالا کے صراط کی طرف ہنکائے جاوینگے وہ ایک
پل ہو کہ دوزخ کے اوپر بچھا ہو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا پس جو شخص دنیا مین راہ راست پر
سیدھا رہیگا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاویگا اور جو دنیا مین سیدھا رہنے سے
عدول کریگا اور گناہون سے اُسکی پشت بھاری ہوگی وہ پل صراط کے اول ہی قدم مین لغزش کریگا اور
ہلاک ہو جائیگا پس اب سوچ کہ جب تو پل صراط کو دیکھیگا اور اُسکی تیزی اور باریکی پر نگاہ کریگا پھر اُسکے نیچے
دوزخ کی سیاہی نظر پڑیگی اور آگ کی چیخ اور جھنجھلاہٹ سُنیگا تو تیرے دل مین کیسا خوف بھریگا اور
تجسے بزور کہا جائیگا کہ اُسپر کو چلے باوجودیکہ تیرا حال ضعیف ہوگا اور دل مضطرب اور پانون ڈگمگاتے اور
گناہون کے باعث پیٹھ ایسی وزنی ہوگی کہ تجسے زمین پر نہ چلا جاوے پل صراط تو علیحدہ رہا پھر جب تیرا کیا حال
ہوگا جب تو اپنا ایک پانون اُسپر رکھیگا اور اُسکی تیزی پانون کو معلوم ہوگی اور دوسرا پانون اٹھانے کیلیے
مجبور ہوگا اور سامنے سے لوگ پھسل پھسل کر گرتے ہونگے اور دوزخ کے فرشتے اُنکو کانٹون اور آنکڑون سے
اُٹھاتے ہونگے اور تو دیکھتا ہوگا کہ وہ سر نیچے اور پانون اوپر آگ مین چلے جاتے ہونگے تو کیا کچھ خوف اس حال
تجکو ہوگا اور کیسے سخت مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے تنگ راستے مین کو جانا ہوگا پس اپنے حال کو دیکھ کہ
جب اُسپر چلیگا اور چڑھیگا اور تیری پیٹھ گناہون سے وزنی ہوگی اور دہنے بائین خلق آگ مین گرتی دیکھیگا
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچا دے الٰہی بچا دے اور فریاد

تباہی اور خرابی کی دوزخ کے گڑھے میں سے تجھ تک پہونچتی ہوگی اسلیے کہ اکثر لوگ جو پل سے پھسل کر گرینگے واویلا مچاوینگے تو تیرا کیا حال ہوگا اگر تیرا پانون لغزش کرگیا اور پشیمانی کام نہ آئی اور تو بھی فریاد اور واویلا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں اسی روز سیاہ سے ڈرا کرتا تھا کاش زندگی میں اس روز کے واسطے کچھ کیا ہوتا کاش رسول کے ساتھ میں رستہ اختیار کیا ہوتا کاش فلان کو یار نہ بنایا ہوتا کاش میں مٹی ہوتا کاش میں معدوم ہوتا کاش میری ماں مجکو نہ جنتی اور اسوقت شعلے آگ کے تجکو معاذ اللہ اُچک لیں اور پکارنے والا پکارے اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ پس کوئی سبیل بجز چیخنے اور آہ کرنے اور سانس بھرنے اور فریاد چاہنے کے نہیں رہیگی پس اب اپنی عقل کو تو کیسے دیکھتا ہے حالانکہ یہ اندیشے تیرے سامنے ہیں اگر تجکو ان باتون پر ایمان نہیں تو معلوم ہوا کہ طبقات جہنم میں تو بہت دنون رہنا چاہتا ہے اور اگر ایمان ہے اور انسے غافل ہوکر تیاری میں سستی کرتا ہے تو بڑا ہی ٹوٹے اور سرکشی والا ہے اور ایسے ایمان سے تجھے کیا فائدہ جو خداے تعالی کی طاعت میں رضا جوئی پر آمادہ نہ کرے اور نہ اسکی نافرمانی چھوڑاوے اگر بالفرض تیرے سامنے سوا ہول پل صراط اور اسکے اوپر سے گذرنے کے خوف سے دل کی دہشت کے اور کوئی اندیشہ نہوتا گو تو سلامت ہی گذر جاوے تب بھی ہول اور دہشت اور ڈر کو اتنا ہی کافی تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پل صراط دوزخ کے بیچ میں رکھا جاویگا اور جو شخص کہ رسولون میں سے اپنی امت کو لیکر اُتریگا وہ میں ہونگا اور اس روز سواے رسولون کے اور کوئی نہیں بولیگا اور سب پیغمبر یہی کہتے ہونگے کہ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اور دوزخ میں کانٹے سعدان کے کانٹے کی شکل کے ہونگے بھلا تمنے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ تو اُسی شکل کے ہونگے مگر اُنکی بڑائی کی مقدار کو سوا خداے تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا اور وہ آدمیون کو موافق اُنکے اعمال کے اُچھینگے پس بعضے تو اپنے عمل کے باعث ہلاک ہی ہوجاوینگے اور بعض بچ کر رائی جیسی ہوجاوینگے پھر بچ جائینگے اور حضرت ابوسعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی دوزخ کے پل پر گذرینگے اور اُسپر گوکھرو اور کانٹے اور آنکڑے ہونگے کہ لوگون کو دہنے اور بائین سے لپٹینگے اور اُسکے دونون طرف فرشتے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچا الٰہی بچا پس بعضے لوگ تو مثل بجلی کے گذرینگے اور بعضے ہوا کی طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے اور بعضے بھاگتے ہوے جائینگے اور بعضے چال چلتے اور گھٹنون چلینگے اور بعضے چوتڑیون گھسٹینگے اور دوزخ کے لوگ جو اُسمین رہینگے وہ تو نہ مرینگے نہ جیوینگے مگر جو لوگ گناہون اور خطاؤن میں پکڑے جاوینگے اور جل کر کوئلے سیاہ ہوجاوینگے پھر شفاعت کی اجازت ہوگی آخر حدیث تک

اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگلون پچھلون سب کو قیامت کے روز جمع کریگا چالیس برس آسمان کی طرف کو آنکھین کیے کھڑے رہینگے اور منتظر حکم فیصل کے ہونگے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود نے ایماندارون کے سجدے کے وقت تک بیان کیا اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ مومنین کو حکم کریگا کہ اپنے سر اُٹھاؤ وہ سر اُٹھا دینگے پس اُنکو اُنکے اعمال کے موافق نور عنایت ہوگا تو بعضون کو تو بڑے پہاڑ کے برابر نور ملیگا کہ اُسکے سامنے چلیگا اور بعضون کو اس سے کچھ کم ملیگا اور بعضون کو درخت خرما کے برابر ملیگا اور بعضون کو اس سے کچھ کم یہان تک کہ آخر کو ایک شخص کو نور اُسکے پانؤن کے انگوٹھے پر عنایت ہوگا وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہوجاویگا جب چمکیگا جب تو وہ پانؤن بڑھاویگا اور جب گل ہوگا تب کھڑا رہ جاویگا پھر پل صراط کے گذرنے کو ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق اُسپر سے گذرینگے بعضے بعضے تو پلک مارنے کی طرح اور بعضے بجلی کی طرح اور بعضے بادل کی طرح اور بعضے ستارون کے ٹوٹنے کی طرح اور بعضے ہوا کے مانند اور بعضے گھوڑے کی دوڑ کے مانند اور بعضے آدمی کے بھاگنے کے مانند یہان تک کہ جس شخص کے پانؤن کے انگوٹھے پر نور ملا ہوگا وہ اپنے منھ اور دونون ہاتھ پانؤن پر گھسٹتا چلیگا ایک ہاتھ بڑھاویگا تو دوسرا اٹکا رہ جاویگا اور ایک پانؤن آگے کو کریگا تو دوسرا اُلجھا رہیگا اور اُسکے پہلوؤن کو آگ لگتی ہوگی اسی طرح سے جاتے جاتے پار ہوجاویگا جب خلاص ہوگا تو وہان کھڑا ہوکر کہیگا کہ خدا کا شکر ہو کہ مجھکو ایسی طرح نجات دی کہ کسی کو نہین دی اسلیے کہ مجھکو جب بچایا جب مین اُسکا مزہ دیکھ چکا پھر اُس شخص کو جنت کے دروازے کے پاس ایک چشمہ پر لیجاوینگے وہان وہ نہاویگا۔ اور حضرت انس بن مالک رض روایت کرتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہو کہ پل صراط تلوار کی تیزی کی طرح یا دھار کی تیزی کی مثال ہو اور فرشتے مومن مردون اور عورتون کو بچاتے ہونگے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری کمر پکڑے ہونگے اور مین کہتا ہونگا کہ الٰہی بچادے بچادے مگر لغزش کرنے والے مرد اور عورتین اُس روز بہت ہونگے۔ تو پل صراط کے اہوال اور مصائب یہ ہین اُنمین بہت فکر کر اسلیے کہ قیامت کے اہوال سے زیادہ تر وہی شخص بچیگا جو دنیا مین اُسکا فکر زیادہ کریگا کیونکہ خدا تعالےٰ ایک بندے پر دو خوف جمع نہین فرمادیگا تو جو کوئی ان اہوال سے دُنیا مین ڈریگا وہ آخرت مین اُنسے مامون رہیگا اور ہماری غرض خوف سے یہ نہین کہ عورتون کی طرح سُننے کے وقت دل پر رقت ہوئی اور آنکھون سے رو لیے اور پھر جلدی سے بھول بھال لہو ولعب مین مصروف ہوگئے یہ بات خوف مین ہرگز داخل نہین بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہو اُس سے بھاگا کرتا ہو اور جس چیز کی امید کیا کرتا ہو اُسکو

طلب کیا کرتا ہو اس صورت مین وہی خوف اُس روز نجات دیگا جسکے باعث آدمی خداے تعالے کی
نافرمانی سے باز رہے اور اُسکی طاعت پر آمادہ ہو اور عورتون کے رونے کی نسبت کرکے بھی زیادہ تر
بُرا خوف بیوقوفون احمقون کا ہو کہ جب احوال کو سنتے ہین تو فوراً زبان سے استعاذہ نکلتا ہو کوئی
کہتا ہو استعیذ باللہ کوئی کہتا ہو نعوذ باللہ خدا کی پناہ الٰہی بچائیو اور باوجود اسکے اُن گناہون پر
اصرار رکھتے ہین جو سبب اُنکے ہلاک ہونے کا ہو تو ایسے شخصون کے پناہ مانگنے سے شیطان ہنستا ہو
جیسے اُس شخص پر ہنسا کرتے ہین جسپر جنگل مین کوئی درندہ حملہ کرے اور اُسکے پیچھے ایک قلعہ یا گڑھی
مضبوط ہو تو جب وہ اُس درندے کی ڈانٹ اور حملے کو دور سے دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ پناہ ہو
اس گڑھی کی اور دُہائی ہو اسکی سخت عمارت اور مضبوط دیوارون کی اور یہ قول زبان ہی سے کہے اور
اپنی جگہ سے نہ ہلے تو ان باتون سے درندہ تھوڑا ہی ہٹا جاتا ہو اسی طرح آخرت کے احوال کی گڑھی بجز
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اور کوئی نہین مگر اسکا صرف زبانی کہنا کارآمد نہین بلکہ اُسکا سچ جاننا بھی ضرور ہو اور
سچ جاننا اس طرح ہو کہ آدمی کا کوئی مقصود سواے خداے تعالی کے نہو اور نہ کوئی معبود اُسکے سوا اور
جو شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوے ہو تو وہ رستہ توحید سے ابھی دور ہو اور اُسکا معاملہ
خود خطرناک ہو پس اگر آدمی سے یہ بھی نہو سکے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کرے اور اُنکی
سنت کی بزرگی بجا لاوے اور آپ کی اُمت کے نیکبختون کی دلداری کرے اور اُنکی دعاؤن سے برکت حاصل کرے
شاید اسی جہت سے آپکی شفاعت یا اُن صلحا کی شفاعت نصیب ہو اور اگر اپنے پاس کچھ پایہ نہو تو شفاعت ہی سے نجات ملجاوے

دسوان بیان شفاعت کے ذکر مین واضح ہو کہ جب کچھ جماعتون پر ایماندارون کے عذاب کا ثبوت ہوگا تو اللہ تعالی اپنے
فضل سے اُنکے باب مین شفاعت انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی اور ایسے لوگون کی جنکا خداے تعالی کے
نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہو قبول فرماویگا پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قرابت والون اور
دوستون اور آشناؤن کے باب مین شفاعت کرینگے تو آدمی کو چاہیے کہ اس بات کا حریص ہو کہ اُن
لوگون کے نزدیک مرتبہ شفاعت حاصل کرے اُسکی صورت یہ ہو کہ کسی آدمی کو ہرگز حقیر نہ جانے کہ اللہ تعالے نے اپنی
ولایت کو اپنے بندون مین پوشیدہ رکھا ہو تو شاید جس شخص کو تیری آنکھ حقیر جانتی ہو وہ اللہ کا ولی ہو ۵

خاکساران جہان را بحقارت منگر	توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

اور کسی معصیت کو ہرگز چھوٹا نہ جانے کہ اللہ تعالی نے اپنا غضب اپنی نافرمانیون مین چھپا رکھا ہو تو شاید
جس معصیت کو تو حقیر جانتا ہو اُسی مین خداے تعالے کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر مت جان
کہ اللہ نے اپنی رضا اپنی طاعت مین پوشیدہ رکھی ہو تو شاید اُسی طاعت مین اُسکی رضا ہو گو وہ

طاعت کلمہ طیبہ ہی ہو یا ایک لقمہ ہو یا نیت درست یا کوئی اور اسی کے قائم مقام ہو اور شفاعت کی دلیلین قرآن شریف اور حدیث مین بہت ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پڑھا رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ پھر ہاتھ اُٹھا کر فرمایا اُمتی امتی پھر آپ روئے اللہ عزوجل نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے حبیب کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیون روتے ہو چنانچہ حضرت جبرئیلؑ نے خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا کہ خدا سے تعالیٰ سبب گریہ پوچھتا ہی آپ نے فرمایا کہ غم امت کے باعث روتا ہون حالانکہ یہ سبب خدا سے تعالے کو معلوم تھا جب حضرت جبرئیلؑ نے جناب احدیت مین عرض کیا تو حکم ہوا کہ جاؤ میرے حبیب سے کہو کہ مین تجکو تیری امت مین راضی کرونگا ناخوش نہین کرونگا۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتین ہین کہ مجکو عنایت ہوئی ہین مجسے پہلے کسی کو عنایت نہین ہوئی تھین اول تو رعب ایک مہینے کے فاصلے سے دوم مجکو غنیمتین حلال کی گئین مجسے پہلے کسی کو حلال نہین ہوئین تیسرے میرے لیے زمین مسجد کر دی گئی اور اُسکی خاک پاک کرنے کی چیز تو جس شخص پر میری اُمت مین سے نماز آجاوے تو چاہیے کہ پڑھ لے یعنی پانی کے نہ ملنے سے ہرج نہین اسلیے کہ مٹی ہر جگہ تیمم کے لیے موجود ہی نہ خاص جگہ نماز کی شرط ہی کہ زمین ساری سجدہ گاہ ہی چوتھے مجکو شفاعت ملی پانچوین یہ کہ ہر ایک نبی خاص اپنی قوم کے لیے بھیجا گیا ہی اور مین سب کے لیے بھیجا گیا ہون۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مین نبیون کا امام ہونگا اور اُنکی طرف سے بولنے والا اور اُنکی سفارش کرنے والا ہونگا اور اِسمین کچھ فخر نہین کرتا ہون اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین اولاد آدم کا سردار ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اول ہون اُن لوگون کا جو زمین پھٹ کر نکلینگے اور مین اول سفارش کرونگا اور سب سے پہلے میری سفارش مقبول ہوگی میرے ہاتھ مین حمد کا علم ہوگا آدم اور اُنکے سوا اُسکے نیچے ہونگے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ ہر ایک نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہی تو مین چاہتا ہون کہ اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کے واسطے دبا رکھون اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جاوینگے اور وہ اُنپر بیٹھ جاوینگے مگر میرا منبر خالی رہیگا مین اُسپر نہین بیٹھونگا اور اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا رہونگا اس خوف سے کہ مبادا مین جنت مین بھیج دیا جاؤن اور میری امت پیچھے رہجاوے

پس مین عرض کرونگا کہ یارب امتی امتی اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ای محمد تو کیا چاہتا ہی جو تیری امت کے ساتھ
کرون مین عرض کرونگا کہ الٰہی اُنکا حساب جلد ہو جاوے پس مین سفارش کیے جاؤنگا یہان تک کہ
جن لوگون کو دوزخ مین بھیج دیا گیا ہوگا اُنکے لیے برات نامہ مجکو ملیگا اور مالک دوزخ کا داروغہ مجھسے
کہیگا کہ ای محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمنے اپنی امت مین خداے تعالی کے غضب کے واسطے آگ کا کچھ حق نہ چھوڑا
اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ مین قیامت کے دن روے زمین کے پتھرون اور ڈھیلون سے
بھی زیادہ کے لیے سفارش کرونگا - اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس گوشت آیا اور ہاتھ آپ کے سامنے کیا گیا آپ کو ہاتھ اچھا معلوم ہوا کرتا تھا آپ نے اسمین سے دانت سے
کاٹا پھر فرمایا کہ قیامت کے دن مین آدمیون کا سردار ہونگا اور تمکو معلوم ہی کہ اسکی کیا وجہ ہی کہ اللہ تعالے
اگلون اور پچھلون کو ایک میدان مین جمع کریگا اور پکارنے والے کی آواز اُنکو سناویگا اور نظر کے سامنے
رکھیگا اور آفتاب قریب ہوگا اور آدمیون پر غم اور کرب اتنا ہوگا کہ اُسکی برداشت نہ کرسکینگے تب آدمی
ایک دوسرے سے کہینگے کہ دیکھتے نہین کہ ہماری کیا نوبت ہوئی ہی کسی ایسے کو کیون نہین تجویز کرتے
جو پروردگار سے سفارش کرے تب آپسمین کہینگے کہ چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائین چنانچہ حضرت آدم
علیہ السلام کے پاس جاکر کہینگے کہ تم ابو البشر ہو خداے تعالی نے تمکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم مین اپنی
روح پھونکی اور تمہارے لیے فرشتون کو سجدے کا حکم کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کرو دیکھو
ہمارا کیا حال ہی اور ہماری کیا نوبت پہونچی ہی حضرت آدم علیہ السلام اُنکو جواب دینگے کہ آج میرا پروردگار
ایسا خفا ہوا ہی کہ نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ آگے کو ہو اور اُسنے مجکو درخت جنت سے منع کیا تھا مین نے
اُسکا کہنا نہ مانا مجھے اپنی ہی جان کی پڑی ہی تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت نوح علیہ السلام کے
پاس جاؤ لوگ حضرت نوح ع کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم زمین کے باشندون کے پاس اول
رسول ہوکر آئے اور اللہ تعالی نے تمکو بندہ شکرگزار فرمایا ہمارے باب مین اپنے پروردگار سے سفارش کرو
دیکھو کہ ہمارا کیا حال ہی وہ جواب دینگے کہ آج خداے تعالی ایسا غصہ ہو رہا ہی کہ پہلے کبھی نہ ایسا ہوا
نہ آگے کو کبھی ایسا ہو اور مین اپنی قوم پر ایک بد دعا کر چکا ہون مین اپنی ہی جان کے بچاو مین ہون
تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ تم اللہ تعالی کے پیغمبر اور زمین کے لوگون مین سے
آپکے خلیل ہو اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کرو دیکھتے ہو کہ ہم کس حال مین ہین حضرت ابراہیم
جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غصہ ہوا ہی کہ پہلے کبھی نہین ہوا تھا نہ آیندہ کو ہو اور مین تین بار

جھوٹ بولا تھا اور ان کا آپ ذکر کرینگے کہ مجھے اپنی ہی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم موسیٰ علیہ السلام کے
پاس جاؤ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ رسول خدا ہیں آپ کو خدا تعالیٰ نے
اپنے رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے دیکھیے
ہمارا کیا حال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ پہلے ہوا
نہ پیچھے ایسا ہو اور میں نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا جسکے مار ڈالنے کا مجھکو حکم نہ تھا مجھے اپنی ہی فکر ہے
تم دوسرے کے پاس جاؤ تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر
کہینگے کہ آپ اللہ کے رسول اور اسکے کلام ہیں کہ مریم کی طرف ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کی روح ہیں اور آپنے
لوگون سے گود میں کلام کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے اور دیکھیے کہ ہماری کیا نوبت ہے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسے غصے میں ہے کہ نہ پہلے ایسا ہوا نہ آگے کو ایسا ہو
اور کوئی خطا اپنی ذکر نہیں فرمائی میں اپنے ہی نفس کی فکر میں ہون تم کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ میرے پاس آوینگے اور کہینگے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ
رسول خدا اور خاتم انبیا ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرمائے
اپنے رب سے آپ ہماری شفاعت فرمائیے اور ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمائیے

منگر بر گناہ و طاعت ما	لب بجنبان پے شفاعت ما

میں روانہ ہو کر عرش کے نیچے آؤنگا اور اپنے رب کے لیے سجدے میں جاؤنگا پھر اللہ تعالیٰ میرے
اوپر اپنے محامد اور ثنا کی خوبی سے وہ چیز کھول دیگا کہ پہلے کسی کے اوپر نہیں کھولی پھر کہا جاویگا کہ اے
محمد اپنا سر اٹھا مانگ تجھکو ملیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت منظور ہوگی پس میں اپنا سر اٹھاؤنگا
اور کہونگا امتی امتی یا رب یعنی الٰہی میری امت کو بخش دے مجھکو حکم ہوگا کہ اے محمد اپنی امت میں سے
جن لوگون پر حساب نہیں انکو جنت کے دروازون میں سے دہنے دروازے سے اندر پہونچا دو
اور باقی دروازون میں تیری امت کے لوگ اور لوگون کے شریک ہیں پھر فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی
جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ فاصلہ دو کواڑون کا جنت کے اتنا ہی جتنا درمیان مکہ اور حمیر یا جتنا
درمیان مکہ اور بصرے کے ہے اور ایک دوسری حدیث میں یہی مضمون جون کا تون ہے اور تینون
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائیں بھی مذکور ہیں یعنی اول کواکب کے باب میں فرمانا کہ
ہذا ربی یہ میرا پروردگار ہے دوسرے کفار کے معبودون کو فرمانا بل فعلہ کبیرھم ہذا یہ کام انہین کے
اس بڑے بت نے کیا ہے تیسرے آپ کا فرمانا کہ انی سقیم میں بیمار ہون

غرض کہ یہ حال ہر شفاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی اُمت کے لوگ عالم اور نیکبخت بھی سفارش کرینگے یہان تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] کہ میری اُمت کے ایک شخص کی شفاعت سے جنت مین ربیعہ اور مضر کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہونگے اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا[2] کہ آدمی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اُٹھ اور سفارش کر وہ اُٹھ کر اپنے خاندان اور گھر والون اور ایک اور دو شخصون کے لیے موافق اپنے عمل کے سفارش کریگا۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین[3] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص جنت مین کا قیامت کے روز دوزخ والون مین جھانکیگا اُسکو ایک دوزخی پکاریگا کہ اے فلان تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہیگا کہ مین تو نہین پہچانتا تو بتا کون ہے وہ کہیگا کہ دنیا مین فلان روز تو میرے پاس کو گذرا اور ایک گھونٹ پانی پینے کو مجھسے مانگا مین نے تجھے پانی پلایا جنتی کہیگا کہ ہان مین نے تجکو پہچانا وہ کہیگا کہ تو اُسی گھونٹ کی عوض اپنے رب سے میرے باب مین سفارش کر وہ اللہ تعالی سے اُسکے حال کہنے کی اجازت لیکر کہیگا کہ الٰہی مین دوزخ والون پر جھانکا تو ایک شخص نے دوزخیون مین سے مجھے پکارا اور کہا کہ مجھے تو پہچانتا ہے مین نے کہا کہ نہین تو کون ہے اُسنے کہا کہ مین وہ ہون کہ تو نے مجھسے دنیا مین پانی پینے کو مانگا تھا مین نے تجھے پانی پلا دیا تھا اُسکے عوض مین تو میری سفارش اپنے پروردگار سے کر پس الٰہی تو اُسکے باب مین میری سفارش قبول فرما اللہ تعالی اُسکی سفارش قبول فرماویگا اور حکم صادر ہوگا تو دوزخ سے باہر نکل آویگا۔ اور حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[4] کہ جب آدمی قبرون سے اُٹھینگے تو سب سے اول مین نکلونگا اور جب وہ میرے پاس آوینگے تو مین اُنکا خطیب یعنی اُنکی طرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا احباب الٰہی مین ہونگا اور جب وہ نا امید ہو نگے تو مین اُنکو بشارت دونگا حمد کا علم اُس روز میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین سب اولاد آدم سے اپنے رب کے نزدیک گرامی تر ہون اور کچھ فخر نہین اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[5] کہ مین اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونگا اور ایک لباس بہشت کے حلّون مین سے پہنونگا پھر عرش کے دہنی طرف کھڑا ہونگا جس مقام پر خلق مین سے میرے سوا کوئی کھڑا ہو نگا۔ اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا[6] کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپکا انتظار کرتے تھے آپ باہر نکلے یہان تک کہ جب اُنسے قریب پہونچے تو سُنا کہ وہ باتین کر رہے ہین آپ نے اُنکی باتین سُنین کسی نے کہا کہ تعجب ہے کہ اللہ تعالی نے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ یہ امر کچھ حضرت موسی علیہ السلام کے کلام سے عجیب تر نہین اللہ تعالی نے اُنسے کلام فرمایا ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو دیکھو وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہین اور شخص بولا کہ آدم علیہ السلام کو

[1] ابوعمر بن صالح کی کتاب مین بروایت ابو اُمامہ بروایت ہمکو پہونچی ہے بازکر اختلاف اور مشائخ کہتے ہین کہ وہ شخص عثمان بن عفان ہین جنکی شفاعت کا ذکر حدیث مین ہے ۱۲
[2] ترمذی بروایت ابوسعید و بزار بروایت انس ۱۲
[3] ابو یعلی و بیہقی در بعث و نشور ۱۲
[4] ترمذی اور کہا ہے کہ حسن اور غریب ہے ۱۲
[5] ترمذی بروایت ابوہریرہ اور کہا ہے کہ حسن و غریب ہے
[6] ترمذی اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲

خداے تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے سامنے ہوے اور سلام کیا اور فرمایا
کہ مین نے تمھاری گفتگو سنی اور تمھارا تعجب کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہین اور وہ ایسے ہی ہین
اور موسی علیہ السلام اللہ کے ہمکلام ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور عیسی علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ
ہین اور وہ ایسے ہی ہین اور آدم علیہ السلام کو خداے تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور وہ ایسے ہی ہین اب
سن لو کہ مین اللہ کا حبیب ہون اور کچھ فخر نہین اور مین اُٹھانے والا لواے حمد کا قیامت کے دن ہون
اور کچھ فخر نہین اور مین سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہون اور سفارش میری سب سے اول قبول
ہونے والی ہے اور کچھ فخر نہین اور مین لوگون مین سے سب سے پہلے جنت کے دروازون کے کڑے
ہلاؤنگا اور میرے لیے دروازہ خداے تعالیٰ کھول دیگا اور مین اندر جاؤنگا اور فقراے مومنین
میرے ساتھ ہونگے اور کچھ فخر نہین اور مین سب اگلون اور پچھلون سے بزرگتر ہون اور کچھ فخر نہین

گیارھوان بیان حوض کے ذکر مین واضح ہو کہ حوض ایک بڑی عطا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے ہمارے
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور اخبار اُسکے وصف پر مشتمل ہین ہم اللہ تعالیٰ سے
توقع رکھتے ہین کہ دنیا مین وہ ہمکو اُسکا علم اور آخرت مین اُسکا ذائقہ نصیب فرماوے اسلیے کہ اُسکی
تاثیر یہ ہے کہ جو کوئی اُسمین سے پیوے تو پھر کبھی پیاسا نہو حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک ہلکی نیند سوئے پھر جو سر اُٹھایا تو تبسم کرتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون ہنسے
آپ نے فرمایا کہ ایک آیت مجھپر اسوقت اُتری ہے اور پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ
یہان تک کہ تمام کیا سورت کو پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ اور اُسکا
رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جسکا وعدہ مجھسے میرے پروردگار نے جنت مین
کیا ہے اُسپر برکت بہت ہے اُسپر ایک حوض ہے کہ جسپر میری اُمت قیامت کے دن آویگی اُسکے برتن
اتنے ہین جتنے آسمان کے ستارے اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اُس حال مین کہ مین جنت مین سیر کرتا تھا یکایک مین ایک نہر پر پہونچا کہ جسکے دو طرفہ قبے
موتیون کے بیچ مین سے خالی تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے اُنھون نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپکے
رب نے آپکو مرحمت کی ہے پھر فرشتے نے اُسپر اپنا ہاتھ مارا تو دیکھا کہ اُسکی مٹی مشک اذفر ہے اور وہی راوی
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے حوض کے دونون طرف کی پتھریلی زمین مین
اتنا فاصلہ ہے جتنا مدینہ منورہ اور صنعاے یمن مین ہے یا جتنا مدینہ مکرمہ اور عمان شام کے شہر مین ہے
اور حضرت ابن عمر رضہ روایت کرتے ہین کہ جب سورہ انا اعطینا اتری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہی جنت مین جسکے دونون کنارے سونے کے ہین اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید
اور شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے بڑھکر خوشبو ہی موتی اور مونگے کی پتھریون پر بہتا ہی۔
اور ثوبان مولی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
حوض عدن سے لیکر عمان بلقاے شام کے شہر تک ہی اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے
زیادہ میٹھا ہی اور اُسکے کوزے آسمان کے ستارون کی گنتی کے برابر ہین جو شخص اُسمین سے ایک گھونٹ
پیویگا کبھی پیاسا نہوگا لوگون مین سے اُسپر سب سے پہلے فقراے مہاجرین آوینگے حضرت عمر رض نے عرض کیا
کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جنکے سر کے بال اُلجھے ہوے اور کپڑے میلے ہین اور جو [illegible]
نکاح نہین کرتے اور اُنکے لیے ڈیوڑھیون کے دروازے نہین کھولے جاتے۔ اس حدیث کو سُنکر
حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے فرمایا کہ مین نے تو فاطمہ بنت عبدالملک دولتوالی نازپروردہ سے نکاح
کیا ہی اور میرے لیے دروازے ڈیوڑھیون کے بھی مفتوح ہین مگر یہ کہ خداے تعالی مجھپر رحم کرے ضرور ہی کہ
مین سر مین تیل نہ ڈالونگا تاکہ بال اُلجھ جاوین اور نہ کپڑے دھلاؤنگا تاکہ میلے رہین۔ اور حضرت ابوذر رض سے
روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ حوض کے برتن کیسے ہین
آپ نے فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین محمد کی جان ہی کہ اُسکے برتن آسمان کے
ستارون کے شمار سے زیادہ ہین جب کہ رات اندھیری اور آسمان گرد وغبار سے صاف ہو جو کوئی اُسمین سے
پیویگا آخر تک پیاسا نہوگا اور اُسمین دو پرنالے جنت مین سے گرتے ہین اور اُسکا عرض طول کے برابر ہی
اور وہ اتنا ہی جتنا فاصلہ عمان اور ایلہ کے درمیان ہی اور اُسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے
زیادہ شیرین ہی۔ اور حضرت سمرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک
نبی کے واسطے ایک حوض ہی اور انبیا آپسمین فخر کرینگے کہ کس کے حوض پر زیادہ آدمی آتے ہین اور مین امید
توقع کرتا ہون کہ اُن سب سے زیادہ میری حوض پر لوگ وارد ہون۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توقع ہی
اسلیے ہر ایک بندے کو چاہیے کہ توقع کرے کہ حوض پر آنے والون مین سے ہو اور اس بات سے احتراز کرے
کہ براہ مغالطہ تمنا کرے اور جانے کہ مین توقع کرتا ہون اسلیے کہ توقع خرمن کی اُس شخص کو ہوتی ہی جو
زمین مین بیج ڈالے اور اُسکو صاف کرے اور پانی دے پھر بیٹھکر اللہ تعالے کے فضل سے توقع کرے
کہ وہ اُگا دیگا اور کاٹنے کے وقت تک آفات سے محفوظ رکھیگا مگر جو شخص نہ زمین جوتے نہ بووے نہ اُسکو
صاف کرے نہ پانی سینچے اور امید رکھے کہ خداے تعالی اپنے فضل سے دانہ جماویگا اور میوہ لگادیگا تو یہ
شخص توقع والا نہین بلکہ مغالطہ والا اور رجا کرنے والا ہی اور اب اکثر لوگون کی توقع کا یہی حال ہی

ح ترمذی وابن ماجہ ۱۲
ح مسلم
ح بخاری ۱۲
ح ترمذی اور [illegible] ۱۲

وہ احمقون کے سے مغالطہ مین پڑے ہین ہم پناہ مانگتے ہین خدا سے تعالی سے اس غفلت اور مغالطہ سے
اسلیے کہ خدا سے تعالی پر مغالطہ ہوجانا دنیا کے باب مین مغالطہ کھانے کی نسبت کہ بہت زیادہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے
فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ــــ

بارھوان بیان دوزخ کے حال اور اُسکے ہولون اور عذابون کے ذکر مین - ای لوگو تم جو دنیاے فانی
اور قریب الزوال کے دھندھون پر مغالطہ کھا کر اپنے نفس سے غافل ہو تو ایسی چیز مین فکر
کرنا چھوڑو جسمین سے کوچ کر جاؤگے اور اُس چیز مین فکر کرو کہ جسمین وارد ہوگے یعنے تمکو اطلاع
مل چکی کہ آتش جہنم سب کے اُترنے کی جاگہ ہے چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا
كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا
اس آیت سے اُترنا تو یقینًا ثابت ہے اور نجات مین شک ہے بس اب اپنے دل مین اُس اُترنے کی جاگہ کا ہول
سوچو کہ شاید اُس سے بچنے کے لیے مستعد ہوجاؤ اور لوگون کے حال مین تامل کرو کہ قیامت کے
مصائب سے جو اُنپر گذرا ہوگا وہ تو گذر ہی چکا ہوگا ابھی اُسکی سختی اور اہوال مین گرفتار ہوکے منتظر ہونگے
کہ اُسکی حقیقت حال اور سفارش کرنے والے کی سفارش کی منظوری معلوم ہو کہ اتنے مین مجرمون کو اندھیریان
شاخ درشاخ گھیر لینگی اور اُنپر آتش شعلہ انگیز چھا جاویگی آواز اور جھنجھلاہٹ اُنکے کان مین پڑیگی اور
شدت غضب پر دال ہوگی اُسوقت مین مجرمون کو اپنی ہلاکی کا یقین ہوجاویگا اور سب لوگ گھٹنے کے
بل گرجاوینگے اور جو لوگ بری بھی ہونگے اُنکو اپنے بُرے انجام سے خوف لگیگا - اور دوزخ کے
فرشتون مین سے ایک پکارنے والا یون کہتا ہوا نکلیگا کہ کہان ہے فلان بیٹا فلان کا جسکا
نفس دنیا مین طول امل کے باعث لیت ولعل کیا کرتا تھا اور بُرے کام مین اپنی عمر تلف کیا کرتا تھا
پس اُسپر لوہے کے گرز لیکر لپکینگے اور بڑی بڑی دھمکیان دینگے اور سخت عذاب مین کو کھینچینگے
اور اوندھے منھ دوزخ کے قعر مین ڈال دینگے اور کہینگے کہ لے مزا چکھ تو تو عزت والا اور بزرگی والا ہے
اب اس گھر مین رہ جسکے کنارے تنگ اور راہ تاریک اور مبہم اور مہلک ہین اسیر اسمین ہمیشہ رہتا ہے
اور یہ ہمیشہ آتشخانہ بنا رہتا ہے اسکے قیدیون کے پینے کی چیز کھولتا پانی ہے اور اُنکا ٹھکانا دوزخ
آگ کے فرشتے اُنکو گُرز مارتے ہین اور آگ اُنکو جلا دیتی ہے اُنکی تمنا اُسمین مرجانے کی ہے مگر
اُس سے رستگاری کہان اُنکے پانوٴن ماتھے کے بالون سے بندھے ہونگے اور گناہون کی تاریکی
سے منھ سیاہ ہونگے ہر طرف اور ہر گوشے مین پکارینگے اور چلاوینگے ای مالک ہمسے جو وعدہ عذاب تھا
سو پورا ہوچکا ہمپر بیڑیان بھاری پڑ گئین ہمارے چمڑے جل گئے ہمکو یہان سے نکال دے کر اب نہ کرینگے

دوزخ کا داروغہ جواب دیگا کہ بس اب امن کے دن دور گئے تمکو اس ذلت کے گھر سے نکلنا نصیب نہوگا اسیمین پھٹکارے پڑے رہو مجھسے گفتگو نہ کرو اگر تم بالفرض نکال بھی دیے جاؤگے تو تم اپنے کردار سے باز نہ آؤگے جس چیز سے تمکو روکا گیا ہے وہی عمل مین لاؤگے اسکے سُننے سے ناامید ہونگے اور خدا تعالی کے مقابل مین جو باتین کی ہونگی اُنپر افسوس کرینگے مگر اب کیا ہوتا ہے اب تو نہ عذر سے کام چلے نہ پشیمانی بچاوے نہ حسرت سود مند ہو بلکہ منھ کے بل گلون مین طوق پڑے ہوے دوزخ مین قید ہونگے کہ آگ ہی اوپر آگ ہی نیچے آگ ہی داہنے آگ ہی بائین ہوگی غرض کہ آگ مین ڈوبے رہینگے کھانا ہوگا تو آگ کا اُنکا پینا ہوگا تو آگ کا اور کپڑا ہوگا تو آگ کا اور بچھونا ہوگا تو آگ کا یعنی وہ لوگ آگ کے کپڑے اور گندھک کے کرتے پہنے گرز کھاتے ہونگے اور بھاری بیڑیان پڑی ہونگی اور دوزخ کی تنگ راہون مین آواز کرتے اور اُسکے طبقات مین شکستہ پھرتے ہونگے اور اطراف وجوانب مین اضطراب کرتے ہونگے آگ اُنکو ہانڈی کے اُبال کی طرح اُبالیگی اور وہ خرابی اور تباہی اور فریاد اور واویلا کا غل کرتے ہونگے جبھی ہلاک کا لفظ منھ سے نکالینگے تو اُنکے سر کے اوپر سے کھولتا پانی ڈھلا جاویگا جس سے اُنکی آنتین اور چمڑے پگھل جاوینگے اور اوپر سے گرزون کی مار ہوگی جس سے اُنکے ماتھے چور ہوکر منھ سے پیپ نکلیگی اور پیاس کے مارے جگر ٹکڑے ہونگے آنکھون کے ڈھیلے رخسارون پر نکلینگے اور رخسارون کے اوپر سے گوشت اور ہاتھ پاؤن پر سے گوشت اور پوست اور بال سب جھڑ پڑینگے اور جب چمڑے پک جاوینگے تو اور چمڑے بدل دیے جاوینگے اور گوشت سے ہڈیان خالی ہونگی اور جان صرف رگون اور پٹھون مین لگی رہ جاویگی اور اُن آگ کی لپٹون مین شور کر رہی ہوگی اور وہ لوگ اس حال مین موت کی تمنا کرینگے مگر نہ مرینگے پس جب تم اُن لوگون کا حال دیکھو کہ منھ تو کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہو رہے اور آنکھون سے اندھے اور زبانون سے گونگے ہڈیان اور پٹھین ٹوٹی ہوئین ناک کان کٹے ہوے چمڑے پھٹے ہوے ہاتھون کے طوق گردنون مین پڑے ہوے اور پیشانی کے بالون سے پاؤن بندھے ہوے آپنا اور آگ پر اپنے چہرون سے چلتے ہین اور لوہے کے گوکھرو اپنی آنکھ کے ڈھیلون سے کچلتے ہین تو تمھارا کیا حال ہو تمکو نظر آوے کہ آگ کا شعلہ اُنکے اندر کے اجزا مین دوڑ رہا ہے اور ظاہر کے اعضا پر دوزخ کے سانپ بچھو لپٹے ہین یہ تو حالات مجمل ہونگے اب اُنکی تفصیل کو دیکھو یعنی اول دوزخ کے جنگلون اور اُسکی گھاٹیون مین فکر کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جہنم مین ستر ہزار جنگل ہین اور ہر جنگل مین ستر ہزار شعبے اور ہر شعبے مین ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو ہین کافر و منافق جب تک ان سب سے نہین ملتا تب تک اپنے انجام کو نہین پہونچتا اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ وادی حزن یا جاہ حزن سے پناہ مانگو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہو آپ نے فرمایا کہ جہنم کا ایک جنگل ہو جس سے جہنم ہر روز ستر بار پناہ مانگتی ہو اُسکو اللہ تعالے نے ریاوا لے قاریون کے لیے بنایا ہو۔ یہ حال تو جہنم کی وسعت اور اُسکے جنگلون کے شاخ در شاخ ہونے کا ہو اور اُسکے جنگلون کی شمار اتنی ہی ہو جتنی دنیا کے جنگل اور اُسکی خواہشین ہین اور جہنم کے دروازون کی شمار موافق تعداد سات اعضا کے ہو جنسے آدمی گناہ کرتا ہو اور ایک دوسرے کے اوپر ہین سب سے اوپر والا جہنم ہو پھر سقر پھر لظی پھر حطمہ پھر سعیر پھر جحیم اور سب سے نیچے ہاویہ ہو پھر اب ہاویہ کے عمق کو تامل کرو کہ اُسکے عمق کی کچھ حد نہین جیسے کہ دنیا کے شہوات کی کچھ حد نہین یعنی جس طرح دنیا کی ایک حاجت پوری نہین ہوتی کہ دوسری اُس سے بڑی پیش آجاتی ہو اسی طرح دوزخ کا ایک گڑھا تمام نہین ہوتا کہ دوسرا اُس سے گہرا آتا ہو حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ دفعۃً ایک دھما کا سُنا آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہو ہمنے کہا کہ اللہ تعالے اور اُسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ ایک پتھر ہو کہ جہنم مین ستر برس ہوے جب چھوڑا گیا تھا اِسوقت اُسکی تہ پر پہونچا پھر دوزخ کے طبقون کے فرق کو تامل کرو کہ آخرت کے معاملات مین بڑے بڑے درجے اور مراتب ہین پس جس طرح لوگون کا دنیا پر گرنا مختلف ہو یعنی بعضے تو خوب اُسمین ڈوبے ہوے کی طرح مصروف رہتے ہین اور بعضے ایک حد مین تک اُسمین گھستے ہین اسی طرح آگ کا لگنا بھی اُنپر متفاوت ہوگا کیونکہ اللہ تعالی ذرہ بھر بھی ظلم نہ کریگا تو اس [illegible] معلوم ہوا کہ جو شخص دوزخ مین جاویگا یہ ضرور نہین کہ اُسپر ہر قسم کا عذاب پڑے یا وہ دوزخ مین کسی طرح سے جاوے بلکہ ہر شخص پر عذاب ایک حد خاص پر ہوگا جو اُسکی نافرمانی کے موافق ہو اُسپر بھی جسکو کم سے کم عذاب ہوگا اُسکا یہ حال ہوگا کہ اگر بالفرض اُسکے پاس تمام دنیا ہو تو وہ اپنی تکلیف کی شدت کے عوض مین اُسکو دے ڈالے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز آدمی پر کمتر عذاب دوزخ کا یہ ہوگا کہ اُسکو دو جوتیان آگ کی پہنائی جاوینگی جس سے اُسکا مغز اُبلنے لگیگا تو دیکھو جسپر ہلکا عذاب ہوگا اُسکی تو یہ کیفیت ہو جسپر سخت ہوگا اُسکی کیا صورت ہوگی اور اگر تمکو عذاب آتش مین کچھ شک ہو تو اپنی اُنگلی ذرا آگ کے پاس لیجاؤ اور اس سے قیاس اُس آگ کا کرلو پھر یہ یاد رہے کہ یہ تمہارا قیاس درست نہوگا اسواسطے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مشابہ نہین مگر چونکہ دنیا مین کوئی عذاب سخت آگ کی نسبت کر نہین تو عذاب جہنم کو بتلانے کے لیے دنیا کی آگ سے تشبیہ دی ورنہ اگر دوزخیون کو بجائے آتش دوزخ کے دنیا کی آگ دیجاوے تو بے شک دوڑ کر اپنی خوشی سے اُسمین کود پڑین اسلیے کہ دوزخ کی

تکلیف بہت زیادہ ہے اور دنیا کی آگ اُسکی نسبت گویا راحت ہے اور اسی لیے بعض احادیث میں آیا ہے
کہ دنیا کی آگ آب رحمت سے ستر پانی میں دھوئی گئی ہے یہان تک کہ دنیا کے لوگون کے کام کی ہوئی ہے
بلکہ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کی تصریح بھی کر دی کہ اللہ تعالے کے حکم سے
وہ آگ ہزار برس جھونکی گئی یہان تک کہ لال ہوگئی پھر جھونکی گئی یہان تک کہ سفید ہوگئی پھر جھونکی گئی
یہان تک کہ سیاہ ہوگئی اب وہ سیاہ اندھیری ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ دوزخ نے اپنے
پروردگار سے شکایت کی اور عرض کیا کہ الٰہی میرے حصہ نے بعض کو کھا لیا اُسکو اجازت ملی کہ
دو سانس لے لیا کرے ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس موسم گرما میں جو تمکو سخت گرمی معلوم
ہوتی ہے یہ اُسی کی سانس کی حرارت ہے اور جاڑے میں جو شدت کا جاڑا معلوم ہوتا ہے تو اُسی کی
سانس کی تاثیر سے ہے - اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ قیامت کے دن کافرون میں سے سب سے زیادہ
نازپروردہ دولت و نعمت شخص کو لاوینگے اور اُسکو حکم ہوگا کہ اسکو آگ مین غوطہ دے دو غوطے کے بعد اُس سے
پوچھا جاویگا کہ کبھی تونے آرام دنیا میں پایا تھا وہ کہیگا کہ نہیں اور مسلمانون میں سے جسکو دنیا میں سب سے
زیادہ تکلیف ہوئی ہوگی اُسکو لاوینگے اور حکم ہوگا کہ اسکو جنت میں غوطہ دے دو پھر اُس سے پوچھا جاویگا
کہ تونے کبھی کوئی تکلیف اُٹھائی ہے وہ کہیگا کہ نہیں - اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ اگر مسجد مین
لاکھ آدمی یا زیادہ ہون پھر ایک آدمی دوزخیون مین سے سانس لے تو یہ سب مرجاوین - اور
بعض علما نے اس آیت کی تفسیر [illegible] تلفح وجوھھم النار کہا ہے کہ آگ اُنکو ایک لپٹ دیگی جس سے
کسی ہڈی پر گوشت نہ چھوڑیگی بلکہ ایڑی پر گرا دیگی - پھر اُس پیپ کی بدبو مین تامل کرو
جو دوزخیون کے بدن مین سے بہیگی یہان تک کہ اُسمین ڈوب جاوینگے اور اُسکا نام غساق ہے
حضرت ابوسعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک ڈول جہنم کے
غساق کا دنیا مین ڈال دیا جاوے تو تمام باشندے بدبو کر جاوین - اور یہی اُنکو پینے کو ملیگا جب
پیاس سے فریاد کرینگے چنانچہ قرآن مجید مین ہے یُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ یَتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ
وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ اور دوسری جگہ ہے وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ
كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا پھر اُنکے کھانے کو دیکھو کہ سینٹھ ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ
فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ اور فرمایا اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ
اَصْلِ الْجَحِیْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ

ثُمَّ اِنَّ لَھُمْ عَلَیْھَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَھُمْ لَاِلَی الْجَحِیْمِ اور فرمایا تعالیٰ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ اور فرمایا تعالیٰ اِنَّ لَدَیْنَا اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک قطرہ زقوم کا دنیا کے سمندرون مین گر پڑے تو دنیا کے لوگون پر انکی زندگی خراب ہو جاوے پس کیا حال ہوگا اُن لوگون کا جنکی یہ غذا ہوگی۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی رغبت خدا ے تعالی نے دلائی ہو اُسی مین تو رغبت کرو اور جس چیز سے خوف دلایا اور ڈرایا ہو اُس سے ڈرو یعنی اُسکے عذاب اور سزا سے خوف کرو اور جہنم سے ڈرو کہ اگر ایک قطرہ جنت کا تمھاری دنیا مین جسمین کہ تم موجود ہو تمھارے پاس ہو تو دنیا کو تمھارے لیے اچھا کر دے اور اگر دوزخ کا قطرہ تمھارے ساتھ اس دنیا مین کہ تم موجود ہو ہووے تو تمھارے اوپر اُسکو میلا اور بُرا کر دے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ والون پر بھوک ڈال دی جاویگی تاکہ اُنپر عذاب کی تکلیف ٹھیک ٹھیک ہو پس کھانے کے لیے فریاد کرینگے تو غذا کانٹون کی دیجاویگی جو نہ موٹا کرے نہ بھوک دور کرے اور پختہ کھانے کے لیے پھر فریاد کرینگے تو کھانا گلے مین اٹکتا ملیگا پھر یاد کرینگے کہ ہم دنیا مین گلے مین اٹکی چیزون کو پانی سے اُتار لیا کرتے تھے پھر پانی کے لیے فریاد کرینگے تو کھولتا پانی لوہے کے آنکڑون سے اُٹھا کر اُنکے قریب کیا جاویگا جبھی اُنکے مُنھ کے پاس جاویگا تو مُنھ بھُن جاوینگے اور جب وہ پانی پیٹ مین جاویگا تو پیٹ کے اندر کے اعضا کے ٹکڑے کر دیگا پھر کہینگے کہ جہنم کے داروغون کو بلاؤ اُنکو بُلا کر کہینگے کہ اپنے رب سے دعا مانگو کہ ہمکو کسی روز عذاب مین تخفیف کر دے وہ کہینگے کہ کیا تمھارے پاس تمھارے پیغمبر معجزے نہین لائے تھے وہ کہینگے کہ لائے تو تھے داروغہ کہینگے کہ تو پکارا کرو کافرون کا پکارنا محض گمراہی کا ہی پھر وہ لوگ مالک کو پکار کر کہینگے کہ تیرا رب ہمپر جو حکم کرتا ہو کر چکے مالک جواب دیگا کہ تم دوزخ ہی مین رہوگے اعمش کہتے ہین کہ مالک سے کہنے اور اُسکے جواب دینے مین مینے سنا ہے کہ ہزار برس کا فاصلہ ہوگا پھر کہینگے کہ اپنے رب کو پکارو اُس سے بہتر اور کوئی نہین چنانچہ خدا ے تعالی سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمپر بدبختی غالب ہوئی اور ہم گمراہ تھے الٰہی ہمکو اس بلا سے نکال اگر پھر ہم ایسا کرین تو ہم ظالم ہونگے جناب الٰہی سے اُنکو جواب ملیگا کہ اِخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ یعنی دوزخ ہی مین پھٹکارے پڑے رہو اور مجھسے نہ بولو یہ جواب سُنکر ہر ایک خیر سے ناامید ہونگے اور چیخنا چلانا اور حسرت اور ہلاکی کے الفاظ بولنے شروع کرینگے۔ اور حضرت ابوامامہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

اس آیت کی تفسیر مین وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ فرمایا کہ پانی اُسکے پاس کیا جاویگا
تو اُس سے ناک چڑھاویگا مگر جب اُسکے منھ سے لگایا جاویگا تو منھ کو جھلس دیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور
جب پیویگا تو انتین کٹ کر پاخانے کے مقام سے نکل پڑینگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ
اور فرمایا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ پس بھوک اور پیاس کے وقت نیغذا
اور پانی ہوگا اب دیکھو کہ جہنم کے سانپ اور بچھو بڑے قد کے نہایت زہریلے بُری صورت کے دوزخیون پر
معین ہونگے اور اُنپر برانگیختہ کیے جاوینگے تو ایک دم بھر کے لیے بھی نوچنے اور کاٹنے سے مہلت نہ دینگے
حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو خدائے تعالیٰ نے
مال دیا اور اُسنے اُسکی زکوٰۃ نہ دی تو اُسکا مال قیامت کے روز گنجے سانپ کی صورت کا بنایا جاویگا جسکی
آنکھون پر دو نقطے سیاہ ہونگے وہ اُس شخص کے گلے مین پڑکر اُسکی دونون باچھین پکڑکر کہیگا کہ مین تیرا
مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ
مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سانپ بختی اونٹون کی گردنون جیسے ہونگے وہ اگر
ایک دفعہ کاٹینگے تو اُسکی لہر چالیس برس تک معلوم ہوگی اور اُسمین بچھو اتنے بڑے ہونگے جیسے پالان
کھنچے خچر اُنکے نیش کی لہر چالیس برس تک رہیگی۔ اور یہ سانپ اور بچھو اُس شخص پر مسلط کیے جاوینگے
جسپر دنیا مین بخل اور بدخلقی اور لوگون کی ایذا مسلط ہے اور جو ان باتون سے دنیا مین محفوظ ہے وہ
اُن سانپون سے محفوظ رہیگا اُسکے لیے سانپ مجسم نہ کیے جاوینگے۔ پھر ان سب کے بعد دوزخیون کے جسم کی
بڑائی مین فکر کرو کہ اللہ تعالیٰ اُنکا جسم طول اور عرض دونون مین بڑھا دیگا تاکہ اسکے باعث اُنکو زیادہ
عذاب ہو اور آگ کی لپٹ اور سانپ بچھوون کا کاٹنا بہت جگہ ہو سکے اور سب کی تکلیف ایکبارگی
برابر ہوتی رہے حضرت ابوہریرہ رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ کافر کی
داڑھ دوزخ مین مثل احد پہاڑ کے ہوگی اور اُسکے چمڑے کی موٹائی تین دن کے سفر کی برابر ہوگی
اور ایک حدیث مین ہے کہ کافر کا نیچے کا ہونٹ سینے پر آپڑیگا اور اوپر کا اتنا اونچا ہوگا کہ اُسکے چہرہ کو
ڈھانپ لیگا۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز کافر اپنی زبان دوزخ کے بندی خانے مین
گھسیٹینگے اور لوگ اُسکو اپنے پانون تلے مانینگے اور باوجود جسم کے بڑا ہونے کے آگ اُنکو بار بار پھونکتی رہیگی
نئے نئے گوشت پوست اُنپر آتے رہینگے حضرت حسن رح اس آیت کی تفسیر مین كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم
بَدَّلْنَاهُمْ غَيْرَهَا فرماتے ہین کہ آگ دوزخیون کو ایک دن مین ستر ہزار بار کھالیا کریگی جب کھالیگی جبھی

کہدیا جاویگا کہ پھر ویسے ہی ہو جاؤ وہ فوراً جون کے تون ہو جاوینگے - پھر اب دوزخیون کے رونے مین
فکر کر او رانکی جنگھاڑ اور تباہی اور خرابی پکارنے کو خیال کر کہ یہ باتین اُنپر آگ مین ڈالتے وقت مسلط
کیجاوینگی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جہنم کو اُس روز اس طرح لاوینگے کہ اُسکی ستر ہزار
باگین ہونگی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے لگے ہونگے - اور حضرت انس رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ دوزخیون پر رونا بھیجا جاویگا تو اتنا روینگے کہ آنسو نہ رہینگے پھر خون روینگے یہان تک کہ
چہرون مین درارین سی سو جھنے لگینگی ایسی کہ اگر اُنمین کشتیان چھوڑدی جاوین تو بہنے لگین اور جب تک کہ
اُنکو رونے اور چیخنے اور واویلا اور تباہی پکارنے کی اجازت رہیگی تب تک اُنکو کچھ راحت ملتی رہیگی مگر پھر
ان باتون سے بھی روک دیے جاوینگے - اور محمد بن کعب رحؒ فرماتے ہین کہ دوزخ والے پانچ بار دعا مانگینگے
چار کا تو خدا تعالی اُنکو جواب دیگا جب پانچوین ہوگی تو پھر کبھی بولنا نصیب نہو گا اول بار یہ کہینگے
رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ
اللہ تعالی اُنکو یون ارشاد فرماویگا ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوا
فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ دوسری بار یہ عرض کرینگے رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا
اللہ تعالی جواب دیگا اَوَلَمْ تَكُونُوا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ تیسری بار کہینگے
رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ اللہ تعالی جواب دیگا اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ
مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَّصِيرٍ چوتھی بار التجا کرینگے رَبَّنَا غَلَبَتْ
عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظَالِمُونَ
اللہ تعالی اُنکے جواب مین ارشاد فرماویگا اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ اسکے بعد پھر نہ بولینگے
اور یہ نہایت درجہ کا سخت عذاب ہے مثل مشہور ہے کہ زبردست مارا اور رونے نہ دے حضرت مالک بن انس رضؓ
فرماتے ہین کہ حضرت زید بن اسلم رضؓ نے اس آیت کی تفسیر مین سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ
ارشاد فرمایا کہ سو برس صبر کیا اور سو برس بیقراری کی پھر کہا سَوَاءٌ عَلَيْنَا الخ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز موت کو حاضر کرینگے ایسی صورت مین کہ گویا سفید مینڈھا ہے پھر وہ
جنت اور دوزخ کے درمیان مین ذبح کیجاویگی اور اہل جنت سے کہدیا جاویگا کہ اب ہمیشہ رہنا ہے
بلاموت کے اور دوزخ والون کو سُنا دیا جاویگا کہ سدا رہنا ہے بے مرنے کے - اور حضرت حسن بصری رضؓ
سے مروی ہے کہ ایک شخص ہزار برس کے بعد دوزخ سے نکلیگا اور وہ شخص مین ہی ہون تو کیا اچھا ہو
اور ایک بار کسی نے آپ کو ایک گوشے مین بیٹھے ہوے روتے دیکھا اور پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین

آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہیں مجھے دوزخ مین ڈال دے اور کچھ پروا نہ کرے۔ غرض کہ مجملاً عذاب
اہل جہنم کی قسمین یہ ہین اور اُسکے غمون اور محنتون اور حسرتون کی تفصیل کی کچھ انتہا نہین۔ شدت
عذاب کے ساتھ جو بڑی مصیبت دوزخیون پر ہوگی یہ ہے کہ راحت جنت کے نہ ملنے کی حسرت اور خدائے تعالیٰ کے
نہ ملنے کی حسرت اور اُسکی خشنودی کے کھو بیٹھنے کی حسرت ہوگی اور جانتے ہونگے کہ یہ سب نعمتین ہمنے
چند کھوٹے دامون کی عوض مین دے ڈالین یعنی ان نعمتون کو جو کھویا تو صرف دنیا کے چند چھوٹے دنون کی
شہوات کے بدلے مین ضائع کیا اور وہ بھی صاف از کدورت نہ تھین بلکہ کدورت آمیز تھین اسی لیے
کہینگے کہ ہائے افسوس ہمنے اپنے نفسون کو اپنے پروردگار کی نافرمانی کرکے کیسے ہلاک کیا اور چند چھوٹے
دنون سے صبر کی تکلیف نہ اٹھائی اگر ہم صبر کرتے تو وہ دن گذر ہی جاتے اور اب ہم راضی اور خوش اور
چین چان سے خدائے تعالیٰ کے سایے مین رہتے پس جب اُنسے لذات آخرت تو جاتے رہے اور ان
مکروہات مین مبتلا ہوے اور اُنکے پاس دنیا کی آسائش اور لذات سے کچھ نہ رہا تو اس حسرت کا کیا ٹھکانا ہے
پھر اگر وہ جنت کی آسایش کو مشاہدہ نہ کرتے تب بھی اُنکو زیادہ حسرت نہوتی مگر جنت کی بہار بھی اُنکے سامنے
کیجاویگی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کو حکم ہوگا کہ جنت کی
طرف لیجاؤ جب وہ اُسکے پاس جاوینگے اور اُسکی خوشبو سونگھینگے اور اُسکے محلون کو دیکھینگے اور جو چیزین کہ
اللہ تعالیٰ نے جنت والون کے واسطے تیار کین اُنپر اُنکی نگاہ پڑیگی تو آواز ہوگی کہ انکو وہان سے ہٹاؤ جنت مین
انکو کچھ بہرہ نہین پس وہان سے ایسی حسرت لیکر پھرینگے کہ ایسی اگلون پچھلون مین کسی کو نہوئی ہوگی
اور عرض کرینگے کہ الٰہی اگر تو ہمکو پہلے ہی دوزخ مین ڈالتا اور یہ بہارین اور اپنے دوستون کے لیے
جو کچھ تو نے تیار کی ہین ہمکو نہ دکھاتا تو دوزخ مین جانا آسان معلوم ہوتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویگا
کہ مین نے قصداً ایسا کیا ہے اسلیے کہ تم دنیا مین جب علٰحدہ ہوتے تھے تو بڑی بڑی نافرمانیون سے
میرے سامنے ہوا کرتے تھے اور جب لوگون سے ملتے تھے تو اُنسے فروتنی سے ملتے اُنکے دکھلانے کو
وہ باتین کرتے جو دل سے میرے واسطے نہ کرتے لوگون سے ڈرتے اور مجھسے نہ ڈرتے اُنکی تعظیم کرتے
اور میری نہ کرتے اُنکی خاطر سے کوئی چیز چھوڑ دیتے اور میری خاطر سے نہ چھوڑتے تو آج مین تمکو
عذاب دردناک چکھاؤنگا اور ثواب پایدار سے جدا محروم کردیا ہے۔ احمد بن حرب رح کہتے ہین کہ
عجیب بات ہے کہ ہم لوگ دھوپ کے اوپر تو سایے کو ترجیح دیتے ہین مگر دوزخ پر جنت کو ترجیح نہین دیتے
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ بہت سے جسم صحیح اور صورتین ملیح اور زبانین فصیح قیامت کے
روز دوزخ کی تہون مین فریاد کرینگی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مجھکو تیرے آفتاب کی

گرمی پر تو صبر ہی نہین پھر دوزخ کی گرمی پر تجکو کیسے صبر ہوگا اور تیری مہربانی کی آواز پر تو مجکو صبر نہین پھر تیرے عذاب کی آواز پر مجھے کیسے صبر ہوگا پس ای مسکین ان ہولون کو دیکھ اور جان کہ خدای تعالی نے دوزخ کو مع اُسکے ہولون کے پیدا کیا ہے اور اُسکے واسطے اہل بنائے ہین کہ وہ نہ زیادہ ہون نہ کم ہون اور یہ بات پہلے سے ہو چکی ہی اور اس سے فراغت ہو گئی اور اللہ تعالے نے جو فرمایا ہی وَاَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اسمین گو اشارہ روز قیامت کی طرف ہی مگر حکم قیامت کے دن نہین ہوگا بلکہ وہ تو ازل ازال مین ہو چکا اسکا ظہور قیامت کے روز ہوگا تو تجسے نہایت تعجب ہی کہ تو ہنسی اور کھیل اور دنیا کی حقیر چیزون مین مصروف ہوتا ہی اور یہ نہین جانتا کہ حکم قضا تیرے حق مین ازل مین کیا ہو چکا ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ ہمکو کیا معلوم ہی کہ ہمارا اُتار کہان ہوگا اور ٹھکانا اور مآل کس چیز کی طرف ہی اور حکم قضا ہمارے باب مین کیا ہو چکا ہی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اس امر کی ایک پہچان ہی جس سے کہ تمکو اپنے رجا کا حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہو سکتا ہی اور وہ یہ ہی کہ تم اپنے احوال اور اعمال پر نظر کرو اسلیے کہ ہر ایک شخص کو وہی کام میسر ہوتا ہی جسکے لیے وہ پیدا ہوا ہی پس اگر تیرا یہ حال ہو کہ سبیل خیر تیرے لیے میسر ہو تب تو تجکو مژدہ ہو کہ تو دوزخ سے دور رہیگا اور اگر یہ حال ہو کہ جہان خیر کا قصد کیا بہت سے موانع پیش آ گئے اور اُنکو دور کرتا رہا اور جہان شر کا قصد کیا تو فوراً اُسکے لوازم تجکو میسر ہو گئے تو جان لے کہ تیرے اوپر حکم دگرگون ہو چکا اسلیے کہ ان باتون کی دلالت انجام پر ایسی ہی جیسے مینہ کی دلالت روئیدگی پر اور دھوئین کی دلالت آگ پر اور چونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيْمٍ تو اپنے نفس کو دونون آیتون پر پیش کر دونون گھرون مین سے تجھے اپنا ٹھکانا تو معلوم ہو جاویگا۔

تیرھوان بیان جنت کی کیفیت اور اُسکی راحت کے اقسام مین۔ واضح ہو کہ جس گھر کے غمون اور مصائب کا حال اوپر گذرا اُسکے مقابل ایک اور گھر ہی اب اُسکی راحت اور خوشی مین تامل کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص ان دونون مین سے ایک سے دور ہوگا وہ بالضرور دوسرے مین جا ٹھہریگا پس تجکو چاہیے کہ دوزخ کے احوال کو فکر کرکے تو اپنے دل مین خوف پیدا کرے اور جنت والون کے لیے جو سرات دائمی کا وعدہ ہی اسمین بہت سا فکر کرکے رجا پیدا کرے اور اپنے نفس کو خوف کے تازیانے لگا اور رجا کی باگ سے راہ راست کی طرف کھینچ اسکے باعث تجکو بڑی سلطنت ملیگی اور عذاب دردناک سے محفوظ رہیگا پس جنت والون کے حال مین فکر کر کہ اُنکے چہرون پر آرام کی تازگی ہوگی اور شراب سر مہر پلائی جاتی ہوگی اور یاقوت سرخ کے منبرون پر دُر شاداب اور سفید کے خیمون مین بیٹھے ہونگے جنمین بچھونے

سبز چھاپہ کے بچھے ہوے اور تختون پر تکیے لگے ہوے ہونگے اور وہ خیمے شراب اور شہد کی نہرون کے کنارون پر کھڑے ہوے اور غلامون اور بچون سے بھرے ہوے اور گوری گوری عورتون بڑی آنکھ والیون سے آراستہ خوش خلق اور خوبصورتون سے مزین ہونگے وہ حورین ایسی ہونگی گویا یاقوت اور مونگا ہین اور انکو اُن جنتیون سے پیشتر کسی نے پہلے نہین رکھا ہوگا جنت کے درجون مین خرام ناز کرینگی اور جب اُنہین سے کوئی حور تبختر کریگی تو اُسکے دامنون کو ستر ہزار لڑکے اُٹھاوینگے اور اُنپر سفید حریر کی چادرین ایسی ہونگی کہ جنکو دیکھ کر آنکھین دنگ ہون موتی اور مونگے سے جڑی ہون تاج اُنکے سر پر ہونگے آنکھون مین سرخ ڈورے نازکی تپلیان عطر بیز بڑھاپے اور مفلسی سے مامون لعل کے محلون مین پردہ نشین نیچی نگاہ والیان ہونگی اُنکے مکان جنت کے باغون کے بیچ مین بنے ہونگے پھر اُن مردون اور عورتون پر آبخورون اور بدھنیون کا دور ہوگا اور شراب خالص سفید پینے والون کو جس سے لذت ہو اُسکے پیالے اُنہین چلینگے اور ان پیالون کو اُنہین لڑکے خالص موتی جیسے لیے پھرینگے یہ اُنکی کمائی کا بدلہ ہوگا کہ چین کے مقام مین باغون اور چشمون کے درمیان بستانون اور نہرون کے بیچ مین سچی بیٹھک مین اپنے بادشاہ ذی اقتدار کے پاس بیٹھے اُسکی صورت کریم کو تاکتے ہونگے اور اس لذت کی شادابی اُنکے چہرے سے چمکتی ہوگی نہ اُنپر گرد ہوگی نہ ذلت بلکہ بندہاے معزز ہونگے اور طرح طرح کے تحفون سے پروردگار کی طرف سے اُنکی خبرگیری ہوتی ہوگی غرض کہ اپنی خاطر خواہ آرزوون مین سدا رہینگے نہ کسی کا خوف ہوگا نہ غم کرینگے اور موت کے شبہے سے محفوظ رہ کر جنت مین چین کرینگے اور اُسکی غذاؤن مین سے کھائینگے اور نہرون مین سے دودھ اور شراب اور شہد پیونگے اُن نہرون کی زمین چاندی کی ہوگی اور کنکرین مونگے کی اور مٹی مشک اذفر کی اور سبزہ زعفران کا اور بادل جو اُسمین برسیگا اُسمین پانی نسرین کا کافور کی ٹیلون پر پڑیگا اور آبخورے جو ملینگے تو موتیون اور لعل اور مونگے سے جڑے ہونگے اور اُنہین شراب سربمہر جسمین سلسبیل شیرین کی ملونی ہوگی دیجاویگی پیالے ایسے ہونگے کہ اُنکے جوہر کی صفائی کے باعث شراب کی سرخی اور لطافت اُنہین سے صاف عیان ہوگی اُنکو کسی آدمی نے نہین بنایا جسکی بناوٹ مین کسی طرح کا قصور اور فتور رہا ہو اور ایسے خادم کے ہاتھ مین ہونگے جسکے چہرے کی جوت سورج کی جوت کے مشابہ ہو مگر سورج مین وہ صورت کی ملایمت اور زلفون کی خوبی اور آنکھون کی ملاحت کہان۔ پس تعجب ہے اُس شخص سے کہ ایسے گھر پر ایمان رکھتا ہوا اور یقین رکھتا ہو کہ اُسکے باشندے نہین مرینگے اور جو اُسمین جاویگا اُسپر درد اور مصیبت نہ آویگی اور نہ کوئی حادثہ نگاہ تغیر و تبدل اُسکے باشندون کی طرف دیکھیگا تو وہ شخص

ایسے دارِفانی مین کیسے دل لگاتا ہی جسکے خراب کرنے کا حکم خداے تعالے نے دیا ہی اور اسکو زندگی یہان کی کیسے خوشگوار معلوم ہوتی ہی بخدا کہ اگر بالفرض جنت مین بجنسہٖ تندرستی اجسام کے اور موت اور بھوک اور پیاس وغیرہ حوادث سے محفوظ رہنے کے اور کچھ نہوتا تب بھی لائق تھا کہ دنیا کو اُسکے سبب سے چھوڑ دیا جاوے اور ایسی چیز کو جسکا منقطع ہوجانا اور مکدر رہنا ضروری ہی جنت پر ترجیح نہ دیجاوے اور جس صورت مین کہ جنت والے بادشاہ سب باتون سے مامون اور ہر ایک طرح کی خوشی سے بہرہ ور ہون اور سب دل چاہتی باتین اُنکو میسر ہون اور ہر روز صحن عرش مین حاضر ہوکر دیدار الٰہی کی وہ لذات پاتے ہون جو تمام لذات جنت سے اعلےٰ اور اشرف بلکہ اُسکے سامنے اُنکی کچھ اصل ہی نہین اور ہمیشہ اسی آسایش اور اقسام آرام مین گذارتے ہون اور زوال سے بیخوف ہون تب تو دنیا مین دل لگانا کمال ہی حماقت ہی - حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے جنت والو تمکو وہ تندرستی ہی کہ کبھی بیمار نہوگے اور تمکو وہ زندگی ہی کہ کبھی نہ مروگے اور تمکو وہ جوانی ہی کہ کبھی بوڑھے نہوگے اور تمکو وہ توانگری ہی کہ کبھی محتاج نہوگے تو یہی اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہی وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور جب تمکو جنت کی کیفیت دریافت کرنی منظور ہو تو قرآن مجید کو پڑھو کہ اُس سے زیادہ اور کوئی بیان نہین اور اس آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ سے لیکر آخر سورۂ رحمٰن تک تلاوت کر اور سورۂ واقعہ وغیرہا کو پڑھ اور اگر یہ منظور ہو کہ احادیث سے جنت کی صفات کی تفصیل معلوم کرو تو حدیث کی رو سے کئی امور جنت کے تامل طلب ہین اول جنتون کے شمار - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آیت مذکورۂ بالا کی تفسیر مین ارشاد فرماتے ہین کہ وہ دونون جنتین چاندی کی ہونگی اُنکے برتن اور اُنہین کی چیزین سب چاندی کی ہونگی اور دو جنتین مع برتنون اور اپنے اندر کی چیزون کے سونے کی ہونگی اور لوگون مین اور اپنے پروردگار کے دیکھنے مین بجز چادر کبریا کے اور کوئی چیز حائل نہین وہ چادر اُسکی وجہ کریم پر جنت عدن مین ہی **دوم** جنت کے دروازون کو تامل کرو کہ وہ موافق اصول طاعات کے بہت ہین جس طرح کہ دوزخ کے دروازے موافق اصول معاصی کے کئی تھے حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال مین خداے تعالیٰ کی راہ مین دو جوڑے خرچ کریگا وہ جنت کے دروازون مین سے بلایا جاویگا اور جنت کے آٹھ دروازے ہین پس جو کوئی نمازی ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے پکارا جاویگا اور جو شخص روزہ دار ہوگا وہ باب الریان سے پکارا جاویگا اور جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا وہ باب الصدقہ سے بلایا جاویگا اور جو اہل جہاد ہوگا

وہ باب الجہاد سے بلایا جاویگا پس حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور نہیں کہ کوئی کسی دروازے سے
بلایا جاوے الا کوئی ایسا بھی ہو کہ اُن سب دروازون سے بلایا جاوے آپ نے فرمایا کہ ہان ایسے
لوگ بھی ہونگے کہ جنت کے سب دروازون سے بلائے جاوین اور مجکو توقع ہو کہ تو اُنہین سے ہو۔
اور عاصم بن ضمرہ حضرت علی رضہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت علی رضہ نے دوزخ کا ذکر فرمایا اور اُسکے
بابین ایسی طویل تقریر کی کہ مجکو یاد نہین بعد اُسکے یہ آیت پڑھی وَسِیقَ الَّذِینَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ
اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا اور فرمایا کہ جب یہ لوگ اُسکے کسی دروازے پر پہونچینگے تو اُسکے پاس ایک درخت دیکھینگے جسکی
جڑ کے پاس دو چشمے بہتے ہونگے وہ بموجب حکم کے اُن دونون مین سے ایک کا قصد کرینگے اور اُسکا پانی پیونگے اُسکے
پیتے ہی پیٹ مین جو اندیا یا حاجت ہوگی وہ جاتی رہیگی پھر دوسرے چشمے کی طرف قصد کرینگے اور اُس سے نہاوینگے اُنپر
راحت کی شادابی عیان ہوگی پھر کبھی اُنکے بالون مین فرق نہ آویگا اور اُلجھنے اور میلے ہونے نپاوینگے ہر وقت ایسے معلوم ہونگے
کہ تیل پڑا ہوا ہی پھر جنت تک پہونچینگے تو جنت کے داروغہ اُنسے کہینگے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ
پھر اُنسے لڑکے ملینگے اور اُنکا گرد ایسا لینگے جیسے کوئی رشتہ دار دنیا مین دور سے آیا کرتا ہی اور
اُسکے گرد ہوا کرتے ہین وہ لڑکے اُنسے کہینگے کہ تجکو بشارت ہو اُس کرامت کی کہ خداے تعالی نے
تمھارے لیئے تیار کی ہی پھر ایک لڑکا اُن لڑکون مین سے جاکر اُس جنتی کی کسی حور سے کہیگا کہ
فلان شخص آیا ہی اور وہی نام لیگا جو دنیا مین اُسکا تھا وہ کہیگی کہ تو نے اُسکو دیکھا ہی لڑکا کہیگا
کہ ہان دیکھا ہی اور وہ میرے پیچھے آتا ہی وہ حور خوشی کے مارے اُٹھیگی اور اپنے دروازے کی
دہلی پر پیشوائی کو کھڑی ہوگی جب جنتی اپنے گھر مین داخل ہوگا تو دیکھیگا کہ پتھرون کی جگہ موتی ہین
اور اُنپر ایک عمارت عالیشان سرخ زرد سبز ہر ایک رنگ کی بنی ہی پھر اپنا سر اُٹھاویگا تو
چھت بجلی سی چمکتی نظر آویگی اور اگر خداے تعالی نظر کو قدرت نہ دیتا تو کیا عجب تھا کہ اُسکی
چمک سے نظر جاتی رہتی پھر اپنی نظر کو نیچی کریگا تو دیکھیگا کہ اُسکی بیبیان ہین اور پیالے رکھے ہوے اور فرش
بچھے ہوے اور تکیے لگے ہوے ہین پھر تکیہ لگا کر کہیگا کہ خداے تعالی کا شکر ہی جسنے ہمکو اسپر ہدایت
کی اگر خداے تعالی ہدایت نفرماتا تو ہم اس قابل نہ تھے کہ راہ پاتے پھر ایک منادی پکاریگا کہ تم زندہ
رہوگے کبھی نہ مروگے اور ٹھہروگے کبھی سفر نہ کروگے اور تندرست رہوگے اس طرح کہ کبھی بیمار نہوگے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر اُسکو کھلواؤنگا داروغہ کہیگا
کہ تم کون ہو مین کہونگا کہ محمد ہون وہ کہیگا کہ مجکو بھی حکم ہی کہ آپ سے پیشتر کسی کے لیے دروازہ نہ کھولون
تیسری جنت کی کثر کیون مین تامل کرو اور اُنکے درجون کی بلندی مختلف ہونے کو دیکھو کہ آخرت مین

بڑے بڑے درجے اور فضیلتین ہین اور جسطرح کہ آدمیون مین ظاہر کی طاعتون و باطن کی عمدہ عادتون مین فرق بین ہوتا ہی اسی طرح جو اُنکو ثواب ملیگا اُسمین تفاوت ہوگا پس اگر کسی کو یہ منظور ہوکہ مجھے سب سے اعلےٰ درجہ ملے تو چاہیے کہ اس باب مین کوشش کرے کہ کوئی شخص اس سے خداے تعالیٰ کی طاعت مین بڑھنے نہ پاوے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی اس باب مین حرص کرنے کا حکم دیا ہی چنانچہ ارشاد ہی سَابِقُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ اور فرمایا وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ اور تعجب یہ ہی کہ اگر آدمی پر اُسکے ہمسر یا ہمسایے روپیہ مین خواہ اونچا مکان بنانے مین بڑھ جاوین تو یہ امر اُسپر شاق ہو اور اُس سے نہایت دل تنگ ہو اور حسد کے مارے زندگی تلخ ہو جاوے اور جنت مین عمدہ حال یہ ہوگا کہ بہت سے اسطرح کے ہونگے کہ اُس سے ایسی لطیف باتون مین بڑھے ہونگے کہ جسکے سامنے تمام دنیا کی کچھ اصل نہین چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے کھڑکیون والون کو اپنے اوپر ایسا دیکھینگے جیسے تم ستارے کو مشرق اور مغرب کے کنارے مین جاتا دیکھتے ہو اور وہ اسواسطے ایسے نظر آوینگے کہ جنت والون مین اور اُنمین رتبے کی رو سے بہت فرق ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مراتب انبیا ہی کے ہونگے اُنکے سوا اورون کو نہ ملینگے آپ نے فرمایا کہ کیون نہین ملینگے قسم ہی اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہی اس رتبے والے وہ لوگ ہونگے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولون کی تصدیق کی اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا کہ بلند درجے والون کو اُنکے نیچے کے لوگ ایسے دیکھینگے جیسے تم آسمان کے کسی کنارے سے ستارے کو نکلتے دیکھتے ہو اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اُنھین بلند درجے والون مین سے ہین اور فضل مین بڑھ کر ہین۔ اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمسے فرمایا کہ تمسے مین جنت کی کھڑکیون کا بیان کرون مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ پر ہمارے مان باپ فدا ہون آپ نے فرمایا کہ جنت مین کھڑکیان ہین جوہر کی قسم سے جنمین سے اندر کی چیز باہر اور باہر کی اندر معلوم ہوتی ہی اور اُنمین راحت اور لذت اتنی ہی کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سُنی نہ کسی آدمی کے دل مین گذری مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کھڑکیان کن لوگون کو ملینگی آپنے فرمایا اُن لوگون کو جو سلام کو پھیلاوین اور کھانا کھلاوین اور ہمیشہ روزہ رکھین اور رات کو لوگون کے سوتے ہوے نماز پڑھین راوی کہتے ہین کہ ہمنے عرض کیا کہ ان باتون کی طاقت کسکو ہی آپ نے فرمایا کہ میری امت اسکی طاقت رکھتی ہی اور اب مین تمکو اسکا حال بتاتا ہون جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے ملے اور اُسکو سلام کرے خواہ سلام کا جواب دے تو اُسنے سلام کو پھیلایا اور جسنے اپنے گھر والون اور کنبے کو اتنا کھانا کھلایا کہ اُنکا پیٹ

پھر دیا تو اُسنے کھانا کھلایا اور جسنے رمضان کے روزے رکھے اور ہر مہینے مین تین روزے رکھ لیے
اُسنے ہمیشہ روزے رکھے اور جسنے نماز عشا اور نماز فجر جماعت سے پڑھی اُسنے رات کو نماز پڑھی کہ لوگ
سوتے ہوتے ہین یعنی یہود اور نصاری اور مجوس - اور کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس
آیت کے معنی پوچھے وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ آپ نے فرمایا کہ ساکن سے غرض موتی کے
محل ہین ہر محل مین ستر گھر لعل سرخ کے ہین اور ہر گھر مین ستر کوٹھریان ہین سبز زمرد کی ہر کوٹھری مین
تخت ہین ہر تخت پر ستر فرش ہر رنگ کے ہین ہر فرش پر ایک بی بی حورون مین سے ہو ہر کوٹھری مین
ستر دسترخوان ہین ہر دسترخوان پر ستر رنگ کا کھانا ہو ہر کوٹھری مین ستر لونڈیان ہین اور ایماندار کو
ہر روز اتنی طاقت عنایت ہوگی کہ ان سب سے ہم بستر ہو جاوے چوتھی جنت کی دیوار اور زمین
اور درخت اور نہرون مین تامل کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جو اُسمین رہینگے وہ کیسے اُسکی صورت
دیکھکر خوش ہونگے اور جو لوگ اُس سے محروم رہینگے اُنکو کیسی کچھ حسرت ہوگی کہ اُسکے بدلے مین
دنیا پر قناعت کی حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دیوار کی
ایک اینٹ چاندی کی ہو اور ایک سونے کی اور اُسکی مٹی زعفران ہو اور گارا مشک - اور کسی نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سفید میدا مشک خالص ہو
اور حضرت ابوہریرہ رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جسکو یہ منظور ہو
کہ آخرت مین اُسکو خدائے تعالیٰ شراب پلاوے تو چاہیے کہ دنیا مین شراب نہ پیوے اور جسکو یہ منظور ہو
کہ خدائے تعالیٰ اُسکو آخرت مین حریر پہناوے تو چاہیے کہ دنیا مین حریر کا پہننا ترک کرے جنت کی نہرین
مشک کے ٹیلون یا مشک کے پہاڑون کے نیچے سے نکلتی ہین اور اگر جنت کے لوگون مین سے
کسی کے پاس سب سے کمتر زیور ہو اور وہ تمام دنیا کے زیور سے مقابلہ کیا جاوے تو جو زیور کہ اللہ تعالیٰ
آخرت مین دیگا وہ تمام دنیا کے زیور سے اچھا ہوگا - اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک درخت ایسا ہو کہ اگر سوار اُسکے سایے مین سو برس چلے
تب بھی اُسکو تمام نہ کر پاوے اگر چاہو تو قرآن مجید مین سے ظِلٍّ مَّمْدُودٍ پڑھ لو - اور حضرت ابو امامہ رضہ فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو اعراب اور اُنکے مسائل سے
نفع دیتا ہو ایکبار ایک عرب آیا اور اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین
درخت ایذا دہندہ کو ذکر فرمایا ہو اور مجھے معلوم نہ تھا کہ جنت مین کوئی درخت ایسا بھی ہو جو جنتی کو
ایذا دے آپ نے فرمایا کہ وہ کونسا درخت ہو اُسنے عرض کیا کہ بیری ہو جسمین کانٹے ہوتے ہین آپ نے فرمایا

[حاشیہ:] رات اور سحر سا ... گھر لینے کی باغوں مین ... رواہ ابن حبان در کتاب العظمت بروایت حسن عن ابی ہریرہ ... رواہ حضرت ابوہریرہ سے ثابت نہین ... رواہ ترمذی باسناد ... بسند ضعیف ... [illegible]

کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہر نبی سدرہ پہ مخصوص اللہ تعالی اسکے کانٹے کاٹ دیگا اور ہر کانٹے کی
جگہ ایک پھل لگا دیگا کہ ہر پھل مین سے بہتر طرح کا مزہ ہوگا اور ایک دوسرے سے ملتا نہوگا۔ اور
جریر بن عبد اللہ رح کہتے ہین کہ ہم صفاح مین ٹھہرے دیکھا تو ایک شخص درخت کے نیچے سوتا ہی
اور دھوپ اُسپر آنے کو تھی مین نے غلام سے کہا کہ یہ چمڑے کا بچھونا بچھا اور اُسپر سایہ کرے اُسنے جاکر
سایہ کر دیا جب وہ جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رض ہین مین نے اُنکی خدمت مین جاکر
سلام کیا آپ نے فرمایا کہ ای جریر اللہ کے واسطے تواضع کر جو شخص دنیا مین خدائے تعالی کے واسطے
تواضع کرتا ہی اللہ تعالی اُسکو قیامت مین بزرگی دیتا ہی تجکو معلوم ہو کہ قیامت مین تاریکیان کیا ہونگی
مین نے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ لوگون کا آپسمین ایک دوسرے پر ظلم کرنا پھر ایک
چھوٹی سی لکڑی اُٹھائی کہ چھوٹے ہونے کی جہت سے گویا مجھے معلوم نہوتی تھی پھر فرمایا کہ ای جریر
اگر تو اسکے موافق جنت مین ڈھونڈھیگا تو نہ پاویگا مین نے عرض کیا کہ پھر خرما کے درخت اور دوسرے
پیڑ کہان جاوینگے فرمایا کہ وہ لکڑی کے ہونگے اُنکی جڑین موتی اور سونے کی ہونگی اور اُنکے اوپر پھل ہونگے

پانچوین اہل جنت کے لباس اور فرش اور تخت اور مسند اور خیمون کو تامل کرو۔ اللہ تعالی فرماتا ہی
يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ اسی طرح آیتون مین اُسکی
تفصیل بہت ہی اور حدیثون مین بھی تفصیل آئی چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنت مین داخل ہوگا وہ نعمت دیا جاویگا کہ نہ محتاج ہوگا نہ کپڑے پرانے ہونگے
نہ جوانی گھٹیگی اور جنت مین وہ نعمتین ہونگی نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سُنی نہ کسی آدمی کے دل مین
گذرین۔ اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے جنتیون کے کپڑون کا حال بیان فرمایئے
کہ وہ مخلوق ہونگے کہ پیدا کر دیے جاوینگے یا بناوٹ ہوگی کہ بُنے جاوینگے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
سکوت فرمایا اور بعض لوگ ہنسنے لگے آپ نے فرمایا کہ تم کیون ہنستے ہو کیا اس سے ہنستے ہو کہ جو شخص
نہین جانتا وہ جاننے والے سے پوچھتا ہی پھر فرمایا کہ جنت کے میوون مین سے نکالا کرینگے دو بار اُسکو
ارشاد فرمایا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ اول گروہ
جو جنت مین داخل ہوگا اُنکی صورتین چودھوین رات کے چاند سی ہونگی وہ نہ جنت مین تھوکینگے نہ سنکینگے
نہ پاخانہ پھرینگے اُنکے برتن اور کنگھیان سونے چاندی کی ہونگی اور اُنکا پسینا مشک کا ہوگا ہر ایک کے
لیئے اُنمین سے دو بیبیان ہونگی جنکی پنڈلیون کا مغز گوشت مین سے حسن اور لطافت کے باعث معلوم
ہوتا ہوگا نہ آپسمین اختلاف رہیگا نہ دلون مین بغض بلکہ ایک دل ہو کر صبح شام خدائے تعالی کی تسبیح کرینگے

اور ایک روایت مین آیا ہی کہ ہر ایک بی بی پر ستر لباس ہونگے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس آیت کی تفسیر مین یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ فرمایا ہی کہ اُن لوگون کے تاج ایسے ہونگے
کہ مومنین کے ادنی موتی کی چمک پورب سے لیکر پچھم تک روشن کر دے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ خیمہ جنتیون کا موتی بیچ مین سے خالی ہوگا جسکی اونچائی ساٹھ میل کی ہوگی اُسکے ہر ایک گوشے مین
مومن کی گھر والی ہوگی جسکو دوسری نہ دیکھینگی یہ روایت بخاری نے اپنی کتاب مین لکھی ہی حضرت ابن عباسؓ
فرماتے ہین کہ خیمہ موتی مجوف ہی اُسکا طول وعرض ایک فرسخ کا اور چار ہزار دروازے سونے کے ہونگے
اور حضرت ابوسعید خدری رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول خدا وندی مین
وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ارشاد فرمایا ہی کہ فاصلہ درمیان دو فرشتون کے اتنا ہوگا جتنا آسمان اور زمین مین ہی

چھٹی جنت والون کے کھانے مین تامل کرو کھانے کا حال قرآن مجید مین مذکور ہی کہ میوے اور موٹے پرند
اور من اور سلوی اور شہد اور دودھ اور بہت سے اقسام بیشمار ہونگے اللہ تعالی فرماتا ہی کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا
مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا اور اہل جنت کے
پینے کی چیز کا حال بھی خداے تعالی نے بہت سی جگہون مین ذکر فرمایا ہی اور ثوبان مولے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین کھڑا تھا کہ ایک عالم
علماے یہود مین سے آیا اُسنے چند سوال پوچھے یہانتک کہ پوچھا کہ پل صراط پر لوگون مین سے اول کون
اُتریگا آپ نے فرمایا کہ فقراے مہاجرین یہودی نے پوچھا کہ جب وہ جنت مین جائینگے تو اُنکو تحفہ کیا ملیگا
آپ نے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کے کباب اُسنے عرض کیا کہ اسکے بعد اُنکی غذا کیا ہوگی آپ نے فرمایا کہ جنت کا
بیل جو اُسکے کنارون مین کھاتا پھرتا ہی وہ اُنکے لیے ذبح ہوگا اُسنے پوچھا کہ اُسپر پانی کیا ہوگا آپنے
فرمایا کہ جس چشمے کا نام سلسبیل ہی اُسمین سے پانی پئینگے اُسنے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین اور
زید بن ارقم رضؓ فرماتے ہین کہ ایک شخص یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا
اور عرض کیا کہ اے ابو القاسم آپ فرماتے ہین کہ نہین کہ جنت کے لوگ اُسمین کھاوینپیوینگے
اور اپنے یارون سے کہا کہ اگر آپ اس امر کا مجھسے اقرار کرینگے تو مین اعتراض کرونگا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان قسم ہی اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہی کہ جنتیون مین سے ایک
ایک کو طاقت سو مردون کے کھانے اور پینے اور صحبت کی عنایت ہوگی یہودی نے کہا جو
شخص کھاوے پیویگا اُسکو پاخانے کی احتیاج ہوگی آپ نے فرمایا کہ پاخانہ کی عوض یہ ہوگا کہ اُنکے
پوست سے پسینا مشک کے مانند بہیگا اور پیٹ صاف ہو جاویگا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین

کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جنت میں پرند کو دیکھ کر اسکی خواہش کریگا تو وہ تیرے سامنے ذبح ہو کر بھن جاویگا۔ اور حضرت حذیفہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین کچھ پرند مثل بختی اونٹ کے ہین حضرت ابو بکر رضہ نے عرض کیا کہ وہ خوب ہین یا رسول اللہ آپنے فرمایا کہ انسے خوب زیادہ وہ ہی جو انکو کھاویگا اور تو اے ابو بکر ان لوگون مین سے ہے جو انکو کھاوینگے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو اس آیت کی تفسیر مین يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ ارشاد فرماتے ہین کہ جنت والون پر ستر پیالون کا سونے کے دور ہوگا کہ ہر ایک مین انہین سے نئی قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے مین نہوگا اور حضرت ابن مسعود رضہ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ مین فرماتے ہین کہ ملونی اصحاب یمین کے لیے ملائی جاویگی اور مقرب لوگ اسکو خالص بے ملونی کے پیوینگے۔ اور حضرت ابو درداء رضہ خِتَامُهُ مِسْكٌ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وہ ایک سفید شراب چاندی کے مانند ہے جس سے جنت والون کی آخر شراب پر مہر کرینگے اگر کوئی شخص دنیا والون مین سے اسمین اپنا ہاتھ ڈالے پھر باہر نکال لے تو کوئی جاندار باقی نہ رہے کہ اسکو خوشبو اسکی نہ پہونچے **ساتوین** حور اور لڑکون کی کیفیت کو سوچو قرآن مجید مین انکے اوصاف جابجا آئے اور احادیث مین کچھ زیادہ شرح سے وارد ہین چنانچہ حضرت انس رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ مین ایکبار صبح کو جانا یا شام کو جانا دنیا وما فیہا سے بہتر ہے اور تم مین سے کسی کی مقدار قوس یا پانون رکھنے کی جگہ جنت مین دنیا وما فیہا سے بہتر ہے اور اگر کوئی عورت جنت والون کی عورتون مین سے زمین کی طرف آجاوے تو آسمان و زمین کے درمیان اجالا ہو جاوے اور خوشبو سے بھر جاوے اور اسکے سر کی اوڑھنی دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول خداوندی كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ کی تفسیر مین ارشاد فرمایا ہے کہ انکی صورتین پردے مین سے آئینہ سے بھی صاف نظر آوینگی اور انکے زیور مین سے ادنی موتی مشرق سے لیکر مغرب تک روشن کردیگا اور انپر ستر کپڑے ایسے ہونگے جنمین آدمی کی نظر پار ہو جاوے یہانتک کہ انکی پنڈلیون کا مغز انکے اندر سے معلوم ہوگا۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جنت کے اندر مین ایک جگہ مین گیا جسکو بیذخ کہتے ہین اسپر موتی اور سبز زبرجد اور لعل سرخ کے خیمے تھے انکی عورتون نے مجھسے کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ مین نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آواز کن عورتون کی ہے انھون نے کہا کہ یہ عورتین خیمون مین پردہ نشین ہین انھون نے اپنے پروردگار سے آپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی تھی چنانچہ انکو اجازت مرحمت فرمائی پس وہ کہنے لگین کہ ہم راضی ہین کبھی ناراض نہونگی اور

ہم ہمیشہ رہنے والیان ہین کبھی سفر نہ کرینگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی حُوْرٌ مَقْصُوْرَاتٌ فِی الْخِیَامِ اور حضرت مجاہد وَاَزْوَاجٌ مُطَہَّرَۃٌ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ پاک سے غرض حیض اور بول وبراز اور تھوک اور رینٹ اور منی اور جننے سے ہے کہ ان سب سے پاک ہونگی - اور اوزاعی رح فِی شُغُلٍ فَاکِہُوْنَ کے ذکر مین فرماتے ہین کہ انکا نام باکرہ عورتون کی بکارت دور کرنے کا ہوگا - اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت والے جماع بھی کرینگے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص کو انمین سے ایک دن مین اتنی قوت ملیگی کہ تم مین سے ستر مردون سے زیادہ ہوا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ اہل جنت مین سے ادنی مرتبہ وہ شخص ہوگا کہ اسکے ساتھ ہزار خادم ہونگے اور ہر خادم کو وہ کام ہوگا جو دوسرے کو نہوگا - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت مین سے ایک شخص پانسو حورون اور چار ہزار باکرہ عورتون اور آٹھ ہزار مردرسیدہ عورتون سے نکاح کریگا اور انمین سے ہر ایک سے اتنا معانقہ کریگا جتنا دنیا مین جیا ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت مین ایک بازار ہے کہ اسمین خرید وفروخت کچھ نہین بجز مردون اور عورتون کی صورتون کے پس جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کریگا تو اس بازار مین جاویگا اور اسمین حور عین بڑی آنکھ والیون کے جمع ہونے کی جگہ ہے وہ ایسی بلند آواز سے کہتی ہین کہ لوگون نے ایسی نہین سنی ہم ہمیشہ رہینگی کہ فنا نہونگی اور ہم نعمت والی ہین کہ محتاج نہونگی اور ہم خوش ہین کہ کبھی خفا نہونگی پس اچھا ہے وہ شخص جو ہمارا ہوا اور ہم اسکی ہون - اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حورین جنت مین گاتی ہین اور کہتی ہین کہ ہم خوبصورت لونڈیان ہین اور کریم مردون کے لیے ہمکو چھپا رکھا ہے اور یحیی بن کثیر فِیْ رَوْضَۃٍ یُّحْبَرُوْنَ مین فرماتے ہین کہ جنت مین راگ ہوگا - اور ابو امامہ باہلی رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جنت مین داخل ہوتا ہے اسکے سر اور پائنون کے پاس دو حورین بہشتی بیٹھ کر نہایت خوش آوازی سے گیت سناتی ہین جسکو انسان اور جن سنتے ہین اور وہ گیت مزمار شیطان یعنی شعر نہین ہوتا

بلکہ خدا تعالی کی حمد اور تقدس کا حال ہوتا ہے

چودھوان بیان چند متفرق اوصاف اہل جنت کے جو احادیث مین وارد ہین حضرت اسامہ بن زید رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رض سے فرمایا کہ سنو کوئی ہے کہ جنت کی تیاری کرے جنت کو کچھ خطرہ نہین وہ بخدائے کعبہ ایک نور ہے تابان اور ایک گلدستہ ریحان اور محل مضبوط اور نہر جاری اور میوے پکے ہوئے کثرت سے اور زوجہ خوبصورت صاحب جمال

خوشی اور نعمت مین مقام ابد مین یا مقام نصرت مین مکان عالیشان محفوظ مین لوگون نے عرض کیا
کہ ہم ہین اُسکی تیاری کرنے والے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ کہو انشاء اللہ تعالی پھر آپ نے جہاد کا
ذکر فرمایا اور اُسکی رغبت دلائی - اور ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا
کہ جنت مین گھوڑا بھی ہوگا کہ وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تجھکو گھوڑا پسند ہے تو یاقوت
سرخ کا گھوڑا تجھے ملیگا کہ جنت مین جہان تو چاہے تجھکو لیے ہوئے اُڑتا پھریگا - اور ایک اور شخص نے
آپ سے پوچھا کہ بھلا جنت مین اونٹ بھی ہوگا آپ نے فرمایا کہ ای بندہ خدا جب تو جنت مین داخل ہوگا
تو جو تیرا نفس چاہیگا اور جس سے تیری آنکھون کو لذت ہو وہ سب کچھ ملیگا - اور حضرت ابو سعید خدری رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی کا دل چاہیگا تو اُسکے اولاد ہوگی اور
اُسکا حمل اور وضع حمل اور جوانی ایک ساعت مین ہوجاویگی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اہل جنت
جنت مین ٹھہر جاوینگے تو بھائی بھائیون کے مشتاق ہونگے پس ایک کا تخت دوسرے کے پاس جاویگا
اور ملاقات کرینگے اور وہ باتین کرینگے جو دنیا مین دونون مین ہوتی تھین ایک کہیگا کہ بھائی تجھے یاد ہے
کہ فلان روز فلان مجلس مین ہمنے خدائے تعالی سے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالی نے ہمکو بخش دیا - اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ بِیْضٌ جِعَادٌ مُكَحَّلُوْنَ ثَلٰثَ
وَّثَلٰثِیْنَ عَلٰی خَلْقِ اٰدَمَ طُوْلُهُمْ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِیْ عَرْضِ سَبْعَةِ اَذْرُعٍ اور ایک حدیث مین
ارشاد فرمایا کہ اہل جنت مین سے ادنی وہ ہوگا جسکے پاس اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیان ہونگی اور
اُسکے لیے ایک خیمہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا کھڑا کیا جاویگا جتنا فاصلہ جابیہ اور صنعا کے
درمیان ہے اور اُنکے سرون پر تاج ہونگے اور اُنمین کا ادنی موتی پورب سے پچھم تک کو روشن کردیگا
اور فرمایا کہ مین نے جنت کو دیکھا تو اُسکے انارون مین کا انار مثل پشت اونٹ پالان کسے ہوئے کے
تھا اور اُسمین کا پرند مثل بختی اونٹ کے اور اُسی مین ایک لونڈی کو دیکھا اور اُس سے مین نے
پوچھا کہ تو کسکی ہے اُسنے کہا کہ زید بن حارثہ کی ہون اور جنت مین جو چیز نظر پڑی وہ ایسی ہی
تھی کہ نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی اور نہ کسی بشر کے دل مین گذری - اور حضرت کعب رض فرماتے ہین
کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے
ہاتھ سے لکھا اور جنت کے درخت اپنے ہاتھ سے لگائے پھر اُسکو کہا کہ بول جنت نے کہا کہ
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنے ایمانداروں کی بن پڑی پس جنت کی یہ صفتین ہین جنکو ہمنے
اول مجملاً بیان کیا پھر مفصل نقل کیا - اور حضرت حسن بصری رح نے اُن سب کو ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا

کہ اُسکے انار ڈول جیسے ہین اور اُسکی نہرین ایسے پانی کی ہین جو نہین سڑتا اور وہ نہرین دودھ کی ہین جسکا مزہ نہین بدلتا اور نہرین شہد صاف کی جسکو آدمیون نے صاف نہین کیا اور نہرین ایسی شراب کی ہین جو پینے والون کو مزہ دے نہ نیند سے اُسکا سرور بھولے نہ اُس سے سرون مین درد ہو اور جنت مین وہ بہار ہی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی بشر کے دل مین گذری اُسکے لوگ بادشاہ نعمت والے تینتیس برس کے ایک ہی سن مین ہونگے اُنکا قد ساٹھ ہاتھ کا سرمہ لگائے بدن بالون سے صاف چہرہ سبزے سے خالی ہوگا عذاب سے مامون گھر کو اُنسے اطمینان اور اُسکی نہرین یاقوت اور زبرجد کے کنگرون پر بہتی ہین اور اُسکے درخت اور رگین اور انگور موتی ہین اور پھلون کا حال سوائے خدائے تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اور اُسکی خوشبو پانسو برس کی راہ سے پائی جاتی ہی اور جنت والون کو جنت مین گھوڑے اور اونٹ تیز قدم او سبک رفتار ملینگے جنکی کاٹھیان اور بانین اور زین یاقوت کے ہونگے جنت مین سیر کرینگے اور اُنکی بیبیان حورین ہونگی جیسے موتی لپٹا ہوا یعنے نظر اور دست مالی کے آسیب سے محفوظ اور وہ عورت اپنی دونون اُنگلیون مین ستر لباس پکڑ کر پہنیگی اور اُسکی پنڈلی کا مغز اُن سب لباسون کے اندر سے معلوم ہوگا اللہ تعالی نے خلاق کو بُرائی سے پاک فرمایا اور جسمون کو موت سے نہ جنت مین ناک صاف کرینگے نہ بول و براز کرینگے بلکہ انکی عوض مین ڈکار اور پسینا مثل مشک کے ہوگا اُنکا رزق صبح و شام اُسمین ملیگا مگر یہ کہ رات نہوگی جو صبح شام پر اور شام صبح پر نوبت بنوبت آتی رہے اور سب سے آخر مین جو شخص جنت مین داخل ہوگا اور مرتبے مین سب سے کم ہوگا اُسکا یہ حال ہوگا کہ آنکھ اُٹھا کر سو برس کی راہ تک دیکھنے لگیگا اور اُسکی سلطنت چاندی سونے کے محلون اور موتی کے خیمون مین اسی قدر فاصلے تک ہوگی اور اُسکی آنکھ کو قدرت دیجاویگی کہ دور اور نزدیک کی چیزین یکسان دیکھے صبح کو بھی جنت والون کے پاس ستر ہزار پیالے لائے جاوینگے اور شام کو بھی اتنے ہی موجود ہونگے اور ہر پیالے مین جدا ہی کھانا ہوگا اور وہ اول سے لیکر آخر تک سب کا مزہ چکھینگے اور جنت مین ایک یاقوت ہی جسمین ستر ہزار گھر ہین اور ہر گھر مین ستر ہزار کوٹھریان ہین جنمین کہین نہ شگاف ہی نہ سوراخ ہی۔ اور حضرت مجاہد رح نے فرمایا ہی کہ جنت مین ادنی مرتبہ کا شخص وہ ہوگا کہ اپنی سلطنت مین ہزار برس سفر کرے اور وہ دور و نزدیک کے اشیا کو برابر دیکھیگا اور سب مین اعلے درجہ وہ ہوگا جو صبح شام اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوگا۔ اور حضرت سعید بن المسیب رض فرماتے ہین کہ اہل جنت مین ایسا کوئی نہوگا جسکے ہاتھ مین تین کنگن نہون ایک سونے کا ہوگا ایک موتی کا ایک چاندی کا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ جنت مین ایک نہر ہی جسکا نام عنبار ہی

جب وہ چلتی ہی تو اُسکے دہنی اور بائین طرف سے ستر ہزار لونڈیان ساتھ چلتی ہین اور وہ کہتی ہی کہ کہان ہین وہ لوگ جو اچھی بات کا حکم کرنے والے ہین اور بُری بات سے منع کرنے والے۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دنیا کا ترک کرنا سخت کام ہی مگر جنت کا ہاتھ سے نکلنا اُس سے زیادہ سخت ہی اور دنیا کا چھوڑ دینا آخرت کا مہر ہی اور یہ بھی اُنھین کا قول ہی کہ دنیا کی طلب مین نفس کی ذلت ہی اور آخرت کی طلب مین اُسکی عزت تو تعجب ہی اُس شخص سے کہ فانی چیز کی طلب مین ذلت کو پسند کرے اور باقی چیز کی طلب مین عزت کو ترک کرے۔

پندرھوان بیان خداے تعالی کے وجہ کریم کی رویت اور دیدار کے ذکر مین

اللہ تعالی فرماتا ہی لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ اس زیادتی سے مراد دیدار الہی اور شرف رویت ہی جو ایسی بڑی لذت ہی کہ اُسمین جنت کی آسایش بھول جاتی ہی اور ہمنے رویت کی حقیقت باب المحبت مین بیان کی ہی اور اُسکا ثبوت کتاب اللہ اور حدیث سے ہی بخلاف اُس عقیدہ کے جو اہل بدعت رکھتے ہین۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رض روایت کرتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے چودھوین رات کے چاند کو دیکھکر فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کا دیدار ایسا دیکھوگے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو کہ اُسکے دیکھنے مین تم ایک دوسرے پر نہین گرتے یعنی سب بے تکلف اور بے مشقت دیکھتے ہو پس اگر تمسے ہوسکے کہ طلوع اور غروب آفتاب سے پیشتر کی نماز سے نہ تھکو تو اُسکو ادا کیا کرو پھر یہ آیت پڑھی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا یہ روایت بخاری اور مسلم نے نقل کی ہی اور مسلم نے اپنی کتاب مین حضرت صہیب رض سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ اور فرمایا کہ جب جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین چلے جاوینگے تو ایک منادی پکاریگا کہ اے اہل جنت تمسے خداے تعالی کا ایک وعدہ ہی وہ چاہتا ہی کہ اُسکو تمسے پورا کرے وہ عرض کرینگے وہ کونسا وعدہ ہی کیا ہمارے وزن بھاری نہین کرچکا اور منھ سفید نہین کیے اور جنت مین نہین داخل کیا اور دوزخ سے نہین بچایا پھر فرمایا کہ اسکے بعد پردہ اُٹھالیا جاویگا اور لوگ خداے تعالی کی صورت کی طرف دیکھینگے پس یہ حال ہوگا کہ کوئی چیز اُنکو خداے تعالی کے دیدار سے زیادہ محبوب نملی ہوگی اور حدیث رویت کو چند صحابہ رض نے بھی روایت کیا ہی غرض کہ شرف دیدار غایت خوبی اور نہایت درجہ کی نعمت ہی اور جتنی لذتون کی شرح ہمنے اوپر کی ہی وہ اس نعمت کے آگے بھول جاتی ہین اور اہل جنت کو جو اس نعمت دیدار کے وقت سرور ہوگا اُسکی کچھ انتہا نہین بلکہ لذات جنت کو

لذت دیدار کی طرف کچھ نسبت ہی نہین اور چونکہ ہم اسکی تفصیل باب محبت اور شوق اور رضا مین
خوب لکھ چکے ہین اسی لیے اس باب مین مختصر طور پر کہدیا بس آدمی کو چاہیے کہ جنت مین سے اُسکی
ہمت سواے دیدار الٰہی کے اور کسی طرف نہو اور دوسری لذتون مین جنت کے تو بہائم بھی شریک ہین
جو چراگاہون مین چھوٹے پھرتے ہین۔

خاتمہ خداے تعالے کی رحمت کی وسعت کے ذکر مین اُس سے فال نیک لینے کے طور پر
از انجا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فال کو محبوب جانتے تھے اور ہمارے اعمال ایسے نہین
جنسے ہم توقع مغفرت کی کرین اسی لیے ہم فال نیک لینے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
اقتدا کرتے ہین اور توقع رکھتے ہین کہ وہ ہمارا انجام دنیا و آخرت مین خیر کے ساتھ کرے جیسے ہمنے
اس کتاب کو اُسکی رحمت کے ذکر پر تمام کیا اور وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ اور فرمایا قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
اور فرمایا وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۤءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا
اور ہم خداے تعالی سے بخشش چاہتے ہین جہان کہین اس کتاب مین یا اور تمام ہماری کتابون مین
ہمارا قدم پھسلا ہو یا قلم بہکا ہو اور اُن اپنے قولون سے بھی آمرزش چاہتے ہین جنکے موافق ہمارے
اعمال نہون اور اُس علم اور بصیرت سے جسکا دعوی ہمنے خداے تعالی کے دین مین کیا ہو اور اُسمین
قصور کیا ہو اور اُس علم وعمل سے جس سے ہمنے خاص اُسی کی ذات پاک کا قصد کیا ہو پھر اُسمین کوئی
دوسرا مل گیا ہو اور اُس وعدے سے جسکو ہمنے اپنے جی سے اُس سے کیا ہو اور پھر اُسکے پورا
کرنے مین ہمنے کوتاہی کی ہو اور اُس نعمت سے جسکو اُسنے ہمکو دیا اور ہمنے اُسکو اُسکی نافرمانی مین
برتا اور اُس عیب سے جسکے ساتھ ہم متصف تھے اور ہمنے اورون پر اُسکو صریح لفظ یا اشارہ سے
لگایا اور اُنکو ناقص اور قصوروار ٹھہرایا اور اُس خطرے سے جو ہمکو موجب تکلف اور بناوٹ اور
لوگون کے دکھلانے کا کسی کتاب لکھنے یا کلام کرنے یا علم کے پڑھنے پڑھانے مین ہوا ہو ان سب
باتون سے بخشش چاہنے کے بعد ہم اپنے لیے اور اُن لوگون کے لیے جو ہماری اس کتاب کو پڑھین
یا لکھین یا سنین یہ توقع کرتے ہین کہ وہ ہم سب کو مغفرت اور رحمت سے عزت بخشے اور ہماری سب
ظاہری اور باطنی خطاؤن سے درگذر فرماوے اسلیے کہ اُسکا کرم عام اور رحمت وسیع اور بخشش تمام
اقسام خلق پر جاری ہو اور ہم بھی ایک مخلوق اللہ تعالی کے ہین ہمارا وسیلہ اُسکی طرف بجز اُسکے فضل و

کرم کے اور کوئی نہین چنانچہ اُسکے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کی
سو رحمتین ہین اُنمین سے ایک رحمت کو جن اور انسان اور پرند اور بہائم اور حشرات زمین کے درمیان
اُتارا ہے اُسی سے یہ چیزین آپسمین رحم اور مہر کرتی ہین اور ننانوے رحمت کو پیچھے رکھا ہے اُسسے
اپنے بندون پر قیامت کے روز رحم فرماویگا اور روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی
ایک نوشتہ عرش کے نیچے سے نکالیگا جسمین یہ لکھا ہوگا کہ میری رحمت بڑھ گئی میرے غضب سے
اور مین سب مہربانون سے زیادہ تر مہربان ہون پس دوزخ مین سے جنت والون کے دونے
آدمی باہر ہوجاوینگے - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداے
تعالی قیامت کے روز ہمارے لیے ہنستا ہوا تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ مژدہ ہو اے گروہ مسلمانون کے
کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جسکی عوض مین نے یہودی یا نصرانی کو دوزخ مین نہ ڈالا ہو اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالی حضرت آدم علیہ السلام کی سفارش اُنکی تمام
اولاد مین سے ایک لاکھ اور ایک کرور کے باب مین منظور فرماویگا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ اللہ تعالی قیامت کے روز ایماندارون سے پوچھیگا کہ تمکو میرا ملنا محبوب تھا وہ عرض کرینگے کہ
خدایا ہان اللہ تعالی فرماویگا کہ کیون وہ عرض کرینگے کہ ہمنے تیری مغفرت اور عفو کی توقع کر لی تھی پس
فرماویگا کہ مین نے تمہارے لیے اپنی مغفرت واجب کر دی - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے روز حکم فرماویگا کہ دوزخ مین سے اُن لوگون کو نکال لو
جنھون نے مجھے ایک روز یاد کیا ہو یا ایک مقام پر مجھسے ڈرے ہون - اور ایک حدیث مین فرمایا کہ
جب دوزخ والے دوزخ مین اکٹھے ہونگے اور اُنکے ساتھ جسقدر خداے تعالی کو منظور ہوگا اسقدر اہل قبلہ
ہونگے تو کافر مسلمانون سے سوال کرینگے کہ کیا تم مسلمان نہ تھے وہ کہینگے کہ تھے کیون نہین کافر کہینگے
کہ تمھارا اسلام تمھارے کام نہ آیا اسلیے کہ تم بھی دوزخ مین ہمارے ساتھ ہو وہ جواب دینگے کہ ہمارے پاس
گناہ بہت تھے اُنکے باعث ہم ماخوذ ہوے اللہ تعالی اُنکی تقریر سُنیگا اور حکم فرماویگا کہ جو شخص اہل قبلہ سے
دوزخ مین ہو سب نکال لیے جاوین وہ بموجب حکم کے نکالے جاوینگے جب کافر یہ معاملہ دیکھینگے تو کہینگے
کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو ایسے ہی نکالے جاتے جیسے یہ لوگ دوزخ سے نکالے گئے پھر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِینَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِینَ
اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ مومن پر زیادہ تر رحم کرتا ہے بہ نسبت ماں شفیقہ کے
اپنی اولاد پر - اور جابر بن عبد اللہ رض فرماتے ہین کہ قیامت کے روز جسکی نیکیان بُرائیون سے بڑھ کر ہونگی

تو وہ بے حساب جنت مین داخل ہوگا اور جسکی نیکیان اور بدیان قیامت کو برابر ہونگی اُس سے کچھ
تھوڑا سا حساب لیا جاویگا پھر جنت مین داخل ہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سفارش اُس
شخص کے لیے ہے جسنے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہو اور اُسکی پیٹھ گناہون کے بوجھ سے بھاری ہو۔ اور روایت ہے
کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ قارون نے تجھسے فریاد کی
تو نے اُسکی فریادرسی نہ کی قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اگر وہ مجھسے فریاد کرتا تو مین اُسکی فریاد کو
پہونچتا اور اُسکا قصور معاف کر دیتا۔ اور سعید بن ہلال کہتے ہین کہ قیامت کے روز دو آدمیون کو
دوزخ مین سے نکالنے کا حکم ہوگا اللہ تعالیٰ اُنکو فرماویگا کہ یہ تمھارا بدلہ اعمال کا ہے اور مین
بندون پر ظلم کا روادار نہین یہ فرماکر حکم دیگا کہ انکو دوزخ مین ہٹا لیجاؤ پس ایک تو اپنی بیڑیون مین
دوڑیگا یہانتک کہ دوزخ مین گھس جاویگا اور دوسرا توقف سے اور پانون ملتا جائیگا پھر اُنکے
واپس لانے کا حکم ہوگا اور اُنسے اُنکی حرکت کا سوال ہوگا کہ ایک کیون دوڑ گیا اور دوسرا کیون
دیر لگاتا ہے تو جو دوڑ گیا تھا وہ عرض کریگا کہ ابھی مین نافرمانی کے وبال سے ڈرا ہوا تھا اب
خوف کیا کہ مبادا کہین دوبارہ تیرے غضب مین نہ پڑ جاؤن اور جسنے دیر لگائی وہ عرض کریگا کہ الٰہی
مجھکو تیرے ساتھ حسن ظن تھا جس سے مین یہ سمجھا کہ جب تو دوزخ مین سے نکال چکا ہے دوبارہ اسمین نہ
بھیجیگا اللہ تعالیٰ اُن دونون کو جنت مین جانے کا حکم فرماویگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اے امت محمد جو حقوق میرے
تمھارے ذمہ پر تھے وہ مین نے تمکو معاف کیے اب تمھارے آپس کے حقوق رہے اُنکو آپسمین ایک
دوسرے کو بخش دو اور میری رحمت سے جنت مین داخل ہو۔ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت ابن عباسؓ کو
یہ آیت پڑھتے سُنا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا اعرابی نے کہا کہ بخدا اُس سے
بچایا تو نہین وہ تو یہ چاہتا ہے کہ اُسمین ڈال دے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیتون کو بے سمجھ والون
سے نہ پڑھا کرو۔ اور صنابحی رح کہتے ہین کہ مین حضرت عبادہ بن الصامت رضؓ کے مرض موت مین
اُنکی خدمت مین گیا اور رویا اُنھون نے فرمایا کہ ٹھہرو تم کیون روتے ہو بخدا جو حدیث کہ مین نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی اور اُسمین تمھاری بہتری ہوئی وہ مین نے تمسے بیان کر دی ہے
مگر ایک حدیث ہے وہ بھی آج کہے دیتا ہون کہ میری جان اب رک گئی ہے مین نے سُنا ہے رسول مقبول
صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص گواہی دے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ
اللہ تعالیٰ اُسپر دوزخ حرام فرما دیتا ہے۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایک شخص کو میری امت کے سب مجمع کے سامنے چھوڑیگا اُسپر ننانوے طومار پھیلائے جاوینگے اور ہر طومار آنکھ کے پہونچنے تک کا لنبا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھیگا کہ ان دفترون مین تجکو کسی کا انکار تو نہین تیرے اوپر میرے کاتبون محافظون نے زبردستی تو نہین لکھ لیے وہ عرض کریگا کہ خدایا نہین پھر ارشاد فرماویگا کہ تجھے کچھ عذر کرنا ہی عرض کریگا کہ نہین پھر خدائے تعالیٰ فرماویگا کہ ہان ہمارے یہان تیری ایک نیکی ہی اور تجھپر آج ظلم نہوگا پس ایک چھوٹا سا پرچہ لائیگا جسمین ہوگا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ وہ عرض کریگا کہ الٰہی یہ پرچہ بھلا ان طوماروں کے سامنے کیا کریگا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تجھپر ظلم نہین ہوگا پس وہ طومار ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور وہ پرچہ دوسرے پلے مین پس طومار ہلکے ہوجاوینگے اور وہ پرچہ بھاری اُتریگا کیونکہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز ہم پلہ نہین ہوسکتی - اور ایک حدیث طویل مین جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وصف قیامت اور پل صراط کا فرمایا ہی آخر کو ارشاد فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ فرشتون کو ارشاد فرماویگا کہ جسکے دل مین دینار کی برابر خیر پاؤ اُسکو دوزخ سے نکال لو تو فرشتے حکم کے بموجب بہت سے لوگون کو نکال لینگے اور جناب باری مین عرض کرینگے کہ جن لوگون کو تو نے حکم کیا تھا اُنمین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا حکم ہوگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین آدھے دینار کی برابر خیر پاؤ اُسکو نکال لو پھر بہت سی خلقت کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا جن لوگون کے لیے تو نے حکم دیا تھا اُنمین سے ہمنے کسی کو نہین چھوڑا اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ پھر جاؤ اور جسکے دل مین ذرہ کی برابر خیر پاؤ اُسکو نکال لو پس بہت سے لوگون کو نکال لینگے پھر عرض کرینگے کہ خدایا جنمین سے تو نے ہمکو امر فرمایا تھا اُنمین سے ہمنے کوئی نہین چھوڑا پس حضرت ابو سعید رضی فرمایا کرتے کہ اگر تم اس حدیث مین مجکو سچا نہ جانو تو چاہو تو قرآن مین پڑھ لو اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَّاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد اسکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ فرشتون نے سفارش کی اور نبیون نے سفارش کی اور مومنون نے سفارش کی اور کوئی باقی نہین رہا بجز ارحم الراحمین کے پس ایک مٹھی بھریگا اور دوزخ مین سے ایسے لوگون کو نکالیگا جنھون نے کبھی خیر نہ کی ہوگی اور کوئلے ہوگئے ہونگے پس اونکو اوس نہر مین ڈالیگا جو جنت کے دروازہ مین ہی اور نہر الحیات کہلاتی ہی پھر اُسمین سے ایسے نکلینگے جیسے رَو کے پانی سے سبزہ نکل آتا ہی تم دیکھتے نہین کہ سبزہ جو نکہ پتھر اور درخت سب کے متصل ہوتا ہی تو جو مقابل آفتاب کے ہوتا ہی وہ زرد اور سبز ہوتا ہی اور جو اُسمین سے سایہ مین ہوتا ہی وہ سفید ہوتا ہی لوگون نے عرض کیا

یعنی اللہ تعالیٰ حق تلفی نہین رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اسکو دونا کرے اور دیوے اپنے پاس سے بڑا ثواب ۱۲

کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے جنگل مین چرایا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ پھر ایسے نکلینگے جیسے موتی آنکے گردنون مین
پھرے ہونگے جنکو اہل جنت انکو پہچانینگے اور کہینگے کہ یہ لوگ خدائے تعالیٰ کے آزاد کیے ہوئے ہین
اللہ تعالیٰ نے انکو جنت مین داخل کیا بدون اسکے کہ انھون نے کوئی عمل کیا یا کوئی خیر آگے بھیجی ہو
پھر اللہ تعالیٰ انکو ارشاد فرماویگا کہ تم جنت مین داخل ہو اور جو دیکھو وہ تمھارے ہی لیے ہے وہ عرض کرینگے
کہ الٰہی تو نے ہمکو وہ چیز دی جو کسی کو لوگون مین سے نہین دی اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تمھارے لیے میرے پاس
وہ ہے جو اس سے بھی افضل ہے وہ عرض کرینگے کہ الٰہی اس سے افضل کونسی چیز ہے وہ ارشاد فرماویگا کہ
وہ میرا تمسے راضی ہونا ہے کہ مین تمسے کبھی ناراض نہونگا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے صحیحین مین
روایت کیا ہے اور نیز بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ ایک روز
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر مین سے تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے امتین
پیش کی گئین ایک نبی جاتا تھا کہ اسکے ساتھ ایک شخص اور ایک نبی کے ساتھ دو اور کسی نبی کے ساتھ کوئی بھی
نہ تھا اور کسی پیغمبر کے ساتھ دس پانچ تھے پھر مین نے بہت سا انبوہ دیکھا اور توقع کی کہ یہ میری امت
ہوگی پس مجھسے کہا گیا کہ یہ موسیٰ اور انکی قوم ہے پھر مجھسے کہا گیا کہ دیکھ مین نے ایک ایسا انبوہ کثیر
دیکھا جسنے کنارون کو آسمان کے روک دیا پھر مجھسے کہا گیا کہ ایسے ہی ادھر دیکھ پس مین نے بڑی بھاری
جماعت کو دیکھا پھر مجھسے کہا گیا کہ یہ لوگ تیری امت ہین اور ان لوگون کے ساتھ ستر ہزار جنت مین بے حساب
داخل ہونگے اسکے بعد لوگ جدا ہوگئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے تصریح نہ فرمائی کہ بے حساب
کون لوگ جنت مین داخل ہونگے اسکا چرچا صحابہ رضؓ نے آپسمین کیا اور کہا کہ ہم تو شرک مین پیدا ہوے
لیکن اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پر ایمان لائے تو وہ لوگ ہمارے بیٹے ہونگے جو بے حساب جنت مین
جاوینگے یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہین جو نہ داغ کھاوین نہ منتر پڑھین
نہ بد فالی کرین اور اپنے رب پر بھروسا کرین پس عکاشہ رضؓ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
دعا کیجیے کہ خدائے تعالیٰ مجکو ان لوگون مین سے کرے آپ نے فرمایا کہ تو انہین سے ہے پھر ایک اور شخص
کھڑا ہوا اور جیسا عکاشہ نے عرض کیا تھا ویسا ہی عرض کیا پس آپ نے فرمایا کہ اب تو عکاشہ کے حق مین
تجھسے پیشتر دعا ہو چکی۔ اور عمرو بن حزم انصاری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمسے
تین روز غائب رہے کہ صرف فرض نماز کے لیے نکلتے تھے پھر چلے جاتے تھے جب چوتھا روز ہوا
تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہمسے رک رہے یہانتک کہ ہمنے
گمان کیا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپ نے فرمایا کہ خیر کے سوا نئی بات کوئی نہین ہوئی میرے پروردگار نے

مجھسے وعدہ کیا ہی کہ میری اُمت مین سے جنت مین ستر ہزار بیحساب داخل کریگا مین نے ان
تینون مین اپنے رب سے درخواست کی کہ اور زیادہ لوگ بیحساب داخل ہون پس مین نے اپنے رب کو بڑائی
والا ہر چیز موجود رکھتا اور کریم پایا کہ اُسنے ستر ہزار مین سے ہر شخص کے ساتھ مین ستر ہزار مجھکو عطا فرمائے
پھر مین نے عرض کیا کہ الٰہی میری اُمت اس تعداد کو نہ پہنچیگی ارشاد ہوا کہ ہم تیرے لیے شمار اعراب مین پورے کر دینگے
اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام پتھریلی
زمین کی طرف یعنی مدینہ مطہرہ کے متصل ظاہر ہوے اور مجھسے کہا کہ اپنی امت کو خوشخبری دے کہ جو کوئی مریگا
اس طرح کہ نہ شریک کرے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت مین داخل ہوگا پس مین نے کہا
کہ ای جبرئیل گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے کہا ہان گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا
کہ گو زنا کرے اور چوری کرے جبرئیل نے جواب دیا کہ گو زنا کرے اور چوری کرے مین نے کہا کہ گو زنا کرے
اور چوری کرے جبرئیل نے کہا کہ اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے اور شراب پیوے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ پس مین نے عرض کیا کہ اگرچہ
زنا اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ پھر مین نے عرض کیا
کہ اگرچہ زنا اور چوری کرے پھر آپ نے فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ پس مین نے عرض کیا
کہ گو زنا اور چوری کرے یا رسول اللہ آپ نے جواب دیا کہ گو ابو درداء کو برا معلوم ہو اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مومن کو ایک دوسری ملت کا آدمی حوالہ
کیا جاویگا اور اُس سے کہدیا جاویگا کہ یہ تیرا بدلہ ہی دوزخ سے اور مسلم نے اپنی کتاب مین ابو بردہ رح سے
روایت کی ہی کہ اُنھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے سامنے حدیث بیان کی مجھسے میرے
باپ حضرت ابو موسیٰ اشعری رض نے روایت کیا ہی اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا
کہ جو شخص مسلمان مرتا ہی اللہ تعالےٰ اُسکے عوض دوزخ مین کوئی یہودی یا نصرانی داخل کرتا ہی حضرت عمر
بن عبد العزیز رح نے ابو بردہ رض کو تین بار قسم دلائی کہ تمکو قسم ہی اُس اللہ کی جسکے سوا کوئی معبود نہین تمھارے
باپ نے یہ حدیث نقل کی ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنھون نے قسم کھائی کہ ہان مجھسے بیان
کی ہی اور روایت ہی کہ ایک لڑکا کسی جہاد مین گرفتار تھا اور لڑائی ہو رہی تھی کہ جو زیادہ سے
سوے اور دن گرمی کا نہایت حرارت کا تھا اسکو ایک عورت نے لوگون کے خیمے کے اندر سے دیکھا اور
وہان دوڑتی آئی اور اُسکے ساتھی اُسکے پیچھے آئے یہان تک کہ اُسنے لڑکے کو اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا
پھر اپنے آپ اُس پتھریلی گرم زمین پر لیٹ گر گرمی سے بچانے کے لیے لڑکے کو اپنے اوپر لے لیا

وہ پکڑی گئی [illegible] بچہ [illegible] سے لگا لیا پس آدمی روئے اور جس حال میں تھی اسکو چھوڑ دیا اتنے میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوئے لوگوں نے ماجرا آپ کی خدمت میں
عرض کیا آپ انکے ترس کھانے سے خوش ہوئے پھر انکو خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ کیا اس عورت کے
اپنے بچے کے اوپر رحم کرنے سے تمکو تعجب ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اللہ جلشانہ تم سب پر اس عورت کے رحم کی نسبت کہ اپنے بچے پر زیادہ تر رحیم ہے پس مسلمان وہاں نہایت
مسرور اور عمدہ بشارت کے ساتھ علیحدہ ہوئے۔ تو یہ حدیثیں اور جو کچھ ہم ابواب الرجا میں لکھ آئے ہیں انکو
بشارت خدا تعالے کی رحمت کی وسعت کی دیتی ہیں اسلیے ہم اس سے توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ وہ معاملہ
نکرے جسکے ہم سزاوار ہیں اور جسے اپنے فضل و کرم سے وہ انعام و احسان کرے جسکے لائق اسکی جود و رحمت ہے

والحمد للہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا

قطعہ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم غفر اللہ لہ ولوالدیہ

مزا احباب جب اس سے اٹھائینگے تو بولینگے	نہ تھا آسان کچھ کوزے میں لانا بحر قلزم کا
لکھا جب ترجمہ عمدہ تو احسن یہ لکھو تاریخ	عجائب ہے یہ اردو ترجمہ جلد چہارم کا
	۱۲۹۲ھ

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ العلی العظیم والصلوۃ علی رسولہ محمد ذی الشرف والتعظیم والسلام علی الہ واصحابہ اولی العز والتکریم اما بعد
طالبان شاہراہ نجات اخروی و [illegible] سیر ان صراط مستقیم کو بشارت ہو کہ اس زمان برکت اقتران میں توشہ سفر آخرت
ہادی طریق ہدایت تتمہ [illegible] بیان [illegible] تکمیل ایمان مشعل راہ یقین کتاب لاجواب جسکا اسم تاریخی مذاق العارفین ۱۲۹۳ھ
مصنفہ فاضل جلیل عالم نبیل الحبر الاعظم والبحر المعظم مجمع شرائف ملکیہ عالم عدیم النظیر فی البریہ فاضل یوذعی
جناب مولانا محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی ادام اللہ العلی القوی جو بطور ترجمہ چاروں جلدوں
احیاء علوم الدین مصنفہ راس الفقہا والعظام سید العلما والاعلام المولی العلامۃ والبحر الفہامۃ امام محمد غزالی قدس سرہ
کے [illegible] ساتھ زبان اردو سلیس عام فہم میں ہے جسکا مشتاق سارا جہان ہے اور جسکا بیان حد بیان سے خارج احاطہ بیان سے
[illegible] کل مسائل عبادات و معاملات پر ہو فی التحقیق اپنا آپ ہی نظیر ہے جامع ارشادات نبوی
[illegible] چاروں جلدیں نہایت اہتمام اور حسن انتظام سے بخط خوب و تقطیع خوش اسلوب بصحت تمام
[illegible] مطبع [illegible] پرور مشہور نزدیک و دور جناب مستطاب منشی نولکشور واقع لکھنؤ
[illegible] ماہ اپریل [illegible] مطابق رجب [illegible] اعلی طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر فروغ بخش دیدہ مشتاقان ہوئی

اللہ تعالے مقبول عام و عالمیان فرماوے بمنہ و کرمہ